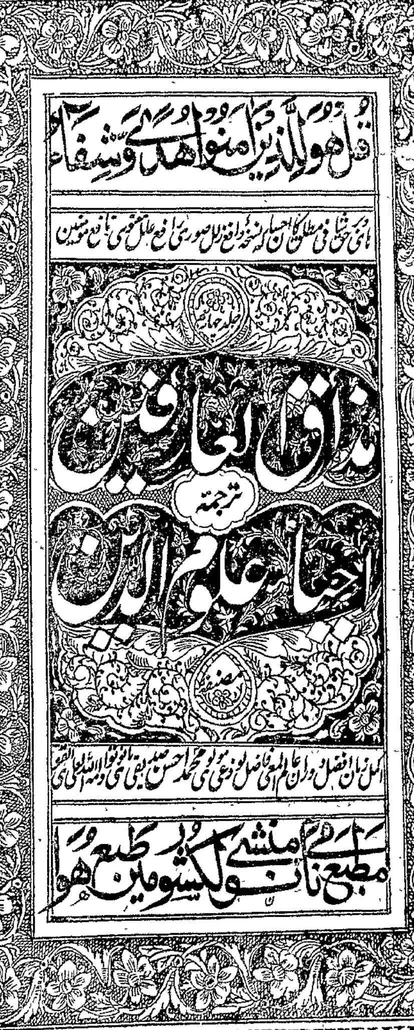

قل ہو للذین آمنوا ہدی وشفاء
ہادئ حق شناسی مسالکان احسان نسخۂ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین
جلد چہارم
مذاق العارفین
ترجمہ
احیاء علوم الدین
مصنفہ
اکمل زمان افضل دوران عالم المعانی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ العلی القوی
مطبع منشی نولکشور میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ

خداوندا کرم سے اپنے تو عاجز نوازی کر	نہیں ہے آسرا تیرے سوا احسان مردم کا
پلا دے بادۂ ادراک سے اک جام تو ایسا	تا آسانی ہو جس سے ترجمہ جلد چہارم کا

باب اول توبہ کا بیان

رباعی

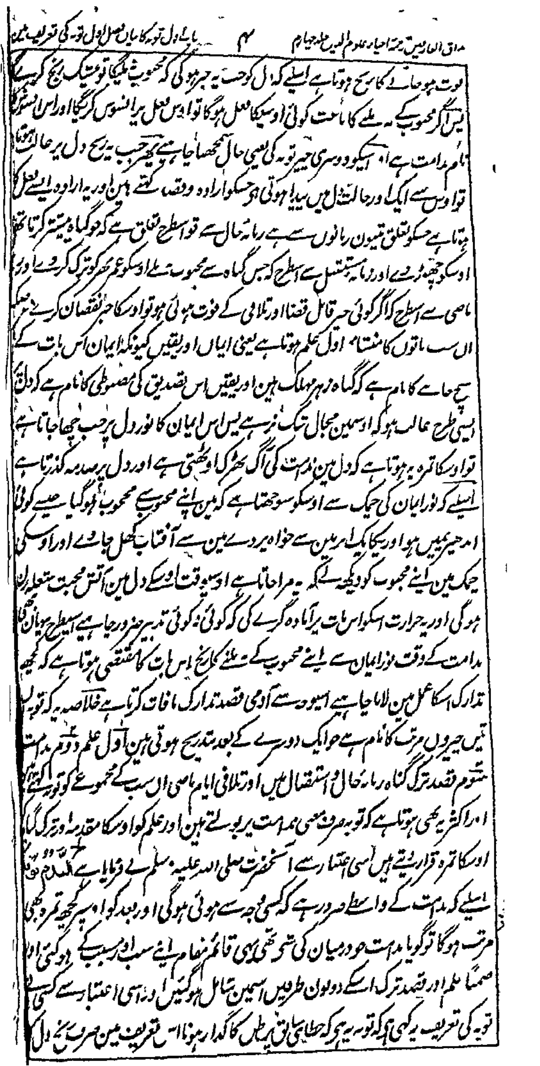
یارب میں ہوں شیطان کی شرارت سے تباہ	اور نفس کی شامت سے ہے رگ رگ میں گناہ
توفیق یہ دے تو اپنے احمدؐ کے طفیل	میں توبۂ نصوح پر مروں یا اللہ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ گناہوں سے توبہ کر کے خدائے تعالیٰ کی جناب میں رجوع کرنا سالکین راستے کی ابتدا ہے اور واصلین کی متاع گراں بہا۔ مرید اول اسی راہ پر قدم دھرتے ہیں اور حق سے پھرے ہوؤں کے لیے مفتاح استقامت اسی کو تصور کرتے ہیں۔ مقربین کے لیے یہی مطلع اصطفا ہے۔ اور انبیا کے واسطے خصوصاً ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کے لیے یہی منبع اجتبا اور چونکہ مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا اگر کسی آدمی سے قصور اور گناہ ہو تو بعید نہیں اسلیے کہ آدم زاد ہے لیکن اگر باپ نے جبر نقصان کیا ہو اور تلافی مافات میں دل دیا ہو تو بیٹے کو بھی مناسب ہے کہ دونوں باتوں میں باپ کا مشابہ ہو اب حضرت آدم علیہ السلام کا حال جو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی خطا کے ساتھ سلسلۂ ندامت ہلایا اور مدتوں تک اشک خجالت بہایا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص

صرف خطا کرنے مین اپنا مقتدا سمجھے اور توبہ کے گرد نہ بھٹکے وہ خطا وار ہے اور ناخلف و نابجا بلکہ اصل یہ ہے کہ صرف خیر ہی کا ہو رہنا تو طریقہ ملائکہ مقربین کا ہے اور محض شر کرنا رویہ شیاطین کا اور شر مین پڑنے کے بعد خیر کیطرف پھرنا انسان کا کام ہے اسلیے کہ انسان کی سرشت مین دونون خصلتون کی آمیزش پائی جاتی ہے محض خیر کرنے والا فرشتہ کہلاتا ہے اور صرف شر کرنیوالا شیطان اور رجوع الی الخیر سے شر کی تلافی کرنے والا واقع مین انسان ہے اب اسکو دو باتین تو حاصل ہوتی ہین یعنی اپنا نسب شیطان سے صحیح کرے خواہ انسان سے مثلاً اگر گناہ کے بعد توبہ کرے تو آدم سے پیدا ہونے کی حجت قوی ہے کہ جو تعریف انسان کی تھی وہ اسپر صادق آئی اور جو شخص سرکشی پر مصر رہے وہ اپنے نفس پر شیطان کا نسب ثابت کرتا ہے باقی رہا محض خیر کرنے سے فرشتے کیطرف منسوب ہونا سو یہ انسان سے ممکن نہین ہو اسواسطے کہ اوسکے خمیر مین شر خیر کے ساتھ ایسی مضبوط ملی ہے کہ اوسکا جدا ہونا دو ہی طرح ممکن ہے یا ندامت کی حرارت سے یا دوزخ کی آنچ سے حاصل یہ کہ جوہر انسانی کو خباثت شیطانی سے علحدہ کرنے کے لیے دونون آتشون مین سے ایک مین جلنا ضروری ہے پس جب تک انسان کا قابو چل سکتا ہے اوسکو چاہیے کہ دونون آگون مین سے جو ہلکی ہو اوسکو اختیار کرے اور جو ہلکی سمجھے اوسکی طرف مبادرت کرے ورنہ بعد موت کے پھر مہلت کہان بجز اسکے کہ یا جنت یا دوزخ مین ٹھکانا ہو جاوے۔ اور جب توبہ دین مین یہ رتبہ رکھتی ہے تو منجیات کے شروع مین اسکا لانا اور اسکی حقیقت اور شرط اور سبب و علامت اور ثمرہ و آفت مانع توبہ اور علاج جس سے کہ توبہ آسان ہو جاوے اوسکا بیان کرنا واجب ہوا اور یہ سب باتین چار فصلون مین بیان ہونگی۔

فصل اول بیان مین توبہ کی تعریف اور حقیقت کے اور سب لوگون پر ہر حال مین اوسکے علی الفور واجب ہونے کے اور توبہ صحیح کے مقبول ہونے کے مشتمل پانچ بیانون پر۔

بیان اول توبہ کی حقیقت و تعریف مین جاننا چاہیے کہ توبہ تین چیزون کا نام ہے جو بترتیب پائی جاتی ہین اونمین سے اول علم ہے دوسرا حال تیسرا فعل اور اول دوسرے کا موجب ہے اور دوسرا تیسرے کا اور یہ انتظام خدا کی عادت کے باعث سے ہے جو اوسنے عالم اجسام و ارواح مین جاری کر رکھی ہے اب اونمین سے ہر ایک کو سننا چاہیے کہ علم سے یہ غرض ہے کہ اس بات کو جانے کہ گناہون کا ضرر بہت بڑا ہے اور یہی گناہ آدمی مین اور اوسکے محبوب کے درمیان مین حجاب ہوتے ہین جب یہ بات یقین غالب سے دل پر چھا جاتی ہے تو اسکے جاننے سے دل کو محبوب کے



فوت ہو جانے کا رنج ہوتا ہے اسلیے کہ دل کو جب یہ خبر ہوگی کہ محبوب ملگیا تو بیشک رنج کریگا
پس اگر محبوب کے نہ ملنے کا باعث کوئی اوسیکا فعل ہوگا تو اوس فعل پر افسوس کریگا اور اس افسوس کا
نام ندامت ہے اور اسیکو دوسری چیز توبہ کی یعنی حال سمجھنا چاہیے پھر جب یہ رنج دل پر غالب ہوتا
تو اوس سے ایک اور حالت دل میں پیدا ہوتی ہے جسکو ارادہ و قصد کہتے ہیں اور یہ ارادہ ایسے فعل کا
ہوتا ہے جسکو تعلق تینوں زمانوں سے ہے زمانہ حال سے تو اسطرح تعلق ہے کہ جو گناہ میسر کرتا تھا
اوسکو چھوڑ دے اور زمانہ مستقبل سے اسطرح کہ جس گناہ سے محبوب ملے اوسکو عمر بھر کو ترک کر دے اور زمانہ
ماضی سے اسطرح کہ اگر کوئی چیز قابل قضا اور تلافی کے فوت ہوئی ہو تو اوسکا جبر نقصان کرے مگر علم
ان سب باتوں کا منشاء اول علم ہوتا ہے یعنی ایمان اور یقین کیونکہ ایمان اس بات کے
سچ جانے کا نام ہے کہ گناہ زہر مہلک ہیں اور یقین اس تصدیق کی مضبوطی کا نام ہے کہ دل پر
ایسی طرح غالب ہو کہ اوسمین مجال شک نرہے پس اس ایمان کا نور دل پر جب چھا جاتا ہے
تو اوسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ دل میں ندامت کی آگ بھڑک اوٹھتی ہے اور دل پر صدمہ گذرتا ہے
اسلیے کہ نور ایمان کی چمک سے اوسکو سوجھتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے محجوب ہوگیا جیسے کوئی
اندھیرے میں ہو اور یکایک ابر میں سے خواہ پردے میں سے آفتاب کھل جاوے اور اوسکی
چمک میں اپنے محبوب کو دیکھ لے کہ وہ مرا جاتا ہے اوسوقت اوسکے دل میں آتش محبت مشتعل
ہوگی اور یہ حرارت اسکو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ کوئی نہ کوئی تدبیر ضرور چاہیے اسیطرح بیان تھا
ندامت کے وقت نور ایمان سے اپنے محبوب کے نملنے کا رنج اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ کچھ
تدارک اسکا عمل میں لانا چاہیے اسیوجہ سے آدمی قصد تدارک مافات کرتا ہے خلاصہ یہ کہ توبہ ان
تینوں چیزوں مرتب کا نام ہے جو ایک دوسرے کے بعد بتدریج ہوتی ہیں اول علم دوم ندامت
سوم قصد ترک گناہ زمانہ حال و استقبال میں اور تلافی ایام ماضی ان سب کے مجموعے کو توبہ کہتے
اور اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ توبہ صرف معنی ندامت پر بولتے ہیں اور علم کو اوسکا مقدمہ اور ترک گناہ
اوسکا ثمرہ قرار دیتے ہیں اسی اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الندم توبۃ
اسلیے کہ ندامت کے واسطے ضرور ہے کہ کسی وجہ سے ہوئی ہوگی اور بعد کو اوسکے کچھ ثمرہ بھی
مرتب ہوگا تو گویا ندامت جو درمیان کی شے تھی وہی قائم مقام اپنے سبب اور مسبب کے ہوگئی اور
ضمنا علم اور قصد ترک اسکے دونوں طرفیں اسمین شامل ہوگئیں اور اسی اعتبار سے کسی نے
توبہ کی تعریف یہ کہی ہے کہ توبہ یہی کہ جہالت سابق پر دل کا گداز رہنا اس تعریف میں صرف رنج دل کا

اشارہ پایا جاتا ہے اور بعضون نے اسکی تشریح بھی کر دی ہو اور کہا ہے کہ توبہ ایک آگ ہے کہ
دل مین بھڑکتی ہے اور ایک درد ہے کہ جگر سے جدا نہین ہوتا اور بعضون نے بلحاظ ترک گناہ
تعریف یون لکھی ہے کہ توبہ اسکو کہتے ہین کہ جفا کا لباس دور کرکے بساط وفا بچھا دے اور سہل
بن عبد اللہ تستری رح یون فرماتے ہین کہ حرکات مذمومہ کو افعال محمودہ سے بدل دینے کا نام
توبہ ہے اور یہ بات بدون عزلت اور خاموشی اور اکل حلال کے میسر نہین ہوتی غالباً اس تعریف مین
تیسری بات کیطرف اشارہ ہے اور توبہ کی تعریف مین اور بہت سے اقوال ہین اور جب کوئی
تینون باتین جنکا ہمنے ذکر کیا ہے آدمی کو معلوم ہوجاوین اور اونکا تلازم اور ترتیب بھی جان لے
تو معلوم کرلے کہ لوگون نے جو کچھ اسکی تعریف مین کہا ہے کسی مین سب باتون کا انحصار اور احاطہ
نہین پایا جاتا حالانکہ مقصود اہم یہی ہے کہ واقعی حقیقت توبہ کی معلوم ہو صرف لفظون سے غرض نہین ہے

دوسرا بیان توبہ کے واجب ہونے اور اوسکی فضیلت کے ذکر مین توبہ کا واجب ہونا
آیات و احادیث سے ثابت ہے اور جسکی چشم دل کھلی ہوئی ہو اور خدای تعالی نے اوسکا سینہ
نور ایمان سے منور کر رکھا ہو اوسکے نزدیک بھی وجوب توبہ واضح ہے حتی کہ ایسا شخص جہالت کی
تاریکیون مین اپنے سامنے کے نور کے باعث چل سکتا ہے اوسکو یہ حاجت نہین کہ ہر قدم پر
کوئی آگے بتانے والا ساتھ ہو اور جسطرح کہ چلنے والے دو قسم کے ہین بعضے اندھے ہوتے ہین
کہ بدون کسی کے آگے ہوے قدم نہین بڑھاتے اور بعضے آنکھون والے ہوتے ہین کہ جب راہ پر
پڑلیے تو اپنے آپ چلے جاتے ہین اسیطرح طریق دین کے چلنے مین آدمیون کی دو قسمین ہین
ایک لوگ تو ایسے قاصر ہین کہ تقلید سے ایک قدم بھی نہین ٹل سکتے اور ہر قدم پر نص کتاب اللہ
خواہ حدیث کے سننے کے محتاج رہتے ہین اور ایسے لوگون کا بعض اوقات یہ حال ہوتا ہے
کہ اگر نص صریح کے ملنے مین دشواری ہوتی ہے تو حیران رہجاتے ہین پس اس قسم کے لوگونکی
سیر باوجود محنت شاقہ اور طول عمر کے مختصر ہوتی ہے اور قدم بھی چھوٹے پڑتے ہین اور ایک
لوگ سعید ہین جنکے سینے خدای تعالی نے اسلام کے لیے کھول دیے ہین وہ اپنے رب کیطرف سے
نور کے سر ہین ادنی اشارے سے مشکل مشکل سلوک کی راہ کے چلنے کے لیے خبردار ہوجاتے ہین
اور بڑی سخت گھاٹیان طے کر ڈالتے ہین اونکے دل مین نور قرآن اور نور ایمان کی چمک
رہتی ہے اور شدت نور کے باعث ادنی تبلانا اونکے حق مین کافی ہوجاتا ہو اونکی مثال ایسی ہے کہ
یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ اور اگر آگ لگا دو یعنی بتلانے کے بعد تو یہ مثل ہے نُورٌ عَلَی نُورٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُورِهِ مَنْ یَشَاءُ

ایسے لوگوں کے لیے حاجت بعض منقول کی ہر واقعہ میں نہین اس طرح کا
سمجھ اگر توبہ کا واجب ہونا جاننا چاہتا ہے تو اول بصیرت سے توبہ کو دیکھتا ہے کہ وہ کیا
چیز ہے پھر وجوب کے معنی سمجھتا ہے پھر دونوں کو ملا کر جو دیکھتا ہے تو معلوم کر لیتا ہے کہ
بیشک توبہ کے لیے واجب ہونا ثابت ہے مثلاً اول یہ جانا کہ واجب ضروری وہی چیز ہے
جو سعادت ابدی تک پہونچنے اور ہلاک ابدی سے بچنے کے لیے ضروری ہو اسلیے کہ اگر کسی چیز
کے کرنے یا نہ کرنے سے سعادت خواہ شقاوت کا تعلق ہو تو اوسکے واجب ہونے کے کچھ
معنی نہیں اور یہ جو کہتے ہین کہ فلاں فعل واجب کرنے سے واجب ہو گیا یہ صرف ایک بات ہی بات ہے
کیونکہ جن چیزوں سے ہماری غرض حال مین یا استقبال مین متعلق نہین اونکے کرنے خواہ نہ کرنے
مین ہمکو مشغول ہونے سے کیا فائدہ خواہ کوئی ہم پر اونکو واجب کرے یا نہ کرے اس سے
معلوم ہوا کہ واجب سے وہی چیز مراد ہے جو ذریعۂ وصول سعادت ابدی کا ہو۔ پھر جب وہ
یہ معنی واجب کے سمجھ لے اور یہ بھی جان لے کہ قیامت مین سوائے دیدار الٰہی کے اور کوئی سعادت
نہیں اور جو اوس سے محجوب ہوا وہ بدبخت ہے اوسکے درمیان اور اوسکی آرزوؤن کے درمیان
آڑ ہوگی آتش فراق او نار دوزخ سے جلے گا اور یہ بھی جان لے کہ سوای اتباع شہوات اور
اس دنیا کی الفت اور ان لذات فانی قطعاً جدا ہونے والی کی محبت کے اور کوئی چیز حق تعالیٰ
سے دور نہین کرتی اور سوای کاٹ ڈالنے علاقہ قلبی کے اس دنیا کی زیب و زینت سے اور
تمامہ متوجہ ہونے کے اللہ کیطرف تاکہ اوسکے ذکر سے ہمیشہ اُنس رہے اور اوسکے جلال اور جمال کو
اپنی طاقت کے موافق جانکر اوس سے محبت حاصل ہو اور کوئی چیز اوس سے نزدیک کرنے والی
نہیں اور یہ بات بھی دریافت کر لے کہ جن گناہوں سے خدا سے منہ پھیرنا اور اوسکے دشمن شیاطین
لعین کے اتباع کرنی ہوتی ہے اونھیں کے باعث مین بھی محجوب و رانده درگاہ ہو جاوینگا ان تین
باتوں کے جاننے کے بعد وہ شخص ہرگز اس بات مین شک کریگا کہ قرب الٰہی کے پہونچنے کیواسطے
دوری کی راہ سے پھرنا واجب ہے اور طریق بعد سے پھرنا اونھین تین باتون سے حاصل ہوگا
یعنی علم اور ندامت اور عزم سے اسلیے کہ جب تک یہ نہیں جانیگا کہ گناہ محبوب سے دور ہونے کے
اسباب ہیں ندامت نہیں آوے گی اور نہ اپنی دوری کی راہ چلنے سے کچھ درد ہوگا اور
جب تک درد ہوگا تب تک اوسے رجوع کرنا معلوم اور رجوع کرنے کے معنی ترک اور عزم
ہین اس سے معلوم ہوا کہ محبوب تک پہونچنے کے لیے وہ تینوں باتین ضروری ہین اور جو

ایمان کہ نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہی ہوتا ہے مگر جو شخص کہ اس تبے کے قابل نہو
چنانچہ اکثرون کا یہی حال ہے تو اوسکے لیے تقلید و اتباع مین بہت گنجایش ہے اوسی کے
ذریعے سے ورطۂ ہلاک سے ساحل نجات پر پہونچ سکتا ہے پس اس توبہ کے باب مین قول خدای پاک
اور رسول کریم اور سلف صالحین کا دیکھیے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اسمین ایمان والونکو توبہ کا حکم عام ہوا اور دوسری جگہ ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا
إِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوحًا معنی نصوح کے یہ ہین کہ خالص اللہ کیواسطے ہو اور آمیزش کسیطرح کی نہو مشتق ہی
نصح بمعنی خلوص سے اور فضیلت توبہ پر یہ آیت شریف دال ہے إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین التَّائِبُ حَبِيبُ اللّٰهِ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
اور ایک حدیث مین یہ مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سرزمین ناموافق اور مہلک مین فروکش ہوا اور
اوسکے ساتھ اوسکی سواری ہو جسپر اوسکا کھانا پینا وغیرہ لدا ہو یہ شخص اپنا سر رکھکر سو رہے اور پھر جو
جاگے تو سواری نپاوے اور اوسکو ڈھونڈھنے لگے یہان تک کہ جب لو سر دھوپ دریا یا جو خدا کو
منظور ہوا اوسکی شدت اور غلبہ ہو تو کہے کہ مین جہان تھا وہان ہی لوٹ چلون اور سو رہون تا کہ مر جاؤن
اور وہان پہونچکر مرنے کے لیے اپنے ہاتھ کو سر تلے رکھکر سو رہے اور پھر جو آنکھ کھلے تو دیکھے کہ
جس سواری پر توشہ وغیرہ تھا وہ پاس کھڑی ہے تو جتنی خوشی کہ اس شخص کو اپنی سواری ملنے کی ہو
اوس سے زیادہ خدای تعالی بندۂ مومن کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔ اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہین
کہ یہ شخص شدت خوشی مین جو شکر خداوندی بجالاوے تو مارے خوشی کے زبان سے یون نکلے کہ
الٰہی تو میرا بندہ ہے مین تیرا پروردگار ہون یعنی خوشی مین الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی تمیز نرہے
اور حضرت حسن رح سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول
کی تو اونکو فرشتون نے تہنیت دی اور حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام اونکے پاس تشریف
لائے اور فرمایا کہ اے آدم خدای تعالی نے جو آپکی توبہ قبول فرمائی تو آپ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا حضرت
آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے جبریل اگر بعد قبول توبہ کے بھی مجھسے سوال ہو تو پھر میرا ٹھکانا
کہان ہے اوسیوقت اونپر وحی ہوئی کہ اے آدم تونے اپنی اولاد کے لیے رنج و مشقت بھی
میراث چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی اونمین سے مجکو پکاریگا مین اوسکی سنونگا جیسی تیری سنی اور
جو کوئی مجھسے مغفرت کا سوال کریگا اوس پر بخل نہ کرونگا کیونکہ میرا نام قریب و مجیب ہے اے آدم
توبہ کرنے والون کو قبرون سے ہنستے ہوے اور بشارت سنتے ہوے اوٹھاونگا جو دعا کرینگے

قبول ہوگی - اور اخبار و آثار اس باب میں بسیار ہیں اور امت کا اتفاق ہے کہ توبہ واجب ہے اسلیے
کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ اس بات کا علم ہو کہ گناہ و معاصی مہلک چیزیں ہیں اور خدای تعالے سے دور
کرنے والی ہیں یہ بات وجوب ایمان میں داخل ہے مگر کبھی اس سے غفلت ہوجاتی ہے تو توبہ کی
تعریف میں جو علم مذکور ہے اوس علم سے یہی غرض ہے کہ غفلت مذکور دور ہوجاوے اور اسکے
واجب ہونے میں کچھ خلاف نہیں اور سمجھنا تعریف توبہ کے چھوڑ دینا معاصی کا زمانہ حال میں اور
عزم اونکے ترک کا استقبال میں اور تدارک تقصیرات زمانہ گذشتہ کا ہے اسکے واجب ہونے میں
بھی کسی طرحکا شک نہیں باقی رہا ندامت و حزن افعال گذشتہ پر سو وہ بھی واجب ہے کیونکہ حزن
و ندامت تو توبہ کی جان ہے تلافی اوسی سے پوری ہوتی ہے وہ کسطرح واجب نہوگی اسلیے
کہ وہ تو ایک طرح کا رنج ہے کہ جب آدمی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عمر خدای تعالی کی مرضی کے خلاف
میں ضائع ہوئی اوسکے بعد ضروری ہوتا ہے - اب اگر کوئی کہے کہ دل کا حزن کرنا امر ضروری ہے
قبضہ اختیار میں نہیں تو اوسکو وجوب کہا کسطرح متصور ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ سبب اس
رنج کا یہی ہوتا ہے کہ محبوب کے نملنے کا علم قطعی ہوجاتا ہے اور آدمی اس علم کے سبب کے حاصل
کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسی جہت سے علم وجوب میں داخل ہوا نہ اس جہت سے کہ بندہ خود
نفس علم کو پیدا اور حادث کر سکتا ہے کیونکہ یہ امر محال ہے بلکہ علم و ندامت و فعل و ارادہ
اور قدرت اور قدرت والا اور سب چیزیں خدای تعالی کی مخلوق ہیں اور اوسیکے فعل سے
موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ارباب بصیرت کے نزدیک یہی ٹھیک ہے
باقی سب گمراہی ہے پھر یہاں سوال ہوتا ہے کہ بندے کو کیا اختیار کرنے اور نکرنے کا نہیں
اسکا جواب یہ ہے کہ وہاں اختیار ہے مگر اس اختیار ہونے سے یہ تصور نکرنا چاہیے کہ کل چیزیں
خدا کی مخلوق نہیں بلکہ اس اختیار کو بھی مخلوق خدا کا سمجھنا چاہیے جو اختیار کہ بندے کو عنایت
ہوا ہے اوسمیں وہ مجبور ہے مثلاً خدای تعالی نے آدمی کا ہاتھ صحیح و سالم پیدا کیا اور لذیذ
کھانے کو پیدا کیا اور معدے میں خواہش کھانے کی پیدا کی اور دل میں یہ واقفیت
پیدا کی کہ اس کھانے سے خواہش کو تسکین ہوگی اور یہ تردد پیدا کیا کہ باوجود تسکین خواہش کے
اس کھانے میں کچھ ضرر ہے یا نہیں اور اسکے مقابل یہ تردد پیدا کیا کہ اس کھانے کے ساتھ
کوئی ایسا امر مانع ہے یا نہیں جس سے غذا کا کھانا معذور ہو پھر یہ علم پیدا کیا کہ کوئی مانع نہیں
پس جب اتنے اسباب جمع ہوے تب ارادہ کھانیکا ہوتا ہے تو یہی ارادہ پکا بعد اون ترددات کے

اور بعد غلبۂ خواہش غذا کے اختیار کہلاتا ہے اور جب اسکے سبب پورے ہوجاتے ہین تو وہ بھی ضروری موجود ہوتا ہے مثلاً جب خدای تعالی کے پیدا کرنے سے ارادے مین پختگی آتی ہے او سوقت ہاتھ کھانے کیطرف ضرور بڑھتا ہے کیونکہ بعد تمام ہونے ارادہ اور قدرت کے فعل کا بر روے کار آنا ضروری ہے اسی لیے ہاتھ کو حرکت ہوتی ہے تو جب حصول قدرت اور پختگی ارادہ خدا کے پیدا کرنے سے تعین تو حرکت ہاتھ کی بھی اوسکی مخلوق ہوئی اور پختگی ارادہ جب ہوتی ہے جب اول خواہش صحیح اور موانع کے نہونے کا علم ہوچکے اور یہ دونون بھی خدا کی مخلوق ہین لیکن ان مخلوقات مین ایک ترتیب خاص خداوند کریم نے رکھدی کہ خلق مین اوسی ترتیب و عادت کے موافق ہمیشہ انتظام رہتا ہے مثلاً ہاتھ مین حرکت لکھنے کے لیے نہین پیدا کرتا جب تک کہ اوسمین قدرت اور حیات اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا اور ارادہ مصمم نہین پیدا کرتا جب تک کہ خواہش اور رغبت نفس مین نہین پیدا کرتا اور یہ رغبت جب تک خوب نہین اوٹھتی جب تک اس بات کا علم نہین پیدا کردیتا کہ لکھنا نفس کے موافق ہے خواہ حال مین یا مآل مین اور علم کو بھی جو پیدا کرتا ہے تو اور اسباب سے پیدا کرتا ہے جنکا مآل حرکت اور ارادہ اور علم پر آرہتا ہے غرض کہ علم اور خواہش طبع کے بعد پکا ارادہ ہوتا ہے اور قدرت و ارادے کے بعد حرکت واقع ہوتی ہے اور ہر فعل مین اسطرح کی ترتیب ہے اور یہ سب چیزین خدا کی پیدایش سے ہین لیکن چونکہ بعض مخلوقات بعض کیواسطے شرط ہین اسی لیے بعض کا مقدم ہونا اور بعض کا موخر ہونا واجب ہے مثلاً ارادہ بعد علم ہی کے پیدا کرتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد جسم کے تو جسم کی پیدایش شرط ہے حدوث حیات کی نہ یہ کہ حیات جسم مین سے پیدا ہوتی ہے اور حیات کی پیدایش شرط ہے علم کی پیدایش کی نہ یہ کہ علم حیات سے نکلتا ہے بلکہ محل مین قبول استعداد جب ہوتی ہے جب وہ زندہ ہو اسیطرح علم کی پیدایش شرط ہے پختگی ارادہ کی نہ یہ کہ علم سے پختگی ارادہ نکلتی ہے بلکہ ارادے کو وہی جسم قبول کرتا ہے جو زندہ اور عالم ہو غرض کہ ممکن کے سوا کوئی چیز وجود دنیاوی مین داخل نہین ہوتی اور امکان مین ایسی ترتیب ہے جسمین تبدیل نہین ہوتی اسواسطے کہ اوسکی تبدیل محال ہے پس جب کسی وصف کی شرط پائی جاتی ہے اوس شرط کے سبب سے محل مین لیاقت وصف کے قبول کرنے کی ہوجاتی ہے پھر وہ وصف خدا کی عنایت اور قدرت ازلی سے لیاقت آجانے کے بعد موجود ہوجاتا ہے اور چونکہ شرطون کے سبب سے لیاقت مین ترتیب ہوتی ہے تو خدای تعالی کے کرنے سے ممکنات کے موجود ہونے مین بھی ترتیب ہوگی اور بندہ ان ترتیب ممکنات اور حوادث کے لیے محل ہے اور یہ حوادث قضای الہی مین جو

بل بارے کے مانند ایک دم کی بات ہے ترتیب کلی سے مرتب ہین جسمیں تبدیل نہیں ہوتی اور اسکا
ظہور تفصیل وار متعلق حکم و اندازہ الٰہی سے ہے کہ اوس سے تجاوز نہیں کرتے چنانچہ خدای تعالی نے
فرمایا انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ اور قضای کلی ازلی کو اس آیت مین ارشاد فرمایا وما امرنا الا واحدۃ
کلمح بالبصر اور بندے اس قضاء قدر کے جاری ہونے کے لیے مسخر ہیں اور منجملہ قدر کے پیدا
کرنا حرکت کا ہے کاتب کے ہاتھہ مین بعد پیدا کرنے ایک صفت مخصوص کے اوسکے ہاتھہ مین جسکو
قدرت کہتے ہیں اور بعد پیدا کرنے میل قوی اور مصمم کے اوسکے نفس مین جسکا نام قصد ہے اور
بعد پیدا کرنے واقفیت مرغوب چیز کے جو ادراک کہلاتا ہے پس جب باطن ملکوت سے یہ چاروں
باتیں کسی بندے کے جسم پر ظاہر ہوتی ہیں جو یہ وہاں تقدیر مسخر ہے تو چونکہ عالم ظاہری کے لوگ
عالم غیب و اسرار سے محجوب ہین یون کہنے لگتے ہین کہ ای شخص تو نے حرکت کی اور تو نے پھینکا
اور تو نے لکھا وغیرہ مگر سرادقات ملکوت در پردہای غیب سے یہ ندا ہوتی ہے وما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمی اور قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم اور یہان اون لوگون کی عقل حیران ہوتی ہے جو واسطہ
عالم ظاہری ہیں اسی جہت سے بعضے یوں کہتے ہیں کہ بندہ محض مجبور ہے اور بعضے اس بات کے
قائل ہین کہ وہ اپنے اعمال کا مخترع ہے کچھہ علاقہ تقدیر سے نہین اور بعض متوسط اس بات پر
جھکے ہین کہ بندے کے اعمال کسب کے طور پر ہین اور اگر ان لوگون کیواسطے آسمان کے
دروازے کھول دیے جاوین اور عالم غیب و ملکوت انکو سوجھے تو جان لین کہ انمین سے ہر ایک
فرقہ من وجہ سچا ہے مگر قصور سب کو شامل ہے کہ اس امر کی کسیکو نہین سوجھی اور نہ تمام پہلو پر
کسیکا علم محیط ہوا اور اسکا پورا علم جب حاصل ہو جب اس روزن سے جو عالم غیب کی طرف
کھلا ہوا ہے نور کی چمک آوے اور سمجھے کہ اللہ تعالی ظاہر و باطن سب کچھہ جانتا ہے اپنی غیب کی
بات پر کسیکو واقف نہین کرتا سوا اوس رسول کے جسکو اوس نے پسند کیا ہو اور ظاہر پر اپنے بعضو کو
ہی مطلع کر دیتا ہے جو زمرہ پسندیدگان ہیں داخل ہوا اور جو شخص سلسلہ اسباب و مسببات کو حرکت
دے اور اونکے تسلسل کی کیفیت و ارتباط کی وجہ معلوم کرے اور یہ کہ انتہا اس سلسلے کی
مسبب الاسباب پر کسطرح ہے تو اوسپر راز تقدیر آشکارا ہو جاوے اور یقیناً جان لے کہ سوا
خدا کے اور کوئی خالق اور موجد نہین۔ اب چونکہ ہمارے بیان مین ایک طرح کا تناقض ظاہر
معلوم ہوتا ہے یعنی جب مسئلہ جبر اور اختراع اور اختیار کو من وجہ سچا بتلایا اور پھر ہر ایک مین
قصور بھی ثابت کیا تو بظاہر صدق اور قصور مین منافات ہے اسلیے ہم اسکو بسہولت سمجھین

آنے کے لیے مثال سے سمجھاتے ہین فرض کرو کہ چند اندھون نے یہ سنا کہ فلان شہر مین ایک عجیب جانور جسکا نام ہاتھی ہے آیا ہے اور اونھون نے کبھی پہلے نہ ہاتھی کا نام سنا نہ اوسکو دیکھا اسلیے اونھون نے آپس مین کہا کہ اوسکو پہچاننا اور ٹٹولکر دیکھ لینا ضرور ہے غرض اونمین سے چند اندھے تلاش کرکے اوسکے پاس پہونچے اور اوسکو ٹٹولنا شروع کیا بعضون کا ہاتھ تو اوسکے پانون پر پڑا اور بعضون کا دانت پر اور بعضون کا کان پر اور جان لیا کہ ہمنے ہاتھی کو دیکھ لیا جب وہ پھر کر باقی اندھون کے پاس آئے تو اونھون نے کیفیت ہاتھی کی اونسے پوچھی ہر ایک نے مختلف جواب دیا جس نے پانون ٹٹولا تھا اوسنے تو یہ کہا کہ ہاتھی ایک کھردرے ستون کے مانند ہوتا ہے مگر اوس سے کچھ نرم ہوتا ہے جسنے دانت کو چھوا تھا اوسنے یہ کہا کہ جیسا یہ شخص کہتا ہے ہاتھی ویسا نہین بلکہ وہ سخت ہوتا ہے نرمی اوسمین نام کو نہین اور چکنا ہوتا ہے کھردرا نہین اور موٹائی مین ستون جیسا نہین موسل جیسا ہوتا ہے جسنے کان ٹٹولا تھا اوسنے کہا کہ وہ تو نرم اور کھردرا ہوتا ہے مگر ستون اور موسل کیطرح نہین ہوتا موٹے چمڑے کیطرح پھیلا ہوا ہوتا ہے تو نرمی اور کھردرا پن مین پانون کے چھونے والے کو سچا کہا اور پھر اپنے دریافت کے موجب بتایا کہ وہ ایسا ہوتا ہے اب اگر ان سب کے بیان کو دیکھو تو من وجہ سچ ہے کیونکہ جسقدر جسکو معلوم تھا اوسنے بیان کیا اور سب نے ہاتھی ہی کے اوصاف کہے مگر سب کے بیان مین قصور ہے کہ کنہ صورت کسیکو معلوم نہوئی اس مثال کو خوب سمجھ لینا چاہیے اسلیے کہ اکثر اختلافات کی مثال یہی ہے اور چونکہ یہ بیان علوم مکاشفہ مین جا پہونچتا ہے اور اوسکے امواج کو جنبش دیتا ہے اور ہماری غرض اوسکے بیان سے نہین لہذا مناسب ہے کہ جس بیان کے درپے تھے اوسکو لکھین یعنی توبہ واجب ہے اور اوسکے تینون اجزا جو علم اور ندامت اور ترک ہے یہی واجب ہین اور ندامت اسوجہ سے وجوب مین داخل ہے کہ یہ اون افعال الٰہی مین واقع ہے جو بندے کے علم اور ارادے مین گھیرے ہوے ہین یعنی ندامت کی ایک طرف بندے کا علم ہے اور دوسری طرف ارادہ ترک اور جس فعل کی یہ صفت ہو تو وجوب اوسکو شامل ہوتا ہے—

تیسرا بیان اس باب مین کہ توبہ فوراً واجب ہے

توبہ کے فوراً واجب ہونے مین کسیطرح کا شک نہین اسلیے کہ معاصی کو مہلک سمجھنا نفس ایمان مین داخل ہے اور یہ اوسیوقت واجب ہے اور اس واجب سے عہدہ برا وہی ہوگا جو اس بات کو ایسی طرح جانے کہ اوسکے سبب معاصی سے باز رہے کیونکہ یہ معرفت متعلق علوم مکاشفہ سے نہین جنمین لگاؤ عمل کا نہین ہوتا بلکہ علم معاملہ سے متعلق ہے اور جو علم اس غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ

اوس سے ترغیب دل پر ہو توجہ تک اسکی علت غائی ظہور میں آویگی اوس سے عمدہ برائی بھی ہوگی اب بیان گناہوں کے ترک کا علم اسی غرض سے مقصود ہوتا ہے کہ اوس سے ترغیب گناہوں کے ترک کی ہو پس جو شخص گناہوں کو چھوڑ یگا اوسمین یہ حصہ ایمان کا ہوگا اور یہی مراد ہے اس حدیث شریف مین لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ اسمیں ایمان سے یہ مراد ہے کہ زنا جو موجب ناراضمندی خدا کا ہے اور اوس سے دور کرتا ہے اس بات کا ایمان زنا کار مین نہیں رہتا یہ غرض نہیں کہ اوس سے وہ ایمان جاتا رہتا ہے جو متعلق بعلوم مکاشفہ ہے مثلاً خدا کو جاننا اور اوسکی وحدانیت اور صفات اور کتب اور رسولوں پر جو ایمان ہے وہ منافی زنا نہیں اسی جہت سے یہ ایمان زنا سے نہ جائیگا اور اسکی مثال یہ ہے کہ کسی طبیب نے مریض کو کہا کہ یہ زہر ہے اسکو مت کھا پس اگر وہ شخص کھا لیگا تو اوسکو یون کہینگے کہ طبیب کا معتقد نہیں اس سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ وہ شخص طبیب کے وجود پر یا اوسکے معالج ہونے پر ایمان نہیں رکھتا بلکہ یہ غرض ہوتی ہے کہ طبیب نے جو کہا تھا کہ یہ زہر مہلک ہے اس قول کو نہیں مانتا کیونکہ اگر اوسکو مہلک جانتا تو کبھی نہ کھاتا اس سے معلوم ہوا کہ گناہگار ناقص الایمان ہوتا ہے اور ایمان ایک ہی چیز کا نام نہیں بلکہ اوسکی کچھہ اوپر ستر قسمیں ہیں جسمین کی اعلی قسم گواہی کلمہ طیب کی ہے اور ادنی قسم راہ مین سے ایذا کو دور کرنا ہے جیسے کوئی یون کہے کہ انسان ایک ہی طرح کے موجود نہین بلکہ کچھہ اوپر ستر طرح کے ہیں اومین سے اعلی قسم قلب اور روح ہے اور ادنی قسم دور کرنا ایذا کا جلد سے بایں طور کہ مونچھین کتری ہوئی ناخن کٹے ہوے چرک و میل سے جلد صاف ہو تا کہ بہائم سے متمیز اور علیحدہ ہو جاوے جو چھوٹے ہوے اور لیپے پاخانے میں آلودہ بری صورت کے پھرتے ہین ناخن اور کھر بڑھے ہوتے ہیں اور یہ مثال بہت ٹھیک ہے کیونکہ ایمان مثل انسان کے ہے اور اوسمین شہادت توحید اگر نہو بالکل باطل ہو جاتا ہے جیسا انسان روح کے نہونے سے بیکار ہے اور جو شخص صرف شہادت توحید اور رسالت رکھتا ہو وہ ایسا ہے جیسا انسان مین روح تو ہو مگر ہاتھہ پانون آنکھہ اور دوسرے اعضا ظاہری و باطنی کچھہ نہ رکھتا ہو اور جیسا کہ اس طرح کا شخص جسکا یہ حال ہو قریب المرگ ہوتا ہے اسواسطے کہ اسکی روح ضعیف جو اعضا سے علیحدہ رہگئی ہے اور کسی طرح کی مدد اور قوت اعضا سے اوسکو نہین پہونچتی وہ جلد بیدار کر جائیگی اسیطرح جسکو صرف کلمہ طیب اور رسالت ہی کی شہادت ہو مگر اعمال مین قاصر وہ بھی اس حال کے نزدیک ہے کہ ذرا سی تند ہوا سے اوسکے ایمان کا درخت جڑ سے اوکھڑ جاوے یعنی ملک الموت کے آنیکے وقت جو اہوال پیش آتے ہین

اونکے صدمے کے باعث ایمان ٹلجاتا ہے ایسا ایمان اونکی برداشت نہین کرسکتا پس جس ایمان کی
جڑ یقین مین نہ جمی ہوگی اور اعمال مین اوسکی شاخین نہ پھیلی ہونگی وہ ملک الموت کے ظاہر ہونے
کے وقت خوف کے جھونکون مین نہ ٹھہر سکیگا کیہ ڈر ہے کہ اوسکا خاتمہ اچھا نہو خاتمے کے وقت
ایسا ہی ایمان باقی رہتا ہے جسکی بنا طاعات پر ہمیشہ رہی ہو اور آبیاری اعمال نے مضبوطی
پکڑ گیا ہو - اور گناہگار جو اطاعت کرنے والے کو کہا کرتے ہین کہ ہم مین تم مین فرق کیا ہے تم بھی
ایماندار ہو ہم بھی ایماندار اونکی مثال ایسی ہے جیسے کدو کے پیڑ نے صنوبر سے کہا تھا کہ تو بھی پیڑ ہے
اور مین بھی مگر اوسنے بھی خوب جواب دیا کہ نام کی شرکت کا مغالطہ تجکو جب معلوم ہوگا جب خریف کی
آندھی چلیگی کہ تیری جڑ اوکھڑ جاویگی اور پتے بکھر جاوینگے اور معلوم ہو جاویگا کہ شرکت نام کے
سبب تجکو دھوکا ہوا اور جس سبب سے کہ درخت جمارہتا ہے اوس سے تو غافل ہا ہے شعر

ہوتے سیرت سے ہین مردان خدا ممتاز	ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

اور اسکا حال خاتمے پر کھلتا ہے اسواسطے موت کی مصیبت اور اوسکے مقدمات ہلاکت کے ڈر سے
عارفین کے جگر ٹکڑے ہوتے ہین اسلیے کہ وہ وقت ہی ایسا ہے کہ اوسمین بہت کم ثابت
اوترتے ہین پس اگر گناہگار اپنے گناہ کے باعث آگ مین ہمیشہ رہنے سے خوف نکرے اوسکا
حال مثل تندرست شخص کے ہے کہ اپنی صحت کے سبب اور اسوجہ سے کہ موت اکثر یکایک نہین آتی
مضر شہوات مین ڈوبا ہے اور موت سے نہ ڈرے تو اوس سے کہا جاویگا کہ تندرست آدمی کو
مرض کا خوف ہوتا ہے اور جب مریض ہوجاتا ہے تو موت کا خوف ہوتا ہے اسیطرح گناہگار کو بھی
خوف خاتمے کے برا ہونے کا لگا ہوا ہے اور اگر خدانخواستہ خاتمہ برا ہوا تو آگ مین ہمیشہ رہنا ہو ورنہ
کیونکہ ایمان کے حق مین گناہ ایسے ہین جیسے بدن کے حق مین مضر غذائین کہ معدے مین جمع ہوکر
اخلاط کے مزاج کو بدلتی رہتی ہین اور آدمی کو خبر نہین ہوتی ایک دفعہ ہی مزاج بگڑ کر بیمار پڑجاتا ہے
اور یکایک مرجاتا ہے یہی تاثیر گناہون کی ایمان پر ہوتی ہے پس جبکہ دنیا ہی فانی مین ہلاک کے
ڈر سے زہر کا کھانا اور ماکولات مضر کا استعمال نکرنا ہر حال مین اوسیوقت آدمی پر لازم سمجھا جاتا ہے
تو ہلاک ابدی کے ڈر سے مہلکات کا استعمال نکرنا بطریق اولے فوراً واجب ہوگا اور جب زہر کھانے والا اپنے فعل پر پشیمان ہوتا ہے تو ضروری سمجھتا ہے کہ فوراً اوسکو
قے کرکے یا اور کسی حیلے سے نکال ڈالنا چاہیے اور یہ اسواسطے کرتا ہے کہ درصورت نکلنے کے
یہ بدن خواہی نخواہی چند روز بعد فنا ہوگا ضائع نہونے پاوے اسیطرح جو شخص دین کی

یعنی گناہ کرتا ہے اوسپر بطریق اولی۔ احب ہو کہ اوس سے رجوع کرے اور اوسکا تدارک
جب تک کہ اوس سے ہو سکے یعنی ایام حیات تک عمل مین لاوے اسلیے کہ اس بہر سے یہ خوف ہے
کہ کہیں آخرت ضائع رہے حالانکہ وہ ایک تو باقی ہے اور اوسمیں دولت پایدار اور سلطنت و
بادشاہی ہے اور اوسکے نہ ملنے مین آگ دوزخ کی اور عذاب جحیم اتنے دنوں بھگتنا پڑیگا کہ دنیا کی
زندگی کے ایام کو اوس سے کچھ بھی نسبت نہین اسلیے کہ اوسکی مدت کی انتہا ہی نہیں جب یہ حال ہے
تو گناہگار کو چاہیے کہ توبہ کیطرف بہت جلد مبادرت کرے ایسا نہو کہ گناہونکا زہر ایمانکی روح مین
تاثیر کرجاوے اور پھر طبیبوں کے ہاتھ سے اوسکا علاج نکلجاوے اور اوسکے بعد نہ کوئی پرہیز اثر
کرے نہ وعظ و نصیحت کام آوے اور تباہ کاروں میں لکھدیا جاوے اور اس آیت کا مصداق
ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِیْ اَعْنَاقِہِمْ اَغْلٰلًا فَہِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَہُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْہِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِہِمْ
سَدًّا فَاَغْشَیْنٰہُمْ فَہُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ وَسَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ
اور ایسا نہو کہ لفظ ایمان سے مغالطہ کھاجاوے اور کہنے لگے کہ اس آیت سے مراد کافر ہین کیونکہ
یہ تو بیان کردیا گیا کہ ایمان کچھ اوپر ستر طرح پر ہے اور یہ کہ زانی حالت ایمان مین زنا نہیں کرتا اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص ایسے ایمان سے محجوب ہوگا جو شاخ اور فرع کے مثل ہے وہ خاتمہ کے وقت
اصل ایمان سے بھی محجوب ہوگا جسطرح وہ شخص کہ جسکے اعضا نہون باوجودیکہ اعضا فروع روح
ہیں مگر اونکے نہونے سے آدمی مرجاتا ہے اور اصل روح بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اصل بدون
شاخون کے قائم نہین رہتی اور بدون اصل کے شاخوں کا وجود بھی نہیں ہوتا اور اصل اور فرع مین
سوای ایک فرق کے اور کچھ فرق نہین وہ یہ ہے کہ وجود اور بقای فرع دونوں وجود اصل کو
چاہتے ہین مگر وجود اصل وجود فرع پر منحصر نہین لیکن بقای اصل کے واسطے فرع کا ہونا ضرور ہے
اور وجود فرع کیواسطے اصل کا ہونا لازم اور علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ آپسمین لازم ملزوم ہیں
ایسا نہیں کہ ایک دوسرے کی حاجت ہو اگرچہ علوم مکاشفہ رتبہ اصل کا رکھتے ہین اور علوم معاملہ
بجای فرع کے ہین اور علوم معاملہ اگر آدمی کو عمل پر آمادہ نکرین تو اونکے ہونے سے نہونا ہی
اچھا ہے کہ جو تاثیر اونسے چاہیے تھی اگر وہ نکرینگے تو ناحق وبال جان ہونگے اور حجت بنینگے
اور اگر عالم شخص قصور کرے تو اوسکا عذاب بنسبت جاہل بدکار کے زیادہ ہوگا چنانچہ

نوٹ اس باب مین جو اخبار وارد ہیں وہ ہم باب العلم مین لکھ چکے ہیں

چوتھے کا بیان اس امر مین کہ توبہ کا واجب ہونا ہر شخص پر ہر حال مین عام ہے کوئی اوس سے

قطعاً علیحدہ نہین جاننا چاہیے کہ عموم وجوب توبہ اس آیت سے ثابت ہے جسمین کہ خطاب عام ہے
وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ سمجھ مین آتا ہے اسواسطے
کہ توبہ کے معنی یہ ہین کہ جو طریق خدا سے دور کرے اور شیطان سے نزدیک اوس سے رجوع کرنا
چاہیے اور یہ رجوع شخص عاقل ہی سے ہوسکتا ہے اور اصل عقل کی جب کمال کو پہونچتی ہے جب
شہوت اور غضب اور تمام صفات مذمومہ جو انسان کے بہکانے کے لیے شیطان کے وسیلے ہین
اونکی اصل کامل ہوچکتی ہے کیونکہ کمال عقل آدمی چالیس برس پر پہونچنے سے ہوتا ہے اور ابتدائے
عقل سن بلوغ ہی پر پہونچنے سے پوری ہوجاتی ہے اور اوسکا آغاز سات برس کی عمر کے بعد
ظاہر ہونے لگتا ہے مگر شہوت اور غضب وغیرہ پہلے سے ہوتے ہین اور یہ سب لشکر شیطان ہے
اور عقل لشکر ملائکہ ہے جب دونون اکٹھے ہوتے ہین تو امنین باہم ضرور لڑائی قائم ہوتی ہے کیونکہ یہ
دونون ایک دوسرے کی ضد ہین ایک کے ہوتے دوسرا قائم نہین رہ سکتا جیسے رات اور دن اور
نور و تاریکی جمع نہین ہوتے پس جونسا امنین سے غالب ہوجاتا ہے دوسرے کی بیخ کنی کردیتا ہے
اور چونکہ شہوت صغر سن ہی مین کامل ہوجاتی ہے تو شیطان کا مورچہ عقل سے پہلے ہی جمجاتا ہے
اسی لیے دل کو عادۃً مقتضیات شہوت سے انس والفت غالب ہوجاتی ہے اور اوسنے نکلنا دشوار
ہوتا ہے پھر جب عقل ظاہر ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے گروہ وجماعت مین سے ہے اور اوسکے
اولیا کو اوسکے دشمنون سے بتدریج بچاتی ہے پس اگر اوسمین قوت وکمال نہوا تو کھیت شیطان کے
ہاتھ رہا اور اوسنے اپنا وعدہ پورا کیا جو قرآن مجید مین مذکور ہے لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا اور اگر
عقل کامل اور قوی ہوے تو اول کام اوسکا یہ ہوتا ہے کہ لشکر شیطانی کی بیخ کنی ہو شہوتاہی
اسطرح کہ شہوات کو توڑتی ہے اور عادات کو چھوڑاتی ہے طبیعت کو زبردستی عبادت
اور یہی غرض توبہ سے ہے یعنی توبہ مین جو رجوع پایا جاتا ہے وہ یہان بھی متحقق ہونا چاہیے
رہبر شہوت اور رفیق شیطان ہے اوس راہ سے عقل نے آدمی کو پھیر کر خدا کی طرف کرتا ہے
یہ امر ہر انسان مین ضروری ہے کہ اوسکی شہوت عقل پر مقدم ہوتی سن و اوائل غلام کی نسبت
ہر انسان مین عقل کے لشکر سے پہلے بیٹھ جاتا ہے تو جو کام شہوات کی مواصلت سے وقوع
کیے ہون اوسنے رجوع کرنا ہر ایک انسان کے حق مین واجب ہے کہ باعث شدت جوانی مین
یہ گمان نکرنا چاہیے کہ ضرورت رجوع حضرت آدم علیہ السلام ہی پر خواہ کسی اور طرح سے
جنس انسان پر لکھدیا گیا ہے اوسکے خلاف ہونا ممکن نہین ہے مگر اتنی بات ہے کہ مال

اسطرح جاری ہے اور اب توقع نہیں کہ بدلے غرضکہ جو شخص بالغ ہوا اگر وہ کفر وجہالت پر ہے
تو ان باتوں سے توبہ اوسپر واجب ہے اور اگر ماں باپ کی تبعیت سے مسلمان ہے مگر حقیقت
اسلام سے غافل اور نادان تو اوسپر اس غفلت سے توبہ لازم ہے اسطرح کہ معنی اسلام کے سمجھے
اسلیے کہ اسکے ماں باپ کا اسلام اسکو کچھہ فائدہ نکریگا جب تک کہ خود مسلمان ہوگا پھر اسلام کو سمجھنے
کے بعد اپنی عادات سے اور خصلت کے لیے بلاوجہ مطلق ایمان ہونے کی نسبت سے رجوع کرنا
لازم ہے یعنی رعایت اللہ تعالی کے حدود کی ہر ایک حال میں خواہ دینا ہو یا روکنا اور کسی کام سے
باز رہنا ہو خواہ اسمیں لگا رہنا سب مین ملحوظ رکھے کہ ایک قدم حد سے باہر نہ پڑے اور یہ قسم توبہ کی
سب اقسام سے دشوار تر ہے اسمین اکثر لوگ عاجز ہوکر تباہ ہوے غرض یہ سب اقسام رجوع اور
توبہ کے ہین پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ توبہ ہر شخص کے حق مین فرض عین ہے ایسا کوئی شخص
خیال مین نہیں آتا کہ جسکو توبہ کی پروا نہ ہو جسطرح حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام اس سے بے پروا
نہوے اسیطرح انکی اولاد بھی اس سے بے پروا نہین۔ اور بیان توبہ کے وجوب کا ہمیشہ اور
ہر حال مین یہ ہے کہ ہر ایک شخص اعضا کے گناہ سے خالی نہین اسلیے کہ اوس سے انبیا تک بھی نہیں بچے
جیسا کہ قرآن وحدیث مین انبیا کی خطا اور انکی توبہ اور خطاؤں پر رونے کا ذکر موجود ہے اور
اگر بعض اوقات مین آدمی اعضا کے گناہ سے محفوظ رہیگا تو البتہ قصد گناہ کرنے سے بچے گا
اور اگر دل مین بھی قصد نہوگا تو وسوسہ شیطان سے رہیگا کہ وہ خیالات پریشان دل مین ڈالتا
رہتا ہے جس سے یاد الہی سے غفلت ہوتی ہے اور اگر وسواس سے بھی خالی رہیگا تو اس بات سے
سوای ایک مرد [illegible] تعالی اور اوسکے صفات وافعال کی معرفت مین غفلت اور قصور ہو اور یہ سب باتین
چاہتے ہین اور ہر نقصان کا کوئی سبب ہے اوس سبب کو چھوڑنا اور اوسکی ضد اختیار کرنی
اور وجود فرح کی ضد کیطرف رجوع کرنا ہے اور یہی غرض توبہ سے ہے اور آدمی کے حق مین
ایسا نہیں کہ ایک لحظہ بھی نقصان سے خالی ہو البتہ مقدار نقصان مین لوگ متفاوت ہین
صحابی رضی اللہ عنہ مین اور علیہ ایک مین موجود ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
اسلیے کہ [illegible] فرمایا ہے انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور
[illegible] اکرام [illegible] ارشاد فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر
نوٹ اس باب مین جو اخبار [illegible] کا کیا حال ہوگا یہان ایک اعتراض ہے کہ [illegible]
چونکہ بیان اس امر مین کہ [illegible] ہے اور کمال اسمین ہے کہ قلم [illegible] سے خالی رہے

تعلق خداے تعالی کی ذات کی ادراک سے اور اوسکی شریعتون اور اوامر و نواہی سے ہو اور انکے مراتب بیشمار ہین مگر اعتبار
قرآن مین مذکور ہونے کے تین قسمین ہین ایک وہ کہ قطعاً معلوم ہے کہ جو کبائر قرآن شریف مین
مذکور ہین اونمین داخل ہین اور ایک وہ کہ معلوم ہے کہ کبائر مذکورہ قرآنی کے ذکر مین داخل نہین
تیسری قسم وہ ہے جسکے کبائر قرآنی مین داخل ہونے مین شک ہے اور اس قسم مین شک کا
دور کرنا ایک طمع لاحاصل ہے دوسرا مرتبہ کبائر کا تعلق جانون سے ہے کیونکہ جان کے باقی
رہنے سے زندگی کا قیام ہے اور زندگی سے معرفت حاصل ہوتی ہے تو بالضرور قتل کر ڈالنا بھی
کبیرہ ٹھہرا مگر کفر کی نسبت کم ہے اسلیے کہ کفر سے اصل مقصود فوت ہوتا ہے اور قتل سے ذریعہ
مقصود جاتا رہتا ہے باین لحاظ کہ حیات دنیاوی وسیلہ معرفت الہی ہے اور قتل سے اوسکا ضائع
کرنا ہوتا ہے اور قریب بقتل ہاتھ پاؤن کا کاٹ ڈالنا یا اور کسی فعل کا جو ہلاک کو پہونچا دے
حتی کہ زدوکوب اگر دوسرے کو ہلاک کریگا تو کبیرہ ہوگا مگر قتل عمد شدید تر ہے اور باقی افعال
جو ہلاک کا موجب ہوجاوین متفاوت ہین کسی مین شدت زیادہ ہے کسی مین کم اور اسی مرتبے مین
حرمت زنا اور اغلام بھی داخل ہے اغلام تو اسوجہ سے کہ اگر بالفرض تمام آدمی قضای شہوت
مردون سے کرنے لگین تو پھر نسل انسانی منقطع ہوجائے تو جسطرح کہ وجود انسان کا نابود کرنا
[illegible] حد واجب کی ہے
صفت ہے نار اللہ الموقدۃ [illegible] بھی کبیرہ ہوگا باقی رہا زنا پس اوس سے اگرچہ اصل وجود نابود
[illegible] ظاہر ہے کہ دل کے گھٹتے ہوے [illegible] ہے اور ایک دوسرے سے وراثت جاتی رہتی ہے اور
آتش دوزخ کی کیا شمار ہے [illegible] نہین سے انتظام زندگی وابستہ ہے سب برطرف ہوجاتی ہین
گرم سے گرم آتش دوزخ [illegible] مین انتظام ہونے کی کون صورت ہے بہائم مین تو رہتا ہی
تو دنیا مین بھی دیکھی جاوے خاص مادہ کے ساتھ علیحدہ نہ [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ جب شریعت
اور کانون مین چلتا ہے [illegible] زنا مباح [illegible] مقبول نہوتی [illegible] نہین ہوسکتا پھر زنا قتل سے رتبے مین کم ہونا چاہیے
حالت غضب مین مرکے بعد [illegible] نجس ہوتے تو [illegible] جود کا مانع الا تمیز نسب کو ضائع کرتا ہے
نہین معلوم ہوتی کیونکہ غصہ [illegible] مقصود ہونا مگر جو شخص [illegible] شت و خون سے کے ہون اور اغلام کی نسبت
کہ الغضب قطعۃ من النار [illegible] پر میرا ساتھ کوئی دو [illegible] ل طرف سے ہوتا ہے اسلیے [illegible]
سخت درد کے ہوتے ہو [illegible] اور جادو کا حال یہ ہے [illegible] کا ہے کہ باعث معیشت [illegible] اگر مین
رنج پاتا ہے تو صرف اسی [illegible] کی جسقدر ضرر اوس سے [illegible] اگر یا چھینکر خواہ کسی اور طرح سے لے
جو ظاہر مین [illegible] ہے [illegible] علاوہ مان باپ کی نافرمانی [illegible] مین سے ہے مگر اتنی بات ہے کہ مال

اگر کوئی لے لیتا ہے تو اوسکا واپس کرنا ممکن ہے اور اگر کھالیوے تو تشے ماکول کا دام
دے سکتا ہے تو اس لحاظ سے مال کے لے لینے میں کچھ عظمت نہیں پائی جاتی ہان اگر ایسی طرح
لیا جاوے کہ تدارک مشکل پڑے اوسوقت کبیرہ ہونا چاہیے اور اسطرح کے لینے کی چار صورتین
ہیں اول یہ کہ چھپا کر لیوے اوسکو چوری کہتے ہین اسمیں عدم اطلاع کی جہت سے تدارک نہین
ہوسکتا دوسرے مال یتیم کا کھانا یعنی اگر ولی یا اور کوئی سرپرست جسکے پاس یتیم کا مال ہات
لگ جاوے تو یہ بھی پوشیدہ صورت مین داخل ہے اور اوسکا کبیرہ ہی ہونا چاہیے کیونکہ اس مال کا
حقدار سوائے یتیم کے اور کوئی نہیں اور وہ صغر سن کے باعث نالشی نہین ہوسکتا اور نہ کچھ اوسکو
اطلاع ہے بخلاف غصب کے اور خیانت کے اسلیے کہ غصب تو علانیہ ہوتا ہے اور خیانت مین
مالک مال مدعی ہوکر اپنا حق امانتدار سے لے سکتا ہے اسلیے انکو کبیرہ نہین کہہ سکتے تیسری صورت
جھوٹی گواہی سے کسیکا مال تلف کرنا چوتھی ودیعت وغیرہ کو جھوٹی قسم سے لے لینا یہ چارون
صورتیں ایسی ہین کہ انمین تدارک ممکن نہین اور انکی حرمت مین شریعتیں مختلف ہوسکتی ہین ان
انمیں سے بعض بہ نسبت بعض کے بڑھکر ہین مگر سب کے سب مرتبہ دوم سے جو جانون کے متعلق
ہتے ہیں کم ہیں اور اگرچہ انمیں سے بعضون میں شریعت نے ایذا دینے کا ذکر صاف کرکے لیکن
وعید کثرت سے کیا ہے اور تمام دنیاوی مین ان جہات فقد گناہ کرنے سے مجکے کا
انکا کبیرہ ہونا شایاں ہے - اور سود کے کھانے مین بد خیالات پریشان دل مین ڈالتا
اوسکی رضامندی سے کھایا جاتا ہے مگر جو شرط کہ شریعت نے تھی خالی رہیگا تو اس بات سے
واقع ہوتا ہے اور اس جیسے امر مین عجب نہین کہ شرائع مختلف ہون الخ اور قصور ہو اور سب باتیں
چھین لینا اور دو دوبا تون کے دستے جانے کے کبیرہ نہین اور اوسکی صد احتیار کرنی
کھانا ہے اور اوسکے کھانے مین رضای شرعی غرض نہین تو یہ اسے ہے اور آدمی کے حق مین
اور صرف رضاے شرع مفقود کیسے کبیرہ ہا البتہ بمقدار نقصان ہین لوگ متعاوت ہین
شرعی زجر و توبیخ کی ہے اس سے کبیرہ ہوا ہے اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
جنبی یلد ہی زجر واقع ہے وہ بھی کیہ تہا سیعمل اللہ فی الیوم واللیلۃ سبعین مرۃ اور سوجہ
وہم کہ کبیرہ ہے اسمیں تامل و شکل کی کہ ارشاد فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک
داخل ہو بلکہ یہ نہ یا ہیے کہ کبیرہ خلیا حال ہوگا یہان ایک اعتراض ہے کہ قلت دعوا طرو غیرہ
امور صرف ہے ہاں ہست ہو سانپ لوط لیے ہے اور کمال ایمان یہ ہے کہ قلب انسے خالی رہے

اور سحر اور صف جہاد سے بھاگنا اور والدین کی نا فرمانی باقی رہے ۔ اونمین سے شراب خواری
کبیرہ ہونا شایان ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ شرع نے اس باب مین بہت سخت وعید کیے ہین
دوسرے دلائل عقلی سے بھی ایسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہے دلیل عقلی یہ ہے کہ جسطرح نفس کی
حفاظت ضرور ہے اوسیطرح عقل کی بھی حفاظت چاہیے بلکہ نفس بدون عقل کے نکما ہے
اس سے معلوم ہوا کہ عقل کا دور کرنا بھی کبیرہ ہے مگر یہ دلیل ایک قطرۂ شراب مین جاری نہین ہو سکتی
کیونکہ اوس سے زوال عقل نہین ہوتا مثلاً اگر کوئی شخص پانی پیوے اور اوسمین ایک قطرہ شراب بھی ہو
تو یہ کبیرہ نہونا چاہیے بلکہ نجس پانی کا پینا ہوا تو ہر چند صرف قطرۂ شراب محل شک مین ہے مگر چونکہ
شرع نے اوس پر بھی حد واجب کی ہے اسلیے اسکی بڑائی معلوم ہوتی ہے اور شرع کے اعتبار سے
کبیرہ گنا جاتا ہے اور آدمی کی تاب نہین کہ جمیع اسرار شریعت پر واقف ہو جاوے پس اگر اجماع اسکے
کبیرہ ہونے پر ثابت ہو تو اتباع واجب ہے ورنہ مجال توقف باقی ہے ۔ اور قذف کا حال یہ ہے
کہ اوسمین صرف آبرو کا دور کرنا ہے اور آبرو کا درجہ مال سے کم ہے پھر اوسکے بہت مراتب
ہین سب مین بڑا یہ ہے کہ تہمت آتش دوزخ سے ڈرانا عظمت شرع مین بہت ہے یہان تک کہ
حد واجب کی ہے تو پھر اس آگ پر جس سے کہ بدن نابود ہو ان گناہون کو جنپر حد واجب ہے قیاس کی
صفت یہ ہے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ لیبہ یعنی ایسا گناہ ہے جو نماز پنجگانہ سے
ظاہر ہے کہ دل کے دکھتے ہوئے کبیرہ سے ہماری غرض یہی ہے کہ جسکا کفارہ نماز پنجگانہ سے
آتش دوزخ کی کیا شمار ہے سچ کو شرائع ممکن ہے تو اس لحاظ سے اوسمین کچھ کبر اور عظمت معلوم
گرم سے گرم آتش دوزخ ہے جنت کا حکم یون ہوتا کہ جب ایک شخص عادل کسی شخص کو زنا کرتے
تو دنیا مین بھی دیکھی جاتی سی درست ہوتی اور زانی کو صرف اسی کی شہادت پر سزا دے زنا
اور کانون مین چلتا ہے مقبول نہوتی تو مصلحت دنیاوی مین حد بھی ضروری نہوتی کو بعض
حالت غضب مین معرکے بیچ محسن ہوتے تو ایسی صورت مین اوس شخص کے حق مین حکم شرع
نہین معلوم ہوتی کیونکہ غصہ متصور ہونا مگر جو شخص صرف یہی گمان رکھتا ہے تو ہوا ہی ہی
کہ الغضب قطعة من ۱ لنار ہی پر میرا ساتھ کوئی دوسرا بھی دیگا تو لیسے شبہہ سے اسکا کبیرہ
سخت درد کے ہوتے ہوا اور جادو کا حال یہ ہے کہ اگر اوسمین کفر کی باتین آدمی جو اگر کبیرہ ہی
بچ پاتا ہے تو صرف اسی جگہ کی جسقدر ضرر اوس سے پیدا ہوگا جان کے جانے یا بیماری وغیرہ کا
جو ظاہر مین ہو سکتے تھے علاوہ ماں باپ کی نا فرمانی بھی قیاس کی رو سے محل توقف مین رہتی
[illegible]

سا ہیں او ر اشکا کہ قطعًا معلوم ہے کہ سوائے ربا کے لوگوں کو اور کسی قسم کی کالی
دی اور مارا اور ظلم کر یعنی مال چھین لیا اور گھروں سے نکال دیا اور وطن اور شہر چھڑوا دیا
اصل کبیرہ نہیں کیونکہ زیادہ سے زیادہ تعداد کبیرہ گناہوں کی سترہ بتلائی اور یہ سترہ میں اور
سترہ میں مذکور نہیں تو پھر بھاگے اور عقوق والدین کو بھی اگر کبیرہ کہنے میں توقف کیا جائے
تو کچھ بعید نہیں لیکن البتہ حدیث میں انکو کبیرہ کے ساتھ مسمے کر دیا پایا جاتا ہے اس لحاظ سے کبیرہ
شمار میں داخل کرنا چاہیئے حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ کبیرہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ جسکا
کفارہ پیچھا ہمارا ہو سکے اور اسکی تین قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ قطعًا معلوم ہے کہ نماز پیچھا اسکا
تدارک نہیں کر سکتی اور ایک وہ کہ کفارہ ہو جانا چاہیے اور ایک وہ کہ اوس میں توقف کیا جائے
اور جسکے بارہ میں توقف ہے وہ بھی دو قسم ہیں ایک جسکے کبیرہ ہونے یا نہ ہونے
کی طرف گمان غالب ہے اور ایک یہ کہ بدون کتاب و سنت
جا نہیں سکتا اور چونکہ اب اس حدیث کا تک نکالنا محال ہے
اب اگر یوں کہو کہ تمہاری دلیل سے یہ معلوم ہوا کہ سبب معلوم کرنی محال ہے تو پھر شریعت کا
حکم ایسی چیز سے متعلق کس طرح ہوا جسکی تعریف نہیں شریعت نے بدرو کے کا در
کہ امیر دنیا میں کوئی حکم متعلق ہے ابہام تو آخرت میں ان سے
تو دنیا ہی سے ہے اور کبیرہ گناہ پر کبیرہ ہونے کے جہت سے
مقرر ہے اوسکے نام جدا جدا ہیں جیسے چوری اور زنا وغیرہ
کوئی سزا خاص ہوا در حکم کبیرہ کا یہی ہے کہ شمار ہیگا سے
آخرت سے ہے اسلیے اوسکا مبہم رکھنا لائق تر ہے تاکہ لوگ ہیں
کرکے صغیرہ گناہوں پر بھی جرات نکرین - اور آیت ان تجتنبوا
سے جو معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ کے اجتناب سے صغیرہ کا کفارہ
نہیں ہوگا اس شرط سے مشروط ہے کہ با وجود قدرت و ارادہ
شخص کسی عورت پر قادر ہوا اور اوس سے مباشرت بھی کر سکتا ہو
دیکھے او رگر چہ کبیرہ پر قناعت کرے تو جو تاریکی کہ اسکے دل
سے دل کی اوسکی نسبت نفس کو زیادہ مجاہدے کے ساتھ بچانے
یہی معنی کفارہ یعنی عوض ہونے کے ہیں لیکن اگر وہ شخص نامرد ہوگا

قصد گناہ کرنے سے بچے گا
خیالات پریشان دل میں ڈالتا
بھی خالی رہیگا تو اس بات سے
التفات و قصور ہوا اور سب بات
مراد اوسکی حد اختیار کرنی
ہے اور آدمی کے حق میں
ہیں لوگ متفاوت ہیں
ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
مستعلی ہر گز اور سوچے
اللہ ما تقدم من ذنبک وما
ہے کہ قلب جو خطرہ
لئے خالی رہتے

اور پروردگار عالم اور انبیای کرام کی تکذیب کی باعث کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُوْنَ کے مصداق بنینگے اور ظاہر ہے کہ جو اپنے محبوب سے جدا رہتا ہے تو اوسمین اور اوسکی دلی آرزوؤنمین حجاب رہتا ہے اسی لیے منکر لوگ بھی آتش فراق الٰہی مین ہمیشہ مدام جہنم مین جلتے رہینگے اور اسی جہت سے عارفون کا مقولہ ہے کہ ہمکو نہ آتش دوزخ سے خوف ہے نہ حوران بہشتی کا چاؤ بلکہ مطلب ہمارا دیدار الٰہی سے ہے اور گریز صرف حجاب سے اور اونکا یہ بھی قول ہے کہ جو شخص خدای تعالےٰ کی عبادت کسی غرض کی توقع پر کرے وہ کمینہ ہے یعنی اگر عبادت بطلب جنت یا خوف دوزخ سے کرے تو کمینہ پن ہے بلکہ عارف خدا کی عبادت اوسکی ذات خود واسطے کرتے ہین اور سوا اوسکی ذات کے اور کسی چیز کے طالب نہین ہوتے مومن نہوی کیا خوب کہتے ہین ع غضب سے تیرے ڈرتا ہون رضا کی تیری خواہش ہے ❊ نہ مین بیزار دوزخ سے نہ مین مشتاق جنت کا ❊ حورون اور میوون کی تمنا عارفون کو نہین ہوتی نہ آتش دوزخ سے ڈرتا ہے کیونکہ آتش فراق جب کانون سینے مین مشتعل ہوتی ہے تو پھر اس آگ پر جس سے کہ بدن جلتے ہین غالب پڑتی ہے آتش فراق کی صفت یہ ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اور آتش دوزخ کا اثر صرف اجسام پر ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ دل کے دُکھتے ہوے بدن کا درد ہیچ معلوم ہوتا ہے تو دل کی آگ کے سامنے آتش دوزخ کی کیا شمار ہے سچ کہا ہے کسی شاعر نے ❊ دلمین عاشق کے بھری ہو وہ محبت کی شرر گرم ہے گرم آتش دوزخ ہے جسکے سر دتر ❊ اور آخرت مین اس حال کا انکار کیسے ہو سکتا ہے یہ بات تو دنیا مین بھی دیکھی جاتی ہے اور اسکی نظیر پائی جاتی ہے دیکھو غلبہ عشق مین آدمی آگ مین اور کانٹون مین چلتا ہے اور صدمہ دل کی جہت سے یہ رنج جسمی کچھ نہین سمجھتا۔ غصے والا حالت غضب مین معرکے مین گھس پڑتا ہے اور زخم لگتے جاتے ہین مگر اوسوقت کچھ تکلیف نہین معلوم ہوتی کیونکہ غصہ بھی دل مین ایک آگ ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اَلْغَضَبُ قِطْعَةٌ مِّنَ النَّارِ اور دل کی سوزش بدن کی سوزش کی نسبت بہت سخت ہوتی ہے سخت درد کے ہوتے ہوے کمتر کا دھیان نہین رہتا علاوہ ازین آدمی جو آگ یا تلوار سے رنج پاتا ہے تو صرف اسی جہت سے ہے کہ ان دونون سے آدمی کے بدن کے وہ ٹکڑے جو ظاہر مین پیوستہ تھے علیحدہ ہو جاتے ہین تو جس چیز سے کہ دل اور اوسکا محبوب علیحدہ ہو جاوے نہین کہ اجسام کی پیوستگی کی نسبت زیادہ اتصال ہوتا ہے اور اسسے جو اشد [illegible] ہوگا

رنج کی شدت کو کچھ بھی نہ سمجھے اور جسم کی تکلیف کی نسبت حقیر جانے مثلاً اگر کسی لڑکے کو
اختیار دیا جاوے کہ تو یا دستار مت چھوڑ دے یا گیند بلا چھوڑ دے تو اوسکو دستار مت کے
چھوڑنیکا کچھ رنج نہ ہوگا بلکہ یہ کہیگا کہ گیند لیکر میدان میں دوڑنا مجکو ہزار تخت شاہی سے بہتر ہے
اسیطرح جس شخص پر شہوت شکم غالب ہو اوسکو کہا جاوے کہ تو یا ہریسہ یا حلوا کھایا کر یا کوئی ایسا
کام کر جس سے دشمن مغلوب اور دوست اچھے ہوں تو وہ ہریسہ اور حلوا ہی کو ترجیح دیگا اسکی وجہ
یہی ہے کہ اس شخص میں وہ بات نہیں ہے جس سے کہ جاہ و شوکت اچھی معلوم ہوتی ہے اسمیں
وہ بات صرف موجود ہے جس سے کہ [illegible] کھانے کی معلوم ہوتی ہے اور یہ ایسے شخصوں کا حال
ہوتا ہے جنکو صفات بہیمی اور سبعی اپنا بندہ کر لیتے ہیں اور صفات ملائکہ جو اونکی ضد ہیں اون میں
ظاہر نہیں ہوتیں اور صفات ملکی جس انسان میں ہوتی ہیں تو بدون قرب الٰہی کے لذت نہیں پاتا اور
کوئی چیز سوا لقاء و جمال کے اوسکو باعث رنج و ایذا ہو۔ اور جسطرح کہ ہر ایک عضو ایک صفت خاص
کے لیے ہے مثلاً زبان بولنے کے لیے ہے اور کان سننے کے لیے اسیطرح یہ صفت قلب کے لیے ہے
اور جسکو قلب ہوگا اوسکو قرب کی لذت اور بعد کی کلفت کا ادراک بھی ہوگا جیسے کہ اگر کسیکے
کان اور آنکھ نہ ہو تو اوسکو لذت آواز اور حسن صورت و رنگ معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ صرف مومنین کو
ہر ایک انسان کو قلب کہتا ہو اگر سب آدمیوں کے یہ دل ہوتا تو اللہ تعالی جل شانہ کا یہ قول
کیسے ہوتا اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اسمیں یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن سے نصیحت
مانے وہ قلب کا مادہ ہے اور ہماری غرض قلب سے وہ گوشت کا ٹکڑا نہیں جو سینے کی
ہڈیوں میں ہے بلکہ اوس سے وہ لطیفہ مراد ہے جو عالم امر سے ہے اور یہ گوشت کہ عالم خلق
سے ہے اوس لطیفے کا عرش ہے اور سینہ اوسکی کرسی ہے اور تمام اعضا اوسکے عالم اور
مملکت ہیں اور ہر چند خلق اور امر دونوں خدا ہی کے ہیں لیکن لطیفہ مذکور جسکی شان میں وارد ہے
قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ ہے وہ امیر اور سلطان ہے اسواسطے کہ عالم امر اور عالم خلق پر ترتیب ہے
اور اول دوسرے پر امیر ہے۔ اور قلب وہ لطیفہ ہے کہ اگر وہ اچھا ہو تو تمام بدن اچھا ہو
اور جو اوسکو پہچان لے وہ اپنے نفس کو جان لے اور جو نفس کو جان لے وہ رب کو پہچان لے
اور اوسوقت بندے کے دماغ جان میں اون معانی کی ادنی بو پہونچیگی جو اس حدیث
میں مراد ہیں اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ اور جو لوگ کہ اس حدیث کے ظاہر الفاظ ہی کو اوجد
[illegible] کا

مشیت ازلی الٰہی کا بھید ہے جسکی اطلاع خلق کو نہین ہوتی اسلیے ہم پر واجب ہے کہ گناہگار پر عفو کو جائز جانے گو اوسکی خطائین ظاہری بہت ہون اور غضب کو مطیع پر روا سمجھین اگرچہ طاعات ظاہری زیادہ ہون اسلیے کہ اعتبار تقوی کا ہے اور تقوی ایسی چیز دقیق دل مین ہے کہ خود متقی کو اوسپر اطلاع نہین ہوتی دوسرے کو کسطرح ہو پھر بھی ارباب قلوب پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ جب بندے مین کوئی سبب خفی عفو کا مقتضی ہوتا ہے جبھی عفو ہوا کرتا ہے اور غضب بھی جبھی ہوتا ہے جب کوئی سبب باطنی مقتضے بعد کا خدا سے ہو اور اگر یہ بات نہو تو عفو اور غضب اعمال و اوصاف کی جزا نہون اور اگر جزا نہو تو عدل نہوا اور عدل نہو تو یہ آیت بیشک وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ اور یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ حالانکہ یہ سب قول صحیح ہین اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو وہی ملیگا جو اوسنے کیا ہوگا اور اپنی کمائی کو خود وہی بھگتے گا کروفی خویش آمدنی پیش اگر انسان کجروی کریگا تو خدای تعالی اوسکے دل کو کج کر دیگا جب وہ اپنے نفس کو بدلتا ہے تو خدای تعالی بھی اوسکی حالت بدل دیتا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اور یہ سب باتین اہل دل کو آنکھ سے دیکھنے سے بھی زیادہ واضح ہوتی ہین کیونکہ آنکھ کے دیکھنے مین غلطی کا احتمال ہے کہ کبھی بڑی کو چھوٹا دیکھتی ہے اور دور کو نزدیک اور دل کے مشاہدے مین غلطی نہین ہوتی اوسکو یہ کیفیت بعد بصیرت کے کھلنے کے حاصل ہوتی ہے اور اوسکے بعد ہی دیکھا کرتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین کذب کا تصور نہین ہوسکتا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔

تیسرا رتبہ نجات والون کا ہے اور نجات سے ہماری غرض صرف بچنے سے ہے نہ سعادت و فلاح سے یہ لوگ ایسے ہونگے کہ نہ اونھون نے خدمت کی جو خلعت ہوا اور نہ قصور کیا جو عذاب ملے اور غالب ہے کہ یہ حال کفار مین سے مجنونون اور لڑکون کا اور بہت دور شہرون کے لوگونکا ہوگا جنکو دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اور شہرون سے علیحدہ رہتے ہون اور جہالت و عدم معرفت پر اونکی عمر کٹ گئی ہو ایسے لوگون کو نہ معرفت ہے نہ انکار نہ طاعت ہے نہ معصیت کوئی وسیلہ ہے کہ قرب الٰہی حاصل ہو نہ کوئی خطا ہے جو خدا سے دور کرے اسیلیے اس قسم کے لوگ نہ اہل جنت مین نہ دوزخی بلکہ ایک ایسی جگہ مین رہینگے جو جنت و دوزخ [illegible] اور جسکو شرع مین اعراف کہتے ہین اس مقام مین کچھ فرقون کا خلق ہونا احادیث سے یقینا ثابت ہے اور نور بصیرت سے بھی ایسا ہی کچھ پایا گیا ہم [illegible]

ورثہ کو یہ کہتا کہ یہ بھی اعراف میں قطعاً رہینگے یہ امر ظنی ہے مثلاً لڑکوں کو کفار کے اعراف
میں رہنے کا حکم معلوم ہے یقینی نہیں اور اسکی اطلاع ٹھیک ٹھیک عالم نبوت میں ہے اولیا
وعلما کے رتبے کی ترقی اس درجے تک بعید ہے۔ علاوہ ازین لڑکوں کے باب میں اخبار بھی
مختلف ہیں یہان تک کہ جب ایک لڑکا مرگیا حضرت عایشہ رضہ نے فرمایا کہ یہ جنت کی چڑیوں
میں سے ایک چڑیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا۔
اس صورت میں اشتباہ اس مقام میں غالب تر ہے۔

چوتھا رتبہ صلاح والوں کا ہے یہ لوگ بدون تقلید کے عارف ہونگے اور وہی مقرب اور
سابق ہیں اسلیے کہ مقلد کو اگرچہ فی الجملہ کسی مقام میں جنت کے فوز ہوگا بھی تو اصحاب یمین
ہی سے رہیگا اور یہ لوگ مقرب ہونگے اور جو کچھ اونکو ملیگا حد بیان سے باہر ہے اور جسقدر بیان
ہوسکتا ہے وہ وہی جو قرآن شریف میں مذکور ہے خدای تعالیٰ کے بیان سے زیادہ کیا
کوئی کہیگا اور جس بات کی تعبیر اس عالم میں نہیں ہوسکتی اوسکو خدای تعالیٰ نے بطور اجمال ارشاد
فرما دیا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ اور حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا
أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ اور عارفونکا مقصود وہی لذت ہے
جو کسی بشر کے دل پر اس عالم میں نہیں گذر سکتی اور حور و قصور اور میوہ جات اور دودھ اور شہد اور
شراب و رنگین زیور جو جنت کی اشیا ہیں وہ ان عارفوں کو مرغوب نہیں ہوتی اور اگر اونکو یہ چیزیں
دیجاوینگی تو اونھیں پر قناعت نکرینگے بلکہ طالب لذت دیدار الٰہی ہونگے کہ نہایت سعادت اور
انتہای لذت وہی ہے اور اسواسطے جب حضرت رابعہ عدویہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی رغبت
جنت میں کیا ہوگی اونھوں نے فرمایا کہ اول صاحب خانہ پھر خانہ حاصل یہ کہ ان لوگوں کے دلوں میں
صاحب خانہ یعنی خداوند کریم کی محبت ایسی ہوتی ہے کہ اونکو خانہ یعنی جنت اور اوسکی آرایش
کی کچھ پروا نہیں بلکہ سوای محبوب کے کسی چیز کی تمنا نہیں یہان تک کہ اپنے نفس سے بھی اوسکے
عشق میں بیخبر ہوتے ہیں اور انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق کہ اپنے معشوق کے دیکھنے
کی فکر میں ڈوبا ہو اس حال میں اوسکو اپنے نفس کی خبر نہیں ہوتی اور جو صدمہ اونکو بدن پر پہنچتا ہے
ذرا نہیں دریافت ہوتا اس حالت کو فنا فی المحبوب کہتے ہیں یعنی اسکی نوبت اس درجے کو
اور جو اوسکو یہان سے ... اور کوئی چیز اسکو پیش نظر نہیں نہ دل میں غیر محبوب کی گنجایش باقی
اور اوسوقت تمام کرے وہ غیر خدا اسکا نفس ہو یا دوسری کوئی چیز ہو۔ اس حالت سے

آخرت مین وہ چیز عنایت ہوگی جو اس دنیا مین کسی بشر کے دل مین نہین آسکتی ہے جیسے کہ صورت رنگ و آواز کی بہرے اندھے آدمی کے دل پر مفہوم نہین ہوتی لیکن اگر اوسکے کان اور آنکھ کا حجاب دور ہوجاوے تو ان چیزون کا حال معلوم کرنے لگے گا اور جان لیگا کہ واقع مین پیشتر میرے دل مین انکا آنا متصور نہ تھا اسیطرح دنیا بھی درحقیقت ایک حجاب ہے اسکے اوٹھنے سے اوسکو لذت حیات طیب کی معلوم ہوتی ہے اور اس مضمون کا ادراک ہوتا ہے کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ پس اسقدر بیان تقسیم درجات کا حسنات پر کافی ہو اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے

تیسرا بیان اس باب مین کہ کونسی بات سے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے

جاننا چاہیے کہ صغیرہ چند اسباب سے کبیرہ ہوجاتا ہے اونمین سے ایک اصرار و مواظبت ہے اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ اصرار کے ساتھ کوئی سا گناہ صغیرہ نہین اور نہ استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ اگر آدمی ایک کبیرہ کرکے باز رہے اور پھر دوسرا کبیرہ نہ کرے اگر یہ امر ممکن ہو تو توقع عفو کی اس صورت مین زیادہ ہے بہ نسبت گناہ صغیرہ کے جسپر مداومت کی جاوے اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر پتھر پر پانی کا ایک ایک قطرہ پے درپے گرتا ہے تو اوسمین نشان پڑجاویگا اور اگر سارا پانی اوسی مقدار جتنا قطرون مین گرا ہے ایک دفعہ پتھر پر ڈالدیا جاوے تو کچھ نشان نہوگا اسی تاثیر کی بہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خَیْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ اور چونکہ چیزین اپنی ضدون سے معلوم ہوا کرتی ہین تو جب اس حدیث سے یہ پایا گیا وہ عمل دائم گو قلیل ہو نافع ہوتا ہے اسلیے معلوم ہوا کہ بہت سا عمل جو آدمی ایک ہی بار کرے اوس سے دل کی جلا و تطہیر مین نفع کم ہوتا ہے اسیطرح گناہ صغیرہ پر اگر آدمی دوام کرے تو اوسکی تاثیر دل کو میلا و تاریک کرنے مین زیادہ ہوگی۔ مگر اتنی بات ہی کہ آدمی کا گناہ کبیرہ پر ایکبارگی مرتکب ہوجانا بدون اسکے کہ اوس سے پہلے اور پیچھے گناہ صغیرہ نہ کرے کمتر پایا جاتا ہے مثلا زانی جبتک زنا کرتا ہے تب تک ہم ہوتا ہے کہ پہلے سے ارادہ اور مقدمات زنا نہ کرے اسیطرح قاتل یکایک قتل نہین کر بیٹھتا جب تک کہ پہلے سے دشمنی اور عداوت نہو اسیطرح ہر ایک کبیرہ کے ارتکاب مین ضمنا ابتدا و انتہا مین صغیرہ بھی پائے جاتے ہین اور اگر بالفرض کوئی ایسا کبیرہ سرزد ہو کہ اوسکے ارتکاب مین صغیرہ نکرنا پڑے یکایک کبیرہ ہوجاوے اور دوبارہ اوسکے کرنے کی نوبت نہ آوے تو غالبا اوسکے معاف ہونے کی توقع زیادہ ہے بہ نسبت اوس صغیرہ کے جسپر انسان عمر بھر مواظبت کرے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ ہونے کا یہ

یہ ہے کہ گناہ کو چھوٹا جانے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جتنا آدمی اپنے گناہ کو زیادہ بڑا سمجھیگا وہ
خدا تعالیٰ کے نزدیک چھوٹا ہوگا اور جتنا گناہ کو صغیرہ جانیگا وہ خدا کے نزدیک کبیرہ ہوگا
اسواسطے کہ گناہ کو بڑا سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ دل میں کراہت نفرت اوس گناہ کی موجود ہے
اسلیے اوسکی تاثیر بھی دل میں خوب نہیں ہوتی اور گناہ کو چھوٹا جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
دلکو اوسکے ساتھ الفت ہے اور اسی وجہ سے دل میں اوسکا اثر بہت ہوتا ہے اور طاعات سے
مطلوب یہی ہے کہ دل میں روشنی ہو جائے اور خطاؤں سے یہی خوف ہے کہ دل پر سیاہی نہ آوے
اور یہی وجہ ہے کہ جب آدمی سے کوئی بات غفلت میں ہو جائے تو اوسپر مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ
غفلت میں دل پر تاثیر نہیں ہوتی اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا جانتا ہے
کہ گویا ایک پہاڑ اوپر آگیا اب سر پر گر پڑیگا اور منافق اپنی خطا کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ناک پر
مکھی بیٹھی اور اوسکو اوڑا دیا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جس گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی وہ وہ
گناہ ہے کہ جسکے بعد آدمی یہ کہے کہ کیا اچھا ہوتا جو تمام گناہ جو میں نے کیے ہیں سب ایسے ہی
ہوتے اور اہل بیدار کے دل میں گناہ کی عظمت کی یہ وجہ ہے کہ اوسکو خدا ہی تعالیٰ کی جلال کا
علم ہوتا ہے جب اوسکو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے اس گناہ سے کسکی نافرمانی کی تو صغیرہ بھی نظرون
میں کبیرہ سوجھتا ہے۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ ہدیہ کی کمی کا لحاظ
مت کر بلکہ یہ دیکھ کہ جسنے بھیجا ہے وہ کتنا بڑا ہے اور اپنی خطا کے چھوٹا ہونے کو مت دیکھ
بلکہ اس بات کا لحاظ کر کہ اوس خطا سے تو نے کسکا مقابلہ کیا ہے۔ اور اسی اعتبار سے بعض
عارفوں کا مقولہ ہے کہ صغیرہ گناہ کا وجود ہی نہیں جس امر میں مخالفت الٰہی ہو وہ کبیرہ ہی ہے
اسیلیے بعض صحابہ رض سے منقول ہے کہ اونھون نے تابعین کو ارشاد فرمایا کہ تم ایسے عمل
کرتے ہو کہ تمہاری نظرون میں وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہیں حالانکہ ہم اونکو زمانہ رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم میں مہلکات سے سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ صحابہ رض کو جلال کبریائی بوجہ
کامل معلوم تھا اسلیے صغیرے گناہ بھی اونکے نزدیک باعتبار جلال خداوندی کے کبیرے سمجھے
اور اسی وجہ سے عالم شخص سے بعض باتیں بڑی معلوم ہوتی ہیں بہ نسبت جاہل کے اور عامی شخص
سے بہت جرم سے درگذر کر دی جاتی ہیں نہ عارف سے کیونکہ گناہ اور مخالفت اسیقدر بڑے
اور جو اوسکو پہچان پڑنے والے کی معرفت زیادہ ہوتی ہے اور ایک سبب صغیرہ کے کبیرہ
ہو جانے کا یہ ہے کہ گناہ کرنے سے خوش ہو اور فخر کرے اور جانے کہ مجھسے جو یہ کام ہوا تو خدا کی

نعمت کے سبب سے ہوا اور اس بات سے غافل ہو کہ یہ قصور موجب شقاوت ہے پس جسقدر کہ صغیرہ کا آدمی کو مزہ معلوم ہوگا اوتنا ہی وہ بڑا ہوگا اور دل کی تاریکی مین اوسکی تاثیر بھی قوی ہوگی یہانتک کہ بعض گناہگار ایسے ہوتے ہین کہ اپنی خطا کی داد چاہتے ہین اور اوسکے ارتکاب سے نہایت شیخی بگھارتے ہین مثلاً مناظرہ والا کہتا ہے کہ کیون تمنے دیکھا ہم نے فلان شخص کو کیسا فضیحت کیا اور کیسے عیب بیان کیے کہ خجالت زدہ کر دیا اور کیسا بنایا اور خفیف کیا اور تاجر کہتا ہے کہ دیکھو ہمنے کھوٹی چیز کیسی بٹے ڈالی اور اوسکو فریب دیا اور اوسکے مال مین کیسا اوسکو دم دیا اور اُلّو بنایا وغیرہ اس قسم کی باتین ایسی ہین کہ انسے صغیرہ گناہ کبیرہ ہوجاتا ہے اسلیے کہ گناہ مہلکات مین سے ہین جب آدمی اونمین مبتلا ہوجاوے اور شیطان کی بن پڑے کہ اوس سے اپنی مرضی کے موافق کام لے تو اس امر مین مقام افسوس اور مصیبت کا ہے کہ دشمن اپنے اوپر غالب ہوا اور اپنے آپ کو دوری خدا تعالی سے حاصل ہوئی دیکھو اگر بیمار کسی برتن مین دوا پیتا ہے اور وہ اتفاق سے ٹوٹ جاوے اور اوسکے ٹوٹنے سے بیمار کو اسوجہ سے خوشی ہو کہ اب تلخ دوا پینے کا جاتا رہا تو اوسکے اچھا ہونے کی توقع نرہیگی اور ایک وجہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی یہ ہی کہ خدا کی پردہ پوشی اور مہلت دینے اور حلم کرنے کو اوسکی عنایت کا باعث سمجھے اور یہ نہ لحاظ کرے کہ مہلت دینے سے خدا تعالی کو یہ منظور ہے کہ اور زیادہ گناہ کرے تو یہ مہلت دلیل خفگی کی ہے جسکو یہ شخص موجب عنایت سمجھا ہے معلوم ہو کہ خدا تعالی کے عذاب سے مامون ہے اور خدا پر مغالطہ کھانے سے ناواقف اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيرُ اور ایک سبب صغیرہ گناہ کی کبیرہ ہوجانیکا یہ ہی کہ گناہ کرکے اوسکو کہتا پھرے یا دوسرے کے سامنے کرے اسلیے کہ اسمین اول تو خدا کی پردہ پوشی کو دور کرتا ہے اور دوسرے غیر شخص کو اوس گناہ کی رغبت دیتی تو گویا ایک گناہ کے ضمن مین دو خطائین یہ ہوئین اسی جہت سے وہ قصور زیادہ ہوگیا اور اگر اس دوسرے سے کہنے پر اتنی بات اور کرے کہ اوسکے لیے سامان اس قصور کا جمع کرنے تو چوتھا قصور ہوگا اور نہایت خراب بات ہوگی اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ سب آدمیون کے قصور معاف ہونگے مگر اون لوگون کے جو افشا کرتے ہین کہ رات کو کوئی قصور کیا جسکو خدا نے پوشیدہ رکھا مگر اونھون نے صبح کو اوٹھکر خدا کے پردے کو توڑا اور گناہ کو کہدیا اور ایسے شخص کے قصور معاف نہونگے یہ وجہ ہے کہ صفات و اسماء ... بیان ہوئی ہیں

ایک یہ بھی ہے کہ اچھی بات کو ظاہر کرتا ہے اور عیوب کو چھپاتا ہے اور پردہ فاش نہیں فرماتا
تو اپنے عیب کو ظاہر کرنا اس نعمت کی ناشکری کرنی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ اول تو آدمی کو
گناہ ہی نہ کرنا چاہیے اور اگر کرے بھی تو دوسرے کو ترغیب نہ دے ورنہ دو گناہ کا مرتکب ہوگا اور
اسی لحاظ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ اور بعض سلف کا قول ہے کہ آدمی اپنے بھائی مسلمان کی پردہ دری اس سے بڑھکر
نہیں کرتا کہ اوسکی مدد کسی گناہ میں کرے اور پھر اوس قصور کو اوس پر آسان کر دے اور ایک
وجہ کبیرہ ہو جانے کی یہ ہے کہ گناہ کرنے والا عالم مقتدا ہو تو عالم شخص جب کوئی صغیرہ گناہ
کرے اسطرح کہ اسکی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی کرنے لگیں تو یہ گناہ اسکے حق میں کبیرہ ہو جاویگا
مثلاً اگر حریری کپڑا پہنے یا سونے کی سواری میں سوار ہو یا شبہہ کا مال لے یا بادشاہوں کے
پاس آمد و رفت رکھے اور اونکے حال کو برا سمجھنے بلکہ اونکی موافقت کرے یا مسلمانوں کی عزت ریزی
زبان درازی کرے یا مناظرے میں سخت سست بکے یا کسیکو خفیف کرنیکا ارادہ ہو یا علوم
میں سے ایسے علوم سیکھے جن سے صرف جاہ حاصل ہوتا ہے جیسے علم مناظرہ اور مجادلہ وغیرہ پس
اسطرح کے قصور عالم کے ایسے ہیں کہ لوگ اونکی ریس کیا کرتے ہیں عالم تو مر جاتا ہے مگر اوسکی برائی
باقی رہتی ہے اور مدتوں تک جہان میں پھیلتی ہے تو کیا خوب آدمی ہے وہ شخص کہ جسکے گناہ بھی
اوسکے ساتھ ہی مر جاویں - اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کوئی طریق بد نکالے تو اوس پر
خود اوسکے کرنے کا گناہ ہوگا اور اون لوگوں کا گناہ جو اوس فعل کے مرتکب ہوں حالانکہ اونکے
وبال سے بھی کچھ کم نہ کیا جاویگا یعنی مجرم کو جدا گناہ ہوگا اور بانی کو جدا اور اللہ تعالی فرماتا ہے
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ آثار وہ نہیں اعمال کو کہتے ہیں کہ بعد گذر جانے عمل اور عامل کے
عامل کو پہونچتے رہیں اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ عالم کی خرابی دوسروں کے
اتباع سے ہوتی ہے اوس سے اگر لغزش ہو جاتی ہے تو توبہ کر لیتا ہے مگر لوگ اوس بات کو
کرنے لگتے ہیں اور جہان میں منتشر کر دیتے ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ عالم کا قصور مثل
کشتی کے ٹوٹنے کے ہے کہ وہ خود بھی ڈوبتی ہے اور جو لوگ اوس پر سوار ہوں اونکو بھی
ڈبوتی ہے - اور بنی اسرائیل کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ایک عالم لوگوں کو بدعت سکھا کر
گمراہ کرتا تھا پھر اوسکو توبہ نصیب ہوئی تو ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی خدا تعالی نے
اور اوسکے پیغمبر پر وحی بھیجی کہ اوس سے کہدو کہ اگر تیرے صرف میرا ہی قصور کیا ہوتا تو

البتہ مین معاف کر دیتا لیکن اسکا کیا علاج ہے کہ تو نے میرے بندون کو گمراہ کیا اور انکو
گمراہی کے باعث مین نے دوزخ مین ڈالدیا۔ اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ علما کے
لیے بڑا خطر ہے اسلیے انکو دو باتین کرنی چاہیین اول تو یہ کہ گناہ کو سرے سے ترک
کرین اور دوسرے یہ کہ اگر سرزد ہو جاوے تو مخفی ہو ظاہر ہونے نپاوے اور جسطرح کہ علما
کے حق مین گناہون کے باعث وبال زیادہ ہوتا ہے اسیطرح انکی نیکیون کا ثواب بھی دوسرونکے
اتباع کے باعث زیادہ ہوتا ہے مثلاً اگر عالم زینت ظاہری اور دنیا کی رغبت چھوڑ دے
اور دنیا سے تھوڑی شی پر قناعت کرے اور کھانا بقدر بسر اوقات کھاوے اور کپڑا اترانا پہنے
اور یہ باتین اسکا اتباع ہے اور لوگ عالم خواہ عوام اختیار کرلین تو جتنا ثواب اونکو ملیگا
وہ سب اسکو بھی ملیگا اور اگر خود عالم زینت کا راغب ہوگا تو اوس سے کم رتبہ والے اوسکی نقل بھی
ضرور اودھر کو جھکینگے اور تکلف ظاہری بدون خدمت حکام ظالم اور مال حرام کے اکٹھا کرنیکے
ہو نہین سکتا تو گویا یہی عالم ان امور کا باعث ہوگا غرضکہ عالم کے حرکات سے جیسے نفع زیادہ
ہوتا ہے ویسا ہی نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے اور تفصیل گناہون کی جنسے توبہ کرنی چاہیے
اسیقدر کافی ہے جو یہان تک مذکور ہوئی

تیسری فصل اس بیان مین کہ توبہ کامل کیا ہے اور اوسکے شرائط اور آخر عمر تک اتمام ہونے کے ذکر مین مشتمل ہے بیان توبہ
بیان اول توبہ کامل کا حال۔ یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ توبہ اوس ندامت کو کہتے ہین
جو موجب عزم و قصد کا ہوا اور یہ ندامت اس وجہ سے ہوتی ہے کہ علم گناہون کے حائل ہونے کا
اپنے آپ مین اور اپنے محبوب مین ہو جاتا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ ان تینون اجزاء توبہ یعنی علم
اور ندامت اور عزم مین سے ہر ایک کے لیے دوام اور کمال ہے اور کمال کی پہچان ہے اور
دوام کے لیے شرطین ہین تو ضرور ہوا کہ سب کو مذکور کیا جاوے علم کا بیان تو سبب توبہ کا بیان ہے
جو عنقریب آویگا اول ندامت کو سننا چاہیے کہ ندامت دل کے درد کا نام ہے جو محبوب کے
فوت ہونے کی اطلاع سے اوسکو ہوتا ہے اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ حسرت و اندوہ بے پایان کا
ہونا اور آنسوؤن کا بہانا اور بہت رونا اور فکر مین رہنا جیسے کوئی اپنی اولاد یا کسی دوسرے
عزیز قریب کی مصیبت سے واقف ہو کہ اسپر بلا نازل ہوئی تو ظاہر ہے کہ اسپر بھی بڑا صدمہ
گذریگا اور خوب رویگا اب ہم پوچھتے ہین کہ نفس سے زیادہ آدمی کا کونسا عزیز ہے اور آتش
دوزخ سے بڑھکر کونسی بلا ہے اور گناہون سے زیادہ کونسی دلیل عذاب کے نازل ہونے مین ہے

اور خدا اور رسول سے بڑھکر کونسا مخبر صادق ہے بلکہ ایک انسان جسکو طبیب کہتے ہین اگر
کسی شخص سے کہدے کہ تیرے بیٹے کو ایسا مرض ہے کہ اوس سے جانبر نہوگا اور عنقریب مرجائیگا
تو اوسیوقت اوسپر رنج ٹوٹ پڑیگا اب یہ دیکھو کہ نہ تو بیٹا اپنے نفس سے زیادہ عزیز ہے اور
طبیب خدا اور رسول کی نسبت زیادہ جانتا ہے اور نہ زیادہ سچا ہے اور
موت دوزخ کی آنچ سے زیادہ سخت ہے اور نہ مرض زیادہ تر دلالت موت پر رکھتا ہے بہ نسبت
گناہوں کی دلالت کے خدا کے غضب پر اور دوزخ مین پڑجانے پر اس سے معلوم ہوا
کہ آدمی کو اپنے حال پر زیادہ حسرت و اندوہ کرنا چاہیے جسقدر رنج ندامت زیادہ ہوگا اوسیقدر
گناہون کے دور ہونے کی توقع زیادہ ہوگی بہرحال ندامت صحیح کی پہچان یہی ہے کہ دل نرم ہو
آنسو کثرت سے نکلین اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ توبہ کرنے والون کے پاس بیٹھا کرو کہ
اونکے قلب نرم ہوتے ہین اور ایک پہچان یہ ہے کہ گناہوں کی حلاوت کے بدلے تلخی دلمیں
جم جاوے کہ میل کے عوض کراہت اور رغبت کی عوض نفرت کرنے لگے اور بنی اسرائیل کے
حالات میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے بہت برسون تک عبادت مین کوشش کی مگر اثر توبہ کے
قبول کا ظاہر نہوا اسلیے وہ پیغمبر وقت سے خواہاں سفارش ہوا اونھون نے جناب باری مین
اوسکے لیے دعا کی حق تعالی نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ اگر تمام آسمان
و زمین کے رہنے والے اوسکی سفارش کرینگے تبھی اوسکی توبہ قبول نکرونگا جب تک جس گناہ
سے توبہ کی ہے اوسکا مزہ اوسکے دل مین رہیگا۔ اب یہان اگر کوئی کہے کہ گناہ تو طبعاً آدمی کو
مرغوب ہوتے ہیں اونکی تلخی دل مین کسطرح جاگزین ہوگی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ فرض کرو کسینے
شہد کھایا جسمین زہر ملا ہوا تھا اور مزے کیوقت معلوم نہوا بلکہ لذیذ معلوم ہوا مگر پھر بیمار پڑا
اور مرض بڑھگیا بال بکھر گئے اعضا اینٹھ گئے۔ اب اگر پھر اوسکے سامنے شہد آوے جسمین
ویسا ہی زہر ملا ہوا اور اوسکو نہایت درجے کی بھوک اور خواہش شیرینی ہو تو بتاؤ کہ اوسکا نفس
اس شہد سے نفرت کریگا یا نہیں اگر کہو کہ نہ کریگا تو یہ تجربہ اور امتحان کے خلاف ہے دستور یہ ہے
کہ بعد اسقدر تکلیف کے اگر پھر شہد خالص بھی آویگا تو رنگ کے یکساں ہونے سے اوس سے بھی
نفرت کریگا چنانچہ مثل مشہور ہے کہ دودھ کا جلا چھاچھ کو پھونک کے پیتا ہے پس توبہ کرنے والا
جب گناہوں کی تلخی دلمیں پاتا ہے اوسکو بھی اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ اول وسکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ
ہر گناہ کا مزا تو شہد کیطرح لذیذ ہے مگر اوسکی تاثیر زہر کی سی ہے اور جب تک اسطرح کا اعتقاد ہو

صحیح اور سچی نہین ہوتی اور چونکہ اس جیسا ایمان بہت کمیاب ہے اسلیے توبہ کا
ہو تو اعتکام [illegible] کرنے والے بھی کمیاب ہین سب کا یہی حال ہے کہ اللہ کیطرف سے رو گردان
ہو تو اوسکی توبہ [illegible] ان پر مصر اور کسل کرنے والے ہین غرضکہ شرط کمال ندامت کی وہی ہے جو اوپر مذکور
ہو یا کرے [illegible] کی مداومت موت تک چاہیے اور تلخی مذکورہ کو جمیع گناہون مین یکسان جاننا چاہیے
بت ع[illegible]
گو پہلے اونکا مرتکب نہوا ہو مثلاً اگر شہد کے ساتھ زہر کھانے والا ٹھنڈے پانی مین بھی
ویسا ہی زہر جان لے تو ہرگز اوسکو بھی نہ پیے گا اسلیے کہ اوسکو ضرر شہد سے نہین ہوا تھا
بلکہ ضرر کی چیز جو شہد مین تھی وہ پانی مین بھی موجود ہے اسیطرح تائب آدمی کا نقصان کسی خاص
گناہ سے مثلاً چوری یا زنا سے اسوجہ سے نہین تھا کہ یہ اس شخص سے سرزد ہوا بلکہ اسوجہ سے ہے
کہ مخالفت امر الٰہی کی ہوئی اور یہ بات ہر ایک گناہ مین موجود ہے باقی رہا قصد جو ندامت سے
پیدا ہوتا ہے یعنی ارادہ تدارک تو اوسکو تینون زمانے سے علاقہ ہے ارادہ تدارک زمانہ حال مین
اس بات کا موجب ہے کہ جو ممنوع بات کر رہا ہو اوسکو چھوڑ دے اور جس فرض کے ادا کرنے پر متوجہ ہو
اوسوقت ادا کرے اور زمانہ گذشتہ سے تعلق اس بات کا خواہان ہے کہ جو پہلے قصور ہو گیا اوسکا
تدارک کرے اور زمانہ مستقبل سے اس بات کا مقتضی ہے کہ موت کے وقت تک مدام طاعت کرتا رہے
اور گناہ کا تارک۔ اور شرط صحت توبہ کی زمانہ گذشتہ کے تعلق کے اعتبار سے یہ ہے کہ فکر
کر کے یہ بات معلوم کرے کہ مین کس روز بالغ ہوا تھا خواہ عمر کی رو سے یا احتلام کی نظر سے جب
یہ بات معلوم ہو جاوے تو روز بلوغ سے اوسوقت تک جتنی عمر اسکی ہوئی اوسکا ایک ایک سال اور مہینا
اور دن اور سانس تلاش کرے کہ اونمین کون کونسی طاعات مین مجھسے قصور ہوا یا کتنے گناہ
مجھسے سرزد ہوے پس جب معلوم ہو کہ کوئی نماز نہین پڑھی یا ناپاک کپڑے مین پڑھی تھی یا شرط
نیت کی ناواقفیت سے بدون نیت صحیح ادا کی تھی تو اوس نماز کو پھر سے پڑھے اور اگر نماز جو
فوت ہو گئی ہون اونکی شمار معلوم نہو تو مدت بلوغ سے حساب کرے اور جسقدر یقینی ادا کی ہون
اونکی تعداد چھوڑ کر باقی کو قضا پڑھے اور تعداد باقی کی غالب ظن اور اٹکل سے مقرر کر لینی جائز ہے
اور اگر روزہ حالت سفر مین افطار کیا ہو اور پھر اوسکے عوض کا نرکھا یا قصداً افطار کیا ہو یا رات کو
نیت نہ کی ہو اور ایسے روزون کی قضا نہ کی ہو تو اسطرح کے جتنے ہون اونکا شمار تخمین اور
اٹکل سے معلوم کر کے اونکو قضا رکھے۔ اور زکوٰۃ اگر نہ دی ہو تو اپنے سارے مال کی تحقیق کرے اور دیکھے کہ کب سے
میری ملک مین آیا کیونکہ زکوٰۃ تو لڑکے کے مال پر بھی واجب ہے اسمین بلوغ کی [illegible] نہین پھر

حساب سے جسقدر گمان غالب کی روسے ایسے نکلے اوسکو ادا کیوے اسے کہتے ہیں اگر
کرنے کے لیے اپنے مذہب کی مطابقت پر خیال نہ کیا مثلاً کوئی شخص شافعی مذہب تقریب مرجاویگا
اوسے زکوۃ کا مال آٹھون مصرف میں صرف نہ کیا یا مال زکوۃ کا عوض دیا تو اوسکا عزیز ہے اور
کہ زکوۃ ادا سر نو دے کیونکہ اوسکے امام کے نزدیک اوسکی ادا درست نہیں ہوئی اور جو مسائل اور
زکوۃ کے طویل ہیں اور اوسکے حساب معلوم کرنے میں خوب تامل چاہیے اسلیے تائب کو لازم ہے
کہ اوسکو علما سے پوچھ لے کہ ایسی ایسی صورت میں عمدہ رائی کا کیا طور ہے۔ اور حج کا حال
یہ ہے کہ اگر کسی برس مین اوسکو قدرت حج کی تھی مگر نہ گیا اور اب مفلس ہوگیا تو اوس پر جانا واجب ہے
اگر افلاس کے باعث قدرت جانے کی نہیں رکھتا تو چاہیے کہ مال حلال سے مقدار راہ کی کما لے
اور اگر مال ہو نہ کوئی کمانے کی تدبیر جانتا ہو تو چاہیے کہ لوگوں سے کہے کہ مجھکو اپنی زکوۃ و
صدقات مین سے اتنا دو کہ حج ہو سکے اسلیے کہ اگر یہ شخص بدون حج کیے مرجاویگا تو گنہگار
مریگا حدیث شریف میں ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا اور بعد قدرت کے
جو عاجز ہو گیا اوس سے فرضیت حج کی ساقط نہیں ہوتی یہ طور ہے طاعات کی تفتیش اور اوسکے
تدارک کا۔ اور معاصی کی صورت یہ ہے کہ شروع بلوغ سے توبہ کے دن تک اپنے سب اعضا
کان اور آنکھ اور زبان اور پیٹ اور ہاتھ پاؤں اور شرمگاہ وغیرہ کے گناہ چھوٹے بڑے تمام
دنوں اور گھنٹوں مین سوچے اور دفتر معاصی کو کھولکر جدے جدے گناہ پر واقف ہو پھر یہ بات
دیکھے کہ ان گناہوں مین سے صرف حق اللہ کے حقوق کے متعلق کون سے ہین جو اسطرح کے ہوں
مثلاً غیر محرم کیطرف دیکھنا اور ناپاکی کی حالت مین مسجد مین بیٹھنا اور بے وضو کلام مجید کو چھونا
اور کسی بدعت کا معتقد ہونا اور شراب پینا اور مزامیر سننا وغیرہ جنکو تعلق لوگون کے
حقوق سے نہین تو ایسے گناہون سے توبہ کی صورت یہ ہے کہ اونپر ندامت اور حسرت کرے
اور ہر ہر گناہ کے لیے ایک مقدار بڑی ہونے کے مقرر کرلے اور مدت بھی ہر ایک کے لیے
ٹھہرالے اب ہر ایک کی عوض ایسی نیکی کرے جو مقدار اور وقت میں اوس گناہ کے مقدار
و وقت کے برابر پڑے اس حساب سے جتنی بدیاں کی ہونگی اوتنی ہی نیکیاں کرنی ہونگی
اور اسکی وجہ حدیث شریف ہے کہ اتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُ كُنْتَ وَأَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا بلکہ یہ آیت ہے
إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اب تدارک کی مثالیں سن لینی چاہیین مثلاً اگر مزامیر سنے
ہوں تو انکی عوض اوتنی ہی دیر قرآن یا وعظ یاد کرے اور اگر مسجد مین ناپاکی کی حالت مین

گیا ہو تو اوسکا تدارک اس نیت سے کہ مشغول عبادت ہو اور اگر بے وضو کلام مجید کو ہاتھ
لگایا ہو تو اوسکی تعظیم زیادہ کرے اور کثرت سے اوسمین تلاوت کرے اور کثرت سے اوسکو
بوسہ دیا کرے اور ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھے اور وقف کرے اور شراب پی ہو
تو شربت شدہ حلال کمائی کا جو شراب سے بھی زیادہ محبوب ہو صدقہ کرے سب گناہون کا
شمار غیر ممکن ہے مقصود یہی ہے کہ جو طریق گناہون کے خلاف ہو اوسکا سلوک میسر ہو
چونکہ مرض کا علاج اوسکی ضد سے ہوتا ہے تو جو تاریکی دل کو کسی گناہ سے لگی ہو وہ بجز ایسی نیکی کے کوئی
نہ اٹھا سکے جو اوسکے مقابل ہو اور ضد مین اسمین مناسبت ہوا کرتی ہے اسلیے یون چاہیے
کہ ہر ایک گناہ کو اسیطرح کی نیکی سے محو کیا جاوے گو نیکی اوسکی ضد سے ہو اسلیے کہ سیاہی ہمیشہ سفیدی ہی سے
جاتی ہے گرمی اور سردی سے نہین جاتی اور یہ تدریج اور تحقیق طریق محو مین بہت آسان ہے اور اسیوجہ سے
اسیطرح عمل کرنیسے توقع گناہون کے دور ہونے کی زیادہ ہے بہ نسبت اسکے کہ ایک ہی طرح کی عبادت پر مداومت
کرے گو یہ بھی گناہون کے محو کرنے مین خالی تاثیر سے نہین اب رہی یہ بات کہ گناہ اپنی
ضد سے کیون دور ہوجاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت تمام گناہون کی جڑ ہے اور
دنیا کے اتباع کا اثر دل مین یہ ہوتا ہے کہ دنیا سے خوش ہو اور اوسکی طرف اشتیاق کرے
تو ضرور ہوا کہ اگر کوئی ایسی مصیبت مسلمان پر پڑے کہ جس سے دل اوسکا دنیا سے علیحدہ ہو تو
وہ بھی اوسکے حق مین کفارہ ہوگا کیونکہ رنج و غم سے دل کو دنیا سے علیحدگی ضرور ہوتی ہی
چنانچہ یہ مضمون حدیث شریف مین موجود ہے کہ بعضے گناہ ایسے ہین کہ اونکا کفارہ صرف
رنج ہی ہوتا ہے اور ایک روایت مین یہ ہے کہ فکر طلب معیشت اوسکا کفارہ ہوتا ہے اور
حضرت عائشہ رضی سے جو حدیث مروی ہے اوسمین یون ارشاد ہے کہ جب بندے کے
گناہ زیادہ ہوتے ہین اور اعمال اونکے کفارے کے لیے نہین ہوتے تو اللہ تعالی اوسپر
رنج ڈال دیتا ہے جس سے اوسکے گناہونکا کفارہ ہوجاتے ہین اور کسیکا قول ہے
کہ جو رنج کہ بندے کے دل پر آتا ہے اور وہ اوسکو نہین جانتا وہ گناہون کی تاریکی ہے اور
اور رنج کرنا یون ہوتا ہے کہ دل حساب کے لیے توقف کرے اور حشر کی دہشت سے خوف ہو
یہان پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ انسان کا رنج اکثر مال اور اولاد اور جاہ کے لیے ہوتا ہے اور
گناہ ہے پس گناہ کا کفارہ گناہ کسطرح ہوگا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ان چیزون کی محبت
گناہ ہے اور اونسے محروم رہنا اوسکا عوض ہے اگر محبت کی اقتضاء کے بموجب متمتع ہوتا

تو پورا قصور ہوتا۔ چنانچہ روایت ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس قید خانہ میں
آئے آپ نے اونسے پوچھا کہ اوس دردمند بوڑھے یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس حال میں
چھوڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ تیرا رنج کیا تھا سو عورتوں کو جنکے بچے مر گئے ہوں
پوچھا کہ پھر اسکا ثواب خدا کے یہان اونکو کتنا ہوگا انھوں نے فرمایا کہ سو شہید کا
ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ رنج بھی خدا کے حقوق کا کفارہ ہو جاتے ہین یہان تک حال
گناہوں کا ہوا جو بندہ میں اور خدا تعالی میں ہوں اب حقوق عباد کو سمجھنا چاہیے کہ اونمیں
بھی خدا تعالی کا حق ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالی نے بندون پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے
پس جو شخص کہ دوسرے پر ظلم کریگا وہ خدا تعالی کی مخالفت پہلے کریگا غرض جو قصور اس
قسم کے ہوں اونمیں سے حقوق الہی کا تدارک تو یہ ہے کہ ندامت اور حسرت کرے اور آئندہ
ویسا کام نکرے اور جو نیکیاں اون قصوروں کی ضد ہوں اونکو بجا لاوے مثلاً اگر لوگوں کو
ستایا ہو تو اونپر احسان کرے اور مال چھین لیا ہو تو اپنی ملک حلال اوسکے کفارہ کے لیے
خیرات کرے اور اگر کسیکی غیبت یا طعن و تشنیع کی ہو تو اوسکی ثنا کرے بشرطیکہ دینداروں
اپنے ہمسروں کی جو بات اچھی ہو اوسکو ظاہر کرے اور اگر کسیکو قتل کیا ہو تو بردہ آزاد کرے
اسمیں بھی گویا ایک طرح کا زندہ کرنا پایا جاتا ہے اسلیے کہ غلام اپنے نفس کے اعتبار سے تو
اور مالک کے اعتبار سے موجود آزاد کرنے مین وہ حیات اوسکو حاصل ہوتی ہے جو جانور
اوسکے نفس کے لیے ہو اسلیے آزاد کرنا ایک طرح کا ایجاد ہے کہ مقابل مین وجہ ہستی سے
اور انسان اس سے بڑھکر اور کوئی ایجاد نہین کرسکتا اور کفارہ اور مجہ کے باب میں جو ہم نے
طریق مخالف کا چلنا لکھا ہے شریعت مین اوسکی نظیر موجود ہے مثلاً کفارہ قتل میں آزاد
کرنا غلام کا اسیوجہ سے ہے کہ ایجاد مقابل فنا کرنے کے ہو بہرحال حقوق عباد میں ہر
بھی کافی اور موجب نجات ہوگا کہ ندامت و حسرت کرے یا اوسکے مقابل نیکی کرے بلکہ
اسکے لیے حقوق عباد کا ادا کرنا بھی ضرور ہے اور حقوق عباد یا متعلق جان سے ہیں یا مال
یا عزت سے یا دل سے اور متعلق دل سے ہماری غرض ایذائے محض ہے - اب ہر ایک کی تفصیل
سننی چاہیے کہ اگر ظلم جان پر ہوا ہے یاین طور کہ قتل خطا کا مرتکب ہوا تھا تو اوسکی توبہ یہ ہے
کہ خونبہا مستحق شخصون کو دے خواہ اپنے پاس سے دے یا اپنے رشتہ داروں سے دلاوے
جب تک مستحق کو خونبہا نہ پہنچے تب تک اس خطا سے بری نہوگا - اور اگر قتل عمد موجب قصاص کا

تو اوسکی توبہ قصاص سے مقبول ہوگی اور اگر کسیکو قتل کا حال معلوم نہو تو قاتل پر واجب ہے کہ
مقتول کے ولی سے جا کر قتل کا حال کہدے اور اپنی جان اوسکے اختیار مین کر دے
چاہے وہ معاف کرے چاہے مار ڈالے اور بدون اسبات کے اور کسیطرح بری الذمہ
نہوگا اور اسکا چھپانا ہرگز درست نہین اور اسکی صورت ایسی نہین جیسے زنا اور چوری اور
شراب خواری اور راہزنی یا اور کسی فعل کی جسپر خدا تعالی کی مقرر کی ہوئی سزا واجب ہوتی ہو
ان صورتوں مین توبہ کے لیے یہ ضرور نہین کہ اپنے نفس کو فضیحت کرے اور پردے کو فاش
کر دے اور ولی سے سوال کرے کہ خدا تعالی کا جو حکم ہے مجھپر جاری کر بلکہ یہ واجب ہے
کہ جیسا خدا تعالی نے اسکا پردہ رکھا ہے ویسا ہی رہنے دے اور اپنے نفس پر ان اعمال
کی سزا قائم کرے طرح طرح کے مجاہدے اور عذاب نفس کے لیے تجویز کرے اسلیے کہ محض
حقوق خداوندی کا عفو توبہ اور ندامت سے ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان صورتوں مین بھی حاکم تک
نوبت پہونچاویگا اور اپنے اوپر حد جاری کراویگا تب بھی توبہ صحیح اور اپنے موقع پر ہوگی اور
خدا تعالی کے نزدیک مقبول ٹھہرے گی چنانچہ مروی ہے کہ ماعز بن مالک نے رسول مقبول صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ مین نے برا ستم اپنے نفس پر کیا کہ
مجھسے زنا ہوگیا اور مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو اس قصور سے پاک کر دین آپ نے اونکا کہنا
پذیرا نفرمایا دوسرے روز پھر آکر اوسیطرح عرض کیا اوس پر بھی آپ نے ٹالدیا جب تیسرے روز
پھر عرض کیا تو آپ نے اونکے لیے گڑھا کھدوایا اور سنگسار کرا دیا اونکے باب مین لوگون کے
دو فریق ہوگئے ایک فرقہ یہ کہتا تھا کہ انکی موت ایسے حال مین ہوئی کہ گناہون نے چارطرف سے
گھیر لیا تھا اور ایک فرقہ کا قول یہ تھا کہ اسکی توبہ سے سچی توبہ اور کوئی نہین پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرقہ دوم کی تصدیق کے لیے فرمایا کہ اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام
امت مین اسکی توبہ تقسیم کیجاوے تو منقسم ہو سکتی ہے اسیطرح غامدیہ کا حال مشہور ہے کہ اونے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین عرض کیا کہ مجھسے زنا صادر ہوا آپ مجھکو پاک کر دیجیے
آپ نے اوسکو پذیرا نفرمایا دوسرے روز اوسنے پھر عرض کیا کہ آپ مجھکو کیون نہین پاک
فرماتے کیا مجھکو ماعز کیطرح آپ سمجھتے ہین مجھکو تو بخدا زنا کا حمل موجود ہے آپنے فرمایا کہ جبتک تیرے
بچہ نہولے گا تبتک حد جاری نہوگی جب اوسکے بچہ ہوا اوسکو ایک کپڑے مین لپیٹ کر لائی اور عرض کیا کہ بچہ بھی ہو چکا
آپنے فرمایا کہ جا اوسکو دودھ پلا جب وہ چھٹیگا تب دیکھا جائیگا جب اوس بچے کا دودھ چھٹا تو وہ عورت اوسکو لائی اور

ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکا دودھ چھٹ گیا اور یہ غذا کھانے لگا
آپ نے اوس لڑکے کو ایک مسلمان کے حوالہ کر دیا اور اوسکے لیے سینے تک گڑھا کھدوایا اور
لوگوں کو حکم سنگسار کرنے کا دیا جب خالد بن ولید نے آکر جو ایک پتھر اوسکے سر میں مارا تو خون کی
چھینٹیں اونکے چہرے پر پڑیں اونھوں نے اوسکو گالی دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی
گالی سنکر فرمایا کہ اے خالد گالی مت دے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے کہ اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ صاحب مکس کرے تو اوسکی بھی مغفرت
ہوجائے پھر آپ نے حکم دیا تو اوسکی نماز پڑھی گئی اور دفن کی گئی فائدہ مکس وہ مال کو کہتے ہیں
جو عشر لینے والا لوگوں سے لیا کرتا ہے اور حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مکس لینے والا جہنمی
ہوگا اس حدیث میں مذکور فرمایا کہ اگر مکس والا بھی ایسی توبہ کرے تو ہر چند قابل دخول جنت
نہیں مگر اوسکی بھی مغفرت ہوجاوے فقط غرضکہ حقوق الٰہی کی توبہ بدون معاف کرانے مدعی کے
بھی ہوسکتی ہے مگر قصاص اور حد قذف میں مستحق شخص کو اپنے اوپر اختیار دے دینا ضروری ہے
اور مال کا حال یہ ہے کہ اگر کسی کا مال غصب یا خیانت یا معاملے میں غبن کرنے سے لے لیا ہو مثلاً
کسیکو فریب دیا ہو یا اپنی چیز کا عیب خریدار سے نہ کہا ہو یا کھوٹا دام چلا دیا ہو یا مزدور کی مزدوری
کم دی ہو یا غصبی ہو تو ایسی قسم کی سب باتوں کی تلاش واجب ہے اور اسمیں کچھ قید حد بلوغ کی
نہیں بلکہ روز پیدایش سے توبہ کے دن تک جو مال اسطرح آیا ہو سب کی تلاش کرے اسلیے
کہ لڑکے کے مال میں اگر اس قسم کا مال آجاوے تو بعد بلوغ کا اوسکا علیحدہ کرنا واجب ہے
بشرطیکہ اوسکے ولی نے اوسمیں کوتاہی کی ہو ورنہ اگر بعد بلوغ ایسا نکریگا تو ظالم ٹھہرے گا اور
اوسکا مواخذہ گردن پر رہیگا حقوق مالی میں لڑکا اور جوان یکساں ہیں اسلیے شروع پیدایش
سے توبہ کے دن تک کوڑی کوڑی کا حساب کر لے ایسا نہو کہ اوسکا حساب قیامت پر جا پڑے
اور مواخذہ میں پھنس جاوے اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کا حساب دنیا میں نہیں کرتا اوسکا حساب
قیامت میں بہت لمبا ہوتا ہے جب اسطرح حساب کرنے سے گمان غالب اور بقدر طاقت کے موافق
معلوم ہوجائے کہ میرے ذمے لوگوں کا اتنا مال ہے تو چاہیے کہ وہ مال جس جس کا ہو
اسامی وار لکھے اور پھر شہر و دیار میں گھومتا پھرے اور ہر ایک کی تلاش کرے اور پھر
معاف کرا لے یا اوسکا حق جتنا ہو حوالہ کرے اور یہ توبہ ظالموں اور تاجروں پر دشوار ہے
اسلیے کہ اون سے سب اہل معاملہ کا تلاش کرنا نہیں ہوسکتا نہ اوسکے وارثوں کی تلاش کر سکتے ہیں

لیکن اونپر بھی واجب ہے کہ حتی الامکان اس باب مین سعی کرین اور اگر اس سے عاجز ہو
تو اسکا اور کوئی علاج نہین بجز اسکے کہ حسنات اس کثرت سے کرے کہ قیامت کے روز
حقدار کا حق اونسے ادا ہوسکے اور اوسکے نامۂ اعمال مین سے حقدارون کے پلے مین
رکھدیے جاوین تو ضرور ہوا کہ جتنے حق لوگون کے اپنے ذمے ہون اونھین کے موافق حسنات
بھی ہون ورنہ اگر حسنات حقوق کو وفا نکرینگے تو حقدارونکے گناہ اسکے ذمے کردیے جاوینگے
اور دوسرون کے گناہون کے بدلے مارا پڑیگا پس جو شخص حقدارون کے حقوق ادا کرنے
چاہے اوسکی توبہ کا یہ طریق ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ تمام عمر حسنات ہی مین کاٹے بشرطیکہ
بقیہ عمر اتنی ہو کہ جتنی حق دبانے مین گذری مگر چونکہ عمر کا حال معلوم نہین شاید موت تک کا زمانہ بہ نسبت
ایام ظلم کے قلیل ہو اسلیے ضرور ہوا کہ جسقدر سیئات کیواسطے مستعد تھا اوس سے زیادہ حسنات
کیواسطے مستعد ہے کیونکہ گناہون کے لیے وقت بہت تھا اور حسنات کے لیے معلوم نہین
شاید تھوڑا ہی وقت ہو اور جو مال کہ پاس موجود ہو اور اوسکا مالک بھی معلوم ہو تو اوسکے
حوالہ کردینا چاہیے اور جسکا مالک معلوم نہو تو اوسکو خیرات کردینا چاہیے اور اگر مال حلال اور
حرام ملگیا ہو تو اٹکل سے جسقدر مال حرام ہو اوسکو نکالکر خیرات کردینا چاہیے چنانچہ اوسکی تفصیل
باب حلال و حرام مین گذر چکی باقی رہا دلونکا ایذا دینا کہ لوگون کے سامنے ایسی باتین کرے
جنسے اونکو ایذا ہو یا غیبت کسیکی کرے تو اوسکا تدارک یہ ہے کہ جسپر کچھ زبان درازی کی ہو یا
دل دکھایا ہو تو ایک ایک کو ڈھونڈھکر معاف کرائے اور اگر کوئی اونمین سے مرگیا ہو
یا مفقود الخبر ہوگیا ہو تو اوسکا تدارک کچھ نہین بجز اسکے کہ حسنات بہت سی کرے تاکہ قیامت کو
عوض کے وقت حسنات سے دے سکے اور جو کوئی ملجاوے اور بخوشی خاطر معاف کردے تو
اوسکی نسبت جو قصور کیا ہوگا اوسکا کفارہ ہوجاویگا مگر اوسپر واجب ہے کہ جتنا قصور کیا ہو اور
جو کچھ زبان سے اوسے کہا ہو وہ بیان کردے مبہم معاف کرانا کافی نہوگا کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے
کہ جب کسی دوسرے شخص کی زیادتی اپنے اوپر معلوم ہوتی ہے تو اوسکا دل معاف کرنے کو
نہین چاہتا ہے اور قیامت پر چھوڑتا ہے کہ اوس روز اوسکی حسنات مین سے عوض لے لونگا
یا میرے قصور اوسکے ذمے چلے جاوینگے پس اگر منجملہ قصور کوئی ایسا ہو کہ اوسکے بیان کرنے
سے دوسرے کو ایذا ہوگی مثلاً کسیکی لونڈی سے زنا کیا ہو یا کسیکی منکوحہ سے یا زبان سے
اوسکو ایسا عیب لگایا ہو جو اوسکے خفیہ عیبون مین سے ہو تو ظاہر ہے کہ ان باتون کو اگر اوسکے



سامنے بیان کریگا تو اوسکو بہت بڑی ایذا ہوگی ایسی صورت مین راہ معاف کرانے کی مسدود ہے
مگر یہ ہوسکتا ہے کہ مبہم معاف کرالے پھر جو کسر رہجاویگی اوسکو حسنات سے پورا کرے جیسا کہ
مردہ اور مفقود الخبر کے حق کے لیے بیان ہوا لیکن ذکر کرنا اور مشہور کرنا ایک نیا قصور ہے
اوسکو بھی معاف کرانا واجب ہے اور اگر جسکا قصور کیا ہے اوسکے سامنے قصور کا ذکر کیا
اور وہ معاف کرنے پر راضی نہوا تو اوسکا وبال مجرم کے ذمے رہیگا اسلیے کہ دوسرے کا حق ابھی
باقی ہے اس صورت مین مجرم کو چاہیے کہ اوسکے ساتھ نرمی مین آئے اور اوسکے کاروبار
حدمت و حاجات مین کام آئے اور اوسکے ساتھ اپنی محبت اور شفقت ظاہر کرے جس سے
اوسکا دل اسکی طرف مائل ہوجائے کیونکہ انسان بندۂ احسان ہوتا ہے جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین

شعر ببخشش اے پسر کادمی زادہ صید　　باحسان توان کرد وحشی بقید

تو جب کوئی شخص عطا کے سبب اچٹ جاتا ہے وہ سلوک سے راضی ہوجاتا ہے غرضکہ جب
اوس شخص کا دل مجرم کیطرف سے نرمی اور دوستی دیکھے گا تو معاف کرنے کے لیے راضی
ہوجاویگا اور اگر اسپر بھی اصرار معاف نہ کرنے پر کیے جاویگا تو مجرم کی نرمی اور معذرت مجاہدہ
اون حسنات کے ہوگی جنسے قیامت مین قصور کا عوض ہوسکے مگر اہل حق کی خوشی اور
رضا مندی اور دلجوئی اور نرمی مین اوسیقدر سعی کرے جتنی کہ اوسکی ایذا مین کی تھی تاکہ مقابلہ
کے وقت اگر برابر خواہ زیادہ ٹھہرے تو قیامت مین عوض ہوسکے مثلاً اگر دنیا مین کوئی شخص
کسیکا مال ضائع کرے اور اوتنا ہی مال لاکر مالک کو دے اور وہ نہ لے اور نہ اپنا مال معاف
کرے تو حاکم اوس مال کے لیے مالک کو اجازت لے لینے کی کردیگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو
اسیطرح میدان قیامت مین جب احکم الحاکمین اور عادل تر منصفین کا حکم جاری ہوگا تو وہان
بھی ایسا ہی حکم ہوگا۔ بخاری اور مسلم مین حضرت ابوسعید خدری رض سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے امتون مین ایک شخص تھا جسنے ننانوے [99] لوگون کو
قتل کیا تھا اوسنے پوچھا کہ جہان مین سب سے بڑا عالم کون شخص ہے لوگون نے کہا کہ فلان
راہب ہے وہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ مین نے ننانوے آدمی جان سے مارڈالے ہین میری توبہ بھی
مقبول ہوگی راہب نے جواب دیا کہ نہین اوسنے راہب کو بھی مارڈالا اور سو قتل پورے کیے
پھر لوگون سے پوچھا کہ اب زیادہ عالم کون ہے لوگون نے تلادیا کہ فلانا عالم ہے وہ اوسکے
پاس گیا اور کہا کہ مین نے سو آدمی قتل کیے ہین میری توبہ قبول ہوگی یا نہین عالم نے فرمایا

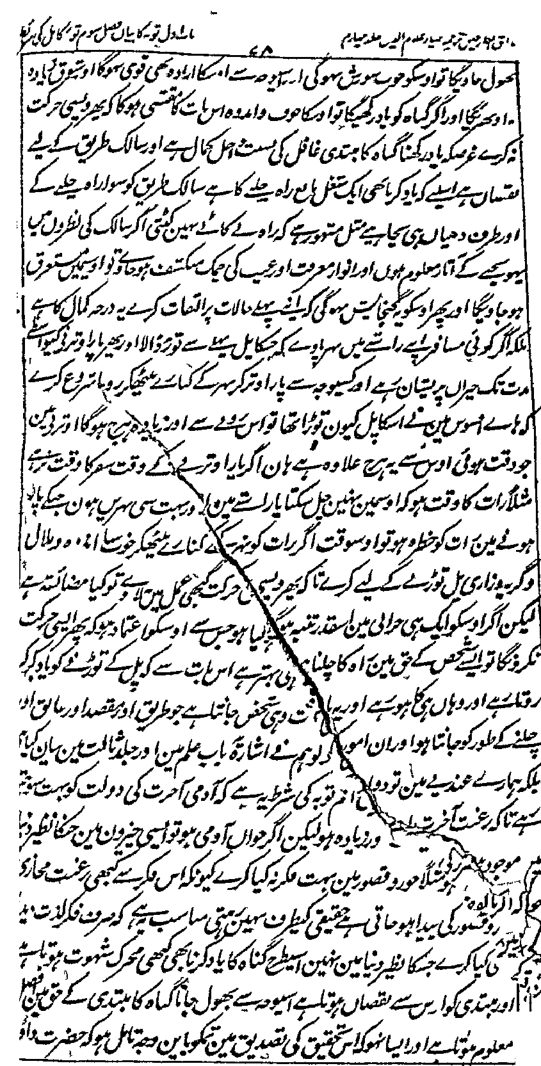
زور ہونے کی جہالت خواہ غفلت یا اور کوئی سبب ہوتا ہے اور غلبہ شہوت اسباب سے
لذت قوی رہتی ہے اسواسطے گو مذمت ہوتی ہے مگر اتنی نہیں ہوتی کہ اوس سے آدمی
تحریک عزم پر قادر ہو پس اگر شہوت قوی سے ہیج ہے اور بمقابلہ خوف شہوت ضعیف پڑے
تو خوف غالب ہو کر شہوت کو دبا لیگا اور اسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی معصیت کو چھوڑ دے ۔
اور کبھی فاسق کو شراب کی ایسی رغبت ہوتی ہے کہ اوس سے صبر نہیں کر سکتا مگر غیبت اور عیب جوئی
اور غیر محرم کے دیکھنے کی خواہش چندان نہیں ہوتی ہے اور خوف خدا اس درجے کا رکھتا ہے کہ رغبت
ضعیف کا استیصال اوس سے ہو سکتا ہے قوی کا نہیں ہو سکتا تو اوس خوف کے باعث جرم
ترک ایسے افعال کا کر لیتا ہے جنکی رغبت کم ہوتی ہے اور اپنے دل مین کہتا ہے کہ اگر شیطان بعض
گناہون مین بغلبۂ شہوت کے باعث مجھپر غالب ہو گیا تو مجھے یہ نچاہیے کہ اوسکے قابو کا ہو رہون
اور باگ ڈھیلی چھوڑ دون بلکہ بعض گناہون مین تو اوس سے مجاہدہ کرون اور غالب آؤن تاکہ شاید
اونمین مین غالب آنا کفارہ بعض گناہون کا ہو اور اگر فاسق کو یہ خیال نہو تو پھر نماز پڑھنا اور
روزہ رکھنا اوسکا سمجھ مین نہین آتا ۔ اور اگر اوس سے یہ کہا جاوے کہ تو جو نماز پڑھتا ہے اگر
غیر خدا کے لیے ہے تو ناجائز ہے اور اگر خدا کیواسطے ہے تو فسق کو بھی خدا کیواسطے چھوڑ دے
کیونکہ خدا کا حکم دونون چیزون کو ایکسا ہے پھر نماز سے تقرب الی اللہ کا قصد کرنا اور ترک فسق سے
نکرنا غیر ممکن ہے تو اس بات کا جواب وہ یہ دیگا کہ خدای تعالی نے میرے اوپر دو حکم کیے اور مین
اگر دونون کو نمانون تو دو عذاب مجھپر ہون لیکن اون ایک امر کی بجا آوری مین تو مین قدرت شیطان
کے دبانے کی رکھتا ہون اور دوسرے کی بجا آوری مین عاجز ہون تو جسمین قادر ہون
اوس سے شیطان کو مغلوب کرتا ہون اور اپنے مجاہدے وغیرہ سے مجھے توقع ہے کہ خدای تعالی اس
مجاہدے کو کفارہ اوس تقصیر کا کرے جسمین مین عاجز ہون کیا [illegible] اس بات کے امکان مین کچھ
شک نہین بلکہ ہر مسلمان کا یہی حال ہے کونسا مسلمان ہے جو جامع طاعت اور معصیت کا نہو اور
اوسکی وجہ سوا سے تقریر مذکورہ بالا کے کچھ اور نہین اور جب یہ بات سمجھ چکے تو یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ خوف کا غالب آنا شہوت پر بعض گناہون مین ممکن ہے اور یہ کہ خوف اگر فعل گذشتہ سے ہوگا
تو موجب ندامت ہوگا اور ندامت مورث عزم ہوتی ہے علاوہ ازین حدیث شریف جو مذکور ہے
الندم توبۃ اسمین یہ شرط نہین کہ سب گناہون پر ندامت ہو اسیطرح دوسری حدیث
التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ مین سب گناہون کی قید نہین فرمایا

اس تحقیق سے وہ قول مذکورہ بالا جاتا رہا کہ دو شکون میں سے ایک شکے کی شراب سے توبہ
کرلی غیر ممکن ہے اسواسطے کہ ان دونوں کا حال شہوت کے اسباب اور حدای تعالی کے
غضب میں گرفتار کرنے کے باب میں یکساں ہے - ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آدمی شراب خواری سے
توبہ کرے اور نبیذ سے نہ کرے اسلیے کہ غضب الٰہی کے تعلق کے اعتبار سے ان دونوں میں
فرق ہے اسیطرح بہت گناہوں سے توبہ کرے اور تھوڑے سے نکرے تو ہوسکتا ہے اسلیے کہ
کثرت گناہوں کو کثرت عقوبت میں تاثیر ہوتی ہے تو خوف زیادتی عقوبت سے بعض شہوتیں خدا
کیواسطے چھوڑ دیتا ہے اور جس خواہش میں اس خوف کا کچھ اثر نہیں ہوتا اوسکو نہیں چھوڑتا
جیسے کسی بیمار کو طبیب میوے کی ممانعت کردے تو وہ کم کھانے پر تو جرأت کر بیٹھتا ہے
اور زیادہ پر جرأت نہیں کرتا زیادتی طبیب کے کہنے کے موجب چھوڑ دیتا ہے اور کم کو کچھ چندان
مضر نہیں جانتا اسواسطے اوسکو نہیں چھوڑتا - حاصل اس سے یہ ہوا کہ یہ بات غیر ممکن ہے کہ آدمی ایک
چیز سے تو توبہ کرے اور اوسکے مثل سے توبہ نکرے بلکہ ضرور ہے کہ جس سے توبہ کی ہو وہ مخالف ہو
اسکے جس سے توبہ نہیں کی خواہ مخالفت باعتبار شدت کے ہو یا باعتبار غلبہ شہوت کے اور جب
یہ فرق توبہ کرنے والے کے اعتقاد میں موجود ہوجاتا ہے تو اوسکے موجب اوسکا حال بھی خوف اور
ندامت میں مختلف ہوتا ہے اور ایسی سے ترک آیندہ کا حال بھی مختلف ہوتا ہے پس توبہ کرنے والا
اگر گناہ گذشتہ پر نادم ہوا اور عزم ترک کو نباہ کر رہا تو اون لوگوں میں ملجاویگا جنہوں نے گناہ کیا
تو اوسے طاعت الٰہی سب اوامر نواہی میں جاری ہو - اب اگر کوئی یہ پوچھے کہ اگر کوئی نامرد پہلے
مردی سے زنا کر بیٹھے اور حالت نامردی میں اوس سے توبہ کرے تو اوسکی توبہ درست ہوگی یا نہیں
اوسکا جواب یہ ہے کہ جائز نہوگی اسلیے کہ توبہ اوس ندامت کا نام ہے جس سے عزم ترک
افعال کا پیدا ہو جسکے کرنے کی اوسیا آدمی کو قدرت ہے اور جس پر قدرت ہی نہیں وہ خود بخود
تیرے ہے کچھ اسکے چھوڑنے سے نہیں گئے لیکن ایک بات ہے کہ اگر بعد نامردی کے اوسکو
زنا کے ضرر کی وقفیت ہوا کہ جو ... کہ اگر بالفرض ... سکے یا ... بہت اچھی طرح ہوئی اور اس حسرت سے ایسی حسرت و ندامت جوش زن
... تو وہ ... سب ... وسلو شہوت باقی بھی ہوتی تو اس ندامت سے جاتی رہتی یا مغلوب ہوجاتی تو
... تو کچھ خلاف نہ ہو ... اوسکا قصور معاف ہوجائے اور یہ ندامت اوسکا کفارہ ہوجاوے کیونکہ
... اور بہتیر کوئی ... میں ... ممکن کہ اگر پہلے نامردی کے توبہ کرلیتا اور توبہ کے بعد مرجاتا تو ... نہیں ہے
حالت طاری نہیں ہوئی جسمیں ہیجان شہوت ہوتا اور تقاضائے شہوت

آسان میسر ہوتے مگر اوسکو تائب اسی نظر سے کہتے ہین کہ اوسکی ندامت ایسے درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ اگر بالفرض قصد زنا ظاہر بھی ہوتا تو ندامت کے سبب اوس سے باز رہتا اس سے معلوم ہوا کہ نامرد کے حق مین ندامت کا اس درجے کو پہونچنا محال تو نہین مگر یہ کہ اوسکو اپنے نفس کا حال معلوم نہین اسلیے کہ جو شخص کسی چیز کی خواہش نہین رکھتا وہ اپنے نفس کو ادنے توجہ سے اوسکے ترک پر قادر فرض کر لیتا ہے حالانکہ خدا ہی تعالی اوسکے دل کا حال اور مقدار ندامت کو خوب جانتا ہے شاید اوسکی توبہ قبول کرے اور ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ قبول فرمائے۔ اور حاصل اس سب کا یہ ہے کہ گناہ کی تاریکی دل سے دور ہونے کے لیے دو باتین چاہییے اول سوزش ندامت دوم ترک معصیت کے لیے آئندہ کو مجاہدے کی شدت اور صورت مفروض مین زوال شہوت کی جہت سے مجاہدہ نہین ہوسکتا لیکن اگر ندامت ایسی اتنی قوی ہو کہ بدون مجاہدے کے گناہ کی ظلمت دور کر دے تو کچھ محال نہین اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قائل ہونا پڑیگا کہ ہر تائب کی توبہ جب قبول ہوتی ہے جب بعد توبہ کے کچھ دنون زندہ رہے اور اون دنون مین چند بار عین اس قصد کی تمنا مین اپنے نفس پر مجاہدہ کرے اور بظاہر شرع مین یہ شرط مفہوم نہین ہوتی۔ اب اگر دو تائب فرض کیے جاوین جنمین سے ایک کو تو میل گناہ کیطرف نہین رہا اور ایک کو خواہش ہے مگر وہ نفس پر مجاہدہ کرکے اوسکو روکتا ہے تو انکے ایک دوسرے کی فضیلت مین علما کا اختلاف ہے احمد بن ابی الحواری اور ابو سلیمان دارانی کے ہمراہی تو مجاہد کو افضل بتلاتے ہین اسوجہ سے کہ اوسکو توبہ کے ساتھ مجاہدے کی زیادتی ہے اور علماے بصرہ اول شخص کو افضل بتلاتے ہین اس نظر سے کہ وہ اگر توبہ مین سستی بھی کرے تو سلامتی کیطرف قریب ہے بہ نسبت مجاہد کے کہ اوسمین مجاہدہ کی ایک پنچ لگی ہوئی ہے اور ان دونون فریق کے قول کی مین کچھ راستی ہے مگر نفس الامر اچھی طرح کسی مین بھی نہین اور اس باب مین تحقیق یہ ہے کہ جس شخص کا میل گناہ کی طرف نہین رہا اوسکی دو صورتین ہین ایک تو یہ کہ نفس شہوت کے قصد سے [illegible] تو ایسے شخص سے مجاہد ہی افضل ہے کیونکہ گناہ کو مجاہدے سے چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شخص بڑا زبردست ہے اور اسکا دین شہوت پر غالب ہے تو ظاہر ہے کہ [illegible] بھی قوی ہوگا اور دین بھی اور دین کے قوی ہونے سے ہماری غرض دل کا ارادہ کا ظاہر ہونا ہے جو یقین کے آثار سے پیدا ہوتا ہے اور اوس شہوت کی بیخ کنی کرتا ہے

جو شیاطین کے اشارے سے پیدا ہوتی ہے غرضکہ مجاہدے سے دین ویقین کی قوت
یقیناً معلوم ہوتی ہے باقی رہی یہ بات کہ بے خواہش والا سلامتی کیطرف زیادہ قریب ہے
اسلیے کہ اگر توبہ میں سستی کرے تو گناہ نکریگا تو یہ درست ہے مگر افضل کا لفظ استعمال کرنا
اس مقام میں صحیح نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ نامرد افضل ہے مرد سے اسلیے کہ نامرد
شہوت کے خطرات سے مامون ہے اور لڑکا افضل ہے بالغ سے اسوجہ سے کہ وہ اسلم ہے اور
مفلس آدمی اوس بادشاہ سے افضل ہے جو اپنے دشمنوں کی استیصال کرتا ہے اسلیے کہ مفلس کا
کوئی دشمن ہی نہیں اور بادشاہ کو یہ خطرہ موجود ہے کہ اگر آپ چند بار غالب ہوگا تو ایک بار
مغلوب بھی ہوگا اسطرح کی باتیں ایسے شخص کیا کرتے ہیں جو سیدھے سادے ہوں اور ظاہری
پیرایہ پر نظر رکھتے ہوں اور یہ نجانتے ہوں کہ عزت اور برتری حملے کی جگہ اور اون میں گھسنے سے
حاصل ہوتی ہے ہرجا کہ گلست آنجا خارست خود مست موہے بلکہ ان لوگوں کا قول ایسا ہے
جیسا کوئی کہے کہ جس شکاری کے پاس گھوڑا اور کتا نہو وہ فن شکار میں افضل ہے اوس
شخص کی نسبت جسکے پاس یہ دونوں ہوں اسلیے کہ گھوڑے سوار اور کتے والے کو یہ خطرہ ہووا
کہ گھوڑا شرارت کرکے کہیں پٹک دے اور ہاتھ پاؤں توڑ دے اور کتا شرارت کرکے
کہیں کاٹ کھائے حالانکہ یہ بات غلط ہے صحیح یہی ہے کہ گھوڑے اور کتے والا جب بہت
ہوگا اور دونوں کو سدھانا جانتا ہوگا وہ رتبے میں دوسرے سے اعلی ہوگا اور شکار بھی
اسکو زیادہ ہوگا۔ دوسری حالت یہ ہے کہ یہ تو مائل گناہ کا اسوجہ سے کہ یقین قوی ہو گیا ہو
اور اول مجاہدہ سچا کرکے شہوت کا استیصال کردیا ہو یہان تک کہ شریعت کے ادب کے
محکوم ہوگئی ہو اور بدون اشارہ دین کے ہیجان میں نہ آتی ہو اور غلبہ دین کے تحت
ساکن ہوگئی ہو تو ایسا شخص البتہ اوسکی نسبت اچھا ہے جسکو ہیجان شہوت کا رنج کھینچنا پڑتا
اور یہ جو کہتے ہیں کہ ایسے شخص نفس کو مجاہدے کی زیادتی ہے تو اونکو مقصود مجاہدہ کی [illegible]
ورنہ ایسا نہ کہتے اصل یہ ہے کہ مجاہدہ خود تو مقصود نہیں بلکہ اوس سے دشمن کا اپنے آپ
سے علیحدہ کرنا منظور ہے تاکہ وہ اپنی شہوات کیطرف نہ کھینچ لیجاوے اور اگر کھینچ نہ سکے تو راہ
دین پر چلنے سے روکے پس اگر دشمن کو دبا پایا اور مقصود حاصل ہو گیا تو تمھاری جیت
اور اگر اوس سے لڑائی جھگڑا قائم ہے تو فتح نہیں ہوئی ابھی دلی دور ہے مثلاً اگر ایک شخص
دشمن کو پکڑ کر غلام بنالے اور ایک ابھی اپنے دشمن سے لڑتا ہے اور طریق نجات نہیں

تو ظاہر ہے کہ اول شخص نہایت اعلیٰ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص کتے اور گھوڑے کو اتنا سدھاوے
کہ دونون اپنی اپنی حرکات ناشایستہ چھوڑکر اوسکے پاس سورہین اور دوسرا شخص اونکی تادیب ہی
مین ابھی مشغول ہو تو رتبہ مین اول ہی شخص بڑھکر ہوگا۔ اور اس باب مین بعض لوگون نے غلطی کی ہے
اونھون نے یہ سمجھ لیا کہ مقصود اعلیٰ صرف مجاہدہ کرنا ہے اور یہ نجانا کہ مجاہدہ صرف اسلیے ہے کہ راستے
کے عوائق سے نجات ہوجاوے اور بعض لوگون کو یہ گمان ہوگیا کہ مقصود یہ ہے کہ شہوات کی
بیخ کنی ہو اور بالکل اونکو نابود کردیا جاوے اور اسی گمان پر اونھون نے اپنے نفس کا امتحان لیا
اور جب یہ بات نہ حاصل ہوئی تو اس بات کے قائل ہوے کہ یہ امر محال ہے اور شریعت کو جھوٹا
جانا اور اباحت کا رستہ اختیار کیا اور شہوات کے اتباع مین ڈھیلی باگ کردی حالانکہ یہ سب باتین
جہالت اور گمراہی کی ہین اور اسکی تقریر ہمنے جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین لکھی ہے
اب اگر کہو کہ ایک تائب تو اپنے گناہ کو بھول گیا اور اوسکا فکر نہین کرتا اور دوسرے نے گناہ کو
پیش نظر کر رکھا ہے اور ہمیشہ اوسکو سوچ کر ندامت کی آگ مین جلتا رہتا ہے تو ان دونون مین
افضل کونسا شخص ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس باب مین بھی لوگ مختلف قول کہتے ہین بعضونکا
قول تو یہ ہے کہ توبہ کی حقیقت یہی ہے کہ آدمی اپنے گناہ کو پیش نظر رکھے اور بعض یہ کہتے ہین
کہ توبہ اسکا نام ہے کہ گناہ کو نسیاً منسیاً کردے اور یہ دونون قول ہمارے نزدیک درست ہین
مگر دو حالون سے متعلق ہین اور صوفیون کے کلام مین ہمیشہ قصور رہتا ہے اسواسطے کہ اونمین
ہر ایک کی یہ عادت ہے کہ صرف اپنے نفس کا حال بیان کیا کرتے ہین دوسرے کے حال سے
اونکو غرض نہین ہوتی حالانکہ احوال کے اختلاف سے جواب بھی مختلف ہوا کرتے ہین اور علم کے
اعتبار سے یہ بات صوفیون کی وجہ نقصان ہے کیونکہ اشیا کی اصل حقیقت کو جاننا افضل و اعلیٰ ہے
لیکن اگر ہمت و ارادہ کی نظر سے اونکے قول کو دیکھو تو کامل ہے باین وجہ کہ جب آدمی اپنے ہی
نفس کو دیکھتا رہیگا تو اوسکو دوسرے کے حال سے غرض نہوگی کیونکہ طریق الی اللہ اوسکے
حق مین اوسکا نفس ہے اور منازل اوس راستے کے نفس کے حالات ہین تو اس نظر سے دوسرے کے
حالات جاننے کی کچھ ضرورت نہین اور کبھی بندے کا رستہ خدا کی طرف سیکھنے سکھانے سے بند
ہوتا ہے اسلیے کہ اوسکی طرف راستے بہت ہین گو بعضے نزدیک ہین اور بعضے دور اور اصل ہدایت
مین سب شریک ہین مگر خدا کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ ہدایت پر کون ہے اب ہم کہتے ہین
کہ گناہ کا سامنے رکھنا اور اوسپر درد کرنا مبتدی کے حق مین کمال ہے اسلیے کہ اگر مبتدی گناہ کو



بھول جاویگا تو اوسکو خوب سوزش ہوگی اور سکا ارادہ بھی قوی ہوگا اور شوق زیادہ
اوٹھیگا اور اگر گناہ کو یاد رکھیگا تو اوسکا خوف و اندوہ اس بات کا مقتضی ہوگا کہ پھر ویسی حرکت
نہ کرے غرضکہ یاد رکھنا گناہ کا مبتدی غافل کی نسبت اصل کمال ہے اور سالک طریق کے لیے
نقصان ہے اسلیے کہ یاد کرنا بھی ایک شغل مانع راہ چلنے کا ہے سالک طریق کو سوار راہ چلنے کے
اور طرف دھیان ہی بیجا ہے مثل مشہور ہے کہ راہ کے کانٹے ہین کشتی اگر سالک کی نظروں میں
یہ سوجھے کہ آثار معلوم ہوں اور انوار معرفت اور غیب کی جھلک منکشف ہوجاوے تو اوسمین مستغرق
ہوجاویگا اور پھر اوسکو گنجایش ہوگی کہ اپنے پہلے حالات پر التفات کرے یہ درجہ کمال کا ہے
بلکہ اگر کوئی مسافر اپنے راستے میں ٹہر جاوے کہ جس کا پل پہلے سے توڑ ڈالا اور پھر پار پاوتر نے کیواسطے
مدت تک حیران پریشان رہے اور کسیوجہ سے پار اوتر کر نہر کے کنارے بیٹھکر رونا شروع کرے
کہ ہائے افسوس مین نے اسکا پل کیون توڑا تھا تو اس رونے سے اور زیادہ حرج ہوگا اوتر نے مین
جو دقت ہوئی اوس سے یہ حرج علاوہ ہے ہان اگر پار اوترنے کے وقت سفر کا وقت نرہے
مثلاً رات کا وقت ہو کہ اوسمین نہین چل سکتا یا راستے مین اور بہت سی نہریں ہون جنکے پار
ہونے مین رات کو خطرہ ہو تو اوسوقت اگر رات کو نہر کے کنارے بیٹھکر خوب سا اندوہ و ملال
و گریہ و زاری پل توڑنے کے لیے کرے تا کہ پھر ویسی حرکت کبھی عمل مین لاوے تو کیا مضائقہ ہے
لیکن اگر اوسکو ایک ہی حرانی مین اسقدر تنبیہ ہوگیا ہو جس سے اوسکو اعتماد ہو کہ پھر ایسی حرکت
نکریگا تو ایسے شخص کے حق مین راہ کا چلنا ہی بہتر ہے اس بات سے کہ پل کے توڑنے کو یاد کرکر
روتا ہے اور وہاں ہی کا ہو رہے اور یہ بات وہی شخص جانتا ہے جو طریق اور مقصد اور سالک اور
چلنے کے طور کو جانتا ہوا اور ان امور [illegible] کو ہم نے اشارۃً باب علم مین اور جلد ثالث مین بیان کیا ہے
بلکہ ہمارے عندیے مین تو دوام توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت سوچتا
رہے تا کہ رغبت آخرت [illegible] ور زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزون مین جنکا نظیر دنیا
مین موجود [illegible] ہو مثلاً حور و قصور مین بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی رغبت مجازی
حور [illegible] کرا [illegible] رو قصور کی پیدا ہوجاتی ہے حقیقی کیطرف نہین رہتی مناسب یہ ہے کہ صرف فکر لذت دیدار
[illegible] کیا کرے جسکا نظیر دنیا مین نہین اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہے
اور مبتدی کو اس سے نقصان ہوتا ہے اسیوجہ سے بھول جانا گناہ کا مبتدی کے حق مین فضل
معلوم ہوتا ہے اور ایسا نہو کہ اس تحقیق کی تصدیق مین تمکو اینوجہ تامل ہو کہ حضرت داؤ

اسی توبہ کو توبہ نصوح کہتے ہیں اور ایسے ہی نفس کو نفس مطمئنہ بولتے ہیں جو اپنے پروردگار
کے سامنے اسی طرح جاویگا کہ یہ اوس سے راضی اور وہ اس سے خوش اور ایسے ہی لوگون کیطرف
اشارہ ہے اس حدیث شریف میں کہ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَهْتَرُوْنَ بِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى وَضَعَ
الذِّكْرُ عَنْهُمْ أَوْزَارَهُمْ فَوَرَدُوا الْقِيَامَةَ خِفَافًا یعنی اسمین یہ اشارہ ہے کہ اونپر بوجھ تھا مگر ذکر نے
اوسکا بوجھ اوتار دیا پھر اس طبقے کے کئی درجات ہوسکتے ہین مثلاً بعض تو ایسے ہونگے کہ جسوقت
توبہ کی اوسوقت اوسکے شہوات معرفت کے قہر مین دب گئین اب نہ اونکو اوسکے نفس سے
چندان نزاع ہے نہ مسلک طریقت کے لیے اوس سے مزاحمت اور بعض ایسے ہونگے کہ شہوات کا
نزاع اونکے نفس سے رہیگا مگر وہ مجاہدہ اصل اور رد شہوات مین تاخیر و دیر کرتا ہے پھر نزاع
کے درجات بھی باعتبار کثرت اور قلت اور اختلاف مدت اور اختلاف نوع کے متفاوت ہین
اسیطرح عمر کی کمی بیشی سے بھی تفاوت ہوجاتا ہے مثلاً بعض آدمی ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کرتے ہی
مرجاتے ہین ایسون کے حال پر غبطہ ہوتا ہے کہ سلامت چلے گئے اور کچھہ فتور توبہ مین نہ ہوا
بعض ایسے ہوتے ہین کہ توبہ کے بعد مدتون جیتے ہین اور بعض پر مجاہدہ اور صبر کرتے بار بار
اور توبہ پر جمے رہتے ہین اور بہت سے حسنات بجا لاتے ہین ایسے لوگون کا حال
افضل ہے اسواسطے کہ ہر ایک حسنات کے مٹانے کے لیے ایک نیکی ہوتی ہے بلکہ [illegible]
تو یہ قول ہے کہ گناہگار جس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے وہ حسنات [illegible] ہوکہ پھر ایسی حرکت
نہ کرے اس بار اوس گناہ پر قدرت پاکر خدا کے خوف [illegible] سے کہ دل کے توڑنے کو یاد کرکر
[illegible] دور از قیاس ہے الا اگر ایسی صورت پیش جاتا ہے جو طریق اور مقصد اور سائق اور
چلنے کے مرض کم رو رکو سمجھا ہے کہ اس بات پر ہمنے اشارہ باب علم مین اور جلد ثالث مین بیان کیا ہے
بلکہ ہمارے [illegible] لیے یہان تک [illegible] توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی آخرت کی دولت کو بہت چاہتا
ہے تاکہ رغبت آخرت [illegible] زیادہ ہو لیکن اگر جوان آدمی ہو تو ایسی چیزون مین جنکا نظیر دنیا
موجود [illegible] ہو مثلاً حور و قصور مین بہت فکر نہ کیا کرے کیونکہ اس فکر سے کبھی رغبت مجازی
[illegible] قصور کی پیدا ہو جاتی ہے حقیقی کیطرف نہین رہتی مناسب یہ ہے کہ صرف لذت دیدار
[illegible] کیا کرے جسکا نظیر دنیا مین نہین اسیطرح گناہ کا یاد کرنا بھی کبھی محرک شہوت ہوتا ہے
اور مبتدی کو اوس سے نقصان ہوتا ہے اسیوجہ سے بھول جانا گناہ کا مبتدی کے حق مین افضل
معلوم ہوتا ہے اور ایسا ہو کہ اس تحقیق کی تصدیق مین تمکو یہ وجہ تامل ہو کہ حضرت داؤد

یعنی وعظ کے مجمع مین حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلون سے خالی کر کے سننے کی طرف مصروف ہوا اور جو سنے اوسکو خوب سمجھنے کے لیے بنا غور کرے اس تدبیر سے بیشک خوف پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہوجاویگا تو اوسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور اسباب طلب علاج کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدای تعالی کی توفیق اور اس امر کو اوسپر آسان کردینا اضافہ ہوگا پس جو شخص اپنا دل لگا کر سنے گا اور خوف سے واقف ہو کر خدای تعالی سے ڈریگا اور منتظر ثواب ہوگا اور پہلی بات کو سیح جانیگا تو خدای تعالی اوسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہونچا دے گا۔ اور جو شخص اس باب مین بخل کریگا اور اپنا کان بند کریگا اور بے پروائی برتیگا اور عمدہ بات کو صاحب سمجھیگا اوسکو خدای تعالی آہستہ آہستہ سختی مین پہونچا دیگا پھر دنیا کی لذت ہے پس جب تم سے کوئی لغزش ہوجاوے تو [illegible] جاپڑیگا [illegible] کرو تو خطا کو جڑ سے اوکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جس وقت تمکو غصہ آوے اوسکو روکو انتہی۔ اور مطرف بن عبد اللہ رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی خدمت مین لکھا کہ بعد حمد وصلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ دنیا عقوبت کا گھر ہے اوسکو وہی جمع کرتا ہے جسکو عقل نہین اور اوس سے مغالطہ اوسیکو ہوتا ہے جسکو علم نہین ای امیر المومنین اوسمین ایسے رہو جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے کہ خوف انجام بد کے درد سے شدت دوا پر صبر کیا کرتا ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد وصلوۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا کے اولیا کی اور اوسکے اعدا کی دونون کی دشمن ہے اوسکے اولیا کو رنج پہونچاتی ہے اور اعدا کو مغالطہ دیتی ہے۔ اور نیز اپنے بعض عاملون کو آپ نے لکھا کہ تمکو قدرت بندون پر ظلم کرنے کی حاصل ہے مگر جب کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمھارے اوپر بھی خدا قادر ہے اور اس بات کو خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگون پر تم جور وستم کروگے وہ اونپر گذر جائیگا مگر تمپر باقی رہیگا اور یہ بھی جان لو کہ خدای تعالی مظلومون کے انتقام مین ظالمون کو پکڑیگا والسلام۔ حاصل یہ کہ وعظ عام اسطرح کا ہونا چاہیے اور جسکا حال معلوم ہو اوسکو بھی اسیطرح نصیحت کرنی چاہیے اسلیے کہ یہ نصیحتیں مثل غذاؤن کے ہین جس سے ہر ایک کو فائدہ ہوسکتا ہو اور ازانجا کہ اسطرح کی واعظ اب نایاب ہین اسیلیے باب وعظ بالکل مسدود ہوگیا اور معاصی فساد غالب ہوگئے لوگون کو ایسے واعظون سے کام پڑا جو سجع اور قافیے سے باتین چکناتے ہین اور اشعار سناتے ہین اور بات کہ اونکے حوصلہ علمی کے موافق نہین اوسکو بھی بتکلف ذکر کرتے ہین اور دوسرے لوگون کے

یعنی وعظ کے مجمع مین حاضر ہونا چاہیے پھر دل کو سب شغلون سے خالی کرکے سننے کی
طرف مصروف ہو اور جو سنے اوسکو خوب سمجھنے کے لیے غور کرے اس سے بیرت بیشک خوف
پیدا ہوگا اور جب خوف قوی ہو جاویگا تو اوسکی اعانت سے صبر میسر ہوگا اور اسباب طلب علاج
کے پیدا ہونگے اسکے بعد خدای تعالی کی توفیق اور اس امر کو اوسپر آسان کر دینا اضافہ ہوگا
پس جو شخص اپنا دل لگا کر سنے گا اور خوف سے واقف ہو کر خدای تعالی سے ڈریگا اور منتظر
ثواب ہوگا اور بھلی بات کو سچ جانیگا تو خدای تعالی اوسکو رفتہ رفتہ آسانی پر پہونچا دے گا
اور جو شخص اس باب مین بخل کریگا اور اپنا کان نہ دیگا اور بے پروائی برتیگا اور عمدہ بات کو
جھٹلا دیگا اوسکو خدای تعالی آہستہ آہستہ سختی مین پہونچا دیگا پھر دنیا کی لذیذ چیزون سے
اوسکے کچھ کام نہ آویگا جب ہلاک ہو کر گڑھے مین جا پڑیگا انبیا کا کام یہی تھا کہ ہدایت کے
طریق بیان کردین باقی دنیا و آخرت دونون خدا ہی کے ہین - اب اگر کوئی یون کہے کہ اس
تقریر کا مآل ایمان پر جا رہا اسواسطے کہ ترک گناہ بدون اوس سے صبر کیے ممکن نہین اور صبر بدون
واقفیت خوف کے ممکن نہین اور خوف بدون علم کے نہین ہوتا اور علم جب حاصل ہوتا ہے
جب زیادتی ضرر گناہون کی تصدیق ہو اور زیادتی ضرر کی تصدیق بعینہ اللہ و رسول کی
تصدیق ہے جسکا نام ایمان ہے تو گویا خلاصہ تقریر یہ ہو کہ جو کوئی گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ
اسلیے کرتا ہے کہ اوسکو ایمان نہین حالانکہ یہ بات قیاس کے خلاف ہے کہ اصرار والے کو
ایماندار نہ کہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصرار مین ایمان مفقود تو نہین ہوتا بلکہ ضعف ایمان سے
یہ حرکت ظاہر ہوتی ہے اسلیے کہ یہ بات تو ہر ایک ایماندار مانتا ہے کہ گناہ کرنا سبب خدا کی
دوری کا اور عذاب آخرت کا ہوتا ہے پھر جو گناہ مین مبتلا ہوتا ہے تو اسکی کئی وجہین ہین
وجہ اول تو یہ کہ جس عذاب کا وعید ہے وہ موجود نہین نظر سے غائب ہے اور نفس انسانی
کی سرشت اسطور پر ہے کہ اوسکو جتنا اثر حاضر سے ہوتا ہے وتنا غائب سے نہین ہوتا اسلیے
موعود چیز کی تاثیر اوسپر بہ نسبت حاضر چیز کے ضعیف ہوتی ہے دوسری وجہ یہ کہ شہوات جو
گناہون کی باعث ہوتی ہین اونکی لذتین نقد ہین جو آدمی کے گلے کا ہار ہوتی ہین اور اونکی
عادت و الفت ہونے سے قوت و غلبہ پا جاتی ہین اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت
ہوتی ہے اور حال کی لذت آیندہ کے خوف سے چھوڑنی نفس پر دشوار ہے چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہے كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اور اس امر کی صحیح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا حُفَّتِ الجَنَّةُ بِالمَکارِہِ
وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّہَوَاتِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے دوزخ
پیدا کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم کیا کہ جا کر اوسکو دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کی
قسم ہے تیری عزت کی جو کوئی اوسکا حال سنیگا کبھی اوسمین نجاویگا پھر اوسکو شہوات سے
ڈھانک دیا اور حضرت جبریل کو ارشاد ہوا کہ اب جا کر دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم
تیری عزت کی اب مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی مومن اوسمین [illegible] ہوے نہ رہیگا اور جنت
پیدا کر کے حضرت جبریل کو حکم کیا کہ جا کر دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت کی
جو کوئی اسکا حال سنیگا وہ داخل ہوگا پھر جنت کو خدای تعالی نے مکروہات مین چھپا
حضرت جبریل کو ارشاد فرمایا کہ اب جا کر دیکھو اونھون نے دیکھکر عرض کیا کہ اب مجھے یہ خوف ہے
کہ اوسمین کوئی داخل ہوتا ہی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہوت کا سر دست موجود ہونا اور عدم
احکام کو دیر کر ہونا اصرار کیلیے دو سبب کھلے ہوے ہیں باوجودیکہ اصل ایمان موجود رہتا
دیکھو ایک شخص جو اپنے مرض مین برف کا پانی شدت پیاس کے باعث پیتا ہے وہ اہل
طب کا منکر نہیں ہوتا اس بات کا منکر کہ یہ پانی میرے حق مین مضر ہے مگر چونکہ شہوت غالب ہے
اور اوس صبر کرنے کا رنج بالفعل موجود ہے اسلیے جو تکلیف و مضرت کہ آیندہ کو ہوگی وہ
آسان معلوم ہوتی ہے تیسری وجہ یہ کہ گناہگار مومن اکثر توبہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنی
برائیون کو حسنات سے مٹانا چاہتا ہے اور وعدہ بھی شرع مین موجود ہے کہ حسنات سے
سئیات دور ہوجاتی ہین مگر چونکہ طول امل طبیعتون پر غالب رہتی ہے اسواسطے وہ ہمیشہ توبہ مین
تاخیر کرتا رہتا ہے خلاصہ یہ کہ باوجود ایمان کے توفیق توبہ کی امید مین گناہ کا مرتکب ہوتا ہے
چوتھی وجہ یہ کہ کوئی مسلمان بالیقین ایسا نہین جسکو یہ اعتقاد نہو کہ گناہ موجب ایسی عقوبت
کے نہین ہوتے جنکا معاف ہونا ممکن نہو پس گناہ کرتے ہین اور خدا کے فضل پر بھروسا
کر کے اوسکے معاف ہوجانے کی توقع رکھتے ہین چنانچہ کسیکا شعر ہے **شعر**

ہم بھی کہینگے داور محشر سے روز حشر	کیا کیا کرم کیے تری رحمت نے دور پر

یہ چار وجہیں ہین کہ باوجود باقی رہنے اصل ایمان کے موجب اصرار گناہون کی ہوتی ہین
ہان بعض اوقات مجرم ایک پانچوین سبب سے مرتکب گناہ ہوتا ہے جس سے اصل ایمان ہی مین
خلل واقع ہوتا ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ سرے سے مجرم کو رسول کے صادق ہونے مین

شک ہوتا ہے اسکا نام کفر ہے جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو بتاوے کہ فلان چیز تیرے حق مین مضر ہے اور مریض اوس طبیب کا معتقد ہو کہ اسکو طب آتی ہے تو وہ بالضرور اوسکے قول کو جھوٹ جانیگا یا شک کریگا بہر حال اوسکے کہنے کی پروا نکریگا اور نہ اوسکی بات مانیگا اسیکا نام کفر ہے اب ان پانچون اسباب کا علاج معلوم کرنا چاہیے سبب اول یعنی عقاب کے غائب ہونے مین تو یہ سوچے کہ جو چیز شدنی ہے وہ ہو کر رہیگی آنے والی چیز چلی آتی ہے اگر تامل سے دیکھو تو فردا نزدیک ہے اور موت ہر ایک کی جوتی کے تسمے سے نزدیکتر تو کیا معلوم ہے شاید قیامت ابھی نزدیک ہو جسوقت آنکھ مچی ہو جبھی موجود ہو جاویگی اور یہ بھی اپنے دل مین سوچے کہ دنیا مین آیندہ کے خوف کے لیے فی الحال تعب و مشقت اوٹھاتے ہین مثلاً اس خوف سے کہ شاید کبھی محتاج ہو جاوین خشکی و تری کا سفر کر کے نفع حاصل کرتے ہین کہ اوسوقت کام آوے بلکہ اگر کوئی طبیب نصرانی کسی مریض سے کہدے کہ ٹھنڈا پانی تیرے حق مین مضر ہے اس سے تو مر جاویگا تو گو مریض کے نزدیک ٹھنڈا پانی سب چیزون سے لذیذ ہی کیون نہو مگر موت کے خوف سے اوسکو چھوڑ دیگا باوجودیکہ موت کا رنج صرف ایک لحظہ کا ہوتا ہے بشرطیکہ اوسکے بعد کا خوف نہو اور دنیا کی مفارقت بھی ضروری ہے اور دنیا کے وجود کو ازل اور ابد کے عدم کے ساتھ کچھ نسبت نہین پس مقام غور ہے کہ ایک نصرانی کے قول سے کسطرح اپنی لذت کی چیز چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اوسکی طبابت پر کوئی معجزہ قائم نہین ہوا تو دل مین یہ کہے کہ میری عقل کے شایان نہین کہ میرے نزدیک قول انبیا علیہم السلام کا جنکو معجزات سے تائید حقی ایک نصرانی کے قول سے بھی کم ہو جو صرف اپنے آپ کو طبیب بتلاتا ہے اور اوسکی طب پر کوئی معجزہ قائم نہین نہ عوام کے سوا کوئی اور اوسکا گواہ اور یہ کہ میرے نزدیک دوزخ کا عذاب بہ نسبت مرض کی تکلیف کے ہلکا ہو حالانکہ قیامت کا ہر ایک روز دنیا کے دنون کی نسبت پچاس ہزار برس کا ہوگا اور اسیطرح کی فکر سے سبب ثانی کا علاج ہو سکتا ہے یعنی اگر وجہ گناہ کی غلبۂ لذت ہو تو بزور اوسکو نفس سے چھوڑا دے اور یون کہے کہ جب مین اس لذت کو زندگی بھر نہین چھوڑ سکتا حالانکہ زندگی کے دن بہت تھوڑے ہین تو ابد الآباد کی لذت مجھسے کیسے چھوٹیگی اور یہ ذرا سا رنج صبر کا اگر نہین اوٹھہ سکتا تو دوزخ کی تکلیف کی برداشت کیسے ہوگی اور جب دنیا کی زیبایش کی چیزون پر جنمین کدورت اور تغیر ہوتا ہے اور کوئی خالی از رنج نہین مجھسے صبر نہین ہو سکتا تو آخرت کے مزے سے کیسے صبر ہوگا اور وجہ سوم یعنے تو

کرنے کے لیے آج کل کرنے کا علاج یہ ہے کہ یوں سوچے کہ دوزخیوں کی اکثر فریاد اسی سے ہوگی
کہ ہم نے توبہ کے وقت کو کیوں ٹالا علاوہ ازیں ٹالنے والا ایسے کام کی بنا ایسی چیز پر رکھتا ہے
جو اسکے اختیار میں نہیں یعنی فرض کر لیتا ہے کہ میں آگے کو موجود رہونگا اور توبہ کر لونگا یہ کیسے
معلوم ہوا کہ زندہ ہی رہیگا شاید جب تک مر جائے اور اگر زندہ بھی رہے تو گناہ نہ چھوڑ سکے
جیسا اب نہیں چھوڑ سکتا اسلیے کہ وجہ گناہ نہ چھوڑنے کی جو اسوقت ہے یعنی غلبہ شہوت وہ
آگے کو بھی رہے گی بلکہ تحت نہیں کرتے دنوں عادی ہونے سے اور زیادہ مضبوط ہو جاوے
کیونکہ جس شہوت کا آدمی عادی ہوتا ہے وہ زیادہ قوی ہوتی ہے بنسبت اوسکے کہ جسکی عادت
نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے ٹالنے والے تباہ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی صورت کی دو چیزوں
میں فرق سمجھتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ دن ایک دوسرے سے مشابہ ہیں ترک شہوات انمیں ہمیشہ
دشوار ہے اور ٹالنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ایک پیڑ کو جڑ سے اوکھاڑنا چاہے
اور جب اوسکو دیکھے کہ یہ تو مضبوط بدون محنت شدید کے نہیں اوکھڑیگا تو یوں کہے کہ ایک
برس اور اوسے چھوڑ دوں پھر اوکھاڑونگا اور یہ جانتا ہے کہ درخت جتنے دنوں زمین میں رہے گا
مضبوط ہوتا جاویگا اور میں جتنا بڑا ہوتا جاؤنگا مجھ میں کمزوری آتی جاویگی۔ تو اب دنیا میں
اسکے برابر کوئی احمق ہوگا کہ جب اپنے بدن میں جان تھی اور درخت کمزور تھا جب تو اوسکو
نہ اوکھاڑا ایسے وقت پر چھوڑا کہ وہ تو مضبوط ہو جائے اور آپ کمزور ہیں ایسے وقت میں کیسے
عہدہ برآ ہوگا اور چوتھی وجہ یعنی توقع خدا کے عفو کی اسکا علاج پہلے گذر چکا اسکی مثال یہ ہے
کہ کوئی شخص اپنا سب مال خرچ کر ڈالے اور اپنے آپ کو اور عیال کو محتاج بنا دے اور توقع کرے
کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے کسی ویرانے میں خزانہ بتلاویگا یا کوئی شخص ایسے شہر میں ہو کہ
وہاں کے لوگ زبردستی مال لوٹ لیتے ہوں تو یہ شخص اپنا مال گھر کے صحن میں ڈالدے اور
باوجود قدرت دفن یا پوشیدہ کرنے کے کچھ نہ کرے اور کہے کہ مجھے خدا کے فضل سے توقع
ہے کہ غارتگروں کو غافل کر دے یا ان پر کوئی ایسی مصیبت ڈالے کہ میرے گھر میں آویں اور اگر
آویں تو دروازے ہی پر مر جاویں پس ان خیالوں میں خزانے کا ملنا اور غارتگروں کا غافل ہونا
خواہ مر جانا ممکن ہے اور بعض اوقات ایسا ہو بھی گیا ہے مگر جو کوئی اسپر تکیہ کرکے اپنا مال
ضائع کرے وہ نہایت احمق ہے اسیطرح گناہ کا معاف ہونا ممکن ہے الا اوسپر خواہ مخواہ
تکیہ کرنا داخل جہالت ہے رہی پانچویں وجہ یعنی شک کرنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صادق



کہ اگر اطاعت کے عمل کی جزا سوا اس حلاوت کے اور کچھ نملتی تب بھی کافی تھی پھر جب اسپر اور جنت کی نعمتین بھی دیجاوینگی تو اس لذت کا کیا کہنا ہے اتنا ہو کہ یہ لذت توبہ کے بعد ہی نہین میسر آتی لیکن توبہ کے بعد اگر مدت تک اوسپر صابر رہیگا اور خیر کا اتنا عادی ہوجاویگا جتنا شر کا عادی پہلے تھا تو البتہ شاہد مقصود سے ہم آغوش ہوسکتا ہے کیونکہ نفس اوسی چیز کو قبول کرتا ہے جسکا عادی ہو خیر کا بھی عادی ہوسکتا ہے اور شر کا بھی — حاصل یہ کہ یہ فکر اسطرح کی ہین جنسے خوف اوبھرتا ہے جو باعث جوش قوت صبر [illegible] اور یہ فکر وعظون [illegible] وعظ سے اور ایسی تنبیہات سے جو کبھی اتفاقاً اسباب بے شمار سے دل پر آجاتی ہین [illegible] ہین اور پھر موافق طبع ہوجاتی ہین اور دل کو اونکی طرف [illegible] طبیعت اور ان فکرون مین موافقت ہو اتنا ہے اوسکو توفیق کہتے ہین اسلیے کہ توفیق اسیکا نام ہی کہ ارادہ مین اور مطلوب یعنی اوس طاعت مین جو آخرت مین نافع ہو موافقت ہوجاوے چنانچہ ایک حدیث طویل مین مذکور ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رض کھڑے ہوے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت مین عرض کیا کہ کفر کی بنا کس چیز پر ہے ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا کہ چار ارکان پر اوسکی بنا ہے اول جفا دوم نابینائی سوم غفلت چہارم شک پس جو جفا کریگا وہ حق کو حقیر جانیگا اور باطل کو کھلا کھلی کریگا اور علما کو برا جانیگا اور جو اندھا ہوگا ذکر کو بھول جاویگا اور جو غفلت کریگا وہ راہ راست سے پھر جاویگا اور جو شک کریگا وہ آرزوؤن سے مغالطے مین پڑیگا پھر حسرت اور ندامت اوسکو آدباویگی اور جس چیز مین اوسکو شک تھا وہ خدا کیطرف سے اوسپر ظاہر ہوجاوے گی یہ بیان ہی بعض آفات کا جو فکر کی غفلت سے ہوتی ہین اور اسقدر توبہ کے باب مین کافی ہے اور انجاکہ صبر السالکین ہی پر دوام تو بہ منحصر ہو اسلیے اوسکا بیان علیحدہ باب مین ضروری ہوا باب توبہ خدا کی حسن توفیق سے تمام ہوا والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی سیدنا نبینا وآلہ واصحابہ وسلم

باب دوم صبر اور شکر کے بیان مین

رباعی گر دولت سرمدی تجھے ہی منظور
ہوتا ہے خدا ہی پاک جسکا رفیق
گر صبر اور شکر دل سے حتی المقدور
نعمت او سے و بیا ہے جو ہوتا ہے شکور

یہ بات احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ ایمان کے دو حصے ہین نصف صبر ہے اور نصف شکر اور از انجا کہ اللہ تعالی کے اسماء حسنی مین صبور اور شکور دونون نام ہین تو صبر و شکر کا اوصاف الہی اور اسماء حسنی مین داخل ہونا اسکی تحقیق سے اور ان دونون سے جاہل ہونا

گویا ایمان کے دونوں حصوں سے جاہل رہا تو یا ان کے دو حصوں سے غافل رہا اور بدون ایمان کے قرب الٰہی کے حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں اور طریق ایمان پر چلنا بدون اس بات کے جانے کہ کس چیز پر اور کس طرح ایمان لانا چاہیے غیر ممکن ہے جو اس بات کے جاننے میں سستی کرے وہ صبر و شکر کی معرفت سے بھی بے بہرہ رہیگا اس سے معلوم ہوا کہ بیان جاننا ایمان کے دونوں حصوں کا بہت ضروری ہے اسلیے ہم اس باب میں صبر اور شکر کو اکٹھا لکھتے ہیں بایں خیال کہ دونوں میں ارتباط و مناسبت زیادہ ہے اس باب میں دو فصلیں ہیں

فصل اول صبر کے ذکر میں اسمیں سات بیان ہیں

بیان اول صبر کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ نے صابرین کو بہت سے اوصاف سے ذکر فرمایا ہے اور صبر کا ذکر قرآن مجید میں ستر جگہ کیا ہے اور بہت سے درجات اور خیرات کو صبر کی طرف منسوب کیا ہے اور اوسکا ثمرہ ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا اور فرمایا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا اور فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اور فرمایا أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا اور فرمایا إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اور نیکیوں کا ثواب سوای صبر کے کسی مقدار خاص اور حساب کے موافق ہوگا اور صبر کا ثواب بے حساب ہوگا اور یہ اسلئے کہ روزہ بھی صبر ہی میں داخل ہے کیونکہ نصف صبر ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الصَّوْمُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ اس حدیث قدسی میں روزہ کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور کسی عبادت کو اپنے لیے مخصوص نہیں فرمایا اور ثواب صبر میں ارشاد فرمایا کہ میں اونکے ساتھ ہوں جیسا کہ ارشاد ہوا وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ اور دوسری جا اپنی نصرت کو صبر پر مشروط فرمایا کہ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ اور تیسری جا صابرین کیلیے ایسی باتیں اکٹھی فرمائیں جو اوروں کیلیے نہیں چنانچہ ارشاد ہے أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ اس آیت میں ہدایت اور رحمت اور صلوۃ صابروں کے لیے ایک جا ہیں غرضکہ صبر کی فضیلت میں جتنی آیات وارد ہیں سبکا لکھنا طول چاہتا ہے اخبار بھی اس باب میں بہت وارد ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصَّبْرُ نِصْفُ الْإِيمَانِ اور اسکے نصف ہونے کی وجہ عنقریب مذکور ہوگی اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو چیزیں کہ تم کو عنایت ہوئی ہیں انمیں سے یقین اور صبر ہیں اور جسکو ان دونوں میں سے بہرہ وافی

ذلت اور سکی اکثر ہوا اور یہ نہ شبہ کرو تو مجھ پر واضح ہوگیا اور جس حال پر تم اب ہو اگر اسپر صبر کرو
تو مجکو اس بات کی نسبت زیادہ محبوب ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک آدمی کے سے عمل ہوں
جتنے تم سب کرتے ہو لیکن مجھے یہ ڈر ہے کہ میرے بعد تم پر دنیا مفتوح ہوگی اور تم ایک دوسرے کو
برا جانوگے اوس وقت آسمان کے لوگ تمکو برا جانینگے اور جو شخص اوس حال میں صبر کریگا اور ثواب کی
نیت کریگا اوسکو ثواب پورا ملیگا بعد اسکے آپ نے یہ آیت پڑھی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ
بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ [illegible] روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کو پوچھا کہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ صبر کرنا اور سخاوت کرنا
اور ایک حدیث میں فرمایا الصبر کنز من کنوز [illegible] الجنة اور ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ ایمان
کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صبر ہے اور ایمان کو صبر فرما دیا آپ کا ایسا ہے جیسا ایکبار آپنے حج کے
باب میں فرمایا تھا کہ حج عرفہ ہی ہے یعنی بڑا رکن حج کا عرفہ ہے اسیطرح بڑا رکن ایمان کا صبر ہے
اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب عملوں میں بہتر وہ ہیں جنپر
نفسوں کو جبر ہو۔ اور ایک روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
میرے اخلاق کی طرح تم بھی اخلاق اپنے درست کرو اور ایک میرا خلق یہ ہے کہ میں صبور ہوں
اور عطا رحمہ ابن عباس رض سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انصار پر داخل ہوئے تو اونسے پوچھا کہ تم ایماندار ہو سب چپ ہو رہے پھر حضرت عمر رضی نے
عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں آپنے فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہے تو انصار نے عرض کیا
کہ ارزانی پر شکر کرتے ہیں اور مصیبت پر صابر اور حکم الہی پر راضی آپنے فرمایا کہ قسم ہے خدا کعبہ کی تم سچ
ایماندار ہیں اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فی الصبر علی ما تکرہ خیر کثیر
اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس چیز کو تم محبوب جانتے ہو وہ تمکو جبھی ملیگی جب اوس
چیز پر صبر کروگے جو بری جانتے ہو اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا لو کان الصبر رجلا لکان کریما واللہ یحب الصابرین اس باب میں احادیث بیشمار
ہیں اور آثار سے بھی اسکی فضیلت ثابت ہے چنانچہ حضرت عمر رض نے جو خط حضرت ابو موسی اشعری
کو لکھا تھا اوسمیں یہ بھی تھا کہ اپنے اوپر صبر کو لازم کرو اور جان لو کہ صبر کی دو قسمیں ہیں ایک دوسری سے
بہتر ہے مصیبت پر صبر کرنا بہتوں پر اچھا ہے مگر اوس سے افضل یہ ہے کہ جو چیز خدا نے حرام کی ہے
اوسپر صبر ہو اور جان لو کہ صبر ایمان کی اصل ہے کیونکہ نیکی ایمان کا سر ہے تو وہ تقوی ہے اور یہ

صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایمان کی بنا چار ارکان پر ہے
یقین اور صبر اور جہاد اور عدل اور نیز فرمایا کہ صبر کو ایمان سے وہ نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہے
پس جس طرح کہ بدون سر کے بدن نہیں ہوتا اسی طرح جسکو صبر نہ ہو اوسکا ایمان نہیں ہوتا اور حضرت عمرؓ
فرمایا کرتے صابروں کے لیے دونوں گٹھریاں بھی خوب ہیں اور اوپر کا اضافہ بھی اچھا ہے
گٹھریوں سے مراد صلوٰۃ اور رحمت ہے اور اضافہ سے ہدایت یعنی یہ جو ثواب صبر کا قرآن مجید میں
مذکور ہے اُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اسکی طرف آپ
اشارہ فرماتے تھے کہ صابروں کو گویا صلوٰۃ اور رحمت ایسی ہیں جیسے سواری کے دونوں طرف
بوجھ اور ہدایت بمنزلہ ایک چھوٹی گٹھری کے ہے جو اوپر رکھدیتے ہیں اور حضرت حبیب
بن ابی حبیب جب اس آیت کو پڑھتے اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ تو روتے اور کہتے
کہ سبحان اللہ عنایت بھی کیا اور تعریف بھی کی یعنی خود ہی خداوند کریم نے صبر عطا فرمایا اور
آپ ہی تعریف فرماتا ہے اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ایمان کا لب لباب حکم پر صبر کرنا اور
تقدیر پر راضی رہنا ہے یہانتک بیان فضیلت صبر کا نقلی تھا اگر بمقتضائے تفسیر شرع کے
اوسکی فضیلت معلوم کرنی ہو تو بعد حقیقت اور معنی صبر کے معلوم کیے سمجھ میں آئیگی اسلیے کہ
فضیلت اور رتبہ کسی چیز کا اوسکی صفت ہوتی ہے اور اوسکا جاننا بدون موصوف کے جانے کے
نہیں ہوسکتا اسیواسطے صبر کی حقیقت اور معنی کو ذکر کیا جاتا ہے

بیان دوم صبر کی حقیقت اور معنی کے ذکر میں

واضح ہو کہ صبر دین کے ایک مقام اور سلوک کی ایک منزل کا نام ہے اور دین کے جتنے مقام ہیں
تین چیزون سے منتظم ہوتے ہیں اول معارف دوم احوال سوم اعمال معارف سب کی اصل ہیں
اور انکی جہت سے احوال پیدا ہوتے ہیں اور احوال سے اعمال بروے کار آتے ہیں پس معارف
کو مثل درخت کے اور احوال کو مثل شاخون کے اور اعمال کو مثل پھلون کے سمجھنا چاہیے اور یہ بات
سالکین کی سب منزلوں میں پائی جاتی ہے اور لفظ ایمان کبھی تو معارف ہی پر بولا جاتا ہے
اور کبھی ان تین چیزوں کے مجموعے پر چنانچہ اختلاف لفظ ایمان اور اسلام کے بیان میں جو باب
قواعد عقائد جلد اول میں مذکور ہے ہم اسکو بھی لکھ چکے ہیں اسیطرح صبر کامل جبھی ہوتا ہے
جب اول معرفت ہو اور اوسکے بعد ایک حالت آدمی پر قائم ہو اور واقع میں صبر انہیں دونون
چیزون کا نام ہے عمل تو مثل ثمرے کے ہے کہ انہیں دونوں سے پیدا ہوتا ہے اور یہ امر ب

دریافت ترتیب فرشتون اور انسانون اور بہائم کے معلوم نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صبر خاصہ
انسان ہے ملائک اور بہائم مین نہین ہو سکتا ملائکہ مین اونکے کمال کی جہت سے اور بہائم مین
اونکے نقصان کے سبب سے اوسکی تفصیل یہ ہے کہ بہائم پر شہوات مسلط کردیے گئے ہین وہ اونھین کے
مغلوب ہین اونکی حرکت و سکون کا باعث سواے شہوت کے اور کچھ نہین اور اونمین کوئی
ایسی قوت نہین جو شہوت کی مزاحم ہو کر اوسکو اوسکے مقتضے [illegible] اور شہوت کے مقابلہ مین
اوس قوت کا ثابت ہونا صبر کہا جاوے اور ملائکہ علیہم السلام صرف اسلیے پیدا ہوئے ہین کہ
شوق حضرت ربوبیت کا اونکو ہے اور درجہ قرب سے خوش رہین اونکے اندر شہوت نہین کبھی کوئی
جو اس درجہ اور شوق سے اونکو روکے اور نہ اونکو کسی ایسے لشکر کی احتیاج کہ اوسکی مدد سے اون
موانعات پر غالب ہون جو اونکو حضوری سے باز رکھتے ہون اسلیے کہ مقتضاے شہوات ہی موانع ہین
جو سرے سے موجود نہین اور انسان کا حال یہ ہے کہ ابتداے لڑکپن مین ناقص مثل بہیمہ کے پیدا ہوا
اوسوقت سوا خواہش غذا کے جسکی اوسکو احتیاج ہوتی ہے اور کسی چیز کی خواہش پیدا نہین ہوتی
پھر بعد چندے اوسمین خواہش کھیل اور آرایش کی پیدا ہوتی ہے پھر نکاح کی شہوت ظاہر ہوتی ہے
اور یہ شہوات بترتیب ظاہر ہوتی ہین اور شروع مین قوت صبر نہین ہوتی اسلیے کہ صبر اسکا نام
کہ جن دو لشکرون مین اختلاف مطالب اور ضدیت مقصود کے باعث لڑائی ہو تو ایک لشکر
اونمین سے دوسرے کے مقابل جاے اسی جمنے کا نام صبر ہے مگر لڑکپن مین صرف ایک لشکر
شہوات کا ہوتا ہے جیسے بہائم مین لیکن اللہ تعالی نے اپنے کرم اور جود کے باعث انسان کو
اشرف بنایا ہے اور اوسکا درجہ بہائم سے اعلی رکھا ہے اسلیے جب اوسکا وجود کامل ہو جاتا ہے
اور بلوغ کے قریب پہونچتا ہے اوسپر دو فرشتے معین کرتا ہے کہ ایک اوسکو ہدایت کرے
اور دوسرا اوسکی کمک کرتا ہے انھین دو فرشتون کی مدد سے انسان بہائم سے متمیز ہوتا ہے
علاوہ اسکے انسان مین دو وصف خاص ہین جو انھین دو فرشتون کی جہت سے حاصل ہوتی ہین
اول صفت تو معرفت خدا اور رسول کی دوم شناخت انجام کی مصلحتون کے یہ باتین اوس
فرشتے سے حاصل ہوتی ہین جسکو کام ہدایت اور شناخت کرانے کا ہے بہیمہ کو نہ تو پہچان خدا
اور رسول کی ہے نہ شناخت انجام کی بہتری کی بلکہ اوسکو اوسی چیز کی راہ سوجھتی ہے
جو بالفعل اوسکی خواہش کے موافق ہوا اور اسوجہ سے سواے لذیذ چیز کے اور کسیکی تلاش اوسکو
نہین ہوتی یہان تک کہ اگر کوئی دوا نافع اوسکے لیے ہو مگر حال مین مضر ہو تو اوسکی طلب

ہر کر ہوگی اور یہ اوسکو بتا دیگی اور انسان نور ہدایت سے یہ جانتا ہے کہ اتباع شہوات کا برے
حق میں انجام کو برا ہے لیکن صرف یہ ہدایت کافی نہیں جب تک کہ اوسکو قدرت مضر چیزوں کے
چھوڑنے کی نہو بہت سی مضر چیزیں ایسی ہیں کہ انسان اونکو جانتا ہے مگر دفع نہیں کر سکتا
جیسے مرض ہو جانا مثلاً تو ایسے حال میں اوسکو ایک ایسی قدرت و قوت کی حاجت ہے
جس سے شہوات کی [illegible] اور اونسے اسقدر مجاہدہ کرے کہ اونکی دشمنی کو اپنے نفس سے
علیحدہ کر دے اس غرض کیلیے اللہ تعالی نے ایک اور فرشتہ مقرر کیا جو انسان کو بہتری پر
رکھے اور اوسکی تائید و تقویت ایسے لشکروں سے کرے جو نظر نہ آتے ہوں اور یہ لشکر اس بات پر
مامور ہے کہ لشکر شہوت سے لڑے پس کبھی تو دب جاتا ہے اور کبھی قوت پکڑتا ہے اور اسکا
کم زور اور زور آور ہونا اوسیقدر ہے جسقدر کہ مدد ہے کہ اللہ کیطرف سے تائید غیبی کی کمک
ہوتی ہے جسطرح کہ نور ہدایت خلق میں اتنا مختلف ہے کہ جسکی کچھ انتہا نہیں اب ہم اس صفت
انسانی کا جس سے کہ اوسکو شہوات کی بیخ کنی اور مغلوب کرنے میں بہائم پر امتیاز ہے باعث
دینی نام رکھتے ہیں اور شہوات کے مطالبہ مقتضیات کو باعث ہوے کہتے ہیں اور تصور
کرنا چاہیے کہ ان دونوں چیزوں یعنی باعث دینی اور باعث ہوے یا شہوت میں لڑائی برپا ہے
اور کبھی وہ غالب ہوتا ہے اور کبھی یہ اور اس جنگ کا میدان بندے کا دل ہے اور باعث
دینی کو کمک فرشتوں سے پہونچتی ہے جو اللہ تعالی کی جماعت کے مددگار ہیں اور باعث
شہوت کو مدد شیاطین سے ملتی ہے جو اللہ تعالی کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں پس صبر کی حقیقت
یہ ہے کہ باعث شہوت کے مقابلے میں باعث دینی ثابت قدم رہے پھر اگر ثابت رہکر حریف کو
مغلوب کرے اور شہوت کی مخالفت پر مدام آمادہ رہے تو اللہ کی جماعت کی نصرت کریگا
اور زمرۂ صابرین میں لاحق ہوگا اور اگر ضعیف و خفیف ہوا اور شہوت نے دبا لیا اور اوسکو
دفع نکر سکا تو شیطان کے تابعین میں داخل ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ افعال شہوت کا
چھوڑنا وہ عمل ہے جو حالت صبر سے پیدا ہوتا ہے یعنی حالت صبر کا ثمرہ یہ ہے کہ آدمی شہوت کے
مقتضیات کو چھوڑ دے اور صبر باعث دینی کے ثابت رہنے کا نام ہے باعث شہوت کے
مقابلے میں اور اسکا ثابت رہنا ایک ایسا حال ہے جو شہوات کی عداوت اور ضدیت کے
اسے سے پیدا ہوتا ہے یعنی اس معرفت سے کہ شہوات اسباب سعادت کے لیے دنیا و
آخرت میں دشمن اور طریق خدا کے راہزن ہیں پس جب اس معرفت کا یقین جسے ایمان کہتے ہیں

قوی ہوتا ہے تو باعث دینی بھی قوی ہوتا ہے اور جب اس باعث کا استقلال و ثبات خوب ہوتا ہے تو افعال انسانی خواہش شہوت کے خلاف سرزد ہوتے ہین غرضکہ ترک شہوت کمال کو جبھی پہونچیگا جب باعث دینی جو باعث شہوت کا مقابل و حریف ہے قوی ہوگا اور انجام شہوات کی برائی کا یقین بھی قوی ہوگا - اور وہ دونون فرشتے جنکا اوپر ذکر ہوا خدا کے فضل سے ان دونون لشکرون کے کفیل رہتے ہین اللہ تعالی نے ان دونون کو اسلیے پیدا کیا ہے اور ہر ہر شخص پر آدمیون مین سے دو فرشتے اسیطرح مقرر ہین اور اونکو کرام کاتبین کہتے ہین اور چونکہ رتبہ ہادی فرشتے کا تقویت دینے والے فرشتے کی نسبت زیادہ ہے تو ظاہر ہے کہ دہنی طرف جو آدمی مین اشرف ہے اوسکو ملنی چاہیے اسلیے ہادی دہنی طرف پر ہے اور تقوی بائین طرف پر اب غفلت کرنے اور فکر کرنے مین اور گناہون مین مطلق العنان رہنے اور مجاہدہ کرنے مین بندے کے دو حال ہین جب غفلت کرتا ہے تو داہنے فرشتے سے گویا منہ پھیرتا ہے اور اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے اسلیے وہ اسکے منہ پھیرنے کو بدی لکھ لیتا ہے اور جب فکر کرتا ہے تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ اوس سے ہدایت کا مستفید ہو تو اس صورت مین گویا اوس فرشتے کے ساتھ سلوک کرتا ہے اسلیے وہ اسکے متوجہ ہونے کو نیکی لکھتا ہے اسیطرح جب گناہون مین مطلق العنان رہتا ہے تو بائین فرشتے سے اعراض کرتا ہے اور اوسکی مدد کا خواہان نہین ہوتا اور اپنی اس حرکت سے اوسکے ساتھ بدی کرتا ہے بہمین لحاظ وہ اسپر برائی لکھدیتا ہے اور اگر نفس پر مجاہدہ کرتا ہے تو گویا اوس فرشتے سے مدد کا خواہان ہے اسی نظر سے وہ اوسکے لیے نیکی لکھدیتا ہے اور چونکہ نیکیون اور بدیون کا وجود انھین دو فرشتون کے لکھنے سے ہوتا ہے اسیواسطے اونکو کرام کاتبین کہتے ہین کرام تو اس وجہ سے کہ بندے کو انکے کرم سے نفع ہوتا ہے اور نیز فرشتے سب کے سب بزرگ اور پاک ہین اور کاتب اس لحاظ سے کہ حسنات اور سیأت کو لکھتے اور جن صحیفون پر کہ یہ لکھتے ہین وہ سر قلب مین لپٹے ہین الا سر قلب سے مخفی ہین یہان تک کہ اس عالم مین اوسپر اطلاع نہوگی اسلیے کہ وہ دونون فرشتے اور اونکے خط اور نوشتے اور جو کچھ اونسے متعلق ہے عالم غیب اور ملکوت سے ہین عالم ظاہری سے نہین اور کوئی چیز عالم ملکوت کی قابل محسوس ہونے کے چشم ظاہری سے اس عالم مین نہین پھر نامجات مخفی دو دفعہ کھولے جاوینگے ایکبار قیامت صغری مین اور ایکبار قیامت کبری مین اور قیامت صغری سے ہماری غرض حالت موت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے

الخ مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ اس قیامت میں بندہ اکیلا ہوتا ہے اور آئین اوسکے کہا خاطر
وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور ارشاد ہوتا ہے كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا
اور قیامت کبریٰ جو تمام خلق کی جامع ہوگی وہان آدمی تنہا ہوگا بلکہ تمام لوگا حساب مجمع کے
سامنے لیا جاویگا اور اس قیامت مین متقی جنت مین اور مجرم دوزخ مین پرے کے پرے
جاوینگے ایک ایک ... گا اور سب سے پہلے دہشت چھوٹی قیامت کی ہے اور جتنی
دہشتین اور حالات کبریٰ قیامت مین ہونگے اونکی سب کی مثال اور نظیر چھوٹی قیامت مین
موجود ہے مثلاً زمین کا ہلنا جو قیامت کبریٰ مین ہوگا اوسکی نظیر موت انسانی مین یہ ہے
کہ جو زمین خاص اوسکے لیے ہے یعنی اوسکا بدن وہ مرنے پر ڈگمگا جاتا ہے تو اسکے حق مین
زلزلہ زمین کا موجود ہوگیا اسلیے کہ اگر کسی ملک مین زلزلہ آئے تو یہی کہینگے کہ فلان جا بھونچال
آیا گو اوسکے پاس پڑوس والون کو اوسکا صدمہ نہوا ہو جسکے زلزلے کا ہونا اونہین لوگون کے
حق مین تمام ہوگا جنکو اوس سے صدمہ پہونچا ہو اس اعتبار جسکے گھر جاوے اور کسی چیز کو اوس
صدمہ ہوا ہوگا اوسکے حق مین زلزلہ آگیا ہوا کیونکہ تمام زمین کے زلزلے سے اوسکو نقصان
جبھی ہے جب اوسکا گھر ہلجاوے دوسرے کے مکان وغیرہ کے زلزلے سے اوسکا کیا نقصان
ہے اب اگر موت کو دیکھو تو بدن پر اسکا صدمہ کسیطرح کم نہیں زلزلے سے بڑھکر ہے اور بدن
زمین پر قرار دینا اسوجہ سے ہے کہ آدمی خاکی ہے اور مٹی ہی سے بنا ہے اوسکے جسد مین
جسقدر مٹی خاص ہے وہ اوسکا بدن ہے جیسا کہ بدن اوسکے حصے مین زمین اور جس زمین پر کہ آدمی
بیٹھا ہو وہ بدن کا ظرف اور مکان ہے اور ساری زمین کے ہلنے سے جو آدمی کو ڈر لگتا ہے
اوسکی یہی وجہ ہے کہ کہین بدن اوسکے سبب سے متزلزل نہ ہو جاوے ورنہ ہوا تو ہمیشہ چلتی اور
ہلتی رہتی ہے اوس سے کبھی خوف نہین لگتا اسلیے کہ اوس سے بدن مین کچھ اضطراب نہیں ہوتا
بہرحال تمام زمین کی جنبش سے آدمی کا حصہ اسیقدر ہے کہ اوسکے بدن کو جنبش ہوتی ہو جو
اوسکی مٹی اور زمین خاص ہے اور جسطرح زمین کیواسطے اور سامان ہوتے ہیں اسیطرح زمین بدن مین
اوجہین چیزون کی نظیرین موجود ہین ہڈیان مثل پہاڑون کے ہین اور سر بمنزلہ آسمان کے اور دل
آفتاب ہے اور آنکھ اور کان اور ناک اور دوسرے حواس اوس مین کے ستارے ہین اور پسینے کا
بہنا دریا ہے اور بال روئیدگی اور ہاتھ پاؤن درخت اس زمین کے ہین اسیطرح سب چیزونکو
قیاس کرنا چاہیے پس جب موت کے باعث ارکان بدن منہدم ہوجاتے ہین تو یہ قول صادق

اتنا ہی زلزلت الارض زلزالہا اور جب ہڈیان گوشت سے علیحدہ ہوتی ہین تو یہ واقعہ آیت کا
ٹھیک ہوتا ہے حملت الارض والجبال فدکتا دکۃ وکھدیا اور جب ہڈیان گلجائینگی تو مضمون
اذا الجبال نسفت کا اور جب دماغ پھٹے گا تو مضمون اذا السماء انشقت کا
صادق ہوگا اور جب موت کے وقت دل پر تاریکی چھا جاویگی تو مضمون اذا الشمس
کورت کا اور کان اور آنکھ اور دیگر حواس کے بیکار ہونے سے مضمون اذا النجوم انکدرت
کا خوف موت کے باعث پیشانی پر عرق آنے سے مضمون اذا البحار فجرت کا اور ایک پنڈلی
دوسری پر لپیٹنے سے مضمون اذا العشار عطلت اور جسم سے روح کی مفارقت ہونے سے
مضمون واذا الارض مدت والقت ما فیہا وتخلت کا واقع ہوگا یعنی جو جو واقعہ کہ کلام صحیح
مین اہوال وحالات قیامت کے باب مین موجود ہین موت انسانی مین انمین سے ہر ایک کی
نظیر پائی جاتی ہے سب حالات واہوال کا بیان طویل ہے پھر بھی یہ کہہ سکتے ہین کہ مرنے کے
ساتھ ہی آدمی پر یہ چھوٹی قیامت ٹوٹ پڑتی ہے اور اس موت سے قیامت کبری کی کوئی چیز
جو خاص اوسکے لیے ہوگی وہ اوس سے فوت نہوگی مگر جو چیز دوسرون کے لیے خاص ہے وہ البتہ اوس سے
فوت ہو جاویگی مثلاً مردے کے حق مین ستارون کا باقی رہنا مرنے کو کیا فائدہ دے سکتا ہے
جب اوسکے حواس بینائی مین ابتری ہوگئی ہو جیسے اندھے آدمی کے سامنے رات اور دن برابر
ہوتے ہین آفتاب کی روشنی اور اوسکا گہن اوسکے نزدیک یکسان ہے کیونکہ اوسکے حق مین
ایک ہی بار آفتاب کو گویا گہن لگ گیا اوسکو اسیقدر اوس سے بہرہ ہے اب جو آفتاب جیساکہ روشن
ہوگا تو وہ دوسرے کے حصے مین ہوگا اور جسکا سر پھٹ جاوے اوسکا گویا آسمان پھٹ گیا کیونکہ
آسمان اوسکو کہتے ہین جو جانب سر ہو پس جب کسیکا سر ہی نہو تو دوسرے کے لیے آسمان کا ہونا اوسکے
کس کام آویگا یہ حال ہے چھوٹی قیامت کا اور ہنوز دلی دو وجہ ہے خوف اور دہشت تو آگے ہوگی
یعنی جب بڑی قیامت کی ہل چل پڑے گی اور خصوصیت کسیکی نرہیگی آسمان وزمین بیکار
ہو جائینگے پہاڑ جاتے رہینگے اور خوف اہوال کمال کو پہونچینگے - اور واضح ہو کہ قیامت صغری کا
حال اگرچہ ہمنے بہت سا لکھا ہے الا ہنوز عشر عشیر بھی اوسکے اوصاف مین سے نہین لکھا اور قیامت
بڑی قیامت کے سامنے ایسی ہے جیسے ولادت صغری ولادت کبری کے سامنے یعنی آدمی کے لیے
دو پیدائش ہین اول تو نکلنا پشت پدر سے رحم مادر مین کہ یہان پہونچکر ایک مدت مقرری تک بیچ
ٹھہراؤ مین رہتا ہے اور پیدا ہونے تک کئی حالتین بدلتا ہے گویا یہ حالتین اوسکے حق مین

کمال کی منازل ہیں پہلے نطفہ ہوتا ہے پھر خون جما ہوا پھر لوتھڑا وغیرہ ہوکر نکلی رحم سے وسعت آباد
عالم میں قدم رکھتا ہے اسکا نام ولادت دوم ہے۔ اب قیامت کبریٰ کی عموم کو قیامت صغریٰ کے
خصوص کیطرف وہ نسبت تصور کرنی چاہیئے جیسے وسعت عالم کو ہے رحم سے اور جس عالم میں کہ بعد
موت کے پہونچتا ہے اسکی وسعت کو دنیا کی وسعت سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو ہے رحم کی وسعت سے
بلکہ اس سے بھی زیادہ اسی آخرت کو دنیا کی نسبت کر قیاس کرنا چاہیئے اسلیئے قرآن مجید میں ارشاد ہے
مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ دوسری دفعہ کا پیدا کرنا بھی مثل اول بار کے پیدا
کرنے کے ہے بلکہ اگر تامل کیا جائے تو شمار عالم آیتوں کی منحصر دو میں نہیں رہتی اور اسکی
طرف اشارہ ہے اس قول میں وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ غرضکہ جو شخص دونوں قیامتوں کا
مقر ہے وہ دونوں عالم ظاہری اور باطنی کا معتقد ہے اور ملک و ملکوت دونوں کا یقین
رکھتا ہے اور جو شخص صرف قیامت صغریٰ کا مقر ہے اور کبریٰ کو نہیں مانتا اوسکی ایک آنکھ
پھوٹی ہے کہ ایک ہی جہان سوجھتا ہے اسکا نام جہل و گمراہی ہے اور یک چشم دجال کی پیروی
پس آدم بیچارہ کتنا غافل ہے اور اس غفلت میں ہم سب برابر ہیں لوگو جیسا کہ تمہارے اسطرح کو
خوف کے مقامات درپیش ہیں تو پھر غفلت کے کیا معنی اگر بالفرض جہالت اور گمراہی کی باعث
قیامت کبریٰ کا اعتقاد نہیں تو قیامت صغریٰ کیا تھوڑی ہے کیا تمنے یہ حدیث شریف نہیں سنا
كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا کیا یہ نہیں سنا کہ سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو موت کیوقت کیا کرب تھا
کہ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ کیا اس بات کی شرم نہیں آتی کہ موت کے
آنے میں توقف سمجھکر بیہودوں اور غافلوں کی پیروی کرتے ہو جنکی شان میں یہ آیت ہے
مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ
لَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ان غافلوں کا یہ حال ہے کہ اگر مرض انکو خوف دلاوے کو اونپر آتا ہے تو اوس سے
نہیں ڈرتے اور اگر بڑھاپا موت کا پیام سناتا ہے تو اوس سے عبرت نہیں پکڑتے اسی لحاظ سے خدا تعالیٰ
فرماتا ہے يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ پھر اگر اونکو یہ گمان
ہو کہ ہم دنیا میں ہمیشہ رہینگے تو اونکو یوں ارشاد ہے اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ
اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ اور اگر یہ سمجھتے ہوں کہ مر کے ہمارے پاس سے نیست ہو گئے تو معدوم ہی ہیں
اونکا وجود کہیں نہیں تو اس خیال کے دفع کے لیے فرمایا وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ
پھر آیات خداوندی سے اونکے اعراض اور روگردانی کی وجہ ارشاد فرمائی کہ کس وجہ سے

بھر ایک آیت سے اعراض کرتے ہین جیسے کہ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ
اب بات کہین کی کہین چلی گئی یہ تقریر ایسے امور کیطرف اشارہ کرتی ہے جو علوم معاملہ سے اعلی ہین اسلیے غرض اصلی کیطرف رجوع کر کے ہم کہتے ہین کہ یہ معلوم ہوگیا کہ صبر باعث دینی کے جمے رہنے کا نام ہے مقابلے مین باعث ہوا کے اور یہ مقابلہ خاصہ آدمیون کا ہے اس وجہ سے کہ اونپر کراماً کاتبین مقرر ہین اور وہ فرشتے لڑکون اور دیوانون پر کچھ نہین لکھتے کیونکہ پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر اونکی طرف استفادہ کے لیے توجہ کیجاوے تو حسنہ لکھتے ہین اور اگر اونسے روگردانی کیجاوے تو بدی لکھتے ہین اور چونکہ لڑکون اور مجنونون مین استفادے کی استعداد نہین ہوتی تو اونسے ظہور متوجہ ہونے کا خواہ روگردانی کا کبھی متصور نہین ہو سکتا اور کراماً کاتبین سوا توجہ اور روگردانی کے اور کچھ نہین لکھتے اور یہ بھی ایسے لوگون کے لیے لکھتے ہین جنکو قدرت متوجہ ہونے اور روگردانی کرنے کی ہو ہان بعض اوقات نور ہدایت کا آغاز سن تمیز ہی سے شروع ہوتا ہے اور بتدریج حالت بلوغ تک بڑھتا جاتا ہے جیسے صبح کی روشنی کہ آفتاب کے نکلنے تک آناً فاناً زیادہ ہوتی جاتی ہے مگر یہ ہدایت ناقص ہے اسکے بموجب عمل نکرنے سے آخرت کے ضرر سے محفوظ رہتا ہے دنیا کے ضرر سے نہین بچتا مثلاً اگر ایسے وقت مین نماز نہ پڑھے تو اوسپر زد و کوب کیجاویگی مگر آخرت مین کچھ عقاب اوسپر نہوگا اور نہ اوسکے لیے کوئی نامۂ اعمال لکھا جاتا ہے جو آخرت مین کھولا جاویگا بلکہ جو شخص کسی لڑکے کا کفیل خواہ مربی خواہ دلی شفیق ہو اور کراماً کاتبین کیطرح نیک بخت ہو تو اوسکو چاہیے کہ لڑکے کی بھلائی اور برائی اوسکے دل کے صحیفے پر لکھدیا کرے یعنی اوسکو اول خوب یاد کرانے کہ دل پر نقش حجر ہو جاوے پھر اوس صحیفے کا پھیلانا یہ ہے کہ اگر کام قابل تعریف ہے تو اوسکی تعریف کرے ورنہ زد و کوب سے سزا دے جب مربی کا لڑکے کے حق مین یہ طور ہوگا تو وہ شخص فرشتون کی عادت کا وارث ہے اور اونکو لڑکے کے حق مین استعمال کر کے درجہ قرب الہی کا فرشتون کیطرح حاصل کریگا اور انبیا اور صدیقین اور مقربین کی جماعت مین ہوگا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ تکمیلہ ان باتون سے اشارہ آپنے اپنی دو انگشت مبارک کیطرف فرمایا

تیسرا بیان صبر کے نصف ایمان ہونے کی وجہ - واضح ہو کہ ایمان کبھی تو اصول دین کی تصدیقات پر بولتے ہین اور کبھی اون اعمال پر بولتے ہین جو اون تصدیقات کے باعث

سرزد ہوتے ہیں اور کبھی دونوں کے مجموعے پر بولتے ہیں اور چونکہ معارف کے بھی بہت اقسام ہیں
اور اعمال کے بھی اور لفظ ایمان سب پر بولا جاتا ہے اسلیے ایمان کچھ اوپر ستر قسم کا ہوا چنانچہ
اسکی تقریر باب قواعد العقائد جلد اول میں لکھی گئی ہے مگر صبر کو جو نصف ایمان کہتے ہیں صرف دو
اعتبار سے کہتے ہیں اور ایمان کے دو ہی معنی اس بات کے مقتضی ہیں کہ صبر نصف ایمان ہو
اول معنی تو یہ کہ ایمان کو [illegible] یعنی معارف اور اعمال پر دونوں پر بولا جاوے اس صورت میں
ایمان کے دو رکن ہونگے ایک یقین اور دوسرا صبر یقین سے مراد وہ معارف قطعی ہیں جو اصول دین کے ہیں
جو بندے کو خدای تعالی کی ہدایت سے حاصل ہوتے ہیں اور صبر سے مقصود عمل کرنا ہے موجب
یقین کے اسلیے کہ یقین آدمی کو یہ بات بتلا دیتا ہے کہ گناہ مضر ہے اور طاعت مفید اور ترک معصیت
اور مداومت طاعت کی بدون صبر کے نہیں ہو سکتی یعنی اسکے لیے باعث دینی کو باعث ہوا اور
کسل کے مغلوب کرنے کے لیے کام میں لانا پڑتا ہے اور اسیکا نام صبر ہے پس اس اعتبار سے صبر
نصف ایمان ٹھہرا اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین و صبر کو ایک جا ارشاد فرمایا
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِيْتُمُ الْيَقِيْنُ وَعَزِيْمَةُ الصَّبْرِ دوسرے معنی یہ ہیں کہ
ایمان اون احوال پر بولا جاوے جو موجب اعمال ہوں نہ معارف پر اب تمام حالات بندہ کی دو قسم
ہیں ایک وہ کہ دنیا و آخرت میں اوسکی نافع ہو دوسری وہ کہ مضر ہوں اور بندے کو باعتبار
مضر چیزوں کے لحاظ کے حالت صبر ہے اور نافع چیزوں کی نسبت کر دیکھیے تو حالت شکر ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اس معنی کی رو سے شکر ایک نصف ایمان کا ہے جیسے کہ پہلے معنی کے
اعتبار سے یقین نصف ایمان تھا اور اسی بنا پر حضرت ابن مسعود رض نے فرمایا کہ ایمان کے
دو نصف ہیں ایک نصف صبر ہے اور ایک شکر اور یہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی مرفوعا روایت کی گئی ہے۔ اور رہا اسکا کہ صبر کا ہی باعث ہونے سے باعث دینی کے
ثابت رہنے کے باعث اور باعث ہونے کی دو قسمیں ہیں ایک باعث شہوت کیطرف سے
اور ایک غضب کیطرف سے کیونکہ اگر لذیذ چیز کی طلب کے لیے ہوگا تو شہوت کیطرف سے ہوگا اور
اگر درد دینے والی چیز سے گریز کے لیے ہوگا تو غضب کیطرف سے ہوگا اور روزہ میں صرف
ترک اقتضاے شہوت یعنی فرج و شکم کی خواہش سے پایا جاتا ہے مقتضاے غضب سے صبر کرنا
اوسمیں داخل نہیں اسلیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ کیونکہ کمال صبر
اوس صورت میں ہے کہ دواعی شہوت اور مقتضیات غضب دونوں سے صبر کیا جاوے

اور روزہ مین صرف ایک شق سے صبر ہے اسلیے روزہ نصف صبر ہوا اور چونکہ صبر نصف ایمان
تھا اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک چوتھائی ایمان کی ہے - حاصل یہ کہ شریعت مین جو اعمال
اور احوال کے حدود مقرر ہین اور اونکی نسبت ایمان کیطرف آدھی یا چوتھائی وغیرہ بیان
ہوئی ہے اونکو اسیطرح سمجھنا چاہیے اور اس بات مین اصل یہ ہے کہ اول ایمان کے اقسام معلوم
ہونے چاہیین تاکہ معلوم ہو کہ ایمان کے کونسے معنی کی روسے یہ نسبت بیان کی گئی ہے ورنہ
سمجھنا دشوار ہے اسلیے کہ لفظ ایمان بہت سے معانی مختلفہ پر بولا جاتا ہے

چوتھا بیان اون چیزون کا جن پر سے صبر کیے جانے کے لحاظ سے صبر کے اور اور نام ہوتے ہین

جاننا چاہیے کہ صبر کی دو قسمین ہین اول تو صبر بدن سے کرنا مثلاً بدن پر مشقتون کا متحمل ہونا
اور اوسپر مستقل رہنا وغیرہ پھر اسکی بھی دو صورتین ہین یا تو خود کوئی فعل کرنا یا دوسرے کے
فعل کی برداشت کرنی اول کی مثال جیسے کوئی مشکل کام یا عبادت بجا لانا اور دوسری کی
مثال جیسے سخت مار کو پی جانا یا بڑے مرض کو اور زخم مہلک کو سہنا وغیرہ یہ قسم کبھی عمدہ
ہوا کرتی ہے بشرطیکہ موافق شرع ہو مگر کمال عمدگی دوسری قسم صبر مین ہے یعنی صبر نفس سے
کرنا کہ نفس کو طبیعت کے مقتضیات اور باعث ہوے سے روکے رہے - پھر اس قسم مین اگر
صبر شہوت شکم اور شرمگاہ سے ہوگا تو اوسکا نام عفت ہے اور اگر کسی بری بات سے ہو تو
ہر ایک مکروہ چیز سے صبر کے لیے جدا نام ہے مثلاً اگر کسی مصیبت پر ہو تو اوسکو صبر ہی کہتے ہین
اور اوسکی ضد وہ حالت ہے جسکو جزع و فزع کہتے ہین یعنی مقتضاے ہوے کو مطلق العنان
کر دینا کہ خوب چیخے اور پیٹے اور گریبان پھاڑے وغیرہ اور اگر تونگری کی برداشت کرنے مین
صبر ہو تو اوسکو ضبط نفس کہتے ہین اور اوسکی ضد اترانا ہے اور اگر صبر مقام جنگ اور صف
قتال مین ہو تو اوسکو شجاعت کہتے ہین جسکا مقابل نامردی و بزدلی ہے اور اگر غصے کے
پینے مین ہو تو اوسکا نام حلم ہے جسکی ضد غضبناکی ہے اور اگر زمانے کی کسی آفت پر صبر ہو
تو اوسکا نام فراخی حوصلہ ہے اور اسکی ضد کم حوصلگی ہے اور اگر کلام کے خفیہ رکھنے مین ہو تو اوسکو
رازداری اور جس شخص مین یہ صفت ہو اوسکو رازدار کہتے ہین اور اگر صبر عیش ز انداز حاجت سے ہو
تو اوسکا نام زہد ہے جسکی ضد حرص ہے اور اگر ہر ایک حظ نفسانی سے قدر قلیل پر صبر ہو تو اوسکو
قناعت کہتے ہین اسکا مقابل شرہ ہے حاصل یہ کہ ایمان کے اکثر اخلاق صبر مین داخل ہین
اسی جہت سے جب ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسینے ایمان سے سوال کیا کہ وہ کیا ہے

آنحضرت نے فرمایا کہ صبر ہے اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعمال میں سے سب میں بڑا
اور گراں صبر ہی ہے جسطرح کہ حج کو آپ نے اسی لحاظ سے عرفہ فرمایا کہ وہ بھی حج کے ارکان میں
سب سے زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اقسام کو اکٹھا کر دیا اور سب کا نام صبر ہی رکھا چنانچہ
ارشاد ہے وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ
اُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ یعنی صبر کرنے والے وقت مصیبت کے اور ضرر کے وقت اور لڑائی کے وقت وہی سچے اور متقی ہیں
یہ ہیں اقسام صبر کے کہ اختلاف متعلقات کے باعث جدا نام سے مسمی ہوتے ہیں اور جو شخص کہ
الفاظ کے معانی سمجھا کرتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ یہ الفاظ مختلف ہیں اسلیے ضرور ہے کہ
انکے معانی میں بھی فی الحقیقت اختلاف ہو یعنی جو حالتیں کہ ان الفاظ سے سمجھی جاتی ہیں انکی ذات
و ماہیت علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیے اور جو شخص کہ صراط مستقیم پر چلتا ہے اور نور الہی سے دیکھتا ہے
اوسکی نظر اول معانی پر پڑتی ہے پھر اونکی حقیقت سے ماہر ہو کر الفاظ کیطرف متوجہ ہوتا ہے
اسلیے کہ الفاظ معانی کے لیے وضع ہوئے ہیں تو اصل معانی ہی ہیں اور الفاظ تابع ہیں اور جو
شخص فرع سے اصل کا طالب ہو وہ بیشک لغزش کھائیگا اور ان دونوں فریق کی طرف اشارہ
کلام مجید میں مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہے اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ
سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور اگر غور سے دیکھو تو کفار کو جو پہلے غلطی ہوئی تو اسیطرح کے انعکاس سے
ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے کرم و لطف سے حسن توفیق عنایت فرماوے

پانچواں بیان صبر کے اقسام کا قوت و ضعف کے مختلف ہونے کی جہت سے

واضح ہو کہ اگر باعث دینی کو باعث ہوے کی نسبت کر دیکھیں تو اوسکے تین احوال ہوتے ہیں
ایک حال تو یہ ہے کہ داعیہ ہوے کو بالکل زیر کردے اوسمیں کچھ قوت نزاع کی باقی نہ رہے اور یہ
بات دوام صبر سے حاصل ہوتی ہے ایسی ہی صورت میں یہ جملہ کہا جاتا ہے مَنْ صَبَرَ ظَفِرَ
اور اس رتبے کے پہونچنے والے بہت کم ہیں اور اگر ہیں تو وہ لوگ صدیق و مقرب ہیں کہ اللہ
کریم کو اپنا رب جانکر اسی عقیدے پر جمے رہے اور راہ راست کو کبھی چھوڑا اور نہ اوس طرف سے
منہ موڑا اور انکے نفسوں کو باعث دینی کے مقتضا سے اطمینان ہے انھیں لوگوں کا پکارنے والا
پکاریگا يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً دوسری حالت یہ ہے
کہ ہوے کی دواعی غالب ہو جاویں اور باعث دینی کی منازعت انکے ساتھ بالکل نہ رہے پس
آدمی اپنے نفس کو لشکر شیطانی کے حوالے کرے اور مجاہدے سے مایوس ہو کر کوشش سے

بات یہ ہے کہ یہ لوگ زمرۂ غافلین میں ہیں اور اکثرت سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں یہی لوگ ہیں جو
بندۂ شہوات ہوگئے ہیں اور بدبختی کا جو زور اونپر ہوا تو اپنے دلوں پر جو اسرار الٰہی اور امر ربانی
میں سے تھے اعدائے الٰہی کو مسلط کر دیا انھیں کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَلَوْ شِئْنَا
لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
انھیں لوگوں نے آخرت کو بدلے میں دنیا کو مول لیا اور گھٹی کھائی اور جب کوئی شخص ایسوں کو ہدایت
کرنا چاہے تو اوسکو یہ حکم ہے فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ اور اس حالت کی پہچان یہ ہے کہ نا امیدی چھا جاتی ہے اور آرزوؤں سے مغرور
رہتا ہے اور یہ نہایت درجے کی بیوقوفی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنْ أَتْبَعَ هَوَاهَا وَتَمَنَّى عَلَى اللهِ اور اس
حالت والے کو اگر کوئی نصیحت کرے تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں توبہ کرنی تو بہت چاہتا ہوں
مگر مجھ سے ہو نہیں سکتی اسواسطے اوسکی طمع بھی نہیں کرتا یا اشتیاق توبہ نہو تو یہ کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ
غفور اور رحیم اور کریم ہے پھر توبہ کی کیا حاجت ہے اوس بیچارے کی عقل شہوت کی غلام ہوگئی ہے
اوسکو صرف ایسے ہی باریک حیلے نکالنے میں لگاتا ہے جنسے اپنی شہوت پوری کرسکے اوسکی
عقل شہوات کے ہاتھ میں ایسی گرفتار ہوتی ہے جیسے کوئی مسلمان کافروں کی قید میں پڑجاے
اور وہ اوس سے سور چرواویں اور شراب کی حفاظت اور اوسکا اوٹھانا اوسکے ذمے کردیں ایسے
شخص کا حال خدا کے نزدیک ایسا ہی ہوگا جیسا اوس شخص کا جو کسی مسلمان کو زبردستی پکڑ کر کافر کے
حوالے کرے اور اوسکا مقید کردے اسواسطے کہ اس شخص کی بڑی خطا یہی ہے کہ جس شخص کا غالب
رہنا چاہیے تھا اوسکو ایسے کا مسخر کر دیا جسکو مسخر اور مغلوب رہنا زیبا تھا یعنی مسلمان کا حاوی
اور غالب رہنا اسواسطے شایان ہے کہ اوسمیں معرفت دین اور باعث دینی موجود ہے اور کافر کو
مغلوب رہنا بہتر ہے کہ اوسمیں دین کی جہالت اور باعث شیاطین پایا جاتا ہے۔ اور مسلمان کا حق
اپنے نفس پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ تر واجب ہے پس جب اوس شریف بات کو جو اللہ کی جماعت
اور لشکر ملائک میں سے ہے یعنی عقل کو ایک ایسی رذیل چیز کا مسخر کردیگا جو گروہ شیاطین میں سے ہو
اور خدائے تعالیٰ سے دور کرتی ہو تو یہ شخص بعینہ ویسا ہی ہوگا جیسا کوئی مسلمان کو کافروں کے
حوالے کردے بلکہ جیسے کوئی بادشاہ محسن اور منعم پر چڑھائی کرکے اوسکے سب سے عزیز لڑکے کو
پکڑ کے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن کے حوالے کردے اب تامل کیا چاہیے کہ اس بات میں

کیسی ناشکری یا نی حماقت ہے اور کتنی بڑے انتقام شاہی کا یہ شخص سزاوار ہے اور یہ مثال اسلیے مناسب ہے
کہ ہوائے نفسانی سب سے بڑا معبود ہے جو زمین پر پرستش کیا جاتا ہے اور تمام روی زمین میں عمدہ چیز
اللہ کی مخلوق میں سے عقل ہے تو ایسی عمدہ چیز کو ایسی بری چیز کے حوالے کرنا نہایت ناشکری ہے
تیسری حالت یہ ہے کہ لڑائی برابر کی ہو کبھی فتح باعث دینی کو ہو اور کبھی باعث ہوی کو ایسا شخص
مجاہدین ہی میں ہے فتح پانے والوں میں نہیں اور اس قسم کے لوگوں کا حال اس آیت میں مذکور ہے
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ یہ تینوں حالتیں باعتبار قوت و ضعف کے ہیں
اور آدمی پر تین حالتیں اور بھی باعتبار شمار صبر کی چیزوں کے ہو سکتی ہیں اول یہ کہ تمام شہوات پر
غالب ہو جائے دوم یہ کہ کسی پر غالب نہ ہو سوم یہ کہ بعض پر غالب ہو اور بعض پر نہ ہو اور آیت
خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا کو اس تیسری حالت والوں کی شان میں کہنا بہتر ہے اور
جو لوگ شہوات کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتے وہ چوپایوں کے مانند بلکہ اونسے بھی گمراہ تر ہیں اسواسطے کہ
بہیمہ کیواسطے معرفت اور قدرت نہیں پیدا ہوئی جس سے کہ مقتضائے شہوات کا مجاہدہ
کرے اور انسان کے لیے قدرت پیدا ہوئی مگر اوسکو بیکار رکھا ایسا شخص واقع میں ناقص و بدبخت
بلاشک ایسا ہی شخص ہے جو قدرت پا کر درجۂ کمال کو حاصل نہ کرے۔ اور آسانی اور دشواری
کی راہ سے بھی صبر کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک وہ کہ نفس پر شاق گذرے اور بدون بہت سی
محنت اور سخت مشقت کے اوس پر ثبات ممکن نہ ہو اسکا نام تصبر کرنا ہے دوسری وہ کہ
بدون شدت اور محنت کے حاصل ہو جاوے یعنی نفس پر ادنی زور دینے سے تحمل صبر کا ہو جاوے
کچھ مشقت نہ معلوم ہو اس صورت کا نام صبر ہے۔ اور جب آدمی ہمیشہ تقوی کرتا ہے اور
انجام کی بہتری کا یقین قوی ہوتا ہے تو صبر آسان ہو جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد
فرماتا ہے فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى اور اس تقسیم کو
ایسی جاننی چاہیے جیسے پہلوان کی قدرت دوسرے شخص پر کہ اگر آدمی قوی اور کشتی گیر ہو
تو کمزور کو ذرا سے حملہ اور ادنی قوت سے پچھاڑ دیگا اسطرح کہ پچھاڑنے میں نہ کچھ تھکن ہوگی نہ
ماندگی نہ سانس چڑھے گا نہ اوسطرح کا اضطراب پیش آویگا لیکن اگر طرف مقابل بھی سخت اور قوی
ہوگا تو اوسکے پچھاڑنے کے لیے بہت محنت چاہیے اسیطرح باعث دینی اور باعث ہوی کی
کشتی کو خیال کرنا چاہیے کہ در حقیقت وہ بھی لشکر ملائکہ اور لشکر شیاطین کا مقابلہ ہے غرض جب کہ
شہوات بالکل دفع ہو جاتے ہیں اور باعث دینی مسلط ہو کر حاوی ہو جاتا ہے اور طول

سو انسیت سے صبر کرنا آسان پڑجاتا ہے تو اسکے باعث مقام رضا ملتا ہے چنانچہ باب رضا مین
عنقریب مذکور ہوگا یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا کا رتبہ صبر سے بڑھکر ہے اسیلیے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعْبُدِ اللّٰهَ عَلَى الرِّضَاءِ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ
اور بعض عارفین کا قول ہے کہ صبر والون کے تین درجے ہین اول چھوڑنا شہوت کا یہ درجہ
توبہ کرنے والون کا ہے دوسرا راضی ہونا تقدیر پر یہ درجہ زاہدین کا ہے تیسرا درجہ محبت کرنا
اوس کام سے جو خدای تعالی اوسکے ساتھہ کرے اور یہ درجہ صدیقین کا ہے - اور باب محبت مین
ہم عنقریب بیان کرینگے کہ مرتبہ محبت رضا کے مرتبے سے بڑھکر ہے جسطرح کہ مقام رضا مقام صبر سے
اشرف ہے اور یہ مراتب ایک صبر خاص مین ہوسکتے ہین یعنی مصائب اور بلایا پر صبر کرنے مین
اب معلوم کرنا چاہیے کہ صبر باعتبار حکم کے بھی کئی قسم ہے بعض فرض ہے اور بعض نفل اور بعض
مکروہ اور بعض حرام پس ممنوعات شرعی سے صبر کرنا فرض ہے اور مکروہات سے صبر کرنا نفل ہے
اور جو ایذا کہ شرعاً ممنوع ہو اوس پر صبر کرنا حرام ہے مثلاً کوئی شخص اسکا ناحق ہاتھہ کاٹے یا اسکے
بیٹے کا ہاتھہ کاٹے اور یہ اوس پر چپ چاپ صبر کرے یا کوئی شخص اسکی منکوحہ سے قصد شہوت رانی
کرے اور اسکو جوش غیرت ہو مگر اظہار غیرت پر صبر کرے اور چپکا دیکھا کرے تو یہ بھی صبر حرام ہے
اور اگر وہ ایذا شرعاً مکروہ ہو حرام نہو تو اوس پر صبر کرنا مکروہ ہے حاصل یہ کہ شریعت کو صبر کی
کسوٹی جاننی چاہیے فقط اس صبر کو نصف ایمان جانکر یہ سمجھنا چاہیے کہ تمام صبر اچھے ہی ہوتے ہین
بلکہ اچھے صبر کے اقسام مخصوص ہین -

چھٹا بیان صبر کیطرف حاجت ہونے کا اور یہ کہ بندہ کو کسی حال مین صبر سے گریز نہین ہے اوسکی حاجت ہے
جاننا چاہیے کہ جو حالات بندے کو اس زندگی مین پیش آتے ہین وہ دو حال سے خالی نہین ہوتے
یا تو اوسکی خواہش کے موافق ہوتے ہین یا ناموافق اور اوسکو حاجت صبر کی دونون حالون مین ہے
اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو ہر حال مین صبر کی حاجت ہے اب اسکو مفصل بیان کرتے ہین قسم اول
یعنی وہ احوال جو خواہش کے موافق ہون وہ صحت اور تندرستی اور مال وجاہ کا ہونا اور بہت سا
جتھا ہونا اور کثرت سے اسباب کا ہونا اور یار و مددگار و خدمت گزار بہت سے ہونے اور تمام
لذائذ کا موجود ہونا ہے ان احوال مین بندے کو صبر کی بڑی حاجت ہے اسواسطے کہ آدمی اگر
لذات دنیاوی مین پڑکر اپنے نفس کو نہ روکے گا اور اونمین مطلق العنان اور ڈوبا رہیگا تو گو وہ
لذائذ مباح ہی ہون مگر آخر کو سرکشی اور اترانے پر پہونچاوینگے اسواسطے کہ انسان کا قاعدہ ہے

کہ جب اپنے آپ کو غنی پاتا ہے تو طغیانی کرتا ہے چنانچہ کلام مجید میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی یہاں تک کہ بعض عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ بلا پر تو ہر ایک مرد صبر کرتا ہے
مگر عافیت پر صبر کرنا صرف صدیق کا کام ہے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ صبر
کرنا عافیت پر بہ نسبت بلا پر صبر کرنے کے بہت سخت ہے اور جب اموال دنیا صحابہ رضی پر
آئے تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا امتحان مصیبت اور فقر میں مبتلا ہونے سے جو لیا گیا تو
ہم نے صبر کیا مگر جب فتنہ عافیت و توانگری میں مبتلا ہوئے تو ہم نے صبر نہ کیا۔ اور اسی لحاظ
خداوند کریم نے مال و اولاد اور روح کے فتنے سے اپنی کتاب پاک میں خوف دلایا ہے جیسا کہ
ارشاد فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ
وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ
مَجْبَنَةٌ مَحْزَنَةٌ اور جب آپ نے اپنے لخت جگر حضرت امام حسن رضہ کو دیکھا کہ کرتے میں اٹک کر گرے جاتے ہیں
تو منبر سے اتر کر گود میں اٹھا لیا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ سچ فرماتا ہے اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ میں جب اپنے فرزند کو لڑکھڑاتے دیکھا تو اپنے آپ کو نہ روک سکا یہاں تک کہ اوسکو اٹھا لیا
اسکا نتیجہ ارباب بصیرت سوچیں کہ کیا ہے معلوم ہوا کہ بڑا مرد وہی ہے جو عافیت پر صبر کرے اور
عافیت پر صبر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اوسکی طرف رغبت نہ کرے اور جانے کہ یہ چند روزہ ودیعت
جلد مجھ سے جاتی رہے گی اور اوس سے زیادہ خوش ہو اور تنعم اور لذت اور لہو و لعب میں نہ پڑے
بلکہ جو انعام اللہ کے اس پر ہیں اون کے حقوق اللہ تعالیٰ کے ادا کرے مثلاً مال کو خدا کی راہ میں
دینے سے اوسکا حق ادا کرے اور بدن سے دوسروں کو اعانت کر کے اوسکا حق اور زبان سے
سچ بولکر اوسکا حق ادا کرے اور اسطرح کا صبر شکر کے متصل ہے جب تک آدمی شکر پر قائم نہو
تب تک یہ صبر کامل نہوگا چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور عافیت پر صبر کرنا اسلیے سخت تر ہے
کہ اسمیں قدرت موجود ہے ورنہ عصمت بی بی بے چادری مشہور ہے جسکو قدرت ہی نہو وہ
اگر صبر نکرے تو کیا کرے اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ اگر ایک شخص کسیکی فصد کھولے یا پچھنے
لگانے تو مریض کو صبر کرنا آسان ہوگا بہ نسبت اسکے کہ خود یہ کام اپنے اوپر کرے اور بھوکا
آدمی اگر کھانا اوسکے سامنے نہو تو صبر آسانی سے کر سکتا ہے بہ نسبت اوس صورت کے کہ
عمدہ کھانا لذیذ اوسکے سامنے ہو اور اوسکو قدرت بھی کھانے کی ہو اسی لحاظ سے فتنہ
عافیت کا سخت تر ہے دوسری قسم جو خواہش اور طبیعت کے ناموافق ہو اوسکی تین صورتیں ہیں

اول تو وہ جو بندے کے اختیار سے مربوط ہوں جیسے طاعات اور معاصی دوم وہ کہ اوسکے اختیار میں نہون جیسے مصائب اور حوادث سوم یہ کہ شروع مین تو اختیار کو کچھہ دخل نہو مگر اوسکا دور کرنا اختیار مین ہو جیسے موذی سے بدلا لینا صورت اول یعنی وہ افعال کہ بندہ کے اختیار سے وابستہ ہون اور اسمین بندے کے تمام افعال جو طاعت و معصیت ہو سکتی ہین داخل ہین اونکے دو نوع ہین نوع اول طاعت اور دوسری نوع معصیت اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہے طاعت پر صبر کرنا دشوار ہے اسواسطے کہ نفس کو طبعاً عبودیت سے نفرت ہے یہ ربوبیت کو چاہتا ہے اسیواسطے بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ کوئی نفس ایسا نہین جسمین وہ بات چھپی نہو جسکو فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہکر ظاہر کی تھی مگر فرعون کو اوسکے ظاہر کرنے کا موقع ملگیا تھا کہ جب اپنی قوم کو حقیر جانا تو اونھون نے اوسکی اطاعت کر لی اور جو کچھہ کہا مان لیا اور انکو ظاہر کرنے سے تو انکار ہے مگر خفیہ سب مین وہی بات ہے دیکھو آدمی اپنے غلام اور نوکر اور محکوم اور زیر دست اور مطیع سے اونکے قصور کیوقت کیسا نیلا پیلا ہوتا ہے اور قصور خدمت کو اونسے بعید جانتا ہے اسکی وجہ اگر کبر باطنی اور دعوی ربوبیت نہین تو اور کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ عبودیت نفس پر مطلقاً شاق ہے پھر عبادات ہین سے بعض ایسے ہین جو کسل کے باعث برے معلوم ہوتے ہین جیسے نماز اور بعضی بخل کے باعث جیسے زکوٰۃ اور بعضے کسل اور بخل دونون کے باعث جیسے حج اور جہاد پس طاعت پر صبر کرنا بہت سے شدائد پر صبر کرنا ہوتا ہے اور مطیع کو اپنی طاعت پر صبر کرنے مین تین وقت کی احتیاج ہوتی ہے اول طاعت سے پیشتر اسوقت تو درستی نیت اور اخلاص پر اور شوائب ریا اور لوازم آفات سے صبر کرنا اور عزم اخلاص و وفا پر جما حاضر رہے اور جو شخص کہ حقیقت نیت اور اخلاص کو اور آفات ریا اور مکائد نفس کو سمجھا جانتا ہے اوسکو خوب معلوم ہے کہ یہ قسم صبر کی بڑی سخت ہے اور نیت کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمادی کہ انما الاعمال بالنیات ولکل امرئ ما نوی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اور اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے صبر کو عمل پر مقدم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے کہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات دوسرے عین عمل کے وقت پر صبر کرنا کہ اثنای عمل مین خدا سے غافل نرہے اور اوسکے سنن و آداب کی بجا آوری مین کسل کو دخل نہ دے اور شرط ادب کو عمل کے آخر تک ملحوظ رکھے یعنی عمل سے فارغ ہونے تک جن لوازم سے کہ خلل عمل مین ہوتا ہو اونسے صبر کرنا پڑیگا

اور یہ صبر بھی سخت ہے اور عمل کیا اس آیت مین بھی صبر مراد ہے نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا یعنی حق لوگون نے عمل کیے اور اوسکے تک صبر کیا تیسرے بعد عمل سے فارغ ہونے کے یعنی اب صبر کی حاجت یہ ہے کہ عمل کا افشا نہ کرے اور شہرت اور ریا کا خواہان ہو اور اپنی طرف سے کی نظر سے نہ دیکھے غرض جو چیزین مبطل عمل بعد عمل کے ہوتی ہین اون سے صبر کرے ورنہ عمل باطل ہوگا اور اوسکا اثر نہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ اور فرمایا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى پس جو شخص کہ صدقہ دیکے بعد احسان جتائے اور ایذا دے پر صبر نہ کریگا اوسکا عمل باطل ہوگا۔ اطاعت کی دو قسمین ہین فرض اور نفل اور دونون کو دونون مین صبر کی حاجت ہے اور اللہ تعالی نے انکو اس آیت مین جمع فرمادیا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى عدل کرنا فرض ہے اور احسان نفل ہے اور اقارب کو دینا مروت اور صلہ رحم ہے اور ہر ایک مین صبر کی حاجت ہے۔ اور نوع دوم یعنی معصیت پر بھی صبر کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالی نے جمیع اقسام معاصی کو اس آیت مین جمع کردیا ہے وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المهاجر من هاجر السوء والمجاهد من جاهد هواه اور معاصی تابع کے لوازم سے ہین اور صبر کے اقسام مین زیادہ شدید اون معاصی پر صبر کرنا ہے جو عادت کے باعث مالوف ہوگئے ہون اسلیے کہ عادت بھی ایک دوسری طبیعت ہوتی ہے جب خواہش نفس پر عادت زیادہ ہوجاتی ہے تو گویا شیطان کے دو لشکر آپس مین ملکر ایک دوسرے کی کمک کرتے ہین اور باعث دینی کا مقابلہ کرتے ہین اسلیے وہ اونکے قلع وقمع پر قادر نہین ہوتا پھر اگر وہ گناہ اون افعال مین سے ہون جنکے کرنے مین کچھ دقت نہین ہوتی آسانی ہوسکتے ہین تو اوس سے صبر کرنا نہایت دشوار ہے مثلاً زبان کے گناہون مثل غیبت اور جھوٹ اور خصومت اور اشارۃً یا صراحۃً اپنے نفس کی تعریف کرنی وغیرہ سے صبر کرنا یا اقسام مزاح سے جو دلون کو ایذا دین اور اون کلمات سے جو بقصد تحقیر وتذلیل ہوئے حاوین اور مردون کا ذکر کرنا اور اونپر جواہ اونکے علوم اور سیرت ومنصب پر اعتراض کرنا ان سب سے صبر کرنا بہت دشوار ہے اسلیے کہ ظاہر مین تو یہ غیبت ہین مگر باطن مین اپنے نفس کی ستایش پائی جاتی ہے ایسے گناہ مین نفس کو دو چاٹ ہوتی ہین ایک تو دوسرے کا نہونا دوسرے اپنا ہونا انھین دونون باتون سے ربوبیت پوری ہوتی ہے جو نفس کی سرشت مین ہے اور ربوبیت عبودیت کی ضد ہے جسکا آدمی کو حکم ہے انھین دو شہوتون کے اجتماع اور

اور زبان ہلانے مین دقت نہونی اور محاورات مین عادی ہوجانے سے صبر ایسی باتون سے مشکل ہے بلکہ لوگ انکو برا نہین جانتے نہ دلون مین ان امور کی کچھہ قباحت ہے کیونکہ اکثرون کا روزمرہ ہی ہوگیا ہے اور سب لوگون مین یہ بلا پھیلی ہوئی ہے۔ اگر کوئی مسلمان آدمی ریشم کا کپڑا پہنے تو لوگ نہایت بعید جانین لیکن اگر تمام دن اپنی زبان سے لوگون کو برا کہے جاوے تو کوئی نہ مانے حالانکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت تر ہے اور جو شخص گفتگو مین اپنی زبان نہ روک سکے اور اوسکے معاصی سے صبر نکر سکے تو اوسپر گوشہ نشینی اور تنہائی واجب ہے اسکے سوا اوسکے لیے اور کوئی صورت نجات کی نہین اسلیے کہ اکیلے رہنے پر صبر کرنا اس سے آسان ہے کہ لوگون مین رہکر سکوت پر صبر کرے۔ اور جیسا جس معصیت کا سبب قوی یا ضعیف ہوگا ویسا ہی صبر کرنا بھی سخت یا آسان ہوگا۔ اور زبان ہلانے کی نسبت وسوسے خلجان سے دلون کی حرکت اور بھی زیادہ سہل ہے یہ آفت تنہائی مین بھی باقی رہتی ہے اسلیے وسواس سے صبر ہونا ہرگز ممکن نہین الا اوس صورت مین کہ دل پر کوئی اور فکر دینی غالب ہوجاوے اور سب طرف سے خالی الذہن ہوکر ایک ہی فکر کا ہورہے ورنہ جب تک کسی خاص شی مین اپنی فکر کو نہ لگاویگا وسواس کا دور ہونا اوس سے ممکن نہوگا۔ صورت دوم وہ افعال جنکا آنا اختیار سے وابستہ نہو مگر اونکے دفع کرنے کا اختیار ہو مثلاً اگر کسیکو کسینے فعل سے یا قول سے ایذا دی یا اوسکے نفس یا مال مین کوئی قصور کیا تو اوسپر صبر کرنا اور مکافات کا چھوڑنا کبھی تو واجب ہوتا ہے اور کبھی صرف فضیلت کا موجب بعض صحابہ رضنے فرمایا ہے کہ ہم آدمی کے ایمان کو ایمان نہیں سمجھتے تھے جبتک کہ ایذا پر صبر نکرتا تھا اور کلام مجید مین انبیا کیطرف سے مخالفین کے جواب مین ارشاد ہے وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار کچھہ مال تقسیم فرمایا تو بعض مسلمان اعراب نے کہا کہ یہ ایسی تقسیم نہین جس سے خدا کی رضا منظور ہو یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپکے رخسار مبارک سرخ ہوگئے پھر فرمایا کہ اللہ رحم کرے میرے بھائی موسی علیہ السلام پر کہ اونکو لوگون نے اس سے بھی زیادہ ستایا مگر اونھون نے صبر کیا اور کلام مجید مین جا بجا آپ کو صبر کا ارشاد ہے چنانچہ فرمایا وَدَعْ اَذٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور فرمایا وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور فرمایا وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ اور فرمایا وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

اس صبر سے غرض یہی ہے کہ مکافات سے صبر کرو اور سوچے کہ مکافات سے صبر کرنے کا ثمرہ اتنا ہے اللہ تعالی نے
قصاص میں حقوق کے معاف کرنے والوں کی مدح فرمائی چنانچہ ارشاد ہے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ
فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ اور میں نے انجیل میں دیکھا ہے کہ حضرت
عیسی بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمکو پہلے سے یہ حکم ہے کہ دانت کے بدلے دانت اور ناک کے
بدلے ناک یعنی جتنی برائی کوئی تم سے کرے اوسیقدر تم اوس سے کرو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ شر کا
بدلا شر مت دو بلکہ جو کوئی تمہارے دہنے رخسار پر مارے تو اوسکے سامنے بایاں کر دو اور جو کوئی تمہاری
چادر لے لے تو اوسکو تہمد بھی دے دو اور جو تمکو ایک میل بیگار لیجاوے تو تم دو میل اوسکے ساتھ جاؤ انتہی
ان سب روایتوں میں ایذا پر صبر کرنا پایا جاتا ہے حاصل یہ کہ لوگوں کی ایذا پر صبر کرنا مراتب صبر میں
اعلی ہے اسلیے اس صورت میں باعث دین کے مقابلے میں غصہ اور باعث شہوت دونوں ہوتے ہیں
تو دونوں کو مغلوب کرنا تھوڑا کام نہیں صورت سوم ایسے امور جنکی ابتدا و انتہا کچھ بھی بندے کے
اختیار میں نہیں جیسے عزیزوں کا مرنا اور مال تلف ہونا اور مرض سے تندرستی کا جاتا رہنا اور عضو کا
بگڑ جانا اور تمام اقسام کے مصائب کہ اون پر صبر کرنا مقامات صبر میں سے اعلی مقام ہے حضرت ابن
عباس رض فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں صبر تین صورت پر ہے اول ادای فرائض پر اوسکا ثواب
تین سو درجے ہیں دوم صبر محارم یعنی حرام کی ہوئی چیزوں سے اوسکے لیے چھ سو درجے ہیں تیسرا
صبر مصیبت پر پہلے صدمے کے وقت اوسکے لیے نو سو درجے ہیں اور یہ رتبہ باوجودیکہ پہلے
میں سے دوم کی نسبت کیا باوجودیکہ وہ فرائض میں سے ہے اسوجہ سے افضل ہے کہ محرمات
میں سے تو ہر ایک ایماندار صبر کر سکتا ہے مگر مصیبت پر وہی صبر کریگا جسکو سرمایہ صدیقوں کا
حاصل ہوگا اسلیے کہ نفس پر بہت سخت ہوتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوں
دعا مانگتے کہ اَسْئَلُكَ مِنَ الْيَقِيْنِ مَا تُهَوِّنُ عَلَيَّ بِهٖ مَصَائِبَ الدُّنْيَا اس سے معلوم ہوا کہ
اس صبر کا منشا حسن یقین ہوتا ہے اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہیں کہ قسم بخدا جس چیز کو ہم
محبوب جانتے ہیں اوس پر صبر نہیں کرتے تو جو ہمکو بری معلوم ہوتی ہے اوس پر کیسے صبر کرینگے
اور ایک حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کے بدن میں
خواہ مال میں یا اولاد میں مصیبت بھیجتا ہوں اور وہ اوسکو صبر جمیل سے برداشت کرتا ہے تو
قیامت کو مجھے شرم آتی ہے کہ اوسکے لیے ترازو کھڑی کروں یا نامہ اعمال پھیلاؤں اور ایک

حدیث شریف مین ہے کہ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ بِالصَّبْرِ عِبَادَۃٌ اور ایک حدیث مین ہے کہ جب کسی بندے کو مصیبت پہونچے اور وہ بموجب حکم الٰہی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کہے اور پھر کہے اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَعْقِبْنِيْ خَيْرًا مِّنْهَا تو خدای تعالی ویسا ہی کرتا ہے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مجکو آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ خدای تعالی نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبریل جسکی مین دونون آنکھین لے لون اوسکا بدلہ کیا ہے اونھون نے عرض کیا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ ہمیشہ میرے گھر مین رہے اور میرے دیدار سے مشرف ہو اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ جب مین اپنے بندے کو کسی بلا مین مبتلا کرتا ہون اور وہ صبر کرتا ہے اور اپنے عیادت کرنے والون سے میری کچھ شکایت نہین کرتا تو مین اوسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دیتا ہون اور خون کی عوض عمدہ خون عنایت کرتا ہون اور جب اوسکو شفا دیتا ہون تو کوئی گناہ اوسکے ذمے نہین ہوتا اور اگر اوسکو وفات دیتا ہون تو اپنی رحمت مین لا ڈالتا ہون اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی اوس غم زدہ کا بدلا کیا ہے کہ جو تیری رضا کی خواہش کے باعث مصائب پر صبر کرے ارشاد ہوا کہ اوسکا بدلہ یہ ہے کہ اوسکو لباس ایمان پہنا کر کبھی اوسکے بدن سے نہ نکالون اور ایکبار حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ جب اللہ تعالی کسی بندے پر انعام کرتا ہے اور پھر وہ نعمت اوس سے لے لیتا ہے اور بندہ اوسکی عوض مین صبر کرتا ہے تو اللہ تعالی اوس نعمت کے عوض مین جو کچھ عنایت فرماتا ہے وہ اوس پہلی نعمت سے افضل ہوتی ہے بعد اوسکے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور حضرت فضیل رح سے صبر کی حقیقت پوچھی تو فرمایا کہ وہ راضی ہونا ہی خدا کے حکم پر لوگون نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے رتبے سے زیادہ کی تمنا نہین کرتا۔ اور روایت ہے کہ حضرت شبلی رح شفاخانے مین محبوس ہوئے تو اونکے پاس کچھ لوگ گئے آپنے پوچھا کہ تم کون ہو اونھون نے عرض کیا کہ آپکے دوست ہین زیارت کو آئے ہین آپنے اونکو ڈھیلون سے مارنا شروع کیا یہان تک کہ وہ بھاگنے لگے پھر آپنے فرمایا کہ اگر تم میرے آشنا ہوتے تو میری مصیبت پر صبر کرتے اور بعض عارفین کی جیب مین ایک رقعہ تھا کہ ہر گھڑی اوسکو نکالکر دیکھ لیا کرتے اوسمین یہ لکھا تھا وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا اور روایت ہے کہ فتح موصلی رح کی بی بی ایکبار پھسل پڑین اور اونکا ناخن ٹوٹ گیا وہ

دمسں پڑیں لوگوں نے پوچھا کہ تمکو تکلیف نہیں معلوم ہوتی اونھوں نے کہا کہ اسکے تراشنے
مرے مین میرے دل سے تلخی درد کی جاتی رہی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان
علیہ السلام سے فرمایا کہ مومن کے تقوی پر تین باتوں سے استدلال کیا جاتا ہے اول جو چیز
سہین ملی اوسمین اچھی طرح توکل کرنا دوسرے جو چیز اوسکو ہوچکی اوسمین اچھی طرح راضی ہونا
تیسرے جو چیز ملکر جاتی رہی اوسپر اچھی طرح صبر کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
مِنْ اِجْلَالِ اللّٰهِ وَمَعْرِفَةِ حَقِّهٖ اَنْ لَا تَشْكُوْ وَجَعَكَ وَلَا تَذْكُرْ مُصِيْبَتَكَ اور کہتے ہیں کہ ایک حضرت
ایک وز آستین مین کچھ لیکر نکلے پھر جو تلاش کیا تو ہمیانی نپائی معلوم ہوا کہ وہ چوری ہوگئی
آپ نے فرمایا کہ جسنے لی ہو خدای تعالیٰ اوسکو اوسمین برکت دے شاید اوسکو مجھسے زیادہ اوسکی
ضرورت ہوگی۔ اور ایک شخص بزرگ راوی ہین کہ مین سالم مولی ابی حذیفہ رض کے پاس اوس
حال مین گیا کہ اونمین کچھ جان باقی تھی مین نے پوچھا کہ تمھیں پانی پلاؤں اونھوں نے کہا کہ
مجکو تھوڑا سا دشمن کیطرف سرکا دو اور پانی میری ڈھال مین رکھدو کیونکہ مین روزے سے ہون
اگر شام تک جیتا رہونگا تو پی لونگا۔ سالکین طریق آخرت کا صبر ایسا ہوتا تھا جیسا اوپر مذکور ہوا
اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت مین درجۂ صبر کسطرح ملے کہ امر اختیاری نہیں اضطرار کی صورت سے ہے
اسلیے کہ اگر صبر سے یہ مراد ہے کہ دل مین مصیبت کی کراہت نہو تو یہ بات آدمی کے اختیار مین
داخل نہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ صابرون کے درجے سے آدمی جبھی خارج ہوتا ہے جب جزع و فزع
کرے اور منہ پیٹے اور گریبان پھاڑے اور شکایت بہت کرے اور رنج کو ظاہر کرے اور لباس
اور فرش اور غذا مین عادت کے خلاف کرے اور یہ سب باتین آدمی کے اختیار مین ہین ان سب
سے احتراز واجب ہے اور بحکم خدا پر راضی ہونے کے اور کچھ بیان نکرے اور جسطرح عادت کھانے
پینے وغیرہ کی تھی ویسی ہی بدستور رہنے دے کسیطرحکا فرق نکرے اور یہ جانے کہ وہ تیرے میرے
پاس ودیعت تھی اسکا مالک نے واپس لے لی چنانچہ رمیصا ام سلیم سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہین
کہ میرا ایک لڑکا گذر گیا اور میرے شوہر حضرت ابو طلحہ رض موجود نہ تھے مین نے اوسکو گھر کے ایک
گوشے مین کو کرکے اوسپر کپڑا اوڑھا دیا بعد اسکے حضرت ابو طلحہ رض تشریف لائے مین اوٹھی اور اونکا
کھانا تیار کیا وہ کھانے لگے پھر پوچھا کہ لڑکا کسطرح ہے مین نے کہا کہ الحمد للہ اچھے حال مین ہے
اور یہ اسلیے کہا کہ جب سے وہ بیمار ہوا تھا کسی رات ایسی چین نہ لی تھی جیسے اوس شب فاقہ کو تھی
پھر مین نے اپنے آپ کو اور روزون کی نسبت کر زیادہ بنایا سنوارا یہانتک کہ وہ مجھسے ہمبستر ہوئے

پھر مین نے اونسے کہا کہ دیکھو ہمارے ہمسایہ کی بات کہ اوسکو ایک چیز مانگے ملی تھی جب لوگ وہ
مانگی اور واپس لینی چاہی تو خفا ہونے لگا حضرت ابو طلحہ رضہ نے فرمایا کہ ہمسایہ نے بہت برا کیا اگر
ایسا کیا پھر مین نے کہا کہ تمھارا فرزند اسیطرف سے عاریت تھا اللہ تعالی نے اوسکو لے لیا
اونھون نے اللہ کا شکر کیا اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر حال بیان کیا آپنے فرمایا کہ الہی انکو اس رات کے معاملے مین برکت دے
راوی کہتے ہین کہ بعد اس کے مسجد مین مین نے اونکے سات لڑکے دیکھے کہ سب کے سب
قاری قرآن تھے اورحضرت جابر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مین خواب مین جنت کے
اندر گیا اور حضرت ابو طلحہ رضہ کی بی بی رمیصا کو جنت مین دیکھا - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ صبر
جمیل یہ ہے کہ مصیبت زدہ دوسرون سے پہچانا نجاوے اور مرنے پر دل دکھنے اور آنسو بہانے
سے صابرین کی حد سے نہین نکلتا اسلیے کہ یہ باتین بشریت کے تقاضا سے ہین اور موت کے وقت
انسان انسے علیحدہ نہین ہوسکتا اسی وجہ جب حضرت ابراہیم لخت جگر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا انتقال ہوا تو آپکی آنکھون سے آنسو نکلتے تھے لوگون نے عرض کیا کہ آپنے اس سے ہمکو
منع فرمایا ہے آپنے فرمایا کہ اِنَّ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ وَاِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ بلکہ یہ امر مقام
رضا سے بھی خارج نہین کرتا مثلاً جو شخص پچھنے لگواتا ہے یا فصد کھلواتا ہے وہ راضی ہوتا ہے
اور بیشک درد بھی معلوم ہوتا ہے اور کبھی شدت درد مین آنسو بھی نکل پڑتے ہین اور انشاء اللہ
اسکا بیان باب رضا مین آویگا - اور ابن ابی نجیح نے بعض خلفا کی تعزیت مین یہ لکھا جو شخص کہ
خدای تعالی کا حق اوس چیز مین پہچانتا ہے جو خدای تعالی نے اوس سے لے لی ہے وہ اس
بات کا مستحق زیادہ ہے کہ جو چیز خدای تعالے نے اوسکے لیے باقی رکھی ہے اوسمین اوسکے
حق کی عظمت جانے اور جان لو کہ جو تم سے پہلے گذر گیا وہ تمھارے لیے باقی ہے اور جو تمھارے
بعد رہیگا اوسکو تمھارے باب مین ثواب ملیگا اور جان لو کہ صابرون کا ثواب مصیبت مین اوس
نعمت کی نسبت کہ بڑھکر ہے جو مصائب نہ پہنچنے سے اوپر ہوتی ہے - غرضکہ ثواب کی
نعمت کو سوچنے سے اگر نفس کی کراہت ٹالیگا تو صابرون کا درجہ پاویگا ہان صبر کا کمال اسمین ہے
کہ مرض اور افلاس اور تمام مصیبتون کو چھپاوے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ احسان کے خزانون
مین سے ہے مصائب اور دردون اور صدقات کا پوشیدہ رکھنا - ان تقسیمات سے ظاہر ہوا کہ سب
احوال و افعال مین صبر واجب ہے اسلیے کہ جو شخص سب شہوات سے تنہا عزلت نشین ہو وہ بھی

صورت سے پیدا ہوگا ظاہر میں تو عزلت اور تنہائی پر صبر کرنا پڑیگا اور باطن میں سیاوس شیطانی پر
کیونکہ وساوس کا علاج ممکن نہیں لیتا اور اکثر باتیں خود دل میں آتی ہیں وہ یا ایسی چیزوں سے
یاد میں ہوتی ہیں جو گذر چکیں اور اونکا تدارک ممکن نہیں یا آیندہ چیزوں کے باب میں کہ اگر تقدیر
میں ہوگی تو ضرور ملیگی بہرحال ان دونوں صورتوں میں وقت کا تلف کرنا ہے اور آدمی کا آلہ
اور سرمایہ اوسکا قلب ہے پس اگر ایک سانس بھی دل ذکر اور فکر سے غافل رہیگا تو خسارہ
ہوگا اور ذکر سے وہ مراد ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس پیدا ہوتا ہے اور فکر سے ایسا
فکر مقصود ہے جس سے خدای تعالیٰ کی معرفت ہو اور معرفت سے محبت الٰہی حاصل ہو یہ صورت
جب ہے کہ جب فکر اور وسواس مباحات ہی میں منحصر ہو اور ایسا اکثر وقوع میں نہیں آتا بلکہ
شہوات کے پورا کرنے کے لیے حیلوں کی صورتیں سوچا کرتا ہے کیونکہ ہمیشہ ایسے شخص کی
سراغ کرتا ہے جو تمام عمر میں ایک دفعہ بھی اوسکے خلاف مرضی ہوے ہوں یا جسکی طرف وہم
بھی سراغ کا ہو یہ مجھسے میرے مقصود میں مخالفت کریگا اور اوس سے کوئی علامت بھی اس
باب میں ظاہر ہوئی ہو بلکہ جو آدمی سب لوگوں سے زیادہ اپنا مخلص ہو گو اپنے اہل و اولاد ہی
کیوں ہو اوسکو مخالف فرض کرلیتا ہے پھر یہ سوچتا ہے کہ اونکو کسطرح رکھوں اور پھر کیسے اور
اونکے مخالفت کے حیلوں کا جواب دیجیے اسطرح ایک شغل دائمی میں رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان کے
دو لشکر ہیں ایک طائر اور ایک سائر لشکر طائر کی حرکت کا نام وسواس ہے اور سائر کی حرکت کا
نام شہوت اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان آگ سے مخلوق ہوا ہے اور انسان کھنکھناتی مٹی
ٹھیکری جیسی سے اور ٹھیکری میں آگ کے ساتھ مٹی اکٹھی ہے اور مٹی کی طبیعت سکون ہے اور
آگ کی سرشت حرکت پس کوئی آگ ایسی نہیں ہوسکتی کہ بھڑکے اور نہ ہلے بلکہ ہمیشہ اپنی طبیعت کے
مقتضا سے حرکت کرتی رہتی ہے اور شیطان لعین کو جو آگ سے مخلوق ہے اس بات کا حکم
ہوا تھا کہ جس چیز کو خدای تعالے نے مٹی سے پیدا کیا اوسکو سجدہ کرکے مطمئن ہو اور ٹھہرے
مگر اوسنے انکار کیا اور نافرمانی کی اور اپنی نافرمانی کی وجہ کو یون بیان کیا کہ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ
مِنْ طِينٍ پس جب وہ ملعون سے ہمارے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو پھر
اونکی اولاد کو کیسے سجدہ کریگا اونکو سجدہ کرنے سے مقصود یہی ہے کہ دل پر جو وسواس اور
طیران اور جولانی کرتا رہتا ہے اس سے باز رہے اسلیے کہ ان حرکات سے اوسکا باز رہنا گویا
منقاد و مطیع انسان کا بننا ہے کہ انسان سے دبکر یہ حرکتیں چھوڑ دیں اور واقع میں سجدے کی حالت

انقیاد و اطاعت ہی ہے پیشانی کا زمین پر رکھنا سجدے کا جسم ہے اور اصطلاحی پہچان
سجدے کی زمین پر رکھنے کو مقرر کر لیا ہے ہو سکتا تھا کہ اصطلاح میں اسی سر رکھنے کو حقارت کی
علامت ٹھہرا لیتے جیسے مونہہ کے بل گر پڑنا کسی امیر کبیر کے سامنے عادۃً گستاخی متصور ہوتا ہے
غرضکہ آدمی کو چاہیے کہ قلب اور روح اور صدف اور مروارید اور پوست اور مغز میں تمیز کرے
ایسا نہو کہ صرف عالم ظاہری کا مقید ہو کر عالم غیب سے غافل ہو جائے۔ اور اس تقریر سے یہ بھی
ثابت ہوا کہ شیطان کو مہلت ملگئی ہے تو قیامت تک ایسا نہو گا کہ آدمی کو وسواس ڈالنے سے
باز رہے اور اسکا منقاد ہو جائے اگر سوا خدا کے اور فکر آدمی کو نہے تب البتہ اوس ملعون کی
گنجایش آدمی میں نہیں رہتی بلکہ ایسا شخص اللہ کے مخلص بندوں میں داخل ہوتا ہے جو بموجب
نص قرآنی کے شیطان لعین کے تسلط سے خارج ہیں اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ دل میں فکر
الٰہی بھی ہو اور شیطان بھی اوسمیں ہو اسواسطے کہ شیطان انسان میں خون کیطرح پھرتا ہے
ایک سیال چیز ہے اور اوسکا سیلان ایسا ہے جیسے پیالے میں ہوا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ
پیالے میں سے ہوا بھی نکلجائے اور پانی وغیرہ اوسمیں کچھہ نہ بھرا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ امر
ناممکن ہے بلکہ جسقدر پانی پیالے میں نہ رہیگا اوسیقدر ہوا اوسمیں بھر جاویگی اسیطرح جو دل کہ کسی
عمدہ فکر دینی سے پر ہوگا وہ تو البتہ شیطان کی جولانی سے خالی ہوگا ورنہ جو شخص ایک لحظہ
بھی خدا سے غافل ہوگا اوسکا جلیس سوا شیطان کے کچھہ نہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ اور یہ اسلیے فرمایا کہ جب جوان آدمی کوئی ایسا کام نکریگا
جس سے اوسکا دل امر مباح میں مشغول ہوا اور دین پر اعانت ملے تو گو ظاہر میں وہ بیکار رہیگا
الا دل اوسکا خالی نہوگا اوسمیں شیطان گھونسلا بنا کر انڈے بچے دیگا پھر اوسکے بچے جفتی
کھا کر دوبارہ انڈے بچے نکالینگے اسیطرح اوسکی نسل سب حیوانات کی نسل سے زیادہ بڑھتی
جاویگی اسلیے کہ اوسکی سرشت آگ سے ہے اور آگ کے سامنے اگر سوکھا گھاس آجاوے تو کیسے
پھیلتی ہے اور آگ سے آگ نکلتی چلی جاتی ہے اور کہیں نہیں ٹھہرتی بلکہ تھوڑی تھوڑی
بڑھتی ہی جاتی ہے تو جوان آدمی کے نفس میں شہوت کا ہونا شیطان کے لیے ایسا ہی ہے جیسا
سوکھا گھاس آگ کیواسطے اور جسطرح کہ آگ کی غذا نرہنے سے وہ بجھہ جاتی ہے یعنی لکڑی وغیرہ
نرہنے سے جاتی رہتی ہے اسیطرح شہوت کے نرہنے سے شیطان کی مجال بھی معدوم ہو جاتی ہے

اب اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہو جاوے کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اوسکی شہوت ہے
اور وہ نفس کی ایک صفت ہے اور اسیواسطے جب کسی نے منصور حلاج سے دار پر چڑھتے
وقت تصوف سے سوال کیا تو اونھوں نے جواب دیا کہ وہ آدمی کا نفس ہے کہ اگر اوسکو
مشغول نرکھے تو وہ آدمی کو مشغول کر دیتا ہے یعنی نفس سے اگر کچھ کام آخرت نہ لے تو وہ آ
دھندے مین پھنسا دیتا ہے ماحاصل اس سب کا یہ ہوا کہ صبر کی حقیقت اور کمال یہی ہے کہ
ہر ایک حرکت بد سے صبر کیا جاوے اور حرکت باطن سے صبر کرنا بطریق اولی چاہیے اور یہ
صبر دائمی ہو کہ بجز موت کے منقطع نہین ہوتا اللہ تعالے ہمکو بھی اسکی توفیق نیک اپنے کرم و احسان سے عنایت فرماوے

ساتوان بیان صبر کی دوا مین اور جس چیز سے کہ صبر پر مدد ملے

واضح ہو کہ جس شخص نے بیماری بھیجی ہے اوسی نے اوسکی دوا بھی اوتاری ہے اور شفا کا وعدہ
فرمایا ہے اس نظر سے گو صبر بہت مشکل اور امر دشوار ہے مگر اوسکا حاصل ہونا معجون علم و عمل سے
ممکن ہے اور علم و عمل ایسے مفردات ہیں کہ امراض قلوب کی سب دوائیں انسے بنتی ہین مگر ہر
مرض کیلیے علم و عمل جداگانہ چاہیے اور اوپر لکھا گیا کہ اقسام صبر کے مختلف ہیں تو جو علتین کہ
مانع صبر ہیں وہ بھی مختلف ہیں اسیواسطے علاج بھی مختلف ہے کیونکہ علاج علت کی ضد ہوتا ہے
اور جو علت ہو اوسکی بیخ کنی علاج سے مقصود ہوتی ہے اور اسکا بیان بالاستیعاب کرنا تو
طوالت چاہتا ہے مگر طریق علاج ہم بعض مثالون مین بتلائے دیتے ہیں مثلاً آدمی شہوت
زنا سے صبر کرنے کا محتاج ہے اور یہ شہوت اوسپر اتنی غالب ہے کہ اوس سے اپنی شرمگاہ کو
نہیں روک سکتا یا شرمگاہ کو روکتا ہے آنکھ کے روکنے پر قادر نہین یا اوسپر بھی قادر ہے لیکن
قابو نہیں کہ وہ ہمیشہ مقتضیات شہوات مین پھنسائے رکھتا ہے اور ذکر اور فکر اور اعمال صالحہ
کی مواظبت جیسی وجہ نہیں ہوسکتی تو اسکا علاج یہ ہے کہ پہلے مذکور ہوچکا کہ باعث دینی اور
باعث ہوی مین کشتی ہوتی رہتی ہے اب اگر ہمکو یہ منظور ہو کہ دونون کشتی والون سے ایک
جیت جاوے اور دوسرا ہار جاوے تو جسکو جتانا منظور ہو اوسکی تقویت کرنی چاہیے اور
دوسرے کو دبانا چاہیے اور چونکہ مثال معروض مین صبر کا حاصل کرنا منظور ہے اور صبر جبھی
حاصل ہوتا ہے جب باعث دینی کو اپنے حریف پر غلبہ ہو اسلیے ضرور ہوا کہ باعث دینی کو تقویت
دیجاوے اور دوسرے کو کم زور کیا جاوے تاکہ مدعا حاصل ہو باعث شہوت کے کمزور کرنے
کے تین طریق ہین اول تو یہ کہ اوسکی قوت کی اصل دیکھین کہ کہان سے اوسکو زور پہونچتا ہے

تو معلوم ہوگا کہ شہوت کی حرکت اور قوت کی اصل عمدہ غذائین ہین باعتبار اقسام اور کثرت
پس اصل ہی کو لینا چاہیے یعنی غذا کو منقطع کرنا چاہیے اسطرح کہ ہمیشہ روزہ رکھین اور افطار
وقت کچھ تھوڑی سی غذا کم زور جنس کی کھالین مثلاً گوشت وغیرہ غذائین جنسے شہوت ہو ترک
کردین دوسرے یہ کہ جو اسباب شہوت بالفعل موجود ہون اونکو دور کرنا چاہیے یعنی ہیجان شہوت کا
باعث نظر ہوتی ہے اسلیے کہ نظر سے دل کو حرکت ہوتی ہے اور دل سے شہوت کو تو اس سے
احتراز ضرور ہے باین طور کہ عزلت اختیار کرین اور جہان شبہہ بھی اچھی صورتون کے دیکھنے کا
وہان سے کوسون بھاگین حدیث شریف مین ہے کہ اَلنَّظْرُ سَهْمٌ مَّسْمُومٌ مِّنْ سِهَامِ اِبْلِیْسَ
اور یہ تیر وہ ملعون ایسا پھینکتا ہے کہ جسکے لیے کوئی ڈھال نہین بجز اسکے کہ آنکھین بندکیجاوین
یا جس سمت سے وہ پھینکتا ہے وہانسے ٹل جاوین اور یہ تیر وہ ملعون قوس ابروی خوبان سے
مارتا ہے پس جب آدمی خوب صورتون کی سمت سے ٹلجاویگا تو تیر شیطانی اوسکو نہ لگیگا تیسرے
یہ کہ نفس کو مباح چیز اوسی جنس کی جسکو خواہش ہے دیکر تسلی دیجاوے مثلاً صورت مفروضہ مین
نکاح سے نفس کو تسلی دیجاوے اسواسطے کہ جس چیز کو طبیعت چاہتی ہے وہ مباح مین موجود ہے
پھر ممنوع کی کیا ضرورت ہے یہ علاج اکثرون کے حق مین مفید ہے پھر بھی اکثر مردون کی
شہوت کا استیصال اس سے نہین ہوتا اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے عَلَیْکُمْ بِالْبَاءَةِ
فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ غرض کہ غذا موقوف کرنی سب کا منشہ
آدمی کو کم زور کردیتی ہے اور غذا کا موقوف کرنا ان تین علاجون مین سے ایسا ہے جیسا
سرکش جانور یا ایذا دہندہ کتے کو کھانا ندین تاکہ ضعیف ہوکر اوسکی قوت جاتی رہے اور دوسرا
علاج ایسا ہے جیسا کتے سے گوشت کو چھپاوین اور جانور سے دانہ تاکہ نہ دیکھے نہ خواہش
کرے اور تیسرا علاج ایسا ہے جیسا جانور و کتے کی مرغوب چیز مین سے تھوڑی سی اوسکو دیدین
تاکہ اتنی قوت اوسمین رہے کہ تادیب پر صبر کرسکے - اور باعث دینی کی تقویت دو طرح سے
ہوتی ہے اول تو نفس کو فوائد مجاہدہ اور دین و دنیا مین اوسکے ثمرات کی طمع دلانی اسطرح کہ جو خبار
کہ صبر کی فضیلت مین اور دین و دنیا مین اوسکے انجام کے بہتر ہونے مین ہمنے لکھے ہین
اونمین کثرت سے تامل کرے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ ثواب مصیبت کا فوت ہوئی والی
چیز سے زیادہ ہوتا ہے اور اسیوجہ سے ایسی مصیبت پر اوسکی غبطہ کیجاتی ہے اسواسطے کہ اوسکی
پاس سے ایسی ہی چیز گئی ہے جو صرف زندگی بھر اوسکے پاس رہتی اور اوسکو حاصل ایسی چیز ہوئی

جو بعد موت اوسکے ساتھ ابد الآباد تک رہیگی اسکی مثال ایسی ہی ہوئی کہ کوئی شخص بیع سلم
اسطرح کرے کہ ابھی چیز دیدے اور آئندہ کو عمدہ چیز لینی کرے تو ظاہر ہے کہ اوسکو اوس
ادنی سے یہ زعم کرنا سچا ہے مگر یہ امر متعلق معرفت سے ہے اور از قبیل ایمان ہے اور کبھی تو
معرفت قوی ہوتی ہے اور کبھی ضعیف اسکی قوت سے باعث دینی کو بڑی قوت ہوجاتی ہے
اور بہت جوش اوسمین پیدا ہوتا ہے اور اوسکے ضعف سے اوسمین ضعف آجاتا ہے اور
اس معرفت یعنی قوت ایمانی کو یقین کہا کرتے ہین جو عزیمت صبر کا محرک ہے مگر بمصداق حدیث
مذکورہ سابق آدمیوں کو یقین اور عزیمت صبر کمتر عنایت ہوے ہین - دوسرا طریق یہ ہے
کہ باعث دینی کو باعث ہوی سے پچھاڑنے کا آہستہ آہستہ ربط ڈالے یہانتک کہ مزہ فتح کا
اوسکو معلوم ہوا اور ایکبارگی اوسپر دلیر ہوجاوے اور اوسکا پچھاڑنا کچھ بڑی بات نہ سمجھے کیونکہ
عادت اور مہارت محنت کے کاموں کی اون قوی کو مضبوط کردیتی ہین جنسے وہ اعمال صادر
ہوتے ہیں اور اسیوجہ سے طاقت پلہ داروں اور کسانوں اور سپاہیوں کی زیادہ ہوتی ہے
اور جو محنت کا کام کرتے ہیں وہ درزیوں اور عطاروں اور فقہا اور صلحا سے زور آور ہوتے ہین
اسلیے کہ ان لوگوں کے قوی مہارت سے مضبوط نہین ہوتے - ان دو علاجون مین سے پہلا علاج
تو ایسا ہے جیسا کشتی گیر کو وعدہ کیا جاوے کہ اگر پچھاڑوگے تو تمکو خلعت ملیگا اور انواع اقسام
کے انعام دیے جاوینگے جیسے فرعون نے ساحروں سے حضرت موسی علیہ السلام کے مقابل
کہا تھا کہ اگر تم جیتوگے تو تمکو مقرب کرونگا اور دوسرا علاج ایسا ہے کہ اگر کسی لڑکے کو کشتی
اور پہ گیری سکھانی منظور ہو تو لڑکپن ہی سے اوسکو ان فنون کے لوازم کا عادی کردیتے ہین
تاکہ اوسکے الفت ہو اور جرأت و قوت بڑھے - پس جو شخص سرے سے صبر کے ساتھ مجاہدہ
ہی چھوڑدے اوسمیں باعث دینی کمزور ہوجاویگا اور ایسا دب جاویگا کہ شہوت کو ضعیف
اور قلیل ہی ہو اوسپر بھی غالب آویگا اور جو شخص اپنے نفس کو خواہش نفسانی کے خلاف پر
عادی کریگا وہ جسوقت چاہیگا شہوت پر غالب ہوسکتا ہے - یہ ہے طریق علاج کا ہر کی
تمام اقسام مین اور ہر ایک کا بیان کرنا دشوار ہے مگر سب مین سخت باطن کا روکنا ہے
حدیث نفس سے خصوص ایسے شخص پر جو اسیکا ہو رہے یعنی شہوات ظاہری کا استیصال کرکے
عزلت نشینی اختیار کرے اور مراقبہ اور ذکر و فکر کے لیے بیٹھ رہے کیونکہ ایسے شخص کو وسوسہ
ادھر سے اودھر لیے پھرتا ہے اور اسکا کوئی علاج بجز اسکے نہیں کہ ظاہری و باطنی علاقوں کو

تو وہ کہ زن وفرزند ومال وجاہ ودوست آشنا سے یکسو ہو اور قدر قلیل قوت لیکر کسی کونے مین بیٹھ رہے اور اسی پر قانع بھی ہو اور یہ سب امور جب کافی ہونگے جب ہمہ تن ہمت ایک ہی طرف کرلیگا یعنی دھیان بجز خدا تعالے کے اور کسی چیز کا نرہیگا اور جب دل پر یہ خیال غالب ہوگا تو یہ بھی کارآمد نہین جب تک کہ فکر کی جولانی سے ملکوت آسمان وزمین اور عجائب صنع خالق اور تمام اقسام معرفت آلہی کی سیر باطنی نکرے جب یہ معاملہ نصیب ہوگا تب البتہ شیطان کے وسواس کی کشاکشی مین مشغول ہونا دور ہوگا اور اگر سیر باطنی میسر نہو تو نجات کی صورت یہ ہے کہ اوراد ووظائف ہر لحظہ مین برابر پڑھتا رہے مثلاً تلاوت اور ذکر اور نماز سے کوئی دم خالی نرہے اور اسکے ساتھ ہی بتکلف دل کو حاضر کرے کیونکہ ظاہر کے ورد ووظیفہ سے مشغولی دل نہین ہوتی باطن کی فکر ہی سے ہوتی ہے جب یہ سب باتین کرلیگا تو صرف بعض اوقات کا فکر رہجاویگا اسلیے کہ تمام اوقات مین کوئی نہ کوئی حادثہ ایسا بھی پیدا ہوجاتا ہے جو مانع فکر وذکر ہو مثلاً مرض اور خوف اور کسیکی ایذا رسانی اپنے آپ کو اور ملنے والی کی نافرمانی وغیرہ کہ عزلت مین خواہ مخواہ ایسے شخص سے ملنے کی ضرورت پڑتی ہی ہے جو اسباب معیشت مین اعانت کرے غرض یہ سب باتین مانع ذکر وفکر ہین اور چند امور ضروری اور بھی ہین کہ انکی نسبت کر زیادہ ضروری ہین مثلاً کھانے اور لباس اور اسباب معاش مین مشغول ہونا کہ انکے لیے بھی ایک وقت چاہیے بشرطیکہ خود کفیل انکی تیاری کا ہو اور اگر کوئی دوسرا شخص کفیل ہو تو یہ امور اوسکے دل کے مانع ہونگے مگر بعد کل علاقون کے قطع کر ڈالنے کے اکثر اوقات صاف ہی رہینگے اگر کوئی مصیبت نہ آجاوے اور ان اوقات مین دل صاف ہوجاتا ہے اور فکر آسان ہوتا ہے اور اسرار آلہی ملکوت آسمان وزمین کے ایسے منکشف ہوتے ہین کہ باوجود علائق کے مدت دراز مین اونکا سوان حصہ بھی نہین منکشف ہوتا اور اس رتبے پر عارف کا پہونچنا اقصای مراتب مین سے ہے جنپر کہ انسان اپنی کوشش سے پہونچ سکتا ہے لیکن مقدار منکشف ہونے کی اور الطاف آلہی کے وارد ہونے کی احوال و اعمال مین معلوم نہین اوسکا حال شکار اور رزق کا سا تصور کرنا چاہیے کہ بعض اوقات تھوڑیسی محنت مین بڑا شکار ہاتھ لگجاتا ہے اور بعض اوقات بہت سی محنت مین تھوڑا ہی ملتا ہے اسمین اپنی کوشش کو کچھ دخل نہین صرف کشش آلہی پر اعتماد ہے جو ثقلین کے اعمال کے مقابل ہے اور بندے کا اختیار اوسپر کچھ نہین ہان بندے کا اختیار اتنا ہے کہ

اپنے آپ کو مستعد اوس کشش کا کر دے یعنی طور کہ اپنے دل سے جو باتیں کہ دنیا کیطرف کھینچتی ہیں
اونکو قطع کر دے اسلیے کہ کشش اوپر کو جبھی ہوگی جب نیچے کے تناو کاٹ ڈالے جاوینگے چنانچہ
حدیث شریف میں بھی اس علائق دنیاوی کے قطع کا اشارہ ہے کہ فرمایا اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ
دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان نفحات اور جذبات الٰہی کے لیے
اسباب آسمانی ہیں کیونکہ خدای تعالیٰ فرماتا ہے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ اور
کشش الٰہی اور معرفت سے بڑھکر کونسا رزق ہوگا اور امور آسمانی ہماری نظروں سے غائب ہیں
ہمکو معلوم نہین کہ کسوقت اللہ تعالیٰ رزق کی اسباب ہم پر آسان کریگا تو صرف ہمکو اسیقدر چاہیے
کہ جگہ کو خالی کر کے منتظر نزول رحمت اور وقت معین کے رہیں جیسے کوئی زمین کو جوت کر
اور گھاس کوڑے سے صاف کر کے بیج ڈالدے تو اوسکو یہ مفید ہوگا جب تک کہ مینہ برسے
اور اوسکو معلوم بھی نہین کہ سامان باران رحمت کب ہوگا مگر چونکہ خدا کے فضل پر اعتماد ہوتا ہے
کہ کوئی برس مینہ سے خالی نہین رکھتا اسلیے یہ سب محنت گوارا کرتا ہے اسیطرح کوئی سال
اور مہینا اور دن جذبہ یزدانی اور کشش و نفحہ رحمانی سے بھی خالی نہیں گذرتا پس بندے کو
چاہیے کہ اپنے دل کو شہوات کے کوڑے سے صاف کرے اور اوسمین تخم ارادت کو بوے
اور مہب ریاح رحمت کے سامنے کر دے اور جسطرح کہ بادل دیکھکر خواہ اوقات برسات میں مینہ
برسنے کی زیادہ توقع ہوتی ہے اسیطرح ان نفحات کے نزول کی توقع اوقات شریفہ اور اجتماع
ہمت اور قلوب کی مساعدت کے وقت زیادہ تر ہے مثلاً عرفہ کے روز یا جمعہ کے روز یا
رمضان وغیرہ ساعات اجابت میں اسلیے کہ ہمتیں اور انفاس بھی خدا کے حکم سے اسباب نزول
رحمت الٰہی ہین کہ اونکے طفیل سے قحط سالی میں مینہ برس جاتا ہے جب پہاڑوں کے اطراف
اور سمندروں کی جوانب سے اونکے طفیل پانی کے قطرات کی درخواست ہوتی ہے تو خزاین
ملکوت سے بارش مکاشفات اور معارف لطیفہ کی استدعا کرنی زیادہ تر مناسب ہے بلکہ احوال
و معارف آدمی کے ساتھ دل میں موجود ہین مگر اسوجہ سے کہ علائق اور شہوات اوسمین اور
اون معارف میں حجاب ہوتے ہین اسلیے اونکی طرف پروا نہین کرتا اس صورت میں آدمی کو
اتنی ہی حاجت ہے کہ اوس حجاب کو دور کر دے تاکہ انوار معارف دل کے اندر سے چمکنے لگین
اور ظاہر ہے کہ زمین کے پانی کا نمود کرنا اسطرح سہل اور قریب تر ہے کہ کھود کر پانی ظاہر
کر دیا جاوے اور دور دراز جگہ سے پانی کا اوسمین لانا دقت رکھتا ہے خصوص ایسی جگہ سے

جو اوس سرزمین کی نسبت پست ہوا اور چونکہ معارف ایمانی دل مین حاضر ہین اور انسان
اونکی طرف سے بے پروا ہوکر اونکو بھولا ہوا ہے اسلیے خدای تعالی نے تمام معارف
ایمانی کو لفظ تذکر سے بیان فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ اور فرمایا
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ پس وساوس اور شواغل کا یہ علاج ہے اور یہ مرتبہ
درجات صبر مین سے سب سے بعد ہے اور تمام علائق سے صبر کرنا خواطر اور وساوس پر صبر
کرنے سے مقدم ہے حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ دنیا سے آخرت کیطرف چلنا سہل ہے
مگر حق کے مقابل مین خلق کا چھوڑنا سخت ہے اور نفس سے گریز کرکے اللہ تعالی کیطرف
جانا اور بھی سخت ہے اور اللہ کے ساتھ صبر کرنا سب سے زیادہ سخت ہے اس قول مین اول
آپنے شدت اور سختی صبر کی شواغل دلی سے بیان فرمایا ہے اوسکے بعد خلق کے چھوڑنے
کی سختی کا ذکر کیا۔ اور نفس پر سب علائق سے زیادہ شدید خلق کا علاقہ اور محبت جاہ ہے
اسواسطے کہ ریاست اور غلبہ اور تعلی اور حاکم ہونے کا مزہ دنیا کی سب لذات سے عاقلون کے
نفس پر غالب ہے اور یہ جیسا کسطرح غالب نہو حالانکہ مقصود اس سے ایک ایسی صفت ہے جو قلب
انسانی کو طبعاً محبوب اور مطلوب ہے اور وہ صفت اوصاف الہی مین سے ہے جسکو ربوبیت
کہتے ہین اور وجہ ربوبیت کے محبوب ہونے کی قلب کو یہ ہے کہ اونمین مناسبت امور ربوبیت
سے پائی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اور قلب کو محبت
ربوبیت کی ہونی بری نہین بلکہ اوسکی مذمت اسوجہ سے ہوتی ہے کہ شیطان لعین جو عالم
امر سے دور کرنے والا ہے اوسکو بہکا کر دھوکے مین ڈالدیتا ہے یعنی وہ مردود قلب پر اس
وجہ سے حاسد ہے کہ یہ عالم امر سے کیون ہے اسیوجہ سے اوسکو بہکا کر گمراہ کرتا ہے ورنہ
طلب ربوبیت مین دل کیلیے کچھ برائی نہین بلکہ وہ تو عین سعادت اخروی ہے کیونکہ اگر
واقع مین ربوبیت کا طالب ہے تو گویا ایسی بقا چاہتا ہے جسکو فنا نہو اور ایسی عزت کا طالب ہے
جسمین ذلت نہو اور ایسا امن چاہتا ہے جسمین خوف نہو اور ایسی تونگری کا خواہان ہے جسمین
افلاس نہو اور اوس کمال کا متمنی ہے جسمین نقصان نہو یہ سب باتین ربوبیت کی ہین اگر انسان
انکا طالب ہو تو کسیطرح قابل مذمت نہین بلکہ بندے پر فرض ہے کہ ایسے ہی ملک یعنی سلطنت کا
طالب ہو جسکا اور چھور نہ ملے اور جو شخص طالب ملک ہوتا ہے وہ برتری اور عزت اور کمال کا
خواہان پہلے ہوتا ہے لیکن ملک دو ہین ایک ملک تو وہ ہے جسمین اقسام کے رنج ملے ہوئے ہین

اور پائدار کا۔ مگر جلد دستیاب ہے یہ ملک تو دنیا مین ہے اور ایک ملک وہ ہے جسمین دوام
اور بقا ہے اور کدورت و الم نام و نشان کو اوسمین نہین ہے لیکن روکے سے موقوف ہے
مگر وہ دیر کو ملیگا اوسکا نام ملک آخرت ہے اور از انجا کہ انسان جلد باز پیدا ہوا ہے اور حال کی
چیز کو مآل پر ترجیح دیتا ہے تو شیطان نے اسکی طبیعت جلدی کیطرف رغبت دیکر اسی ملک موجود
دنیا ہی کو اوسکی نظرون مین آراستہ کیا اور اوسکے مزاج مین حمق معلوم کرکے آخرت کے باب مین
اوسکو مغالطہ دیدیا اور ملک دنیا کے ہوتے ہوے ملک آخرت کی توقع اوسکے دل مین ڈالدی
چنانچہ حدیث شریف مین ہے وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى
پس جسکو توفیق رفیق نہوئی وہ تو اوسکے مغالطے مین آکر حتی الوسع دنیا کی عزت و سلطنت
کی طلب مین مشغول ہوا اور جو شخص توفیق سے بہرہ یاب ہوا وہ اوسکے جال مین نہ آیا کیونکہ اوسکو
اوس لعین کی گھاتین خوب معلوم تھین اسلیے اوسنے اس سلطنت حال سے روگردانی اختیار کی
خداوند کریم نے اول قسم کے لوگون کا حال کلام مجید مین یون ارشاد فرمایا کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ
يَوْمًا ثَقِيْلًا اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ
مِّنَ الْعِلْمِ اور جبکہ شیطان کا تمام خلق مین فریب پھیل گیا اللہ تعالیٰ نے فرشتونکو انبیاء کے پاس بھیجا اور اونکو
طریق اوس مکر کے ہلاک کرنے اور بچنے کا بتلا دیا اسلیے تمام انبیاء علیہم السلام خلق کو اس ملک سلطنت مجازی سے
کہ اگر بالفرض حاصل بھی ہو جاوے تو بھی ذلیل اور مطلقا فانی ہے حقیقی ملک کیطرف بلانے مین مشغول ہوے چنانچہ
انھین کا ارشاد خلق کو کلام مجید مین مذکور ہے کہ اونھون نے یہ فرمایا یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ اور جبکہ توریت و انجیل اور زبور اور
قرآن اور صحیفے حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہم السلام کے اور ہر ایک آسمانی کتاب اسلیے اوتری ہین
کہ خلق کو سلطنت ابدی کیطرف بلاوین اور غرض یہی ہے کہ سب لوگ دنیا مین بھی بادشاہ ہون اور آخرت مین بھی
بادشاہ دنیا کی شاہی سے یہ غرض ہے کہ اوسمین زہد اختیار کرین اور تھوڑی شئ پر قناعت کرین
اور آخرت کی بادشاہی سے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرکے وہ بقا حاصل کرین
جسکو فنا نہوا اور وہ عزت پاوین جسمین ذلت نہو اور مستحق ایسی چشم کے ہون جو اس عالم
مین مخفی ہے اور کوئی نفس اوسکو نہین جانتا۔ اور شیطان خلق کو سلطنت دنیا کیطرف بلاتا ہے

اسلیے کہ جانتا ہے کہ اسکی وجہ سے سلطنت اخروی اون سے فوت ہوجاویگی کیونکہ دنیا اور آخرت دوسوتین ہین ایک کے ہوتے دوسری نہین رہتی اور یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ دنیا کسی کے پاس نہین رہتی اسیوجہ سے اوسکی طرف راغب کرتا ہے اور اگر کسیکے پاس رہتی تو اوسپر بھی حسد کرتا مگر اوسمین طرح طرح کے جھگڑے اور کدورتین اور بڑی بڑی مشقتین اور تدبیرات کرنی پڑتی ہین اور تمام اسباب جاہ کے لیے ایسا ہی کچھہ سامان ہوتا ہے پھر اگر اسباب درست ہوے اور دنیا مل بھی گئی تو عمر فنا ہوجاتی ہے گویا یہ صورت پیش آتی ہے حَتّٰی اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَا اَتٰهَا اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ اور اسکی مثل اور بھی خداے تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ اور زہد دنیا مین چونکہ سرور کی سلطنت ہے اسلیے شیطان نے اوسپر حسد کی اور آدمی کو اوس سے روکدیا۔ اور زہد کو سلطنت اسوجہ سے کہتے ہین کہ زہد کے معنی یہ ہین کہ آدمی اپنی شہوت اور غضب کا مالک ہوجاوے اور یہ دونون چیزین باعث دینی اور اشارہ ایمان کے مطیع ہوجاوین تو واقع مین سلطنت اسیکو کہنا چاہیے اسلیے کہ اسکے باعث آدمی آزاد ہوجاتا ہے ورنہ اگر شہوت غالب ہوے تو انسان بندۂ شکم خواہ بندۂ شرمگاہ خواہ اور کسی غرض کا ہوجاتا ہے اور چوپایہ کیطرح اوسکی قید مین پڑجاتا ہے شہوت کی رسی گردن مین ہوتی ہے جدھر چاہتی ہے اودھر لیے پھرتی ہے۔ مقام غور ہے کہ انسان کو کیسا بڑا دھوکا ہے کہ شہوت کے غلام ہونے کو تو سلطنت کا ملنا خیال کرتا ہے اور دوسری چیز کا بندہ ہوکر گمان کرتا ہے کہ ربوبیت کو پہونچ جاویگا پس ایسا شخص بجز اسکے کہ دنیا مین بھی معکوس ہے اور آخرت مین منکوس اور کیا تصور ہوسکتا ہے اسیوجہ سے جب کسی بادشاہ نے ایک زاہد سے کہا کہ تمکو کچھہ حاجت ہے اونھون نے جواب دیا کہ مین تم سے کیا حاجت مانگون میری سلطنت تمھاری سلطنت سے بڑی ہے اوسنے پوچھا کہ کسطرح اونھون نے کہا کہ جسکے تم غلام ہو وہ میرا غلام ہے اوسنے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے اونھون نے کہا کہ تم اپنی شہوت اور غضب اور فرج وشکم کے بندے ہو اور مین ان سب کا مالک ہون وہ میرے غلام ہین اس سے معلوم ہوا کہ واقع مین دنیا مین سلطنت زہد ہی ہے اور اسیکے باعث سلطنت اخروی ملتی ہے پس جو شخص کہ شیطان کے مغالطے مین آگئے اونکو دنیا و آخرت دونون مین خسارہ ہوا اور جنکو راہ راست پر قائم رہنے کی توفیق ملی وہ دونون چیزون کامیاب ہوے

اب جس وقت کہ معنی سلطنت اور ربوبیت اور تسخیر اور محمودیت کے معلوم ہوئے اور شیطان کے
دھوکا دینے کا طریق اور اوسکا تعمیہ اور تلبیس بھی معلوم ہوا تو آدمی پر ملک وجاہ دنیاوی سے
اعراض کرنا اور اوسکی موت ہونے پر صابر ہونا آسان ہوگیا اسواسطے کہ اونکے چھوڑنے سے
سردست سلطنت پاویگا اور سلطنت اخروی کی توقع ہوگی اور جو شخص کہ ان باتوں کو جاہ کے
ساتھ مالوف مانوس ہونے کے بعد جانے اور اوسکے اسباب کا مباشر ہونا عادت کی وجہ سے
اوسکے دلمیں جما ہوا ہو تو ایسے شخص کیلیے فقط ان باتوں کا جاننا ہی علاج کیواسطے کافی نہوگا
جب تک کہ اس علاج پر کچھہ عمل نہ بڑھائے اور عمل کیواسطے تین باتین ہین اول یہ کہ جاہ کی جگہ
سے بھاگ جاوے جیسا کہ جلوۂ شہوت میں اون صورتوں کے دیکھنے سے بھاگنا ضروری ہے
جو محرک شہوت ہوں اور جو شخص ایسا کریگا وہ وسعت زمین کی نعمت مین جو خدا ہی تعالی نے
دی ہے اوسکا ناشکر ہوگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا
دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو ایسے اعمال کا بتکلف پابند کرے جو خلاف عادت سابقہ ہوں مثلاً
اگر بناو سنگار کا عادی ہو تو اوسکو یک لخت موقوف کرے اور ذلیلوں کی سی طرح ہو جاوے
اور لباس پرتکلف کو چھوڑ کر تواضع اور مسکنت کا جامہ اپنے بدن پر راست کرے اسیطرح
ہرایک صورت اور حالت اور فعل کو مکان اور لباس اور اکل و شرب و نشست و برخاست میں
بدل ڈالے صرف مقتضاے حاجت کے موافق ہرایک رکھے اور عادت گذشتہ کی ضدیت ملحوظ
رکھے یہاں تک کہ یہ نئے افعال و احوال ہی طبیعت مین جم جاوین اور انہیں کا عادی ہو جاوے
اسواسطے کہ علاج سے غرض یہی ہے کہ جن عادات سے کوئی خرابی ہوتی ہو اونکی ضد اختیار کرے
تیسرے یہ کہ علاج کرنے میں تلطف و آہستگی کا لحاظ ہے ایسا نکرے کہ ایکبارگی پرلے سرے کی
حقارت و ذلت اختیار کرے اسلیے کہ طبیعت انسانی میں وحشت بھی ہوتی ہے اور اوسکے
اخلاق کا چھوڑنا بدون آہستگی ممکن نہیں پس بہتر یہ ہے کہ اول بعض افعال کو ترک کرے اور جب
بعض بقیہ پر قانع ہو جاوے تو اومیں سے کچھہ اور چھوڑدے اسیطرح تھوڑے تھوڑے چھوڑ کر بالکل کا
استعمال کرے یہاں تک کہ جو صفات کہ اوسمیں جمے ہوئے ہوں وہ سب جاتے رہیں اور اسی تدریج
و آہستگی کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ إِنَّ هَٰذَا الدِّينَ مَتِينٌ فَأَوْغِلْ فِيهِ بِرِفْقٍ
وَلَا تُبَغِّضْ إِلَى نَفْسِكَ عِبَادَةَ اللَّهِ اور اس حدیث مین بھی اسکی طرف ایما ہے لَا تُشَادُّوا هَٰذَا الدِّينَ
فَإِنَّهُ مَنْ يُشَادَّهُ يَغْلِبْهُ اب اس بیان کو جو بیچ وسواس اور شہوت اور جاہ سے صبر کرنے مین

ذکر کیا ہے اوس بیان پر اضافہ کرلو جو ہم جلد ثالث کے باب ریاضت نفس مین طریق مجاہدہ کے قوانین کے حال مین لکھ آئے ہین اور پھر سب کو دستور العمل کرلو تاکہ سب اقسام صفات مفصلہ سابق کا علاج معلوم ہوجاوے کیونکہ تفصیل ہر ہر فرد کی جداگانہ طویل ہے۔ اور جو شخص کہ تدریج کی مراعات مد نظر رکھیگا صبر اوسکو ایسے حال پر پہونچا دیگا کہ بدون اوسکے اسکو چین نہ پڑے گا جیسا پہلے صبر کی چیز کے بدون چین نہ تھا غرض معاملہ بالکل برعکس ہوجاویگا کہ جو چیز پہلے محبوب تھی وہ مبغوض ہوجاویگی اور جو ناپسند تھی اوسکے بدون صبر نہ کرسکیگا اور یہ بات ایسی عیان ہے کہ تجربہ اور مشاہدے سے بھی ثابت ہوسکتی ہے دیکھو لڑکے کو اول بزور پڑھنے بٹھلاتے ہین اور جبراً تھراً سیکھتا ہے اور کھیلنے سے صبر کرنا اوسکو نہایت شاق ہوتا ہے اور علم مین مشغول رہنے پر صبر نہین کرسکتا مگر جب اوسکو عقل آتی ہے اور علم کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے تو پھر معاملہ اولٹا ہوتا ہے کہ کھیلنے پر صبر کرسکتا ہے مگر علم سے صبر نہین کرسکتا اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس روایت مین جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ اونھون نے حضرت شبلی رح سے سوال کیا کہ کونسا صبر سخت ہے زیادہ اونھون نے فرمایا کہ خدا کے باب مین صبر کرنا عارف نے کہا کہ یہ نہین اونھون نے فرمایا کہ خدا کے واسطے صبر کرنا اوس نے جواب دیا کہ یہ بھی نہین آپ نے فرمایا کہ خدا کے ساتھ صبر کرنا یعنی مشغول بخدا رہنا عارف نے کہا کہ یہ بھی نہین تب آپ نے پوچھا کہ پھر کونسا صبر سخت تر آپ ہی بتلائیے عارف نے فرمایا کہ خدا سے صبر کرنا یہ سنکر حضرت شبلی نے ایک ایسی چیخ ماری کہ قریب تھا کہ روح فنا ہوجاوے سچ ہے **شعر** عشق شور انگیز باید هر درا + تا صدائے در دہد این درد را اور ارشاد خداوندی اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا کے معنون مین بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ صبر کرو خدا کے باب مین اور مصابرت کرو بخدا اور لگے رہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بعض کا یہ قول ہے کہ خدا کیواسطے صبر کرنا رنج و عنا ہے اور صبر بخدا دوام و بقا اور صبر ہمراہ خدا وفا ہے اور صبر از خدا جفا **شعر** صبر کرنا جملہ چیزون مین گنا جاتا ہے خوب + لیک تجھسے صبر کرنا رکھتا ہے انجام بد

علوم و اسرار صبر کی شرح ہوچکی اب بیان شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہین

فصل دوم شکر کے ذکر مین اسمین تین ارکان ہین اول مین خود شکر کا بیان ہے دوسرے مین نعمت کی تعریف اور اوسکے اقسام خاص و عام کا ذکر تیسرے مین اس بات کی کیفیت کہ شکر اور صبر مین سے افضل کونسی چیز ہے

رکن اول حود شکر کا۔ کرام اسمین چار بیان ہیں اول بیان شکر کی فضیلت کا
جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید میں شکر کو ذکر کے ساتھ بیان فرمایا ہے
باوجودیکہ یہ بھی ارشاد فرمایا وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ یعنی ذکر خدا بہت بڑا ہے پس ارشاد ہے کہ
فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ اپس ایسی بڑی چیز کے ساتھ اسکا ذکر کرنا
کمال فضیلت پر دال ہے اور فرمایا مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اور فرمایا
وَسَنَجْزِی الشَّاکِرِیْنَ اور ابلیس لعین کے قول کو جو نقل فرمایا ہے یعنی لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ
صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ اسمین صراط مستقیم کے معنی بعض مفسرین نے طریق شاکرین لکھے ہیں اور چونکہ شکر
رتبہ عالی رکھتا ہے اسلیے اوس ملعون نے خلق کو یہ طعن کیا وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شَاکِرِیْنَ
اور خدا ی تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ اور شکر کے ساتھ زیادتی
نعمت کو قطعًا ارشاد فرمایا اور اوسمین استثنا نہین کیا جیسا کہ ارشاد ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ
حالانکہ پانچ اور نعمتوں مین یعنی غنی کرنے اور دعا قبول فرمانے اور روزی دینے اور مغفرت کرنے
اور توبہ قبول کرنے مین استثنا کا ذکر فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ
اِنْ شَاءَ اور فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَاءَ اور یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ
اور وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ اور وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ اس سے معلوم ہوا کہ
شکر نہایت عمدہ چیز ہے کہ اوسمین قید اپنی مشیت کی نہیں رکھی قطعی وعدہ زیادتی نعمت فرمایا
اور کیوں نہو کہ شکر ایک خلق ہے اخلاق ربوبیت مین سے اسلیے کہ خدا ی تعالیٰ اپنے آپکو
فرماتا ہے وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ یعنی خدا ی تعالیٰ صاحب شکر اور حلم والا ہے علاوہ ازین شروع
کلام اہل جنت کا شکر ہی ہے چنانچہ خدا ی تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا
وَعْدَہٗ اور وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور احادیث بھی فضیلت شکر مین
بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ الطَّاعِمُ الشَّاکِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ
اور حضرت عطار سے روایت ہے کہ مین ایکبار حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا اور
عرض کیا کہ جو سب سے زیادہ عجیب حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ نے دیکھا ہو وہ مجھ سے
بیان فرمائیے وہ رونے لگیں اور فرمانے لگین کہ کونسی حالت آپ کی عجیب نہ تھی سب عادتین
عجیب ہی تھین ایک رات وہ میرے پاس تشریف لائے اور بستر پر یا لحاف مین میرے ساتھ
لیٹے یہان تک کہ اونکا بدن مبارک میرے بدن کو لگا پھر فرمایا کہ اے ابوبکر کی بیٹی مجھے چھوڑ دے

کہ عبادت اپنے پروردگار کی کرون مین نے عرض کیا کہ مین تو آپ کا پاس ہی رہنا چاہتی ہون الا آپ کی مرضی کی تابع ہون مین نے اجازت دے دی آپ اوٹھے اور ایک مشک پانی کے پاس تشریف لیگئے اوس سے وضو کیا اور پانی بہت نہین ڈالا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر اتنا روئے کہ آنسو چھاتی مبارک پر بہنے لگے پھر رکوع مین روئے پھر سجدے مین روئے پھر دونون سجدون کے درمیان مین روئے اسیطرح آپ روتے رہے یہانتک کہ حضرت بلال رض نے آپ کی خدمت مین نماز کی اطلاع کی مین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ خدای تعالی نے تو آپ کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کردیے ہین پھر آپ کے گریے کا کیا باعث ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندۂ شکر گزار نہون اور کیسے گریہ نکرون حالانکہ خدای تعالی نے مجھپر یہ آیت اوتاری ہے اِنَّ فِی خَلقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَاختِلَافِ اللَّیلِ وَالنَّھَارِ آخر تک اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رونا کبھی موقوف نہونا چاہیے اور اسی راز کی طرف اشارہ ہے کہ روایت مین کہ بعض انبیا علیہم السلام کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جسمین سے بہت پانی نکلتا تھا آپکو اوس سے تعجب ہوا خداوند کریم نے اوسکو گویا فرمایا اوسنے عرض کیا کہ جب سے مین نے قول خداوندی سنا ہے کہ آتش دوزخ کی چھپٹیان آدمی اور پتھر ہونگے تب سے خوف کے مارے روتا ہون اونھون نے خدای تعالی سے دعا مانگی کہ الہی اس پتھر کو آگ سے بچاے اونکی دعا مقبول ہوئی پھر مدت کے بعد آپ نے اوس پتھر کا وہی حال دیکھا اور پوچھا کہ اب کیون روتا ہے اوسنے عرض کیا کہ گریہ سابق خوف کا تھا اور یہ شکر اور سرور کا ہے اور چونکہ بندے کا دل بھی مثل پتھر کے یا اوس سے بھی سخت تر ہے اسلیے اوسکی سختی بدون اسکے دور نہین ہوتی کہ حالت خوف اور شکر دونون مین رویا کرے اور ایک صحیح حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ندا ہوگی کہ بہت حمد کرنے والے کھڑے ہون چنانچہ ایک گروہ کھڑی ہوگی پھر اونکے لیے ایک نشان کھڑا کیا جاویگا اور اسی صورت سے جنت مین داخل ہونگے لوگون نے عرض کیا کہ بہت حمد کرنے والون سے کون لوگ مراد ہین آپنے فرمایا کہ جو ہر حال مین خدای تعالی کا شکر کرتے ہین اور ایک صحیح روایت مین یہ ہے کہ جو خوشی اور تکلیف مین شکر الہی کرتے ہین اور ایک حدیث مین ہے اَلحَمدُ رِدَاءُ الرَّحمٰنِ یعنی شکر خدا کی چادر ہے اور اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی جسمین اور بھی بہت کچھ تھا اور یہ بھی ارشاد تھا کہ مین اپنے اولیا کے مکافات مین شکر سے راضی ہوتا ہون اور یہ بھی وحی

صابرین کے وصف میں اونھیں پر ہوئی ہے کہ اونکا گھر دار السلام ہے جب اونھیں حال
ہوتے ہیں اونکو شکر کا الہام کریگا جو سب کلاموں سے بہتر ہے اور شکر کرنے کے وقت اور
زیادہ کی طلب کریگا اور اپنی طرف نظر کرنے سے اونکو زیادتی رتبہ عنایت کریگا۔ اور
جب دفینوں کے باب میں آیت اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اوتری تو حضرت عمرؓ نے
عرض کیا کہ کونسا مال ہم رکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لِیَتَّخِذْ اَحَدُکُمْ لِسَانًا
ذَاکِرًا وَقَلْبًا شَاکِرًا ایسے مال کے عوض میں قلب شاکر کا ذخیرہ کرنا ارشاد فرمایا اور حضرت
ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ شکر نصف ایمان ہے

دوسرا بیان شکر کی تعریف و ماہیت میں۔ واضح ہو کہ شکر سالکین کی منازل میں سے
ایک منزل کا نام ہے اور وہ بھی تین باتوں سے مرکب ہے علم اور حال اور عمل چنانچہ ان میں
سے اصل علم ہے اوس سے حال پیدا ہوتا ہے اور حال سے عمل۔ علم سے
یہ غرض ہے کہ نعمت کو منعم کیطرف سے جانے اور حال اسکا نام ہے کہ منعم کے انعام سے خوش ہو
اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جو مقصود اور محبوب منعم کو ہو اوس پر قائم رہے پھر عمل متعلق قلب سے بھی ہے
اور اعضا اور زبان سے بھی پس ان سب کا بیان ضروری ہے تاکہ سب سے شکر کی ماہیت پوری
معلوم ہو کیونکہ جتنے اقوال شکر کی تعریف میں منقول ہیں کسی میں پورے معنی شکر کے نہیں
آتے امر اول علم ہے وہ تین باتوں کا علم چاہیے ایک تو خود نعمت دوسرے اوس نعمت کا اپنے
حق میں نعمت ہونا تیسرے ذات منعم کا اور اوسکے صفات کا جس سے کہ صدور اس انعام کا اوپر
ہوا اسلیے کہ انعام کے لیے یہی چیزیں ضروری ہیں ایک نعمت اور ایک نعمت کا دینے والا اور
ایک وہ جسپر منعم کے قصد و ارادے سے نعمت پہونچتی ہے ان سب کا جاننا ضروری ہے لیکن
یہ امر سوای خدا کے اوروں کے لیے ہے خدا کے باب میں علم ایسی بات کا چاہیے کہ تمام نعمتیں
خدا کیطرف سے ہیں اصل نعمت دینے والا وہی ہے درمیانی لوگ سب اوسکی طرف سے مسخر ہیں
اور یہ معرفت تقدیس اور توحید سے بڑھکر اسلیے کہ وہ دونوں اسمیں داخل ہیں کیونکہ ایمان کی
معرفتوں میں پہلا رتبہ تقدیس یعنی خدا کو پاک جاننے کا ہے اور جب ایک ذات کو پاک جان لیا
تو پھر یہ معرفت ہوتی ہے کہ ذات مقدس ایک ہی ہے اور اوسکے سوا جتنی ہیں وہ اس صفت کی
نہیں اسکا نام توحید یعنی خدا کو ایک جاننا ہے پھر اسکے بعد یہ علم ہوتا ہے کہ جتنی چیزیں عالم میں
موجود ہیں وہ اسی ذات سے موجود ہیں یعنی ہر شے اوسکی طرف سے نعمت ہے تو یہ معرفت اول

دونون معرفتون کے بعد ہوتی ہے اسیلیے اسکا رتبہ اون دونون سے بڑھکر ہوا کیونکہ اینمین تقدیس اور توحید کے سوا کمال قدرت اور افعال مین یکتا ہونا بھی پایا جاتا ہے اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین بیان فرمایا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللہِ کہے اوسکو دس نیکیاں ہین اور جو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے اوسکو بیس اور جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اوسکو تیس اور ایک حدیث مین فرمایا ہے کہ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور فرمایا لَیْسَ شَیْءٌ مِّنَ الْاَذْکَارِ یُضَاعَفُ مَا یُضَاعَفُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ یہ نیکیاں صرف ان کلمات کو زبان پر ہی جاری کرنے سے ہین بدون اسکے کہ انکے معانی دلمین آوین بلکہ اصل یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللہِ کلمۂ تقدیس ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کلمۂ توحید اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہ کلمہ ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ تمام نعمتین خدای واحد برحق کیطرف سے ہین پس نیکیاں ان تین باتون کی معرفت کے عوض ہوتی ہین جو ایمان و یقین کے اقسام مین سے ہین نہ صرف زبان کے ہلانے کی عوض ہین۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ معرفت پوری جب ہوتی ہے جب افعال مین شرک نہو مثلاً اگر کسی شخص کو کسی بادشاہ نے کچھ انعام دیا تو یہ شخص اگر اس انعام کے ملنے اور اپنے پاس پہونچنے مین بادشاہ کے وزیر یا وکیل کا بھی دخل جانیگا تو اوسکی نعمت مین دوسرے کو شریک جانیگا اور ہر وجہ سے اوس نعمت کو بادشاہ کیطرف سے نہین سمجھیگا بلکہ کچھ اوسکی طرف سے اور کچھ کسی دوسرے امیر خواہ وزیر کیطرف سے اور اسیوجہ سے اسکی خوشی بھی دونون پر بٹ جاویگی غرضکہ بادشاہ کے حق مین موحد نرہیگا ہان اگر یہ جانیگا کہ جو نعمت مجکو ملی وہ بادشاہ کے فرمان کی جہت سے ہے جسکو اوسنے اپنے قلم سے کاغذ پر لکھا تو اس سے بادشاہ کے حق مین توحید کو کچھ خلل نہ آویگا نہ کمال شکر مین نقصان ہوگا اسلیے کہ اوسکو قلم اور کاغذ کے باعث تو خوشی نہین نہ اوسکا مشکور کیونکہ اوسکا خود کا دخل ہی اس انعام مین کچھ نہین اگر ہے تو اسوجہ سے ہے کہ یہ دونون چیزین بادشاہ کے زیر حکم ہین اسیطرح اگر آدمی وکیل بادشاہی یا خزانچی کو جانے کہ انکو بادشاہی دباو ہے تو دیتے ہین نہ اگر خود انکا اختیار ہوتا اور بادشاہ کا زور نہوتا یا عدول حکمی کا انکو خوف نہوتا تو کچھ بھی ندیتے تو اسیطرح جاننے سے توحید مین شرک لازم نہ آویگا یعنی وہ نعمت صرف بادشاہ کیطرف منسوب رہیگی وکیل و خزانچی مثل کاغذ و قلم متصور ہونگے اسیطرح جو شخص خدای تعالی کو جانے اور اوسکے افعال کو پہچانے اوسکو معلوم ہوجاوے کہ آفتاب اور چاند اور ستارے سب اوسیکے امر کے تابع ہین

جیسے قلم کاتب کے ہاتھہ مین اور جن حیوانات کو اختیار ہے وہ اپنے نفس اختیار کے زیر حکم ہین اسلیے
کہ خدای تعالی نے اونپر افعال کی دواعی کو مسلط کردیا ہے کہ کام کرین خواہ چاہین یا نچاہین
جیسا خزانچی کہ بادشاہ کے حکم کے خلاف نہین کرسکتا اور اگر خود اوسکا اختیار ہو تو کسیکو خاک
بھی نہدے اسیطرح اگر کسی شخص کو خدای تعالی کی نعمت دوسرے شخص کے ہاتھوں پہونچے تو جاننا
چاہیے کہ وہ اوسکے پہنچانے کے لیے مضطر تھا اسلیے کہ خدای تعالی نے اوسپر ارادے کو مسلط
کردیا اور اوسکے اسباب کا ہجوم ہوا اور اوسکے دل مین یہ بات ڈالی کہ میری بھلائی دارین مین
اسیمین ہے کہ یہ چیز فلان شخص کو دون بدون اسکے میرا مقصود حال و آل کا پورا نہوگا جب خدای تعالی نے
یہ اعتقاد اوسکے دل مین پیدا کیا تو اب اوسکو فعل کرنے کی کیا وجہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ
جو کسی کو کچھہ دیتا ہے تو صرف اپنے فائدے کے لیے دیتا ہے دوسرے کے مقصود سے غرض
نہیں اگر اس دینے سے اوسکا کچھہ مطلب نکلتا تو کبھی نہ دیتا وہ اپنا فائدہ نکلتا دیکھکر دوسرے کو کچھہ
دیتا ہے تو وہ دوسرے پر انعام نہین کرتا بلکہ اوسکو وسیلہ کسی دوسری نعمت کا جسکی اوسکو
توقع ہے کرتا ہے معلوم ہوا کہ منعم اصل مین وہی ہے جسنے اوسکو انعام کیواسطے مسخر کیا اور
اوسکے دل مین اعتقاد و ارادہ خیر ڈالا جسکے باعث اوسنے دوسرے کو کچھہ پہونچایا جب ان
باتون کو آدمی اسیطرح جان لے تو خدا کو اور اوسکے افعال کو بھی جان لیگا اور موحد ہوکر اوسکی
شکر گزاری پر بھی قادر ہوگا بلکہ صرف اسی معرفت سے شاکر ہوجاویگا چنانچہ روایت ہے کہ حضرت
موسی علیہ السلام نے اپنی مناجات مین جناب باری سے عرض کیا کہ الہی تونے آدم کو اپنے
ہاتھہ سے پیدا کیا اور ایسے ایسے حالات کیے اونھون نے تیرا شکر کسطرح ادا کیا اللہ جل شانہ نے
ارشاد فرمایا کہ اونسنے ان تمام باتون کو میری ہی طرف سے جانا یہی جاننا اوسکی شکر گزاری تھی
اس سے ظاہر ہوا کہ شکر گزاری مین شرط ہے کہ سب نعمتون کو خدای تعالی کیطرف سے جانے
اور اگر اسمین کچھہ شک کریگا تو نہ نعمت کا عارف ہوگا نہ منعم کا اسلیے انسان کو چاہیے کہ صرف
منعم ظاہری ہی پر نہ بھولے اور اوسکے سوا کا بھی دھیان رکھے ورنہ نقصان علم سے نقصان حال
فرح ہوگا اور فرح کی حالت کے ناقص ہونے سے عمل ناقص ہوگا۔ امر دوم وہ حال ہے
جو اصل معرفت نعمت سے حاصل ہوتا ہے یعنی منعم سے خوش ہونا اور صورت خضوع اور تواضع کی
اوسکے ساتھہ اختیار کرنی اور یہ بھی خدا کا شکر ہے جیسا کہ معرفت اکیلی شکر تھی مگر یہ حالت
شکر اوسوقت مین ہوتی ہے کہ حاوی اپنی شرط کی ہو اور شرط اوسکی یہ ہے کہ خوشی صرف

منعم سے ہو نہ نعمت سے ہو نہ انعام سے اور شاید یہ بات کسیکی سمجھ میں نہ آوے اسلیے اوسکے لیے ہم ایک مثال لکھتے ہین کہ مثلاً کوئی بادشاہ سفر کو نکلا چاہتا ہے اور سنے کسی شخص کو گھوڑا انعام دیا تو وہ شخص اس گھوڑے کے ملنے سے تین وجہ سے خوش ہو سکتا ہے صورت اول تو یہ ہے کہ صرف گھوڑے ہی سے خوش ہو کہ یہ مال فائدہ مند ہے اور سواری کے قابل اور اپنی غرض کے موافق اور نفیس اور اصیل ہے پس اس قسم کی خوشی تو وہ شخص کریگا جسکو بادشاہ سے کچھ غرض نہو صرف گھوڑے ہی سے غرض ہوتی کہ اگر گھوڑا اوسکو جنگل مین ملجاتا تب بھی اتنا ہی خوش ہوتا جتنا اب ہوا دوسری صورت یہ ہے کہ خوشی اسوجہ سے نہو کہ گھوڑا پایا بلکہ اسوجہ سے ہو کہ بادشاہ کا عنایت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہ کو اوس شخص پر نظر عنایت و شفقت ہے اور دل فیض منزل شاہی مین اوسکی جگہ ہے یہان تک کہ اگر یہ گھوڑا بادشاہ کے سوا کوئی اور اوسکو دیتا یا جنگل مین پھرتا ملجاتا تو ہرگز خوش نہوتا کیونکہ اوسکا مطلب صرف گھوڑا تو نہ تھا بلکہ بادشاہ کے دل مین جگہ کا ہونا مقصود تھا وہ حاصل نہین ہوا اور گھوڑے کی اوسکو چندان ضرورت نہ تھی یا مطلب اصلی کے سامنے اسکا ملنا ایک امر حقیر سمجھتا ہے تیسری صورت یہ ہے کہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ اسپر سوار ہو کر محنت سفر کو برداشت کریگا اور بادشاہ کی خدمت کریگا تاکہ رتبہ تقرب حاصل ہو اور کیا عجب ہے کہ درجۂ وزارت پر ترقی ہو جاوے یعنی وہ صرف اسی بات پر قناعت نکرے کہ بادشاہ کے دل مین میری اتنی جگہ ہے کہ گھوڑا عنایت فرمایا اسیقدر توجہ شاہی کافی ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ بادشاہ جو کچھ اپنا مال کسیکو مرحمت کرے وہ میرے ہی ذریعے سے کرے پھر وزارت کا جو خواہان ہے تو وزارت بھی مقصود بالذات نہین بلکہ اوسمین بھی اسکا مقصود یہ ہے کہ بادشاہ کا دیدار اور قرب منزلت میسر ہونگے یہان تک کہ اگر اوس سے کہدیا جاوے کہ خواہ وزیر ہو کر پاس نرہو خواہ پاس رہو اور وزارت کے مستدعی نہو تو وہ دوسری ہی شق کو اختیار کریگا یہ تین درجے ہوے جنمین سے اول مین تو معنی شکر پائے ہی نہین جاتے اسواسطے کہ اوس درجے والے کی نظر صرف گھوڑے ہی پر ہے اور اوسکی خوشی بھی گھوڑے ہی تک ہے دینے والے سے نہین اور یہ حال ایسے لوگون کا ہے جو نعمت پر اسوجہ سے خوش ہوتے ہین کہ وہ لذیذ اور غرض کے موافق ہے ایسے لوگ شکر سے بمراحل دور ہین اور درجۂ دوم اگرچہ معنی شکر مین داخل ہے اور اوسکی خوشی منعم کے ساتھہ پائی جاتی ہے مگر منعم کی ذات کے اعتبار سے یہ خوشی نہین بلکہ اس جہت سے ہے کہ عنایت سلطانی کا یقین ہوا جو آگے کو

انعام کا باعث ہوگی اور یہ حال ان صلحا کا ہے جو اللہ تعالی کا شکر و عبادت بجالاتے ہیں
اسوجہ سے کہ اوسکے عتاب سے خائف اور ثواب کے متوقع ہیں جب ان دونوں درجوں میں شکر
ناقص ہا تو معلوم ہوا کہ شکر کامل کے معنی تیسرے درجے میں پائے جاتے ہیں یعنی بندے کی خوشی
نعمت الٰہی پر اس نظر سے ہو کہ اوس نعمت کے باعث خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور اوسکے
جوار رحمت میں فروکش ہو کر بدوام دیدار سے مشرف رہ سکتا ہے یہ نہایت بڑا مرتبہ ہے اور اوسکی
پہچان یہ ہے کہ آدمی دنیا کی کسی چیز پر خوش ہو سوا ایسی اشیا کے جو آخرت کی کھیتی اور اوسکی
معین ہوں اور جو چیز خدا کی یاد سے بھلا دے اور اوسکی راہ سے روکے ایسی چیزوں سے رنج کرے
اسواسطے کہ اوسکی غرض نعمت سے کچھ یہ نہیں کہ نعمت مذکور لذیذ ہے خواہ عمدہ و نفیس جیسے
تیسرے درجے والے کہ گھوڑے سے غرض تھی بلکہ اوسکی خوشی اسی وجہ سے تھی کہ اسپر سوار ہو کر بادشاہ
کے ساتھ رہتا اور ہمیشہ مشاہدہ و قرب سے بہرہ ور ہوتا ہوگا یہی حال یہاں بھی سمجھنا چاہیے
چنانچہ حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہیں کہ شکر سے غرض دیدار منعم ہے نہ دیدار نعمت اور حضرت ابراہیم
خواص رح فرماتے ہیں کہ عوام ادائے شکر کھانے پینے پوشاک وغیرہ پر کرتے ہیں اور خواص دلوں کے
احوال پر اور یہ رتبہ ایسے شخص کو نہیں معلوم ہو سکتا جو لذات کو منحصر شکم اور شرمگاہ اور اشیاء
محسوسہ رنگ و آواز وغیرہ میں جانتا ہے اور دل کے مزے سے خالی ہے اسلیے کہ دل تندرستی
کیوقت سوائے ذکر خدا اور اوسکے دیدار و معرفت کے اور کسی چیز سے لذت نہیں پاتا اور
غیر چیز سے جبھی اوسکو مزہ ملتا ہے جب بیمار ہوا اور بری عادتوں کا روگ رکھتا ہو جیسے بعضے
لوگوں کو مٹی کھانے سے مزہ ملتا ہے بعض بیمار شیریں چیز سے منہ بناتے ہیں اور تلخ کو شیریں
جانتے ہیں اسیطرح دل کے مریض کو اچھی بات سے مزہ نہیں ملتا۔ غرضکہ شکر نعمت خداوندی
ایسا چاہیے جیسا اوپر مذکور ہوا اور اگر کسیکو یہ رتبہ میسر ہو تو بمصداق گندم اگر بہم نرسد
جو غنیمت است دوسرے درجے کو اختیار کرے اور پہلا تو کسی گنتی ہی میں نہیں دوسرے
اور تیسرے ہی درجے میں بہت فرق ہے درجہ دوم والے کا مطلوب بادشاہ ہے بایں لحاظ
کہ گھوڑا دے اور تیسرے والے کی غرض گھوڑے کا ملنا ہے تاکہ خدمت سلطان کرے
دونوں مقصودوں میں فرق زمین و آسمان ہے اسیطرح جو شخص اللہ کا طالب اسلیے ہے کہ
وہ اسپر انعام کرے اور دوسرا خدا کی نعمتوں کا طالب اس لحاظ سے ہے کہ اونکے ذریعہ سے
مدارج قرب الٰہی حاصل ہوں ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ تیسرا امر یہ ہے کہ جو خوشی

معرفت منعم سے حاصل ہوتی ہے اوسکے موافق عمل کرنا اور یہ عمل قلب اور زبان اور اعضا ان سب سے متعلق ہے دل سے تو یہ چاہیے کہ خیر کا قصد کرے اور تمام خلق کے حق مین نیت خیر اور سلوک کرنے کا ارادہ خفیہ رکھے اور زبان سے اظہار شکر خدا ایسے الفاظ حمد سے جو شکر پر دال ہون چاہیے اور دوسرے اعضا سے اسطرح کہ اونکو نعمت الٰہی جانکر اوسکی طاعت مین لگاوے اور اونسے اوسکی نافرمانی پر مدد نہ لے مثلاً آنکھون سے اداے شکر یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا عیب دیکھے تو اوسکو چھپاوے اور کانون کا شکر یہ ہے کہ جو عیب کسی بھائی کا سُنے اوسکو افشا نہ کرے اور زبان کا شکر یہ ہے کہ ایسے الفاظ منہ سے نکلیں جنسے اظہار خدا سے راضی ہونے کا پایا جاوے اسطرح کرنے سے ان خدا کی نعمتون کا شکر ادا ہوتا ہے اور اسیکا حکم بھی ہے چنانچہ حدیث شریف مین مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج کیسے ہو اوسنے جواب مین عرض کیا کہ خیریت سے ہون پھر آپنے ویسے ہی پوچھا اور اوس شخص نے وہی جواب عرض کیا تیسری دفعہ جو آپنے پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ مع الخیر خدا کی حمد کرتا ہون اور اوسکا شکرگزار ہون آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی منظور تھا کہ تم یہ کہو۔ اور اکابر سلف آپس مین جو مزاج پرسی کرتے تھے اونکا مدعا بھی یہی تھا کہ کسیطرح زبان سے شکر الٰہی نکلے اسمین دو فائدے تھے اول تو شاکر کا مطیع ہونا دوسرے جسنے باعث ہوکر شکر کہلایا اوسکا مطیع ہونا اونکی غرض یہ نتھی کہ ظاہر کے اظہار شوق سے ریا کرین اور جس شخص کا حال کوئی پوچھے تو تین حال سے خالی نہین یا شکر کریگا یا شکایت یا سکوت اول صورت مین مطیع ہوگا اور دوسری صورت اہل دین سے نہایت بُری ہے اسلیے کہ شکایت شاہنشاہ کی کہ جسکے قبضہ قدرت مین سب کچھ ہے اوسکے کسی بندہ سے جسکو کچھ بھی قابو نہین نہایت قبیح ہے۔ بندے کے حال کے شایان یہی ہے کہ اگر مصیبت اور حکم الٰہی پر اچھی طرح صبر نہ کرسکے اور کم زوری کے باعث شکایت ہی کی نوبت پہونچے تو خدا ہی تعالیٰ ہی سے شکایت کرے کیونکہ بلا کا بھیجنے والا اور اوسکے ٹالنے پر قدرت رکھنے والا وہی ہے بندہ اگر اپنے مالک کے سامنے ذلیل بنے تو اوسکی عزت ہے اور دوسرے سے اوسکی شکایت کرنے مین ذلت خصوصاً ایسی صورت مین کہ جب دوسرا بھی اوسی جیسا ہو اور کچھ نہ کرسکتا ہو اوس سے شکایت مالک کی نہایت بیجا ہے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر حال مین اوسی کیطرف رجوع کرے چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ۔ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ حاصل یہ کہ زبان سے شکر کا کہنا بھی شکرگزاری میں داخل ہے روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی خدمت میں حاضر ہوئے اونمین سے ایک جوان آدمی کچھ عرض کرنے کو اوٹھا آپ نے فرمایا کہ اول جو عمر رسیدہ ہو وہ کلام کرے اور پھر اوس سے چھوٹا اسیطرح ترتیب گفتگو کرنی چاہیے اوسنے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین اگر ہر ایک بات عمر ہی پر منحصر ہوتی تو مسلمانوں کا حاکم کوئی ایسا شخص ہوتا جو آپسے بڑا ہوتا آپ نے فرمایا کہ اچھا جو کچھ کہنا ہو کہو اوسنے عرض کیا کہ ہم کچھ آپسے مانگنے نہین آئے نہ خوف کے باعث آئے ہین اسلیے کہ آپکی سخاوت ہمکو گھر بیٹھے پہونچ گئی تو مانگنے کی کیا حاجت اور آپ کی عدالت کے سامنے ڈرنے کی کیا ضرورت ہم جو آئے ہیں تو صرف آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے آئے ہین زبان سے اداے شکر کرکے چلے جاوینگے غرضکہ یہ تینون امور مذکورہ بالا شکر کے معنی کے اصول ہین کہ ان سے سب حقیقت شکر کی محقق ہو جاتی ہے اب بعض لوگون نے جو شکر کی یہ تعریف کی ہے کہ شکر اسکا نام ہے کہ منعم کی نعمت کا خضوع کے طور پر اقرار کرے اس تعریف مین قول ربانی اور بعض احوال قلب کا لحاظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ محسن کا احسان ذکر کرکے اوسکی ثنا کرے اسمین صرف عمل زبانی ہی ملحوظ ہے اور جسنے یہ کہا ہے کہ شکر یہ ہے کہ بساط شہود پر معتکف ہو اور حرمت منعم کی ہمیشہ یاد رکھے یہ تعریف اکثر باتون کو شکر کے شامل ہے اسمین سے صرف عمل زبان کا نکل جاتا ہے اور حمدون قصار رحمۃ اللہ کا قول اس باب مین یہ ہے کہ شکر نعمت اسکو کہتے ہین کہ آدمی اپنے نفس کو شکر کرنے مین طفیلی جانے اسمین صرف یہ بات پائی جاتی ہے کہ معانی شکر مین معرفت بھی داخل ہے اور حضرت جنید رحمہ اللہ نے تعریف شکر کی ارشاد فرمائی ہے کہ شکر اپنے آپ کو نعمت کا قابل نہ تصور کرے اسمین صرف ایک خاص حال دل کا پایا جاتا ہے ان سب لوگون کے اقوال سے اونکے احوال معلوم ہوتے ہین اور چونکہ حالات اونکے مختلف تھے اسواسطے اقوال بھی مختلف ہین بلکہ ایک ہی شخص کا قول دو حالتون میں دو طرح کا ہوگا اسلیے کہ ان لوگون کا دستور ہے کہ جو حالت اونپر غالب ہوتی ہے یا جو اونسے بموجب ارشاد کیا کرتے ہین تا کہ اپنی کار آمد بات مین مصروف رہین اور نکمی بات مین مشغول ہون

خواہ ایسا کلام فرماوین جو سائل کے حال کے لائق ہو تو جسقدر کی حاجت اوسکو دیکھتے ہین اوسیقدر کہدیتے ہین غیر حاجت بیان نہین فرماتے اسوجہ سے ناظرین کو یہ وہم نہو کہ ہم یہ باتین اونپر طعن کی وجہ سے لکھتے ہین یا یہہ کہ شکر مین جو تحقیق ہمنے لکھی ہے اوسمین اونکو انکار تھا بلکہ اسکا انکار تو کوئی عاقل بھی نہ کریگا ہان غایت ما فی الباب یہ ہے کہ لغت کی راہ سے کوئی نزاع کرے کہ لفظ شکر اصل زبان مین ان سب امور پر حاوی ہے یا نہین یا بعض معانی انمین سے مقصود بالذات ہین اور باقی اوسکے لوازم اور توابع مین سے ہین اور چونکہ تحقیق لغت کا کام طریق آخرت مین کچھہ نہین اسلیے ہمکو بیان لغت بھی کچھہ ضروری نہین معلوم ہوتا نہ ہمکو اوس سے کچھہ مطلب فقط

تیسرا بیان اس امر کی توضیح مین کہ خداے تعالی کے باب مین شکر کے کیا معنی ہین شاید کسی کو یہ شبہہ ہو کہ شکر ایسی جگہ متصور ہو سکتا ہے جہان منعم ہو اور اوسکو شکر سے کچھہ فایدہ ہو مثلاً بادشاہون کا شکر جو ہم کرتے ہین تو کئی طرح سے ہو سکتا ہے اور ہر ایک طرح مین اونکا کچھہ مطلب ہے اول تعریف کرنے سے شکر ہوتا ہے تو اوسمین بادشاہون کا یہ فایدہ ہے کہ لوگون کے دلون مین اونکی جگہ زیادہ ہو جاتی ہے اور خلق مین اونکا کرم مشہور ہوتا ہے اس شہرت سے آوازہ اور جاہ بڑھتا ہے دوم بجا آوری خدمت سے شکر کرتے ہین تو اوسمین اونکی بعض غرضون مین اعانت ہو جاتی ہے سوم نوکرون کی صورت سے اونکے سامنے کھڑا ہونے سے جو شکر کرتے ہین تو اس امر سے اونکے جتھے کو کثرت ہوتی ہے اور جاہ بھی بڑھتا ہے غرضکہ شکر کے سبب کوئی نہ کوئی بات اسی قسم کی منعم کے لیے ہوتی ہے اور خداے تعالی کے باب مین اس امر کا ہونا دو وجہ سے محال ہے اول تو یہ کہ خداے تعالی سب غرضون اور مطلبون سے پاک ہے اوسکو حاجت خدمت اور اعانت اور زیادتی جاہ و حشمت اور کثرت نوکر چاکر کی نہین اوسکے سامنے رکوع سجدہ کرتے رہین تو اس صورت مین ہمارا شکر کرنا خدا کیواسطے ایسی طرح کہ اوسکو کچھہ بہرہ اوسمین نہو ایسا ہے جیسا کسی بادشاہ منعم کے شکر کرنے کے لیے ہم اپنے گھرون مین اکیلے سو بار رکوع اور سجدہ کرین کیونکہ یہ اشیا ایسی ہی ہین جنمین اوس بادشاہ کو کچھہ بہرہ نہین اسلیے کہ اوسکو کچھہ علم غیب نہین کہ ہمارا حال جان لے اور خداوند کریم کو بندے کے کسی فعل مین سے کچھہ بہرہ اور حظ نہین اسلیے شکر بھی اوسکے حق مین چاہیے کہ نہو دوسری وجہ یہ کہ جتنے افعال ہم اپنے اختیار سے کرتے ہین وہ اللہ تعالی کی نعمتون مین سے دوسری نعمت ہین کیونکہ ہمارے اعضا اور قدرت اور ارادہ و خواہش اور جتنے اسباب ہماری حرکت کے ہین اور خود حرکت سبکی سب اللہ تعالی کی

پیدا کیے ہوئے اور اوسکی نعمت ہیں پس اوسکی نعمت کا شکر اوسکی نعمت سے کیسے ہو سکتا ہے
فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے ہمکو ایک گھوڑا دیا اور پھر ایک دوسری سواری اوسکی لیکر سواری کی
یا بادشاہ نے دو گھوڑے عنایت کیے یا تو ظاہر ہے کہ دوسرا گھوڑا پہلی عطا کا شکر نہوگا بلکہ ہمکو
اول و دوم دونوں عطاؤں کے شکر کی حاجت رہیگی پھر اس نعمت ثانی کیواسطے اور شکر اگر کرینگے تو وہ بھی
نعمت ہی ہوگی اور اسیطرح سلسلہ وار کار نباہ رہیگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے
حق میں ان دونوں وجہوں مذکورہ سے شکر محال ہے شعر از دست و زبان کہ برآید ❋ کز عہدہ شکرش بدر آید
اور ان دونوں باتوں میں ہمکو کچھ شک نہیں کیونکہ شرع سے ان دونوں کا ثبوت پایا جاتا ہے
پس کوئی ایسی سبیل چاہیے جسمیں یہ خرابی بھی لازم نہ آوے اور ادائے شکر بھی ہو اس شبہ کے
جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حضرت داؤد اور حضرت موسی علیہما السلام کو بھی یہی شبہہ ہوا تھا کہ
اونھوں نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی ہم تیری نعمت کا شکر کس طرح ادا کریں کیونکہ جب
شکر کرینگے تو تیری نعمتوں میں سے ایک نعمت ہی سے کرینگے یعنی ہمارا شکر کرنا تیری دوسری نعمت
ہوگی جسپر شکر واجب ہوگا حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ جب تمنے یہ جان لیا تو گویا تم شکر کرچکے
اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب ہمکو معلوم ہو گیا کہ نعمت میری ہی طرف سے ہے تو میں تم سے
شکر کی عوض اسی بات سے خوش ہوں۔ اب اگر کہو کہ سوال حضرات انبیا علیہم السلام کا تو ہم
سمجھ گئے مگر مضمون وحی کے سمجھنے سے ہماری سمجھ قاصر ہے یعنی یہ تو ہم سمجھ گئے کہ خدا تعالیٰ
کا شکر کرنا محال ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ اس محال شے کو جان لینا شکر کیسے ہوگا کیونکہ جان لینا بھی
ایک نعمت الٰہی ہے وہ شکر کیسے ہو جاویگی ورنہ اسکا حاصل یہ ہوگا کہ جو شکر نہ کرے وہ شاکر کہلاوے
یا جو کوئی بادشاہ وقت سے دوسری نعمت قبول کرلے وہ نعمت اول کا شکر ہوا کرے یہ بات
سمجھ میں نہیں آتی اگر اسمیں کوئی راز ہے تو اوسکو کسی مثال سے سمجھانا چاہیے کہ یہ تبرع ہم پر ہو
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس بھید کے بیان کرنے سے معارف میں بات جا پڑتی ہے اور علوم معاملہ سے
دور جا پڑتی ہیں اونکا بیان ان علوم کے مناسب نہیں تاہم اشارات کے طور پر ہم کچھ مختصر بیان
کیے دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اس باب میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو صرف توحید و وحدت
وجود کا ہے جس سے یقینی یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاکر اور مشکور اور محب و محبوب ایک ہی چیز ہے
اور یہ نظر ایسے لوگوں کی ہے جو جانتے ہیں کہ سوای خدائے تعالیٰ کے اور کوئی موجود نہیں
کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ اونکے دل میں جمی ہے اور اس بات کو ہر حال و ہر زمانہ میں

ازلی اور ابدی سچ جانتے ہیں اور درحقیقت بھی یہی ہونا چاہیے اسلیے کہ غیر وہ ہو سکتا ہے جسکا بذات خود قیام ہو اور اسطرح کا غیر کوئی موجود نہیں بلکہ اوسکا پایا جانا محال ہے کیونکہ موجود حقیقی وہ ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو اور جسکو کہ بذات خود قیام ہی نہو وہ بذات خود موجود بھی نہوگا اور از انجا کہ اوسکا قیام غیر سے ہے تو اوسکا وجود بھی غیر سے ہوگا یہانتک کہ اگر صرف اوسکی ذات پر لحاظ کریں اور غیر کا دھیان نکریں تو اوسکو وجود یقیناً نہوگا کیونکہ موجود تو وہی ہے جسکو اپنی ذات سے قیام ہے اور قائم بالذات اوسکو کہتے ہیں کہ اگر اوسکے غیر کو معدوم فرض کیا جاوے تو اوسکے وجود میں کسیطرح کا خلل نہ آوے وہ بدستور قائم رہے پھر اگر اسطرح کا موجود قائم بالذات اپنے وجود اور اپنے غیر کے وجود کو قائم رکھتا ہے تو اوسکو قیوم کہتے ہیں اور قیوم سوائے ذات یکتا کے اور کوئی نہیں اور نہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوائے حی قیوم کے اور کوئی موجود حقیقۃً نہیں اور وہ ذات واحد پاک کی ہے پس جب اس اعتبار سے دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مصدر اور مرجع وہی ذات واحد ہے اسلیے وہی شاکر ہے اور وہی مشکور اور وہی محب ہے اور وہی محبوب یہی وجہ تھی کہ جب حبیب ابن حبیب نے اِنَّا وَجَدْنٰاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ پڑھا تو فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ آپ ہی صبر دیا اور آپ ہی تعریف کی اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب اپنی دی ہوئی چیز پر تعریف اونکی کی تو گویا اپنی ذات پاک کی تعریف کی اسلیے جسنے ثنا کی اور جسکی ثنا کی وہ ایک ہی ہوئے — اسیطرح شیخ ابو سعید میہنی نے جب یہ آیت سنی یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ تو فرمایا کہ بیشک اونکو چاہتا ہے اور چاہنے بھی دو وہ تو حق چاہتا ہی کیونکہ اپنے نفس ہی کو چاہتا ہی اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہی محب اور وہی محبوب۔

اور یہ مقام نہایت اونچا ہی جب تک اوسکی کوئی مثال عام فہم نہ کہی جاوے جب تک سمجھ میں نہ آویگا اوسکو یون سمجھنا چاہیے کہ مصنف کو جب اپنی تصنیف محبوب ہے تو واقع میں اپنا نفس محبوب ہے اور صانع جب اپنی صنعت سے محبت رکھتا ہی تو اپنے آپ سے محبت رکھتا ہی اور والد جب اپنے بیٹے سے اس نظر سے محبت رکھتا ہی کہ یہ میرا لڑکا ہی تو واقع میں اپنی ذات سے محبت رکھتا ہی اب جو تامل کرو تو جو چیز سوا خدائے تعالی کے موجود ہین وہ سب خدا ہی تعالی کی تصنیف اور صنعت سے ہین پس زمین سے اگر کسیکو خدائے تعالی محبوب جانے تو یہ محبت صرف اپنی ذات پاک سے ہوگی اور جب اوسکو اپنی ہی ذات مقدس کی محبت ہوئی تو ظاہر ہی کہ یہ محبت حق پر ہے — غرضکہ یہ حالات چشم توحید سے دیکھنے کی صورت میں ہین اور صوفیہ کرام اس حال کو فنا فی النفس کہتے ہین یعنی سالک اپنے نفس اور غیر الصمد سے

فنا ہو کر سوا خدای تعالیٰ کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اور جس شخص کی فہم میں یہ بات نہیں آتی
وہ اس حالت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلا اس شخص کی سا یہ چار ہاتھ لمبا ہو اور اوس کے سر میں
سیروں روٹیاں چٹ کر جاتا ہو وہ فنا کیسے ہو جاتا ہے اور اور باتیں جہالت کی کہکر اون پر
ہنستے ہیں اور اونکی تقریر کے معانی نہیں سمجھتے۔ عارفوں کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ جاہلوں
کے لیے باعث حسد ہوں اور اوسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت میں إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا
كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ وَإِذَا انْقَلَبُوا
إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ
وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ پھر فرمایا کہ عارفون کا ہنسنا کل کو اوسکے حسد سے
بڑھکر ہے چنانچہ ارشاد ہے فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ
عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ اسیطرح جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے تو اونکی
امت اونسے تمسخر کرتی تھی آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر تم ہمسے تمسخر کرتے ہو تو
ہم بھی اسکی عوض تمسے تمسخر کرینگے دوسرا اعتبار یہ ہے کہ وجود کیطرف نظر کو رہ بالا سے
نہ دیکھا جاوے یعنی دیکھنے والے کو مقام فنا کی نفس حاصل ہوا ہو پس جو لوگ اس رتبے پر نہیں
پہونچے اونکی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ اپنے وجود کے سوا اور کسی کو موجود ہی نہیں
مانتے اور اس بات کو برا جانتے ہیں کہ اونکا کوئی معبود ہو ایسے لوگ بالکل اندھے اور دونون
آنکھوں سے اندھے ہیں اور اندھے اور اوسلئے اس جہت سے ہیں کہ جو چیز کہ تحقیقاً ثابت تھی
یعنی ذات قیوم کہ قائم بالذات ہے اور ہر ایک شخص کے اعمال کا قائم رکھنے والا ہے اور
جتنی چیزیں موجود ہیں وہ سب اوسیکی باعث موجود ہیں اوسکو نہ مانا اور ان نامعقولوں نے اوسی
اقتصار نکیا بلکہ اوسکے مقابل میں اپنے نفسوں کو قائم بالذات ٹھہرایا اور اگر سوچتے تو معلوم ہوتا
کہ ہمکو کچھ قیام نہیں نہ وجود اور ہمارا وجود اسلیے ہے کہ دوسرے نے اوسکو ایجاد فرمایا ہے ایسے
آپسے موجود نہیں ہوے اور ظاہر ہے کہ موجود اور ایجاد کی ہوئی چیز میں بہت فرق ہے
اور موجود تو ہی چیزیں ہیں یا موجود کیا یا ایجاد کی اشیا جنمیں سے موجود حق ہے اور ایجاد
کی ہوئی چیزیں بذات خود باطل اور موجود حقیقی قائم اور قیوم ہے اور ایجاد کی چیز ہالک
اور فانی یہان تک کہ جب کوئی بھی نہ رہیگا تب ذات پاک ہی رہیگی دوسری قسم کے
لوگ اندھے تو نہیں مگر کانے ہیں یعنی ایک آنکھ سے وجود موجود حقیقی کا دیکھتے ہیں اور اسکے

منکر نہین مگر دوسری آنکھ اگر بالکل چوپٹ ہوتی تو یہ نہین سوجھتا کہ سوای موجود برحق کے اور
سب فانی ہین اسلیے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرے کو بھی موجود ثابت کرتے ہین یہ لوگ مشرک
ہین جیسے کہ اول منکر تھے اور اگر دوسری آنکھ مین کچھہ بینائی ہوئی اور چندھے ہوے تو اس
بینائی کے باعث دونون موجودون مین فرق ثابت کرتے ہین ایک کو رب اور ایک کو بندہ
کہتے ہین اور اسیقدر تفاوت ثابت کرنے اور دوسرے موجود کو ناقص سمجھنے سے حد توحید
مین داخل ہوجاتے ہین گو پورے موحد نہین ہوتے پھر اگر آنکھ مین سرمہ لگایا جاوے
اور چندھا پن کم ہو تو جتنا نور آنکھ کا بڑھتا جاویگا اوتنا ہی وجود ماسوا اللہ کا کم ہوتا جاویگا
اور سلوک راہ معرفت مین یہی حال اگر رہا تو کم ہوتے ہوتے دوسرا وجود محو ہوجاویگا اور
خدا کے سوا کچھہ نسوجھے گا اوسوقت پوری توحید کا رتبہ حاصل ہوگا اور جہان سے کہ دوسرے
وجود کو ناقص سمجھا تھا وہ ابتدای توحید تھی اور ان دونون مرتبون کے درمیان مین درجات
بے انتہا ہین اور اسی سے درجات موحدین کے مختلف ہوتے ہین اور جس سرمے سے
کہ نور بصر زیادہ ہوتا ہے وہ خدا کی کتابین ہین جو اپنے رسولون پر نازل کی ہین اور پیغمبر سرمہ
لگانے والے ہین کہ سب کو توحید محض کیطرف بلاتے ہین جسکا مضمون لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مین
موجود ہے یعنی اس کلمہ طیبہ کے معنی یہ ہین کہ سوای خدای تعالی واحد برحق کے اور کچھہ نہ سمجھے
اور جو لوگ کمال توحید پر پہونچے ہون وہ بھی کم ہین اور منکر اور مشرک بھی کم اور یہ دونون
توحید کیطرف مقابل کے پرلے سرے پر ہین کیونکہ بت پرستون کا قول تو یہ ہے کہ مَا
نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اسلیے اونکی توحید مین کچھہ ضعیف طور پر داخل ہین
اور وہ دونون فرقے کسیطرح داخل توحید نہین ہوسکتے اور متوسط درجے کے لوگ بہت ہین
جو نہ موحد کامل ہین نہ مشرک نہ منکر پھر اونمین بعض ایسے ہین کہ کسی حال مین اونکی بصیرت
کھلجاتی ہے تو بجلی کیطرح حقائق توحید اونپر ظاہر ہوتے ہین مگر اونکو قیام نہین ہوتا اور بعضے
ایسے ہین کہ اونپر یہ حقائق ظاہر ہوکر کچھہ ٹھہرتی ہین الا ہمیشہ نہین رہتین اور دوام اسکا بہت کم ہو
ے عالی رتبہ کیطرف ہوتی ہین سب کو حرکات ٭ لیک کمتر ہین جنھین ہووے دوام اور ثبات
اور جب خداوند کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب کے لیے حکم فرمایا کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
تو آپ نے سجدے مین یہ دعا پڑھی اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ
سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ اول کلمہ

اس بنا کی اَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف خدای تعالی کے فعل کو
مشاہدہ فرما کر عرض کیا گویا کہ اسوقت بجز خدای تعالی اور اوسکے افعال کے اور کچھ ملاحظہ نہیں
فرمایا تھا اسلیے اوسکے فعل کی مدد سے اوسکے فعل سے پناہ مانگی پھر اس درجے سے ترقی کی اور
مشاہدۂ افعال سے فنا ہو کر اون افعال کے مصادر کو مشاہدہ فرمایا یعنی صفات کو تو یہ عرض کیا
کہ اَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ رضا اور سخط دونوں صفات ہین پھر اسمین بھی نقصان تو یہ
ملاحظہ فرمایا تو اور نزدیک ہوے اور مشاہدۂ صفات سے مشاہدۂ ذات پر ترقی فرما کر فرمایا اَعُوذُ بِكَ
مِنْكَ اسمین ذات الہی کیطرف گریز ہے کسی فعل و صفت کا لحاظ نہین مگر چونکہ اسمین بھی
اتنی بات تھی کہ اپنے نفس کو گریز کرنے والا اور پناہ چاہنے والا اور ثنا کو دیکھا تو اسکو بھی
خلل مدار توحید سمجھکر اور نزدیک ہوے اور عرض کیا لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا
اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ پس لَا اُحْصِي سے تو یہ نکلتا ہے کہ آپ اپنے نفس سے فنا ہو کر اوسکے
مشاہدے سے متجاوز ہوگئے اور اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ثنا کرنے والا اور جسکی ثنا کیجاوے وہ ذات واحد ہے مادح و ممدوح ایک ہی ہین اور سب
اوسی سے نکلے اور اوسیکی طرف مرجع رکھتے ہین اور سوا اوسکی ذات کے اور سب فانی ہین غرضکہ
جو مقام کہ موحدین کے لیے انجام کو حاصل ہوتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہی مین
حاصل ہوا یعنی اول ہی اول بجز اللہ تعالی اور اوسکے افعال کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اور آپ کا دستور تھا
کہ جب ایک رتبے سے دوسرے پر ترقی فرماتے تھے تو رتبۂ اول کو بہ نسبت دوم کے بُعد اور دوری
خدای تعالی سے سمجھتے تھے اسی لحاظ سے پہلے رتبے سے استغفار فرماتے اور اوسکو اپنے سلوک اور
مقام مین نقصان تصور فرماتے اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث مین اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي حَتّٰى
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً اور ستر دفعہ کی تخصیص اسلیے ہے
کہ ہر روز آپ ستر مقام پر ترقی فرماتے تھے جو ایک دوسرے سے اوپر تھے اور اونمین جو پہلا
مقام تھا وہ اگرچہ خلق کی طاقت کے باہر تھا مگر چونکہ پچھلے مدارج کی نسبت اوسمین نقصان تھا
اسلیے آپ استغفار کیا کرتے تھے اور جب حضرت عائشہ رض نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ
خدا نے تعالی نے کیا آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف نہین فرمائے جو آپ سجدے مین اتنا دیر
اور اتنی سخت محنت فرماتے ہین تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا مین بندۂ شاکر نہون اسکے یہ معنی ہین
کہ کیا مین طالب زیادہ مقامات کا نہون کیونکہ شکر سے زیادتی نعمت کی ہوتی ہے جیسا کہ خدای تع

زیادت لئن شکرتم لازیدنکم اب چونکہ ہم دریاے ناپیدا کنار مکاشفہ مین جا پہنچے اسلیے وہان سے باگ موڑ کر جو بات علوم معاملہ کے شایان ہے اوسکی طرف رجوع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ انبیا علیہم السلام اس غرض سے بھیجے گئے ہین کہ خلق کو توحید کامل کیطرف جسکا بیان اوپر گذرا بلاوین مگر لوگون کے اوس تک پہونچنے مین بہت سی مسافت اور سخت گھاٹیان ہین اور شریعت تمام وکمال طریق اوس مسافت کے چلنے اور اون گھاٹیون کے طے کرنے کا بتلاتی ہے تو یہ نظر اور یہی مشاہدہ اور مقام کی ہے اس مشاہدے کے اعتبار سے البتہ شکر اور شاکر اور مشکور جدا جدا معلوم ہوتے ہین۔ اور یہ بات بدون مثال سمجھ مین آویگی اسلیے اسکی مثال سے سمجھنا اسطرح ممکن ہے کہ فرض کرو کہ کسی بادشاہ نے اپنے کسی غلام کے پاس جو اوس سے دور تھا سواری اور لباس اور نقد زادراہ کیواسطے بھیجا کہ قطع مسافت کر کے درگاہ سلطانی سے قریب ہوجاوے اور اس قرب کی دو صورتین ہین یا تو بادشاہ کو یہ منظور ہے کہ اگر دربار مین آجاویگا تو کچھ کام کریگا اور بعض خدمات سے بے فکری ہوجاویگی اور دوسری صورت یہ ہے کہ قرب سے بادشاہ کو کچھ فائدہ نہین نہ اوس غلام کی ضرورت دربار مین ہے نہ اوسکے آنے سے سلطنت بڑھے کیونکہ اوس سے کوئی ایسی خدمت نہین ہوسکتی جس سے بادشاہ کو بیفکری ہوجاوے اور نہ اوسکے غائب رہنے سے سلطنت ناقص ہو پس اوسکو سواری اور زادراہ جو عنایت ہوا تو صرف یہی منظور ہے کہ وہ قریب ہوکر سعادت حضوری سے مشرف ہو اور خود اوسکا فائدہ ہو یہ غرض نہین کہ بادشاہ کو کچھ نفع ہو تو بندونکو خداے تعالی کی نسبت صورت دوم کے رتبے مین تصور کرلینا چاہیے اول صورت تو خداے تعالی پر محال ہے اسلیے کہ خداے تعالی کو کسیکی طرف کچھ حاجت نہین اور دوسری صورت محال نہین۔ پھر یہ جاننا چاہیے کہ پہلی صورت مین بندہ صرف سوار ہوکر بادشاہ کے پاس چلے آنے سے شاکر نہوگا جب تک کہ وہ خدمت جو بادشاہ کو اوس سے لینی منظور ہے بجا نہ لاوے اور دوسری صورت مین تو بادشاہ کو خدمت کی مطلق پرواہی نہین مگر پھر بھی شاکر اور کافر ہوسکتا ہے شکر تو اسطرح ہوگا کہ جو چیز بادشاہ نے دی ہے اوسکو ایسے مصارف مین لگاوے جو اوسکو محبوب ہون نہ اپنی من مانتی چیزون مین اور کفر اسطرح ہے کہ جو بات مالک کو منظور تھا اوسمین استعمال اوسکے انعام کا نہ کیا یعنی یا تو اوسکی عطا کو بیکار محض رہنے دیا یا ایسے مصارف مین لگایا جنسے اوسکا بعد زیادہ ہوجاوے پس اگر بادشاہی خلعت پہنا اور گھوڑے پر سوار ہوا اور زادراہ کو راہ ہی مین خرج کیا تو آقا کا



شاکر ہوگا کیونکہ اوسکی نعمت کو اوسکی چاہتی بات میں صرف کیا یعنی جسطرح پر کہ غلام کا نفع اسکو
منظور تھا اوسیطرح اون ہتیاروں کا استعمال کیا اور اگر غلام نے گھوڑا اوسکی سواری پر سوار ہوکر بادشاہ
کی سمت سے پیٹھ پھیر کر چلدے اور زیادہ دور ہوتا جاوے تو کافر ہوگا اسلیے کہ اسنے اوسکے
انعام کو ایسے امور میں خرچ کیا جو اسکے آقا کو اسکے حق میں برے معلوم ہوتے تھے نہ اپنے حق میں
اور اگر بیٹھا رہا اور سوار ہوا نہ طلب قرب کی نہ تلاش بعد تب بھی کافر نعمت ہوگا کہ آقا کے
انعام کو معطل و بیکار رکھا مگر بعید ہونے والے کی نسبت یہ کافر کم ہے اسیطرح خداوند کریم نے
خلق کو پیدا کیا اور وہ ابتدای پیدایش میں شہوات کے استعمال کے محتاج ہیں تاکہ اونکے بدن
پورے ہوجاویں اور شہوات کے سبب دربار اعلی سے بعید ہوجاتے ہیں اور اونکی سعادت
اسمیں ہے کہ اوس سے قریب ہوں پس اونکے لیے ایسی نعمتیں بھی مہیا فرمائیں کہ درجہ قرب کے
ملنے کے لیے اونکے استعمال پر قادر ہیں اور اسی بعد و قرب کو خدای تعالی نے اسطرح ارشاد
فرمایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ إِلَّا الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ پس اس سے معلوم ہوا کہ خدای تعالی کی
نعمتیں ایسے آلات ہیں جنسے بندہ اسفل السافلین سے ترقی کرکے درجہ سعادت قرب الٰہی
حاصل کرے اور اس سے نفع ہمارے ہی کو ہے خدای تعالی کو کچھ نفع نہیں چاہے بندہ قریب
جاوے یا بعید ہو جیسے ہے من نکردم امر تا سودے کنم ۔ بلکہ تا بر بندگان جودے کنم
اب بندے کو اختیار ہے اگر اوسکی نعمتوں کا استعمال طاعت میں کریگا تو شاکر ہوگا کہ مولی کی
مرضی کے موافق کام کیا اور اگر اوسکی نافرمانی میں استعمال کریگا تو کافر ہوگا کہ جو بات اوسکو
اسکے لیے منظور نہ تھی اور اسکے حق میں اوسکے نزدیک بری تھی وہ اسنے اختیار کی وَلَا يَرْضَى
لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ خود فرماتا ہے اور اگر اون نعمتوں کو بیکار رکھے نہ اطاعت میں لگاوے نہ معصیت میں
تو بھی کفران نعمت ہے کہ نعمت کو تلف کرتا ہے ۔ اور جو چیز دنیا میں مخلوق ہوئی ہے وہ
اسلیے ہے کہ بندہ اوسکے سبب سعادت اخروی تک پہونچے اور قرب الٰہی حاصل کرے اس سے
معلوم ہوا کہ ہر ایک طاعت کرنے والا اپنی طاعت کے بموجب شکر اون نعمتوں الٰہی کا کرتا ہے
جنکو طاعت میں استعمال کیا ہے اور جو شخص کہ سرے سے استعمال ہی نہیں کرتا یا فرمان
کہ اونکو طریق بعد میں صرف کرتا ہے وہ ناشکر ہے اور اوسکی مرضی کے موافق کام نہ کرنے میں
زیادتی کرتا ہے غرضکہ طاعت اور معصیت گو دونوں کو مشیت ایزدی شامل ہے مگر اچھا معلوم ہونا

اور یہ امر معلوم ہو چکا ہے کہ مشیت کے علاوہ ہے بعض خواہش کی چیز محبوب ہوتی ہے بعض مکروہ
اور اس حقیقت کے بیان کی آخر میں تقریر کر آئے ہیں جسکے افشا کا حکم نہیں
اس تقریر سے اعتراض اول جاتا رہا یعنی یہ کہ اگر شکور کو بہرہ شکر سے نہیں تو شکر
کیسے ہوگا اوسکا جواب یہ ہوا کہ نعمت الٰہی کو اوسکی مرضی کے موافق استعمال کرنا بھی
شکر ہے اور دوسرے اعتراض کا جواب بھی ہو گیا اس لیے کہ شکر سے تو ہماری
مراد یہی ہے کہ نعمت الٰہی کو جس طرح اوسکو محبوب ہو اوس طرح صرف کرے
پس جب نعمت الٰہی آدمی کے فعل سے ایسی جگہ صرف ہوئی جو اوسکو محبوب تھی
تو مراد حاصل ہے اور آدمی کا فعل اللہ تعالیٰ کی عطا ہے مگر چونکہ محل اوس فعل کا انسان ہے
اسیواسطے انسان کی ثنا کیجاتی ہے اور ثنا کا ہونا یہ دوسری نعمت خدا کی ہے انسان پر
کیونکہ وہی دیتا ہے اور وہی وصف کرتا ہے اور اوسکے دو کاموں میں سے ایک کام اس
بات کا باعث ہوا کہ دوسرا فعل وجہ محبت میں صرف کیا جاوے تو ہر حال میں اوسیکو شکر چاہیے
اور انسان کو جو شاکر کہتے ہیں تو اسی غرض سے کہتے ہیں کہ وہ محل شکر ہے نہ اسوجہ سے کہ وہ
موجد شکر ہے مثلاً کہا کرتے ہیں کہ انسان عارف یا عالم ہے اوسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ
عرفان و علم کا موجد ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ عرفان اور علم کا محل ہے حالانکہ اونکا وجود
آدمی میں قدرت ازلیہ سے ہے وہ خود ایجاد نہیں کر سکتا پھر اوسکو شاکر کہنے سے یہی مطلب ہے
کہ وہ بھی کوئی چیز ہے اور کچھ شے اسلیے ہے کہ خالق اشیا نے شے بنا دیا اور اگر خود اپنے
جی میں گمان کرے کہ میں اپنی ذات کے باعث سے چیز ہوا ہوں تو محض ناچیز ہے لیکن اگر
اوس ذات کے اعتبار سے دیکھیں جسنے کہ اشیا کو شے ہونا عنایت فرمایا ہے تب تو انسان
شے ہے اسلیے کہ اوسی نے شے بنایا ہے اور اوسکے بنانے کا لحاظ اوٹھا دیا جاوے تو واقع
میں لاشے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب صحابہ رضہ نے پوچھا کہ جب سب
چیزوں سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے تو عمل سے کیا فائدہ ہے آپ نے فرمایا کہ اِعْمَلُوْا
فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اس حدیث سے بھی اشارہ مطلب مذکورہ بالا کیطرف ہے
پس ظاہر ہوا کہ خلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جاری ہونے کی جگہ اور اوسکے افعال کا محل ہے
گو خلق خود بھی اوسکے افعال ہی میں سے ہے لیکن خدا ہی تعالیٰ کا بعض فعل بعض کا محل
ہوتا ہے مثلاً حدیث شریف میں لفظ اِعْمَلُوْا ہر چند زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلا مگر

افعال الٰہی مین سے وہ بھی ایک فعل ہے اور اس بات کا سبب ہے کہ خلق کو معلوم ہو جاوے کہ
عمل کرنا مفید ہے اب لوگون کا جاننا بھی ایک خدا کا فعل ہے اور وہ بھی ایک اور بات کا سبب ہے
یعنی علم ہی کے باعث ارادہ پختہ حرکت و طاعت کا پیدا ہوتا ہے پھر ارادہ و شوق بھی
فعل الٰہی ہے اور حرکت اعضا کا سبب ہے اور حرکت بھی اوسی کا فعال ہے ہر اسطرح سب باتین اوسکے افعال
مین سے مگر ایک دوسرے کا سبب ہوتی ہین یعنی فعل اول شرط ہوتا ہے دوسرے کی جیسے جسم کا
پیدا ہونا عرض کے لیے شرط ہے یعنی عرض بلا جسم کے نہین پیدا ہوتا اور زندگی کا پیدا ہونا علم کی
پیدایش کے لیے شرط ہے اور علم کا پیدا ہونا ارادے کی پیدایش کے لیے شرط ہے یہ افعال
خداوند تعالیٰ کے ہین اور ایک دوسرے کے لیے اسی اعتبار سے سبب ہین انکے سبب ہونے سے یہ
مقصود نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے موجد ہین بلکہ یہ غرض ہے کہ غیر کے حاصل ہونے کے لیے
شرط ہین کہ اول یہ ہو چکے تو دوسرا امر ہو جیسے زندگی جب ہو جاوے اول جوہر ہو چکے اور علم کے
قبول کی استعداد جب ہو جب پہلے حیات ہوے اور ارادہ اوسوقت ہو جسوقت علم پیشتر آ چکے
اسطرح اگر آدمی تحقیق کریگا تو جو رتبہ توحید ہم اوپر لکھ آئے اوس تک ترقی کر جائیگا۔ اگر یہان
یہ اعتراض ہے کہ جب ہمارے اختیار میں کچھ نہین سب کچھ خدا ہی تعالیٰ ہی کو اختیار ہے تو
ہمکو یون کیون حکم ہوا ہے کہ عمل کرو ورنہ نافرمانی پر عتاب و عقاب ہوگا ہم پر عتاب کی وجہ کیا ہے
شعر ناحق ہم مجبورون پر یہ تہمت ہے مختاری کی ✤ چاہتے ہین سو آپ کرین ہین ہمین عبث بدنام کیا
تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حکم الٰہی ہم مین ایک اعتقاد کے آنیکا سبب ہوتا ہے اور اعتقاد سبب ہے
ہیجان خوف کا اور جوش خوف باعث ہے ترک شہوات اور دنیا سے احتراز کا جس سے خداے تعالیٰ
مسبب الاسباب کا قرب نصیب ہوتا ہے یہی ترتیب اسباب مین خداے تعالیٰ نے مقرر فرما دی ہے
پس جو شخص کہ ازل مین سعید لکھا گیا ہے اوسکے لیے یہ اسباب اسی ترتیب سے میسر ہوتے ہین
یہان تک کہ سلسلہ وار اوسکو جنت مین پہونچا دیتے ہین اور اسی سے اشارہ ہے حدیث مذکور
مین کہ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ اور جسکے نام پر نیکی کا قلم ازل مین جاری نہین ہوا
کلام خدا اور حدیث مصطفےٰ اور نصائح علماء سے دور بھاگتا ہے اور کان نہین دھرتا اور نہ سمجھے
جہت سے جانتا نہیں اور نجاننے کے باعث خوف نہین کرتا اور جب خوف نہین کرتا تو میل دنیا
سے چھوڑیگا اور جب تک محبت دنیا نچھوڑیگا تب تک مردہ شیطانون میں رہیگا جنکا قرارگاہ
دوزخ ہے۔ اس تقریر گذشتہ کو اگر تامل سے دیکھو تو عجیب بات معلوم ہو کہ ایک قوم جنت مین

زنجیرون سے کھینچی جاتی ہی اور ایک گروہ دوزخ مین زنجیرون سے کھینچی جاتی ہی یعنی جس شخص کو جنت ملیگی وہ اوسکے اسباب کی زنجیرون مین پابند ہی کہ علم اور خوف اوسپر مسلط ہین اور جو دوزخی ہی وہ بھی زنجیرون مین پابند ہی کہ اوسپر غفلت اور خدا کی عذاب سے نڈر رہنا اور اوسی پر مغرور رہنا مسلط ہین غرضکہ متقی تو جنت مین بزور کھینچے جاتے ہین اور مجرم دوزخ مین بزبردستی گھسیٹے جاتے ہین اور یہ بزبردستی سوائے اوس ذات واحد قہار کے اور کوئی نہین اور نہ سوا اوسکے کسیکو کچھ قدرت مگر غافلونکی آنکھ پر پردہ ہی جس روز یہ پردہ اونکی آنکھ سے دور ہوگا اوس روز اس کیفیت کو جون کی تون دیکھ لینگے اور اوسوقت سرادقات جلال سے آواز ہوگی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہر چند ملک و سلطنت ہر روز واحد قہار ہی کے لیے ہے کچھ تخصیص اوس روز کی نہین لیکن غافلون کو یہ آواز اوسی روز سنائی دیگی پس اوس روز کی تخصیص اسی بات پر مبنی ہے کہ کشف احوال ونکو ایسے وقت ہوگا کہ کچھ مفید نہو خداے تعالی جہالت اور غفلت سے بچائے کہ اصل اسباب ہلاک یہی ہین —

چوتھا بیان اس بات کی تمیز مین کہ خداے تعالی کی محبوب چیزین کونسی ہین اور اوسکو بری کونسی معلوم ہوتی ہین واضح ہو کہ فعل شکر اور ترک ناشکری بدون پہچانے خداے تعالی کی محبوب چیزونکے پورا نہین ہوتا اسلیے کہ شکر کے معنی یہ ہین کہ نعماے الہی کو ایسی چیزون مین استعمال کرے جو اوسکو محبوب ہون اور کفر یعنی ناشکری کے معنی یہ ہین کہ اون نعمتون کو یا تو بالکل استعمال ہی نکرے یا ایسی چیزون مین کرے جو اوسکو بری معلوم ہوتی ہون پھر خداے تعالی کی محبوب اور مکروہ چیزون کے دریافت کے لیے دو مدرک ہین ایک سننا جسکا مستند آیات و احادیث ہین اور دوسرے دل کی بصیرت یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اور یہ پچھلا امر دشوار ہے اور بہین لحاظ نادر و کمتر پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خداے تعالی نے رسولون کو بھیجا اور اونکے باعث خلق پر طریق کو آسان کردیا اور اوس طریق کی پہچان تمام احکام شرع کے متعلق با فعال عباد جاننے پر موقوف ہی پس جو شخص اپنے سب افعال مین احکام شرع سے مطلع نہوگا وہ ہرگز شکر کے عہدہ سے بری الذمہ نہوگا۔ رہی دوسری بات یعنی چشم اعتبار سے دیکھنا اوسکے یہ معنی ہین کہ جو موجود خدا کی مخلوق ہے اوسمین حکمت معلوم کرے کیونکہ دنیا مین کوئی ایسی شے نہین جسمین کچھ حکمت نہو اور اوس حکمت سے کچھ مقصود نہو تو جو مقصود ہر شے سے ہے وہی خداے تعالی کو محبوب ہے — اب اس حکمت کی دو قسمین ہین ایک ظاہر اور ایک پوشیدہ حکمت ظاہر جیسے یہ جاننا کہ آفتاب کی پیدایش مین یہ حکمت ہے کہ اوس سے دن اور رات پیدا ہوتی ہین

یعنی دن سے مقصود تحصیل معاش ہے اور رات سے آرام وچین کا حاصل ہونا کیونکہ سورج کے
وقت حرکت ہو سکتی ہے اور اندھیری کے وقت سکون پیدا ہوتا ہے غرض سکو آفتاب کی
حکمتوں مین سے ایک یہ ہے جو مذکور ہوئی اور اوسکے سوا اوسمین اور بہت سی حکمتیں دقیق
ہین اسیطرح بادل اور مینہ کی حکمت کو معلوم کرنا ہے کہ اوسے زمین مین طرح طرح کا سبزہ و گیاہ
جو حیوانوں اور انسانوں کی غذا بنتا ہے اور ظاہری حکمتین جو خلق کی سمجھ مین آوین جو ابر کی تعلق
سے بھی اور مینہ کی قرآن مجید مین ارشاد فرمادی ہین وہ حکمتین جنسے کہ عقل کی فہم قاصر ہو
ارشاد نہین فرمائیں چنانچہ ارشاد ہے فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا
الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا
وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
اور ستارون یعنی ثوابت اور سیارون کی حکمت پوشیدہ ہے کہ اوسکو عام لوگ نہیں جانتے
اور جسقدر کہ اونکی سمجھ مین آتا ہے وہ یہ ہے کہ اونسے آسمان کی زینت ہے تاکہ آنکھیں اونکو
دیکھکر لذت یاب ہوں اور اسکی طرف خدای تعالے نے بھی اشارہ فرمایا ہے اس آیت مین إِنَّا زَيَّنَّا
السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ حاصل یہ کہ تمام اجزاء عالم کے خواہ آسمان ہو یا ستارے
یا ہوا یا سمندر یا پہاڑ یا کان یا روئیدگی یا حیوانات یا اعضا حیوانات سب کے ہر ایک ذرے مین
بہت سی حکمتین موجود ہین ایک سے لیکر ہزار اور دس ہزار تک حکمتین ہر ذرے مین پائی جاتی ہیں
اعضاے حیوانات کی حکمتین بھی بعضی ایسی ہین کہ معروف ہین جیسے یہ معلوم ہے کہ آنکھ دیکھنے
کے لیے ہے پکڑنے کو نہین ہاتھ گرفت کو ہے چلنے کو نہیں پاؤں رفتار کیواسطے ہے سونگھنے کو
نہین اور علی ہذا القیاس لیکن اعضاے باطنی مثلاً آنتیں اور پتہ اور جگر اور گردہ اور رگین اور
پٹھے اور جھلیان وغیرہ اور جو باتین کہ ان اعضا مین ہین مثلاً بعضون مین تجوف ہے اور بعضو مین نہیں
پیچ ہے بعضے ایک دوسرے مین جال کیطرح ہین بعضون کا رخ اور طرف کو ہے بعضے پتلے ہین
بعضے گاڑھے یا اوراسیطرح کے صفات تو انکی حکمتیں سب لوگون کو معلوم نہین اور جو لوگ
جانتے ہین وہ بھی خدا کے علم کی نسبت کرکچھ تھوڑا ہی جانتے ہین چنانچہ خود فرماتا ہے
وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی چیز کو
کسی وجہ سے استعمال نکریگا جسکے لیے وہ مخلوق ہوئی ہے اور نہ اوس طرح پر جو اوس سے
مقصود ہے تو وہ اوس چیز مین نعمت الٰہی کی ناشکری کریگا مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کو



اپنے ہاتھ سے مارا تو اوس شخص نے ہاتھ کی نعمت کا ناشکر ہوگا اسواسطے کہ ہاتھ اوسکو اسی لیے
دیے گئے ہین کہ مضر چیز کو اپنے پاس سے دفع کرے اور مفید چیز کو لیوے اسواسطے مخلوق نہین
ہوے کہ دوسرے کو اونسے ہلاک کرے اور جو شخص کسی غیر محرم کیطرف دیکھے گا وہ آنکھ کی
نعمت مین ناشکر ہوگا اور نعمت آفتاب کا بھی ناشکر ہوگا کیونکہ سوجھنا انھین دونون چیزون سے
ہوتا ہے اور یہ دونون اسواسطے پیدا ہوئی ہین کہ اون سے ایسی چیزین دیکھے جو دین و دنیا مین
اسکو مفید ہون اور جو چیزین مضر دین و دنیا کی ہون اونسے بچے پس اس شخص نے اون
دونون کو ایسی جگہہ استعمال کیا جو اونسے مقصود نہ تھا اسوجہ سے کہ مقصود پیدائش خلق اور
دنیا اور اوسکے اسباب سے یہ ہے کہ تمام لوگ اون اسباب کی استعانت سے خدا تک پہونچین
اور بدون محبت الٰہی اور انس خداوندی کے دنیا مین اور دنیا کے مغالطے سے علیحدہ رہنگے
خدا تک پہونچ نہین سکتے اور انس بدون ذکر الٰہی کے اور محبت بدون ایسی معرفت کے
جو دوام فکر سے حاصل ہوئی ہو حاصل نہین ہوتی اور ذکر اور فکر پر دوام بغیر بدن کی پایداری کے
ممکن نہین اور بدن سبب غذا کے باقی نہین رہتا اور غذا زمین اور پانی اور ہوا کے سوا
تیار نہین ہو سکتی اور بدون پیدائش آسمانون اور زمین اور پیدائش تمام خلق کے اعضاے
ظاہری اور باطنی کے تمام نہین ہو سکتی یہ سب چیزین بدن کے لیے ہین اور بدن نفس کی
سواری ہے اور خدا کی طرف رجوع کرنے والا وہی نفس ہے جسنے مدت تک عبادت اور
معرفت کرکے اطمینان حاصل کیا ہو اور اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ
وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ غرضکہ جو شخص کسیکو ان اشیا مین سے سواے طاعت الٰہی کے
اور کسی چیز مین استعمال کریگا تو وہ خداے تعالی کی نعمت کا اون لوازم و اسباب مین
ناشکر ہوگا جو ارتکاب معصیت کے لیے ضروری تھے۔ اب خفیہ حکمتون کی ہم ایک مثال
لکھے دیتے ہین جسمین بہت خفا نہین تا کہ آدمی اوس سے اور باتون پر قیاس کرکے طریق
شکر اور ناشکری نعمتون کا معلوم کرے پس ہم کہتے ہین کہ خداے تعالی کی نعمتون مین سے
ایک یہ ہے کہ روپیہ اور اشرفی کو پیدا کیا کہ اونسے انتظام دنیا قائم ہے اور ہر چند وہ دونون
پتھر ہین کہ خود اونسے کوئی نفع نہین ہوتا نہ کھانے مین آوین نہ پینے اور پہننے مین مگر
خلق کو اونکی بدرجہ نہایت احتیاج ہے اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو کھانے اور پینے
اور لباس اور دوسری حاجات مین بہت سی چیزون کی ضرورت رہتی ہے اور کبھی حاجت کی

چیز سے خود عاجز ہوتا ہے اور بدون حاجت کی چیز اپنے پاس رکھتا ہے مثلاً اوسکے پاس
زعفران ہے اور اوسکو ضرورت سواری کے اونٹ کی ہے اور جسکے پاس اونٹ ہے
شاید اوسکو اوسکی ضرورت ہو اور زعفران کی حاجت ہو تو ان دونون مین مبادلہ بھی
ہونا چاہیے اور مقدار عوض بھی معین ہونی ضرور ہے کیونکہ یہ تو ہوگا نہیں کہ اونٹ کا مالک
ہر ایک مقدار زعفران کے بدلے اونٹ حوالہ کر دے اور اونٹ اور زعفران مین کچھہ مناسبت
بھی نہین جس سے یہ کہہ سکین کہ اونٹ کی برابر وزن یا صورت مین دینی چاہیے اسیطرح
جو شخص کپڑے کی عوض مین گھر مول لیا چاہے یا گھوڑے کی عوض آٹا یا موزے کی
عوض غلام لیا چاہے تو ان چیزون مین کچھہ تناسب نہین اسی لیے یہ نہین معلوم ہو سکتا
کہ مبادلہ کے حساب مین مساوات کسطرح ہوگی اور معاملات بند رہینگے اس وقت سکے دور
کرنے کے لیے حاجت ایک متوسط چیز کی ہوگی جو ایسی اشیا غیر متناسب مین حکم مساوات
کر سکے کہ اگر اوسکی نسبت کر دونوں چیزون کو دیکھا جاوے تو مساوی غیر مساوی معلوم ہو جاوے
غرض خداوند کریم نے روپیہ اشرفی کو پیدا فرمایا تاکہ یہ دونون سب مالون مین متوسط ہو سکیں
اور ان سے مال کا اندازہ ہو سکے مثلاً کہہ سکین کہ یہ اونٹ سو روپیہ کا ہے اور اتنی زعفران
سو روپیہ کی ہے اور دونون چونکہ مساوی ایک ہی چیز معین کی ہین اسلیے آپس مین مساوی
ہین اور روپیہ اشرفی سے اسلیے مساوات ممکن ہوئی کہ انسے خود سے کوئی غرض متعلق نہیں
اور اگر یہ بھی کسی کام خورد و نوش وغیرہ مین آتے تو جس مطلب کے ہوتے اوسی مطلب والے کے
حق مین انکو ترجیح ہوتی دوسرے کے حق مین ہوتی اور انتظام نہ ہوتا۔ پس جبکہ اللہ تعالی نے
انکو اسواسطے پیدا کیا کہ یہ ایک ہاتھہ سے دوسرے ہاتھہ مین جاوین اور اموال غیر متناسبہ کے
درمیان مساوات پیدا کرین اور یہ حکمت بھی انمین رکھی کہ ان سے تمام اشیا حاصل ہو سکین
کیونکہ یہ دونون محبوب ہین اور اونکی ذات سے کوئی غرض نہین نکلتی اور اونکی نسبت سب
مالون کیطرف ایک سی ہے تو ان دونون کا مالک ہوگا گویا تمام چیزون کا مالک ہونا ہے
ایسا نہین جیسا کوئی کپڑے کا مالک ہو کیونکہ اوسکے پاس صرف کپڑا ہی ہے اگر مثلاً اوسکو
حاجت کھانے کی ہو تو شاید کوئی کپڑے کی عوض نہ دے اسلیے کہ جس سے کھانا لیا چاہتا ہے
شاید اوسکو حاجت کپڑے کی نہو بلکہ سواری کی ضرورت ہو تو ایسی چیز کی حاجت ہوئی
کہ ظاہر مین تو کچھہ نہو اور باطن مین سب کچھہ ہو اور جب کوئی ایسی چیز ہوتی ہے کہ ظاہر مین

اوسکی صورت خاص نہین ہوتی تو اوسکی نسبت مختلف چیزون کیطرف یکسان ہوتی ہے مثلاً آئینہ پر
کوئی خاص رنگ نہین ہوتا مگر ہر ایک رنگ ویسین آسکتا ہے اسیطرح نقد روپیہ اشرفی بھی فی نفسہٖ کسی
مطلب کی نہین مگر اونکے ذریعہ سے ہر ایک مطلب نکل سکتا ہے جیسے حرف کہ بذات خود اوسکے
معنی مستقل نہین ہوتے مگر اوسکے وسیلے سے اور کلمات مین معنی ظاہر ہوتے ہین۔ غرض کہ
روپیہ اشرفی کا ذریعہ حصول اغراض ہونا دوسری حکمت ہے اور ان دونون مین اور بھی بہت سی
حکمتین ہین جنکا ذکر طول چاہتا ہے۔ اب جو کوئی روپیہ اشرفی مین وہ بات کرے جو اسکے
لائق نہو یا جس مطلب کے لیے یہ پیدا ہوے ہین اوسکے مخالف ہو تو خدای تعالی کی نعمت کا
ان دونون مین ناشکر ہوگا مثلاً جو کوئی انکو داب رکھے تو انکے ساتھ ناانصافی کریگا اور جس حکمت کے
لیے یہ پیدا ہوے ہین اوسکو بیکار کریگا اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسلمانون کے حاکم کو
قید کرے کہ قید کے مارے وہ حکم نکرسکے اسیطرح روپیہ اشرفی بھی مساوات اموال کے لیے
حاکم ہین جو انکو گاڑ رکھیگا وہ اونکا حکم تلف کریگا اور جو غرض مقصود ان سے تھی وہ حاصل نہوگی اور
روپیہ اشرفی کسی خاص فرد بشر زید و عمر کے واسطے پیدا نہین ہوے کیونکہ خود اونکی ذات سے کسیکی
غرض کھانے پینے کی متعلق نہین وہ تو پتھر ہین اسلیے مخلوق ہوے ہین کہ ایک ہاتھ سے دوسرے مین
جاوین اور لوگون کے معاملات مین مساوات کے حاکم رہین یہ حکمتین صفحات موجودات پر قدرتی
خط سے منقوش رہتی ہین انمین حرف و آواز نہین نہ آنکھ سے سوجھتین بلکہ چشم بصیرت چاہیے
جس سے یہ نوشتے معلوم پڑین ؏ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار + ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار
اور جو لوگ ان نقوش کے پڑھنے سے عاجز ہین تو اونکو حرف اور صوت کے ذریعے سے اپنے
رسول مقبول کی زبان سے وہ بات خدای تعالی نے سنادی جو اونکی فہم مین نہ آئی تھی چنانچہ ارشاد
فرمایا وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور جو شخص چاندی سونے کے برتن بنواوے وہ بھی کافر نعمت ہوگا اور داب رکھنے والے کی نسبت
اسکا برا حال ہے اسلیے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص حاکم شہر سے بوریا بافی یا جاروب کشی
یا کوئی اور ذلیل کام لیوے کہ اسکی نسبت قید ہی اوسکے حق مین مفید ہے اور چاندی سونے کے
برتن بنوانے اسلیے برے ہین کہ برتن صرف چیزون کی حفاظت کے لیے ہوتے ہین اور سیال
چیزون کے روکنے مین مستعمل ہین پس اس مطلب کے لیے مٹی اور لوہا اور جست اور تانبا کام مین آسکتے ہین
اور چاندی سونے کے قائم مقام ہوسکتے ہین مگر جس مقصود کے لیے چاندی سونا ہین اونکے لیے

لوہا اور جست وغیرہ کافی نہیں اور جسکو یہ حکمت یون نہین معلوم ہوئی اوسکو زبان جناب رسالت مآب سے سنوایا کہ من شرب فی آنیۃ من ذہب و فضۃ فکانما یجرجر فی بطنہ نار جہنم اسیطرح جو شخص کہ روپیہ اشرفی مین معاملہ سود جاری کرے وہ بھی کافر نعمت اور ظالم ہے اسواسطے کہ یہ دونون چیزین وسیلہ دوسری چیزون کا بنی ہیں اپنی ذات خاص سے غرض کے لیے نہین بنی تو جو کوئی انھیں مین خود بین تجارت کریگا تو انکو خلاف وضع حکمت مقصود بنائیگا کیونکہ نقد کو ایسی چیز کیواسطے لینا جسکے واسطے وہ موضوع نہین ظلم ہے اور جس شخص کے پاس کپڑا ہے اور نقد نہیں تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اوسکی عوض غذا اور سواری نہین لے سکتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ غذا اور سواری کپڑے کی عوض نہ بکتی ہو تو خواہ مخواہ وہ کپڑے کو نقد کی عوض بیچیگا تاکہ نقد کے باعث اپنے مقصود تک پہونچ سکے اسلیے کہ نقد حصول اغراض کا ذریعہ ہوتا ہے اوسکی ذات سے کچھ غرض نہین ہوتی اوسکا حال مآل مین ایسا ہے جیسا حرف کلام مین جسکی تعریف نحو والے کہتے ہین کہ حرف وہ ہے جو ایسے معنون کے لیے آوے جو غیر مین ہون یا اسکی کہ انکو مثل آیینے کے رنگون کے لیے سمجھنا چاہیے۔ لیکن جسکے پاس نقد ہے اور اوسکو اوسکا بیچ ڈالنا دوسرے نقد کی عوض درست ہوا اور اپنا کاروبار اسی پر منحصر کرنے تو نقد اوسکی قید میں رہیگا اور گویا داب نے کے برابر ہو جاویگا اور حاکم کا قید کرنا یا قاصد کا محبوس کرنا داخل ظلم ہے اور نقد کو بدلے نقد کے بیچنے کے یہی معنی ہیں کہ اوسکے جمع کرنے کے لیے مقصود ٹھہرالے اور یہ صاف ناانصافی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ پھر اشرفی بھنانے اور روپیہ سے اشرفی مول لینی اور روپیہ کی عوض لینا ہی اور لینا کیون درست ہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نقد سے جدا جدا مطلب نکلتا ہے ایک کا کام دوسرے سے نہین نکلتا مثلاً اشرفی کو اگر روپیہ کیے جاویں تو بہت سے اغراض کا وسیلہ ہو سکتے ہین اور تھوڑا تھوڑا کر کے سب حاجات پوری ہو سکتی ہین ورنہ ایک ہی حاجت میں اشرفی رک جاویگی غرض جو کام اشرفی سے نکلتا ہو وہ روپیہ سے نہین اور جو روپیہ سے مقصود ہے وہ اشرفی سے نہیں پس اگر انکے مبادلہ سے منع کیا جاوے تو مقصود خاص مین خلل ہوگا یعنی آسانی ذریعہ دوسری چیز کے حاصل ہونے کا رہیگا اور ایک روپیہ کی بیع اوسے جیسے روپیہ سے اسلیے درست ہے کہ اسمین کسی عاقل کو رغبت نہین ہوتی نہ کوئی تاجر اسمین مشغول ہو اسلیے کہ یہ حرکت لغو ہے اور ایسی ہے جیسے کوئی روپیہ زمین پر رکھکر پھر اوٹھالے اب ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اپنی اوقات اسمین ضائع نکرے گا

کہ روپیہ زمین پر رکھکر جوں کا توں اوٹھا لیا کرے پس جس شخص کیطرف نفسوں کو اشتیاق
نہین اوس سے ہم منع بھی نہین کرتے مگر اوس صورت مین کہ ایک کھرا ہو اور ایک کھوٹا
گویہ بات بھی چلتی معلوم نہین ہوتی کیونکہ کھرے روپیہ والا اپنے اچھے روپے کو دے کر برا لینے
کیون راضی ہوگا اور اون مین معاملہ بننے کی کیا صورت ہے اور اگر وہ کچھ بٹا مانگیگا تو یہ مقصود
چیز ہے اسمین بیشک ہم منع کرینگے اور کہینگے کہ روپیہ مین کھرا کھوٹا برابر ہو کیونکہ کھرا کھوٹا اون شیا مین دیکھنا چاہیے
جو بذات خود مقصود ہوتی ہین اور جنہین ذات سے کچھ غرض نہو اونمین ایسے باریک تغیرات
کا لحاظ بیجا ہے اس جا ظلم اوس شخص کا ہے جسنے روپیون کو مختلف بنایا کسیکو کھرا کسیکو کھوٹا
یہان تک کہ وہ بذات خود مقصود ہوگئے حالانکہ چاہیے یون تھا کہ مقصود نہوتے۔ اور
روپیہ کی بیع روپیہ کی عوض نسیئۃً اسواسطے ناجائز ہے کہ اوسپر وہی شخص اقدام کریگا جسکو
کچھ مسامحت احسان کرنے مین منظور ہو تو قرض دینے کی صورت مین اس بیع کی کچھ حاجت
نہین رہتی اور قرض کی فضیلت بھی زیادہ ہے تو ایسی ہی بات نہ کرے جسمین مقصود احسان
بھی نکلے اور ثواب بھی ہو اور بیع کی صورت مین نہ حمد ہے نہ ثواب اسلیے وہ داخل ظلم ہے
کیونکہ اسمین مسامحت خاص کا معاوضہ کے پیرایہ مین برباد کرنا ہے اسیطرح غلے اسلیے پیدا ہوے
کہ اون سے غذائین اور دوائین ہو سکین تو اونکو اونکی جہت مقصود سے پھیرنا بیجا ہے اگر
اونمین باب تجارت مفتوح کیا جاوے تو اونکا ہاتھون مین قید کر دینا لازم آویگا اور کھانا جو
اون سے مقصود ہے وہ موخر پڑ جاویگا اور چونکہ غلے کھانے ہی کے لیے پیدا ہوے ہین اور
غذا کی طرف حاجت سخت ہے اسلیے ضرور ہوا کہ جسکو غلے کی احتیاج نہو اوسکے قبضے سے غلہ
نکال لیا جاوے اور غلے کا کاروبار وہی کرے جسکو اوسکی حاجت نہو اسواسطے کہ جسکے پاس
غلہ ہے وہ اوسکو کھا کیون نہین لیتا اگر حاجتمند ہے اور سرمایہ تجارت کیون کرتا ہے اور اگر
اور اگر سرمایہ تجارت کرتا ہے تو جو شخص سواے غلہ کے کسی اور چیز کے بدلے مین جسکی
ضرورت اوسکو ہو بیچڈالنا چاہیے لیکن جو شخص غلہ کا طالب ویسے ہی غلے کے عوض مین ہے
تو وہ غلے کا محتاج نہین بلکہ صرف روکنا غلہ کا چاہتا ہے اسیواسطے شرع مین محتکر یعنے
غلے کے جمع کرنے والے پر لعنت وارد ہے اور اس باب مین اور بھی سخت سخت وعیدین ہین
جنکو ہمنے باب آداب کسب مین لکھا ہے ہان جو گیہون تمر کے عوض بیچے وہ معذور ہے
کیونکہ جو غرض ایک سے نکلتی ہے وہ دوسرے سے نہین نکلتی اور جو شخص گیہون ہی کا بیانہ

اوسی کے پیمانہ کی عوض بیچے تو وہ شخص معذور نہین بلکہ حرکت لغو کرنے والا ہے اسلیے اسکی
منع کی ضرورت نہین کہ بس ایسی باتون کو خود گوارا نہین کرتا جبتک کہ اچھے ہونے مین زیادہ
اور اگر اچھے اور برے کا مقابلہ ہوگا تو اچھے والا اوتنے ہی برے لینے پر کیونکر راضی ہوگا
لیکن اچھے کا ایک پیمانہ دیکر برے کے دو پیمانے لینے کو مقصود بالذات ہو سکتے ہین لیکن ایسا اتفاق
نہ ضروری چیز ہے اور اصل فائدے مین اچھا برا علیحدہ ہے صرف لذت کی راہ سے علیحدہ ہے
اسلیے شارع نے غرض لذت کو ایسی چیزون سے جو باعث قوام انسان ہے اوڑا دیا یہی
حکمت شرعی سود کے حرام ہونے کی ہے اور یہ حکمت ہمکو فقہ سے اعراض کرنے کے بعد
سوجھی تو اسکو بھی فقہیات مین شامل کیے دیتے ہین کیونکہ جتنی باتین ہمنے خلافیات مین
لکھی اون سب مین یہ قوی تر ہے اور اسی سے مذہب امام شافعی رح کا غلبہ ربا کے باب مین
پایا جاتا ہے کہ اونھون نے تخصیص کھانے کی کی ہے یہ نہین کہ جو چیز کیلی ہو اوسمین ربا ہو ورنہ
اگر چونہ مثلاً ربا کی چیزون مین داخل ہو تو کپڑے اور جانور بطریق اولی داخل ہوسکتے اور اگر
حدیث شریف مین نمک مذکور ہوتا تو مذہب امام مالک رح کا سب مذاہب مین درست ہوتا کہ
اونھون نے ربا کے لیے تخصیص قوت کی لگائی ہے لیکن جن عنوان کی شرع رعایت کرتی ہے
اونکا کسی تعریف و حد سے منضبط ہونا ضرور ہے اور اس جگہ قوت سے بھی حد مقرر کرنی
ممکن ہے اور طعام سے بھی تو شرع نے جنس مطعوم سے حد کردی ایسی اشیا کے لیے ایسا
ضروری ہے مناسب سمجھی اور شرع کا حد مقرر کرنا بھی ایسے اطراف کو محیط ہوتا ہے جن مین
اصل معنی جو باعث حکم ہوتے ہین قوی نہین ہوتے مگر ضرورت کے باعث اوسیطرح حد
کردی جاتی ہے ورنہ درصورت حد مقرر ہونے کے خلق کو اصل معنی کے اتباع مین بڑی حیرانی
پڑتی کہ ایک ہی حکم احوال و اشخاص کے مختلف ہونے سے متعدد ہو جاتا ہے گو کیسا ہی قوی ہو
اسلیے حد مقرر کرنی ضرور ہے اسی جہت سے خداے تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ
ظَلَمَ نَفْسَهُ اور یہ بھی وجہ ہے کہ اس حکم مین تو اختلاف شریعتون کا ہوتا نہین بلکہ
اختلاف حد مقرر کرنے کی صورتون مین ہوتا ہے مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت مین
شراب کی حرمت کی حد نشہ آور ہے تو جسقدر سے نشا ہو وہ حد حرمت مین داخل ہے اور ہماری
شریعت نے اوسکی حرمت کی وجہ جنس مسکر ٹھہرائی ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر کیونکہ تھوڑی سے
بہت کی رغبت ہوتی ہے پس قطع مادہ فساد کے لیے تھوڑی بھی حرمت مین داخل ہوگی کہ

حدید میں داخل ہے یعنی جنس نشہ آور ہے جسطرح کہ اصل حرمت حکمت اصلی سکے باعث تھی یہ حکمت خفیہ کی جو تقدیر میں ہے ایک مثال ہے اسی سے شکر نعمت اور ناشکری کو سمجھہ لینا چاہیے یعنی جو چیز کہ کسی حکمت کے لیے بنی ہے اوسکو اوس حکمت سے پھیرنا نہ چاہیے اور یہ بات وہی سمجھا جانے گا جو حکمت کو جانیگا جسکی شان میں یہ آیت ہے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور جن دلون میں کہ شہوات کے ڈھیر لگے اور شیطان کے کھیلنے کی جگہ ہیں وہ ان حکمتون سے موتیون کے لیے صدف نہین بن سکتے ان کے سمجھنے کے لیے اہل عقل ہی ہین اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اگر بنی آدم کے دلون پر شیطان نہ گھومتے ہوتے تو وہ آسمان کے ملکوت یعنی اسرار غیب دیکھنے لگین اور جب یہ مثال معلوم ہو چکی تو اسی پر اپنی حرکت اور سکون اور کلام وسکوت اور ہر فعل صادر کو خیال کر لینا چاہیے کہ وہ بھی یا شکر ہوگا یا ناشکری ان دونون سے سوا کوئی تیسری چیز نہو گی اور ناشکری مین سے بعض کو زبان فقہ جو عوام کی فہمایش کے لیے ہے مکروہ اور بعض کو حرام کہتی ہے حالانکہ اہل دل سب کو حرام جانتے ہیں مثلاً اگر کوئی دہنے ہاتھ سے استنجا کرے تو دونون ہاتھون کی نعمت کا ناشکر ہوگا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دو ہاتھ پیدا کیے اور ایک ان دونین سے زیادہ قوی دوسرے کی نسبت کر بنایا تو جو قوی ہے وہ زیادہ تر فضیلت اور شرف کا مستحق ہے اور کمتر کو فضیلت دینی عدل کے خلاف ہے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ واقع ہے پھر جسنے دو ہاتھ دیے اوسی نے انسان کو ایسے اعمال کا محتاج کیا جنمین سے بعض شریف ہین مثلاً کلام مجید کا لینا اور بعض کمتر ہین مثلاً نجاست کا دور کرنا پس اگر آدمی قرآن مجید بائین ہاتھ سے لے اور نجاست دہنے ہاتھ سے دہووے تو جو شریف چیز تھی اوس سے خسیس کام لیا اور جس بات کا وہ مستحق تھا اوس سے اوسکو کم رتبہ رکھا اور اس سے شریف پر ظلم اور عدل سے عدول پایا جاتا ہے اسیطرح اگر کوئی قبلہ کیطرف کو تھوکے یا پاخانہ پھرتے وقت اوسکی طرف کو منہ کرے تو جو نعمت کہ اللہ تعالیٰ نے اطراف اور وسعت عالم مین پیدا کی ہے اوسکا ناشکر ہوگا اسلیے کہ اوسنے سمتین جو بنائین تو اسلیے کہ آدمی اپنی حرکات مین تنگ نہو جدھر چاہے حرکت کرے اور جہات کو اسی طرح تقسیم کیا کہ بعضی طرف مین کچھہ شرف نہین رکھا اور بعض مین یہ شرف رکھا کہ اوس طرف ایک مکان بنایا جسکو اپنے نفس کیطرف منسوب فرمایا تاکہ آدمی کا دل اوس طرف مائل ہو اور جب اپنے پروردگار کی عبادت کرے تو قلب اوسیکا متقید رہے اور قبلے کے سبب سے تمام بدن سکون و وقار کے ساتھہ اوسیطرف مقید رہے اسیطرح

افعال کو بھی تقسیم فرمایا کہ بعض افعال شریف ہیں جیسے عبادت اور بعض کمتر ہیں جیسے قضائے حاجت
اور تھوکنا پس جب آدمی قبلہ کیطرف تھوکیگا تو قبلہ پر ظلم ہوگا اور خدا تعالی نے جو نعمت قبلہ کی
عبادت کے پورا ہونے کے لیے بنائی ہے اوسکا ناشکر ہوگا اسیطرح جب آدمی جوتا پہنے اور شروع
بائیں پاؤں سے کرے تو ناانصافی ہے کیونکہ جوتا پاؤں کے بچاؤ کے لیے ہے پاؤں کو اس سے
کچھ بہرہ اور حظ ہے اور جتنی چیزیں حظ کی ہیں اونمیں اشرف کا لحاظ ضرور ہے اگر لحاظ کریگا
تو موافق عدل و حکمت کے ہوگا اور درصورت خلاف کے ظلم اور ناشکری جوتے اور پاؤں کی
ہوگی اور فقہا اس مسئلے کو اگرچہ مکروہ کہتے ہین مگر عارفین کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے چنانچہ منقول ہے
کہ کسی عارف نے بہت سے پیالے گیہوں کے جمع کیے اور پھر اونکو صدقہ کیا کرتے کسی نے
اوسکا سبب پوچھا تو فرمایا کہ ایکبار میں نے جوتا پہنے مین سہواً بائیں سے شروع کر لیا تھا اسلیے
میں چاہتا ہوں کہ اوسکا تدارک خیرات سے کروں۔ ہاں فقیہ کا منصب نہیں کہ وہ اسطرح کی باتیں
کبیرہ لکھدے اسواسطے کہ اس بیچارے کے ذمے اصلاح عوام کی ہے جنکا درجہ چوپایوں کے قریب ہے
اور عوام ایسے گناہوں میں مبتلا ہین کہ اونکے سامنے ان ادنی باتوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں ہے
مثلاً جو شخص بائیں ہاتھ میں پیالہ لیکر شراب پیے اوسکو یہ نکہینگے کہ اوسنے دو وجہ سے حد شرعی سے
تجاوز کیا ایک تو شراب پی دوسرے پیالہ بائیں ہاتھ مین لیا یا کسی شخص نے اذان جمعہ کے وقت
ایک آزاد کی بیع کی تو اوسکو یہ کہنا اچھا نہین کہ اسنے مخالفت شرع دو وجہ کی اول تو آزاد کی بیع دوسرے
اذان کیوقت فروخت کرنا یا جس شخص نے مسجد کی محراب مین قبلہ کیطرف پشت دیکر پاخانہ پھر دیا
تو اوس سے یہ کہنا برا ہے کہ اسنے پاخانہ پھرنے مین ادب کا لحاظ نہ کیا قبلہ کو داہنی طرف کیوں نکر لیا
غرض کہ گناہ سب کے سب اندھیرے ہیں بعضے زیادہ ہین بعضے کم بڑے اندھیرے مین چھوٹا اندھیرا
چھپ جاتا ہے مثلاً اگر کوئی غلام اپنے آقا کی چھری بدون اجازت استعمال کرے تو آقا اوسکو
توبیخ کریگا لیکن اگر غلام مذکور اوس چھری سے اوسکے نہایت پیارے لڑکے کو ذبح کر ڈالے تو
اس صورت مین آقا کو چھری کے بدون اذن لینے کا کچھ بھی خیال نہوگا نہ اوسکی عوض کوئی
حکم جدا لگاویگا اور عذاب فرماویگا بلکہ اوسی بڑے گناہ قتل کی پاداش اوسکو پہونچاویگا۔
حاصل یہ کہ جو آداب و مستحبات کہ اولیا اور انبیا نے اونکی مراعات کی ہے اور ہم نے فقہ مین
عوام کے حق مین اونسے درگذر کی ہے تو اوسکی وجہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی ورنہ سب جتنے
مکروہات ہیں گویا ایسا ہے جسمین عدل سے عدول اور ناشکری نعمت کی اور نقصان درجہ

قرب الٰہی کا نہیں ہے - اتنی بات ہے کہ بعض باتیں تو صرف نقصان درجہ اور انحطاط منزلت ہی
کرتی ہیں اور بعضے بالکل حدود قرب سے نکالکر عالم البعد میں جو مسکن و ماوای شیاطین ہے پہونچاتی ہیں
اسیطرح اگر کوئی شخص کسی درخت کی شاخ بدون حاجت کامل اور غرض صحیح کے توڑے تو وہ
ہاتھ کی نعمت اور پیدایش اشجار کی نعمت کا ناشکر ہوگا ہاتھ کا تو اسوجہ سے کہ ہاتھ لغو کے واسطے
نہیں بنا بلکہ طاعت کے لیے اور ایسے اعمال کے لیے جو طاعت پر مددگار ہوں بنا ہے اور
درخت کا اسطرح کہ خدای تعالی نے اوسکو پیدا کیا اور اوسکی رگیں بنائیں اور اوسکو پانی پہونچایا
اور اوسمیں قوت غذا لینے اور بڑھنے کی پیدا کی تا کہ جتنا نشو و نما اوسکو ہوتا ہے اوتنا بڑھے
اور پھر اوس سے لوگ منتفع ہوں پس نشو و نما کامل کے پہلے توڑ ڈالنا اور کچھ غرض اور نفع
لوگوں کا اوس سے نہونا صریح مخالف مقصود حکمت کے اور منافی عدل کے ہے البتہ اگر کوئی
غرض صحیح ہو تو آدمی کو شاخ کا توڑنا جائز ہے اسلیے کہ درخت اور حیوان آدمی کی اغراض کے
فدا ہیں کیونکہ وہ دونوں فانی اور ہالک ہیں پس کمتر کا فنا کرنا [illegible] اشرف کے باقی رہنے
کے لیے عدل کے قریب ہے اور اس سے بہتر ہے کہ اونکو مفت بیفائدہ برباد کرے اور
اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ
ہاں اگر باوجود حاجت کے غیر کے ملک سے توڑیگا تب بھی ظالم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک
درخت تو سب بندوں کی حاجات کو کافی نہیں ہو سکتا بلکہ ایک درخت سے ایک ہی شخص کی
حاجت پوری ہوگی اور اگر بے کسی ترجیح کے کسی شخص کی خصوصیت کسی خاص درخت پر کیجاوے
تو ظلم ہوگا پس صاحب اختصاص وہ ہے جسنے تخم پیدا کرکے زمین میں بویا اور پانی دیا اور اوسکی
پرورش کی تو غیر کی نسبت شخص ان افعال کے بجا لانے سے زیادہ تر مستحق اوس درخت سے
فائدہ لینے کا ہے پھر اگر وہ درخت زمین غیر مملوک میں جما ہو اور کسی کے بونے سے نہوا ہو بلکہ
خودرو ہو گیا ہو تو اب کسی اور خصوصیت کی حاجت ہے یعنی جسنے اوسکو اول لیا ہو وہ اوسکا
مستحق ہے کہ اول ہونا بھی خصوصیت ایک طرح کی ہے تو قرین عدل یہی ہے کہ وہی اوسکا
مستحق ہو اور اس ترجیح کو فقہا ملک سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ ملک کہنا صرف مجازی ہے اسلیے
کہ شایان ملک وہ شاہنشاہ ہے جو مالک آسمانوں و زمین کا ہے بندہ کسطرح مالک ہو سکتا ہے
وہ اپنے نفس کا تو مالک ہی نہیں بلکہ خود ملک غیر ہے - ہاں خلق اللہ کے بندے ہیں اور زمین اوسکا دستر خوان ہے
ع ادیم زمین سفرہ عام اوست + اوسنے اونکو اجازت دی ہے کہ اس دستر خوان پر سے

بقدر حاجت کھاؤ جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلاموں کی دعوت کرے پس اگر ایک شخص لقمہ
اپنے ہاتھ میں لے اور اونگلیوں میں دبا لے اتنے میں ایک اور غلام آوے اور اوسکا چھینا چاہے
تو یہ ہو سکیگا نہ اسلیے کہ لینے کے سبب لقمہ غلام اول کی ملک ہو گیا ہے کیونکہ قبضہ اور خصوصیت
دونوں مملوک ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ ایک لقمہ معین سب غلاموں کی حاجت کو کافی نہیں تو
عدل اسیکا مقتضی ہے کہ جب کوئی سی ترجیح اور اختصاص ایک کو ہو جاوے تو وہ لقمہ اوسیکے لیے
خاص ہو اور قابض ہونا ایسی خصوصیت ہے کہ اول غلام سے متعلق ہو گئی اسلیے جس غلام میں
وہ خصوصیت نہو گی اوس لقمے سے منع کیا جاویگا اور پہلے شخص کی مزاحمت نہ کرنے پاویگا
اسیطور پر خدا کا امر مدنی میں سمجھنا چاہیے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مال دنیاوی
زائد از حاجت لیکر گاڑ رکھے اور جن اللہ کے بندوں کو اوسکی حاجت ہو اونکو نہ دیوے تو وہ
شخص ظالم ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جسکی شان میں یہ آیت ہے قال تعالیٰ اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ
الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ
اور اللہ کا راستہ اوسکی طاعت ہے اور خدا کی طاعت میں خلق کا توشہ مال دنیاوی ہے
کیونکہ اوسکے سبب اونکی ضرورات مندفع اور حاجات مرتفع ہوتی ہیں۔ ہاں یہ بات حکم فقہی کی
حد میں داخل نہیں اسواسطے حاجات کی مقادیر پوشیدہ ہیں اور زمان آیندہ میں افلاس تک
مبتلا ہونے میں نفوس مختلف ہیں اور عمروں کی انتہا معلوم نہیں اس لحاظ سے عوام کو اس
امر کی تکلیف دینی ایسی ہے جیسے لڑکوں سے کہیں کہ وقار کے ساتھ رہو کر سوائے کلام
ضروری کے اور کچھ مت بولو حالانکہ وہ اپنے نقصان عقل کے باعث اس حکم کی تعمیل نہیں کر سکتے
اسلیے ہم نے اونکے کھیل کود کا اعتراض بھی چھوڑ دیا اور لڑکوں کے لیے جو ہم نے کھیل کود کو
مباح کیا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ کھیل کود جائز اور حق ہے اسیطرح عوام کو مال کی حفاظت خرچ میں
میانہ روی اور زینت میں بقدر زکوٰۃ جو مباح کیا ہے باین لحاظ کہ اونکی سرشت میں بخل ہے تو
اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہ امور نہایت حق ہیں اس بخل سرشتی پر خداے تعالیٰ بھی اشارہ
فرماتا ہے اِنْ یَّسْئَلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا باوجود یہ بات کے کدورت حق ہو اور اوسمیں
تمام کو ظلم نہیں عدل ہی عدل ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کے بندوں میں مال اپنے سے
اوسیقدر لے جسقدر کہ توشہ سوار کا ہو یعنی ہر ایک بندۂ خدا اپنے بدن کی سواری کا سوار ہے
تاکہ حضور میں بادشاہ حقیقی کی پہونچے پس جو شخص حاجت سے سوا مال لے لے اور بند رکھے



سوا محتاج کو نہ دے وہ ظالم ہوگا اور عدل کا تارک اور مقصود حکمت سے علیحدہ اور اللہ کی نعمت کا ناشکر اور یہ امر قرآن اور حدیث اور عقل کی رو سے ثابت ہے کہ توشہ کے سوا جسقدر آدمی کے پاس ہوگا وہ دنیا و آخرت مین اوسپر وبال ہوگا۔ پس جو شخص تمام اقسام موجودات مین خدای تعالی کی حکمتونکو سمجھتا ہے وہ وظیفہ شکر کے لوا پر قدرت رکھتا ہے اور اسکا پورا بیان اگر کیا جاوے تو بہت سے دفتر چاہیین اور پھر بھی تھوڑا ہی بیان ہوگا یہان اسقدر ہم نے اسواسطے لکھدیا تاکہ وجہ صادق ہونے اس آیت کی معلوم ہو جاوے جو قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ اور سبب ابلیس کی خوشی کا اس اپنے قول سے مفہوم ہو وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شَاکِرِیْنَ تو جو شخص ان سب باتون مذکورہ بالا کو سمجھے گا اوسکو معنی اس آیت کے معلوم ہونگے اور ان سب کے سوا یہان اور بھی امور ہین کہ انکی انتہا کا تو کیا ذکر ہے مبادی ہی بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے اور تفسیر آیت کی اور معنی لفظی تو ہر ایک شخص جو لغت سے واقف ہے جانتا ہے اور اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ معنی الفاظ اور تفسیر مین کیا فرق ہے اب اگر یہ کہو کہ حاصل تمھاری تقریر کا یہ ہوا کہ خدای تعالی نے ہر شی مین ایک حکمت رکھی ہے اور اوسکے تمام ہونے کا باعث بندون کے بعض افعال کو بنایا کہ غایت مراد حکمت اونسے حاصل ہو اور بعض افعال کو مانع اوس حکمت کے کمال کا بنایا تو جو فعل مقتضاے حکمت کے موافق ہوگا اوس سے حکمت اپنی مراد و علت غائی کو پہونچ جاوے وہ تو شکر ہے اور جو فعل کہ مخالف ہو اور اسباب کو علت غائی تک پہونچنے نہ دے وہ ناشکری ہے یہ تو سمجھ مین آیا مگر اعتراض ابھی تک باقی ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا فعل جو دو شق کا ہے ایک حکمت کا پورا کرنے والا اور دوسرا اوسکا مخالف یہ بھی خدای تعالی کا فعل ہے تو بندہ بیچ مین کہان رہا کہ کبھی شاکر کہلاتا ہے اور کبھی کافر اسکا جواب سننا چاہیے اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اسکی تحقیق بوجہ کمال کے لیے ایک موج بحر ناپیداکنار علوم مکاشفہ کی چاہیے اور پہلے ہم کچھ رموز و اشارات کے طور پر اوسکے مبادی لکھ چکے ہین اب بھی ایک عبارت مختصر مین اوسکا سب حال اور غایت لکھے دیتے ہین جو شخص کہ پرندون کی گفتگو سمجھتا ہے وہ اسکو بھی سمجھیگا اور جو تمیز نہین چل سکتا وہ اسکا منکر ہوگا اور یہ تو ممکن ہی نہین کہ ملکوت کی خبرین پرندون کیطرح او گرا اچھا پس ہم کہتے ہین کہ خدای تعالی کے جلال و کبریا مین ایک صفت ہے جس سے خلق اور اختراع سکتا ہے اور یہ صفت ایسی نہین کہ واضع لغت کی آنکھ اوسکو دیکھ سکے اور کسی ایسے لفظ سے اوسکو بیان کرے جس سے کنہ اور حقیقت خاص اوسکے جلال کی سمجھی جاوے اور چونکہ اوس صفت کی

ستان عالی ہے اور ہمیں لغت کا رتبہ اس سے کمتر ہے کہ اوسکی آنکھ اوسکے مبادی اشراق پر پڑ سکے اسلیے عالم میں اوسکے لیے کوئی لفظ نہیں جس سے وہ بیان ہو سکے نہیں لحاظ واضعین لغت کی آنکھ اوس سے نیچے پڑ گئی جیسے شپرکی آنکھ سورج کے نور سے پست ہو جاتی ہے کچھ اس جہت سے نہیں کہ کوئی قصور نور میں ہوتا ہے بلکہ اس جہت سے کہ خود شپروں کی بینائی میں ضعف ہوتا ہے توجن لوگون نے کہ اوس صفت کے جلال کے دیکھنے کے لیے آنکھیں کھولی تھیں وہ اس بات کیطرف مضطر ہوے کہ ہر چند لفظ حقیقی اسکے واسطے ملنا معلوم مگر جو زبان کہ اہل لغت میں مروج ہے اوسمیں سے کوئی لفظ مجازاً بطور استعارہ ہی ایسا مقرر کرنا چاہیے جس سے کچھ بہت ہی ضعیف حال اوس حقیقت کے مبادی کا سمجھ مین آوے اسلیے اوسکے واسطے لفظ قدرت استعارہ کرنیکے باعث ہمکو بھی جرات گفتگو ہوئی اور کہنے لگے کہ خداے تعالی کی ایک صفت خاص قائم رہتی ہے جس سے کیا کرنا اور اختراع صادر ہوتا ہے پھر خلقت وجود مین اکر بہت سے اقسام اور صفات خاص مین منقسم ہوتی ہے اور جس صفت سے کہ خلقت میں یہ انقسام اور اختصاص ہوتا ہے وہ دوسری صفت خداے تعالی کی ہے اور اسکا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا پہلی صفت کا گذرا اسکے لیے بھی حسب ضرورت مذکورہ بالا استعارہ کی حاجت ہوئی اور اوسکے لیے لفظ مشیت مقرر کیا اس لفظ میں اوس صفت الہی کا مال اون لوگون کو جو زبان یعنی حروف و اصوات سے گفتگو کرتے ہین مجملاً معلوم ہوتا ہے اور لفظ مشیت اوس صفت کی اصل حقیقت سے اوتنا ہی قاصر ہے جیسا کہ لفظ قدرت صفت خلق و اختراع کی کنہ ماہیت سے قاصر تھا۔ پھر جو افعال کہ قدرت سے صادر ہوتے ہین وہ بھی دو قسموں میں منقسم ہوتے ہین ایک وہ کہ منتہی تک جو غایت حکمت ہو اوسک پہونچ جاوین اور ایک وہ کہ غایت کے اسیطرف ٹہر جاوین اور امین سے ہر ایک کو صفت مشیت کے ساتھ علاقہ ہے کیونکہ احکام تو اسکا یہی ہے کہ اختصاصون کے باعث قسمت اور اختلافات کامل ہوجاوین پس جو فعل کہ غایت کو پہونچنے والا ہے اسکے علاقہ کے لیے لفظ محبت کو استعارہ کیا اور جو غایت کے اسطرف توقف کرنے والا ہے اوسکی نسبت کیواسطے لفظ کراہت ٹھہرا لیا اور بعضون کا یہ قول ہے کہ یہ دونون وصف مشیت مین داخل ہین مگر نسبت کی رو سے ہر ایک مین وہ خاصیت ہے جو مجملاً لفظ محبت اور کراہت سے ارباب لغت و الفاظ کی سمجھ مین آتی ہو پھر بندگان خدا جو اوسکی خلق و اختراع مین سے ہیں اونکی بھی دو قسمین ہین ایک وہ کہ مشیت ازلی اونکے حق مین اسطور ہوئی ہے کہ وہ کام کرین جنسے حکمت اپنی غایت پر پہونچے اور

یہ امر اونکے حق مین ظہور ہوتا ہے کہ دواعی اور بواعث ویسے ہی اونپر مسلط کردیے جاتے ہین
اور رابطہ وہ کہ مشیت ازلی اونکے باب مین یون ہوئی ہے کہ اونسے ایسے کام لے جو حکمت کو بعض
امور مین غایت تک پہونچاوین غرض دونون فریقون کو مشیت کیطرف ایک نسبت خاص ہے
جو نسبت کہ فریق ثانی کو ہے اوسکا نام رضا ٹھرالیا ہے اور پہلے فریق کی نسبت کے لیے
لفظ غضب استعارہ کیا ہے تو جس شخص پر کہ ازل مین غضب ہوا تھا اوس سے وہ فعل ظاہر ہوا
کہ اوسکے باعث حکمت متوقف ہوئی اور اپنی غایت کو نہ پہونچی اوسکو کفران کہنے لگے اور اوسکے بعد
لعن اور مذمت اضافہ کی گئی اور جس شخص پر کہ ازل مین رضا تھی اوس سے وہ فعل سرزد ہوا کہ اوسکے سبب
حکمت اپنے کمال غایت کو پہونچ گئی اوسکو شکر کہنے لگے اور زیادتی رضا کے لیے اوسپر خلعت
مدح و ثنا کا عنایت ہوا۔ حاصل یہ ہوا کہ جمال بھی خدای تعالی نے دیا اور اوسپر ثنا کی اور بدبختی بھی
اوسی نے دی اور اوسکو برا کہا اسکی مثال یہ ہوئی کہ کوئی بادشاہ اپنے غلام کو میل اور کدورت سے
صاف کرے اور خلعت فاخرہ اوسکے زیب بدن فرماوے اور جب سب طرح کی زینت کر چکے
تو اوس سے ارشاد کرے کہ او خوبصورت تو کتنا بھلا معلوم ہوتا ہے اور تیری صورت کتنی
صاف ہے تو حقیقت وہ آپ ہی زیبایش دینے والا ہے اور آپ ہی تعریف کرنے والا اور اگر
واقع مین غور کرو تو وہ اپنی ہی تعریف کرتا ہے غلام صرف بحسب ظاہر ہدف مدح و ثنا ہے
اسیطرح ازل مین سب امور کا حال ہے اور اسباب و مسببات کا تسلسل یون ہی چلا آیا ہے
جسطرح کہ رب الارباب و مسبب الاسباب نے مقرر کردیا ہے اور یہ امور کچھ اتفاقی نہین بلکہ ارادہ
اور حکمت اور حکم محکم اور امر یقینی سے ظہور مین آئے ہین جسکے لیے استعارہ لفظ قضا کا کیا ہے
اور کہتے ہین کہ قضا کا حکم مثل پلک جھپکنے کے یا اوس سے بھی کمتر مین ہوتا ہے اور اوسکے
باعث سب کاروخانہ اور انتظام جیسے تقدیر مین ہو چکا ہے ہوتا جاتا ہے اور اس تدریجی تحدیدات
کے لیے لفظ قدر ٹھرالیا ہے پس گویا کہ قضا ایک امر واحد کلی کا نام ہے اور قدر اوس تفصیل
کے لیے ہوا ہی جو بے نہایت ہوتی چلی جاتی ہے اور بعض فرماتے ہین کہ ان امور مین سے
کوئی سی چیز خارج قضا و قدر سے نہین اسی بنا پر بعض عابدین کو یہ وسوسہ ہوا کہ قسمت مقتضی
اس تفصیل کی کیون ہوئی اور باوجود اسقدر تفاوت کے تفصیل عدل کیسے بنا رہا۔ اور بعض
اشخاص اپنے قصور کی جہت سے اس امر کی اصل ماہیت کے ملاحظے کی تاب نہ رکھتے تھے
نہ اوسکو بالتفصیل حیطہ خیال مین لا سکتے تھے تو جس لجہ مین گھسنے کی اونکو طاقت نہتھی اوس سے

اونکو روک دیا گیا اور مہر خاموشی اونکے منہ پر لگ گئی اور حکم ہوا کہ چپ ہو تم اسواسطے نہین بنے ہو
اوس دربار کی شان یہ ہے لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ اور بعضون کے دلوں پر جو ایک
لمعہ انوار الٰہی سے پڑا اور پہلے سے اونکی سرشت صاف تھی پھر اس پر تو خورشید حقیقت سے
تجلی پائی تو اونکا نور دوبالا ہوگیا اور اس نور کی رسائی سے اطراف عالم ملکوت کے اونکی نظر مین
چمکنے لگے اور سب چیزوں کو اونھوں نے ویسا ہی جانا جیسے وہ واقع مین ہین اونکے لیے
یہ حکم ہوا کہ خداے تعالی کے آداب سے متادب ہوا اور چپ رہو اور جب کہ تقدیر کا ہو تو زبان بند
کرو کیونکہ دیوار کے بھی کان ہیں اور تمھارے پیچھے وہ لوگ ہیں جنکو ضعف بصر ہے تم بھی ضعیفون
کی سی چال چلو اور آفتاب کے اوپر سے شپرچشمون کے لیے پردہ مت ہٹاؤ ورنہ وہ ہلاک ہو جاوینگے
پس اللہ تعالی کے سے اخلاق اختیار کرو اور اپنے سماے اوج سے آسمان دنیا پر اترو تاکہ
تم سے ضعفا انس کرین اور تمھارا نور جو پردے کی آڑ مین ہے اوسکی جھلک سے بہرہ یاب ہون
جیسے شپرین بقیہ نور آفتاب اور ستارون کے نور سے شب مین مقتبس ہوتے ہین اور جس زندگی کو
اونکے وجود اور احوال برداشت کرسکتے ہیں اوس سے زیست کرتے ہین گو ویسی زیست اونکو
میسر نہیں جو بھرپور نور آفتاب میں آمد و رفت کرنے والوں کی ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کے
مانند ہو جاؤ جنکی شان مین یہ شعر ہے شراب پاک پین تو گرادین اوسمین سے ✝ سخی کی جام سے تہی دستون کو نصیب
غرض کہ ابتدا اور انتہا اس خلق و اختراع کی یون ہوئی ہے جیسے اوپر مذکور ہوا اور اسکو وہی
سمجھے گا جو اوسکا اہل ہوگا اور جب کوئی اسکا اہل ہوگا تو آنکھ کھولکر خود دیکھ لیگا اوسکو حاجت
کسی لے چلنے والے کی نہین اور اندھا شخص بھی دوسرے کے پیچھے جا سکتا ہے مگر اوسکے لیے
ایک حد معین ہے جب رستہ ایسا تنگ ہو کہ تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہو تو پرندہ اوسپر
اوڑ سکتا ہے مگر اندھے کو اپنے پیچھے نہیں گھسیٹ سکتا اور جب گذرگاہ کم ہوا اور پانی موج زن
ہو جاوے کہ بدون شناوری کے اوس سے گذرنا دشوار ہو تو ظاہر ہے کہ جو شخص فن شناوری
مین یکتا ہوگا وہ اپنے آپ پار ہو سکتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ ہمیشہ اندھے کو پار اوتار سکے
کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اندھے کو اوتارنے کی قدرت رکھتا ہو یہ ایسی باتیں ہین کہ جو کوئی
ان پر سیر کرتا ہے اوسکی سیر کو عامہ خلائق کی سیر کی طرف وہ نسبت ہے جو پانی پر چلنے کو
زمین پر چلنے سے ہے اور پیرنا تو آدمی سیکھ بھی سکتا ہے مگر پانی پر چلنا سیکھنے سے نہین آتا بلکہ
بزور یقین حاصل ہوتا ہے اور اسیوجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین یہ

عرض کیا گیا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو مشہور کرتے ہین کہ پانی پر چلتے تھے آپنے فرمایا کہ
اگر یقین اونکا زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے - یہ رموز و اشارات ہین محبت اور کراہت اور رضا اور
غضب اور شکر اور کفران کے معنون مین علم معاملہ مین اس سے زیادہ لکھنا شایان نہین - خداوند
کریم نے لوگون کے سمجھانے کے لیے ایک مثال کے طور پر ارشاد فرمایا کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ
الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی لوگون کا عبادت کرنا ہی اونکے حق مین غایت حکمت ہے پھر
بتلایا کہ ہمارے دو بندے ہین ایک سے محبت رکھتے ہین اوسکا نام جبریل اور روح القدس اور
امین ہے اور وہ اللہ تعالی کے نزدیک محبوب اور مطاع اور امین اور مکین ہے اور دوسرے سے
اوسکو بغض ہے جسکا نام ابلیس ہے وہ راندہ درگاہ ہے اور قیامت تک کی مہلت پائے ہوئے ہے
پھر راہ راست دکھانے کو جبریل پر حوالہ کرتا ہے قُلْ نَزَّلَهُ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ اور بہکانے کو ابلیس کیطرف منسوب فرما کر ارشاد
فرماتا ہے لِيُضِلَّهُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ اور بہکانا کیا ہے کہ بندون کو غایت حکمت پر پہونچنے سے
روک دینا ہے تو دیکھو کہ اس بہکانے کو کیسے اوس بندے کیطرف منسوب کیا جس پر غضب کیا تھا
اور راہ دکھانے کے معنی یہ ہین کہ بندون کو غایت حکمت تک پہونچا دینا یہان بھی مقام غور ہے
کہ اوسکو منسوب اوس بندے کیطرف کیا جو اوسکا محبوب تھا - اور عادۃً بھی اسکی مثال ہو سکتی ہے
فرض کرو کہ کسی بادشاہ کو دو آدمیون کی ضرورت ہے ایک پانی پلانے والا اور ایک پچھنے لگانیوالا
اور جھاڑو دینے والا اور اوسکے پاس دو غلام ہین تو وہ جھاڑو اور پچھنے کا کام ایسے کو دیگا جو اون
دونون مین برا اور کمتر ہوگا اور پانی پلانے کا کام اوسکو دیگا جو اونمین اچھا اور کامل اور اوسکے
نزدیک محبوب تر ہوگا - اب کوئی یہ نہ کہے کہ مین جو فعل کرتا ہون وہ برا ہی ہے اور فعل ہی لذت پاتا
تو مین ہوتا ہون پھر خدا کا فعل کیسے ہو سکتا ہے اسلیے کہ کسی فعل کو اپنی طرف منسوب کرنا خطا ہے
بلکہ خدا ہی تعالی ہی آدمی کا ارادہ پھیر دیتا ہے کہ برے فعل کو مخصوص تجھی شخص سے کرنے لگتا ہے
اور اچھے فعل کو اچھے شخص سے یہ بھی تتمہ اوسکے عدل کا ہے اسلیے کہ اوسکا عدل کبھی تو ایسی باتون سے
پورا ہوتا ہے جنمین انسان کو کچھ دخل نہین اور کبھی انسان ہی مین کامل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ بھی
منجملہ اوسکے افعال کے ہے یعنی اوسکا ارادہ اور قدرت اور علم و عمل اور تمام اسباب کا تعین ہین
سب اوسیکے فعل ہین جنکو اوسنے عدل کے ساتھ ایسی ترتیب پر رکھا ہے کہ اوس سے افعال معتدلہ
سرزد ہوتے ہین مگر چونکہ آدمی کو اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہین سوجھتا اسلیے اوسکو یہی گمان ہے



کہ جو کچھ محسوس دنیا میں ظاہر ہوتا ہے اوسکا کوئی سبب عالم غیب اور ملکوت سے نہیں اور سبب اسکے اوسکو اپنے اس کیطرف منسوب کرتا ہے حالانکہ اوسکی مثال ایسی ہے جیسے لڑکا رات کو کٹ پتلیوں کا ناچ دیکھتا ہے کہ وہ پردے کے پیچھے سے نکل نکلکر ناچتی اچھلتی ہیں اور طرح طرح کی حرکات کرتی ہیں حالانکہ وہ کپڑے کی سی ہوئی ہوتی ہیں اپنے آپ سے اونکو کچھ حرکت نہیں ہوتی بلکہ اونکا حرکت تاروں خواہ بالوں سے ہوتی ہے جو رات کی تاریکی میں نہیں سوجھتے اور اوسکے بازیگر کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور وہ لڑکوں کی آنکھ سے چھپا ہوا پردے کے پیچھے رہتا ہے لڑکے خوش ہوتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ پتلیاں ہی ناچتی ہیں اور یہی کودتی پھرتی ہیں مگر عقلمند جانتے ہیں کہ یہ خود متحرک نہیں انکو کوئی اور حرکت دیتا ہے لیکن اونکو مفصل معلوم نہیں ہوتا کہ کسطرح حرکت دیتا ہے اور اگر کسیکو تفصیل کچھ معلوم بھی ہوتی ہے تو جیسے بازیگر کو معلوم ہوتی ہے ویسی نہیں جانتا - اسیطرح دنیا کے لوگوں کو قیاس کرنا چاہیے یہ بھی سوائے علما کے سب لڑکے ہیں جب اپنے آپ کو اور اشخاص کو دیکھتے ہیں تو گمان کرتے ہیں کہ یہی اشخاص حرکت کرتے ہیں اور اوس حرکت کو منسوب متحرک کیطرف کرتے ہیں اور علما جانتے ہیں کہ انکا کوئی حرکت دینے والا ہے یہ خود متحرک نہیں مگر کیفیت حرکت دینے کی نہیں جانتے اور اس سے اکثر علما ناقف ہیں مگر عارفین اور علمائے راسخ کو اس حرکت کی کیفیت بھی مشاہدہ ہوتی ہے یعنی وہ لوگ اپنی تیز نظر کے باعث دیکھتے ہیں کہ مکڑی کے جالے کے سے تار بلکہ اوس سے بھی نہایت باریک آسمان سے لٹکے ہوئے ہیں اور زمین والوں کے اشخاص میں اونکے سرے لگے ہوئے ہیں اور باریکی کے سبب چشم ظاہری سے نہیں سوجھتے - پھر دیکھتے ہیں کہ اون تاروں کے دوسرے سرے دستگیروں میں بندھے ہوئے لٹک رہے ہیں اور اون دستگیروں کے قبضے اون فرشتوں کے ہاتھ میں ہیں جو آسمانوں کو حرکت دیتے ہیں اور یہ فرشتے حاملین عرش کی تاک میں مصروف ہیں کہ حضرت ربوبیت سے کیا حکم ہوتا ہے تاکہ جس بات کا حکم ہو اوسکی نافرمانی نہووے پاوے اور جیسا ارشاد ہو ویسا بجا لاویں اور ان مشاہدات کو قرآن مجید میں بھی خدای تعالی نے بیان فرمایا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اس سے اوس کیفیت مرقومہ بالا کی طرف اشارہ ہے اور آسمانوں کے فرشتوں کا قدر اور امر کے واسطے منتظر رہنا بھی مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اور یہ وہ باتیں ہیں کہ اونکی تاویل سوائے خدا اور راسخین علما کے اور کوئی نہیں جانتا حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے علم ہین۔ آخون سے یہ مراد فرائی ہے کہ ایسے علوم جانتا ہے جنکی خلق کی فہم برداشت نکر سکے اور جب آپ کے سامنے یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ پڑھا گیا تو فرمایا کہ جو کچھ اس آیت کے معنی مجھے معلوم ہین اگر مین بیان کرون تو تم مجھکو رجم یعنی سنگسار کردو اور ایک روایت مین ہے کہ تم مجھے کافر کہو۔ اللہ اللہ عم کجا بود شہب کجا تاختم + عنان کلام قبضۂ اختیار سے نکلکی مطلب سے بہت دور جا پڑا اصل معاملہ مین وہ بات بلکی جو ادسمین شمار نہین ہوتی اسیلیے اس بیان کو اسیقدر پر تمام کرکے اصل مقصد جو اول سے بیان کر رہے تھے اوسکے درپے ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ جب حقیقت شکر یہ ٹھہری کہ بندہ ایسا عمل کرے جسمین اللہ تعالی کی حکمت پوری ہوجاوے تو سب مین زیادہ جو بندہ شاکر ہوگا وہی اللہ کا محبوب اور اوس سے زیادہ نزدیک ہوگا اور سب سے زیادہ قریب اللہ سے اوسکے فرشتے ہین اور اونمین بھی ترتیب ہے ہر ایک کا درجہ جدا مقرر ہے اور رتبہ قرب مین سب سے بڑھکر حضرت اسرافیل علیہ السلام ہین اور فرشتون کے درجے اسوجہ سے اعلی ہین کہ وہ بذات خود کرام اور برہ ہین اور اونکے باعث سے اللہ تعالی نے انبیا علیہم السلام کو صالح کیا جو زمین کے پردے پر سب مخلوق سے زیادہ اشرف ہین اور ملائکہ کے بعد ہی قرب درجہ انبیا علیہم السلام کا ہے کہ وہ بھی اپنی ذات سے بہتر ہین اور اونکے باعث اللہ تعالی نے تمام خلق کو ہدایت کی اور اونسے اپنی حکمت پوری کی اور انبیاء علیہم السلام مین سے سب سے اعلی رتبہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جنکی ذات پاک سے اللہ تعالی نے دین کو پورا کیا اور انبیا کو ختم فرمایا اور انبیا کے درجے کے متصل رتبہ علما کا ہے جو وارث انبیا ہین وہ بھی بذات خود اہل صلاح ہین اور اونکے ذریعے سے بھی خدای تعالی ساری خلق کی اصلاح کرتا ہے اور عالمون مین سے ہر ایک کا درجہ اوسقدر ہوگا جسقدر کہ اونسے اپنے نفس اور غیر کی اصلاح کی ہوگی اور علما کے متصل درجہ سلاطین عادل کا ہے اسلیے کہ جیسے علما نے لوگون کے دین کی اصلاح کی سلاطین نے لوگون کے دنیا کی اصلاح کی۔ اور چونکہ دین اور سلطنت دونون ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع تھین اسلیے تمام انبیا سے آپ کا رتبہ زیادہ ہوا کیونکہ خداوند کریم نے آپکے باعث دین و دنیا کی اصلاح کی حالانکہ تلوار اور سیف پہلے کسی نبی کے لیے نہین ہوئی تھی اور نبیون کو تمنا آپکے امتی ہونے کی تھی جیسا مولانا روم حضرت موسی علیہ السلام کی مناجات نقل فرماتے ہین ؎ غوطہ دہ موسی خود را در بحار + درمیان دورۂ احمد برآر پھر علما اور سلاطین کے رتبے کے متصل وہ نیکبخت ہین جنھون نے اپنے ہی دین و نفس کی اصلاح کی

اور آپ نے آپ ہی میں حکمت الٰہی کو پورا کیا اور جوانکے سوا ہین وہ کس میں سے کیا
تنبیہ واضح ہو کہ سلطان سے دین کی تقویت اور بقا ہوتی ہے اوسکو حقیر سمجھنا نہ چاہیے
گو ظالم و فاسق ہی ہو حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ امام ظالم فتنہ و فساد دائم سے بہتر ہے
اور حدیث شریف میں ہے سَيَكُونُ بَعْدِي عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ تَعْرِفُونَ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُونَ فَيُفْسِدُونَ
وَمَا يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِمْ أَكْثَرُ فَإِنْ أَحْسَنُوا فَلَهُمُ الْأَجْرُ وَعَلَيْكُمُ الشُّكْرُ وَإِنْ أَسَاؤُوا فَعَلَيْهِمُ
الْوِزْرُ وَعَلَيْكُمُ الصَّبْرُ اور حضرت سہل فرماتے ہین کہ جو شخص سلطان کی امامت کا منکر ہو
وہ کافر ہے اور جسکو بادشاہ بلاوے اور وہ نہ جاوے وہ بدعتی ہے اور جو اوسکے پاس بے بلائے جاوے وہ نادان ہے
اور جب اونسے کسی نے پوچھا کہ آدمیوں مین کون شخص بہتر ہے اونھون نے فرمایا کہ سلطان
لوگون نے عرض کیا کہ ہم تو سلطان کو سب لوگون سے برا جانتے تھے اونھون نے فرمایا کہ ایسا
سمجھنا ہے اللہ تعالیٰ ہر روز دو باتیں اوسکی دیکھتا ہے ایک تو یہ کہ اوسکے باعث مسلمانوں کا مال
سلامت ہے دوسرے یہ کہ اوسکو کسیطرح کا فکر و تردد نہیں پس یہ دونوں باتیں اوسکے صحیفے میں
پاتا ہے اور اوسکے سب گناہ بخش دیتا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ سیاہ لکڑیاں اوسکے دروازون پر
لٹکی ہوئی ستر واعظوں سے بہتر ہین جو وعظ کہیں یعنی حاکمون کی سیاست وعظ کی نسبت زیادہ مفید ہے

دوسرا رکن ارکان شکر مین سے اوس چیز کے بیان مین ہے جسپر شکر ہوتا ہے یعنی
نعمت کے ذکر مین اور اس رکن مین نعمت کی حقیقت اور اوسکے اقسام و درجات کا ذکر ہے اور
یہ کہ کس چیز مین نعمت خاص ہے اور کس مین عام اسلیے کہ شمار کرنا خدا کی نعمتوں کا [illegible]
انسان کی طاقت سے خارج ہے جیسا کہ خود ارشاد فرماتا ہے وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا
اسیوجہ سے ہم اول چند امور کلی ذکر کرتے ہین تاکہ وہ قائم مقام قوانین معرفت نعمتوں کے ہوں
پھر ذکر جدا جدا ہر ایک نعمت کا کرینگے وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ اور اس رکن میں تین بیان ہین

بیان اول نعمت کی حقیقت اور اوسکے اقسام کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ ہر ایک خیر
و لذت اور سعادت بلکہ ہر ایک مطلوب و مرغوب کا نام نعمت کہہ سکتے ہین مگر واقع مین نعمت
سعادت اخروی ہی کا نام ہے اور اوسکے سوا اورون کو نعمت کہنا یا تو غلط ہے یا بطور مجاز
کے ہے مثلاً سعادت دنیاوی جس سے آخرت پر کچھ مدد نہ ملے اوسکو جو نعمت کہتے ہین
نرا غلط ہے اور کبھی کسی چیز کو نعمت کہنا درست ہوتا ہے مگر نعمت کا اطلاق سعادت
اخروی پر درست و صادق تر ہے تو جو سبب کہ سعادت اخروی تک پہونچاوے اور اوسپر

اعانت کرے خواہ ایک واسطے سے یا کئی واسطون سے اوسکا نام نعمت لکھنا صحیح اور درست ہے
اسلیے کہ اوسکے باعث نعمت حقیقی ملتی ہے اور جو اسباب کہ لذات و سعادت اخروی کی معین
ہوتی ہین اور جنکا نام نعمت ہے اونکی شرح ہم کئی تقسیمون سے کرتے ہین پہلی تقسیم جتنے امور ہین
اونکو ہم اگر اپنی طرف خیال کرکے دیکھین تو چار طرح کے ہین اول وہ کہ دنیا و آخرت دونون مین
نافع ہون جیسے علم اور حسن خلق دوم وہ کہ دونون مین مضر ہون جیسے جہل اور بد خلقی سوم وہ کہ دنیا مین
مفید ہون اور آخرت مین مضر ہون جیسے اتباع شہوت سے لذت پانا چہارم وہ کہ دنیا مین مضر ہون
اور آخرت مین مفید جیسے شہوات کا استیصال اور نفس کی مخالفت انمین سے اول جو حال و مآل
مین نافع ہے وہ تو نعمت حقیقی ہے مثلاً علم اور حسن خلق اور جو دونون مین مضر ہے وہ اوسکی ضد ہے
اور مصیبت حقیقی ہے اور جو حال کی نافع اور مآل کی مضر ہے وہ ارباب بصیرت اور ذکا کے
نزدیک نرا مصیبت ہے مگر جہال اوسکو نعمت گمان کرتے ہین اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بھوکا شخص شہد پاوے جسمین زہر ملا ہو تو وہ اگر زہر سے ناواقف ہوگا تو اوس شہد کو
نعمت جانیگا اور جب واقف ہو جاویگا تو جانیگا کہ یہ میرے حق مین بلا ہے اور جو چیز حال مین
مضر اور مآل مین مفید ہو وہ ارباب عقل کے نزدیک نعمت ہے اور جہال کے نزدیک بلا ہے اور اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کڑوی دوا کہ حال مین اوسکا ذائقہ برا ہوتا ہے مگر انجام کو مضر
کہ دارو ہی تلخ است دافع مرض کا مضمون ہوتا ہے اور صحت اور تندرستی کا مثمر ہوتی ہے پس لڑکا
ناواقف اگر ایسی دوا پلایا جاتا ہے تو اوسکو وبال جانتا ہے اور عاقل اوسکو نعمت تصور کرتا ہے
اور جو شخص اوسکو وہ دوا پلاتا ہے یا اوسکا سامان مہیا کر دیتا ہے اوسکا ممنون و مشکور ہوتا ہے
اور یہی وجہ ہے کہ ماں مشفقہ اپنے بچے کا خون نہین نکلوانے دیتی اور باپ اوسکا خواہان
ہوتا ہے کیونکہ باپ اپنی عقل کے کمال سے انجام کو دیکھتا ہے اور ماں کو فرط محبت اور نقصان
عقل کے باعث حال ہی پر نظر ہوتی ہے اور لڑکا ناواقفیت کے باعث ماں کا ممنون ہوتا ہے
اور اوسی سے مانوس ہوتا ہے اوسکو اپنا شفیق سمجھتا ہے اور باپ کو دشمن تصور کرتا ہے
لیکن اگر اوسکو عقل ہو تو معلوم کرے کہ ماں باطن مین دشمن ہے اور ظاہر مین دوست اسلیے
کہ خون نکلوانے سے روک لینا انجام کو ایسے امراض پیدا کریگا جنکی تکلیف خون نکلوانے
کی نسبت بہت زیادہ ہوگی علاوہ ازین جاہل دوست عاقل دشمن سے برا ہوتا ہے اور
ہر ایک انسان اپنے نفس کا دوست ہے مگر دوست جاہل یہی وجہ ہے کہ اوسکے ساتھ

ایسا کام کرتا ہے جو دشمن چاہا کرے یعنی نفس کی خواہشوں کو پورا کرتا ہے جو انجام کو
نہایت وبال ہوگا • دوسری تقسیم • واضح ہو کہ دنیا کے جتنے اسباب ہیں وہ سب ایک دوسرے میں
ملتے جلتے ہیں بھلائی کے ساتھ برائی ہر ایک میں ملی ہوئی ہے ایسا کم ہے کہ جو اسباب بہتر ہیں وہ
صاف و پاک ہوں مثلاً مال و اہل اور اولاد اور اقارب و جاہ اور دوسرے اسباب سب
اسیطرح کے ہیں مگر اونکے تین نوع ہیں اول وہ کہ جنکا نفع ضرر کی نسبت زیادہ ہے مثلاً مال
اور جاہ اور دوسرے اسبابوں میں سے بقدر حاجت اور کفایت ہونا دوسرے یہ کہ اکثر لوگوں کے
حق میں اوسکا ضرر نفع کی نسبت زیادہ ہو مثلاً مال کثیر اور بہت سا جاہ تیسرے یہ کہ ضرر و فائدہ
دونوں مساوی ہوں اور یہ وہ باتیں ہیں کہ لوگوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں بہت سے
آدمی نیکبخت اسطرح کے ہیں کہ اچھے مال سے کو بہت سا ہو فائدہ اوٹھاتے ہیں یعنی اللہ کے
راستے میں اور خیرات میں اوسکو خرچ کرتے ہیں تو ایسا مال اگر اس توفیق کے ساتھ آدمی کے
پاس ہو تو اوسکے حق میں نعمت ہے اور بہت آدمی ایسے بھی ہوتے ہیں کہ تھوڑے مال سے
ضرر پاتے ہیں یعنی ہمیشہ اوسکو کم جانتے ہیں اور خدا سے شکوہ اور طلب زیادتی کی کیا کرتے ہیں
تو ایسے شخص کا مال اس عدم توفیق کے ساتھ اوسکے حق میں مصیبت ہے تیسری تقسیم جتنی خیرات
یعنی نیک باتیں ہیں وہ ایک اور اعتبار سے تین قسم کی ہیں اول وہ جو بذاتہ مقصود اور محبوب ہوں
دوسری وہ جو غیر چیز کے لیے محبوب ہوں تیسری وہ کہ بذات خود بھی محبوب ہوں اور غیر کے
حاصل کرنے کی جہت سے بھی مقصود ہوں اول کی مثال جیسے دیدار الٰہی کی لذت اور اوسکے
وصال کی سعادت یعنی سعادت اخروی کہ کبھی منقطع نہ ہوگی اس سعادت کی طلب ایسے
نہیں ہوتی کہ یہ ذریعہ کسی دوسرے سعادت کے حاصل ہونے کا ہو بلکہ اسکی طلب خود مقصود بالذات
ہونے کی جہت سے ہے دوسری وہ کہ اوسکو دوسری چیز کے پیدا کرنے کے لیے چاہتے ہیں خود
اوس سے کچھ سروکار نہیں جیسے روپیہ اشرفی کہ اگر حاجت اس سے پوری نہوا کرتیں تو یہ دونوں
اور کنکر برابر تھے مگر چونکہ لذات کا ذریعہ ہیں اور اونکی طرف جلد آدمی کو پہنچا دیتی ہیں اسی لیے
جہال کے نزدیک روپیہ اشرفی خود ہی محبوب ہو گئے ہیں یہانتک کہ اونکو جمع کرکے گاڑتے ہیں
اور ریا کے ساتھ خرچ کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ مقصود بالذات یہی دونوں ہیں اور ایسے
لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو چاہتا ہے اور اوسکی محبت کے باعث
اوسکے قاصد کو بھی چاہتا ہے جسکے باعث پیام آپس کے ایک دوسرے کو پہونچتے ہیں جیسے

ہوتے ہوتے قاصد کے ساتھ اتنی محبت کرے کہ اصل محبوب کو بھول جائے اور عمر بھر اوس سے روگردان ہی رہے اور ہمیشہ قاصد کی خبر گیری اور رعایت اور شفقت کیا کرے حالانکہ یہ نہایت جہالت اور گمراہی ہے تیسرے وہ کہ بذاتہ اور بغیرہ دونون ہو مثلاً صحت اور سلامتی کہ انسان اسلیے چاہتا ہے کہ اوسکے باعث مشغول بذکر و فکر ہو سکے جس سے دیدار الٰہی ملتا ہے یا کہ لذات دنیاوی تمام و کمال کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہوتی ہے اسلیے چاہتا ہے لیکن بعض اوقات صحت فی نفسہ ہی مطلوب ہوتی ہے اس سے غرض نہین کہ وہ دوسری چیز کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہو یا نہو مثلاً جس شخص کو کہ پیادہ چلنے کی حاجت نہو وہ بھی اپنے پانو کی سلامتی چاہا کرتا ہے حالانکہ پانون کی سلامتی اسلیے ہوتی ہے کہ چلنے کے لیے ذریعہ ہے مگر چونکہ سلامتی خود بھی ایک محبوب چیز ہے اسلیے بذاتہ بھی مقصود ہے اب ان تینون اقسام مین سے خیر و نعمت حقیقی صورت اول ہے جو بذاتہ محبوب ہے اور جو چیز کہ لذاتہ اور لغیرہ مقصود ہے وہ بھی نعمت ہے مگر اول سے کمتر ہے لیکن جو چیز کہ مطلوب غیر ہی کیواسطے ہوتی ہے جیسے سونا چاندی تو انکو بذات خود معدنی ہونے کی جہت سے نعمت نہین کہتے بلکہ اس جہت سے نعمت کہلاتے ہین کہ وہ وسیلے اور اغراض کے ہین تو اس صورت مین یہ ایسے ہی شخص کے حق مین نعمت ہونگے جو اپنی مراد کو بدون انکے ذریعہ کے نہ پہونچ سکے پس اگر اوسکی مراد علم اور عبادت ہے اور اوسکے پاس مقدار ضرورت بسر اوقات کے لیے موجود ہے تو اوسکے نزدیک سونے اور ڈھیلے مین کچھ فرق نہوگا اور اوسکا وجود و عدم یکسان معلوم ہوگا اور اگر سونے چاندی کے ہونے سے یہ نوبت پیش ہوتی ہو کہ فکر و عبادت نہونے دیتی ہو تو ایسے شخص کے حق مین یہ مال نعمت نہین زحمت ہے۔ چوتھی تقسیم ایک دوسرے اعتبار سے خیرات کی تین قسمین ہین اول لذیذ جنکا نفع اوسیوقت معلوم ہو دوسرے نافع جو آخر کو مفید ہو تیسرے جمیل جو سب احوال مین اچھی معلوم ہوا اور برائی بھی تین قسم کی ہین ضار اور قبیح اور ایذا رسان پھر خیر و شر کی دو قسمین ہین مطلق اور مفید خیر مطلق اوسکو کہتے ہین جسمین تینون اوصاف خیر کے جمع ہون جو اوپر مذکور ہوے مثلاً علم و حکمت کہ ارباب علم و حکمت کے نزدیک یہ نافع بھی ہین اور جمیل اور لذیذ بھی اور شر مطلق جیسے جہل کہ وہ مضر اور قبیح اور ایذا رسان سب کچھ ہے مگر جاہل کو اپنی جہل سے ایذا کی حب خبر ہو جب اوسکو یہ معلوم ہو کہ مین جاہل ہون اسطرح کہ دوسرے شخص اپنے ہم عمر ہم رتبہ کو عالم دیکھے اور اپنے نفس کو جاہل پس فوراً رنج نقصان کا پاویگا کہ مین کیون

کم ہوں اور اس سبب سے شوق علم کا اوسکو ہوگا کیونکہ وہ فرد دار ہوتا ہے۔ پھر بعد شوق کے
کبھی مانع تحصیل علم سے حسد اور کبر اور شہوات ہوتے ہین اب دو چیزون کی کشاکشی مین
یہ شخص پڑ گیا اگر سیکھنا ترک کرتا ہے تو جہالت کا الم رہیگا اور اپنے آپ کو ناقص جانکر جلیگا
اور اگر سیکھنے مین مشغول ہوگا تو شہوات کے چھوڑنے یا کبر کے چھوڑنے اور تعلیم کی ذلت اٹھانے
کا رنج سہیگا غرض کہ یہ شخص ہمیشہ بیتاب عذاب مین رہیگا اور دوسری قسم مفید ہے کہ جسمین
کچھ اوصاف خیر کے اور کچھ اوصاف شر کے ملے ہوں مثلاً بعض اوقات ایک نافع چیز سے ایذا ہوتی ہے
جیسے کوئی انگلی سڑ گیا یا پھوڑا وغیرہ کٹوا دے اور کبھی نافع چیز قبیح ہوتی ہے جیسے حمق کہ بعض
احوال کے اعتبار سے نافع ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ استراح من لا عقل لہ
یعنی بے عقل آدمی چین سے رہتا ہے کیونکہ اوسکو انجام کا اہتمام نہیں ہوتا ہے اسواسطے سردست
راحت مین رہتا ہے یہانتک کہ وقت نجات ہو چکے اور کبھی جو چیز کہ من وجہ مضر ہوتی ہے
من وجہ نافع ہوتی ہے جیسے ڈوبنے کے خوف کیوقت مال کو دریا مین پھینک دینا کہ ہر چند اس
مال کو مضر ہوتا ہے مگر نفس کو نفع ہے کہ اوسکی نجات ہو جاتی ہے یعنی بوجھ سے اوتار ڈالنے سے
کشتی بچ جاتی ہے۔ پھر نافع چیز دو قسم پر ہے ایک ضروری جیسے ایمان اور حسن خلق سعادت
اخروی تک پہونچانے مین اور ایسے ہماری غرض علم و عمل ہے اور اسکا ضروری ہونا اسوجہ سے ہے
کہ کوئی دوسری چیز اسکی قائم مقام نہین اور دوسری غیر ضروری جیسے سکنجبین صفرا کی تسکین کے
لیے کہ کبھی دوسری چیزین بھی اوسکو ساکن کر سکتی ہین پانچوین تقسیم یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ
نعمت نام لذت کا ہے اور لذتین اس اعتبار سے کہ انسان سے مخصوص ہین یا غیر مین بھی شریک
ہیں تین طرح کی ہین اول عقلی دوم بدنی کہ بعض حیوانات کے ساتھ مشترک ہیں سوم بدنی کہ سب
حیوانات اوسمین مشترک ہین عقلی لذتوں کی مثال جیسے علم اور حکمت کی لذت کہ صرف قلب کو
اوس سے لذت ہوتی ہے کان اور آنکھ اور باقی حواس خمسہ کو اور پیٹ اور شرمگاہ کو کچھ بہرہ
اوس سے نہین اور قلب کو جو لذت علم و حکمت سے ہوتی ہے اسوجہ سے کہ وہ صفت جسکا نام
عقل ہے قلب کے ساتھ خاص ہے اور اس لذت کا وجود باوجودیکہ سب لذتوں مین اشرف ہے
نہایت کمتر ہے اوسکے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ علم و حکمت سے سوائے عالم اور حکیم کے اور
کوئی لذت نہین پاتا اور اہل علم اور ارباب حکمت بہت ہی کم ہین گو نام کو بہتیرے عالم و حکیم ہیں
اور اوسکے اشرف ہونے کی یہ وجہ ہے کہ وہ لذت آدمی کے ساتھ ہمیشہ رہتی ہے نہ دنیا مین

اوسکو زوال نہ آخرت مین اور اوس سے طبیعت پر ملال نہین ہوتا کھانا اگر خوب تن کر کھاؤ تو
سستی لاتا ہے اور صحبت سے فارغ ہونے کے بعد ثقالت و تھکن پیدا ہوتی ہے مگر علم
و حکمت سے تھکن و سستی کبھی نہین ہوتی اور جو شخص ایسی دائمی شریف باقی چیز کے حاصل کرنے پر
قادر ہو کر اونی چیز چند روز کے بعد فنا ہونے والی پر راضی ہو جاوے تو وہ مجنون ہے اور اپنی
بدبختی کے باعث محروم۔ دوسری بات علم کی یہ ہے کہ علم و عقل کے لیے حاجت مددگارون اور
چوکیدارون کی نہین بخلاف مال کے علم آدمی کی حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت خود آدمی
کو کرنی پڑتی ہے علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال کم ہوتا ہے مال چوری جاتا ہے عہدہ
موقوفی سے جاتا رہتا ہے مگر علم پر نہ چورون کا داؤ چلے کہ لے سکین نہ حاکمون کا زور کہ موقوف
کر سکین اسیلیے اہل علم ہمیشہ چین مین رہتا ہے اور مالدار کو مدام خوف لگا رہتا ہے پھر علم ہر حال
لذیذ اور نافع اور جمیل ہے اور مال کبھی تو نوبت ہلاک کی پہونچاتا ہے اور کبھی نجات کی اسیوجہ سے
ہر چند جناب باری نے مال کو لفظ خیر سے چند جا ذکر فرمایا مگر اوسکی برائی بھی چند جا مذکور فرمائی اب
رہی یہ بات کہ اکثر لوگ لذت علم سے کیون قاصر ہین تو اونکا قصور یا تو اسوجہ سے ہے کہ اونکو
ذوق نہین اور جسکو ذوق نہوگا وہ کسطرح جانے گا اور کیسے مشتاق ہوگا کیونکہ اشتیاق تو ذائقہ
کے بعد ہوا کرتا ہے یا اسوجہ سے کہ اونکے مزاج خراب ہین اور دل بباعث اتباع شہوات کے
روگی ہوئے ہین تو جیسے بیمار کو شہد کا مزہ نہین معلوم ہوتا اور اوسکو کڑوا جانتا ہے ایسے یہ
لوگ بھی علم کو اچھا نہین سمجھتے یا یہ کہ اونکی طبیعت و دانائی مین قصور ہے کہ ابھی تک وہ صفت
جس سے کہ علم کی لذت معلوم ہوتی ہے اونمین پیدا نہین ہوئی جیسے شیرخوار لڑکا شہد اور
پیڑون کا مزہ نہین جانتا اوسکو سوائے دودھ کے اور کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی سب
چیزون سے منہ بناتا ہے اور اوسکو اچھا نہ معلوم ہونے سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ چیزین مزہ دار
نہین اور نہ اوسکے دودھ کو اچھا جاننے سے یہ معلوم ہو کہ سب سے لذیذ تر وہی ہے۔ غرضکہ
جو لوگ لذت علم کے ادراک سے قاصر ہین وہ تین طرح کے ہین ایک وہ کہ ابھی تک اونکا باطن
زندہ ہی نہین ہوا جیسے لڑکے کا باطن ہوتا ہے دوم وہ کہ اتباع شہوات کے باعث زندگی
کے بعد اونکا دل مردہ ہوگیا ہو سوم وہ کہ اتباع شہوات کے سبب دل مریض ہو رہا ہو اور
ارشاد الٰہی فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ اشارہ ہے عقلون کی بیماری کی طرف اور یہ قول لِيُنذِرَ
مَن كَانَ حَيًّا اشارہ ہے اوس شخص کیطرف جو زندگی باطنی سے زندہ ہوا اور جو شخص کہ بدن کا

زندہ اور دل کا مردہ ہو وہ خدا کے نزدیک مردہ ہے گو جاہلوں کے نزدیک زندہ ہو اور بہت سے شہدا خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور کھاتے ہیں خوش ہوتے ہیں اگرچہ بدن سے مردہ ہیں دوسری لذت جسمیں انسان بعض حیوانات کے شریک ہیں جیسے ریاست اور غلبہ کی لذت کہ شیر اور چیتے اور بعض حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے تیسری لذت جسمیں انسان سب حیوانات کا شریک ہے جیسے پیٹ اور شرمگاہ کی لذت یہ لذت سب لذتوں سے ادنی اور حسیس ہے مگر وجود اسکا بہت ہے اور اسی وجہ سے جتنی حیوانات زمین پر ہیں سب اسمیں شریک ہیں یہانتک کہ کیڑے اور حشرات الارض بھی اسمیں شریک ہیں اور جو اس رتبے سے تجاوز کرتا ہے وہ بسبب لذت غلبہ میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ لذت غافلوں سے بہت ہی چسپاں ہے جب اس سے تجاوز کرتا ہے تو اول لذت پر پہونچتا ہے اوسوقت آدمی پر سب لذتوں سے زیادہ لذت علم و حکمت غالب ہوتی ہے خصوصاً معرفت الٰہی اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت کی لذت غالب ہوتی ہے اور یہ رتبہ صدیقین کا ہے اور یہ رتبہ بوجہ کمال جب ملتا ہے جب دل میں سے غلبہ حب ریاست نکلجاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جو چیز صدیقین کے سر میں سے سب میں آخر کو نکلتی ہے وہ محبت ریاست ہے اور پیٹ اور شکم کی حرص کے توڑنے پر تو اور صلحا بھی قدرت رکھتے ہیں مگر خواہش ریاست کو دبا دینا صدیقوں ہی کا کام ہے پھر بھی اسقدر قوت کا بالکل استیصال کر دینا کہ کبھی معلوم ہی ہو اور کسی حال میں اوسکا احساس ہونے پاوے غالب ہے کہ انسان کے مقدور سے خارج ہے ہاں یہ صورت ہو جاتی ہے کہ معرفت الٰہی کی لذت اکثر حالات میں ایسی غالب ہو جاتی ہے کہ اوسکے باعث لذت ریاست کچھ نہیں سوجھتی لیکن یہ حالت دائمی نہیں کہ عمر بھر ایسی ہی رہے بلکہ اوسمیں کچھ کمی بھی ہو جاتی ہے اور ایسی صورت میں انسان کیطرف صفات بشریہ رجوع کر آتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ محبت غلبہ و ریاست گو ہوتی ضرور ہے مگر دبی ہوئی رہتی ہے ایسی نہیں ہوتی کہ نفس کو ورغلا کر عدل سے منحرف کر دے پس اس اعتبار سے دل کی چار قسمیں ہیں ایک دل وہ ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی سے محبت نہیں کرتا اور نہ بدون زیادتی معرفت الٰہی اور یاد اوسکی ذکر کے آرام پاوے دوسرا وہ دل کہ اوسکو خبر ہی نہیں کہ لذت معرفت کسکو کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے انس ہونے کے کیا معنی ہیں اوسکی لذت صرف جاہ و ریاست و مال و تمامی شہوات بدنیہ سے ہے تیسرا وہ دل کہ اکثر تو خدا تعالیٰ سے مانوس ہی رہتا ہے اور اوسکی معرفت

اور فکر سے لذت پاتا ہے مگر کبھی بعض اوقات اوسکو اوصاف بشری پیش ہو جاتے ہین چوتھا وہ دل کہ اکثر حالات مین تو اوصاف بشریہ سے لذت پاتا رہتا ہے الا کبھی کبھی علم اور معرفت سے بھی لذت پاتا ہے انمین سے اول قسم کا دل تو غیر ممکن سا ہے اگر اوسکا وجود ممکن ہو تو بہت ہی بعید معلوم ہوتا ہے بشر کی طاقت سے باہر ہے کہ اس صفت سے متصف ہو اور دوسرے دل سے دنیا پر ہے اور تیسرا اور چوتھا دل بھی موجود ہین مگر کم ہین اور یہ ہمیشہ شاذ و نادر ہی رہینگے اور باوجود ندرت کے قلت و کثرت مین فرق ہر زمانہ مین ہوتا جاویگا یہان تک کہ اس قسم کے دل اون زمانون مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے قریب تھے بہت پائے جاتے تھے اب جتنا وہ زمانہ دور ہوجاتا ہے اوتنا ہی یہ دل کم ہوتے جاتے ہین یہان تک کہ قیامت آجاوے اور اللہ تعالی کو جو امر کرنا ہے وہ کر دے ۔ اور وجہ اس قسم کے دلون کے کمتر ہونے کی یہ ہے کہ ایسا دل ہونا آغاز سلطنت آخرت ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ بہت نہین ہوا کرتے گو ملک سب کو اچھا معلوم ہوتا ہے تو جیسا دنیا مین ملک اور جمال مین فائق ایک ہی دو ہوتے ہین اور باقی لوگ اونسے کم ہوتے ہین اسیطرح ملک آخرت کے فائق بھی کم ہی ہونے چاہیین اسلیئے کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے کیونکہ دنیا عالم ظاہری کا نام ہے اور آخرت عالم غیب کا اور جسطرح کہ آئینے کے اندر کا عکس دیکھنے والے کی صورت کے مطابق ہوتا ہے اسیطرح دنیا بھی آخرت کے مطابق ہی ہوتی ہے اور آئینے کے اندر کی تصویر اگرچہ وجود مین مرتبۂ ثانی رکھتی ہے کہ پہلے دیکھنے والا ہوتا ہے تب اوسکی صورت بنتی ہے مگر دیکھنے کے اعتبار سے وہی اول ہے کیونکہ دیکھنے والا اپنے نفس کو تو دیکھ ہی نہین سکتا بلکہ اپنی صورت کو جو آئینے مین ہے اول دیکھتا ہے اور اوس عکس سے اپنا چہرہ جو دھر ہو اوسکو سمجھتا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ جو چیز وجود مین تابع تھی یعنی عکس وہ جاننے کے باب مین متبوع اور اصل ہو گئی اور جو چیز وجود مین پیچھے تھی وہ شناخت مین مقدم ہو گئی لیکن اسطرح کا اختلاف اور تغیر ایسی دنیا مین ہو سکتا ہے اور دنیا کے فیے یہ ضرور ہی اسیطرح عالم دنیا مشابہ عالم غیب کا ہے پس بعض لوگ جنکو چشم عبرت سے دیکھنا نصیب ہوا تو اس ملک کی کسی چیز کو نہین دیکھتے جس سے عالم ملکوت پر عبور نہ کر جاتے ہون اسی گذر کا نام عبرت ہے جسکا خدا ہی تعالی نے خلق کو ارشاد فرمایا ہے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ اور بعضے ایسے ہین کہ اونکی بصیرت کی پھوٹی ہے اس جہت سے عبرت نہ کی اور دنیا ہی مین محبوس رہے

اوسکے قید خانے کی طرف کو عنقریب دروازے جہنم کے کھل جاوینگے اور یہ قید خانہ ابھی
آگ سے لبریز ہے جو دلوں ہی پر چھا گئی ہے مگر آدمی کو جو اوسکی تکلیف نہین معلوم ہوتی اوسکی
وجہ یہ ہے کہ اوسکے اور اوس آگ کے درمیان مین حجاب ہے جب وہ حجاب موت سے دور
ہو جاویگا تب اوسکی تکلیف معلوم ہوگی اور یہی بات خدای تعالی نے اون لوگون کی زبان سے
نکلوا دی جنکو امر حق ہی سے گویا کرتا ہے وہ فرماتے ہین کہ جنت اور دوزخ دونون مخلوق ہین
مگر دوزخ کبھی تو ایسے ادراک سے معلوم ہوتی ہے جسکو علم الیقین کہتے ہیں اور کبھی ایسے ادراک کر
جسکو عین الیقین کہتے ہین اور عین الیقین سوائے آخرت کے اور کہین نہوگا اور علم الیقین دنیا
مین بھی کبھی ہوتا ہے مگر اونھین لوگون کو جو نور یقین سے بہرہ کامل رکھتے ہین اسیواسطے اللہ
فرماتا ہے كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ یعنی دنیا مین ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ یعنے
آخرت مین اس بیان سے اب معلوم ہوا کہ جو قلب صلاحیت سلطنت آخرت کی رکھتا ہے وہ
کمتر ہی ہوگا جیسا کہ ملک دنیا کے قابل کمتر ہوا کرتا ہے حصہ تقسیم جو سب نعمتون کو حاوی ہے
یہ ہے کہ نعمتین دو قسم کی ہیں یا تو غایت مطلوب بالذات یا وسیلے اوس غایت مقصود بالذات کے
غایت سے سعادت آخرت مراد ہے جو چار باتوں کو شامل ہے اول وہ بقا جسکو فنا نہو دوم
سرور جسمین غم نہو سوم علم جسمین جہل نہو چہارم توانگری جسکے بعد افلاس نہو انھین چارون باتونکو
نعمت حقیقی جاننا چاہیے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا عیش الا عیش
الاخرۃ یہ الفاظ ایک بار سختی کے وقت ارشاد فرمائے تاکہ نفس کو سختی ناگوار نہ گذرے یعنی جسوقت
غزوۂ خندق مین خندق کی تیاری کے وقت شدت سے تکلیف تھی اوسوقت آپنے فرمایا
تاکہ نفس کو تسلی ہو اور ایکبار یہی الفاظ وقت سرور بھی فرمائے تاکہ نفس مائل سرور دنیا نہو اوسوقت
فرماتے تھے جب حجۃ الوداع مین لوگ ہالہ کیطرح اوس ماہ سپہر خوبی کے گرد کھڑے ہوئے تھے
اور ایک شخص نے دعا مانگی کہ الہی مین تجھسے کمال نعمت کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اوس سے دریافت فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ کمال نعمت کیا ہے اوسنے عرض کیا
کہ نہین آپنے فرمایا کہ کمال نعمت جنت مین داخل ہونا ہے۔ اور وسائل کی چار قسمین ہین اول تو
وہ جو سب سے زیادہ خاص ہون جیسے نفس کے فضائل دوسرے جو قریب ہین ان فضائل نفس کے
قریب ہون جیسے بدن کے فضائل تیسرے وہ جو انکے قریب ہوں مگر بدن مین نہون جیسے
اسباب بدن کے قریب مثل مال اور اہل اور اقربا کے چوتھے وہ کہ ان اسباب خارج از نفس اور

موجود اور نفس کے جامع ہوں جیسے توفیق اور ہدایت ہیں پس ان چاروں کو مفصل بیان کیا جاتا ہے
اول قسم اخص وسائل یعنی فضائل نفسی ہیں اور اگرچہ اوسکے فروع بہت ہیں مگر حاصل اونکا
دو میں آجاتا ہے اول ایمان دوم حسن خلق پھر ایمان کی قسمیں ہیں اول علم مکاشفہ یعنی اللہ تعالی
اور اوسکی صفات اور ملائکہ اور انبیا کا علم دوسرے علم معاملہ اور حسن خلق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک
چھوڑنا مقتضائے شہوات و غضب کا جسکو عفت کہتے ہیں دوسرے مقتضائے شہوت کے
ارتکاب اور ترک کرنے میں عدل کا لحاظ رکھنا یعنی ایسا نہو کہ جہان عمل چاہیے وہان اقدام کرے
اور جہان بچنا ہے وہان باز رہے بلکہ جرأت کرنی اور تارک ہونا میزان عدل کے ساتھ ہو
جسکو خداوند کریم نے اپنے رسول مقبول کی زبان پر اسطرح اوتارا ہے اَن لَا تَطْغَوا فِي الْمِيزَانِ وَاَقِيمُوا
الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ اس صورت میں اگر کوئی شہوت کے دور کرنے کے لیے
اپنے آپ کو خصی کرلے یا باوجود قدرت نکاح کے سب آفتون سے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نکرے
یا غذا چھوڑ دے یہان تک کہ عبادت اور ذکر و فکر میں ضعف آجاوے تو ایسا شخص میزان
عدل کے خلاف کمی کریگا اور جو شہوت پیٹ اور پیٹھ میں ڈوبا ہے وہ زیادتی پر کھلاویگا اور
صورت عدل یہ ہے کہ وزن کا خالی ہونا اور بھرنا زیادتی اور کمی کے ساتھ نہو بلکہ دونوں پلے
میزان کے تلے رہیں کوئی نہ نیچے جھکے نہ اوپر چڑھے اس سے معلوم ہوا کہ فضائل نفسی جو
خدا تعالی سے قریب کرتے ہیں وہ چار چیزین ہیں علم مکاشفہ اور علم معاملہ اور عفت اور عدالت
اور یہ چاروں باتیں اکثر بدون فضائل بدنی یعنی دوسرے قسم فضائل کے کامل نہین ہوتین
اور فضائل بدنی بھی چار ہیں اول تندرستی دوسری قوت تیسرے جمال چوتھی عمر کا زیادہ ہونا
اور یہ فضائل بدنی تیسری قسم فضائل یعنی فضائل خارج از بدن اور محیط بدن سے حاصل
ہوتی ہیں اور وہ بھی چار چیزین ہیں اول مال دوم اہل سوم جاہ چہارم عمدہ ہونا نسب کا اور ان
فضائل میں سے کسی سے آدمی منتفع نہین ہوسکتا جب تک کہ چوتھی قسم کے فضائل یعنے
وہ اسباب جو جامع فضائل بدنی اور خارجی اور فضائل نفسی کے ہون حاصل نہوں اور وہ بھی
چار ہیں اول خدا تعالی کی ہدایت دوم اوسکا ارشاد سوم اوسکی تسدید چہارم تائید جبکہ
نعمتوں کی ہمنے چار قسمیں لکھی تھین اور ہر ایک انمین سے چار چار چیزین ہوتین تو معلوم ہوا
کہ نعمتیں سب سولہ ہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انمین سے بعض نعمتیں بعض کیطرف محتاج ہین
خواہ حاجت ضروری ہو خواہ بطور نافع ہونے کے ہو حاجت ضروری کی مثال یہ ہے کہ

سعادت اخروی ایک نعمت ہے اور اوسکو ایمان و حسن خلق کی حاجت ہے تو یہ حاجت
ضروری ہے کیونکہ اوس تک رسائی انسان کی بدون ان دو باتون کے نہین ہو سکتی اسلیے کہ
انسان کو وہی ملیگا جو کماویگا اور جو دنیا مین زاد کر لیگا آخرت مین وہی کام آویگا اسیطرح
فضائل نفسی کو حاجت کسب علوم کی ضروری ہے اور تہذیب اخلاق کے لیے صحت بدن ضروری
درکار ہے اور جس حاجت مین کہ فی الجملہ فائدہ ہوتا ہے ضروری نہیں اوسکی مثال یہ ہے کہ جتنی
نعمتین نفسی ہین خواہ بدنی اونکو خارجی نعمتوں کی طرف حاجت ہوتی ہے مگر یہ حاجت ضروری
نہین لیکن نافع ہے اور کام بہت نکلتا ہے مثلاً مال اور جاہ اور اہل جو خارجی نعمتین ہین اگر یہ بالکل
آدمی کو حاصل نہوں تو کیا عجب ہے بعض فضائل نفسی مین خلل واقع ہوجاوے اور طریق آخرت کے
لیے جو ان خارجی نعمتوں کی حاجت پڑتی ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ یہ اسباب قائم مقام بازو کے
سمجھے جاتے ہین کہ جسے مقصود تک پہونچنا سہل ہو مثل آلہ کے تصور کرنا چاہیے مثلاً مال ہی کو
غور سے دیکھو تو کتنا بڑا فائدہ اوسکا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ ضروریات سے بیفکر رہتا ہے ورنہ
محتاج آدمی اگر تحصیل علم یا کسب کمال کیا چاہے اور اوسکے پاس قوت بسری کی صورت کچھ نہو تو
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بدون ہتیارون کے لڑائی کے لیے کوشش کرے یا کوئی
باز شکار پکڑنا چاہے اور اوسکے پر نہ ہون ایسے ہی کے لیے یہ شعر ہے **شعر**
شب چو عقد نماز بربندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ٭ مطلب اس سے یہ ہے کہ مفلسی میں
کوئی کام آدمی سے نہیں بن پڑتا ہر وقت تلاش معاش اور فکر لباس اور دوسرے ضروریات مین
مبتلا رہتا ہے ذکر و فکر نہین کرنے پاتا فضیلت حج و زکوۃ اور دوسری خیرات و صدقات سے
محروم رہتا ہے اور اگر مال اپنے پاس ہو تو یہ سب قباحتین دور ہوجاتی ہین اور مقصود تک
پہونچنا نہایت آسان ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے نِعْمَ المَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ
اور فرمایا نِعْمَ العَوْنُ عَلٰی تَقْوَی اللّٰہِ المَالُ اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ نعمت کیا ہے
اونہوں نے فرمایا کہ تونگری کیونکہ میرے نزدیک فقیر کی کچھ زندگی نہیں سائل نے پوچھا کہ
اور کچھ حکیم نے جواب دیا کہ دوسری نعمت امن ہے خوف والے کو کچھ عیش نہین پھر سائل نے
پوچھا کہ اور بیان کرو حکیم نے کہا کہ تیسری نعمت تندرستی ہے اسلیے کہ مریض کو زندگی کی کچھ حلاوت نہیں
اوسنے پوچھا کہ اور فرمائیے کہا کہ اور نعمت جوانی ہے کہ بوڑھے کی زندگی بھی ایسی مردہ ہے
پس اس قول مین حکیم نے دنیا کی نعمتوں کیطرف اشارہ ہے مگر اسی اعتبار سے کہ آخرت پر

ہیں یہ نعمت الٰہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَصْبَحَ مُعَافًى فِي بَدَنِهٖ اٰمِنًا فِي
سِرْبِهٖ عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا اب اہل و اولاد صالح کو
دیکھو تو انکی ضرورت حاجت ہونے کی وجہ مخفی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَى الدِّيْنِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ اور لڑکے کے باب میں فرمایا اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا
مِنْ ثَلٰثٍ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ الْحَدِيْث اور اہل و ولد کے فوائد ہم باب النکاح میں لکھ آئے ہیں یہاں
دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں حاصل یہ کہ جب آدمی کی اولاد اور اقارب زیادہ ہوتے ہیں
تو اوسکے بازو اور آنکھ کی جگہ ہوتے ہیں اونکے سبب سے اوسکو وہ امور دنیاوی جو دین میں
ضروری ہوتے ہیں حاصل ہوتے ہیں اور اگر وہ اکیلا اون امور کی بجا آوری میں مشغول ہو تو ذکر
و شغل بھی جاتا رہیگا اور کبھی ضروریات دنیا سے دلکو فراغت نہوگی جب اقارب و اہل دین میں معین
و مددگار ٹھہرے تو اونکے نعمت ہونے میں کیا شک ہے اور عزت و جاہ کے باعث آدمی اپنے نفس سے
ذلت و ظلم دفع کرتا ہے اور اوسکی حاجت سب اہل اسلام کو ہے اسواسطے کوئی اہل ایمان ایسا نہیں ہوتا
جسکا کوئی دشمن موذی نہو یا ظالم کہ اوسکو عمل نکرنے دے اور فراغبالی میں تشویش و پریشانی ڈالدے
حالانکہ دل بیاندازہ کا راس مال ہے جب ہی تشویش و تردد میں رہیگا تو پھر کیا کر سکتا ہے مگر تشویش
عزت و جاہ سے دفع ہوجاتی ہے اسیواسطے اکابر کا قول ہے کہ دین اور سلطان دونوں توام ہیں
یعنی ایک دوسرے کو لازم ہیں اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ
بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ اور دلوں کے مالک ہونے کو جاہ کہتے ہیں جیسے کہ روپیوں کے مالک ہونے کو
تونگری کہتے ہیں اور جو شخص دلوں کا مالک ہوجاتا ہے تو ارباب قلوب اوسکے اوپر سے ایذا دور کرنے
کے لیے خود مستعد ہوجاتے ہیں اور جسطرح کہ انسان کو ضرورت چھت کی مینہ کے دفع کرنے کیواسطے
ہوتی ہے اور کپڑے کی ضرورت جاڑے کے دور کرنے کے لیے اور شکاری کتے کی ضرورت اپنے مال کی
حفاظت کے لیے اسیطرح اوس شخص کی بھی احتیاج ہے جو شر کو اوسکے اوپر سے دفع کرے اور یہی وجہ تھی کہ
جو انبیا علیہم السلام ملک و سلطنت رکھتے تھے وہ سلاطین کی رعایت کرتے تھے اور اونکے دلوں میں اپنی
جگہ کر لیتے تھے اسیطرح علماء دین بھی بادشاہوں کے خزانوں کے طامع نہیں ہوتے نہ کچھ سلاطین کی متابعت
سے طالب اپنی ترجیح یا دولت دنیا کے ہوتے ہیں بلکہ اونکی غرض یہی ہوتی ہے کہ کوئی شخص
خلل انداز اونکے شغل میں نہو اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی نعمت رسول مقبول
صلی اللہ علیہ وسلم پر اوسیوقت زیادہ تھی کہ اونکو فتح دی اور اونکے دین کو کامل کیا اور تمام

مد ایرا اونکو عجیبہ عنایت فرمایا اور لوگون کے دلون مین اونکی محبت ڈالی یہان تک کہ آپکی
شہرت و جاہ پھیلگئی اور اوسوقت نعمت کم تھی جب لوگ اونکو ایذا دیتے تھے اور مارتے تھے
یہان تک کہ نوبت ہجرت کی پہونچی بلکہ نعمت دونوں وقتوں مین یکسان تھی مگران احوال مین
کچھ حکمتین اور تھیں۔ اب باقی رہا عمدہ ہونا نسب کا اور شرف خاندان سو یہ بھی نعمت ہے
چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ الائمۃ من قریش یعنی سردار قریش مین سے ہین اور یہی وجہ ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی آدم کے اشرف خاندان مین سے ہوئے اور آپنے فرمایا کہ
اپنے نطفون کے لیے اچھی جگہ پسند کیا کرو اور فرمایا کہ ایاکم وخضراء الدمن یعنی اپنے آپکو
گھورے کے سبزے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ نجاست کے سبزے سے کیا مراد ہے
آپنے فرمایا کہ جو خوبصورت عورت خسیس گھرانے کی ہو اس سے معلوم ہوا کہ شرف خاندان بھی ایک
نعمت ہے اور ہماری غرض خاندانی ہونے سے یہ نہین کہ ایسے شخصون سے اوسکا نسب ہو
جو ظالم اور دنیا دار ہوں بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرہ
مین ملتا ہو یا ائمہ علما اور صلحا جو علم و عمل مین معروف تھے اونسے ملتا ہو۔ اب اگر یہ کہو کہ
فضائل بدنی کی کیا حاجت پڑتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اونکی بھی بہت حاجت ہے
مثلاً صحت اور قوت اور طول عمر کی نہایت ضرورت ہے کیونکہ علم و عمل انھین سے تمام ہوتا ہے
اور اسیوجہ سے حدیث شریف مین ہے کہ افضل سعادات یہ ہے کہ آدمی طاعت الٰہی مین دیر تک
زندہ رہے لیکن جمال مین البتہ دراوقت ہے کہ وہ بھی نعمت ہے یا نہین کیونکہ اوسمین یہ کہہ
سکتے ہین کہ بدن کا سالم ہونا امراض سے کافی ہے کہ مرض کے باعث خیرات نہین کرنے پاتا
الا تامل معلوم ہوتا ہے کہ ہرچند جمال کیطرف حاجت چندان نہین مگر اوسکے بہتر ہونے مین
کچھ شک نہین دنیا مین تو اوسکا نفع ظاہر ہے چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہین شعر

ہر کجا پائے نہد دست بدارندش پیش		گفت خاموشی ہر آنکس کہ جمالے دارد

اور آخرت مین بھی دو وجہ سے نافع ہے اول تو یہ کہ بدصورت کو لوگ برا کہتے ہین اور
طبیعتوں کو اوس سے نفرت ہوتی ہے بخلاف خوبصورت کے کہ اوسکی حاجت جلد پوری
کیجاتی ہے اور دلون مین اوسکی جگہ بھی زیادہ ہوتی ہے اس نظر سے گویا جمال بھی مال و
جاہ کے مانند ایک آلہ اور ذریعہ مقصود تک پہونچنے کا ہے اسلیے کہ اوسمین ایک طرح کی
قدرت پائی جاتی ہے کہ خوبصورت اپنی حاجات پوری کرنے مین بنسبت بدصورت کے

زیادہ قادر ہے اور جو چیز کہ حاجات دنیاوی کے لیے معین ہوتی ہے وہ آخرت کے لیے بھی معین ہوتی ہے یعنی بذریعہ حاجات دنیاوی آخرت پر بھی مددگاری ممکن ہے دوسرے یہ کہ خوبصورتی سے اکثر نفس کی فضیلت پائی جاتی ہے کیونکہ جب نفس کا نور خوب چمکتا ہے تو اوسکا اثر بدن پر آجاتا ہے اکثر ظاہر و باطن ایک دوسرے کے موافق ہی ہوتے ہیں اسیواسطے اصحاب فراست نفس کی بزرگیاں معلوم کرنے کے لیے بدن کی ہیئت کا اعتبار کیا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ چہرہ اور آنکھ آدمی کے باطن کا آئینہ ہیکہ اوس سے حال باطن کا کھل جاتا ہے اسلیے جو حال آدمی کے اندر ہوتا ہے اوسکا اثر چہرے اور آنکھ پر آجاتا ہے مثلاً غصہ اور سرور اور غم اگر جمین ہوتا ہے تو اوسکا اثر آنکھ اور چہرے پر معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ طلاقت وجہ یعنی کشادہ پیشانی ہونے کو عنوان نفس کی اچھے ہونے کا کہا کرتے ہین اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مین جتنے بدصورت ہین اونکے لیے یہی کافی ہے کہ صورت بد جالش میرس۔ روایت ہے کہ ایکبار خلیفہ مامون نے کچھ امیدوار فوج مین بھرتی کرنے کو سامنے بلائے ایک بدصورت بھی اونمین تھا اوس سے جو خلیفہ نے گفتگو کی تو معلوم ہوا کہ زبان مین لکنت کھتا ہے اوسکا نام فہرست سے خارج کیا اور کہا کہ اگر روح کی چمک آدمی کے ظاہر بدن پر ہوتی ہے تو خوبصورتی حاصل ہوتی ہے اور اگر باطن پر ہوتی ہے تو فصاحت کا موجب ہوتی ہے اس شخص کا نہ ظاہر ہی کچھ ہے نہ باطن اور حدیث شریف مین ہے کہ اُطْلُبُوا الْخَیْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْہِ اور حضرت عمر رضی فرماتے ہین کہ جب تم قاصد کہین کو بھیجو تو خوبصورت اور اچھے نام کا تلاش کیا کرو۔ اور فقہا کتب فقہیہ مین لکھتے ہین کہ جب نمازیون کے درجات ہر ایک چیز مین مساوی ہون تو امامت کے واسطے بہتر وہ ہے جو زیادہ خوبصورت ہو اور اللہ تعالی نے خوبصورتی پر احسان جتا کر ارشاد فرمایا ہے کہ زَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور یہ روایت خود مشہور ہے اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ یعنی اللہ تعالی خود بھی اچھا ہے اور خوبی ہی اوسکو محبوب ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری غرض جمال سے وہ جمال نہین جو محرک شہوت ہو اوسطرح کا جمال مونث کا ہوتا ہے بلکہ جمال سے یہ غرض ہے کہ آدمی میانہ قد راست قامت گوشت مین معتدل اعضا متناسب چہرہ کا اچھا ہو کہ لوگون کو اوسکی طرف دیکھنے سے نفرت نہو۔ اب یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ تقریر مذکورہ بالا سے مال اور جاہ اور نسب اور اہل اور اولاد سب نعمت مین داخل معلوم ہوتی ہین حالانکہ خدای تعالی نے مال وجاہ کی مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْہُمْ اور فرمایا اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان دونون کی

مذمت فرمائی ہے اور علما بھی انکو برا کہتے چلے آئے ہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نسب کی
مذمت میں فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے اعمال نیک کی اولاد ہیں اور ہر ایک انسان کی قیمت وہی چیز ہے
جو اوسکو اچھا کرے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ آدمی اپنی ذات سے ہوتا ہے نہ اپنے باپ سے
حب مال و جاہ و نسب کا یہ حال ہے تو یہ چیزیں نعمت کیسے ہوئیں اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص
علوم کو الفاظ منقول اور رایوں سے اور روایات عامہ مخصوص البعض سے حاصل کرتا ہے اوسپر وہم
گمراہی غالب رہتی ہے جب تک کہ نور الٰہی سے ہدایت پاکر ان علوم کو اصل ماہیت پر حاصل
نہ کرے اور جب انکی حقیقت معلوم ہو جاوے تو نقل کو اوسکے مطابق خواہ تاویل سے کر لے
یا تخصیص سے اب یہاں جو ہم دیکھتے ہیں تو ان چیزوں کو نعمت ہونے اور آخرت میں معین ہونے میں
کچھ انکار نہیں ہو سکتا لیکن اسمیں فتنے اور خوف بہت ہیں مثلاً مال کو ایک سانپ تصور کرنا
چاہیے جسمیں تریاق نافع اور زہر قاتل دونوں ہیں اب اگر اوسکو کوئی منتر والا پکڑیگا جو زہر سے
بچنے کی ترکیب اور تریاق نکالنے کی تدبیر سے ماہر ہے تو اوسکے لیے سانپ پکڑنا نعمت ہے
لیکن اگر گنوار مغرور اوسکو پکڑ لیگا تو اوسکے حق میں مصیبت ہے یا مال کو ایک سمندر فرض کرو
جسکی تہ میں اقسام جواہر اور موتی ہیں تو جو شخص فن شناوری اور غوطہ زنی میں یکتا ہوگا اور
سمندر کی اور آفات بچنے کی گھاتیں جانتا ہوگا اوسکو سمندر کی نعمتیں ملینگی اور اگر ہر ایک
امر سے ناواقف ہے تو بیشک ہلاک ہو جاویگا جب اسمیں نعمتوں کا وجود یقینا ہے تو اسیواسطے
اللہ تعالیٰ نے مال کی تعریف کی اور اوسکو خیر کی لفظ سے تعبیر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی اسکی تعریف کی چنانچہ حدیث مذکورہ بالا میں گذرا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف کیواسطے مال
بہت عمدہ مددگار ہے اسیطرح جاہ و عزت کی بھی خداوند تعالیٰ نے مدح کی کہ اوسکے باعث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کیا یعنی اوسکو سب دینوں پر غالب کر دیا اور خلق کے دلوں مین
اوسکو محبوب فرمایا اور یہی غرض جاہ سے بھی ہوتی ہے ہاں اتنی بات ہے کہ ان دونوں کی مدح
تھوڑی سی ہے اور مذمت بہت سی اور جہاں برائی ریا کی ہے وہ بھی جاہ کی برائی ہے اسلیے
کہ ریا کا مقصود دلوں کا اپنی طرف کھینچنا ہے اور جاہ کا مقصود دلوں کا مالک ہونا دونوں ایک ہی
ہیں۔ اور وجہ مدح کی کمی اور ذم کی کثرت کی یہ ہے کہ اکثر آدمی مال کے سانپ کا منتر نہیں جانتے
اور جاہ کے سمندر میں غوطہ لگانے سے ناواقف ہیں اسلیے اونکو اس سے ڈرانا ضرور ہوا کیونکہ
اونکو تریاق ملنے سے پہلے ہی زہر مال کا چڑھ جاتا ہے اور جاہ کے مروارید پر اطلاع ہی نہیں

ہونے پاتی کہ اوسکی موج برباد کر دیتی ہے۔ اور اگر بالفرض عاد تہ بذات خود ہر ایک شخص کے حق مین بُرے ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ساتھ جاہ عنایت نہوتا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت ملتی بلکہ بات وہی ہے کہ اور لوگ مثل لڑکون کے ہین اور انبیا علیہم السلام اور عارفین منتر دان ہین جس چیز سے لڑکون کو ضرر ہوتا ہے منتر والون کو نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک منتر دان کا ایک محبوب لڑکا ہے جسکی صلاح اور زندگی اوسکو منظور ہے اوسنے ایک سانپ دیکھا اور جانا کہ اگر مین اس سانپ کو تریاق کے لیے پکڑونگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور جہان سانپ دیکھے گا کھیل کیواسطے پکڑ لیگا اور ہلاک ہو جاویگا تو یہان اوسکو دو غرضین پیش ہوتی ہین ایک سانپ مین سے تریاق نکالنا دوسرے لڑکے کی حفاظت تو اوسکو چاہیے کہ ان دونون غرضون کو مقابلہ کرے اگر یہ سمجھے کہ تریاق نہ ملنے سے مجھے چندان ضرر نہوگا لیکن اگر سانپ کو پکڑونگا تو یہ لڑکا ضرور میری دیکھا دیکھی پکڑیگا اور اسکے ہلاک ہونے سے میرا نقصان ہوگا تو اس صورت مین اوسکو واجب ہے کہ جب سانپ نظر آوے اوسکے پاس سے بھاگے اور لڑکے کو بھی اوسکے پاس سے بھگاوے اور اوسکی بُرائی اوسکے سامنے بیان کرے کہ خبردار اسکے گرد نہ پھرنا اسمین ایسا زہر ہوتا ہے کہ اوس سے کوئی نہین بچتا اور اوس سے ہرگز تریاق کا ذکر نہ کرے کہ اسمین تریاق نافع بھی نکلتا ہی کیونکہ مبادا وہ بدون وقفیت کامل اوسپر جرأت کر بیٹھے اور تباہ ہو جاوے۔ اسیطرح غوطہ خور اگر سمندر مین غوطہ لگانا چاہے اور اوسکا لڑکا موجود ہو اور تصور کرے کہ اگر مین غوطہ لگاؤنگا تو یہ لڑکا بھی میری پیروی کریگا اور ڈوب جاویگا تو اوسکو چاہیے کہ لڑکے کو سمندر اور دریا کے کنارے سے ڈراوے کہ انکے پاس آنا اچھا نہین یہان آدمی کا پتہ نہین لگتا اور اگر صرف کہنے سے لڑکا باز نہ رہے بلکہ اپنے باپ کو کنارے پر دیکھکر خود بھی اوسی سیر کرے تو باپ پر واجب ہے کہ جب لڑکا ساتھ ہو کبھی کنارے پر نجاوے اور اوس سے دور دور رہے۔ اور چونکہ امت بھی انبیا علیہم السلام کی کنار شفقت مین مثل ناواقف لڑکون کے ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اسلیے جوش شفقت پدری اسی بات کا مقتضی ہے کہ ہلاک ہونے کی جگہ سے ان ناواقفون کو بچائیے جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے انکم تتہافتون علے النار تہافت الفراش وانا اخذ بحجزکم یعنی تم آگ پر پروانون کیطرح گرتے ہو اور مین تمہاری کمرین پکڑتا ہون شعر چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان اور ازانجا کہ انبیا علیہم السلام کا بڑا مقصد اپنی اولاد یعنی امت کا بچانا ہی تھا اور اسلیے مبعوث

لگی ہوئے تھے اور مال میں اونکو بجز قوت کے اور کوئی غرض نہ تھی اسیلیے صرف بقدر قوت کے
مال پر کفایت کی اور جو بچا اوسکو اپنے پاس رکھا بلکہ دے ڈالا کیونکہ دے ڈالنا ہی اوسکا تریاق ہے
اور روکنا اوسکا سم قاتل ہے اگر لوگوں کیواسطے کسب مال کی اجازت دیجاتی اور اوسکے
راغب کیے جاتے تو ہلاک کے زہر کیطرف متوجہ ہوتے اور خرچ کرنے کے زہر مہرے پر دھیان
نہ دھرتے اسیلیے مال کی مذمت کی گئی اور اوس مذمت سے مقصود یہی ہے کہ اوسکا روکنا
اور اوسکے زیادہ ہونے کی حرص کرنی بری بات ہے کہ اوس سے دنیا کی رغبت اور اوسکے
لذات کا میل پایا جاتا ہے اور بقدر کفایت مال کا لینا اور باقی کو خیرات میں خرچ کرنا تریاق ہے
ہر مسافر پر ضرور ہے کہ سفر میں بقدر زاد ہی اپنے ساتھ لے بشرطیکہ اس امر کا ارادہ پختہ ہو
کہ اوسمیں سے اور کسیکے صرف میں آوے مگر جس صورت میں کہ اوسکو دوسروں کا کھلانا اور رفقا پر
صرف کرنا منظور ہے تو زیادہ زاد سے لینا بھی کچھ مضائقہ نہیں اور یہ جو حدیث شریف میں
مذکور ہے کہ لیکن بلاغ احدکم من الدنیا کزاد الراکب اوسکے یہی معنی ہیں کہ صرف اپنے نفسوں کے
لیے اسقدر چاہیے ورنہ اسی حدیث کے راویوں میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ حدیث مذکور پر
عمل بھی کرتے تھے اور ایک جگہ میں لاکھ درم لیتے اور اوسی جگہ دے ڈالتے اور ایک کوڑی نہ بچاتے
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ تونگر آدمی جنت میں دشواری سے جاوینگے
تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رض نے آپ سے اجازت چاہی کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب
دے ڈالتا ہوں آپنے اونکو اجازت دیدی اوسیوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام اوترے
اور فرمایا کہ اونکو حکم فرمائیے کہ کھانا کھلا دیں اور ننگوں کو کپڑا دیں اور مہمان کی خدمت کریں
حاصل یہ کہ دنیا کی نعمتوں میں دوا کے ساتھ مرض اور تریاق کے ساتھ زہر ملا ہوا ہے پس جس شخص کو
اپنی بصیرت اور کمال معرفت پر اعتماد ہو اوسکو چاہیے کہ دنیا کے پاس اسی طرح جاوے کہ دوا
حاصل کرے اور اوسکے مرض سے بچا رہے اور جسکو اعتماد نہ ہو اوسکو دنیا سے علیحدہ رہنا اور گریز
کرنا ہی لازم ہے کہ نہایت محل خوف ہے سلامت رہنا بہت عمدہ بات ہے بموجب مثل
مشہور تندرستی ہزار نعمت ہے ایسے لوگوں کے حق میں سلامتی کے برابر کوئی چیز نہیں اور تمام
لوگ ایسے ہی ہیں صرف وہ لوگ جنکو خدای تعالی بچاوے اور ایسے طریق کی راہ بتاوے
وہ البتہ ارباب بصیرت ہیں — اب چوتھی قسم کی نعمتوں یعنی توفیقی نعمتوں کا حال بیان کیا جاتا ہے
اور اونکی طرف حاجت کسطرح ہے — یہ امر ظاہر ہے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جسکو توفیق کی

حاجت نہو اور توفیق کے معنی یہ ہین کہ بندے کے ارادہ و قضا و قدر الٰہی مین تالیف اور ربط کا ہونا اور اسمین خیر اور شر دونون شامل ہین او سعادت و شقاوت دونون داخل مگر عادت یہ ہو گئی ہے کہ توفیق خاص اوسیکو کہتے ہین جو قضا و قدر مین سے سعادت کے موافق ہو جسطرح کہ الحاد کہ لغت مین میل کو کہتے ہین مگر اصطلاح مین خاص اوس میلان کا نام ہے جو حق کیطرف سے باطل کیطرف ہو اور اسیطرح ارتداد کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اوسکے معنی بھی لغۃً پھرنے کے ہین مگر عادۃً امر حق سے پھر جانے کو کہتے ہین بہر حال توفیق کی حاجت ہونے مین کچھ شک نہین جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین **شعر** گر از حق نہ توفیق خیری رسد ؂ کی از بندہ خیرے بغیری رسد؂ اور ہدایت کا حال یہ ہے کہ اوسکے بدون کوئی شخص سعادت کا طالب نہین ہو سکتا اسواسطے کہ انسان کا ارادہ کبھی ایسی چیز کی طرف ہوا کرتا ہے جسمین اوسکی آخرت کی بہتری ہو لیکن جب بھی نجانتا ہو کہ میری صلاح و بہتری کس چیز مین ہے یہان تک کہ فساد کی شے کو بہتری کی چیز جانے تو صرف ارادے سے کیا نفع ہوگا غرضکہ ارادہ اور قدرت اور اسباب سے بدون ہدایت کے کچھ فائدہ نہین اور اسیواسطے اللہ جل شانہ نے فرمایا رَبُّنَا الَّذِیۡۤ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی اور فرمایا وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اور حدیث شریف مین ہے کہ مَا مِنۡ اَحَدٍ یَّدۡخُلُ الۡجَنَّۃَ اِلَّا بِرَحۡمَۃِ اللّٰہِ تعالٰی یعنی کوئی شخص جنت مین بدون خدای تعالی کی رحمت کے داخل نہوگا اسمین رحمت سے مراد ہدایت ہے اس حدیث کو سنکر لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی بدون رحمت داخل جنت نہون گے آپ نے فرمایا کہ مین بھی بدون رحمت نجاؤنگا اب یہ جاننا چاہیے کہ ہدایت کے تین درجے ہین پہلا درجہ طریق خیر و شر کا بتانا ہے جو اس آیت مین مراد ہے وَھَدَیۡنٰہُ النَّجۡدَیۡنِ یعنی ہمنے سوجھا دی اوسکو دو گھاٹیان اور یہ انعام خداوندی اوسکے سب بندون پر ہے بعضون کو اوسنے عقل ہی سے طریق خیر و شر بتا دیا اور بعضون کو انبیا علیہم السلام کی زبان سے چنانچہ فرمایا وَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَھَدَیۡنٰھُمۡ فَاسۡتَحَبُّوا الۡعَمٰی عَلَی الۡھُدٰی غرضکہ اسباب اس ہدایت کے کتب الٰہی اور انبیا علیہم السلام اور بینائی عقول ہین اور اسنے کسیکو روک نہین رکھا وہی شخص رکتا ہے جسکو حسد اور کبر اور دنیا کی محبت اور ایسے لوازم جنسے دل اندھے ہو جاوین گو آنکھین نہ پھوٹین موجود ہون انمین سے عادتاً اور کسی چیز سے مانوس ہونا اور اوسکو اچھا جاننا ہے جو اس آیت مین مراد ہے اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِھِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ اور کبر و حسد کو ان آیات مین ارشاد فرمایا وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡیَتَیۡنِ عَظِیۡمٍ

اور اکثر اَعْمَاهُ وَاَصَمَّهُ یہ باتیں دل کو اندھا کر دیتی ہیں اور اسی وجہ سے راہ نہیں دیتیں
دوسرا درجہ ہدایت کا جو اس ہدایت عام کے بعد ہے یہ ہے کہ خداوند کریم اوسکے ساتھ مدد کی
ہر حال میں کرتا رہتا ہے اور نتیجہ مجاہدے کا یہ ہدایت ہوتی ہے جو اس ہدایت میں مذکور ہے
وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور اس میں بھی یہی مراد ہے وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی
تیسرا رتبہ ہدایت کا دوسرے کے بعد ہے اور وہ ایک نور ہے جو کمال ہدایت کے بعد عالم نبوت
اور ولایت میں چمکتا ہے اوسکے باعث آدمی کو وہ باتیں سوجھتی ہیں جو عقل سے نہیں معلوم ہوتیں
جس پر مدار اوامر و نواہی الٰہی اور امکان تحصیل علوم کا ہے اس ہدایت کا نام ہدایت مطلق ہے
اور اسکے سوا اور ہدایتیں اسکے مقدمات اور حجب ہیں یہی درجہ وہ ہے جسکو خدای تعالیٰ نے
اپنی طرف منسوب فرمایا اگرچہ سب اوسی کی طرف سے ہیں چنانچہ فرمایا قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی
اور اسیکا نام حیات ہے جو اس آیت میں مذکور ہے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا
یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ
مِّنْ رَّبِّهٖ اور رشد سے ہماری غرض وہ عنایت الٰہی ہے جو انسان کو اپنے مقصد کیطرف متوجہ ہونے کے
وقت مدد کرتی ہے یعنی اگر مقاصد مذکورہ میں اوسکی بہتری ہوتی ہے تو اوسکو قوت دیتی ہے اور
اگر اوسکے حق میں برائی ہوتی ہے تو اوسکو سست کر دیتی ہے اور یہ بات باطن سے ہوتی ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰهِیْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِیْنَ حاصل یہ کہ رشد اوس
ہدایت کو کہتے ہیں جو سعادت کیطرف کو باعث اور محرک ہو مثلاً کوئی لڑکا اگر ایسے حال میں بالغ ہو
کہ مال کی حفاظت اور تجارت کے طریقے اور مال کے زیادہ کرنے کی تدبیروں سے واقف ہو
مگر باوجود اسکے اسراف کرے اور قصد مال کے بڑھانے کا نہ کرے تو اوسکو رشید نہ کہینگے حالانکہ
وہ طریق خیر و شر جانتا ہے مگر چونکہ اوسکی ہدایت ناقص ہے کہ اوسکے ارادے کو محرک نہوئی
اس جہت سے رشید نہوا اسیطرح جو شخص کسی مضر چیز پر عمداً جرأت کرے تو اوسکو ہدایت تو
عنایت ہوئی اور جاہل سے تمیز بھی حاصل ہوئی جو مطلق اوسکے ضرر کو نہ جانتا ہو لیکن رشد
عنایت نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ صرف اعمال کے طرق پر ہدایت ہونے کی نسبت رشد میں
زیادہ کمال ہے اور یہ نعمت بھی بڑی ہے۔ اور تسدید سے یہ غرض ہے کہ بندے کی حرکات کو
مطلوب کی طرف متوجہ کر دیا اور اون حرکات کا اوسپر آسان کر دیا تا کہ بہت جلد مراد اوسکی
طرح پختہ ہو جائے پس صرف اکیلے ہدایت سے کام نہیں چلتا اور حاجت تسدید کی جو محرک ارادے

باقی رہتی ہے اسیطرح رشد بھی کافی نہین اسمین ضرور ہے کہ حرکات کی آسانی بذریعہ مساعدت اعضا اور آلات کے ہوتی ہے یہان تک کہ مراد پوری ہو غرضکہ صرف بتلا دینا اور شناخت کرا دینا تو ہدایت ہے اور ارادے کو حرکت کیواسطے متنبہ اور بیدار کرنا رشد ہے اور درستی کیطرف اعضا کی حرکت کو مدد دینی تسدید ہے۔ رہی تائید اوسکو گویا سب کی جامع سمجھنا چاہیے یعنی اوسکے معنی یہ ہین کہ بندے کے کام مین اندر سے تو بصیرت کے باعث قوت دینی اور باہر سے بباعث موافقت اسباب و لوازم کی اعانت کرنی اور اس آیت مین یہی مراد ہے اِذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اور تائید کے قریب قریب عصمت ہے جسکے یہ معنی ہین کہ آدمی کے دل مین وہ عنایت پروردگار ہو جسکے باعث آدمی خیر پر جرأت اور شر سے احتراز کرنے پر قادر ہو گویا کوئی اندر روکنے والا موجود ہے کہ معلوم نہین ہوتا اور اسیکو برہان کے لفظ سے خداے تعالی نے مذکور فرمایا چنانچہ ارشاد ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ یہ ہین نعمتین کلی طور پر اور یہ سب انسان مین جب جمع ہوتی ہین جبکہ اللہ تعالی فہم صاف اور تیز اور گوش حق نیوش اور دل بصیرت منزل تواضع گزین مراعات گزین اور اوستاد خیر خواہ اور مال مین سے اوسقدر کہ نہ کمی کے باعث مہمات و ضروریات ہی سے قاصر ہو نہ کثرت کی جہت سے مانع اشغال دینی ہو اور وہ عزت جس سے کہ احمقون کی جہالت اور اعدا کے ظلم سے بچا رہے عنایت فرماتا ہے اور ان سولہ اسباب مین سے ہر ایک چیز بہت سے اسباب چاہتی ہے پھر ان اسباب کے اور اسباب چاہئین یہان تک کہ یہ سلسلہ مسبب الاسباب پر ختم ہو اور از انجا کہ وہ اسباب بہت طول طویل ہین کہ اس جیسی کتاب مین اوسکا پورا بیان کرنا ممکن نہین اسلیے ہم نمونہ کے طور پر کچھہ لکھے دیتے ہین تاکہ اس سے اس آیت کے معنی سمجھہ مین آجاوین

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا

دوسرا بیان اس بات کے نمونہ مین کہ خداے تعالی کی نعمتین بہت اور بسلسل خارج حد شمار سے ہین واضح ہو کہ ہمنے تمام نعمتون کو سولہ قسمون مین جمع کیا ہے اور تندرستی منجملہ اونکے ایک نعمت ہے جو پچھلے مرتبہ مین واقع ہے اگر اسیکے اسباب جنسے یہ نعمت پوری ہوتی ہے ہم بالکل لکھا چاہین تو یہ ممکن نہین مگر اسباب صحت مین سے ایک کھانا بھی ہے اوسکے وہ لوازم جنسے کھانے کی نعمت پوری ہوتی ہے کچھہ تھوڑے سے لکھے دیتے ہین تاکہ مشتے نمونہ از خروارے ہو یہ تو معلوم ہی ہے کہ کھانا ایک فعل ہے اور جو فعل اس قسم کا ہے وہ حرکت ہے اور ہر ایک



حرکت کے لیے ایک جسم بھی ضرور ہے جو آلہ حرکت ہے اور اوسکو حرکت پر قدرت اور ارادہ
بھی شرط ہے اور اپنی مراد کا علم و ادراک بھی چاہیے پھر کھانے کے لیے غذا ضروری ہے
اور غذا کے لیے کوئی چیز ایسی چاہیے جس سے غذا حاصل ہو اور اوسکا کوئی بنانے والا چاہیے
جو غذا کو درست کر دے ہمیں لحاظ اول ہم اسباب ادراک بیان کرینگے پھر اسباب ارادہ پھر
اسباب قدرت پھر اسباب غذا اور ان چارون کو اشارۃً اور مجملاً بیان کرتے ہین مفصل
طور پر اور چونکہ اس باب مین چند چیزون کا ذکر ہے لہذا اسکے آٹھ نکتے مقرر کیے گئے

نکتہ اول اون نعمتون کا ذکر جو اسباب ادراک کے پیدا کرنے مین خدای تعالی نے رکھی ہین
جاننا چاہیے کہ خدای تعالی نے نباتات کو پتھر اور ڈھیلے اور لوہے اور تانبے اور تمام جواہر
جو بڑھتے اور کھاتے نہیں وجود مین کامل تر بنایا ہے باین طور کہ نباتات مین ایک ایسی قوت رکھی ہے
جس سے وہ غذا اپنی طرف کھینچتے ہین اور یہ قوت اونکی رگون اور جڑ مین ہوتی ہے جو زمین مین
رہتی ہین اور اوسکے لیے یہ رگ و ریشہ آلات ہین کہ انھین کے ذریعے سے غذا کو جذب
کرتی ہیں اور یہ رگیں اول باریک ہوتی ہین جو پتون پر سوجھتی ہین پھر اونکی جڑین موٹی ہوکر
پھیلنے لگتی ہین کہ موٹیون مین سے اور پتلی رگین متفرع ہوتی ہین اور اونمین سے اور پتلی
یہان تک کہ پتلی ہوتے ہوتے اجزا مین نظر سے غائب ہوجاتی ہین۔ اور باوجودیکہ
نباتات کو یہ کمال ہے مگر پھر بھی وہ ناقص ہے اسلیے کہ اوسکی غذا اگر اوسکی جڑ مین نہ پہونچے گی
اور اوس کی رگون سے متصل ہوگی تو سوکھ جاویگا اوسکو یہ قدرت نہین کہ غذا دوسری جگہ سے
تلاش کرے کیونکہ تلاش کے لیے دو چیزین چاہیین ایک مطلوب چیز کا جاننا دوسرے اوس تک جانا
اور نبات ان دونون باتون سے عاجز ہے تو یہ بھی ایک خدای تعالی کی نعمت ہے جو انسان
کے لیے ذریعہ معلوم کرنے کا اور آلات حرکت واسطے تلاش غذا کے پیدا کیے پھر ترتیب حواس
خمسہ مین بھی حکمت خدا نظر آتی ہے یہ سب حواس آلۂ ادراک ہین پہلا حاسہ لمس یعنی چھونے کا ہے
یہ اسواسطے پیدا کیا گیا ہے کہ جب آدمی پر آتش سوزان یا تیغ بران گرے تو اوسکے لگتے ہی معلوم
کرلے اور علیحدہ ہوجاوے اور یہ حس حیوان مین اول پیدا ہوتی ہے بدون اوسکے حیوان نہوگا
اور سب سے کمتر درجہ حس کا یہ ہے کہ جو چیز بدن سے چھو جاوے اوسکو معلوم کرلے کیونکہ دور کی چیز کا
معلوم کرنا حس کامل مین داخل ہے اور یہ حس ناقص ہر ایک حیوان مین ہوتی ہے یہان تک کہ کیچوے
مین بھی ہے کہ جب سوئی اوسکے بدن پر لگاؤ تو فوراً بچنے کے واسطے سکڑ جاوے گا اور

نباتات مین یہ بات نہین اوسکو اگر کاٹنے لگو تب بھی نہین سرکتا اسواسطے کہ اوسکو کاٹنے کی خبر نہین ہوتی - پھر اگر آدمی مین یہی قوت لامسہ ہوتی تو یہ بھی کیڑے کیطرح ناقص ہوتا کہ دور سے غذا کی تلاش نہ کر سکتا بلکہ جو چیز بدن کو لگتی اوسیکو اپنی طرف کھینچ لیتا اسلیے حاجت ایسی حس کی بھی ہوئی جس سے دور کی چیز معلوم ہو اوسکے لیے خدا ہی تعالی نے قوت شامہ پیدا کی کہ اوسکے ذریعے سے آدمی کو بو معلوم ہوتی ہے مگر بو سے یہ نہین معلوم ہو سکتا کہ کسطرف سے آئی اگر انسان بو ہی پر رہتا تو چارون طرف پھرا کرتا جب تک کہ بو دار چیز کو پاس نہ پہونچ جاتا جب بھی ناقص ہی رہتا اسکے واسطے بینائی پیدا کی کہ دور کی چیز کی جہت بھی معلوم ہو جاوے تاکہ اوسیطرف کو حرکت کرے اور اگر صرف آنکھ ہی ہوتی جب بھی نقصان تھا کیونکہ دیوارون اور پردے کے پیچھے کی چیز معلوم نہوتی وہ غذا کہ جسمین کوئی آڑ حائل نہوتی وہی سوجھا کرتی ایسے ہی دشمن جو آنکھ کے سامنے ہوتا نظر آیا کرتا لیکن اگر اوجھل ہوتا تو نہ سوجھتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ دشمن کے نزدیک پہونچنے تک اطلاع نہوتی اور اوسوقت بھاگ نہ سکتا اسکے لیے کان پیدا کیے اور قوت شنوائی عنایت کی جس سے دیوارون اور پردے کے پیچھے کی آواز سنے کیونکہ آنکھ سے تو سامنے کی چیز معلوم ہو سکتی ہے اور غائب کا حال بدون کلام و آواز حرکت کے جو قوت سامعہ سے معلوم ہوتی ہے اور اک نہین ہو سکتا اسیلیے قوت سامعہ پیدا ہوئی اور کلام کے سمجھنے کی قوت بھی وہی کہی جسکی باعث اور حیوانات سے تمیز ہو گئی اور یہ سب حواس بھی کافی نہوتے اگر قوت ذائقہ نہوتی کیونکہ غذا کے ملنے کے بعد آدمی کو کیا معلوم ہوتا کہ یہ موافق ہے ناموافق کہ کھاتے ہی مر جاویگا جیسے درخت کا حال ہوتا ہے کہ جو چیز سیال اوسکی جڑ مین پہونچتی ہے اوسکو کھینچ لیتا ہے حالانکہ بعض اشیا مضر ہوتی ہین اور اونکے باعث سے سوکھ جاتا ہے پھر اگر یہی حواس ہوتے تب بھی نقصان رہتا اگر ایک اور ادراک دماغ کے اگلے حصے مین پیدا نہوتا جسکو حس مشترک کہتے ہین جسکو وسیلے سے ان حواس کے محسوسات جمع رہتے ہین اگر حس مشترک نہوتی تو آدمی بڑی دقت مین پڑتا مثلاً جب کوئی چیز زرد رنگ کی کڑوی کھاتا اور اوسکو ناموافق طبیعت پاکر چھوڑ دیتا تو جب دوبارہ اوس چیز کو دیکھتا تو نہ پہچانتا کہ یہ مضر ہے جب تک کہ دوبارہ نہ چکھتا کیونکہ آنکھ سے زردی سوجھتی ہے تلخی نہین معلوم ہوتی اور ذائقہ سے تلخی معلوم ہوتی ہے زردی نہین سوجھتی تو ضرور ہوا کہ ایک ایسی قوت بھی ہو جس سے زردی اور تلخی دونوں جمع رہین

یہاں تک کہ جب وہ چیز نظر آوے تو وہ قوت حکم کردے کہ یہ گندہ ہے اور دوسری دفعہ
کہانے کی نوبت نہ آوے اور یہ سب حواس مع حس مشترک انسان میں جیسے پائے جاتے ہیں
حیوانات میں بھی ہیں مثلاً بکری میں یہ سب چیزیں موجود ہیں پس اگر انسان کے لیے یہی ہوتے
تب بھی ناقص تہا جیسے حیوانات ہیں کہ حیلے سے گرفتار ہو سکتے ہیں پھر اونکو اپنی حیلہ
و دفع کی قوت نہیں کہ کسی تدبیر سے قید سے آزاد ہو جاویں اور بعض اوقات کنوئیں میں گر پڑتے
ہیں اور اونکو یہ نہیں معلوم کہ اس میں گرنے سے مرجاوینگے اور بعض وقت چوپایہ کبھی ایسی چیز کہا جاتا
ہے اوسکو فی الحال مزہ دار معلوم ہوا اور آیندہ کو مضر پڑے تو کہاتے ہی بیمار ہوکر مرجاتا ہے کیونکہ
اوسکو عاقبت کا ادراک نہیں انجام کا سوچنا اوسکو حاصل نہیں اور انسان کو خدای تعالی نے ایک
صفت سے ممتاز کیا جو سب میں اشرف و افضل ہے اوسکو عقل کہتے ہیں اس سے انسان نفع
اور ضرر پہچانتا ہے اور انجام کو جو مضر پڑے وہ معلوم کرتا ہے پہر کہانا اور اوسکو کرنا
اور اوسکے سامان مہیا کرنے یہ سب باتیں عقل سے ہوتی ہیں تو درحقیقت غذا کے باب میں جو مصلحت
آدمی کی تندرستی کی ہے عقل اوسکی نافع ہے حالانکہ یہ فائدہ عقل کا نہایت ردی ہے اور ایک اور
حکمت سب سے بڑی حکمت عقل میں خدای تعالی کی معرفت اور اوسکے افعال کا جاننا اور عالم میں
اوسکی حکمت کو پہچاننا ہے اس صورت میں فائدہ حواس کا اور کا اور ہو جاتا ہے یعنی حواس خمسہ
آدمی کے حق میں مثل جاسوسوں اور مخبروں کے ہو جاتے ہیں جو سلطنت کے اطراف میں
بادشاہوں کی طرف سے مقرر رہتے ہیں اور انمیں سے ہر ایک کو ایک خاص کام سپرد ہو جاتا ہے
مثلاً آنکھ کو رنگوں کی خبر اور کان کو آوازوں کی خبر اور ناک کو خوشبو کی خبر اور ذائقے کو غذا کی
خبر اور لامسہ کو سردی گرمی اور سختی و نرمی اور ہمواری و ناہمواری کی خبر متعین ہو جاتی ہے اور
یہ حواس تمام ممالکات میں سے خبریں لیکر حس مشترک کو حوالہ کرتے ہیں جو دماغ کے پہلے حصہ میں
بیٹھی ہوتی ہے جیسے پرچہ نویس اور عرض بیگی بادشاہوں کی ڈیوڑھی پر رہتے ہیں کہ جو کچھ
اطراف سلطنت میں سے کاغذات یا اخبار آتے ہیں اونکو بجنسہ بادشاہ کے حضور میں پہنچا دیتے
ہیں زیادہ اونکو اختیار نہیں فقط اتنے ہی واسطے ہیں کہ جو ان سے تو ان اخباروں کاغذات
سربمہر جمع کریں اور حفاظت سے بادشاہ کے پاس پہنچا دیں مگر اوسکے اندر کی حقیقت اونکو
کچھ نہیں معلوم ہوتی اسیطرح حس مشترک بھی تمام محسوسات حواس خمسہ کے دل کے پاس جو بمنزلہ
بادشاہ کے ہے پہنچا دیتی ہے اور وہ اگر عاقل ہوتا ہے تو اون اخبارات کی تفتیش کرتا ہے

اوسمین سے اسرار حکمت پر واقفت ہو کر احکام عجیبہ نافذ کرتا ہے جنکا بیان کامل یہان نہین ہو سکتا اور جس حکم و مصلحت کو وہ مناسب جانتا ہے اوسکے موافق اپنے لشکر یعنی اعضا کو جنبش دیتا ہے کبھی تلاش کے لیے اور کبھی گریز کے لیے اور کبھی اتمام تدبیرات کے لیے جو اوسکو پیش آتی رہتی ہین غرض کہ ادراک کی چیزون مین خدای تعالی کی نعمتون کا اسطرح انتظام ہے اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ ہمنے اسکا بیان پورا لکھا ہے اسلیے کہ اگر کامل بیان کیا جاوے تو دفتر کے دفتر چاہیین مثلاً حواس ظاہری انسان کے تھوڑے سے حواس ہین یعنی بالکل تھوڑے ہین انکے سوا اور بھی ہین جیسے حواس باطنی مثلاً اوران حواس مین ایک حس بینائی ہے اور اوسکے لیے آنکھ ایک آلہ ہے اور اوسمین اگر تامل کیا جاوے تو دس طبقات مختلف سے بنے ہوے ہین کہ بعضے اونمین سے رطوبات ہین اور بعض پردے ہین اوران پردون مین بعضے مکڑی کی سے جالے ہین اور بعضے رحم کی جھلی کیطرح کے ہین اور رطوبتون مین سے بعضے انڈے کی سفیدی کے مثل ہین اور بعض برف کے مانند اوران دسون طبقات مین سے ہر ایک کے لیے ایک صفت اور صورت اور عرض اور گولائی اور بناوٹ خاص ہے کہ اگر دس مین سے ایک مین بھی خلل آجاوے یا کسی صفت ہی مین قصور ہو جاوے تو بینائی مین ایسا قصور ہو جاوے کہ اطبا اور کحال سب اوسکے علاج سے عاجز ہو جاوین جب ایک حس مین یہ حال ہے تو قوت شنوائی یا دوسرے حواس کو اسی پر قیاس کرلینا چاہیے بلکہ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو حکمتین اور نعمتین آنکھ مین اور اوسکے طبقات مین رکھی ہین اونکا بیان بہت کتابون مین بھی نہین ہو سکتا حالانکہ سب کے سب بلکہ بدن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے پھر سارے بدن اور اعضا مین جو باتین ہین وہ کسطرح بیان ہو سکتی ہین حاصل یہ کہ ادراکات کی پیدائش مین جو خدای تعالی نے نعمتین رکھی ہین اونکے رموز یہ ہین جو بیان ہوے —

نکتہ دوم اون نعمتون کے اقسام مین جو ارادون کی پیدالیش مین خدای تعالی نے رکھی ہین واضح ہو کہ اگر آدمی مین بینائی ہوتی جس سے کہ دور کی غذا دیکھ لیا کرتا اور طبیعت مین میل اور رغبت اوسکی طرف پیدا نہوتی جس سے کہ حرکت اوس طرف کو ہوتی ہے تو بینائی بیکار ہوتی دیکھو بہت مریض ایسے ہوتے ہین کہ غذا کو دیکھتے ہین اور سب سے زیادہ نافع چیز یہی ہے مگر چونکہ رغبت اونکے دل مین نہین رہتی تو نہین کھاتے اونکی بینائی اس باب مین بیکار ہے اسلیے انسان کیواسطے ضرور ہوا کہ موافق چیز کیطرف رغبت ہو

جسکا نام شہوت ہے اور مخالف چیز سے نفرت ہو جسکو کراہت کہتے ہیں تاکہ شہوت کی باعث
سرگرم طلب ہو اور کراہت کے سبب مستعد گریز ہیں اللہ تعالی نے اوسمیں خواہش بنایا اگر کے
اوسکو اوسپر مسلط کر دیا کہ اشتہا کے تقاضے سے خواہ مخواہ کھانے کیطرف متوجہ ہوا اور غذا
کھا کر بندہ ہے اور اس بات میں حیوانات کو بھی انسان سے شرکت ہے مگر نباتات کو نہیں پھر
مقدار ضرورت کے کھانے کے بعد اگر یہ شہوت نہ ٹھہرا کرتی اور نوبت زیادتی کی ہوتی تو آدمی
مرجاتا جیسے کھیتی کہ جتنا پانی ڈالو کھینچتی چلی جاتی ہے یہان تک کہ بگڑ جاوے اوسکے واسطے
آدمی کی ضرورت ہے جو پانی کا اندازہ مقرر کرے اور حاجت کیوقت دلوے ورنہ روک دیوے
اس وقت کے دور کرنے کے لیے خداے تعالی نے آدمی میں نفرت پیدا کی کہ پیٹ بھرنے کے
بعد دل پھر جاوے اور غذا ترک کرے اور جسطرح کہ انسان کے لیے کھانے کی شہوت پیدا ہوئی
کہ اوسکے باعث کھاوے اور بدن سلامت رہے اسیطرح شہوت جماع بھی پیدا کی کہ اوسکے باعث نسل
قائم رہے اور اگر ہم خداے تعالی کی صنعت بیان کریں کہ رحم کو کیسے بنایا اور پیدایش حیض کی
اور مرکب ہونا بچے کا منی اور خون حیض سے اور کیفیت پیدایش خصیتیں کی اور خور رگین کہ اوسمیں
پشت کی اون ہڈیون سے گئی ہین جنمیں نطفہ رہتا ہے اور کیفیت عورت کی منی گرنے کی سینہ کی
رگون سے اور کیفیت رحم کے اندر کے سانچون کی جنمیں سے بعض مین جاکر نطفہ مرد بنجاتا ہے
اور بعض مین عورت اور کیفیت نطفہ کے تبدیل کی پھٹکے اور لوتھڑے اور ہڈی اور گوشت اور
خون مین اور کیفیت اوسکے اجزا کی تقسیم کی یعنی سر اور ہاتھ اور پاؤن اور پیٹ اور پیٹھ اور تمام اعضا کی
بیان کیجاوے تو ناظرین کو اپنی ابتداے پیدایش مین انواع واقسام کے عجائب الہی معلوم کرکے
نہایت تعجب ہوگا کہ جسے کتنے سنکر بھی تعجب کرین لیکن چونکہ ہمکو صرف نعمتین کھانے کی بیان
کرنی منظور ہین اسلیے طول کلام کو ترک کرکے اوسی پر اکتفا کرتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ خواہش
طعام انسان مین منجملہ ارادون کے ہے اور صرف یہی کافی نہین اسلیے کہ اوسکے گرد چار طرف سے
مہلکات بھی تو لگے ہین پس اگر اسمین غضب پیدا کیا جاوے جس سے کہ مخالف اور ناموافق کو
اپنے اوپر سے دفع کرسکے تو سیکڑون آفات کا ہدف بنے گا اور جو غذا کہیں سے پیدا کرے گا
چھن جاویگی کیونکہ ہر ایک اوسکا خواہشمند ہے اسلیے ضرور ہوا کہ ارادہ دفع اور مقابلہ بھی آدمی
مین ہو جسکا نام غضب ہے۔ پھر شہوت و غضب سے بھی کام نہین نکلتا اسلیے کہ ان دونون کا فائدہ
کسی حال مین ہی ہے مآل مین کچھ کام نہین آتے اس لحاظ سے خداے تعالی نے

آدمی مین ایک اور ارادہ پیدا کیا جو عقل کے اشارے پر چلتا ہے جس سے کہ انجام سوچا جاتا ہے۔ اور شہوت و غضب کو حس کے ادراک کا محکوم بنایا جس سے حالت موجود معلوم ہوتی ہے غرضکہ اس ارادے کے باعث آدمی کو عقل سے نفع کامل ہوا اسلیے کہ صرف یہ جان لینا کہ شہوت مثلاً مضر ہے اوس سے بچنے کے لیے کافی نہین جب تک کہ اس معرفت کے موافق رغبت عمل نہو اور یہ ارادہ صرف انسان کو ملا ہے بہائم کو نہین ملا جیسے کہ انجامون کا سوچنا بھی انسانون ہی کو عنایت ہوا ہے اسمین انسان کا شرف منظور تھا اسی ارادے کا نام ہمنے باعث دینی رکھا ہے اور صبر کے بیان مین یہان سے زیادہ اوسکی تفصیل کی ہے

تیسرا نکتہ قدرت اور آلات حرکت کی پیدایش مین خداے تعالے کی نعمتون کا بیان جاننا چاہیے کہ حس سے صرف ادراک ہو جاتا ہے اور ارادہ سے خواہش طلب یا گریز کی ہوتی ہے مگر جب تک آلہ طلب یا گریز نہو تو ادراک و خواہش کو کیا کرے دیکھو مریض درماندہ دور کی چیز دیکھکر اوسکا مشتاق ہوتا ہے لیکن پانو نمین قوت نہونے سے اوس تک نہین جا سکتا یا بعض اوقات فالج وغیرہ مارتا ہے تو ہاتھ بیکار ہو جاتا ہے اگر چیز ملی بھی تو نہین کہا سکتا اسلیے ضرور ہوا کہ آدمی کے لیے آلات حرکت بھی ہون اور حرکت پر قدرت بھی ہو تا کہ مقتضاے شہوت کے بموجب حرکت کرنی طلب کہلاے اور کراہت کے باعث گریز اسی حکمت کے لیے خداے تعالی نے انسان و حیوان کو اعضا عنایت فرماے کہ جو ظاہر مین نظر آتے ہین اور اونکے اسرار معلوم نہین انمین سے بعض اعضا ایسے ہین جو طلب اور گریز دونون کے لیے ہین جیسے انسان و چوپایون کے لیے پانون اور پرندون کے لیے پر اور بعض دفع کے لیے ہین جیسے انسان کے ہتھیار اور حیوان کے سینگ اور اسباب مین حیوانات بہت مختلف ہین بعض جاندار ایسے ہین کہ اونکو دشمن بہت ہین اور غذا اونکی دور ہوتی ہے اسلیے اونکو تیز حرکت کی حاجت ہوتی ہے تو اونکے لیے پر عنایت ہوے کہ جلد اوڑ سکین اور بعض کو چار پانون عنایت ہوے بعض ایسے ہین کہ اونکے دو ہی پانو ہین بعضے زمین ہی پر رینگتے ہین اس اختلاف کا ذکر طول چاہتا ہے اسیوجہ سے ہم اون اعضا کا ذکر کرتے ہین جنسے کھانا پورا ہوتا ہے تا کہ اور اعضا کو بھی اونپر قیاس کر لیا جاے پس ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی دور سے کھانا دیکھے اور اوسکی طرف حرکت کرے تو صرف حرکت کافی نہوگی جب تک کہ اوسکو لے نہ لے اسلیے حاجت ایک پکڑنے کی چیز کی بھی ہوئی اسکے لیے خداے تعالی نے دو ہاتھ پیدا کیے جو لنبے اور چیزون



کیطرف پھیلتی ہوتی ہیں اور اونمیں بہت سے جوڑ ہیں تاکہ ہر طرف حرکت کر سکیں اور پھیلاکر
سکڑ سکیں گرتے ہوئے لکڑی کیطرح ہوں پھر ہاتھ کے سرے پر ہتیلی لگا کر اوسکو جوڑا کر دیا
اور ہتیلی کا سر پانچ جگہ اونگلیوں میں پھاٹ کر دیا اور اونگلیوں کی دو طرفین ایک طرف کو
انگوٹھا باقی کے چاروں پر گھومتا ہوا بنایا اگر سب اونگلیاں ایک جانب کو پاس کھڑی ہوتی ہوتیں
تو پورا مطلب نکلتا اسلیے اوسکو ایسی طرح پر رکھا کہ اگر آدمی پھیلاوے تو بیلچے کا کام دے اور اگر ملا کر
خم دیدے تو چمچہ ہوجاتا ہے اور اگر خوب بند کرلے تو مارنے کا آلہ یعنی گھونسا ہوجاتا ہے اور
کسی چیز پر ڈالکر بند کرلے تو پکڑنے کا آلہ ہے پھر ان اونگلیوں کے سروں پر ناخن پیدا کیے
تاکہ ٹوٹنے نپاویں اور جو چیز باریک اونگلیوں سے نہ اوٹھے وہ ناخنوں سے لے سکیں۔ اب فرض
کرو کہ غذا ہاتھ میں بھی آجاوے تب بھی بکار آمد نہیں جب تک کہ معدے میں نہ پہونچے اور
معدہ اندر ہے تو ضرور ہے کہ باہر کیطرف اوسمیں پہونچنے کی کوئی راہ ہونی چاہیے تاکہ اوسی
راہ سے غذا اوسمیں جاوے اسکے واسطے خداے تعالی نے منہ بنا دیا جس سے رستہ
معدے کیطرف ہے اور منہ میں کچھ یہی فائدہ نہیں کہ کھانے کو معدے تک پہونچا دیتا ہے بلکہ
اسکے سوا اور بہت سی حکمتیں ہیں پھر اگر غذا کے لقمے کو منہ میں بھی رکھ لیا تو تمام کا نگلنا
دشوار ہے اسکے واسطے ایک چکی چاہیے جسمیں غذا پس جایا کرے پس خداے تعالی نے
دو جبڑے ہڈیوں کے بنائے اور اونمیں دانت لگائے اور اوپر کی داڑھوں کو نیچے کی داڑھوں کے
مطابق کر دیا تاکہ اونمیں غذا پس جایا کرے پھر بعض غذا محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اور بعض کاٹنے کی
بعد اور بعض توڑنے کے بعد محتاج پیسنے کی ہوتی ہے اس غرض کیواسطے دانتوں کی تقسیم بھی
تین طرح کی ہوئی ایک داڑھیں جنکا کام پیسنے اور چبانے کا ہے دوسرے آگے کے دانت
جو تیز ہیں اور کاٹنے میں کام آتے ہیں تیسرے کیلیاں جو غذا کے توڑنے اور جدا کرنے میں مستعمل
ہوتی ہیں پھر جبڑوں کا جوڑ ایسا بنایا تاکہ نیچے کا جبڑا آگے پیچھے ہوسکے اور اوپر کے جبڑے پر
چکی کیطرح پھر سکے اگر یہ بات ہوتی تو صرف دونوں جبڑے کھٹا کھٹ ہوا کرتے چبانے کی
غرض پوری ہوتی مگر خداے تعالی کا انعام ہے کہ اوسنے نیچے کے جبڑے میں تو حرکت
دی اور اوپر کے جبڑے کو ساکن بے حرکت رکھا یہ بھی ایک صنعت عجیب ہے تمام جہان
کی بنائی ہوئی چکیوں میں نیچے کا پاٹ جما رہتا ہے اور اوپر کا گردش کرتا ہے لیکن خدا کی
بنائی ہوئی چکی میں نیچے کا گھومتا ہے اوپر والا برقرار واقع میں اوسکی شان اور برہان وراء اوسکی

لطف واحسان کا کیا کہنا ہے۔ پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آدمی غذا کو منہ مین بھی رکھ لے تو کھانا دانتون کے تلے کیسے جا سکتا ہے دانت اوسکو کھینچ نہین سکتے اونگلی سے ادہر ادہر ہٹانے مین نہایت دقت ہے اسکے لیے دیکھو اللہ تعالی نے کیا عمدہ نعمت زبان کی پیدا کی کہ منہ مین سب طرف گھومتی ہے اور غذا کو بیچ مین سے حاجت کی موافق دانتون مین پہونچاتی رہتی ہے جیسا آٹا پیسنے مین تھوڑا تھوڑا مٹھی سے ڈالتے جاتے ہین اور یہ فائدہ زبان کا ایک ادنی فائدہ ہے اور دوسرے فوائد مثلاً ذائقہ اور عجائب طاقت کلام اور دوسری حکمتین اتنی ہین کہ اونکو ذکر کرنے سے ہم گفتگو نہین بڑھاتے پھر فرض کرو کہ آدمی نے غذا کو کتر کر چبا لیا اور وہ سوکھی ہے تو نگلنے پر قادر نہوگا جب تک کہ کوئی رطوبت ایسی نہو جس سے کہ غذا حلق مین پھسل جاوے اسکے لیے خدای تعالی نے زبان کے نیچے ایک چشمہ رکھا ہے جسمین سے لعاب بہتا ہے اور بقدر حاجت گرتا جاتا ہے یہان تک کہ غذا اوس سے تر ہو جاتی ہے اور یہ بھی قابل غور ہے کہ زبان کو اس کام کے لیے کیا مسخر کیا ہے کہ ابھی کھانا دور ہی ہوتا ہے مگر یہ بیچارہ خدمت کے لیے اور لعاب گرانے کو تیار ہو جاتی ہے حتی کہ بعض اوقات باچھون تک رال آجاتی ہے اور کھانا ابھی دور ہی ہوتا ہے پھر یہ غذا جو لعاب سے گوندہ جاتی ہے معدہ مین اوسکو کون پہونچائے ہاتھ سے ڈھکیلی نہین جاتی نہ معدے مین ہاتھ ہے کہ منہ مین سے غذا کو گھسیٹ لے اسلیے خدای تعالی نے نرخرہ اور مری بنائے اور نرخرے کے منہ پر کئی درجے بنا دیے جو غذا کے لینے کیواسطے کھل جاتے ہین پھر بند ہو کر بھینچتے ہین یہان تک کہ اونکے بھینچنے کے باعث غذا لڑھکتی ہوئی معدے مین جا پڑتی ہے اور جب معدے مین پہونچتی ہے تو کتری ہوئی روٹی یا چھوٹے چھوٹے ٹکڑے میوہ وغیرہ کے ہوتے ہین اوسمین یہ لیاقت نہین ہوتی کہ بدن کا گوشت یا ہڈی اسطرح بنجاوین بلکہ ضرور ہے کہ پکر غذا کے اجزا مثل اون اشیا کے ہو جاوین جو ہین وجہ خدای تعالی نے معدے کو ہنڈیا کی صورت بنایا جب کھانا اوسمین پہونچتا ہے تو چار طرف کے دروازے بند ہو جاتے ہین اور یہان تک معدے مین ٹھہرتا ہے کہ ہضم اور پختگی اوسمین اچھی طرح ہو جاوے اور یہ پختگی کھانے کی اوس گرمی سے ہوتی ہے جو معدے کے چار طرف کے اعضا سے پیدا ہو کے اسکو پہونچتی ہے کیونکہ داہنی طرف اوسکے جگر ہے اور بائین طرف تلی اور آگے کیطرف چربی کی چادر اور پیچھے پیٹھ کا گوشت ان اعضا کی گرمی سے چار طرف سے معدے مین حرارت پہونچتی ہے

یہان تک کہ غذا ایک کچی چیز کی شکل آتی جو ہو جاتی ہے اور اس قابل ہوتی ہے کہ رگون مین
جا سکے گویا ابھی اس قابل نہین کہ غذاے بدن ہو اب معدے سے جگر تک جیدہ راستے
رگون کے خدای تعالیٰ نے بنائے ہین اور انمین بہت سے منہ رکھے ہین کہ غذا اونمین کو
ہو کر جگر تک پہونچ جاتی ہے جگر کا خمیر خون سے بنا ہے گویا کہ خون ہی ہے اور اوسمین بہت سی
باریک رگین ہین کہ اوسکے تمام اجزا مین پھیلی ہوئی ہین پس غذا جو جگر مین آتی ہے اون
رگون کے ذریعے سے تمام جگر مین پھیل جاتی ہے یہان تک کہ جگر کی قوت اوسپر غالب
آکر خون کا رنگ کر دیتی ہے اور یہ غذا جگر مین اتنی دیر ٹھہرتی ہے کہ اوسکو ایک پختگی اور
ہو جاوے اور صاف خون کی صورت ہو جاوے جسکو لیاقت غذاے اعضا کی ہے پھر جب
حرارت جگر اسکو پکاتی ہے تو اس خون مین سے دو میل نکلتے ہین جیسا اور پکتی چیزون مین سے
نکلا کرتے ہین ایک تو تیل کی گاد کی صورت ہوتا ہے جسکو خلط سوداوی کہتے ہین اور ایک
مسکہ کی صورت جسکو صفرا کہتے ہین اور اگر یہ دونون فضلے غذا مین سے علیحدہ نہون تو اعضا کا
مزاج بگڑ جاوے اسلیے خدا تعالیٰ نے پتا اور تلی بنائی اور ہر ایک کی ان دونون مین سے
ایک گردن جگر تک لمبی کہ اوسکے اندر گھسی ہوتی ہے پتے کا کام یہ ہے کہ فضلہ صفراوی کو
کھینچ لیتا ہے اور تلی سوداوی فضلے کو جذب کرتی ہے اب یہ دونون فضلے نکلکر خون صاف
رہجاتا ہے صرف اوسمین رقت اور رطوبت رہتی ہے اگر یہ رقت اور رطوبت نہو تو خون پتلی
رگون مین جا سکے اور اعضا مین چڑھ سکے اور زیادتی رطوبت بھی ٹھیک نہین اسکے دور کرنے
کے لیے خداوند حکیم نے دو گردے پیدا کیے اور اونمین سے بھی ایک ایک گردن جگر تک
رکھدی اور عجیب حکمت یہ بھی کہ اونکی گردنون کو جگر کے اندر نہین کیا بلکہ اون رگون کے پاس رکھا
جو جگر کے اوپر کو نکلی ہوئی ہین اسمین یہ حکمت ہے کہ گردے رطوبت خون اوسوقت جذب کرین جب
خون جگر کی باریک رگون مین سے نکل آوے کیونکہ اگر اس سے پہلے جذب کرین تو خون گاڑھا
ہو جاوے اور رگون سے نکلنے پاوے بہر حال جب خون مین سے رطوبت بھی جدا ہو جاتی ہے
تو تینون فضلون سے خون صاف ہو کر اون اشیاسے جو غذا کی مفسد ہین پاک و شستہ ہو جاتا ہے
پھر اللہ تعالیٰ نے جو جگر سے رگین نکالی ہین اونکی بہت سی اقسام کیے ہین اور ہر ہر قسم مین سے
بہت سے شعبے جدا کر کے تمام بدن مین سر سے پانون تک اندر اور باہر پھیلا دیے ہین اور
وہ خون صاف اونمین کو ہو کر تمام اعضا مین پہونچتا ہے اور ان رگون کے تھبے تلے ہوتے ہوتے



ایسے جاتے ہین کہ آنکھ سے نہین سوجھتے جیسے درخت اور پتون کی رگین آخر کو پہ جاتی ہین
غرضکہ اونھین کے ذریعے سے تمام عضاء مین غذا پہونچتی ہے اور اگر پتے پر کوئی آفت
آتی ہے اور فضلہ صفراوی کو نہین کھینچتا تو خون فاسد ہو جاتا ہے اور اوس سے امراض
صفراوی مثل یرقان اور پھنسیون اور سرخ بادہ کے پیدا ہوتے ہین اور اگر تلی پر کوئی آفت
ہوتی ہے اور خلط سوداوی کو جذب نہین کرتی تب سوداوی مرض مثل چھیپ اور جذام اور
مالیخولیا وغیرہ کے پیدا ہوتے ہین اور اگر گردون کیطرف رطوبت نہین جاتی تو اوسوقت رطوبت
کے امراض مثل جاندر وغیرہ کے ظاہر ہوتے ہین — اب حکیم مطلق کی حکمت کو دیکھنا چاہیے
کہ ان ادنی چیزون سے کیسے فائدے رکھے ہین پتا اپنی ایک گردن سے فضلہ کھینچتا ہے اور
دوسری راہ سے اوس فضلے کو آنتون مین ڈالدیتا ہے تاکہ اوسمین غذا کے آنے کے واسطے
لیے ایک چکناہٹ رہے اور آنتون مین خلش پیدا ہو جس سے طبیعت قضاے حاجت کو چاہے
اور پاخانہ کیوقت چکنائی کے باعث فضلہ جلد نکلے اور زردی رنگ پاخانہ کی اسی وجہ سے ہی
کہ اسمین خلط صفراوی کا میل ہوتا ہے — اور تلی اپنے فضلہ کو ایسا کر دیتی ہے کہ اوسمین ترشی
اور بستگی آجاوے اور اوسمین سے کسیقدر ہر روز فم معدہ پر پہونچا دیتی ہے تاکہ ترشی کی باعث
اشتہا جنبش مین آوے اور معدے کو غذا پر انگیختہ کرے اور باقی فضلہ کو پاخانے کے ساتھ
باہر نکال دیتی ہے اور گردہ اوس رطوبت مین سے جسقدر خون ہوتا ہے اوسقدر کو اپنی
غذا کرتا ہے اور باقی کو مثانہ مین دفع کرتا ہے — اب چاہیے کہ اسباب غذا کی نعمتون کو ہم
یہان ہی تک چھوڑ دین ورنہ اگر ذکر کرین کہ جگر کو حاجت دل اور دماغ کی کسطرح ہے اور اعضاء
رئیسہ مین سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی حاجت کیونکر ہے اور دل مین سے اچھلتی رگین تمام
بدن مین کیسے پھیلی ہین جنکے ذریعے سے حس اعضا مین ہوتی ہے اور دوسری رگین جنمین سے
ہوکر غذا تمام بدن مین پہونچتی جگر سے کسطور متفرق ہوئی ہین پھر اوس سے اعضا کیونکر بنتی ہین
اور ہڈیان اور پٹھے اور رگین اور اوتار اور رباط اور کری ہڈیان بدن مین کتنی ہین تو کلام
بہت بڑھ جاویگا حالانکہ کھانے کیواسطے ہر ایک کی احتیاج ہے اور دوسری غرضون کیواسطے
بھی ہین بلکہ آدمی مین ہزارون پٹھے اور رگین اور مچھلیان چھوٹی اور بڑی اور پتلی اور موٹی کہ
بعضی بہت پھیلاو رکھتی ہین اور بعضی کم یہ سب موجود ہین اور انمین سے ایسی کوئی نہین
جسمین ایک یا دو یا تین یا چار یا دس یا زیادہ حکمتین نہون اور یہ سب خدا کی نعمتین ہین جو انسان پر

اونکے کی ہیں اگر ان سب مین سے کوئی تلیتی رگ ٹھہر جاوے یا ساکن رگ حرکت کرے تو بیچارہ
آدمی ہلاک ہوجاوے۔ پس آدمی کو چاہیئے کہ اول ان نعمای الٰہی کو اپنے اوپر دیکھے تاکہ پھر
شکر کر سکے۔ آدمی کو خدا تعالیٰ کی نعمتوں مین سے بجز ایک ادنیٰ نعمت کھانے کے
اور کیا معلوم ہے اور اوسمین بھی یہی معلوم ہے کہ بھوک لگی تو کھالیا اور اتنی بات گدہا بھی جانتا ہے
کہ بھوکا ہوا تو کھالیا اور تھک گیا تو سو رہا اور شہوت ہوئی دفع شہوت کرلی اور آرام سے رہا تو
ناچے اور لات مارنے لگا جب آدمی اپنے نفس مین اوسیقدر جانتا ہو جتنا گدہا جانتا ہے تو ادائے
شکر الٰہی اوس سے کسطرح ہے۔ یہ مقدار جو ہم نے مختصراً بطور اشارہ نعمای الٰہی کے بیان کی ایک
قطرہ بحر نعمای سے ہے اسی پر مجملاً اون باتوں کو بھی قیاس کرلینا چاہیئے جنکو طول کلام کے
خوف سے ہمنے چھوڑدیا ہے اور نعمتون مین سے جسقدر ہمنے بیان کی ہین اور تمام خلق کو
معلوم ہیں اگر اس مقدار کو اون نعمتون کی نسبت کر دیکھیں جنکو لوگ نہین جانتے تو سمندر کے
ایک قطرے سے بھی کم نظر آوین مگر اتنی بات ہے کہ جو شخص اسمین سے کچھ جانتا ہے اوسکو شمہ
معنی اس آیت کا معلوم ہوجاتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا پھر دیکھنا چاہیئے کہ
خدای تعالیٰ نے قوام ان اعضا کا اور اونکے منافع کا کیسے ایک بخار لطیف سے منتظم کر رکھا ہے
جو اخلاط اربعہ سے نکلتا ہے اور دل مین اوسکا قرارگاہ ہے وہان سے تمام بدن میں ضربتہ
اچھالی رگوں کے پھیلتا ہے اسطرح کہ جس جزو بدن مین یہ پہنچتا ہے اوسکے پہونچتے ہی اوس
جزو میں قوت حس و ادراک اور قوت حرکت اور سب حاجت کی چیزین پیدا ہوجاتی ہیں
جیسے چراغ کو گھر میں پھرا و تو جس کوٹے مین جاویگا وہی اوسکی روشنی سے بحکم خدا اور اوسکے
اختراع سے روشن ہوجاویگا اور اوسنے اپنی حکمت سے چراغ کو سبب روشنی کا بنایا ہے
اور یہ بخار لطیف اصطلاح اطبا مین روح کہلاتا ہے اوسکا محل دل ہے مثال مذکور مین
جرم شعلہ کو بخار سمجھنا چاہیئے اور قلب مثل ظروف چراغ کے ہے اور خون سیاہ جو دل کے
اندر ہے وہ مثل بتی کے ہے اور غذا اوسکے لئے مثل روغن کے ہے اور حیات ظاہری
جو سب اعضا مین اوسکے باعث ہے اوسکو بمنزلہ روشنی چراغ کے تمام گھر مین تصور کرنا چاہیئے
اور جسطرح کہ چراغ روغن نہ ہونے سے گل ہوجاتا ہے اسیطرح چراغ روح بھی غذا نملنے سے ٹھنڈا
ہوجاتا ہے اور جسطرح کہ بتی کبھی جلکر خاک ہوجاتی ہے اور تیل نہین پیتی اور باوجود کثرت
روغن کے چراغ سرد ہوجاتا ہے اسیطرح وہ خون جو دل مین ہے کبھی زیادتی حرارت دل سے

جل جاتا ہے اور باوجود غذا روح تحلیل ہو جاتی ہے اسلیے کہ خون دل غذا کو قبول نہین کرتا جسطرح کہ روح باقی رہے جیسے کہ راکھ تیل کو اسی طرح نہین پیتی جس سے شعلہ پیدا ہوا اور جیسے چراغ کبھی تو سبب داخل کے باعث بجھ جاتا ہے جیسا اوپر گذرا اور کبھی سبب خارجی سے گل ہوتا ہے مثلاً آندھی چلنے کے باعث اسیطرح روح بھی کبھی اسباب داخلی مذکورہ بالا سے فنا ہوتی ہے اور کبھی سبب خارج مثل قتل وغیرہ کے باعث اوسکی فنا کا ہوتا ہے اور جیسے کہ تیل کے نہ ہونے یا بتی کہ بگڑنے یا آندھی چلنے یا کسی آدمی کے گل کرنے سے چراغ کے گل ہونے کے لیے اسباب خدا ے تعالی کے علم مین مقدر اور مرتب ہین اور یہ سب باتین بموجب تقدیر الہی کے سرزد ہوتی ہین اسیطرح روح کا فنا ہونا کسی علت سے ہو بموجب حکم خدا کے ہوتا ہے اور جسطرح کہ چراغ کا گل ہونا اوسکے وجود کی انتہا ہے تو یہ بھی اوسکی مدت ام الکتاب مین معین ہوئی ہوگی اسیطرح روح کی فنا کو تصور کرنا چاہیے اور جسطرح کہ چراغ کے گل ہوتے ہی تمام گھر مین اندھیرا ہو جاتا ہے ایسے ہی روح کی رخصت ہوتے ہی بدن مین تاریکی ہو جاتی ہے یعنی وہ نور کہ بدن کو روح سے پہونچتا تھا اور اوسکے باعث حس اور قدرت اور ارادہ اور دوسرے لوازم حیات اوسکو میسر تھے وہ کچھ نہین رہتا۔ یہ بھی ایک امر مختصر خدا ے تعالی کی نعمتون اور اوسکی عجائب صنعت و حکمت کے اقسام مین سے ایک قسم کیطرف ہے اس سے مضمون اس آیت کا معلوم ہوتا ہے کہ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي پس جو شخص ایسے بھی خداوند کریم کا منکر ہوا اور اوسکی نعمت کا ناشکر وہ خدا ے تعالی کی رحمت سے دور ہوا اور اوسکے عذاب و لعنت مین مقہور۔ اب اگر کوئی کہے کہ تمنے روح کو بتلایا اور اوسکی مثال بیان کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب روح کا حال پوچھا گیا تو اتنا ہی فرمایا کہ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي یعنی یہ ایک امر ربانی ہے آپنے اسکی تعریف کیون نہ فرمائی اور لوگونکو اسطرح کیون نہ ارشاد کیا جیسے تمنے تقریر کی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض اس امر پر مبنی ہے کہ لفظ روح جو بہت سے معنون مین مشترک بولا جاتا ہے اوسکے اشتراک پر دھیان نکیا جاوے روح کے سب معنون کو ہم نہین ذکر کرتے یہان جو ہمنے معنی روح کے بیان کیے ہین تو اون سب معنون مین سے ایک معنی یہ بھی ہین کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جسکو اطبا روح کہتے ہین اور اوسکو ہمنے اوسکی صفت اور وجود اور اعضا مین جاری ہونے کی کیفیت اور اوس سے حس اور قوت اعضا مین آنے کا حال سب بیان کیا ہے یہان تک کہ اگر کوئی عضو سن ہو جاوے تو

ہوجاتا ہے تو جان لیتے ہین کہ کوئی سدہ روح کے چلنے کی جگہ مین پڑگیا ہے اور پھر اس
جگہ کا علاج نہیں کرتے بلکہ پٹھوں کے نکلنے کی جگہ کا علاج کرتے ہین جہان سدہ پڑا کرتا ہے
اور علاج بھی ایسا کرتے ہین جس سے سدہ کھل جاوے اسلیے کہ یہ روح اپنی لطافت کے باعث
پٹھوں کے جال مین گھسکر اوسکے ذریعے سے دل مین سے تمام بدن مین پھیلتی ہے پس
یہ معنی روح کے جو اطبا نے لکھے ہین یہ کچھہ مشکل نہین مگر وہ روح اصلی کہ جسکے فساد سے تمام
بدن فاسد ہوجاتا ہے وہ ایک سر ہے اسرار الٰہی مین سے جسنے اوسکی تعریف بیان نہین کی
اور نہ اوسکے بتلانے کی اجازت اوسکے لیے اتنا ہی کہہ سکتے ہین جتنا خدای تعالیٰ نے
فرمایا ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی روح امر ربانی سے ہے اور جتنے امور ربانی ہین عقل کو
تاب اونکے وصف کی نہین اکثر خلق کی عقل اومیں حیران ہے اور وہم و خیال تو کسی طرح
اونکو دریافت نہیں کرسکتے اونمین لیاقت ہی اوسکے ادراک کی نہین جیسے آنکھہ سے
آواز کا ادراک نہین ہوسکتا۔ غرض کہ سادی وجہ امور ربانی کا عقل کی مجال سے باہر
اسلیے کہ عقل کے پانون مین جوہر و عرض کی بیڑیان پڑی ہین وہ انھین مین محبوس رہتی ہو
اس سے امور ربانی کسطرح دریافت ہون ہان اونکے دریافت کے لیے ایک اور نور
ہے جو عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور عالم نبوت اور ولایت مین چمکا کرتا ہے اوس
نور کو عقل کیطرف وہ نسبت ہے جو عقل کو ہے وہم و خیال کیطرف اور اللہ تعالے نے
خلق کو سب طرح کا بنایا ہے تو جسطرح کہ لڑکا سواے محسوسات کے معقولات کو نہین جانتا
اسلیے کہ اونکے جاننے کے طور پر ابھی اوسکی عقل نہین پہونچی اسیطرح بالغ بھی سوای معقولات کے
اور کچھہ نہین جانتا کیونکہ ماورلے معقولات کے جاننے کا وہ ڈھنگ ہے جو ابھی اوسکو
حاصل نہین ہوا اور وہ مقام بہت ہی شریف اور رتبہ عالی ہے وہان سے نور ایمان و یقین کے
باعث بارگاہ حق سوجھتی ہے یہ رتبہ ایسا نہین کہ ہر کسیکو مل جائے بلکہ ایک کے بعد ایک کو
ملتا ہے ع این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند۔ اس بارگاہ حق کا ایک مقام صدر ہے اور صدر مقام
کے اوپر ایک نہایت وسیع میدان ہے جسکے شروع پر ایک آستانہ ہے اور وہ امر ربانی اوس
آستان کا پاسبان تو جو شخص اوس آستان تک نہ پہونچے اور نہ اوسکے پاسبان کو دیکھے اوسکا
میدان ہی مین پہونچنا محال ہے اوسکے بعد کے مشاہدات عالیہ تو کہان دیکھہ سکتا ہے
اسلیے اکابر ارشاد فرماتے ہین کہ جسنے اپنے نفس کو نہین پہچانا اوسنے خدا کو نہین پہچانا

چنانچہ طبیبوں کی کتابون مین یہ بات کہان اور طبیب کا لحاظ ان معانی کیطرف کہا بلکہ جن
معنی کو طبیب روح کہتے ہین اوسکو اس امر ربانی کیطرف ایسی نسبت ہے جیسے بادشاہ کے
گیند کو بادشاہ کیطرف یعنی اگر بادشاہ ڈنڈے سے گیند کو حرکت دے اور کوئی شخص گیند کو
دیکھکر خیال کرے کہ مینے بادشاہ کو دیکھہ لیا تو یہ اوسکی خام خیالی اور غلطی فاحش کہی جاویگی
اسیطرح اگر کوئی روح طبی کو معلوم کر کے جانے کہ مین نے امر ربانی کو جان لیا وہ بھی بڑی غلطی پر
ہوگا بلکہ شخص اول کی نسبت اسکی غلطی فاحش تر ہوگی اور باوجود اسکے کہ عقول انسانی کہ جنکے باعث
احکام ربانی صادر ہوتے ہین اور مصالح دنیاوی معلوم ہوتے ہین ایسے نہین جو اوس امر ربانی کو
دیکھہ سکین اسیلیے خداے تعالی نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ندی کہ
اوسکا حال کسی سے ارشاد نہ فرماوے بلکہ اونکو فرمایا کہ لوگون سے اونکی عقل کے بموجب
گفتگو کرو **شعر** باہیچ نفہم لاف معنی چہ زنی طفلانہ بطفل گفت گو باید کرد
اور اپنی کتاب مجید مین بھی خداے تعالی نے اوسکی حقیقت بیان نہ فرمائی صرف اوسکی
نسبت اور فعل کو ذکر فرمایا ذات کو مذکور نہ کیا نسبت تو ان الفاظ مین ارشاد فرمائی کہ
الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اور اوسکا فعل اس آیت مین ذکر فرمایا یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ
اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اب کلام کہین کا کہین جا پڑا
یہان سے عنان کیطرف رجوع کرتے ہین مقصود ذکر نعماء الہی کا کھانے مین ہے اور آلات غذا کی بعض نعمتون اوپر ذکر ہوچکے
چوتھا نکتہ اون اصول کی نعمتون کے بیان مین جنسے غذا پیدا ہو کر اس قابل ہوتی ہے
کہ آدمی اوسکو اپنے فعل سے درست کرے۔ واضح ہو کہ غذائین بہت ہین اور خلق غذا
مین عجائب لاتعد ولاتحصی اور اسباب بیشمار و بے انتہا ہین اور ہر ایک غذا کے عجائب
اور اسباب کا ذکر کرنا نہایت طول چاہتا ہے اسلیے کہ کھانے کی تین قسمین ہین یا دوائین
ہین یا میوے یا غذا اور انکے اجناس بے انتہا ہین کہان تک کوئی لکھے گا اسلیے غذا
جو کہ اصل ہے اوسکو ہم اختیار کرتے ہین اور منجملہ اوسکی اجناس کے دانہ گندم کو لیتے ہین
باقی غلات اور حبوب کو چھوڑے دیتے ہین اب ہم کہتے ہین کہ اگر آدمی کو ایک دانہ یا چند
دانے گیہون کے ملین اور اونکو کھالے تو وہ ہو چکینگے اور بھوکا رہیگا تو ضرور ہے اگر دانہ
گندم مین یہ خاصیت ہو کہ وہ بڑھ سکے اور کثرت سے ہوا کرے تا کہ حاجت انسانی کو بھی
کافی و وافی ہو اسلیے خداے تعالی نے دانہ گندم مین وہ قوت پیدا کی جس سے وہ بھی

انسان کیطرح غذا حاصل کرے کیونکہ انسان اور روئیدگی میں فرق صرف حس وحرکت کا ہے
غذا مین دونون مساوی ہین نبات بھی بذریعہ رگوں باطنی کے اپنے اندر غذا کو کھینچتا ہے
جسطرح انسان کھینچتا ہے اور ہم نبات کی غذا کے جذب کرنے کے آلات بطول کلام کے
خوف سے ترک کیے دیتے ہین مگر اوسکی غذا کیطرف اشارہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جسطرح
آدمی لکڑی اور مٹی سے پیٹ نہین بھرتا اور ایک غذا لے خاص کا محتاج ہے اسیطرح
غلہ کا دانہ بھی ہر چیز سے غذا نہیں پاتا اوسکے لیے بھی غذا خاص ہے اسواسطے کہ اگر اوسکو
گھر میں رکھ چھوڑو تو نہیں بڑھے گا کیونکہ اس صورت مین اوسکے گرد صرف ہوا ہے اور تنہا ہوا
اوسکی غذا کو کافی نہین اور اگر پانی میں ڈالدو تب بھی نہیں بڑھیگا یہ بھی اوسکی غذا نہیں
اور اگر زمین مین بو جسمین پانی ہو تب بھی نہ زیادہ ہوگا بلکہ اوسکے لیے ایسی زمین چاہیے
جسمین پانی پہونچتا ہو اور پانی مٹی میں ملکر گارا ہوگیا ہو اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت میں
فَلْيَنظُرِ الْاِنسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا اور پھر پانی اور مٹی بھی
کافی نہین کیونکہ اگر بالفرض گیہوں کی زمین تر سخت اور ٹھس مین بو دو تو ہوا کے نہونے سے
نہ جمیگا پس ضرور ہوا کہ اوسکو نرم اور ریتلی زمین مین بویا جاوے جسمین ہوا کا گذر ہوسکے
پھر ہوا ایسے آپ نہین اندر جاتی اسکے لیے ضرور ہوا کہ تیز آندھی سے اوسکو حرکت دیجاوے
اور آندھی اوس ہوا کو ایسے زور سے زمین پر مارے کہ ہوا اندر کو زبردستی اندر چلی جاوے
اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ کہ [illegible]
سے مراد یہی ہے کہ ہوا اور پانی اور زمین مین خلط ملط کر دیتی ہے۔ پھر یہ سب باتیں کافی
نہین اگر شدت جاڑے مین واقع ہوں اسلیے حاجت حرارت ربیع اور گرمی کی ہوئی
اس سے معلوم ہوا کہ گیہون کی غذا کے لیے چار چیزین ہوا اور پانی اور زمین اور گرمی چاہیئین
اور انمیں سے ہر ایک کو خیال کرنا چاہیے کہ کس کس چیز کی حاجت رکھتے ہین مثلا پانی
کے لیے ضرور ہے کہ دریاؤن اور چشموں اور نہروں اور نالیوں سے کھیت مین جاوے
اسکے لیے دیکھنا چاہیے کہ خداوند کریم نے کیسے دریا اور چشمے بنائے اور اوسے نہرین
نکالین ۔ قطعات زمین جو اونچے ہین اور اونمین پانی نہین پہنچ سکتا انکے لیے
دیکھو کہ کسطرح بادل پیدا کیے اور کیسے اونپر ہواؤن کو مسلط کر دیا کہ خدا کے حکم سے تمام
روئے زمین پر اونکو لیے پھرتی ہین حالانکہ بادل پانی مین بھرے ہوے بھاری ہوتے ہین

پھر دیکھو کہ زمین پر ربیع اور خریف ہی کے دنون مین حاجت کے موافق برستے ہین اور پہاڑون کو دیکھو کہ پانی کے محافظ بنائے کہ اونمین سے بتدریج پانی بہتا ہے اگر یکبارگی نکل پڑے تو تمام شہر غرقاب ہوجاوین اور زراعت اور مواشی ہلاک ہوجاوین ایسے ہی پہاڑون اور ابر و سمندر اور باران مین خدای تعالی کی اتنی نعمتین ہین کہ اونکا شمار نہین ہوسکتا۔ اور چونکہ پانی اور زمین دونون سرد ہین اونمین حرارت نہین ہوسکتی تھی اسلیے خدای تعالی نے آفتاب کو مسخر کیا اور اوسکو باوجود بہت فاصلہ کے زمین سے ایسا بنایا کہ جاڑے کے وقت جاڑا اور گرمی کے وقت گرمی ہو یعنی جیسی حاجت ہو اوسیکے موجب سردی اور گرمی ہوسکے اور یہ آفتاب کی پیدایش ایک حکمت ہے اور اوسمین حکمتین لاانتہا ہین۔ پھر جب نبات زمین سے اونچا ہوتا ہے تو میوون مین ایک طرح کی بستگی اور سختی ہوتی ہے اور اسیوجہ سے حاجت ایک رطوبت کی ہے جس سے وہ پک جاوین اسکے واسطے خدای تعالی نے چاند کو پیدا فرمایا اور رطوبت دینا اوسکا خاصہ کردیا جیسے کہ حرارت پہونچانا آفتاب کی خاصیت تھی پس چاند کے باعث میوون کی پختگی اور رنگ حاصل ہوتا ہے اور بہمین لحاظ اگر درخت سایہ کے اندر ہو کہ جسپر سورج کی دھوپ اور چاند اور ستارون کی روشنی نہ آسکے تو وہ بگڑ جاتا ہے جیسے کہ چھوٹا پیڑ اگر بڑے پیڑ کے سایہ مین ہو تو خراب اور ناقص ہوگا اور چاند کی رطوبت پہچاننی اسطرح معلوم ہوسکتی ہے کہ رات کو چاند کی روشنی مین سر کھولکر بیٹھو تو سر مین رطوبت زیادہ ہوجاویگی جسکو زکام کہتے ہین پس جیسے آدمی کے سر مین رطوبت پہونچاتا ہے ویسے ہی میوون کو بھی رطوبت دیتا ہے اور زیادہ گفتگو ایسے امور کی جو کبھی تمام نہون کیا ضرور ہے صرف اسقدر کافی ہے کہ آسمان مین کوئی ستارہ ایسا نہین جسمین کوئی فائدہ نہو جیسے آفتاب مین حرارت اور چاند مین رطوبت ہے کیونکہ ہر ایک ستارہ مین حکمتین اتنی زیادہ ہین کہ طاقت بشری اونکے شمار سے عاجز ہے اور اگر ایسا نہو تو اونکا پیدا کرنا لغو اور بیکار ہو اور ان آیتون کے معنی درست نہون رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اور وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ اور جسطرح کہ آدمی کے بدن مین کوئی عضو خالی از فائدہ نہین اسیطرح عالم کے جسم مین کوئی عضو خالی از فائدہ نہین اور تمام عالم مثل ایک جسم کے ہے اور افراد اجسام بمنزلہ اوسکے اعضا کے ہین جسطرح آدمی کے بدن مین ایک عضو سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اسیطرح عالم کے اجسام مین ایک سے دوسرے کو مدد پہونچتی ہے اور اسکی شرح

نہایت طویل ہے - اب اس تقریر سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ آفتاب اور چاند اور ستاروں کو
حق آثار کے لیے خداے تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مسخر کیا ہے انکے مسخر ہونے پر ایمان لانا
مخالف شریعت ہے اسوجہ سے کہ شرع میں نجوم اور علم نجوم کی تصدیق سے ممانعت ہو
کیونکہ شرع میں جو علم نجوم کی تصدیق کی ممانعت ہے تو اوسمیں دو باتیں ممنوع ہیں اول تو یہ
کہ آدمی یہ جانے کہ نجوم اپنے آثار کے خود فاعل مستقل ہیں اپنے خالق مدبر کی تدبیر اور قہر کے
مسخر نہیں ہیں اسطرح جاننا کفر ہے دوسری صورت یہ ہے کہ نجومی جو باتیں مفصل ستاروں کے ایسے
آثار میں سے بیان کریں جو سب خلق کو معلوم نہیں ہوتے اوسکو سچ جانے تو یہ بھی ممنوع ہے
اسلیے کہ وہ لوگ یہ سب خبریں جانتے نہیں اور کہدیتے ہیں اور وجہ انکے سچا نہ ہونے کی یہ ہے
کہ علم نجوم کے احکام کا بعض انبیا علیہم السلام کیواسطے معجزہ تھا پھر وہ جاتا رہا اور جو کچھ بچا
سچا ہے وہ مختلط ہے جسمیں صواب و خطا کی تمیز نہیں ہوتی - حاصل یہ کہ کواکب کو ایسے
آثار کا سبب اعتقاد کرنا جو خداے تعالیٰ کے پیدا کرنے کے باعث زمین میں اور نباتات اور
حیوانات میں ہوتے ہیں دین کا مخل نہیں بلکہ بہت درست ہے ہاں وجود یکہ نجومی کے
یہ دعویٰ کرنا کہ ہم سب آثار کو مفصل جانتے ہیں یہ امر مخل دین ہے اور اسکی تصدیق کی ممانعت ہے
و ہ اگر کوئی شخص اپنا کپڑا دھوے اور اوسکا خشک کرنا چاہے اور دوسرا شخص اوسکو کہدے
کہ آفتاب نکلا ہوا ہے اور ہوا گرم ہے کپڑا اسکا اگر پھیلا دو تو اس بات کو جھوٹا نہ جاننا چاہیے
اور نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اوسے آفتاب کے نکلنے سے ہوا کی گرمی کیسے کہدی یا کسی شخص کے رنگ میں
کدورت آجاوے اور اوس سے اوسکی وجہ پوچھو اور وہ بیان کرے کہ راستے میں سورج کی
دھوپ کے باعث رنگ متغیر ہو گیا تو یہ ضرور نہیں کہ اوسکو جھوٹا ٹھہراؤ کہ آفتاب کا اثر کیسے
بیان کرتا ہے اسیطرح اور آثار کو قیاس کرلو مگر آثار میں بعضے معلوم ہوتے ہیں اور بعضے نامعلوم
جو آثار کہ معلوم نہیں اونمیں دعویٰ علم ناجائز ہے اور جو معلوم ہیں انکی بھی دو قسمیں ہیں ایک
وہ کہ سب لوگوں کو معلوم ہوں جیسے دھوپ اور گرمی کا ہونا آفتاب سے اور دوسرے وہ
کہ بعض لوگوں کو معلوم ہوں جیسے چاند سے زکام کا ہونا - غرضکہ ستارے بے فائدہ نہیں
پیدا ہوے بلکہ اونمیں بہت سی حکمتیں ہیں اور اسیوجہ سے تہجد کے وقت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آسمان کیطرف دیکھتے اور یہ آیت پڑھتے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ایکبار اسکو پڑھکر فرمایا کہ خرابی ہے اوس شخص کو جو اس آیت کو پڑھے

اور پھر موچھون پر تاؤ دے اور اس سے غرض یہ ہے کہ آیت کو پڑھکر اوسمین تامل نکرے اور اسرار
سماوی کے سمجھنے کی عوض صرف آسمان کا رنگ اور ستارون کی روشنی ہی جان لے حالانکہ
اتنی بات بہائم بھی سمجھتے ہین پس جو کوئی کہ آیت مذکورہ سے فقط ظاہری رنگ و روشنی پر
اکتفا کرے اور اسرار و عجائب کو نہ سوچے وہ ایسا ہی ہے کہ موچھون پر تاؤ دلیا مگر خاک
نہین سمجھا۔ خداوند تعالی کے عجائب کے سماؤن کے ملکوت مین اور آفاق و نفوس و حیوانات
و نباتات مین بہت سے ہین اونکے طالب ہی لوگ ہوتے ہین جو اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہین
اسلیے کہ دنیا مین جس شخص کو کسی عالم کے ساتھہ محبت ہوتی ہے وہ ہمیشہ اوسکی تصنیفات کا
طالب رہتا ہے تا کہ اوسکی تصنیفات سے اوسکے عجائب علمی پر زیادہ وقوف ہوا ور اسکے
باعث محبت اور زیادہ ہو اسیطرح عجائب صنع الٰہی کو خیال کرنا چاہیے کہ تمام عالم اوسکی تصنیف ہے
بلکہ مصنفون کی تصنیف بھی اوسکی تصنیف ہے کہ بذریعہ اپنے بندون کے دلون کے بنائی ہے
پس اگر آدمی کو کسی تصنیف پر تعجب آوے اور اچھی معلوم ہو تو اوسکے مصنف پر تعجب نکرنا چاہیے
بلکہ اوس ذات پر تعجب کرنا چاہیے جسنے مصنف کو ایسی تصنیف کے لیے آمادہ اور مسخر کیا
اور اپنے انعام و کرم سے اوسکو ایسی تصنیف کی ہدایت کی اور انجام کو پہونچا دیا جیسے
کبھی کٹھ پتلیون کو دیکھین کہ ناچتی ہین اور بہت عمدہ حرکات موزون کرتی ہین تو اون
کٹھ پتلیون پر تعجب کرنا چاہیے وہ تو کپڑے کی گڑیان ہین کہ اپنے آپ نہین ہلتین بلکہ تعجب
بازیگر کی دستکاری پر چاہیے جو اونمین پتلے پتلے تار جو آنکھہ سے بھی نہین سوجھتے باندھکر
ہلا رہا ہے۔ اسیطرح محبان خدا ہر ایک چیز دنیاوی کو دیکھکر صنعت خدا کو اوسمین تامل کرتے ہین
مطلب یہ کہ نبات کی غذا پانی اور ہوا اور سورج اور چاند اور ستارون سے تمام ہوتی ہے
اور ان اجرام کے لیے آسمان ہین جنمین کہ یہ گڑے ہوے ہین اور افلاک کے لیے حرکتین ہین
اور حرکتون کی تمامی آسمان کے فرشتون سے ہے جو اونکو حرکت دیتے ہین اور اسیطرح
ایک دوسرے کا سبب ہوتا چلا گیا ہے

پانچوان نکتہ اون اسباب کی نعمتون مین جنسے غذا آدمی تک پہونچتی ہے
مخفی نرہے کہ سب غذائین ہر جگہہ نہین ملتین بلکہ اونکے لیے کچھہ خاص شرطین ہین کہ بعض
جگہون مین جہان وہ شرطین پائی جاتی ہین وہان وہ غذا بھی ملتی ہے نہین تو نہین اور
آدمی تمام روے زمین پر پھیلے ہوے ہین کہ بعضون سے غذا دور پڑ گئی اور اونکا اور غذا کے

درمیان جنگل اور سمند حائل ہو گئے مگر دیکھنا چاہیے کہ خدا نے تعالی نے اس حرص کے لیے
کیسا تاجرون کو مسخر کردیا اور اونپر مال کی حرص غالب کردی اور نفع کی توقع بڑھا دی کہ
جسکے سبب تری و خشکی کے سفر کے شدائد اوٹھاتے ہین اور جان پر کھیلتے ہین اور غذا
اور دوسرے حوائج انسانی شرق سے غرب کے لوگون کے پاس اور غرب سے شرق والون کے
پاس پہونچاتے ہیں اونپر کیسی غفلت اور جہالت خدا ے تعالی نے ڈالدی ہے ورنہ اگر واقع
مین تامل کیا جاوے تو اکثر ان لوگون کی محنت رائیگان ہے کیونکہ جو کچھہ یہ جوڑتے ہین یا تو
کشتیون مین ڈوب جاتا ہے یا رہزنون کے ہاتھہ آتا ہے یا کہین سفر مین مرجاتے ہین تو
لاوارثی کے جمیعے مین حکام کے قبضے مین پڑتا ہے اور سب مین عمدہ حال اونکا یہ ہے کہ
مال وارثون کے ہاتھہ لگے لیکن اگر وہ سمجھین تو وارث ہی سب سے زیادہ اونکے دشمن ہین مگر اسمین
بھی حکمت ہے کہ اونپر جہل و غفلت مسلط ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ خدا ے تعالی نے اونکو
کشتی بنانے اور جہاز رانی کا کام کیسے سکھایا اور حیوانات کو سواری اور باربرداری کے لیے
کسطرح مسخر کیا ہر جانور مین ایک وصف جداگانہ عنایت فرمایا گھوڑے کو سرعت رفتار
گدہے کو مشقت پر صبر اونٹ کو کم خواری اور کثرت باربرداری مرحمت کی پھر دیکھو کہ انسان کو
تری اور خشکی مین بذریعہ کشتیون اور حیوانات کے کسطرح پھراتا ہے تاکہ غذا وغیرہ حوائج
انسان کے پاس پہونچاوین اور یہ بھی سوچو کہ حیوانات کے لیے اسباب اور سامان اور گھاس
دانہ وغیرہ کی کیا کیا ضرورت ہوتی ہے اور کشتیون کیواسطے کون کون لوازم کی حاجت
پڑتی ہے ان سب چیزون کو خدا ے تعالی نے بقدر حاجت اور زائد از حاجت پیدا کیا ہے
اور اونکا شمار کرنا غیر ممکن ہے پھر گنانے اور امور بیشمار کی نوبت پہونچتی ہے جسکا چھوڑ دینا
اختصار کے لیے ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے

چھٹا نکتہ غذا کی اصلاح مین جاننا چاہیے کہ جو چیزین زمین پر قسم نبات پیدا ہوتی ہین اور جو حیوانات
پیدا ہوتے ہیں اونکا اوسیطرح پر کھا لینا ممکن نہین بلکہ ہر ایک مین کچھہ اصلاح اور پکانے کی ضرورت ہوتی ہے
کہ بعض کو پھینک دینا پڑتا ہے اور بعض کو باقی رکھنا خواہ اور اسیطرح کی بیشمار باتین کرنی
پڑتی ہیں اور ہر غذا مین ان ترکیبوں کا مفصل لکھنا دشوار ہے اسلیے ہم صرف ایک روٹی کو خاص
کرکے دیکھتے ہین کہ بیج ڈالنے کے بعد اوسکے گول ہونے اور غذا کے قابل ہونے کے لیے
کیا کیا کرنا پڑتا ہے پس اول جو حاجت ہوتی ہے وہ زمین کی درستی ہے جسکے لیے کسان کی



حاجت ہے پھر بیلون اور ہل کی ضرورت ہے مع جمیع لوازم کے پھر بعد اسکے مدت تک پانی
دینا پھر کھیت کو لونا پھر کاٹنا پھر گاہنا اور اناج علیحدہ کرنا پھر پیسنا پھر گوندھنا پھر پکانا
تو سوچنا چاہیے کہ یہ کتنے کام ہوے اور جو ہمنے نہین لکھے وہ علاوہ ہے اور جتنے لوگ ان
کامون کو کرتے ہین اور جتنے اوزار سے کرتے ہین اونکو بھی تامل کرنا چاہیے اور یہ آلات
لوہے اور لکڑی اور پتھر کے ہوتے ہین کھیتی کے آلات بنانے والون کو لحاظ کرو اور پیسنے
اور پکانے والون کو دیکھو پھر منجملہ ان کاریگرون کے لوہارون کو دیکھو کہ لوہے اور تانبے اور
سیسے کی حاجت پڑتی ہے پھر دیکھو کہ خداے تعالی نے پہاڑون اور پتھرون اور کھانون کو
کیسا جدا جدا بنایا۔ غرضکہ اگر تلاش کرو تو جان لو کہ ایک روٹی گول ہو کر غذا کے قابل جب
ہوئی ہے جب ہزار سے زیادہ کاریگرون نے کام کر لیا ہے یعنی اوس فرشتے سے
شروع کرو جو ابر کے لیے ہے اور آخر تک دیکھتے چلے جاؤ یہان تک کہ فرشتون کیطرف کے
کام ختم ہو کر نوبت انسان کے عمل کی پہونچی اور گول ہونے پر اوسکے طالب سات ہزار کاریگر
ہوتے ہین جنمین سے ہر ایک کاریگر ایسی اصل چیز بناتا ہے جس سے خلق کی مصلحت پوری
ہوتی ہے پھر انسان کی کثرت عمل کو لحاظ کرنا چاہیے کہ ان آلات مین کتنا کام کیا ہے مثلاً
ایک چھوٹا سا آلہ سوئی ہے کہ اوسکا فائدہ لباس کا سینا ہے جو مانع سردی کا انسان سے
ہے اوسکو اگر دیکھو تو اوسکی شکل لوہے سے جب بنتی ہے جب سوئی بنانے والے کے
ہاتھ مین پچیس دفعہ گذرتی ہے اور ہر دفعہ وہ ایک ایک کام اوسمین کرتا جاتا ہے پس
اگر خداے تعالی شہرون کو جمع نکرتا اور بندون کو مسخر نکرتا اور آدمی کو مثلاً گیہون کاٹنے
کے لیے درانتی کی حاجت پڑتی تو تمام عمر اسمین کٹ جاتی اور نہین سکتی مگر خداے تعالی کی
شان ہے کہ آدم خاکی کو نطفہ ناپاک سے پیدا کر کے ایسے ایسے عجیب و غریب آلات بنانے
کی ہدایت کی مقراض ہی کو دیکھو کہ دو پلے ایک دوسرے پر منطبق رہتے ہین مگر چیز کو لیتی ہی
جلد جلد کاٹتی چلی جاتی ہے اگر خداے تعالی اوسکے بنانے کا طریق پہلے لوگون پر واضح
نہ فرماتا اور ہمکو اوسکا طریق نکالنے کی حاجت اپنی فکر سے ہوتی اور طریق لوہے کے
نکالنے کا پتھر سے اور پیدا کرنا اون آلات کا جنسے مقراض بنائی جاتی ہے سوچنا پڑتا اور
ہماری عمر بھی مثل حضرت نوح علیہ السلام کے ہوتی اور عقل بھی نہایت کامل دیجاتی تو تمام
عمر اس ایک آلہ کے ایجاد کرنے ہی سے قاصر ہوتے دوسرون کا تو کیا ذکر ہے مگر خداوند کریم کا

کمال انعام واحسان ہے کہ اوسنے سب کچھ اپنے کرم سے بتلادیا اگر فرض کرو کہ کسی شہر میں پڑا سر ہے یا لوہار یا حجام یا جولاہہ یا کوئی اور ادنی پیشہ ور نہ ہے تو لوگوں کو کیسی ایذا ہوتی اور کیسی ابتری کاروبار میں پڑے خدا کی شان ہے کہ اوسنے بعض بدون کو بعض کا مسخر کر رکھا ہے تاکہ اوسکی مشیت یوہی ہوا و حکمت کامل۔ اب اس قول کو ہم مختصر کرتے ہیں اس خطر سے کہ مقصود نعمتوں پر تنبیہ کرنی ہے نہ اونکو نام بنام لکھنا۔

ساتواں نکتہ خدا کے درست کرنے والوں کی اصلاح کی نعمت میں۔ واضح ہو کہ یہ پیشہ ور جو اصلاح خدا کرتے ہیں اگر اونکی رائیں مختلف ہوتیں اور طبیعت میں وحشیوں کی سی نفرت ہوتی تو ایک دوسرے سے علحدہ ہو کر دور رہتے اور کوئی کسی سے متمتع نہوتا بلکہ جیسے وحشی ایک جگہ نہیں رہتے۔ ایک عرصہ تک متفق ہوں ایسے ہی یہ لوگ بھی ہوتے لیکن لحاظ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے کسطرح اونکے دلوں میں الفت اور انس و محبت پیدا کی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ پس الفت و محبت کا دلیل ہوا و یکا کام ہی الفت اور دارو مدار کی شناسائی کے باعث لوگ اکٹھے ہوئے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ انس ہوا اور شہر و قصبات بنائے ایسے مکانوں کو پاس پاس تعمیر کیا اور اونکو آرائشوں سے مزین کیا بازار اور دکانیں مرتب کیں اور تمام اقسام کے کارخانے بنائے جنکا حصر طویل ہے پھر چونکہ انسان کی سرشت میں غصہ اور حسد اور حرص اور حرص بھی ہے اس جہت سے یہ محبت باقی بھی رہتی ہے اور جہاں دو آدمیوں کی غرض ایک ہی مطلب پر جمع ہوئی وہاں آپس کی نفس نفسی اور نفرت ملکہ نوبت کشت و خون ہی تک پہنچتی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ خدا تعالی نے کیسے اونپر سلاطین کو مسلط کردیا او قوت اور سامان سے اونکی اعانت کی اور اونکا رعب تمام عالم کے دلوں میں ڈالا یاکہ حسن تدبیر اور سرداری کرتے ہیں خواہ طبیعت چاہے یا نہ چاہے پھر سلاطین کا بھی لحاظ کرنا چاہیے کہ اونکو اصلاح شہروں کا انتظام کیسے ہدایت کردیا یہانتک کہ اونھوں نے شہروں کو ایسی وضع پر بسایا اور اونکے حصے ایسے کیے جیسے ایک شخص کے اجزا ہوتے ہیں کہ بعض کو بعض سے نفع ہوتا ہے اسیلیے اونھوں نے ہر ایک شہر میں پول اور قاضی اور کوتوال اور چودھری مقرر کیے اور خلق کو بزور قاعدہ عدل کا پابند کیا اور آپس کی موافقت اور معاونت سب پر ضروری کردی یہانتک کہ لوہار مثلاً قصاب و نان پز اور تمام اہل شہر سے متمتع ہوتا ہے جیسے اور سب کو لوہار سے فائدہ پہونچتا ہے حجام کسان سے اور کسان حجام سے اور ہر ایک

شخص ایک دوسرے سے منتفع ہوتے ہین اسی جہت سے کہ سلطان کی ترتیب و جمع کے موافق سب متفق اور مجتمع رہتے ہین جسطرح کہ تمام اعضاے بدن ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہین اور باہم منتفع ہوتے ہین پھر دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے سلاطین کی اصلاح کے لیے انبیا کو مبعوث فرمایا جنھون نے اونکو علاوہ اصلاح دین کے ارشادات کی یہ قوانین شریعت بھی سکھلائے کہ مراعات عدل کی خلق مین منی چاہیے اور انتظام کے لیے آئین سیاست جاری ہے اسیطرح احکام سلطنت اور امامت اور احکام فقہ متعلق باصلاح دنیا سب بتلا دیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ انبیا علیہم السلام کی اصلاح خداے تعالی نے فرشتون سے کی اور فرشتون مین سے ایک کی اصلاح دوسرے سے ہوئی یہان تک کہ انتہا اس سلسلے کی اوس فرشتہ مقرب پر پہونچتی ہے کہ اوسمین اور خداے تعالی مین کوئی واسطہ نہین رہتا مثلاً نان پز آٹے کی اصلاح پکانے سے کرتا ہے اور پیسنے والا اوسکی اصلاح پیسنے سے اور کسان غلہ کی اصلاح کاٹنے سے اور آلات زراعت کی اصلاح لوہار کرتا ہے اور اوسکے اوزار کی اصلاح بڑھئی کرتا ہے اسیطرح ہر ایک پیشہ والا جو آلات غذا کو درست کرتے ہین جاننا چاہیے اور ان سب پیشہ ورون کی اصلاح سلطان کرتا ہے اور سلطان کی اصلاح علما کرتے ہین جو وارث انبیا علیہم السلام ہین اور علما کی اصلاح انبیا کرتے ہین اور اونکی اصلاح عالم قدس سے بترتیب ہوتی ہے یہان تک کہ سلسلہ بارگاہ احدیت پر پہونچتا ہے جو اصل ہر ایک انتظام کی اور منشا تمام ترتیب و تالیف کا ہے اور یہ سب باتین اوس رب الارباب اور مسبب الاسباب کی نعمتون مین سے ہین اگر وہ اپنے کرم و فضل سے یہ نہ فرماتا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا تو ہمکو یہ ذرا سی نعمتین بھی معلوم نہوتین اور اگر بحکم قہر و قدرت اس آیت کے باعث وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا ہماری چشم طمع کو اپنی نعمتون کے شمار سے معزول نہ کرتا تو ہم بھی شوق اونکی کنہ کے دریافت کا اور اونکو شمار کرنے کا کرتے مگر کیا کرین اپنا بس کچھ نہین جو کچھ بولے وہ بھی اوسی کے حکم سے بولے اور جو چپ ہوے تب بھی اوسی کے روکنے سے رکے کیونکہ جو چیز وہ عنایت کرتا ہے اوسکا کوئی روکنے والا نہین اور جس چیز کو وہ نہین دیتا اوسکا کوئی دینے والا نہین اسیلیے کہ زندگی کہ ہر لحظے مین گوش دل مین یہ آواز اوس بادشاہ زبردست کی سنتے ہین لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار لیکن خدا کا شکر ہے کہ اوسنے ہمکو کافرون سے متمیز کیا اور صورت پہلی یہ ندا سنائی

آٹھوان نکتہ فرشتون کی پیدایش مین خداے تعالے کی نعمت کے بیان مین

پہنچانے کو ہم کہہ چکا کہ فرشتوں کی پیدائش میں خدای تعالی نے یہ نعمت رکھی ہے کہ اونسے
انبیاء علیہم السلام کی اصلاح فرماتا ہے اور ہدایت اور وحی کا پہونچانا اونپر انہیں کے ذریعہ
بتلاتا ہے مگر اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ فرشتوں کے اعمال صرف اسیقدر ہیں بلکہ فرشتوں کے
طبقات باوجود کثرت اور ترتیب مراتب کے تین طبقات میں منحصر ہیں اول ملائک زمین کے
دوم آسمان کے سوم عرش کے [illegible] اب ان طبقات میں سے اونکو دیکھنا چاہیئے
جنکو خدای تعالی نے غذای انسانی پر موکل کر رکھا ہے اور وہ ان سے کچھ غرض نہیں جیسے
ہدایت و ارشاد وغیرہ متعلق ہے پس معنی یہ ہے کہ ہر ایک جزو انسان کے بدن کا بلکہ نبات کے
جسم کا غذا نہیں پاتا جب تک کہ اوسپر سات فرشتے جو اقل مرتبہ ہے خواہ دس خواہ سو یا زیادہ
موکل نہوں توضیح اسکی یہ ہے کہ غذا کے معنی یہ ہیں کہ ایک جزو غذا کا دوسرے جزو کا قائم مقام
ہو جاتا رہا ہو مثلاً غذا انجام کو خون ہوکر گوشت اور ہڈی بنجاتی ہے اور جب یہ حالت ہوگئی تو
غذا کامل ہو جاتی ہے اور خون اور گوشت اجسام ہیں کہ انکو کچھ قدرت اور معرفت اور اختیار
نہیں کہ اپنے آپ حرکت کر سکیں نہ اپنے آپ متغیر ہو سکیں اور صرف طبیعت اس بات کو کافی
نہیں کہ کبھی کوئی چیز بنا دے کبھی کوئی جسطرح گیہوں کہ خود بخود نہ پیستا ہے نہ گوندھتا ہے
نہ روٹی ہوتا ہے جب تک کہ کوئی کاریگر نہو اسیطرح خون بھی خودبخود نہ گوشت ہوتا ہے
نہ ہڈی بنتا ہے نہ رگ و پی ہوتا ہے جب تک کہ کوئی بنانے والا نہو اور باطن میں بنانے والے
فرشتے ہیں جیسے ظاہر کے پیشہ ور اہل شہر ہیں اور چونکہ خداوند کریم نے نعمتیں اپنی ظاہر و باطن
دونوں میں عنایت کی ہیں تو باطن کی نعمتوں سے غافل نہونا چاہیئے پس ہم کہتے ہیں
کہ ایک فرشتہ تو ایسا چاہیئے جو غذا کو گوشت اور ہڈی کے پاس تک پہونچا دے اسلیئے کہ غذا تو خود
حرکت کرتی نہیں اور دوسرا وہ ہو جو غذا کو وہاں سے نکلنے نہ دے اور اوسیکے پاس روکے رہے
اور تیسرا وہ جو غذا پر سے خون کی صورت دور کرے اور چوتھا وہ جو اوسکو گوشت خواہ ہڈی
یا رگ کی صورت بنا دے اور پانچواں وہ جو زیادتی باقی رہجاوے اوسکو دفع کرے اور چھٹا
وہ جو ان چیزوں کو جہاں کی تہاں ملا دے یعنی جس جزو غذا میں صفت گوشت کی آئی ہے
اوسکو گوشت میں ملا دے اور جسمیں ہڈی کی ہے اوسکو ہڈی میں ملا دے تاکہ علیحدہ نرہجاوے
اور ساتواں وہ کہ اس اتصال میں رعایت اصل مقدار کی رکھے کہ جو چیز گول ہو اوسکی گولائی
نہ جاتی رہے اور جو چوڑی ہے اوسکی چوڑائی قائم رہے اور مجوف کی گہرائی بنی رہے

اور ہر عضو پر بمقدار حاجت بھی ملحوظ رکھے مثلاً اگر لڑکے کی ناک پر غذا اوسقدر جمع کر دے جسقدر ران پر چاہیے تو ناک بہت بڑی ہو جائے اور نتھنے جاتے رہین اور صورت ڈراونی ہو جائے بلکہ مناسب یہ ہے کہ جو چیز جسکے لائق ہو وہی پہونچائے مثلاً پلکون مین پتلا پن اور ڈھیلے مین صفائی اور رانون مین موٹاپن اور ہڈی مین سختی تو ہر ایک کیواسطے ایسی ہی غذا پہونچانی چاہیے جو مقدار و شکل مین انکے مناسب ہو ورنہ صورت بگڑ جاویگی اور بعض جگہ بڑھجاوینگی اور بعض کم زور رہینگی بلکہ یہ فرشتہ اگر عدل کا لحاظ قسمت و تفریق مین نکرے اور لڑکے کے سر اور تمام بدن مین غذا پہونچائے اور ایک پانون مثلاً چھوڑ دے تو سارا بدن تو بڑھے گا مگر ایک پانون ویسا ہی رہیگا جیسا لڑکپن مین تھا ایسا شخص اپنے جینے سے کیسے منتفع ہوگا جو سب اعضا بڑے آدمی کے سے رکھے اور ایک پانون لڑکے کا سا ہو غرض عایت مقدار بھی اس قسمت مین ایک فرشتے کو سپرد ہے اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ خون اپنی سرشت کے باعث اپنی شکل بدل لیتا ہے اسلیے کہ جو شخص ایسے امور کا حوالہ طبیعت پر کرتا ہے وہ جاہل ہے اپنے قول کو نہین جانتا بلکہ یہ کام زمین کے فرشتون کے سپرد ہے کہ وہ آدمی کے اندر سب اپنے اپنے کام مین مصروف ہین خواہ آدمی خواب استراحت مین ہو یا کسی غفلت مین متردد ہو وہ اپنا کام کیے جاتے ہین اور اوسکو اونکی کچھ خبر نہین اور یہ بات اجزای بدن کی ہر ایک چیز مین موجود ہے کیسا ہی چھوٹا جزو ہو یہان تک کہ بعض اجزا مثل آنکھ اور دل مین حاجت سو سے زیادہ فرشتون کی ضرورت ہے جنکی تفصیل بقصد اختصار ہم ترک کیے دیتے ہین۔ اب ان زمین کے فرشتون کو آسمان کے فرشتون سے مدد پہونچتی ہے اور انمین وہ ترتیب معین ہے جسکی کنہ سوای خدای تعالی کے اور کوئی نہین جانتا اور آسمان کے فرشتون کو عرش کے اوٹھانے والون سے مدد پہونچتی ہے اور ان سب پر انعام تائید اور ہدایت اور تسدید کا بارگاہ رفیع الشان قدوس مالک ملکوت و جبروت شاہنشہ جلال عزت و لاہوت سے ہوتا رہتا ہے اور فرشتے جو آسمانون اور زمین مین مقرر ہین اور اجزای نبات و حیوانات پر موکل ہین یہان تک کہ ہر ایک قطرۂ باران اور ہر پارۂ ابر کی حرکات پر جو ادھر اودھر پھرتے ہین مامور ہین اونکے باب مین احادیث بیشمار ہین اسواسطے کچھ حاجت دلیل لانے کی نہین۔ لیکن یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ سب کام آدمی کی غذا کے ایک ہی فرشتے کو کیون نہ سپرد ہوے سات فرشتون کی ضرورت کیون ہوئی کیہو یا

بھی تو بہت سے اعمال کیے جاتے ہیں اول پیسے جاتے ہیں پھر آٹا چھانا جاتا ہے پھر پانی ڈالا
جاتا ہے پھر گوندھا جاتا ہے پھر پیڑے بنائے جاتے ہیں پھر روٹی بنائی جاتی ہے پھر توے یا تنور پر
پکائی جاتی ہے مگر بعض اوقات ایک ہی آدمی یہ سب باتیں کر لیتا ہے اسیطرح اعمال باطنی بنسبت
اعمال ظاہری کیطرح کیوں ہوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کی پیدائش آدمی کی پیدائش
کی مخالف ہے جو فرشتہ ہے اوسکی صفت بھی ایک ہی ہے اوسمین کسیطرح کا خلط یا ترکیب نہیں
جب یہ بات ہے تو ایک فرشتے سے ایک ہی عمل ہوگا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ اور ہمیں بلحاظ اوسمیں آپسمین ایک دوسرے سے تعرض نہیں نہ باہم
مقابلہ بلکہ وہ ایسے کاموں پر ایسے مامور ہیں جیسے حواس خمسہ کہ بینائی تنہا شنوائی کی مزاحم نہیں نہ
کہ ادراک مسموعات میں اوس سے برخلاف کرے نہ قوت شامہ اون دونوں کی مزاحم ہے نہ وہ دونوں
اوسکے مانع حواس خمسہ کا حال اور اعضا کا سا نہیں دیکھو بعض اوقات آدمی پانوں کی اونگلیوں سے
گرفت کر لیتا ہے جو ہاتھ کا کام ہے اگرچہ اوسکی گرفت ضعیف ہوتی ہے مگر ہاتھ کا تو ایک
مزاحم تو ہو سکتا ہی اسیطرح کبھی ایک شخص دوسرے آدمی کو ٹکر مارتا ہے اور جو کام ہاتھ کا ہے وہ سر سے لیتا
اور یہ حواس خمسہ کا حال انسان کا سا ہے کہ ایک ہی آدمی سیکڑوں کام کر لیتا ہے۔ اور یہ بات
انسان میں ایک طرح کی کجی اور میلان عدل کی سے اور وجہ اسکی یہی ہے کہ انسان کے صفات
اور ارادات میں اختلاف ہے یہ ایک ہی وصف نہیں رکھتا اسی جہت سے ایک ہی فعل کا پابند
بھی نہیں اور اسی لحاظ ہم دیکھتے ہیں کہ آدمی کبھی خداے تعالی کی اطاعت کرتا ہے اور کبھی نافرمانی
کرتا ہے کیونکہ اوسکے صفات وارادات میں اختلاف ہے اور یہ بات فرشتوں کی طبیعت میں
ناممکن ہے اونکی سرشت طاعت ہی پر ہے اونکو معصیت کی مجال نہیں تو بالضرور اونکا یہی حال ہے
جو خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اور يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ
وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ جو اونمیں رکوع کرنے والا ہے وہ ہمیشہ رکوع ہی کرتا ہے اور جو سجدہ کرنے والا ہے
وہ ہمیشہ سجدے ہی مین ہے جو کھڑا ہے وہ ہمیشہ کو کھڑا ہے کچھ اختلاف اونکے افعال میں نہیں
نہ کسیطرح کا فتور بجا آوری امور میں اور ہر ایک کیلیے ایک مقام اور رتبہ ہے کہ اوس سے تجاوز
نہیں کرتا اور اوسکا طاعت بجا لانا اسطرح کہ اوسمین مجال عدول حکمی کی نہو ایسا ہو سکتا ہے جیسے
آدمی کے ہاتھ پانوں وغیرہ آدمی کی اطاعت کرتے ہیں اور مخالفت کی مجال متصور نہیں مثلا جب
آدمی پلکین کھولنی چاہے تو اگر وہ صحیح وسالم ہونگی تو اونکو کچھ تردد کھلنے میں نہوگا نہ یہ ہوگا کہ

کہ کبھی کھلنے مین اطاعت کرین اور کبھی کوتا نمائین بلکہ وہ گویا منتظر امر و نہی انسان کے ہین کہ اشارے کے ساتھ ہی کھل جاتی ہین اور اشارے کے ساتھ ہی بند ہو جاتی ہین پس یہ تشبیہ اگرچہ عدول حکمی کے نہونے مین ہو سکتی ہے مگر ین وجہ درست نہین وہ یہ ہے کہ پلکون کو علم اپنے کھلنے اور بند ہونے اور بجا آوری حکم انسان کا نہین اور فرشتے زندہ ہین جو کرتے ہین اوسکو جانتے ہین اسوجہ سے تشبیہ اونکی اعضا سے ناتمام ہے حاصل اس سب بیان کا یہ ہے کہ زمین اور آسمان کے فرشتون مین جو خدائے تعالی نے انسان پر صرف کھانے کے باب مین نعمت رکھی ہے اوسکا بیان یہان تک ہوا اور حرکات و حاجات کا ذکر نہین کیونکہ اونکے بیان کو طول چاہیے پس فرشتون کی نعمت ایک درجہ جداگانہ ہے نعمت کے درجات مین سے اور مجموع طبقات نعمت کا بھی شمار کرنا غیر ممکن ہے۔ اونکے افراد کا تو کیا ذکر ہے پس جب ثابت ہوا کہ انسان پر خدای تعالی نے نعمت ظاہری اور باطنی دونون پوری کی ہین اور پھر فرمایا وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ تو باطن کے گناہ کا چھوڑنا جسکو لوگ نہین جانتے یعنی حسد اور بد گمانی اور لوگون کی بدی دل مین رکھنی وغیرہ گناہان قلبی سے محترز ہونا باطنی نعمتون کا شکر ہوگا اور ظاہری گناہون کا ترک کرنا نعمت ظاہری کا شکر ہوگا بلکہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص خدای تعالی کی نافرمانی کرے اگر پلک جھپکنے ہی مین ہو مثلاً اپنی آنکھ ایسی جگہ کھولدے جہان بند کرنا واجب ہے تو ایسا شخص سب اللہ تعالی کی نعمتون کا جو آسمان و زمین اور اونکے درمیان مین ہین منکر ہوگا کیونکہ جو چیز اللہ تعالی نے پیدا کی ہے یہان تک کہ فرشتے اور آسمان اور زمین اور حیوانات اور نباتات سب کے سب ہر ہر بندہ کے حق مین نعمت ہین کہ اوسکا نفع اوسے پورا ہوتا ہے گو غیرون کا بھی فائدہ ہوتا ہو اور مثال مذکور مین ہر پلک جھپکنے مین خدای تعالی کی دو نعمتین خود پلک مین ہین اسلیے کہ ہر پلک کے نیچے عضلات پیدا کیے ہین اور اونمین اوتار اور رباط ہین جو دماغ کے پٹھون مین ملے ہین جنکے ذریعے سے اوپر کی پلک نیچے کو دبتی ہے اور نیچے کی اوپر کو اوٹھتی ہے اور ہر پلک مین سیاہ بال ہین اور اونکے سیاہ ہونے مین یہہ نعمت ہے کہ آنکھ کی روشنی کو اکٹھا رکھین سفید چیز روشنی کو متفرق کرتی ہے اور سیاہ مجتمع رکھتی ہے اور اونکو ایک صف مین جو رکھا ہے اسمین یہ نعمت ہے کہ چھوٹے کیڑے آنکھ کے اندر نہ جا سکین اور جو تنکے ہوا مین اوڑتے ہین وہ آنکھ مین نہ پڑین بالون مین اٹک رہین اور خدای تعالی کی نعمتین ہر ہر بال مین دو ہین کہ جڑ بالون کی سہم نمائی اور با وجود جڑ کی نرمی کے



پھر کھڑا رکھا اور دونوں پلکوں کے بال اوپر نیچے سے ملکر جو جالی کی صورت ہو جاتے ہیں
اسمیں سب سے بڑی نعمت ہے وہ یہ ہے کہ ہوا کا غبار بھی آنکھ کے کھلنے کا مانع ہوتا ہے اور
اگر آنکھ بند کر لی جاوے تو کچھ سوجھتا نہیں اسلیے ایسے وقت مین آدمی ایسی طرح آنکھ بند کرسکتا ہے
کہ اوپر نیچے کی پلک کے بال الشکل جال ہو جاوین اور وہ غبار ہوا کو آنکھ مین نہ جانے دے اور اوسکی
آڑ مین سے دیکھ بھی سکے - پھر اگر آنکھ کے ڈھیلے پر کچھ غبار پہونچ جائے تو دونوں پلکیں
نیچے اوپر کی ایسی ڈھیلے سے ملی پیدا ہوئی ہین اور کنارے اونکے پتلے سے ہیں کہ وہ
ڈھیلے پر وہ اثر کرتے ہیں جو صیقل آئینے پر کرتی ہے یعنی جہان ایک دو دفعہ پلکیں کھولین
بند کین فوراً ڈھیلا غبار سے صاف ہو جاتا ہے اور تنکا وغیرہ کوؤن اور پلکوں مین نکل آتا ہے
اور مکھی کے ڈھیلے میں چونکہ پلکیں مخلوق نہین ہوئیں اسلیے اوسکے دو پایوں اوسکے عوض زیادہ
ہیں جسسے وہ ہمیشہ اپنی آنکھوں کو ملتی رہتی ہے تاکہ ڈھیلے صاف رہیں - اور چونکہ ہمکو
مفصل بیان کرنا لطائف الٰہی کا منظور نہیں اسلیے کہ اوسمین طول بہت ہے اور کتاب بہت
بڑھ جاوے گی اور شاید اگر زمانے نے فرصت دی اور توفیق یاور ہوئی تو ہم ایک کتاب
جدا گانہ اس باب میں لکھکر عجائب صنع اللہ نام رکھینگے اسلیے اب اصل غرض کیطرف رجوع
کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مثال مذکورہ بالا مین جس شخص نے مثلاً غیر محرم کیطرف آنکھ
کھولی تو اوسنے آنکھ کھولنے میں خدای تعالی کی نعمت جو پلکوں مین تھی اوسکی ناشکری کی
اور چونکہ پلکیں بدون آنکھ کے نہین ہوتین اور نہ آنکھ بدون سر کے اور سر بدون دھڑ کے
اور نہ دھڑ بدون غذا کے اور نہ غذا بدون پانی اور زمین اور ہوا اور مینہ اور ابر اور آفتاب
و ماہتاب کے اور نہ یہ چیزیں بدون آسمانون کے اور نہ آسمان بدون فرشتوں کے کیونکہ یہ سب
چیزیں مثل ایک شے کے ہین جیسے اعضاے بدن ایک دوسرے سے مرتبط ہیں ویسے ہی یہ
اشیا بھی ایک دوسرے سے مرتبط ہین تو معلوم ہوا کہ اوس شخص نے ہر ایک نعمت کی ناشکری
کی جو سمک سے سماک تک موجود ہین اور نہین لحاظ کوئی آسمان یا فرشتہ یا حیوان یا نبات
یا پتھر ایسا نہین رہتا جو اوس شخص کو لعنت نکرے اور اسواسطے حدیث شریف میں وارد ہے
کہ جس مین پر آدمی جمع ہوتے ہین اور پھر علیحدہ ہوتے ہین تو وہ اونکو یا لعنت کرتے ہین
یا اونکی طلب مغفرت کرتے ہین اسیطرح ایک اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ عالم کیواسطے
تمام چیزیں طلب مغفرت کرتی ہین یہان تک کہ سمندر مین مچھلی بھی اور اوسکے لیے بخشش کا سوال

کرتی ہے اور فرشتے نافرمانون کو لعنت کرتے ہین اسیطرح بہت سی روایتین اس باب مین
ہین کہ اون سب کا لکھنا دشوار ہے اور اون روایات سے سب سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو شخص
ایک دفعہ کے پلک مارنے سے بھی گناہگار ہوگا وہ تمام ملک اور ملکوت کا قصوروار ٹھہریگا
اور اگر اوس بدی کے پیچھے تدارک کے لیے نیکی نہ کریگا تو اپنے آپ کو ورطۂ ہلاکت مین ڈالیگا
اور نیکی کرنے کی صورت مین سب چیزین لعنت کی عوض اوسکے لیے طلب مغفرت کرینگی
تو کیا عجب ہے کہ خدای تعالی اوسکی توبہ قبول فرماکر اوسکی خطا سے درگذر فرماوے۔ اور
اللہ تعالی نے حضرت ایوب علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ آدمیون مین سے میرے ہر بندے کے
ساتھ دو فرشتے ہین جب وہ میرا شکر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ آلہی اسکو نعمت پر نعمت
زیادہ کر اسواسطے کہ تو لائق حمد و شکر کے ہے تو اے ایوب تو بھی جلد شاکرین مین ہوجا کیونکہ
اونکو اتنا ہی علو مرتبہ میرے نزدیک کافی ہے کہ مین خود اونکے شکر کا شکر گذار ہوتا ہون اور
میرے فرشتے اوسکے لیے دعا مانگتے اور تمام جگہین اونسے محبت رکھتی ہین اور آثار اوسپر
روتے ہین۔ اور جسطرح کہ یہ معلوم کیا کہ ہر پلک مارنے مین بہت سی نعمتین ہین اسیطرح یہ بھی جان لو
کہ جو سانس نیچے اور اوپر آتا جاتا ہے اوسمین بھی دو نعمتین ہین یعنی سانس کے اوپر آنے سے
دھوان جلا ہوا دل مین سے نکل جاتا ہے اگر وہ نہ نکلے تو آدمی ہلاک ہوجاوے اور سانس کے
نیچے جانے سے باہر کی تازہ ہوا دل کو پہونچتی ہے کہ اگر یہ نہ پہونچے تب بھی دل جل جاوے
اسلیے کہ ہوا کی روح اور سردی سانس کے ساتھ جب جاویگی تو حرارت کے باعث دل تباہ و
ہلاک ہوجاویگا۔ اب اگر رات دن کا حساب کرو تو دن رات کے چوبیس گھنٹے ہوتے ہین
اور ہر گھنٹے مین قریب ہزار سانس کے ہوتے ہین اور ہر سانس مین دس لحظے کے قریب
ہوتے ہین اس حساب سے ہر لحظہ مین آدمی کے ایک ایک جزو بدن پر ہزارہا نعمتین ہوتی ہین
بلکہ ہر جزو عالم مین ہزارون لاکھون کرورون نعمتین ہر لحظے مین ہوتی ہین بھلا کہین ان
نعمتون کا شمار ممکن ہے اور جب حضرت موسی علیہ السلام پر حقیقت اس قول خداوندی کی
کھلی وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا تو اونھون نے عرض کیا کہ آلہی مین تیرا شکر کیسے کرون
ہر ایک بال مین میرے جسم کے تیری دو نعمتین موجود ہین کہ اوسکی جڑ تو نے ملائم بنائی اور
اوسکا سرا اونچا بنایا۔ اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص خدای تعالی کی
نعمت کو سواے اپنے کھانے اور پینے کے نجانے تو اوسکا علم کم ہے اور اوسکو سخت

عذاب ہوگا اور یہ سب جو ہم نے ذکر کیا کھانے اور پینے ہی کی نعمتوں کا حال ہے اس سے
اور نعمتوں کو قیاس کر لینا چاہیے کیونکہ ہوشیار و دانا شخص کی آنکھ عالم میں جس چیز پر پڑتی ہے
یا جو موجود چیز اوسکے دل میں گذرتی ہے وہ اوسمیں سے اپنے اوپر کوئی نعمت متحقق کر لیتا ہے
اس تفصیل کو ہم موقوف کرتے ہیں کہ محال چیز کی طمع سے کچھ فائدہ نہیں

تیسرا بیان اوس سبب کا جس سے خلق شکر نہیں کرتی - جاننا چاہیے کہ خلق شکر نعمت
جہالت اور غفلت کے باعث نہیں کرتی اسوجہ سے جہالت اور غفلت کے مارے نعمت کو
نہیں جانتے اور جب تک نعمت معلوم ہو تب تک اوسکا شکر کیسے ادا ہو علاوہ اسکے جو لوگ
نعمت کو جانتے بھی ہیں انکو یہ گمان ہے کہ شکر نعمت یہی ہے کہ زبان سے الحمد للہ اور خدا کا شکر ہی کہا کرے اور
یہ نہیں جانتا کہ شکر کے معنی یہ ہیں کہ جو نعمت جس حکمت کے واسطے ہی ہو اوسکو اوسی حکمت کی کامل کرنے میں
مستعمل کرے اور حکمت جو نعمت سے مطلوب ہے وہ طاعت خدای عز و جل ہے اگر یہ دونوں
باتیں لوگ جانتے ہوں تو پھر شکر کا مانع سوائے غلبہ شہوت اور استیلائے شیطان کے اور کچھ
نہیں رہتا - اب معرفت نعمت سے غافل رہنے کے کئی سبب ہیں جنمیں سے ایک یہ ہے کہ
آدمی جہالت کے باعث جو بات کہ سب لوگوں میں پائی جاتی ہے اور ہر حال میں اونکے
پاس ہے اوسکو نعمت نہیں جانتے اسواسطے کوئی اوسکا شکر گزار نہیں ہوتا مثلاً جو نعمتیں ہم نے
اوپر ذکر کی ہیں یعنی کھانے کے باب میں اور اعضاء متعلق غذا کے باب میں اونپر کوئی شکر
نہیں کرتا اسلیے کہ یہ نعمتیں عام ہیں سب کو ہر وقت حاصل ہیں کسیکو اپنے ساتھ انکی خصوصیت
معلوم نہیں ہوتی نہیں وجہ اوسکو نعمت جانیں نہ شکر ادا کریں مثلاً روح ہوا پر شکر نہیں کرتے
حالانکہ اگر ایک لحظہ گلا پکڑ لیا جاوے کہ ہوا باہر کی اندر نہ جا سکے تو مر جاوینگے یا کسی ایسے حمام میں
بند کیے جاویں جسمیں ہوا گرم ہو یا کسی کنوئیں میں جسکی ہوا پانی کی تری سے بھاری پڑ گئی ہو تو
گھٹ کر مر جاوینگے ہاں اگر کوئی اسی طرح بند ہو کر پھر نکالا جاوے تو البتہ روح ہوا کو نعمت
جانیگا اور پھر اوسپر شکر کریگا اسیلیے مثل مشہور ہے ع قدر نعمت بعد زوال ہے اور یہ بڑی
جہالت ہے کیونکہ اس صورت میں شکر اس بات پر موقوف ہوا کہ نعمت اوس سے چھن جاوے اور پھر
کسیوقت دیجاوے جب یہ قدر اوسکی جانکر شکر گزاری کریں حالانکہ نعمت کا ہر وقت شکر گزار ہی
رہنا چاہیے مثلاً بینا آدمی کو ہم نہیں دیکھتے کہ وہ اپنی آنکھوں کی سلامتی کا شکر کرتا ہو یہاں تک
کہ اندھا ہو جاوے اندھا ہونے پر قدر آنکھوں کی معلوم ہوتی ہے اور پھر اگر بینائی واپس

آتی ہے تو اوسکو نعمت جانکر شکر کرتا ہے مگر چونکہ رحمت الٰہی سب پر عام ہے اور ہر حال مین
ہر ایک پر مبذول تو اوسکو یہ جاہل اپنی نعمت نہین جانتا اس جاہل کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی بدذات غلام کہ ہمیشہ سزاوار زد وکوب ہو یہان تک کہ اگر ایک گھڑی اوسکی مار پیٹ
موقوف کیجائے تو بڑا احسان مانے اور اگر ہمیشہ کو موقوف کردیجائے تو ناکرنے لگے اور
شکر گذاری ترک کرے۔ لوگون کا یہ حال ہو رہا ہے کہ شکر صرف مال ہی کا کرتے ہین جسمین
کچھہ خصوصیت ہو جاتی ہے خواہ بہت مال ہو یا تھوڑا اوسکے سوا اور تمام نعمتون کو بھول
جاتے ہین کہ خدا تعالیٰ نے بدن مین کیا کیا نعمتین دی ہین۔ روایت ہے کہ بعض فقرا نے
کسی اہل دل سے شکایت اپنی مفلسی کی کی اور اوسکے باعث اپنا شدت سے غمگین ہونا بیان کیا
اونھون نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درم لو اوسنے انکار کیا
پھر اونھون نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہو جاؤ اوسنے عرض کیا
کہ نہین اونھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تمکو لنجا اور لولا ہونا منظور ہے اوسنے
کہا کہ نہین اونھون نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے بدلے تم دیوانہ بننا پسند کرتے ہو اوسنے
کہا نہین اونھون نے فرمایا کہ تمھین اپنے آقا کی شکایت کرتے شرم نہین آتی کہ باوجودیکہ
پچاس ہزار درم کی مالیت اوسنے تمکو دی پھر شکایت کرتے ہو اور حکایت ہے کہ کوئی قاری
مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور مضطر ہوا خواب مین دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ
تم چاہو تو ہزار دینار لے لو ہم سورہ انعام تمکو بھلا دینگے اوسنے کہا کہ یہ مجھے منظور نہین پھر
منادی غیب نے کہا سورہ ہود کو بھلا دین اوسنے کہا نہین کہا سورہ یوسف کو کہا نہین اسیطرح دس
سورتون کے نام لیے اور یہ سب پر انکار کرتا گیا تب اوسنے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی
چیز ہے اور تو شکایت کرتا ہے صبح کو اوسکا افلاس جاتا رہا اور حضرت ابن السماک رحمہ کسی
خلیفہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اوسنے عرض کیا کہ مجھکو
کچھہ نصیحت کیجیے آپنے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا ہمکو تمھارے تمام نقدی کے عوض
ملتا نہین تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے یا نہین اوسنے عرض کیا کہ
بیشک سب نقدی دیے ڈالتا پھر آپنے فرمایا کہ اگر اسکے عوض تمام ملک تمکو دینا پڑتا تو بھی
دیتے اوسنے کہا بیشک آپنے فرمایا کہ تم ایسے ملک پر خوشی مت کرو جسکی قیمت ایک گھونٹ
پانی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندے پر پیاس کیوقت گھونٹ پانی مین

سارے روئے زمین کی سلطنت سے زیادہ ہے۔ اور چونکہ طبیعتیں اسی بات کی طرف مائل ہیں کہ
نعمت خاص ہی کو نعمت جانتے ہیں۔ عام کو اور ہمنے اب تک نعمت عام ہی کا ذکر کیا ہے
اسلیے کچھہ مختصر اشارہ نعمت خاص کیطرف بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کوئی بشر ایسا نہین کہ
اگر اپنے احوال کو بغور دیکھے تو اپنے آپ مین ایک نعمت یا چند نعمتین ایسی نپاوے جو اسی کیساتھ خاص
ہون سب لوگ اوسمین اسکے شریک ہوں بلکہ یا تھوڑے سے شریک ہون یا کوئی بھی شریک
ہو۔ تین باتوں مین، ہر کوئی اسکا مقر ہے اول عقل دوم خلق سوم علم عقل کا حال تو خود
اس مثل مشہور سے واضح ہے کہ ہر کس را عقل خود بکمال نماید کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہین
جو اپنی عقل سے خوش ہو اور اپنے آپ کو عقیل تر نہ سمجھتا ہو اور ہمین جہت خدای تعالی سے
عقل کا سوال کم کرتا ہے اور اوسکے لیے دعا نہیں کرتا۔ اور یہ بات بھی شرف عقل مین داخل ہے
کہ جو اوس سے خالی ہے وہ بھی اوس سے خوش ہے اور جو اوس سے متصف ہے وہ بھی
پس جب ہر کوئی اپنے اعتقاد کے موافق سب لوگون سے زیادہ عقل رکھتا ہے تو واقع مین
اگر ایسا ہی ہے تو اوسپر شکر اس نعمت کا واجب ہے اور اگر ایسا نہیں صرف اوسکا اعتقاد
عقیل تر ہونے کا ہے جب بھی شکر واجب ہے کہ اوسکے حق مین تو نعمت موجود ہے جیسے کوئی
شخص مین مین خزانہ گاڑ دے اور اوسپر خوشی کا اظہار کرے اور شکر کرے پس اگر اوس خزانے کو
کوئی نکال لیجاوے اور اوسکو معلوم نہو تو اپنے اعتقاد کے موافق خوشی اوسکی باقی رہے گی
اور شکر بھی باقی رہیگا کیونکہ اوسکے حق مین تو خزانہ گویا موجود ہے۔ اور خلق کا حال یہ ہے کہ
کوئی بشر ایسا نہین جو دوسرے شخص مین کچھہ عیب ناپسند نکرتا ہو اور بعض اخلاق دوسرے کے
برے سمجھتا ہو اور دوسرے کی مذمت اسلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اون اخلاق سے بری
جانتا ہے تو جب دوسرے کی برائی مین مشغول ہو تو چاہیے کہ خدا کا شکر کیا کرے کہ میری
عادت اچھی بنائی اور بری عادت مین دوسرے کو مبتلا کیا۔ اور علم کا حال یہ ہے کہ کوئی بشر ایسا
نہین جو اپنے نفس کے امور باطن اور افکار خفیہ ایسے نرکھتا ہو جو خاص اوسمین ہون اور
اگر اون پر ایک شخص بھی مطلع ہو جاوے تو وہ فضیحت ہو جاوے اور اگر سب لوگ اوسکی دلی
باتوں پر واقف ہو جاوین تو کیا صورت ہو غرضکہ ہر ایک بشر کو علم ایک امر خاص کا ہوتا ہے
کہ اوسمین کوئی بندۂ خدا اوسکا شریک نہین ہوتا پس ایسی صورت مین وہ شخص خدای تعالی
کی پردہ پوشی کا شکر گزار کیون نہیں ہوتا کہ اللہ تعالی نے اوسکے عیوب پوشیدہ رکھے اور

لوگون کی نظر مین سے غائب اور اچھی بات کو ظاہر کیا اور بری بات کی علم سوا اوسکے اور
کسیکو نہ یا تو یہ تین نعمتین خاص ایسی ہین جنکا اقرار ہر ایک شخص کرتا ہے خواہ سب باتون مین
یا بعض مین اب ہم اس طبقے سے اوتر کر اور طبقہ اختیار کرتے ہین جو کچھ اس طبقے کی نسبت عام ہو
اور کہتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکو خداے تعالی نے صورت یا وجود یا اخلاق یا صفات
یا اہل یا اولاد یا مسکن یا شہر یا رفیق یا قریب وعزیز یا جاہ وعزت یا دوسری محبوب چیزون مین
سے ایسے امور نہ دیے ہون کہ اگر بالفرض اوس سے وہ چھین جاوین اور جو دوسرون کو دیا گیا ہو
وہ اوسکو ملے تو ہرگز راضی نہو مثلاً کسی شخص کو خداے تعالی نے ایماندار بنایا کافر نہین بنایا
یا زندہ بنایا نہ پتھر اور انسان پیدا کیا نہ چوپایہ اور مرد بنایا نہ عورت اور تندرست پیدا کیا نہ مریض
اور بھلا چنگا بنایا نہ عیبی تو یہ سب خواص اگرچہ اونمین بھی عموم ہین لیکن اگر انکے مقابل سے
بدلے جاوین تو ہرگز کوئی راضی نہو گا بلکہ بندے کے لیے بعض امور ایسے خاص ہوتے ہین کہ انکو
آدمیون کے احوال سے کبھی نہین بدلتا اور یہ دو طرح کے ہوتے ہین یا تو ایسے کہ کسیکے حال سے
بدلنا منظور نکرے یا یہ کہ اکثر کے احوال سے بدلنا منظور نہو بہر حال جب اپنا حال دوسرے کے
حال سے نہین لیتا تو معلوم ہوا کہ اوسکا حال نسبت غیرون کے بہتر ہے اور جب یہ حال ہے کہ
کوئی شخص اپنے حال کو غیر کے حال سے فی الجملہ بدلنے پر راضی نہین یا کسی خاص بات مین بدلنا
نہین چاہتا تو ضرور ہوا کہ خداے تعالی کی اوسپر ایسی نعمت ہے جو اوسکے سوا دوسرے
بندون پر نہین اور اگر اپنا حال بعض اشخاص کے حال سے بدلنا چاہتا ہو اور بعض سے نہین
تو جنکے احوال سے بدلنا چاہتا ہے اونکے شمار کو دیکھنا چاہیے شمار کی رو سے ایسے لوگ
بیشک کم نکلینگے جنکے حال سے یہ شخص اپنا حال بدلنا چاہتا ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ
جو لوگ اسکی بہ نسبت کم ہین وہ بہت زیادہ ہین اون لوگون کی نسبت جو اس سے بہتر ہین
پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ آدمی خداے تعالی کی نعمت حقیر جاننے کے لیے اپنے آپ سے
بہتر کیطرف دیکھے اور کمتر کیطرف نہ دیکھے اور دین کا معاملہ دنیا کی برابر بھی نکرے یعنے
اگر کوئی خطا اوس سے سرزد ہوتی ہے تو یہی عذر کرتا ہے کہ ایسے خطاوار بہت ہین اگر
مجھسے بھی قصور ہوا تو کیا ہوا تو دین کے معاملات مین ہمیشہ نظر کمتر کیطرف کرتا ہے دنیا مین
ایسا کیون نہین کرتا کہ جب اپنے پاس مال یہ کم ہو تو کہے کچھ مضائقہ نہین مجھسے لوگ بہت ہین
حاصل یہ کہ جب حال اکثر خلق کا دین مین اوس سے بہتر ہوا اور اوسکا حال دنیا مین اکثر سے بہتر

تو اوسکو شکر کیسے نہ واجب ہوگا اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
جو شخص دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور دین کے باب میں اپنے آپ سے بہتر کو تو اللہ تعالے
اوسکو صابر اور شاکر لکھتا ہے اور جو شخص دنیا کے باب میں اپنے آپ سے زیادہ کو دیکھے اور دین کے
باب میں اپنے سے کمتر کو تو اللہ تعالی اوسکو نہ صابر لکھتا ہے نہ شاکر۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو
شخص اپنے حال کو بنظر عبرت دیکھے اور جو اوصاف کہ خدا تعالی نے اوسکے لیے خاص کیے ہیں
اونکی تلاش کرے تو اللہ تعالی کی بہت سی نعمتیں اپنے نفس پر معلوم کریگا خصوصا جس شخص کو
کہ سنت اور ایمان اور علم و قرآن اور فراغ بالی اور تندرستی اور امن وغیرہ مرحمت ہوئی ہوں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ لَمْ یَسْتَغْنِ بِآیَاتِ اللّٰهِ فَلَا اَغْنَاہُ اللّٰهُ
اسمیں اشارہ نعمت علم کا ہے اور فرمایا اِنَّ الْقُرْاٰنَ ھُوَ الْغِنَى الَّذِیْ لَا غِنَى بَعْدَہٗ وَلَا فَقْرَ مَعَہٗ
اور فرمایا مَنْ اٰتَاہُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَظَنَّ اَنَّ اَحَدًا اَغْنٰى مِنْہُ فَقَدِ اسْتَهْزَاَ بِآیَاتِ اللّٰهِ
اور فرمایا لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ اور فرمایا کَفٰى بِالْیَقِیْنِ غِنًى اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ بعض کتب آسمانی میں مذکور ہے کہ خدای تعالی فرماتا ہے کہ اگر میں کسی بندے کو تین
باتوں سے بے پروا کردوں تو اوس پر میری نعمت کامل ہو جاتی ہے اول کسی سلطان کی
اوسکو حاجت نہو دوم کسی معالج کی سوم کسی کے مال کی اور یہی مضمون اس شعر سے مراد ہے شعر
جبکہ حاصل ہو تجھیں صحت و امن اور ملا سیر پیٹ بھر کر تو رنج نجانے کا کبھی
اور ان معانی کو افصح العرب جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح پر ارشاد فرمایا ہے
مَنْ اَصْبَحَ اٰمِنًا فِیْ سِرْبِہٖ مُعَافًى فِیْ بَدَنِہٖ عِنْدَہٗ قُوْتُ یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَہُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِھَا
اور اگر لوگوں کے حال کو سوچو تو دیکھو گے کہ ان تینوں باتوں کے سوا اور ہی شکوہ
کرتے ہونگے حالانکہ وہ امور اونکے اوپر وبال ہیں اور ان تینوں باتوں کا شکر نکرتے ہونگے
اور نہ نعمت ایمان کا شکر کرتے ہیں جسکے باعث نعمت دائم اور ملک باقی تک پہونچینگے
اب ہوشیار صاحب بصیرت کو ضرور ہوا کہ سوائے نعمت معرفت اور یقین اور ایمان کے
اور کسی چیز پر خوش نہو بلکہ ہم بعض علما کو جانتے ہیں کہ اگر بالفرض تمام روے زمین کے
بادشاہوں کا مال و ملک پورب سے پچھم تک اور اتباع اور انصار اونکو دے دیا جاوے اور اون سے
کہا جاوے کہ یہ سب مال و دولت بعوض اپنے علم کے بدلے میں بلکہ سوین حصہ علم کی عوض میں
لے لو تو وہ کبھی نہ لیویں اسلیے کہ اونکو توقع ہے کہ نعمت علم آخرت میں قرب الہی پر پہونچاویگی

بلکہ اگر یون کہا جاوے کہ تمکو آخرت مین تمھاری توقع کے موافق بلا کم و کاست ملیگا تو ان
لذات دنیاوی کو اونھین لذات کے بدلے مین لے لو جو تم علم سے دنیا مین پاتے ہو
تب بھی وہ ملک و مال کو لذات علمی کے عوض مین اختیار نکرینگے اسواسطے کہ اونکو معلوم ہے کہ
لذت علم دائمی ہے کبھی منقطع نہوگی اور اپنے ساتھ رہیگی نہ چوری جاویگی نہ غصب ہوگی نہ اوسپر
کوئی حسد کریگا علاوہ ازین یہ لذت صاف ہے کسیطرح کی کدورت اوسمین نہین اور دنیا کی
لذات سب ناقص اور پر کدورت اور تشویش مین ڈالنے والی ہین نہ انکی توقع خوف کے ہم پلہ ہو
نہ لذت مساوی رنج کے نہ خوشی مقابل غم کے اب تک ایسی ہی ہی اور آیندہ کو بھی ایسی ہی
رہیگی اسلیے کہ لذات دنیا اسیواسطے پیدا ہوئی ہین کہ ناقص عقلین اونکے جال مین پھنس جاوین
اور دم مین آ جاوین جب وہ اونکے فریب مین مقید و مبتلا ہو جاتے ہین تو پھر وہ لذتین اونسے
انکار کرتی ہین اور پاس نہین پھٹکتی جیسے کوئی خوبصورت عورت ظاہر مین اپنے آپ کو کسی جوان
رعنا المدار کے لیے بناوے اور جب وہ اوسی سے دوچار ہو کر دل سے فریفتہ اور شیفتہ ہو
تو پردے مین چلی جاوے اور اوسکے بس کی نرہے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اوسکے عشق مین
رنج و مصیبت اور درد و زحمت سہیگا اور کہتا پھریگا ؎ دیدار مینمائی و پرہیز میکنی + بازار خویش و آتش ما تیز میکنی
اور یہ سب مصیبت اوسپر صرف اس جہت سے ہوئی کہ نظر کے فریب مین آگیا اگر عقل کو کار فرما کر
آنکھ بند کر لیتا اور اس لحظہ بھر کی لذت کو حقیر جانتا تو تمام عمر بچا رہتا یہی حال دنیا کے حال مین
ارباب دنیا کا ہے۔ اور یہ نہ کہنا چاہیے کہ جو لوگ دنیا سے اعراض کرتے ہین اونکو اوسپر
صبر کرنے سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ ایذا تو ایسونکو بھی ہوتی ہے جو اوسپر متوجہ ہین کہین حفاظت کا
دکھ کہین تحصیل کا رنج کہین چورون کا خوف وغیرہ تکلیفات عائد حال رہتی ہین اور اگر دنیا کے
تارکون کو یہان تکلیف ہے تو آخرت مین تو لذت و راحت ہوگی بخلاف دنیاداروں کے
کہ یہان کا تردد جدا اور آخرت کا رنج جدا ہوگا پس جو لوگ اوسکی طرف متوجہ نہین اونکو اپنے
نفس پر یہ آیت پڑھنی چاہیے وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ
كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ حاصل تقریر یہ ہے کہ خلق پر جو اہ شکر مسدود ہوا تو اسی جہت سے
ہوا کہ اونکو نعمتون ظاہری اور باطنی اور خاص و عام سے واقفیت نہوئی۔ اسے علاج غافل دلونکا
لکھا جاتا ہے اس توقع پر کہ شاید خواب غفلت سے بیدار ہون اور شکر بجا لاوین اب ہم کہتے ہین
جو دل دانا اور ہوشیار ہین اونکا علاج تو یہ ہے کہ جو قسمین ہمنے تمام نعمتون کی اشارۃً

بیان کی ہیں اونکو تامل کریں اور جو دل غبی ہوں کہ جب تک کوئی نعمت خاص اونپر ہو تو نعمت
سمجھانہیں یا مصیبت آنے کے بعد اوسکو نعمت سمجھا نہیں تو اوسکا علاج یہ ہے کہ مصیبت والے سے
کمتر کو دیکھا کریں اور وہ تدبیر کریں جو بعض صوفی کیا کرتے تھے اونکا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ
اور گورستان اور ایسی جگہ جہاں مجرموں کو سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے شفاخانوں مین اس لیے
جاتے تھے کہ بیمارون کو انواع واقسام کے امراض مین مبتلا دیکھکر اپنی صحت وسلامتی کا دھیان
کرین اور دلکو یہ لوگون کے مصائب دیکھکر شعور اپنی صحت کی نعمت ہونے کا ہوجاوے اور شکر نعمت
بجالاوے اور مجرمون کو اسلیے دیکھتے تھے کہ اونکو باعث قتل وچوری وغیرہ کے طرح طرح کے
عذاب دیے جاتے تھے کوئی جان سے مارڈالا جاتا تھا کسیکا ہاتھ کٹتا تھا کسیکا پانوں تو اونکو
دیکھکر خدا کا شکر کرتے کہ اونسے گناہوں سے محفوظ رکھا اور اون سزاؤن کی نوبت نہ آنے دی
اور گورستان مین جانے کی وجہ یہ تھی کہ اون کو دیکھکر یہ تصور آوے کہ مردون کو سب سے زیادہ
محبوب یہ ہے کہ دنیا مین واپس آوین گو ایک ہی روز کے لیے اوین عاصی تو اسلیے رجوع پسند
کرتا ہے کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اسلیے کہ طاعت زیادہ کرے اسلیے کہ قیامت کا
روز خسارہ کا دن کہلاتا ہے مطیع کو خسارہ کی صورت یہ ہے کہ جب اپنی طاعات کا بدلہ دیکھیگا
تو کہیگا کہ مین تو اس سے زیادہ طاعات کرسکتا تھا مجکو بڑا خسارہ رہا کہ اپنی عمر کے بعض اوقات
مین نے مباحات مین کھودیے اور عاصی کا خسارہ صاف ظاہر ہے پس جب آدمی مقابر کو دیکھے
اور تصور مذکورہ بالا بھی کرے تو جان لے کہ جس بات کیواسطے یہ لوگ آرزو لوٹنے کی کرتے ہیں
وہ مجکو حاصل ہے یعنی تدارک ایام گذشتہ خواہ زیادتی طاعت مین اب کرسکتا ہون باقی ایام
حیات کو اسیمین صرف کرون کہ بھلا اتنے ہی دنون خدای تعالی کی نعمت کو جان لون بلکہ
ایک ایک سانس کی مہلت اور زندگی نعمت ہے پس جب اس نعمت کو جانیگا تو اوسکا شکر بھی
کریگا یعنی عمر کو ایسے کام مین صرف کریگا جسکے واسطے وہ بنائی گئی ہے یعنی دنیا سے آخرت
کیواسطے توشہ لینے کیواسطے زندگی دی گئی ہے اوسیمین صرف کرے یہی علاج ان غافلوں کا ہے
اس علاج سے توقع پڑتی ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتون سے واقف ہوکر اونکا شکر کرین
حضرت ربیع ابن خثیم رحمہ باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت
معامی الٰہی پختہ ہوجاوے اونھون نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی اپنے گلے مین
ایک طوق ڈال کر اسمین لیٹتے اور کہتے رَبِّ ارْجِعُونِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا پھر کھڑے ہوجاتے

اور کہتے کہ اے ربیع تیرا سوال پورا ہوا تو اوس وقت سے پہلے کچھ کر لے جس وقت در خواست رجوع کرنے کی کریگا اور واپس نہ بھیجا جاویگا اور جو دل شکر سے دور رہتے ہین اونکا علاج یہ بھی ہو کہ اس بات کو جان لین کہ نعمت کا شکر جب نہین ہوتا تو وہ نعمت جاتی رہتی ہے اور پھر دوبارہ نہین آتی اسیواسطے حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ لوگو نعمتون کا شکر ضرور کیا کرو ایسا کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جاکر پھر آئی ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ نعمتین وحشی ہین اونکو شکر سے قید کرلو اور حدیث مین ہے کہ جب کسی بندے پر خدا تعالی کی نعمت زیادہ ہوتی ہے تو اوسکی طرف لوگون کی حاجتین بھی زیادہ ہوتی ہین پس اگر وہ اونسے سستی برتتا ہے تو اوس نعمت کے کھونے کا درپے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

تیسرا رکن باب صبر و شکر کا ایسے اشیا کے بیان مین جنمین صبر و شکر شریک ہین اور ایک دوسرے سے ارتباط رکھتے ہین اسمین تین بیان ہین

اول بیان ایک چیز پر صبر او شکر کے جمع ہونے کی وجہ کے ذکر مین — شاید کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود چیز مین خدا تعالی کی نعمت پائی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مصیبت کا وجود ہی سرے سے نہو اور جب مصیبت نہ ہے تو صبر کس چیز پر ہوگا اور اگر مصیبت ہے تو اوسپر شکر کیسے بنیگا اور یہ جو بعضے مدعی کہتے ہین کہ ہم مصیبت پر شکر کرتے ہین نعمت کا تو کیا ذکر ہے تو مصیبت پر شکر کیسے خیال مین آوے یعنی جس چیز پر صبر کیا جاتا ہے اوسپر شکر کیونکر ہوگا اسواسطے کہ مصیبت پر صبر کرنے مین تو درد پایا جاتا ہے اور شکر خوشی کا مقتضی ہے اور یہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین اور یہ جو تمنے بیان کیا کہ اللہ تعالی نے جو چیز ایجاد کی ہو سب مین بندون پر نعمت ہے اسکے کیا معنی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ جسطرح نعمت موجود ہے اوسیطرح مصیبت بھی موجود ہے جب نعمت کے وجود کے قائل ہوگے تو بلا کے وجود کا بھی قائل ہونا پڑیگا اسلیے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد ہین مصیبت کا دور ہونا نعمت کہلاتا ہے اور نعمت کا جاتا رہنا مصیبت تو دونون کا وجود ضروری ہے لیکن یہ پہلے گذر چکا ہے کہ نعمت کی دو قسم ہین ایک مطلق کہ ہر وجہ سے نعمت ہو خواہ آخرت مین جیسے سعادت قرب الہی سے بندے کا مشرف ہونا خواہ دنیا مین جیسے ایمان اور حسن خلق اور جو ان دونون

معین و مددگار ہون دوسرے مقید کہ ایک طرح سے نعمت ہو اور دوسری طرح سے مصیبت
مال کہ اوس سے مسجد دین کی بہتری ہوتی ہے اس نظر سے نعمت ہے اور چونکہ اوس سے فساد بھی
دین میں ہو سکتا ہے اس اعتبار سے مصیبت ہے اسیطرح بلا بھی دو طرح پر ہے ایک مطلق
دوسری مقید جو مصیبت کہ ہر طرح سے بلا ہے اوسکی مثال آخرت میں خدا سے کچھ مدت یا ہمیشہ کو
دور رہنا ہے اور دنیا مین کفر اور معصیت اور بدخلقی ہے کہ انکا انجام ہر طرح سے مصیبت ہی ہے
اور بلاے مقید کی مثال جیسے فقر اور مرض اور خوف اور تمام انواع کے مصائب جو صرف
دنیا میں ہون اور دین مین نہون وہ سب مقید ہین اور نعمت پر شکر کی تفریع اسطرح ہے کہ
جو نعمت مطلق ہے اوسپر شکر مطلق چاہیے اور جو مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوسپر صبر کرنے کا
حکم نہین مثلاً کفر مصیبت مطلق دنیاوی ہے اوسپر صبر کرنے کے کچھ معنی نہیں اسیطرح کسی
معصیت پر صبر کرنے کو جاننا چاہیے بلکہ کافر کو لازم ہے کہ اپنا کفر چھوڑ دے اور عاصی پر
ضرور ہے کہ عصیان سے باز آوے - ہان اتنی بات ہے کہ کافر کو کبھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ مین
کافر ہون جیسے کوئی شخص غشی اور بیہوشی کے عالم مین اپنا مرض نہیں جانتا اور نہ اوسکی
تکلیف سے ایذا پاوے تو اوسکے ذمے صبر نہیں اور گناہگار جانتا ہے کہ مین گناہ کرتا ہون
اسلیے اوسپر معصیت کا چھوڑنا واجب ہے بلکہ جو مصیبت کہ آدمی اوسکے دور کرنے پر قدرت
نرکھتا ہو اوسپر صبر کرنے کا مامور ہوگا مثلاً ایک آدمی نے پانی پینا باوجود شدت پیاس کے
چھوڑ دیا یہانتک کہ دم ہونٹون کو آگیا تو اوسکو صبر کی اجازت نہ دیجاویگی بلکہ پیاس کی تکلیف
دور کرنے کا حکم ہوگا صبر کا موقع وہ رنج ہوتا ہے جسکا دور کرنا بندے کے قابو مین ہو اس سے
معلوم ہوا کہ دنیا مین صبر کا موقع مصیبت مطلق نہین ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ مصیبت جسپر صبر
کیا جاوے کسی وجہ سے نعمت بھی ہو جب یہ بات ہوئی تو خیال مین آسکتا ہے کہ ایک ہی
موقع پر صبر اور شکر دونون جمع ہو سکتے ہین مثلاً تونگری اگرچہ نعمت ہے مگر مال کے باعث
کبھی مالدار اور اوسکی اولاد کی جان جاتی ہے اسیطرح تندرستی نعمت ہے مگر اوسپر بھی کوئی
حسد کرے اور مار ڈالے تو وبال ہو سکتی ہے تو جتنی نعمتین دنیاوی ہیں وہ نعمت والے کے
حق مین مصیبت ہو سکتی ہین اور علی ہذا القیاس جتنے مصائب دنیا مین ہین وہ بھی اہل مصیبت کے
حال کے اعتبار سے نعمت ہو سکتی ہین مثلاً اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین کہ فقر و مرض ہی انکو
محبوب ہوتا ہے تو یہ دونون چیزین اگرچہ مصیبت ہین مگر اونکے حق مین نعمت ہین اسوجہ سے

کہ اگر مال بہت ہوتا اور بدن درست رہتا تو اترا کر سرکشی اختیار کرتے چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہے وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ اور فرمایا کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰٓی اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خداے تعالی اپنے بندہ ایماندار کو دنیا سے بچاتا ہی باوجودیکہ وہ دنیا کو اچھا جانتا جیسے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہو اور یہی حال وجاہ اور اولاد اور قریب اور تمام ان اشیا کا ہی جو ہمنے نعمت کے سولہ اقسام مین بیان کیا ہے سوا ایمان اور حسن خلق کے کہ بعضونکے حق مین یہ بھی مصیبت ہو سکتی ہین اسلیے ضرور ہوا کہ انکے مقابل کی اشیا بعضونکے حق مین نعمت ہون مثلاً پہلے گذر چکا ہے کہ معرفت سب چیزون کی ایک کمال اور نعمت ہی کیونکہ ایک صفت خدا کی صفات مین سے ہے مگر بعض صورتون مین یہی نعمت وبال ہو جاتی ہی اوسوقت نجاننا ہی نعمت ہوتا ہے مثلاً آدمی اپنی موت کو نہین جانتا کہ کب ہو گی تو ہرچند جاننا ہر ایک شی کا داخل نعمت کمال ہے مگر موت کا نجاننا ہی نعمت ہے اسلیے کہ اگر وقت موت کو معلوم کر لے تو زندگی تلخ ہو جاوے اور بڑا تردد ہو کوئی کام نکر سکے اسیطرح لوگون کے دلونکا اعتقاد اپنی نسبت اور اپنے اقارب کی نسبت نہ معلوم ہونا نعمت ہے کیونکہ اگر اعتقاد معلوم ہو جایا کرتا تو انسان کو بہت رنج اور کینہ اور حسد لوگون سے پیدا ہوتا اور عوض لینے کے لیے آمادہ ہونا پڑتا اسیطرح دوسرے شخص کی بری صفات کا نجاننا بھی نعمت ہے کیونکہ اگر اونکو جان لیا کرتے تو اوس شخص سے بغض رکھتے اور اوسکو ایذا دیتے اور یہی ایذا باعث خرابی دین و دنیا کی ہوتی بلکہ دوسرے شخص کی صفات حمیدہ بھی نجاننی کبھی داخل نعمت ہین کیونکہ بعض اوقات ایک شخص خواہ مخواہ دوسرے کو ایذا دیتا اور اوسکی اہانت کرنی چاہتا ہی اور فرض کرو کہ وہ شخص ولی ہے تو نا دانستگی مین اگر اوسکو ایذا دیگا تو اتنا گناہ نہو گا جتنا جاننے کے بعد ایذا دینے سے ہو گا اسلیے کہ جو شخص نبی اور ولی کو جان کر ستاوے وہ ایسا ہی ہے اور جو نادانستہ ستاوے وہ اور ہے علی ہذا القیاس خداے تعالی نے جو قیامت کے امر اور لیلۃ القدر اور جمعہ کی ساعت مقبول کو خفیہ رکھا اور بعض کبائر گناہ کو مبہم رکھا تو یہ بھی نعمت ہے اسلیے کہ اسکے خفیہ رہنے سے تلاش مین کوشش اور ارادہ زیادہ کرنا پڑتا ہی جب نجاننے کی صورت مین نعماے الہی کا یہ حال ہو تو علم اشیا مین کیسے نعمت نہو گی اور ہمنے یہ جو کہا ہے کہ ہر ایک موجود چیز مین خداے تعالی کی ایک نعمت ہے تو یہ امر درست ہے اور ہر شخص کے حق مین عام ہے اور اس سے کوئی بات خارج بھی نہین رہتی مگر ایسی تکلیفات

اس سے خارج نہین جنکو حق تعالی نے بعض لوگون میں پیدا کیا ہے حالانکہ وہ بھی کسی کے
حق میں نعمت ہی ہیں اگر اونکو حق تعالی مبتلا کسی مصیبت کے تحت تکلیف دوسرے یعنی ایذا دیتا آپ ہی
کاٹ لے اور ایسے چیز کو آپ ہی کو دے تو اس فعل سے مرتکب گناہ بھی ہوگا اور دوزخ بھی
پاویگا اور اوسکا عذاب آتش دوزخ مین بھی نعمت ہے مگر اوسکے حق مین نعمت نہیں بلکہ اور
چیزون کے حق مین ہے کیونکہ ایک قسم کی مصیبت سے دوسرے کے نعمت ہوتی ہیں
اگر بالفرض خدا تعالی عذاب کو پیدا نکرتا اور اوس سے کسی مرتبے کو عدالت ظاہر نکرتا تو جنکو
نعمت جنت حاصل ہوتی ہے وہ قدر نعمت جان سکتے اور نہ اوسکی جنت سے خوش ہوسکتے
اسلیے کہ اونکی بہت سی خوشی اسطرح بڑھے گی کہ دوزخ والون کا رنج سوچینگے۔ دیکھو دنیا
آفتاب کی روشنی دیکھکر باوجود شدت حاجت کے اوس سے خوش نہیں ہوتے کیونکہ
یہ نعمتیں سب پر عام ہیں اور کسی سے روک نہین اسیطرح آسمان کے ستارون کو دیکھکر خوش
نہیں ہوتے حالانکہ کوئی باغ زمین کا اونکی نسبت کر اچھا نہین جسکی تعمیر مین جان و مال
کھپاتے ہین لیکن چونکہ آسمان کی آرایش عام ہے اسلیے لوگ اس سے واقف نہیں اور اوسکے
باعث خوش نہین ہوتے جب یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالی نے کوئی چیز ایسی نہین پیدا
کی جسمین کچھ حکمت ہو اور نہ ایسی جسمین کچھ نعمت ہو خواہ سب خلق پر یا بعض پر تو اس سے
ثابت ہوا کہ اللہ تعالی نے جو مصیبت کو پیدا کیا ہے اوسمین بھی نعمت ہے خواہ اہل مصیبت ہی
پر یا اون لوگون پر جو اوس مصیبت مین مبتلا نہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس
حالت کو نہ بلائے مطلق کہ سکتے ہین نہ نعمت مطلق اسطرح کی حالت مین بندے کو صبر اور
شکر دونون کرنے پڑینگے۔ اب اگر یہ کہو کہ صبر اور شکر اکٹھے کیسے ہونگے وہ دونون تو ایک
دوسرے کی ضد ہین اسلیے کہ صبر غم پر ہوتا ہے اور شکر خوشی پر تو اجتماع کی صورت کس طرح
ہوسکتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی چیز سے بعض اوقات غم بھی کرتا ہے اور
خوش بھی ہوتا ہے تو غم کے لیے صبر ہوگا اور خوشی کے لیے شکر مثلاً فقر اور مرض اور خوف
اور مصیبت دنیاوی میں اگرچہ رنج ہوتا ہے جو مقتضی صبر ہے مگر پانچ باتین ایسی بھی ہیں
کہ عاقل کو اوس پر خوش ہونا چاہیے اور اوس پر شکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ جو مصیبت اور
مرض ہے اوس سے بڑھکر بھی کوئی دوسرا مرض اور مصیبت ممکن ہے اور اسکا کہ خدا تعالی
کی قدرت مین کسیکو دخل نہیں تو اگر بالفرض اوس مرض اور مصیبت کو دو چند کر دے تو کوئی

کیا کر سکتا ہے اور کون مانع ہو سکتا ہے تو ہر مرض ومصیبت پر آدمی کو شکر کرنا چاہیئے
کہ اوسیقدر پر خدای تعالی نے اکتفا کی اوس سے زیادہ مصیبت نہ بھیجی - دوسرے یہ کہ
مصیبت دنیاوی ہوئی دین کی نہین ہوئی یہ بات بھی سزاوار شکر ہے چنانچہ کسی شخص نے
حضرت سہیل تستری رح سے عرض کیا کہ میرے گھر مین ایک چور گھسکر تمام اسباب لیگیا آپ نے
اوسکو فرمایا کہ خدا کا شکر کر اگر شیطان تیرے دلمین گھسکر توحید کو بگاڑ دیتا تو تو کیا کرتا
اسی پر خیریت گذری - اور اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی
مصیبت میرے اوپر میرے دین مین مت ڈالنا اور حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہین کہ
کوئی مصیبت ایسی نہین آئی جسمین خدای تعالی کے چار انعام مجھپر نہ ہوے ہون اول یہ کہ
وہ مصیبت میرے دین پر نہ تھی دوم اوس مقدار سے زیادہ نہوئی سوم مجھکو اوسپر راضی
ہونے سے محروم نفرمایا - چوتھے مجھکو اوسپر توقع ثواب کی ہوئی - اور روایت ہے کہ کسی
اہل دل کا کوئی دوست تھا اوسکو بادشاہ نے مقید کیا اوسنے یہ خبر اون بزرگ کو کہلا بھیجی
اور شکوہ اپنے قید ہونے کا لکھا اونھون نے جواب مین فرمایا کہ خدا کا شکر کر وہ بادشاہ نے
اوس شخص قیدی کو ہنڈوایا اوسنے پھر شکایت اون بزرگ کے پاس کہلا بھیجی اونھون نے
پھر فرمایا کہ شکر خدا کر اتنے مین ایک مجوسی قید ہوا جسکو دستون کی بیماری تھی سلطان کے
حکم سے ایک ہی بیڑی مین دونون کو رکھا ایک کڑا اوس شخص کے پانو مین اور دوسرا
مجوسی کے پانو مین اوسنے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا اونھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر پھر وہ مجوسی
پاخانے کیواسطے بہت دفعہ اوٹھتا اور اس شخص کو بھی اوسکے ساتھ اوٹھنا پڑتا اور وقت
فراغت تک اوسکے سر پر کھڑا رہنا پڑتا غرض اس تکلیف کو بھی اوسنے بزرگ کی خدمت مین
لکھا اونھون نے فرمایا کہ شکر خدا کر تب اوسنے دلتنگ ہوکر لکھا کہ کہان تک شکر کیے جاؤن
اس مصیبت سے بڑھکر کونسی مصیبت ہے اونھون نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر مین ہے
اگر تیری کمر مین ڈالدیا جاتا تو کیا کرتا - اس سے معلوم ہوا کہ جو فرد بشر کہ مبتلای مصیبت
ہوتا ہے اگر وہ خوب غور سے جیسا چاہیے ویسا تامل کرے کہ مین نے ظاہر و باطن مین
اپنے آقا کے حق مین کتنی بے ادبی کی ہے تو اوسکو معلوم ہوگا کہ جسقدر مجکو مصیبت پہنچی
وہ کم ہے اور مین سزاوار اوس سے زیادہ کا تھا یعنی جسقدر جرم تھا اوسقدر سزا نہین
دی مثلاً اسو کوڑے لگنے کے قابل گستاخی تھی تو دس ہی لگے یا دونون ہاتھ کاٹے جانے کے

لائق ہے ادبی تھی بار ایک ہی کیا تو ظاہر ہے کہ مقام شکر ہے چنانچہ حضرت ابو یزید بسطامی
کے حال میں لکھا ہے کہ کسی کوچہ میں تشریف لیے جاتے تھے اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت
آپ کے اوپر ڈالدیا آپ نے حساب الٰہی میں سجدہ شکر کیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ سجدہ کیسا ہے آپ نے
فرمایا کہ مجھے انتظار تھا اوپر آگ گرنے کا تھا تو صرف راکھ کا گرنا میرے حق میں غنیمت ہے
اور بعض اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعاء استسقا کے لیے باہر نہیں نکلتے مینہ
مدت سے بند ہے اونھوں نے فرمایا کہ تم مینہ کی بارش میں تاخیر جانتے ہو اور میں پتھر کی
بارش میں تاخیر سمجھتا ہوں یعنی اعمال خلق قابل پتھر برسنے کے ہیں پس پتھر کا نہ ہونا گویا تاخیر کا ہونا
داخل انعام ہے اسلیے میں طلب باران کو نہیں نکلتا کہ مقام شکر میں اظہار مصیبت کی گنجایش
نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ مصیبت میں ہم خوش کیسے ہوں کیونکہ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں
نے ہم سے زیادہ گناہ کیے ہیں اور ہماری سی مصیبت اونپر نہ آئی یہانتک کہ کفار برابر
کفر کرتے ہیں مگر ہماری طرح مبتلائے مصیبت نہیں ہوتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ کافر کے لیے
تو بہت زیادہ مصائب ہونگے گو ابھی بعد موت اونپر آوینگے اور دنیا میں اوسکو مہلت
اسلیے ہے کہ گناہ بہت سے کر لے اور عذاب بہت طویل دیا جاوے چنانچہ اللہ تعالیٰ
خود ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا باقی رہا گنہگار سو کہاں سے معلوم ہوا
کہ جہان میں کوئی ہم سے بھی زیادہ خطاوار ہے ظاہر کی شراب خواری اور زنا سے کچھ نہیں ہوتا
بہت سے دل کے وسواس گستاخی کے خدائے تعالیٰ کے اور اوسکی صفات کے باب میں
ایسے برے ہوتے ہیں کہ شراب خواری اور زنا کی کچھ اصل اونکے سامنے نہیں ہوتی نہ اور کسی
گناہ اعضا کی حقیقت اور ایسے گناہوں کے باب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہم سے زیادہ خطاوار ہے
پھر اگر بالفرض واقع میں تقصیر کسی دوسرے کی زیادہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اوسکی سزا آخرت میں
ہو اور اوسکی دنیا میں تو یہ بات بھی قابل شکر ہو کہ مواخذہ اخروی سے نجات دی اور یہ
تیسری وجہ ہے شکر کی یعنی جو سزا جرم کی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ آخرت تک ملتوی رہے
اور دنیا کی مصیبت کے تو چند اسباب ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنسے وہ سہل و خفیف ہو جاوے
مگر آخرت کی مصیبت اول تو دائمی ہوتی ہے اور دائمی نہ ہو تو اتنی بات ضرور ہے کہ اوسمیں
کچھ تخفیف نہیں ہو سکتی اسواسطے کہ اسباب تسلی کے عذاب والوں سے آخرت میں بالکل جدا

ہو جاتے ہین تو تخفیف کہان سے آوے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جسکو عذاب دنیا ملیگا اوسکو دوبارہ عذاب نہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے اور اوسپر کوئی شدت یا مصیبت دنیا مین پہونچ جاتی ہے تو خداے تعالے اس بات سے غنی ہے کہ اوسکو دوبارہ عذاب دے چوتھی وجہ یہ کہ یہ مصیبت بلا لوح محفوظ مین لکھی ہوئی تھی کہ فلان شخص پر آویگی اور اوسکا پہونچنا ضروری تھا اور جب وہ پہونچ گئی خواہ تھوڑی ہو یا سخت تو جسقدر رہی فراغت و راحت ہوگئی وہی نعمت ہے پانچوین بات یہ ہے کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہے اسلیے کہ دنیا کے مصائب دو وجہ سے آخرت کی راہ ہین۔ اول وجہ تو وہ ہے جس سے بدمزہ اور تلخ دوائین مریض کے حق مین نعمت ہین اور لوازم کھیل کود سے روکدینا لڑکے کے حق مین نعمت ہے کیونکہ مثلاً اگر لڑکے کو اوسکی طبیعت پر چھوڑ دیا جاوے اور کھیل مین مصروف رہنے دین تو علم و ادب کیسے سیکھیگا تمام عمر تلف ہو جاویگی اسیطرح مال اور اہل اور اقارب اور اعضا یہان تک کہ آنکھ بھی کہ سب اشیا سے عزیز ہے کبھی سبب ہلاک بعض احوال مین ہو جاتی ہے بلکہ عقل جو سب سے زیادہ عزیز ہے کبھی سبب ہلاک ہوتی ہے ملحد لوگ عقل ہی سے تباہ ہوتے ہین اسلیے قیامت کو تمنا کرینگے کہ مجنون اور لڑکے ہوتے تو خوب ہوتا ہمنے اپنی عقلون پر کیون کام کیا خداے تعالی کے دین مین اگر عقل کے بموجب تصرف نکرتے تو اچھا تھا غرض کہ ان اسباب مین ہر ایک چیز مین آدمی کے لیے دینی بہتری بھی ہو سکتی ہے تو خداے تعالی کے ساتھ حسن ظن کرکے ان اشیا مین دینی بہتری مان لے اور اوسپر شکر بجالاوے اسلیے کہ اوسکی حکمت بہت وسیع ہے اور بندون کی مصلحت کو وہ اونکی نسبت زیادہ جانتا ہے اور قیامت کے روز بندے جب دیکھینگے کہ مصیبت پر ثواب ملتا ہے تب شکر نعمت کرینگے جیسے لڑکا عقل کے بعد اپنے باپ اور استاد کا شکر مارنے اور ادب سینے پر کیا کرتا ہے کیونکہ ثمرہ تادیب اور تکلیف کا اوسوقت پاتا ہے اور اللہ تعالی کی طرف سے مصیبت کا آنا بھی تادیب اور عنایت بندون کے حال پر ہے اور یہ عنایت الٰہی باپ کی عنایت سے زیادہ اور کامل تر ہے اوسکو محض خیر و برکت جاننا چاہیے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجھکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو حکم الٰہی تیرے اوپر ہو اوسمین خداے تعالی پر بدگمانی مت کر اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کیطرف

طرف بکثرت دیکھے لوگون نے سبب ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے تعجب ہوا
کہ ایماندار کے لیے خدا تعالیٰ کا حکم اگر اوسکی آسایش کا ہو تو بھی راضی رہتا ہے اور اوسکے
حق مین بہتر ہوتا ہے اور اگر اوسکی تکلیف کا ہو تب بھی راضی رہتا ہے اور اوسکے حق مین بہتر ہوتا ہے
شعر ایکہ ہر دو سرم چون تو پسندی رواست + بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست
دوسری وجہ یہ ہے کہ سب خطاؤن مہلک کی جڑ محبت دنیا ہے اور سب اسباب نجات کی
اصل دنیا سے دل کو علیحدہ رکھنا اور ظاہر ہے کہ اگر نعمتیں دنیاوی مراد کے موافق بلا
مصیبت ملا کرین تو اس سے دلکو دنیا کیطرف میل اور اوسکے اسباب کے ساتھ انس ہوجاتا ہے
یہان تک کہ آدمی کے حق مین دنیا مثل جنت ہوجاتی ہے تو مرنے کے وقت اوسکو اسباب
کی مفارقت بڑی مصیبت ہوجاتی ہے اور اگر مصیبتین آتی رہین تو دل اوسکی طرف سے
کھٹا ہوجاتا ہے اور اوس سے الفت ہوتی ہے نہ رغبت بلکہ دنیا مثل زندان اوسکے حق مین
ہوجاتی ہے کہ یہان سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور نہایت لذت دنیا
سے خلاصی موت مین پاتا ہے اسی بنا پر حدیث شریف مین ہے اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ
وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ اور کافر اوسکو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے روگردان ہوکر صرف دنیا کی
زندگانی کا خواہان ہو اور اوسی پر اطمینان رکھے اور مومن وہ ہے جو دل سے دنیا سے علیحدہ ہو
اور اوس سے نکلنے کا نہایت مشتاق ہو۔ اور کفر کچھ ظاہر ہوتا ہے اور کچھ پوشیدہ اور
جس قدر محبت دنیا کی دل مین ہوتی ہے اوسیقدر شرک خفی بھی اوسمین ہوتا ہے موحد مطلق
وہ شخص ہے جو واحد مطلق ہی کو محبوب جانے۔ حاصل یہ کہ مصیبت مین ان پانچون وجہ سے
نعمت بھی ہوتی ہے اسلیے اوسپر خوش ہونا درست ہے اور رنج کرنا تو ظاہر ہے کہ ہوتا ہی ہے
اور رنج مین خوش ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے کسیکو حاجت پچھنے لگوانے کی ہو اور
دوسرا شخص مفت لگا دے یا کسی مرض مین دوا مفت کڑوی پلا دے تو ظاہر ہے کہ پچھنے
اور کڑوی دوا سے تکلیف ہوتی ہے مگر اوسپر آدمی صبر کرکے دوسرے شخص معالج کا
شکر گذار ہوتا ہے اسلیے کہ مفت مین علاج ہونے کی خوشی ہوتی ہے اسیطرح جو مصیبت امور
دنیاوی مین ہوتی ہے اوسکو کڑوی دوا کیطرح جاننا چاہیے جو سردست تکلیف دیتی ہے
اور انجام کو راحت پہونچاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص سیر کے لیے کسی بادشاہ کے محل مین
جاوے اور جانے کہ یہان سے بیشک نکلنا پڑیگا اور وہان کوئی اچھی صورت دیکھے

اور اوسکے ساتھہ انس کرکے محل مین سے نہ نکلے تو یہ بات اوسپر وبال اور مصیبت کی ہو کہ ایسی جگہ اُنس کرتا ہے جہان ٹھہرنے کا مقام نہین اور اگر اپنے دل مین یہ خطرہ رکھیگا کہ ایسا نہو کہ بادشاہ کو اطلاع ہو تو وہ سزا دے اور اس خطرے کی جہت سے اوس مقام سے نفرت کریگا تو اسکے حق مین نعمت ہوگی اسیطرح دنیا بھی ایک مکان ہے جسمین لوگ رحم کے دروازے سے گھستے ہین اور لحد کے پھاٹک سے نکلجاتے ہین تو جسقدر کہ اونکا انس اس مکان سے ثابت ہوگا اوسیقدر اونکے حق مین وبال و مصیبت ہے اور جسقدر دل اسکی طرف سے مائل رہیگا اور رغبت نہو گی اوسیقدر نعمت ہے ـ پس جو شخص اس امر کو جانتا ہے وہ تو بلا پر بھی شکر کریگا اور جو بلا مین ان نعمتون سے ناواقف ہے اوسکا شکر کرنا نہو ناممکن ہے کیونکہ شکر بعد شناخت نعمت کے ہوتا ہے اور جسکو اس بات کا اعتقاد ہی نہین کہ مصیبت کا ثواب مصیبت سے بڑھکر ہے وہ مصیبت پر شکر کیون کرنے لگا تھا ـ اور روایت ہے کہ ایک اعرابی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رض کو اونکے والد ماجد رض کی وفات مین ایک قطعہ تعزیت کا لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

در صبر کوش تا بصبوری شہیم دل		صبر ہمہ کسان اثر صبر سرور ست
اجر تو بہتر ست ز عباس بعد ازو		عباس را خدای کریم از تو بہتر ست

حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ اس شخص کی تعزیت سے بہتر اور کسی شخص نے تعزیت میری نہین کی اور احادیث مصائب پر صبر کرنے کے باب مین بہت ہین چنانچہ ایک حدیث مین ہے مَن یُرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیرًا یُصِب مِنہُ اور ایک حدیث قدسی مین روایت ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ جب مین اپنے بندے پر مصیبت بدن کی یا مال کی یا اولاد کی بھیجتا ہون اور وہ اوسکو صبر جمیل کے ساتھہ سہتا ہے تو قیامت کے روز مجکو شرم آتی ہے کہ ایسے شخص کے لیے عمل کی ترازو کھڑی کرون یا دفتر اعمال کھولون اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جب کسی بندے پر کوئی مصیبت آتی ہے اور وہ حکم الہی کے بموجب اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ کہکر اَللّٰھُمَّ اجُرنِی فِی مُصِیبَتِی وَاَعقِبنِی خَیرًا مِنھَا کہتا ہے تو خدای تعالی ویسا ہی کرتا ہے اور فرمایا کہ خدا ے تعالی فرماتا ہے کہ جس شخص کی مین دونون آنکھیں لے لیتا ہون تو اوسکا بدلہ یہ ہے کہ وہ میرے گھر مین ہمیشہ رہیگا اور میری طرف کو تاکتا رہیگا ـ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ

یا رسول اللہ میرا مال جاتا رہا اور جسم بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ جس بندے کا مال نہ جاوے اور
مریض ہو اوسمیں کچھ بہتری نہیں اللہ تعالی جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسکو
مبتلا کرتا ہے اور جب مبتلا کرتا ہے تو صبر عنایت فرماتا ہے اور ایک حدیث میں ارشاد
فرمایا ہے کہ آدمی کیواسطے خدای تعالی کے نزدیک ایک درجہ ہوا کرتا ہے جسپر کہ وہ عمل کے
باعث نہین پہونچ سکتا اسلیے خدای تعالی اوسکے جسم پر کوئی مصیبت بھیجدیتا ہے کہ
اوسکے باعث وہ درجہ اوسکو ملجاتا ہے اور خباب بن ارت سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم حاضر ہوے آپ اوسوقت اپنی چادر مبارک کا تکیہ لگائے
خانہ کعبہ کے سایہ مین تشریف رکھتے تھے ہمنے آپ سے شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ خدا سے ہمارے لیے دعا نہیں کرتے کہ وہ ہماری نصرت کرے آپکے رخسار مبارک
سرخ ہوگئے اور اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تم سے پہلے لوگون مین بعض لوگ ایسے تھے کہ زمین
کھودکر اونکو گاڑدیتے تھے اور آرہ لاکر سرپر رکھکر چیر ڈالتے تھے مگر باوجود اوسکے وہ لوگ
اپنے دین سے نہین پھرتے تھے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس شخص
کو بادشاہ ظلم کی راہ سے قید کرے اور وہ مرجاوے تو شہید مریگا اور اگر اوسکو اتنا مار
کر مرجاوے تب بھی شہید ہوگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے من اجلال اللہ ومعرفۃ حقہ ان لا تشکو ولا تذکر مصیبتک اور حضرت
ابو درداء فرماتے ہین کہ تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور اجاڑ ہونے کے لیے عمارت
بناتے ہو فانی چیز کے حریص ہو اور باقی کے تارک ہو آگاہ رہو کہ تینون مکروہات بہت عمدہ
اشیا ہین یعنی فقر اور مرض اور موت اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب خدای تعالی کو کسی بندے کی بہتری منظور ہوتی ہے اور اوس سے دوستی
کیا چاہتا ہے تو اوسپر مصیبتوں کو ڈالدیتا ہے اور حوادث کی بوچھار سے اوسپر گراتا ہے
جب وہ بندہ خدای تعالی کو پکارتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ یہ آواز تو جانی بوجھی ہے
اور اگر دوبارہ پکارتا ہے اور یارب کہتا ہے تو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ ای بندے
لبیک کیا کہتا ہے مین حاضر ہون جو کچھ تو مجھسے مانگیگا مین دونگا اگر یہان تجھے کوئی بہتر چیز
نہ دونگا تو تیرے لیے اوس سے بہتر اپنے پاس کچھ چھوڑونگا جب قیامت کا دن ہوگا
تو عمل والے حاضر ہونگے اور اونکے اعمال نماز اور روزہ اور صدقہ اور حج سب تولے جاوینگے

اون پورا پورا ثواب عنایت ہوگا مگر جب مصیبت والے آوینگے تو اونکے لیے نہ ترازو کھڑی
ہوگی نہ نامہ اعمال کھولا جاویگا اور ثواب اونپر ایسے ہی ڈالا جاویگا جیسے بلا ڈالی گئی تھی اسوقت
جن لوگون کو دنیا مین عافیت رہی تھی یہ تمنا کرینگے کہ کیا خوب ہوتا جو ہمارے جسم مقراضون سے
کاٹے جاتے اور ایسا ہی ثواب ہمکو عنایت ہوتا جیسا اہل مصائب کو ملا اسی بنا پر یہ آیت
قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا یُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور حضرت ابن عباس رض سے
روایت ہے کہ کسی پیغمبر نے جناب باری میں شکایت کی کہ الٰہی بندہ مومن تیری اطاعت
کرتا ہے اور گناہون سے اجتناب کرتا ہے مگر تو اوس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہے اور مصیبت
بھیجتا ہے اور بندہ کافر تیری اطاعت نہین کرتا اور گناہون پر جرات کرتا ہے اوس سے
تو بلا علیحدہ رکھتا ہے اور دنیا بہت سی دیتا ہے یہ کیا بات ہے خداوند کریم نے اونپر
وحی بھیجی کہ بندے بھی میرے ہین اور بلا بھی میری اور ہر ایک میری حمد مین تر زبان ہے
وجہ یہ ہے کہ بندہ مومن پر گناہ ہوتے ہین اسواسطے مین اوس سے دنیا کو علیحدہ رکھتا ہون
اور بلا بھیجدیتا ہون کہ اونکے گناہون کا کفارہ ہو جائے یہان تک کہ جب میرے پاس آوے
تو اوسکی نیکیون کا عوض اوسکو عنایت کرون اور کافر کی کچھ نیکیان ہوتی ہین اسلیے
مین اوسکو رزق زیادہ دیتا ہون اور بلا کو اوس سے علیحدہ رکھتا ہون کہ اپنی حسنات کا بدلا
دنیا مین حاصل کرلے اور جب میرے پاس آوے تو اوسکو سزا اوسکے سیئات کی دون -
اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اوتری مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ تو حضرت ابو بکر
صدیق رض نے عرض کیا کہ اس آیت کے بعد خوشی کسطرح ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اے ابو بکر خدا تجکو معاف کرے کیا تو بیمار نہین ہوتا یا تجکو کچھ ایذا نہین پہونچتی
کہ جسپر غم ہوتا ہو یہی بدلہ ہے تمھارے اعمال کا یعنی جمیع مصائب کفارہ تمھارے گناہون کا
ہوتے ہین - اور عقبہ بن عامر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالی اوسکی مرادین دیے جاتا ہے اور وہ اپنی خطا پر مصر ہے
تو جان لو کہ یہ امر اوسکے مہلت دینے کے لیے ہے بعد اسکے یہ آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا
مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ
یعنی جب اونھون نے امر کے موجب کام کرنا چھوڑ دیا تو ہمنے اونپر ہر طرح کی بہتری کے
دروازے کھولدیے یہان تک کہ جب وہ اس بہتری سے خوش ہوے تو ایک دفعہ ہی



اونکو ماخوذ کرلیا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ ایک شخص نے صحابہ رض سے ایک
عورت کو دیکھا جسکو جاہلیت مین جانتے تھے اوس سے کچھ گفتگو کرکے چھوڑ دیا اور چلتی جاتی تھی
اور وہ اوسکی طرف پھر پھر کر دیکھتے جاتے تھے اسی اثنا مین سامنے سے ایک دیوار کا دھکا جو اونکو لگا تو منہ پر نشان
ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین حاضر ہوکر ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ
جب اللہ تعالی کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکی سزا دنیا ہی مین دیدیتا ہے اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین تمکو ایک آیت قرآن مجید کی ایسی بتلائے دیتا ہون
جو سب آیات سے زیادہ توقع کی ہو لوگون نے عرض کیا کہ فرمائیے آپ نے یہ آیت پڑھی
وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ غرضکہ دنیا کے مصائب
گناہون کے باعث ہوا کرتے ہیں جب اللہ تعالی بندے کو دنیا مین سزا دے لیتا ہے
تو پھر دوبارہ عذاب دینے سے غنی ہے اور اگر دنیا مین معاف کردیا تو پھر اوسکا کرم اس بات کا
مقتضی نہین کہ قیامت مین سزا دے اور حضرت انس رح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک دو گھونٹون سے زیادہ بندے کا کوئی گھونٹ
محبوب تر نہیں اول غصے کا گھونٹ کہ حلم کے باعث پی جاوے دوم مصیبت کا گھونٹ جو صبر کے
سبب پی جاوے اور نہ کوئی قطرہ محبوب تر خدا تعالی کے نزدیک دو قطرون سے ٹپکتا ہے
ایک قطرہ خون جو اوسکی راہ مین گرے دوم قطرہ اشک جو شب تاریک مین بندے کی آنکھ سے
سجدے کی حالت مین گرے اور اوسکو سوا خدا کے اور کوئی نہ دیکھتا ہو اور نہ کوئی قدم
بندے کا خدا تعالی کے نزدیک دو قدمون سے محبوب تر ہے ایک قدم فرض نماز کے لیے
دوم قدم قرابتیون سے میل کرنے کے لیے۔ اور حضرت ابو درداء رض سے روایت ہے کہ
حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کے لڑکے نے وفات پائی آپ کو نہایت قلق ہوا آپکے
پاس دو فرشتے آئے اور سامنے دو زانو بیٹھ گئے جیسے دو مدعی مدعا علیہ ہون ایک نے
اونمین سے عرض کیا کہ مین نے کھیت بویا تھا جب وہ تیار ہوا تو اس شخص نے اوسکو پامال
کردیا آپ نے دوسرے سے فرمایا کہ تو کیا جواب دیتا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین راستہ چلا جاتا تھا
ایک کھیت پر گذر ہوا ادہنے بائین سب طرف دیکھکر معلوم کیا تو راہ کھیت ہی مین کو تھا
وہان ہی کو گذرا آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تو نے راستے مین بیج کیون ڈالا تھا تجھے معلوم نہین
کہ لوگون کے لیے رستہ ضرور ہے اوسنے عرض کیا کہ پھر آپ اپنے لڑکے پر کیون غم کرتے ہیں

انکو معلوم نہیں کہ موت آخرت کی شرک ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے توبہ کی اور پھر کبھی لڑکے پر رنج نہ کیا - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے اور فرمایا کہ جان پدر اگر تو میری ترازو میں ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ میں تیری ترازو میں ہوں اسنے عرض کیا کہ آپکی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری مرضی کے موافق ہو - خلاصہ حضرت عمر رح کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پائے اور میں صبر کروں تو اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ میں وفات پاؤں اور تو صبر کرے یعنی جزای صبر میرے نامہ اعمال میں ہے - اور حال لڑکے کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو بات والد کو محبوب دیکھی اسکو محبوب جانا - اور حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ کسینے اونکے لڑکے کی وفات کی خبر سنائی آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ خدا ای تعالے نے ایک عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا اور ثواب پہونچایا پھر اوتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ جو کچھ خدای تعالی کا حکم ہوتا وہ ہم کر چکے یعنی خدای تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ تو ہمنے دونوں باتیں ادا کیں - اور حضرت ابن مبارک رح کا ایک لڑکا گذر گیا ایک مجوسی نے بطور تعزیت یہ جملہ اونکی خدمت میں عرض کیا کہ عاقل کو چاہیے کہ آج وہ کام کرے جو جاہل چند روز کے بعد کرتا ہے مراد اس سے صبر ہے آپ نے فرمایا کہ یہ جملہ لکھ لو - اور بعض علما کا قول ہے کہ اللہ تعالی بندے پر مصیبت پر مصیبت ڈالے جاتا ہے حتی کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور ایک گناہ بھی اوسکے ذمہ نہیں رہتا اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جیسے آدمی اپنے گھر والوں کے لیے خیر کا کفیل ہوتا ہے اللہ عز وجل اپنے بندۂ مومن کیواسطے بلا کا عہد کر لیتا ہے اور حاتم اصم سے مروی ہے کہ اللہ تعالی خلق کے چار طرح کے لوگوں پر قیامت کے دن چار چیزوں میں حجت فرماویگا - تونگروں پر حضرت سلیمان علیہ السلام سے - اور فقیروں پر عیسی علیہ السلام سے - اور غلاموں پر یوسف علیہ السلام اور مریضوں پر ایوب علیہ السلام سے کہ ہم لوگ ایسے کیوں نہوے - اور روایت ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کفار بنی اسرائیل سے بھاگ کر درخت کے اندر چھپ گئے اور شیطان مردود نے اونکا حال اون سے کہدیا تو وہ ایک آرہ لائے اور درخت کو چیرنا شروع کیا جب آپکے سر مبارک پر آرہ پہونچا تو آپ نے ایک آہ سرد دل پر درد سے نکالی وحی الہی ہوئی کہ اوزکریا اگر دوبارہ آواز نکلی تو دفتر نبوت سے نام مٹا دونگا حضرت زکریا علیہ السلام نے

دانتوں تلے زبان دبے لی اور صبر کیا یہان تک کہ دو ٹکڑے ہو گئے **شعر**

گرکشتی ورجرم بحشی روی بر سر ستاتم	بندہ را فرمان نباشد ہرچہ فرمائی برانم

اور حضرت ابن مسعود بھی فرماتے ہین کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہونچے اور وہ اوسمین کپڑے پھاڑے یا چھاتی کوٹے تو ایسا ہے کہ نیزہ لیکر خدائے تعالی سے لڑنے کو تیار ہو۔ اور حضرت لقمان ہ نے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایماندار بندہ کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے پس جب اللہ تعالی کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو اونکو مبتلاء مصیبت کرکے امتحان لیتا ہے اس صورت مین جو شخص اوس سے راضی رہتا ہے وہ بھی اوس سے راضی ہے اور جو ناراض ہے اوس سے وہ ناراض ہے۔ اور احنف بن قیس رح کہتے ہین کہ ایک ور میری ڈاڑھ مین بہت درد تھا مین نے اپنے چچا سے کہا کہ ڈاڑھ کے درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی اسیطرح تین بار مین نے کہا اونھون نے ولیا کہ تو ایک ہی رات مین ڈاڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہے میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے مگر کسیکو معلوم بھی نہین ہوا اور حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ جب تجھپر بلا نازل ہو تو میری شکایت میری مخلوق سے مت کر جو کہنا ہو مجھی سے کہہ جیسے مین تیری شکایت اپنے فرشتون سے نہین کرتا جسوقت کہ تیرے عیوب خطائین میرے پاس آتی ہین سچ ہے **شعر**

درون پردہ بسے عملہاے بد	ہم او پردہ پوشد بآلاے خود

دوسرا بیان نعمت کی فضیلت مصیبت پر شاید کوئی قائل مصائب شکر یہ کہے کہ ان اخبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین نعمت کی نسبت مصیبت کا آنا بہتر ہے تو اب سب انسانون کو چاہیے کہ مصیبت کا سوال کرنا خدا سے جائز ہو اوسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ درخواست مصیبت ناجائز ہے اوسکی کوئی وجہ نہین جس سے درست ہو بلکہ مصائب سے پناہ مانگنا البتہ مشروع ہے چنانچہ احادیث مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت دونون کی مصیبت سے پناہ مانگا کرتے تھے اور آپ کا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا یہی قول تھا رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اور شماتت اعدا وغیرہ سے پناہ مانگتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اونھون نے اپنی دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے صبر کی درخواست کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم مصیبت کا سوال کرتے ہو خدای تعالی سے عافیت کی درخواست کرو۔ اور حضرت

ابو بکر صدیق رضہ آپ سے روایت کرتے ہین کہ فرمایا کہ خدای تعالی سے عافیت مانگا کرو کیونکہ ایسا کوئی شخص نہین جسکو عافیت سے عمدہ تر چیز سوائے یقین کے ملی ہو اور یقین سے دل کی عافیت و صحت مراد ہے جسمین شبہہ کا روگ اور مرض جہل نہو اسلیے کہ دل کا اچھا رہنا بدن کی تندرستی سے اعلی تر ہے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو چیز کہ جسمین شر ای نہین وہ تندرستی ہے شکر کے ساتھہ کیونکہ بعضے لوگ نعمت پاتے ہین مگر اوسکا شکر نہین کرتے - اور مطرف بن عبد اللہ رح فرماتے ہین کہ مجھکو تندرستی ملی اور اوسپر مین شکر گزار رہون تو اس سے بہتر ہے کہ مجھپر مصیبت آوے اور اوسپر صبر کرون اور ایک دعا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَعَافِيَتُكَ اَحَبُّ اِلَيَّ اور یہ امر ظاہر ہے اسمین کچھہ دلیل کی حاجت نہین کیونکہ مصیبت دو اعتبار سے نعمت ہوجاتی ہے اول تو اوس مصیبت کی بہ نسبت جو اوس سے بڑھی ہوئی ہر چیز دنیا مین پاتے ہین اور دوسرے اوس توقع ثواب کے اعتبار سے جو خدای تعالی عنایت فرماویگا اسی لحاظ سے آدمی کو چاہیے کہ خدای تعالی سے دنیا مین نعمت کامل کی درخواست کرے اور اپنے اوپر سے بلا کے دور ہونے کی دعا کرتا ہے اور نیز اوسکی نعمت کی شکر گذاری پر ثواب اخروی کی استدعا کرے کیونکہ وہ اسبات پر قادر ہے کہ شکر ہی کے عوض مین وہ کچھہ دے ڈالے جو صبر مین دینا ہو اب اگر کوئی کہے کہ بعض لوگون نے ایسے مضمون لکھے ہین جنسے استدعا مصیبت کی اپنے لیے پائی جاتی ہے مثلا لکھا ہے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ دوزخ کا پل بنجاؤن کہ تمام خلق مجھپر سے اوترجاوے اور نجات پاوے اور صرف مین دوزخ مین بچاؤن یا سمنون رح کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہے شعر مجھہ سوا او سے کیا ہی مطلب جانچ لے جسطرح تو چاہی مجھے تو یہ انکے اقوال دلالت سوال مصیبت پر رکھتے ہین یہ کیا بات ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ سمنون محب کا تو حال یہ ہوا کہ بعد اس شعر کے وہ قبض کی بیماری مین مبتلا ہوگا اور مکتبون کے دروازے پر شکایت کے مارے پھرتے اور لڑکون سے کہتے کہ اب تم اپنے چچا سمنون کو لپاٹیا کہا کرو یعنی امتحان مین پورا نہین نکلا باقی رہی انسان کی محبت کہ خدا کیلیے دوزخ مین رہے اور تمام خلق بچ جاوے سو یہ ناممکن ہے لیکن آدمی کے دل پر غلبہ محبت کبھی اسقدر ہوتا ہی کہ اوس جوش محبت مین اپنے نفس کو ایسی ہی باتون کے لائق سمجھ لیتا ہے کیونکہ شراب عشق مین نشہ ہوتا ہے جو شخص اوسکو پیتا ہے مست ہوجاتا ہے اور عالم مستی مین بہت کچھہ باتین اس قسم کی سرزد ہوجاتی ہین کہ اگر بالفرض اوسکا نشہ جاتا ہے تو خود اوسکو معلوم ہوگا کہ یہ کلام

واقعی نہیں بلکہ ایک حالت تھی تو جو حلے اس قسم کے سوا اونکو کلام عاشقانہ پر محمول کرنا چاہیے
جسکو اوسکے واسطے محبت ہوتی ہے اور عاشقوں کا کلام سننے مین اچھا ہوتا ہے مگر اونکی بات قابل
اعتبار نہیں ہوتی چنانچہ حکایت ہے کہ ایک فاختہ کا نر اوس سے حقیقی چاہتا تھا وہ مانع
ہوتی تھی اوسے کہا کہ تو مجھسے کیوں گریز کرتی ہے اگر مین چاہوں تو تیرے واسطے سلیمان کی
سلطنت زیر و زبر کردوں یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور اوسکو بلا کر عتاب فرمایا
اوسنے عرض کیا کہ اے نبی اللہ عاشقوں کا کلام قابل کہنے کے نہیں ہوتا اور واقع مین ایسا ہی ہے اور ایک شاعر کہتا ہے
شعر مین تو ہوں طالب وصل اور وہ ہے طالب ہجر اوسکی خواہش کے لیے اپنی میں خواہش چھوڑ دی
تو یہ مضمون بھی محال ہے اسلیے اوس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو مرضی محبوب ہے وہ اوسکا طالب ہے
کیونکہ وصل مرضی محبوب کے خلاف ہے جسکا اپنے آپ کو طالب قرار دیا ہے اور پھر کہتا ہے کہ اوسکی
خواہش کے لیے مین نے اپنی خواہش چھوڑ دی اور ہجر کو چاہنے لگا تو جو شخص وصل کا خواہاں ہے
وہ ہجر کا خواہاں کیسے ہوگا ان دونوں مین تو ضد ہے لیکن اگر تاویل کیجاوے تو دو طرح سے
اسکے معنی بن سکتے ہیں اول تو یہ کہ یہ صورت بعض اوقات مین پیش آتی ہو تاکہ رضای محبوب
حاصل ہو جو وسیلہ وصال زمان مستقبل مین ہو تو اب یہ معنی ہوے کہ ہجر وسیلہ رضا ہے اور رضا وسیلہ
وصال محبوب اور وسیلہ محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسلیے ہجر کو پسند کرتا ہے جسطرح کہ مال کا چاہنے والا
ایک درم دے اور بعد چند روز دو درم لے تو وہ دو درم کو چاہتا ہے مگر سردست ایک درم کا تارک ہو
اسیطرح عاشق بھی خواہان وصال ہے مگر سردست اسکو ترک کرتا ہے تاکہ آیندہ کو اچھی طرح حاصل ہو
دوسرے معنی یہ ہیں کہ عاشق کو صرف رضای دوست مطلوب ہے اگر اوسکو علم ہو کہ دوست مجھسے
راضی ہے تو اتنی لذت پاوے کہ اگر مشاہدہ اوسکا میسر ہوا اور وہ راضی ہو تو اوس مشاہدہ مین کچھ وہ
لذت ہو ایسی صورت مین ہو سکتا ہے کہ اسکی خواہش وہی ہو جسمیں رضا ہو اسیواسطے بعض عاشقان الٰہی
کا حال اس درجہ پر پہونچ گیا ہے کہ جب معلوم کرلیا کہ خدای تعالی ہمسے اس مصیبت مین راضی رہتا ہے
اور عافیت مین رضا کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ راضی ہے یا نہیں تو مصیبت مین عافیت کی نسبت
زیادہ مزہ پاتے ہیں اور بلا ہی کو زیادہ محبوب جانتے ہیں اور غلبہ عشق مین اس حال کا واقع ہونا
کچھ بعید نہیں مگر یہ حالت قائم نہیں رہتی اور اگر قیام کرتی ہے تو یہ معلوم کرنا کہ صحیح حالت ہے یا وہ کسی
کسی حالت کے باعث دل پر وارد ہو گئی ہے اور اوسکے باعث دل طریقہ اعتدال سے
مائل ہو گیا اسمیں شک ہے اور اسکی تحقیق مناسب اس مقام کے نہیں غرضکہ تقریر سابق سے معلوم ہوا

کہ عافیت بلا کی نسبت بہتر ہے اللھم انا نسئلک العفو والعافیۃ فی الدین والدنیا والاخرۃ

تیسرا بیان صبر اور شکر میں سے افضل کونسا ہے۔ اس باب میں لوگوں کے اقوال مختلف
ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ صبر شکر سے افضل ہے اور کچھ یہ فرماتے ہیں کہ شکر افضل ہے اور
بعضوں کا قول ہے کہ دونوں برابر ہیں اور چند لوگوں کی یہ رائے ہے کہ فضلیت احوال کے
اعتبار سے مختلف ہے یعنی بعض احوال میں صبر کو فضل ہے اور بعض میں شکر کو اور ان لوگوں نے
اپنے اپنے قول کی دلیل بھی بہت ہی غیر منتظم سی بیان کی ہے جس سے مطلب کا حاصل ہونا بعید ہے
اسلیے اوسکی نقل سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ اظہار حق بہتر ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اس باب میں دو تقریریں
ہیں تقریر اول مساہلت کے طور پر ہے یعنی صرف ظاہر امر پر لحاظ کرنا اور تفتیش اور تحقیق کے
درپے نہونا اس طرح کا بیان عوام کے سمجھانے کے لائق ہے کیونکہ اونکا فہم باریک باتوں کے
سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے واعظین کے بھی حال کے مناسب ایسا ہی کلام ہے اسلیے کہ اونکا مقصود
عوام سے گفتگو کرنے کا یہی ہے کہ اونکی اصلاح ہوجاوے جیسے دایہ شفقہ کر کے لڑکے کو موٹے اور تیار جانور
اور اقسام و انواع شیرینی کی نہیں کھلاتی بلکہ لطیف دودھ سے اوسکی پرورش کرتی ہے اور یہی
اوسکو چاہیے بھی کہ نفیس غذائیں لڑکے کے پاس نہ لاوے جبتک کہ اوسمیں قوت انکے
ہضم کی نہ آوے اور ضعف جسم دور نہوجاوے اسیطرح یہ بیان بھی بحث و تفصیل کے لائق نہیں بلکہ
صرف شرعی اور آیت سے ظاہر مفہوم جو عوام کے شایان ہے نکال لیتا ہے اور باعتبار ظاہر جو لحاظ
کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صبر افضل ہے ہرچند فضائل شکر میں بھی بہت سے اخبار وارد ہیں
مگر جب فضائل صبر کی نسبت اونکو دیکھتے ہیں تو صبر کے فضائل زیادہ پائے جاتے ہیں اور خود الفاظ میں بھی تصریح
فضل صبر کی موجود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے من افضل ما اوتیتم الیقین وعزیمۃ الصبر اور ایک حدیث
میں ہے کہ قیامت کو ایک شخص جو زمین میں سب سے زیادہ شاکر پایا جاویگا اور اوسکو شاکرین کا ثواب
عطا ہوگا پھر جو کہ تمام لوگوں سے زیادہ صابر ہوگا وہ حاضر کیا جاویگا اور اوس سے ارشاد ہوگا
اگر ہم تجھکو اتنا ثواب دیں جتنا اس شاکر کو دیا ہے تو تو راضی ہوگا وہ عرض کریگا کہ یا رب
راضی ہونگا اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ ایسا نہوگا میں نے تجھے نعمت بخشی تو تو نے شکر کیا اور تجھکو
مبتلاء مصائب کیا تو تو نے صبر کیا ہم تجھکو دونا ثواب عنایت فرماوینگے پھر اوسکو شاکر سے
دونا ثواب مرحمت کیا جاویگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب
اور یہ جو حدیث شریف میں وارد ہے الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر یعنی غذا

کھانے والا جو شکر کرے وہ ایسا ہے جیسا روزہ دار صبر کرے تو اس سے بھی فضیلت صبر کی
پائی جاتی ہے اسلیے کہ درجۂ شکر کے بڑھانے کو اسکو صبر سے تشبیہ دی اور تشبیہ دینے مین
اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشبہ بہ مین اعلیٰ ہوئے تو اگر صبر کو فضل نہ ہوتا تو شکر کو اسکے ساتھ
شریعت مین تشبیہ دیجاتی اور تشبیہ ایسی ہے جیسے ان حدیثون مین ارشاد ہے کہ اَلْجُمُعَۃُ حَجُّ
الْمَسَاکِیْنِ وَجِہَادُ الْمَرْأَۃِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ اور شَارِبُ الْخَمْرِ کَعَابِدِ الْوَثَنِ اسیطرح یہ حدیث اَلصَّبْرُ نِصْفُ
الْاِیْمَانِ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ شکر اوسکے برابر ہے اور یہ فرمانا ایسا ہے جیسا یہ فرمایا ہے
اَلصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ بلکہ اصل یہ ہے کہ جس چیز کی دو قسمیں ہوتی ہین اونمین سے ایک کو اوس
کا نصف کہدیا کرتے ہیں گو دونون مین فرق ہو مثلاً کہتے ہین کہ ایمان علم و عمل کا نام ہے
اس سے معلوم ہوا کہ عمل نصف ایمان ہے اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ عمل برابر علم کے ہے علاوہ ازین
ایک حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیون مین سے جنت مین
حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی سلطنت کے باعث سب سے پیچھے داخل ہونگے اور میرے صحابہ مین
عبدالرحمن بن عوف اپنے غنا کے سبب سب سے پیچھے جنت مین جاوینگے اور ایک روایت مین ہے
کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس برس پیچھے نبیون سے جنت مین داخل ہونگے یہ حال تو غنا کا
فرمایا اور فقر اور اہل مصائب کے باب مین ارشاد ہے کہ جنت کے سب دروازون کے دو کواڑ ہین مگر
باب صبر کا ایک ہی کواڑ ہے اول جو شخص اوسمین گھسینگے وہ اہل مصائب ہونگے اونکے پیشوا حضرت
ایوب علیہ السلام ہونگے تو فضائل فقر سے بھی صبر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اسواسطے کہ صبر
فقیر کے حال کا نام ہے اور شکر غنی کے حال کا غرض یہ وہ تقریر ہے کہ عوام اوس پر قانع ہوتے ہین
اور جو وعظ کہ اونکے شایان حال ہو اوسمین اسقدر بتلا دینا کافی ہے کہ اسمین اونکی دین کی
مصلحت ہے۔ دوسری تقریر وہ ہے جس سے کہ اہل علم و بصیرت کو حقائق امور پر بطریق تحقیق
اطلاع دینا مقصود ہے اسکے لیے ہم کہتے ہین کہ ہر ایک قسم کے دو مبہم امرون مین باوجود
ابہام کے مقابلہ نہین ہو سکتا جب تک کہ ہر ایک کی حقیقت واضح ہو اور جن چیزونکی حقیقت
بھی کھل جاوے اور وہ چند اقسام پر مشتمل ہون اونمین بھی بہیئت اجتماعی برابری نہین ہو سکتی بلکہ
ضرور ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک ایک فرد کا مقابلہ کیا جاوے تاکہ زیادتی معلوم ہو اب صبر اور
شکر کو جو دیکھتے ہیں تو اونکے اقسام اور فروع بہت ہین اسلیے کمی زیادتی مجملاً نہین بیان ہو سکتی
بلکہ دونون کے ہر ہر فرد کو مقابلہ کرنا چاہیے پھر یہ امر پہلے گذر چکا ہے کہ اسطرح کے مقامات

خواہ صبر وشکر ہون اور کوئی تین افراد سے مرکب ہوتے ہین علوم اور احوال اور اعمال
اور ان تینون چیزون مین سے اگر ایک دوسرے کی مساوات پر غور کرتے ہین تو ظاہر کے
دیکھنے والون کو تو یون معلوم ہوتا ہے کہ علوم سے مراد احوال ہین اور احوال کی طلب اعمال
کے لیے ہوتی ہے تو اس اعتبار سے اعمال افضل ٹھہرے مگر ارباب باطن کے نزدیک معاملہ برعکس ہے
اونکو اعمال سے غرض حصول احوال ہے اور احوال کی طلب علوم معرفت کے لیے کرتے ہین
تو اونکے نزدیک علوم افضل ہین اور پھر احوال ہین پھر اعمال کیونکہ جو چیز ذریعہ کسی دوسری
چیز کا پڑتی ہے تو دوسری چیز اوس سے عمدہ ہوتی ہے — اور ان تینون چیزون کو جدا جدا افراد کو
اگر دیکھتے ہین تو اعمال کے افراد اگر ایک دوسرے کی نسبت کر دیکھے جاوین تو بعضے مساوی ہین
اور بعضے کم وبیش اسیطرح احوال کے افراد کا حال ہے کہ اگر اونمین بھی ایک دوسرے کی طرف
لحاظ کرکے دیکھین تو یا برابر ہونگے یا کم وبیش ایسا ہی افراد علوم ومعارف کو سمجھنا چاہیے
اور سب معارف مین سے افضل علوم مکاشفہ ہین اور یہ علوم معاملے کے علوم سے اعلی اور
اشرف ہین اور علوم معاملہ خود معاملہ کی نسبت کر بھی کمتر ہین اسلیے کہ انکی طلب معاملہ ہی کے
لیے ہوتی ہے یعنی اونکا فائدہ اصلاح عمل ہے اور حدیث مین جو فضیلت عالم کی عابد پر آئی ہے
اوس سے یہ مراد ہے کہ علم اوسکا ایسا ہو جسکا نفع عام ہو پس ایسا عالم البتہ کسی خاص عبادت
کرنے والے کی نسبت افضل ہوگا ورنہ اگر علم اسکا عمل سے قاصر ہے تو یہ علم نرے عمل سے
افضل نہین ہو سکتا — پھر ہم کہتے ہین کہ اصلاح عمل سے یہ فائدہ ہے کہ حال قلب کی اصلاح ہو
اور حال قلب کی اصلاح کا یہ فائدہ ہے کہ اہل دل پر جلال ذات وصفات وافعال الہی
منکشف ہون اس سے معلوم ہوا کہ علم مکاشفہ مین بڑا رتبہ معرفت الہی کا ہے اور یہی انتہا
مقصود ہے کہ نفس نفیس مطلوب ہے اسلیے کہ سعادت اخروی اسی سے ملتی ہے بلکہ عین
سعادت یہی ہے مگر دلکو کبھی اسبات کا علم دنیا مین نہین بھی ہوتا کہ عین سعادت معرفت الہی ہے
بلکہ آخرت مین اوس سے واقف ہوتا ہے غرض کہ معرفت الہی سب مین عمدہ چیز ہے اسپر کچھ
روک نہین تو غیر کے مقید بھی نہین اور اسکے سوا جتنی معرفتین ہین سب اوسکی تابع اور خادم
ہین کیونکہ اور معارف اسلیے مطلوب ہوتے ہین کہ معرفت الہی حاصل ہو اور جب یہ بات ٹھہری
سب معرفتین معرفت الہی کے حاصل ہونے کے لیے مطلوب ہوتی ہین تو جسقدر جو معرفت
اس مطلب مین بکار آمد ہوگی اوسیقدر اوسکا تفاوت بھی ایک دوسرے سے ہوگا مثلاً بعض

معارف ایک ہی واسطے سے معرفت الٰہی تک پہونچاتے ہیں اور بعض کو بہت سے وسائل
چاہییں تو جس معرفت میں اور معرفت الٰہی میں واسطہ کم ہوگا وہ دوسرے کی نسبت کے افضل
ہوگی۔ اور احوال قلب سے ہماری غرض اوسکا صاف و پاک ہونا ہے دنیا کی آلودگی اور خلق
کے اشغال سے یہاں تک کہ پاک و صاف ہو کر اوسپر حقیقت حق واضح ہو جاوے اس سے معلوم ہوا
کہ احوال میں وسیلت اوسیقدر ہوگی جسقدر کہ اونکو تاثیر قلب کی اصلاح اور صفائی میں ہوگی اور جسقدر
اوسمیں لیاقت علوم مکاشفہ کے حاصل ہونے کی پیدا کر سکینگے اوسیطرح کہ آئینہ کی جلا کا حال
ہیں ایسے احوال کے مقدم کرنے کی حاجت ہوتی ہے جنمیں سے بعض جلا دینے میں قریب تر
ہوتے ہیں بعض سے اسیطرح احوال قلب کا حال ہے پس جو حالت کہ صفائی قلب کے قریب ہوگی
دوسری حالتوں سے افضل ہوگی اسلیے کہ وہ اوروں کی نسبت اصل مقصود کے قریب ہوگی۔
اور یہی ترتیب کو اعمال میں بھی تصور کر لیا چاہیے اسواسطے کہ اعمال کی تاثیر ہی سے قلب کی
صفائی کی تاکید ہوتی ہے اور انہیں کے باعث دل پر حالات آتے ہیں اور جو عمل ہے وہ دو صورتوں سے
خالی نہیں یا تو دل پر ایسے حالات لاتا ہے جو مانع مکاشفہ کے ہو اور موجب تاریکی دل و باعث
کشش بکدورات دنیاوی کی طرف ہو یا ایسی حالت دل لاوے جس سے دل مکاشفہ کے لیے مستعد
اور صفائی پیدا کرے اور علائق دنیاوی برطرف ہو جاویں حالت اول کا نام معصیت ہے اور
دوسری کا نام طاعت اور معاصی باعتبار قلب کے تاریک و سخت کرنے کے متفاوت ہیں اسیطرح
طاعات بھی اوسکے روشن و صاف کرنے میں مختلف ہیں یعنی معاصی و طاعت کے درجات
اونکی تاثیر پر منحصر ہیں اور یہ امر احوال کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے مثلاً ہم مطلقاً کہہ سکتے ہیں
کہ نماز نفل سب نفل عبادتوں سے افضل ہے اور حج کرنا صدقہ سے بہتر ہے اور تہجد پڑھنا اور
نوافل سے بہتر ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ جو مالدار کہ اوسپر بخل غالب ہو اور محبت مال کی زیادہ رکھتا ہو
تو اوسکے لیے ایک درم خیرات کرنا بہت سی شب بیداریوں اور روزوں سے افضل ہے
اسلیے کہ روزہ اوس شخص کے شایاں ہے جسپر شہوت شکم غالب ہو اور وہ اوسکو توڑنا چاہے
یا شکم سیری اوسکا مانع فکر و ذکر سے ہوتی ہو اوسکو دور کرنے کی تدبیر بھوک سے کرتا ہو مگر
کم بخت بخیل کا تو حال نہیں کہ پیٹ کی شہوت سے اوسکو ضرر تھا یا شکم سیری سے فکر
علوم مکاشفہ نہیں کر سکتا تھا پھر اسکا روزہ رکھنا اپنی حالت چھوڑ کر دوسرے کی اختیار کرنا ہے
اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی بیمار کے پیٹ میں درد ہو اور وہ علاج درد سر کا کرے تو

بھلا اس علاج سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اوسکو تو یہ مناسب ہے کہ جو بلائین مہلکات اپنے اوپر مسلط ہے اوسکو دور کرے اور بخل ان مہلکات مین سے ہے کہ اگر سو برس کے روزے رکھا کرے اور ہزار رات جاگے تو اوسمین سے ایک ذرہ بھی کم نہوگا اوسکو دور کرنے کی تدبیر سوا مال کے خیرات کرنے کے اور کوئی نہین اوسکے اوپر واجب یہی ہے کہ جو کچھ اپنے پاس ہو اوسکو خیرات کرنے اور اسکی تفصیل جلد سوم مین اس کتاب کی موجود ہے وہان دیکھ لینی چاہیے غرضکہ تاثیر طاعت حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے اب اہل ذکا کو معلوم ہوا ہوگا کہ اسباب مین مطلق جواب کہدینا غلط ہے مثلاً اگر کوئی سوچے کہ روٹی افضل ہے یا پانی تو اسکا جواب ٹھیک جبھی ہوگا جب یہ کہو کہ بھوکے کو روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر کسیکو دونون چیزین موجود ہون تو جوان دونون مین سے غالب ہوگی اوسکے اعتبار سے حکم فضیلت کا دیا جاویگا یعنی پیاس غالب ہوگی تو پانی کو افضل کہینگے اور بھوک غالب ہوگی تو روٹی کو اور اگر دونون مساوی ہونگے تو یہ دونون بھی مساوی ہونگے اسیطرح اگر یہ پوچھا جاوے کہ سکنجبین اچھی ہے یا شربت نیلوفر تو مطلق جواب ہرگز درست نہوگا ہان اگر کوئی یہ پوچھے کہ سکنجبین افضل ہے یا صفرا کا نہونا تب ہم صفرا کے نہونے کو عمدہ بتاوینگے اس واسطے کہ سکنجبین کی ضرورت اوسکے لیے ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شی غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو تو غیر چیز اوس سے اچھی ہوتی ہے حاصل یہ کہ شخص مذکور کے لیے بہتر مال کا دینا ہی اسلیے کہ مال کا ڈالنا ایک عمل ہے جس سے ایک حالت یعنی زوال بخل اور محبت دنیا کا دل سے نکلنا حاصل ہوتی ہے اور جب دل مین سے محبت دنیا نکلجاتی ہے تو اوسکو لیاقت معرفت الہی کی حاصل ہوتی ہے پس افضل معرفت ہے اور اوس سے کمتر حال اور اوس سے کمتر عمل سو اب یہان کوئی اگر اعتراض کرے کہ تم عمل کو افضل نہین بتلاتے حالانکہ شرع مین ترغیب اعمال کی موجود ہے اور انکے فضل کے ذکر مین بہت مبالغہ پایا جاتا ہے یہان تک کہ شارع نے خود صدقات کو طلب فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور فرمایا يَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ پس کیا وجہ ہے کہ عمل افضل نہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ طبیب اگر کسی دوا کی تعریف کرے تو اوسکی تعریف کرنے سے یہ سمجھنا چاہیے کہ وہی دوا بذات خود مقصود ہے اور صحت اور شفا سے بڑھکر ہے جو اوس سے حاصل ہوتی ہے بلکہ اوسکی تعریف مین ایک حکمت ہوتی ہے کہ اگر مریض اسکا استعمال کریگا تو شفاء مطلوب حاصل ہوجاویگی اسیطرح اعمال بھی دل کے امراض کی دوا ہین اور بیماری دل اکثر

معلوم نہین ہوا کرتی جیسے کسیکے منہ پر برص کے داغ ہوں اور اوسکے پاس آئینہ نہو تو اوسکو کبھی خبر نہوگی کہ مجھمین یہ عیب ہے اور اگر کوئی اوس سے کہیگا تو اوسکی بات نمانیگا تو ایسے شخص کا علاج یہی ہے کہ اوسکے سامنے بہت مبالغہ سے تعریف مثلاً گلاب سے منہ دہونیکی کیجاوے اگر گلاب سے داغ برص دور ہوتے ہوں یا دوسری کسی ایسی ہی چیز سے جو برص کو زائل کرتی ہو اوس سے منہ دہونے کا مبالغہ کیا جاوے تاکہ بہت سی تعریف سے شخص مذکور مداومت اوس شے کی کرلے اور مرض اوسکا دور ہوجاوے کیونکہ اگر اوس سے اول ہی کہدیگا کہ مقصود یہ ہے کہ تیرے منہ پر سے برص زائل ہوجاوے تو وہ علاج چھوڑ دیگا اور کہیگا کہ میرے منہ پر تو کوئی عیب نہیں ایک اور مثال اس سے بھی قریب تر سمجھنا چاہیے کہ ایک شخص کے ایک لڑکا ہے جسکو اوسنے قرآن پڑھایا اور علم سکھایا اور اوسکو منظور ہے کہ یہ دونوں چیزیں اوسکو یاد رہین اور کبھی فراموش نہونے پاوین اور یہ جانتا ہے کہ اگر مین اوسکو مکرر پڑھنے کی اور مطالعہ کی تاکید کرونگا تو وہ جواب مین کہیگا کہ مجھے یاد مین کچھ حاجت ورد و تکرار کی نہین کیونکہ اوسکو یہ گمان ہے کہ جو چیز مجھے اب یاد ہے وہ ہمیشہ کو ایسی ہی رہے گی اور فرض کرو کہ اوس شخص کے یہان کچھ غلام بھی ہین اوسنے اپنے لڑکے کو حکم کیا کہ تو ان غلامون کو پڑھا تاکہ ہم تیرے ساتھ اچھی طرح پیش آویں اور اوسکے سامنے ... اوسکو سناوے تاکہ اوسکا ارادہ تعلیم کے لیے خوب مستحکم ہوجاوے تو ایسی صورت مین لڑکا سادہ لوح یہی گمان کرتا ہے کہ مقصود صرف غلامون کی تعلیم ہے کہ انکو قرآن آجاوے اور اس خیال سے بڑا پریشان ہوتا ہے کہ عجب طرح کا حال ہے کہ باوجودیکہ باپ کے نزدیک میرا رتبہ ان غلامون سے بڑھکر ہے مگر پھر بھی مجھسے انکی خدمت کرائی جاتی ہے کہاں مین کہاں یہ لوگ اور مجھے معلوم ہے کہ اگر میرا باپ انکو پڑھانا چاہتا اور مجھکو تکلیف نہ دیتا تب بھی ہوسکتا تھا اور یہ بھی جانتا ہون کہ اگر یہ سب غلام میرے باپ کے یہان نرہین تو اوسکا کچھ نقصان نہین تو اگر عالم قرآن نہونگے تو کونسی خرابی پیش آوے گی ایسے ایسے خیالات سے وہ بیچارہ کبھی کسل کرنے لگتا ہے کہ انکو پڑھا کر کیا ہوگا ہمارے باپ کو انکی کیا پروا ہے اور اگر یہ کام مین نہ کرونگا تو وہ مجھے انکی عوض مین تھوڑا ہی کچھ کہیگا بلکہ معاف کردیگا پس علم و قرآن کے فرا دیست نرہنے سے دونون بھول جاتا ہی اور بدبخت و محروم رہتا ہے اور اوسکو خبر بھی نہین ہوتی۔ بعض لوگ ایسی طرح کے خیال خام مین دہوکا کھا گئے اور طریق اباحت کو اختیار کرلیا انکی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالی کو نہ ہماری عبادت کی واسطے قرض لینے کی ضرورت پھر اسکے کیا معنی ہین مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

اور اگر خدا ہی تعالی کو مسکین کا کھلانا منظور ہو تو کھلا سکتا ہے اسکی کیا حاجت ہے کہ ہم ہی اپنا روپیہ اونکو دین تو اونکو غذاب ہے چنانچہ کفار کا اسیطرح کا قول خداوند کریم بھی نقل فرماتا ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ اور دوسری جگہ یہ قول لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا تو اب دیکھنا چاہیے کہ اون کفار کا قول کیسا سچا تھا مگر اپنے سچ ہی سے کیسے تباہ ہوگئے سبحان اللہ کیا شان ہے جب چاہے سچ سے ہلاک کردے اور جب چاہے جہل سے سعادت کو پہونچا دے يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا خود فرماتا ہے۔ ان لوگون نے جب یہ خیال کیا کہ ہم سے مساکین کی خدمت کرائی جاتی ہے کہ خدا کیواسطے انکو خیرات دو اور ہمکو نہ مساکین سے کچھ ملتا ہے نہ خدای تعالی کو ہم سے اور ہمارے مال سے کچھ فائدہ ہے پھر دینا اور نہ دینا برابر ہے تو یہ لوگ بھی ہلاک ہوگئے جیسا اوپر کی مثال مین وہ لڑکا ہلاک ہوا تھا جسنے یہ خیال کرلیا کہ باپ نے مجھکو انکی خدمت کرنے پر مقرر کردیا اوسنے یہ نجانا کہ باپ کا مقصود یہ تھا کہ صفت علم پسر کے نفس مین خوب پختہ اور مستحکم ہوجاوے اور دل پر کنقش الحجر جم جاوے تاکہ موجب سعادت دنیاوی ہو اور یہ بات والد کیطرف سے کمال شفقت کی تھی کہ ایسے دھیان مین لگایا تھا جسمین سعادت پسر کی تھی اس مثال سے اون لوگون کی گمراہی جنھون نے اس طریق کو چھوڑ دیا ناظرین پر واضح ہے۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ جو مسکین کسی سے کچھ لیجاتا ہے وہ بواسطہ اوس ادنی مال کے بخل کی خباثت اور دنیا کی محبت دینے والے کے دل مین سے نکالتا ہے اور یہ دونون مہلک چیزین ہین تو سائل کی مثال ایسی ہے جیسے تیچھنے لگانے والا کہ وہ آدمی کا خون اسلیے نکالتا ہے کہ خون کے ساتھ مرض مہلک بھی جاتا ہے پس واقع مین تیچھنے لگانے والا مریض کا خادم ہے نہ مریض اوسکا خادم اور اگر بالفرض حجام کو بھی کوئی غرض خون نکالنے سے مثلاً خون مین کپڑا رنگنا ہو تب بھی وہ خادم ہونے سے نہ نکل جاویگا اور چونکہ صدقات باطن کو پاک کرتے ہین اور اندر سے بری صفات کو دور کرتے ہین اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کو نہ لیا اور اپنے لیے ناجائز سمجھا اور اپنے اہلبیت کو بھی اونسے شرف صیانت عنایت فرمایا اور تیچھنے لگانے والیکی مزدوری کو بھی نہین وجہ منع فرمایا اور اوسکا نام سب لوگون کا میل کچیل رکھا حاصل یہ کہ اعمال دلون پر اثر کرتے ہین جیسا کہ جلد سوم مین گذرا اور جسقدر عمل سے تاثیر

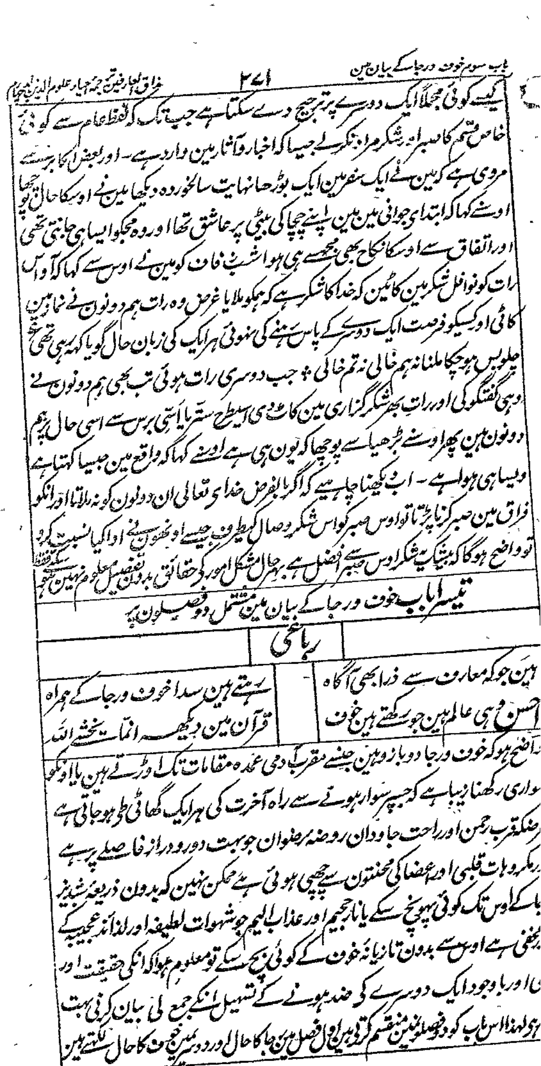
دل میں ہوتی ہے اور بقدر دلکو اعتقاد اور قبول ہدایت اور نور معرفت کی حاصل ہوتی ہے
پس یہ ہے قول کلی اور قاعدہ اصلی جسکی طرف فضائل اعمال اور احوال اور معارف کی پہچان میں
رجوع کرنا چاہیے اب ہم خاص ان دونوں اشیا یعنی صبر اور شکر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں معرفت اور حال اور عمل ہے اور یہ ہو نہیں سکتا
کہ ایک کی معرفت کو دوسرے کے حال اور عمل سے مقابلہ کیا جاوے بلکہ مقابلہ نظیر کا نظیر سے
چاہیے تاکہ تناسب ظاہر ہو اور تناسب کے باعث ایک کا فضل دوسرے پر ثابت ہو اب معرفت
شاکر اور معرفت صابر کو جو مقابلہ کیا جاتا ہے تو دونوں کا مآل ایک ہی معرفت پر رہتا ہے
مثلاً معرفت شاکر کی آنکھ کے باب میں یہ ہے کہ آنکھوں کی نعمت کو خدا ہی تعالی کیطرف سے جانے
اور معرفت صابر کی اوسمیں یہ ہے کہ نابینائی کو خدا کیطرف سے جانے اور یہ دونوں معرفتیں
ایک دوسرے کی لازم اور مساوی ہیں اور یہ اوس صورت میں ہے کہ صبر کو بلا اور مصائب میں
لیا جاوے اور اوراسکا کہ موافق بیان گذشتہ کے صبر کبھی طاعت پر بھی ہوتا ہے اور کبھی صبر
معصیت سے ہوتا ہے تو ایسے مقامات میں صبر اور شکر ایک ہی ہونگے بایں وجہ کہ طاعت پر
صبر کرنا عین شکر اسی طاعت کی ہوگی کیونکہ شکر کے معنی ہیں کہ اللہ تعالی کی نعمت کو
اوس حکمت کیطرف پھیرنا جو اوس سے مقصود ہے اور صبر کے یہ معنی ہیں کہ باعث ہوی
کے مقابلے میں باعث دینی کا قائم اور مستقل رہنا تو یہاں صبر اور شکر دو الفاظ مختلف
ایک معنی خاص کے ہیں دونوں میں فرق اعتباری ہے دیکھو اگر باعث دین کا ثابت رہنا
مقابلہ میں باعث ہوی کے باعتبار باعث ہوی کے لحاظ کرو تو اوسکا نام صبر ہوگا اور اگر
باعث دین کی نسبت کرو دیکھو تو شکر کہلاویگا کیونکہ باعث دین ایسی حکمت کے لیے پیدا ہے
کہ اوس باعث ہوی کو پچھاڑا جاوے تو صبر کی صورت میں باعث دین اپنی حکمت مقصود تک
پہونچ جاتا ہے غرض جب دونوں کا مدلول ایک ہی ہوا تو ایک ہی چیز اپنے نفس سے کیسے کم
زیادہ ہوگی اور اوراسکا کہ صبر تین جگہ میں ہوا کرتا ہے طاعت اور معصیت اور بلا اور طاعت
اور معصیت میں اوسکا حکم معلوم ہوچکا تو اب بلا کا حکم سننا چاہیے کہ بلا نعمت کے جاتے رہنے کو کہتے ہیں
اور نعمت یا تو ضروری ہے جیسی آنکھیں ہیں اور یا حاجت سے کے محل میں واقع ہو یعنی اوسکی طرف
حاجت پڑتی ہو جیسے مال بقدر کفایت سے زیادہ ہو پس آنکھوں کے باب میں اندھے کے
صبر سے یہ غرض ہے کہ شکایت ظاہر نہ کرے اور حکم خدا پر رضا مندی ظاہر کرے اور اپنی

نابینائی سے بعض گناہون کی اجازت نہ ہاتھ لگے اور بینا آدمی کا شکر اون عمل کے اعتبار سے
دو طرح پر ہے اول تو اونکو معصیت مین استعمال نکرے دوسرے یہ کہ طاعت مین استعمال کرے
اور یہ دونو باتین صبر سے خالی نہین مثلاً اندھے کو خوبصورتون سے صبر کرنے کی ضرورت نہین
اسواسطے کہ وہ اونکو دیکھتا ہی نہین اور بینا آدمی کی آنکھ جو خوبصورت پر پڑیگی اور صبر کرے گا تو
آنکھون کی نعمت کا شکرگزار رہیگا اور اگر ذرا بار دیکھے پھر دیکھیگا تو اوس نعمت چشم کا ناشکر ہوگا اس سے
معلوم ہوا کہ شکر کی حالت مین صبر داخل ہے۔ اسیطرح جب آنکھون سے طاعت پر مدد لے گا
تب بھی صبر طاعت پر کرنا پڑیگا پھر کبھی آدمی آنکھون کی نعمت کا شکر اسطرح ادا کرتا ہے کہ خداے تعالی
کی صنعت کے عجائبات دیکھتا ہے تاکہ اوس سے معرفت خداے پاک تک پہونچ جاوے
تو اسطرح کا شکر صبر سے افضل ہے اور اگر یہ بات نہو تو چاہیے یون کہ رتبہ حضرت شعیب علیہ السلام
کا جو انبیا علیہم السلام مین سے بصیر تھے حضرت موسی علیہ السلام اور دوسرے انبیا کے رتبہ سے
بڑھکر ہو اسلیے کہ اونہون نے بینائی کے جاتے رہنے پر صبر کیا اور حضرت موسی اور دوسرے
انبیا نے نہین کیا اور اس سے یہی لازم آتا ہے کہ کمال اسمین ہے کہ آدمی کے سب اعضا
جاتے رہین اور ایک مضغہ گوشت ہو کر پڑا رہے حالانکہ یہ بات نہین اسلیے اعضا مین سے ہر ایک
عضو ایک آلہ دین کا ہے جب وہ عضو جاتا رہیگا تو وہی کن دین کا جسکا یہ عضو آلہ تھا جاتا رہیگا اور
شکر ہر ایک عضو کا یہ ہے کہ جس بات دینی کیواسطے وہ بنا ہے اوسکو اوسمین برتے اور یہ
استعمال بھی بدون صبر نہوگا۔ اور جو نعمت کہ محل حاجت مین واقع ہوتی ہے مثلاً مال مین سے
قدر کفایت پر زیادہ ہونا اسکا یہ حال ہے کہ اگر آدمی کو قدر ضرورت ہی مال ملا ہے اور اوسکو
حاجت زیادہ کی بھی ہے اور اوس زیادتی سے صبر کرنا مجاہدہ ہے اور یہ جہاد فقرا کا ہوتا ہے
اور اگر قدر ضرورت سے زیادہ ملا تو زیادتی نعمت کہلاتی ہے اور اوسکا شکر یہ ہے کہ خیرات مین
صرف کیجاوے معصیت مین صرف نہو پس اگر صبر کو اوس شکر کی نسبت کر دیکھین جس سے غرض
صرف کرنا مال کا طاعت مین ہے تو شکر درجے مین افضل ہے کیونکہ ایسا شکر متضمن صبر کو بھی ہے
اسلیے کہ اوسکے معنی یہ ہین کہ اللہ کی نعمت پر خوش ہو کر فقرا پر صرف کرنے کی تکلیف گوارا کی
اور عیش مباح مین صرف نکیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے شکر مین دو باتین موجود ہین جنمین سے
ایک صبر ہے اس صورت مین شکر کل ہوا اور صبر جزو اور ظاہر ہے کہ کل اپنے جزو سے بڑا ہوتا ہے
اور اس دلیل مین اتنا خدشہ ہے کہ مقابلہ کل کا جز سے درست نہین لیکن جس صورت مین کہ شکر

اس طور پر ہوگا کہ اوس نعمت کو معصیت میں صرف نہ کرے بلکہ عیش مباح میں صرف کرے تو یہاں صبر شکر کی نسبت افضل ہوگا اور فقیر صابر اوس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنا مال روک کر مباحات میں صرف کرتا ہو مگر اوس مالدار کی نسبت افضل ہوگا جو اپنے مال کو خیرات میں صرف کرتا ہو اسلئے کہ فقیر نے اپنے نفس پر مجاہدہ کیا اور اوسکے حرص کو توڑا اور خدا تعالے کے امتحان پر اچھی طرح راضی رہا اور اسکے لیے ایک قوت چاہیے بخلاف اول قسم کے غنی کے کہ اوسنے اپنی حرص کا اتباع کیا اور شہوت کی اطاعت کی مگر صرف مباح ہی پر اکتفا کیا اور مباح میں حرام سے بچا تو ہے ہر چند حرام سے بچنے کے لیے بھی صبر میں قوت چاہیے مگر جو قوت کہ اوس فقیر کا صبر صادر ہوتا ہے وہ اس غنی کی قوت سے بہت اعلیٰ اور کامل ہے جو صرف مباحات پر اکتفا کرتا ہے علاوہ ازین شرف اوسی قوت کو ہوتا ہے جسپر عمل دلالت کرے اسلیے کہ اعمال صرف اسی لیے مطلوب ہوتے ہیں کہ اوس سے قلب کے حالات حاصل ہوں اور یہ قوت فقیر کی قلب کی ایک حالت ہے کہ جسقدر قوت یقین و ایمان میں ہوگی اوسیقدر اسمین بھی ہوگی پس جو چیز کہ قوت ایمان کی زیادتی پر دلالت کرے وہ ضرور دوسرون سے افضل ہوگی اس سے ثابت ہوا کہ قوت صبر فقیر کی افضل ہے غنی کی قوت سے اور جسقدر کہ آیات و اخبار میں فضیلت صبر کے ثواب کی شکر کے ثواب پر وارد ہے اوس سے یہی خاص مرتبہ مراد ہے کیونکہ لوگ نعمت سے ابتدا ئی یہی معنی سمجھتے ہیں کہ اموال اور اوس سے متمتع ہونے کا نام ہے اور شکر سے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ آدمی اپنی زبان سے الحمد للہ کہے اور نعمت سے مدد معصیت پر نہ لے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ نعمت کو طاعت ہی میں صرف کرے پس اسی لحاظ سے صبر شکر کی نسبت افضل ہے خلاصہ یہ ہوا کہ صبر جسکو عام لوگ سمجھتے ہیں وہ اوس شکر سے افضل ہے جسکو عوام جانتے ہیں اور اسی بات کیطرف حضرت جنید رح نے اشارہ کیا تھا جب اون سے کسی نے پوچھا کہ صبر اور شکر میں سے کونسا افضل ہے تو اونھون نے ارشاد فرمایا کہ غنی کی مدح مال کے ہونے سے نہیں ہے فقیر کی تعریف مال کے نہونے سے بلکہ دونوں کی مدح اوس صورت میں ہے کہ جس حالت میں وہ دونوں ہیں اوسکے شرائط ملحوظ رکھیں مگر حالت غنا کے شروط ایسے ہیں کہ نفس کے مناسب پڑتے ہیں اور تمتع اور لذت پانا نفس کا اوسمین موجود ہے اور فقیر کی حالت کی شرطوں میں ایسی چیزیں ہیں جو نفس کو ایذا دیں اور اوسکو رنج کا ہوا اور منکسر رکھیں اب ظاہر ہے کہ جب دونوں خدا کے واسطے اپنی اپنی حالت کی شرطیں ادا کرتے ہوں تو جو شخص

اپنے نفس پر مشقت ڈالیگا اور منکسر رکھیگا وہ اوس سے اچھا ہوگا جو اوسکو متمتع اور عیش مین رکھیگا انتہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اونھون نے فرمایا مگر یہ بات صبر و شکر کے اقسام مین سے صرف قسم اخیر مین صادق آتی ہے جو ابھی اوپر گذری اور حضرت جنید رح کا بھی مقصود اس قول سے یہی قسم ہے اور مشہور یون ہے کہ ابو العباس بن عطا اس مسئلہ مین اونکے خلاف کہتے تھے اونکا قول یہ تھا کہ غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے اونکے حق مین حضرت جنید رح نے بد دعا کی اور اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑی خرابیون مین مبتلا ہوے مال جدا جاتا رہا اولاد جدا قتل ہوئی چودہ برس تک عقل جاتی رہی خود کہا کرتے کہ جنید رح کی بد دعا مجکو لگ گئی پھر اپنے قول سے باز آئے اور فقیر صابر کو غنی شاکر پر ترجیح دینے لگے - اور جو باتین ہم نے لکھی ہین اگر اونکو ملاحظہ کرو تو معلوم ہو جاوے کہ ان دونون قول کے لیے بعض احوال مین ایک وجہ ہے یعنی بہت سے فقیر صابر غنی شاکر کی نسبت افضل ہوتے ہین جیسا اوپر گذرا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غنی شاکر فقیر صابر کی نسبت افضل ہوتا ہے اور یہ وہ غنی ہے جو اپنے نفس کو فقیر کے مانند جانتا ہے اور مال اپنے نفس کے لیے قدر ضرورت کے سوا نہین رکھتا باقی کو یا خیرات مین خرچ کر دیتا ہے یا اسلیے رکھتا ہے کہ محتاجون اور مساکین کے کام آوے اور اونکی حاجت کو تاکتا رہتا ہے کہ جب موقع ملے تبھی صرف کر دے پھر صرف کرنے مین بھی طلب جاہ و شہرت یا استدعا قبول منت نہین ہوتی بلکہ صرف ادای حقوق خدا و ندی بندون اوپر رحم کرنے مین ملحوظ رکھتا ہے تو ایسا غنی بیشک فقیر صابر کی نسبت کہ افضل ہے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا تو نفس پر گران نہین معلوم ہوتا اور فقیر پر فقر بھاری پڑتا ہے اسلیے کہ غنی لذت قدرت سے واقف ہے اور فقیر صبر کی تکلیف کو جانتا ہے اگر غنی کو مال کے جانے کا کچھ الم ہوتا بھی ہے تو دینے مین جو لذت قدرت ہے اوس سے یہ رنج مٹ جاتا ہے پس غنی کسطرح افضل ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہماری دانست مین بھی غنی افضل ہے جو اپنا مال رغبت اور خوشی خاطر سے دیوے ایسا شخص جو مال کا بخیل ہو اور اپنے نفس سے اوسکو بتکلف جدا کرتا ہو اوسکا حال خوب نہین چنانچہ اسکی تفصیل باب توبہ مین ہم لکھ آئے ہین حاصل یہ ہے کہ صرف نفس کا الم پہونچانا مطلوب نہین بلکہ تادیب کیواسطے تکلیف دینی ہوتی ہے اور یہ بات ایسی ہے جیسے شکاری کتے کو مارین تو جو کتا کہ ادب سیکھا ہوا ہے وہ اوس سے اچھا ہے جسکو مار کی حاجت ہو گو مار پر صبر کرتا ہو اور اسی جہت سے اول ول حاجت رنج دینے او

سمجھانے کی ہوا کرتی ہے اور آخر کو ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انتہا میں یہ حال ہوتا ہے
کہ جو چیز اول میں ناگوار گذرتی تھی وہی لذیذ معلوم ہوتی ہے جیسے ہوشیار لڑکے کو پڑھنا
لذیذ معلوم ہوتا ہے مگر ابتدا میں ناگوار تھا اور ارادہ تھا کہ آدمی کے سب الا ماشاء اللہ
ابتدا میں بلکہ اوس سے بھی بہت پہلے سے لڑکوں کیطرح ہیں اسلیے حضرت جنید رحمہ نے مطلق
بیان فرمایا کہ وہ شخص کہ اپنے نفس کو تکلیف دے افضل ہے اور جواب میں آپکا فرمانا بہت درست
اس صورت میں اگر کسیکو جواب مفصل کہنا منظور ہو اور باعتبار اکثر خلق کے مطلق بیان کرنا منظور ہو
تو یہی کہنا چاہیے کہ صبر افضل ہے شکر سے اسلیے کہ جو معنی صبر و شکر کے عوام سمجھتے ہین اونکے
اعتبار سے یہ قول ٹھیک ہے لیکن اگر تحقیق منظور ہو تو جواب مذکور کافی نہوگا تفصیل کرنی
چاہیے اسلیے کہ صبر کے بھی بہت سے درجات ہیں کمتر یہ ہے کہ مصیبت کو برا جانے مگر شکایت نکرے
اور ان درجات کے بعد مقام رضا ہے جو صبر سے اوپر ہے اور رضا کے اوپر شکر کرنا ہی
مصیبت ہے اور وجہ اس شکر کے اوپر ہونے کی رضا سے یہ ہے کہ صبر تکلیف پر ہوتا ہے
اور رضا ایسی چیز مین بھی ہوسکتی ہے جسمین نہ رنج ہو نہ خوشی اور شکر ایسی ہی چیز پر ہوسکتا ہے
محبوب اور خوشی کی چیز ہو تو ظاہر ہے کہ بلا پر راضی ہونا اور بات ہوئی اور اوسکو خوشی کی
یز اور محبوب سمجھکر اوسپر شکرگزار ہونا اور بات۔ اور اسیطرح شکر کے بھی بہت درجات ہین جنمیں
نے ہمنے سب سے اعلی لکھے ہین حالانکہ اوسمیں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جو مراتب سابق کی نسبت کم
م ہین مثلاً ایسے اوپر خدای تعالی کی نعمتوں کے ذریعہ آنے سے شرمانے کا ثمرہ پانا اور اپنے آپکو
سے قاصر جاننا اور قلت شکر کا عذر کرنا اور خدای تعالی کے حلم اور اوسکی پردہ پوشی کو سمجھنا
ر اس بات کا اقرار کرنا کہ نعمتیں خدای تعالی کی جانب سے بدون استحقاق آپ ہی آپ آتی ہیں
ر یہ جاننا کہ ادای شکر بھی ایک نعمت خدا کیطرف سے اور اوسکا کرم ہے اور نعمتوں مین
ی طرح تواضع اور انکسار کرنا اور اونکے لیے خشوع کے ساتھ رہنا یہ سب باتین جداگانہ
ین اور جو شخص واسطہ نعمت ہوا اوسکا شکرگزار ہونا بھی شکر ہے چنانچہ حدیث شریف میں
د ہے مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ اور اوسکی حقیقت ہمنے باب اسرار زکوۃ مین
ا ہے اور اعتراض کم کرنا اور منعم کے سامنے مؤدب رہنا بھی شکر ہے اور نعمتوں کو اچھی طرح
ں کرنا اور چھوٹی سی نعمت کو بڑا جاننا بھی داخل شکر ہے غرضکہ جتنے اعمال و احوال کہ
شکر اور صبر کے اندر داخل ہین وہ بیحد و بیشمار ہین اور ہر ایک کا درجہ مختلف ہے تو



لیے کوئی مجملاً ایک دوسرے پر ترجیح دے سکتا ہے جب تک کہ لفظ عام سے کوئی خاص قسم کا صبر اور شکر مراد نہ کرے جیسا کہ اخبار و آثار مین وارد ہے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ مین نے ایک سفر مین ایک بوڑھا نہایت سالخوردہ دیکھا مین نے اوسکا حال پوچھا اوسنے کہا کہ ابتدائے جوانی مین مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ مجکو ایسا ہی چاہتی تھی اور اتفاق سے اوسکا نکاح بھی مجھسے ہی ہوا شب زفاف کو مین نے اوس سے کہا کہ آؤ اس رات کو نوافل شکر مین کاٹین کہ خدا کا شکر ہے کہ ہمکو ملایا غرض وہ رات ہم دونون نے نماز مین کاٹی اور کسیکو فرصت ایک دوسرے کے پاس رہنے کی نہوئی ہر ایک کی زبان حال گویا کہہ رہی تھی چلو بس ہوچکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی ٭ جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونون نے وہی گفتگو کی اور رات بھر شکر گزاری مین کاٹ دی اسیطرح ستر یا اسی برس سے اسی حال پر ہم دونون ہین پھر اوسنے بڑھیا سے پوچھا کہ یون ہی ہے اوسنے کہا کہ واقع مین جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہوا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اگر بالفرض خدائے تعالی ان دونون کو نہ ملاتا اور انکو فراق مین صبر کرنا پڑتا تو اوس صبر کو اس شکر وصال کیطرف جیسے اونھون نے ادا کیا نسبت کرو تو واضح ہوگا کہ بیشک یہ شکر اوس صبر سے افضل ہے بہرحال مشکل امور کے حقائق بدون تفصیل علوم نہین سمجھ سکتے فقط

تیسرا باب خوف ورجا کے بیان مین مشتمل دو فصلون پر

رباعی

ہین جو کہ معارف سے ذرا بھی آگاہ	رہتے ہین سدا خوف ورجا کے ہمراہ
احسن وہی عالم ہین جو رکھتے ہین خوف	قرآن مین دیکھ انما یخشی اللہ

واضح ہو کہ خوف ورجا دو بازو ہین جنسے مقرب آدمی عمدہ مقامات تک اوڑتے ہین یا اونکو سواری رکھنا زیبا ہے کہ جسپر سوار ہونے سے راہ آخرت کی ہر ایک گھاٹی طے ہو جاتی ہے منکہ قرب رحمن اور راحت جاودان روضہ رضوان جو بہت دور و دراز فاصلے پر ہے مکروہات قلبی اور اعضا کی محنتون سے چھپی ہوئی ہے ممکن نہین کہ بدون ذریعہ شدید باکے اوس تک کوئی پہونچ سکے یا نار جحیم اور عذاب الیم جو شہوات لطیفہ اور لذائذ عجیبہ بخفی رہے اوس سے بدون تازیانہ خوف کے کوئی بچ سکے تو معلوم ہوا کہ انکی حقیقت اور ن اور باوجود ایک دوسرے کی ضد ہونے کے تسہیل انکے جمع کی بیان کرنی بہت ہے لہذا اس باب کو دو فصلون مین منقسم کرتے ہین اول فصل مین رجا کا حال اور دوسری مین خوف کا حال لکھتے ہین



فصل اول رجا کے ذکر مین اور اسمین تین بیان ہین **بیان اول** رجا کی حقیقت مین

واضح ہو کہ رجا منجملہ مقامات سالکین اور احوال طالبین کے ہے اور فرق مقام اور حال مین
یہ ہے کہ جب کوئی وصف سالک مین ثابت اور قائم ہو جاتا ہے اوسکو مقام کہتے ہین اور اگر
عارض اور جلد زائل ہونے والا ہو تو اوسکو حال کہتے ہین اور جیسے زردی تین طرح کی ہوتی ہے ایک پایدار
جیسے سونے کی اور ایک جلد جانے والی جیسے زردی خوف اور ایک بین بین کہ نہ بہت جلد
جاوے نہ ہمیشہ رہے جیسے زردی بیمار کے رنگ کی اسیطرح صفات قلبی کی بھی یہی قسمین ہین
اونمین سے جو صفت کہ ثابت نہین رہتی اوسکو حال کہتے ہین باین وجہ کہ جلد متغیر ہو جاتی ہے
اور یہ بات اوصاف قلب مین سے ہر ایک مین جاری ہے اور ہماری غرض اب رجا کی حقیقت سے
تو اوسکو بیان کرتے ہین کہ رجا مین ہر چند علم اور حال اور عمل تینوں باتین ہوتی ہین لیکن علم باعث
حال ہوتا ہے اور حال موجب عمل مگر گویا کہ ان مین سے رجا صرف حال ہی کا نام ہے اور اوسکی
توضیح یہ ہے کہ جو چیز آدمی کو محبوب یا مکروہ معلوم ہوتی ہے تو تین حال سے خالی نہین یا وہ زمانہ
ماضی مین موجود ہے یا حال مین یا استقبال مین پس جب اوسکا دھیان دل مین آتا ہے اور اوسکا
وجود زمانہ ماضی مین ہو چکا تو اوس دھیان کو ذکر اور تذکر کہتے ہین اور اگر وہ چیز جو دل مین آئی ہے
اوسوقت موجود ہے تو اوسکا نام وجد اور ذوق ہے اور یہین وجہ وجد کہتے ہین کہ یہ ایک
حالت ہے جسکو آدمی اپنے نفس کیطرف سے پاتا ہے اور اگر دل مین کسی چیز کے وجود کا خطرہ
زمانہ آیندہ مین ہو اور یہی خطرہ دل پر چھا گیا ہو تو اسکا نام انتظار اور توقع ہے پھر اگر جس چیز کا
انتظار ہے وہ بری ہو کہ اوس سے دل پر صدمہ ہو تو اوس انتظار کو خوف کہتے ہین اور اگر وہ چیز
محبوب ہو کہ اوسکے ساتھ دل کے لگاؤ رہے اور اوسکو سوچنے سے دل کو راحت اور لذت
معلوم ہوتی ہو تو اوس راحت حاصل کرنے کا نام رجا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رجا کی تعریف
یہ ہے کہ جو چیز دلکو محبوب ہو اوسکے انتظار مین دل کا خوش ہونا اور ظاہر ہے کہ جو چیز محبوب ہو گی
اوسکے توقع کرنے کا کچھ سبب بھی ہو گا پس اگر اس جہت سے اوسکا متوقع ہے کہ اوسکا اکثر
سامان اپنے پاس موجود ہے تو ایسی توقع پر رجا کا کہنا درست ہے اور اگر اسباب بالکل نہون
یا ابتر اور بے ٹھکانے ہون تو اوس صورت کی توقع کا غرور اور بیوقوفی نام رکھنا چاہیے
رجا کی نسبت اسپر بھی خوب پھبتا ہے اور اگر اسباب کا وجود معلوم ہوا اور نہ یہ معلوم ہو کہ کوئی سبب
نہین ہے تو ایسے انتظار کو تمنی کہتے ہین اسوجہ سے کہ انتظار بے سبب ہے۔ بہر حال رجا اور خوف

ایسے اشیا پر بولتے ہین جنکے ہونے مین تردد ہوا ور جنکا وجود یقینی ہو وہان رجا نہین کہتے تو
مثلاً طلوع کے وقت یون نہین کہتے کہ ہمکو آفتاب نکلنے کی رجا ہے اور غروب کے وقت یون نہین
بولتے کہ مجھے خوف آفتاب کے چھپ جانے کا ہے کیونکہ طلوع و غروب یقینی چیزین ہین ہان یہ
کہا کرتے ہین کہ مینہ برسنے کی رجا ہے اور خشکی کا خوف ہے اور ارباب دل پر یہ واضح ہو چکا ہے
کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور دل مثل زمین کے ہے اور ایمان گویا تخم ہے اور طاعات ایسے
ہین جیسے زمین جوتنا اور صاف کرنا اور نہرین کھودنی اور اوسمین پانی پہونچانا ہے اور
جو دل کہ دنیا کا حریص اور اوسمین ڈوبا ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسے زمین شور کہ جسمین بیج نہین جمتا اور
چونکہ آخرت کا روز کھیت کاٹنے کا ہے تو جو کچھ کوئی بوویگا وہی کاٹے گا اور وہان کی کھیتی
بدون تخم ایمان کے نہین بڑھتی اور ایمان خبث قلبی اور بدخلقی کے ہوتے ہوئے فائدہ
کم کرتا ہے جیسے شور زمین بیج کچھ فائدہ نہین دیتا تو جو بندہ توقع مغفرت کی رکھتا ہے
اوسکا حال کھیت والے ہی کا سا سمجھنا چاہیے یعنی اگر کسی کسان نے زمین عمدہ تلاش کر لی اور اوسمین
بیج بھی قسم اول ڈالا جو نہ بگڑا تھا نہ بودا پھر اور حاجتین جو کھیتی کے لیے چاہیین وہ بھی اوسکے
وقت پر پانی دیا اور کانٹون اور گھاس سے اوسکو نولایا اور جو چیز مانع بیج کے جمنے اور بڑھنے
کی نظر آئی اوسکو دفع کیا پھر اللہ کے فضل سے توقع کی کہ کھیتی کے تیار ہونے تک وہ آفات
ارضی و سماوی سے اسکو محفوظ رکھکر ہمکو غلہ عنایت فرماویگا تو اسکی توقع کو رجا کہینگے۔
اور اگر تخم کسی اونچی زمین مین ڈالا کہ جہان پانی نہین پہونچ سکتا اور بیج کی خبر نہ لی پھر منتظر
کھیت کاٹنے کا ہو تو اسکے انتظار کو رجا نہ کہینگے بلکہ بیوقوفی اور حمق بولینگے اور اگر تخم اچھی زمین
مین بویا لیکن اوسمین پانی نہ تھا اور منتظر مینہ کا ایسے وقت مین ہوا کہ جسمین اکثر پانی نہین برستا
تو ایسے انتظار کا نام بھی رجا نہین اوسکو تمنا کہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ رجا صرف اوس صورت مین
ہوتی ہے کہ محبوب چیز کا انتظار ہوا ور جتنے اسباب کہ بندے کے اختیار مین ہون وہ سب ہو چکین
فقط وہی باقی رہجاوین جو اوسکے اختیار مین نہون اور وہ فضل الٰہی شامل حال ہونا ہے کہ جس کے
موانع اور آفات دور رہین۔ اسیطرح بندہ اگر تخم ایمان مزرعہ دل مین بوئے اور اوسکو طاعات کی
پانی سے سینچے اور اخلاق بد کے کانٹون سے زمین دل کو صاف کرے اور اللہ تعالیٰ کی فضل سے
منتظر ثبوت ایمان کا وقت موت تک اور متوقع حسن خاتمہ کا موجب مغفرت ہی ہے تو اوسکا انتظار
با حقیقی اور بذات خود عمدہ کہلاویگا اور یہ رجا اس بات کے باعث ہوگی کہ جن اسباب ایمان سے

لوازم معرفت کامل ہوتے ہیں اوسکے مرتے دم تک مواظبت کرے اور اگر تخم ایمان کی تو حفاظت کی
اور طاعات کا پانی بھی دیا یا دل کو اخلاق ردیہ سے مطہر رکھا اور لذات دنیا کی طلب میں تو پار کا
اور پھر منتظر مغفرت ہوا تو یہ آثار حمق اور غرور ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
الاحمق من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فخلف
من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا اور فرمایا
فخلف من بعدهم خلف ورثوا الكتاب يأخذون عرض هذا الادنى ويقولون
سيغفر لنا اور باغ والے کی بابت فرمایا کہ جسنے باغ میں کیا تو یون کہا ما اظن ان تبيد هذه ابدا وما
اظن الساعة قائمة ولئن رددت الى ربي لاجدن خيرا منها منقلبا غرضکہ جو بندہ
طاعات مین کوشش کرے اور گناہوں سے بچا رہے وہ سزاوار اسکا ہے کہ خدا کے فضل سے
توقع نعمت کے پورا ہونے کی کرے اور کمال نعمت بجز دخول جنت کے نہوگی مگر گنہگار جب
توبہ کرے اور جو کچھ خطا ہوئی ہو اوسکا تدارک کرے تو توبہ کے قبول ہونے کی رجا اوسکو زیبا ہے
اور اگر توبہ سے پہلے گناہ کو برا جانتا ہو اور نیکی سے خوش ہوتا ہو اور اپنے نفس کو برا بھلا کہتا ہو
اور توبہ کا خواہشمند و مشتاق ہو تو ایسے شخص کو رجا توبہ کی توفیق کی کرنی لائق ہے کیونکہ گناہ کا
برا جاننا اور توبہ کی حرص کرنی قائم مقام اوس سبب کے ہے جو توبہ تک پہونچا دیتا ہے امر رجا
صحیح ہوتی ہے جب اسباب پختہ ہوجاتے ہیں اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے
ان الذين امنوا والذين هاجروا وجاهدوا في سبيل الله اولئك يرجون رحمة الله اسکے
معنی ہیں کہ یہی لوگ مستحق امید رحمت الہی ہین یہ معنی نہیں کہ رجا کا وجود صرف انہین لوگو میں ہے
کیونکہ رجا تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں جنمین یہ صفات نہین مگر اونکو استحقاق رجا میں استحقاق
انہیں کو ہے جو اون صفات مذکورہ رکھتے ہون اور جو شخص کہ ایسی چیزوں میں مبتلا ہوا ہو جو خدا تعالی
کو ناپسند ہون اور اپنے نفس کی مذمت بھی نہ کرتا ہو نہ قصد توبہ اور رجوع کا رکھتا ہو تو ایسے
شخص کو رجاء مغفرت کرنی موقوف ہے اسطرح کہ اوس شخص کو رجاء غلہ تھی جسنے زمین شور میں
تخم ڈالا اور اوسکی خبرگیری پانی دیے اور نولانے سے نہ کی حضرت یحیی بن معاذ رحمہ فرماتے ہیں
کہ بڑی غلطی میرے نزدیک یہ ہے کہ معاف ہونے کی توقع بدون ندامت گناہ کیے جاوے
اور بدون طاعت توقع قرب الہی کی رکھے اور آگ کا بیج بوکر منتظر جنت کا ہے اور گناہوں کی
عوض طالب مطیعوں کے مقام کا ہوا اور بدون عمل کے منتظر ثواب کی کرے اور باوجود زیادتی کے خدا کی تقریب

کسی امر کا تمنی ہو ہیچ ہے **شعر** ہر انکہ تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت ٭ دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست
پس جب حقیقت رجا کی معلوم ہوئی تو جان لیا ہوگا کہ وہ ایک حالت ہے جو علم سے بسبب
واقع ہونے اکثر اسباب کے پیدا ہوتی ہے اور یہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ جو اسباب باقی
رہگئے ہون اونکی بجا آوری مین بقدر امکان کوشش کیجاوے مثلاً امثال مذکورہ مین جس شخص کا بیج
اچھا ہوگا اور زمین عمدہ ہوگی پانی بھی بہت ہوگا اوس شخص کی رجا سچی ہوگی اور یہ رجا اوس
شخص کو اس بات پر آمادہ کریگی کہ زمین کا خبرگیران رہے جو گھاس اوسمین جمے اوسکو صاف کرے
اور خبرگیری مین کچھ کاہلی نہ کرے کاٹنے کے وقت تک دیکھتا بھالتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے
کہ یہ رجا کی ضد یاس یعنی ناامیدی ہے ناامیدی مین خبرگیری نہین ہوسکتی۔ مثلاً جو شخص جانتا ہے
کہ زمین شور ہے اور پانی بھی پہونچنا دشوار اور بیج جمنے کا نہین وہ ہرگز زمین کے تردد مین نہ رہیگا
اور خبرگیری کی مشقت کا متحمل نہوگا اور رجا عمدہ چیز ہے کیونکہ اس سے ترغیب ہوتی ہے اور
ناامیدی بُری ہے اور رجا کی ضد کیونکہ عمل سے باز رکھتی ہے اور خوف ضد رجا نہین بلکہ اوسکا
رفیق ہے چنانچہ اوسکا بیان عنقریب آویگا بلکہ وہ ایک جداگانہ باعث عمل ترہیب کے طور پر ہے
جیسے کہ رجا باعث عمل ترغیب کے طور پر ہے غرضکہ رجا کی حالت موجب اس امر کی ہے کہ اعمال مین
خوب مجاہدہ کیا جائے اور احوال کیسے ہی ہوتے رہین طاعتون پر مواظبت بجالانے پاوے
اور اوسکا نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ خدای تعالی کیطرف متوجہ ہونے مین لذت ملے اور مناجات الٰہی
مین چین آوے اور اوسکی خوشامد نرمی سے کرتا ہے اور یہ امور تو اوس شخص پر بھی ظاہر ہوتے ہین جو
کسی بادشاہ وغیرہ سے رجا رکھتا ہو تو بادشاہ حقیقی سے رجا رکھنے مین کیسے نہ ظاہر ہونگے
اور اگر ظاہر نہون تو دلیل اس بات کی ہے کہ وہ شخص مقام رجا سے ابھی محروم ہے اور پستی غرور
و تمنا مین گرا ہوا ہے یہ ہے بیان حالت رجا کا اور جس سے یہ پیدا ہوتی ہے یعنی علم اور جو عمل
اس سے پیدا ہوتے ہین اور رجا سے ان اعمال کا پیدا ہونا اوس حدیث صحیح سے پایا جاتا ہے جو
زید الخیل سے مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوکر عرض
کیا کہ مین اسواسطے حاضر ہوا ہون کہ آپ سے یہ پوچھون کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری
چاہتا ہے اوسمین کیا پہچان رکھتا ہے اور جو شخص ایسا نہین اوسمین کیا علامت ہے آپنے فرمایا
تیرا کیا حال ہے اوسنے عرض کیا کہ میرا حال یہ ہے کہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا ہون اور
جب کبھی خیر کی بات پر قادر ہوتا ہون تو اوسکی بجا آوری مین جلدی کرتا ہون اور اوسکے



ثواب کا یقین کرتا ہوں اور اگر کوئی چیز مجھسے جاتی رہتی ہے تو اوسپر غم کرتا ہوں اور اوسکا اشتیاق کرتا ہوں آپنے فرمایا کہ یہی پہچان ہے اوس شخص کی جسکے ساتھ خدای تعالی بہتری چاہتا ہے اور اگر تمھارے لیے کوئی اور چیز چاہتا تو اوسکے لیے تمکو آمادہ کر دیتا اور جب پروا نہ ہوتا کہ اوسکے کونسے جنگل میں تم کھپ گئے۔ اس حدیث مین آپنے پہچان اہل خیر کی مذکور فرمائی پس جو شخص چاہے کہ اہل خیر مین سے ہوں اور یہ علامات ہوں تو وہ معذور ہے

دوسرا بیان رجا کی فضیلت اور اوسمین رغبت لانے کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ رجا کے ساتھ عمل کرنا خوف کے ساتھ عمل کرنے سے اعلی اور عمدہ ہے اسلیے کہ خدای تعالی سے زیادہ قریب وہی بندہ ہوتا ہو جو سب سے زیادہ محبت الہی رکھتا ہو اور محبت رجا سے زیادہ ہوا کرتی ہے اور اسکو ایسا سمجھو کہ دو بادشاہون مین سے ایک کی خدمت تو لوگ اوسکے ڈر کے مارے کرین اور دوسرے کی خدمت اوسکے احسان کی امیدین کرین تو ظاہر ہے کہ محبت دوسرے ہی کے ساتھ زیادہ ہوگی اور یہی بنا ہر رجا اور حسن ظن کے باب مین خصوص موت کے وقت بہت سی ترغیبین شرع مین وارد ہین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اس آیت مین سرے سے ناامیدی کو ممنوع و حرام فرمایا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے حالات مین ہے کہ خدای تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تمکو معلوم ہے کہ مین نے تم مین اور یوسف مین کیون جدائی کر دی اسکی وجہ یہ ہے کہ تم نے کہا تھا کہ أَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ تمنے بھیڑیے کا خوف کیون کیا مجھسے رجا کیون نہ کی اور یوسف کے بھائیون کی غفلت کا لحاظ کیون کیا میری حفاظت کا کیون نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ تعالیٰ اور ایک حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي فَلْيَظُنَّ بِي مَا شَاءَ اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس حالت نزع مین تشریف لیگئے اور فرمایا کیا حال ہے اونسے عرض کیا کہ اپنے گناہون سے ڈرتا ہون اور رحمت الہی کا متوقع ہون آپنے فرمایا کہ اسوقت مین جس بندہ کے دل مین یہ دونون چیزین اکٹھی ہوتی ہین اوسکو خدای تعالی اوسکی توقع عنایت فرماتا ہی اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہے اوس سے مامون کر دیتا ہے اور حضرت علی رضی نے اوس شخص سے ارشاد فرمایا جو اپنے گناہون کی کثرت کے خوف سے ناامید ہوگیا تھا کہ ای شخص تیرے سب گناہون سے بڑھکر یہ ہے کہ خدای تعالی کی رحمت سے ناامید ہوتا ہے اور حضرت سفیان ثوری رح

فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ خدای تعالی نے مجھکو اسپر قدرت دی اور بخشش کی رجا رکھے تو اللہ تعالی اوسکو بخشدیتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ایک قوم کا عیب یون ارشاد فرمایا وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰىکُمْ اور فرمایا وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَکُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا اور حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز بندہ کو ارشاد فرماویگا کہ اسکی کیا وجہ تھی کہ جب تونے برائی دیکھی منع کیون نہ کیا پس اگر خدای تعالی اوسوقت جواب سوجھاویگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھسے رجا کی اور لوگون سے خوف خداوند کریم ارشاد فرماویگا کہ ہمنے تیرا قصور معاف کیا اور ایک حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ایک شخص لوگون کو قرض دیا کرتا تھا پھر توانگرون سے سہولت برتتا اور مفلس کو معاف کردیتا جب خدای تعالے کے یہان حاضر ہوا تو کوئی عمل خیر کبھی نہ کیا تھا یعنی کوئی طاعت نہ کی تھی مگر خدا کے ساتھ حسن ظن اور رجا رکھتا تھا کہ گو مین طاعات سے مفلس ہون الا وہ معاف کردیگا اوسکو حکم ہوا کہ اسکے لیے ہم سے زیادہ کون مستحق ہوگا اور معاف کردیا گیا اور قرآن مجید مین ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ اور جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو اوس بات کا علم ہو جسکو مین جانتا ہون تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا گریہ کرو اور جنگلون مین چھاتی پیٹتے اور اپنے رب کیطرف چلاتے پھرو تو حضرت جبریل علیہ السلام آپکے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندون کو نا امید کیون کرتے ہو آپ لوگون کے پاس تشریف لائے اور اونکو رجا اور شوق کے کلمات تعلیم فرمائے — اور حدیث مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ مجھسے دوستی کر اور جو مجھسے محبت کرے اوس سے بھی محبت کر او مجھکو خلق کے دلون مین محبوب کر اونھون نے عرض کیا کہ خلق کے نزدیک تجھکو کیسے محبوب کرون ارشاد ہوا کہ میرا ذکر نہایت خوبی سے کیا کر اور میری نعمتین اور احسان بیان کر اور اونکو یاد دلایا کر کہ سوائے احسان کے وہ اور کچھ نہین جانتے — اور ابان بن ابی عیاش جو اکثر رجا کے کلمات لوگون سے کہا کرتے تھے اونکو مرنے کے بعد لوگون نے خواب مین دیکھا کہ کہتے ہین کہ خدای تعالی نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا کہ اسطرح تو کیون کہا کرتا تھا مین نے عرض کیا کہ مین چاہتا تھا کہ تجھکو خلق کے نزدیک محبوب کردون حکم ہوا کہ ہم نے تجھکو بخشدیا — اور یحیی بن اکثم رح کو بعد موت کے



خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالی نے تم سے کیا معاملہ کیا اونھون نے کہا کہ مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا کہ او پیر مرد تو نے یہ یہ کام کیے ہیں اسکو سنکر مجھپر اسقدر خوف غالب ہوا کہ خدا ہی جانتا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ الہی حدیث مین تو مجھکو تیرا اسطرح حال نہین پہونچا حکم ہوا کہ پھر کیا حال پہونچا ہے مین نے عرض کیا کہ مجھکو حدیث پہونچی عبد الرزاق سے اور اونکو معمر سے اور اونکو زہری سے اور اونکو انس سے اور اونکو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اونکو جبرئیل علیہ السلام سے کہ تو نے ارشاد فرمایا کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ مجھکو تیری طرف یہ گمان تھا کہ تو مجھکو عذاب نہ دیگا اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا جبرئیل نے اور سچ کہا میرے نبی نے اور سچ کہا انس نے اور سچ کہا زہری نے اور ٹھیک بیان کیا معمر نے اور سچ بیان کیا عبد الرزاق نے اور واقعی بیان کیا تو نے پھر مجھپر خلعت ہوا اور جنت تک غلام میرے آگے آگے چلے اوسوقت مین نے کہا کہ خوشی اسکو کہتے ہین — اور ایک خبر مین ہے کہ ایک آدمی بنی اسرائیل مین سے لوگون کو نا امید کیا کرتا تھا اور اونپر سختی کرتا تھا قیامت کے روز خداے تعالی اوسکو فرماویگا کہ جیسا تو نے میرے بندون کو نا امید کیا مین آج تجھکو اپنی رحمت سے نا امید کرونگا - اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص دوزخ مین داخل ہوگا اور اوسمین ہزار برس رہیگا اور یا حنان یا منان پکاریگا اللہ تعالی جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد فرماویگا کہ جا اور میرے بندے کو یہان لے آ حضرت جبرئیل تعمیل حکم فرماوینگے اور اوسکو پاس لاکر کھڑا کر دینگے اللہ تعالی پوچھے گا کہ اپنی جگہ کا حال بیان کر کیسی ہے وہ عرض کریگا کہ نہایت بری ہے حکم ہوگا کہ اسکو اوسی جگہ لیجاؤ وہ اوسطرف جاویگا اور پھر پھر کر پیچھے کو دیکھتا جاویگا حکم ہوگا کہ کیا پھر پھر کر دیکھتا جاتا ہے عرض کریگا کہ مین نے یہ توقع کی تھی کہ اوس مکان سے نکالنے کے بعد پھر تو اوسمین مجھے نہین ڈالیگا حکم ہوگا کہ اسکو جنت مین لیجاؤ اس سے معلوم ہوا کہ اوسکی نجات کا سبب صرف رجا ہی ہوگئی

تیسرا بیان رجا کی تدبیر اور جس سے حالت رجا حاصل ہو کر غالب ہو جاوے —

جاننا چاہیے کہ رجا کی ضرورت دو آدمیون کو ہوتی ہے یا تو وہ شخص جسپر نا امیدی غالب ہو اور عبادت ترک کرے یا وہ شخص جسپر خوف غالب ہو اور مواظبت عبادت مین اتنی زیادتی کرے کہ اپنے نفس اور اپنے گھر والون کو ضرر پہونچاوے ایسے شخص دونون اعتدال سے تجاوز کرکے افراط و تفریط کیطرف مائل ہوتے ہین اور ایسے علاج کے محتاج ہین جس سے وہ اعتدال پر

آجاوین لیکن جو آدمی گناہ پر مغرور ہوکر خدای تعالی پر تمنا کرے اور عبادت سے روگردان رہے اور گناہون مین گھسا رہے تو اوسکے حق مین رجا کی دوا زہر مہلک ہوجاتی ہے جیسے شہد کہ جسپر غلبہ برودت ہو اوسکے حق مین شفا ہے مگر جسپر غلبہ حرارت ہو اوسکے حق مین زہر ہو اسلیے مغرور کیلیے بجز دوای خوف اور اون اسباب کے جنسے خوف پیدا ہو اور کچھ بکار آمد نہین نظر رہا جو شخص لوگون مین وعظ کہتا ہو اوسکو واجب ہے کہ موقع علت کو دیکھتا رہے اور ہر علت کا اوسکی ضد سے علاج کرے ایسی چیز سے علاج نکرے جس سے بیماری زیادہ ہوجاوے اسلیے کہ مطلوب یہی ہے کہ ہر ایک صفت اور خلق مین اعتدال اور درجۂ اوسط جو سب سے عمدہ ہوتا ہے حاصل ہوجاوے اور جب اوس سے تجاوز ہوجاوے جبھی علاج اوسکی درجۂ اوسط پر آنے کا کرنا چاہیے نہ ایسی طرح کہ وسط سے اور زیادہ دوری ہوجاوے اور یہ وقت ایسا ہے کہ جسمین اسباب رجا کے لوگون مین بیان نہین کرنی چاہیین بلکہ خوف دلانے مین بھی اگر مبالغہ کیا جاوے تب بھی راہ رہت پر آنا دشوار ہے اور اسباب رجا کا تو ذکر کرنا بالکل ہی تباہ و برباد کردیتا ہے مگر چونکہ ذکر رجا دلون پر ہلکا معلوم ہوتا ہے اور نفسون کو لذیذ تر اور واعظون کی غرض بھی دلون کا پھیرنا اور ہر حال مین لینے لیے اونکا ثنا خوان رہنا ہوتی ہے اسلیے وہ رجا کے بیان پر جھک پڑے یہان تک کہ خرابی بڑھگئی اور سرکشون کو دونی سرکشی چڑھگئی حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ عالم وہ شخص ہے جو لوگون کو نہ خدا کی رحمت سے نا امید کرے نہ اوسکے عذاب سے بیخوف۔ اور ہم اسباب رجا کو جو ذکر کرتے ہین تو نا امید کے باب مین استعمال کرنے کیلیے ذکر کرتے ہین یا اوس شخص کے حق مین جسپر خوف غالب ہو کتاب اللہ اور حدیث شریف کا مقتضا بھی یہی ہے کیونکہ دونون مین خوف و رجا ساتھہ ہی پائے جاتے ہین یعنی قرآن شریف اور حدیث مین سب اقسام کے مریضون کے اسباب شفا مذکور ہین تاکہ علما جو وارث انبیا ہین حاجت کے بموجب اونکو استعمال کرین جیسے کوئی طبیب حاذق علاج کیا کرتا ہے بیوقوف کا سا علاج نکرین جنکو یہ وہم ہوتا ہے کہ ہر ایک دوا ہر مریض کے لیے مناسب ہے کیسا ہی مرض کیون نرکھتا ہو۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حالت رجا کے غالب ہونے کی وصورتین ہین۔ اول صورت یہ ہے کہ جو کچھہ ہم اقسام نعمتون مین لکھہ آئے ہین شکر کے باب مین اوسکو خوب تامل سے دیکھے یہان تک کہ اوسکو اللہ تعالی کی نعمتون کے لطیفے دنیا مین بندون پر معلوم ہوجاوین اور جو جو حکمتین عجیب کہ اوسنے انسان کی پیدایش مین ملحوظ رکھی ہین اونکا

علم ہو جاوے کہ دنیا مین جو چیز انسان کو ہمیشہ موجود رہنے مین ضروری تھی وہ سب اوسکے لیے
مہیا کر دی جیسے غذا کے آلات اور جو چیز کام کرنے مین کام کی تھی وہ بھی مثلاً اونگلیان اور
ناخن اور اشیاے زینت بھی عنایت فرمائین جیسے ابرو کا خمدار ہونا اور آنکھ ہونٹ کی طرح کا
رنگ ہونا اور لبونکا سرخ ہونا وغیرہ کہ اگرچہ یہ چیزین مثلاً نہوتین تو کسی غرض انسانی مین خلل
ہوتا صرف خوبصورتی جاتی رہتی عنایت الٰہی سے وہ بھی موجود ہین پس مقام غور ہے کہ جس
او سے اپنے بندون سے ان جیسے دقائق مین قصور و کوتاہی نہین کی اور زیادتی زینت اور
حاجت اور بقا کی چیزین بندون سے جانے نہین دین تو وہ کیسے راضی ہوگا کہ اپنے بندونکو
ہلاک ابدی مین پہونچاوے علاوہ ازین اگر دنیا ہی مین خوب تامل کرو تو معلوم ہو کہ اکثر لوگونکے
لیے دنیا مین اسباب سعادت موجود ہین یہان تک کہ اونکو دنیا سے جدا ہونا بُرا معلوم ہوتا ہے
اگرچہ اونسے یہ کہدیا جاوے کہ بعد موت کے تمکو کبھی عذاب ہوگا نہ کچھ حساب کتاب یعنی لوگ
جو میت ہونے کو بُرا جانتے ہین یہی وجہ ہے کہ اسباب نعمت کے اکثر زیادہ رہتے ہین موت کے
تمنا کرنیوالے بہت کم ہین اور اگر تمنا بھی کرتے ہین تو کسی حالت نادر و نادر اور حادثہ
عجیب و غریب مین کرتے ہین تو جب اکثر خلق پر دنیا مین غالب حال خیر و سلامتی ہی ہے تو خدا تعالیٰ کا
طریق بدلتا نہین ایک سا رہتا ہے اس سے ظن غالب ہوتا ہے کہ آخرت کا امر بھی ایسا ہی ہو
کیونکہ مدبر دنیا و آخرت کا ایک ہے جسکا نام غفور و رحیم و لطیف ہے جیسے یہان بندون پر لطف و کرم
نگاہ رکھتا ہے وہان بھی ایسا ہی سلوک کریگا جب آدمی اس طرح سوچیگا تو اوسپر اسباب رجا غالب
ہو جاوینگے اور کہیگا **شعر** تو مگو مارا بدان شہ بار نیست — با کریمان کارہا دشوار نیست
اور اسی صورت مین یہ بھی ہے کہ شریعت کی حکمت مین تامل کرے اور دنیا مین جو مصالح اوس سے
برروے کار آتے ہین اونکو دیکھے کہ بندون کے لیے کیسی کیسی رحمت کی ہے بعض عارفین سورۂ
بقر کی آیت مداینت کو اسباب رجا مین سے زیادہ قوی سمجھتے ہین لوگون نے پوچھا کہ اسمین رجا کیا ہے
فرمایا کہ دنیا سب کی سب تھوڑی ہے اور آدمی کا رزق اوسمین سے تھوڑا ہے اور رزق کی
نسبت قرض تھوڑا ہوتا ہے مگر خداے تعالیٰ نے اوسکے باب مین سب سے بڑی آیت اوتاری تاکہ
بندے دین کی یادداشت مین احتیاط کرین جب ایسی قلیل چیز کی احتیاط کا اسقدر پاس کیا تو
دین کی احتیاط کیسے نہین فرماویگا یہ تو ایسی چیز ہے کہ اوسکا کوئی عوض ہی نہین ہے
دوسری صورت تلاش کرنا آیات و اخبار و آثار کا جو رجا کے باب مین وارد ہین اور وہ بیشمار

مین آیات یہ ہین کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِہِمْ
لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ
اور قرارت نبوی مین وَلَا یُبَالِیْ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ہے اور فرمایا وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ اور یہ ارشاد فرمایا کہ دوزخ کو دشمنون کے لیے تیار کیا ہے
اور اوس سے اپنے دوستون کو ڈرایا چنانچہ فرمایا لَہُمْ مِّنْ فَوْقِہِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِہِمْ ظُلَلٌ ذٰلِکَ
یُخَوِّفُ اللّٰہُ بِہٖ عِبَادَہٗ اور فرمایا وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ اور فرمایا فَاَنْذَرْتُکُمْ نَارًا
تَلَظّٰی لَا یَصْلٰہَآ اِلَّا الْاَشْقَی الَّذِیْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور فرمایا وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَۃٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِہِمْ
روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امت کے باب مین سوال کیا کرتے تھے یہان تک
کہ آپ پر یہ آیت وَاِنَّ رَبَّکَ الخ اوتری اور حکم ہوا کہ آپ بھی تم راضی نہین ہوتے ہو اور
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کی تفسیر مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایک بھی امت محمد مین سے
دوزخ مین ہیگا تو محمد راضی نہو گا صلی اللہ علیہ وآلہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء اور حضرت
امام محمد باقر علیہ السلام فرمایا کرتے کہ تم عراق والے کہتے ہو کہ کلام مجید مین سب سے زیادہ توقع کی
آیت یہ ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اور ہم اہل بیت
کہتے ہین کہ سب سے زیادہ توقع کی آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی ہے اور اخبار رجا کے
یہ ہین کہ حضرت ابو موسی روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت
مرحوم ہے اسپر آخرت مین عذاب نہو گا اسکی سزا خداے تعالی دنیا ہی مین زلزلے اور آفات سے
دیدیتا ہے قیامت کے روز ہر ایک شخص کو میری امت مین سے ایک شخص اہل کتاب سے ملے گا
اور کہا جاویگا کہ دوزخ کی آگ کا فدیہ تیرے لیے یہ شخص ہے اور ایک روایت مین اسطرح ہے کہ
ہر ایک آدمی اس امت کا ایک یہودی یا نصرانی لاویگا اور یہ کہیگا کہ میرا عوض آگ دوزخ کو لیے
یہ ہے اور اتنا کہکر دوزخ مین ڈال دیگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحُمّٰی مِنْ
فَیْحِ جَہَنَّمَ وَہِیَ حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ اور خداوند کریم کے اس قول یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ کی تفسیر مین ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی
کہ مین حساب تمھاری امت کا تمھارے سپرد کیے دیتا ہون آپ نے فرمایا کہ الہی ایسا نکر میری نسبت
اونکے لیے تو بہتر ہے حکم ہوا کہ اب ہم اونکے باب مین تمکو رسوا نکرینگے الخ اور حضرت انس رضی سے
اسطرح مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری مین استدعا کی کہ میری امت کے

گناہونکا حساب میرے سپرد فرماوے تاکہ اونکی خطاؤں پر میرے سوا اور کوئی مطلع نہو حکم ہوا کہ یہ لوگ تمہاری تو صرف امت ہین اور میرے بندے ہیں تمہاری نسبت مین اونپر زیادہ رحیم ہون انکا حساب اپنے سوا اور کسیکو نہ دونگا تاکہ انکی خطائیں تمکو معلوم ہون کسی دوسرے کو سبحان اللہ کیا کرم ہے۔ شعر

تو باتو کریمی و رسول تو کریم	صد شکر رسیدیم میان دو کریم
مارا چہ غم از جرم و معصیت باشد	سلطان کریم ست و نبی اوست کریم

اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری زندگی اور میری وفات تمہارے حق مین بہتر ہے زندگی مین یون کہ تمہارے لیے طریق شریعت مسنون اور مشروع کرتا ہون اور مرنے پر تمہارے عمل مجھپر پیش ہونگے جو اونمیں سے عمدہ ہوگا اوسپر مین خدا کا شکر کرونگا اور اگر کوئی برا ہوگا تو تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرونگا۔ شعر

حامی خداے تو کہ تراہست بے گمان	از مہد تا بلحد ہمین فکر امتان

اور ایک روز آپنے یا کریم العفو فرمایا حضرت جبرئیل نے پوچھا کہ آپ کو اس لفظ کی تفسیر معلوم ہے اسکے یہ معنی ہین کہ اول سیات کو اپنی رحمت سے معاف کیا پھر اپنے کرم سے اونکو نیکیوں سے بدل دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے کہ الٰہی مین تجھسے تمام نعمت کی التجا کرتا ہوں آپنے پوچھا کہ تجھکو معلوم ہے کہ نعمت کا تمام ہونا کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ نعمت کا کمال جنت مین داخل ہونا ہے علما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر اپنی نعمت پوری کی کہ ہمارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا چنانچہ خود ارشاد فرماتا ہے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا اور حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کر کے طلب مغفرت اور توبہ کی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے کو اوسنے گناہ کیا پھر جانا کہ میرا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا ہے اور گناہوں کی عوض پکڑتا بھی ہے مین تمکو گواہ کرتا ہوں کہ مینے اوسکو معاف کر دیا۔ اور ایک حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ اگر بندہ اتنے گناہ کرے کہ اوسکے گناہ بلندی مین آسمان تک پہنچ جاوین تو جب تک مجھسے بخشش مانگیگا اور مجھسے رجا رکھیگا مین بخشدونگا۔ اور ایک حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اگر بندہ زمین کی مقدار میرے پاس گناہ لیکر آویگا مین بھی اوس سے اوسیقدر مغفرت سے ملاقات کرونگا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو چھ گھڑی تک فرشتہ نامہ اعمال مین نہیں لکھتا اس اثنا میں اگر توبہ او استغفار کر لیتا ہے تو اوس گناہ کو نہیں لکھتا ورنہ ایک برائی لکھتا ہے اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ جب

برائی لکھ لیتا ہے اور وہ کچھ عمل خیر پھر کرتا ہے تو دہنی طرف کا فرشتہ جو حاکم ہے بائین طرف والے اپنے تابع سے کہتا ہے کہ تو یہ برائی جو ابھی لکھی ہے اپنے یہان سے دور کر دے مین اپنے یہان سے ایک نیکی اوسکی دور کر دونگا یعنی جو عمل نیک اسنے اب کیا ہے اوسکو دس کی جگہ تو لکھونگا اسطرح وہ برائی بندہ کی دور کر دی جاتی ہے - اور حضرت انس رضی روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے ذمہ لکھا جاتا ہے ایک اعرابی نے پوچھا کہ اگر وہ توبہ کرے آپنے فرمایا کہ مٹا دیا جاتا ہے اوسنے پوچھا کہ اگر دوبارہ پھر خطا کرے آپنے فرمایا کہ اوسکے اوپر لکھی جاویگی پھر اوسنے عرض کیا کہ اگر توبہ کرے آپنے فرمایا کہ نامہ اعمال سے محو کر دی جاویگی اوسنے عرض کیا کہ یہ معاملہ کب تک رہیگا آپنے فرمایا کہ جب تک وہ شخص توبہ و استغفار کرتا رہیگا خدای تعالی مغفرت سے نہین گھبراتا یہان تک کہ بندہ استغفار سے گھبرا جاوے پھر جب کوئی بندہ نیکی کا قصد کرتا ہے تو داہنا فرشتہ عمل سے پہلے ہی ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر وہ شخص قصد کے بعد اوس کام کو کرتا بھی ہی تو فرشتہ مذکور دس نیکیان لکھتا ہے پھر اوسکو خدای تعالی سات سو گنی تک بڑھا دیتا ہے اور جب آدمی قصد خطا کرتا ہے تو اوسپر لکھی نہین جاتی اور جب کر گذرتا ہے تو ایک ہی قصور ذمہ لکھا جاتا ہے اور حسن عفو الہی اسکے بعد ہے یعنی عجب نہین کہ معاف ہی ہو جاوے - اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مین ایک مہینے سے زیادہ کے تو روزے نہین رکھتا اور پانچ نمازون سے زیادہ نماز نہین پڑھتا اور میرے مال مین صدقہ اور حج اور زکوۃ اور خیرات کچھ نہین تو ایسے حال مین اگر مین مرونگا تو کہان رہونگا آپنے فرمایا کہ جنت مین اوسنے عرض کیا کہ آپکے ساتھ یا رسول اللہ آپنے تبسم فرما کر کہا کہ ہان میرے ساتھ بشرطیکہ تو دل کو دو باتون سے محفوظ رکھے یعنی کینہ اور حسد سے اور زبان کو دو چیزون غیبت اور جھوٹ سے بچاوے اور اپنی آنکھون کو بھی دو ہی چیزون سے روکے ایک تو دیکھنا خدای تعالی کی حرام کی ہوئی چیزون کو دوسرے حقارت کرنی اور چشمک مارنی کسی مسلمان پر اگر ان سب باتون سے اپنے آپ کو بچاویگا تو میرے ساتھ کیا میری ان دونون کف دست پر تو جنت مین جاویگا - اور ایک بڑی حدیث مین حضرت انس رضی سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خلق کے حساب کا متکفل کون ہوگا آپنے فرمایا کہ خدای تعالی جل شانہ ہوگا اوسنے عرض کیا کہ آیا وہ خود حساب لیگا آپنے فرمایا

کہ ہاں اعرابی نے تبسم کیا آپ نے پوچھا کہ کس بات سے تبسم کرتے ہو اوس نے عرض کیا کہ اسوجہ سے
خوشی ہے کہ کریم جب قدرت پاتا ہے تو معاف کر دیا کرتا ہے اور اگر حساب لیتا ہے تو
چشم پوشی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اعرابی سچ کہتا ہے جان لو کہ کوئی کریم خدای تعالی سے
زیادہ کریم نہیں اللہ ہی سب سے اکرم وہی ہے پھر فرمایا کہ اعرابی بات سمجھ گیا اور اوسی حدیث میں
یہ بھی ہے کہ خداوند تعالی نے کعبے کو شرف اور عظمت عنایت فرمائی ہے اور اگر بالفرض اسکو
کوئی بندہ ایک ایک پتھر کرکے گرائے اور پھر پھونک دے تو اتنا گناہ نہوگا جتنا کسی ولی اللہ کی
حقارت کرنے سے ہوتا ہے اعرابی نے عرض کیا کہ اولیاء اللہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا کہ
ایماندار سب کے سب اولیاء اللہ ہیں کیا تو نے قول خدای تعالی کا نہیں سنا اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اور بعض احادیث میں ہے اَلْمُؤْمِنُ اَفْضَلُ مِنَ
الْكَعْبَةِ وَالْمُؤْمِنُ طَيِّبٌ طَاهِرٌ وَالْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ
اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت کے تتمہ سے دوزخ کا ایک
کوڑا بنایا کہ جس سے بندوں کو جنت کیطرف ہنکاتا ہے اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے خلق کو اسلیے پیدا کیا کہ وہ مجھ سے کچھ نفع لیں اس لیے کہ
میں اون سے کچھ نفع لوں اسی مضمون کے قریب مولانا روم فرماتے ہیں شعر

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اور حضرت ابوسعید خدری سے یہ حکایت روایت کرتے ہیں کہ خدای تعالی نے کوئی
چیز ایسی نہیں پیدا کی جس سے بڑھکر دوسری چیز نہ بنائی ہو اور اپنی رحمت کو غصہ سے غالب
پیدا کیا ہے۔ اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ خدای تعالی نے قبل پیدایش خلق کے اپنے
نفس پر یہ جملہ لکھ لیا ہے کہ اِنَّ رَحْمَتِیْ غَلَبَتْ غَضَبِیْ اور معاذ بن جبل اور انس بن مالک سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور
وَمَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَمْ تَمَسَّهُ النَّارُ وَمَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ
شَيْئًا حُرِّمَتْ عَلَيْهِ النَّارُ وَلَا يَدْخُلُهَا مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ
اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اگر کافر کو وسعت رحمت الہی معلوم ہو جاوے تو خدای تعالی کی
بہشت سے ناامید نہو۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اِنَّ زَلْزَلَةَ
السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ تو اصحاب سے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے یہ وہ دن ہے

کہ آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ کھڑے ہو کر اپنی اولاد مین سے دوزخ کی رسد نکالو وہ عرض کرینگے کہ کتنے حکم ہوگا کہ ہزار مین سے نوسو ننانوے دوزخ کے لیے رکھو اور ایک شخص جنت کے لیے رہنے دو یہ سنکر سب لوگ حیران ہوگئے اور رونا شروع کیا اور اوس روز کچھہ شغل و کام نہ کیا اس اثنا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکے پاس گئے اور فرمایا کہ تم لوگ کام کیون نہین کرتے اونھون نے عرض کیا کہ آپ سے وہ حدیث سنکر اب کسکو تاب ہے کہ کام مین مشغول ہو آپنے فرمایا کہ تمکو یہ بھی معلوم ہے کہ اور قومون کی نسبت کہ تم گنتی مین کتنے ہو تاویل وتاریس اور منسک وریاجوج اور ماجوج کی قومین کہان گئین اتنی قومین ہین کہ اونکی شمار خدا ہی تعالی کے سوا اور کوئی نہین جانتا تمھاری اونکے سامنے کچھہ بھی شمار نہین تم تو سب کی نسبت ایسے ہو جیسے سیاہ بیل کے چمڑے مین ایک سفید بال ہوتا ہے یا گھوڑی کے پانون مین اور رنگ کا داغ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو خوف کے تازیانے سے کیسا ہانکتے تھے اور پھر رجا کی باگ سے کیسے اللہ تعالی کیطرف کھینچتے تھے چنانچہ اول خوف کے تازیانے سے سب کو ہنکایا مگر جب معلوم کیا کہ شدت خوف نے اونکو حد اعتدال سے باہر کردیا اور ناامیدی مین جا پڑے تو اوسیوقت دوا رجا سے اونکا علاج کیا اور اونکو پھر اعتدال کی صورت پر کردیا اور دوسرا قول مخالف اول قول کے نہ تھا بلکہ اول جس چیز کو سبب شفا جانا اوسکو بیان کردیا اور اوسی پر اکتفا فرمائی مگر جب حاجت معالجے کی رجا سے دیکھی تو اصل بات پوری کر فرمادی پس واعظین کو بھی چاہیے کہ پیروی اوس جناب مقدس کی وعظ کی باب مین ہاتھہ سے ندین اور استعمال اخبار خوف و رجا مین حاجت کے موافق رعایت کرین یعنی جیسی علت باطنی دیکھین ویسی ہی تدبیر اوسکے دور کرنے کی کرین اور اگر کوئی واعظ اس بات کا لحاظ نکریگا تو جسقدر اوسکی وعظ سے درستی اور صلاح کی توقع ہے اوس سے زیادہ بگاڑ ہو رہیگا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو خدا ہی تعالی اور خلقت پیدا کرے کہ وہ گناہ کرین اور اونکے قصور بخشدیے جاوین اور ایک روایت مین یون ہے کہ خدا تمکو لیجاوے اور دوسری خلقت لاوے جو گناہ کرین اور بخشے جاوین کیونکہ اوسکی ذات غفور و رحیم ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اگر تم گناہ نکرو تو مجکو تم پر ایسی چیز کا خوف ہے کہ وہ گناہ سے بھی بری ہے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ عجب ہے اور ایک حدیث شریف مین آپنے ارشاد فرمایا

کرتے ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالی اپنے بندہ مومن پر زیادہ رحم کرتا ہے بنسبت مادر مشفقہ کے رحم کے اپنی اولاد پر۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے روز ایسی مغفرت کریگا کہ کبھی کسی کے دل پر نہ گذری ہو یہانتک کہ ابلیس بھی اوسکا منتظر ہوگا کہ شاید مجھکو بھی یہ مغفرت پہونچ جاوے اسی مضمون کو سعدی رح نے نظم کیا ہے شعر

اگر در دہد یک صلای کرم ۔ عزازیل گوید نصیبے برم

اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالی کی سو رحمتیں ہین جنمین سے ننانوے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہین اور ایک دنیا مین ظاہر کی ہے اوسی ایک کے باعث تمام خلق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور والدہ اپنے لڑکے پر اور جانور اپنے بچون پر شفقت کرتے ہین جب قیامت کا روز ہوگا تو خداوند کریم اس ایک رحمت کو اون ننانوے مین ملا کر خلق پر پھیلاویگا انمیں سے ہر ایک رحمت مقدار سب طبقات آسمان و زمین کے ہوگی بھلا ایسی رحمت کے ہوتے اوس روز بجز تباہ کار کے اور کون ہلاک ہوگا اور ایک حدیث صحیح میں ہے کہ تم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو اوسکا عمل جنت مین پہونچا دے یا دوزخ سے بچا دے (یعنی بدون رحمت الٰہی عمل کارآمد نہیں) لوگون نے عرض کیا کہ آپ بھی ایسے ہین آپ نے فرمایا کہ مین بھی ایسا نہیں الا اوس صورت مین کہ مجھکو رحمت میرے پروردگار کی ڈھانپ لے اور ایک حدیث صحیح مین ارشاد فرمایا اِعْمَلُوْا وَاَبْشِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اَحَدًا لَنْ يُّنَجِّيَهٗ عَمَلُهٗ اور فرمایا کہ مین نے اپنی شفاعت اپنی امت کے بڑے گناہ کرنے والون کے لیے چھپا رکھی ہے کیا تم یہ جانتے ہو کہ شفاعت اہل تقوے طاعت کے لیے ہین بلکہ آلودگان عصیان کے لیے ہے شعر

دلا خوش باش کان محبوب جان را ۔ بدرویشان و مسکینان سرے ہست

اور فرمایا بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ السَّهْلَةِ اور فرمایا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ دونو اہل کتاب یعنی یہود و نصاری جان لین کہ ہمارے دین مین وسعت ہے اور اسی معنی کی طرف یہ دلیل ہے کہ خداوند تعالی نے مومنین کی دعا قبول فرمائی کہ اونکی اس استدعا کے جواب مین لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا ارشاد فرمایا وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ اور محمد بن حنیفہ حضرت علی رض سے روایت کرتے ہین کہ جب یہ قول الٰہی نازل ہوا فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ صفح جمیل کسکو کہتے ہین حضرت جبریل نے فرمایا کہ جس شخص نے تمپر ظلم کیا ہو اگر تم اوسکو معاف کردو تو



پھر عتاب نکرو آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل اس سے معلوم ہوا کہ اگر حق تعالی کسیکو معاف فرماویگا تو
اوسپر کبھی عتاب کریگا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے
خداوند کریم نے اون دونون کے پاس حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھیجا اونھون نے آکر کہا کہ
تمھارا پروردگار تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ جسکو مین معاف کر دونگا اوسپر کیسے عتاب
کرونگا یہ امر میرے کرم کے لائق نہین غرضکہ اخبار اس باب مین بے شمار ہین اب آثار کو
سننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کوئی گناہ کرے اور دنیا مین
اوسکو خداے تعالی پوشیدہ رکھے اوسکا کرم اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکا پردہ آخرت مین
کھولے اور جو کوئی گناہ کرے اور اوسکو دنیا ہی مین سزا ملجاوے تو عدل الٰہی اس بات کا
مقتضی نہین کہ اپنے بندہ کو دوبارہ آخرت مین سزا دے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین
کہ میرا حساب اگر میرے ماں باپ ہی کے حوالہ کیا جاوے تب بھی مین اچھا نہین جانتا اسلیے
کہ مجھکو یقین ہے کہ خداے تعالی میرے اوپر ماں باپ کی نسبت کر زیادہ رحیم ہے اور بعض اکابر کا
قول ہے کہ ایماندار جب نافرمانی کرتا ہے تو خداے تعالی اوسکی تقصیر فرشتون کی آنکھ سے چھپاتا
کہ ایسا نہو کہ خطا دیکھکر گواہ بنجاوین اور محمد بن مصعب نے اپنے ہاتھ سے اسود بن سالم کو لکھا کہ
جب بندہ اپنے نفس پر زیادتی کرتا ہے اور پھر ہاتھ اوٹھا کر یا رب کہتا ہے تو فرشتے
اوسکی آواز روک دیتے ہین اسیطرح دوسری بار اور تیسری بار اتفاق ہوتا ہے یہان تک کہ
چوتھی دفعہ جب یا رب کہتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے فرشتو مجھسے میرے بندے کی
آواز کب تک چھپاؤگے میرے بندے نے جان لیا ہے کہ اوسکے لیے سواے میرے
اور کوئی پروردگار ایسا نہین جو گناہ بخشدے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اوسکو
بخشدیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ ایک رات خانہ کعبہ کا طواف مجھکو
تنہا نصیب ہوا اور وہ رات بہت اندھیری تھی مین نے ملتزم مین دروازہ کعبہ کے پاس
کھڑے ہوکر التجا کی کہ الٰہی مجھکو گناہ سے محفوظ رکھ کہ کبھی تیری نافرمانی نکرون اوسیوقت
ہاتف غیبی نے خانہ کعبہ کے اندر سے آواز دی کہ اے ابراہیم تو ہم سے سوال عصمت کرتا ہے
اور سب ایماندار ایسا ہی چاہتے ہین پس اگر مین سب کو معصوم کرون تو اپنا فضل و مغفرت
کس پر کرون اسی کے قریب نظامی گنجوی رح فرماتے ہین شعر

گناہ من ار نامدے در شمار	ترا نام کے بودے آمرزگار

اور حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ اگر ایماندار گناہ نکرے تو عالم غیب و اسرار آسمانی میں
اوڑتا پھرے مگر خدای تعالی نے گناہوں کے باعث اوسکو مقید کر دیا ہے اور حضرت جنید رح
فرماتے ہیں کہ اگر کرم کی نظر ہوگی تو بدوں کو نیکوں میں ملا دیگی۔ اور حضرت مالک بن دینار
ابان سے ملے اور اوس سے فرمایا کہ کب تک لوگوں کو تم رخصتوں کی حدیثیں سناؤ گے اونھوں نے
جواب دیا کہ میاں صاحب مجکو توقع ہے کہ قیامت کے روز خدای تعالی کا عفو تمکو ایسا نظر آویگا
کہ خوشی کے مارے جامے میں نسماؤگے۔ اور ربعی بن حراش تابعی اپنے بھائی کا حال جو عمدہ
تابعین میں سے تھے اور موت کے بعد گفتگو اونھوں نے ہی کی تھی اسطرح بیان کرتے ہیں
کہ جب میرے بھائی کی وفات ہوئی تو اونکو کفن دیکر جنازہ تیار کیا اونھوں نے کفن اپنے منہ پر سے
ہٹایا اور سیدھے بیٹھکر کہا کہ میں نے اپنے رب سے ملاقات کی اوسنے میری خاطرداری رحمت
اور روح سے فرمائی اور خداوند کریم مجھسے ناراض نتھا اور جتنا گمان ہے اوس سے میں نے
یہ امر آسان پایا اب جلدی کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض سب میری
راہ دیکھ رہے ہیں کہ میں نے پاس پھر کر جاؤں یہ کہکر پھر گر پڑے جیسے کنکر کسی طشت میں
گرتی ہے ہمنے اونکو اوٹھا کر دفن کیا۔ اور حدیث میں یہ قصہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں سے
دو شخصوں نے آپس میں اللہ کے واسطے بھائی چارہ کیا تھا ایک اون دونوں میں سے اپنے نفس پر زیادتی
کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا اور ہمیشہ اوسکو وعظ و ملامت کیا کرتا وہ اوسکے جواب میں کہدیتا
کہ میں جانوں اور میرا پروردگار تم میرے اوپر ناظر مقرر نہیں یہاں تک کہ ایک روز اوس عابد نے
اوس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے میں آکر کہا کہ خدا تجھکو نہ بخشے خدای تعالی
اوس عاصی سے قیامت کے روز فرماویگا کہ کیا کسیکو یہ تاب و طاقت ہے کہ میری رحمت میرے
بندوں سے روک لے جا میں نے تجھکو بخشدیا اور عابد سے ارشاد فرماویگا کہ تجھپر میں نے دوزخ کو
لازم کر دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عابد نے ایسی ایک بات کہی جس سے
اپنی دنیا و دین خراب کر دی۔ اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک چور چالیس برس تک
راہزنی کیا کرتا تھا اوسکے پاس حضرت عیسی علیہ السلام کا گذر ہوا اور آپکے پیچھے ایک عابد
حواریین میں سے بھی تھا چور نے اپنے دلمیں کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہاں کو گذرتے ہیں اور انکے پہلو میں
ایک حواری بھی ہے اگر میں بھی اوتر کر انکے ساتھ ہولوں تو بہتر ہے یہ ارادہ کر کے اوترا اور
چاہتا تھا کہ عابد کے قریب جاوے مگر اوسکی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کر کے کہتا تھا کہ مجھ جیسے

شخص کو اس عابد کے برابر چلنا نہین چاہتا اور جو عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ
چور آتا ہے تو اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص میری برابری کرتا ہے اس خیال سے اوس سے کنارہ
کر کے آگے بڑھ گیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے برابر چلنے لگا صرف چور پیچھے رہگیا راوی
کہتے ہین کہ خدای تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونون سے کہدو کہ
تمہارے پہلے عمل سب باطل کر دیے اب نئے سر سے عمل کرو حواری کی حسنات جاتی رہین
اسوجہ سے کہ اوسنے اپنے نفس پر عجب کیا اور اس دوسرے شخص کی برائیان مٹادین اسلیے
کہ اوسنے اپنے نفس کو حقیر جانا حضرت نے بموجب حکم کے اون دونون کو اطلاع کر دی اور
چور کو اپنے ساتھ لیا اور اوسکو حواری کیا۔ اور مسروق رض سے روایت ہے کہ ایک نبی انبیا
علیہم السلام مین سے سجدے مین ہے کہ کسی سرکش نے اونکی گردن پر پانون ایسے زور سے
رکھا کہ کنکر اونکی پیشانی مین گھس گیا اونھون نے سر اوٹھا کر غصے مین اوسکو فرمایا کہ جا تجکو
خدا ہرگز نہ بخشیگا اوسیوقت اونپر وحی آئی کہ میرے بندون کے باب مین مجھپر قسم کھاتے ہو
مین نے اوسکو بخشدیا۔ اور اسی کے قریب وہ روایت ہے جو حضرت ابن عباس رض سے
منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لیے بددعا نماز مین کیا کرتے تھے تو یہ آیت
اوتری لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ آپ نے بددعا چھوڑ دی اور اللہ تعالی
نے اونمین سے اکثر لوگون کو مشرف باسلام فرمایا۔ اور روایت ہے کہ دو شخص عابد و مومن سے
عبادت مین برابر تھے جب وہ جنت مین گئے تو ایک کو بہ نسبت دوسرے کے اونچا درجہ ملا
اوس کم رتبہ والے نے عرض کیا کہ الہی دنیا مین اس شخص نے مجھسے زیادہ عبادت نہین کی مگر
تو نے اوسکو بڑا رتبہ عنایت فرمایا اللہ تعالی نے فرمایا کہ وہ شخص مجھسے دنیا مین بڑے درجون
کی درخواست کیا کرتا اور تو صرف آتش دوزخ سے نجات کی دعا مانگا کرتا تھا مین نے ہر ایک
بندے کو اوسکی درخواست کے بموجب عنایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت رجا کے
ساتھ کرنی افضل ہے اسواسطے کہ رجا والے پر محبت غالب ہوا کرتی ہے بہ نسبت خائف کے
دیکھو جو بادشاہ کہ اوسکی خدمت عقاب کے خوف سے کرین اور دوسرے کی خدمت انعام کی
توقع سے کرین تو ان دونون مین بہت فرق ہوگا اسی جہت سے خدای تعالی نے حکم
حسن ظن کا فرمایا ہے اور اسی لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی سے
بڑے بڑے درجات طلب کرو کیونکہ تم سخی سے مانگتے ہو اوسکے نزدیک دینا کیا بڑی بات ہے

اور فرمایا کہ جب تم خدای تعالی سے کچھ سوال کرو تو نہایت رغبت سے مانگو اور فردوس اعلی
کی درخواست کرو اسلیے کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں جسکو وہ نہ دے سکے۔ مکر بن سلیم
صواف فرماتے ہیں کہ ہم مالک بن انس کے پاس اوس شام کو گئے جسمیں اونکا انتقال ہوا تو ہمنے
پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے اونھوں نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تمکو کیا جاؤن مگر عنقریب
تم خدای تعالی کا عفو اتنا دیکھوگے جسکا کچھ تمکو گمان بھی نہوگا پھر ہم وہان ہی تھے یہانتک
کہ آپ کی آنکھیں ہم ہی نے بند کیں۔ اور یحیی بن معاذ رح اپنی مناجات مین کہتے کہ جو توقع مجکو
گناہون کے ساتھ تجھسے ہے وہ اوس توقع سے بڑی ہو جاتی ہے جو مجکو اعمال کے ساتھ
تجھسے ہے اسواسطے کہ اعمال مین بڑا اعتماد اخلاص پر ہے اور وہ مجھمیں کہان سے آیا تھا
مین تو آفتون مین معروف ہون اور گناہون کے ساتھ مجکو تیرے عفو پر بھروسا ہوتا ہے تو
پھر تو کیسے گناہ نہ بخشیگا تو تو جود مین موصوف ہے۔ روایت ہے کہ ایک مجوسی نے
حضرت ابرہیم خلیل علیہ السلام کے یہان مہمان ہونا چاہا آپنے اوس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو
مسلمان ہو جاوے تو میں کھانا کھلاؤنگا وہ مجوسی چلا گیا اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی
کہ تمنے اوسکے دین کے اختلاف کے باعث اوسکو کھانا نہ کھلایا ہم اوسکو ستر برس سے
باوجود کفر کے کھانا دیے چلے جاتے ہین اگر تم ایک رات کھلا دیتے تو کیا تھا حضرت ابراہیم
اسیوقت اوس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اوسکو پھیلا لائے اور ضیافت کی مجوسی نے
پوچھا کہ اب سبب ضیافت کیا ہے اول تو آپنے انکار ہی کر دیا تھا آپنے سارا قصہ
اوس سے مذکور فرمایا مجوسی نے عرض کیا کہ خدای تعالی مجھسے یہ معاملہ کرتا ہے پھر آپ سے
عرض کر کے مسلمان ہو گیا۔ اور استاد ابو سہل صعلوکی جو ہمیشہ ڈرانے مین معروف تھے
اونھون نے ابو سہل زجاجی کو خواب مین دیکھا اور حال پوچھا اونھون نے جواب دیا کہ جسقدر تم
ڈرایا کرتے تھے اوس سے ہم نے معاملہ سہل دیکھا اور کسی نے اوستاد ابو سہل کو بہت عمدہ
صورت مین خواب میں دیکھا کہ جسکا بیان نہین ہو سکتا اور پوچھا کہ یہ درجہ تمکو کیسے ملا اونھون نے
کہا کہ میرے حسن ظن کے باعث یعنی خدای تعالی کے ساتھ مجھکو اچھا گمان تھا ویسا ہی ہوا
اور ابو العباس بن شریح رح نے اپنے مرض موت مین خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے
اور خداوند جبار ارشاد فرماتا ہے کہ علما کہان ہین جب وہ حاضر ہوے تو اون سے سوال ہوا
کہ تمنے اپنے علم سے کیا عمل کیا سب علما نے جواب دیا کہ الہی ہمسے تقصیر ہوئی اور ہمنے برا کیا



راوی کہتے ہیں کہ گویا یہ جواب جناب باری میں پسند ہوا اور پھر وہی سوال ہوا کہ کوئی اور
جواب ہو یحییٰ ابن شریح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میرے نامۂ اعمال میں شرک نہیں اور تو نے
وعدہ کرلیا ہے کہ شرک سے کمتر گناہ کو معاف کردونگا حکم ہوا کہ اسکو لیجاؤ ہم نے اسکو بخشدیا
اور یہ بزرگ اس جواب سے تین دن کے بعد رحلت کر گئے۔ اور روایت ہے کہ ایک آدمی بہت
شراب خوار تھا ایکبار اپنے ہم مشربوں کو جمع کر کے چار درم غلام کو دیے کہ اس اصحاب کے واسطے
کچھ میوہ خرید لا وہ غلام منصور بن عمار کے دروازے پر پہونچا وہ اوسوقت کسی فقیر کے لیے
کچھ مانگ رہے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو کوئی اس فقیر کو چار درم دیگا میں اوسکے لیے چار دعا
مانگونگا غلام نے یہ سنکر چاروں درم اوس فقیر کو دیدیے منصور نے غلام سے پوچھا کہ تیرا
مطلب کیا ہے کس چیز کیواسطے دعا مانگوں اوسنے کہا کہ میرا ایک آقا ہے میں یہ چاہتا ہوں
کہ اوس سے مجکو نجات ملے منصور نے دعا کی اور پوچھا کہ دوسرا مطلب بیان کر اوسنے کہا کہ ان
درموں کا عوض خدائے تعالیٰ مجھکو عنایت کرے اونھوں نے یہ بھی دعا کی اور پوچھا
تیسری غرض کیا ہے اوسنے کہا کہ خدائے تعالیٰ میرے آقا کو توبہ نصیب کرے اور اوسکی
توبہ قبول ہو اونھوں نے دعا کر کے چوتھی بات پوچھی اوسنے کہا کہ خدائے تعالیٰ میری اور تیری
اور میرے آقا کے اور قوم کی سبکی مغفرت کرے منصور نے یہ دعا بھی کی پھر وہ غلام واپس آیا
اوسکے آقا نے پوچھا کہ تو نے دیر کیوں کی اوسنے تمام قصہ کہا اوسنے پوچھا کہ پھر اون
چاروں دعا کی تشریح کر اوسنے کہا کہ اول دعا تو یہ منگوائی کہ میں آزاد ہو جاؤں آقا نے جواب
دیا کہ جا تو آزاد ہے دوسری دعا کیا تھی اوسنے کہا کہ خدائے تعالیٰ میرے درموں کا عوض مجھکو
دے آقا نے کہا کہ تجکو چار ہزار درم ہم نے دیے تیسری دعا بتلا اوسنے کہا کہ آپ کو خدائے تعالیٰ
توبۂ نصوح نصیب کرے آقا نے کہا کہ میں نے توبہ کی اب چوتھی دعا بتلا اوسنے کہا کہ
چوتھی یہ تھی کہ خدائے تعالیٰ مجھکو اور تجھکو اور قوم کو اور منصور کو بخشدے آقا نے کہا کہ یہ بات
میرے اختیار میں نہیں جب اوس رات سویا تو خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے
کہ جو بات تیرے اختیار میں تھی وہ تو کر چکا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ جو ہمارے اختیار میں ہے
ہم نہ کرینگے ہم نے تجکو اور غلام اور منصور بن عمار اور سب حاضرین وقت کو بخشدیا ــــ اور
عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت
ایک جنازہ لیے جاتے ہیں میں نے عورت کیطرف کا پایہ لے لیا اور قبرستان میں جا کر

بعد ہمارا اوس میت کو دفن کیا پھر مین نے اوس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا
اوسنے کہا کہ میرا بیٹا تھا مین نے پوچھا کہ تمھارے کوئی پڑوسی نہ تھا اوسنے کہا کہ پڑوسی
کیوں نہیں ہیں مگر اس مرنے کو حقیر سمجھتے تھے مین نے پوچھا کہ اسمین کیا برائی تھی اوسنے کہا
کہ یہ لڑکا مخنث تھا مجھے اوس عورت پر رحم آیا اور اوسکو اپنے گھر لیا کچھ نقد اور جنس اور کپڑا
دیا اور اوسی رات مین نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھوین رات کا
چاند ہے اور سفید کپڑے پہنے ہے اور میرا شکر کرتا ہے مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے
کہا کہ مین وہی مخنث ہوں جسکو تمنے آج دفن کیا تھا لوگوں نے جو مجھکو حقیر سمجھا اس لئے
خدا تعالی نے مجھپر رحم کیا ۔ اور ابراہیم اطروش سے روایت ہے کہ ہم بغداد مین دجلہ کے
کنارے پر حضرت معروف کرخی کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اوس میان مین ایک چھوٹی سی کشتی
پر کچھ جوان جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے لوگون نے حضرت
معروف کرخی رح کی خدمت میں عرض کیا کہ دیکھیے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں
انپر بددعا کیجیے آپنے ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی جیسا تونے انکو دنیا مین خوش کیا
آخرت میں بھی خوش کر لوگوں نے عرض کیا کہ ہماری عرض تو یہ تھی کہ آپ انپر بددعا کرین
آپنے فرمایا کہ اگر خدا تعالی انکو آخرت مین خوش کریگا تو اول دنیا مین تائب کریگا
یعنی خلاصہ میری دعا کا یہ ہے کہ اونکو ان حرکات سے توبہ نصیب کر ۔ اور بعض اکابر دعا
مین یوں کہتے کہ الٰہی دنیا میں کون ایسا ہے جو تیری نافرمانی نکرتا ہو مگر تیری نعمت سبکے
اوپر کامل اور رزق جاری ہے تیری شان بہت بڑی ہے اور حلم نہایت افزون کہ تیری
نافرمانی بھی ہوتی ہے مگر تو رزق ویسے چلا جاتا ہے اور نعمت پوری عنایت ہوتی ہے
گویا کہ پروردگار تو غصہ بھی نہیں ہوتا ۔ حاصل یہ کہ یہ اسباب ایسے ہین جیسے رجا کی روح
خوف والون اور ناامیدوں کے دلون مین پڑتی ہے مگر احمق و مغرورون کو ہرگز ان
باتون مین سے کچھ سنانا نہیں چاہیے اونکے لیے وہ ہے جو ہم اس باب خوف مین تحریر
لکھتے ہین اسواسطے کہ اکثر لوگ صرف خوف ہی سے صلاح پر آتے ہین جیسے کہ شریر غلام
اور لڑکا بدون کوڑے اور چھڑی اور سخت کلامی کے درست نہین ہوتا اگر اسکے خلاف
اونسے برتا جاوے تو اونکو دین و دنیا کی بہتری مین خلل واقع ہو

دوسری فصل خوف کے بیان مین اور اوسمین دو بیان ہین اول بیان خوف کی حقیقت مین

واضح ہو کہ خوف درد دل و سوزش درونی کا نام ہے جو زمان آیندہ کی کسی بری توقع سے سبب ہوتا ہے اور رجا کی حقیقت کے بیان مین یہ بات خوب معلوم ہو چکی ہے اور جو شخص کہ خداے تعالی کے ساتھ مانوس ہوا اور حق اوسکے دل پر محیط ہو جاوے کہ ہمیشہ جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے زمانے کا یکتا ہو تو ایسے شخص کو کچھ توجہ زمانہ مستقبل پر نہین رہتی اس جہت سے اوسکو نہ خوف ہوتا ہے نہ رجا بلکہ اوسکا حال ان دونون سے اعلی تر ہوتا ہے اسلیے کہ یہ دونون چیزین تو دو باگین ہین کہ نفس کو اوسکی رعونتون پر نہین جانے دیتین اور اسیکی طرف اشارہ کیا ہے واسطی رحمہ نے اپنے قول مین کہ خوف حجاب ہے درمیان خداے تعالی اور بندے کے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جب باطن پر حق غالب ہوتا ہے تو دلمین گنجایش رجا اور خوف کی نہین رہتی خلاصہ یہ کہ محب کا دل اگر مشاہدہ محبوب مین خوف فراق سے مشغول ہوگا تو مشاہدہ مین نقصان ہوگا بلکہ مشاہدہ کا مدام رہنا انتہاے مقامات ہے لیکن اب ہم شروع مقامات مین گفتگو کرتے ہین جہان خوف بھی ہوتا ہے پس کہتے ہین کہ حالت خوف بھی تین چیزون سے مرکب ہوتی ہے اول علم دوم حال سوم عمل علم سے وہ علم مقصود ہے جس سے ادراک اوس سبب کا ہو جو برائی پہونچاوے مثلاً کسی شخص نے کسی بادشاہ کا قصور کیا اور پھر اوسکے ہاتھ مین اسیر ہوا تو اوسکو ڈر اپنے مارے جانیکا ہوگا ہر چند معاف ہو جانا اور بھاگ جانا بھی ممکن ہے الا اوسکے دلکو صدمہ خوف کا اوسیقدر ہوگا جسقدر علم اسباب موجب قتل کا قوی ہوگا اور وہ اسباب یہ ہین کہ اپنے قصور کا بڑا ہونا اور بادشاہ کا بذات خاص کینہ ور اور غضبناک اور انتقام کش ہونا اور اوسپر ایسے لوگون کا محیط ہونا جو انتقام پر آمادہ کرین اور کسی سفارشی کا اوسکے باب مین وہان نہونا اور خود خائف کا تمام وسائل اور حسنات سے عاری ہونا جنسے اپنے قصور کا نشان صفحہ خاطر بادشاہ سے مٹا سکے پس ان اسباب کا جمع ہونا اور اونکا علم مجرم کو ہونا سبب قوت خوف اور شدت صدمہ دل کا ہے اور جسقدر یہ اسباب ضعیف ہونگے اوسیقدر خوف بھی کم ہوگا اور کبھی خوف کسی قصور کے کرنے سے نہین ہوتا بلکہ خوف کی چیز کی خاصیت کے جاننے سے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی درندے کے پنجے مین گرفتار ہو تو اوسکو درندے کا خوف اسی جہت سے ہے کہ اوسکا وصف چیر پھاڑ کا معلوم ہے گو یہ وصف درندے کا اختیاری ہے اور کبھی خوف ایسے وصف سے ہوتا ہے جو ڈر کی چیز مین اختیاری نہین ہوتا بلکہ سرشت مین ہوتا ہے جیسے کوئی رو کی دھار مین

جاتا ہے یا جہان آگ لگی ہو اوسکے پاس رہتا ہو تو پانی اور آگ کا خوف اسی جہت سے ہے
کہ یہ چیزیں اپنی طبیعت کی رو سے ڈبونے اور جلانے پر مجبول ہیں جسکا علم برے اسباب کا
اس بات کا سبب ہوتا ہے کہ اوس سے سوزش دل اور درد دل اونکی اوٹھے اور اسی سوزش کا نام
خوف ہے اسیطرح خدا سے خوف کرنا کبھی تو خدای تعالی کی معرفت اور اوسکے صفات سے
جاننے سے ہوتا ہے کہ اگر وہ تمام عالم کو ہلاک کردے تو اوسکو کچھ پروا نہو اور نہ اوسکو کوئی روکے
اور کبھی بندہ اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث خوف کرتا ہے اور کبھی ان دونوں باتوں کے
جمع ہونے سے ہوتا ہے اور جسقدر کہ اپنی برائیاں اور خدای تعالی کی بزرگی اور اوسکا استغنا
معلوم ہوگا اور یہ کہ جو کچھ وہ کرتا ہے اوس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور بندوں سے ہر ایک
بات کی پرسش ہوگی اوسیقدر خوف کو بھی قوت ہوگی اس سے یہ لازم آیا کہ سب سے زیادہ خدای تعالی
سے وہی شخص ڈریگا جو اپنے نفس کو اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ جانتا ہوگا اور اسی جہت سے
حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ میں تمھاری نسبت خدای تعالی کا خوف زیادہ کرتا ہوں
اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ پھر جب یہ معرفت پوری
ہوتی ہے تو مورث حالت خوف اور سوزش دل کی ہوتی ہے پھر اثر اس سوزش کا دل سے
بدن اور اعضا اور صفات پر پہونچتا ہے۔ بدن میں اسکی تاثیر لاغری اور زردی اور بیہوشی
اور رونا اور چیخنا ہے اور کبھی اس سوزش کے باعث پتا پھٹ جاتا ہے اور موجب موت
ہوتا ہے یا اگر حرارت مذکور دماغ میں چڑھ جاتی ہے تو عقل فاسد ہوجاتی ہے اور اگر یہ
حرارت قوی ہوتی ہے تو مورث ناامیدی اور یاس کی ہوتی ہے۔ اور اعضا میں اسکی
تاثیر یہ ہے کہ اوسکو گناہوں سے روکتی ہے اور طاعات کا مقید کردیتی ہے تاکہ تلافی تقصیر
گذشتہ اور مستعد آیندہ حاصل ہو اور اسیواسطے کہتے ہیں کہ خائف اوسکو نہیں کہتے جو رو کر
اپنی آنکھیں پونچھ ڈالے بلکہ خائف وہ ہے کہ جس چیز سے خوف سزا جانے اوسکو چھوڑ دے
اور ابو القاسم حکیم رح کہتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز سے ڈرتا ہے اوس سے دور بھاگتا ہے مگر
جو خدا سے ڈرتا ہے وہ اوسکی طرف بھاگتا ہے۔ اور ذوالنون رح سے کسی نے پوچھا کہ بندہ
خائف کب ہوتا ہے اونھوں نے فرمایا کہ جب اپنے آپ کو مریض کیطرح بنالے جو زیادتی مرض
کے خوف سے پرہیز کیا کرتا ہے۔ اور صفات میں اثر خوف سے شہوات کی بیخ کنی ہوجاتی
ہے اور لذات سب مکدر معلوم ہوتے ہیں یہان تک کہ جو گناہ محبوب تھے وہ برے معلوم ہوتے

جیسے کسیکو شہد کی رغبت ہو مگر جب سنے کہ اسمین زہر ہے تو خوف کے مارے رغبت اوسکی نہین رہتی اسیطرح اور شہوات کا حال ہوتا ہے کہ خوف سے جلجاتے ہین اور اعضا مین ادب آجاتا ہے اور دل مین انکسار اور خشوع اور سکنت آتی ہے اور کبر اور حقد اور حسد دور ہوتی ہے بلکہ تمام ہمت اپنے خوف ہی مین آدمی لگ جاتا ہے اور اپنے انجام کار کا خطرہ مد نظر رکھتا ہے اور غیر کیطرف مشغول ہونے کی فرصت ہی نہین رہتی بجز مراقبہ اور محاسبہ اور مجاہدہ کے اور کام نہین کرتا ایک ایک سانس اور ایک ایک لحظہ اور قدم اور لفظ کے ضائع کرنے کا بخل ہو جاتا ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی موذی درندہ کے پنجے مین پڑ جاوے اور اوسکو یہ معلوم ہو کہ اسکی غفلت مین مین بھاگ جاؤنگا یا اسکے حملے مین لقمہ اجل ہونگا تو ایسی صورت مین اوس شخص کا ظاہر و باطن اوسی درندے کیطرف لگا رہیگا غیر کو جگہ دل اوسمین آنے کی نہوگی یہی حال اوس شخص کا ہوتا ہے جسپر غلبۂ خوف زیادہ ہو اور کچھہ لوگون کا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم مین سے یہی حال تھا۔ اور مراقبہ و محاسبہ و مجاہدہ اوسیقدر قوی ہوتا ہے جتنا قوی خوف ہوتا ہے جو درد دل اور اوسکی سوزش کا نام ہے اور خوف کو اسیقدر قوت ہوتی ہے جسقدر کہ معرفت خداے تعالی کے جلال اور صفات اور افعال کی اور اپنے نفس کے عیوب کی اور اون خطرون اور دہشتون کی جو نفس کو پیش آمدنی ہین قوی ہوتی ہے اور تاثیر خوف کے ظاہر ہونے کا عمل مین ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی محرمات اور ممنوعات شرعی سے باز رہے اور حرام چیزون سے باز رہنے کو ورع کہتے ہین اگر خوف کو اور قوت زیادہ ہوگی تو ایسے اشیاء سے بھی باز رہیگا جنمین امکان حرمت کا آسکتا ہو یعنی جو اشیا یقینی حرام نہین کچھہ شبہہ اونکی حرمت کا ہے اونسے بھی ہاتھہ کھینچے گا اس رتبے کا نام تقوی ہے کیونکہ تقوی اسیکو کہتے ہین کہ شبہے کی چیز کو ترک کر دے اور یقینی پر عمل کرے اور کبھی یہ حال ہوتا ہے کہ ایسی چیزون کو جنمین کچھہ مضائقہ نہین ہوتا شبہات کے خوف کے باعث ترک کر دیتا ہے اس رتبے کا نام صدق در تقوی ہے اور اگر اسپر اتنی بات اور زیادہ ہو کہ تجرد بھی ہو یعنی محض او نھین اشیا کو استعمال کرے جو اسکے کام کی ہین مثلاً جس گھر مین رہتا ہو اوسکی تعمیر نہ کرے اور جو کھانے کی چیز ہو اوسکو جمع نکرے اور دنیا کی طرف التفات نکرے اور جانے کہ یہ مجھسے علیحدہ ہو جاوے گی اور کوئی سانس بجز خداے تعالی مین صرف نکرے تو اوسکا نام صدق ہے اور ایسے شخص کو صدیق کہنا

رہتا ہے اور یہ درجات ایسی طرح ہین کہ اوپر کا درجہ نیچے والے سے عام ہے اور اوپر مین
نیچے کا درجہ داخل ہے مثلاً صدق میں تقوی داخل ہے اور تقوی مین ورع اور ورع مین
عفت کیونکہ عفت نام اوسی ورع کا ہے جو صرف مقتضاے شہوت سے باز رہنے کیلیے
ہو۔ غرضکہ تاثیر خوف کی اعضا مین رُکنے سے بھی ہے اور اعمال پر مبادرت کرنے سے بھی
مگر اعضا جو اعمال سے باز رہتے ہیں تو ہر ایک چیز سے باز رہنے مین ایک نیا نام ہوجاتا ہے
مثلاً اگر شہوت سے باز رہین تو اس رُکنے کو عفت کہتے ہیں اور اس سے اوپر مرتبہ ورع کا ہے
جو اسکی نسبت عام ہے کیونکہ ورع ہر ممنوع چیز سے رُکنے کو کہتے ہین تخصیص شہوت کی نہین
اور ورع سے بڑھکر تقوی ہے اسواسطے کہ تقوی ممنوع اور شبہے کی چیز دونوں سے باز رہنے کا
نام ہے اور اوس سے بڑھکر صدق اور قرب ہے کہ شبہے کے خوف سے مباح چیز سے باز رہنے کا
نام ہو اور چونکہ ان درجات مین سے ہر ایک درجہ اپنے پہلے درجے سے بڑھکر ہے تو اگر سب سے
آخر کا درجہ بولا جاویگا تو اوسمین گویا سب جمع آجاوینگے مثلاً اگر یون کہو کہ انسان عربی ہے
یا عجمی اور عربی یا قرشی ہے یا نہیں اور قرشی ہاشمی ہے یا نہین اور ہاشمی یا اولاد علی ہے
یا نہین اور اولاد حضرت علی رض کی یا حسنی ہے یا حسینی تو سب سے بڑھکر درجہ انمین حسنی اور
حسینی ہوگا پس اگر کسی شخص کو مثلاً حسینی کہوگے تو اوسمین سب نیچے کے اوصاف ضرور ہونگے
مثلاً وہ حضرت علی کی اولاد اور ہاشمی اور قرشی اور عربی ہوگا اسیطرح اگر کسی شخص کو صدیق
کہین تو اس رتبے کے نیچے جتنے اوصاف ہین وہ سب اوسمین ہونگے یعنی صدیق کہنا ایسا ہے
کہ وہ شخص متقی اور صاحب ورع اور عفت والا ہے تو یہ گمان چاہیے کہ ان درجات کے جو الفاظ
جدا جدا ہیں انکے معانی بھی ایک دوسرے سے متباین اور علیحدہ ہونگے اگر ایسا سمجھا جاویگا
تو امر حق مشتبہ ہوجاویگا چنانچہ جو لوگ الفاظ سے معانی کی طلب کیا کرتے ہین انکا یہی حال
ہوتا ہے اگر الفاظ کو تابع معانی کرین تو پھر گرشبہے مین نہ پڑیں۔ یہ ہے اشارہ خوف کے
معنی کلی کا اور اوس چیز کا جسکو اوپر کیطرف سے متصل ہے یعنی وہ معرفت جو موجب خوف
ہوتی ہے اور جسکو نیچے کیطرف سے شامل ہے یعنی وہ اعمال جو خوف سبب سے صادر ہوتی ہیں یا متر ک۔
دوسرا بیان خوف کے درجات کا اور قوت وضعف مین اوسکے مختلف ہونے کا
یہ تو پہلے گذر چکا کہ خوف اچھی چیز ہے الا کبھی قیاس اس بات کا مقتضی ہوتا ہے کہ اچھی چیز
جتنی قوی اور زیادہ ہوگی اوتنی ہی خوبی کی بات ہے اس اعتبار سے خوف کی قوت شدت

جسقدر ہو بہتر ہے حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ خوف ایک تازیانہ ہے کہ جس سے خدای تعالی اپنے بندون کو علم وعمل کی مواظبت کے لیے ہنکاتا ہے تاکہ اون دونون سے مرتبہ قرب آلہی حاصل ہو اور چوپایہ اور لڑکے سے کسیدم کوڑے کو علحدہ نہین کرنا چاہیے مگر اس سے سمجھانا چاہیے کہ بہت پیٹنا اچھا ہے بلکہ اوسکی ایک حد معین ہے اسیطرح خوف کے لیے بھی کمی اور بیشی ہے اور عمدہ بات اعتدال ہے جو خوف کہ کم ہو اوسکو مثل عورتون کے رونے کے جاننا چاہیے کہ جب کوئی آیت قرآنی سنتی ہین یا اور کوئی سبب خوفناک پیش آتا ہے تو ڈر کر رونے اور آنسو بہانے لگتی ہین جب وہ سبب آنکھون سے غائب ہوا تو دل غفلت کیطرف رجوع کرتا ہے تو اسطرح کا خوف حد اعتدال سے کم ہے اور اوسمین فائدہ بھی قلیل ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے بڑے قوی جانور کے ایک نرم و کم زور پتلی درخت کی مار کہ اس سے نہ اوسکو رنج پہونچیگا اور نہ وہ براہ ہوگا اور نہ کام چلاوا دیگا۔ اور لوگونکا خوف سبکا اسی قسم کا ہے عارف اور علما البتہ اس سے مستثنی ہین اور ہماری غرض علما سے وہ عالم نہین کہ لباس عالمون کا سا پہن لیا اور نام کے فاضل بنگئے ایسے لوگ تو سب لوگون سے زیادہ بیخوف ہین بلکہ ہماری غرض عالمون سے وہ لوگ ہین جو خدای تعالی اور اوسکی نعمتون اور افعال کو جانتے ہین اور ایسے لوگون کا وجود کم ہے اور اسی جہت سے حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جب تم سے کوئی سوال کرے کہ خدا سے تعالی سے ڈرتے ہو تو اوسکے جواب مین چپ ہو رہو کیون کہ اگر کہو گے نہین ڈرتے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو گے کہ ڈرتے ہین تو جھوٹے ہو گے اور اسمین یہ بھی اشارہ فرمایا کہ خوف وہی ہے جو اعضا کو گناہون سے روکدے اور طاعات کا پابند کرے اور جب تک تاثیر خوف کی اعضا مین نہوگی تو اوسکا نام وسوسہ و جنبش خاطر کہنا چاہیے اوسکو خوف کہنا زیبا نہین ہے اور حد اعتدال سے زیادہ خوف یہ ہے کہ آدمی نا امیدی اور یاس مین جا پڑے اور یہ بھی ممنوع ہے اسلیے کہ عمل کی مانع ہے حالانکہ غرض خوف سے وہی ہے جو کوڑے سے ہوتی ہے کہ کام پر آمادہ کرنا اور اگر خوف مین عمل ہی نہوا تو خوبی کی بات نہوگی کیونکہ حقیقت مین تو نقصان ہے اور وجہ نقصان کی یہ ہے کہ منشا اس خوف کا جہل اور عاجزی ہے جہل تو یہ ہے کہ اپنے انجام کار نہین جانتا اور اگر جانتا تو خائف نہوتا کیونکہ خائف ہی کو انجام مین تردد رہا کرتا ہے اور عاجزی یہ ہے کہ اس امر سے ایسے ایک پیچ مین پڑ جاتا ہے کہ جسکے دور کرنے کی قدرت

اوسکو نہیں ۔ مرحلہ اگر باعتبار نقص آدمی کے دیکھیں تب تو اس قسم کے خوف کو اچھا
کہہ سکتے ہین کہ ہونے سے ہونا اچھا ہے مگر واقع مین عمدہ صفات جو دعلم و قدرت اور
ایسی چیزیں ہین جنسے خدای تعالی کا وصف ہوسکتا ہے اور جنسے کہ نہین ہوسکتا وہ
صفات خود کچھ کمال کی اشیا نہین بلکہ باعتبار ایسے نقصان کے جو اوس وصف سے زیادہ ہو
اچھے متصور ہوتے ہیں مثلا مشقت دوا کی اوٹھانی خود اچھی نہین بلکہ باعتبار اسکے کہ
وہ مرض اور موت کی نسبت آسان ہے اسلیے اچھی ہے بہر حال جو خوف کہ موجب ناامیدی ہو
مذموم ہے اور کبھی خوف موجب مرض و ضعف اور حیرانی اور بیہوشی اور دیوانگی اور موت کا
ہوجاتا ہے اور یہ قسم بھی مذموم ہے جیسے کہ وہ مار جس سے لڑکے کی جان جاتی رہے اور
کوڑا جس سے جانور ہلاک ہوجاوے یا بیمار پڑجاوے یا کوئی عضو ٹوٹ جاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسباب رجا کے مذکور فرمائے اور اونکی کثرت بیان فرمائی اسی لیے
کہ خوف مفرط کے صدمے کا علاج اوس سے کیا جاوے جو باعث ناامیدی یا مرض وغیرہ اشیا کا
ہوا اسلیے کہ جو چیز کسی دوسری شی کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسمین سے عمدہ وہی ہوتی ہے
جس سے مقصود حاصل ہوا اور جو مقصود تک نہ پہونچ سکے یا اوس سے بڑھ جاوے تو وہ مذموم
ہوتی ہے او ازانجا کہ خوف کا فائدہ بچنا اور پرہیز و تقوی کرنا اور مجاہدہ و عبادت و فکر
و ذکر مین مشغول ہونا اور تمام اسباب خدای تعالی تک پہونچانے والونکا حاصل ہونا ہے اور
انمین سے ہر ایک زندگی اور تندرستی اور سلامتی عقل پر موقوف ہے اسلیے جو خوف کہ ان
اسباب مین خلل انداز ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا ۔ اب اگر یہ کہو کہ جو شخص خوف خدا کرے اور خوف
کے مارے مرجاوے تو وہ شہید ہوتا ہے تو ایسے شخص کا حال مذموم کیسے کہتے ہو تو اسکا جواب
یہ ہے کہ اوس شخص کے شہید ہونے کے یہ معنی ہین کہ خوف کے باعث مرنے سے اوسکو ایسا
رتبہ ملیگا کہ اگر اوسوقت مین خوف کے باعث نہ مرتا تو ویسا رتبہ نپاتا پس اسی نظر سے اوسکو
فضیلت ہے لیکن اگر فرض کرو کہ وہ زندہ رہتا اور بہت عمر پاتا اور خدا کی اطاعت اور
سلوک راہ معرفت مین سرگرم رہتا تو اس حالت پر اوسکی موت کو کسیطرح فضیلت نہین بلکہ یہان
معاملہ اور ہی ہے کہ جو شخص فکر اور مجاہدے سے اللہ تعالی کی معرفت مین قدم مارتا ہے
اور عارفون کے درجات مین ترقی کرتا ہے اوسکو ہر لحظہ رتبہ ایک شہید کا کیا بہت سے
شہدا کا ملتا ہے اور اگر ایسا نہو تو لازم آویگا کہ جو لڑکا کہ قتل ہوجاوے یا دیوانہ کہ اوسکو

کوئی درندہ چیر ڈالے اوسکا رتبہ نبی اور ولی سے جو اپنی موت وفات پاوین افضل ہوجا اگرچہ
یہ امر محال ہو پس ہرگز گمان نکرنا چاہیے کہ خوف سے مرجانا افضل ہے بلکہ افضل سعادت یہی ہے
کہ طاعت آلہی مین عمر زیادہ ہو تو جس خوف سے کہ عمر جاتی رہے یا عقل یا صحت مین فتور پڑے
کہ اوس سے زندگی بیکار ہوجاوے تو اوسکو چند امور کی نسبت نقصان جاننا چاہیے گو اوسکے
بعض اقسام کو بعض امور کے اعتبار سے فضیلت ہو جیسے شہادت کو مثلاً فضیلت ایسی
باتون پر ہے جو اوس سے کمتر ہین نبیین اور صدیقین کے درجے کی نسبت بہرحال خوف
اگر عمل مین کچھ اثر نکرے تو اوسکا وجود و عدم مساوی ہے جیسا وہ کوڑا جس سے جانور اپنی
چال نہ بڑھاوے اور اگر تاثیر کرے تو جسقدر اوسکی تاثیر ظاہر ہوگی ویسا ہی اوسکا درجہ ہوگا
مثلاً اگر صرف خوف کے باعث مقتضاے شہوت ہی سے باز رہے تو صرف عفت کا درجہ
ملیگا اور اگر خوف موجب ورع ہوگا تو پہلے کی نسبت زیادہ درجہ ہوگا اور سب سے بڑا درجہ یہ ہے
کہ اوسکا ثمرہ صدیقین کا درجہ ہوجاوے یعنی اپنے ظاہر و باطن کو خداے تعالیٰ کے غیر سے بچاوے
یہان تک کہ غیر اللہ کی اوسمین گنجایش ہی نرہے یہ درجہ خوف کا نہایت محمود ہے اور یہ
تندرستی اور عقل کی سلامتی کے ساتھہ میسر ہوتا ہے پس اگر خوف اسدرجہ سے بڑھجاوے
اور عقل خواہ صحت کو دور کرے تو اوسکو مرض جاننا چاہیے اور اوسکا علاج ضروری ہے
اگر ہوسکے اور اگر یہ درجہ اچھا ہوتا تو اسباب جاہ وغیرہ سے اوسکا علاج کیا ضرور تھا کہ خوف
نرہے اسی جہت سے حضرت سہیل تستری رح اپنے اون مریدین سے جو بہت روزہ فاقہ کرتے تھے
فرمایا کرتے کہ اپنی عقلونکی حفاظت کرتے رہنا اسلیے کہ خداے تعالیٰ کا اولیا مین سے کوئی شخص کم عقل نہین ہوا

تیسرا بیان خوف کے اقسام بہ نسبت اوس چیز کے جس سے خوف کیا جاتا ہے

پہلے معلوم ہوچکا کہ خوف کسی بری بات کی توقع سے ہوتا ہے اور بری چیز دو طرح کی ہوتی ہی
یا تو یہ کہ خود اپنی ذات سے بری ہو جیسے آتش دوزخ یا یہ کہ اوسمین یہ برائی ہو کہ ذریعہ دوسری
بری چیز کا بنتی ہو مثلاً گناہون کو اس جہت سے برا جانتے ہین کہ آخرت مین انکے ذریعہ سے
تکلیف ہوگی جیسے بیمار آدمی مضر میوون کو برا سمجھتا ہے کہ اسلیے کہ وہ موت کا باعث ہوتے ہین
پس ہر خوف کرنیوالے کو ضرور ہے کہ اپنے نفس مین کوئی بات تکلیف دہ ان دونون قسمون سے
ٹھہرالی اور اوسکی توقع دل مین اتنی بڑھی کہ دل اوسکی تکلیف کو سوچکر جلنے لگے اور خائفین کا
حال باعتبار امر مکروہ کے دل پر چھا جانے کی جدا جدا ہے اول فرقہ وہ لوگ ہین

جنکے دل پر ایسی چیز غالب ہوجاتی ہے جو بذات خود مکروہ نہیں ہوتی بلکہ کسی دوسری چیز
باعث مکروہ ہوتی ہے مثلاً بعضوں پر توبہ سے پیشتر مرجانے کا خوف ہوتا ہے اور بعضوں کو توبہ شکنی
اور عہد شکنی کا اسی قسم کے خوف میں یہ خوف بھی داخل ہیں کہ اس بات سے ڈرنا کہ حقوق
الٰہی کے پورا کرنے کے لیے ہماری قوت ضعیف ہے یا دل کی نرمی جاتے رہنے اور سختی کے
مبدل ہونے کا خوف یا استقامت سے ٹل جانے کا خوف یا اتباع شہوات میں عادت کے
مستولی ہونے کا خوف یا اس بات سے ڈرنا کہ کہیں خداے تعالیٰ ہمکو ہماری حسنات کے حوالہ
نہ کردے جنپر ہمکو بھروسا ہے اور بندوں میں انکے باعث ہماری عزت ہے یا کثرت نعماے
الٰہی سے اترانے کا ڈر یا اللہ کیطرف سے اعراض کرکے غیر اللہ کیطرف مشغول ہونے کا
ڈر یا پے در پے نعمتوں کے آنے سے مہلت ملنے کا خوف یا طاعات کے مکر و فریب خدا کی حضور میں
منکشف ہونے کا ڈر یا لوگوں کے باب میں جو کچھ غیبت اور خیانت اور کینہ اور بدمعاملگی
کی ہو اوسکی خبر کا خوف یا یہ ڈر کہ معلوم نہیں بقیہ زندگی میں کیا کیا قصور سرزد ہونگے یا گناہوں کی
سزا دنیا میں ہوتی اور موت سے پہلے رسوا ہونے کا خوف یا دنیا کی بہاریں سے دھوکے
میں پڑجانے کا خوف یا ایسے باطن پر غفلت کی حالت میں خداے تعالیٰ کے واقف ہونے کا
ڈر یا موت کے وقت برا خاتمہ ہونے کا خوف یا ایسی تقدیر سابق ازلی کا خوف غرض اسطرح کے
خوف بارہیں کہ ہوا کرتے ہیں اور ہر ایک خوف سے ایک فائدہ حاصل ہے یعنے
جس شے سے خوف ہو اوس سے آدمی بچا رہتا ہے مثلاً جو شخص اپنے اوپر کسی عادت کے
پڑجانے کا خوف کرتا ہوگا وہ اوس عادت کے چھوڑنے کی مواظبت کریگا اور جو شخص کہ
اس بات سے ڈرتا ہوگا کہ خداے تعالیٰ میرے باطن پر غفلت میں واقف ہے تو وہ اپنے
دل کی صفائی کا فکر کریگا اور اوسکو وسوسوں سے پاک کریگا اسیطرح اور اقسام کو خیال
کرنا چاہیے اور ان سب کی چیزوں سے متقیوں پر خاتمے کا خوف اکثر رہتا ہے اسلیے کہ
اوسمیں بڑا خطرہ ہے اور اعلیٰ قسم خوف کی جس سے کمال معرفت پر دلیل ہو وہ سابقہ ازلی کا
خوف ہے کہ خدا جانے کہ قسمت میں ہماری کیا لکھا ہوگا۔ اسلیے خاتمہ اوس سابقہ تقدیر کا
ثمرہ اور فرع ہے فقط بیچ میں چند اسباب پڑگئے ہیں خاتمے سے جو بات کہ لوح محفوظ میں
لکھی ہوئی ہے ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر دو شخص فرض کیے جاویں کہ
ایک سابقہ سے ڈرتا ہے اور ایک خاتمے سے تو ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے دو شخص جنکے

حق مین بادشاہ کوئی فرمان لکھدے اور معلوم نہو کہ اوسمین گردن مارنے کو لکھا ہے یا
عہدۂ وزارت اور انعام و خلعت دینے کو اور وہ فرمان ابھی اون دونون کے پاس نہین پہونچا
مگر ایک شخص کا دل تو پہونچنے کے وقت پر لگا ہے کہ جب کھلے گا تو نہ معلوم کیا لکھا ہوگا
اور دوسرے شخص کا دل حکم دینے کی حالت پر وابستہ ہو کہ نہ معلوم بادشاہ کا مزاج اوسوقت
بر سر رحم تھا یا بر سر غضب تو ظاہر ہے کہ اس دوسرے شخص کی التفات سبب حکم کیطرف ہے
اور اول کی فرع کیطرف اسی جہت سے التفات دوم بہ نسبت اول کے اعلی ہے
اسیطرح لحاظ کرنا قضاے ازلی کا جسکے لکھنے کے لیے قلم چل چکا ہے اعلی ہے بہ نسبت
لحاظ کرنے اوس بات کے جو خاتمے پر ظاہر ہوگی اور اسکی طرف اشارہ فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جسوقت کہ آپ منبر پر تشریف رکھتے تھے پس آپنے اپنی دہنی
مٹھی بندکی اور فرمایا کہ یہ نوشتۂ الٰہی ہے اسمین اہل جنت کے نام اور اونکے باپ کے
نام لکھے ہین نہ اسمین زیادہ ہونگے نہ کم پھر بائین مٹھی بندکی اور فرمایا کہ یہ خداے تعالی کا
نوشتہ ہے اسمین دوزخیون کے نام اور اونکے آبا کے نام مندرج ہین کمی بیشی کچھہ نہوگی
جو لوگ تقدیر مین اہل سعادت ہین وہ بدبختون کے کام کرینگے یہانتک کہ لوگ اونکو کہینگے
کہ یہ بھی گویا بدبختون ہی مین سے ہین بلکہ یقیناً وہی ہین مگر خداے تعالی مرنے سے پہلے
گو ایک لمحہ پہلے ہی کیون نہو اونکو بچا لیتا ہے اور جو ازلی بدبخت ہین وہ نیکبختون کے
کام یہانتک کرینگے کہ لوگ کہینگے کہ یہ بھی گویا سعید ہین بلکہ یقیناً ہین مگر خداے تعالے
اونکو مرنے سے پیشتر اگرچہ تھوڑا ہی پہلے ہو زمرۂ نیکبختون سے خارج کردیتا ہے سعید وہی ہے
جو قضاے الٰہی مین سعید ہوچکا ہے اور بدبخت بھی وہی ہے جسپر قلم شقاوت ازل مین
چل چکا ہے اور عملون کا مدار خاتمون پر ہے انتہی اور اون دونون خوف کرنے والون کو
یون بھی کہہ سکتے ہین کہ انکا خوف ایسا ہی جیسے دو شخص جنمین سے ایک اپنے گناہ و تقصیر سے
ڈرتا ہوا اور دوسرا خود خداے تعالی سے ڈرتا ہو بایں وجہ کہ اوسکا وصف اور جلال جو مقتضی
ہیبت و رعب ہے جانتا ہو تو ان دونون مین سے بھی دوسرا شخص رتبے مین اعلی ہے اور اسی وجہ سے
یہ خوف باقی رہتا ہے گو آدمی صدیقین کی سی طاعت مین ہو مگر شخص اول دھوکا کھانے کے
مقام پر ہے اور اگر مواظبت طاعت پر کرے تو امن بھی حاصل کرسکتا ہے غرضکہ گناہ
سے ڈرنا صلحا کا خوف ہوتا ہے اور خداے تعالی سے ڈرنا موحدون اور صدیقون کا خوف ہے

اور یہ خوف معرفت الٰہی کا ثمرہ ہے جس شخص نے کہ خدا کو پہچانا اور اوسکے صفات کو جانا تو
اوسکے اوصاف ایسے بھی معلوم ہونگے کہ اونکے ہوتے ہوئے اوس سے ڈرنا ہی چاہیے
گو قصور نکیا ہو بلکہ اگر گناہگار خدای تعالیٰ کو حق معرفت پہچانے تو خدا ہی سے ڈرے
اور اپنے گناہ سے نہ ڈرے۔ اور اگر خدای تعالیٰ کو اپنی ذات پاک سے خوف دلانا منظور
نہوتا تو گناہگار کو گناہ کے قابو میں کیوں کرتا اور گناہ کی سہیل و میسر آسان کیوں ہوتی
اوسکے اسباب مہیا کیوں فرماتا اسباب معصیت کے مہیا کر دیئے بھی تو رحمت سے دور کرنا ہے
اور مجرم سے قبل گناہ کوئی ایسی خطا نہیں ہوئی تھی جسکے باعث اس بات کا مستحق ہے کہ
معصیت میں مبتلا کیا جاوے اور اوسکے لوازم اوسپر جاری ہوں اور وہ جو شخص طاعت گزار
ہے اوسکے لیے طاعت سے پہلے کوئی وسیلہ تھا جسکے باعث اوسکے لیے اسباب طاعت
مہیا ہوگئے اور ثواب کے طریق بتلائے گئے بہرحال گناہگار پر حکم گناہ کا ہوگیا وہ چاہے
پا سچا ہے اور مطیع پر حکم طاعت ہوچکا اوسکی مرضی ہو یا نہو پھر جب اوس دربار کا یہ
حال ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدون کسی ذریعہ سابق کے تو اتنا اونچا درجہ دیکے
کہ اعلیٰ علیین تک پہونچا دے اور ابوجہل کو اتنا نیچے اوتارے کہ اسفل السافلین میں پہونچا دے
حالانکہ اوسنے اپنے ہونے سے پہلے کوئی قصور نکیا تھا پس ایسی ذات سے اور ایسی جلال
سے ڈرنا ہی زیبا ہے دیکھو جب کوئی اطاعت کرتا ہے تو اسطرح کرتا ہے کہ خدای تعالیٰ اوسپر
ارادہ طاعت کا مسلط کر دیتا ہے اور اوسکو قدرت عنایت فرماتا ہے اور بعد پیدا ایسی
ارادہ پختہ اور قدرت کامل کے فعل ضروری ہوتا ہے یعنی ظہور طاعت مطیع سے ہوتا ہے
اسیطرح گناہگار جو گناہ کرتا ہے اوسپر ارادہ پختہ گناہ کا مسلط کر دیا جاتا ہے اور قدرت
و اسباب اوسکے سب دیئے جاتے ہیں جب ارادہ مصمم اور قدرت و لوازم ہیں تو گناہ ضروری
ہوگا۔ اب ہمکو یہ معلوم نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ شخص اول کو بزرگی دی گئی اور ارادہ طاعات کو
اوسی پر مخصوص کر دیا اور دوسرے کی اہانت اور دور کرنے کا باعث کیا ہوا کہ اوسپر
لوازم معصیت مسلط کیے گئے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ان باتوں کو بندے پر حوالہ کیسے کریں
اور جبکہ یہ احکام حوالہ قضای ازلی ہے بدون تقصیر اور بدون وسیلے ٹھہرتا ہے تو ظاہر ہے
کہ ایسے شخص سے خوف ہی کرنا ہر عاقل کو زیبا ہے جو ہر وقت جو چاہے سو کرے۔ علاوہ ازیں
اس سے زیادہ اور کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ اسکے بعد معاملہ تقدیر کا ہے جسکا افشا درست نہیں

اور اوس سے خوف کا سمجھانا خدای تعالی کے صفات مین بدون مثال کے ممکن نہین اور اگر
شرع اذن نہ دیتی تو کسی بصیرت والے کی مقدور نہ تھی کہ مثال ذکر کرے مگر چونکہ حدیث مین
مثال مذکور ہے اسلیے اوسکا نقل کرنا سمجھانے کے لیے مناسب ہے چنانچہ وارد ہی کہ خدای تعالی
نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ اے داؤد مجھسے ایسا ڈر جیسا درندۂ ایذا رسان سے
ڈرتا ہے اس مثال سے حاصل مطلب معلوم ہوتا ہے گو سبب پر واقفیت نہین ہوتی اس لیے کہ
سبب سے واقف ہونا بعینہ راز تقدیر کا واقف ہونا ہے اور وہ راز ہر ایک کو نہین بتایا جاتا
جو اوسکا اہل ہوتا ہے اوسکو بتایا جاتا ہے اور مطلب مثال مذکور کا یہ ہے کہ درندے سے جو
آدمی خوف کرتا ہے تو اس جہت سے نہین کہ اوسنے کوئی قصور اوس جانور کا کیا ہو بلکہ اوسکی
خاصیت گرفت اور حملہ اور کبر او ہیبت سے ڈرتا ہے کہ جو چاہتا ہے سو کر بیٹھتا ہے ذرا
تامل نہین کرتا اگر آدمی کو چیر ڈالے تو دل مین کچھ رقت او درد نہین کرتا اور اگر چھوڑ دے تو
کچھ اس جہت سے نہین کہ اوسکو آدمی پر شفقت آگئی اور جان بچانے کے مارے چھوڑ دیا بلکہ
آدمی کا وجود اوسکے نزدیک اتنا بھی نہین کہ حالت حیات مین یا موت مین اوسکی طرف
لحاظ کرے ایک آدمی کیا ہزار آدمیون کا مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کا مار ڈالنا اوسکی نزدیک
برابر ہے کیونکہ دونون مین اوسکی درندگی اور قدرت اور حملے مین کچھ فرق نہین آتا پس
حاصل مطلب حدیث کا یہ ہوا باقی رہا خوف خدا سو اوسکی مثال اس سے اعلی ہے وہ خود فرماتا ہے
وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى لیکن جس شخص نے کہ خدای تعالی کو جانا ہے اور اونسے مشاہدۂ
باطنی سے جو کہ بنسبت مشاہدۂ ظاہری کے قوی تر اور معتبر اور اظہر ہے جان لیا ہی کہ خداوند
کریم نے حدیث قدسی مین درست فرمایا ہے هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا اُبَالِيْ وَهٰؤُلَاءِ
فِي النَّارِ وَلَا اُبَالِيْ اس استغنا اور لاپروائی ہی مین ہیبت اور خوف کے موجبات کافی ہین
دوسرا فرقہ خائفین کا وہ ہے جنکے دلون مین وہ بات جم جاوے جو خود بری ہے مثلاً
سکرات موت کا خوف یا سوال منکر و نکیر کا یا عذاب قبر کا یا دہشت قبرون سے اوٹھنے کی
یا ہیبت خدای تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کی اور شرم پردہ فاش ہونے کی
اور تنکے تنکے سے سوال ہونے کی یا خوف پل صراط اور اوسکی تیزی اور اوسپر سے
وترنے کا یا دوزخ کی آگ اور اوسکے طوقون اور اہوال کا یا خوف جنت سے محروم ہونے کا
و خانۂ عشرت اور سلطنت جاوید سے یا خوف درجات کے کم ہونے کا یا خوف خدای تعالی

سے حجاب ہونیکا اور یہ سب چیزیں نباتات خود مری ہین تو بالضرور خوف کی چیزین ہین اور پر بھی خوف کرنے والون کا حال جدا ہے اور سب سے اعلی مرتبہ وہ لوگ ہین جنکو خوف فراق یعنی خدا تعالی سے محجوب ہونے کا ہے یہ خوف عارفین کو ہوتا ہے اور جو خوف اس سے پہلے ہین وہ عابدین اور صلحا اور زاہدین کو اور تمام عالمون کو ہوتے ہین اور جسکی معرفت کامل نہین ہوتی اور اوسکی چشم بصیرت نہین کھلتی وہ لذت وصال سے اور رنج فراق سے آگاہ نہیں ہوتا اور جب اوسکے سامنے کہا جاوے کہ عارف دوزخ سے نہین ڈرتا بلکہ حجاب سے ڈرتا ہے تو دل مین اس بات کو برا جانتا ہے اور تعجب سمجھتا ہے اور کبھی لذت دیدار الٰہی کا منکر ہی ہوجاتا ہے مگر چونکہ شرع سے انکار جائز نہین اسواسطے زبان سے تو اقرار کرتا ہے مگر دل نہین مانتا کیونکہ اوسکو تو صرف لذت شکم اور شرمگاہ اور آنکھ کی معلوم ہے کہ رنگ اچھے دیکھ لیے خوب صورت لوگ دیکھ لیے غرض جو لذت کہ اوسمین بہائم بھی شریک ہون اوسکو لذت جانتا ہے لذت عارفین کو نہین جانتا جسکے واسطے مولانا روم فرماتے ہین

شعر

آدمی دیدست باقی پوست ست	دید آن دیدہ کہ دید دوست ست

اور اس لذت کی تفصیل و شرح اون لوگون سے بیان کرنی جو اوسکے اہل نہین حرام ہے اور جو لوگ اسکے اہل ہین اونکو خود معلوم ہوجاتا ہے اس بات کی حاجت نہین کہ کوئی دوسرا شخص اون سے بیان کرے۔

چوتھا بیان خوف کی فضیلت اور اوسکی رغبت دلانے مین

جاننا چاہیے کہ خوف کی فضیلت ایک تو تامل اور قیاس سے معلوم ہوتی ہے اور ایک آیات و احادیث سے تامل اور قیاس سے اسطرح کہ ہر ایک چیز کی فضیلت اوسیقدر ہے جسقدر کہ وہ آخرت مین سعادت دیدار الٰہی تک پہونچانے مین مدد کرے کیونکہ سعادت کے سوا اور کچھ مطلب نہین اور بندے کی سعادت بجز دیدار اپنے مولی اور اوس سے قریب ہونے کے اور کیا ہوگی پس جو چیز کہ بندے کو اس سعادت پر اعانت دیگی تو جسقدر اعانت کریگی اوسیقدر اوسکی فضیلت ہوگی اور یہ معلوم ہوچکا ہے کہ سعادت دیدار سے آخرت مین بہرہ ور ہونا بدون حاصل کرنے اوسکی محبت اور انس کے دنیا مین ممکن نہین اور محبت بدون معرفت نہین ہوتی اور معرفت بدون فکر نہین ملتی اور انس بدون محبت اور ذکر دائمی کے نہین حاصل ہوتا اور ذکر کا مدام کرنا اور ہمیشہ فکر کرتے رہنا بدون فنا کی

محبت دل سے علیحدہ کرنے کے نہین بنتا اور محبت دنیا دل سے بدون لذات و شہوات
دنیاوی کے چھوٹے علیحدہ نہین ہوسکتی اور چھوڑنا شہوات کا بدون اونکی بیخ کنی کے
ممکن نہین اور اونکی بیخ کنی جیسے آتش خوف سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہین ہوتی
اس سے معلوم ہوا کہ خوف وہ آگ ہے جس سے شہوتین جلجاتی ہین تو ضرور ہوا کہ اوسکی فضیلت
اوسیقدر ہو جسقدر کہ یہ شہوت کو جلاتا اور گناہون سے بچاتا اور طاعات کی ترغیب دیتا ہو
اور یہ بات موافق اختلاف درجات خوف کے مختلف ہے چنانچہ پہلے گذرا اور خوف مین
فضیلت کیون نہو گی اسکے باعث تو عفت و ورع اور تقوی اور مجاہدہ حاصل ہوتی ہین
یہ سب کام فضیلت کے ہین اور عمدہ اور خدای تعالی سے قریب کرنے والے پس جو چیز باعث
ایسی عمدہ اور فضل باتون کی ہو قیاس بھی چاہتا ہے کہ وہ بھی عمدہ اور افضل ہو اور احادیث
اور آیات سے جسقدر خوف کے باب مین وارد ہین وہ زائد از حد ہین اوسکی فضیلت اسیقدر
بس ہے کہ خدای تعالی نے ہدایت اور رحمت اور علم اور رضا جو اہل جنت کے کل مقام ہین ان
چارون کو خائفین کے لیے تین آیتون مین ارشاد فرمایا ہے چنانچہ ہدایت و رحمت کو اس آیت
مین فرمایا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ اور علم کو اس آیت مین اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ
مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ اور رضا کو اسمین رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ
علاوہ ازین جو کچھ فضیلت علم مین وارد ہے اوس سے فضیلت خوف بھی سمجھی جاتی ہے
اسلیے کہ خوف ثمرہ علم کا ہے اسیواسطے حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین مذکور ہے کہ
خائفون کا یہ حال ہوگا کہ اونکو رفیق اعلی کا ساتھ ہوگا اور اس امر مین اونکا شریک اور کوئی
نہوگا تو اب دیکھنا چاہیے کہ رفیق اعلی کی مرافقت خاص اونکے لیے کیسے فرمائی اوسکی وجہ
یہی ہے کہ خوف والے علما ہوتے ہین اور علما کو درجہ انبیا کی رفاقت کا ہے اسلیے کہ وہ وارث
انبیا ہین اور رفیق اعلی کی ہمراہی نبیون کو اور جو لوگ اونکے لواحق مین سے ہین اونکو ہوگی
اور اسی جہت سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مرض موت مین اختیار دیا گیا
کہ خواہ آپ دنیا مین رہین خواہ خدای تعالی کے پاس چلے آوین تو آپ یہی فرماتے ہین کہ
اَسْئَلُكَ الرَّفِيْقَ الْاَعْلٰى یہ حال اگر خوف کی اصل کیطرف نظر کرو تو علم ہے اور اگر
اوسکے ثمرہ کیطرف دیکھو تو ورع و تقوی ہے اور جو کچھ کہ ورع اور تقوی کے فضائل مین
وارد ہوا ہے وہ ظاہر ہے یہان تک کہ خود عاقبت تقوی کے ساتھ مخصوص ہو گئی ہے

جیسے حمد مخصوص خدای تعالیٰ سے ہے اور درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسیطرح
عاقبت کو خصوصیت تقوی سے ہے یہانتک کہ یون لکھتے ہین اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ اور تقوی کو خدا تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے
واسطے خاص فرمایا چنانچہ ارشاد ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُہَا وَلَا دِمَاۤؤُہَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی
مِنْکُمْ اور تقوی کے معنی اوپر کہدیئے گئے کہ مقتضای خوف کے باعث رکنے اور باز رہنے کا نام ہے
اور اسیواسطے اسکی بزرگی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ
اور اسی جہت سے خدای تعالیٰ نے اولین و آخرین سب کو وصیت تقوی کی فرمائی
جیسا کہ فرمایا وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَاِیَّاکُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰہَ اور فرمایا وَ
خَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اس آیت مین خوف کا ارشاد فرمایا اور اوسکو واجب کیا یعنی
صیغہ امر سے بیان فرمایا اور ایمان مین اوسکے شرط لگادی باین لحاظ کوئی مومن خوف سے
علیحدہ نہین متصور ہوسکتا ہر ایک مین خوف ضرور ہوگا گو تھوڑا یا کمزور ہو اور خوف مین کمزوری
اوسیقدر ہوگی جسقدر معرفت و ایمان مین کمزوری ہوگی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فضیلت تقوی مین ارشاد فرماتے ہین کہ جب خدای تعالیٰ اولین و آخرین کو روز معلوم کے
وعدے پر اکٹھا فرماویگا تو یکایک ونکو ایک آواز دیگی جسکو دور والے اور پاس والے یکسان
سُنینگے اور وہ آواز یہ ہوگی کہ اے لوگو جب سے مین نے تمکو پیدا کیا اوس روز سے آج تک مین چپکا رہا
اب آج تم خاموش ہو تمہارے عمل تمہارے سامنے آئے ہین اے لوگو مین نے ایک نسب مقرر کیا تھا تم نے
اور نسب بنایا میرے نسب کو پست جانا اور اپنے نسب کو عالی سمجھا مین نے تو کہا تھا
کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ تم نے نمانا اور یہی کہا کہ فلان بن فلان زیادہ غنی ہے
فلان سے تو آج مین تمہارے نسب کو نیچا کرونگا اور اپنے نسب کو اونچا متقی لوگ کہان
ہین اوسیوقت اوسکے جھنڈے اونچے ہوگئے اور سب اوسکے ساتھ ساتھ اپنے مکانون
کے اندر جنت مین بیحساب چلے جاوینگے اور ایک حدیث شریف مین ہے رَأْسُ الْحِکْمَۃِ
مَخَافَۃُ اللّٰہِ یعنی حکمت کی اصل خوف الٰہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابن مسعود رضہ کو ارشاد فرمایا کہ اگر تمکو منظور ہو کہ مجھسے ملو تو بعد میرے خوف بہت کیا کرنا
اور حضرت فضیل رحمہ فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے خوف اوسکو ہر طرح کی
بہتری سوجھا دیتا ہے - اور حضرت شبلی رحمہ فرماتے ہین کہ جب مین اللہ تعالیٰ سے ڈرا ہون

تو میرے سامنے ایک دروازہ حکمت و عبرت کا ایسا کھل جاتا ہے جو مین نے کبھی نہ دیکھا ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہے کہ جو مومن کچھ خطا کرتا ہے اوسکے پیچھے دو نیکیان ہوتی ہین اول عذاب کا خوف دوم معاف ہونے کی توقع تو وہ برائی ان دونون خوف و رجا کے درمیان ایسی ہو جاتی ہے جیسے دو شیرون مین لومڑی اور حضرت موسی علیہ السلام کی حدیث مین ہے کہ خدای تعالی قیامت کے روز ارشاد فرماویگا کہ کوئی شخص ایسا نہین ہیگا جسکا حساب مین نکرون اور اوسکے عمل کی تفتیش نہ بجالاؤن بجز اہل ورع کے کہ ان سے مجکو شرم آتی ہے اور اونکی قدر اس بات سے زیادہ ہے کہ اونکو حساب لینے کیواسطے کھڑا کرون - اور یہ دونون چیزین یعنی ورع اور تقوی الفاظ ہین کہ ایسے معانی سے مشتق ہین جنمین خوف کی شرط ہے اگر خوف سے یہ دونون خالی ہون تو انکا نام ورع اور تقوی نہوگا اور اسیطرح جو اخبار کہ فضیلت ذکر مین وارد ہین ظاہر ہین اونکو بھی اللہ تعالی نے مخصوص خائفین سے کیا ہے چنانچہ فرمایا سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَخْشَىٰ اور فرمایا وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ اور ایک حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی کہ مین اپنے بندے پر نہ دو خوف جمع کرونگا نہ دو امن پس اگر دنیا مین مجھ سے مامون اور نڈر رہیگا تو قیامت مین اوسکو ڈراؤنگا اور اگر دنیا مین مجھسے خوف کریگا تو قیامت مین امن و بیخوفی دونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مَنْ خَافَ اللّٰهَ تَعَالَىٰ خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَمَنْ خَافَ غَيْرَ اللّٰهِ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور دوسری حدیث شریف مین فرمایا أَتَمُّكُمْ عَقْلًا أَشَدُّكُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ تَعَالَىٰ وَأَحْسَنُكُمْ فِيمَا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ وَنَهَىٰ عَنْهُ نَظَرًا اور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بیچارہ انسان اگر آتش دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا افلاس سے ڈرتا ہے تو جنت مین داخل ہوتا - اور حضرت ذو النون رح فرماتے ہین کہ جو شخص خدای تعالی سے ڈرتا ہے اوسکا دل نرم ہو جاتا ہے اور خدای تعالی سے محبت پختہ ہوتی ہے اور عقل درست ہو جاتی ہے - اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ خوف رجا کی نسبت زیادہ چاہیے اسلیے کہ جب رجا غالب ہوتی ہے تو دل پریشان ہو جاتا ہے - اور ابو الحسین نابینا کہا کرتے کہ سعادت کی پہچان یہ ہے کہ بدبختی کا خوف آدمی کو ہو اسلیے کہ خوف بندے کے اور خدای تعالی کے درمیان ایک باگ ہے جب وہ جاتی رہتی ہے تو بندہ تباہ ہو جاتا ہے - اور کسی نے حضرت یحیی بن معاذ رح سے پوچھا کہ سب سے زیادہ قیامت مین بیخوف کون ہوگا اونھون نے فرمایا

کہ جو دنیا مین سب سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ جب
آدمی حلال نہ کھاویگا خوف اوسکو حاصل ہوگا۔ اور حضرت حسن رح سے بعض لوگون نے کہا
کہ ہم کیا علاج کرین ہم ایسے لوگوں مین بیٹھتے ہین کہ وہ ہمکو اتنا ڈراتے ہین کہ ہمارے دل
گویا اوڑنے لگتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اسکو خوب جان لو کہ ایسے لوگون مین بیٹھنا کہ وہ تمکو ڈراوین
یہانتک کہ تمکو امن پہونچ جاوے اس سے بہتر ہے کہ تم ایسوں کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تو تمکو بیخوف
کرتے رہین اور تمکو ایکدفعہ ہی خوف آدبائے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہیں
کہ جس دل سے خوف علیحدہ ہوتا ہے وہ خراب ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس آیت مین کہ
الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ سے وہ آدمی مراد ہین جو چوری کرتے ہین یا زنا کرتے ہین
آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ وہ لوگ مراد ہیں کہ نماز و روزہ ادا کرتے ہین اور صدقہ دیتے ہیں
اور اس بات سے ڈرتے ہین کہیں غیر مقبول ہو۔ اور جو جو سختیان اور مذمت کہ خدا تعالی کے
عذاب و مکر سے بیخوف رہنے کے باب مین وارد ہین وہ بھی سب خوف کی خوبی پر دال ہین
اسواسطے کہ کسی چیز کی مذمت کرنے سے خوبی اوسکی ضد کی ہوا کرتی ہے اور امن ضد ہے
خوف کی جیسے کہ رجا ضد ہے یاس کی تو جیسے ناامیدی کی برائی سے رجا کی فضیلت معلوم
ہوتی تھی ایسی ہی امن کی مذمت سے خوف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے بلکہ ہم کہتے ہین
کہ جو کچھ رجا کی فضیلت مین آیا ہے وہ بھی خوف کی فضیلت پر دال ہے کیونکہ رجا اور خوف
ایک دوسرے کے ساتھ ہی ہوتی ہین اسلیے کہ جو شخص کسی محبوب کا متوقع ہوگا تو ضرور ہے
کہ اوسکے نہ ملنے کا خوف بھی اوسکو ہو اور اگر نہ ملنے کا خوف نہوگا تو اوس شے سے محبت
نہین رکھتا ہوگا تو اوسکا انتظار بھی توقع کے طور پر نہ رہیگا بہرحال خوف اور رجا لازم ملزوم
ہین کہ ایک کا جدا ہونا دوسرے سے محال ہے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ دونون اکٹھے ہون اور
ایک کو دوسرے پر غلبہ ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قلب ان دونون مین سے ایک ہی کیساتھ مشغول ہو
اور اوسوقت دوسرے کیطرف غفلت کی باعث التفات نکرے اور ان دونون کے لزوم کی وجہ
یہ ہے کہ رجا اور خوف دونون کی شرط یہ ہے کہ جس چیز مین شک ہو اوس سے متعلق ہوں
اسلیے کہ معلوم چیز کی نہ رجا کیجاتی ہے نہ خوف اب اگر محبوب چیز کو خیال کرو تو جس چیز کا
وجود ہوسکتا ہے اوسکا عدم بھی ممکن ہے پس اگر محبوب کا وجود فرض کیا جاوے تو اوس شے

دلکو راحت ہوگی اوسیکا نام رجا ہو اور اگر اوسکا عدم فرض کرو تو دل کو صدمہ ہوگا اوسکا نام خوف ہے اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں ایک دوسری کی ضد ہیں بشرطیکہ وہ امر جسکی تاک ہے مشکوک ہو ہان یہ ہوتا ہے کہ شک کی دونوں طرفوں میں سے بعض اوقات ایک کو بعض اسباب کے موجود ہونے سے دوسرے پر ترجیح ہوجاتی ہے اور اسکا نام ظن ہو اور اسی ظن کے باعث رجا و خوف کو ایک دوسرے پر غلبہ ہوجاتا ہے یعنی جب ظن پر وجود محبوب کا غالب ہوتا ہے تو رجا کو غلبہ اور قوت ہوتی ہے اور خوف چھپ جاتا ہے اور اوسکی نسبت کرکویا نہیں بنتا اسیطرح اگر ظن پر عدم محبوب کا غلبہ ہوتا ہے تو خوف کی قوت کے سامنے رجا دب جاتی ہے بہرحال انمیں لزوم پایا جاتا ہے اسلیے خدای تعالی نے دونوں کو ایک ساتھ ارشاد فرمایا یَدْعُونَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا اور فرمایا یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا اور بہین لحاظ عرب بھی خوف کو رجا سے تعبیر کرتے ہیں جیسے اس آیت میں مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا کہ لاترجون کے معنی لاتخافون ہیں اور قرآن مجید میں اکثر جا رجا بمعنی خوف آیا ہے اور وجہ یہی ہے کہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں اور عادت اہل عرب کی ہے کہ ایک لفظ بولیں اور اوس سے اوسکا لازم خواہ ملزوم مراد لیں ایسا ہی رجا کے لفظ سے خوف مراد لینا ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو خوبی خوف کے باعث رونے میں ہے تو اوس سے بھی خوبی خوف ہی کی معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ رونا خوف کا نتیجہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا اور فرمایا يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا اور فرمایا اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ اور رونے کے فضائل سے احادیث مملو ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایماندار ایسا نہیں کہ اوسکی آنکھ سے کوئی آنسو اگرچہ مکھی کے سر کی برابر ہی کیوں نہو خدا کے خوف سے بہکر رخسار پر کچھہ روان ہو اور پھر اوسکو خدای تعالی آتش جہنم پر حرام نکرے ؎ ای خنک آنکو نکوکاری گرفت زور را بگذاشت و زاری گرفت اور دوسری حدیث میں فرمایا جب ایماندار کے دل پر خدای تعالی کے خوف سے لرزہ پڑجاتا ہے تو اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے جھڑتے ہیں اور ایک حدیث میں فرمایا لَا يَلِجُ النَّارَ اَحَدٌ بَكٰى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ اور حضرت عقبہ بن عامر رض فرماتے ہیں کہ اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان بند رکھ اور گھر سے باہر
مت نکل اور اپنی خطا پر رویا کر ۔ بیت ۔ گر بیاشد برق دل ابر دو چشم ٭ کی نشیند آتش تہدید و خشم
اور حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص بے حساب
بھی جنت میں داخل ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہاں جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کرکے روویگا وہ
بیحساب جنت میں جاویگا اور ایک حدیث میں فرمایا کہ خدای تعالی کے نزدیک دو قطروں سے
زیادہ اچھا کوئی قطرہ نہیں ایک قطرہ آنسو کا جو خدای تعالی کے خوف سے نکلے اور ایک قطرہ
خون کا جو خدا کی راہ میں بہے ۔ بیت ۔ اشک کان از بہر او بارند خلق ٭ گوہرست اشک پندارند خلق
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے کہ اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي عَيْنَيْنِ هَطَّالَتَيْنِ تَشْفِيَانِ
الْقَلْبَ بِذُرُوفِ الدَّمْعِ قَبْلَ أَنْ تَصِيرَ الدُّمُوعُ دَمًا وَالْأَضْرَاسُ جَمْرًا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات شخص ہیں جنکو خدای تعالی اوس روز سایہ میں
رکھیگا جس روز سوا اوسکے سایہ کے اور کوئی سایہ نہوگا اور اونمیں سے ایک شخص کو آپ نے
فرمایا کہ ایک وہ ہوگا جو خدای تعالی کو تنہائی میں یاد کرکے رووے ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض
کا قول ہے کہ جو شخص رو سکے وہ رووے اور جس سے نہو سکے وہ رونی صورت بناوے اور
حضرت محمد بن منکدر رح جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ
مجھکو خبر پہونچی ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جاوینگے وہاں آتش دوزخ نہ پہونچے گی اور حضرت
عبد اللہ بن عمرو رض فرماتے ہیں کہ گریہ کرو اور اگر گریہ نکرو تو رونے کی سی صورت بناو اسلیے
کہ اگر تم میں سے کوئی حقیقت امر جان لے تو اتنا چیخے کہ دم بند ہو جاوے اور اتنی نماز پڑھے
کہ کمر ٹوٹ جاوے ۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہیں کہ جس کسیکی آنکھ آنسوؤں سے
ڈبڈباوے گی اوسکے چہرے پر غبار اور ذلت قیامت کو نہ آویگی اور اگر اوسکے آنسو
بہینگے تو اول ہی قطرے سے بہت سی آگ کے سمندر سرد ہو جاوینگے اور اگر کوئی
شخص کسی جماعت میں رویگا تو اوس جماعت کو عذاب نہوگا اور یہ بھی اونھیں کا قول ہے
کہ رونا خوف سے ہوتا ہے اور رجا و طرب شوق سے ۔ اور حضرت کعب احبار رض فرماتے
ہیں کہ بخدا مجکو خدا کے خوف سے اسقدر رونا کہ آنسو میرے رخسار پر بہ نکلیں اس بات سے
اچھا معلوم ہوتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ خیرات کروں اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض
فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک میری آنکھ سے ایک آنسو نکلنا ہزار دینار کی خیرات دینے سے

اچھا ہے - اور حضرت حنظلہ رض سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہین کہ ہم ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے آپنے ہمکو ایسی نصیحت کی کہ اوس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور اپنے نفسون کو ہمنے جان لیا پھر جب مین اپنے گھر آیا تو گھر والے میرے پاس آئے اور دنیا کی باتین ہم دونون مین جاری ہوئین یہان تک کہ وہ حال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھا وہ مجکو یاد نہ رہا اور دنیا مین جا پڑا پھر مجکو یاد ہوا تو اپنے دل مین مین نے کہا کہ مین منافق ہوگیا اس جہت سے کہ جو خوف و رقت مجکو تھی وہ حال نہ رہا اس خیال مین مین گھر سے باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آخر مین حضرت ابوبکر صدیق رض مجکو سامنے سے ملے اور اونھون نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور زبان سے یہی کہتا تھا کہ حنظلہ منافق ہوگیا آپ نے فرمایا کہ حنظلہ ہرگز منافق نہین ہوا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس تھے آپنے ہمکو ایسا وعظ سنایا جس سے دلون پر ترس چھا گیا اور آنکھون سے آنسو روان ہوے اور اپنے نفسون کی ہمکو اطلاع ہوگئی مگر جب مین اپنے گھر گیا اور دنیاوی باتین شروع کین تو وہ سب کیفیت بھول گیا جو آپ کے سامنے تھی آپ نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اوسی حال پر رہو تو تم سے فرشتے رستون مین اور تمھارے بسترون پر مصافحہ کرین مگر ہر ایک بات کے لیے ایک وقت ہے - خلاصہ یہ کہ جو باتین کہ رجا اور گریہ کی خوبی مین اور تقوی اور ورع کی فضیلت مین اور علم کی بہتری اور امن کی برائی مین وارد ہین وہ سب خوف کی خوبی پر دلالت کرتی ہین اسلیے کہ ان سب اشیا کو تعلق خوف سے ہے بعضے تو خوف کا سبب ہین اور بعض کا سبب خود خوف ہے

پانچوان بیان اس امر کا کہ غلبۂ خوف افضل ہے یا غلبۂ رجا یا دونون کا اعتدال

جاننا چاہیے کہ خوف و رجا کی فضیلت مین اخبار بہت وارد ہین اور بھی بلحاظ ناظر کو شک ہوتا ہے کہ ان دونون مین سے افضل کونسا ہے اور مطلق پوچھنا کہ خوف افضل ہے یا رجا قول فاسد ہے اور ایسا ہے جیسا کوئی پوچھے کہ روٹی بہتر ہے یا پانی اور اسکا جواب یہی ہوگا کہ بھوکے کے لیے روٹی افضل ہے اور پیاسے کو پانی اور اگر بھوک اور پیاس دونون کسی شخص کو ہون تو ان دونون مین سے جونسی غالب ہوگی اوسیکا اعتبار ہوگا یعنی اگر بھوک غالب ہوگی تو روٹی افضل ہوگی اور اگر پیاس زیادہ ہوگی تو پانی



اور اگر دونوں مساوی ہوں تو روٹی اور پانی بھی مساوی ہوں گے اسلیے کہ جو چیز کسی
مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے تو اوسکی خوبی اوسی مقصود کے لحاظ سے ہوتی ہے
نہ خود اپنی ذات کے لحاظ سے اور چونکہ خوف و رجا دو دوائیں جنسے دلوں کا علاج ہوتا ہے
تو اونکی خوبی اوسیقدر ہوگی جسقدر روگ موجود ہوگا پس اگر دل پر مرض مخوف ہونے کا
خدا کے عذاب سے اور مغرور ہونے کا اللہ پر ہوگا تو اس صورت میں خوف افضل ہوگا اور اگر
دل پر یاس اور قنوط غالب ہوگا تو رجا افضل ہوگی اسیطرح اگر بندے پر گناہ کا غلبہ ہو تو بھی
خوف افضل ہوگا۔ اور ہوسکتا ہے کہ یوں کہیں کہ خوف مطلقاً افضل ہے جیسے کہ سکتے ہیں
کہ روٹی سکنجبین سے بہتر ہے اسواسطے کہ روٹی سے بھوک کا علاج ہوتا ہے اور سکنجبین سے
صفرا کا مگر بھوک کا مرض بہت ہے اسلیے روٹی کی حاجت بہت ہے تو وہی افضل ہے
اسی اعتبار سے غلبہ خوف بھی افضل ہے کیونکہ گناہ اور مغالطہ کھانا خلق میں بہت پایا جاتا ہے
اور اگر خوف و رجا کے مطلع کو دیکھیں تو رجا افضل ہے اسواسطے کہ رجا کا منبع بحر رحمت ہے
اور خوف کا بحر غضب اور جو شخص کہ صفات الٰہی میں سے ایسے صفات پر لحاظ رکھیگا جو
مقتضی لطف و رحمت کے ہوں اوسپر محبت غالب ہوگی جسکے بعد کوئی اور مقام نہیں
اور خوف کا موجب یہ ہوتا ہے کہ توجہ ایسی صفات الٰہی کی طرف ہوتی ہے جو مقتضی درشتگی
کی ہوں تو اس التفات میں محبت کا میل اتنا نہیں ہوتا جتنا رجا میں ہوتا ہے بہر حال جو چیز
غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہو اوسمیں مناسب یہ ہے کہ لفظ اصلح مستعمل ہو نہ لفظ افضل اس بنا پر ہم
کہتے ہیں کہ اکثر خلق کے حق میں رجا کی نسبت خوف اصلح ہے اسوجہ سے کہ معاصی اکثر
غالب ہیں مگر متقی شخص جسنے گناہ ظاہری و باطنی چھوڑ دیے ہوں تو اوسکے حق میں اصلح
یہ ہے کہ خوف و رجا اعتدال کے ساتھ ہم پلہ رہیں۔ اور اسیواسطے یہ قول مشہور ہے کہ اگر
مومن کا خوف و رجا تولے جاویں تو دونوں برابر اوتریں۔ اور روایت ہے حضرت
علی رض نے اپنے کسی بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا خدا سے اتنا ڈر کہ اگر بالفرض تو اوسکے پاس
تمام روی زمین کے باشندوں کی حسنات لیجاوے تو تجھسے پذیرا نکرے اور رجا بھی
ایسی کر کہ اگر تمام لوگوں کی برائیاں تو اوسکے پاس لیکر جاوے تو وہ تجھکو بخشدے
اور اسیواسطے حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یوں ندا ہو کہ ایک آدمی کے سوا
سب لوگ دوزخ میں جاوینگے تو میں یہی رجا کروں کہ وہ اکیلا میں ہی ہوں اور اگر یہ ندا

یون پکارا جاوے کہ سب لوگ جنت مین جاوینگے صرف ایک آدمی نجاویگا تو مجکو یہ خوف ہو
کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور یہ نہایت خوف ورجا کا درجہ ہے کہ دونون اعتدال پر
بھی ہین اور غلبہ اور استیلا بھی برابر برابر ہے لیکن حضرت عمر رضی کے خوف ورجا برابر ہین
گنا ہگار آدمی کو جب یہ گمان ہو کہ دوزخ سے مستثنٰی لوگون مین مین ہی ہونگا تو یہ صورت اوسکے
مغالطہ کھانے کی ہے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمر رض جیسے شخص کے لیے خوف ورجا کا
برابر ہونا نہین چاہیے بلکہ رجا کا غلبہ چاہیے جیسا کہ شروع باب رجا مین گذرا کہ قوت رجا بقدر
قوت اسباب کے ہوا کرتی ہے چنانچہ اوسکی مثال تخم اور زراعت مین بیان ہوئی اور ظاہر ہے
کہ جو شخص عمدہ بیج کو صاف زمین مین ڈالے اور ہمیشہ خبر گیری کرے اور جو شرائط زراعت کی
ہین سبکو ادا کرے تو ایسے شخص کے دل پر رجا ہی کا غلبہ ہوگا اوسکا خوف رجا کے برابر
ہرگز نہوگا پس اسیطرح حال متقیون کا ہونا چاہیے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص الفاظ اور
مثالون سے کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے اوسکو اکثر لغزش ہوتی ہے تو جو مثال ہم
اوپر لکھ آئے ہین وہ ہر وجہ سے مطابق اس امر خاص کے نہین جسکو ہم لکھ رہے ہین کیونکہ
سبب غلبۂ رجا کا علم ہوتا ہے جو تجربے سے حاصل ہوتا ہے پس مثال زراعت مین تجربے سے
زمین کا اچھا اور صاف ہونا اور بیج کا عمدہ ہونا اور ہوا کی درستی اور صواعق مہلکہ کی
قلت اوس سرزمین مین معلوم ہو سکتی ہے بخلاف مسئلہ مذکورہ کے کہ وہان بیج کا امتحان
نہین ہوا اور ایک اجنبی زمین مین ڈالدیا اور ڈالنے والے نے اوسکی نہ خبر لی نہ جانچا اور
نہ اوسکو یہ معلوم کہ اوس سرزمین مین صواعق زیادہ ہوتی ہین یا کم تو ایسے کسان کی رجا خوف پر
زیادہ نہین ہو سکتی گو اپنے تمام کوشش اور تدبیر کر چکے مسئلہ سابق مین تخم ایمان ہے
اور اوسکے عمدہ اور سالم ہونے کی شرطین باریک ہین اور زمین اوس تخم کے لیے دل ہے
جسکی پوشیدہ خباثتین اور صفات یعنی شرک خفی اور نفاق اور ریا اور پوشیدہ عادتین
بڑی دقیق ہین - اور آفات اس مین کی شہوات ہین اور دنیا کی زیبائش اور دل کا آئندہ
کو اوسیطرف ملتفت ہو جانا گو سردست نہوا اور انہین سے بھی کوئی ایسی بات نہین جسکو
تجربے سے معلوم کیا جاوے اسلیے کہ کبھی ایسے اسباب پیش آتے ہین کہ جنکی مخالفت تاب بشری
خارج ہوتی ہے اور اوس جیسے امر کا امتحان کبھی نہین ہوا ہوتا - اور صواعق مزرعۂ دل کے
لیے سکرات موت کے اہوال اور اوسوقت اعتقاد کا متزلزل ہونا ہے اور یہ بھی ایسی ہی

جیسے ہے کہ جسکا تجربہ نہیں ہوا پھر اس کھیت کے پکنے اور کٹنے کا وقت وہ ہو کہ قیامت کے بعد
پھر جنت میں جاوے اوسکا بھی تجربہ نہیں ہے پس جو شخص کہ ان امور کے حقائق کو پاتا ہے
تو وہ اگر دل کا ضعیف اور کچا ہوتا ہے تو اوس پر خوف بہ نسبت رجا کے زیادہ ہو جاتا ہے چنانچہ
ایسے شخصوں کا حال صحابہ اور تابعین میں سے عنقریب مذکور ہوگا اور اگر دل کا قوی اور پکا اور
معرفت میں کامل ہوتا ہے تو اوسکا خوف و رجا دونوں برابر ہوتے ہیں یہ نہیں کہ رجا کو غلبہ ہو
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل کی تفتیش میں بہت مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت حذیفہ سے
پوچھا کرتے کہ تمکو کچھ مجھ میں آثار نفاق کے معلوم ہوتے ہیں یا نہیں اور وجہ اوسکے پوچھنے
کی یہ تھی کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے پہچاننے کے لیے مخصوص فرما دیا تھا
اب کون ایسا ہے کہ اپنے دل کو پوشیدہ نفاق اور شرک خفی سے بچاوے اور اگر اپنے زعم میں
سمجھ لے کہ میرا دل صاف ہے تو خدا تعالی کے مکر سے کہاں سے بچیگا ہو سکتا ہے کہ اوسکے حال
کو مشتبہ کر دیا ہو اور واقع میں حال کچھ اور ہو اور اوسکو کچھ اور طرح پر اعتقاد ہو لیے عیب
سے سمجھتے ہوں اور اگر بالفرض یہ فساد دلی قطعاً حاصل ہو اور بندے کو اعتقاد بھی اسی کے
موجب ہو تو یہ کہاں سے جان لیا کہ اسیطرح کا حال حسن خاتمہ تک رہیگا حالانکہ حدیث شریف میں
آیا ہے کہ آدمی اہل جنت کے سے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اوسمیں اور
دوزخ میں صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہجاتا ہے اور بعض روایات میں مقدار فواق آیا ہے
یعنی دودھ نکالنے کے وقت دو دفعہ دوہنے کے بیچ میں جتنا وقت ہوتا ہے اسقدر اوسمیں اور جنت
اور اوس شخص میں رہجاتا ہے مگر نوشتۂ ازلی سبقت کرتا ہے اور خاتمہ اوسکا دوزخیوں کے
عمل پر ہوتا ہے - اب ظاہر ہے کہ ایسے تھوڑے سے عرصے میں آدمی کوئی عمل اچھا سے تو
کر ہی نہیں سکتا البتہ دل میں خلجان وسوسہ کا اتنی دیر میں ہو سکتا ہے پس اگر موت کے
وقت ایسا ہی وسوسہ آجاوے تو سب کمائی برباد ہو جاویگی اور خاتمہ برا ہوگا اس سے
بےخوف ہونا کسطرح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ قصی غایت ایماندار کی یہ ہے کہ خوف و رجا دونوں
مساوی ہوں - اور اکثر لوگوں میں رجا کا غالب ہونا دلیل مغالطے میں پڑنے اور معرفت
کے کم ہونے کی ہے اور اسیواسطے خدا تعالے نے جو اپنے اچھے بندوں کے اوصاف ذکر
فرمائے ہیں ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا اور فرمایا یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا
اور فرمایا وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی کہاں جنکے لیے خوف و رجا

بیمار ہو اسلیے جو لوگ اب موجود ہین اونکے حق مین مناسب و مصلح خوف کا غلبہ ہے بشرطیکہ خوف کے مارے یاس چھا جاوے کہ مغفرت تو ہونے کی نہین عمل کرنا بھی فضول ہے اور اس خیال سے تارک عمل ہو جاوے اور گناہون مین ڈوبا ہے ایسی صورت کو قنوط کہتے ہین اسکا نام خوف نہین کیونکہ خوف وہی ہے جس سے ترغیب عمل کی ہو اور تمام شہوات کدورت آمیز معلوم ہون اور میل جانب دنیا زہر ہے یہ نہین کہ دل مین تو خوف وسوسے کیطرح گذر گیا مگر اثر اوسکا برائی سے روکنا یا بھلائی پر ترغیب دینا کچھ بھی نہوا اور نہ یاس کا نام خوف ہے جو وجہ آس ٹوٹنے کی ہے۔ حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جو شخص خدا تعالی کی عبادت صرف خوف سے کریگا وہ فکر کے سمندرون مین ڈوب جاویگا اور جو کوئی اوسکی عبادت محض رجا سے کریگا تو وادی مغالطہ مین سرگشتہ رہیگا اور اگر خوف ورجا دونون کے ساتھہ عبادت کریگا تو طریق ذکر مین مستقیم رہیگا۔ اور مکحول دمشقی رح فرماتے ہین کہ جو شخص عبادت آلہی خوف سے کرتا ہے وہ خارجی ہے اور جو شخص رجا کے ساتھہ عبادت کرے وہ مرجیہ اور جو صرف محبت کے باعث عبادت کرے وہ زندیق ہے مگر جو شخص خوف اور رجا اور محبت تینون سے عبادت کریگا وہ موحد ہے اس سے معلوم ہوا کہ جمع رہنا توان سب کا ضرور ہی ہے مگر اصلح اور مناسب خوف کا غلبہ ہے جب تک کہ موت نہ آوے اور مرنے کے وقت غلبہ رجا کا مناسب تر ہے اور قوت حسن ظن زیبا۔ اسلیے کہ خوف تو قائم مقام کوڑے کے ہے جو عمل پر آمادہ کیا کرتا ہے اور نزع کی صورت مین وقت عمل تو گذر گیا سکرات موت مین بشر سے کچھہ عمل نہین ہوسکتا نہ لوازم خوف کی برداشت کرسکتا ہے اسلیے کہ اس سے تو اور زیادہ دلشکنی ہوتی ہے اور کل کام تمام مرجاتا ہے ہان رجا کی صورتمین دل کو تقویت ہوتی ہے اور جس ذات پاک سے رجا ہوتی ہے اوسکی محبت دل مین سماتی ہے اور آدمی کو یہی مناسب بھی ہے کہ جب دنیا سے کوچ کرے تو محبت آلہی ہی مین سفر کرے تا کہ خدا کی ملاقات بھی اچھی معلوم ہو کیونکہ جو شخص خدا سے ملنا اچھا جانتا ہے خدا تعالی اوس سے ملنا اچھا جانتا ہے اور یہ صورت رجا مین بن سکتی ہے اسلیے کہ محبت رجا سے ملی ہوئی ہے غرضکہ جو شخص اوسکے کرم کا راجی ہوگا وہ محبوب ہوگا اور تمام علوم اور اعمال سے غرض معرفت آلہی ہے یہانتک کہ معرفت سے محبت پیدا ہو جاوے کیونکہ انجام کو اوسی کیطرف جانا ہے اور مرنے کے بعد اوسی تک آنا اور جو شخص اپنے محبوب کے پاس آتا ہی تو نہایت ا

محبت اوسکی خوشی ہوتی ہے اور اگر جدا ہوتا ہے تو اوسیقدر رنج و غم بھی ہوتا ہے
پس اگر مرنے کے وقت دل پر محبت زن و فرزند و مال و مسکن و اراضی اور رفقا و
احباب کی غالب ہوگی تو یہہ شخص ایسا ہوگا کہ اسکی سب محبوب چیزین دنیا ہی مین تھیں تو
دنیا اوسکی جنت تھی اسواسطے کہ جنت اوسی مقام کا نام ہے جسمین سب خاطر خواہ چیزین
ملا جمع ہوں تو ایسے شخص کا مرنا گویا جنت مین سے نکلنا اور اوسکی خواہش کی چیزون مین
اور اوسمین حجاب پڑجانا ہے اور ظاہر ہے کہ آدمی کی خواہش کی اشیا مین حجاب پڑجانا
بڑا سخت ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مرنا بڑی مصیبت ہے مگر جس شخص کا محبوب سوا
خدای تعالی اور اوسکے ذکر اور معرفت اور فکر کے اور کچھہ نہین اور دنیا اور اوسکے علائق
عارج اوقات ہیں تو ایسے کے حق میں دنیا قید خانہ ہے اسواسطے قید خانہ اوسکو کہتے ہیں
جسمین قیدی ایسی دل چاہتی بات سے راحت لینے نہ پاوے پس ایسے کے لیے مرنا گویا
قید سے چھوٹنا اور اپنے محبوب کے پاس آملنا ہے اور قید سے چھٹنے مین جو حال قیدی کا
ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنے محبوب کا وصال بلا مزاحم میسر آتا ہے اوسکی کیفیت معلوم
اسی سے قیاس کرنا چاہیے کہ اس شخص کو کیسی خوشی ہوتی ہوگی اور یہ ثواب عقاب جو
بعد موت کے آدمی کو پہلے پہلے ملتا ہے اسمین اوس ثواب کا ذکر ہے جو خدای تعالی
نے اپنے پاک بندوں کے لیے چھپا رکھا ہے جو نہ آنکھون نے دیکھا نہ کانون نے سنا نہ کسی بشر کے
دل پر گذرا اور نہ اسمین وہ عذاب شامل ہے جو اللہ تعالی نے اون لوگون کیواسطے تیار
کر رکھا ہے جو زندگی دنیا کو آخرت کی نسبت اچھا جانتے ہین اور اوسی پر راضی اور تسلی کر
بیٹھے ہین اور وہ عذاب طرح طرح کا وبال و زنجیرین اور طوق اور انواع و اقسام کی ذلت
و رسوائی ہے ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ اللہ تعالی ہمکو مسلمان اوٹھاوے
اور صلحا مین ملاوے اور اس دعا کے قبول ہونے کی طمع بجز حاصل کرنے محبت الہی کے
نہین اور حصول محبت الہی کی سبیل بدون نکالنے غیر اللہ کی محبت کے دل سے اور
جتنے علاقے سوا خدای تعالی کے ہین مال اور جاہ اور وطن وغیرہ اونکے قطع کرنے کے
نہین بن پڑتی تو بہتر ہے کہ ہم وہ دعا مانگین جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے
چنانچہ آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ
اِلٰی حُبِّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ خلاصہ یہ کہ موت کو

غلبہ رجا کا مناسب ہے اسواسطے کہ اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور موت سے پیشتر غلبہ
خوف کا مناسب ہے کیونکہ اس سے بخوبی شہوات کی آگ بجھ جاتی ہے اور دل سے محبت دنیا کا
استیصال اچھی طرح ہو جاتا ہے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَمُوتَنَّ
اَحَدُکُمْ اِلَّا وَهُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِرَبِّهٖ اور حدیث قدسی مین مذکور ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ
عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَاءَ اور جب کہ حضرت سلیمان تیمی رح کی وفات قریب ہوئی تو اپنے
بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے اجازتون کا ذکر کرو اور جب تک میرا وصال ہو رجا کا بیان
کرتے رہو کہ مین خدا سے حسن ظن کے ساتھ ملون اور جب حضرت سفیان ثوری رح کو نزع کا
عالم ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو اپنے گرد علما کو جمع کیا کہ وہ توقع دلاوین اور حضرت
امام احمد بن حنبل رض نے اپنے لڑکے کو نزع کیوقت ارشاد فرمایا کہ مجھ سے وہ احادیث بیان کر
جنمین رجا اور حسن ظن کا مذکور ہے اور مقصود ان سب سے یہی ہے کہ اوسوقت اللہ تعالی اپنا
محبوب بنجائے اور اسی بنا پر حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی آئی کہ مجکو میرے
بندون کے نزدیک محبوب کردے اونھون نے عرض کیا کہ الٰہی کسطرح ارشاد ہوا کہ اونسے
میرے انعام واحسان کو بیان کر غرضکہ غایت سعادت آدمی کی یہی ہے کہ اللہ کی
محبت مین مرے اور محبت الٰہی دو چیزون سے حاصل ہوتی ہے اول معرفت سے دوم محبت
دنیا کو دل مین سے نکالنے سے یہان تک کہ دنیا ایسی معلوم ہو گویا قیدخانہ ہے کہ محبوب سے
نہین ملنے دیتا چنانچہ بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کو خواب مین دیکھا کہ وہ
اوڑتے ہین اونھون نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ مین ابھی قید سے چھٹا ہون
صبح کو جو جاگے تو لوگون سے ابو سلیمان کا حال پوچھا لوگون نے کہا کہ شب گذشتہ اونکا وصال ہوا

چھٹا بیان اوس تدبیر کا جس سے حالت خوف کی حاصل ہو

جاننا چاہیے کہ جو علاج ہم نے صبر کے حال مین لکھا ہے اور باب صبر و شکر مین اوسکی تشریح
کی ہے وہ اس غرض مین کافی ہے اسلیے کہ صبر جبھی ہو سکتا ہے جب اول خوف و رجا
ہو لین کیونکہ اول مقام دین کے مقامات سے یقین ہے یعنی اعتقاد قوی اور ایمان ہونا
اللہ تعالی اور روز جزا اور جنت و دوزخ پر ہونا اور ظاہر ہے کہ اس اعتقاد سے خوف
دوزخ کا اور رجا جنت کی ضرور ہیجان مین آویگی اور رجا اور خوف صبر سے زبردست ہین
کیونکہ جنت مکروہات سے ڈھانپی ہوئی ہے اونکے تحمل پر صبر کرنا بدون قوت

رہا کے نہیں ہو سکتا اسیطرح دوزخ شہوات سے چھپی ہوئی ہے اونکے استیصال پر صبر اور
بدون قوت خوف کے ممکن نہیں - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص
مشتاق جنت کا ہوتا ہے وہ شہوات کی چیزوں کو بھول جاتا ہے اور جو شخص کہ دوزخ
کی آگ سے ڈرتا ہے وہ حرام چیزوں سے باز رہتا ہے پھر یہ مقام صبر جو خوف و رجا
حاصل ہوتا ہے اس سے مقام مجاہدہ اور ذکر الٰہی اور فکر دائمی کے لیے تنہا رہنا حاصل ہوتا
اور دوام ذکر سے نوبت انس کی او دوام فکر سے کمال معرفت اور کمال معرفت و انس سے
محبت کا مقام ملتا ہے اور محبت کے بعد رضا اور توکل وغیرہ مقامات ملتے ہیں پس
منازل دین کے سلوک میں یہ ترتیب ہے اول اصل یقین ہے اوسکے بعد کوئی مقام
بجز خوف و رجا کے نہیں نہ اونکے بعد سوا صبر کے کوئی مقام ہے اور مجاہدہ اور جدا
لیے ظاہر و باطن میں مجرد ہو جانا صبر ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بعد مجاہدہ کے اگر
کسیکو راہ کھلتا ہے تو سوا ہدایت اور معرفت کے اور کوئی مقام نہیں اور معرفت کو بعد
انس محبت کے سوا کوئی مقام نہیں اور محبت کے لیے ضروری ہے کہ محبوب کے
فعل پر راضی رہے اور اوسکی عنایت پر اعتماد رکھے جس سے رضا اور توکل کے مقامات
حاصل ہوں - خلاصہ یہ کہ ہر چند جو کچھ ہم صبر کے علاج میں لکھ آئے ہیں اوسیقدر بیان
کافی ہے الا تاہم خوف کو ہم علیحدہ ایک مختصر کلام میں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ خوف دو صورتوں مختلفہ سے پیدا ہوتا ہے جنمیں سے ایک صورت دوسری کی نسبت
اعلیٰ ہے اور ان دونوں صورتوں کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک لڑکا ایک گھر میں ہو
اور یکایک اوسمیں کوئی درندہ یا سانپ چلا آوے تو کیا عجب ہے کہ لڑکا اوس سے نہ ڈرے
بلکہ سانپ کے پکڑنے کو ہاتھ بڑھاوے اور اوس سے کھیلنا چاہے لیکن اگر اوسکے ساتھ اوسکا
باپ بھی ہو اور اوسکو کچھ سمجھ بھی ہو اور اوسکا باپ سانپ یا درندے کو دیکھکر ڈر جاوے
اور بھاگ کھڑا ہو تو لڑکا بھی جب باپ کو کانپتے اور بھاگتے دیکھے گا اوسکے ساتھ ہی
بھاگے گا اور خوف اوس پر چھا جاویگا پس یہاں ایک خوف تو باپ کا ہے جو سانپ کی
خاصیت اور اوسکا زہر جانتا پہچانتا ہے اور درندے کی پکڑ اور جھپٹ اور بیدردی کو
سمجھتا ہے اور ایک خوف لڑکے کا ہے جو صرف باپ کی تقلید سے ہی اس وجہ سے
کہ جانتا ہے کہ باپ کا ڈرنا کسی خوفناک چیز ہی سے ہے پس اوسکی دیکھا دیکھی جاتا ہے

کہ درندہ اور سانپ خوفناک چیز ہے اور اوسکی وجہ نہیں جانتا جب اس مثال کو جان چکے تو
جان لو کہ خدای تعالیٰ سے ڈرنے کے بھی دو مقام ہین اول خوف اوسکے عذاب سے دوم
خوف اوسکی ذات سے دوسری قسم کا خوف اون لوگون کو ہوتا ہے جو اہل علم اور ارباب
کشف ہین اور اوسکی صفات مین سے وہ امور جانتے ہین جو مقتضی ہیبت اور رعب اور خوف
کے ہین اور نیز بھید سے اس قول خداوندی کے وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ اور اس قول کے
اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ خوب واقف ہین اور قسم اول خوف عام خلق کا ہے جو محض
جنت اور دوزخ پر ایمان لانے اور اونکو باداش طاعت و معصیت اعتقاد کرنے سے
ہوتا ہے اور یہ خوف غفلت کے باعث اور ضعف ایمان کے سبب کم زور ہو جاتا ہے اور
یہ غفلت وعظ و نصیحت کے سننے اور قیامت کی وحشتون کے ہمیشہ سوچنے اور اقسام
عذاب آخرت کے یاد کرنے سے جاتی رہتی ہے اور نیز خائفین کو دیکھنے اور اونکے
پاس بیٹھنے اور اونکے احوال کے مشاہدہ کرنے سے زائل ہو جاتی ہے اگر مشاہدہ نہو
تب بھی سننا خالی تاثیر سے نہین اور دوسری قسم خوف کی جو بڑھکر ہے وہ یہ ہے کہ
خود خدای تعالیٰ سے خوف کیا جائے یعنی اوسکی دوری اور حجاب سے خوف ہو اور قرب کی
رجا حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ خوف دوزخ کا بمقابلہ خوف فراق کے ایسا ہی
جیسا ایک قطرہ سامنے سمندر کے اور یہ خوف علما کو ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ اور عام مومنین کو بھی اس خوف سے بہرہ ہے مگر
اونکا خوف صرف تقلیدی ہے جیسے لڑکے کا خوف سانپ سے اپنے باپ کی تقلید سے
تھا اور چونکہ اس خوف تقلیدی مین بصیرت نہین ہوتی اسیواسطے ضعیف ہوتا ہے
اور جلد جاتا رہتا ہے یہان تک کہ لڑکا اگر کبھی کسی منتر والے کو سانپ پکڑتے دیکھتا ہے
تو خود مغالطہ کھا کر اوسکی دیکھا دیکھی آپ بھی جرأت اوسکے پکڑنے کی کرتا ہے جیسے باپ کی
دیکھا دیکھی خوف کرتا تھا بہرحال عقائد تقلیدی اکثر ضعیف ہوتے ہین الا اوس صورت
مین کہ اونکے اسباب کو ہمیشہ دیکھا جائے جنسے کہ اونکی تاکید ہوتی ہے اور پھر مقتضای
اسباب کے بموجب طاعت کی کثرت اور معاصی سے اجتناب پر مدت دراز تک مواظبت
کیجائے تو البتہ عقائد قوی ہو جاتے ہین حاصل یہ کہ جو شخص درجۂ معرفت پر پہونچکر خدای تعالیٰ
کو پہچانتا ہے وہ خواہ مخواہ خوف کرتا ہے اوسکے لیے کسی علاج کی ضرورت نہین جس

کہ خوف اوسکو حاصل ہو جیسے کوئی شخص درندے کو جانے کہ اور اپنے آپ کو اوسکے پنجوں مین مبتلا دیکھے تو اوسکے لیے اس بات کی حاجت نہین کہ دشمنے سے ڈرنے کے لیے اوسکے واسطے کوئی تدبیر کیجاوے بلکہ وہ تو درندے سے خواہ مخواہ ڈریگا اور یہی واسطے خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسے درندہ ایذا رسان سے ڈرتا ہے اور درندہ ایذا رسان سے ڈرنے کے لیے بجز درندے کی معرفت اور اوسکے پنجوں مین واقع ہونے کی کیفیت معلوم کرنے کے اور کچھہ تدبیر نہین چاہیے پس جو شخص کہ خدای تعالی کو جانے گا وہ یہ جان لیگا کہ وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے کچھہ پروا نہین کرتا جو چاہتا ہے سو حکم دیتا ہے کسی سے نہین ڈرتا فرشتوں کو بدون کسی ذریعہ سابقہ کے قرب عنایت فرمایا اور ابلیس کو بغیر کسی جرم گذشتہ کے راندہ درگاہ کیا اوسکی صفت یہی ہے جو حدیث قدسی مین مذکور ہے هٰؤُلَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا أُبَالِي اور اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ عذاب بدون معصیت کے نہین دیتا اور نہ ثواب بدون طاعت کے تو اوسکو یہ تامل کرنا چاہیے کہ پھر مطیع کے لیے اسباب طاعت سے کیون اعانت کرتا ہے کہ اوسکو خواہ مخواہ اطاعت ہی کرنی پڑتی ہے اور عاصی کو لوازم معصیت کیون مہیا فرماتا ہے جس سے کہ وہ طوعاً و کرہاً گناہ کرتا ہے یعنی جب خدای تعالی نے غفلت اور شہوت اور قدرت شہوت کے ادا کی مہیا کردی تو فعل تو اوس سے ضرور ہی ہوگا اب جو اوسکو اپنی درگاہ سے دور کیا تو اسلیے کیا کہ وہ مرتکب جرم ہوا مگر ہم یہ کہتے ہین کہ اوسکو جو قدرت گناہ دی اور اوس سے گناہ کرایا یہ کس سبب سے ہوا کیا پہلے اس سے کوئی اور خطا ہوئی تھی جسکی سزا مین یہ گناہ اوس سے سرزد ہوا پھر اوس خطا کو کہینگے کہ وہ کس لیے ہوئی تھی یہان تک کہ ایک لاانتہا سلسلہ پہنچا وے یا اول ہی قصور پر یون کہا جاوے کہ پہلے سے سزا کا قصور کوئی نہین تھا بلکہ ازل مین اوسپر یون ہی لکھا گیا تھا اور اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اوس حدیث مین کہ قصہ گفتگو حضرت آدمؑ اور حضرت موسی علیہما السلام کا خدای تعالے کے سامنے مذکور فرمایا کہ دونون مین گفتگو ہوئی اور حضرت آدم غالب ہوے حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ تم وہی آدم ہو جنکو خدای تعالی نے اپنے ہاتھہ سے پیدا کیا اور اپنی روح ڈالی اور اپنے فرشتون سے سجدہ کرایا اور اپنی جنت مین رکھا پھر تم نے

اپنی خطا کے باعث لوگون کو زمین پر اوتارا حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم وہی تو ہو جنکو خدا ی تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے مخصوص فرمایا اور تختیان عنایت فرمائین جنمین ہر ایک چیز کا بیان تھا اور تمکو اپنی سرگوشی مین سرفراز فرمایا تو بھلا یہ تو بتاؤ کہ خدا ی نے میری پیدایش سے کتنا پہلے توریت کو لکھا تھا حضرت موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ چالیس برس پیشتر حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ توریت مین یہ بھی ہے کہ نہین فَعَصیٰ آدَمُ رَبَّہٗ فَغَویٰ اونھون نے فرمایا کہ ہے حضرت آدم نے فرمایا کہ کیا تم مجھکو ایسے عمل کرنے پر ملامت کرتے ہو جو چالیس برس پیشتر میرے عمل کرنے اور پیدا ہونے سے اللہ تعالی نے مجھپر لکھدیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تقریر سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام پر غالب رہے پس جو شخص اس امر مین سبب کو معلوم کریگا اور معلوم کرنا بھی نور ہدایت سے ہوگا تو وہ شخص خاص عارفون مین سے ہوگا جو تقدیر کے بھید سے واقف ہین اور جو شخص سنکر ایمان لاویگا اور سنتے ہی یقین کرلیگا وہ عام مومنین سے ہوگا اور انمین سے ہر ایک فریق کو ایک طرح کا خوف ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک بشر قبضہ قدرت مین ایسی طرح ہے جیسے ضعیف لڑکا درندے کے چنگل مین اور درندہ کبھی تو بھول جاتا ہے اور لڑکے کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی غرا کر چیر پھاڑ ڈالتا ہے اور یہ صورتین بحسب اتفاق ہوا کرتی ہین اور اس اتفاق کے لیے بھی اسباب تقدیری معین ہوا کرتے ہین لیکن اگر اس امر کو بلحاظ نہ جاننے والے کے دیکھین تو اتفاق کہینگے اور اگر خدا ی تعالی کے علم کے اعتبار سے دیکھین تو اتفاق نہ کہینگے۔ اور جو شخص کہ درندہ کے چنگل مین پڑا ہے اگر اوسکی معرفت کامل ہو تو وہ اوس سے خوف نہین کریگا اسواسطے وہ بھی مسخر ہے اگر اوسپر بھوکھ مسلط کیجاوے گی تو شکار کریگا اور اگر غفلت حاوی کردیجاویگی تو چھوڑ دیگا تو مسخر سے کیا ڈرنا چاہیے خوف اوس سے چاہیے جسنے درندے کو اور اوسکی صفات کو پیدا کیا اسیلیے ہم یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ اللہ تعالے سے ڈرنے کی مثال درندہ سے ڈرنا ہے بلکہ اگر پردہ اوٹھا لیا جاوے تو معلوم ہو کہ درندہ سے ڈرنا بعینہ خدا سے ڈرنا ہے اسواسطے کہ درندے کے ذریعے سے ہلاک کرنے والا تو وہی ہے۔ اب یہ جاننا چاہیے کہ آخرت کے درندے مثل دنیا کے درندون کے ہین اور اللہ تعالی نے اسباب عذاب اور اسباب ثواب دونون کو پیدا کیا اور

دونون کے واسطے اونکے اہل بھی پیدا کیے جنکو تقدیر الٰہی بحکم قضاء ازلی کے اوسطرف
ہنکا کے لیے جاتی ہے جسکے واسطے وہ پیدا ہوے ہین مثلاً جنت کو خدای تعالی نے
پیدا کیا اور اوسکے لیے کچھ لوگ بنائے کہ وہ جنت کے سامان کے لیے مسخر کردیے ہین
وہ چاہین یا نچاہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اوسکے لیے بھی کچھ لوگ پیدا کیے اور اونکو
دوزخ ہی کے اسباب کا مسخر کردیا اونکو مقدور ہی نہوسکا پس جو کوئی اپنے نفس کو گرداب تقادیر
اور جار موجہ قضا مین دیکھے گا اوسپر بیشک خوف غالب ہوگا - یہ خوف اون لوگون کا ہے
جو راز تقدیر کو پہچانتے ہین مگر جسکو یہ نہ پہنچا کہ کنگرہ استبصار تک دشوار ہو اونکا علاج یہ ہے کہ
اپنے نفس کی دوا اخبار و آثار کے سننے سے کرے یعنی خائفین اور عارفین کے احوال اقوال کا
مطالعہ کرے اور پھر اونکے عقول و مناصب کو مغرور رجا والون کے منصب کے ساتھ نسبت دے
تو کچھ شک کریگا اس بات مین کہ پیروی کرنی اول فرقہ کی اولی ہے کیونکہ وہ لوگ انبیاء اور
علما ہین اور فریق ثانی یعنی بیخوف لوگ فرعون اور جاہل اور غبی ہین زیادہ اس سے کیا ہوگا
کہ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو سید الاولین و الآخرین ہین وہ سب سے زیادہ خائف
رہتے تھے یہانتک کہ روایت ہے کہ ایک لڑکے کی نماز جنازہ آپ پڑھتے تھے کہ آپنے
کسیکو پڑھتے سنا اللھم قہ عذاب القبر و عذاب النار اور ایک روایت مین ہے کہ کسی کو
یون کہتے سنا ھنیئا لک عصفور من عصافیر الجنۃ آپ غصہ ہوے اور فرمایا کہ تونے
کیسے جانا کہ یہ ایسا ہی ہے بخدا کہ مین رسول خدا ہون مگر مجکو معلوم نہین کہ میرے ساتھ
کیا معاملہ کیا جاویگا اللہ تعالی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے واسطے کچھ لوگ بنائے کہ
اونمین نہ زیادہ ہون نہ کم - اور ایک روایت یون ہے کہ یہی ارشاد آپنے حضرت عثمان بن
مظعون رضہ کے جنازے پر جو اول مہاجرین مین سے تھے اوسوقت فرمایا تھا کہ جب حضرت
ام المومنین ام سلمہ رضہ نے اونکو کہا تھا ھنیئا لک الجنۃ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا
کرتین کہ عثمان کے بعد مین کسیکو پاک نہ کہونگی اور محمد بن حولۃ الحنفیہ یعنی بیٹے حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کے فرماتے ہین کہ بخدا مین سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو پاک
نہین کہتا نہ اپنے باپ کو کہون جنکا مین تخم ہون راوی کہتے ہین کہ اس بات سے فرقہ
شیعہ نے اونپر ہجوم کیا تو آپنے فضائل و مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیان کرنے
شروع کردیے - اور ایک دوسری حدیث مین ایک شخص اہل صفہ کا حال مروی ہے کہ جب وہ

شہید ہوئے تو انکی مان نے کہا کہ بیٹا جنت مبارک ہو تو جنت کی چڑیون مین سے ہے
تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی اور راہ خدا مین مارا گیا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اونکی مان سے کہا کہ تمکو کیسے اوسکا جنتی ہونا معلوم ہوا شاید وہ اپنی حیات مین
کلام غیر نافع کیا کرتا ہو یا ایسی چیز کو نہ دیا کرتا ہو جو اوسکو مضر نہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لیگئے وہان سنا کہ کوئی عورت
کہہ رہی ہے کہ تجھکو جنت مبارک ہو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو خدا پر حکم کرتی ہے مریض نے
عرض کیا کہ یہ میری مان ہے آپنے اوس عورت کو ارشاد فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید
تمہارا لڑکا کلام بیفائدہ کیا کرتا ہو اور ایسی چیز مین بخل کیا کرتا ہو جسکے پاس رہنے سے
تو انگر نہوتا ہو۔ علاوہ ازین سب مسلمان کسطرح خوف نکرین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ مجھکو بوڑھا کر دیا سورہ ہود اور اوسکی بہنون سورہ واقعہ اور کورت اور
عم یتساءلون نے علما اسکی وجہ یہ فرماتے ہین کہ شاید یہ قول آپ کا اسلیے ہے کہ سورہ ہود مین
دور کرنے کا مضمون بہت ہے جیسے اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ اور اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ
اور اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ وجہ یہ کہ آپ کو معلوم تھا کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو یہ قوم
شرک نہ کرتی کیونکہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کر دیتا اور سورہ واقعہ مین یہ مضمون ہے
لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ یعنی جو شدنی ہے اوس پر قلم خشک ہو گیا تو پہلا
لکھا پورا ہوگا جب تک کہ واقعہ آئے اور وہ یا خافضہ یعنی پست کرنے والی ہوگی اون
لوگون کی جو دنیا مین اونچے تھے یا رافعہ ہوگی یعنی اونچا کرنے والی اون لوگون کی
جو دنیا مین پست تھے اور سورہ کورت مین قیامت کے اہوال ہین اور خاتمے کا ظاہر
ہونا چنانچہ ارشاد ہے وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ
اور عم یتساءلون مین بھی کچھ ایسا ہی مضمون ہے يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اور
لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا اور قرآن مجید اول سے آخر تک
خوف ہی ہے اگر کوئی سمجھکر پڑھے اور اگر تمام قرآن مین صرف ایک یہی آیت ہوتی کہ
وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى تو کافی ہوتی اسلیے کہ اسمین مغفرت کو
چار شرطون پر معلق کیا ہے کہ بندہ اونمین سے ایک کو ادا کرنے سے بھی عاجز ہے کہ
اس سے زیادہ سخت یہ قول خداوندی ہے فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ

من المطلوبین یعنی وہ خود سچا اور سچا کر دیا گیا کبھی یقینی فلاح نہیں اور یہ قول لیسئل الصادقین عن
صدقہم اور سنفرغ لکم ایہا الثقلان اور افامنوا مکر اللہ اور وکذلک اخذ ربک
اذا اخذ القری وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید اور یوم نحشر المتقین الی الرحمن
وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور وان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما
مقضیا اور اعملوا ما شئتم انہ بما تعملون بصیر اور من کان یرید حرث الآخرۃ
نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب
اور فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ اور وقدمنا الی
ما عملوا من عمل فجعلناہ ہباء منثورا اور والعصر ان الانسان لفی خسر
الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر
سو تمہیں نقصان و خسران سے بچنے کی چار شرطیں کی ہیں اور انبیاء علیہم السلام جو باوجود انعام و احسان
الٰہی کے ڈرتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ وہ خدا تعالیٰ کے مکر سے خوف کرتے ولا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون
جو خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے یہاں تک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام
خدا تعالیٰ کے خوف سے روئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو وحی کی کہ تم کیوں روتے ہو
میں نے تمکو مامون کر دیا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مکر سے بے خوف کون ہو سکتا ہے گویا کہ جب
دونوں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے اور ہمکو اطلاع کاموں کے انجام کی نہیں تو اس
بات سے مامون نہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرمانا کہیں مراد امتحان اور ابتلا اور مکر کے ہو یعنی
اگر ارشاد خداوندی کے بعد خوف ساکن ہو جاتا تو معلوم ہوتا کہ مکر سے مامون ہیں اور اپنے
قول سابق کی وفا نہ ہوتی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ گوپھن میں رکھے گئے تو فرمایا
کہ حسبی اللہ یعنی خدا مجھکو بس ہے اور یہ ایک بڑا دعوی تھا اسلیے آپ کا امتحان لیا گیا
اور ہوا میں حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا
کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ تم سے کچھ مطلب نہیں تو یہ فرمانا آپ کا واقع میں اس
اول قول حسبی اللہ کا پورا کرنا تھا اسی قصے کو خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا وابراہیم
الذی وفی یعنی اول حسبی اللہ جیسا کہا تھا ویسا ہی نباہ دیا اور اسیطرح کا حال حضرت
موسی علیہ السلام کا بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا اننا نخاف ان یفرط علینا او ان یطغی
قال لا تخافا اننی معکما اسمع واری اور باوجود اسکے جب جادوگروں نے اپنا

جادو پھیلایا تو حضرت موسی علیہ السلام کے دل مین خوف ہوا اسلیے کہ آپ خدای تعالی کے
مکر سے بخوف نہ تھے اور امر مشتبہ ہوگیا تھا یہانتک کہ نئے سر سے اونکے لیے امن کا
ارشاد کیا گیا کہ لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی اور جب شوکت مسلمانون کی بدر کے روز
کم ہوگئی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی اگر اس جماعت کو
تو ہلاک کردیگا تو روے زمین پر کوئی ایسا نہین رہیگا جو تیری عبادت کرے تو حضرت
ابوبکر صدیق رض نے عرض کیا کہ آپ یہ الفاظ جانے دیجیے آپ کے لیے جو وعدہ خدای تعالی
نے کیا ہے وہ اوسکو پورا فرماویگا یہان حضرت صدیق رض کو تو اعتماد اللہ تعالی کے وعدہ پر
تھا اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام خوف خدا کے مکر سے حاصل تھا اور یہ مقام بڑا کامل
ہے اسواسطے کہ جیسی صادر ہوتا ہے جب اسرار الٰہی اور افعال خفیہ اور معانی صفات
خداوندی کی معرفت کامل ہو ان صفات سے جو سرزد ہوتا ہے اونہین سے بعض کو مکر
کہتے ہین اور بشر مین سے کسیکو طاقت نہین کہ کنہ صفات الٰہی کو معلوم کرلے اور جو شخص
معرفت کی حقیقت کو جان لے اور یہ بھی سمجھ لے کہ میری معرفت کنہ امور کے احاطہ سے
قاصر ہے اوسکا خوف بیشک بہت زیادہ ہوگا اور اسیواسطے حضرت عیسی علیہ السلام سے
جب سوال ہوا کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اونھون نے جواب مین عرض کیا کہ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا
اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اور آخر کو فرمایا کہ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ آپ نے سارا کام مشیت پر سونپ دیا اور اپنے آپ کو بالکل درمیان سے
علیحدہ کردیا اسلیے کہ معلوم تھا کہ ہمکو کچھ اختیار نہین سب کام مشیت ایزدی سے وابستہ
ہین کہ عقل و عادت کے حیطہ سے خارج ہین اونیز حکم قیاس اور گمان اور وہم سے بھی
نہین ہوسکتا چہ جائیکہ تحقیق اور یقین کسی امر کا ہوسکے اور یہی بات تو وہ ہے جس سے
عارفون کے دل ٹکڑے ہوتے ہین یعنی قیامت کبری وہ ہے جسمین آدمی کو کام ایسی ایک
ذات سے پڑیگا جسکو کچھ پروا نہین اگر وہ ہلاک کرے تو اوس جیسے بیشمار کو ہلاک کردیا ہے
اور ہمیشہ دنیا مین اونکو انواع و اقسام کی تکلیفات و امراض سے عذاب دیتا ہے اور باوجود
اسکے اونکے دلون کو کفر اور نفاق کا رنگ لگا کر ابد الآباد کو اونپر عذاب مقرر فرماتا ہے پھر آپ ہی فرماتا ہے وَلَوْ شِئْنَا
لَاٰتَیْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

اور وہ ویسا ہی حکم فرماتا ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ
اب سوچنے کی بات ہے کہ جب ازل میں یہ قول ہو چکا اور اوسکے تدارک کی کچھ طمع نہیں تو
کسطرح خوف نہ ہوگا اگر بالفرض تقدیر ہوتی معاملہ حال ہی کی رد و بدل پر منحصر ہوتا تب بھی طمع
کسی حیلے اور تدبیر کی ہوتی مگر اب تو بجز تسلیم اور کیا ہو سکتا ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جو اسباب دل اور
اعضا پر کھلا کھلی معلوم ہوتے ہیں اونسے قرینہ سابقۂ ازلی کا معلوم ہو جاوے مثلاً جس
شخص کے لیے اسباب شر کے مہیا ہوں اور اسباب خیر میں اوسمیں حجاب واقع ہو اور اوسکا
علاقہ دنیا سے خوب پکا ہو تو گویا اوسکو واقع میں راز تقدیر کا کھل گیا ہے کہ میرے نصیب میں
بدبختی لکھی ہے کیونکہ جو شخص جس واسطے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے ویسے ہی سامان مہیا
ہوتے ہیں اور اگر کسیکے اسطے خیرات میسر ہوں اور دل بالکل دنیا سے علیحدہ اور ظاہر و باطن
دونوں سے متوجہ الی اللہ ہو تو یہ باتیں اس امر کو چاہتی ہیں کہ خوف تھوڑا ہو بشرطیکہ اسی
حال پر ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہو لیکن ایک حال پر جاری رہنا دشوار ہے شعر

اگر دوستیں بر جائے بماندے	سر دوست از ہر دو عالم بر فشاندے

علاوہ ازین خاتمے کا خطر آتش خوف کو دوبالا کرتا ہے اور اس شعلے کے بجھنے کی کوئی
تدبیر نہیں حال کے بدلنے کا خوف ناحق کجان پر بار ہوتا ہے اور کیوں نہو کہ حدیث شریف
میں وارد ہے مومن کا دل خدای تعالیٰ کی دو انگلیوں میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے
کہ دل لیپٹے میں ہنڈیا کے اوبال سے بھی زیادہ ہے اور خدای تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ عَذَابَ
رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ان اقوال کو سنکر کوئی بڑا ہی جاہل ہوگا جو بیخوف ہو جاویگا یعنی
جس صورت میں کہ خدا سے تعالیٰ علانیہ امن سے ڈراتا ہے تو پھر گنجایش بیخوفی کی کہاں ہے
اور خدای تعالیٰ کا بڑا احسان ہے عارفوں پر کہ اونکے دلوں کو رجا کی روح سے تازہ رکھتا ہے
ورنہ آتش خوف سے جلکر اونکے دل کباب ہو جاتے اور جسطرح کہ رجا کے اسباب خواص الٰہی کے
لیے رحمت ہیں اسیطرح لوازم غفلت عام لوگوں کے حق میں من وجہ رحمت ہیں اگر غفلت
دور کر دی جاوے اور اصل حال لوگوں کو معلوم ہو جاوے تو جان بدنوں سے رخصت ہو
اور مقلب القلوب کے خوف سے دل ٹکڑے ہو جاویں ـ بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر
کوئی شخص میرے ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ میں ہوکر مر جاوے
تو میں اوسکی توحید کو یقینا نہیں کہہ سکتا ہوں اسواسطے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ اتنے

عرصے مین کہ وہ ستون کی آڑ مین کیا اوسکو دل پر کیا کیا تغیر ہوا۔ اور بعض عارف فرماتے ہین
کہ اگر گھر کے دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے
مسلمانی پر خاتمہ ہوتا تو مجکو یہی منظور ہو کہ اسلام پر مرون اور حجرے کے باہر نہ نکلون اسواسطے
کہ حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے مین مجھے کیا معلوم ہے کہ میرے
دل پر کیا تبدل ہوجاویگا۔ اور حضرت ابو درداؓ قسم سے یہ بات فرماتے کہ جو شخص موت کے
وقت اپنے ایمان کے چھن جانے سے بیخوف ہوجاتا ہے اوسکا ایمان ضرور ہی چھن جاتا ہے
اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ صدیقون کو خوف ہر قدم اور ہر وسوسہ پر خاتمہ کے
برا ہونے سے رہتا ہے اور اونکا وصف بھی خدا تعالی اسی خوف سے فرماتا ہے
وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ ۔ اور جب حضرت سفیان ثوری کا وقت مرگ قریب پہونچا تو روتے تھے
اور نہایت خائف تھے لوگون نے اونسے کہا کہ آپ کو رجا کرنی چاہیے خدا تعالی کا عفو
تمھارے گناہون سے بڑا ہے شعر گر عظیم ست از فرو دستان گناہ ؛ از جنابش عفو کردن اعظم است
آپنے فرمایا کہ مین گناہون کیواسطے نہین روتا اگر مجھے یہ معلوم ہوجاوے کہ خاتمہ توحید پر
ہوگا تو مجھے کچھ پروا نہین گو میرے ساتھہ پہاڑون کے برابر گناہ ہون۔ حکایت ہے
کہ بعض خائفین مین سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب مین مرنے لگون
میرے سرہانے بیٹھنا اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا تو تمام میرا مال لیکر اوسکے بادام
اور شکر خرید کر شہر کے لڑکون کو تقسیم کرنا اور کہنا کہ ایک شخص قید مین سے چھٹا ہوا اوسکی
شیرینی ہے اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہو تو لوگون کو خبر کردینا کہ یہ شخص توحید پر نہین مرا تاکہ
کوئی دھوکے مین آکر میرے جنازے پر آوے اور مرنے کے بعد مجکو ریا لاحق ہو اگر تم
سب سے کہدوگے تو جسکا دل چاہیگا آویگا ریا کے باعث کوئی نہ آویگا اونکے بھائی نے
پوچھا کہ مین کیسے جانون کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا یا نہین اونھون نے کچھہ علامات بتادی
کہ توحید کی پہچان یہ ہوگی جب اونکی وفات ہوئی تو اونکے بھائی نے علامت توحید پائی اور
بموجب وصیت بادام و شکر لیکر تقسیم کردی۔ اور حضرت سہیل رح کا قول ہے کہ مرید کو خوف گناہ مین
مبتلا ہونے کا ہوتا ہے اور عارف کفر مین مبتلا ہونے سے ڈرتا ہے۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی
فرماتے ہین کہ جب مین مسجد کو جاتا ہون تو یہ معلوم ہوتا ہے گویا میری کمر مین زنار ہے مجھے ڈر
لگتا ہے کہ کہین گرجا یا آتشخانے مین نہ لیجاوے اور مسجد مین گھسنے تک وہ زنار رہتا ہے

سستی نہیں جانے سے غلطی ہوجاتا ہے یہ بات سو دو پانچ بار ہوا کرتی ہے - اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے گروہ حواریان تم گناہوں سے ڈرتے ہو اور ہم پیغمبر لوگ عاقبت
کفر سے ڈرتے ہین اور انبیا کے حالات مین کہیں مذکور ہے کہ ایک پیغمبر نے خدا تعالیٰ سے
برسوں تک شکایت بھوک اور برہنگی اور جوؤن کی کی اور اونکا لباس اون کا تھا اونپر
وحی ہوئی کہ ہم نے تجھکو کفر سے بچائے رکھا اس بات سے راضی نہین ہو کہ دنیا مانگتے ہو اونہون
نے خاک اپنے سر پر ڈالی اور عرض کیا کہ الٰہی مین راضی ہون مجھکو کفر سے محفوظ رکھ اب غور کا
مقام ہے کہ جب خاتمے کی برائی سے ایسے عارف ڈرتے ہوں جنکے قدم راسخ اور ایمان
قوی ہین تو ضعیف بچارے کیسے نہین ڈرینگے - اور خاتمے کے بد ہونے کے چند اسباب ہیں
جو بہت سے پیشتر ہوجایا کرتے ہیں مثلاً بدعت و نفاق اور کبر اور کچھ اور صفات مذمومہ
چونکہ ان ایسی علامات جس سے خاتمہ بگڑتا ہے اسی جہت سے صحابہ رض نفاق سے نہایت
ڈرتے تھے حتی کہ حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ اگر مجھکو یہ معلوم ہوجاوے کہ مین نفاق سے بری
اور صاف ہوں تو یہ بات مجھکو دنیا و مافیہا سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اون لوگوں کے
نزدیک نفاق سے وہ نفاق مراد نہیں جو اصل ایمان کی ضد ہے بلکہ اس سے وہ نفاق مراد ہے
جو ایمان کے ساتھ اکٹھا ہوسکتا ہے یعنی کہ آدمی مسلمان بھی ہو اور منافق بھی
اور اس نفاق کی علامات بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَربَعٌ
مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ خَالِصٌ وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ وَإِنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ
مِنْهُنَّ فِيهِ شُعْبَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا
اؤْتُمِنَ خَانَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ اور ایک روایت مین وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وارد ہوا
اور صحابہ رض اور تابعین رح نے نفاق کی ایسی تفسیر کی ہے جس سے بجز صدیق کے کوئی
خالی نہیں چنانچہ حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نفاق مین سے ہے ظاہر و باطن کا مختلف
ہونا اور دل و زبان کا مختلف ہونا اور اندر اور باہر دو طرح پر ہونا اب تم ہی سمجھتے ہو کہ
ان باتوں سے کون خالی ہے بلکہ یہ باتیں لوگوں مین ایسی مانوس اور معتاد ہوگئی ہین کہ
کوئی اونکو برا ہی نہین جانتا علاوہ ازین یہ امور قریب زمانہ نفیس کا تھا جناب رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری تھے اس زمانے کو تو کون پوچھتا ہے - حضرت حذیفہ رض
فرماتے ہین کہ عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین آدمی ایسا لفظ کہا کرتا تھا کہ جس سے

منافق ہو جاتا تھا اور وہی لفظ مین تم سے دن مین کو دس دفعہ سنتا ہون - اور اصحاب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو کہ تمھاری نظرون مین وہ بال سے بھی زیادہ باریک ہین مگر ہم اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین کبیرہ جانتے تھے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ نفاق کی علامت یہ ہے کہ جیسا کام آدمی خود کرے ویسا لوگون سے اگر ہو جاوے تو برا جانے اور کسی سے جور کرنے کے باعث محبت رکھے اور حق بات کے باعث بغض - اور بعضونکا یہ قول ہے کہ نفاق اسکا نام ہے کہ جب کوئی تعریف ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو اوسکو یہ تعریف کرنا اچھا معلوم ہو اور ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضہ سے پوچھا کہ ہم جب امرا کے پاس جاتے ہین تو جو کچھ وے کہتے ہین اوسکو درست و بجا کہے جاتے ہین اور جب اونکے پاس سے اوٹھ آتے ہین تو اونکی حقارت کرتے ہین آپنے فرمایا کہ اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہم نفاق جانا کرتے تھے - اور روایت ہے کہ آپنے کسیکو سنا کہ حجاج کو برا کہہ رہا ہے آپنے اوسکو فرمایا کہ اگر حجاج موجود ہوتا تب بھی یہ کہتا کہ نہین اوسنے عرض کیا کہ اوسکے سامنے تو نہ کہتا آپنے فرمایا کہ ایسی بات کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے - اور اس سے بھی زیادہ سخت یہ روایت ہے کہ چند لوگ حضرت حذیفہ رضہ کے دروازے پر بیٹھے اونکا انتظار کر رہے تھے اور آپکا حال کچھ آپسمین بیان کرتے تھے جب آپ گھر مین سے نکلے تو سب لوگ آپسے حیا کر کے چپ ہو رہے آپنے فرمایا کہ تم جو باتین کرتے تھے وہی کرو سب خاموش رہے آپنے فرمایا کہ اسکو ہم عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین نفاق جانتے تھے اور یہ حضرت حذیفہ وہ ہین جو منافقین کے جاننے مین اور اسباب نفاق کے پہچاننے مین مخصوص تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ دل پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ ایمان سے بھر جاتا ہے یہانتک کہ اوسمین نفاق کی ایک سوئی کی برابر بھی گنجایش نہین ہوتی اور اوسپر ایک ساعت ایسی آتی ہو کہ نفاق سے بھر جاتا ہے حتی کہ ایمان کو گنجایش سوئی چبھانے کی نہین ہوتی - حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ عارفون کو خوف خاتمے کی برائی کا لگا رہتا ہے اور اوسکے اسباب چند امور ہوتے ہین جو خاتمے سے پہلے واقع ہوتے ہین اونمین سے بدعتین اور گناہ اور نفاق بھی ہین اور بندہ انمین سے کسی سے کم خالی ہوتا ہے اور اگر گمان کرے کہ مین نفاق سے خالی ہون تو یہ بھی نفاق ہے کیونکہ یہ قول مشہور ہے کہ جو شخص نفاق سے بیخوف ہو وہ منافق ہی

اور بعض اکابر نے کسی عارف سے کہا کہ میں اپنے نفس پر نفاق سے ڈرتا ہوں وہ عارف فرمایا کہ اگر تو منافق ہوتا تو نفاق سے نہ ڈرتا سو جسکہ عارف کو ہمیشہ التفات سابقہ ازلی خاتمہ کیطرف رہتا ہے اور دو کوئی خائف رہتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے العبد المؤمن بين مخافتين بين أجل قد مضى لا يدري ما الله صانع فيه وبين أجل قد بقي لا يدري ما الله قاض فيه فوالذي نفسي بيده ما بعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنيا دار الا الجنة

ساتواں بیان برے خاتمے کے معنی کے ذکر میں

چونکہ بیان گذشتہ سے اکثر خوف عارفین کا سو خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے اسلیے اوسکے معنی لکھنے ضروری ہیں پس جاننا چاہیے کہ خاتمے کا برا ہونا دو طرح پر ہے جنمیں سے ایک طرح دوسری کی نسبت زیادہ خوفناک ہے وہ یہ ہے کہ دل پر سکرات موت کیوقت اور شدت اہوال کے ظاہر ہونے کے وقت یا تو شک یا انکار ذات الہی میں غالب ہو جاوے اور اسی انکار اور شک کی صورت میں جان نکل جاوے تو یہ گرہ انکار کی بندہ میں اور خدای تعالی میں حجاب ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کی دوری اور عذاب دائمی کا مستحق کرتی ہے اور دوسری طرح خاتمے کی جو اسکی نسبت کم ہے وہ یہ ہے کہ بندہ کے دل پر مرنے کے وقت محبت کسی چیز کی دنیا کی چیزوں میں سے غالب ہو جاوے یا کوئی شہوت دنیاوی دل پر چھا جاوے اور دل میں ایسا ڈوبے کہ اس حال میں اور کسی کی گنجایش اوسمیں نہ رہے اور اتفاق سے ایسے ہی وقت جان نکل جاوے تو ایسی صورت میں دل کے ڈوبا رہنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ کا منہ اور سر دنیا کی طرف کو پھرا ہوا ہوگا اور جب منہ خدای تعالی سے پھر گیا تو حجاب ہو گیا اور جہاں حجاب ہوا عذاب نازل ہوا اسواسطے کہ جو آگ خدای تعالی نے سلگائی ہے وہ صرف محجوب لوگوں ہی کو لگتی ہے جو ایماندار کہ اونکے دل محبت دنیا سے سالم ہیں اور ہمہ تن اونکی ہمت مصروف الی اللہ ہے اونکو آگ یوں کہیگی کہ اے مومن گذر جا کہ تیرے نور نے میرے شعلے کو گل کر دیا غرضکہ اگر غلبہ محبت دنیا کی صورت میں اتفاق جان نکلنے کا ہوگا تو اندیشے کی بات ہے اسواسطے کہ آدمی اوسی صفت پر مرتا ہے جسپر زندہ تھا مرنے کے بعد کوئی ایسی صفت حاصل نہیں ہو سکتی جو دل کے اوپر چھائی ہوئی صفت کے مخالف ہو کیونکہ دلوں میں تصرف بدون اعمال جوارح کے نہیں ہوتا اور مرنے سے جوارح سب بیکار ہو گئے اونکے عمل بھی بند ہو گئے تو نہ طمع کسی عمل کی رہے

نہ اس بات کی توقع کہ دنیا میں ہٹ کر تدارک مافات کیا جاوے اس صورت میں حسرت بہت بڑی ہوگی مگر چونکہ اصل ایمان اور محبت الٰہی دل میں مدت مدید تک جمی رہی تھی اور اعمال صالحہ مستحکم ہوئی تھی تو ان دونوں سے وہ حالت جو آدمی کو موت کے وقت عارض ہو گئی تھی مٹ جاوے گی پس اگر ایمان قوت میں مثقال کی برابر ہوگا تب تو آدمی کو جلد دوزخ سے نکالیگا اور اگر اوس سے کم ہوگا تو بہت دنوں دوزخ میں رہنا پڑیگا یہان تک کہ اگر صرف ایک رتی کی برابر ہوگا تب بھی دوزخ سے نکلیگا گو ہزاروں برس کے بعد نکلے - اب اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آتش دوزخ مجرم پر موت کے بعد ہی آجاوے پھر قیامت تک کی تاخیر اور اتنی مدت کی مہلت کیون ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو شخص عذاب قبر کا منکر ہو وہ بدعتی ہے اور نور خدا اور نور قرآن اور نور ایمان سے محجوب ہے صاحبان بصیرت کے نزدیک صحیح اور درست یہی ہے کہ قبر یا ایک گڑھا ہے دوزخ کے غاروں سے یا ایک چمن ہے جنت کے باغون سے اور یہی امر احادیث صحیح سے بھی معلوم ہوتا ہے پس اگر آدمی کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا اور بدبخت جہان سے اوٹھا تو فوراً روح کے جدا ہوتے ہی مورد بلا ہوتا ہے اور قبر ہی سے عذاب شروع ہو جاتا ہے بعض اوقات اوسکی قبر پر ستر دروازے دوزخ کے کھل جاتے ہیں اور اقسام عذاب کی بھی بحسب اختلاف اوقات کے مختلف ہوتے ہیں مثلاً قبر میں رکھنے کے بعد سوال منکر نکیر کا ہوتا ہے پھر اوسکے بعد سزا ہوتی ہے پھر حساب کا اوبھاؤ اور سب کے سامنے قیامت میں فضیحت ہونا پھر اوسکے بعد پل صراط کا خوف اور دوزخ کے فرشتوں کی ہیبت وغیرہ جو امور جو احادیث میں مذکور ہیں تو بدبخت گویا اپنے سب احوال و اقسام عذاب میں گرفتار رہتا ہے اور اپنے کیے کو بھگتتا ہے مگر اوس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ اوسکو اپنی رحمت میں چھپالے - اور یہ خیال نکرنا چاہیے کہ ایمان کی جگہ کو مٹی کھا لیتی ہے بلکہ مٹی تمام اعضاء ظاہری کو کھا کر متفرق کرتی ہے یہان تک کہ وہ وقت مقرری آپہونچے اوسوقت سب اجزاء متفرق جمع ہونگے اور اون میں روح دوبارہ آویگی جو کہ محل ایمان رہتی ہے اور یہ روح مرنے کے بعد سے لیکر اوسدم تک یا تو اون جانوروں سبز کے پوٹوں میں رہیگی جو عرش کے نیچے لٹکے ہوئے ہیں بشرطیکہ سعید ہو اور یا اگر خدانخواستہ بدبخت ہوگی تو کسی حالت بد میں جو خلاف پہلی حالت کے ہو رہیگی - اب اون سببوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو موجب سوء خاتمہ کے ہوتے ہیں اگرچہ ایسی باتوں کے اسباب بے حد و شمار ہیں کہ اونکا

مفصل حیطۂ بیان مین آنا غیر ممکن ہے مگر کلیتہً اشارہ ہو سکتا ہے تو جاننا چاہیے کہ خوف خاتمہ
تنک اور انکار پر ہوتا ہے اوسکا سبب دو صورتوں مین منحصر ہوتا ہی صورت اول کہ باوجود ورع
اور زہد کامل اور اعمال مین صلاح تام کے متصور ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ زاہد مبتدعی ہو کیونکہ
مبتدعی کا انجام خطرناک ہے گو عمل اچھے ہون اور ہماری غرض بدعت سے کسی مذہب معین کی
نہیں کہ اوسکو بدعت قرار دیں اسلیے اسکے بیان کیواسطے ایک قول طول طویل چاہیے بلکہ
بدعت سے یہ مراد ہے کہ آدمی خداے تعالی کی ذات و صفات و افعال مین کوئی بات
غیر واقع اعتقاد کرے اور یہ اعتقاد ناحق یا تو اپنی تجویز اور قیاس اور عقل سے ہو کہ جب اپنی
تجویز و قیاس سے حریف کو رد کرے تو عقل پر اعتماد اور غرور کیا اور کسی امر ناحق کا عقل ہی
کے اعتماد سے اعتقاد کر لیا یا کسی دوسرے ایسے ہی شخص کی پیروی سے یہ اعتقاد ایسے
آپ مین آ گیا بہرحال جب ایسے شخص کو موت نزدیک ہوتی ہے اور ملک الموت کا چہرہ نظر
آتا ہے اور دل کو اپنے اندر کی حیرت گھبراہٹ ہوتی ہے تو بعض اوقات سکرات موت کی
حالت مین اوسپر کھل جاتا ہے کہ جو کچھ پہلے سے اعتقاد کر رکھا تھا وہ جہالت سے تھا
اور باطل محض ہے اور سکرات موت مین معلوم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موت کا حال پردہ
اوٹھ جانے کا وقت ہے یعنی چیزین جیسی حقیقت مین ہین ویسی بعد موت کے معلوم
ہوا کرتی ہین اور سکرات موت یا موت ہی کے مقدمات ہین اسی جہت سے بعض باتین واقعی سکرات موت مین
کھل جاتی ہین پس جب آدمی کو معلوم ہوا کہ یہ میرا پہلا اعتقاد جس پر مین یقین کلی اور اعتماد
قوی تھا باطل ہو گیا تو وہ صرف وہی ایک اعتقاد کو جھوٹا نہین سمجھتا جسمین اپنی رای کو
دخل دیا تھا بلکہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ جو چیزین وہ سمجھے تھا سب کی کچھ اصل نہین یعنی
پہلے سے اللہ و رسول پر ایمان رکھے اور اپنے اعتقاد فاسد کو صحیح جاننے مین کچھ فرق
نکرتا تھا مرنے کے وقت جو بعض اعتقادات کا حال جہالت کے سبب سے معلوم ہو گا
اس سے اور اعتقادات جو واقع مین صحیح تھے اونکو بھی باطل سمجھے گا یا اونمین شک کریگا
اب اگر اس حالت مین اسکی روح اتفاق سے نکلجاوے اور اصل ایمان اور حالت اصلی پر رجوع
کرنے نہ پاوے تو ظاہر ہے کہ اسکا خاتمہ برا ہو گا اور اوسکی روح معاذاللہ شرک پر نکلیگی
پس ایسے ہی لوگ مراد ہین اس آیت مین وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور
اس آیت مین قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ

الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا اور جسطرح پر کہ خواب مین کبھی حال آیندہ کا معلوم
ہوجاتا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دل پر سونے کے وقت اشغال دنیا کے کم ہوتے ہیں
اسیطرح سکرات موت مین بھی بعض امور منکشف ہوجاتے ہین کیونکہ کاروبار دنیاوی اور شہوات بدن
قلب کو اس بات سے مانع ہین کہ ملکوت کی طرف دیکھکر لوح محفوظ مین سے اشیا کا مطالعہ کرکے
اور جسطرح پر پردہ واقع مین ہین اوسکو معلوم ہوجاوے تو ایسی حالت دلکو سبب کشف
ہوا کرتی ہے اور کشف کے باعث باقی اعتقادات مین شک آجاتا ہے اور جو شخص کہ خدا تعالی
مین اور اوسکے صفات و افعال مین کسی امر غیر واقعی کا معتقد ہو خواہ براہ تقلید یا اپنی عقل
و تجویز سے تو اوسکے لیے یہ خطرہ مذکورہ بالا ہے اور زہد و صلاح اس خطرے کے دور کرنے کو
کافی نہین اس خطرے سے بجز اعتقاد حق کے اور کوئی صورت نجات نہین اور بھولے آدمی
اس خطرے سے کنارے پر ہین یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالی اور اوسکے رسول اور آخرت پر ایمان
مجمل لائے اور اوسی پر پختہ ہے جیسے بدو اور دیہاتی اور عوام جو بحث و اعتراض مین نہین پڑے
اور نہ کلام کو مقصود بالذات جانکر شروع کرتے ہین اور نہ متکلمین جو اقوال مختلفہ کی تقلید
بیان کرتے ہین اونمین سے کسیکی سنین اسواسطے ایسے لوگون کے حق مین حدیث شریف مین
آیا ہے اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ اور یہی وجہ تھی کہ بزرگان سلف بحث اور تقریر اور کلام
اور ان امور کی تفتیش سے منع کرتے تھے اور خلق کو یہی کہتے تھے کہ خدا تعالی نے
جو کچھ اوتارا اوس سب پر ایمان لاؤ اور جو کچھ ظاہر الفاظ سے سمجھ مین آتا ہو اوسکو درست جانو
اور تشبیہ کا اعتقاد نرکھو اور تاویلات مین نہ پڑو کیونکہ صفات مین گفتگو کرنی بہت بڑی
بات ہے اور اوسکی گھاٹیان سخت ہین اور راستے دشوار گذار اور عقلین ادراک جلال الٰہی سے
قاصر ہین اور چونکہ دل محبت دنیا پر مجبول ہین اسلیے نور یقین سے جو ہدایت الٰہی اونپر ہوتی ہے
وہ رکی ہوئی ہے اور بحث کرنے والے جو کچھ اپنی بساط عقل کے موافق کہتے ہین وہ اکثر
اور باہم ایک دوسرے کے خلاف ہے اور دل اونھین باتون کے ساتھ مالوف اور متعلق
ہوتے ہین جو ابتدا کے نشو و نما مین اونمین پڑتے ہین اور تعصبات جو خلق مین جیسے ہوتے ہین
وہ عقائد موروثی کی جڑ ہین اور نیز اون عقائد کے جو معلمون سے اول اول حسن ظن کے باعث
حاصل ہوتے ہین ۔ پھر طبیعتون کا یہ حال ہے کہ دنیا کی محبت مین مشغوف اور اوسیکی طرف
متوجہ ہین اور شہوات دنیاوی اونکا گلا دبائے ہین اور فکر کامل سے پھرے ہوئے

پس ایسے حال مین جب خدای تعالی کے باب مین اور اوسکی صفات مین اپنی اپنی رای کے موافق گفتگو کرنے کا دروازہ کھلا ہے تو لوگون کی طبیعت مین اختلاف ورذہنون مین تفاوت تو ہوا ہی کرتا ہے اور ہر جاہل کو یہی حرص ہے کہ مدعی کمال ہو اور کنہ حق کا محیط بطریق جو جسکو سوجھے گا کہنے لگے گا اور جو کوئی اوس سے سنے گا اوسکا دل وسی بات کا معتقد ہو جاویگا اور رفتہ رفتہ اوس عقیدے کے ساتھ مالوف ہونے سے اوسکو ایک استحکام ہو جاویگا غرضکہ طریق خلاصی کی اسکے لیے کوئی صورت نہ ہوگی پس خلق کی سلامتی اور حرمت اسیمین ہے کہ نیک کام کرین اور جو بات کہ اونکی حد طاقت سے خارج ہو اوسکے مزاحم نہون مگر کیا کیجیے اب معاملہ بہت سست ہو گیا ہے بدعت پھیلگئی ہر جاہل کے گمان میں جو سما گیا اوسیکا ہو رہا وہ ایسے اعتقاد میں اوسی امر کو علم اور استیقان جانتا ہے اور اپنے آپ کو متصف بصفاء ایمان اور سمجھتا ہے کہ جس بات پر مین نے اپنی رای سے قناعت کی ہے علم الیقین اور عین الیقین یہی ہے حالانکہ چند روز بعد اسکا مزہ معلوم ہوگا جب سوجھے گا کہ مصرعہ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم + اور اس بات کو یقینا جان لینا چاہیے کہ جو شخص خدای تعالی اور اوسکے رسولوں اور کتابوں پر ایمان خالص کو چھوڑ کر اس بحث مین پڑتا ہے وہ خطرہ کی جگہ مین اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہ صدمات امواج میں پڑا ہوا ہو کہ موجین اوسکو ادھر سے ادھر پھینک رہی ہوں تو اس حال مین ایسا کم اتفاق ہوتا ہے کہ آدمی سلامت کنارے پر چلا آوے بلکہ غالب صورت ہلاک ہی ہے چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین شعر

درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار	کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

پس کنہ حقیقت یا اوصاف مین پڑنا سراسر جہالت ہے۔ علاوہ ازین جو لوگ اپنی عقل کے موجب کچھ کہتے ہین اور دوسرے لوگ اون سے یہ عقیدہ سیکھتے ہین تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اوسکی کوئی دلیل صحیح ہوگی یا بے دلیل اوس عقیدے کو مانا ہے اب اگر اس فرقہ دوم کو اوسمین شک ہوگا تو اسکا دین فاسد ہے اور اگر فرقہ اول کے قول کا اعتماد ہوگا تو خدای تعالی کے مکر سے مامون ہونا اور اپنی عقل ناقص پر مغرور ہونا لازم آتا ہے اسیطرح جو کوئی اس بحث مین مبتلا ہوگا اوسکی بھی دو حالتین ہوسکتی ہین یا تو اوس صورت مین کہ عقل کی حد و دسے نکلجاوے اور نور کا متعدہو عالم ولایت اور نبوت مین جھلکتا ہے اوس تک جا پہنچے

یہ بات ہر چند کبریت احمر ہے مگر کہان حاصل ہوسکتی ہے ۔ اور اس خطرے بھوسے آدمی
اور عوام آشنا وہین جو آگ کے خوف سے طاعت الٰہی مین مصروف ہین اور اس امر فضول مین
خوض نہین کرتے حاصل یہ کہ خاتمے کی برائی مین ایک سبب اندیشہ ناک یہ بھی ہے ۔ صورت دوم
شک و انکار پر خاتمہ ہونے کے سبب کی یہ ہے کہ اصل مین ایمان ضعیف ہوتا ہے پھر محبت
دنیا دل پر غالب ہوجاتی ہے اور جب ایمان ضعیف ہوتا ہے تو محبت الٰہی بھی ضعیف
ہوتی ہے اور محبت دنیا قوی ہوتی ہے اور اسکی قوت اس درجے کو ہوتی ہے کہ دل مین
جگہ محبت الٰہی کی نہین رہتی صرف ایسی رہجاتی ہے جیسے دل کا وسواس اور خطرہ یعنے
محبت الٰہی ایسی نہین ہوتی کہ نفس کی مخالفت کرنی اور شیطان کی راہ سے پھرنے مین
کچھ اوسکا اثر دل پر ہو جب یہ حال ہوتا ہے تو آدمی اتباع شہوات مین ڈوب جاتا ہے
یہان تک کہ دل سیاہ اور سخت ہوجاتا ہے اور گناہون کے پے در پے ہونے سے سیاہی کی تہ
دل پر جمتی جاتی ہے اور وہ نور ایمان جو ذرا سا تھا اوسمین سے ہمیشہ کچھ کم ہوتا جاتا ہے
یہان تک کہ نوبت مہر اور زنگ کی دل پر پہونچ جاتی ہے اور جب سکرات موت شروع
ہوتے ہین تو محبت الٰہی اور بھی ضعیف ہوجاتی ہے کیونکہ اوسوقت معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز
سب سے زیادہ محبوب تھی اوسکی جدائی کا وقت آپہونچا اور اس جدائی سے دل پر شدت کا صدمہ
ہوتا ہے اور وجہ جدائی کی خدای تعالیٰ ہی کو جانتا ہے تو دل مین یہ بات آتی ہے کہ
خدای تعالیٰ نے میرے اوپر موت کو کیون بھیجا یہ تو ایک بری چیز ہے اور موت کا آنا اور
اپنے محبوب کا جدا ہونا خدا کیطرف سے برا معلوم ہوتا ہے تو اوسوقت یہ خوف ہوتا ہے
کہ خدای تعالیٰ کی محبت کے بدلے مین کہین اوسکے دل سے بغض نہ جوش کرے جیسے کوئی
شخص بیٹے کو تھوڑا سا چاہتا ہو اور مال کو بہت سا اور اوسکا لڑکا اوسکا مال لیکر اوڑا دے
یا پھونک دے تو وہ ذرا سی محبت جو اوسکو بیٹے سے تھی وہ بغض سے بدل جاتی ہے اسیطرح
یہان تصور کرنا چاہیے پس اگر اتفاق سے آدمی کی روح اوسی دم نکلے جسوقت کہ خدا کی
طرف سے اسکے دل مین بغض ہو تو ظاہر ہے کہ خاتمہ برا ہوگا اور ہمیشہ کے لیے تباہ ہوگا
اور جو سبب کہ اوس سے ایسا خاتمہ ہو اوہ غلبۂ محبت دنیا اور اوسکی طرف میل کرنا اور اوسکے
اسباب سے خوش ہونا ہے اوس حال مین کہ ایمان ضعیف ہو جو موجب ضعف محبت الٰہی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے دل مین محبت الٰہی کو نسبت محبت دنیا کے غالب دیکھے

اگرچہ دنیا سے بھی محبت رکھتا ہو تو وہ اس خطرے سے بچ سکتا ہے مگر دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی
جڑ ہے یہی مرض لاعلاج ہے اور سب خلقت اس میں مبتلا ہے اور وجہ یہی ہے کہ خدا کو کم
پہچانتے ہیں اگر پہچانتے ہوتے تو محبت ضرور کرتے جو کوئی اوسکو پہچانتا ہے بیشک اوس سے
محبت کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ الآیہ
خلاصہ یہ کہ جس شخص کی روح ایسے وقت میں نکلے کہ اوسکے دل میں خدا تعالی پر انکار ہو
اور اللہ تعالی کا یہ فعل کہ اوسمیں اور اوسکے زن و فرزند اور مال اور سب محبوب چیزوں میں
جدائی ڈالدے اوسکو دل سے برا معلوم ہوتا ہو تو ایسے شخص کا مرنا اوسی بغض کے ساتھ
جانا اور اپنی محبوب چیز کو چھوڑنا ہوگا اور خدائے تعالی کے سامنے ایسی طرح آویگا جیسا غلام
جو آقا سے بغض رکھتا ہو اور بھاگا ہوا ہو اور زبردستی گرفتار ہو کر سامنے لایا گیا ہو اب جو کچھ
آقا کیطرف سے رسوائی اور گت ایسے شخص کی ہوگی وہ صاف ظاہر ہے اور جس شخص کی
وفات محبت الٰہی پر ہوگی وہ خدائے تعالی کے پاس ایسا آویگا جیسا اچھا غلام خدمتگار مشتاق
اپنے آقا کا ہو اور کار خدمت میں جانکاہی اور محنت اوٹھاوے اور اوسکے دیدار کے
لیے سختیاں سفر کی سہے پس ایسا شخص وہاں پہونچتے ہی جیسا خوش ہوگا وہ اظہر من الشمس ہے
اکرام و انعام انواع و اقسام کے اس خوشی سے علاوہ ہونگے۔

اب دوسرے خاتمے کا حال سننا چاہیے جو شک و انکار پر مرنے کی نسبت کم ہے اور
مقتضی ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا نہیں ایسے خاتمے کے بھی دو سبب ہیں اول گناہوں کی
کثرت گو ایمان قوی ہو دوم ضعف ایمان اگرچہ گناہ کم ہوں اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ گناہوں کا
مرتکب ہونا اس سبب سے ہوتا ہے کہ شہوات غالب ہوتے ہیں اور الفت و عادت کی کثرت سے
دل میں جم جاتے ہیں اور جن چیزوں سے کہ آدمی عمر بھر مالوف رہتا ہے موت کے وقت
اون سب کی یاد دل میں چلی آتی ہے مثلاً اگر اکثر میل طاعتوں کیطرف ہوتا ہے تو نزع میں
یاد طاعت الٰہی ہی اکثر ہوتی ہے اور اگر میل گناہوں کیطرف زیادہ ہوتا ہے تو انھیں کا ذکر
دل پر موت کی حالت میں غالب ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شہوت
دنیا کی شہوتوں میں سے یا کوئی گناہ دل پر غالب ہوتا ہے تو اوسی حال میں اوسکی روح

نکلتی ہے اور دل اوسیکا مقید ہوکر خدائے تعالی سے محجوب ہوجاتا ہے پس جو شخص کہ ارتکاب
گناہ کا کبھی کبھی کرتا ہو تو وہ اس خطرے سے بری ہے اور جو کبھی نہین کرتا وہ یقینا اس سے
مامون ہے مگر جسپر کہ معاصی غالب ہین اور طاعات کی نسبت زیادہ ہین اور اوسکا دل بھی
اونسے زیادہ خوش ہے بنسبت طاعات کے تو ایسے شخص کے حق مین یہ خطر بیشک بہت
زیادہ ہے اور اسکو ایک مثال سے سمجھ لینا چاہیے وہ یہ ہے کہ ایک امر بدیہی ہے کہ آدمی جن
اوخفین باتون مین سے اکثر دیکھا کرتا ہے جنکو زندگی بھر کرتا رہتا ہے یہانتک کہ جو بات
جاگنے کی حالت مین اوسکو ہوتی ہے اوسیکے مشابہ خواب مین دیکھتا ہے حتی کہ مراہق یعنی
مرد قریب بلوغ جسکو احتلام ہوتا ہو وہ خواب مین صورت جماع کی نہ دیکھے گا بشرطیکہ جاگنے مین
اسنے جماع نہ کیا ہو اور اگر مدت تک ایسا ہی رہے تو احتلام کے وقت کبھی صورت جماع
نظر نہ آویگی اسیطرح اگر کوئی شخص اپنی عمر فقہ سیکھنے مین صرف کرے تو ایسے حالات دیکھے گا
جو متعلق علم اور علماء سے ہون اور اس قسم کے خواب تاجر سے زیادہ اوسکو معلوم ہون گے
جو اپنی عمر تجارت مین بسر کرتا ہے اور تاجر کو احوال متعلق تجارت اور اوسکے لوازم کے
طبیب اور فقیہ سے زیادہ سوجھینگے کیونکہ نیند کی حالت مین دل پر وہی بات ظاہر ہوتی ہے
جسکو دل کے ساتھ کثرت مہارت و الفت سے مناسبت ہوگئی ہو۔ اور موت بھی مثل
نیند کے ہے مگر اوس سے بڑھکر ہے الا سکرات موت اور موت سے پہلے جو بیہوشی سی
آجاتی ہے وہ نیند کے قریب ہی قریب ہے جب یہ ٹھہرا تو لازم آیا کہ نیند کیطرح اسمین بھی
یاد کرنا الفت کی چیزون کا ہو اور دل مین اون چیزون کا آنا متحقق ہو اسوجہ سے کہ دلکو اونکے
ساتھ مدت تک الفت و عادت رہی ہے یہی ترجیح اوسوقت یاد ہونے کے لیے کافی ہو
اور معاصی اور طاعات کے ساتھ مالوف ہونا بھی ایک ایسی وجہ ہے کہ جس سے انکی یاد کو
مرنے کے وقت ترجیح ہو اور اسیوجہ سے نیکبختون کے خواب اور بدکارون کے خواب مین
مخالفت ہوتی ہے غرض کہ زیادہ مالوف ہونا بھی ایک سبب ہے جس سے کہ برائی کی صورت
دل مین منقش ہوتی ہے اور نفس کو اوسکی طرف رغبت ہوتی ہے اب اگر اتفاقا اسی حال مین
روح بدن مین سے پرواز کر جاوے تو خاتمہ اچھا نہو گا گو اصل ایمان باقی ہو جس سے کہ امید
نجات و خلاص ہو اور جیسے کہ جاگنے کی حالت مین جو بات دل پر گذرتی ہے اوسکا
کوئی سبب خاص ہوتا ہے اسیطرح جتنی خوابین ہوتی ہین سب کے اللہ تعالی کے نزدیک

اسباب ہوتے ہین کہ ہم بعض کو پہچانتے ہین اور بعض کو نہین جانتے اور ہمکو معلوم ہے کہ
خیالات دل ایک چیز سے دوسری کی طرف حواول کے مناسبت ہو منتقل ہو جاتے ہیں
خواہ دونون چیزون مین تشابہت کے باعث مناسبت ہو جیسے کسی خوبصورت کو دیکھکر
دوسرا خوبصورت یاد آجاوے یا دونون مین بوجہ ضد ہونے کے علاقہ ہو مثلاً خوبصورت کو دیکھا
کسی بدصورت کا دھیان ہوا اور دونون کی تفاوت مین تامل کیا جاوے - یا اون دونون
چیزون مین صرف ایک ساتھ ہونے کا علاقہ ہو جیسے کوئی گھوڑا نظر پڑے کہ اوسکو پہلے بھی
کسی آدمی کے پاس دیکھا ہوا اور اوسکو دیکھکر اوس آدمی کا خیال آوے - اور کبھی خیال
ایک چیز سے دوسری چیز کیطرف جاتا ہے مگر مناسبت کی وجہ دونون مین کچھ نہین معلوم ہوتی
اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ پہلے ایک چیز سے دوسری کا خیال ہوا اور دوسری سے تیسری کا
پھر دوسری چیز کو بھول گیا اور اول اور تیسری چیز میں کچھ نسبت نہین ہے مگر اول مین اور
دوسری مین تھی اور دوسری مین اور تیسری میں تھی جب دوسری ذہن مین نہ رہی تو اول
اور تیسری مین کچھ نسبت معلوم نہیں ہوتی اسیطرح خواب مین بھی خیالات دل کے انتقال
کے لیے کچھ اسی قسم کے اسباب ہوتے ہین اور سکرات موت کے وقت بھی ویسا ہی
سمجھنا چاہیے کہ جو چیز دماغ مین جری ہوتی ہے اوسیکا خیال اوسوقت رہتا ہے مثلاً
سلائی والا ایسے وقت سر کیطرف ہاتھ کو بڑھاتا ہے گویا سوئی لینا چاہتا ہے پھر اپنے
اوپر کی چادر پر بالشت رکھتا ہے گویا موتنے کے لیے ناپتا ہے ایسے ہی اور کام والون کے
خیالات کو قیاس کرنا چاہیے - پس جس شخص کو منظور ہو کہ خیال گناہون اور شہوات کیطرف
نجاوے اوسکا طریق بجز اسکے نہین کہ تمام عمر نفس کو شہوات سے علیحدہ رکھنے مین مجاہدہ
کرے اور دل سے شہوات کی بیخ کنی مین جہد بلیغ کو کام مین لاوے اسلیے کہ اتنی ہی بات
اختیار مین ہے اگر ہمیشہ خیر پر مواظبت ہیگی اور فکر شر سے پاک و صاف ہوگا تو سکرات موت
کی حالت کے لیے یہ ایک ذخیرہ اور سامان ہو جاویگا کیونکہ آدمی اوسی حالت پر مرتا ہے
جس حالت پر کہ جیتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے اوسی حالت پر قیامت کو اوٹھیگا -
کسی بقال کی نقل ہے کہ اوسکو مرنے کیوقت کلمۂ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار
پانچ چھہ کہنے لگا اسلیے کہ موت سے پہلے بہت دنون حساب مین مصروف تھا - اور بعض
عارفین کا قول ہے کہ عرش ایک جوہر ہے کہ نور سے چمکتا ہے جو بندہ کسی حال پر ہوتا ہے

اوسکی صورت اوسی حال پر عرش مین منقش ہوجاتی ہے پس جب سکرات موت مین ہوتا
تو اوسکو وہی صورت عرش سے سوجھتی ہے توکہین ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو
گناہ کی صورت پر دیکھتا ہے اور اسیطرح قیامت کو بھی اوسکو اپنی صورت سوجھے کی اور
اپنے سارے احوال دیکھے گا تو اوسوقت جسقدر حیا اور خوف اوسکو ہوگا اوسکا بیان نہین ہوسکتا
اور واقع مین قول ان صاحب کا درست ہے اور خواب صحیح کا سبب بھی اسکے قریب ہے
یعنی سونے والا معلوم کرلیتا ہے لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہ آئندہ کو کیا ہوگا اور خواب
صحیح کا معلوم ہونا بھی ایک جزو ہے اجزاے نبوت سے ہر کسیکو میسر نہین ہوا کرتا۔ حال
یہ معلوم ہوا کہ سوء خاتمہ کا مآل راجع ہے قلب کے احوال و خلجان خواطر کیطرف اور ازانجاکہ
دلون کا بدلنے والا خداے تعالی ہے اور اتفاقات جو مقتضی بری خواطر کے ہین وہ بالکلیہ
داخل بندے کے اختیار مین نہین گو بہت دنون کی عادت سے اونمین کچھہ تاثیر ہوتی ہے
بہین لحاظ عارفین کو سوء خاتمہ سے بڑا خوف رہتا ہے کہ خاتمے کا اچھا ہونا اختیاری نہین
کیونکہ اگر کوئی شخص چاہے کہ خواب مین بجز احوال صالحین اور صادقین کے یعنی اونکی طاعات
و عبادات کے اور کچھہ نہ دیکھون تو یہ امر اوسپر دشوار ہوگا گو خود کثرت نیکی تی اور اوسپر مواظبت
کرنے کو اس باب مین تاثیر ہے مگر خیال کا بھٹکنا اپنے قابو مین نہین اگرچہ اکثر یہی ہوتا ہے
کہ جو چیز خواب مین نظر آتی ہے وہ اوسکے مشابہ اور مناسب ہوتی ہے جو جاگنے مین
آدمی پر غالب ہوتی ہے یہان تک کہ مین نے اپنے استاد ابوعلی فارمدی رح سے سنا ہے
کہ مجھسے یہ بیان فرماتے تھے کہ مرید پر واجب ہے کہ اپنے مرشد کا اچھی طرح ادب کرے اور جو کچھہ
مرشد کہے اوسکا انکار بوجہ مجادلہ نہ زبان پر آوے نہ دل مین ہو اسی ذکر مین اونھون نے یہ بھی
ارشاد فرمایا کہ ایکبار مین نے اپنے مرشد ابوالقاسم گرگانی رح سے ایک خواب بیان کیا اور
عرض کیا کہ مین نے یہ دیکھا کہ آپ نے مجھسے فلان بات کہی اور مین نے خواب ہی مین کہا کہ
یون کیون ہے اونھون نے مجھکو مہینا بھر چھوڑ دیا اور کچھہ کلام نکیا اور فرمایا کہ اگر تیرے
دل مین میرے قول کا انکار اور اعتراض نہوتا تو خواب مین ہرگز تیری زبان پر یہ کلمہ جاری نہوتا
اور واقع مین اونکا قول درست ہے اسواسطے کہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے کہ حالت
بیداری مین جو چیز آدمی کے دل پر غالب ہے خواب مین اوسکے خلاف دیکھے۔ اسرار
خاتمہ کو اس سے زیادہ ہم نہین لکھہ سکتے علم معاملہ مین اسیقدر مناسب ہے اسکے سوا علم مکاشفہ مین

داخل ہے۔ اور اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ سوء خاتمہ سے آدمی کو امن اسطرح ہو سکتا ہے کہ جتنی چیزیں ہین اونکا علم جیسی وہ واقع میں ہین بدون جہالت کے آجاوے اور تمام عمر حدا کی طاعت میں بدون معصیت کے گذرے پس اگر بھائیو تمکو یقین ہو کہ یہ دونوں باتین محال یا دشوار ہین تو تیر وہ حوف غالب ہو جانا چاہیے جو عارفین پر غالب تھا تا کہ اوسکی باعث ہر دم چشم گریاں اور دل بریاں رہو اور ہمیشہ حزن و قلق و اسکیر خاطر ہے چنانچہ کچھ احوال انبیا اور اولیا اور سلف صلحا کے حوف کا آگے لکھا جاویگا۔ شعر

اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست وے ہمایوں دل کہ آن بریان اوست

اس گریہ و قلق دائمی سے توقع ہے کہ تمہارے دلوں مین حوف کی آگ مشتعل ہو۔ اور اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال تمام عمر کے ضائع ہین اگر وقت جان کندنی اور دم واپسین مین جسمین جان نکلتی ہے آدمی سلامت نہ رہے اور یہ ظاہر ہے کہ آدمی کی سلامتی باوجود ان وسوسوں کے موجون کے نہایت دشوار ہے چنانچہ مطرف بن عبد اللہ کہا کرتے کہ مین اس بات سے نہین تعجب کرتا ہون کہ ہلاک ہونے والا کیسے ہلاک ہوا بلکہ مجھکو یہ تعجب ہوتا ہے کہ نجات پانے والا کیسے نجات پا گیا۔ اور حامد لفاف کہتے ہین کہ جب بندۂ مومن کی روح لیکر فرشتے چڑھتے ہیں اور خیر اور اسلام پر اوسکا خاتمہ ہوتا ہے تو فرشتے تعجب کی راہ سے کہتے ہین کہ یہ شخص دنیا سے کیسے بچا جسمین ہم مین سے بہتر بگڑ گئے۔ اور ایک روز حضرت سفیان ثوری رح روتے تھے اونسے لوگون نے پوچھا کہ آپ کس چیز پر روتے ہین آپنے فرمایا کہ پہلے تو ہم گناہ پر روئے اب اسلام پر روتا ہون یعنی اندیشہ ہے کہ ساتھ رہیگا یا نہین حاصل یہ کہ جسکی کشتی گرداب مین پڑ گئی ہو اور طوفان کے باعث موجون کا بھی کچھ ٹھیک نہو اوس شخص کے حق مین بچنا بہ نسبت تباہ ہونے کے بعید معلوم ہوتا ہے اور مومن کا دل کشتی کی نسبت زیادہ مضطرب ہے اور وسوسون کی موجین سمندر کی موجون سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہین اور ڈرنے کی چیز صرف یہی ہے کہ مرتے وقت اندیشہ بد دل مین نہ گذرے اور یہ وہی ہے جسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی جنت والون کے عمل پچاس برس تک کرتا رہتا ہے یہان تک کہ اوسمین اور جنت مین صرف اتنا وقت رہجاتا ہے جتنا دودھ نکالنے کی دو دھارون مین اور اوسکا خاتمہ اوس حال پر ہوتا ہے جو پہلے لکھا گیا ہے انتہی۔ اور دودھ دھارون کے بیچ کا وقت

اتنا نہین کہ اوسمین کوئی عمل موجب شقاوت ہوسکے بلکہ اوسوقت وساوس اور خواطر ایسے
ہوسکتے ہین کہ بجلی کیطرح گذر جاتے ہین حضرت سہیل تستری رحمہ فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین
یہ دیکھا کہ گویا جنت مین گیا ہون اور تین سو پیغمبرون سے ملاقات ہوئی اون سب سے مین نے
پوچھا کہ دنیا مین آپ سب سے زیادہ کونسی چیز سے ڈرتے تھے سبھون نے فرمایا کہ سوء خاتمہ سے
اور اسی خوف عظیم کے باعث شہادت عمدہ اور غبطہ کی چیز ہے اور مرگ ناگہانی مکروہ
اسلیے کہ ناگہانی موت کبھی ایسے وقت ہوجاتی ہے کہ اندیشہ بد دل پر غالب ہو اور دل ایسے
اندیشون سے خالی نہین رہتا مگر یہ کہ برا جانکر خواہ نور معرفت سے اوسکو ٹالدیوے اور شہادت کا
حال یہ ہے کہ اوسکے معنی یہی ہین کہ قبض روح ایسے حال مین ہو کہ دل مین سوا محبت الٰہی کے
کچھہ نہ باقی ہو دنیا کی محبت اور گھر والون اور مال و اولاد اور تمام شہوات کی محبت دل مین سے
نکل گئی ہو کیونکہ صف قتال مین لقمہ نہنگ اجل ہونے کو وہی جاتا ہے جو اللہ کی محبت رکھتا ہو
اور اوسکی رضا کا طالب اور دنیا کو آخرت کے بدلے مین بیچنا منظور رکھتا ہو اور جو معاملہ کہ خدا نے
اس سے بیع وشرا کا کیا اوس پر راضی ہو جسکا ذکر اس آیت مین ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ
اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کو بیچتا ہے اوس سے
اپنا دل اوٹھا لیتا ہے اور اوسکے عوض کی چیز کی محبت دل مین سماتی ہے اور ہر چند ایسی
حالت دل پر کبھی کبھی ویسے بھی آجاتی ہے مگر اوسمین جان نکلنا اختیاری نہین اور صف قتال
مین اسی حال پر جان جانا غالب ہے اسیوجہ سے شہادت محبوب ہے لیکن یہ ایسے شخص کا حال ہے
جو غلبہ اور غنیمت اور شہرت شجاعت کا خواہان نہو ورنہ جسکا ارادہ ان باتون مین سے کوئی
ہوگا وہ اگرچہ میدان جنگ ہی مین مارا جاوے اوسکو رتبہ شہادت ملنا بعید ہے چنانچہ
احادیث سے ایسا ہی پایا جاتا ہے ــ اور جب برادر تجھکو سوء خاتمہ کی حقیقت اور جو چیز اوسمین
خوفناک ہے معلوم ہو چکی تو اوسکی تیاری کے لیے مشغول ہو اور ذکر الٰہی کی مداومت کر اور
اپنے دل سے محبت دنیا نکال ڈال اور اپنے اعضا کو گناہ کے ارتکاب سے اور دل کو اوسکی فکر سے
محفوظ رکھہ اور معاصی کے دیکھنے اور گناہگارون کی ملاقات سے حتی الوسع احتراز کر کہ یہ
تدبیر بھی تیرے دل پر موثر ہوگی اور تیری فکر و خواطر کو خدا کیطرف پھیرے گی ــ اور ایسا نکرنا
کہ کہین اسباب مین لیت ولعل کرے اور یون کہے کہ جب خاتمہ آویگا تو اوسکی تیاری کر لونگا
کیونکہ ہر ایک تیرے نفسون مین سے تیرا خاتمہ ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ اوسمین تیری جان

نکلجاوے اسلیے ضرور ہوا کہ ہر لحظہ دل کی نگرانی کرے اور کسی دم اوسکو بیکار نچھوڑے شاید وہی دم آخرین ہوا اور روح پرواز کرجاوے یہ حال تو جاگنے کا ہے اور سونے کے وقت یہ چاہیے کہ ظاہر و باطن کی طہارت پر سووے اور نیند کا غلبہ جبھی ہو جب قلب پر ذکر الٰہی ہو چکے ہماری غرض ذکر لسانی سے نہین کیونکہ صرف زبان کی حرکت بہت کم تاثیر کرتی ہے اور اس بات کو قطعًا جان لے کہ نیند کے وقت دل پر وہی بات غالب ہوتی ہے جو نیند سے پہلے اوسپر غالب تھی اور خواب مین بھی وہی حالت ہوگی جو جاگنے مین غالب تھی اور حشر مین اور اوٹھنے مین بھی وہی غالب ہوگی جو سوتے مین غالب تھے اور یاد رہے کہ موت اور سونا ایک دوسرے کے مشابہ ہین اور جاگنا اور قیامت کو اوٹھنا بھی ایک دوسرے کی مانند ہیں تو جیسے آدمی نہین سوتا ہے مگر اون خیالات پر جو بیداری مین اوسپر غالب رہتے ہیں اور نہین جاگتا مگر اونہین باتون پر جو خواب مین غالب رہتے ہیں اسیطرح نہین مرتا مگر اوسی حال پر جو زندگی پر غالب ہو اور نہین اوٹھیگا مگر اوسی پر جیسے مرا مصرع جو میرد مبتلا میرد و جو خیزد مبتلا خیزد اور موت اور اوسکے بعد اوٹھنے کو اپنی دو حالتین جاننی چاہیین جیسے کہ خواب و بیداری دو حالتین ہین اور اس بات کو تو دلسے سچ جاننا اور اسپر ایمان لانا چاہیے اگر تجھکو عین الیقین اور نور بصیرت سے اسکا مشاہدہ نہوسکے اور اپنی سانس اور لحظون کی حفاظت کرنی چاہیے اور خبردار خدا سے ایک پل بھی غافل ہو کیونکہ باوجود ان سب باتون گذشتہ کو کرنے کے پھر بھی بڑے خوف کی جگہ ہے جب نکرے گا تب کیسا حال ہوگا شعر

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش		زانکہ تخم است و بروید خدا مباش

سچ ہے کہ آدمی سب ہلاک ہین مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک ہین مگر عامل اور عامل سب ہلاک ہین مگر اخلاص والے اور اخلاص والے بڑے خوف پر ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ یہ بات تجھکو میسر ہوگی بجز اس صورت کے کہ دنیا سے مقدار ضرورت پر قانع ہوا ور دنیا کی ضرورت تین چیزین ہین کھانا اور پوشاک اور مکان اور باقی سب فضول ہے اور کھانے مین سے اوسقدر ضروری ہے کہ جس سے تو سیدھا رہے اور جان بچی رہے تو تجھکو چاہیے کہ غذا اسیطرح کھاوے جیسے کوئی مجبوری اور نفرت کی صورت مین کھاتا ہے اور کھانے کی خواہش پاخانہ پھرنے کی خواہش سے زیادہ ہو کیونکہ کھانے کا پیٹ مین ڈالنا اور اوسکو پیٹ مین سے نکالنا دونون یکسان ہین اور دونون ضروری داخل سرشت انسانی ہین تو جیسے پاخانہ پھرنے مین ایسی ہمت

نہین کرتا جس سے تیرا دل بھی مصروف ہو جاوے اسطرح کھانا کھانے مین بھی مشغول دل نہین چاہیے
اور پہچان لینا چاہیے کہ اگر آدمی کی ہمت اوسی چیز مین لگی ہے جو اوسکے پیٹ کو بھرے
تو اوسکی قیمت وہ ہوگی جو پیٹ سے نکلے یعنی اوسمین اور نجاست مین کچھ فرق نہین اور
جب کھانے سے غرض بجز قوت عبادت الٰہی اور کچھ نہو اور کھانے اور پاخانہ پھرنے کو
داخل ضرورت یکسان جانے تو اوسکی پہچان تین باتون مین معلوم ہوتی ہے اول وقت غذا
دوم مقدار غذا سوم جنس غذا وقت مین تو یہ پہچان کہ رات دن ایکبار پر کفایت کرے اور
روزے پر مواظبت کرے اور مقدار کی علامت یہ ہے کہ تہائی پیٹ سے زیادہ نہ کھاوے
اور جنس کی صورت یہ ہے کہ پابند لذیذ کھانون کا نہ ہے بلکہ جو میسر ہو اوسپر قانع ہو [illegible]
اگر تو ان تینون باتون پر قادر ہو جاویگا اور شہوات و لذتون کی فکر تجھسے دور ہو جاویگی
تو بعد اسکے تو شبہات کے ترک پر قادر ہوگا اور ہو سکے گا کہ بجز حلال اور کچھ نہ کھاوے
کیونکہ حلال اول تو کم ملتا ہے دوسرے جمیع شہوات کو وافی نہین ہوتا اسواسطے اوسکے اوپر
قانع ہونا ذرا دقت رکھتا ہے مگر بقدر ضرورت کھانا اختیار کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے
اور لباس مین یہ چاہیے کہ غرض اوس سے دور کرنا گرمی اور سردی کا ہو اور ستر عورت منظور ہو
تکلف منظور نہو مثلاً اگر ایک ٹکڑی ٹوپی سے سر کا جاڑا موقوف ہو جاوے تو اوسکے سوا اور کی
تلاش کرنی فضول اور تضییع اوقات ہے جسمین ہمیشہ کا شغل اور مصیبت کہین کمائی سے
کہین حرص کے مال حرام اور مشتبہ سے قائم ہے اسی قیاس پر سردی اور گرمی تمام بدن کو
لحاظ کرنا چاہیے کہ اگر کسی پوشاک سے باوجود کم حیثیت ہونے کے مقصود لباس حاصل ہو کہ
مقدار ستر عورت کے بھی ہو اور حرارت و برودت کو بھی جسم مین اثر نہ کرنے دے تو تیرا اوسپر
بس کرنا خیال خام ہے بلکہ اس صورت مین تو ایسے لوگون مین سے ہے جنکے شکم بجز خاک کے
اور کوئی چیز نہ بھرے گی یہی حال مکان کا ہے کہ اگر اوسکے مقصود پر لحاظ کیجیے تو صرف
آسمان کی چھت اور زمین رہنے کو کافی ہے اگر گرمی یا سردی غالب ہو تو مسجد وغیرہ مین
جا پڑنا چاہیے ورنہ اگر اپنا مکان خاص چاہو تو بہت دشوار ہوگا اور اکثر عمر اوسمین لگ جاویگی
اور وہی تیرا سرمایہ ہے پھر اگر تیرے لیے سامان مکان بہم پہونچ گیا اور دیوار سے تو نے
سوا آڑ ہونے کے سمجھے مین اور لوگون مین کوئی اور غرض سوچی یا چھت سے تو نے سوا
دور کرنے مینہ کے اور کوئی مطلب سمجھا اور اس خیال سے دیوارون کو اونچا کرنا شروع کیا

اور چھتوں کو مرمت کرنے لگا تو پھر ایسے گڑہے مین گریگا کہ اوسمین سے نکلنا دشوار ہے اور یہی حال تمام اپنے ضروری مطلبوں کا جاننا چاہیے کہ اگر اونمین کوتاہی کریگا تو خدای تعالی کیواسطے فارغ ہو جاویگا اور اپنے خاتمے کی تیاری اور آخرت کی راہ کے لیے مستعد رہیگا اور اگر بالفرض حاجت ضرورت سے بڑھے گا اور آرزوؤن مین مبتلا ہوگا تو سبب بگڑ جاوینگے اور خدای تعالی پروا نکریگا کہ کون سے جنگل مین تجھکو ہلاک کرے ای عزیز اس نصیحت کو قبول کر کہ نصیحت کرنے والا تیری نسبت کر زیادہ تر محتاج نصیحت کا ہے اور جاننا چاہیے کہ جتنا وقت تدبیر اور زادراہ لینے کا اور احتیاط کا ہے وہ یہی چھوٹی سی زندگی ہے پس اگر اسکو ایک ایک روز غفلت مین ٹالتا ہوگا تو کیا عجب ہے کہ ایسے وقت مین موت تیری آوے جسمین تیرا دل مرنے کے لیے نچاہتا ہو پھر تو حسرت اور ندامت کبھی جاویگی اب اگر جو بات تجھسے کہی گئی ہے اگر خوف کی کمی کے باعث تجھسے کچھ بیروی ہو سکے اور جسقدر ہمنے خاتمے کا حال لکھا ہے وہ تیرے ڈرانے کے لیے کافی نہو تو ہم کسیقدر احوال خائفین کا لکھتے ہین جس سے ہمکو توقع ہے کہ کچھ سختی تیرے دل کی موقوف ہو جاوے کیونکہ یہ تو تجھے بھی خوب معلوم ہے کہ انبیا اور اولیا اور علما کی عقل اور اونکے عمل اور رتبے خدای تعالی کے یہاں تیری عقل اور رتبے سے بڑھکر تھے تو یہ سوچنا چاہیے کہ انکا خوف کیون زیادہ تھا اور اونکے غم وگریہ کی کیا وجہ تھی کہ اونمین سے بعض چیخیں مارتے تھے اور بعض بیہوش ہو جاتے تھے بعضے غش کھا کر گرتے تھے بعضے مردہ ہو کر زمین پر جا پڑتے تھے اور اگر انکے احوال سے بھی تیرے دل مین خوف پیدا ہو تو بھی کچھ تعجب نہیں اس لیے کہ غفلت والون کے دل پتھر جیسے یا اون سے بھی سخت ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

آٹھوان بیان انبیا اور فرشتون علیہم السلام کے حال خوف خدا مین

حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ جب ہوا بدلتی تھی اور آندھی چلتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا ہے اور کھڑے ہو کر حجرے مین پھرنے لگتے تھے اور باہر اندر جاتے تھے یہ سب باتین خدای تعالی کے عذاب کے خوف سے ہوتی تھیں اور ایکبار آپ ایک آیت سورہ حاقہ کی پڑھکر بیہوش ہو گئے اور اللہ تعالی فرماتا ہے

وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو زمین
ابطحا مین دیکھی اور بیہوش ہوگئے۔ اور روایت ہے کہ آپ جب نماز مین ہوتے تھے تو آپکے
سینے کا جوش ہنڈیا کے جوش کیطرح سنائی دیتا تھا اور آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل کبھی نہین آئے
مگر اس صورت سے کہ خوف خداے جبار سے کانپتے تھے اور روایت ہے کہ جب شیطان مردود ہوا
تو حضرت جبریل و میکائیل علیہم السلام نے رونا شروع کیا اونکو وحی الٰہی ہوئی کہ تم اتنا کیون روتے ہو
اونھون نے عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے داؤ سے بےخوف نہین حکم ہوا کہ تو ایسے ہی رہو میرے مکر سے
بےخوف نہ ہوا اور محمد بن منکدر رح روایت کرتے ہین کہ جب دوزخ پیدا ہوئی تو فرشتون کے دل
اپنی جگہون سے اُڑ گئے مگر جب بنی آدم پیدا ہوئے تو پھر دل اپنی جگہ آگئے۔ اور حضرت انس رض سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے
کہ مین میکائیل علیہ السلام کو ہنستے نہین دیکھتا اونھون نے کہا کہ جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے وہ
کبھی نہین ہنسے۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہین کہ جب سے آگ پیدا ہوئی ہے
وہ نہین ہنسے اس خوف سے کہ کہین خداے تعالیٰ ہم پر غصہ ہو کر اسی سے ہکو عذاب دیوے
اور حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہین کہ ایکبار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب باہر
نکلا یہانتک کہ آپ کسی باغ مین انصار کے تشریف لائے اور خرما اوٹھا کر کھانا شروع کیا
اور مجکو فرمایا کہ تم کیون نہین کھاتے مین نے عرض کیا کہ مجکو اسکی بھوک نہین آپ نے فرمایا کہ مجھکو
اسکی اشتہا ہے اور یہ چوتھا روز ہے کہ مین نے غذا نہین چکھی اور نہ مجھکو ملی اور اگر مین اپنے
پروردگار سے مانگتا تو وہ مجھکو روم اور فارس کی سلطنت عنایت فرما دیتا اے ابن عمر تمھارا
کیا حال ہوگا جب تم ایسے لوگون مین ہوگے جو اپنی خوراک برس دن کی ذخیرہ کر رکھے گی
اور اونکے دل مین یقین کمزور ہوگا حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ہم وہان سے نہ ٹلے تھے
کہ اتنے مین یہ آیت اوتری وَكَأَيِّن مِّن دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ
وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو مال کے داب نے اور شہوات کے
اتباع کا حکم نہین دیا جو شخص دینار اسلیے داب تا ہے کہ اوس سے اوسکی غرض حیات ناپایدار ہو
تو زندگی اللہ کے قبضے مین ہے خبردار ہو کہ مین نہ دینار جمع کرتا ہون نہ درم نہ کل کے لیے رزق کا
ذخیرہ کرتا ہون۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب نماز مین
کھڑے ہوتے تھے تو اونکے دل کا جوش خدا کے خوف سے ایک کوس کے فاصلے سے

سنائی دیتا تھا اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چالیس روز سجدہ میں
روتا رہے اور اپنا سر نہ اوٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے سبزہ جم آیا اور اوس نے
اونکا سر چھپ گیا آواز آئی کہ اے داؤد اگر تو بھوکا ہے تو کھانا ملے اور پیاسا ہے تو پانی پلایا
جاوینگا ہے تو کپڑا دیا جاوے آپ نے ایسی دھاڑ ماری کہ آپ کے دم کی حرارت سے لکڑی
جلگئی پھر اللہ تعالی نے اونکی توبہ اور مغفرت اتاری عرض کیا کہ الٰہی میرا گناہ میرے ہاتھ میں
کردے فوراً اونکا گناہ اونکی ہتھیلی میں لکھ گیا تو جب کھاتے پیتے کسی اور مطلب کو اپنے
ہاتھ بڑھاتے تھے اوس خطا کو دیکھکر روتے تھے اور کہتے ہیں کہ پانی کا پیالہ جو اونکے
سامنے آتا تھا تو تہائی خالی ہوتا تھا جب اپنی خطا یاد کرتے تو ہونٹوں سے ملانے تک آنسو
لبریز ہوجاتا۔ اور یہ بھی آپ کے احوال میں مروی ہے کہ کبھی اپنا سر مارے حیا کے آسمان کی طرف
نہیں اوٹھایا یہاں تک کہ وفات پائی اور دعاؤں میں یوں عرض کیا کرتے کہ الٰہی کہ میں اپنی
خطا یاد کرتا ہوں تو زمین باوجود وسعت کے مجھپر تنگ ہوتی ہے اور جب تیری رحمت کو یاد
کرتا ہوں تو جان میں جان آتی ہے تو پاک ہے بارہا آیا میں تیرے بندوں میں سے طبیبوں
اونکے پاس گیا کہ میری خطا کا علاج کریں وہ سب کے سب تجھے ہی بتلاتے ہیں تو خرابی ہے
اونکی جو تیری رحمت سے آس توڑے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت
پہونچی ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا گناہ یاد کیا اوسیوقت چیخے اپنا
ہاتھ سر پر رکھے اور اوٹھے یہاں تک کہ پہاڑوں میں چلے گئے آپ کے پاس درندے اکٹھے ہوئے
آپ نے فرمایا کہ تم چلے جاؤ مجھے تم سے کچھ مطلب نہیں مجکو وہی چاہیے جو اپنی خطا پر روتے
تو میرے سامنے روتا ہی آوے اور جو خطاوار نہیں اوسکا داؤد خطاوار کے پاس کیا کام ہے
اور جب کوئی آپ کو کثرت گریہ سے منع کرتا تو فرماتے کہ مجھکو رونے دو پیشتر اس سے کہ رونے کا
دن ہاتھ سے جاتا رہے اور ہڈیاں جل جاویں اور آنتیں بھڑک اوٹھیں اور پیشتر اس سے کہ
میں حوالہ ایسے فرشتوں کے ہوں جنکی شان یہ ہے مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ
اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ اور عبد العزیز بن عمیر رح فرماتے ہیں کہ جب حضرت داؤد
علیہ السلام سے خطا ہوئی تو آپ کی آواز بیٹھ گئی آپ نے عرض کیا کہ الٰہی صدیقین کی آواز صاف
ہے اور میرا گلا پڑ گیا۔ اور روایت ہے کہ جب آپ بہت روئے اور کچھ فائدہ نہ ہوا تو آپ کا
دل تنگ ہوگیا اور بہت رنج ہوا جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تو میرے رونے پر رحم نہیں کرتا

حکم ہوا کہ ای داؤد اپنا گناہ بھول گیا رونا یاد ہے عرض کیا ای اللہ ای میرے آقا اپنے گناہ کو
کیسے بھولونگا میرا تو یہ حال تھا کہ جب زبور پڑھتا تھا تو پانی اور ہوا چلنے سے رہجاتے تھے
اور پرند میرے سر پر سایہ کرتے تھے وحشی میری محراب مین مانوس ہوتے تھے ای اللہ اب یہ
کونسی وحشت ہے جو مجھ مین اور تجھ مین ہے حکم ہوا کہ ای داؤد وہ انس طاعت تھا اور یہ وحشت
گناہ کی ہے ای داؤد آدم ایک میری مخلوق ہے جسکو مین نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی
روح اوسمین پھونکی اور اپنے فرشتون سے اوسکو سجدہ کرایا اور اپنے اکرام کا خلعت اوسکو پہنایا
اور تاج اپنے وقار کا اوسکے سر پر رکھا اور جب مجھسے شکایت تنہائی کی کی تو اوسکا جوڑا
اپنی لونڈی حوا کو بنایا اور اپنی جنت مین اوسکو رہنے دیا مگر جب اوسنے نافرمانی کی اوسکو اپنے
پاس سے ننگا اور ذلیل نکالدیا ای داؤد میرا قول سن اور مین سچ ہی کہتا ہون کہ تو نے ہماری
اطاعت کی تو ہمنے تیرا کہنا کیا اور جو مانگا سو دیا اور نافرمانی کی تو ہمنے چھوڑ دیا اور باوجود
اسکے اگر تو ہماری طرف رجوع کریگا تو ہم تجھکو قبول کرینگے - اور یحیی بن کثیر فرماتے ہین کہ
مجھکو یہ روایت پہونچی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب نوحہ کرنا چاہتے تھے تو سات روز
پیشتر نہ کچھ کہاتے تھے نہ پیتے تھے نہ عورتون کے پاس جاتے تھے جب ایک روز رہجاتا تھا
تو اونکے لیے ایک منبر جنگل مین نکالا جاتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم کرتے تھے
کہ شہرون اور حوالی شہرون مین جنگلون اور پہاڑون اور ٹیلون اور عبادتخانون اور کنیسون مین
پکار پھرین کہ لوگو جسکو حضرت داؤد کا نوحہ اپنے نفس پر سننا منظور ہو وہ آوے تو جنگلون
اور ٹیلون سے وحشی اور بستانون سے درندے اور پہاڑون سے جانور اور گھونسلون سے
پرند اور باکرہ عورتین اپنے پردون سے آتے تھے اور لوگ وہان جمع ہوتے تھے اور حضرت داؤد
علیہ السلام آکر منبر پر چڑھتے تھے اور آپکے گرد بنی اسرائیل ہوتے تھے اور ہر ایک قسم
علیحدہ آپکے گرد ہوتی تھی - اور حضرت سلیمان علیہ السلام آپکے سر پر کھڑے ہوتے تھے
اول آپ خدا کی ثنا شروع کرتے تھے اور لوگ روتے ہین چیخین اور دھاڑین مارنے لگتے تھے
پھر آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے تھے تو زمین کے اندر کے رہنے والے جانور اور کچھ
وحشی اور درندے آدمی مرجاتے تھے پھر قیامت کی دہشتون اور اپنے اوپر نوحہ کا بیان
فرماتے تھے تو ہر قسم کے جاندارون مین سے پرے کے پرے اولٹ جاتے تھے جب
حضرت سلیمان علیہ السلام مردون کی کثرت دیکھتے تھے تو والد بزرگوار کی خدمت مین عرض کرتے تھے

کہ آپ نے سننے والوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اور بنی اسرائیل میں سے بہت سے گروہ مر گئے
اور وحوش و حشرات زمین سے بہت سے فنا ہوئے تب آپ دعا مانگنی شروع کرتے وہ
دعا یہی ہوتی تھی کہ کوئی بنی اسرائیل کا عابد اونکو پکارتا تھا کہ اے داؤد جزا کے مانگنے میں
آپ نے جلدی فرمائی یہ سنکر آپ بیہوش ہو کر گر پڑتے تھے جب حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کا یہ حال
دیکھتے تھے تو ایک چارپائی لاتے اور اونکو اوسپر اوٹھاتے پھر ایک پکارنے والے کو فرماتے
کہ یوں پکارے کہ اگر کسیکا دوست و آشنا یا قریب داؤد کے ساتھ میں تھا تو وہ چارپائی لیکر
آوے اور اوٹھا لاوے کیونکہ جو لوگ اونکے ساتھ تھے اونکو جنت اور دوزخ کے بیان نے مار ڈالا
تو عورت چارپائی لاتی اور اپنے رشتہ دار کو اوسپر اوٹھاتی اور کہتی کہ اے وہ شخص جسکو دوزخ
مار ڈالا اے وہ شخص جسکو خوف خدا نے فنا کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کو جب افاقہ ہوتا تو
کھڑے ہوتے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اپنے عبادتخانے میں جا کر دروازہ بند کر لیتے
اور کہتے کہ اے داؤد کے مالک کیا تو داؤد سے ناراض ہے اور اسیطرح مناجات میں رہتے
پھر حضرت سلیمان علیہ السلام دروازے پر آکر اندر آنے کا اذن چاہتے اور ایک ٹکیا جو کی
لیکر اندر جاتے اور عرض کرتے کہ بابا جان اسکو کھا کر جو بات چاہتے ہو اوسکی قوت پیدا کر لو
آپ اوسمیں سے کسیقدر کھاتے پھر بنی اسرائیل میں نکلکر جاتے۔ اور یزید رقاشی راوی ہیں
کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں سے نکلے کہ اونکو وعظ سناتے تھے
اور ڈراتے تھے اونمیں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار کے ساتھ آپ واپس آئے اور آپکی
دو لونڈیاں تھیں کہ اونکو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر کر تڑپتے تو وہ دونوں
سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں کہ کہیں جوڑ علیحدہ ہو کر مر نجاویں۔ اور حضرت ابن عمر رضی
فرماتے ہیں کہ حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر میں
عابدین کو دیکھا کہ بال اور اونکے کپڑے پہنے ہیں اور اونمیں سے جو نہایت کوشش
کرنے والے ہیں اونکو دیکھا کہ اپنے گلے کی ہڈیوں کو چیر کر اونمیں زنجیریں ڈال رکھیں ہیں
اور اپنے آپکو بیت المقدس کے کونے میں باندھ رکھا ہے اونکو دیکھکر آپ کو ہول ہوئی
اور اپنے ماں باپ کیطرف رجوع کیا بچہ لڑکوں پر آپ کا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے
اونھوں نے آپ کی خدمت میں یہی عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو آپ نے فرمایا کہ میں
اسواسطے نہیں پیدا ہوا کہ کھیلوں پھر اگر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھکو کرتہ بالوں کا بنا دو

اونھون نے بنادیا آپ بیت المقدس کو چلے آئے دن کو اوسکی خدمت کرتے اور رات کو دن کی
کمائی جمع کر دیتے یہان تک کہ اونپر پندرہ برس گذرے تب آپ بیت المقدس سے نکلکر پہاڑون
اور گھاٹیون کے غارون مین جا رہے آپکے مان باپ ڈھونڈھنے نکلے اونکو بحیرۂ اردن پر
پایا کہ پانی مین پانون تر کر رکھے ہین اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور
یہ کہہ رہے ہین کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی ٹھنڈا پانی نہ پیونگا جب مجکو یہ معلوم نہو کہ تیرے
نزدیک میرا ٹھکانا کہان ہے آپکے مان باپ ایک جو کی ٹکیا ساتھ لیگئے تھے اونسے کہا کہ
اسمین سے کھا کر پانی پینا چاہیے اونھون نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا
اسلیے اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف مین وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ فرمایا غرضکہ انکو مان باپ بیت المقدس
کو پھیر لائے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت
اور پتھر رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپکے رونے سے اسقدر روتے
کہ بیہوش ہو جاتے تو ہمیشہ اسیطرح رویا کرتے حتی کہ اونکے آنسوؤن سے اونکے رخسارون کا
گوشت جاتا رہا اور دیکھنے والون کو آپ کی ڈاڑھین معلوم ہونے لگین اونکی مان نے اونسے
فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی ایسی چیز تمھارے لیے بنا دون جس سے تم اپنی ڈاڑھین لوگونکی
نظر سے چھپاؤ آپ نے عرض کیا کہ بہتر اونھون نے دو پہل نمدے کے لیکر آپ کے
گالونکو چپٹا دیے پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پہل آنسوؤن سے
بھیگ جاتے اونکی مادر مشفقہ اونکو نچوڑ ڈالتین جب اپنے آنسو انکی ان کے ہاتھون پر بہتے دیکھتے
تو فرماتے کہ الٰہی یہ میرے آنسو ہین اور یہ میری مان ہے اور مین تیرا بندہ ہون اور تو ارحم الراحمین ہے
پس ایک روز اونکو حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جان پدر مین نے تو خدا سے
یہ دعا مانگی تھی کہ مجکو میری آنکھون کی ٹھنڈک بنا دے اور تو رویا ہی کرتا ہے تیرے
حال زار سے ہمکو کیسے چین ہو اونھون نے فرمایا کہ بابا جان حضرت جبریل علیہ السلام نے
مجھسے کہا ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ مین ایک جنگل ہے جسکو بجز رونے والون کے اور کوئی
طے نہ کریگا حضرت زکریا نے فرمایا کہ تو بیٹا اب رویا کر و میرا اطمینان ہوا۔ اور حضرت عیسی
علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوارین خدا کا خوف اور جنت کی محبت اس بات کی باعث ہین
کہ مشقت پر صبر کیا جائے اور دنیا سے دور کرتے ہین مین تمسے سچ کہتا ہون کہ جو کا کھانا
اور خس و خاشاک پر کتون کے ساتھ سو رہنا جنت کی تلاش مین ایک ادنی بات ہے

اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے تھے بیہوش
ہو جاتے تھے اور آپکے دل کی تڑپ ایک کوس تک سنی جاتی تھی اوس وقت آپکے پاس
حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے کہ خدای تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے
اور کہتا ہے کہ تم نے کبھی دیکھا کہ کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو آپ فرماتے کہ اے
جبریل جب میں اپنا قصور یاد کرتا ہوں تو یہی حالت بھول جاتا ہوں - حاصل یہ کہ انبیا کا
یہ حال تھا جو تو نے سنا اسمیں خوب سوچنا چاہیے کہ جب یہ لوگ تمام خلق سے زیادہ خدا اور
کے عارف اور اوسکی صفات کے عالم تھے انکا یہ حال تھا تو ہمکو کسطرح رہنا چاہیے سعدی فرماتے ہیں شعر

بجائیکہ دہشت خورند انبیا		تو عذر گناہان چہ داری بیا

نواں بیان صحابہ اور تابعین اور سلف صالحین کے شدت خوف کا ذکر

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض نے ایک پرند کو دیکھکر اوسکی طرف مخاطب ہو کر
فرمایا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں تجھہ جیسا پرند ہوتا اور آدمی نہوتا - اور حضرت ابوذر رض نے
فرمایا کہ میں یہ بات چاہتا ہوں کہ کاش میں درخت ہوتا اور کوئی کاٹ ڈالتا اور یہی بات
حضرت طلحہ رض نے فرمایا ہے - اور حضرت عثمان رض فرماتے ہیں کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ مرنے کے بعد اوٹھایا نجاؤں اور حضرت عایشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں کہ مجھے یہ اچھا
معلوم ہوتا ہے کہ میں نسیاً منسیا ہو جاؤں - اور روایت ہے کہ حضرت عمر رض جب کوئی
آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہو کر گر پڑتے اور پھر چند روز اونکی عیادت
ہوا کرتی اور ایک روز آپنے ایک تنکا زمین پر سے اوٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں
یہ تنکا ہوتا کاش میں کوئی چیز مذکور نہوتا کاش میں نسیاً منسیاً ہوتا کاش میری ماں مجکو جنتی شعر

مرا اے کاشکے مادر نمیزاد		وگر میزاد او کس شیرم میداد

آپ کے منہ پر آنسوؤں کے دو کالے خط تھے اور فرماتے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے
وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو کوئی اوس سے تقویٰ کرتا ہے اپنی جی چاہتی بات
نہیں کرتا اور اگر قیامت نہوتی تو ہم کچھہ اور ہی ڈھنگ دیکھتے اور جب آپنے سورہ کورت
پڑھی اور اس آیت پر پہونچے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ بیہوش ہو کر گر پڑے اور ایک
روز ایک شخص کے مکان کے پاس کو گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ طور پڑھتا تھا
آپ کھڑے ہو کر سننے لگے جب اوسنے پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ

اپنی سواری سے اوترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے پھر مکان کو چلے آئے اور مہینا بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسیکو نہ معلوم تھا کہ آپ کو کیا مرض ہے - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نماز فجر کے سلام کے بعد فرمایا اوس وقت کہ آپ کو کچھ رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے کہ مین نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ سلم کو دیکھا ہے لیکن آج کوئی چیز ایسی نہین دیکھتا جو اونکی سی ہو اونکا دستور تھا کہ پراگندہ مو زرد رنگ غبار آلود رہتے اونکی آنکھون کے بیچ مین بکریون کے زانو کا سا گھٹا تھا رات کو اللہ کے واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے خدا کی کتاب پڑھتے عبادت مین پیشانی اور پانو پر نوبت بنوبت زور دیتے اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اسطرح کانپتے آنکھون مین سے اتنے آنسو بہاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اور اب تو بخدا کہ گویا مین ایسے لوگون مین ہون جو رات کو خواب خرگوش مین رہتے ہین پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور جب تک کہ آپ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے نہ دیکھا - اور عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ مین اچھا سمجھتا ہون کہ راکھ ہو جاؤن اور میرے اجزا ہوائین آندھی کے دن مین متفرق کر دین - اور حضرت ابو عبیدہ جراح رض کا قول ہے کہ مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین مینڈھا ہون اور میرے گھر والے مجھکو ذبح کرین اور کھالین اور میرا شوربا پی لین - اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اونکے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہے آپ فرماتے کہ تمکو معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین کھڑا ہوا چاہتا ہون اور موسی بن مسعود رح کہتے ہین کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری کے پاس بیٹھتے تو اونکے خوف کو دیکھکر یہ جانتے کہ گویا آگ ہمارے چار طرف محیط ہے - اور ایک ورزمضر قاری نے پڑھا هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پس عبدالواحد بن زید اتنا روئے کہ غش آگیا جب افاقہ ہوا تو کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اپنے مقدور بھر کبھی تیری نافرمانی نکرونگا تو اپنی توفیق سے مجکو اپنی طاعت پر مدد کر - اور مسور بن مخرمہ رح شدت خوف کے باعث کلام مجید نہین سن سکتے تھے جب کوئی ایک حرف یا ایک آیت پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا ایک روز ایک شخص قبیلہ صعم سے آیا اور اونکے پاس یہ آیت پڑھی يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ

وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ وِرْدًا تو اونھوں نے فرمایا کہ میں تو مجرمین میں سے ہوں
متقی نہیں ہوں دوبارہ قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اونسے پھر پڑھا وہ ایک نعرہ مار کر
سفر آخرت کر گئے۔ اور یحیی بکاء رونے والے رح کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی وَلَوْ تَرٰی
اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ اونھوں نے ایک چیخ ماری کہ اوس سے چار مہینے بیمار رہے بصرہ کے
نواح تک کے لوگ اونکی بیمار پرسی کو آئے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ میں طواف
خانہ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہون کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبے کا پردہ پکڑے
کہہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتوں کی لذت تو جاتی رہی عذاب وبال باقی رہا الٰہی تیرے
پاس سوای دوزخ کے کیا اور کوئی سزا اور ادب کی چیز نہین اور یہ کہکر روتی تھی اسیطرح روتے روتے
صبح کر دی مین نے یہ حال دیکھکر اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخ ماری کہ ہائے ہمارے حال پر۔
اور روایت ہے کہ حضرت فضیل رح عرفہ کے روز خوب پھوٹ پھوٹ روتے تھے اور
لوگ دعا مانگ رہے تھے کہ جب آفتاب قریب غروب ہوا تو اپنی ڈاڑھی مٹھی مین پکڑ کر آسمان
کیطرف کو سر اوٹھایا اور کہا کہ اگر تو بخش بھی دیگا تب بھی مجھکو تجھسے بڑی حیا ہے پھر
لوگون کے ساتھ وہان سے چلے آئے اور کسی نے حضرت ابن عباس رض سے حقیقت خائفین کی
پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ خائف وہ ہین جنکے دل خوف سے خوش ہین اور آنکھین روتی ہین
اور کہتے ہین کہ ہم کیسے خوش ہون اسحالت مین کہ موت پیچھے لگی ہے اور قبر سامنے ہے
اور قیامت ہمارا وعدہ گاہ ہے اور دوزخ پر کو ہمارا راستہ ہے اور خدای تعالی کے سامنے
ہمکو کھڑا ہونا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رح ایک جوان پر گذرے کہ اپنی ہنسی مین ڈوبا ہوا تھا
اور ایک مجلس مین لوگون کے ساتھ بیٹھا تھا آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو پل صراط پر کو گذر گیا ہے
اوسنے عرض کیا کہ نہیں آپ نے پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو جنت مین جاویگا یا دوزخ مین
اوسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی ہے راوی کہتا ہے کہ پھر اوس
شخص کو کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔ اور حماد بن سلمہ رح جب بیٹھتے تو اسیطرح بیٹھتے گویا
لغت کھڑے مین اگر کوئی اونسے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھین تو فرماتے کہ اطمینان کا
بیٹھنا اوس شخص کا ہوتا ہے مین تو بے خوف نہین اسلیے کہ خدای تعالی کی نافرمانی کی ہے
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے جو اپنے بندون کے دلون پر
غفلت ڈالدی ہے یہ بھی رحمت ہے تاکہ خوف خدا سے مر نہ جاوین۔ اور حضرت مالک بن دینار

فرماتے ہین کہ مین نے ارادہ کیا ہے کہ جب مرونگا لوگون سے کہدونگا کہ میرے بیڑیان اور طوق ڈالکر مجکو خدا کے پاس ایسی طرح لیجاوین جیسے کسی بھاگے ہوئے غلام کو آقا کے سامنے لیجاتے ہین۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ کسی مکان اصلح پر فریفتہ مت ہو کہ جنت سے زیادہ اصلح کوئی جگہ نہین مگر آدم کا حال او سمین جو ہوا سو ہوا اور نہ کثرت عبادت پر فریفتہ ہو کہ ابلیس کا حال بعد کثرت عبادت کے خود ظاہر ہے اور نہ کثرت علم سے مغرور ہو کہ بلعام اسم اعظم اچھی طرح جانتا تھا مگر انجام اوسکا کیا ہوا اور نہ صلحا کی زیارت پر فریفتہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بڑھکر کسی کا رتبہ نہین مگر بعض اقارب و اعدا کو آپکی زیارت کام نہ آئی۔ اور سری رح فرماتے ہین کہ مین اپنی ناک کو دن مین کئی بار دیکھ لیتا ہون اس خوف سے کہ کہین میرا منہ تو کالا نہین ہو گیا۔ اور ابو حفص رح کہتے ہین کہ چالیس برس سے میرا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالی مجکو نگاہ غضب سے دیکھتا ہے اور میرے اعمال اسپر دلالت کرتے ہین اور حضرت عبداللہ بن مبارک رح ایک دن اپنے یارون مین نکلے اور فرمایا کہ رات تو مین نے اللہ پر بڑی جرأت کی کہ اوس سے جنت کا سوال کیا۔ اور محمد بن ثقب القرظی کی ماں نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ بیٹا مین تجھکو جانتی ہون کہ لڑکپن مین بھی پاک تھا اور بڑا ہو کر بھی اچھا رہا اور چونکہ رات دن تو عبادت ہی کرتا ہے تو یہ ایک عمل گویا اپنے اوپر مہلک تو نے رکھ لیا ہے اتنی مشقت کیون کرتا ہے اونھون نے کہا کہ اے مادر مشفقہ مین کون سی بات سے اس امر سے نڈر ہو جاؤن کہ اگر خدای تعالی نے مجھکو کوئی گناہ کرتے دیکھ لیا ہو اور ناراض ہو گیا ہو اور یہ فرماوے کہ اپنی عزت وجلال کی قسم مین تجھکو نہین بخشونگا۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مجھے نہ کسی نبی مرسل کا غبطہ ہوتا ہے نہ فرشتے مقرب کا نہ کسی بندۂ نیک کا کیونکہ ان لوگون کیا قیامت کو عتاب نہوگا مجھے تو غبطہ صرف اوس شخص کی ہے جو پیدا ہی نہین ہوا۔ اور روایت ہے کہ ایک جوان کو انصار مین سے خوف دوزخ ہوا تو ہمیشہ رویا کرتے یہان تک کہ رونے کے باعث گھر سے باہر بھی نکلتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکے یہان تشریف لائے اور اوسکو گلے لگایا وہ اوسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا آپ نے لوگون کو فرمایا کہ اپنے ساتھی کو تجہیز وتکفین کرو کہ خوف آتش نے اوسکے جگر کو ٹکڑے کر دیا ہے۔ اور ابن ابی میسرہ کے حال مین کہتے ہین کہ جب اپنے بستر پر آتے تو کہتے کہ کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی اونکی ماں نے کہا کہ اے میسرہ اللہ نے تو تیرے اوپر احسان کیا کہ تجھکو مسلمان کیا پھر تو کیون خائف ہے

اونھون نے کہا کہ اوسکے احسان مین شک نہین مگر اوسنے ہم سے کہاہے کہ ہم سب دوزخ مین
جاوینگے اور یہ نہین بیان کیا کہ اوسمین سے نکل آوینگے۔ اور فرقد سبخی کو کسی نے کہا کہ
بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر جو تمھین پہونچی ہو ہم سے کہو جواب دیا کہ مجھے یون خبر
پہونچی ہے کہ بیت المقدس مین پانسو باکرہ عورتین جنکا لباس کمل اور ٹاٹ تھا آئین اور خدا کے
ثواب و عذاب کا آپسمین ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز مین مر گئین۔ اور حضرت
عطاء سلمی رح بھی خائفین مین سے تھے اللہ تعالی سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف عفو
کرنے کی درخواست کیا کرتے اور مرض مین اونسے لوگون نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو
چاہتاہے اونھون نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل مین کسی چیز کی خواہش
کے لیے جگہ نہین چھوڑی کہتے ہین کہ چالیس برس تک اونھون نے اپنا سر آسمان کیطرف
نہین اوٹھایا تھا نہ کبھی اس عرصے مین ہنسے تھے اور ایک روز جو آسمان کیطرف کو کیا
تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے اور انتڑی پھٹ گئی آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسیوقت اپنا جسم
ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہین مسخ تو نہین ہو گیا اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی
یا غلہ گران ہوتا تو فرماتے کہ یہ سب آفتین میرے ہی باعث ہین اگر مین مر جاؤن تو لوگ راحت
پاوین اور خود فرماتے ہین کہ ایک روز ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم مین ایسے جوان اور
ادھیڑ لوگ تھے کہ عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرت قیام سے اونکے پانون سوج
گئے تھے اور آنکھین اندر کو دھس گئی تھین اور پوست استخوانون پر جا لگا تھا رگین تار ستار
کیطرح معلوم ہوتی تھین ایسے ہو گئے تھے جیسے تربوز کے چھلکے کہ اندر کچھ نہین ہوتا گویا قبرون
سے نکلے ہین یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالی نے اطاعت کرنے والون کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانون کو
کیسے ذلیل کیا اسی حال مین چلے جاتے تھے کہ یکایک اونمین سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر
ہوا فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا اوسکے ساتھی گرد بیٹھکر رونے لگے جاڑا بہت شدت سے تھا مگر
اوسکی پیشانی سے پسینا ٹپکتا تھا جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اوسکو ہوش آیا اوس سے
ماجرا پوچھا اوسنے کہا کہ مین نے اسجگہ خدا کی نافرمانی کی تھی جگہ دیکھکر مجھے یاد آگئی اور خوف سے
پچھاڑ کھائی۔ اور صالح مری کہتے ہین کہ مین نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یَوْمَ
تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا
وہ شخص بیہوش ہو گیا اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ ای صالح کچھ اور پڑھو کہ مجھے رنج معلوم ہوتا ہے

مین سنے کہا کُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِیْهَا وہ شخص مردہ ہوکر گر پڑا - اور روایت ہے
کہ زرارہ بن ابی اوفی نے لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی جب پڑھا فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ
بیہوش ہوکر گر پڑے اور مر گئے - اور یزید رقاشی رح حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے پاس گئے
آپ نے فرمایا کہ ای یزید مجھکو کچھ نصیحت کرو اونھون نے کہا کہ ای امیر المومنین تمھین اول خلیفہ
نہین ہو کہ مروگے یعنی تمسے پہلے بھی بہت خلیفہ مرچکے ہین آپ رو دئے اور فرمایا کہ کچھ اور
نصیحت کیجیے فرمایا کہ ای امیر المومنین تمھارے اور حضرت آدم کے درمیان کوئی تمھارا
بزرگ ایسا نہین جو مرا نہو آپ رو دئے پھر فرمایا کہ اور کچھ فرمائیے اونھون نے فرمایا کہ اے
امیر المومنین تمھارے اور جنت اور دوزخ کے درمیان مین کوئی منزل نہین یہ سنکر آپ
بیہوش ہوگئے - اور میمون بن مہران رح کہتے ہین کہ جب یہ آیت اوتری وَاِنَّ جَهَنَّمَ
لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ حضرت سلمان فارسی نے چیخ ماری اور اپنا ہاتھ سر پر رکھکر باہر
نکل گئے تین دن تک پتا نملا - اور حضرت داؤد طائی رح نے ایک عورت کو اپنے
لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے بیٹا نہ معلوم تیرے کونسے گال کو پہلے
کیڑے نے کھایا وہ سنتے ہی اوسی جگہ بیہوش ہوکر گر پڑے - اور روایت ہے کہ حضرت
سفیان ثوری رح بیمار پڑے اونکا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھلایا گیا اوسنے کہا
کہ اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا ہے پھر آکر نبض دیکھی تو کہا کہ ملت اسلام مین آپ
جیسا آدمی مجھکو نہین معلوم ہوا - اور حضرت امام احمد بن حنبل رح فرماتے ہین کہ مین نے
خدای تعالی سے دعا مانگی کہ میرے اوپر ایک دروازہ خوف کا کھولدے وہ دعا مقبول ہوئی
اور خوف کا دروازہ مفتوح ہوا کہ مین اپنی عقل پر ڈرا اور التماس کیا کہ الٰہی میری طاقت میری
مقدار ہے تب میرا دل ساکن ہوا - اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہین کہ گریہ
کرو اور اگر نہ رو و تو رونی صورت بناو کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے مین میرا دم ہے
اگر تمکو علم ہوجاوے تو اتنا چیخو کہ گلا پڑجاوے اور نماز اتنی پڑھو کہ پیٹھ ٹوٹ جاوے اس قول مین
گویا آپ نے اوس حدیث شریف کے مضمون کیطرف اشارہ فرمایا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ
لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا - اور عنبری روایت کرتے ہین کہ ارباب حدیث حضرت فضیل
بن عیاض رح کے دروازے پر جمع ہوئے آپ نے ایک روشندان سے اونکی طرف سر نکالا
داڑھی آپ کی ہلتی تھی اور روتے تھے فرمایا کہ لوگو قرآن پر مواظبت کرو اور نماز کو ہمیشہ پڑھو

یہ وقت حدیث کا نہین بلکہ یہ وقت چپ رہنے اور تضرع اور سکنت اور ڈوبنے والے کی طرح دعا کرنے
کا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے اور اپنی جگہ کسیکو بتا نہ دے اور اپنے
دل کا علاج کرے جو معلوم ہو اوسکو مستعمل کرے جو نجانتا ہو اوسکو ترک کرے - اور کہا
آپ خوف کے مارے حیران پھرا کرتے تھے اور کسی نے پوچھا کہ آپ کہان جاتے ہیں فرمایا کہ
مین نہین جانتا - اور دریں عمر رہتے ایسے باب عمران درستے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور
کہنے والے کچھ کہتے ہیں تو کوئی نہین روتا مگر جب تم کچھ کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی
سنتا ہون آپنے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مرجاوے اوسکا رونا اور جو اجرت لیکر روئے اوسکا رونا
برابر نہین ہوتا مرض یہ کہ گریہ خوف کو دل مین تاثیر زیادہ ہے اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ ایک
عابد کے پاس کھڑے ہوئے جو رو رہا تھا اوس سے پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے اس رونیکا
باعث کیا ہے اوسنے کہا کہ ایک خوف ہے جسکو ڈرنے والے اپنے دلون مین پاتے ہین
اونھون نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ خدای تعالے کے سامنے پیش ہونے کیواسطے جو نداہوگی
اوسکا خوف ہے - اور خواص بہت روتے اور مناجات مین کہتے کہ الٰہی مین بوڑھا ہوا اور میرا بدن
تیری خدمت سے کمزور ہو گیا تو مجھکو آزاد کر دے - اور صالح مری کہتے ہیں کہ ایک بار ابن السماک
میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھکو اپنی قوم کے عابدون کی کچھ عجیبات دکھلاؤ مین اونکو ایک
محلے مین ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے مین رہتا تھا ہمنے اوس سے اجازت پاس
آنے کی چاہی اور چلے گئے دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا مین نے اوسکے سامنے یہ آیت پڑھی
اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ
وہ شخص ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا ہم اوسکو ویسا ہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے
اوسکے پاس بھی مین نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہو کر گر گیا وہان سے ہم
تیسرے کے پاس گئے اور اوس سے اجازت چاہی اوسنے کہا کہ اگر ہمکو ہمارے پروردگار سے
نہ روکو تو چلے آؤ اوسکے پاس مین نے یہ آیت پڑھی ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ
اوسنے ایک نعرہ مارا اور اوسکے نتھنون سے خون نکلنے لگا اور اوسی خون مین تڑپنے لگا یہانتک
کہ خون خشک ہو گیا اوسکو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے غرضکہ مین ابن السماک کو چھ شخصون کے پاس
پھرایا کہ ہر ایک کو بیہوش چھوڑ کر اوسکے پاس سے چلے آئے پھر مین اونکو ساتوین کے پاس لایا
اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ دیکھا تو ایک

پیر فرتوت اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اوسکو ہمنے سلام کیا وہ خبر نہوا ہمنے بڑی آواز سے کہا
کہ خبردار لوگونکو کل کو کھڑا ہونا ہے بوڑھے نے کہا کہ کمبخت کسکے سامنے اتنا کہکر حیران منہ کھلا ہوا
آنکھیں اوپر کو رہگیا اور ایک آواز پست سے اوہ اوہ کرنے لگا یہانتک کہ آواز بند ہوگئی
اوسکی عورت نے کہا کہ آپ اسکے پاس سے جاؤ کیونکہ اسوقت تمکو اس سے کچھ نفع نہ ہوگا
اسکی حالت کچھ اور ہوگئی ہے پھر کچھ دنوں بعد ہمنے وہاں کے لوگوں سے اون ساتون کا
احوال پوچھا اونھوں نے کہا کہ اونمیں سے تین تو اچھے ہوگئے اور تین جان بحق ہوئے اور
بوڑھے کا یہ حال ہوا کہ تین دن تک تو ویسا ہی حیران اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہیں پڑھتا تھا
مگر بعد تین دن کے ہوش آیا اور روایت ہے کہ یزید بن الاسود رح کو لوگ ابدال میں سے
جانتے تھے اونھوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی نہ ہنسونگا نہ کبھی لیٹ کر سوؤنگا نہ کبھی گھی کی
چیز کھاونگا اور اس قسم پر اپنے مرنے تک قائم رہے ۔ اور حجاج نے حضرت سعید بن جبیر رض سے
پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کبھی نہیں ہنستے اونھوں نے فرمایا کہ ہنسنے کی کیا صورت ہو دوزخ
دھونکی گئی ہے اور طوق تیار ہیں اور فرشتے دوزخ کے مستعد و آمادہ کھڑے ہیں
اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح سے پوچھا کہ اے ابوسعید آپ کو صبح کیسے ہوئی
آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اوسنے پوچھا کہ آپ کا حال کیا ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا
کہ تو میرا حال پوچھتا ہے یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوکر بیچ میں سمندر کے پہونچیں
اور کشتی ٹوٹ جاوے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے سے لگا رہجاوے تو اونکا حال
تمہارے ذہن میں کیسا ہے اوسنے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہے آپ نے فرمایا کہ تو میرا
حال اونکے حال سے بھی زیادہ سخت ہے ۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی ایک لونڈی
اونکی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام کرکے اونکے گھر میں جو مسجد تھی اوسمیں دو رکعتیں نماز
کی پڑھیں اور پھر اوسکو نیند آگئی اور سو رہی اور خواب ہی میں روئی جب جاگی تو
تو آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین میں نے اسوقت عجیب معاملہ دیکھا آپ نے پوچھا
کہ کیا معاملہ ہے اوسنے کہا کہ میں نے دیکھا کہ دوزخ دوزخیوں کے واسطے دھڑ دھڑ جل رہی ہے
پھر پل لاکر اوسکی پشت پر رکھا گیا آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا اوسنے کہا کہ پھر عبدالملک
بن مروان کو لائے اور اوس پل پر اوسکو چڑھایا وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پل الٹ گیا
اور وہ دوزخ میں جا پڑا آپ نے فرمایا کہ پھر اوسنے کہا کہ پھر عبدالملک کے بیٹے ولید کو

لاتے اور اوسکو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور دوزخ
میں جا پڑا آپنے پوچھا کہ پھر دیکھا کہ پھر سلیمان بن عبد الملک کو لائے اور پل پر چڑھایا
وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل کا رخ الٹا ہو گیا اور وہ دوزخ میں گر پڑا آپنے پوچھا کہ پھر اوسنے
کہا کہ پھر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے یہ اوسکا کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی چیخ ماری
کہ بیہوش ہوکر گر پڑے وہ لونڈی اوٹھی اور اونکے کان میں پکار پکار کہنے لگی کہ اے
امیر المومنین بخدا میں نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے آپنے نجات پائی ہرچند وہ کان میں چیختی
رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے تھے اور پاؤں دیدے مارتے تھے - اور روایت ہے کہ
حضرت اویس قرنی رح قاص کے پاس آتے اور اوسکے کلام سے روتے جب وہ دوزخ کا
ذکر کرتے تو آپ چیخ مارتے پھر بھاگے چلے جاتے تو لوگ اونکو دیوانہ کہتے اور حضرت معاذ بن
جبل رض فرماتے ہیں کہ مومن کا خوف جب تک نہیں ٹھہرتا جب تک کہ دوزخ کے پل کو
اپنے پیچھے نہ چھوڑے - اور حضرت طاؤس رح کے لیے بستر کیا جاتا تو لیٹتے اور گرم کڑاہی
کے دانے کیطرح اوسپر ادھر اودھر لوٹتے پھر اوسپر سے اوچھلکر اوسکو لپیٹ دیتے
اور قبلہ کیطرف صبح تک متوجہ ہوتے اور کہتے رہتے کہ دوزخ کے بیان نے خوف الون کی
نیند اوڑا دی - اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ دوزخ میں سے ایک شخص ہزار برس کے
بعد نکلیگا کیا اچھا ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف دوزخ میں ہمیشہ رہے
اور سوء خاتمہ کا تھا کہتے ہیں کہ آپ چالیس برس نہیں ہنسے اور راوی کہتے ہیں کہ جب میں
اونکو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہے
اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہیں اور اوسکا
حال آنکھوں دیکھا بیان کرتے ہیں اور جب چپ ہوتے تو گویا آنکھوں کے سامنے آگ
بھڑک رہی ہے اور جب اونپر اس شدت خوف و غم کا لوگوں نے عتاب کیا تو فرمایا کہ
میں کیسے بےخوف ہو جاؤں اس سے کہ خدا تعالی نے اگر کوئی مجھسے برائی دیکھ لی ہو اور
مجھکو برا جانکر فرمانے لگے کہ چلا جا میں تجھکو نہ بخشونگا تو پھر عمل کرنا میرا بےفائدہ ہے - اور حضرت
ابن السماک رح سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں وعظ کہا ایک
جوان اونمیں سے اوٹھا اور کہا کہ تمنے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اوسکے سوا اور کچھ
نسنیں تو کچھ پروا نہیں میں نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے اوسنے کہا کہ آپنے جو فرمایا ہے

کہ خائفین کے دل کے دو خلود یعنی ہمیشہ رہنے نے ٹکڑے کیے ہین اور وہ یہ ہین کہ یا جنت مین ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ مین حضرت ابن السماک رح فرماتے ہین کہ پھر وہ چلا گیا اور دوسرے شہر مین مین نے اوسکو نہ پایا لوگون سے اوسکا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے مین اوسکی عیادت کو آیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ اے ابو العباس یہ نوبت اوسی تمھارے جملے سے ہوئی ہے کہ دو خلود یعنی خلود جنت خواہ خلود دوزخ نے خائفین کے دل ٹکڑے کر ڈالے ہین پھر وہ شخص اسی مرض مین مر گیا مین نے اوسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تجھسے کیا معاملہ کیا اوسنے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور رحم کیا اور جنت مین داخل کیا مین نے پوچھا کس وجہ سے کہا کہ اوسی جملے کی بدولت۔ حاصل یہ کہ انبیا اور اولیا اور علما اور صلحا کے خوف کا حال تمنے سنا جب ان لوگون کا یہ حال ہو تو ہمکو خوف کرنا لائق تر ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جب بہت گناہ ہون تبھی خوف ہو بلکہ اگر قلب صاف اور معرفت کامل ہو تب بھی خوف ہی چاہیے ورنہ کثرت طاعات اور کمی گناہون کی بیخوف ہو جانے کی مقتضی نہین بلکہ مامون ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نفس شہوات کے مطیع ہون اور بدبختی غالب اور غفلت اور سختی دل کے مارے اپنے احوال کو نہ دیکھ سکتے ہون نہ موت کے پاس آنے سے ہم گھبراتے ہین اور نہ کثرت گناہون سے ہین نہ خائفین کا احوال دیکھ کر عبرت پکڑتے ہین نہ اندیشۂ خاتمہ کو دل مین جگہ دین اس صورت مین اگر خدا ہی اپنے فضل سے ہمارے احوال کا تدارک فرماوے تو اصلاح ممکن ہے اسلیے اسی بات کی دعا مانگتے ہین بشرطیکہ صرف زبانی دعا بدون استعداد کے مقبول ہو۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ جب ہم دنیا مین مال کا ارادہ کرتے ہین تو اوسکے کتنے لوازم جمع کرتے ہین جوتتے ہین اور بوتے ہین اور تجارت کرتے ہین اور خشکی و تری مین کیسی کیسی اندیشہ ناک باتین اختیار کرتے ہین اور اگر علم مین کوئی مرتبہ حاصل کیا چاہتے ہین تو اوسکے واسطے کتنی مشقتین اوٹھاتے ہین اور کتابون کی بحث و تکرار اور یاد کرنے مین راتون کو جاگتے اور کد و کاوش کرتے ہین رزق کی تلاش مین کیا کیا محنتین کرتے ہین اور اللہ تعالی نے جو کفالت اور ضمانت روزی دینے کی فرمائی ہے اوسپر یقین و اثق کرکے گھر مین نہین بیٹھتے اور بیٹھے بیٹھے خدا تعالی سے نہین عرض کرتے کہ الٰہی ہمکو روزی دے مگر جب ملک دائم اور سلطنت پایدار آخرت پر نظر کرتے ہین تو اوسکے واسطے صرف اسی پر کفایت کرتے ہین کہ زبان سے

کہہ لیا کہ الٰہی تو معاف کر الٰہی تو رحم کر حالانکہ حسنات کیطرف کہ توقع ہے اور جسکے نام سے
دھوکا کھائے ہوئے ہین وہ یون ارشاد فرماتے وان لیس للانسان الا ما سعیٰ
اور ولا یغرنکم باللہ الغرور اور یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم
مقام غور ہے کہ ان اقوال میں کسی سے بھی ہمکو تنبہ ہوتا ہے کوئی بات بھی ہمکو ہمارے مغالطون
اور جھوٹی آرزوؤن سے نکالتی ہے اگر خوب تامل کرو تو یہ کہتے رہنے کی بات ہے بشرطیکہ
خدای تعالی اپنے فضل سے توبہ نصوح مرحمت فرماوے اور اوسکے باعث ہمکو پناہ دے
ہم خدا سے دعا مانگتے ہین کہ ہماری توبہ قبول کرے بلکہ یہ التجا ہے کہ شوق توبہ ہمارے
دلوں کے اندر ڈالدے صرف زبانی حرکت توبہ کی دعا کے لیے ہمارے واسطے کافی
نہ فرماوے ورنہ ہم اون لوگون مین سے ہوجاوینگے جو کہتے ہین اور نہین کرتے اور سنتے ہین
اور نہین مانتے جب وعظ سنا تو رو پڑے اور جب کام کا وقت آیا تو پہلو تہی کر گئے اس سے
زیادہ رسوائی کی نشانی اور کیا ہوگی خدای تعالی ہمکو توفیق اور رشد اپنے کرم اور فضل سے
عنایت کرے۔ اب ہم احوال خائفین کی حکایات کو بقدر کفایت کرتے ہین جب مثل
مشہور ہے کہ اگر کس است حرفیش بس است ورنہ شعر

اگر صد باب حکمت پیش نادان | بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

اور عیسی بن مالک خولانی جو بڑے عمدہ عابدون مین سے ہین ایک راہب کا حال
کہتے ہین کہ اونھوں نے اوسکو بیت المقدس کے دروازے پر غمگین صورت بنائے کھڑا
دیکھا سخت حیران تھا اور کثرت گریہ سے آنسو نہین تھمتا تھا راوی کہتے ہین کہ جب مین نے
اوسکو دیکھا تو اوسکی صورت سے ڈر گیا اور اوس سے کہا کہ ای راہب مجھے وصیت کر کہ تجھ سے
یادگار رکھوں اوس نے جواب دیا کہ ای عزیز کیا نصیحت تجھکو کرون سو کی ایک یہ ہے کہ اگر تجھ سے
ہو سکے تو ایسی طرح رہو جیسے کسیکو چار طرف سے درندون اور کیڑون نے گھیر لیا ہو اور وہ
ہراسان اور خائف رہتا ہے کہ کہین ایسا ہو کہ ذرا سی غفلت ہو جاوے تو درندے چیر ڈالین
یا چوک جاوے تو زہر دار کیڑے کاٹ لین غرضکہ رات بھر اوسکا دل خوف و ہراس ہی مین رہتا ہے
گو مغالطہ کھانے والے بیخوف ہوا کرین اور دن بھر رنج مین گذرتا ہے گو نکمے لوگ خوش
ہوا کرین پھر وہ راہب مجھے چھوڑ کر چلا مین نے کہا کہ کچھ اور تم کہتے تو شاید مجھکو زیادہ نفع ہو
اوس نے کہا کہ پیاسے کو جتنا پانی ملجاتا ہے وہی کافی ہوتا ہے اور یہ اوس نے درست کہا

اسواسطے کہ صاف دلکو تو ادنی سا خوف ہلا دیتا ہے اور کہل دلسے وعظ و نصیحت بمراحل دور رہتی ہے اور اوسنے جو مثال بیان کی کہ ایسی طرح رہو جیسے وہ شخص جسکے چار طرف درندے اور زہر کے جانور ہون تو اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ یہ مثال فرضی ہے بلکہ یہ صورت واقعی ہے کیونکہ اگر آدمی نور عقل سے اپنے باطن کو دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انواع و اقسام کے درندون اور زہریلے جانورون سے پر ہے مثلاً غضب اور شہوت اور کینہ اور حسد اور کبر اور عجب اور ریا وغیرہ جو ہمیشہ اوسکو چیرتے او نیش زنی کرتے رہتے ہین بشرطیکہ ایک لحظہ بھی اوسنے غافل رہے مگر یہ کہ آدمی کو انکا گزند اور ایذا دینا نہین سوجھتا جب پردہ اوٹھا لیا جائیگا اور آدمی قبر مین رکھا جاویگا اوسوقت دیکھیگا کہ یہ سب صفات اپنے اپنے معانی کی صورت بنکر آوینگے اوسوقت یہ نظر آویگا کہ سانپ اور بچھوؤن نے قبر مین آکر بدن کو گھیر لیا حالانکہ نہ سانپ ہوگا نہ بچھو بلکہ یہی صفات جو زندگی مین یہین ہونگے اونکی صورت اوسدن سوجھہ پڑیگی پس اگر یہ منظور ہو کہ انکو مار ڈالنا چاہیے اور ان پر غالب ہونا چاہیے حالانکہ مرنے سے پیشتر یہ بات آدمی کے اختیار مین ہے تو اس سے ہرگز چوکنا نچاہیے ورنہ انکا کاٹنا اور نوچنا خوب اچھی طرح دلمین ٹھان لینا چاہیے

باب چہارم فقر اور زہد کے بیان مین

رباعی

گر چاہے تو دل سے ہووے سچا عابد
کر فقر کو اختیار اور ہو زاہد
کہتے ہین رسول فقر کو اپنا فخر
تیرے لیے بس یہی ہے کافی شاہد

واضح ہو کہ دنیا اللہ جل شانہ کی دشمن ہے اوسکے فریب مین بہت لوگ گمراہ ہوے اور اوسکے مکر سے بہتون کو لغزش ہوئی تو اوسکی دوستی خطایا اور سیات کی جڑ ہوئی اور اوسکی دشمنی طاعات و قربات کی اصل اور ہم نے اسکا حال اور اسکی دوستی کی مذمت کو باب ذم دنیا مین جلد سوم کے مفصل لکھا ہے یہان جو فضیلت اس سے بغض رکھنے مین اور اسمین نہ ہکر زہد مین ہے اوسکو ذکر کرتے ہین کہ منجیات مین اصل یہی ہے کیونکہ نجات کی طمع بدون دنیا سے علیحدگی اور دوری کے نہین ہوسکتی لیکن اس سے علیحدگی کی دو صورتین ہین یا تو وہ خود آدمی ہی الگ ہی اسکو فقر کہتے ہین یا آدمی اوس سے کنارہ کش ہی اسکو زہد کہتے ہین اور ان دونون چیزون کو سعادت کے حاصل ہونے کے سبب مین دخل ہے اور فوز و نجات پر مدد کرنے مین اثر اسلیے ہم ان دونون کی حقیقت اور درجات و اقسام اور شرطین اور احکام ذکر کرتے ہین اور اس باب کے دو فصل کرتے ہین

اول میں فقر اور دوسری میں زہد کو لکھتے ہیں

فصل اول فقر کی حقیقت اور فضیلت اور فقرا کی قسمیات اور آداب کے ذکر میں

بیان اول فقر کی حقیقت اور فقیر کے احوال اور اسما کے اختلاف میں

جاننا چاہیے کہ فقر حاجت کی چیز کے نہ ہونے کا نام ہے اور بے حاجت چیز کے نہونے کو فقر نہیں کہتے اور اگر حاجت کی چیز موجود ہوا اور اوسپر آدمی قادر ہو تو اوس شخص کو فقیر نہ کہینگے اور جب معلوم ہوچکا تو اب ظاہر ہے کہ جو چیز سوا اللہ تعالیٰ کے موجود ہے وہ فقیر ہے اسواسطے کہ ہر ایک وجود چیز کو اپنے دوسرے وقت موجود ہونے کی حاجت ہے اور وجود کا میسر رہنا اوسکے فضل و احسان سے ہے پس اگر ہستی کے پردے پر کوئی موجود ایسا ہوجسکا وجود غیر سے مستفاد نہو تو وہ غنی مطلق ہے اور ایسا موجود سوا ایک ذات کے ہو نہیں سکتا اس سے ظاہر ہوا کہ وجود میں غنی ایک ہی ہے اور اوسکے سوا جتنے ہین وہ اوسیکی طرف محتاج ہین تاکہ اونکو دوام وجود کی مدد دیوے اور اسی حصر کیطرف اشارہ ہے اس قول خداوندی میں واللہ الغنی وانتم الفقراء لیکن یہی معنی فقر مطلق کے ہین اور ہمکو غرض فقر مطلق کے بیان سے نہیں بلکہ خاص فقر مال کا بیان کرنا منظور ہے ورنہ بندے کی حاجت کو اگر باعتبار اوسکی ضروریات کے دیکھیے تو کچھ بھی شمار نہیں ہو سکتی اسلیے کہ ضروریات و حاجات آدمی کی بیشمار ہیں اور منجملہ اوسکے حاجتوں کے وہ ہیں جو مال سے مل سکتی ہیں پس ہمیں کا ہمکو بیان بھی اسوقت منظور ہے اسلیے کہتے ہین کہ جو شخص مال نہیں رکھتا اوسکو ہم اوس مال کے لحاظ سے فقیر کہتے ہین جو اوسکے پاس نہیں ہے بلکہ اوس شخص کو اس مال مفقود کیطرف حاجت بھی ہو پھر یہ خیال میں آتا ہو کہ فقر میں آدمی کے پانچ احوال ہوں اور ہم اون سب کو تمیز کیواسطے جدا جدا نام رکھے دیتے ہیں تاکہ اوسکے احکام بھی علیحدہ بیان کرسکیں **پہلی حالت** جو سب سے اعلیٰ ہے یہ ہے کہ آدمی اسی طرح ہو کہ اگر اوسکے پاس مال آوے تو اوسکو برا معلوم ہو اور ایذا پاوے اور اوسکے قبول سے بھاگے اور اوسمیں مشغول ہونے سے اجتناب کرے اور اوسکے شر سے محترز رہے ایسے شخص کو زاہد کہتے ہیں **دوسری حالت** یہ ہے کہ مال کی رغبت اتنی ہو کہ جسکے حاصل ہونے سے خوش ہو اور نہ اتنی نفرت ہو کہ اوس سے ایذا پاتا ہو یا اگر ملے تو چھوڑ دے ایسے شخص کا نام ہم راضی کہتے ہین — **تیسری حالت** یہ ہے کہ مال کا ہونا اوسکے نزدیک ہونے کی نسبت محبوب ہو اسوجہ سے کہ کچھ مال کی رغبت رکھتا ہے مگر رغبت اتنی نہین کہ اوسکی طلب مین سرگرم ہو بلکہ اس قسم کی ہو

کہ اگر بلا محنت و کدورت سے ملے تو لیکر خوش ہو جاوے اور اگر طلب مین کچھ مشقت کا محتاج ہو تو اوسمین مشغول نہو ایسی حالت والے کا نام ہم قانع رکھتے ہین کیونکہ اوسنے موجود چیز پر قناعت کر کے طلب کو موقوف کیا باوجودیکہ کسیقدر رغبت بھی تھی چوتھی حالت کہ طلب مال کو موقوف کرنا عاجزی کے باعث ہو ورنہ رغبت اتنی ہے کہ اگر کوئی سبیل اوسکی تلاش کی ملے گو محنت ہی سے ہو تو اوسکو ضرور طلب کرے یا طلب مین مشغول ہی ہو ایسی حالت والے کو ہم حریص کہتے ہین

پانچوین حالت یہ ہے کہ جو مال اسکے پاس نہین اوسکی ضرورت مین مضطر ہو مثلاً بھوکے کے پاس روٹی نہو اور ننگے کے پاس کپڑا نہو ایسی حالت والے کو ہم مضطر کہتے ہین اوسکی رغبت طلب کے باب مین کسیطرح کی ہو ضعیف ہو یا قوی اور یہ حالت رغبت سے بہت کم جدا ہوتی ہے پس یہ پانچ احوال ہین جنمین سے اعلی زہد ہے اور اضطرار کے ساتھہ مین اگر زہد ملا لیا جاوے اور یہ صورت ممکن ہو تو ایسا حال زہد کے اقصا درجات مین ہے اور ان پانچون حالتون سے بڑھکر ایک اور حالت ہے جو زہد سے بھی اعلی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک ہونا اور نہونا مال کا برابر ہو کہ آنے کی خوشی نہ گئے کا غم اور اوسکا حال ایسا ہو جیسا حضرت عایشہ رض کا تھا کہ جب اونکے پاس ایک لاکھہ درہم کسیکی بخشش مین سے آئے تو لے لیے اور اوسی روز تقسیم کر دیے اور جب اونکی خادمہ نے عرض کیا کہ اگر آج کے درمون مین سے آپ ایک درم کا گوشت لا دیتین تو اوسی سے افطار کرتے آپ نے فرمایا کہ اگر پہلے سے یاد دلاتی تو ایسا ہی کرتی پس جس شخص کا حال ایسا ہو اگر تمام دنیا اوسکے قبضے اور خزانے مین ہو تب بھی اوسکو ضرر نہ کریگی اسلیے کہ وہ شخص تمام مال کو خدای تعالے کے خزانے مین جانتا ہے نہ اپنے قبضے مین اور اسوجہ سے مال خواہ اوسکے قبضے مین ہو یا کسی دوسرے کے اوسکے نزدیک دونون یکسان ہین اور مناسب ہے کہ ایسی حالت والے کو مستغنی کہین اسلیے کہ وہ مال کے وجود اور عدم دونون سے غنی ہے اور مستغنی کے معنی لفظ غنی سے علیحدہ سمجھنے چاہیین جو خدای تعالی پر اور اوسکے بندون مین سے بہت سامان رکھنے والون پر بولا جاتا ہے کیونکہ بندون مین سے جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اور وہ اوس سے خوش ہوتا ہے تو وہ محتاج اس بات کا ہے کہ مال مذکور اوسکے پاس رہے ہرچند وہ مال کے قبضے مین آنے سے غنی ہے تاہم اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہے اسلیے وہ من وجہ فقیر ہے مگر مستغنی مال کے قبضے مین آنے اور اوسکے باقی رہنے اور اوسکے قبضے مین سے نکلجانے سے سب سے غنی ہے کیونکہ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اوسکو مال سے ایذا نہین ہوتی اور

رغبتی ہوتی ہے پس احتیاج قبضے سے نکالنے اور قبضے میں رکھنے کی دونوں رہی اور یہ بھی
نہیں کہ اوسکے پاس ہو تا کہ محتاج قبضے میں آنے کا ہو بہر حال مستغنی کی حاجت عام ہے اور باقی
جہت سے ایسا شخص اوس غنی سے جو وصف خداوندی ہے قریب تر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ
بندے کا قرب خدای تعالی سے اسطرح ہے کہ صفات الہی مین قریب ہو قرب مکانی تو
ہوتا ہی نہیں لیکن ہم ایسی حالت والے کو مستغنی ہی کہتے ہیں تا کہ لفظ غنی اوس ذات پر
بولا جا سکے جسکو غنائے مطلق ہر چیز سے ہو اور اس قسم کا بندہ اگرچہ مال کے وجود اور عدم سے مستغنی ہوگا مگر
سوا اوسکے اور چیزوں سے مستغنی نہیں مدد و توفیق الہی سے مستغنی ہو جس سے اسکا استغنا باقی رہے ہاں یہ استغنا بڑی نعمت ہے
کہ خدای تعالی اوسے اوسکے دلکو رہائی دیتا ہے جو دل کہ مال کی محبت مین مقید رہتا ہے وہ غلام ہے اور جو
اوس سے مستغنی ہے وہ آزاد ہے اور اللہ تعالی نے ہی اوسکو اس غلامی سے آزاد کیا ہے
تو اس آزادی کے ہمیشہ رہنے کی حاجت اوسکو البتہ ہے اور دل غلامی اور آزادی مین باہم
اولٹتے بدلتے رہتے ہیں کیونکہ سب دل درمیان خدای تعالی کی اونگلیون کے ہیں اسیلیے
ایسے شخص کو مطلقا غنی کہدینا درحقیقت نہین بنتا ہے اگر کہا جاوے تو مجازا ہوگا —

اب جاننا چاہیے کہ زہد ابرار کے درجے کا کمال ہے اور اس حالت والا یعنی مستغنی مقربین میں
سے ہے تو ضرور ہوا کہ زہد اوسکے حق مین درجہ نقصان ہو اسیلیے کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کی
برائیاں ہوتی ہیں اور زہد دنیا کا برا جاننے والا ابھی دنیا مین مشغول ہے جیسا اوسکا رغبت
کرنے والا ہے اور شغل ما سوای خدای تعالی کا خدای تعالی سے حجاب ہوتا ہے کیونکہ خدای تعالی
کچھ فاصلے پر تو نہین ہے کہ دوری اوسکا حجاب ہو جاوے بلکہ وہ تو آدمی کی رگ گردن سے
بھی قریب تر ہے اور نہ خدای تعالی کسی مکان مین ہے تا کہ آسمان و زمین اوسمین اور آدمی مین
حجاب ہو جاوین تو اب ضرور ہے کہ حجاب اوسمین اور آدمی مین بجز غیر اللہ کے ساتھ مشغول
ہونے کے اور کوئی نہو اور اپنے نفس و شہوات مین مشغول ہونا بھی غیر اللہ کے ساتھ مشغول
ہونے مین داخل ہے اور چونکہ آدمی ہمیشہ اپنے نفس و شہوات مین مشغول رہتا ہے اسیلیے ہمیشہ
خدای تعالی سے محجوب رہتا ہے حاصل یہ کہ جو شخص اپنے نفس کی محبت مین مشغول ہو وہ بھی اللہ تعالی
سے منحرف ہے اور جو شخص اپنے نفس کے بغض مین لگا ہے وہ بھی خدا کے ساتھ مشغول نہین
اسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ جس مجلس مین عاشق و معشوق ہون اوسمین اگر رقیب بھی آجاوے
تو اگر عاشق کا دل رقیب کیطرف اور اوس سے بغض رکھنے کیطرف اور اوسکے آنے کو

برا جاننے کیطرف متوجہ ہوگا تو چونکہ وہ ان واہیات مین مصروف ہے لذت مشاہدہ معشوق سے
محروم رہیگا اور اگر عشق مین مستغرق ہوگا تو غیر سے غافل ہوگا اور اوسکی طرف توجہ نکریگا
غرضکہ جسطرح معشوق کے ہوتے ہوئے دوسرے کو محبت کی راہ سے دیکھنا عشق مین شرکت
اور موجب نقصان ہے اسیطرح بغض کی راہ سے بھی دوسرے کو تاکنا معشوق کے ہوتے ہوئے
عشق مین شرک و نقصان ہے گو یہ نقصان بنسبت اول کے خفیف تر ہے تاہم پورا کمال
نہین اور کمال پورا یہ ہے کہ قلب محبوب کے سوا اور کیسیکی طرف نہ دوستی کی راہ سے نظر کرے
نہ دشمنی کی راہ سے کیونکہ جیسے ایک دل مین دو محبت ایک حالت مین نہین جمع ہوتین ایسی
ایک حالت مین دوستی اور دشمنی بھی نہین جمع ہوتی پس جو شخص دنیا کی دشمنی مین مشغول ہے وہ بھی
خدا سے غافل ہے جیسے وہ شخص کہ اوسکی دوستی مین مشغول ہے مگر اتنا فرق ہے کہ جو دنیا کی
دوستی مین مشغول ہے وہ غافل ہے اور اپنی غفلت مین راہ بعد طے کرتا ہے اور جو اوسکی دشمنی مین
مصروف ہے وہ بھی غافل ہے مگر غفلت مین طریق قرب پر راہ چلتا ہے اسواسطے کہ ایسے
شخص کے لیے توقع پڑتی ہے کہ اسکا حال انجام کو ایسا ہو جاوے کہ اتنی سی غفلت جاتی رہے
اور صرف حضوری اور مشاہدہ میسر ہو جاوے غرضکہ درجہ کمال ایسے شخص کے واسطے متوقع ہے
باینوجہ کہ بغض دنیا ایک سواری ہے جو خدا تعالی کیطرف پہونچاتی ہے۔ تو دنیا سے محبت
اور بغض والون کی ایسی مثال ہے جیسے دو شخص راہ حج مین سواری پر چڑھے اور اوسکے
گھاس دانے کی خبر گیری اور ہانکنے مین مشغول ہون لیکن ایک تو کعبے کیطرف کو منہ کرکے جاتا ہو
اور دوسرا پیٹھ پھیر کر اوسکیطرف مقابل مین جاتا ہو تو یہ دونون شخص اس بات مین برابر ہین کہ کعبے سے
محجوب اور اوس سے غافل اور اپنی سواری کی فکر مین شاغل ہین لیکن جو کعبہ رو جاتا ہے
اوسکا حال دوسرے کی نسبت کہ اچھا ہے جو پشت بکعبہ چلتا ہو کیونکہ اوسکو کبھی پہونچنا
نصیب نہوگا مگر شخص اول کا حال اگر بلحاظ اوس شخص کے دیکھو جو کعبے مین معتکف ہے اور
اوسمین سے باہر ہی نہین جاتا کہ حاجت سواری کی فکر کی پہونچنے کیواسطے پڑے تو اوسکی
نسبت البتہ اچھا نہین اس سے معلوم ہوا کہ یہ تصور کرنا نچاہیے کہ دنیا کا بغض کرنا مقصود بالذات
چیز ہے بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ دنیا خدا سے روکنے والی چیز ہے اور تک پہونچنا بدون
اس روک کے دفع کرنے کے ممکن نہین اسیواسطے حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے
کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اور اسی پر کفایت کرسکے تو جلدی راحت چاہتا ہے بلکہ اوسکو

چاہیے کہ آخرت میں مشغول ہو۔ اس قول میں بتلا دیا کہ راہ آخرت کا چلنا زہد کی سوا ہے جیسے طریق حج کا چلنا اور ہے اور حج خواہ مانع حج کا دفع کرنا اور۔ اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں زہد کرنے سے اگر مقصود یہ ہے کہ اوسکے وجود و عدم دونوں میں رغبت نہو تو یہ نہایت کا کمال ہے اور اگر صرف اوسکے نہونے کی رغبت مطلوب ہو تو البتہ یہ درجہ بنسبت درجہ راضی اور قانع اور حریص کے تو کمال گنا جاویگا مگر مستغنی کے درجے کی نسبت کرنا نقص ہوگا بلکہ مال کے حق میں کمال یہی کہ آدمی کے نزدیک مال و پانی ایکسا ہو اور پانی کی کثرت ہمسایہ میں ہونے سے اسکو کچھ ایذا نہیں ہوتی مثلاً جیسے کوئی دریا کے کنارے ہو اور نہ پانی کی قلت سے ایذا ہو بشرطیکہ مقدار ضروری سے کم ہو باوجودیکہ پانی اور مال دونوں حاجت کی چیز ہیں تو جیسے بہت سا پانی دیکھکر اوسکے پڑوس سے بھاگنے کی تجویز میں مشغول نہیں ہوتا نہ اوسکو برا سمجھتا ہے بلکہ دل میں یہ کہتا ہے کہ اس سے بقدر حاجت میں بھی پیونگا اور خدا کے بندوں کو پلاونگا اور کسیکو بخل نکرونگا اسیطرح مال کا حال بھی ہونا چاہیے اسلیے کہ روٹی اور پانی حاجت کے امر میں ایک ہیں فرق صرف ایک کی قلت اور دوسرے کی کثرت کا ہے۔ اور جب آدمی خدا تعالے کو پہچانے اور جس تدبیر سے اوسنے انتظام عالم کیا ہے اوسکو جانے تو معلوم ہو جاویگا جبتک وہ زندہ رہیگا اوسکو بقدر حاجت روٹی ضرور پہونچے گی جیسے پانی بقدر حاجت آتا ہے چنانچہ اسکا بیان عنقریب باب توکل میں انشاء اللہ آویگا۔ احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابو سلیمان دارانی رحمہ سے کہا کہ حضرت مالک ابن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر میں جاکر وہ کوزہ جو تو نے مجکو تحفتہً دیا ہے لے اسلیے کہ شیطان مجھے وسوسہ ڈالتا ہے کہ اوسکو چور لیگیا۔ حضرت ابو سلیمان نے فرمایا کہ یہ بات صوفیہ کے دلوں کے ضعف کی ہے مالک نے دنیا میں زہد کیا اگر کوئی کوزہ لیجاتا تو اونکو کیا تھا۔ اس سے غرض یہ ہوئی کہ کوزہ گھر میں رہنے کی کراہت میں بھی اوسکی طرف التفات پایا جاتا ہے جسکا سبب ضعف اور نقصان ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ جب نفرت دنیا داخل کمال نہیں تو انبیا اور اولیا کیوں بشدت متنفر اور بھاگے رہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اونکا بھاگنا ایسا تھا جیسے پانی سے بھاگنا یعنی پانی کو بمقدار حاجت پی لیا اور جسقدر بچا اوسکو مشکوں اور پکھالوں میں بھر کر اپنے ساتھ لیے نہ پھرے بلکہ نہر اور کنووں اور چشموں ہی میں اون لوگوں کیواسطے چھوڑ دیا جنکو اوسکی ضرورت تھی نہ اس جہت سے کہ اونکے دل اوسکے دوستی یا دشمنی میں مصروف تھے۔ دیکھو زمین کے خزانے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضا اور حضرت عمر رضا کے پاس آئے اور اونھون نے
لیکر اونکے محل اور موقع مین خرچ کر دیا اونسے بھاگے نہین کیونکہ اونکے نزدیک مال اور پانی
اور سونا اور پتھر برابر تھے اور اگر کسی سے مال کے لینے سے انکار منقول ہے تو یا تو ایسے شخص سے
منقول ہے کہ اوسکو خوف ہوا کہ اگر لونگا تو شاید مال کے فریب مین آکر دل مقید ہوجاوے گا
اور شہوات کیطرف بلاویگا اور یہ حال ضعیفون کا ہے پس اونکے حق مین مال کی دشمنی اور
اوس سے بھاگنا ہی کمال ہے اور سب خلق کے لیے ایسا ہی حکم ہے اسلیے کہ سوای انبیا اور اولیا
اور علما کے سب ضعیف ہین اور یا کسی شخص قوی سے منقول ہے جو درجہ کمال کو پہونچا ہو
اوسکے انکار کی وجہ یہ تھی کہ نفرت اور انکار اسواسطے ظاہر کیا کہ ضعفا دیکھکر پیروی کرین
اور مال لین ورنہ لینے کی پیروی مین اونکی بربادی متصور ہے جیسا کہ سانپ کا منتر والا اپنی
اولاد کے سامنے سانپ سے بھاگتا ہے اوسکا بھاگنا کچھ اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ سانپ
پکڑنے سے عاجز ہے بلکہ اس جہت سے ہوتا ہے کہ اگر مجھکو سانپ پکڑتے میری اولاد دیکھیگی
تو وہ بھی پکڑینگے اور ہلاک ہونگے اسیطرح انبیا اور اولیا بھی ضعیفون مین ضعیفون کا سا
حال بنا لیتے ہین تاکہ اونکی اقتدا کیجاوے۔ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہے کہ مراتب چھ ہین
جنمین سب سے اعلا رتبہ مستغنی کا ہے پھر زاہد اوسکے بعد راضی اوسکے بعد قانع پھر حریص کا
باقی رہا مضطر تو اوسکے باب مین زہد اور رضا اور قناعت کا تصور ہوسکتا ہے اور ان احوال کا
اختلاف کے موجب اوسکا رتبہ مختلف ہوتا ہے مگر فقیر ان پانچون شخصون زاہد و راضی و قانع
و حریص و مضطر کو کہہ سکتے ہین لیکن مستغنی کو اس معنی کر فقیر نہین کہہ سکتے اگر اوسکو فقیر کہینگے
تو اس اعتبار سے کہینگے کہ وہ خدای تعالی کیطرف ہر ایک چیز مین محتاج ہے خاص کر اپنے
استغنا مین مال سے پس مستغنی کو فقیر کہنا ایسا ہے جیسا وہ شخص کہ اپنے نفس کو پہچانے
کہ خدا کا بندہ ہے اور اقرار بھی عبودیت کا کرے تو ایسے شخص پر بندے کا اطلاق غافلون
کی نسبت زیادہ شایان ہے گو بندے کا لفظ تمام خلق کے لیے عام ہے اسیطرح لفظ فقیر
بھی عام ہے اور جو شخص اپنے نفس کو جانے کہ اللہ تعالی کا فقیر یعنی محتاج ہے تو اوسکو
فقیر کہنا زیادہ اچھا ہے غرضکہ لفظ فقیر دونون معنی مین مشترک ہے اور جب یہ بات
معلوم ہوئی تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر کے باب مین یہ فرمایا ہے
اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ اور كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَكُوْنَ كُفْرًا مخالف اس حامی نبوی کی نہین

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا کیونکہ اول مین مضطر کا فقر مراد ہے جس سے کہ آپ نے پناہ مانگی ہے اور جس فقر کی دعا مانگی ہے وہ یہ ہے کہ اقرار مسکنت اور ذلت و احتیاج کا خدا کی طرف سے اب دونون حدیثوں مین مخالفت نہی

دوسرا بیان فقر کی مطلق فضیلت مین

آیات قرآنی سے فضیلت فقر ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہے لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور فرمایا لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ اول سیاق کلام مدح کے طور پر فرمایا پھر فقر کی صفت کو ہجرت اور گھر جانے کے وصف سے مقدم فرمایا اور اس تقدیم سے بظاہر صحیح فقر کی مدح پائی جاتی ہے اور احادیث مین بھی فقر کی مدح بہت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے پوچھا کہ لوگون مین سے کون بہتر ہے عرض کیا کہ جو مالدار ہو اور اللہ کا حق اپنے نفس و مال مین ادا کرتا ہو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص اچھا ہے مگر جسکو مین نے پوچھا ہے وہ نہین پھر اصحابؓ نے عرض کیا کہ پھر کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ فقیر یعطی جہدہٗ اور حضرت بلال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الق اللّٰہ فقیرا ولا تلقہ غنیا اور ایک حدیث مین فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ اور حدیث مشہور مین ہے یَدْخُلُ فُقَرَاءُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَائِہِمْ بِخَمْسِ مِائَۃِ عَامٍ اور ایک اور حدیث مین چالیس خریف یعنی چالیس برس آئے ہین تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فقیر حریص غنی حریص کی نسبت چالیس برس پیشتر جاویگا اور فقیر زاہد غنی راغب کی نسبت پانسو برس پیشتر جنت مین داخل ہوگا اور ہم نے جو درجات فقر کا اختلاف ذکر کیا ہے اوس سے تمکو قطعاً فرق فقرا کے درجات کا ذہن مین آیا ہوگا اور اس تحریر سے معلوم کرو گے کہ فقیر حریص کا درجہ فقیر زاہد کی نسبت ساڑھے بارھوان ہے جو کہ نسبت چالیس کو ہے پانسو کیطرف — اور یہ گمان نکرنا چاہئیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ تعداد تعیین فرمائی تو بحسب اتفاق یا لغو کیطرح زبان سے نکل گئی ہے بلکہ آپ تو ہر بات مین حقیقت بیان فرماتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

اور ان درجات فقر کے باب مین جو تعین ہے وہ ایسی ہے جیسے آپ نے فرمایا ہے الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءا من النبوۃ یعنی اچھی خواب کو چھیالیسوان حصہ نبوت کا فرمایا ہے تو یہ اندازہ درحقیقت ایسا ہی ہے لیکن آپ کے سوا کی مجال نہین کہ اس نسبت کی وجہ سوائے تخمین کے جان لے واقعی علت کسیکو معلوم نہین ہوسکتی اسواسطے کہ یہ بات معلوم ہے کہ نبوت اسکو کہتے ہین جو نبی سے خاص ہوا اور اوسی کے باعث نبی اور لوگون سے علیحدہ بھی ہوا اور نبی مین بہت سے خواص ہوتے ہین اول تو یہ کہ جو امور خدای تعالی سے اور اوسکی صفات اور فرشتون اور دار آخرت سے متعلق ہون اونکا احوال واقعی جانتا ہو نہ اسطرح کہ جیسے اور لوگ سمجھتے ہین بلکہ کثرت معلومات اور زیادتی یقین اور تحقیق اور کشف مین عوام کے مخالف ہو دوسرے یہ کہ نبی کے نفس مین وہ صفت ہوتی ہے کہ جس سے افعال عادات کے خلاف پورے ہوتے ہین جسطرح ہم مین ایک صفت ہے کہ اوسکے باعث ہمارے حرکات ہمارے ارادے اور اختیار یعنی قدرت سے پورے ہوتے ہین گو قدرت اور مقدور سب اللہ تعالے کے افعال سے ہین تیسرے یہ کہ نبی مین ایک ایسی صفت ہوتی ہے جسکے باعث فرشتون کو دیکھ لیتا ہے جیسے بینا آدمی مین مثلاً ایک صفت ایسی ہے جو اندھون مین نہین وہ یہ ہے کہ محسوسات کو دیکھ لیتا ہے چوتھی صفت یہ ہے کہ نبی مین وہ خاصیت ہوتی ہے جس سے غیب کا حال اوسکو بیداری یا خواب مین معلوم ہوجاتا ہے یعنی اوسی خاصیت کے باعث لوح محفوظ کا مطالعہ کر لیتا ہے اور جو کچھ اوسمین غیب کا حال لکھا ہوتا ہے اوسکو معلوم کر لیتا ہے پس یہ کمالات و صفات ایسے ہین کہ انکا ثبوت انبیا کے لیے ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انمین سے ہر ایک خاصیت کئی اقسام مین منقسم ہوسکتی ہے اور ہم بھی اسکی تقسیم اگر چالیس اور پچاس اور ساٹھ وغیرہ تک کرنا چاہین تو کر سکتے ہین بلکہ اگر تکلف کرین تو ہوسکتا ہے کہ تمام صفات متعلقہ نبی کو چھیالیس ہی ثابت کردین تاکہ سچی خواب چھیالیسوان حصہ نبوت کا ہو مگر تقسیمات کے طریقون کا معین کرنا بدون ظن اور تخمین کے نہوگا تو ٹھیک ٹھیک معلوم نہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چھیالیسوان حصہ اسی تقسیم کی رو سے مراد لیا ہے یا نہین ہان صفات کلی جنسے نبوت کامل ہوتی ہے وہ معلوم ہین اور اونکے منقسم ہونے کی اصل معلوم ہے مگر اس سے مقدار خاص مقرر کرنے کی وجہ معلوم نہین ہوسکتی اسی طرح حدیث مذکور مین ہم جانتے ہین کہ فقرا کے بہت سے درجات ہین جیسا پہلے معلوم ہوا اگر یہ فقیر حریص کا

درجہ فقیر زاہد کی نسبت کر ساتے ہے بارھوان حصہ کیون ہوا اسکی جہت سے اول تو سرسا پایں
برس ہی پیشتر غنی سے رہیگا اور دوسرا پانسو برس کے تقدم کا سزاوار ہوگا تو اسکا جاننا سوائے
انبیاء علیہم السلام کے طاقت بشری سے خارج ہے البتہ اگر کوئی کچھ کہیگا تو اٹکل سے کہیگا
جسپر اعتماد و وثوق نہو غرضکہ ہماری غرض یہ تھی کہ کوئی ضعیف الایمان یہ سمجھ لے کہ آپ نے ایسے
جو مقادیر مقرر فرمائے ہین یہ قیود اتفاقی ہین کیونکہ منصب نبوت ایسی باتون سے مبرا ہے
تو یہی جان لینا چاہیے کہ اندازہ جو کچھ آپنے فرمایا ہے وہ سچا اور درست ہے۔ اب اصل
غرض کیطرف متوجہ ہوتے ہین یعنی احادیث فقر کی مدح لکھتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فُقَرَاؤُهَا وَأَسْرَعُهَا تَضَجُّعًا فِي الْجَنَّةِ ضُعَفَاؤُهَا
اور فرمایا اِنَّ لِي حِرْفَتَيْنِ اثْنَتَيْنِ فَمَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِي اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ
اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اے
محمد اللہ عزوجل تمکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا تمکو پسند ہے کہ مین ان پہاڑون کو سونے کا
کردون جہان تم رہو تمہارے ساتھ رہا کرین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت
سر جھکا لیا پھر فرمایا کہ اے جبرئیل اِنَّ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَنْ لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ
لَا عَقْلَ لَهُ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ یا محمد ثَبَّتَكَ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ
اور روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے سفر مین ایک سوتے آدمی کے پاس گذرے
جو ایک کملی مین لپٹا ہوا تھا آپ نے اوسکو جگایا اور فرمایا کہ اے سونے والے اوٹھ اور خدا کا
ذکر کر اوسنے کہا کہ آپ مجھسے کیا چاہتے ہین مین نے دنیا کو اوسکے اہل کے لیے چھوڑ دیا ہے
آپ نے فرمایا کہ اے حبیب تب تو سو رہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک شخص پر گذرے وہ
مٹی پر سوتا تھا اور سر کے تلے اینٹ تھی اور چہرے اور ڈاڑھی پر خاک تھی اور ایک کملی کا
تہبند تھا آپنے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ دنیا مین ضائع ہے حکم ہوا کہ اے
موسیٰ تجھکو معلوم نہین کہ جب مین اپنے کسی بندے کیطرف سارے منہ سے توجہ کرتا ہون تو
اوس سے تمام دنیا کو علیحدہ کر دیتا ہون اور حضرت ابو رافع رض سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان وارد ہوا آپ کے پاس اوسوقت اوسکی خاطرداری کی
کوئی چیز نہ تھی آپنے مجھکو ایک خیبر کے یہود کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اوس سے کہنا کہ رجب
کے مہینے کے وعدے پر ہمکو آٹا جو اوہ قرض دے یا فروخت کرکے اوسکے دام وعدے پر لے

یہنا اوس یہودی کے پاس گیا پیام حضرت کا ادا کیا اوسنے کہا کہ مین بدون رہن کے نہ دونگا
مین نے آپکی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ آگاہ رہو بخدا کہ مین آسمان والون مین امین
ہون اور زمین والون مین امین ہون اگر وہ شخص میرے ہاتھ بیچتا یا قرض دیتا تو مین ادا کرتا
جا میری زرہ لیجا اور گرو کر دے پس جب مین نکلا تو یہ آیت اوتری وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ
إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ
رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کو دنیا سے
تسلی دینی خدا تعالی کو منظور ہے اور ایک حدیث مین آپنے فرمایا الفقر ازین بالمؤمن
من العذار الحسن علی خد الفرس اور فرمایا من اصبح منکم معافی فی جسمہ
امنا فی سربہ عندہ قوت یومہ فکانما خیرت لہ الدنیا بحذافیرہا اور حضرت کعب احبار
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ اے موسی جب تو فقیر کو
آتے دیکھے تو یون کہہ کہ خوب ہوا کہ صلحا کا شعار آیا۔ اور عطاء خراسانی کہتے ہین کہ ایک نبی
انبیا علیہم السلام مین سے کنارہ دریا پر تشریف لیگئے دیکھا تو ایک شخص شکار کھیلتا تھا
اوسنے بسم اللہ کہکر جال ڈالا مگر کچھہ نہ نکلا پھر ایک دوسرے شخص پاس کو گذر ہوا اوسنے
جال بسم الشیطان کہکر پھینکا تو اوسمین اسقدر مچھلیان آئین کہ کثرت کی جہت سے اونکے
پکڑنے سے پہلوتہی کرتا تھا آپنے جناب باری مین عرض کیا کہ الہی یہ کیا بات ہے یہ تو مین
جانتا ہون کہ سب تیرے ہی قبضہ قدرت مین ہے خدا تعالی نے فرشتون کو حکم فرمایا
کہ میرے بندے کیواسطے ان دونون کا مرتبہ دکھلا دو جب آپنے اول شخص کی بزرگی اور
دوسرے کی اہانت اور ذلت کو مشاہدہ کیا تو فرمایا کہ الہی میرا اطمینان ہوگیا اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین جنت مین جھانکا تو اکثر اوسکے لوگون کو فقیر دیکھا اور
دوزخ مین جو جھانکا تو اوسکے لوگ اکثر غنی اور عورتین نظر آئین اور ایک روایت مین ہے
کہ مین نے پوچھا غنی کہان ہین حکم ہوا کہ اونکو غنا نے روک دیا اور مقید کیا اور ایک روایت
مین ہے کہ اکثر دوزخ والون کو مین نے عورتین دیکھین مین نے پوچھا کہ انکا کیا حال ہے
یعنی یہ سب دوزخ مین کیون گئین حکم ہوا کہ دو سرخ چیزون مین لگے رہنے یعنی سونا اور زعفران کے
شغل کے باعث اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ مومن کا تحفہ دنیا مین فقر ہے اور یہ بھی آیا ہے
کہ انبیاء علیہم السلام مین سے سب سے پیچھے جنت مین حضرت سلیمان علیہ السلام جاوینگے اپنی

سلطنت کے باعث اور صحابہ میں سے حضرت عبد الرحمن بن عوف اپنی عبادت کی وجہ سب کے بعد جنت میں جاوینگے اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے عبد الرحمن کو دیکھا کہ جنت میں آہستہ آہستہ چلکر داخل ہوا اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غنی جنت میں شدت یعنی بڑی محنت سے داخل ہوگا اور ایک حدیث میں جو اہل بیت سے مروی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اِبْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّہُ الْحُبَّ الْبَالِغَ اِقْتَنَاہُ لوگوں نے اقتناہ کے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے اہل چھوڑا نہ مال اور ایک حدیث میں ہے کہ جب تو فقر کو آتے دیکھے تو کہہ کہ مرحبا بشعار الصالحین اور جب غنا کو آتے دیکھے تو کہہ کہ کسی گناہ کا عذاب جلد آگیا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی تیری مخلوق میں سے تیرے دوست کون لوگ ہیں مجھے معلوم ہوں تو میں بھی اونکو تیری خاطر دوست رکھوں حکم ہوا کہ کل فقیر فقیر یعنی میرے دوست ہر ایک فقیر محتاج ہیں دوبارہ فرمانا فقیر کا یا بغرض تاکید ہے یا دوسرے فقیر سے سخت مصیبت والا مراد ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں مسکنت کو پسند کرتا ہوں اور دولت کو برا جانتا ہوں اور اگر کوئی آپ کو یا مسکین کہکر پکارتا تو اس نام کو سب ناموں سے اچھا جانتے۔ اور جب سرداروں اور عرب کے تو انگروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدمت میں عرض کیا کہ آپ ایک دن ہمارے لیے مقرر کر دیجیے اور ایک دن فقرا یعنی حضرت بلال جیسے اور سلمان فارسی اور صہیب رومی اور ابوذر غفاری اور خباب بن ارت اور عمار بن یاسر اور ابوہریرہ اور فقراے صحابہ صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ٹھہرا دیجیے کہ جس روز وہ آپکے پاس آویں تو ہم نہ آویں اور ہم آویں تو وہ نہ آویں اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا لباس اون کا ہوتا تھا گرمی کی شدت میں عرق جو نکلتا تو کپڑوں میں سے بو پیدا ہوتی اور تو انگروں کو مثل اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن بدر فزاری اور عباس بن مرداس وغیرہ کے اونکی بو سے ایذا ہوتی تھی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی آپنے اونکی درخواست پذیرا فرمائی کہ اچھا ایک مجلس میں دونوں فریق کو جمع نہ کرینگے پس یہ آیت اتری وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا یعنی فقرا کے ساتھ رہو اور اغنیا کی اطاعت نکرو اور دوسری جگہ ارشاد ہے

وَفِی سَعَۃٍ مِّن رَّبِّکُم یعنی فقراء کے ساتھ ہے فَمَن شَآءَ فَلْیُؤْمِن وَّمَن شَآءَ فَلْیَکْ
اور حضرت ابن ام مکتوم رض نابینا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کے لیے
اجازت چاہی اوس وقت کہ آپ کی خدمت اقدس میں ایک شخص قریش کے روساء میں سے حاضر تھا
آپ کو انکا حاضر ہونا ناگوار ہوا اللہ تعالی نے یہ آیت وارد فرمائی عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَہُ
الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ الذِّکْرٰی یعنی ابن ام مکتوم کو۔ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی
فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی اس سے مراد وہ رئیس ہے اور ایک حدیث شریف میں ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن فقیر کو اللہ تعالی بلا کر ایسی طرح معذرت فرماوے گا
جیسے آدمی آپس میں ایک دوسرے سے عذر کرتے ہیں ارشاد فرماویگا کہ قسم ہے اپنی عزت
وجلال کی میں نے دنیا تجھسے اسوجہ سے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا بلکہ
اس جہت سے کہ تجھکو یہاں کرامت اور فضیلت موجود کر رکھی تھی میرے بندے اب تو ان
صفوں میں جا اور پہچان کر جسنے تجھکو دنیا میں میرے واسطے کھلایا ہو یا پہنایا ہو اور اوسکی
غرض سواے میری رضا کے اور کچھ نہو تو تو اوسکا ہاتھ پکڑ لے اوسکا میں نے تجھکو اختیار دیا
اور اوسوقت لوگونکا یہ حال ہوگا کہ عرق منہ تک آیا ہوا ہوگا یہ شخص صفوں کو چیرے گا اور
دیکھے گا کہ کسنے میرے ساتھ یہ سلوک بالا کیا تھا جسکو ایسا دیکھے گا اوسکا ہاتھ پکڑ کے
جنت میں لیجاویگا۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ فقیروں کی شناخت بہت کیا کرو اور
اونکے پاس سے نعمت حاصل کرو اسلیے کہ اونکے پاس دولت ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اونکے
پاس کیا دولت ہے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اونسے یہ کہا جاویگا کہ دیکھو جسنے
تمکو ایک ٹکڑا کھلایا ہو یا ایک گھونٹ پانی دیا ہو یا کوئی کپڑا پہنایا ہو تو اوسکا ہاتھ پکڑو اور
جنت میں پہونچا دو۔ اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ میں جنت میں گیا تو اپنے آگے
ایک چال سنی پھر جو دیکھا تو بلال رض تھا اور جنت کے اوپر کے طبقات جو دیکھے تو اونمیں
میری امت کے فقرا اور اولاد نظر آئے اور نیچے کو جو دیکھا تو اوسمیں توانگر اور عورتیں دکھائی دیں
اور اونکی بھی تعداد کم میں نے پوچھا کہ انکی قلت کی وجہ کیا ہے حکم ہوا کہ عورتوں کو تو دو سرخ
چیزوں یعنی سونے اور حریر نے نقصان میں ڈالا اور توانگر اپنے حساب میں پھنس گئے
اور میں نے اپنے اصحاب رض کو جو وہاں تلاش کیا تو عبدالرحمن بن عوف رض کو نہ دیکھا
پھر وہ میرے پاس روتے ہوئے آئے میں نے پوچھا کہ تم مجھسے پیچھے کیوں رہے تھے

اونھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو آپ تک آنا میسر ہوا یہاں تک کہ سب مشتبہات
ٹل گئیں اور مجھے یہ شک تھا کہ دیکھیے آپ سے ملتا ہوں یا نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
پوچھا کہ یہ کیوں اونھوں نے عرض کیا کہ مجھ سے میرے مال کا حساب لیا جاتا تھا اس بات کو دیکھیے
کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف سرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑے سابقہ والے اور
اون دس آدمیوں میں سے ہیں جو مخصوص و قطعی جنتی ہیں اور نیز اون مکثروں میں سے ہیں جنکی
شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا یعنی
داد و دہش بموجب محوای اس حدیث کے آپ بہت کرتے تھے مگر یہ سب کچھ تھا اور باوجود اسکے
تونگری سے اوس حد کا ضرر پایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فقیر آدمی کے پاس تشریف
لیگئے اور اوسکے پاس کچھ نہ دیکھا فرمایا کہ اگر اسکا نور تمام زمین والوں کو تقسیم کیا جاوے تو سب کو
بہو سکے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کیا نہ بتاؤں میں تمکو جنت والوں کے بادشاہ
لوگوں نے عرض کیا کہ بتلا دیجیے آپنے فرمایا كُلُّ ضَعِيفٍ مُسْتَضْعَفٍ اَغْبَرَ اَشْعَثَ ذِي طِمْرَيْنِ
لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ اور حضرت عمران بن حصین رض فرماتے ہیں کہ مجھکو جناب سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزت اور منزلت تھی آپنے فرمایا کہ تمھاری ہم عزت و منزلت
کرتے ہیں اگر کہو تو اپنی لخت جگر فاطمہ رض کی بیمار پرسی کو چلیں میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپ
کھڑے ہوے اور میں بھی ساتھ چلا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رض کے دروازے پر کھڑے ہو کر
دستک دی اور فرمایا السلام علیکم میں اندر آؤں حضرت فاطمہ زہرا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
آپ تشریف لاویں آپنے فرمایا کہ میں اور میرے ساتھ والا دونوں آتے ہیں اونھوں نے پوچھا
کہ آپکے ہمراہ کون ہیں آپنے فرمایا عمران حضرت فاطمہ رض نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی
جسنے تمکو نبی برحق کرکے بھیجا ہے میرے بدن پر سوا ایک کملی کے اور کچھ نہیں آپنے فرمایا کہ اسکو
یوں لپیٹ لو اور ہاتھ سے اشارہ کر دیا اونھوں نے عرض کیا کہ میں نے اپنا بدن تو چھپا لیا مگر سر کو
کیا کروں آپکے پاس ایک پرانی چادر بدن پر تھی وہ اونکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے
سر باندھ لو غرض جب اونھوں نے بدن اور سر چھپا لیا تو اجازت اندر آنے کی دی اور السلام علیکم
کہکر پوچھا کہ بیٹیا صبح کو تمہارا کیا حال رہا اونھوں نے عرض کیا کہ میں مبتلاے درد رہی اور کچھ
زیادہ دکھ یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں بھوک نے مجھکو ستایا ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور فرمایا کہ اے جان پدر گھبراؤ مت کہ سہ امین سے بھی

تین دن سے کھانا نہین چکھا اور میری عزت خدا کے نزدیک تجھسے زیادہ ہے اور اگر مین
اپنے پروردگار سے درخواست کرتا تو وہ مجھکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا
پھر اپنا دست مبارک اونکے شانے پر مارا اور فرمایا کہ تجھکو مژدہ ہو کہ تو جنت الی عورتونکی سردار ہے
اونھون نے عرض کیا کہ آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی کا درجہ کہان ہے آپ نے
فرمایا کہ آسیہ اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے اور مریم علیہا السلام اپنے وقت کی عورتون
کی اور خدیجہ رض اپنے وقت کی اور تو اپنے وقت کی عورتون کی سردار ہے تم سب کی سب
جنت کے ایسے مکان مین ہو گی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے کہ اونمین کسیطرح کی
ایذا ہو گی نہ شور و غل نہ تعب و مشقت پھر فرمایا کہ اپنے چچا کے بیٹے پر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ
پر قانع رہو کہ مین نے تیرا نکاح ایسے سے کیا ہے جو دنیا مین سردار ہے اور آخرت مین سردار ہے
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
لوگ اپنے فقیرون کو برا جاننے لگینگے اور دنیا کی عمارت ظاہر کرینگے اور روپیہ جمع کرنے مین
خصوصیت باہمہ اگر کرینگے تو اللہ تعالی اونکو چار خصلتون کا نشانہ بنا دیگا اول قحط دوم ظلم
بادشاہ سوم والیان احکام یعنی قاضی و مفتی وغیرہ کی خیانت چہارم دشمنون کا زور
اور فضل فقر مین آثار بھی بہت ہین چنانچہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ دو درم والا
ایکدرم والے کی نسبت کر سخت روکا جاویگا یا کڑا حساب لیا جاویگا اور حضرت عمر رض نے
سعید بن عامر کے پاس ہزار دینار بھیجے تو بہت رنجیدہ اور دردمند گھر مین آئے اونکی بی بی نے
پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات پیدا ہوئی آپنے فرمایا کہ اوس سے بھی بڑھکر ہے پھر فرمایا کہ ذرا اپنا
پرانا دوپٹہ مجھے دو جب وہ دوپٹہ آیا تو اوسکو پھاڑ کر تھیلیان بنائین اور اونمین وہ دینار تقسیم
کر دیے پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی اور صبح تک روتے رہے پھر فرمایا کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت کے فقیر جنت مین تونگرونکی
نسبت پانسو برس پیشتر داخل ہونگے یہان تک کہ اگر کوئی غنی اونکی جماعت مین گھس جاویگا
تو اوسکا ہاتھ پکڑ کر نکال دیا جاویگا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ تین آدمی جنت
مین بیحساب داخل ہونگے ایک وہ شخص کہ اپنا کپڑا دھونا چاہے تو پرانا اوسکے پاس نہو کہ اوسکو
پہن لے دوسرے وہ کہ اپنے چولھے پر دو ہنڈیان نہ چڑھائی ہون تیسرے وہ کہ پانی مانگے
تو اوس سے یہ نہ کہا جاوے کہ کونسا پانی منظور ہے یعنی تکلف اور کثرت کھانے اور پینے

اور لباس میں ہو۔ اور روایت ہے کہ ایک فقیر حضرت سفیان ثوری رح کی مجلس میں آیا آپ
اوس سے کہا کہ نزدیک آ و اگر تو غنی ہوتا تو کبھی پاس نہ ملاتا اور جو لوگ اونکے یاروں میں تونگر تھے
وہ تمنا کرتے کہ کاش ہم بھی فقیر ہوتے کیونکہ فقرا کو آپ بہت پاس بٹھلاتے تھے اور تونگروں
کیطرف توجہ نہ کرتے تھے اور مومل رح کہتے ہیں کہ غنی کو جیسا ذلیل میں نے اونکی مجلس میں دیکھا
ایسا کہیں نہیں دیکھا اسیطرح فقیر کی عزت جیسی اونکے یہاں ہوتی تھی اور کسی جگہ نہیں ہوتی تھی
اور بعض حکما کا قول ہے کہ اگر بیچارہ آدمی دوزخ سے اتنا ڈرتا جتنا درویشی سے ڈرتا ہے تو
دونوں سے نجات پاتا اور اگر جنت کی رغبت ایسی کرتا جیسی مالداری کی تو دونوں باتیں
حاصل ہوتیں اور اگر دل میں خدای تعالی سے اتنا ڈرتا جتنا ظاہر میں اوسکی مخلوق سے
ڈرتا ہے تو دونوں جہان میں سعادت پاتا۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جو شخص مالداری
کی جہت سے تعظیم کرے اور فقیری کی جہت سے اہانت وہ ملعون ہے۔ اور حضرت لقمان
علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ کسیکو پرانے کپڑے ہونے کی جہت سے حقیر مت
جاننا کیونکہ تیرا اور اوسکا پروردگار ایک ہی ہے **شعر**

خاکساران جہان را بحقارت منگر | توچہ دانی کہ درین گرد سواری باشد

اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ فقرا کی محبت پیغمبروں کی عادات میں سے ہے اور
اونکی ہمنشینی اختیار کرنی صلحا کی شناخت ہے اور اونکی صحبت سے بھاگنا منافقوں کی
علامات میں سے ہے **شعر** گر تو خواہی ہمنشینی با خدا | گو نشین اندر حضور اولیا
اور پہلی کتابوں سے یہ منقول ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض انبیا علیہم السلام پر وحی
بھیجی کہ اس بات سے ڈرتا رہ کہ میں تجھ پر غصہ ہوں پھر تو میری نظر سے گر جاوے پھر میں دنیا
تیرے اوپر ایکبارگی اونڈیل دوں۔ اور حضرت عائشہ رض کا دستور تھا کہ ایک ایک دن میں لاکھ لاکھ
درم بانٹ دیتیں اور یہ درم آپ کے پاس حضرت معاویہ اور ابن عامر وغیرہ بھیجا کرتے تھے
اور باوجود اس کثرت مال کے دوپٹہ آپکا پیوند لگا رہتا تھا اور اگر آپ کی خادمہ کہتی کہ ایک
درم کا گوشت اگر آپ خرید دیتیں تو روزہ اوسی سے افطار کرتیں آپ فرماتیں کہ اگر تو
یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کرتی اور یہ سب اسلیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اونکو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہتی ہے تو فقرا کی سی زندگی اختیار کرنا اور
تونگروں کے پاس مت بیٹھنا اور اپنا دوپٹہ جب تک مت اوتارنا جبتک اوسمیں پیوند نہ لگا لے

اور ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہم رح کے پاس دس ہزار درہم لایا آپ نے اوسکے قبول کرنے سے انکار فرمایا اوس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ منظور ہے کہ دس ہزار درہم کے عوض میں میرا نام فقیروں کے دفتر میں سے مٹا دے سو ایسا مین کبھی نکرونگا

تیسرا بیان فضیلت فقرای خاص یعنی راضیون اور قانعون اور صادقونکی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طُوبٰى لِمَنْ هُدِىَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهٗ كَفَافًا وَقَنَعَ بِهٖ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہے یَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ اَعْطُوا اللّٰهَ الرِّضٰى مِنْ قُلُوْبِكُمْ تَظْفَرُوْا بِثَوَابِ فَقْرِكُمْ وَاِلَّا فَلَا اول حدیث مین قانع کی فضیلت ہے اور دوسری مین راضی کی اور دوسری حدیث کے معانی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو فقر کا ثواب نہین ہوتا مگر عام احادیث جو فقر کی فضیلت مین وارد ہین اونسے معلوم ہوتا ہے کہ حریص کو بھی ثواب ملیگا چنانچہ عنقریب اوسکی تحقیق آویگی تو شاید یہان مراد عدم رضا سے یہ ہوگی کہ خدای تعالی کے اس فعل کو کہ دنیا اوس سے روک لی برا جانے اسی برا جاننے سے فقر کا ثواب جاتا رہتا ہے اور بہت سے حریص ایسے ہوتے ہین کہ اونکے دل مین انکار خدای تعالی کے فعل پر یا اوسکو برا جاننا نہین گذرتا تو اونکو ثواب بھی ہوگا۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک شی کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کلید مساکین کی محبت ہے اور صابر فقیر قیامت کے دن خدای تعالی کے جلیس ہونگے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ بندون مین سے محبوب تر خدای تعالی کے نزدیک وہ ہے جو اوسکے رزق پر قانع ہے اور خدای تعالی سے خوش ہے اور ایک حدیث مین فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا اور فرمایا مَا مِنْ اَحَدٍ غَنِيٍّ وَلَا فَقِيْرٍ اِلَّا وَدَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّهٗ كَانَ اُوْتِيَ قُوْتًا فِي الدُّنْيَا اور خدای تعالی نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مجھکو اون لوگون کے پاس تلاش کر جنکے دل شکستہ ہون اونھون نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون لوگ ہین حکم ہوا فقرای صادق۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ کوئی فقیر کی نسبت افضل نہین ہے جبکہ وہ راضی ہو۔ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ خدای تعالی قیامت کے روز فرماوے گا کہ میری خلق مین سے برگزیدہ لوگ کہان ہین فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی وہ کون ہین فرماویگا مسلمان فقیر جو قانع رہے میری بخشش پر اور راضی رہے میرے حکم پر اونکو جنت مین

داخل کریں وہ لوگ جنت میں جا کر کھاوین پیوینگے اور لوگ حساب میں پڑے ہونگے یہ سب فضیلت قانع اور راضی کی ہے اور راہ کی بزرگی ہم اس باب کی فصل دوم میں لکھینگے انشاء اللہ اور رضا کے باب میں آثار بھی بہت ہین اور ظاہر ہے کہ قناعت کی ضد طمع ہے اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ طمع محتاجی ہے اور ناامید ہونا لوگون سے توانگری ہے اور جو شخص کہ لوگوں کے مال سے توقع منقطع کرتا ہے اور قانع ہوتا ہے وہ اوس سے غنی ہو جاتا ہے شعر

قناعت توانگر کند مرد را		خبر کن حریص جہان گرد را

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ کوئی روز ایسا نہیں جو ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے یہ پکارتا ہو قَلِیْلٌ یَّکْفِیْکَ خَیْرٌ مِّنْ کَثِیْرٍ یُّطْغِیْکَ یعنی تھوڑا مال جو تجھے کافی ہو بہت مال سے بہتر ہے جو تجھکو سرکش کرے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ کوئی آدمی ایسا نہین جسکی عقل مین کچھ نقصان نہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب دنیا بڑھتی ہے تو آدمی خوش ہوتا ہے حالانکہ رات اور دن اوسکی عمر پر آرہ پھیرتے جاتے ہین اور اسکا غم اوسکو نہیں ہوتا ہے کم بخت مال کی زیادتی کیا کام آوے گی اگر عمر کم ہوتی ہے۔ اور بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ غنا کیا چیز ہے کہا کہ تھوڑی تمنا کرنی اور قدر کفایت پر راضی رہنا۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم خراسان کے امراء مین سے تھے ایک روز اپنے ایک محل کی کھڑکی سے جھانک رہے تھے دیکھا کہ اوس مکان کے صحن مین ایک شخص ہے اور اوسکے ہاتھ میں ایک روٹی ہے کہ اوسکو کھا رہا ہے جب کھا چکا تو سو رہا آپ نے اپنے کسی خادم کو کہا کہ جب یہ شخص اوٹھے میرے پاس لے آنا جب وہ اوٹھا تو سامنے گیا آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے وہ روٹی کھائی تھی تو بھوکا تھا اوسنے کہا کہ ہاں آپنے پوچھا کہ اوس سے شکم سیر ہو گیا کہا کہ ہاں آپنے کہا کہ پھر مزے مین سویا اوسنے کہا کہ ہان آپ نے اپنے دل مین کہا کہ پھر مین دنیا لیکر کیا کرونگا نفس تو اتنے پر قناعت کرتا ہے۔ اور ایک شخص کا گذر عامر بن عبد القیس کے پاس ہوا اور وہ نمک اور ساگ کھا رہے تھے اوسنے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ دنیا سے اسقدر پر راضی ہو گئے آپ نے فرمایا کہ میں تجھکو وہ شخص بتا دون جو اس سے بری چیز پر راضی ہوا اوسنے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ وہ وہ شخص ہے جو آخرت کے بدلے دنیا پر راضی ہوا۔ اور محمد بن واسع سوکھی روٹی نکالتے اور اوسکو پانی مین تر کرتے اور نمک سے کھا لیتے اور فرماتے کہ جو دنیا سے اسقدر پر راضی ہو وہ کسیکا محتاج نہوگا۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ

لعنت کرے اون لوگون پر جنکے لیے خدا نے تو قسم کھائی اور اونھون نے اوسکو سچا نجانا
پھر آپنے پڑھا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ
اور حضرت ابوذر رض ایک ور لوگون مین بیٹھے ہوے تھے اونکی بی بی آئین اور کہا کہ
آپ یہان امنین بیٹھے ہین اور گھر مین نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی آپنے فرمایا کچھ مضایقہ
نہین ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی دشوار گذار ہے اوس سے وہی بچیگا جو ہلکا ہوگا
اونکی بی بی راضی ہو کر چلی گیئین - اور حضرت ذوالنون رح فرماتے ہین کہ لوگون مین سے کفر کے
قریب تر وہ شخص ہے کہ فاقے مین جے صبر کرے - اور بعض حکما سے کسینے پوچھا کہ تمھارا مال کیا ہے
اوسنے کہا کہ ظاہر کی زینت اور باطن کی میانہ روی اور لوگون کے مال سے توقع منقطع کرنی
اور روایت ہے کہ خداوند کریم نے بعض کتب سابقہ مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے ابن آدم
اگر تمام دنیا تیری ہو جاوے تب بھی تجھکو دنیا مین سے بجز غذا کے اور کچھ نملیگا پس اگر مین
تجھکو دنیا مین سے روزی دیدے جاؤن اور اوسکا حساب اور پر رکھون تو میرا احسان ہے اور
قناعت اور لوگون سے آس نرکھنے کے باب مین یہ اشعار ہین جنکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

زاری ببارگاہ خدا کن نہ پیش خلق ‖ قانع بیاس باش کہ این ست عز و ناز
مستغنیانہ کن بسر از خویش و ذی رحم ‖ آنکس غنی بود کہ شد از خلق بی نیاز
اے محو منع و جمع ترا دھر در کمین ‖ اندازہ مے کند کہ نماید درے فراز
رائے ہمیزند کہ بتو مرگ چون رسد ‖ روزانہ یا شبانہ کند بر تو ترکتاز
مال و منال جمع نمودی سے بگو ‖ ایام صرف نیز کنی جمع بس دراز
مخزون برای وارث تست انچہ جمع گشت ‖ از آن تست صرف تو نے انچہ ماند باز
حزم دل کسے کہ یقین کرد بر خدا ‖ کو روزیش دہد کہ کریم ست و کارساز
پس ہیچ ذلتے نبرد آبروے او ‖ روزیش ہمیشہ تازہ برآید ز ترک آز
ورساختہ قناعت خوش سایہ ہر کہ خفت ‖ فکر معیشتش نکند گاہ دیدہ باز

چوتھا بیان فقر کی فضیلت مین توانگری پر

جاننا چاہیے کہ لوگ اس باب مین مختلف ہین حضرت جنید اور خواص اور اکثر لوگ تو
فقر کو فضیلت دیتے ہین اور ابن عطا کہتے ہین کہ غنی شاکر جو اپنے حق ادا کرتا رہے
وہ فقیر صابر سے افضل ہے اور کہتے ہین کہ حضرت جنید رح نے اس مخالفت کی جہت سے

...ہی اور اوسکی جہت سے اوسکو رنج اور تکلیف ہوتی اور اسکا ... قانع اور اشبہ کہتے ہیں اور صبر اور شکر مین فرق کی وجہ بھی لکھ آئے ہیں اور ... اور درصل کے بارہ مین اعمال و احوال مین فضیلت بدون تفصیل معلوم نہین ہوسکتی اب فقر و ... صبر و ... باتعلق نہیں تو جس شخص نے اخبار و آثار کا مطالعہ کیا ہوگا اوسکو فقر کی فضیلت مین کچھ تردد نہوگا مگر اوسمین تفصیل ضرورہے اسلیے کہ دو مقامون مین شک پڑتا ہے ایک تو یہ کہ فقیر صابر جو طلب کا حریص نہین بلکہ قانع ہے یا راضی اوسکو بمقابلہ ایسے غنی کے کہ جو اپنا مال خیرات مین دیتا ہوا ور مال کے امساک کا حریص نہو دوسرے یہ کہ فقیر حریص کو غنی حریص کی نسبت خیال کرین کیونکہ فقیر قانع تو بلاشبہہ غنی حریص ممسک کی نسبت افضل ہے اور غنی خیرات کرنے والا بھی فقیر حریص کی نسبت کر افضل ہے تو صرف دو ہی صورتین شک کی رہیں پہلی صورت میں کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ غنی بہ نسبت فقیر کے افضل ہے اسلیے کہ مال کی حرص تو دونون مین کم ہے اسمیں تو برابر ہی ہے مگر غنی صدقات اور خیرات سے تقرب کرتا ہے جو فقیر سے نہیں ہوسکتا کہ عاجز ہے اور ہماری دانست مین ابن عطا کے قول کا منشا یہی ہے لیکن جو غنی کہ مال سے متمتع ہو گو مباح ہی مین ہو وہ فقیر قانع پر افضل نہین ہوسکتا اور اوسکی شاہد وہ روایت ہے جو حدیث مین وارد ہے کہ فقراء نے شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی کہ غنی خیرات اور صدقات اور حج اور جہاد مین ہمسے بڑھکر ہیں آپنے اونکو چند کلمات تسبیح مین ارشاد فرمائے اور فرمایا کہ تمکو ان کلمات سے غنیون کی نسبت زیادہ ثواب ملیگا پھر غنیون نے بھی وہ کلمات سیکھ لیے اور پڑھنا شروع کیے فقراء دوبارہ آپ کی خدمت مین حاضر ہوے اور عرض کیا کہ اب تو غنی بھی یہ کلمات پڑھنے لگے آپنے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ یعنی خدای تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے عنایت فرمائے اس سے ظاہر غنی کی فضیلت معلوم ہوئی یعنی اغنیا کو جو دونون باتون کا ثواب ملگیا تو خدا کی عنایت اونکے شامل حال ہے اور ابن عطا رح نے اپنے قول کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے یعنی جب اونسے غنی اور فقیر کی فضیلت کا سوال کیا گیا تو کہا کہ غنی افضل ہے اسلیے کہ غنی خدای تعالی کی صفت ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو وصف حق ہے وہی افضل ہے ان دونون دلیلون سے اونھون نے غنی کا افضل ہونا ثابت کیا ہے مگر دونوں دلیلین ٹھیک نہین دلیل اول مین تو یہ ہے

کہ حدیث مین ایسی تفصیل پائی جاتی ہے جو دلالت اونکے مقصود کے خلاف پر کرے
وہ یہ کہ تسبیح مین فقیر کا ثواب غنی کے ثواب سے زیادہ ہے اور فقرا کا اس مرتبے کو پہونچنا
خدا کے فضل سے ہے جسکو وہ چاہے فضل عنایت کرے یعنی ذلک فضل اللہ کا مشار الیہ
ثواب فقیر کو کرنا چاہیے نہ حال غنی کو اسلیے کہ دوسری حدیث مین جو زید بن اسلم حضرت انس
بن مالک سے روایت کرتے ہین یہ مضمون ہے کہ فقرا نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کی خدمت مین پیام لیکر بھیجا اوسنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین فقرا کا قاصد ہون آپنے
فرمایا کہ تجھکو بھی مرحبا اور جنکے پاس سے تو آیا ہے اونکو بھی مرحبا وہ ایسی قوم ہے کہ جنکو
مین چاہتا ہون اوسنے عرض کیا کہ فقرا نے یہ عرض کیا ہے کہ توانگر خیر لیگئے کہ حج کرتے ہین
اور ہم حج پر قادر نہین اور عمرہ کرتے ہین اور ہمکو قدرت نہین اور جب وہ مریض ہوتے ہین
تو جو مال اونکے پاس زیادہ ہے اوسکو ذخیرہ بنانے کے لیے دے ڈالتے ہین آپنے فرمایا کہ
اونکو میری طرف سے یہ کہدینا کہ جو کوئی تم مین سے صبر کریگا اور طالب ثواب ہوگا اوسمین
تین باتین ہونگی جو اغنیا مین نہونگی ایک تو یہ کہ جنت مین بہت کھڑکیان ہین جنکو جنت والے
ایسی طرح دیکھینگے جیسے زمین کے لوگ آسمان کے ستارون کو دیکھتے ہین اوسمین بجز پیغمبر فقیر
اور شہید فقیر اور ایماندار فقیر کے اور کوئی نہین جاویگا دوسری بات یہ کہ فقرا توانگرون کی
نسبت کر جنت مین پانسو برس پیشتر جاوینگے تیسری یہ کہ غنی جب کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ
وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اور فقیر بھی یہی کلمات کہتا ہے تو غنی فقیر کے ثواب کو نہین پہونچ
سکتا اگرچہ دس ہزار درم اوسکے لیے خرچ کرے اور سب اعمال نیک کو ایسا ہی خیال کرنا
چاہیے وہ قاصد یہ سنکر واپس آیا اور فقرا سے ماجرا بیان کیا سبھون نے کہا کہ ہم راضی ہوے
ہمارا اطمینان ہوا انتہی۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ سے آپ کی مراد ثواب فقرا کی زیادتی ہے اغنیا کے ذکر سے رہی دوسری
دلیل کہ غنی وصف حق ہے پس اسکا جواب بعض اکابر نے اونکو یہ دیا کہ خدا تعالے کچھ
اسباب و اعراض کے باعث غنی نہین جو غنی کو وصف حق کہتے ہو ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک
آدمی کے غنا کو خدا کے غنا سے کیا علاقہ اس بات کا جواب ابن عطا نے کچھ ندیا اور
بعض اکابر نے یہ بھی جواب دیا کہ جیسے غنی وصف حق ہے ویسے ہی تکبر بھی تو خدا کا
وصف ہے تو چاہیے کہ تواضع کی نسبت افضل ہو پھر اون جواب دینے والون نے یہ فرمایا

اس میں یوں کہنا چاہیے کہ فقر افضل ہے اسواسطے کہ بندے کی صفت ہے اور یہ غنیٰ
حق میں صفات بندگی ہی افضل ہیں جیسے خوف ورجا وغیرہ اور صفات ربوبیت میں تو
نزاع ہی بیجا ہے اسلیے حدیث قدسی میں وارد ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا
تہ بند ہے جو کوئی ان دونوں میں مجھسے نزاع کریگا اوسکو میں توڑ دونگا۔ اور حضرت
سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ عزت اور باقی رہنے کی محبت سے ربوبیت میں شرک اور
نزاع پایا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں صفات رب میں سے ہیں۔ غرضکہ تفضیل غنا اور فقر
میں اسیطرح کی گفتگوئیں ہیں اور سب کا حاصل متعلق عام روایات سے ہے جسمیں تاویل کی
گنجائش ہے اور ہر ایک کا مآل ایسے کلمات پر ہے کہ اوسکے خلاف ثابت ہونا کچھ بعید
نہیں مثلاً اسیطرح ابن عطا کا قول غنا کی فضیلت میں مانیے جبکہ وصف حق سے تکبر سے
قطع کر دیا گیا اسیطرح جو لوگ فقر کو بندے کا وصف کہکر افضل کہتے ہیں اونکا قول بھی مردود
ہوسکتا ہے کہ جہل و غفلت بندے کے اوصاف ہیں اور علم او معرفت صفات ربوبیت
میں سے ہیں تو چاہیے کہ جہل و غفلت افضل ہوں علم اور معرفت سے حالانکہ اسکا کوئی بھی
قائل نہوگا کہ جہل بنسبت علم کے افضل ہے پس امر واقعی وہی ہے جو ہمنے باب صبر میں ذکر کیا
یعنی جو چیز خود اپنی ذات سے مقصود نہیں بلکہ اوسکی طلب کسی دوسری چیز کے لیے ہے
تو چاہیے کہ اوسکو مقصود چیز ہی کے لحاظ سے دیکھیں کہ اوسی سے اوسکا فضل ظاہر ہوا کرتا ہے
اور دنیا کا مال صرف اسی جہت سے ممنوع ہے کہ وہ خدا تک پہنچنے سے مانع ہے اسیطرح
فقر بھی خود مطلوب نہیں بلکہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اوسکے سبب خدای تعالی سے جو چیز
مانع ہے وہ دور ہو جاتی ہے اور بہت سے غنی ایسے ہیں کہ اونکو غنا نے خدای تعالی سے
نہیں روکا جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام او حضرت عثمان و عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور
بہت سے فقیر ایسے ہوتے ہیں کہ فقیری کے شغل میں مقصود سے پھر جاتے ہیں اور دنیا کی
غایت مقصد اللہ تعالی کی محبت اور اوسکے ساتھ انس کرنا ہے اور محبت و انس بدون
معرفت ممکن نہیں اور معرفت کی راہ کا چلنا اور شغل کے ہوتے ہوے ممکن نہیں اور
فقر ہی کبھی مانع اس سلوک کا ہوتا ہے جیسے غنا کبھی عائق ہوتی ہے اور در واقع میں مانع
محبت دنیا ہے کہ اوسکے ساتھ محبت الہی دل میں جمع نہیں ہوتی اور کسی چیز کا محبت
رکھنے والا اوسیمیں مشغول رہتا ہے خواہ اوسکی جدائی میں ہو یا وصال میں اور بعض اوقات

تو فراق مین شغل زیادہ ہوتا ہے اور بعض اوقات وصال مین اور دنیا غافل شخصونکی معشوقہ ہی جو اوس سے محروم ہے وہ اوسکی طلب مین پھنسا ہے اور جو اوسپر قادر ہے وہ اوسکی حفاظت اور اوس سے متمتع ہونے مین لگا ہوا ہے اس صورت مین اگر دو شخص ایسے فرض کرو جو مال کی محبت سے خالی ہون اسی طرح کہ مال اونکے نزدیک پانی جیسا ہو کہ ہوا تو واہ واہ اور نہوا تو واہ واہ یعنی ہر ایک مال سے اوسیقدر متمتع لیتا ہے جسقدر کی اوسکو حاجت ہے اور مقدار حاجت کا وجود اوسکے عدم کی نسبت افضل ہے اسلیے کہ فاقے والا حرث کی راہ طے کرتا ہے نہ معرفت کی اور اگر بلحاظ اکثر کے دیکھو تو فقیر خطر سے دور تر ہے اسواسطے کہ غنا کا فتنہ مفلسی کے فتنے سے سخت تر ہے اور اوس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو مقدور نہو اور اسیواسطے صحابہ رضی نے فرمایا کہ مفلسی کے فتنے مین جو ہم مبتلا ہوے تو ہمنے صبر کیا اور توانگری کے فتنے سے جو امتحان لیے گئے تو صبر نکیا اور یہ بات ہر ایک آدمی کی سرشت مین ہے کوئی شاذ و نادر ایسا ہوگا جو اسطرح کا نہو اوسکا وجود بہت سی زمانون مین کم ہوا کرتا ہے اور ازانجا کہ خطاب شرع ایک شخص نادر و کمیاب کے لیے نہین بلکہ کل شخصون کے لیے ہے اور مفلسی سب کے لیے مناسب تر ہی گو کسی نادر کے لیے نہو اسیلیے شرع نے غنا سے منع فرمایا اور اوسکی مذمت کی اور فقر کی فضیلت و مدح بیان فرمائی یہان تک کہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ دنیا دارون کے مال کیطرف مت تاکو کیونکہ اونکے مال کی چمک تمھارے ایمان کے نور کو کھو دیگی۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ مالون کا لوٹ پھیر کرنا ایمان کی حلاوت چوس لیتا ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ ہر امت کے لیے ایک بچھڑا ہے اور میری امت کا بچھڑا دینار و درہم ہین اور اصل گوسالہ حضرت موسی علیہ السلام کی قوم کا بھی سونے اور چاندی کے زیور کا بنا تھا۔ حاصل یہ کہ مال و پانی اور سونے اور پتھر کا آدمی کے نزدیک مساوی ہونا اولیا اور انبیا علیہم السلام کے لیے متصور ہو سکتا ہے پھر اونکو بھی یہ بات جب کامل ہوتی ہے جب خدا کے فضل سے بہت سا مجاہدہ کرین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے فرماتے کہ مجھسے علحدہ رہ جبکہ وہ آپکے سامنے اپنی زینت کے ساتھ مجسم نمایاں ہوتی تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے کہ اے زرد رنگ والی میرے سوا کسی اور کو فریب دے اور اے سفید رنگ والی کسی اور کو دھوکا دے یعنی جب دنیا سے مغالطہ کھانے کے آثار اپنے جی مین ظاہر پاتے تو یہ کلمات ارشاد فرماتے یا بن لحاظ کہ صحبت اپنے پروردگار کی پیش نظر رکھتے تھے۔ اور مال و پانی کے برابر ہونے کو غناء مطلق

کہتے ہین چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ غنا کثرت مال سے نہین ہے بلکہ نفس کی غنا ہے اور
سعدی نے اسکا ترجمہ یون کر دیا ہے — توانگری بدل ست نہ بمال — اور چونکہ یہ بات بہت دشوار ہے
تو ضرور ہوا کہ عام خلق کے حق مین صلاح اور بہتری مال کے نہونے مین ہو گو مال کے ہونے پر
وہ اوسکو صدقے اور خیرات ہی مین صرف کیا کرین کیونکہ جب مال پر قادر ہوتے ہین تو یہ
امور ضروری ہوتے ہین کہ مال سے انس ہو اور اوسکے اوپر قدرت سے متمتع ہوں
اور اوسکے خرچ کرنے سے راحت پاوین اور ان سب باتون سے اس عالم کے ساتھ انس پیدا
ہوتا ہے اور جسقدر آدمی دنیا سے انس کرتا ہے اوسیقدر آخرت سے وحشت کرتا ہے اور
جسقدر کہ اپنی کسی صفت سے سوای صفت معرفت کے مانوس ہوتا ہے اوسیقدر خدای تعالی
اور اوسکی دوستی سے وحشت کرتا ہے اور جب اسباب انس دنیا کے جاتے رہتے ہین تو دل بھی دنیا اور اوسکی
زینت سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور جب دل ماسوی اللہ سے علیحدہ ہوتا ہے اور اللہ پر ایمان
رکھتا ہے تو بالضرور خدای تعالی کیطرف متوجہ ہوتا ہے اسلیے کہ دل خالی تو رہتا نہین اور
موجود دو ہی چیزین ہین یا خدای تعالی یا اوسکا غیر تو جس دل کو توجہ غیر کیطرف ہوگی وہ
خدای تعالی سے علیحدہ ہوگا اور جو خدای تعالی کیطرف متوجہ ہوگا وہ غیر سے علیحدہ ہوگا اور
جسقدر ایک کیطرف متوجہ ہوگا اوسیقدر دوسرے سے منحرف ہوگا اور جتنا ایک کیطرف
نزدیک ہوگا اوتنا ہی دوسرے سے دوری ہوگی اور ان دونون کی مثال مشرق اور مغرب
سمجھنی چاہیے کہ یہ دونوں طرفین مختلف اور مقابل ہین جو انکے بیچ مین پھریگا تو وہ جسقدر
ایک سے قریب ہوگا دوسرے سے دور ہوگا بلکہ دونون مین سے کسیکا قرب بعینہ دوسرے کا
بعینہ بعد ہے اسیطرح عین محبت دنیا میں بغض الہی ہے پس نظر عارف اپنے دل ہی پر ہونی
چاہیے کہ دنیا سے زہد کرتا ہے یا نہیں اور اوس سے مانوس ہے یا نہین — غرضکہ فقیر
اور غنی کا فضل بلحاظ اونکے دلون کے تعلق کے ہے مال سے پس اگر تعلق قلبی مال سے
دونون مین یکسان ہوگا تو اوسکا درجہ مساوی ہے مگر یہ کہ دھوکے کی جگہ اور لغزشگاہ ہے
اسلیے کہ غنی اکثر خیال کرتا ہے کہ مین مال سے دل برداشتہ ہون حالانکہ اوسکی محبت دل مین
گڑی رہتی ہے اور اوسکو خبر نہین ہوتی اور خبر جب ہوتی ہے جب وہ مال جاتا رہتا ہے
اسلیے چاہیے کہ اپنے نفس کا امتحان کرے خواہ تو مال کو دے ڈالنے سے خواہ جب چوری
ہو جاوے پس اگر دل کو التفات پاوے تو جان لے کہ ع خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

دل بر داشتہ ہونے کا خیال صرف وہم اور مغالطہ تھا بعض آدمیون نے اس گمان سے کہ
ہمکو لونڈی کی طرف میل نہین اپنی لونڈی بیچدی مگر جب بیع ہو چکی اور لونڈی دیدی تب
اوسکے دل سے ایک آگ شعلہ زن ہوئی جو دل مین پوشیدہ تھی پھر معلوم ہوا کہ اس شخص کو
مغالطہ ہوا اور عشق اوسکے دل مین ایسا چھپا تھا جیسے راکھہ مین چنگاری۔ اور یہ حال سب اغنیا کا
ہے بجز انبیا اور اولیا کے پس جب غنائے مطلق کا حاصل ہونا محال یا نہایت دشوار ہے تو ضرور ہوا
کہ یہی کہا جائے کہ عام لوگون کے لیے فقیری ہی اصلح ہے کیونکہ فقیر کا انس و علاقہ دنیا سے
کم ہوتا ہے اور جسقدر علاقہ ضعیف ہوتا ہے اوسیقدر ثواب تسبیحات کا اور عبادات کا زیادہ
ہوتا ہے اسواسطے کہ تسبیحات سے زبان کی حرکت تو منظور ہی نہین بلکہ یہ مراد ہے کہ جس چیز کا
ذکر زبان پر ہے اوس سے انس پختہ ہو جاوے اور زبان ہلانے کی تاثیر خالی دل مین ہوتی ہے
اور اوغیر چیزون سے بھرے ہوے ہین اور اسیواسطے بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص دنیا کی
طلب مین ہو کر زہد و عبادت کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی گھاس سے آگ بجھانی چاہے
یا چربی دور کرنے کے لیے مکھی سے ہاتھ دھووے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین
کہ فقیر کا سانس لینا بدون شہوت کے جسپر اوسکو قدرت نہو غنی کی ہزار برس کی عبادت سے
افضل ہے۔ اور ضحاک رح فرماتے ہین کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنے جی چاہتی چیز دیکھے
پس صبر کرے اور طالب ثواب ہو تو اوسکے لیے ہزار دینار سے بہتر ہوگا جنکو خدا کی راہ مین
دیوے۔ اور ایک شخص نے بشر بن حارث رح سے کہا کہ آپ خدا سے میرے لیے دعا مانگیے
کہ مجکو عیال نے تنگ کر رکھا ہے آپنے فرمایا کہ جب تیرا کنبا تجھسے کہے کہ ہمارے پاس آٹا
روٹی وغیرہ نہین تو تو اوسوقت دعا مانگنا کہ تیری اوسوقت کی دعا میری دعا سے افضل ہے
اور آپ فرمایا کرتے کہ جو غنی آدمی زاہد بننا چاہے وہ ایسا ہے جیسے باغ گھورے پر ہو
اور فقیر اگر زاہد بنے وہ ایسا ہے جیسے موتیون کا ہار کسی خوبصورت کے گلے مین پڑا ہو
اور اکابر سلف کا دستور تھا کہ علم معرفت کو اغنیا سے سننا برا جانتے تھے۔ اور حضرت
ابو بکر صدیق رض دعا مانگتے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الذُّلَّ عِنْدَ النِّصْفِ مِنْ نَفْسِیْ
وَالزُّهْدَ فِیْمَا جَاوَزَ الْكَفَافَ اور جب صدیق رض اپنے حال کے کامل ہونے پر دنیا
اور اوسکے وجود سے خوف فرماتے تھے تو اب کیسے شک کیا جائے کہ مال کا نہونا
بہ نسبت وجود کے اصلح ہے علاوہ ازین غنی کے احوال مین سے عمدہ تر یہ ہے کہ

حلال حاصل کرے اور اچھی جگہ مین صرف کرے اور باوجود اسکے پھر اوسکا حساب میدان
قیامت مین لمبا چوڑا ہوگا اور بہت سا رکا رہنا پڑیگا اور جسکو حساب مین الجھاوا ہوگا وہ
عذاب پاجاویگا اور اسیواسطے حضرت عبدالرحمن بن عوف رض جنت مین دیر کر داخل ہوئے
جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکا حال ملاحظہ فرمایا کیونکہ حساب دینے مین مبتلا رہے
اور یہی جہت حضرت ابودردا رض فرماتے ہین کہ مجھے نہین پسند تہا کہ میری دوکان مسجد کے
دروازے پر ہو اسطرح کہ کوئی نماز اور ذکر مجھسے فوت نہو اور ہر روز مجھکو نفع پچاس دینار
حاصل ہون اور اونکو مین اللہ کی راہ مین صرف کر ڈالا کرون لوگون نے پوچھا کہ اسمین خرابی
کیا ہے آپکو کیا خوف ہے آپنے فرمایا کہ حساب کی برائی اچھی نہین معلوم ہوتی۔ اور اسیواسطے
حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہے کہ فقرا نے تین چیزین اختیار کی ہین اور اغنیا نے
تین چیزین پسند کی ہین فقیرون کی اختیار کی ہوئی چیزین یہ ہین نفس کا چین سے رہنا اور
دل کا فارغ رہنا اور حساب کا ہلکا ہونا اور اغنیا نے یہ باتین اختیار کی ہین نفس پر مشقت
اور دل کا مشغول رہنا اور حساب کی شدت۔ اور ابن عطا رح نے جو کہا ہے کہ غنی وصف
حق ہے اور اسی نظر سے افضل ہے تو یہ اس صورت مین درست ہو سکتا ہے کہ جب بندہ وجود
اور عدم مال دونون سے غنی ہو یعنی اوسکے نزدیک وجود و عدم یکسان ہو لیکن اگر مال کے
ہونے سے غنی ہوا اور اوسکے باقی رہنے کا محتاج ہو تو اوسکی غنا مشابہ خداے تعالی کی غنا کو
نہوگی کیونکہ اللہ تعالی بذات خود غنی ہے ایسی چیز کے سبب نہین جسکو زوال ہو سکے اور
مال اون اشیا مین سے ہے کہ جاتا رہتا ہے مثلاً چوری ہو جاوے یا کوئی اور آفت آوے اور
کسینے جو ابن عطا کے قول پر اعتراض کیا تھا کہ خداے تعالی اعراض یعنی اموال و اسباب کے
باعث غنی نہین وہ ایسی غنا کی مذمت مین درست ہے جسکا مطلب بقاے مال ہو۔ اور یہ
جو ایک صاحب فرماتے ہین کہ صفات حق بندے کے شایان نہین صفات بندگی ہی اوسکے
شایان ہین یہ درست نہین اسلیے کہ علم بھی تو صفات حق سے ہے جو بندے کے حق مین
سب سے عمدہ چیز ہے بلکہ منتہی بندے کا یہ ہے کہ خداے تعالی کے اخلاق سے عادی ہو اور
مین نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص خدا کا طریق یعنی راہ معرفت طے
کرتا ہے ابھی رستہ قطع نہین کر لیتا کہ ننانوے نام خداے تعالی کے اوسکے اوصاف
ہو جاتے ہین یعنی اوسکو ہر ایک نام مین سے ایک بہرہ ملتا ہے مگر تکبر بندے کے لائق نہین

اسواسطے کہ تکبر ایسے شخص پر کرنا جسپر استحقاق تکبر کا نہو وہ تو صفات الٰہی مین سے نہین
اور تکبر ایسے شخص پر کرا اوسکا مستحق ہو مثلاً مومن کا تکبر کافر پر اور عالم کا تکبر جاہل پر اور مطیع کا
تکبر عاصی پر یہ بندے کے شایان ہے۔ ہان بعض اوقات تکبر سے فخر اور بڑھکر دعوی کرنا
اور ایذا دینی مقصود ہوتی ہے اور یہ تکبر وصف خدای تعالی کا نہین اوسکا وصف وہی
تکبر ہے جسکے یہ معنی ہین کہ وہ ہر چیز سے بڑا ہے اور اوسکو خود کو معلوم ہے کہ مین ایسا ہی ہون
اور بندے کو حکم ہے کہ اگر ہو سکے تو سب سے اعلی مرتبے کی طلب کرے بشرطیکہ استحقاق حقیقۃ ہو جھوٹا اور فریب اور دغا بازی سے نہو اس سے یہ نکلا کہ بندے کو جائز ہے کہ جانے کہ مومن
بہ نسبت کافر کے اکبر ہے اور مطیع بہ نسبت عاصی کے اور عالم بہ نسبت جاہل کے اور انسان
بہ نسبت چوپایہ اور پتھر اور نبات کے بڑا ہے اور ان سب چیزون کی نسبت قرب الٰہی زیادہ تر
اسی انسان کو ہے پس اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس صفت کے ساتھ حقیقت مین دیکھ لیگا
تو اسمین شک نہین کہ صفت تکبر کی اوسکو حاصل ہوگی اور اوس صفت کے لائق بھی ہوگا اور
اوسکے حق مین یہ صفت فضیلت ہوگی مگر مشکل یہ ہے کہ اوسکو اپنی شناخت کی کوئی تدبیر نہین
اسلیے کہ یہ امر خاتمے پر موقوف ہے اور آدمی کو اپنا خاتمہ معلوم نہین کہ کیسے ہوگا اور کیا اتفاق
پڑیگا پس جب خاتمے کا حال معلوم نہین تو ضرور ہوا کہ اپنے نفس کے لیے کوئی رتبہ کافر کے رتبہ
سے بڑھکر اعتقاد نکرے کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کافر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اوسکا خاتمہ کفر پر
ایسی صورت مین شخص مذکور تکبر کے لائق نہوگا کیونکہ اوسکو اپنے انجام کی شناخت تو معلوم ہی
نہین اور جب یہ ممکن ہوا کہ چیز کو اصل حقیقت و ماہیت پر معلوم کرلے تو ایسے شخص کے باب مین
وہ علم کمال ہوگا اسلیے کہ وہ صفات الٰہی مین سے ہے اور چونکہ بعض اور چیزون کے پہچاننے سے
آدمی کا ضرر بھی ہوتا ہے تو ایسا علم اوسکے حق مین نقصان ہوگا کیونکہ اوصاف الٰہی مین سے
ایسا علم کوئی نہین جو اوسکو ضرر پہونچاوے غرضکہ ایسی باتون کا پہچاننا کہ جنمین ضرر نہو بندہ مین
صفات اللہ تعالی مین سے ہو سکتا ہے تو ضرور ہے کہ منتہائے فضیلت یہی ہو اور اسی سے
انبیا اور اولیا اور علما کو فضیلت ہے تو ثابت ہوا کہ اگر آدمی کے نزدیک مال کا وجود اور عدم
یکسان ہوگا تو یہ وہ غنا ہے کہ ایک وجہ سے مشابہ اوس غنا کے ہے جس سے خدای تعالی کی
صفت کیجاتی ہے اور یہی غنا داخل فضیلت ہوا اور صرف وجود مال سے جو غنا ہے اوسمین کسیطرح کی
فضیلت نہین یہان تک بیان صورت اول یعنی فقیر قانع اور غنی شاکر کی نسبت کا ہوا

اب صورت دوم یعنی فقیر حریص اور غنی حریص کی نسبت گفتگو ہے کہ ان دونوں میں سے
کون افضل ہے اور اسکے لیے ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک ہی شخص طالب مال ہے اور اوسکے لیے سعی
کرتا ہے مگر نہیں پاتا پھر اوسکے پاس مال آگیا تو اسکے لیے دو دو حالتیں ہوئیں مال کے نہ ہونے کی
اور ہونے کی ان دونوں حالتوں میں سے کونسی حالت افضل ہے پس ہم کہتے ہیں کہ دیکھنا چاہیے
اگر اوس شخص کو مال اوسقدر مطلوب ہے جو معیشت اور بندگی کے لیے ضروری ہے اور اوسکی غرض
اوس سے یہ ہے کہ دین کی راہ طے کرے اور اوسپر مدد چاہتا ہے تو اس صورت میں حالت وجود مال
افضل ہے اسلیے کہ فقر تلاش میں مشغول رکھتا ہے اور جو شخص ضروری کی طلب میں رہیگا اوسکو قدرت
فکر اور ذکر کی نہیں ہوگی اور اگر ہوگی تو اوسمیں دوسرا شغل گھسا ہوا ہوگا **شعر**

شب چو عقد نماز بر بندم | چہ خورد بامداد فرزندم

کا تتمہ ہوگا حالانکہ ذکر و فکر کے لیے بقدر کافی قوت کی چاہیے اور یہی وجہ اسکے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا اور فرمایا كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ
كُفْرًا اسمین فقر سے وہی فقر مراد ہے جسمین آدمی ضروری چیز کے لیے مضطر ہو اور اگر مال
مطلوب حاجت سے زیادہ ہے یا بقدر حاجت ہی ہے مگر اس طالب کی یہ نہین کہ اوس سے
سلوک راہ دین پر مدد لے تو اس صورت مین حالت فقر کی افضل اور اصلح ہے اسواسطے کہ حرص مال
اور اوسکی محبت مین تو غنی اور فقیر دونوں مساوی ہوے اور اسمین بھی کہ دونوں کی غرض دین پر
استعانت لینے کی نہین اور نہ اونمین سے کوئی متعرض کسی گناہ کا ہے مگر اتنا فرق رہا کہ جسکے
پاس ہوگا اوسکو اوس سے انس ہوگا اور اوسکی محبت دل مین پختہ ہوگی اور دنیا پر اطمینان کریگا
اور جسکے پاس نہوگا اوسکا دل مجبوری دنیا سے کنارہ کریگا اور دنیا اوسکے نزدیک مثل زندان
ہوگی کہ جس سے چھوٹنا چاہے گا اور جب دو شخص سب باتوں مین برابر ہوے اور دنیا سے
سفر کے وقت ایک کو میل دنیا زیادہ ہوا تو ظاہر ہے کہ اوسکا حال بہ نسبت دوسرے کے سخت ہوگا
کیونکہ جسقدر اوسکو انس اور التفات دنیا سے ہوگا اوسیقدر آخرت سے وحشت ہوگی اور
حدیث شریف مین وارد ہے کہ روح القدس نے میرے نفس مین یہ بات پھونک دی ہے کہ
اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ اور یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ محبوب کی جدائی سخت شاق
ہوتی ہے تو چاہیے کہ ایسی چیز سے دوستی کرے جو کبھی جدا نہو اور وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ
کی ہے اور جو جدا ہو جاوے اوس سے محبت نکرے اور جدا ہونے والی دنیا ہے اگر آدمی

دنیا سے محبت کریگا تو خدا سے ملنے کو برا جانیگا اور اوسکی موت اوسی حال پر ہوگی جسکو
وہ برا جانتا ہے اور محبوب سے چیز سے جدا ہو جاویگا اور جو کوئی اپنے محبوب سے جدا ہوتا ہے تو اوسکو
درد فراق بقدر محبت و انس کے ہوا کرتا ہے اور جسکے پاس دنیا ہے اور وہ اوسپر قادر ہے اوسکو
دنیا سے انس بہ نسبت نادار کے زیادہ ہوا کرتا ہے اگرچہ نادار حریص ہو پس اس تحقیق سے معلوم ہوا
کہ فقر تمام خلق کے حق مین اشرف و افضل ہے مگر دو جگہون مین غنی افضل و اصلح ہے اول تو
غنا حضرت عایشہ رضہ کی سی کہ وجود اور عدم مال کا برابر ہو کیونکہ ایسی غنا موجب زیادتی کی
ہوتی ہے یعنی اوس سے یہ فائدہ ہے کہ دعا فقرا و مساکین کی حاصل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ
فقر مقدار ضروری سے ہو یعنی مقدار ضروری کا بھی آدمی محتاج ہو تو اس حال مین بھی غنا اشرف ہے
اسلیے کہ ایسے ہی فقر کے باب مین ہے کہ کَادَ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا اور اس فقر مین کچھ
خیر نہین مگر ایسی صورت مین کہ وجود مقدار ضروری کا اسکی حیات کو باقی رکھے اور یہ شخص اوس
حیات سے خدای تعالی کی معصیت اور کفر پیدا چاہے اور اگر بالفرض بھوکا مر جاوے تو اوسکے
گناہ کم ہون تو اوسکے مناسب حال یہی ہے کہ بھوکا مرے اور جس چیز کیطرف مضطر ہو وہ بھی
نہ ملے۔ یہ ہے تفصیل غنی اور فقیر کے باب مین گفتگو کی مگر ایک صورت رہی کہ اگر کوئی فقیر حریص
ہو کہ مال کی طلب مین ہمہ تن مصروف ہو اور اوسکو کوئی کام سوا اوسکے نہو اور دوسرا شخص
غنی ہو کہ اوسکو مال کی حفاظت مین اوس فقیر کی نسبت حرص کم ہو اور اگر مال اوسکے پاس سے
جاتا رہے تو اوسکو اتنا درد نہو جتنا فقیر کو فقر سے ہے تو ان دونون کے حال مین اختلاف ہے
اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون کو خدای تعالے سے دوری اوسیقدر ہوگی جسقدر
مال کے نہونے سے انکو درد ہوتا ہوگا اور جسقدر یہ درد کم ہوتا ہوگا اوسیقدر قرب الہی ہوگا واللہ اعلم

پانچوان بیان فقیر کے آداب حالت فقر مین

جاننا چاہیے کہ فقیر کے لیے مراعات چند آداب کی باطن مین اور ظاہر مین اور لوگون سے
ملنے مین اور اپنے افعال مین ضرور ہے۔ باطن کا ادب تو یہ ہے کہ جسمین کراہت اس امر
کی نہو جسمین خدای تعالی نے اوسکو مبتلا کیا ہے یعنی فقر کو دل مین برا نجانے اور یہ نہ سمجھے
کہ خدای تعالی نے جو میرے ساتھ یہ سلوک کیا تو اوسکا کام اچھا نہین گو نفس فقر کو برا سمجھے
جیسے پچھنے لگوانے والا کہ ہر چند پچھنون کو ایذا کی جہت سے برا جانتا ہے مگر پچھنے لگانے
والے کے فعل کو نہ خود اوسکو برا نہین جانتا بلکہ اکثر اوسکا احسانمند ہوتا ہے تو یہ درجہ اقل مرتبہ ہی

فقیر کو آتا ہو یا واجب ہو اور اوسکے خلاف حرام ہے اور فقر کے ثواب کو کھو دیتا ہے
اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مین کہ اے گروہ فقرا اللہ تعالی کو دنیا
اپنے دلوں سے دو کہ تمکو ثواب تمہارے فقر کا ملے ورنہ نہین ملیگا۔ اور اس سے اونچا درجہ یہ ہے
کہ فقر کو کبھی برا سنجانے بلکہ اوس سے راضی رہے اور اوس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ فقر کا طالب ہو اور
اوس سے خوش ہو اس لحاظ سے کہ غنا کے آفات جانتا ہو اور اپنے دل سے خداے تعالے پر
متوکل ہو اور اعتماد رکھتا ہو کہ مقدار ضروری معاش مجھکو ملے ہی گی اور قدر ضرورت سے
زیادہ کو برا سمجھتا ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ فقر سے خداے تعالی عذاب بھی
کرتا ہے اور ثواب بھی دیتا ہے جب فقر سے ثواب دینا منظور ہوتا ہے تو اوسکی پہچان یہ ہے
کہ بندے کی عادت اچھی کردے اور اوس سے اطاعت اپنے پروردگار کی کرے اور اپنے
حال کا شکوہ کسی سے نکرے اور فقر پر شکر خدا کرے اور جب عذاب کرنا فقر سے منظور ہوتا ہے
تو اوسکی علامات یہ ہین کہ آدمی بدخلق ہو اور خدا کی نافرمانی کرے اور کثرت سے شکایت
کرتا ہے اور حکم الہی پر غصہ ہو انتہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک فقر اچھا نہین ہوتا بلکہ وہی
فقر عمدہ ہے کہ جسمین آدمی غصہ ہو یا فقر پر راضی رہے یا اوس سے خوش ہو باین وجہ کہ اوسکا
ثمرہ جانتا ہو چنانچہ یہ قول مشہور ہے کہ بندے کو جو چیز دنیا سے ملتی ہے تو اوس سے یہ کہدیا جاتا ہے
کہ اسکو تین حصون پر لے یعنی تین باتین اسکے ساتھ تجھے پیش آوینگی اول مصروف رہنا دوم فکر و
تردد سوم زیادہ ہونا حساب کا۔ اور فقیر کے ظاہر کا ادب یہ ہے کہ تماسکا اور اچھی طرح رہنا
ظاہر کرے اور کسی سے شکایت اور فقر ظاہر نکرے بلکہ اپنے فقر کو چھپاوے اور اس بات کو بھی
چھپاوے کہ مین اپنا فقر پوشیدہ رکھتا ہون کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ اللّٰہَ
یُحِبُّ الْفَقِیْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِیَالِ اور اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے
تَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ افضل اعمال
تحمل ہے احتیاج کی حالت مین۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ فقر کو چھپانا نیکی کے خزانون
مین سے ہے اور اعمال مین ادب یہ ہے کہ کسی غنی کے لیے اوسکی تونگری کے باعث انکسار
نکرے بلکہ اوس پر تکبر کرے چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ کیا عمدہ ہے غنی کا تواضع کرنا
فقیر کے واسطے از راہ رغبت ثواب کے اور اوس سے بھی عمدہ فقیر کا تکبر ہے غنی پر خداے تعالی
پر اعتماد کی رو سے تو ایسا حال فقیر کا ہونا تو ایک رتبہ عالی ہے مگر کمتر درجہ یہ ہے کہ اغنیا کو اپنا

نہ بیٹھے نہ اونکے پاس تحفجات کی رغبت کرے اسلیے کہ مبادی طمع یہی باتین ہوتی ہین
حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہین کہ جب فقیر توانگروں سے ملنے لگے تو جانو کہ ریاکار ہے اور جب
بادشاہ سے ملے تو جانو کہ چور ہے۔ اور بعض عارفین کا قول ہے کہ جب فقیر توانگروں سے ماننا ہے تو اوسکا اعتقاد
ڈھیلا ہوجاتا ہے اور جب اونسے طمع کرتا ہے تو عصمت جاتی رہتی ہے اور جب اونھین میں ہنی لگتا ہے تو گمراہ ہوجاتا ہے
اور چاہیے کہ اغنیا کی خاطر سے اور اونکی عطا کی طمع سے کرحق سے خاموش ہو جو بات حق ہووے بیان کرے اور
افعال کا ادب یہ ہے کہ فقر کے باعث کسی عبادت سے سستی نکرے اور اگر کسیقدر مال بچ رہے تو اوسکو خرچ کر دے دریغ نکرے
کیونکہ کم مایہ کی کوشش و جہد یہی ہے اور اوسکا ثواب بہت سے مالون کے ثواب سے زیادہ ہے
جو غنی کیطرف سے دیا جاوے چنانچہ زید بن اسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین
کہ آپنے فرمایا کہ صدقے کا ایک درم خدای تعالی کے نزدیک لاکھ درم سے افضل ہے لوگون نے
عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے آپنے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے لاکھ درم
نکالے اور خیرات کیے اور ایک آدمی کے پاس صرف دو ہی درم ہین اور کچھ نہین اوسنے اپنے
جی کی خوشی سے ایک درم دیدیا تو یہ ایک درم والا اوس لاکھ والے سے اچھا ہوگا اتہی
اور چاہیے کہ مال جمع نکرے بلکہ قدر حاجت لے اور باقی خرچ کر ڈالے اور جمع کرنے مین تین
درجے ہین ایک یہ ہے کہ صرف ایک دن اور ایک رات کا سامان رکھے یہ درجہ صدیقین کا ہے
اور دوسرا یہ کہ چالیس روز کا ذخیرہ کرے اور جو اسقدر پر زیادہ ہو وہ طول امل مین داخل ہے
اور علما نے یہ بات حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد سے نکالی ہے جو خدای تعالی نے اونکو کیلیے
مقرر فرمائی تھی اوس سے یہ سمجھا گیا کہ زندگی کی توقع چالیس روز کرنی جائز ہے اور یہ درجہ
متقین کا ہے اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ برس روز کا ذخیرہ کرے یہ سب سے ادنی مرتبہ ہے اور یہ
صالحین کا درجہ ہے اور جو اس سے بھی زیادہ کے لیے ذخیرہ کرے وہ عوام مین داخل ہے
خواص سے اوسکو کچھہ تعلق نہین پس مرد صالح جو اطمینان قلبی مین کمزور ہو اوسکی غنا برس روز
کی غذا مین ہے اور خواص کی غنا چالیس روز کی خوراک مین اور خواص سے بھی خواص کی غنا
ایک دن اور ایک رات کی قوت مین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات
کی غذا اسیطرح تقسیم فرماتے تھے یعنی جب کچھہ کہین سے آتا تو اونمین سے بعض کو سال بھر کی
اور بعض کو چلے بھر کی اور بعض کو ایک دن رات کی غذا عنایت فرما دیتے اور ایک
دن رات کی غذا حضرت عایشہ و حفصہ رضہ کو دیا کرتے تھے۔

چھٹا بیان اس امر میں کہ اگر فقیر کے پاس بے مانگے کوئی کچھ بھیجے تو اوسکے قبول کرنے میں کیا کرنا چاہیے
واضح ہو کہ جب فقیر کے پاس کچھ آوے تو اوسکو تین باتوں کا لحاظ چاہیے اول نفس مال کا دوسرے دینے والے کی غرض کا سوم لینے میں اپنی غرض کا نفس مال کا لحاظ یہ ہے کہ اگر مال حلال تمام شبہات سے خالی ہو تو لے ورنہ اگر اوسمیں شبہ ہو تو لینے سے احتراز کرے اور باب حلال او حرام میں ہم درجات شبہ کو لکھ آئے ہیں اور یہ بھی لکھدیا ہے کہ کس چیز سے اجتناب واجب ہے اور کس سے مستحب اسکو وہاں دیکھنا چاہیے اور دینے والے کی غرض تین صورتوں سے خالی نہیں یا تو دل کا خوش کرنا اور طلب محبت منظور ہے اسکو ہدیہ کہتے ہیں یا غرض ثواب ہے اوسکو صدقہ اور زکوۃ کہتے ہیں یا شہرت اور ریا مراد ہے اور یہ بھی تنہا ہے یا پہلی دو غرضوں سے ملی ہوئی سے صورت اول یعنی ہدیہ کے قبول کرنے کا مضائقہ نہیں کہ سنت ہے لیکن چاہیے کہ اوسمیں منت ہو ورنہ ایسے ہدیہ کا ترک اولی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ بعض ہدیہ میں منت زیادہ ہے تو اوسیقدر کو واپس کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور پنیر اور مینڈھا ہدیہ آیا تو آپ نے گھی اور پنیر لے لیا اور مینڈھے کو پھیر دیا اور دستور آپ کا یہ بھی تھا کہ بعض لوگوں کا ہدیہ قبول کرتے تھے اور بعضوں کا پھیر دیتے تھے اور فرماتے کہ میں نے قصد کیا ہے کہ ہدیہ نہ لوں مگر قرشی اور انصاری اور ثقفی اور دوسی سے اور یہ بات بعض تابعین نے بھی کی ہے چنانچہ فتح موصلی رحمہ کے پاس ایک تھیلی آئی جسمیں پچاس درم تھے آپ نے فرمایا کہ مجھسے عطا رحمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس کوئی روزی بدون مانگے آوے اور اوسکو ہٹا دے تو وہ خدا تعالیٰ پر واپس کرتا ہے پھر اونھوں نے تھیلی کھولی اور ایک درم لے لیا اور باقی سکو واپس کر دیا اور حضرت حسن بصری رحمہ بھی اس حدیث کو روایت کیا کرتے تھے مگر جب انکے پاس ایک شخص ایک تھیلی اور خراسان کے باریک کپڑوں کی گٹھری بھیجی تو آپ نے ہٹا دیا اور فرمایا کہ جو شخص میری جگہ بیٹھے اور لوگوں سے اس قسم کی چیزیں لیوے وہ قیامت کے روز خدا سے ایسے حال میں ملیگا کہ اوسکو کچھ بہرہ ثواب سے نہ ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اور واعظ کا ہدیہ کو قبول کرنا سخت تر ہے اور حضرت حسن رحمہ اپنے یاروں کا ہدیہ قبول کر لیا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم تیمی اپنے یاروں سے درم دو درم تک مانگ لیتے اور کوئی دوسرا اگر سیکڑوں پیش کرتا تو نہ لیتے ۔ اور بعض کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی دوست

اونکو کچھہ دیتا تو کہتے کہ اسکو اپنے پاس رہنے دو اور دیکھو کہ اگر اسکے لینے کے بعد مین تمہارے
دل مین لینے سے پیشتر کی نسبت افضل ہون تو مجھے کہدینا مین لے لونگا ورنہ نہ لونگا
اور اس حال کی پہچان یہ ہے کہ اگر لینے والا ہٹانے تو دینے والے پر ناگوار گذرے اور اگر
قبول کرے تو خوش ہو اور اسکے قبول کرنے کو اپنے اوپر احسان سمجھے پس اگر لینے والے کو
معلوم ہو کہ اس ہدیے مین کسیقدر احسان بھی مخلوط ہے تو ہدیے کا لینا مباح ہے مگر
فقرائے صادقین کے نزدیک مکروہ ہے اور بشر رح فرماتے ہین کہ مین نے کسی سے کبھی کوئی
چیز نہین مانگی سوا سری سقطی رح کی اسلیے کہ میرے نزدیک اونکا زہد دنیا مین ثابت ہو تو جب اونکے قبضے سے
کوئی چیز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتے ہین اور باقی رہتی ہے تو ناخوش ہوتے ہین پس اونکی خاطر خواہ چیز دیکر اونکا
مددگار ہوتا ہون - اور ایک خراسانی حضرت جنید بغدادی رح کے پاس آیا اور کچھہ مال لایا
اور کہا کہ آپ اسکو کھاوین آپنے فرمایا کہ اسکو فقراء پر بانٹ دو اوسنے عرض کیا کہ مجھکو یہ غرض
نہین آپنے فرمایا کہ پھر مین اتنا کہان جیونگا جو اسقدر کھاؤن اوسنے کہا کہ میری غرض یہ
نہین کہ آپ اسکو چٹنی اور سالن مین خرچ کرین بلکہ یہ چاہتا ہون کہ شیرینی اور میوون وغیرہ
مین صرف کر ڈالیے آپنے قبول کر لیا خراسانی نے عرض کیا کہ بغداد مین کوئی ایسا نہین
جسکا احسان مجھپر آپسے زیادہ ہو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تم جیسے کے سوا اور کسیکا ہدیہ
قبول بھی نہین کرنا چاہیے - دوسری صورت یعنی اگر دینے والا صرف ثواب کے لیے
دیتا ہو اور یہ یا صدقہ ہوگا یا زکوۃ تو اس صورت مین فقیر کو اپنے حال پر نظر کرنا چاہیے
کہ مستحق زکوۃ کا ہون یا نہین اگر یہ صفت مشتبہ ہو تو قبول کرنا محل شبہہ ہے اور ہم نے
اسکی تفصیل باب اسرار زکوۃ مین بیان کی ہے اور اگر فقیر کو صدقہ دین کے باعث کوئی
دیتا ہے تو چاہیے کہ اپنے دل مین سوچے اور باطن مین اگر کسی گناہ کا مرتکب ہو اور جانے
کہ دینے والے کو اگر اس گناہ کی اطلاع ہوگی تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اور مجھے صدقہ
نہ دیگا تو ایسی صورت مین لینا حرام ہے مثلاً اگر کسی نے اس گمان سے دیا کہ فلان شخص
عالم ہے یا حضرت علی رض کی اولاد ہے اور لینے والا اس صفت سے موصوف نہین تو
اوسکو لینا حرام محض ہے کہ اوسمین کچھہ شک نہین - تیسرے یہ کہ دینے والے کی غرض دینے سے
ریا اور شہرت ہو تو لینے والے کو چاہیے کہ اوسکی چیز واپس کر دے اور اوسکی غرض فاسد
مین اوسکا مددگار نہو - حضرت سفیان بن ثوری رح کو جو کوئی شخص کچھہ دیتا آپ واپس کر دیتے

اور فرماتے کہ اگر میں جانتا کہ اس دینے کو یہ لوگ فخر کی راہ سے ذکر میں کرتے تو لے لیتا۔
اور بعض اکابر پر جو لوگوں نے عتاب کیا کہ جو بقصد صلہ آپکے پاس لوگ بھیجتے ہیں آپ
اوسکو کیوں ہٹا دیتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ میں اون پر شفقت اور نصیحت کی راہ سے واپس کرتا ہوں
اسلیے کہ وہ اپنی دی ہوئی چیز کو کہدیا کرتے ہیں اور اونکو اوسکا لوگوں میں ظاہر ہونا اچھا
معلوم ہوتا ہے تو انکا مال کا مال جاتا ہے اور ثواب نہیں ہوتا اسلیے ہٹا دیتا ہوں۔ اور
لینے میں اپنی غرض کا لحاظ ایسے کرے کہ یہ دیکھے کہ لابدی چیزوں کی مجھکو حاجت ہی یا نہیں
اگر مقدار ضرورت کا محتاج ہو اور پہلی آفتوں سے بھی کوئی آفت ہو تو بہتر ہے کہ لے لے
حدیث شریف میں وارد ہے کہ مَا الْمُعْطِي مِنْ سَعَةٍ بِاَعْظَمَ اَجْرًا مِنَ الْاٰخِذِ اِذَا كَانَ مُحْتَاجًا
اور دوسری حدیث میں ہے کہ مَنْ اَتَاهُ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا الْمَالِ مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ وَلَا اسْتِشْرَافٍ
فَاِنَّمَا هُوَ رِزْقٌ سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ اور ایک روایت میں ہے کہ فَلَا يَرُدُّهُ اور بعض علما کا قول ہے
کہ جس شخص کو کچھ ملے اور نہ لے وہ سوال کریگا اور نہیں دیا جائیگا۔ اور سری سقطی رح حضرت
امام احمد بن حنبل رح کے پاس کچھ بھیجا کرتے تھے ایک بار اونھوں نے واپس کر دیا اونکو سری
نے کہا کہ اے احمد واپس کرنے کی آفت سے خوف کرو کہ پھیرنے کی آفت لینے کی آفت
سے سخت تر ہے امام احمد صاحب نے فرمایا کہ ذرا پھر ارشاد فرمائیے اونھوں نے دوبارہ کہی تب
فرمایا آپنے فرمایا کہ میں نے اس وجہ سے پھیرا کہ میرے پاس غذا ایک مہینے کی موجود ہے تو
اس چیز کو اپنے پاس رہنے دو بعد ایک مہینے کے میرے پاس بھیج دینا ابھی ضرورت نہیں
اور بعض علما کا قول ہے کہ باوجود حاجت کے پھیر دینے سے یہ خوف ہے کہ کہیں خدای تعالی
اسکی سزا میں مبتلای طمع کر کے کسی شبہہ وغیرہ میں نہ ڈالدے۔ پھر اگر جو مال آیا ہے وہ
حاجت سے زیادہ ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو آدمی اپنے ہی حال میں مشغول ہو یا
فقرا کے امور کا متکفل ہو کہ اپنی طبیعت میں رفق و سخاوت کی جہت سے اونکو دیا کرتا ہو
پس اگر ایسے ہی حال میں مصروف ہو تو کوئی وجہ لینے کی نہیں بشرطیکہ سالک طریق آخرت ہو
اسلیے کہ قدر حاجت سے زائد کو لیکر رکھنا محض اتباع خواہش نفس ہے اور جو عمل کہ خدا کے
واسطے نہیں ہوتا وہ راہ شیطان میں ہے یا اوسکی طرف طالب اور کاجل کی کوٹھری میں گھسنے
سے داغ لگتا ہی ہے۔ پھر اس لینے کی بھی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ ظاہر میں لے اور
پوشیدہ بانٹ دے یا فقرا پر تقسیم کر دے یہ مقام تو صدیقین کا ہے اور بعض پر نہایت

ناگوار ہے اسکی تاب اوسکو ہے جسکی طبیعت ریاضت پر مطمئن ہوا اور دوسری صورت
کہ نہ لیوے تا کہ مالک اوس چیز کا کسی اور کو اپنے آپ سے زیادہ حاجتمند کو دیڈالے یا خود لیـ
ایسے شخص کو دیڈالے جو اپنے آپ سے زیادہ حاجت رکھتا ہو اور یہ دونو باتین پوشید
کرے یا ظاہر مین اور باب اسرار زکوۃ مین ہمنے لکھا ہے کہ لینے کا اظہار بہتر ہے یا خف
اور کچھہ احکام فقر بھی وہان لکھے ہین دیکھہ لینے چاہیین۔ مگر حضرت امام احمد رح کا قبول
نکرنا سری سقطی رح کے ہدیہ کو صرف اس جہت سے تھا کہ اونکو حاجت نہ تھی اس نظر سے
کہ اونکے پاس مہینے بھر کی خوراک موجود تھی اور یہ طبیعت نچاہی کہ اوسکو لیکر اپنے آپ کسی
اور کو دیدین کیونکہ اوسمین بہت سی آفات اور خطرے ہین اور ورع اسیکا نام ہے کہ
آفتون کی جگہ سے بچے کیونکہ شیطان کے فریب سے امن دشوار ہے۔ اور بعض مجاورین مکہ
فرماتے ہین کہ میرے پاس کچھہ درم تھے جنکو مین نے خدا کی راہ مین صرف کرنیکو رکھے تھے
مین نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہو کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا رباعی

یارب تجھے معلوم ہے مین ہون بھوکا
تن پر مرے باقی نہین ثابت کپڑا
اس بھوک برہنگی مین کیا ہے منظور
ہر حال کا میرے تو ہے دانا بینا

مین نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ اوسکے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہین کہ اوسکا
بدن بھی نہین چھپتا مین نے اپنے دل مین کہا کہ اپنے درمون کے لیے اس سے عمدہ تر
مصرف مجکو اور کوئی نملے گا مین اون درمون کو اوسکے پاس لے آیا اوسنے دیکھکر اوسمین سے
پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادرین آجاوینگی اور ایک درم کو مین تین دن
خرچ کرونگا باقی کی مجکو حاجت نہین لیجاؤ جب دوسری رات ہوئی تو مین نے اوسکو
نئی دو چادرین پہنے دیکھا اور اوسیوقت میرے دل مین اوسکی طرف سے کچھہ وسوسہ
شیطانی گذرا اوسنے میری طرف دیکھکر میرا ہاتھہ پکڑا اور اپنے ساتھہ سات بار طواف
کرایا ہر ایک پھیرے مین ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کھانون مین سے ہماری پاؤن کے
نیچے ٹخنون تک ہو جاتا تھا مثلاً ایک دفعہ سونا ایک دفعہ چاندی پھر یاقوت اور موتی
اور گوہر اور یہ چیزین لوگون کو نسوجھتی تھین اوسنے کہا کہ خدا تعالی نے یہ سب کچھہ
دیا مگر مین نے زہد کیا لوگون کے ہاتھہ سے لیتا ہون اسلیے کہ یہ سب چیزین تو بوجھہ
اور وبال ہین اور اورون سے کسیقدر لے لینے مین بندون کے لیے رحمت و نعمت ہی انتہی

اس سے غرض یہ ہوئی کہ مقدار حاجت سے زیادہ جو آدمی کے پاس آتا ہے وہ امتحان اور
ابتلا کے لئے ہوتا ہے تاکہ اللہ دیکھے کہ وہ اوس میں کیا کرتا ہے اور مقدار حاجت تو رزق
ہوتا ہے وہ رزق کے طور پر عنایت ہوتا ہے تو رزق اور ابتلا کے معنوں میں فرق کو سمجھ لینا
چاہیے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا حَقَّ لِابْنِ اٰدَمَ اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ طَعَامٌ یُقِیْمُ صُلْبَہٗ
وَثَوْبٌ یُّوَارِیْ عَوْرَتَہٗ وَبَیْتٌ یُّکِنُّہٗ فَمَا زَادَ فَھُوَ حِسَابٌ
پس اگر آدمی مقدار حاجت ان تین چیزوں میں سے لیگا تو ثواب پاویگا اور زیادتی کی صورت
میں اگر خدای تعالی کی نافرمانی نکریگا تو حساب کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اگر
نافرمانی کریگا تو عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور ایک صورت امتحان کی یہ ہے کہ آدمی کسی لذت کو
خدای تعالی کی نصرت کے لیے اور اپنے نفس کی تشنگی کے لیے چھوڑنے کا عہد و عزم کرے
پھر وہ لذت صاف بے کدورت اوسکے پاس آوے تاکہ اوسکی عقل کی قوت کا امتحان کیا جاوے
تو ایسی صورت میں اولی یہی ہے کہ اوس سے بازرہے اسلیے کہ نفس کو اگر اجازت عہد شکنی کی
دیگا تو اوسکو اسکی چاٹ پڑجاویگی اور ہمیشہ اپنی عادت پر رجوع کیا کریگا اور اوسکا دبانا ممکن
نہوسکیگا اسلیے ایسی لذت کا ہٹادینا بہت ضروری ہے اگر دینے والے ہی کو واپس کردے
تو تو زہد ہوگا اور اگر اوسسے لیکر کسی محتاج کو دیڈالے تو نہایت درجہ کا زہد ہے اور اسپر بجز
صدیقین کے اور کوئی قادر نہیں۔ اور اگر آدمی کا حال سخاوت اور ترجیح کرنا اور فقرا کا تکفل اور
کچھ صلحا کی خبرگیری ہو تو مقدار حاجت سے زیادہ لینے کا مضائقہ نہیں اسلیے کہ فقرا کی حاجت
سے تو زائد نہیں مگر ایسے مال کو بہت جلد فقرا میں صرف کردینا چاہیے اوسکو رکھنا نچاہیے
اسلیے کہ اوسکے ایک رات رکھنے میں بھی فتنہ اور امتحان ہے شاید رکھ چھوڑنے سے دلکو
اچھا معلوم ہوا اور پیچھے دینے کو دل بخیاہے اور وبال جان ہوجاوے بعض لوگوں نے تکفل
فقرا کی خدمت کا کیا اور اس پردے میں مال و دولت کی کثرت اور کھانے اور پینے کی
لذتوں میں پڑگئے اسکا نام تباہی ہے۔ اور جس شخص کی غرض رزق اور طلب ثواب ہو
اوسکو جائز ہے کہ اللہ تعالی پر حسن ظن کرکے قرض لے لے مگر ظالم یا دشاہوں کے اعتماد پر
نہ لے پھر اگر اوسکو اللہ تعالی وجہ حلال سے بھیجدے تو ادا کردے اور اگر ادا سے پہلے
مرجاویگا تو خداوند کریم اوسکی طرف سے ادا کردیگا اور اوسکے قرضخواہوں کو راضی کردیگا

لیکن اسمین شرط یہ ہے کہ قرضخواہ اسکا حال خوب جانتا ہو تو چاہیے کہ قرض دینے والے سے وعدہ وغیرہ کرکے فریب نکرے بلکہ اپنا حال صاف صاف کہدے تاکہ وہ قرض جان بوجھکر دیوے۔ اور ایسے شخص کا قرض چاہیے کہ بیت المال خواہ مال زکوٰۃ سے ادا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ اسکے معنی بعض یہ کہتے ہین کہ اپنے دونون کپڑے بیچڈالے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ اپنی وجاہت پر قرض لے لے کہ یہ بھی خدا کی دی ہوئی ہے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اپنے سرمایے کے موافق خرچ کرتے ہین اور کچھ بندے ایسے بھی ہین کہ جتنا اونکو حسن ظن خدا تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اتنا خرچ کرتے ہین۔ اور کسی بزرگ نے مرنے کے وقت وصیت کی کہ میرا مال تین جماعتون کو دینا اول قوی دوم سخی سوم غنی اونسے پوچھا گیا کہ انسے آپکی کیا غرض ہے اونھون نے کہا کہ قوی سے غرض اہل توکل ہین اور سخی سے مراد وہ ہین جو اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھتے ہین اور غنی سے وہ لوگ مراد ہین جو اللہ ہی کے ہو رہتے ہین حاصل اس بیان کا یہ کہ جب فقیر اور بال اور دینے والے مین شروط مذکورہ بالا پائی جاوین تو فقیر اوسکی عطا لے لے مگر چاہیے کہ یہ جانے کہ جو کچھ مین نے لیا وہ خدا کے پاس سے لیا دینے والے سے نہین لیا اسلیے کہ دینے والا محض ایک واسطہ ہے کہ دینے کے واسطے مسخر کر دیا گیا اور وہ دینے کے لیے مجبور ہے کیونکہ اوسپر ارادہ اور اعتقاد اور لوازم مسلط ہین بدون دیے نہین بن سکتی ہے۔ حکایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت شقیق بلخی رح کو پچاس آدمیون کے ساتھ اونکے مریدون سمیت دعوت کی اوسنے بہت عمدہ کھانا تیار کرایا جب آپ بیٹھے تو آپنے مریدون سے کہا کہ یہ شخص دعوت کرنے والا یون کہتا ہے کہ جو شخص یہ نسمجھے کہ یہ کھانا مین نے تیار کیا ہے اور کھانے والے کے سامنے مین نے رکھا ہے تو اوس شخص پر میرا کھانا حرام ہے یہ سنکر سب آپکے ساتھی اوٹھکر چلے گئے صرف ایک شخص جوان جو اونکے مرتبے سے کم تھا رہگیا صاحب دعوت نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اس سے آپ کو کیا مقصود تھا آپ نے فرمایا کہ مجکو ان سب کی توحید کا امتحان منظور تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے میرا رزق بنی اسرائیل کے ہاتھون پر اوتارا ہے کہ صبح کو کوئی کھلاتا ہے شام کو کوئی حکم ہوا کہ مین اپنے دوستون سے ایسا ہی کرتا ہون اونکا رزق اپنے بندون مین سے برون کے ہاتھ سے دلاتا ہون تاکہ اونکے باعث

اونکو تو اب دیا جاوے بہرحال بندے کو چاہیے کہ اگر اوسکو کوئی کچھ دے تو جان لے

کہ خدا تعالی نے اوسکو مسخر کر دیا ہے تو دیتا ہے

ساتواں بیان بدون ضرورت کے سوال کی حرمت اور فقیر مضطر کے آداب سوال کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ سوال کے باب میں بہت سی مناہی اور تشدد واقع ہیں اور بعض روایات ایسے بھی وارد ہیں جنسے سوال کی اجازت پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَلَوْ جَاءَ عَلَى فَرَسٍ اور فرمایا رُدُّوا السَّائِلَ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحْتَرِقٍ ان حدیثوں سے اجازت سمجھی جاتی ہے اسلیے کہ اگر سوال حرام مطلق ہوتا تو اوسکو دینے میں اعانت برائی کرنے والے کے برے کام کے واسطے ہوتی پس امر تحقیق اسمین یہ ہے کہ سوال اصل میں حرام ہے اور کسی ضرورت یا حاجت مہم کے لیے جو ضرورت کے قریب ہو مباح ہو جاتا ہے پس اگر اوس سے مفر موجود ہو تو حرام ہی رہیگا۔ اور اصل میں جو ہم نے سوال کو حرام کہا تو اسوجہ سے کہ اوسمیں تین باتیں حرام ضرور ہی ہوتی ہیں اول خدا تعالے کی شکایت کا ظاہر کرنا اسلیے کہ سوال یہی ہے کہ اپنی احتیاج ظاہر کرے اور اللہ کی نعمت کو اپنے اوپر کم بیان کرے اور یہ عین شکایت ہے۔ اور جسطرح کہ کسیکا غلام دوسرے سے سوال کرے تو اوسکا مانگنا آقا کی ہتک اور شکایت ہوتی ہے اسیطرح بندوں کا سوال موجب بے ادبی و شکایت خالق کا ہوتا ہے اسلیے حرام ہونا چاہیے اور بدون ضرورت حلال نہونا چاہیے اور ضرورت کے وقت تو مردار بھی درست ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ سوال میں سائل اپنے نفس کو خدا کے سوا دوسرے کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور بندہ کو جائز نہیں کہ خدا کے سوا دوسرے کے لیے اپنے آپ کو ذلیل کرے بلکہ اوسکو چاہیے کہ صرف اپنے مولی کیواسطے اپنے آپ کو ذلیل کرے کہ اوسمیں اوسکی عزت ہے اور تمام خلق تو ایسے ہی ہیں جیسا وہ خود ہے اونکے سامنے ذلیل ہونا بے ضرورت نچاہیے اور سوال میں ظاہر ہے کہ سائل بہ نسبت اوس شخص کے جس سے سوال کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ سوال میں اکثر ایذا دوسرے شخص کی ہوتی ہے جس سے کہ مانگتا ہے کیونکہ بعض اوقات اوسکا جی دینے پر خوشی خاطر راضی نہیں ہوتا پس اگر اوسنے سائل کی شرم سے یا ریا کے طور پر دیا تو وہ لینے والے پر حرام ہے اور اگر نہ دیا تو بعض اوقات شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے دل میں ایذا پاتا ہے اس سے کہ بخیل کی صورت میں

بنا جاتا ہے تو دینے میں تو نقصان مال ہے اور نہ دینے میں نقصان جاہ اور دونوں صورتین ایذا دہندہ ہیں اور سبب اس ایذا کا وہی سائل ہے اور ایذا بھی بدون ضرورت حرام ہے اور جب ان تین خرابیون کو جان چکے جو سوال میں ہوتی ہین تو یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہو گیا مَسَالَۃُ النَّاسِ مِنَ الْفَوَاحِشِ مَا اُحِلَّ مِنَ الْفَوَاحِشِ دیکھنا چاہیے کہ آپ نے اسکا نام فاحشہ رکھا یعنی بڑی خطا اور ظاہر ہے کہ گناہ کبیرہ بدون ضرورت مباح نہین ہوتا جیسے شراب کا پینا کہ اگر کسی کے گلے مین لقمہ پھنس جاوے اور اوسکے پاس شراب کے سوا اوسوقت موجود ہو اور چیز نہو تو لقمہ اوتارنے کی مقدار پینا درست ہوجاتی ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو باوجود غنا کے مانگے تو وہ دوزخ کی چنگاریان اپنے لیے زیادہ کرتا ہے اور جو شخص سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس اسقدر ہے کہ اوسکو کافی ہو تو قیامت کے روز اس طرح اویگا کہ اوسکا منہ ایک ہلتی ہوئی ہڈی ہوگی جسپر گوشت نہوگا اور دوسری روایت مین یہ ہے کہ اوسکا سوال اوسکے منہ پر داغ اور نشان ہونگے۔ ان الفاظ سے صریح حرمت اور تشدد ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون سے بیعت مسلمان ہونے کی لی اور انسے سننے اور ماننے کی شرط کر لی پھر ایک بہت چھپا جملہ فرما دیا کہ لَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَیْئًا یعنی آدمیون سے کچھ مت مانگنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اکثر سوال سے باز رہنے کا حکم فرماتے اور فرماتے کہ جو ہم سے مانگے گا تو اوسکو ہم دینگے اور جو بے پروائی چاہے گا خدائے تعالی اوسکو بے پروا کر دیگا اور فرمایا کہ جو ہم سے سوال نکرے وہ ہمارا زیادہ محبوب ہے اور فرمایا اِسْتَغْنُوا عَنِ النَّاسِ وَمَا قَلَّ مِنَ السُّؤَالِ فَهُوَ خَیْرٌ لوگون نے عرض کیا اور آپ سے سوال کرنا آپ نے فرمایا کہ مجھسے بھی کم سوال کرنا بہتر ہے حضرت عمر رض نے ایک سائل کو سنا کہ بعد مغرب کے سوال کرتا تھا آپ نے ایک کو اوسکی قوم مین سے فرمایا کہ اوسکو کھانا دے دو اوسنے دیدیا پھر آپ نے دوبارہ اوسکو مانگتے سنا آپ نے فرمایا کہ ہم نے کہا نہین تھا کہ اسکو کھانا دیدو اوسنے عرض کیا کہ مین نے اوسکو کھلا دیا ہے آپ نے سائل کی جھولی جو دیکھی تو روٹیون سے بھری تھی فرمایا کہ تو سائل نہین ہے بلکہ تاجر ہے پھر جھولی لیکر زکوٰۃ کی اونٹون کے سامنے ڈالدین اور سائل کو درے لگا دیے اور فرمایا پھر ایسا مت کرنا پس اگر سوال حرام نہوتا تو آپ اوسکے درے کیون مارتے اور اوسکی جھولی کیون لیتے۔ یہان بعض فقیہ ضعیف العقل تنگ حوصلہ حضرت عمر رض کے اس

فعل کو بعید جانتے ہین اور کہتے ہین کہ آپ کا سائل کو مارنا تو ادب کیواسطے تھا شریعت مین سیاست کا حکم بھی ہے مگر اوسکا مال لے لینا ڈانڈ ہے اور شریعت مین سزا مال لے لینے کی نہین تو کسوجہ سے حضرت عمر رض نے اوسکا مال لے لیا اور یہ اشکال ان لوگون کو اسوجہ سے ہوا کہ فقہ کم جانتے ہین بلکہ تمام فقہا کی سمجھ حضرت عمر رض کی سمجھ کے سامنے گرد ہے آپ کو جسقدر اسرار دین الہی اور مصلحت اوسکے بندون کی معلوم تھی اونکو کہان میسر ہوسکتی ہے کیا حضرت کو یہ معلوم نتھا کہ مال کا مصادرہ اور ڈانڈ جائز نہین یا یہ سمجھ مین آسکتا ہے کہ گو معلوم تو تھا مگر غصے مین ندا کی نافرمانی کی یا صرف براہ مصلحت زجر کیواسطے ایسی سزا دی جو شریعت غرای نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین نہو حاشا وکلا یہ بات نتھی بلکہ جس مسئلہ سے کہ آپ نے یہ فعل کیا وہ یہ ہے کہ آپ نے اوسکو سوال سے مستغنی پایا اور قطعًا معلوم کیا کہ جن لوگون نے اوسکو کچھ دیا ہے تو اس اعتقاد پر دیا کہ وہ محتاج ہے حالانکہ وہ جھوٹا ٹھگ تھا تو لوگون کا دیا ہوا اوسکے ملک مین نہ آیا اسلیے کہ فریب سے لیا اب ان روٹیون کو اونکے مالک کو پہونچانا مشکل تھا اس نظر سے کہ کیا معلوم تھا کہ کونسی روٹی کسنے دی ہے پس یہ مال لاوارث رہا اسی نظر سے اوسکا خرچ کرنا مصالح اہل اسلام مین واجب ہوا اور زکوٰۃ کے اونٹون کا گھاس دانہ بھی داخل مصالح ہے۔ اور سائل نے جو اظہار حاجت کے ساتھہ براہ کذب لیا اوسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے کوئی جھوٹ موٹ کہکر کہ مین حضرت علی رض کی اولاد ہون سے لے اس صورت مین وہ مال کا مالک نہین ہوتا یا کوئی صوفی اور نیکبخت اسوجہ سے دیا جاوے کہ یہ نیک ہے حالانکہ باطن مین وہ ایسا گناہ کرتا ہے کہ اگر دینے والے کو معلوم ہو تو ندوے اور ہم چند جا لکھہ چکے ہین کہ جو مال اسطرح لوگ لیتے ہین وہ مالک نہین ہوتے اور وہ اوپر حرام ہے اور واجب ہے کہ مالک کو واپس کردین اب اس امر کی تصدیق حضرت عمر رض کے فعل سے ہوگئی اور اس سے بہت سے فقہا غافل ہین اور یہ نہین چاہیے کہ اس کلیہ کو بھول کر حضرت عمر رض کے فعل کو لغو سمجھا جاوے۔ غرضکہ جب معلوم ہوا کہ سوال ضرورت کے لیے مباح ہوتا ہے تو اب یہ جاننا چاہیے کہ کسی چیز کی طرف یا تو آدمی کو اضطرار ہوتا ہے یا حاجت مہم ہوتی ہے یا حاجت خفیف ہوتی ہے یا اوس سے بالکل استغنا ہوتی ہے یہ چار صورتین ہین مضطر تو اسطرح کہ بھوکا آدمی اپنے اوپر خوف موت یا مرض کا کرکے مانگے اور ننگا شخص جب اپنے پاس ستر کی چیز نپاوے تو سوال کرے اسی

حالت اضطرار کا سوال مباح ہے بشرطیکہ بقیہ شرطین سوال کی چیز مین موجود ہون کہ مباح ہو اور جس سے سوال کرتا ہے اوسمین بھی کہ دل مین راضی ہو اور سائل مین بھی کہ کسب سے عاجز ہو اسلیے کہ جو کسب پر قادر ہو اور نکما بن رہا ہے اوسکو سوال جائز نہین مگر جب کہ علم کی طلب نے اوسکے تمام اوقات گھیر لیے ہون ورنہ جو شخص لکھنا جانتا ہے تو وہ کتابت سے پیدا کر سکتا ہے۔ اور مستغنی وہ ہے کہ ایسی چیز مانگے جسکا ایک مثل یا کئی مثل اوسکے پاس ہون مثلاً ایک روپیہ کا سوال کرے حالانکہ اوسکے پاس ایک یا کئی موجود ہون تو ایسے شخص کا سوال حرام ہے اور یہ دونون قسمین واضح ہین اور جسکو حاجت مہم ہو اوسکی مثال یہ ہے کہ کوئی مریض محتاج دوا کا ہو اسطرح کہ اگر نہ استعمال کرے تو زیادہ خوف نہین مگر پھر بھی کچھ اندیشہ ہے یا کوئی شخص اوپر کا کپڑا رکھتا ہے مگر کرتہ نیچے پہننے کے لیے جاڑون مین اوسکے پاس نہین اور اوسکو جاڑا ستاتا ہے اسقدر کہ ضرورت کی حد کو نہین پہونچتا اسیطرح وہ شخص ہے کہ کرایہ کے واسطے سوال کرے حالانکہ مشکل سے پیادہ بھی چل سکتا ہے تو ایسے کے لیے بھی سوال دربارۂ مباح مین ہے کیونکہ بلاشک حاجت تو ہے مگر صبر کرنا ایسے سوال سے بھی بہتر ہے اگر سوال کریگا تو تارک اولی ہوگا لیکن اوسکا سوال مکروہ نہ کہلاویگا بشرطیکہ سوال مین سچ بولے گا اور یون کہے گا کہ میرے پیراہن کے نیچے کرتہ نہین اور جاڑا مجھکو اتنا ستاتا ہے کہ جسکی مین برداشت کر سکتا ہون مگر مجھکو تکلیف ہوتی ہے پس اگر سچ سچ کہدیگا تو انشاء اللہ اوسکا سچ کہنا اوسکے سوال کا کفارہ ہو جاویگا۔ اور حاجت خفیف کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کرتہ اس غرض سے مانگے کہ باہر جانے کے وقت اوپر پہن لیا کرے تاکہ اپنے کپڑون کی پھٹن یا پیوند لوگون کی نظر سے نیچے رہین یا کسی کے پاس روٹی موجود ہے مگر سالن کے واسطے سوال کرے یا اسقدر ہے کہ گدہا کرایہ کرے لیکن گھوڑے کے کرایہ کے لیے سوال کرے یا سواری کا کرایہ کر سکتا ہے مگر محمل کا کرایہ چاہے تو ان جیسی حاجتون مین اگر کچھ فریب ہوگا یعنی حاجت تو کچھ ہے اور ظاہر کچھ کریگا تو سوال حرام ہے اور اگر فریب نہوگا اور کوئی اور خرابی اون تینون خرابیون مذکورہ بالا یعنی شکایت خداے تعالی یا اپنی ذلت یا دوسرے کی ایذا سے پائی جاویگی تب بھی حرام ہے کیونکہ ایسی خفیف حاجت کے لیے یہ امور مباح نہین ہو سکتے اور اگر نہ فریب ہو نہ ان خرابیون مین سے کچھ ہو تو البتہ سوال کراہت کے ساتھ مباح ہے

اب اگر کوئی کہے کہ پھر سوال کو ان خرابیوں سے کیسے خالی کیا جاوے تو اوسکا جواب یہ کہ شکایت تو اسطرح دفع ہو سکتی ہے کہ خدای تعالی کے شکر کا اظہار کرے اور خلق سے استغنا ظاہر کرے اور بھیک مانگنے والوں کیطرح سوال نکرے بلکہ یوں کہے کہ جو کچھ میری ملک میں ہے اوسکی جہت سے میں حاجت نہیں رکھتا ہوں مگر نفس کی طمع اور بیوقوفی مجھسے ایک کپڑا اور کیوا سکے چاہتی ہے اور وہ زائد از حاجت اور نفس کی فضول باتوں میں سے ہے پس اس کہنے سے شکایت کی حد سے نکل جاویگا اور ذلت کا دور کرنا اسطرح ہے کہ اپنے باپ سے یا رشتہ دار سے یا کسی ایسے دوست سے مانگے جسکو جانتا ہو کہ سوال کے باعث اوسکی نظروں میں حقیر ہوویگا یا کسی مرد سخی سے سوال کرے جسنے اپنا مال انھیں باتوں کیلیے تیار کر رکھا ہو اور سائل جیسے آدمیوں کے آنے سے خوش ہوتا ہو بلکہ کسی کے قبول کرنے سے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہو تو ان لوگوں سے سوال کرنے میں ذلت نہیں ہونے کی اسلیے کہ ذلت احسان کے ساتھ ضرور رہتی ہے جہاں احسان سائل پر ہوگا وہاں ذلت بھی ہوگی اور ایذا سے بچنے کا طور یہ ہے کہ سوال میں کسی شخص معین سے سوال نہ کرے بلکہ بیان حال کیطرح پر کنایۃً سب کو سنا دے تاکہ جسکو سچی رغبت دینے کی ہو وہ کچھ دیدے اور اگر اوس جلسے میں کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکی طرف نگاہ اوٹھتی ہو اور اگر وہ نہ دیگا تو ہدف ملامت ہوگا تو ایسے جلسے میں سوال کرنا ذخل ایذا ہے اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو کچھ دے بخوشی خاطر نہ دے بلکہ زبردستی ملامت کے خوف سے دیدے اور دل میں یہی چاہتا ہو کہ اگر ملامت بھی ہوا ور دینا بھی نہ پڑے تو خوب ہو اور اگر کسی شخص معین ہی سے مانگے تب بھی تصریح اوسکے نام کی نکرے بلکہ کنایۃً کہدے تاکہ وہ اگر غفلت کرنی چاہے تو بلا تردد کر سکے اور جب غفلت نکریگا حالانکہ قدرت اوسپر حاصل تھی تو اوسکا دینا اس بات کی دلیل ہوگی کہ بخوشی خاطر دیتا ہے اور سوال سے کچھ ایذا اوسکو نہیں ہوئی - اور چاہیے کہ ایسے شخص سے سوال کرے کہ اگر وہ جواب صاف دیدے تو سائل سے شرمندہ نہو اسواسطے کہ سائل سے شرمندہ ہونے سے بھی ایذا ہوتی ہے جیسے غیر سائل کے ساتھ ریا موذی ہے - اب یہی یہ بات کہ اگر سائل جان لے کہ دینے والے کی وجہ یہی ہوگی کہ مجھسے یا حاضرین جلسہ سے شرما گیا اور اگر حیا ہوتی تو کبھی ہاتھ نہ بڑھاتا تو ایسے مال کا لینا اوسکو نہ حلال ہے نہ شبہ حلال بلکہ حرام محض ہے کہ اوسمیں تمام امت میں سے کسیکو خلاف نہ

نہین اور اوسکا حکم ایسا ہے جیسے کوئی دوسرے کا مال مار پیٹ کر یا ڈانڈ کی رو سے لیوے اسلیے کہ اسمین کچھہ فرق نہین کہ ظاہر بدن پر کوڑے مارے یا باطن دل کو حیا اور خوف ملامت کے تازیانہ سے اودھیڑے بلکہ عاقلون کے دل مین باطن کی ضرب کا بڑا صدمہ ہوتا ہے اور اگر کوئی یون کہے کہ ظاہر مین تو وہ شخص دینے پر راضی ہو چکا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّمَا اَحْکُمُ بِالظَّاهِرِ وَاللّٰهُ يَتَوَلَّى السَّرَائِرَ تو ظاہر ہی کا اعتبار کرنا چاہیے پس اسکا جواب یہ ہے کہ ظاہر حال خصومات کے فیصلے کے لیے حکام ظاہری کے واسطے ضروری ہوتا ہے اسوجہ سے باطن کا احوال اونکو معلوم نہین ہو سکتا تو مجبوری ظاہر کی زبانی قول پر حکم کر دیتے ہین حالانکہ زبان اکثر جھوٹ دل کیطرف سے بولا کرتی ہے مگر ضرورت کو کیا کیا جاوے اسکا اعتبار لیا جاتا ہے اور یہ سوال اوس حال کا ہے جو بندہ اور خداے تعالی کے درمیان ہے اور اوسمین حاکم احکم الحاکمین ہے دلون کا حال اوسکے نزدیک ایسا ہے جیسا زبانون کا اون حکام کے نزدیک ہوتا ہے تو آدمی کو چاہیے کہ اس معاملے مین اپنے دل ہی کیطرف دیکھے گو مفتی فتوی دیا کرین کیونکہ مفتی قاضی اور بادشاہ کو سکھاتے ہین تا کہ ظاہر کے لوگون پر حکم کرین اور دلون کے مفتی علماے آخرت ہین کہ اونکے فتوے سے سلطان آخرت کی سطوت سے نجات ہوتی ہے جیسے فقیہ کے فتوے سے دنیا کے حاکم سے نجات ملتی ہے۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سائل جو مال بے دوسرے کی رضا کے لیگا اپنے اور خداے تعالی کے درمیان کے معاملے مین اوسکا مالک نہوگا اور اوس مال کو اوسکے مالک کو ہٹا دینا اوسپر واجب ہے پس اگر مالک اوسکے واپس لینے سے شرماوے اور واپس نہ لے تو اوسکو چاہیے کہ مالک کے پاس اوس چیز کے برابر کی کوئی شے ہدیہ کے طور پر بھیجدے تا کہ اوسکے ذمے سے باہر ہو اور اگر مالک ہدیہ قبول نکرے تو اوسکے وارثون کے پاس اصل چیز بھیجدے اگر اسکے پاس تلف ہو گئی ہو تو خدا کے نزدیک اوسکا ضمان اسپر ہے اور تصرف کرنے کے باعث اور ایسے سوال سے بھی جس سے کہ ایذا ہووے گنہگار ہے۔ اور اتنا سمجھنا کہ رضا کا حال امر باطن ہے اور اوسپر واقف ہونا دشوار اور نجات کیصورت اوس سے مشکل باینوجہ کہ سائل کو گمان ہے کہ دینے والا راضی ہے اور وہ باطن مین راضی نہو تو انھین باتون کے سبب سے متقی لوگون نے سرے سے سوال ہی ترک کر دیا کسی سے کچھہ لیتے ہی نہ تھے۔ بشر رحمہ کسی سے سواے سری رحمہ کے کچھہ نہ لیتے اور فرماتے کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ سری رحمہ اپنے ہاتھہ سے مال نکلنے سے خوش ہوتے ہین اسواسطے

صورت اونکو پسند ہے اوسیمین اونکی مدد کرتا ہوں اور سوال مین زیادہ تر انکار کی وجہ
اور اوس سے باز رہنے کا امر موکد اسی لیے ہے کہ یہ ایذا صرف ضرورت کے لیے حلال ہوتی ہے
اور ضرورت یہ ہے کہ سائل مرنے پر آگیا ہو اور اوس سے بچنے کی کوئی سبیل نرہی ہو اور جو
شخص بدون مرا ہے اور ایذا پانے کے کچھ بدیے میسر ہو او سوقت البتہ مانگنا مباح ہے
جیسے کھانا سور او مردار کا مباح ہو جاتا ہے پس اس سے باز رہنا ہی اہل ورع کا طریق ہے
اور بعض اہل دل ایسی بصیرت سے قرائن احوال کے جاننے پر خوب اعتماد رکھتے تھے اسیلیے
بعض لوگوں سے لے لیتے تھے اور بعض سے نہین لیتے تھے اور کچھ بزرگ ایسے تھے کہ وہ
صرف اپنے دوستون سے لیتے تھے اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جو چیز اونکو کوئی دیتا اوسمین سے
کچھ رکھتے اور کچھ پھیر دیتے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے اور گھی اور پنیر
مین سے مینڈھے کو پھیر دیا تھا۔ اور یہ حال ان اکابر کا جب تھا کہ جب کوئی بدون مانگے
دیتا تھا اسلیے کہ بدون مانگے دینا صرف رغبت ہی سے ہوتا ہے لیکن کبھی آدمی کی رغبت اس
طمع سے بھی ہوتی ہے کہ جاہ حاصل ہو یا ریا و شہرت ہو تو اس جہت سے ایسی عطا کے
لینے سے بھی احتراز کرتے تھے اور سوال سے تو باز ہی رہتے تھے فقط دو حالت مین سوال
کرتے تھے ایک تو ضرورت کے وقت جیسے کہ حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر
علیہم السلام نے کیا تھا اور اسمین بھی شک نہیں کہ سوال ایسے شخص سے کیا جسکو جان لیا کہ
ہمارے دینے کو دل سے چاہے گا دوسرے سوال دوستون اور بھائیون سے اور بھائیون کے
واسطے پہلے اکابر اپنے دوستوں اور بھائیون کا مال بدون سوال و استفسار کے لے لیتے
تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ دل کی رضا مقصود ہے گفتگو کی زبانی کو نہو اور اپنے بھائیون
سے اس بات کا یقین تھا کہ اگر ہم اونکی چیز لینگے اور تکلف نکرینگے تو وہ ہم سے خوش ہونگے
اور جب بھائیون کیطرف تنگ ہوتا تھا کہ جو ہم چاہتے ہین اوسیر وہ راضی ہونگے یا نہین
تو نوبت سوال کی اونسے پہونچتی تھی ورنہ سوال سے غنی تھے۔ اور سوال کے مباح
ہونے کی حد یہ ہے کہ سائل کو معلوم ہو جائے کہ جس سے مین مانگتا ہون وہ اس صفت پر ہے
کہ اگر میری حاجت اوسکو معلوم ہو جائے تو نوبت سوال کی نہ پہونچے گی بے سوال ہی دیدیگا
پس ایسے شخص مین سوال کا اسیقدر اثر ہوگا کہ اوسکو حاجت معلوم ہو جائے اور کسیطرح کی
تحریک حیا سے یا ضرورت حیلے کی نہوگی۔ پھر سائل کے تین حال اسکے بعد ہوتے ہین

ایک تو یہ کہ اوسکو یقین ہوتا ہے کہ دینے والا دل سے راضی ہے دوسرے یہ کہ اوسکی ناراضی باطن کی یقینا معلوم ہو جاوے اور یہ دونون امر احوال کے قرائن سے معلوم ہو جایا کرتے ہیں تو اول صورت مین لینا حلال ہے اور دوسری مین قطعا حرام تیسری حالت سائل کی یہ ہے کہ اوسمین اوسکو تردد ہے اور شک ہو کہ دینے والے نے رضا کے باطن سے دیا یا کراہت سے تو ایسی صورت مین اپنے دل سے فتوی لے اور شک کو دور کرے کہ وہ گناہ ہے پس جمین جو بات بلا تردد و شک سمجھ مین آوے اوسیکو اختیار کرے شک والی کو ترک کرے۔ اور اسکا معلوم کرنا قرائن احوال سے ایسے شخص کو جسکی عقل قوی اور حرص ضعیف اور شہوت کم زور ہو آسان ہے اور حرص قوی ہو گی اور عقل ضعیف تب تو وہی صورت نظر پڑیگی جو اوسکی غرض کے موافق ہو اور قرائن دینے والے کی نارضامندی کے ہرگز سمجھ مین نہ آوینگے۔ اور ان باریک نکتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا بھید سمجھ مین آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ بخدا کہ آپ کو کلمات جامع عنایت ہوئے ہین ہر ہر لفظ مین حکمت کوٹ کوٹ بھری ہے اسی حدیث مین تامل کرو کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کو عمدہ غذا فرمایا اسوجہ سے کہ جس شخص کے پاس مال نہ ہاتھ کی کمائی کا ہے نہ اوسکو اوسکے باپ یا اور کسی رشتہ دار کے ترکہ سے پہونچا ہے تو وہ لوگون کے پاس سے کھاویگا اور اگر بے سوال اوسکو ملیگا تو کوئی اسیوجہ سے دیگا کہ دیندار ہے اور جب اوسکا باطن ایسی طرح ہوگا کہ اگر لوگون کو معلوم ہو جاوے تو کوئی دینداری کی وجہ سے کچھ نہ دے تو پھر جو کچھ لیگا وہ سب حرام ہوگا۔ اور اگر سوال کرنے سے کوئی کچھ دے تو ایسا شخص کہان ہے کہ سوال کرنے پر خوش ہو کر دے۔ نہ ایسا سائل کہ بقدر ضرورت ہی پر سوال کرے پس جب اون لوگون کا حال تفتیش کرو جو اپنے ہاتھ سے کھاتے ہین تو معلوم ہوگا کہ اونکا سب کھانا خواہ اکثر حرام ہے اور حلال صرف اوسیقدر ہے جو وجہ حلال سے خود پیدا کیا ہو یا مورث کے ترکہ مین سے پونچا ہو اور اوسنے بھی حلال ہی سے پیدا کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ لوگون کے پاس سے کھانے مین احتیاط اور ورع کا رہنا بہت دشوار ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہماری طمع اپنے غیر سے منقطع کرے اور حلال رزق کے باعث حرام سے بے پروا کرے

آٹھوان بیان اوس قدر غنا کا کہ جس سے سوال حرام ہوتا ہے

جانا جاہیے کہ یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حرمت سوال کے باب میں ہے حدیث
مَنْ سَأَلَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ مِنْهُ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ مگر تو انگری کی
حد مشکل ہے اور اوسکا مقرر کرنا دشوار اور مقداروں کا مقرر کرنا ہمارے اختیار میں نہیں
بلکہ شارع کے بتلا دینے سے معلوم ہوتی ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے اِسْتَغْنُوا
بِغِنَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْ غَيْرِهِ قَالُوْا وَمَا هُوَ قَالَ غَدَاءُ يَوْمٍ وَعَشَاءُ لَيْلَةٍ
اور دوسری حدیث میں ہے مَنْ سَأَلَ وَلَهُ خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا أَوْ عِدْلُهَا مِنَ الذَّهَبِ فَقَدْ سَأَلَ
إِلْحَافًا اور ایک روایت میں أَرْبَعُوْنَ دِرْهَمًا وارد ہے بجائے خَمْسُوْنَ دِرْهَمًا کے
غرضکہ احادیث سب صحیح ہیں اور مقدار تو انگری کی مختلف تو چاہیے کہ یوں سمجھا جاوے
کہ حالات مختلفہ کے اعتبار سے مقداریں بھی مختلف ہیں کیونکہ واقع میں تو امر حق ایک ہی
ہوگا اور مقرر کرنا غیر ممکن ہے اور جسقدر امکان ہے وہ یہ ہے کہ تخمینا کہا جاوے اور تخمین
اوسوقت صحیح ہو کہ جب تقسیم ایسی کیجاوے کہ حاوی تمام احوال محتاجوں کی ہو پس ہم کہتے ہیں
کہ حدیث شریف میں وارد ہے لَا حَقَّ لِابْنِ آدَمَ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ طَعَامٍ يُقِيْمُ بِهِ صُلْبَهُ
وَثَوْبٍ يُوَارِيْ بِهِ عَوْرَتَهُ وَبَيْتٍ يُكِنُّهُ فَمَا زَادَ فَهُوَ حِسَابٌ ان تینوں چیزوں یعنی غذا
اور لباس اور مسکن جنکا بیان اس حدیث شریف میں ہے سب حاجتوں کی اصل کیے لیتے ہیں
تاکہ حاجات کی اجناس بیان کریں اور پھر اجناس اور مقادیر اور اوقات کا ذکر کریں۔ اجناس
حاجات تو یہی تین چیزیں ہیں یا جو ایسی ہی ہوں مثلاً مسافر کے لیے کرایہ تاکہ پیادہ نہ
چل سکے وہ بھی انہیں تینوں میں ملا لیا جاویگا یا اور کوئی ایسی ہی ضروری چیز ہو تو وہ بھی
داخل ان اجناس میں ہوگی اور آدمی میں اوسکا کنبہ یعنی زن و فرزند اور جس چیز کی کفالت
اوسپر ہے مثلاً سواری کا جانور وغیرہ سب داخل ہیں اور ان اجناس کی مقادیر کا حال یہ ہے
کہ کپڑے میں نہایت اوس مقدار کی ہوگی جو دیندار اوسکے لائق ہے یعنی ایک جوڑا جسمین
کرتہ دوپٹہ پاجامہ جوتا ہو اور دوسرا جوڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر جنس میں دوسرے کی حاجت
نہیں اور اسی پر سب گھر کے لوازم کو قیاس کرنا چاہیے اور یہ نچاہیے کہ باریک کپڑے کی
تلاش کیجاوے یا جہاں مٹی کا برتن کافی ہو تو وہاں تانبے اور پیتل کے ڈھونڈھے جاویں
کیونکہ یہ امر بے حاجت ہے۔ غرضکہ تمام میں تو ایک پر کفایت کرنی چاہیے اور قسم میں سب سے
ادنی پر کفایت چاہیے بشرطیکہ عادت سے نہایت دور نہو جاوے۔ اور غذا کی مقدار

رات مین ایک مد یعنی قریب ڈیڑہ پاو چہارم اور یہ وہ مقدار ہے کہ شرع مین مقرر ہوئی ہے اور نوع غذا وہ ہونی چاہیے جسکو کہاتے ہین اگرچہ جو ہی کی ہو اور سالن کا ہمیشہ ہونا زائد از حاجت ہے اور بالکل ترک کر دینا بھی تکلیف ہے اسلیے کبھی کبھی اوسکے طلب کی اجازت ہے باقی رہا مسکن اوسکی مقدار کم سے کم اوسقدر چاہیے کہ کافی ہو اسمین کچھ زینت کی قید نہین پس زینت یا مکان کے چوڑا کرنے کے لیے مانگنا بلاحاجت سوال مین داخل ہے جسکی حرمت حدیث مذکورہ بالا مین گذر چکی۔ اور اوقات کے لحاظ سے اگر دیکھا جاوے تو جس چیز کیطرف کہ سر دست آدمی محتاج ہے وہ ایک دن اور رات کی غذا اور کپڑا جسکو پہنے اور پڑ رہنے کی جگہ ہے اسکے ضروری ہونے مین تو کچھ شک نہین مگر آئندہ کے لیے اگر سوال کرے تو اوسکے تین درجے ہین ایک تو یہ کہ ایسی چیز ہو جسکی احتیاج دوسرے دن ہوگی دوم یہ کہ اوسکی احتیاج چالیس یا پچاس دن مین ہوگی سوم یہ کہ برس مین اوسکی حاجت ہوگی اب اس باب مین تو ہم حکم قطع کرتے ہین کہ جسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکو اور اگر عیالدار ہو تو اوسکے کنبے کو برس روز کے لیے کافی ہو تو اوسکو سوال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ نہایت درجے کی توانگری ہے اور حدیث شریف مین جو پچاس درم مذکور ہین وہ مقدار اسی توانگری کی ہے کیونکہ اکیلے آدمی کے لیے میانہ روی اگر کرے تو پانچ دینار سال بھر کو کافی ہین۔ عیالدار کو غالبًا کافی نہونگے اور اگر اوس شی کی حاجت برس کے اندر ہی ہوگی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر سائل ایسا ہو کہ حاجت کے وقت بھی موقع سوال جاتا نہ رہیگا اور سوال پر قادر اوسوقت بھی ہوگا تب تو سوال حلال نہوگا کیونکہ سر دست اوسکو اوس شے سے استغنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ حاجت کے وقت سے پیشتر ہی مر جاوے تو ایسی چیز کا سوال جسکی حاجت نہو کیا فائدہ اس صورت مین ایک دن رات کا کھانا مقدار غنا ہے اور اسی حالت کا بیان ہے اوس حدیث مین جسمین مقدار توانگری اسیقدر مذکور ہے اور اگر سائل ایسا ہو کہ پھر موقع سوال وسکو نہ ملیگا اور نہ کوئی دینے والا میسر ہوگا اگر اب نہ مانگے گا تو سوال مباح ہے اسلیے توقع زیست کی برس روز تک کرنی کچھ محال نہین اور سوال کی تاخیر سے اس بات کا خوف ہے کہ عاجز اور مضطر رہجاویگا اور کوئی اعانت کرنے والا نہوگا۔ پس اگر خوف سوال سے عاجز ہونے کا آئندہ کو ضعیف ہو اور جس چیز کا سوال کرتا ہے وہ بھی محل ضرورت سے خارج ہو تو سوال کرنا خالی کراہیت سے نہوگا اور کراہت اوسیقدر مختلف ہوگی جسقدر

اضطرار کی کمی اور موقع کے جاتے رہنے کے خوف اور جس بات میں حاجت سوال کی ہولی
اوسکی تاخیر میں اختلاف ہوگا اور ان باتون مین سے ہر ایک کا ضبط ممکن ہو سکتا بلکہ یہ
امور بندے کے قیاس پر متعلق ہیں کہ اپنے نفس کو دیکھے اور جو معاملہ اوسکے اور خدا تعالی
کے درمیان مین ہے اوسکو تامل کرے اور دل سے فتوی لیکر اوسکے بموجب عمل کرے اگر
راہ آخرت طے کیا چاہتا ہے اور جس شخص کا یقین قوی ہوا اور اعتماد رزق کے آنے کا آیندہ کو
کامل رکھے اور سرشت کی قوت پر قناعت کرے تو اوسکا درجہ خدا تعالی کے نزدیک
بہت ٹہرلیتے۔ پس جب خدای تعالی نے آدمی کو آج کا رزق اوسکے اور اوسکے عیال کے
لیے عنایت فرمایا ہو تو پھر کل کا خوف کرنا محض ضعف یقین اور شیطان کے ڈرانے کے اور
کسی چیز سے ہوگا حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ
اور فرمایا اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا
اور سوال یعنی دوسری چیز ہر چند ضرورت کی وجہ سے مباح کیا گیا ہے اور جو شخص ایسی حاجت کے واسطے
مانگے جو اوس زمانہ کو سال بہر اوسکی ضرورت لاحق ہو اوسکا حال اوس شخص کی نسبت
بہتر ہے جسکو مال موروثی ملے اور اوسکو برس روز کی حاجت کے واسطے
رکھ چھوڑے اور یہ دونوں باتیں ظاہر شریعت کے فتوے کی رو سے مباح ہین مگر ان دونوں
کامون کا منشا محبت دنیا اور طول امل اور عدم اعتماد بر خدای تعالی کے فضل پر ہے
جو نہایت مہلک چیز ہے خدائے تعالی ہمکو اور سب اہل اسلام کو توفیق نیک عنایت فرماوے آمین

نوان بیان سالکین کے احوال مین۔

حضرت بشر فرمایا کرتے کہ فقرا تین ہین ایک وہ کہ سوال نکرے اور کوئی دے تو نہ لے
ایسا شخص علیین مین روحانیون کے ساتھ ہوگا دوسرا وہ کہ سوال نکرے اور اگر کوئی کچھ
دے تو لے لے تو یہ شخص مقربین کے ساتھ جنات فردوس مین رہیگا تیسرا وہ کہ حاجت
کے وقت سوال کرے ایسا شخص اصحاب یمین مین سے سچون کے ساتھ ہوگا غرض سب کا
اتفاق سوال کی مذمت پر ہے علاوہ ازین فاقے کے ساتھ مرتبہ اور درجہ بھی کم ہو جاتا ہے
حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے اونکے پاس
تشریف لائے پوچھا کہ آپ نے اپنے یارون مین سے فقرا کو کیسے چھوڑا حضرت شقیق رح
نے فرمایا کہ مین نے اس حال مین چھوڑا کہ اگر اونکو کوئی کچھ دے تو شکر کرین اور نہ دے

تو صبر کریں اور اپنی دانست میں چونکہ سوال نکرنے کا وصف بیان کیا تھا تو نہایت درجہ کی گویا تعریف کی تھی حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ نے فرمایا کہ بلخ کے کتون کو تمنے ہمارے لیے ایسا چھوڑا ہے اونھون نے پوچھا کہ پھر آپکے پاس فقیر کیسے ہین آپنے فرمایا کہ ہمارے پاس فقیر ایسے ہین کہ اگر اونہین کوئی کچھ ندے تو شکر کرین اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دین اور وہ مال وسے حوالہ کرین حضرت شقیق رحمہ نے اونکا سر چوم لیا اور کہا کہ استاد بجا فرماتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارباب احوال کے درجات رضا اور صبر اور شکر اور سوال کے باب مین بہت ہین سالک طریق آخرت کو اونکا پہچاننا اور اونکے تقسیم کا جاننا اور درجات کے اختلاف کو معلوم کرنا ضروری ہے کیونکہ اگر نہین جانیگا تو پستی درجات سے اوج کمال تک نہ پہونچ سکیگا اور اسفل السافلین سے اعلی علیین تک رسائی نہوگی اور انسان احسن تقویم مین پیدا کیا گیا پھر اسفل السافلین مین اوتار اگیا پھر حکم کیا گیا کہ اعلی علیین کیطرف ترقی کرے اور جو شخص پستی اور اوج مین تمیز نہ کریگا وہ یقیناً ترقی نکر سکیگا بلکہ اسمین شک ہے کہ اگر جان بھی لے اور پھر کسی وجہ سے ترقی پر قادر نہو۔ اور ارباب احوال پر کبھی ایسی حالت غالب ہوتی ہے کہ وہ مقتضی اس بات کی ہوتی ہے کہ سوال کے باعث اونکے درجات کی ترقی ہو مگر یہ امر اونھین کے حال کی نسبت ہے کہ مدار کار اعمال کا نیت پر ہے مثلاً روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت ابو الحسن نوری رحمہ کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور بعض مواقع پر لوگون سے سوال کر لیتے وہ بزرگ کہتے ہین کہ مجکو اونکی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب ہے پھر مین حضرت جنید بغدادی رحمہ کے پاس آیا اور اونکی خدمت مین اونکا ماجرا ذکر کیا اونھون نے فرمایا کہ نوری کے اس فعل کو برا نجاننا چاہیے کہ وہ لوگون سے اسلیے لیتے ہین کہ اونھین کو دین یعنی اونسے سوال اسلیے کیا کہ آخرت مین اونکو ثواب ملے اور انکا کچھ ضرر نہو اور گویا کہ اس قول مین اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کیطرف کہ آپ نے فرمایا یَدُ الْمُعْطِی هِیَ الْعُلْیَا یعنی دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اسکے معنی بعضون نے یہ فرمائے ہین کہ معطی کے ہاتھ سے غرض مال کے لینے والے کے ہاتھ سے ہے اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے اور اعتبار ثواب ہی کا ہے مال کا نہین پھر حضرت جنید رحمہ نے فرمایا کہ ترازو لے آؤ جب ترازو آئی تو سو درم تولے اور ایک مٹھی بھر کر اون سو مین ملا دیے اور کہا کہ نوری کے پاس لیجاؤ اور ونکو دیدو راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ وزن تو اسلیے کیا کرتے ہین تا کہ

تا ازعمین ہوجاوے مگر اوسمین سے ایک سو تولکر اوسمین سے کتنی مٹھی بھر کے ملا دیے میرے تو اونکا
حکیم ہین اور پوچھتے ہوے مجھے حیا آئی آخر تھیلی کو مین حضرت نوری کے پاس لا یا او نھون نے
فرمایا کہ ترازو لاؤ ترازو سے سو درم تولکر فرمایا کہ انکو جنید رح کے پاس لیجاؤ اور کہنا کہ مین نے
کچھہ نہین بدیا اکتا اور سو سے جسقدر زیادہ ہوں وہ لیے لیتا ہون اونکی اس بات سے مجھے
اور زیادہ تعجب ہوا اور مین نے اونسے پوچھا اونھون نے فرمایا کہ جنید حکمتی آدمی ہے وہ چاہتا ہے
کہ رسی کے دونون سرے آپ ہی پکڑے اونسے سو جو تولے تھے تو خود اپنے ثواب کے واسطے اجرت
کے لینے کے لیے تولے تھے اور اونپر مٹھی بھر بے تولے جو ڈالے وہ اسکی نیت سے ڈالے
تو مین نے جو خدا کیواسطے تھے اونکو لے لیا اور جو اونکے خود کے تھے اونکو واپس کردیا راوی
اون روپیون کو حضرت جنید رح کی خدمت مین آئے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوری نے اپنا
مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا خیر خدای تعالی مالک ہے انتہی دیکھنا چاہیے کہ ان لوگون کے دل
کیسے صاف تھے اور حالات کیسے خالص اللہ تعالی کے لیے تھے کہ ہر ایک کو ایک دوسرے کا
حال بدون گفتگوی زبانی دلون کے مشاہدہ اور کشف ازسی معلوم ہوجاتا تھا اور ثمرہ غذاے حلال و محبت
دنیا سے دل کے فارغ ہونے اور تمام ہمت خدا کی طرف متوجہ ہونے کا ہے پس جو کوئی اس
بات کو بدون تجربہ کے انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے کوئی بدون دوا پیے اوسکو دست آور
ہونے کا انکار کرے۔ اور اگر کوئی شخص بہت دلون محنت کرے اور یہ بات حاصل نہو وہ
دوسرے کے حق مین اسکا انکار کرنے لگے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دوای دست آور
پیے اور اوسکو کسی اندر کے روگ سے دست نہ آوین تو وہ اوسکے دست آور ہونے سے ہی
انکار کرنے لگے اور یہ مرتبہ جہالت مین اگرچہ اول کی نسبت کمتر ہے مگر پھر بھی جہالت مین
ایسا شخص کچھہ کامل ہی ہے اہل بصیرت دو شخصون مین سے ایک کہلاویگا یا تو وہ شخص کہ رستہ
چلے اور جو کچھہ اہل اللہ کو معلوم ہوا ہے اوسکو بھی معلوم ہو تو وہ صاحب ذوق و معرفت ہوگا
اور عین الیقین کے درجے کو پہونچ جاویگا یا وہ شخص کہ رستہ نہین چلا یا چلا ہے اور اوس مرتبہ تک
نہین پہونچا مگر اوسپر ایمان و تصدیق رکھتا ہے اس شخص کو درجہ علم یقین کا ہے عین الیقین
تک نہین پہونچا اور یہ بھی ایک رتبے مین داخل ہے اور جو نہ علم الیقین رکھتا ہو نہ عین الیقین
تو وہ ایمانداروں کے زمرے سے خارج ہے قیامت کے روز منکرون اور تکبر والون کی
جماعت مین اوٹھیگا جنکے دل مردہ اور شیطان کے تابع ہین خدای تعالی سے ہم دعا

امانکھتے ہین کہ ہمکو علم مین پکے لوگون مین سے کرے جنکا قول یہ نقل فرمایا ہے آمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ

دوسری فصل زہد کے حال مین اور اوس مین پانچ بیان ہین

اول بیان زہد کی حقیقت مین

جاننا چاہیے کہ دنیا مین زہد کرنا سالکون کے مقامات مین سے ایک مقام محمود ہے اور یہ مقام بھی اور مقامات کیطرح علم اور حال اور عمل سے منتظم ہے اسواسطے کہ ایمان کے سب اقسام بموجب قول بزرگان سلف کے رجوع کرتے ہین طرف عقد اور قول اور عمل کے انہین سے قول کی جگہ حال رکھا گیا کیونکہ قول ظاہر ہے اور اوس سے باطن کا حال کھلتا ہے ورنہ خود قول مقصود بالذات نہین اور اگر قول اسی طرح پر صادر نہو کہ باطن سے نہو تو اوسکو اسلام کہتے ہین ایمان نہین کہتے۔ اور علم سبب حال کا ہوتا ہے گویا حال اوسکا ثمرہ ہے اور حال کا ثمرہ عمل ہے تو اب ہم حال کو اوسکے دونون طرفون یعنی علم و عمل کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ زہد کس حال کا نام ہے پس زہد سے ہماری یہ مراد ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بہتر کیطرف رغبت کرنی تو جو کوئی ایک شی سے دوسری کیطرف توجہ کرتا ہے خواہ معاوضہ سے یا بیع وغیرہ سے تو ظاہر ہے کہ جس سے رغبت دور کرتا ہے اوس سے منہ پھیرتا ہے اور جسکی خواہش ہوتی ہے اوسکا راغب ہوتا ہے تو اول شی کے لحاظ سے اگر اوس شخص کا حال دیکھا جاوے تو اوسکو زاہد کہینگے اور دوسری چیز کی نسبت کہ رغبت اور محبت لیوینگے اس سے معلوم ہوا کہ زہد کے لیے دو چیزین چاہیین ایک وہ جسکی طرف سے رغبت ہٹائی جاوے دوسرے وہ کہ جسکی طرف رغبت کیجاوے اور یہ دوسری پہلی شی کی نسبت اچھی ہو اور اول شی مین بھی یہ شرط ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے اوسکی طرف رغبت ہو اگر نہ ہو پس جو شخص اپنی رغبت ایسی چیز سے ہٹاوے جو خود مطلوب نہو وہ زاہد نہ کہلاویگا مثلاً پتھر اور مٹی کا چھوڑ دینے والا زاہد نہوگا زاہد وہی ہوگا جو روپیہ پیسا چھوڑ دے کیونکہ مٹی پتھر کیطرف رغبت نہین ہوتی اور شرط دوسری چیز کی یہ ہے کہ زاہد کے نزدیک اول چیز سے بہتر ہوتا کہ اوسکی رغبت غالب ہو مثلاً بائع اپنی چیز کو جب تک نہین بیچتا جب تک کہ اوسکے نزدیک مبیع سے اوسکا عوض بہتر نہین ہوتا تو بائع کا حال مبیع کی نسبت کہ زہد مین داخل ہے اور عوض کے لحاظ سے رغبت اور محبت مین شامل اور اسی بنا پر قرآن مجید مین ارشاد ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ

دراہم معدودۃ وکانوا فیہ من الزاہدین اس آیت مین شرا کے معنی بیع کے ہین اور برادران
یوسف علیہ السلام کا وصف بیان کیا کہ اونھون نے یوسف مین زہد کیا یعنی اونھون نے
طمع کی کہ باپ کی توجہ صرف ہماری طرف رہجاوے اور یہ امر اونکے نزدیک یوسف علیہ السلام
کی نسبت محبوب تھا اسی عوض کی طمع میں اونکو فروخت کر ڈالا۔ اس بیان سے ثابت ہوا
کہ دنیا مین زاہد وہ کہلاویگا جو اوسکو آخرت کی عوض بیچ ڈالے اور جو شخص اسکا عکس کرے
یعنی آخرت کو دنیا کی عوض دیدے وہ آخرت کے حق مین زاہد ہوگا مگر عادت یہ ہورہی ہے
کہ جو خاص دنیا ہی مین زہد کرے اوسکو زاہد کہتے ہین جیسے الحاد اوسی میل کو کہتے ہین جو باطل کیطرف ہو حالانکہ لغت مین
صرف میل کا نام الحاد ہے حق کی طرف ہو یا باطل کی۔ اور از انجا کہ زہد مین یہ قید ہے کہ
فی الجملہ محبوب چیز کیطرف سے رغبت ہو تو ظاہر ہے کہ یہی متصور ہوگی جب اوس ترک کی نسبت کر
دوسری چیز محبوب تر کیطرف میل پایا جاویگا ورنہ چھوڑنا محبوب چیز کا بدون اوس سے زیادہ
محبوب کے محال ہے۔ اور جو شخص کہ خدای تعالی کے سوا ہر ایک چیز کیطرف سے دل
اوٹھالے یہان تک کہ بہشتون سے بھی غرض نرکھے صرف محبت الہی کی ہی رغبت ہو
تو وہ زاہد مطلق ہے اور جو کہ حظوظ دنیاوی سے تو دل اوٹھالے اور حظوظ آخرت مین زہد
نکرے بلکہ حور و قصور اور نہرون اور میوون کی طمع رکھے تو وہ بھی زاہد ہوگا مگر اول شخص کی
نسبت کم ہوگا اور جو شخص دنیا کی بعض لذت کو چھوڑدے اور بعض کو نہ چھوڑے مثلاً مال کو
چھوڑدے اور جاہ کو نہ چھوڑے یا غذا کے تکلفات کو ترک کرے اور زینت کا تجمل چھوڑے
تو ایسے شخص کو زاہد مطلق نکہینگے اور درجہ اوسکا زاہدون مین ایسا ہوگا جیسا توبہ کرنے
والون مین اوس شخص کا ہے جو بعض گناہون سے توبہ کرے مگر یہ زہد اوسکا درست ہے
جیسے توبہ بعض گناہون سے صحیح ہے کیونکہ توبہ ممنوعات کے چھوڑنے کا نام ہے اور
زہد مباحات کے ترک کرنے کا جو نفس کی لذت مین سے ہون اور یہ کچھ دشوار نہین کہ
آدمی بعض مباحات کے چھوڑنے پر تو قادر ہو اور بعض کے ترک پر نہو جیسے کہ ممنوعات کے
ترک مین بھی یہ امر بعید نہین اور جو شخص کہ صرف ممنوعات کو ترک کردے وہ زاہد نہ کہلاویگا
ہرچند اوسنے ممنوعات مین زہد کیا اور اوس سے دل اوٹھالیا لیکن اصطلاح مین زہد مباحات کے
چھوڑنے ہی کا نام ہے پس اب معلوم ہوا کہ زہد یا اوسکو کہینگے کہ دنیا سے رغبت ہٹا کر
آخرت کیطرف میل کرے یا غیر اللہ سے محبت دور کرکے اللہ تعالی کیطرف رغبت کرے

اور یہ درجہ بہت اونچا ہے اور جس طرح کہ دوسری چیز مین یہ شرط ہے کہ اوسکے نزدیک حقیر ہو اسیطرح اول چیز مین یہ قید ہے کہ وہ زاہد کی قدرت مین ہو کیونکہ جس چیز پر قدرت ہی نہو اوسکا چھوڑنا محال ہے اور رغبت کا دور ہونا چھوڑنے ہی سے ظاہر ہوتا ہے اور اسی سبب سے جب حضرت ابن مبارک رح سے کسینے کہا کہ اے زاہد اونھون نے فرمایا کہ زاہد عمر بن عبدالعزیز ہین کہ اونکے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی اور اونھون نے اوسکو چھوڑ دیا اور مین نے کونسی چیز مین زہد کیا ہے ۔ اب علم کا بیان سننا چاہیے جو زہد مین درکار ہے اور جسکا ثمرہ حال ہوتا ہے وہ اس بات سے واقف ہونا ہے کہ متروک چیز بہ نسبت مرغوب کے حقیر ہے جیسے تاجر جان لیتا ہے کہ عوض مبیع کی نسبت کر بہتر ہے اسلیے اوسکی رغبت کرتا ہے اور جب تک یہ علم نہین ہو لیتا تب تک خیال مین نہین آتا کہ رغبت مبیع کی دل سے جاوے تو اسیطرح پر جو شخص یہ بات جان لیتا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس کی چیز ناپایدار ہے اور آخرت بہتر چیز اور دائمی ہے یعنی اوسکی لذتین بالذات اچھی اور باقی ہین تو اوسکو ذوق آخرت اور رغبت الی اللہ ہوتی ہے ۔ اور جسطرح جواہر برف کی نسبت کر عمدہ اور پایدار ہوتے ہین اور برف کے مالک کو اوسکا جواہر کے بدلے مین دیڈالنا مشکل نہین معلوم ہوتا اسیطرح دنیا اور آخرت کی مثال جاننی چاہیے دنیا کو سمجھنا چاہیے کہ برف آفتاب کے سامنے رکھی ہوئی ہے اور پگھلتی چلی جاتی ہے یہان تک کہ کچھہ نرہے اور آخرت مثل جواہر کے ہے جسکو کبھی فنا نہین تو جسقدر دنیا اور آخرت مین فرق ہونے کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر بیع اور معاملہ کی رغبت زیادہ ہوگی یہان تک کہ جسکو اپنے نفس و مال کی فروخت کرنے کا یقین کامل ہوگا بموجب فحوائے اس آیت کے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ تو اوسکا حال خود اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اوسکا معاملہ مفید ہے فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ بہرحال علم سے اسقدر کی حاجت ہوتی ہے کہ آخرت کو بہتر اور باقی جانے اور بعض اوقات یہ امر کسی شخص کو معلوم ہوتا ہے مگر وہ دنیا کے چھوڑنے پر قدرت نہین رکھتا اور یہ امر علم و یقین کے کم ہونے یا اوسوقت غلبہ شہوت مین پھنسے ہونے یا شیطان کے ہاتھہ مین گرفتار ہونے یا شیطان کے وعدے امروز فردا سے دہوکا کھاجانے سے ہوا کرتا ہے یہ اسی مغالطے مین رہتا ہے کہ موت آدبا تی ہے اور اوسوقت بجز حسرت و ندامت اور کچھہ ساتھہ نہین جاتا ۔ دنیا کی حقارت اس قبیل خداوندی سے

ثابت ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ اور آخرت کی نفاست پر اس آیت مین اشارہ ہے وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِّمَنْ آمَنَ مین تلادیا کہ علم جوہر کی نفاست کا اوسکی عوض سے دل اوٹھادیا کرتا ہے اور چونکہ زہد بدون معاوضہ اور رغبت محبوب ترچیز کے متصور نہیں ہو سکتا اسلیے ایک شخص نے اپنی حاجت یہ التجا کی کہ الٰہی میرے نزدیک دنیا ایسی کرنے جیسی تیرے نزدیک ہے لیں اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسطرح مت کہہ یون دعا کر کہ الٰہی دنیا میری سمجھ مین ایسی کر جیسی تونے اپنے نیک بندون کے نزدیک اوسکو کیا ہے اور اس ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا کو ایسی حقیر سمجھتا ہے جیسی وہ واقع مین ہے اور ہر ایک مخلوق اوسکے جلال کی نسبت کر حقیر ہے اور بندہ جو دنیا کو حقیر اپنے لیے جانتا ہے تو اوس شی کی نسبت کر ہے جو بندے کی لیے بہتر ہے اور یہ ہو نہین سکتا کہ گھوڑے کا بیچنے والا گھوڑے اوس سے دل رہتا ہو وہ گھوڑے کو ایسا سمجھے جیسا مثلاً حشرات الارض جانتا ہے کیونکہ ان چیزون کی تو اوسکو حاجت نہیں ہوگی مگر گھوڑے سے مستغنی نہین اور اللہ تعالیٰ بذات خود ہر ایک سواسے غنی ہے وہ ہر ایک چیز کو اپنے جلال کے سامنے ایک ہی درجے مین سمجھتا ہے اور فرق صرف ایک دوسرے کی نسبت سے جانتا ہے اپنے جلال کے لحاظ سے اور زاہد وہ ہے جو فرق اشیا کا اپنے نفس کے لحاظ سے جانتا ہے دوسرے کی اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ خدا تعالیٰ جسطرح کسی چیز کو حقیر سمجھتا ہے اوس طرح کی حقارت آدمی کے نزدیک ہونی متصور نہیں اوسکی دعا بھی بیجا ہے۔ باقی رہا عمل جو حال زہد سے صادر ہوتا ہے وہ چھوڑنا اور اختیار کرنا ہے کیونکہ زہد معاملہ داد و ستد اور معاوضہ بہتر چیز ادنیٰ کا ہے تو جیسے بیع و شرا مین یہ مقصود ہوتا ہے کہ مبیع کو ترک کرکے اپنے قبضے سے نکالے اور اوسکے عوض کو لے لیجیے اسیطرح زہد مین بھی یہ غرض ہے کہ جس چیز مین زہد کیا اوسکو یعنی دنیا کو مع تمامی اسباب لوازم و علائق کے ترک کرے یہانتک کہ اوسکی محبت دل سے جاتی رہے اور محبت طاعات دل مین آجائے اور جو چیز دل مین سے نکلے وہ آنکھ اور ہاتھ اور تمام اعضا سے نکلجائے اور آنکھ وغیرہ اعضا وظائف طاعات پر مداومت کرین ورنہ صرف دنیا ترک کرنے سے ایسا ہوگا جیسا کوئی مبیع تو مشتری کو دیدے اور اوس سے زرثمن نہ لے اور جب جانبین کی شرائط داد و ستد

جسب مذکورہ بالا ہو جاوین تو اوسکو ثمرہ وہی کہ یہ معاملہ نفع کا ہوا کیونکہ جس شخص سے معاملہ ہوا ہے وہ اپنے عہد کو پورا کریگا مثلاً اگر کوئی شخص بیع سلم کرے اور موجود چیز غائب کے لیے دیڈالے اور اوسکی تلاش مین سرگرم ہو تو اگر عاقد یعنی معاملہ کرنے والا معتبر اور وعدے کا سچا اور دینے پر قادر ہے تو بیشک اوسکو مال مطلوب دیگا اسیطرح یہ معاملہ خداوند تعالی کے ساتھ ہے جسمین سب صفات مذکور بدرجہ کمال موجود ہین پس اس معاملہ کی نافع ہونے مین کیا شک ہے۔ اور جو شخص کہ دنیا کو اپنے پاس رکھے اوسکا زہد کبھی نہوین دیست دیوکا شعر آنکس کہ درم گرفت و دینار زاہد تر از و دگر بدست آر
دیکھو اللہ تعالی نے برادران یوسف علیہ السلام کی صفت زہد بدنیا مین کے باب مین ذکر نہین فرمائی ہر چند وہ لوگ اسلیے کہتے تھے کہ یوسف اور اوسکا بھائی ہمارے باپ کے نزدیک ہم سے بہتر ہین اور اونکو بھی مثل یوسف علیہ السلام کے جدا کرنا چاہتے تھے حتی کہ ایک کی سفارش کے باعث نہ دیا اسی جہت سے اونکے باب مین زاہد نہ کہلائے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے نکالنے کا قصد کیا تھا جب بیچے وصف زہد سے خداہی تعالی نے اونکو موصوف نکیا بلکہ جب بیچے اور بیچڈالا تو زاہد فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ نہ دینا دنیا علامت رغبت کی ہے اور پاس سے نکالدینا علامت زہد کی۔ پھر اگر تم اپنے قبضے مین سے دنیا کچھہ تو نکالدو اور کچھہ باقی رکھو تو زاہد اوسیقدر مین ہوگے جسکو قبضے مین سے نکالدیا زاہد مطلق نہین کہلاوگے اور اگر تمھارے پاس کچھہ مال ہی نہو اور دنیا موافق نہو تو پھر تم سے زہد ہونا ممکن نہین کیونکہ جس چیز پر تمکو قدرت ہی نہین اوسکے چھوڑنے کے کیا معنی۔ اور اگر شیطان تمکو فریب دے اور یہ سوجھائے کہ دنیا گو تمھارے پاس نہین آتی تم اوسمین زاہد ہو تو تمکو نہین چاہیے کہ اوسکے جال مین آؤ اور اپنے آپ کو زاہد سمجھو بدون اسکے کہ اعتماد قوی اور عہد مضبوط خداہی تعالی کیطرف سے رکھتے ہو اسلیے کہ جبتک تم قدرت کے وقت کو نہ جان لو گے نکروگے تب تک کیسے اعتبار کروگے کہ ہم ترک پر قادر ہین بہت آدمی ایسے ہین کہ اپنے گمان مین گناہ کو برا جانتے ہین جب تک کہ اوسپر دسترس نہین ہوتی مگر جب اوس گناہ کے لوازم اونکو میسر ہو جاتے ہین اور کوئی روک ٹوک یا خوف لوگون کا نہین ہوتا تو اوسمین مبتلا ہو جاتے ہین پس جب نفس کے مغالطے کا حال گناہون مین یہ ہے تو اگر

مباحات مین یہ وعدہ کرے اوسپر کیسے اعتبار کرلیوے - اور نفس کا عہد علیٰ ہذا اسطرح ہے
کہ تم اوسکا امتحان چند بار قدرت کے وقت کرو اور جب اپنے وعدے کو ہمیشہ پورا
کرے حالانکہ کوئی مزاحم اور عذر ظاہری اور باطنی بھی ہو تو کچھ مضائقہ نہین کہ تم نفس پر
کسیقدر اعتماد کرو لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اوسکے بدل جانے سے بھی ڈرتے رہو
اسلیے کہ وہ جلدی سے عہد توڑ کر اپنی خواہش طبعی کی طرف رجوع کرجاتا ہے حاصل یہ کہ
نفس سے امن جب ہی ہے جبکہ وہ کسی چیز کو ترک کردے اور اس صورت مین بھی امن صرف
اوسی متروک چیز کی نسبت کرینگا بشرطیکہ باوجود قدرت ترک کیا ہو - ابن ابی لیلے نے
ابن شبرمہ رح سے کہا کہ تم اس بوریاباف زادہ یعنی امام ابوحنیفہ کوفی رح کو دیکھتے ہو کہ جس
مسئلہ مین ہم فتوی دیتے ہین اوسکو رد کردیتے ہین اونھون نے جواب دیا کہ مجھے معلوم
نہین کہ وہ بوریاباف کے بیٹے ہین یا کیا ہین اتنا جانتا ہون کہ دنیا انکے پاس آئی تو وہ
اوس سے بھاگے اور ہم سے دنیا بھاگی تو ہم اوسکی طلب کی یعنی آپنے باوجود قدرت کے
دنیا مین زہد کیا یہ کتنا فضل ہے اسیطرح زمانہ فیض نشانہ جناب رسالت مآب مین مسلمانون نے
کہا کہ ہم خدا تعالی سے محبت رکھتے ہین اور اگر ہمکو معلوم ہوتا کہ اوسکی محبت کونسی چیز
کرنے سے ہے تو ہم وہی کرتے اوسوقت یہ آیت اوتری وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ
اَنِ اقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو فرمایا کہ تو اون تھوڑون مین سے ہے اور وہ فرماتے ہین
کہ مجھکو معلوم نہ تھا کہ ہم مین سے کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو دنیا سے محبت رکھتے ہین مگر اس
آیت کے اوترنے سے معلوم ہوا مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ
اب جاننا چاہیے کہ زہد اسکا نام نہین کہ مال کو ترک کرے اور اوسکو سخاوت اور جوانمردی
کی راہ سے خرچ کرڈالے یا بطور دلون کے مائل کرنے کے یا اور کسی طمع سے دیدے
کیونکہ یہ باتین اخلاق عمدہ مین سے ہین اونکو عبادت مین کچھ دخل نہین زہد اسی کا
نام ہے کہ آخرت کی نفاست کے مقابل دنیا کو حقیر جانکر ترک کردے ورنہ ہر ایک قسم
ترک کی ایسے شخص سے ممکن ہے جو آخرت پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو مگر اوسکا ترک یا براہ مروت
یا سخاوت یا خوش خلقی کے ہوتا ہے زہد نہین ہوتا کیونکہ نام کا ہونا اور دلون کا مائل
ہونا یہ لذات دنیاوی مین اور مال سے زیادہ لذیذ ہین اور جسطرح کہ مال کو سلم کے طور پر

دنیا اور عوض کی طمع رکھتی زہد نہین ہے اسیطرح مال کا اس طمع سے دینا کہ نام ہوگا یا لوگ تعریف کرینگے یا سخاوت مین شہرت ہوگی یا اس خوف سے دینا کہ پاس رکھنے سے اسکی حفاظت مین محنت و شدت اوٹھانی پڑیگی یا اسکے حاصل کرنے کے لیے بادشاہون اور امرا کے سامنے ذلیل ہونا پڑیگا یہ بھی داخل زہد نہین بلکہ ایک لذت دنیاوی کو چھوڑکر دوسری کا حاصل کرنا ہے زاہد وہی ہے جسکے پاس دنیا بے غل و غش ذلیل ہوکر آوے اور وہ اوس سے لذت لینے پر قادر ہو اسطرح کہ نہ نقصان جاہ کا ہوتا ہو نہ بدنامی ہوتی ہو نہ اور کسیطرح کا حظ نفسانی فوت ہوتا ہو اور وہ ایسی صورت مین دنیا کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ اسکے ساتھ انس کرنے سے غیر اللہ سے مانوس اور ماسوا کا محب ہوجاونگا اور خدای تعالی کی محبت مین مشرک ہونگا یا اس طمع سے چھوڑے کہ آخرت کا ثواب اسکے چھوڑنے سے ملیگا مثلاً دنیا کے شربت اس طمع سے چھوڑے کہ جنت کے شربت ملینگے اور عورتون اور لونڈیون سے ہم بستر اسوجہ سے نہو کہ جنت مین حور عین سے صحبت ہوسکیگی اور باغون کی سیر جنت کے باغون اور گلزارون کی توقع پر ترک کرے اور زینت و تکلف جنت کی آرایش و تجمل کی طمع سے چھوڑ دے یہان کے لذیذ کھانون پر اسوجہ سے لات مارے کہ جنت کے میوون پر ہاتھ مارے اور اس بات کا تردد نہو کہ وہان کوئی یہ کہیگا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا غرضکہ جمیع اون باتون کو جو جنت مین وعدہ ہے دنیا کی بے غل و غش چیزون پر ترجیح دے یہ سمجھکر کہ جو کچھہ آخرت مین ہے وہی بہتر و پایدار ہے اور اسکے سوا جتنے ہین سب معاملات دنیوی فانی اور بیفایدہ ہین

دوسرا بیان زہد کی فضیلت مین

اللہ تعالی فرماتا ہے فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا يَا لَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ اس آیت مین زہد کو علما کیطرف منسوب کیا اور اہل زہد کو علم سے موصوف فرمایا یہ نہایت درجے کی تعریف ہے اور فرمایا أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا اسکی تفسیر مین مفسرین نے فرمایا کہ جنھون نے دنیا مین زہد کرنے پر صبر کیا وہ مراد ہین اور فرمایا إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا اسکی تفسیر مین لکھتے ہین کہ کونسا

زیادہ و زاہد ہے دنیا میں اس سے معلوم ہوا کہ زہد کو حسن اعمال فرمایا اور فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيدُ
حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ
فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ اور فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا
مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى
اور فرمایا الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ یہ وصف کفار کا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہ ہے جو موصوف اس صفت کی ضد سے ہو یعنی آخرت کی محبت
دنیا پر چاہتا ہو۔ اور احادیث میں سے جو دنیا کی مذمت میں وارد ہیں وہ بہت ہیں چنانچہ
اونمیں سے کسیقدر ہم جلد ثالث میں لکھ آئے ہیں کیونکہ محبت دنیا مہلکات میں سے ہے
جو اوس جلد میں مذکور ہیں اور اب ہم بغض دنیا کی فضیلت لکھتے ہیں جو منجیات میں سے ہے اور وہی مراد
رہتے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو دنیا ہی کا فکر رہے تو اللہ تعالی اوسکا
کام ابتر اور بے پریشان کر دیتا ہے اور افلاس اوسکے پیش نظر کرتا ہے اور اوسکو دنیا سے
اوسیقدر آتا ہے جتنا اوسکے لیے لکھا ہوا ہے اور جس شخص کو صرف آخرت کا فکر ہو اللہ تعالے
اوسکی ہمت مجتمع رکھتا ہے اور اوسکی معیشت کو محفوظ رکھتا ہے اور توانگری اوسکے دلمیں ڈالتا ہے
اور اوسکے پاس دنیا ذلیل و خوار آتی ہے اور ایک حدیث شریف میں فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو
دیکھو کہ اوسکو سکوت اور دنیا میں زہد ملا ہے تو اوس سے قریب ہوا کرو اسلیے کہ وہ سکھلایا جاتا ہے
حکمت کو۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا
اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص چالیس روز دنیا میں زہد کرے خدا تعالی اوسکے دل میں چشمے
حکمت کے جاری فرماتا ہے اور وہی اوسکی زبان سے نکلواتا ہے اور بعض اصحاب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے
کہ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے آپنے فرمایا كُلُّ مُؤْمِنٍ
مَخْمُومِ الْقَلْبِ صَدُوقِ اللِّسَانِ ہمنے عرض کیا کہ مخموم القلب کسکو کہتے ہیں آپنے فرمایا وہ پرہیزگار
اور صاف آدمی ہے جسمیں نہ خیانت ہو نہ کھوٹ نہ سرکشی ہو نہ حسد ہم نے عرض کیا کہ اوسکے بعد
کون بہتر ہے آپنے فرمایا کہ الَّذِي يَشْنَأُ الدُّنْيَا وَيُحِبُّ الْآخِرَةَ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ
برا آدمی وہ ہے جو دنیا کو دوست رکھے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا اِنْ اَرَدْتَ
اَنْ يُحِبَّكَ اللّٰهُ فَازْهَدْ فِي الدُّنْيَا اسمیں زہد کو سبب محبت فرمایا اور جسکو خدا تعالے
دوست رکھتا ہے وہ اعلی درجات میں پہونچتا ہے اسلیے ضرور ہوا کہ دنیا میں زہد کرنا افضل

مقامات مین سے ہو اور اسکا مفہوم بھی یہی ہے کہ دنیا سے دوستی کرنے والا خدا کی بغض مین
مبتلا ہوتا ہے اور ایک حدیث مین جو اہل بیت سے مروی ہے یہ ارشاد ہے کہ الزهد والورع
يجولان فی القلب فان صادفا قلبا فيه الايمان والحياء اقاما فيه والا ارتحلا
اور جبکہ حضرت حارثہ رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مین یقینا ایماندار
ہون آپنے فرمایا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے اونھون نے عرض کیا کہ مین نے اپنے
نفس کو دنیا سے علیحدہ کر دیا اوسکے ڈھیلے اور پتھر اور سونا میرے نزدیک برابر ہین گویا
مین جنت اور دوزخ مین ہون اور گویا مین اپنے رب کے عرش کے پاس کھلا ہوا ہون آپنے
فرمایا کہ تو نے پہچانا اسی پر رہنا پھر فرمایا کہ یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا دل ایمان سے
روشن کیا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت حارثہ نے اظہار حقیقت ایمان کو زہد ہی سے
شروع کیا اور پھر اوسکو یقین سے متصل کیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اونکو صاف بتلایا اور ارشاد کیا کہ یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالی نے اوسکا دل ایمان سے منور کیا
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت مین فَمَن يُرِدِ اللهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ
صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ پوچھا کہ یہ شرح کیسی ہے آپنے فرمایا کہ نور جب دل مین داخل ہوتا ہے تو
اوسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کوئی پہچان ہے آپنے فرمایا کہ ہان پہچان
یہ ہے کہ دار دنیا یعنی دار غرور سے علیحدہ رہنا اور دار خلود کیطرف رجوع کرنا اور موت سے پیشتر
اوسکی تیاری کرنی۔ تو دیکھیے کیسے آپنے زہد کو شرط اسلام فرمایا یعنی علامت اسکی دنیا سے
علیحدگی اور آخرت کی رغبت کو ارشاد فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدای تعالی
سے جتنا حق شرمانے کا ہے شرماؤ لوگون نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالی سے شرماتے تو ہین آپنے
فرمایا کہ ایسا نہین اسلیے کہ مکان بناتے ہو جسمین نہین رہتے اور جمع کرتے ہو وہ چیز کہ نہین کھاتے
اس حدیث شریف مین بیان فرمایا کہ یہ دونون باتین خدای تعالی سے حیا کرنے کے خلاف
ہین۔ اور جب کسی جگہ کے لوگ قاصد آپ کی خدمت مین آئے تو عرض کیا کہ ہم مومن ہین آپنے
فرمایا کہ تمھارے ایمان کی پہچان کیا ہے اونھون نے عرض کیا کہ صبر کرنا مصیبت کے وقت
اور شکر کرنا فراخی عیش کی حالت مین اور حکم الہی پر راضی رہنا اور دشمنون پر جب مصیبت آوے
تو اوسپر شماتت نکرنا آپنے فرمایا کہ اگر تم واقع مین ایسے ہی ہو تو جو کھاتے نہین اسکو
اکٹھا کرنا اور جسمین نرہنا ہو اوسکو مت بنانا اور جس چیز کو چھوڑ جاؤ اوسکی رغبت مت کرنا کہ جسکی

اس حدیث مین مذکور اوسکے ایمان کا تتمہ فرمایا۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی لا الہ الا اللہ کہے گا اور اسکے ساتھ کوئی
دوسری چیز نہ ملاوے تو اوسکے لیے جنت واجب ہے حضرت علی رض نے اوٹھکر عرض کیا کہ میرے
ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ دوسری چیز ملانے سے کیا غرض ہے اسکی صفت تقسیم
فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ دنیا کی طلب اور اوسکی پیروی کے لیے اوسکو دوست رکھنا اور بعض
لوگ ایسے ہین کہ قول تو رسولوں کے سے کہتے ہین اور کام حکام ظالم کے سے کرتے ہین تو جو
کوئی لا الہ الا اللہ کہے اور ان امور مین سے اوسمین کچھ نہو تو اوسکے لیے جنت واجب ہے اور
ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت یقین مین سے ہے اور یقین والا دوزخ مین نجاوے گا اور بخل
شک مین سے ہے اور جسنے شک کیا وہ جنت مین نجاوے گا اور یہ بھی ایک حدیث مین وارد ہے
کہ سخی اللہ تعالی سے قریب ہے لوگون سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ تعالی
اور مخلوق سے دور ہے دوزخ سے قریب ہے اور چونکہ بخل ثمرہ رغبت دنیا کا ہے اور سخاوت زہد کا
ثمرہ تو ظاہر ہے کہ ثمرہ کی صفت کرنی بعینہ مثمر کی صفت کرنی ہے۔ اور حضرت ابن مسیب
حضرت ابو ذر رض سے روایت کرتے ہین کہ جو شخص دنیا مین زہد کرے اللہ تعالی اوسکے دل مین
حکمت داخل کرتا ہے پھر اوسکی زبان سے حکمت ہی بلواتا ہے اور اوسکو دنیا کا مرض اور اوسکی دوا
دونون بتلا دیتا ہے اور اوسکو دنیا مین سے دار السلام کیطرف سلامت نکال لیتا ہے اور
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رض کے ساتھ ایسی اونٹنیون پر گذرے
کہ وہ بہت دودھ دیتی تھین اور حاملہ تھین اور ایسی اونٹنیون کو عرب کے لوگ بہت محبوب
اور نفیس مال جانتے تھے کیونکہ اونسے سب طرح کے فائدے تھے کہ باربرداری اور گوشت
اور دودھ اور اونکے لیے مفید تھین اور اسوجہ سے کہ اس مال کی عظمت اونکے دلون مین
تھی کلام مجید مین ارشاد فرمایا وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اون اونٹنیون کیطرف سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنکھین بند کر لین لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہم لوگونکا بڑا عمدہ مال ہے اسکو آپ کیون نہین دیکھتے آپ نے
فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجکو منع فرمایا ہے پھر آیت پڑھی وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا
مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ اور مسروق رض حضرت عائشہ رض سے
روایت کرتے ہین کہ وہ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے غذا طلب کیون نہین فرماتے کہ آپکو کھانا کھلا شے اور آپ کی بھوک کی حالت دیکھکر مین رو پڑی آپنے فرمایا کہ ای عایشہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہے اگر مین اپنے پروردگار سے دعا کرتا کہ میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلین تو اللہ تعالی اونکو جہان مین چاہتا زمین پر میرے ساتھ کر دیتا لیکن مین نے دنیا کی بھوک کو سیری پر اور یہان کے فقر کو غنا پر اور یہان کے رنج کو خوشی پر اختیار کر لیا ای عایشہ دنیا محمد اور آل محمد کو مناسب نہین ای عایشہ اللہ تعالی نے رسولون مین سے اولوالعزمون کے لیے یہی پسند کیا کہ دنیا کی برائی پر صبر کرین اور اوسکی محبوب چیز سے رکے رہین پھر میرے لیے یہ پسند کیا کہ جس بات کا اونکو حکم کیا وہی میرے لیے پسند فرمایا جیساکہ کلام مجید مین ارشاد ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ قسم بخدا مین اوسکے فرمانبرداری سے منہ نہین پھیرتا اور جیسا اونھون نے صبر کیا ویسا ہی مین بھی اپنے حتی الوسع کرونگا اور بدون خدا کی توفیق کے قوت بھی اسکام کی نہین - اور حضرت عمر رضؓ کے حال مین کہتے ہین کہ جب آپ کے وقت مین بہت سی فتحین ہوئین تو آپ کی بیٹی حضرت حفصہ ام المومنین رضؓ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ جب اور جگہ کے لوگ اطراف سے آپکے پاس آیا کرین تو آپ نرم و باریک کپڑے پہنا کیجیے اور کچھہ کھانے کیواسطے فرما دیا کیجیے کہ آپ بھی کھاوین اور دوسرون کو بھی کھلاوین حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ ای حفصہ تمکو معلوم ہے کہ مرد کا حال اوسکی بی بی کو زیادہ معلوم ہوتا ہے اونھون نے عرض کیا کہ درست و بجا ہے آپنے فرمایا کہ مین تمسے بقسم پوچھتا ہون کہ بھلا تمکو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برس نبی رہے اور کبھی آپنے اور اونکے گھر والون نے دن کا کھانا شکم سیر ہوکر نہ کھایا مگر کہ رات کو بھوکے رہے اور رات کو کھایا تو دنکو بھوکے رہے اور تمھین معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے برسون پیغمبر تھے مگر خرمانے بھی کبھی اونھون نے یا اونکے گھر والون نے شکم سیر نکیا یہان تک کہ اللہ تعالی نے خیبر کو مفتوح فرمایا اور تم جانتی ہو کہ ایک روز تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دسترخوان بچھایا کہ وہ کچھہ اونچا تھا یہ امر آپ کو ناگوار ہوا حتی کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا پھر آپنے اوس دسترخوان کو اوٹھوا دیا اور کھانا اوس سے کچھہ نیچے خواہ زمین پر رکھا گیا اور تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کمل کو دو تہ کرکے اوسپر سویا کرتے تھے ایک رات کسی نے اوسکو چار تہ کر دیا آپنے اوسپر خواب استراحت فرمائی جب آپ جاگے تو

ارشاد فرمایا کہ تمنے مجھے رات کے جاگنے سے روک دیا اس سے کمل کی بستور دوہتہ کر کے بچھایا کرو اور تمھیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑے دھونے کیواسطے اوتار اور دھو کر پھیلاتے تھے یہان تک کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر نماز کی اطلاع کرتے تو آپکے پاس دوسرا کپڑا نہین ہوتا تھا کہ اوسکو پہنکر نماز کیواسطے نکلتے جب ہی کپڑے سوکھتے تو اونکو پہنکر نکلتے اور تمکو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عورت نے بنی ظفر مین سے دو چادرین ایک تہمد اور ایک دوپٹہ بنایا تھا اور ان دونمین سے ایک پہلے تیار ہوگئی تھی کہ دوسری جب تک تیار نہ تھی آپ وہی ایک چادر کو بدن پر لپیٹے ہوے نماز کو نکلے اور وہ سر اکپڑا بدن پر کوئی تھا اوسکے دونون کنارون کی گردن کے پاس گرہ لگالی تھی اور اسیطرح نماز پڑھی - غرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا حال بیان کیا کہ حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور خود بھی روئے اور ایسی ڈھاڑ ماری کہ لوگون کو معلوم ہوا کہ آپکی جان نکلجاویگی اور بعض روایات مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ آپنے فرمایا کہ میرے دو ساتھی تھے جو ایک راہ پر چلے اب مین اگر اونکے طریق کے سوا چلونگا تو مجھے دوسری بیراہ طے کرایا جاویگا اور مین بخدا کہ اونھیں کی زندگی پر صبر کرونگا تاکہ اون دونون کے ساتھ ویسا ہی عیش واسع پاؤن اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مجھسے پہلے انبیا فقر مین مبتلا کیے جاتے تھے وہ کمل کے سوا اور کچھ نہ پہنتے اور بعضے جوؤن سے اونکا امتحان ہوتا تھا کہ اتنی جوئین ہوجاتی تھین کہ قریب تھا کہ اونکو مار ڈالین مگر یہ حالت اون لوگون کو زیادہ محبوب تھی بہ نسبت اسکے کہ تم عطا کو پسند کرتے ہو - اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسی علیہ السلام مدین کے پانی پر پہونچے تو ساگ کی سبزی اونکی لاغری کی جہت سے پیٹ مین سے معلوم ہوتی تھی - غرضکہ اللہ تعالی کے انبیا اور رسول جو خلق کی نسبت کہ خدائے تعالی کو زیادہ جانتے تھے اور آخرت کی فلاح سے زیادہ واقف تھے اونکا زہد مین یہ حال تھا - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مین مروی ہے کہ جب یہ آیت اوتری وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خرابی ہے دنیا کی اور خرابی ہے دینار و درم یعنی زر و اشرفی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم سب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو خدائے تعالی نے سونے اور چاندی کے ذخیرہ کرنے سے منع کر دیا اب ہم کونسی چیز جوڑیں آپنے فرمایا کہ تمکو

یہ باتین حاصل کرنی چاہیئین زبان ذاکر اور دل شاکر اور بی بی نیکبخت کہ خاوند کو امر آخرت پر
اوسکی مدد کرے اور حضرت حذیفہ رض سے یہ حدیث مروی ہے مَن اٰثَرَ الدُّنیا عَلَی الاٰخِرَۃِ
ابْتَلَاہُ اللّٰہُ بِثَلَاثٍ ھَمًّا لَا یُفَارِقُ قَلْبَہٗ اَبَدًا وَ فَقْرًا لَا یَسْتَغْنِیْ اَبَدًا وَ حِرْصًا
لَا یَشْبَعُ اَبَدًا اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ ایمان کامل نہین ہوتا جب تک کہ
نہ مشہور ہونا مشہور ہونے کی نسبت کہ محبوب نہو اور جب تک کہ شی کی قلت کثرت کی نسبت کہ
پسند نہو۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا ایک پل ہے اوسپر سے اوتر جاؤ اوسپر عمارت
مت بناؤ اونسے لوگون نے عرض کیا کہ ای نبی اللہ اگر آپ اجازت دین تو ہم ایک گھر بنا دین
جسمین اللہ تعالی کی عبادت کرین آپ نے فرمایا کہ جاؤ پانی پر گھر بناؤ اونھون نے عرض کیا
کہ پانی پر عمارت کیسے ٹھہریگی آپ نے فرمایا کہ عبادت دنیا کی محبت کے ساتھہ کیسے بنیگی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میرے پروردگار نے مجھپر یہ معاملہ پیش کیا کہ اگر تم چاہو
تو سارے سنگستان مکہ کو تمھارے لیے سونا کر دیا جاوے مین نے عرض کیا کہ الہی مجھکو منظور
نہین بلکہ مین ایک روز بھوکا رہون اور ایک روز شکم سیر ہون تاکہ جسدن مین بھوکا رہون
تو تیری درگاہ مین تضرع اور دعا کرون اور جسدن مین شکم سیر ہون اوسمین تیری حمد و ثنا
کرون اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے
اور حضرت جبریل علیہ السلام آپکے ساتھہ تھے آپ صفا پر چڑھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ای جبریل قسم ہے اوس ذات کی جسنے تمکو حق کے ساتھہ بھیجا ہے کہ شام کو آل محمد
کے نہ مٹھی ستو کی ہوی نہ آٹے کی یہ کلام آپ کہنے نپائے تھے کہ ایکدفعہ ہی آسمان سے ایک
کڑک کی آواز سنی جس سے آپ کو خوف معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ کیا قیامت کو حکم برپا ہونے کا
ہوا حضرت جبریل نے عرض کیا کہ نہین بلکہ یہ اسرافیل علیہ السلام ہین کہ جب آپکے کلام سنے
تو نیچے اوترے ہین حضرت اسرافیل علیہ السلام نے خدمت اقدس مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ
اللہ تعالی نے جو کچھہ تمنے کہا تھا وہ سنا اب مجکو زمین کی کنجیان لیکر بھیجا ہے اور حکم کیا ہے
کہ آپ سے عرض کرون کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو تہامہ کے پہاڑون کو زمرد اور یاقوت اور
سونے چاندی کا کرکے تمھارے ساتھہ پھرون اور اگر چاہو تو پیغمبر اور بادشاہ ہو جاؤ چاہو
نبی اور بندہ ہو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کیطرف اشارہ کیا کہ تواضع کیجیو اسوسطے تو اضع
کیجیے آپ نے تین بار فرمایا کہ مین رسول و بندہ رہونگا۔ اور ایک حدیث مین آیا ہے کہ جب

اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو دنیا میں زاہد کر دیتا ہے اور آخرت کا رغبت والا اور اپنے عیبوں کا بینا بنا دیتا ہے۔ اور ایک شخص کو آپ نے فرمایا کہ دنیا میں زاہد رہ کر خدا تعالیٰ تجھکو محبوب جانے گا اور لوگوں کے ہاتھ کی چیز میں زاہد رہ کر لوگ تجھکو محبوب جانینگے اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ من اراد ان یؤتیہ اللہ علما بغیر تعلم وھدی بغیر ھدایۃ فلیزھد فی الدنیا اور ایک حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ من اشتاق الی الجنۃ سارع الی الخیرات ومن خاف من النار لھا عن الشھوات ومن ترقب الموت ترک اللذات ومن زھد فی الدنیا ھانت علیہ المصیبات

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ بدون مشقت نہیں ملتیں اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم تواضع سوم کثرت ذکر چہارم شیٔ کی قلت۔ اور اسکا کہ انبیا علیہم السلام خلق کو دنیا سے پھیرنے کے ہی لیے مبعوث ہوئے تھے کہ اوسے پھیر کر متوجہ آخرت کر دیں اور اونھوں نے جو خلق سے کلام کیے تو اکثر کلام متضمن دنیا کی برائی اور اوسکی محبت کی مذمت پر تھی اس جہت سے بعض دنیا کی مذمت احادیث کا بیان کرنا ہمیں ممکن ہے مگر جو کچھ بیان کیا گیا اوسیقدر کافی ہے۔ اور آثار بھی اس باب میں بہت ہیں چنانچہ روایت ہے کہ لا الہ الا اللہ ہمیشہ بندوں کیطرف سے خدای تعالیٰ کے غصے کو ٹالتا رہتا ہے جب تک کہ بندے وہ چیز نہ مانگیں جو اونکی دنیا میں سے کم ہو گئی ہو اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تک دنیا کے معاملے کو دین کے معاملے پر ترجیح نہ دیں اور اگر ایسا کرینگے اور پھر کہینگے لا الہ الا اللہ تو اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تم جھوٹے ہو اس کلمے کے کہنے میں سچے نہیں ہو۔ اور بعض صحابہ رضہ سے روایت ہے کہ اونھوں نے فرمایا کہ ہم نے سب اعمال کو کیا مگر امر آخرت کے باب میں دنیا کے زہد سے بڑھکر کوئی عمل نہ پایا اور بعضے صحابہ رضہ نے ایک تابعی سے فرمایا کہ تم عمل اور کوشش اصحاب نبی کی نسبت زیادہ کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے بہتر تھے کسی نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے اونھوں نے فرمایا کہ وہ تمھاری نسبت کر دنیا میں زہد بہت کرتے تھے اور حضرت عمر رضہ کا قول ہے کہ دنیا میں زہد کرنا دل اور بدن کی راحت ہے اور بلال بن سعد رضہ فرماتے ہیں کہ ہمارا گناہ یہی کافی ہے کہ خدای تعالیٰ ہمکو دنیا میں زہد کرنے کو فرماتا ہے اور ہم اوسمیں رغبت کرتے ہیں اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رضہ سے عرض کیا کہ میری تمنا یہ ہے کہ کسی عالم زاہد کو دیکھوں آپنے فرمایا

کیونکہ جنت یہ تو کھوئی ہوئی چیز ہے جو ملتی نہین ۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین
کہ جنت کے آٹھ دروازے ہین جب جنت والے اونکی طرف جاوینگے تو اونکے دربان
اونسے کہینگے کہ قسم ہے اپنے رب کی عزت کی ان دروازون مین زاہدون سے پہلے
کوئی نجاویگا جو جنت کے عاشق اور دنیا کے تارک تھے اور یوسف بن اسباط رح نے
فرمایا کہ مین اللہ تعالی سے تین باتین چاہتا ہون اول یہ کہ جب مین مرون تو میرے پاس
ایک درم بھی نہو دوم یہ کہ مجھپر کسیکا قرض نہو سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہو سب کہتے ہین
کہ اللہ تعالی نے تینون باتین اونکو عطا فرمائین روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہا
کے پاس کچھہ انعام بھیجا اونھون نے اوسکو قبول کرلیا اور حضرت فضیل بن عیاض کے پاس
جو دس ہزار درم بھیجے اونھون نے قبول نہ کیے اونکے بیٹون نے اونسے عرض کیا کہ اور
فقہا نے تو قبول کرلیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہین حضرت فضیل رح رو پڑے
اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ میری مثال اور تمھاری ایسی ہے جیسے کچھہ لوگون کے پاس
ایک بیل تھا اوس سے کھیتی کرتے تھے جب وہ بوڑھا ہوگیا تو اوسکو ذبح کرڈالا قبل اسکے کہ
اوسکے چمڑے سے منتفع ہون ایسے ہی تم بھی میرا ذبح کرنا چاہتے ہو کہ مین بوڑھا ہوگیا
بیٹو تمکو بھوک سے مر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ تم اپنے پدر پیر کو ذبح کرو ۔ اور حضرت عبید
بن عمیر رح کہتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام اون پہنتے اور درختون کے پتے کھاتے نہ اونکو
کوئی لڑکا جو مرے نہ گھر جو خراب ہو کل کیواسطے کچھہ نہ رکھتے تھے جہان شام ہوتی وہان ہی
سو رہتے ۔ اور ابو حازم رح کی بی بی نے اونسے کہا کہ اب موسم سرما سر پر آگیا ہمکو غلہ اور
کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے کہ اوسکے بدون چارہ نہین اونھون نے فرمایا کہ ان
سب چیزون سے چارہ ہے چارہ اس سے نہین کہ مرینگے اور اوسکے بعد اوٹھائے جاوینگے
اور خدا ہی تعالی کے سامنے کھڑے ہونگے پھر جنت ملیگی یا دوزخ ۔ اور حضرت حسن رح
سے کسینے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیون نہین دہوتے آپ نے فرمایا کہ امر اس سے بھی
جلد تر ہے یعنی موت بہت قریب ہے ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ ہمارے
دلون پر تین پردے ہین جب تک وہ دور نہین ہوتے جب تک بندے پر یقین ظاہر
نہین ہوتا ایک موجود چیز سے خوش ہونا دوسرے مفقود پر رنج کرنا سوم تعریف سے خوش
ہونا پس جب کوئی موجود چیز سے خوش ہوتا ہے تو وہ حریص ہے اور جب مفقود پر غم کرتا ہے تو

غصہ کرنے والا ہے اور غصہ والے کو عذاب ہوتا ہے اور جب تعریف سے خوش ہوتا ہے تو عجب کرتا ہے اور عجب عمل کو باطل کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کا دل زاہد ہے اوسکی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کوشش سے عبادت کرنے والوں کی تمام عمر کی عبادت کی نسبت محبوب اور بہتر ہیں۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جو چیزیں حق تعالیٰ نے ہمسے پھیر دیں اور ہمکو نہیں دیں اونمیں اوسکا انعام ہمارے اور زیادہ ہے بہ نسبت اون اشیا کے جو ہمکو دی ہیں اور گویا اسمیں اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَحْمِیْ عَبْدَہُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْیَا وَھُوَ یُحِبُّہٗ کَمَا تَحْمُوْنَ مَرِیْضَکُمُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ تَخَافُوْنَ عَلَیْہِ یعنی اگر مریض اس بات کو سمجھے تو جانے کہ لوگوں کا سلوک کھانے کے دینے میں جسکا انجام صحت ہے دینے کی نسبت کر زیادہ ہے جسکا ثمرہ مرض ہے اور حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا دار فانی ہے نہ باقی اور رنج و مصیبت ہے نہ خانہ راحت جو اسکو پہچان لیتا ہے وہ اوسکی وسعت پر خوش نہیں ہوتا نہ تنگی میں رنج کرے۔ اور حضرت سہیل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی عابد کا عمل خالص نہیں ہوتا جب تک چار چیزوں سے فارغ ہو بھوک اور برہنگی اور فقر اور ذلت اور حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسوں کے ساتھ رہا ہوں کہ دنیا کے کسی بات سے خوش نہوتے تھے کوئی شئے اونپر آوے اور نہ کسی چیز پر رنج کرتے تھے جو چلی جاوے اور دنیا اونکے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے بعضے پچاس برس اور ساٹھ برس زندگی بسر کرتے تھے اسطرح کہ کبھی اونکا کپڑا تہ ہوا نہ اونکے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھا اور نہ اپنے گھر میں کبھی کھانے کو کہا جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخسار پر بہاتے اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اوسکے شکر میں مشغول ہو جاتے اور اللہ سے اوسکے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے بخدا گناہوں سے نہیں بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمت الٰہی کے ساحل نجات پر پہونچے

تیسرا بیان درجات زہد کے ذکر میں اسمیں چار تقسیمیں ہیں ایک خود زہد کی دوسری جس چیز کی رغبت سے زہد ہوتا ہے تیسری جس چیز سے زہد کرتے ہیں چوتھی احکام زہد کے پس تقسیم اول تو یہ ہے کہ زہد فی نفسہ بحسب تفاوت اسکی قوت کے

تین درجے رکھتا ہے اول درجہ جو سب مین نیچے ہے یہ ہے کہ زہد دنیا مین کرے مگر دنیا کی
خواہش بھی ہے اور دلکو میل اور نفس کو التفات دنیا کیطرف ہو مگر زاہد بتکلف اور مجاہدہ
سے اوسکو روکتا ہے ایسے شخص کو متزہد کہتے ہین اور یہ آغاز زہد کا ہوتا ہے ایسے شخص کے
حق مین جو درجہ زہد پر پہونچے اپنی کوشش اور عمل سے پہونچے ایسا شخص اول اپنے نفس کو
گلاتا ہے پھر تھیلی کو اور زاہد اول تھیلی کو گلاتا ہے پھر نفس کو طاعات مین پگھلاتا ہے نہ یہ کہ
جو چیز جدا ہوگئی اوسکے فراق کے صبر مین نفس کو گلاوے اور متزہد خطرے مین ہے کیونکہ
کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا نفس غالب ہو جاتا ہے اور شہوت اوسکو کھینچتی ہے تو دنیا کیطرف
اور اوس سے آرام لینے کیطرف عود کرتا ہے خواہ تھوڑی چیز مین ہو یا بہت مین دوسرا درجہ
یہ ہے کہ دنیا کو اپنی رغبت سے چھوڑ دے باین وجہ کہ جس چیز کی طمع کی ہے اوسکی نسبت
دنیا کو حقیر جانے جیسے کوئی ایک درم کو دو درم کی طمع مین جانے دے کہ اوسکو اوس درم کے
جانے کا رنج نہین ہوتا گو تھوڑا سا انتظار کرنا پڑتا ہے لیکن یہ زاہد اپنے زہد کو سمجھتا ہے اور
اوسکی طرف التفات کرتا ہے جیسے بیچنے والا اپنی چیز کو دیکر جانتا ہے کہ مین نے ایسی چیز دیکر
عوض لیا اسی لحاظ سے اسطرح کا زاہد اپنے نفس پر ہو سکتا ہے کہ عجب کرے یا زہد پر عجب
کرے اور جانے کہ ہم نے ایک ایسی چیز چھوڑی جسکی کچھہ قدر تھی اور اوسکے عوض اوس سے
زیادہ قدر کی چیز اختیار کی بہر حال یہ درجہ بھی نقصان کا ہے تیسرا درجہ جو سب سے بڑھکر ہے
یہ ہے کہ زہد اپنی خوشی سے کرے اور زہد مین بھی زہد کرے یعنی اوسکو کچھہ نہ سمجھے اس لحاظ
سے کہ دنیا کو محض ناچیز جانے جیسے کوئی ٹھیکری دے اور موتی لے لے تو اسکو معاوضہ
نہ جانے گا اور یہ سمجھیگا کہ مین نے یہ موتی کچھہ دیکر لیا ہے اور نہ اوس ٹھیکری کا کبھی خیال کریگا
اور دنیا کو اگر بلحاظ خدای تعالی اور عیش آخرت کے دیکھو تو جیسے ٹھیکری موتی کی نسبت ادنی اور
خسیس ہے وہ اوس سے بھی زیادہ خسیس ہے پس زہد کا کمال اس درجہ مین ہے اور سبب اس
زہد کا کمال معرفت ہے اور اسطرح کا زاہد خطرے سے بیخوف ہوتا ہے یعنی اسکو خوف دنیا کیطرف
التفات کا نہین جیسے موتی لینے والے کو خیال ٹھیکری کا نہین آتا اور یہ دل نہین چاہتا
کہ اس معاملے کو فسخ کرکے اپنی چیز واپس لے لون حضرت ابو یزید رح نے ابو موسی عبدالرحیم
سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کر رہے تھے اونھون نے کہا کہ زہد کا پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے
اونھون نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ مین جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہوگی دنیا تو

ناچیز ہے زہد اوسمین کیا ہوگا۔ اور جو شخص کہ دنیا کو آخرت کے لیے چھوڑے اوسکی مثال
اہل معرفت اور ارباب قلوب کے نزدیک جسکو مشاہدہ اور مکاشفہ ہر وقت رہتا ہے
ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہی دربار مین جانا چاہے اور دروازے پر ایک کتا کھڑا ہو کہ وہ
اوسکو جانے نہ دے اور یہ اوسکے سامنے ایک روٹی کا ٹکڑا پھینکدے وہ کتا اوسکو شغل مین
لگے اور یہ دروازے مین گھس جاوے اور بادشاہی تقرب حاصل کرکے تمام سلطنت کا کاروبار
اوسکے سپرد ہو جاوے تو بھلا ایسا شخص اس نعمت و انعام بادشاہی کے عوض اپنا کچھہ احسان
بادشاہ پر جانیگا اور کہیگا کہ ہمنے بھی دروازے کے کتے کو ایک لقمہ دیدیا ہے اسیطرح شیطان
خدای تعالی کے دروازے پر کتا ہے کہ لوگون کو اندر نہین جانے دیتا باوجودیکہ دروازہ
کھلا ہوا ہے اور پردہ اوٹھا ہوا اور دنیا ایک لقمہ کیطرح ہے کہ اگر اوسکو کھاؤ تو لذت صرف
چابنے کے وقت ہوتی ہے اور نگلتے ہی جاتی رہتی ہے پھر اوسکا بوجھہ معدے مین رہتا ہے
اور نوبت بدبو اور نجاست ہو جانے کی پہونچتی ہے پھر حاجت اوس بوجھہ کے نکالنے کی
پڑتی ہے پس جو شخص ایسی چیز کو اسلیے چھوڑے کہ سلطنت ملے اوسکو اس دنیا کا کیا خیال
ہوگا اور ساری دنیا کی نسبت یعنی جو کچھہ ایک شخص کو ملتی ہے گو اوسکی حیات سو برس کی
آخرت کی نعمت کیطرف اوس سے بھی کم ہے جو لقمہ کو نسبت سلطنت کیطرف اسلیے کہ متناہی
چیز کو بے نہایت چیز کیطرف کچھہ نسبت نہین اور دنیا اگر بالفرض ہزار برس تک بے کدورت اور
بے خلل و غش ملے جب بھی متناہی رہیگی اور عیش جاودانی آخرت سے اوسکو کچھہ نسبت
نہوگی اور جبکہ مدت عمر بھی کم اور لذت بھی خالی از کدورت نہین تو پھر بھلا اوسکو آخرت سے
کیا نسبت حاصل یہ کہ زاہد اپنے زہد کو جبھی دیکھتا ہے جب جس چیز مین زہد کیا ہے اوسکی طرف
التفات کرے اور اوسکی طرف جب التفات کریگا جب اوسکو کوئی چیز قابل قدر و قیمت
جانیگا اور اوسکا قدر و قیمت کے قابل جاننا نقصان معرفت سے ہوا کرتا ہے اسلیے
سبب زہد کے نقصان کا معرفت کا نقصان ٹھہرا یہ ہین درجات زہد کے اور ان مین سے ہر
ایک درجے کے بہت سے درجات ہین مثلاً متزہد آدمی جو صبر دنیا پر کرتا ہے تو بعض مین
مشقت زیادہ ہوتی ہے اور بعض مین کم تو اسی مشقت کی کمی بیشی میں اوس درجے مین بھی
اختلاف و تفاوت ہوگا اسیطرح جو شخص اپنے زہد سے عجب کرتا ہے جسقدر اوسکو التفات
اپنے زہد کیطرف ہوگا اوسیکے بموجب اوسکے درجے مین اختلاف ہوگا۔ دوسری تقسیم

باعتبار اوس چیز کے جسکی رغبت سے زہد کرتے ہین پس اسکے بھی تین درجے ہین سب سے
نیچے کا درجہ یہ ہے کہ مرغوب فیہ آگ دوزخ اور تمام تکلیفات مثل عذاب قبر اور مناقشہ
حساب و پل صراط کے خطرے اور سب اہوال سے نجات پانا یعنی جن اہوال کا ذکر احادیث
مین ہے مثلاً مذکور ہے کہ آدمی حساب مین کھڑا کیا جاویگا ایسی طرح کہ اگر سو اونٹ پیاسے اوسکے
پسینے سے پانی پیوین تو سب کا پیٹ بھر جاوے تو ایسے اہوال سے نجات پانے کی رغبت
زہد ہے اور یہ زہد خوف کرنے والون کے لیے ہوتا ہے اور وہ لوگ گویا نیست ہونے پر
راضی ہو جاوین اگر نیست کر دیے جاوین کیونکہ تکلیف سے چھوٹنا بجز نیستی کے حاصل ہو جاتا ہے
دوسرے یہ کہ زہد سے رغبت خدا تعالی کے ثواب ور انعام اور لذتون کی جنکا وعدہ
جنت مین ہے مثل حور او قصور وغیرہ کے ہو یہ زہد رجا والون کا ہوتا ہے کیونکہ ان لوگون نے
جو دنیا کو چھوڑا تو اسلیے نہین کہ نیستی پر قناعت کر کے رنج سے چھٹی پاوین بلکہ طمع وجود
دائمی اور دولت سرمدی کی جسکی کچھ انتہا نہین تیسرا درجہ جو سب مین اعلی ہے یہ ہے
کہ رغبت سوا خدا اور دیدار خدا کے اور کچھ نہو نہ لکہ التفات تکلیفات کیطرف ہو کہ اوس سے
نجات چاہے نہ توجہ لذات کیطرف ہو کہ اونکا حصول منظور ہو بلکہ ہمہ تن مستغرق خدا تعالی مین
ہو اور جس حال اسکا یہ شعر ہو گیا ہو شعر

اسے خواہ دیکھے خوان دیکھے جو سے		سکے ہین دیکھے دان دیکھے گو سے

سو حقیقی وہی ہے جو چاہے خدا تعالی کے سوا اوسکی طلب نکرے کیونکہ خدا تعالی کے سوا دوسرے کی طالب تا ہی وہ اوسکی
پرستش کرتا ہے اور ہر ایک مطلوب معبود ہے اور ہر ایک طالب اپنے مطلب کے لحاظ سے
اوسکا بندہ ہے غیر اللہ کی طلب بھی شرک خفی ہے اس قسم کا زہد محبین کا ہے اور یہی لوگ
عارف ہین کیونکہ اللہ تعالی سے خاص وہی محبت کرتا ہے جو اوسکو پہچانتا ہے اور جو شخص
کہ دینار اور درم کو جانتا ہو اور اوسکو معلوم ہو کہ دونون ایک ساتھ نہ رکھ سکونگا تو وہ دینار ہی
کی محبت کریگا اسیطرح جو شخص خدا تعالی کو پہچانتا ہے اور لذت دیدار کو بھی جانتا ہی
اور یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ لذت دیدار الہی اور لذت آسایش جنت اور حور و قصور اور
دیکھنا وہان کے رنگ و نقش و نگار کا ایک ساتھ ممکن نہین تو وہ صرف لذت دیدار ہی چاہیگا غیر کو ترجیح نہ دیگا

—	کیا کرینگے جنت و فردوس کو		دولت دیدار تیری گر نہو

اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ اہل جنت کو دیدار الہی کے دیکھنے کے وقت لذت حور و قصور کے

اور آسائشیں جنت کی کہ ہمیشہ دل میں باقی رہینگی مالکہ لذات دیدار کو لذات جنت کیطرف ایسی نسبت ہے جیسی لذت سلطنت دنیا اور تمام لوگوں کے مالک ہونے کو بہ لذت چڑیا کیڑنے اور اوسکے کھیل میں مصروف ہونے کیطرف ہے۔ جو لوگ طالب آسایش جنت ہیں وہ اہل معرفت اور صاحبدلوں کے نزدیک ایسے ہیں جیسے کوئی لڑکا لذت سلطنت چھوڑکر چڑیا سے کھیلنے کا طالب ہو اور یہ امر اسوجہ سے ہوتا ہے کہ وہ لذت سلطنت سے ناواقف ہوتا ہے نہ اسوجہ سے کہ چڑیا سے کھیلنا فی نفسہ سلطنت سے بڑھکر اور لذیذ تر ہے تیسری تقسیم ہوگی باعتبار اوس چیز کے جس سے زہد کرتے ہیں اس باب میں اقوال بہت ہیں اور غالبا سو سے زیادہ ہونگے سب کی نقل سے کچھ فائدہ نہیں مگر ایک تقریر ایسی لکھتے ہیں جو جامع تفصیلوں کی ہو جس سے معلوم ہوجاوے کہ جو کچھ اس باب میں منقول ہے سب اجمالی قصور سے ہین کل کا احاطہ کسی میں نہیں پس ہم کہتے ہیں کہ وہ چیز جس سے زہد ہو وہ یا مجمل ہے یا مفصل اور مفصل کے لیے بھی چند مراتب ہیں کہ بعض میں تفصیل افراد کی زیادہ ہے اور بعض میں مجمل کی جمعیت بہت ہے اجمال درجۂ اول میں تو یہ ہے کہ ہر ایک چیز ماسوی اللہ سے زہد کرنا چاہیے یہانتک کہ اپنے نفس سے بھی زہد کرے اور دوسرے درجے کا اجمال یہ ہے کہ جس صفت سے نفس کو نفع ہو اوسمیں زہد کرے اسمیں سب مقتضائے طبیعت کے مثل شہوت اور غصب اور کبر اور ریاست اور مال اور جاہ وغیرہ آگئے اور تیسرے درجے کا اجمال یہ ہے کہ مال اور جاہ اور اونکے لوازم میں زہد کرے کیونکہ تمام حظوظ نفسانی کا مآل انھین کیطرف رہتا ہے اور چوتھے درجے کا اجمال یہ ہے کہ علم اور قدرت اور دینار و درم مین زہد کرے کیونکہ مالوں کے اقسام گو کتنے ہی ہوں سب دینار و درم میں آجاتے ہیں اور جاہ کے کتنے ہی اسباب ہوں وہ علم و قدرت میں شامل ہے اور علم و قدرت سے ہماری مراد اوس علم و قدرت سے ہے جس سے غرض دلوں کا مالک ہونا ہے اسلیے کہ معنی جاہ کے دلوں کا مالک ہونا ہے اور اونپر قابو پانا جیسے مال کے معنی چیزوں کا مالک ہونا اور اونپر قدرت پانا ہے پس اگر اس تفصیل کو بڑھاتے جاؤ اور اس سے زیادہ شرح و بسط کرتے جاؤ تو کیا عجب ہے کہ یہ چیزیں جنسے زہد ہوتا ہے شمار سے زائد ہوجاوین حق تعالیٰ کریم نے ایک آیت میں اونمیں سے سات بیان کیے ہیں اور فرمایا زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا پھر دوسری آیت میں انکو پانچ کر دیا ہے
اور فرمایا اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ
فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پھر ایک جگہ دو ہی کر دی ہیں اور فرمایا اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا
لَعِبٌ وَّلَھْوٌ پھر سب کو ایک ہی کر کے ارشاد فرمایا وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی
لفظ ہوی ایسا ہے کہ تمام حظوظ نفسانی دنیاوی کو شامل ہے تو چاہیئے کہ زہد اوسی میں ہو
اور جب تمکو حال مجمل کرنے اور مفصل کرنے کا معلوم ہوا تو جان لیا ہو گا کہ امین سے بعض
مخالف بعض کے نہیں بلکہ فرق صرف ایک دفعہ شرح کرنے کا اور دوسری بار اجمال کا ہے
حاصل یہ کہ زہد یہ ہے کہ تمام حظوظ نفسانی سے دل اٹھا لیا جاوے اور جب حظوظ سے دل برداشتگی
ہو گی تو دنیا سے بھی ہو گی اور بالضرور عمل بھی کوتاہ ہو گی کیونکہ زندگی اسلیے مطلوب ہوتی ہے
کہ دنیا سے متمتع ہو اور بقا کا چاہنا اسی تمتع کے واسطے ہے مثلاً کوئی شخص جو ایک چیز کا ارادہ
کرتا ہے اوسکا دوام چاہتا ہے اور زندگی کی محبت کے بھی معنی یہی ہیں کہ جو چیز موجود یا ممکن
اس زندگی میں ہے اوسکی محبت ہمیشہ کو رہے پس جب اوسی سے دل برداشتہ ہو گا تو زندگی بھی
نہیں چاہیگا اور اسی بنا پر جب لوگوں پر جہاد فرض ہوا تو کہا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ
لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ
یعنی تم جو باقی رہنا اپنا چاہتے ہو سو دنیا کے فائدے لینے کے لیے ہے اور وہ ایک بہت
تھوڑی چیز ہے اسکے بعد حال زاہدوں اور منافقوں کا کھل گیا زاہد جو اللہ کی محبت رکھتے تھے
وہ تو اللہ کی راہ میں ایسے لڑے کہ گویا سیسا پلائی ہوئی دیوار ہے اور منتظر دو عمدہ باتوں میں سے
ایک کے ہوئے اور جب جہاد کیواسطے پکار ہوتی تھی تو اونکے مشام جان جنت کی خوشبو سے
معطر ہو جاتی تھی اور جہاد کیواسطے جیسا پیاسا پانی پر گرتا ہے دوڑتے تھے تاکہ دین خدا کی مدد
کریں اور درجہ شہادت لیں اور اگر کوئی اونمیں سے اپنی موت مرتا تھا تو اس درجہ کے نہ پانے کی
حسرت کرتا تھا یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید رض جب اپنے مرض موت میں بستر پر حالت نزع میں
ہوئے تو فرماتے تھے کہ میں نے بتوقع شہادت اپنی جان بہت لڑائی اور صفوں میں کفار کی
گھس گیا مگر وہ درجہ نملا اور آج بڈھیوں کی سی موت مرتا ہوں جب آپکا انتقال ہوا تو آٹھ سو
زخموں کے داغ بدن پر تھے ایمان میں سچے لوگوں کا یہ حال تھا - اور منافقین کا یہ حال تھا
کہ موت کے خوف سے جماعت میں سے بھاگ گئے اونسے کہا گیا اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ

فَاِنَّہٗ مِلَاۃٌ لَکُمْ ان لوگوں نے جو زندہ رہنے کو شہادت پر ترجیح دی تو ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلے میں لیا اونکا یہ حال ہوا کہ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُھُمْ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ اور مجلس خیبتہا لی کے آگے ہی جان مال بیچ چکے ہیں اس وعدہ پر کہ اونکو جنت ملے جب دیکھینگے کہ میں برس تمتع کی عوض عیش جاودانی ملی تو اوسوقت اپنے معاملہ پر خوش ہونگے جب تمکو یہ حال معلوم ہوچکا کہ جس چیز سے زہد چاہیے اوسکی تفصیل یہ ہے تو جان لو کہ جو کچھہ لوگوں نے اس باب میں یعنی تعریف زہد میں لکھا ہے اونکے اقوال میں صرف بعض اقسام زہد کی چیزون کے پائے جاتے ہیں ہر ایک شخص نے تعریف زہد میں یا تو مخاطب کے حال کے مناسب کچھہ لکھا ہے یا جو بات اپنے نفس پر غالب پائی اوسکو بیان فرمایا ہے۔ مثلاً حضرت بشر رحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں زہد کرنا یہ ہے کہ لوگوں میں زہد کرے اس قول میں صرف جاہ سے زہد کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور ابو قاسم جوعی فرماتے ہیں کہ زہد دنیا زہد شکم کو کہتے ہیں جس قدر آدمی اپنے پیٹ پر قابو رکھتا ہوگا اوسیقدر زاہد وسمیں ہوگا اسمیں اشارہ ایک خواہش کیطرف ہے اور واقع میں یہ خواہش اور شہوات سے بڑھکر ہے اور اکثر شہوات کا منشا یہی ہوتی ہے اور حضرت فضیل رحمہ فرماتے ہیں کہ زہد دنیا سے مراد قناعت ہے اس قول میں اشارہ صرف مال کے زہد کا ہے اور حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہیں کہ زہد امل کے کوتاہ کرنے کا نام ہے یہ قول جامع تمام شہوات کا ہے کیونکہ جو شخص کسی شہوت کیطرف میل کرتا ہے اپنے جینے تک اوسکا باقی رہنا تجویز کرلیتا ہے اسلیے اوسکے امل میں طول ہوتا ہے اور جسکے امل کوتاہ ہوتی ہے وہ گویا تمام شہوات سے دل اوٹھا لیتا ہے۔ اور حضرت اویس رحمہ فرماتے ہیں کہ جب زاہد طلب معاش کے لیے نکلے تو اوسکا زہد جاتا رہتا ہے اس سے اونکا مقصود تعریف زہد کی نہیں بلکہ توکل کو زہد میں شرط کیا ہے اور یہ بھی اونہیں کا قول ہے کہ زہد اسکا نام ہے کہ رزق معلوم کی طلب کرے۔ اور ارباب حدیث کا قول ہے کہ دنیا کیا ہے کہ رائے اور عقل سے عمل کرنا اور زہد اسکا نام ہے کہ علم کا اتباع کرے اور سنت کی اقتدا لازم کرلے اس قول میں اگر رائے سے رائے فاسد اور عقل سے وہ عقل مراد ہو جس کے ذریعہ سے دنیا میں جاہ طلب کیا جاتا ہے تو واقع میں یہ قول ٹھیک ہے لیکن اسمیں اشارہ یا تو صرف بعض اسباب جاہ کیطرف ہے یا ایسے شہوات کیطرف جو مفید نہیں مثلاً بعض علوم اسطرح کے ہین کہ اونسے کچھہ فائدہ نہیں اور لوگوں نے اونکو اتنا طول دیا ہے کہ اگر آدمی تمام عمر ایک ہی علم میں صرف کرے

تو پورا انکو پاوے تو زاہد کے لیے ضرور ہوا کہ فضول امر سے اول زہد کرے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ زاہد وہ ہے کہ جب کسیکو دیکھے تو کہے کہ یہ مجھسے بہتر ہے انکا مذہب یہ ہے کہ زہد تواضع کا نام ہے اور یہ اشارہ ہے جاہ و عجب کے نہونے کا جو بعض اقسام زہد سے ہے اور بعضون کا قول ہے کہ زہد طلب حلال کو کہتے ہین اور اس قول کو حضرت اویس وغیرہم کے قول سے کچھہ نسبت نہین کہ وہ فرماتے ہین کہ زہد طلب کو ترک کرنے کا نام ہے اور اسمین شک نہین کہ اونکی مراد طلب حلال ہی کو ترک کرنے سے تھی۔ اور یوسف بن اسباط رح فرماتے کہ جو شخص ایذا پر صبر کرے اور شہوات کو چھوڑے اور روٹی وجہ حلال سے کھاوے اوسکو اصل زہد حاصل ہے اسیطرح انکے سوا زہد کے باب مین بہت سے اقوال ہین کہ اونکے لکھنے سے کچھہ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص امور کے حقائق لوگون کے قول سے معلوم کرنے چاہے تو قولون مین اختلاف پاکر حیران رہجاویگا مگر جسکو امر حق ظاہر ہوجاویگا اور اوسکا ادراک اپنے دل کے مشاہدہ سے کرلیگا تو پھر سنی ہوئی بات سے کچھہ مستفید نہوگا اسلیے کہ حق بات پر اعتماد کرچکا اور جس شخص نے کہ اپنے قصور بصیرت سے کچھہ کوتاہی کی اوسپر اطلاع پاویگا اور جسنے کمال معرفت کے ہوتے ہوے جتنی حاجت دیکھی اوسقدر بیان پر اکتفا کی اوسپر بھی واقف ہوجاویگا۔ اور ان بزرگون نے جو اختصار پر کفایت کی تو اسوجہ سے نہین کہ اونکی بصیرت کچھہ کم تھی مگر اس سبب سے کہ جو کچھہ اونھون نے فرمایا ہے حاجت ہی کے وقت فرمایا ہو تو جسقدر حاجت دیکھی اوسیقدر بیان کیا اور چونکہ حاجات مختلف ہوتی ہین اسی جہت سے کلمات جواب بھی مختلف ہوے۔ اور بعض اوقات سبب کفایت کرنے کا یہ ہوتا ہے کہ غرض اون کلمات سے خبر دینا اوس حال کا ہوتا ہے جو بندے مین دائمی ہوتا ہے اور وہ حال بھی خود بندے کا ایک مقام ہے اور از انجا کہ ہر ایک بندے کے لیے ایک نیا حال ہوتا ہے تو جن کلمات سے اوسکی خبر دیجاویگی وہ بھی بلا اشتباہ مختلف ہونگے لیکن امر حق واقع مین ایک ہی ہوگا اوسکا مختلف ہونا ممکن نہین۔ اور سب اقوال مین سے زہد کے باب مین جو جامع اور درحقیقت کامل ہے گو اوسمین تفصیل نہین قول ابو سلیمان دارانی رح کا ہے کہ وہ فرماتی ہین کہ زہد کے باب مین ہم نے بہت تقریرین سنین اور ہمارے نزدیک زہد یہ ہے کہ جو چیز اللہ تعالی سے مانع ہو اوسکو ترک کرے اور ایک قول مین تفصیل بھی بیان کی اور کہا کہ جو شخص نکاح کرے یا طلب معیشت کے لیے سفر کرے یا حدیث لکھے وہ دنیا کا مائل ہوا تو ان سب چیزون کو

زہد کے خلاف کر دیا۔ اور ایکبار اونھون نے یہ آیت پڑھی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ
اور فرمایا کہ قلب سلیم سے وہ دل مراد ہے کہ جسمین خدا کے سوا کچھ ہو اور فرمایا کہ لوگون نے جو
دنیا میں زہد کیا تو اسلیے کہ اونکے دل دنیا کے تردّدات سے چھوٹ کر آخرت کے لیے فارغ
ہو جاوین۔ اب زہد کی چوتھی تقسیم کو سننا چاہیے کہ احکام کے لحاظ سے زہد کی تین قسمین ہین
فرض اور نفل اور سلامت اور یہی قول حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ کا ہے زہد فرض تو حرام مین زہد
کرنا ہے اور نفل حلال ہیں اور سلامت شبہات مین اور ہمنے تفصیل درجات ورع کے باب
حلال و حرام مین لکھی ہے اور وہ زہد مین سے ہے کیونکہ حضرت مالک بن انس رضہ سے پوچھا گیا کہ
زہد کیا چیز ہے فرمایا کہ تقوی ہے اور اگر زہد کو بلحاظ خفیہ امور کے چھوڑنیکے دیکھا جاوے تو
کچھ انتہا نہین کیونکہ نفس جن چیزون سے مثل خطرات اور تمام حالات کے حصول ثمار یا می خفی
وغیرہ کہ سوا ہی بڑے علما کے اور کوئی اونپر واقف نہیں ہوتا تمتع ہوتا ہے اونکی کچھ انتہا نہین
تو اونمین زہد کرنے کی بھی انتہا نہیں بلکہ امور ظاہر مین بھی درجات زہد کے غیر متناہی ہین
نہایت اعلی درجہ اونمیں وہ ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لیٹتے وقت پتھر سر کے
تلے رکھ لیا شیطان نے آپ سے کہا کہ آپنے تو دنیا کو ترک کیا تھا اب یہ کیا ہوا آپ نے فرمایا
کہ تونے کونسی چیز دنیا کی دیکھی اوسنے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر اونچا ہے اور آسایش ملے
آپنے پتھر سر تلے سے نکالکر پھینک دیا کہ لے اسکو اور دنیا کو دونوں کو لیجا۔ اور حضرت یحیی
علیہ السلام کے حال مین ہے کہ آپ نے ٹاٹ سقر پہنا کہ آپ کی جلد مین اوسکے نشان پڑ گئے
اور نرم لباس کو نہ پہنا کہ جلد کو آسایش ہوگی آپکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ ٹاٹ کی عوض اون کا
کرتہ پہن لو آپنے ویسا ہی کیا وحی ہوئی کہ اے یحیی ہمارے اوپر دنیا کو پسند کیا آپ روئے اور
اوس کرتے کو نکالکر اپنا پہلا ہی لباس پہن لیا۔ اور حضرت امام احمد رحمہ فرماتے ہین کہ زہد حضرت
اویس رحمہ ہی کا تھا کہ بہنگی سے یہ نوبت پہونچی تھی کہ ایک چٹائی کی تھیلی مین بیٹھے رہتے تھے
اور حضرت عیسی علیہ السلام ایک دیوار کے سایے مین بیٹھ گئے دیوار والے نے اونکو اوٹھا دیا
آپنے فرمایا کہ تونے مجھکو نہین اوٹھایا مجھکو اوسنے اوٹھایا جسکو میرے لیے سایے مین آسایش
لینا منظور نہوئی غرضکہ درجات زہد کے ظاہر اور باطن کے اعتبار سے بیشمار ہین اقل درجہ یہ ہے
کہ ہر شبہ اور ممنوع چیز مین زہد کرے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ زہد اسیکا نام ہے کہ حلال
مین ہو نہ شبہ اور ممنوع مین اور شبہ اور ممنوع چیز میں زہد کرنا تو زہد کے درجات مین سے کسی مین نہین

پھر دیکھا کہ اس زمانے مین حلال باقی نہین رہا اسواسطے اونکے نزدیک زہد غیر ممکن ہے۔
اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب یہ ٹھہرا کہ زہد خدای تعالی کے ماسوا کا ترک کرنا ہے تو کھانے
اور پینے اور لباس اور لوگون کے ملنے اور گفتگو کرنے سے زہد کیسے ہوسکیگا کیونکہ ان امور
مین مشغول ہونا تو ماسوا اللہ مین مشغول ہونا ہے۔ پس اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا سے پھر کر خدای تعالی
کیطرف تمام توجہ سے مشغول ہونے کے یہ معنی ہین کہ خدای تعالی کیطرف تمام دل و ہمت
ذکر اور فکر کی رو سے متوجہ ہو اور یہ بات بدون زندگی کے ممکن نہین اور زندگی بدون ضروریات
نفس کے نہین ہوسکتی پس جب آدمی دنیا سے مہلکات بدن کے دفع پر اقتصار کرے اور اوس
سے غرض عبادت پر بدن سے مدد لینی ہو تو اس حرکت سے غیر اللہ کے ساتھ مشغول نہوگا
اسلیے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مقصود کیطرف بدون اوسکے جانا ممکن نہو وہ مقصود ہی مین گنی جاتی ہے
مثلاً کوئی شخص راہ حج مین سواری کو آب و دانہ دیتا ہے تو حج سے روگردان نہوگا مگر چاہیے
کہ بدن خدای تعالی کے راستے مین ایسا ہی ہو جیسے سواری حج کے راستے مین یعنی آسایش
سواری کی مقصود بالذات نہین صرف اتنا مطلب ہے کہ اوس سے مہلکات دور کرتا رہے
تاکہ منزل مقصود پر پہونچا دے اسیطرح بدن کا محفوظ رکھنا بھوک و پیاس اور گرمی اور سردی
سے جو اوسکے حق مین مہلک ہین کھانے اور پینے اور لباس اور مسکن سے چاہیے اور
ان چیزون مین سے مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور لذت اور آسایش مقصود نہو بلکہ
اطاعت الٰہی پر قوت منظور ہو تو یہ بات مخالف زہد کے نہین بلکہ شرط زہد کی ہے کہ زہد مین
اسکا ہونا ضروری ہے۔ اور اگر کہو کہ بھوک کے وقت کھانا کھانے مین تو لذت خواہ مخواہ
ہوگی تو یہ لذت مضر نہین بشرطیکہ مقصود لذت حاصل کرنا نہو مثلاً اگر کوئی ٹھنڈا پانی پیوے
تو بھی اوسکو لذت معلوم ہوتی ہے مگر انجام اوسکا یہی ہے کہ تکلیف پیاس کی دفع ہوجاوے
اور اگر کوئی پاخانہ پھرتا ہے تو اوس سے بھی راحت ہوا کرتی ہے مگر اسکو آدمی مقصود اور
مطلوب نہین سمجھتا اسلیے دلکو اسکی طرف کچھ توجہ نہین ہوتی ایسے ہی بعض اوقات آدمی تہجد کو
اوٹھتا ہے اور اوسوقت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اچھی معلوم ہوتی ہے یا صبح کو جانورون کی
بولیان خوش معلوم ہوتی ہین لیکن اگر مقصود بالذات نہون تو اونسے کچھ ضرر نہین اور مقصود
بالذات اسطرح ہوجاتے ہین کہ کوئی جگہ ایسی ہی تلاش کرے جہان کی ہوا اچھی اچھی ہوا اور
جانورون کی آوازین بھی ہوتی ہون وغیرہ پس اگر بدون اپنے قصد کے ایسی جگہ ہاتھ آگئی تو

کچھ حرج نہیں اور خوف کرنے والوں میں بعضے لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے ایسی جگہ تلاش کی جہاں صبح کی ہوا نہ لگے اس خوف سے کہیں اوس سے راحت پاکر دلکو انس نہو جاوے کہ اوس سے انس ہونا دنیا کے ساتھ انس ہونا ہے اور جسقدر غیر خدا سے انس ہوتا ہے اوسیقدر خدا کے ساتھ انس ہونے میں خلل پڑتا ہے اور اسی وجہ سے حضرت داود طائی رحمہ اپنا پانی گھڑے میں رکھتے اور دھوپ میں سے علیحدہ نہ کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اوسپر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہے تو اسطرح کے خوف احتیاط کرنیوالوں کے ہیں اور ان سے مین احتیاط کرنی ہوشیاری کی بات ہے کیونکہ اگرچہ اسمین مشقت پڑتی ہے مگر تھوڑے دنون اس سے بچ رہنا ہمیشہ کی لذت کیواسطے اہل معرفت پر کچھ گران نہین جو اپنے نفس کو شرعی سیاست سے دبائے رکھتے ہیں اور حبل متین یقین کو پکڑے ہوئے ہین اور دنیا و دین کے ایک دوسرے کی ضد ہونے کو خوب پہچانتے ہیں

چوتھا بیان ضروریات زندگی مین زہد کرنے کی تفصیل مین

جاننا چاہیے کہ آدمی جن چیزوں مین ڈوبے ہوئے ہین وہ دو قسم ہین یا تو ضروری یا فضول فضول تو ایسی اشیا جیسے پلے ہوئے گھوڑے کہ اکثر آدمی اونکو آرام سواری کی جہت سے رکھتے ہیں حالانکہ پیادہ بھی چل سکتے ہین اور ضروری چیزین ایسی ہین جیسے کھانا اور پینا اور چونکہ ہم تفصیل فضول کی نہین کر سکتے اسلیے کہ وہ بیحد و شمار ہین اور ضروری چیزیں البتہ شمار ہو سکتی ہین اور انمیں باعتبار مقدار اور جنس اور اوقات کے تعدل کو دخل بھی ہے لہذا اونکی بابت مین زہد ہونے کی صورت کا لکھنا ضروری ہے اور ضروری چیزین چھہ ہین غذا اور لباس اور مسکن اور اسباب خانہ داری اور اہلخانہ اور مال اور عزت کے حصول کے لیے یعنی ان چیزون میں سے کسیکے ملنے کے لیے جاہ کا ہونا ضروری ہے اور جاہ کے معنی اور اوس سے لوگوں کی محبت کی وجہ اور اوس سے بچنے کی کیفیت ہمنے جلد ثالث کے باب الریا مین لکھی ہے اور اب ہم صرف ان چھہ ضروری چیزون کے بیان پر اکتفا کرتے ہین ضرورت اول غذا اسمین آدمی کے لیے اوسیقدر ضروری ہے جو اوسکو توانا رکھے مگر اوسمین زہد کی تکمیل کے لیے اوسکا کچھہ طول اور عرض کم کرنا چاہیے طول باعتبار تمام عمر کے ہے اسلیے کہ جو شخص ایک دن کا کھانا رکھتا ہے کبھی اوسپر قانع نہین ہوتا اور عرض اوسکا مقدار غذا اور جنس اور وقت مین ہوا کرتا ہے پس طول کو اسطرح گھٹانا چاہیے کہ امل کو کوتاہ کرے

اور اکثر درجہ زہد کا اسباب مین یہ ہے کہ جب شدت کی بھوک اور مرض کا خوف ہو اوسوقت
بھوک کے دفع کے مقدار پر کفایت کرے اور جسکا یہ حال ہو وہ جب کچھ پاویگا دن کے
کہانے مین سے رات کے لیے نہین رکھیگا یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک
مہینے یا چالیس روز کے لیے ذخیرہ کرے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ایک برس کے لیے ذخیرہ کرے اور
یہ حال ضعیف زاہدون کا ہے اور جو برس دن سے زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرے تو اوسکو زاہد
کہنا محال ہے اسلیے کہ جو شخص برس دن سے زیادہ جینے کی توقع کرے وہ بیشک طویل الامل ہو
اور اوس سے زہد نہین پورا ہوگا ہان جس صورت مین کہ کوئی پیشہ نہین رکھتا اور لوگون کے مال
لینے کو دل نچاہے تو برس روز سے زیادہ کا بھی مضائقہ نہین جیسے حضرت داؤد طائی رح کو
بیس دینار ترکہ مین سے ملے تو آپنے اونکو رکھ چھوڑا اور بیس برس مین اونکو اوٹھایا یہ امر اوسکا
اصل زہد کے خلاف نہین لیکن اون لوگون کے نزدیک جو زہد مین توکل کو شرط کہتے ہین
البتہ خلاف ہے اور حرص کی کمی مقدار کی رو سے یہ ہے کہ ایک دن رات مین کمتر درجہ
پاو سیر ہے اور متوسط درجہ آدھ سیر اور اعلی درجہ وہ مقدار ہے کہ شارع نے کفارہ کی
مساکین کے لیے مقرر کی ہے اور جو اس سے زیادہ کھاوے تو بسیار خواری اور پیٹ کے دھندے
مین لگنے مین داخل ہے اور جو شخص ایک مد پر بس نکرے تو شکم کے باب مین اوسکو زہد ذرہ بھر
نہوگا اور جنس کی رو سے کمی یہ ہے کہ جو غذا ہو سکے خواہ بھوسی ہی کی روٹی ہو اور اوسط درجہ
جو اور چنے کی روٹی ہو اور اعلی درجہ بدون چھنے آٹے کی روٹی اور اگر چھنے ہوے آٹے کا
پھلکا ہوگا تو زہد کے اول درجے کا تو کیا ذکر ہے سب سے پچھلے مقام زہد سے بھی خارج ہوگا اور
آسایش و الوان مین داخل ہوگا اور سالن مین سے ادنی نمک یا ساگ یا سرکہ ہے اور اوسط زیتون
کا تیل یا کوئی اور چکنائی تھوڑی سی اور اعلی گوشت ہے کسی قسم کا ہو اور یہ ہفتے مین ایک یا دو
دفعہ ہو اگر دو دفعہ سے زیادہ ہفتے مین ہوگا تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا ایسا شخص
شکم کے باب مین ہرگز زاہد نکہلاویگا اور وقت کے اعتبار سے کمی یہ ہے کہ رات دن مین ایکبار
کھاوے یعنی روزہ رکھا کرے اور اوسط یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور رات کو کھانا نکھاوے
صرف پانی پی لے اور دوسرے روز روزہ رکھے تو کھانا کھا لے اور پانی نہ پیوے اور بڑھکر
یہ ہے کہ تین دن یا ہفتہ بھر یا زیادہ طے کا روزہ رکھ سکے اور ہمنے طریق خوراک کے کم کرنے
اور اوسکی حرص کے توڑنے کا حال جلد ثالث مین لکھا ہے اور احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور صحابہ رضو کا اپنے میں فقر رکھنا یا ہے کہ اوکھوں نے غدا میں اور سالن کے چھوڑ نے میں کیسے ہو کیا۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ ہمکو چالیس چالیس روز گذر جاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں نہ چراغ جلتا تھا نہ آگ سلگتی تھی کسینے پوچھا کہ پھر بسر اوقات کی کیا صورت تھی آپنے فرمایا کہ دو سیاہ چیزوں چھوہارا اور پانی سے اتنی اس سے گوشت اور شوربا اور سالن سب کا ترک پایا جاتا ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوتے تھے اور اوس کا کپڑا پہنتے تھے اور گھٹی ہوئی جوتی کو اپنے پای مبارک سے مشرف فرماتے تھے اور کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے اور زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ میں بندہ ہوں کھانا بندوں کیطرح کھاتا ہوں اور بندوں ہی کیطرح بیٹھتا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو شخص جنت کا طالب ہو تو جو کی روٹی اور گھورے پر کتوں کے ساتھ پڑ رہنا اوسکو کافی ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے کبھی تین روز پیٹ بھر گیہوں کی روٹی نہ کھائی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے کہ اے بنی اسرائیل خالص پانی پیا و اور جنگل کا ساگ اور جو کی روٹی کھاو اور گیہوں کی روٹی سے احتیاط کرو کہ تم اوسکا شکر ہرگز نہ کر سکو گے اور جلد ثالث میں ہمنے غدا اور پانی کے باب میں سیرت انبیا اور بزرگان سلف کی لکھدی ہے اب ناز سیاں ہیں کرتے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا والون کے پاس تشریف لائے تو وہ لوگ آپ کی خدمت میں دودھ میں شہد ملا کر لائے آپنے پیالہ ہاتھ سے رکھدیا اور فرمایا کہ میں اسکو حرام نہیں کرتا مگر خدائے تعالی کیواسطے انکسار کرنے کے لیے چھوڑتا ہوں۔ اور حضرت عمر رض کے پاس جو شہد کا سرد شربت لائے اور گرمی کے موسم تھے آپنے فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے الگ کرو۔ اور یحیی بن معاذ رازی رح فرماتے ہیں کہ سچا زاہد وہ ہے جو غذا جو کچھ میسر ہو کھالے اور لباس بمقدار ستر عورت پہنے اور جہاں جگہ ملے وہاں رہے دنیا اوسکا محبس ہو اور قبر خوابگاہ اور خلوت مجلس عبرت پکڑنا اوسکا تامل ہو اور قرآن اوسکی گفتگو اور رب اوسکا انیس اور ذکر رفیق اور زہد ہمسر اور حزن اوسکا حال اور حیا شعار بھوک اوسکا سالن ہو اور حکمت سخن اور خاک اوسکا بستر ہو اور تقوی توشہ اور سکوت غنیمت اور صبر تکیہ اور توکل حسب اور عقل راہ نما اور عبادت پیشہ اور جنت پہونچنے کا مقام ہو انشاء اللہ تعالی

ضرورت دوم لباس ہے اسمیں کمتر درجہ وہ ہے جو گرمی اور سردی کو دور کرے اور

برہنگی کو چھپا سکے اور وہ ایک چادر ہے جسمین بدنکو سب لپیٹ سکے اور اوسط پوشاک یہ ہے
کہ ایک کرتہ اور ٹوپی اور جوتے کا جوڑا اور اعلیٰ یہ ہے کہ اسکے ساتھ عمامہ اور پاجامہ بھی ہو اور
اگر مقدار مذکور سے زیادہ ہو تو وہ زہد کی حد سے خارج ہے۔ اور زاہد کی شرط یہ ہے کہ
جب کپڑا دھوئے تو دوسرا پہننے کے لیے نہ رکھتا ہو بلکہ گھر مین بیٹھا رہے اور جب دو دو کرتے
اور پاجامے اور عمامے ہوں تو سب اقسام زہد سے خارج ہو جاویگا جو مقدار کی رو سے
ہوتے ہین اور جنس لباس مین ادنیٰ درجہ موٹا ٹاٹ ہے اور اوسط درجہ موٹا کمل اور اعلیٰ درجہ
موٹا کپڑا روئی کا۔ اور وقت کی رو سے سب سے زیادہ وقت یہ ہے کہ ایک برس اوسکو پہن سکے
اور کمتر یہ ہے کہ ایک دن پہن سکے یہانتک کہ بعض بزرگوں نے اپنے کپڑے مین پتوں کے
پیوند لگائے گو بہت جلد خشک ہو جاتے ہین مگر نفع الوقتی ممکن ہے اور اوسط وقت یہ ہے
کہ لباس ایسا ہو جو ایک مہینا یا اوسکے قریب تن پر رہ سکے پس ایسے کپڑے کا ڈھونڈھنا جو
برس دن سے زیادہ رہے طول امل مین داخل ہے جو زہد کے خلاف ہے مگر اس صورت مین کہ
موٹے کپڑے کی تلاش کی اور موٹا اکثر دیرپا ہوتا ہے اور بہت ہوتا ہے تو اسمین کچھ حرج
نہین پس جو شخص اس مقدار سے زیادہ کپڑا پائے چاہیے کہ اوسکو دیڈالے کیونکہ اگر رکھ چھوڑیگا
تو زاہد نہ رہیگا بلکہ دنیا سے محبت کرنے والا ہوگا اور اس باب مین بھی احوال انبیا اور صحابہ رض
کا مد نظر رکھنا چاہیے کہ اونھوں نے لباس کو کیسے چھوڑا تھا حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ
حضرت عایشہ رضہ نے ہمکو ایک چادر نمدے کی اور ایک موٹا تہمد دکھلایا اور فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ان دونوں مین ہوئی تھی اور حدیث شریف مین وارد ہے
کہ اللہ تعالیٰ مبتذل آدمی کو چاہتا ہے کہ جو کچھ پہنے اوسکی پروا نہ کرے اور حضرت عمرو بن
الاسود عیسی رضہ نے فرمایا کہ مین کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنونگا اور نہ کبھی رات کو کپڑا اچھا کر
سوونگا اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہونگا اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھرونگا پس حضرت
عمر رضہ نے فرمایا کہ جس شخص کو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ
عمرو بن اسود کو دیکھے اور حدیث شریف مین ہے کہ جو بندہ شہرت کا لباس پہنتا ہے خدا تعالیٰ
اوسکی طرف سے منہ پھیر لیتا ہے یہانتک کہ اوسکو بدن سے نکالے اگرچہ اوسکے نزدیک
پیارا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا مول لیا جسکی قیمت چار درم یعنی قریب
سوا روپیہ کے تھی اور آپ کا جوڑا کپڑے کا دس درم کا تھا اور ازار یعنی تہمد ساڑھے چار

ہاتھہ کا تھا اور آپ نے پاجامہ تین درم کو خرید فرمایا اور آپ دو شملے سپید اون کے پہنا کرتے تھے
اور اسکا نام حلہ تھا کیونکہ وہ دونوں ایک ہی جنس سے ہوتے تھے اور بعض اوقات آپ وہ چادرین یمانی
یا سحولی موٹی قسم کی پہنا کرتے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
کرتہ تیلی کا سا کپڑا ہوتا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا اسندس کا
زردہ لکیریں کھچا ہوا پہنا جسکی قیمت دو سو درم تھے اصحاب صرا اوسکو چھوتے تھے اور تعجب سے
کہتے تھے کہ یا رسول اللہ آپکے پاس جنت سے آیا ہے حالانکہ وہ کپڑا آپ کو اسکندریہ کے
بادشاہ مقوقس نے ہدیے کے طور پر بھیجا تھا آپنے چاہا کہ اوسکو پہنکر اعزاز و اکرام بادشاہ کا
فرماویں پھر آپنے اوسکو نکالکر ایک شخص کے پاس مشرکوں میں سے بھیجدیا جس سے صلہ رحم
کرنا منظور تھا پھر حریر۔ یا کو مردوں کے لیے حرام فرمایا گویا اول اسلیے پہنا تھا کہ
حرمت کی تاکید ہو جیسے سونے کی انگوٹھی ایک دن پہنی پھر نکال ڈالی اور اوسکا پہننا مردوں پر
حرام کردیا۔ اور جیسا کہ حضرت عائشہ رضی نے بریرہ اونکی لونڈی کے باب میں فرمایا کہ ولا کی شرط
مالک کے واسطے کرلو جب اونھوں نے شرط کرلی تو آپ منبر پر چڑھے اور اوسکو حرام کیا
اور جیسے کہ تین روز متعہ مباح فرمایا اور پھر امر نکاح کی تاکید کے لیے اوسکو حرام فرمادیا۔ اور
ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر علمدار میں نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو
فرمایا کہ اسکی طرف دیکھنے نے مجھے نماز سے مشغول کیا یہ اسکو ابو جہم کے پاس لیجاؤ اور اونکی چادر مجھے
لادو یعنی انبجانیہ کپڑا۔ مگر اونکی چادر پسند فرمائی۔ اور آپکے جوتے کا تسمہ پرانا ہو گیا تھا اوسمین
نیا تسمہ لگاکر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ وہی پرانا تسمہ اسمین لگا دو اور نیا نکال ڈالو کیونکہ
نماز میں میری نگاہ اوسپر جاتی ہے اور سونے کی انگوٹھی پہنی اور منبر پر اوسکو دیکھا تو پھینکدی
اور فرمایا کہ اسنے مجھکو تم سے روک دیا کبھی اسکو دیکھتا ہوں کبھی تمکو اور ایک بار آپنے جوتیوں کا
جوڑا نیا پہنا اور اچھا جو معلوم ہوا تو سجدہ کیا اور لوگوں سے فرمایا کہ مجھکو اسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی
میں نے اس خوف سے سجدہ کیا کہ خدای تعالیٰ مجھسے ناراض نہو پھر اوسکو نکالکر جو مسکین پہلے
دکھا اوسکے حوالہ فرمایا۔ اور سنان بن سعد سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے لیے ایک جبہ اون کا سیاہ و سفید دھاریدار بنا گیا اور اوسکا کنارہ سیاہ رکھا گیا
جب اوسکو آپنے اپنے تن مبارک سے مشرف فرمایا تو لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو تو کیا عمدہ
اور ملائم ہے ابن سعد کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکو

تجھے دیدیا لیجیے اور آپ کا دستور تھا کہ جب کوئی کچھ چیز مانگتا تو بجز اس چیز کا نام
جبہ شریف اوسکو دیدیا اور فرمایا کہ میرے واسطے ایک اور بنایا جاوے ابھی وہ دوسرا کارگاہ
تھا کہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا رضہ کے پاس تشریف لیگئے وہ اوسوقت آٹا پیستی تھین اور
اونٹ کے بالون کی چادر اوڑھے ہوے تھین جب آپ نے اونکو دیکھا تو رو پڑے اور
فرمایا کہ اے فاطمہ آسایش ہاے دوامی کیواسطے تلخی دنیا کی پی جا اس اللہ تعالی نے یہ آیت تجھ
و لسوف یعطیک ربک فترضی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ساکنین عالم بالا
نے یہ خبر دی ہے کہ بہترین میری امت کے وہ لوگ ہین جو ظاہر مین وسعت رحمت الٰہی کے
باعث ہنستے ہین اور خفیہ عذاب کے خوف سے روتے ہین اونکا بوجھ لوگون پر ہلکا ہے
اور اونکے خود کے اوپر بھاری ہے پرانے کپڑے پہنتے ہین اور راہبون کی پیروی
کرتے ہین جسم اونکے زمین مین ہین اور دل عرش برین کے پاس غرضکہ لباس کے باب مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی اور اپنی امت کو سب کو حکم اپنی پیروی کا
فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے من احبنی فلیستن بسنتی اور فرمایا علیکم بسنتی و سنة
الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے قل ان کنتم
تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضہ کو
خاصکر ارشاد فرمایا کہ اگر تو مجھسے ملنا چاہے تو اغنیا کے پاس بیٹھنے سے اجتناب کرنا اور
اپنا کپڑا بدن سے نہ نکالنا جب تک کہ اوسمین پیوند نہ لگالے اور حضرت عمر رضہ کے کرتہ
پر بارہ پیوند گنے گئے جنمین سے بعضے چمڑے کے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
اپنی خلافت مین تین درم کا کپڑا مول لیکر پہنا اور اوسکے آستینین پہونچے پر سے کاٹ ڈالین
اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ اوسنے مجھکو یہ لباس اپنے خلعت مین سے پہنایا۔ اور حضرت سفیان
ثوری وغیرہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کپڑا وہ پہننا چاہیے جس سے نہ علما کے نزدیک شہرت ہو
نہ جہان کے نزدیک حقارت اور فرماتے کہ فقیر میرے پاس کو نکلتا ہے اور مین نماز پڑھتا ہون
تو اوسکو چلا جانے دیتا ہون اور اگر کوئی دنیا دارون مین سے میرے پاس کو نکلتا ہے
اور اوسپر یہ بڑھیا لباس ہو تو مین اوس سے ناراض ہوتا ہون اور پاس کو نہین نکلنے دیتا
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رحہ کے دونون کپڑے اور

جوتیوں کی قیمت لگائی تو ایک درم اور چار دانگ کے تھے اور ابن سیرین رح فرماتے تھے
کہ میرے کپڑوں میں سے بہتر وہ ہیں جو میری خدمت کریں اور برے کپڑے وہ ہیں جنکی
میں خدمت کروں - اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ کپڑے ایسے پہننے چاہییں جنسے اپنا
بازاریوں میں ملجاوے ایسے نہ پہنے جنسے شہرت ہو اور لوگوں کی نظر پڑے - اور حضرت
ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ کپڑے تین ہیں ایک کپڑا خدا کیواسطے ہے جس سے کہ برہنگی
چھپ جاوے اور ایک کپڑا نفس کے واسطے ہے جسکی نرمی مطلوب ہوتی ہے اور ایک لوگوں
کیواسطے ہے جسکا حسن اور عمدگی منظور ہوتا ہے - اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جسکا کپڑا
پتلا ہوتا ہے اوسکا دین بھی پتلا ہوتا ہے - اور علما تابعین کے سب کپڑوں کی قیمت
بیس درم سے لیکر تیس درم تک ہوتی تھی - اور خواص رح دو کپڑوں سے زیادہ نہ پہنتے تھے ایک
کرتا اور اوسکے نیچے تہمد اور کبھی اپنا کرتہ پلٹ کر اوسکا دامن سر پر ڈال لیتے تھے اور بعض اکابر
فرماتے ہیں کہ اول زہد لباس کا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ اَلبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیمَانِ
یعنی کپڑوں کا پرانا ہو جانا تواضع کی سی صورت میں ہونا ایمان میں سے ہے - اور ایک حدیث میں
ہے کہ جو شخص باوجود قدرت کے خدا کے لیے انکسار اور اوسکی مرضی کی خواہش کیواسطے
خوبصورتی کا کپڑا چھوڑ دے اللہ تعالی پر ضروری ہے کہ اوسکے لیے جنت کے جامے یاقوت کی
جامہ دانیوں میں جمع رکھے - اور اللہ تعالے نے اپنے بعض انبیا کیطرف وحی بھیجی کہ میرے اولیا
کو کہدو کہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنو اور جس راہ کو میرے دشمن آتے ہیں اوس راہ میں داخل نہ ہو
میرے دشمنوں کیطرح وہ بھی میرے دشمن ہو جاوینگے - اور رافع بن خدیج رض نے بشیر بن مروان
کو کوفہ کے منبر پر باریک کپڑے پہنے وعظ کہتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اپنے سردار کو دیکھو
کہ لوگوں کو وعظ سناتا ہے اور اوسکے بدن پر کپڑے فاسقوں کے سے ہیں اور عبد اللہ بن عامر لباس
فاخرہ پہنے حضرت ابوذر غفاری رض کی خدمت میں حاضر ہوا اور زہد میں گفتگو کرنے لگا حضرت ابوذر رض
نے اپنی ہتھیلی منہ پر رکھکر سیٹی بجائی ابن عامر غصہ ہوا اور شکایت اونکی حضرت ابن عمر رض سے کی
اونھوں نے فرمایا کہ یہ تمنے خود بیجا کیا کہ یہ لباس پہنکر اونکے سامنے زہد میں گفتگو کرنے لگا - اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ائمہ ہدی سے عہد لیا ہے کہ لوگوں
کے حالوں میں سے ادنی سی حالت میں رہا کریں تاکہ تونگر اونکا اتباع کریں اور فقر کے باعث
فقیر کی حقارت نہو - اور جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ آپ

ایسا موٹا لباس کیون پہنتے ہین تو فرمایا کہ یہ لباس تواضع کے قریب ہے اور اس بات کو شایان کہ مسلمان اسکی اقتدا کرین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنعم یعنی آرام طلبی سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ کچھ اللہ کے بندے ایسے ہین جو تنعم نہین کرتے - اور فضالہ بن عبید جب والی مصر تھے تو کسی نے اونکو بال بکھرے پابرہنہ دیکھکر کہا کہ آپ سردار ہوکر ایسا کرتے ہین اونھون نے فرمایا کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام طلبی سے منع فرمایا اور اس بات کا حکم کیا کہ کبھی ننگے پانون بھی پھرا کرین - اور حضرت علی رض نے حضرت عمر سے فرمایا کہ اگر آپ کو اپنے دونون ساتھیون کے ساتھ ملنا منظور ہو تو کرتے مین پیوند لگائیے اور تہمد کو سر نگون رکھیے اور جوتی گٹھی ہوئی پہنیے اور شکم سیری سے کم کھائیے - اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ پرانا موٹا کپڑا پہنا کرو اور لباس عجم یعنی ایران و روم کے بادشاہون کے لباس سے اجتناب کرو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جو شخص کسی قوم کا سا لباس پہنے وہ اونھین مین سے ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میری امت کے برے لوگ وہ ہین جو دولت مین پلے رنگا رنگ کے کھانے اور کپڑے تلاش کرتے ہین اور گفتگو مین فصاحت ظاہر کرتے ہین - اور فرمایا کہ ایماندار کی ازار نصف ساق تک ہوتی ہے اور اوس سے لیکر ٹخنون تک بھی کچھ گناہ نہین اور جو اوس سے نیچے ہو تو دوزخ مین ہے اور اللہ تعالے نہین دیکھے گا قیامت کے دن اوس شخص کیطرف جو اپنی ازار شیخی سے لٹکا دے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح سے یہ حدیث مروی ہے کہ میری امت مین بال نہین پہنے گا مگر ریاکار یا احمق - اور اوزاعی رح فرماتے ہین کہ سفر مین اون کا لباس سنت ہے اور حضر مین بدعت اور محمد بن واسع رح حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے اونھون نے پوچھا کہ اون کے کرتے کی تمکو کیا ضرورت ہوئی وہ چپکے ہو رہے اونھون نے کہا کہ مین تم سے کہتا ہون جواب نہین دیتے محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہون کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منہ سے میان مٹھو بننا ہے اور مفلسی کے باعث کہون تو خدا تعالی کی شکایت ہوگی یہ دونون باتین مجھے ناپسند ہین - اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تو حکم کیا کہ اپنی برہنگی زمین سے پوشیدہ رکھو اور آپ کا دستور تھا کہ ہر چیز مین سے ایک لیتے تھے مگر پاجامے دو بناتے تھے اور جب ایک کو دھوتے تھے دوسرا پہن لیتے تھے تاکہ کوئی ایسا وقت نہ گذرے کہ آپ کی عورت کھلی ہو - اور کسی نے حضرت سلمان فارسی رض سے



کہا کہ آپ عمدہ کپڑا کیون نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت مگر
جسدن آزاد ہوجاویگا تو اوسکو خدا ایسے کپڑے ملینگے کہ کبھی پرانے نہونگے - اور حضرت عمر
بن عبدالعزیز رح کے حال مین لکھا ہے کہ اونکے پاس ایک جبہ اور ایک چادر بالون کی تھی
جسکو تہجد کی نماز کے واسطے اوٹھتے تھے پہنکر نماز پڑھا کرتے تھے - اور حضرت
حسن بصری رح نے فرقد سنجی رح سے کہا کہ تم یہ جانتے ہوگے کہ تمکو کلیم پوشی کی جہت سے
لوگون پر فضیلت ہے مجھکو یہ خبر پہونچی ہے کہ اکثر دوزخی کملی والے ہونگے نفاق کی
جہت سے - اور یحیی بن معین رح فرماتے ہین کہ مین نے ابو معاویہ اسود کو دیکھا کہ وہ گھورہ پر سے
چیتھڑے اوٹھاتے تھے اور اونکو دھوکر اور سیکر پہنتے تھے مین نے اون سے کہا کہ
تم اس سے بہتر پہنا کرو اونھون نے فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہے جو مصیبت فقیرون کو
دنیا مین پہونچتی ہے اللہ تعالی اوسکا تدارک جنت مین کردیگا یحیی بن معین اونکے اس
قول کو بیان کرکے رویا کرتے - تیسری ضرورت رہنے کی جگہ ہے اسمین زہد کرنے کے
تین درجات ہین سب سے عمدہ یہ ہے کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے تلاش نکرے بلکہ
صرف مسجدون کے گوشون پر قناعت کرے جیسے اصحاب صفہ رض تھے اور اوسطا یہ ہے
کہ کوئی جگہ خاص اپنے واسطے کرلے مثل چھپر اور بنگلہ و جھونس وغیرہ کے اور سب سے
پست درجہ یہ ہے کہ اپنے واسطے خاص کوئی کوٹھری مول کر یا کرایہ کو تلاش کرے -
پس اگر وسعت مسکن کی مقدار حاجت کے موافق ہی ہو زیادہ نہو اور اوسمین زینت بھی نہو
تو اسقدر مسکن کے ہونے سے پچھلے درجات سے زہد کے نہ نکلیگا - اور اگر مکان پختہ
چونہ گچ کیا ہوا خوب واسع چھہ ہاتھ سے اونچی چھت کا تلاش کریگا تو بالکل زہد کی حد سے
خارج ہوجاویگا سکونت کے باب مین زاہد نرہیگا - اب جاننا چاہیے کہ جنس مکان مختلف
ہوسکتا ہے یعنی یا گھاس کا ہو مٹی یا گارے کا یا اینٹ کا اور اوسکی وسعت کی مقدار
بھی جدا ہوسکتی ہے اور اوقات کے لحاظ سے بھی اوسمین اختلاف اوسکی ملکیت کا
ہوسکتا ہے مثلاً اپنی ملک ہو یا کرایہ لیا ہو یا عاریت کا ہو تو ہر ایک مین ملکیت کا اعتبار
جداگانہ ہوتا ہے بہرحال زہد کو ان سب اقسام مین دخل ہے اور حاصل یہ ہے کہ جو چیز
ضرورت کے لیے مطلوب ہو اوسکا حد ضرورت سے تجاوز کرنا نچاہیے دنیا مین سے
مقدار ضرورت دین کا آلہ اور وسیلہ ہوتا ہے اور جسقدر متجاوز ہوتی ہے اوسیقدر

دنیا کے منافع ہے اور غرض رہنے کی مکان سے مینہ اور دہوپ سے کا بچانا اور لوگون کی نظر و
اپنا کا بچانا ہے اور جسقدر یہ بات ممکن ہے وہ معلوم ہے زیادہ اوس سے فضول ہے
اور فضول بہت پھیلتا ہے اور جو فضولون کا طالب ہوا تو اوسی سے وہ یقیناً بہت بعید ہے
اور کہتے ہین کہ اول بلا الٰہی جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوئی تو کپڑون
کی عمدہ سلائی اور چونہ اینٹ کی پختہ عمارت سے پہلے سلائی بڑے بڑے ٹانکے ہوتے
تھے اور مکان نرکل وغیرہ کے بناتے تھے اور حدیث شریف مین ہے کہ لوگون پر ایک وقت
ایسا آویگا کہ اپنے کپڑون کو یمن کی چادرون کیطرح منقش کرینگے — اور حضرت عباس رضہ نے
ایک بالاخانہ کو اونچا کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو حکم کیا کہ گرادین — اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچے گنبد پر گذرے پوچھا کہ یہ کسکا ہے لوگون نے عرض کیا
کہ فلان شخص کا جب وہ شخص آپکی خدمت مین حاضر ہوا تو آپ نے اوسکی طرف سے منہ پھیر لیا
اور پھر پیشتر کیطرح کبھی اوسکی طرف مخاطب نہوے اوس شخص نے لوگون سے حال آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی کا پوچھا اونھون نے بیان کردیا اوسنے جاکر اوس گنبد کو گرادیا جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ وہان گذرے تو اوسکو نہ دیکھا اور معلوم ہوا کہ اوس شخص نے
اوسکو ڈھادیا تو آپ نے اوسکے لیے دعاے خیر کی — اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات شریف تک نہ کوئی اینٹ اینٹ پر رکھی نہ کڑی پر کڑی یعنی
کسی قسم کا مکان نہین بنوایا اور ایک حدیث مین مروی ہے کہ جب اللہ کسی بندے کی
برائی چاہتا ہے تو اوسکا مال گارے اور پانی مین تلف کرتا ہے — اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضہ
فرماتے ہین کہ ہم ایک چھپر کی مرمت کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کو
تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو ہم نے عرض کیا کہ ہمارا چھپر ٹوٹ گیا ہے اوسکو درست
کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین اس سے جلد امر کو دیکھتا ہون — اور حضرت نوح علیہ السلام نے
ایک نے کا گھر بنایا اور کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ پختہ مکان بنوالین تو بہتر ہو آپ نے
فرمایا کہ مرنے والے کیواسطے یہی بہت ہے اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین کہ ہم صفوان
بن محیریز کی خدمت مین گئے وہ ایک نرکل کے مکان مین تھے جو جھکا ہوا تھا کسی نے اون سے
کہا کہ اگر آپ اسکو درست کرالین تو بہتر ہے اونھون نے فرمایا کہ بہت سے آدمی آئے اور
مر چکے ہین اور یہ بدستور موجود ہے — اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا

من بنی فوق ما یکفیہ کلف ان یحملہ یوم القیامۃ اور ایک حدیث میں ہے کہ ہر خرچ پر آدمی کو ثواب ملتا ہے مگر جو پانی او رگارے میں خرچ ہوا و سپر ثواب نہیں ہوتا۔ اور اس آیت کی تفسیر میں تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا مفسرین فرماتے ہیں کہ مراد ریاست اور اونچے مکان ہونے سے ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ کل بناء وبال علی صاحبہ یوم القیامۃ الا ما اکن من حر و برد اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت اپنے مکان کی تنگی کی کی آپ نے فرمایا اتسع فی السماء یعنی جنت میں مکان واسع طلب کرنا چاہیے۔ اور حضرت عمر رض نے شام کو تشریف لیجاتے ہوئے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ کا بنا تھا آپ نے اللہ اکبر کہکر فرمایا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت میں ایسے شخص ہونگے جو ہامان کی سی عمارت بناوینگے یعنی فرعون نے جو ہامان کو حکم دیا تھا کہ اوقد لی یا ہامان علی الطین اس سے غرض پختہ عمارت کی تھی۔ اور کہتے ہین کہ اول جس شخص کے لیے عمارت چونے اینٹ کی ہوئی وہ فرعون تھا اور جسنے اول بنایا وہ ہامان تھا پھر انکین کا اتباع او سلاطین نے کیا اور یہ سب طمع اور زینت ہے۔ اور بعض اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر مین دیکھی اور فرمایا کہ مین نے اس مسجد کو شاخ خرما کی بنی دیکھی ہے پھر کچے لدے کی پھر اب اینٹ کی بنی دیکھی جنھون نے اول بنائی تھی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگون سے اچھے تھے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے تھے کہ اپنا مکان عمر بھر مین کئی کئی بار بناتے تھے اسلیے کہ وہ مکان بہت کم زور ہوتا تھا اور وہ خود امل کوتاہ رکھتے تھے اور مکان کے باب مین زاہد تھے۔ اور بعض کا دستور یہ تھا کہ جب حج یا جہاد کو تشریف لیجاتے تو اپنا مکان گرا جاتے یا ہمسایہ کو دیجاتے جب وہان سے پھر کر آتے تو اور بنا لیتے اور اونکے مکان گھاس اور چمڑے کے ہوا کرتے تھے جیسے عرب کے لوگ یمن مین اب تک اسی کے عادی ہین اور بلندی اونکے مکانات کی قد آدم اور ایک بالشت ہوتی تھی۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات مین جاتا تھا تو اپنا ہاتھ چھت مین لگا دیتا تھا۔ اور عمرو بن دینار رح کہتے ہین کہ جب کوئی شخص عمارت چھہ ہاتھ سے اونچی بناتا ہے تو ایک فرشتہ اوسکو پکارتا ہے کہ اے بدکارون کے بدکار کہان تک اونچا کریگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے منع فرمایا

عمارت کے دیکھنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ ارشاد کی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے تو یہ ایسے کیون بنتے
پس جو کوئی تاکتا ہے تو بنانے والے کو گویا مدد کرتا ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین
کہ مجھے اوس شخص پر تعجب نہین کہ اوسنے عمارت بنائی اور چھوڑ گیا مجھے تعجب اوس سے ہے
جو اوس عمارت کو دیکھکر عبرت نہین پکڑتا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک
قوم ایسی آویگی جو مٹی کو اونچا کرینگے اور دین کو پست اور زردون گھوڑون کو کام مین لاوینگے
نماز تمھاری ہی قبلہ کیطرف کو پڑھینگے مگر تمھارے دین کے سوا پر مرینگے چوتھی ضرورت
اسباب خانہ ہے اسمین بھی زہد کے بہت سے درجے ہین سب مین اعلی حضرت عیسی علیہ السلام کا
حال ہے کہ آپ اپنے ساتھ ایک کنگھی اور ایک کوزہ رکھتے تھے پس ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی
اونگلیون سے ڈاڑھی مین کنگھی کرتا ہے آپنے کنگھی پھینکدی اور دوسرے شخص کو دیکھا کہ
وہ نہر مین سے پانی پی رہا ہے آپنے کوزے کی بھی حاجت نہ سمجھی اوسکو بھی پھینکدیا اسیطرح
سب اسباب کو سمجھنا چاہیے کیونکہ ہر ایک چیز کسی مقصود کے لیے مطلوب ہوتی ہے جب اوس سے
کوئی حاجت نہو تو دونون جہان مین آدمی پر وبال ہے اور جس چیز سے استغنا نہو اوسمین سے
کمتر درجے کی چیز پر اکتفا کرے مثلاً جس بات کے لیے مٹی کا برتن کافی ہو اوسمین اوسی پر اکتفا
کرے اور اسبات کی پروا نکرے کہ اوس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہوا ہے بشرطیکہ مقصود اوس سے
بھی حاصل ہو سکتا ہو۔ اور اوسط درجہ یہ ہے کہ آدمی کے پاس اسباب بقدر حاجت ثابت ہو
مگر ایک چیز سے بہت سے کام لے مثلاً اگر پیالہ ہو تو اوسی مین کھالیوے اوسیمین پانی پی لے
اوسیمین اپنی چیز رکھہ لے۔ بزرگان سلف ایک برتن کو کئی مطالب مین استعمال کرنا تحقیق کی
نظر سے اچھا جانتے تھے اور زیادہ یہ ہے کہ ہر مطلب کیواسطے ایک چیز ادنی جنس کی رکھتا ہو
پس اگر گنتی مین چیز زیادہ ہوگی یا نفیس ہوگی تو زہد کے کسی درجے مین نرہیگا اور طلب فضول کیطرف
مائل ہوگا اور اس باب مین بھی سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض کی
مدنظر رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا گدا تھا جسکے اندر خرما کے پیڑ کا پوست بھرا تھا اور حضرت
فضیل رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا یا دوہرا کمل ہوتا تھا یا چمڑے کا گدا
جسمین خرما کا پوست بھرا ہوا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت عمر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مبارک مین حاضر ہوے آپ اوسوقت ایک چارپائی پر جو خرما کے پوست کے بانون سے

بنی ہوئی تھی لیٹے تھے جب اوٹھکر بیٹھے تو حضرت عمر رض نے آپ کی پہلوے مبارک پر
نشان بانوں کے دیکھے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا
کہ اے خطاب کے بیٹے کیا بات ہے جو روتے ہو عرض کیا کہ میں نے فارس اور روم کے بادشاہوں کو
خیال کیا کہ اونکے پاس کیا کچھ مال ہے اور آپکو خیال کیا کہ آپ اللہ کے حبیب اور اوسکے
برگزیدہ ہیں آپ اس موٹے بانوں کی چارپائی پر لیٹتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تمکو یہ بات پسند
نہیں کہ اونکے لیے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ کیوں نہیں
آپ نے فرمایا کہ یہ یون ہی ہے - اور ایک شخص حضرت ابوذر رض کے گھر گیا اور ہر طرف
دیکھنے لگا پھر عرض کیا کہ اے ابوذر آپ کے مکان میں کچھ سامان وغیرہ نہیں نظر آتا آپ نے فرمایا
کہ ہمارا ایک اور مکان ہے اچھی چیز ہم وہاں بھیجدیتے ہیں اوسنے عرض کیا کہ جب تک آپ
اس مکان میں رہیں جب تک کچھ اسباب یہان بھی چاہیے آپ نے فرمایا کہ گھر کا مالک ہمکو
اسمین رہنے نہیں دیگا - اور جب حضرت عمیر بن سعد جو امیر حمص تھے حضرت عمر رض کی خدمت میں
حاضر ہوئے آپنے پوچھا کہ تیرے پاس دنیا سے کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے
جسپر میں تکیہ کرتا ہوں اور اگر سانپ وغیرہ ملجائے تو مارڈالتا ہوں اور ایک توشہ دان ساتھ ہے
جسمیں کھانا رہتا ہے اور ایک پیالہ ہے جسمیں کھاتا ہوں اور سر دھوتا ہوں اور ایک لوٹا ہے
جسمیں پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہوں اسکے سوا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ اسمین کی
تابع ہیں آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اللہ تعالی تجھپر رحم کرے - اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رض کے پاس جانے کا قصد کیا اونکے
گھر کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا اور اونکے ہاتھوں میں دو چاندی کے کنگن دیکھے آپ ویسے ہی
پھر گئے اوسوقت حضرت ابو رافع رض حضرت فاطمہ رض کے پاس گئے آپ رو رہی تھیں
اونسے حال حضرت کے واپس تشریف لیجانے کا بیان کیا اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کیخدمت میں حاضر ہو کر سبب واپس تشریف لانے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ پردہ اور
کنگنون کی جہت سے چلا آیا حضرت فاطمہ رض نے وہ دونوں کنگن حضرت بلال رض کے ہاتھ
آپکی خدمت میں بھیجدیے کہ میں نے اونکو خدا کی راہ میں صدقہ کیا آپ جہان مناسب ہو وہان
خرچ کیجیے آپ نے فرمایا کہ انکو فروخت کرو اور انکی قیمت ارباب صفہ کو دیدو حضرت بلال رض نے
ڈھائی درہم کو فروخت کیا اور اصحاب صفہ کو بانٹ دیا تب آپ حضرت فاطمہ رض کے پاس گئے

اور ارشاد فرمایا کہ جان پدر تو نے خوب کیا۔ اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رض کے مکان پر ایک پردہ دیکھا اوسکو آپ نے اوتھا ڈالا اور فرمایا کہ جب مین اسے دیکھتا ہون دنیا یاد آتی ہے اسکو فلان شخص کے پاس بھیجدو۔ اور ایک رات حضرت عائشہ رض نے آپ کے لیے نیا فرش بچھایا اور پیشتر آپ دوہرے کمل پر استراحت فرمایا کرتے تھے اوس رات صبح تک کروٹین لیتے رہے جب صبح ہوئی تو حضرت عائشہ رض سے ارشاد فرمایا کہ اس بستر کو علیحدہ کردو اور میرا وہی کمل بچھا دو اسنے تمام رات مجھے سونے نہین دیا۔ اسیطرح آپ کے پاس پانچ یا چھ درم رات کو آئے تو آپ نے بانٹنے نہ دیے مگر رات بھر جاگتے رہے یہان تک کہ آخر شب مین اونکو تقسیم فرمایا حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ اوسوقت آپ کو نیند آئی حتی کہ مین نے آپکے خراٹے کی آواز سنی پھر فرمایا کہ اگر یہ درم میرے پاس رہجاتے اور میری وفات ہوجاتی تو میرا گمان اپنے پروردگار پر کیا ہوتا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے ستر نیک بندے ایسے دیکھے ہین کہ اونکے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا اونمین سے کسینے زمین پر کوئی کپڑا نہین بچھایا جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگا کر کپڑا اوپر ڈھانک لیا پانچوین ضرورت نکاح ہے اس باب مین کچھ لوگ کہتے ہین کہ اصل نکاح اور کثرت نکاح مین زہد کے کچھ معنی نہین اور یہی قول حضرت سہیل تستری رح کا ہے وہ فرماتے ہین کہ جب سید الزاہدین صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتین بسیار تہین تو ہم اونمین زہد کیسے کرسکتے ہین اور اسی قول پر اونکی موافقت ابن عیینہ رح نے کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ رض مین سے زاہدتر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اونکی چار بیبیان اور کچھ اوپر دس لونڈیان تھین۔ اور صحیح اس باب مین قول حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا ہے کہ فرماتے ہین کہ جو چیز اللہ تعالی سے روکے خواہ بی بی ہو یا مال یا اولاد وہ آدمی کے لیے نحوست ہے اور عورت کبھی خدای تعالی سے روکا کرتی ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ بعض احوال مین مجرد رہنا افضل ہے جیسا کہ باب النکاح مین بیان ہوا تو اس صورت مین نکاح نکرنا فضل ہوا ہی اور جس جگہ زور شہوت کے دفع کے لیے نکاح افضل ہے تو ایسا نکاح واجب ہے اوسکا ترک کرنا زہد مین کیسے ہوسکتا ہے ہان اگر نکاح کرنے سے کوئی آفت نہوتی ہو نکرنے سے کچھ [illegible] ہو مگر ترک اسلیے کرے کہ دل کا میل عورتون کیطرف نہوجاوے اور ایسا مانوس نہو جس سے انس الہی مین خلل پڑے تو البتہ چھوڑنا نکاح کا زہد مین سے ہے پس اگر یہ معلوم ہو کہ عورت خدا تعالی سے نہ روکے گی مگر ترک نکاح صرف لذت نظر اور ہم بستری اور مباشرت سے بچنے کے لیے ہو

تو یہ بہت بہتر ہے اس واسطے کہ مقصود نکاح اولاد ہے جو بقاء نسل اور امت محمدی کے بڑھانے
میں موجب ثواب ہے اور جو لذت کہ انسان کو ایسی چیز میں حاصل ہو جو وجود میں ضروریات سے
وہ اگر مقصود بالذات ہو تو کچھ مضر نہیں کرتی اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی روٹی کھانی اور پانی
پینا اس وجہ سے چھوڑ دے کہ کھانے اور پینے کی لذت سے بچا رہیگا تو یہ زہد میں خلل ہے
اس واسطے کہ اوس میں اپنے بدن کا ہلاک کرنا ہے ایسا ہی ترک نکاح میں بھی نسل کو کاٹ ڈالنا ہے
تو صرف لذت کے بچاؤ کی جہت سے نکاح کا چھوڑنا نہ چاہیے جب تک کہ کسی اور آفت کا خوف
اور یہی مراد حضرت سہیل تستری کی ہے اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کی تھی
اور جب یہ امر ثابت ہوا تو جس شخص کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سا ہو اس طرح پر کہ کثرت
عورتوں کی مانع شغل قلبی نہ ہو اور نہ دل کو اون کے صلاح اور خرچ میں لگائے رکھے تو ایسا شخص اگر
صرف لذت صحبت سے بچنے کے لیے نکاح نکرے تو اوسکا زہد کسی کام کا نہیں مگر یہ بات
انبیا اور اولیا کے دوسرے کو کہاں میسر ہے اب اکثر لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ عورتوں کی
کثرت اونکے دل کو مصروف کر دیتی ہے تو اس وقت میں یہی مناسب ہے کہ سرے سے نکاح ہی
نکرے اور اگر خوف دل کے مشغول ہونے کا ہو لیکن یہ خوف ہو کہ ایک سے زیادہ ہونگی یا خوبصورت
ہونگی تو دل نہیں ہٹیگا اور اوسکی طرف ہو رہیگا تو چاہیے کہ ایک عورت سے نکاح کرے جو
خوبصورت ہو اور اپنے دل کی رعایت اسمیں ضرور کرے۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ
فرماتے ہیں کہ عورتوں میں زہد یہ ہے کہ جو عورت حقیر ہو یا یتیم اوسکو خوبصورت اور ترتیب یافتہ پر
ترجیح دے اور اوسی سے نکاح کرے۔ اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں مرید مبتدی کو یہ
پسند کرتا ہوں کہ اپنا دل تین چیزوں میں نہ لگائے ورنہ اوسکا حال بدل جاویگا اول کسب
کرنا دوم طلب حدیث سوم نکاح کرنا۔ اور فرمایا کہ صوفی کے لیے میں پسند کرتا ہوں کہ کچھ
نہ پڑھے اسلیے کہ اس سے ہمت بٹتی ہے غرضکہ جب معلوم ہوا کہ نکاح کی لذت مثل غذا کے
لذت کے ہے تو ثابت ہوا کہ ان دونوں لذتوں میں سے جونسی خدا سے روکنے والی
ہوگی وہ ممنوع اور بری رہے۔ چھٹی ضرورت وہ ہے جو وسیلہ ان پانچوں ضروریات کے
حاصل کرنے کا ہو اور وہ مال و جاہ ہے۔ جاہ کے تو معنی یہ ہیں کہ دلوں کا مالک ہونا
اس طرح کہ اونکے اندر ایسی جگہ ڈھونڈھنی تاکہ اوسکے ذریعہ سے لوگ اغراض اور اعمال میں
کام آویں اور سمجھیں کہ سب اپنے کام خود نہیں کرسکتا اور دوسرے کی خدمت کا محتاج ہے

تو ضرور ہی کہ اوسکا کچھہ جاہ خادم کے دل مین ہونا چاہیے اسلیے کہ اگر خدمتگذار کے دل مین
اوسکی قدر و منزلت نہوگی تو وہ خدمت کیون کریگا اور اسی قدر و منزلت کا دل مین ہونا جاہ
کہلاتا ہے اور اسکا آغاز تو نزدیک ہی ہے مگر انجام کو نوبت ایسے گڈھے کی پہونچا دیتا ہے
جسکی کچھہ تھاہ نہین اور کاجل کی کوٹھری مین گھسنے سے عجب نہین کہ داغ لگ جاوے
اب جاننا چاہیے کہ لوگون کے دلون مین جگہ کرنی یا تو کسی نفع کے حاصل کرنے کے لیے
ہوتی ہے یا ضرر کے دفع کرنے کے لیے یا کسی ظلم سے چھوٹنے کے لیے پس مال کے
ہوتے ہوے تو نفع کی کچھہ ضرورت نہین اسلیے کہ اجرت پر جو شخص خدمت کرتا ہے وہ خدمت
کریگا اگرچہ آقا کی قدر و منزلت اوسکے دل مین نہو ہان جو شخص بے اجرت خدمت کرتا ہو اوسکے
دل مین جگہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور دفع ضرر کے لیے حاجت جاہ کی ایسے شہر مین ہے
کہ جہان عمل خوب نہو یا ایسے ہمسایون مین رہتا ہو کہ وہ اوسکو ستاتے ہون اور یہ اونکے شر
دفع نہ کرسکتا ہو بجز اسکے کہ اونکے دلون مین جگہ ہوجاوے یا بادشاہ کے نزدیک کچھہ رتبہ
ہوجاوے اور اسطرح کے جاہ مین مقدار ضرورت کی کچھہ معین نہین خصوصاً جب کہ اسمین خوف اور
سوء ظن انجام کا ملا ہوا ہو اور طلب جاہ مین چلنے والا طریق ہلاک کا سالک ہے بلکہ زاہد کو شایان
یہی ہے کہ دلون مین ہرگز جگہ کا طالب نہو اسلیے کہ اوسکا عبادت اور دین مین لگا رہنا
دلون مین وہ جگہ کردیگا کہ جس سے اوسکو ایذا نہ پہونچے گو کافرون ہی مین رہتا ہو مسلمانون
تو بطریق اولی ایذا نہوگی باقی رہے توہمات اور خیالات مفروضہ جنسے آدمی زیادتی جاہ کا
خواہان ہوتا ہے بنسبت اوس مقدار کے کہ خود بخود حاصل ہوگیا ہو تو اسطرح کے احتمالات
جھوٹے وہم ہین کیونکہ جو شخص طالب جاہ کا ہوگا وہ بھی تو بعض احوال مین ایذا سے نہین بچیگا
پس علاج اوسکا صبر اور بردباری سے کرنا اسکی نسبت بہتر ہے کہ طلب جاہ سے کیا جاوے
حاصل یہ کہ دلون مین جگہ کرنے کی طلب کے لیے ہرگز اجازت نہین تھوڑی مقدار اسمین سے
بہت کی مقتضی ہوتی ہے اور اوسکی عادت شراب کی عادت سے بھی سخت تر ہے تو اوسکے
تھوڑے اور بہت سے سب سے بچنا چاہیے۔ اور مال زندگی کے لیے ضروری ہے مگر تھوڑا سا
مال کافی ہے پس اگر کوئی شخص پیشہ ور ہو تو جب ایک دن کی حاجت کے موافق حاصل کرلے
تو چاہیے کہ پھر کام نکرے۔ بعض اکابر کا دستور تھا کہ جب وجہہ یعنی مقدار پانچ چھہ آنہ کو
کما لیتے تھے تو پھر اپنا کام بڑھا کر اوٹھ کھڑے ہوتے تھے یہ شرط زہد کی ہے پس اگر کوئی

تجاوز کیا اور اس قدر پر نوبت پہونچی جو برس روز تک زیادہ کے لیے کافی ہو تو وہ ضعیف
زاہدوں میں رہیگا قوی میں اور اگر اوسکے پاس کوئی زمین ہو اور اوسکو توکل پر بھروسا
یقین ہو اور اوس قطعہ میں سے آسمار کچھ چھوڑے جسکی پیداوار سال بھر کو کافی ہو تو اس سے
زہد کی حد سے خارج نہوگا بشرطیکہ جو کچھ سال کے خرچ کافی سے بچے اوسکو صدقہ کردے
مگر ایسا شخص ضعیف زاہدوں میں سے ہے - اور اگر زمین سے توکل کی شرط ہو جیسے حضرت
اویس قرنی رحمۃ کی ہے تو یہ شخص اعلیٰ ہیں - اور یہ جو ہم کہتے ہین کہ کوئی شخص کام کرنے
سے زاہدوں کی حد سے نکلجاویگا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ جو کچھ قیامت مین عمدہ مقامات
کا وعدہ زاہدین کو ہے اوسکو ملیگا ورنہ زہد کا نام اوس سے بلحاظ اوس چیز مقبول کی جسکو
زہد کیا ہے نجائیگا اور تنہا آدمی کا معاملہ اس باب مین بہ نسبت عیالدار کے خفیف تر ہے -
اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ فرماتے ہیں کہ آدمی کو نہین چاہیے کہ اپنے گھر والوں سے
زہد کرائے بلکہ چاہیے کہ اونکو زہد کے لیے کہے اگر مانین فبہا ورنہ اونکو چھوڑدے اپنے آپ
جو چاہے کرے یعنی شرط یہ کی راہ پر اوسی پر خاص ہے عیال پر اوسکے ویسے لازم نہین کہ
تنگی کرے ہاں اوسکو نچاہیے کہ ایسی بات اونکی مانے جو اسکو حد اعتدال سے نکالدے - اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت فاطمہ زہرا رضہ کے گھر سے پردہ اور دو کنگن دیکھکر
پھر گئے تھے اوس سے یہ امر سیکھنا چاہیے کیونکہ وہ زینت ہی تھی حاجت کی چیز نہ تھی
مگر جو باتین کہ آدمی اونکی طرف جاہ و مال سے مضطر ہوتا ہے وہ ممنوع نہین بلکہ زائد از حاجت
سم قاتل ہے اور جو کافی بقدر ضرورت ہے وہ دوا نافع ہے اور اوسکے درمیان درجات
متشابہ ہین پس جو درجہ زیادتی سے قریب ہے گو سم قاتل نہو مگر مضر ہے اور جو ضرورت سے
قریب ہے اگرچہ دوائی نافع نہین لیکن اوسکا ضرر کم ہے اور زہر کا پینا حرام ہے اور دوا کا پینا
فرض اور ان دونوں کے درمیان کا حکم مشتبہ ہے جو احتیاط کریگا وہ اپنے واسطے کریگا اور
جو سستی کریگا وہ اپنے لیے کریگا اور جو شخص اپنے دین کی صفائی مد نظر رکھکر شبہہ کی چیز کو
چھوڑکر یقین اختیار کریگا اور اپنے نفس کو ضرورت کی تنگی پر روک رکھیگا تو وہ محتاط اور فرقہ
ناجیہ مین سے ہے - اور جو شخص قدر ضرورت پر اکتفا کرتا ہو اوسکو دنیادار کہنا جائز نہیں
بلکہ اس قدر دنیا کا ہونا تو عین دین ہے اسلیے کہ دین کی شرط ہے اور شرط منجملہ مشروط کی
ہے سمجھی جاتی ہے اور اس امر کی تائید پر وہ روایت بھی دال ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے حال مین منقول ہے کہ آپ کو ایکبار کچھہ حاجت پیش ہوئی آپ اپنے ایک دوست کے پاس تشریف لیگئے تاکہ اوس سے کچھہ قرض لین مگر اوسنے قرض نہ دیا آپ نہایت مغموم پہنچے اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ اگر اپنے خلیل سے یعنی خدا ہی تعالی سے مانگتے تو تمکو ضرورت عرض کیا کہ الہی مجھے معلوم تھا کہ تجکو دنیا ناپسند ہے اسلیے اوسمین سے مانگتے ہوئے ڈر معلوم ہوا حکم ہوا کہ حاجت یعنی مقدار ضرورت دنیا مین سے نہین انتہی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدار ضرورت داخل دین ہے اور جو اوسکے سوا ہو وہ آخرت مین وبال ہے اور دنیا مین بھی وبال ہے جو شخص کہ اغنیا کا حال دیکھتا ہے کہ کس قدر محنت و تردد مال کے حاصل کرنے اور اوسکے جوڑنے اور حفاظت کرنے اور ذلت اوٹھانے مین پڑتی ہے وہ جانتا ہے کہ مال کا دنیا مین وبال ہونا درست بات ہے۔ نہایت درجہ فلاح کا مال سے یہ ہے کہ وہ مالدار کے وارثون کو پہونچے اور وہ اوسکو کھاوین مگر وہ بعض اوقات مورث کے دشمن ہو کر دین اور کبھی اوس مال کو گناہ مین صرف کیا کرتے ہین تو گویا مورث ہی اونکا مددگار اس گناہ پر ہوا مال دنیا کا جمع کرنے والا اور شہوات کا طالب ایسا ہے جیسے ریشم کا کیڑا کہ اول اپنے اوپر ریشم بنتا جاتا ہے پھر اوسمین سے نکلنا چاہتا ہے مگر بچاو کی صورت نہین پاتا وہان ہی مرجاتا ہے اور باعث اپنی موت کا آپ ہی ہوتا ہے خود کردہ را چہ علاج اسیطرح جو شخص شہوات دنیا کا تابع ہوتا ہے وہ اپنے دل پر زنجیرین جکڑتا ہے اور جتنی شہوات ہین مال اور جاہ اور زن اور فرزند اور اعدا کو برا کہنا اور دوستون سے ریا کرنا وغیرہ یہ سب جدا جدا بیڑیان ہین کہ دل پر پڑتی جاتی ہین اب اگر اوس شخص کو اپنی غلطی معلوم ہوا اور دل مین خطرہ رجوع کا آوے اور نکلنا چاہے تو نہین نکل سکیگا دل پر وہ بیڑیان اور طوق دیکھے گا کہ اونکا کاٹنا مشکل ہے اور اگر بالفرض ایک محبوب چیز اپنی خواہش کی چیزون مین سے اپنے اختیار سے چھوڑ دیگا تو گویا اپنی جان کو تلف کریگا اور خود اپنے ہاتھہ سے اپنے پانون پر کلھاڑی ماریگا اور اسی حال مین رہیگا یہانتک کہ ملک الموت ایکبارگی سب محبوب چیزون کے دم کی دم مین علیحدہ کر دیگا اور اسوقت عجب صورت پیش آویگی کہ دل تو دنیا کی زنجیرون مین جکڑا ہوا ہوگا جو جھوٹنے کو ہے اور ملک الموت کے کھینچے دل کی رگون کے اندر کھینچے ہوئے اوسکو آخرت کیطرف کھینچینگے اور زنجیرین دنیا کی اوسکو دنیا کی طرف کشش کرینگی تو ادنی حال اس شخص کا مرنے کیوقت ایسا جاننا چاہیے جیسے کسی شخص کے نصف جسم کو آرہ سے

چیر کر دو طرف سے دو آدمی پکڑ کر کھینچیں اور علیحدہ کریں اور آسان یہی ہے کہ جو شخص آہستہ سے
چیرا جائیگا تو ایذا اوسکے بدن کو ہوگی اور یہ ایذا دل میں بطریق سرایت ہو جائے گی اور جس
ذریعہ سے دل کو بھی درد معلوم ہوگا بخلاف اوس صورت موت کے کہ اوسمیں تکلیف خاص
دل ہی پر ہوتی ہے کسی غیر چیز سے سرایت کر کے نہیں آتی تو ایسے رنج کا کیا ٹھکانا ہے
غرضکہ یہ اول عذاب ہے کہ آدمی کو ملیگا اور اعلیٰ علیین اور قرب رب العالمین کا فوت ہو جانا
اور اسکی حسرت رہی یہ بعد کو ہوگی پس دنیا کیطرف میل رکھنے سے خدا و تعالیٰ کے دیدار سے محروم
رہیگا اور وہ وہاں سے محجوب ہوتا ہے اوپر آگ دوزخ کی مسلط ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف
محجوب ہی پر مسلط ہوا کرتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
لَّمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ اس آیت میں عذاب رنج کو بعد تکلیف حجاب کے فرمایا اور اگر
صرف حجاب ہی کا عذاب دیا جاوے اور دوزخ کا عذاب نہو تو وہی ایک کافی ہے اور
جب دونوں ایک ساتھ ہونگے تو کیا حال ہوگا ہم خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے
کانوں میں وہی بات جا دے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں پھونکدی تھی
یعنی آپ سے فرما دیا گیا تھا اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ فرمانا تھا کہ اولیاء اللہ کو علم
ہو گیا تھا کہ آدمی اپنے اعمال اور اتباع خواہش نفسانی سے اپنے آپ کو ریشم کے کیڑے کی طرح
ہلاک کرتا ہے اسلیے اونھوں نے دنیا کو بالکل ترک کر دیا یہاں تک کہ حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہیں کہ میں نے ستر بدر کے لوگوں کو ایسا دیکھا ہے کہ جو چیز اونپر حلال تھی اوسمیں وہ
اتنا کرتے تھے کہ تم اتنا حرام چیزوں میں بھی نہیں کرتے اور ایک روایت میں یوں ہے
کہ وہ مصیبت کے وقت اتنا خوش ہوا کرتے کہ تم حالت فراخی و وسعت میں بھی نہیں رہتے اگر
تم اونکو دیکھو تو دیوانہ جانو اور اگر وہ لوگ تمہارے کسی اچھے شخص کو دیکھیں تو کہیں کہ اسکو
دین سے کچھ بہرہ نہیں اور اگر تم میں سے برونکو دیکھیں تو کہیں کہ یہ قیامت پر ایمان
نہیں رکھتے اور اگر اونمیں سے کسیکے سامنے مال حلال پیش کیا جاتا تھا تو نہ لیتے تھے اور
کہتے تھے کہ مجھے یہ خوف ہے کہ میرا دل نہ بگاڑ دے پس جو اہل دل ہیں کا وہ مال سے ڈرا اوسکے
بگڑنے سے بھی ڈریگا اور جن لوگوں کے دلوں کو دنیا کی محبت نے مردہ کر دیا ہے اونکا
حال خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ
عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ اور فرمایا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا اور فرمایا فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ان آیتون مین ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی سب باتین غفلت اور دنیا پرستگی کی وجہ سے ہین۔ اور بہین لحاظ ایک شخص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ مجکو اپنے سفر مین ساتھ رکھیے اونھون نے فرمایا کہ اپنا مال دیکر میرے ساتھ ہوجانا اوسنے عرض کیا کہ یہ تو مجھسے نہین ہوسکتا آپنے فرمایا کہ غنی جنت مین متعجب ہے کہ داخل ہوا اور ایک روایت مین یون ہے کہ غنی جنت مین بڑی مشکل سے داخل ہوگا۔ اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے چار فرشتے اطراف دنیا مین چار آوازین دیتے ہین دو فرشتے مشرق مین اور دو مغرب مین مشرق کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ اے طالب خیر قدم بڑھا اور اے طالب شر بس کر اور دوسرا کہتا ہے کہ الٰہی دینے والیکو عمدہ عوض عنایت فرما اور بخیل کو بربادی مرحمت فرما اور مغرب کا ایک فرشتہ کہتا ہے کہ موت کیواسطے پیدا ہو اور ٹوٹنے کے لیے عمارت بناؤ اور دوسرا کہتا ہے کہ لمبے حساب کیلیے کھاؤ اور نفع اوٹھاؤ

پانچوان بیان زہد کی علامات مین

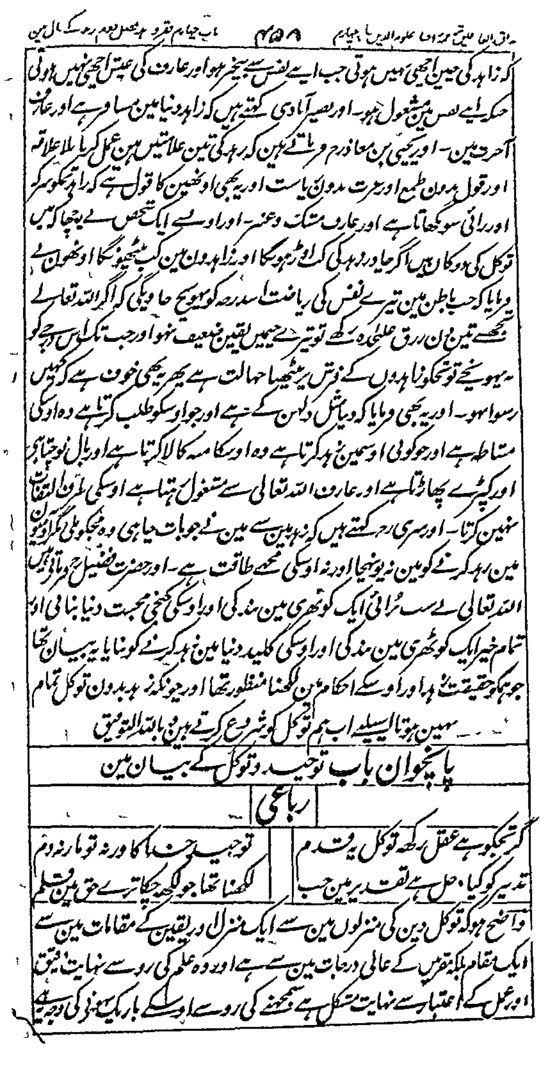
جاننا چاہیے کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ مال کا تارک زاہد ہے حالانکہ ایسا نہین کیونکہ مال کا چھوڑنا اور اوس سے دل برداشتگی ظاہر کرنی ایسے شخص پر جو زہد پر مدح کو اچھا جانے بہت آسان ہے دیکھو اکثر راہب ہین کہ اونھون نے اپنے نفسون کو تھوڑی سی غذا کا عادی کر لیا ہے اور ایک بند بتخانے مین بیٹھنا لازم کر لیا ہے اونکی خوشی صرف یہی ہے کہ لوگ ہمارا حال جانین اور دیکھکر تعریف کرین پس صرف مال چھوڑنے سے دلیل قطعی زہد کی کہان رہی بلکہ زہد مال اور جاہ دونون سے ضروری تا کہ اور سب حظوظ نفسانی مین زہد پورا ہو۔ ایک اور طرفہ امر ہے کہ بعض لوگ بڑے عمدہ پشمینے کے لباس اور بڑھیا کپڑے پہنکر دعوی زہد کا کرتے ہین چنانچہ ابراہیم خواص حران مدعیون کے وصف مین فرماتے ہین کہ ایک لوگ دعوی زہد کا کرتے ہین اور پوشاک عمدہ پہنکر لوگون کو دھوکا دیتے ہین تا کہ اونکو اگر کوئی پوشاک بھیجے تو ویسی ہی سمجھے اور اونکی طرف فقیرون کی طرح نہ دیکھے کہ حقیر جانکر کچھ مسکینون کیطرح دیدے اور ایسے لوگ اپنے آپ کو متبع علم کا کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم طریق سنت پر ہین چیزین ہمارے پاس آتی ہین ہمکو اوس سے کچھ سروکار نہین حالانکہ اگر واقع مین دیکھا جائے تو وہ مینگا رو کا اپنے آپ سے لیتے ہین یہ سب کے سب دنیا کو بدلے دین کے کھاتے ہین انکی مراد اپنے باطنون کا

تصفیہ اور اپنے نفسوں کی عادات کی تہذیب نہیں اور نیز اون کے دعات ظاہر ہو کر عادات ہو گئیں تو
یس بغیر شہوت اونکو اپنا حال کہہ دیا۔ یہ لوگ۔ پیاسے رہ عبادت و زہد وغیرہ ہوا و ہوس ساتھ لگے ہیں اتقا
غرض کہ پہچاننا زہد کا ایک مشکل بات ہے بلکہ زہد کا حال زاہد پر بھی مشتبہ رہتا ہے زاہد کو چاہیے
کہ اپنے باطن میں تین علامتوں پر اعتماد کیا کرے اول پہچان یہ ہے کہ موجود پر خوش
نہ ہو اور مفقود پر رنجیدہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا
اٰتَاكُمْ بلکہ اوس کے برعکس ہونا چاہیے کہ مال کے ہونے سے رنجیدہ ہو اور جاتے رہنے سے خوش ہو
دوسری پہچان یہ ہے کہ اوس کے نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا برابر ہو اول بات
علامت مال میں زہد کی ہے اور دوسری علامت جاہ میں زہد کی ہے تیسری پہچان یہ ہے
کہ انس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو اور دل پر حلاوت طاعت کی غالب ہے کیونکہ دل حلاوت
محبت سے خالی نہیں رہتا ہے یا محبت دنیا کی اوس میں رہتی ہے یا محبت اللہ تعالیٰ کی ان
دونوں کا حال دل میں ایسا ہے جیسے پیالے میں پانی اور ہوا کا حال ہوتا ہے کہ پانی جب اوس میں
آتا ہے جب ہوا اوس میں سے نکل جاتی ہے دونوں اکٹھا نہیں ہوتے اور جو شخص اللہ تعالیٰ
سے مانوس ہوتا ہے وہ اوس میں مصروف رہتا ہے دوسری چیز میں مشغول نہیں ہوتا۔ اور
اسی وجہ سے جب بعض اکابر سے کسی نے پوچھا کہ زہد نے زاہدوں کو کہاں تک پہنچا دیا فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہونے تک۔ اور خدای تعالیٰ کا انس اور دنیا کا انس جمع
نہیں ہوتے چنانچہ اہل معرفت کا قول ہے کہ جب ایمان ظاہر دل پر لگا رہتا ہے تو دنیا
اور آخرت دونوں سے محبت کرتا ہے اور دونوں کے لیے کام کرتا ہے مگر جب ایمان دل کے
سیاہ نقطے میں چلا آتا ہے اور اوس میں رہنے لگتا ہے تو دنیا سے بغض کرتا ہے اور اوس کی طرف
نگاہ نہیں کرتا نہ اوس کے لیے عمل کرے اور اسی واسطے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں
منقول ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اِیْمَانًا یُبَاشِرُ قَلْبِیْ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہیں
جو اپنے نفس میں مشغول ہوگا وہ آدمیوں سے بیخبر ہوگا اور یہ مقام عمل کرنے والوں کا ہے
اور جو شخص اپنے رب میں مشغول ہوگا وہ اپنے نفس سے بیخبر ہوگا یہ رتبہ عارفین کا ہے شعر

اگر یاری از خویشتن دم مزن
کہ شرک است با یار و با خویشتن

زاہد کے لیے ضرور ہے کہ ان دونوں مقاموں میں سے ایک میں رہے پہلا مقام یہ ہے
کہ اپنے نفس میں لگا رہے اس حال میں اوس کے نزدیک تعریف و مذمت اور وجود مال اور

نہ ہم برابر ہو نگے اور تھوڑا سا مال رکھنے سے اوسکے زہد کا جاتا رہنا نہ پایا جاتا ہے کا
ابن ابی الحواری کہتے ہیں کہ مین نے حضرت ابو سلیمان رح سے پوچھا کہ کیا حضرت داؤد طائی رح
زاہد تھے اونھون نے فرمایا کہ البتہ مین نے کہا کہ سنا ہے اونکو باپ کے ترکے مین سے بیس دینار
پہنچے تھے اونکو اونھون نے بیس برس مین خرچ کیا تھا وہ زاہد کیسے ہوے وہ تو دینار
رکھتے تھے آپنے فرمایا کہ تمھاری غرض یہ ہے کہ وہ حقیقت زہد کو پہونچ جاتے حقیقت سے
مراد حضرت ابو سلیمان رح کی انتہا تھی یعنی زہد کی کچھ انتہا نہیں اسلیے کہ صفات نفس کے بہت ہیں اور زہد کامل
جبھی ہوتا ہے جب سب صفات مین زہد کرے پس جو شخص کہ دنیا مین سے کسی چیز کو باوجود قدرت
کے صرف اپنے دل اور دین کے خوف سے چھوڑ دیگا اوسکو اوسیقدر زہد سے بہرہ ہوگا
اور انتہا یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو سب کو ترک کردے یہان تک کہ پتھر پر بھی سر نہ رکھے جیسے
حضرت عیسی علیہ السلام نے کیا تھا۔ ہم خدای تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمکو زہد کا
اول ہی درجہ نصیب فرماوے انتہا کے درجات کی طمع تو ہم جیسون کو کہان ہو سکتی ہے
اگرچہ خدای تعالے کے فضل سے امید توڑنے کی اجازت نہیں اور اگر ہم اپنے اوپر عجائب
نعماے الہی کو لحاظ کرین تو جانین کہ اوسکے نزدیک کوئی چیز بڑی نہیں پس اگر اوسکے
جود کے اعتبار سے کہ ہر ایک کا سے بڑھکر ہے ہم بھی اپنی حیثیت سے بڑھکر سوال کرین
تو کچھ دور نہین ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ زہد کی علامت فقر اور غنا اور عزت اور ذلت اور
تعریف و مذمت کا یکسان ہونا ہے اور یہ بات غلبہ انس الہی سے ہوتی ہے تو اب
جاننا چاہیے کہ اس سے بالضرور اور علامات متفرع ہوتے ہین مثلا دنیا کو ترک کرے اور
یہ نہ دیکھے کہ کس کے پاس گئی ۔ اور بعضون نے فرمایا ہے کہ علامت زہد کی یہ ہے کہ دنیا کو
جیسی کہ تیسی چھوڑ دے یہ نہ کہے کہ مین سرای بناؤنگا یا مسجد بنواؤنگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں
کہ زہد کی علامت موجود چیز کی سخاوت ہے ۔ اور ابن خفیف رح کہتے ہین کہ زہد کی علامت
یہ ہے کہ جب چیز ہاتھ سے جاتی رہے تو راحت پاوے اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ
بلا تکلف دنیا سے علیحدہ ہونا اور اعراض کرنا زہد ہے ۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین
کہ اون ایک نشان ہے زہد کی نشانیون مین سے پس نچاہیے کہ تین درم کا کمل پہنے اور
دل مین رغبت پانچ درم کے کمل کی ہو ۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل رح اور حضرت سفیان
ثوری رح فرماتے ہین کہ زہد کی علامت امل کا کوتاہ کرنا ہے ۔ اور سری رح فرماتے ہین کہ



کہ زاہد کی عیش اچھی نہیں ہوتی جب اپنے نفس سے بیخبر ہو اور عارف کی عیش اچھی نہیں ہوتی
جبکہ اپنے نفس میں مشغول ہو۔ اور نصیر آبادی کہتے ہیں کہ زاہد دنیا میں مسافر ہے اور عارف
آخرت میں۔ اور یحییٰ بن معاذ رحمہ فرماتے ہیں کہ زہد کی تین علامتیں ہیں عمل کرنا بلا علاقہ
اور قول بدون طمع اور عزت بدون ریاست اور یہ بھی اونہیں کا قول ہے کہ زاہد تجکو سرکہ
اور رائی سونگھاتا ہے اور عارف مشک وعنبر۔ اور اونسے ایک شخص نے پوچھا کہ میں
توکل کی دوکان میں اگر جاؤں اور زہد کی کفنی اوڑھونگا اور زاہدوں میں کب بیٹھونگا اونھوں نے
فرمایا کہ جب باطن میں تیرے نفس کی ریاضت اس درجہ کو پہونچ جاویگی کہ اگر اللہ تعالے
تجھسے تین دن رزق علیحدہ رکھے تو تیرے جیمیں یقین ضعیف نہو اور جب تک اس درجے کو
نہ پہونچے تو تجکو زاہدوں کے فرش پر بیٹھنا جہالت ہے پھر یہ بھی خوف ہے کہ کہیں
رسوا ہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا مثل دلہن کے ہے اور جو اوسکو طلب کرتا ہے وہ اوسکی
مشاطہ ہے اور جو کوئی اوسمیں زہد کرتا ہے وہ اوسکا منہ کالا کرتا ہے اور بال نوچتا ہے
اور کپڑے پھاڑتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہے اوسکی طرف التفات
نہیں کرتا۔ اور سری رحمہ کہتے ہیں کہ زہد میں سے میں نے جو بات چاہی وہ مجکو ملی مگر لوگوں
میں زہد کرنے کو میں نہ پہونچا اور نہ اوسکی مجھے طاقت ہے۔ اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے سب برائی ایک کوٹھری میں بند کی اور اوسکی کنجی محبت دنیا بنائی اور
تمام خیر ایک کوٹھری میں بند کی اور اوسکی کلید دنیا میں زہد کرنے کو بنایا یہ بیان تھا
جو ہمکو حقیقت زہد اور اوسکے احکام میں لکھنا منظور تھا اور چونکہ زہد بدون توکل تمام
نہیں ہوتا اسلیے اب ہم توکل کو شروع کرتے ہیں وباللہ التوفیق

پانچواں باب توحید و توکل کے بیان میں

رباعی

گر تجکو ہے عقل رکھ توکل پہ قدم — توحید جتا کا ورنہ تو مار نہ دم
تدبیر کو کیا دخل ہے تقدیر میں جب — لکھنا تھا جو لکھ چکا ترے حق میں قلم

واضح ہو کہ توکل دین کی منزلوں میں سے ایک منزل اور یقین کے مقامات میں سے
ایک مقام بلکہ مقربین کے عالی درجات میں سے ہے اور وہ علم کی رو سے نہایت دقیق
اور عمل کے اعتبار سے نہایت مشکل ہے سمجھنے کی رو سے اوسکے باریک ہونے کی وجہ سے

کہ اسباب کا لحاظ کرنا اور اوپر تکیہ کرنا تو توحید میں شرک ہے اور اگر اونسے بالکل تساہل اور سستی کیجائے تو سنت پر طعن اور شریعت پر اعتراض ہوتا ہے اور اسباب کو لحاظ بھی رکھنا اور اوپر تکیہ بھی کرنا قیاس میں مشکل سے آتا ہے بلکہ ورطہ جہالت میں پھنساتا ہے اسلیئے معنی توکل کے ایسی طرح سمجھنے کہ مقتضائے توحید کے بھی موافق ہو اور نقل و شرع کے بھی مطابق نہایت باریک امر مشکل ہے اسکے واقف ہونے پر اس پوشیدگی اور دقت کے ہوتے ہوئے سوائے ایسے علماء کے جنکی آنکھیں بفضل الٰہی سے حقائق کا نور سمایا ہوا اور کسیکی مجال نہیں البتہ بڑے علماء نے دیکھکر معلوم کر لیا اور جو دیکھا سو بیان کیا جسطرح اونسے بیان کرایا گیا اوسطرح اونھوں نے کہا اور ہم اس باب میں ایک مقدمہ اور دو فصلیں لکھتے ہیں مقدمے میں توکل کی فضیلت اور فصل اول میں توحید اور دوسری میں توکل کی حالت اور عمل لکھینگے

مقدمہ توکل کی فضیلت کے ذکر میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ پس ایسے مقام کا کیا کہنا ہے جو اوسپر پہونچے وہ اللہ کا محب ہو اور اللہ تعالیٰ اوسکا کفیل جس شخص کا خدا تعالیٰ کافی ہو اور محبت لے اور محافظت کرے وہ بڑی فلاح والا ہے اسلیئے کہ محبوب کو عذاب نہوگا نہ دور رہیگا نہ محجوب ہوگا اور ایک آیت میں ارشاد ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص طالب کفایت غیر سے ہو وہ توکل کا تارک ہے اور اس آیت کی تکذیب کرنے والا کیونکہ یہ سوال استفہام اقراری کے طور پر ہے جیسے یہ آیت ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا پس غرض یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ بندے کو کافی ہے اور فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی ایسی عزت والا ہے کہ جو کوئی اوسکی پناہ میں آجاوے اوسکو ذلیل نہیں کرتا اور جو اوسکی جناب میں ملتجی ہو اوسکو تلف نہیں فرماتا اور ایسا حکیم ہے کہ جو اوسکی تدبیر پر بھروسا رکھتا ہے وہ اوسکی تدبیر سے کوتاہی نہیں فرماتا اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ اسمیں بیان فرمایا کہ ہر ایک ماسوی اللہ مسخر ہے اوسکو بھی حاجت تمھاری جیسی حاجتوں کی ہوتی ہے تو اوسپر توکل کیسے کیا جاوے

اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ اور فرمایا وَلِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ
الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ اور فرمایا یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ
اور سوا ان آیات کے جو کچھ قرآن مجید میں توحید کا مذکور ہے اوس سب میں تنبیہ ہے
کہ غیر کا لحاظ نکرو اور اللہ تعالی واحد قہار پر توکل کرو اور احادیث توکل کے باب میں
یہ ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو
موسم حج میں امتیں دکھلائی گئیں میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انسے سب پہاڑ اور نشیب
بھر گئے ہیں مجھکو انکی کثرت اور ہیئت سے تعجب ہوا مجھسے سوال ہوا کہ تو خوش ہوا میں نے
کہا کہ البتہ حکم ہوا کہ ساتھ ستر ہزار اور جنت میں بے حساب داخل ہونگے لوگوں نے پوچھا
کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہونگے آپ نے فرمایا اَلَّذِیْنَ لَا یَکْتَوُوْنَ وَلَا یَتَطَیَّرُوْنَ
وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اسکو سنکر عکاشہ بن محصن اوٹھے
اور عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے دعا مانگیں کہ اللہ تعالی مجھکو بھی اونھیں لوگوں
میں سے کرے آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ یعنی الٰہی تو اوسکو اونمیں سے کر
پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ میرے واسطے بھی دعا فرمائیے کہ خداے تعالی مجھکو بھی انمیں سے
کرے آپنے فرمایا کہ اس دعا میں تجھ سے سبقت عکاشہ کر چکا ۔ اور ایک حدیث شریف میں
وارد ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالی پر جیسا چاہیے ویسا توکل کرو تو تمکو خداے تعالی ایسی طرح
روزی دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے اوٹھتے ہیں اور شام کو شکم سیر جاتے ہیں
اور فرمایا مَنِ انْقَطَعَ اِلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ کَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی کُلَّ مُؤْنَةٍ وَرَزَقَهٗ مِنْ
حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنِ انْقَطَعَ اِلَی الدُّنْیَا وَکَلَهُ اللّٰهُ اِلَیْهَا اور ایک حدیث میں ابتداء فرمایا
کہ جسکو یہ اچھا معلوم ہو کہ سب لوگوں میں زیادہ غنی ہو تو اوسکو چاہیے کہ اپنے سامنے کی چیز کی نسبت خدا کے ہاتھ
کے پاس کی چیز پر زیادہ اعتماد کرے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اہلبیت کو جب فقر و فاقہ ہوتا تو ارشاد فرماتے کہ نماز کیواسطے کھڑے ہو جاؤ اور فرماتے کہ
اسبات کا حکم مجھکو میرے پروردگار نے دیا چنانچہ ارشاد فرمایا وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ
عَلَیْهَا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تعویذ کرایا یا داغ دیا اوسنے توکل نہیں کیا یعنی
ہر چند تعویذ کرانا قرآن مجید یا ادعیات سے جو شرع میں وارد ہیں جائز ہے مگر توکل جاتا رہا

کہ رے سے اسباب کیطرف التفات نرہے - کہتے ہین کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گوپھن
مین رکھکر آگ مین پھینکا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اونسے پوچھا کہ آپکو کچھہ حاجت ہے آپ نے
فرمایا کہ ہے مگر تم سے نہین یہ اسواسطے کہا کہ جب اونکو آگ مین پھینکنے کے لیے پکڑا تھا تو اونھون نے
فرمایا تھا حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ پس اس قول کا نباہ منظور تھا اسی وفا کے لیے قرآن مجید
مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِبْرَاہِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی یعنی وہ ابراہیم جسنے بات کو پورا کیا - اور حضرت
داؤد علیہ السلام پر خداے تعالی نے وحی بھیجی کہ اے داؤد جو شخص کہ صرف میری حبل متین سے
تمسک کریگا خلق سے سروکار نرکھیگا اگر اوسکے ساتھہ تمام آسمان و زمین دغا کرینگے تو مین اوسکے
لیے نکلنے کی راہ پیدا کردونگا اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہین کہ مجکو
بچھو نے کاٹا میری مان نے مجکو قسم دلائی کہ تو جھڑوالے مین نے جھاڑنے والے کے ہاتھہ مین اپنا وہ
ہاتھہ دیدیا جسمین نہین کاٹا تھا - اور ابراہیم خواص رح نے یہ آیت پڑھی وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ
لَا یَمُوْتُ آخر تک پھر فرمایا کہ بندے کو بعد اس آیت کے خدا کے سوا کیسکی طرف التجا کرنی نچاہیے
اور بعض اکابر کو خواب مین کسینے یہ جملہ کہدیا کہ جسنے اعتماد کیا اللہ تعالی پر اوسنے اپنا رزق جمع
کرلیا - اور بعض علمانے فرمایا ہے کہ ایسا نہو کہ آدمی رزق مضمون کی تلاش مین اپنے فرض اعمال سے
بیخبر ہوجاوے اور آخرت کا معاملہ ابتر کردے اور اوسکو دنیا مین اوسیقدر ملیگا جتنا کہ اوسکے لیے
لکھا گیا ہے - اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ جب آدمی کے پاس بے طلب رزق آتا ہو تو اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ رزق کو بھی حکم ہے کہ آدمی کو تلاش کرلے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین
کہ مینے ایک راہب سے پوچھا کہ تو کہان سے کھاتا ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ بات میرے جاننے کی نہین
میرے پروردگار سے پوچھہ لو کہ مجکو کہان سے کھلاتا ہے - اور ہرم بن حبان رح نے حضرت اویس قرنی رح
سے پوچھا کہ مین کہان رہون اونھون نے شام کیطرف کو اشارہ فرمادیا پھر ہرم نے پوچھا کہ
معیشت یعنی بسر اوقات کی کیا صورت ہے حضرت اویس رح نے فرمایا کہ تف ہے ان دلون پر
انمین شک ملا ہوا ہے انکو نصیحت سے کیا فائدہ ہوگا - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ
جب اللہ تعالی کو آدمی نے اپنا وکیل جان لیا تو ہر ایک بہتری کی راہ اوسکو مل گئی -

فصل اول توحید کے ذکر مین اسمین بیان اوس توحید کی حقیقت کا ہے جو توکل کی اصل ہے

جاننا چاہیے کہ ایمان کے اقسام مین سے توکل بھی ہے اور اوسکے سب اقسام علم اور حال اور عمل سے
بنتے ہین پس توکل بھی بالضرور انہین تینون چیزون سے حاصل ہوتا ہے اول علم جو اصل ہے

پھر عمل جو ثمرہ ہے تیسرا باب ہو توکل کے لفظ سے مراد ہے پس اول ہم اوس علم کا بیان شروع کرتے ہیں
جو اصل ہے اور اوسیکا قول اہل لغت میں ایمان ہے اسلیے کہ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور جو
تصدیق دل سے ہوگی وہ علم ہے اور اگر تصدیق قوی ہو جاتی ہے تو اوسکو یقین کہتے ہیں لیکن
مگر چونکہ اقسام یقین کے بہت ہیں اور ہمکو اونمیں سے صرف دو بیان کرنے ہیں جنپر بنا توکل کی
ہے اور وہ قسم وہ توحید ہے جو اس کلمہ طیبہ میں سے سمجھی جاتی ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ
اور دوسرا وہ ایمان قدرت پر ہے جسکا بیان ان کلمات میں ہے لہ الملک اور اسی میں ایمان جود
و حکمت الٰہی پر بھی ہے جسپر یہ قول دلالت کرتا ہے لہ الحمد پس جس شخص نے کہا لا الہ الا اللہ
وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اوسکا وہ ایمان جو توکل کی
اصل ہے پورا ہو گیا اور اس کہنے سے ہماری یہ غرض ہے کہ معنی اس کلمے کے ایک صفت لازمی
دل کے ہو جاویں اور ویسی ہی حالت ہو جاوے پس توحید وہ اصل الاصول ہے مگر اوسمیں کلام طویل ہے
اور وہ علم مکاشفہ سے ہے لیکن بعض علوم مکاشفہ احوال کے ذریعے سے اعمال سے بھی متعلق ہیں اور
علم معاملہ بدون ان کے کامل نہیں ہوتا اس صورت میں ہم توحید میں سے اوسیقدر بیان کرینگے جو
متعلق معاملے سے ہو ورنہ توحید ایک دریا ناپیدا کنار ہے اوسکی کچھ انتہا ہی نہیں اب جاننا چاہیے
کہ توحید کے چار مراتب ہیں ایک مغز دوسرے مغز کا مغز تیسرے پوست چوتھے پوست کے
اوپر کا پوست اور کم فہموں کے سمجھانے کے لیے ہم اسکی ایک مثال فرض کر لیتے ہیں کہ توحید
کو مثل اخروٹ کے اپنے اوپر کے چھلکے میں سمجھنا چاہیے کہ اوسپر دو دو چھلکے ہوتے ہیں
اور ایک مغز ہوتا ہے پھر مغز کے اندر تیل ہوتا ہے پس مرتبہ اول توحید کا تو یہ ہے کہ آدمی اپنی
زبان سے تو لا الہ الا اللہ کہے مگر اوسکا دل اوس سے غافل ہو یا منکر مثل توحید منافقوں کے
اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ معنی اس لفظ کے اوسکا دل بھی سچ جانتا ہو جیسے عوام مسلمان اسکی تصدیق
کرتے ہیں یہ توحید عوام کی ہے تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بذریعہ نور حق کے یہ معنی کشف کے طور پر مشاہدہ
ہو جاوین یہ مقام مقربین کا ہے اور اسکا حال یہ ہے کہ اشیا کو بہت تو جانتا ہے مگر باوجود
اشیا کی کثرت کے اونکو واحد قہار ہی سے صادر جانتا ہے اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وجود میں سوا ذات حق کے کسی کو نہ دیکھے

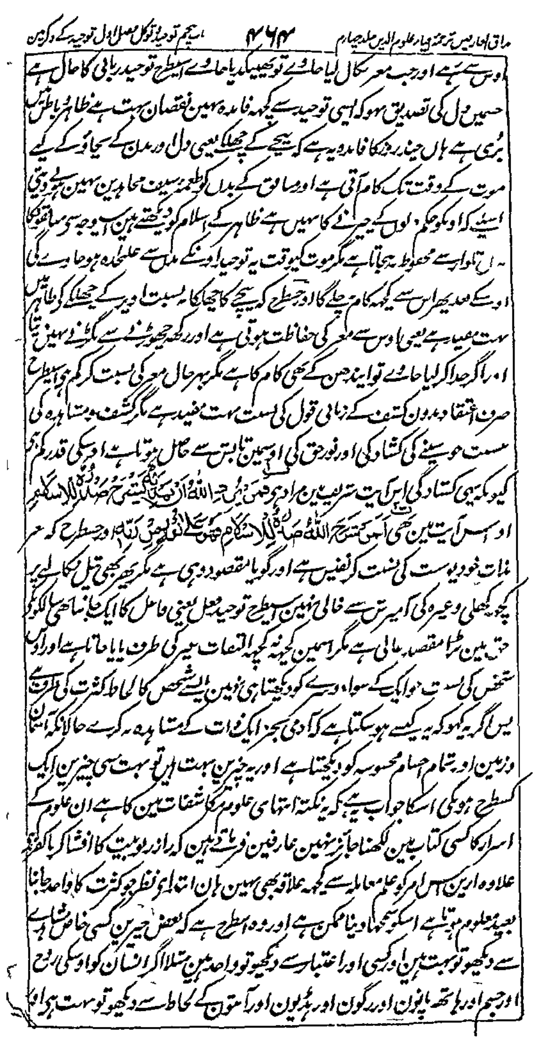
شعر جو سلطان عزت علم برکشد		جہان سر بجیب عدم درکشد

اسکا مضمون ہو جائے اور یہ مشاہدہ صدیقوں کا ہے اور اسکا نام صوفیہ کرام فنا در توحید کہتے ہیں
یعنی اوسکا کہ اس نے سوا ایک ذات کے اور کچھ نہیں دیکھا تو اپنے نفس کو بھی نہیں دیکھتا

اور جب واحد یکتا مین مستغرق ہونے کی جہت سے اپنے نفس کو نہین دیکھتا تو توحید مین اپنے
نفس سے فانی ہوگا یعنی اپنے نفس کے دیکھنے کا نہین رہا۔ پس ان مراتب مین سے اول شخص تو صرف
موحد زبان کا ہے اوسکا فائدہ دنیا مین یہ ہے کہ قتل سے بچ جاتا ہے اور دوسرا شخص ان معنون کا
موحد ہے کہ اپنے دل سے لفظ کے معنی سمجھتا ہے اور دل سے تکذیب اپنے اعتقاد کی نہین کرتا اور
اسطرح کی توحید دل پر ایک گرہ ہے اوسمین بسط اور کشادگی نہین ہوتی تاہم اس توحید والا
عذاب آخرت سے محفوظ رہتا ہے بشرطیکہ اوسی پر خاتمہ ہوا اور گناہون کے باعث اوسکو ضعیف
نہ کر دیا ہو پھر اس گرہ کے لیے چند حیلے تو اس قسم کے ہین جنسے اوسکا ڈھیلا کرنا اور کھولنا منظور
ہوتا ہے انکو بدعت کہتے ہین اور کچھہ تدبیرین ایسی ہین جنسے اوس گرہ کا مضبوط کرنا اور اوسکے
ڈھیلا کرنے والے اور کھولنے والے حیلون کا دور کرنا مقصود ہوتا ہے اونکو کلام کہتے ہین اور جو
علم کلام جانتا ہو اوسکو متکلم کہتے ہین اور اوسکے مقابل کو متبدع اور غرض متکلم کی یہ ہوتی ہے
کہ متبدع کو عوام کے دلون سے وہ گرہ نہ کھولنے دے اور متکلم کو کبھی موحد بھی کہتے ہین اس
نظر سے کہ وہ اپنے کلام کے باعث معنی لفظ توحید کے عوام کے دلون مین حفاظت کرتا ہے
تاکہ توحید کی گرہ کھلنے نپاوے۔ اور تیسرا شخص ان معنون کر موحد ہے کہ اوسنے صرف ایک ہی
فاعل کا مشاہدہ کیا یعنی اوسکو امر حق جون کا تون کھلگیا واقع مین فاعل ایک ہی نظر آتا ہے
اور حقیقت جیسی ہے ویسی ہی سوجھہ پڑتی ہے مگر اوسنے بزور اپنے دل کو معتقد معنی لفظ حقیقت
کا رکھا ہے تو یہ رتبہ عوام اور متکلمون کا ہے کیونکہ عامی اور متکلم کے اعتقاد مین تو کچھہ فرق نہین
بلکہ یہ فرق ہے کہ متکلم ایسے کلام کے بنانے پر قادر ہے کہ جو کوئی اوس سے اعتقاد کو ضعیف کرنا
چاہے تو اس تقریر دفع کر دے۔ اور چوتھا شخص اس نظر سے موحد ہے کہ اوسکے مشاہدہ
مین بجز واحد یکتا کے اور کوئی نہین آیا وہ سب کو کثرت کی راہ سے نہین دیکھتا بلکہ وحدت کی راہ سے

شعر
وحدت مین تیری حرف دوئی کا نہ آسکے | آئینہ کیا مجال تجھے منہ دکھا سکے

یہ مرتبہ توحید مین سب سے اعلی ہے۔ پس پہلا مرتبہ تو اوپر کا سا چھلکا اخروٹ کا ہے اور دوسرا
مرتبہ مثل دوسرے چھلکے کے ہے اور تیسرا مغز کے مانند ہے اور چوتھا مثل تیل کے ہے جو مغز مین سے
نکلتا ہے اور جسطرح کہ اوپر کے چھلکے سے کوئی فائدہ نہین اگر کھائیے تو تلخ ہے اور اگر اوسکا
باطن دیکھا جاوے تو بری صورت کا ہے اگر جلائیے تو آگ بجھا دے اور دھوان زیادہ کرے
اور اگر مکان مین رکھیے تو جگہہ روکے غرض کسی قابل نہین بجز اسکے کہ چند روز اخروٹ کی حفاظت



اوس سے ہے اور جب مغز نکال لیا جاوے تو پھینکدیا جاوے اسیطرح توحید ربانی کا حال ہے
جسمین دل کی تصدیق ہو کہ ایسی توحید سے کچھ فائدہ نہین نقصان بہت ہے ظاہر باطن مین
بُری ہے ہان چند روز کا فائدہ یہ ہے کہ پیچھے کے چھلکے یعنی دل و بدن کے بچاؤ کے لیے
موت کے وقت تک کام آتی ہے اور منافق کے بدن کو طعمہ سیف مجاہدین نہین ہونے دیتی
اسیلئے کہ اونکو حکم دلون کے چیرنے کا نہین ہے ظاہر کے اسلام کو دیکھتے ہین اسی وجہ سے منافق کا
بدن تلوار سے محفوظ رہجاتا ہے مگر موت کیوقت یہ توحید اونکے دل سے علیحدہ ہو جاویگی
اوسکے بعد پھر اس سے کچھ کام چلیگا اور جسطرح کہ پیچھے کا چھلکا بہ نسبت اوپر کے چھلکے کے فائدہ مین
بہت بڑھا ہے یعنی اوس سے مغز کی حفاظت ہوتی ہے اور رکھ چھوڑنے سے بگڑنے نہین پاتا
اور اگر جدا کر لیا جاوے تو ایندھن کے بھی کام کا ہے مگر بہرحال مغز کی بہ نسبت کم ہے اسیطرح
صرف اعتقاد بدون کشف کے زبانی قول کی بہ نسبت بہت مفید ہے مگر کشف و مشاہدہ کی
بہ نسبت جو سینے کی کشادگی اور نور حق کی اوسمین تابش سے حاصل ہوتا ہے اوسکی قدر کم ہے
کیونکہ یہی کشادگی اس آیت شریف مین مراد ہے فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ
اور اس آیت مین بھی آئی ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اور جسطرح کہ مغز
بذات خود پوست کی نسبت کہ نفیس ہے اور گویا مقصود وہی ہے مگر پھر بھی تیل نکالنے میں
کچھ کھلی وغیرہ کی آمیزش سے خالی نہین اسیطرح توحید فعل یعنی فاعل کا ایک جاننا سالکون کے
حق مین بڑا مقصد عالی ہے مگر اسمین کچھ نہ کچھ التفات غیر کی طرف پایا جاتا ہے اور اوس
شخص کی بہ نسبت جو ایک کے سوا دوسرے کو دیکھتا ہی نہین ایسے شخص کا لحاظ کثرت کی طرف ہے
پس اگر یہ کہو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی بجز ایک ذات کے مشاہدہ نہ کرے حالانکہ آسمان
و زمین اور تمام اجسام محسوسہ کو دیکھتا ہے اور یہ چیزین بہت اور بہت سی چیزین ایک
کسطرح ہو سکتی ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ یہ نکتہ انتہائی علوم مکاشفات مین کا ہے ان علوم کے
اسرار کا کسی کتاب مین لکھنا جائز نہین عارفین فرماتے ہین کہ راز ربوبیت کا افشا کرنا کفر ہے
علاوہ ازین اس امر کو علم معاملہ سے کچھ علاقہ بھی نہین ہان اتنا امر نظر جو کثرت کا واحد جاننا
بعید معلوم ہوتا ہے اسکو سمجھا دینا ممکن ہے اور وہ اسطرح ہے کہ بعض چیزین کسی خاص مشاہدے
سے دیکھو تو بہت ہین اور کسی اور اعتبار سے دیکھو تو واحد ہین مثلاً اگر انسان کو اوسکی روح
اور جسم اور ہاتھ پانون اور رگون اور ہڈیون اور آنتون کے لحاظ سے دیکھو تو بہت ہے اور

اگر اوسکے اعتبارات مشاہدہ کرو تو ایک ہے یعنی انسانیت کے لحاظ سے دیکھو تو ایک ہے اور بہت شخص ایسے ہین کہ انسان کو دیکھتے ہین تو اونکے دل مین خیال اوسکی رگون کی کثرت کا اور آنتون اور ہاتھ پانون کا اور جدا ہونے روح و جسم اور اعضا کا نہین گذرتا۔ اور دونون صورتون مین فرق یہی ہے کہ جب آدمی حالت استغراق واحد کے ساتھ ہوتی ہے تو وہ وہان تفرق اور جدائی نہین دیکھتا اور جب عین کثرت کیطرف التفات کرتا ہے تو خیال علیحدہ ہونے اون اشیا کا گذرتا ہے اسیطرح جتنی اشیا موجود ہین خواہ خالق ہے یا مخلوق سب کے لیے اعتبار اور مشاہدات بہت اور جدا جدا ہین کہ کسی اعتبار سے وہ واحد ہین اور کسی سے بہت پھر بعض اعتبارات سے کثرت زیادہ ہوتی ہے اور بعض سے کم۔ اور انسان کو جو ہمنے مثال مین لکھا ہے ہر چند مطابق مطلب کے نہین تاہم اوس سے فی الجملہ مشاہدے مین کثرت کا واحد ہو جانا معلوم ہو جاتا ہے اور اس قسم کے موحدین پر محل انکار نہین رہتا اور جس مقام پر کہ ابھی آدمی کی رسائی نہین ہوئی اوسکی تصدیق کرنے لگتا ہے اس تصدیق کی بدولت اوسمین توحید اعلی مرتبہ والی سے کچھہ بہرہ ہو جاتا ہے گو جس قسم کی توحید پر ایمان لایا ہے وہ حالت حاصل نہوئی ہو جیسے مثلاً کوئی نبوت پر ایمان لائے تو ہر چند خود نبی نہو مگر نبوت سے اوسکو اسیقدر بہرہ ہوگا جسقدر کہ اوسپر ایمان قوی ہوگا اور یہ مشاہدہ جسمین کہ بجز ذات واحد حق کے اور کچھہ نہین سوجھتا کبھی ہمیشہ رہتا ہے اور کبھی بجلی کیطرح کوند جاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے ہمیشہ یہ حال رہنا بہت ہی کم ہے۔ روایت ہے حسین بن منصور حلاج رحمہ نے ابراہیم خواص رحمہ کو سفر کرتے دیکھا تو پوچھا کہ تم کس فکر مین ہو اونھون نے فرمایا کہ مین سفر مین پھرتا ہون تاکہ توکل مین اپنا حال درست کرون اور خواص رحمہ متوکلین مین سے تھے حسین بن منصور رحمہ نے فرمایا کہ تمنے اپنی تمام عمر اپنے باطن کی آبادی مین ضائع کی وقت اور توحید کہان گئی اوسکو کیون نہین اختیار کرتے

شعر

اگر یاری از خویشتن دم مزن
کہ شرکست با یار و با خویشتن

گویا حضرت خواص رحمہ توحید مین تیسرے مقام کی درستی کرتے تھے اور حسین رحمہ نے اونکو چوتھے مقام پر ترغیب دی۔ غرضکہ مقامات موحدین کا حال برسبیل اجمال بیان کیا گیا اب اوسقدر توحید کی شرح لکھنی چاہیے جسپر توکل مبنی ہے پس چوتھے مقام کے بیان مین تو خوض ہی کرنا نچاہیے اور نہ توکل اوسپر مبنی ہے بلکہ حال توکل تیسری قسم کی توحید سے حاصل ہوتا ہے اور قسم اول کی توحید نفاق ہے اوسکا حال ظاہر ہی ہے اور دوسری قسم کی توحید عام مسلمانون مین موجود ہی

اسکے سمجھنے کا طور علم کلام مین مذکور ہے اور بدعتیون کے اعتراضات کا جواب بھی اوسی
علم مین موجود ہے اور بدعتیون سے جھگڑنا کچھ ضروری نہین ہے ہمنے اوسکا ذکر کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد مین
لکھا ہے۔ باقی رہی تیسری قسم توحید کی سو اوسی پر توکل مبنی ہے اسلئے کہ صرف توحید اعتقادی
تو موجب حال توکل کے نہین ہے اور دوسری مین کچھ کشف و مشاہدہ کا ہونا بھی چاہیے پس تیسری قسم مین
جسقدر پر توکل موقوف ہے اوسکو ہم بیان کرتے ہین اوسکی تفصیل تو اس جیسی کتاب مین نہین
آسکتی مگر مختصر یہ ہے کہ آدمی پر یہ امر ظاہر ہوجائے کہ فاعل سوا خدا تعالی کے اور کوئی نہین
اور جتنی موجود چیزین ہین یعنی خلق اور رزق اور بخشنا اور نہ دینا اور موت و حیات اور تونگری
و مفلسی وغیرہ جنکو کسی نام سے کہہ سکتے ہین اونکا موجد اور مبدع اور مخترع اللہ تعالی ہی ہے
کوئی اوسکا شریک نہین جب آدمی پر یہ بات کھل جاویگی تو پھر اور کیطرف نہ دیکھیگا بلکہ خدا تعالی ہی
سے خوف کریگا اور اوسی سے توقع رکھیگا اور اوسی پر اعتماد و توکل کریگا اسلیے کہ کرنے والا
کاموں کا تو صرف وہی ہے دوسرا اور کوئی نہین اور جو اوسکے سوا ہین وہ سب مسخر ہین خود
ایک ذرہ بھی آسمانون اور زمین کے ملکوت مین سے نہیں ہلا سکتے اور جب باب مکاشفہ آدمی کے
اوپر کھل جاتا ہے تو یہ امر اوسکو آنکھ کے مشاہدہ سے بھی زیادہ واضح ہوجاتا ہے۔ البتہ بسا اوقات
کہ اس توحید سے آدمی کو شیطان ایسی جگہ پہنچا دیتا ہے جہان اوسکو یہ معلوم ہو کہ انسان کی دل
کچھ ملا و شرک کا بھی چلا جاویگا اور اسکی دو صورتین ہین اول حیوانات کے اختیار پر التفات کرنا
ہے دوم جمادات کے التفات سے۔ جمادات کے التفات سے شرک ایسے کرتا ہے کہ مثلاً
آدمی کھیتی کے نکلنے اور جمنے مین مینہ پر اعتماد کرے اور مینہ کے برسنے کے لیے ابر اور ابر کے
اکٹھا ہونیکے واسطے سردی پر اعتماد کرے اور کشتی کے برابر رہنے اور چلنے مین ہوا پر اعتماد
کرے تو یہ سب باتین توحید کے باب مین شرک ہین اور حقیقت امور سے جہالت کی دلیل ہین
اسیواسطے اللہ تعالی فرماتا ہے فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ اسکے معنی بعض مفسرین یہ فرماتے ہین کہ کشتی کے سوار
کہنے لگتے ہین کہ اگر ہوا اچھی نہوتی تو ہم نہ بچتے اور جس شخص پر حال عالم کا واقعی معلوم ہوگیا ہے
وہ جانتا ہے کہ ہوا موافق بھی ایک ہوا ہے اور ہوا اپنے آپ سے نہین چلتی جب تک اوسکو
کوئی حرکت دینے والا نہو اسیطرح اوسکے محرک کو ایک اور محرک چاہیے یہان تک کہ سلسلہ محرک
اول پر پہونچے کہ اوسکو کوئی محرک نہین اور نہ وہ ذات خود متحرک ہے پس نجات کے باب مین

بندے کا التفات ہوا کیطرف ایسا ہے جیسا کوئی شخص گردن مارنے کو پکڑا جاوے اور بادشاہ
اوسکی رہائی اور عفو قصور کا حکم لکھدے تو یہ شخص دوات اور کاغذ اور قلم کو جس سے کہ حکم لکھا گیا یاد
کرے اور کہے کہ اگر قلم نہوتا تو مین نہ بچتا اور اپنی نجات قلم سے سمجھے جسقدر قلم کو بلایا اوسکا نہ سمجھے
تو یہ نہایت جہالت ہے اور جو شخص جانے کہ قلم کچھ حکم نہین دے سکتا بلکہ وہ کاتب کے ہاتھ مین
مسخر ہوتا ہے تو وہ قلم کیطرف التفات نہین کریگا اور سوا کاتب کے اور کا شکر گزار نہوگا بلکہ بعض
اوقات نجات کی خوشی اور بادشاہ کے شکر مین خیال پر قلم اور سیاہی وغیرہ کا خطرہ بھی نہوگا۔
پس آفتاب اور چاند اور ستارے اور مینہ اور ابر اور زمین اور ہر ایک حیوان اور پتھر وغیرہ سب
خداوند تعالی کے قبضہ قدرت مین اسطرح مسخر ہین جیسے کاتب کے ہاتھ مین قلم بلکہ یہ مثال بھی صرف
سمجھانے کے واسطے کہی گئی کہ لوگ یہی اعتقاد رکھتے ہین کہ دستخط بادشاہ کیا کرتے ہین اور
واقع مین کاتب حق تعالی ہی ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ
پس جب سالک پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ تمام چیزین آسمان و زمین کی اسطرح مسخر ہین تو شیطان
اوس سے نا امید ہو جاتا ہے کہ اب اسکی توحید مین یہ شرک جمادات کا تو نہین ملا سکتا مگر دوسری
صورت سے پیش آتا ہے یعنی التفات حیوانات کے اختیار کا اپنے افعال اختیاری مین اون پر
ڈالتا ہے اور کہتا ہے کہ تو سب چیزون کو اللہ کیطرف سے کیسے نسبت کرتا ہے دیکھ فلان شخص
تجھکو اپنے اختیار سے رزق دیتا ہے اگر چاہے دے اور چاہے بند کر دے اور بادشاہ کو اختیار
ہے تیری گردن تلوار سے اوڑا دے چاہے معاف کر دے تو خوف بادشاہ ہی سے چاہیے
اور امید بھی اسی سے توقع رکھنی چاہیے کیونکہ تو اوسی کے قابو مین ہے اور یہ بات تو اپنی آنکھ سے
دیکھتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر قلم کو تو کاتب نہین جانتا اس سبب سے
کہ وہ کاتب کے ہاتھ مین مسخر ہے تو کاتب تو اوس سے با اختیار خود لکھتا ہے اوسکو کاتب کیون
نہین جانتا اس خطرے مین اکثر لوگون کے قدم لغزش کھا جاتے ہین بجز اللہ تعالی کے
مخلص بندون کے جنپر شیطان مردود کو قابو نہین وہ لوگ البتہ چشم بصیرت سے کاتب کو بھی
مسخر اور مضطر دیکھتے ہین جیسے ضعفا قلم کو مسخر دیکھتے ہین اور اونکو معلوم ہو گیا ہے کہ ضعفا نے
اس بات مین ایسی غلطی کی جیسے چیونٹی مثلاً کاغذ پر پھرتی ہو اور دیکھے کہ قلم کی نوک کاغذ کو سیاہ
کر رہی ہے اور اوسکی بینائی ہاتھ اور اوسکی انگلیون پر نہ پہونچتی ہو چہ جائے کہ کاتب کو دیکھے تو وہ
غلطی سے یہی جانے گی کہ کاغذ کی سفیدی کو قلم ہی سیاہ کرتا ہے اور اسکی غلطی کی وجہ یہی ہے

کہ اسکی سیاہی قلم کی نوک سے اوپر نہیں جاتی ہے اسواسطے کہ آنکھ کا حدقہ بہت تنگ ہے پس ایسے
جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے خدای تعالی کے نور سے نہیں کھلا اوسکی بصیرت آسمان و
زمین کے جبار کے دیکھنے سے قاصر ہے وہ نہیں دیکھہ سکتا کہ وہ واحد یکتا سب کے اوپر غالب ہے
اسلیے کاتب ہی پر آسای راہ مین ٹھہر گیا اور یہ صرف جہالت ہے اور ارباب قلوب اور مشاہدات
کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالی اونکے لیے آسمان و زمین کے ہر ذرے کو اپنی قدرت کاملہ سے گویا کر دیتا ہے
یہان تک کہ وہ لوگ اون ذرات کی تقدیس اور تسبیح خدای تعالی کے لیے سنتے ہین اور اوسکے
گوش حق نیوش مین آواز اون اشیا کے اقرار کی اپنی عاجزی پر بدون کسی حرف اور صوت کے
سنائی دیتی ہے جسکے کان ہی نہین وہ اوسکو البتہ نہین سنتے سچ ہے **شعر**

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار | ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ہماری غرض کان سے یہ کان نہین جو آواز کی چیزون کے سوا نہین سن سکتے ایسے کان تو گدہے
کے بھی ہوتے ہیں اور ایسی چیزون کی کچھہ قدر ہے جسمین کہ بہائم شریک ہون بلکہ اون کانون
سے غرض ہے جنسے وہ کلام سمجھی جاوے جسمین نہ حروف ہون نہ آواز نہ عربی ہو نہ عجمی پس اگر کوئی
کہے کہ یہ تو ایک تعجب کی بات ہے عقل اسکو قبول نہین کرتی اشیا کے بولنے کی کیفیت کو بیان
کرنا چاہیے کہ وہ کیسے بولتی ہین اور کیا کہتی ہین تسبیح اور تقدیس خدای تعالی کی کسطرح کرتی ہین
اور اپنے نفسون کے عاجز ہونے کی شہادت کیسے دیتی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ آسمان
و زمین کے ہر ذرے کو ارباب قلوب کے ساتھہ باطن مین ایک مناجات ہے اور اسکا کچھہ حصر و انتہا
نہین اسلیے کہ وہ کلمات خدای تعالی کے کلام کے سمندر سے جسکی کچھہ حد نہین مدد پاتے ہین
اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ
كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا پھر یہ سب ذرات اسرار ملک و ملکوت کے بیان
کرتے ہیں اور بھید کا افشا کرنا برا ہے بلکہ سینہ احرار قبر اسرار ہوتا ہے اور تمنے کبھی دیکھا ہوگا کہ
جو شخص بادشاہ کے اسرار کا امین ہوا اور بادشاہ اوس سے اپنے خفیہ امور کہے تو وہ سب کے سامنے
بیان کرے اور اگر بھید کا افشا کرنا درست ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے
لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا بلکہ ذکر فرماتے تاکہ رووین اور خندہ نکرین
اور نیز تقدیر کے راز کے فاش کرنے سے منع نفرماتے اور یہ ارشاد نفرماتے کہ جب ستارون کا
ذکر ہووے تو چپ ہو اور تقدیر کا مذکور ہو تو سکوت کرو اور میرے اصحاب کا جب ذکر ہو

تو خاموش ہو جاؤ اور نیز حضرت شیخ رحمہ اللہ علیہ نے بعض اسرار کے لیے خاص نظر فرماتے ہیں خشک درخت ملک و ملکوت کے جو اہل دل سے مناجات کرتے ہین اون باتون کو نہ کہنے کی دو وجہ ہین اول محال ہونا افشائے راز کا دوم بے انتہا ہونا اونکے کلمات و حکایات کا تاہم جو مثال ہم نے اوپر لکھی ہے یعنی حرکت قلم مین اوسکی تھوڑی سی گفتگو بسبیل اجمال لکھے دیتے ہین تاکہ مجملاً توکل کے مبنی ہونے کی کیفیت سمجھ مین آجائے اور ہر چند یہ گفتگو حروف و آواز سے متعلق نہین مگر اوسکو ہم حروف و آواز سمجھانے کی ضرورت کے لیے بنا لیتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک شخص سالک نے جو نور الٰہی مشعل راہ رکھتا تھا کاغذ کو دیکھا کہ اوسکا رخ سیاہی سے کالا ہو گیا ہے اوسنے پوچھا کہ تیرا منہ تو سفید تھا کالا تھا اب تو نے کالا کیون کیا اسکی کیا وجہ ہے کاغذ نے جواب دیا کہ یہ کیا انصاف ہے کہ یہ بات مجھسے پوچھتا ہے مین نے اپنے آپ تو کالا نہین کیا روشنائی سے پوچھ کہ وہ دوات مین جہان اوسکا ٹھکانا اور وطن تھا بیٹھی تھی وہان سے نکلی اور میرے صفحہ رخ پر زبردستی آ تاخت کی اوسنے کہا کہ تو سچا ہے پھر روشنائی سے پوچھا کہ کیا سبب ہے جو تو نے کاغذ کا منہ سیاہ کیا اوسنے کہا کہ بھلا مجھسے پوچھتے ہو مین تو دوات مین چپ چاپ بیٹھی تھی میرا قصد نہ تھا کہ اوس جگہ سے نکلون مگر قلم نے اپنی طمع فاسد سے مجھپر زیادتی کی اور مجھکو وطن سے بے وطن کر دیا اور میری جماعت تتر بتر کر ڈالا اسارے صفحے پر تمکو متفرق معلوم ہی ہوتی ہے عیان را چہ بیان تو اسکی وجہ قلم سے پوچھنی چاہیے مجھسے کیا علاقہ اوسنے کہا کہ تو درست کہتی ہے پھر قلم سے وجہ اوسکے ظلم و زیادتی کی روشنائی پر پوچھی اوسنے کہا کہ یہ امر مجھسے پوچھتے ہو مین تو ایک سینٹھا تھا کہ نہرون کے کنارے ہرے ہرے درختون مین کھڑا تھا ہاتھ چھری لیکر پہونچا اور مجھکو جڑ سے اوکھاڑ کر میرا پوست اوتارا اور کپڑے پھاڑے پوریان جدا کین پھر تراشا اور سر چیرا اور قط لگایا پھر سیاہی مین ڈبویا اب مجھسے خدمت لیتا ہے اور مجھکو سر کے بل چلاتا ہے تو مجھسے پوچھا کیون زخم پر نمک چھڑکتا ہے الگ رہ اور ہاتھ سے پوچھ جسنے مجھے دبا رکھا ہے اوسنے کہا کہ تیرا قول درست ہے ہاتھ سے پوچھا کہ تو نے قلم پر کیون ظلم کیا ہے اور اوس سے خدمت کیون لیتا ہے ہاتھ نے کہا کہ میان صاحب مین تو گوشت اور ہڈی اور خون ہون تمنے کہین دیکھا ہے کہ گوشت ظلم کرتا ہو یا کوئی جسم اپنے آپ حرکت کرتا ہو مین تو ایک سواری ہون مجھپر ایک سوار قدرت نام سوار رہتا ہے مجھے وہی پھراتا اور دوڑاتا ہے تمام زمین پر لیے پھرتا ہے دیکھو درخت اور پتھر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہین ہٹتا اور نہ اپنے آپ حرکت کرے کیونکہ اونپر یہ زبردست سوار نہین مُردون کے ہاتھ میری طرح مین

جانتا مشکل ہین کیونکہ مین وقت مین دو کیون قلم زمین پکڑتے عرض کہ مجھے اوس قلم سے کچھ واسطہ نہین
یہ سوال قدرت سے کرنا چاہیے میرا کچھ قصور نہین مین صرف سواری ہون سوار ہی مجھے ہلاتا ہے
اوسنے کہا سچ ہے پھر قدرت سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تو ہاتھ سے خدمت لیتی ہے اور اوسے
ادھر ادھر پھیراتی ہے اوسنے کہا کہ تم مجھے ستاتے ملامت مت کرو بہت ایسا ہوتا ہے کہ ملامت کے
لائق وہ ملامت خائن ہوتی ہے اور جسکو ملامت کرتے ہین اوسکا قصور نہین نکلتا تمکو میرا حال کیا
معلوم نہین کیسے جانا کہ مین نے ہاتھ پر سوار ہونے سے زیادتی کی ہین تو اوسپر ملنے سے پہلے بھی
سوار تھی مجھے اوسکے ہلانے سے کیا مطلب تھا مین تو چپ چاپ سوتی تھی اور ایسے خواب خرگوش مین تھی
کہ لوگ جانتے کہ مردہ ہے یا معدوم ہے یعنی نہ خود متحرک تھی نہ دوسرے کو حرکت دیتی تھی یہانتک
کہ ایک موکل آیا اور اوسنے مجکو ہلایا اور زبردستی مجھسے یہ کام لیا جسپر تم ملامت کرتے ہو مجکو طاقت اور
موافقت کی تھی نہ تاب مخالفت اوس موکل کا نام ارادہ ہے مین اوسکا نام ہی سے جانتی ہون
اسسے پہچانتی ہون کہ ایکبارگی اوسنے چڑھائی کرکے مجکو گہری نیند سے جگا دیا اور زبردستی مجھسے یہ
کام لیا اگر میری تجویز پر تنا کوئی پوچھتا تو مجکو گنجایش تھی کہین کچھ بھی کرتی اوسنے کہا کہ درست ہے
پھر ارادے سے پوچھا کہ تجکو کیا ہوا تھا کہ قدرت پر جو چین سے اطمینان سے سو رہی تھی جا پڑا اور
اوسکو حرکت دینے مین لگا دیا اور ایسی زبردستی کی کہ اوسکو تاب مخالفت نہین ہوئی اور نہ اوسپر
اطاعت سے کوئی گریز اور مفر نظر آیا ارادے نے کہا کہ جلدی مت کرو شاید تمہارے عتاب کا
عذر میرے پاس موجود ہے یعنی مین اپنے آپ نہین اٹھا بلکہ مجکو ایک زبردست کے حکم نے اٹھایا
اور بھیجا مین اوسکے آنے سے پیشتر ٹھہرا ہوا تھا مگر بارگاہ حضرت دل سے علم کا قاصد عقل کی
ربانی میرے پاس آیا اور یہ پیام سنایا کہ قدرت کو اوٹھا مین نے مجبوری قدرت کو حرکت دی
اسلیے کہ مین بیچارہ تابع علم و عقل کا ہون مجھے خبر نہین کہ مجکو اونکی خدمتگاری کا کیون حکم ہے
اور کسلیے مین اونکی اطاعت کے لیے مجبور ہون اتنا جانتا ہون کہ جب تک یہ ایلچی نہین آتا
تب تک چین چان سے رہتا ہون یہی میرا حاکم ہے خواہ عادل ہے یا ظالم ہے اسیکے لیے مین
مستعد ہون اور اسکی اطاعت مجھپر بجبر لازم ہے بلکہ جب یہ حکم قطعی کر دیتا ہے تو مجکو تاب
مخالفت نہین ہوتی اپنی جان کی قسم ہے کہ جبتک وہ خود اپنے جی مین متردد اور حکم مین
متحیر رہتا ہے تو مین چپکا رہتا ہون مگر چوکنا اور حکم کا منتظر رہتا ہون اور جب حاکم اوسکو یقینی
ہوتا ہے تو اپنی سرشت کی رو سے مین اوسکی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے مستعد ہو جاتا ہون

اور قدرت کو تعمیل مقتضائے حکم کے لیے اوٹھا دیتا ہون اب تم اپنا سوال اور عتاب مجھسے
الگ رکھو علم سے میرا حال پوچھو بقول شخصے کہ مردہ بدست زندہ حکم حاکم مرگ مفاجات محکوم کو
بجز اطاعت اور کیا چارہ ہے سالک نے کہا سچ ہے پھر علم اور عقل اور دل سے جا کر مطالبہ اور
عتاب کیا کہ تمنے ارادے کو اپنا تابع قدرت کے اوٹھانے کے لیے کیون کیا اور اوس سے خدمت
کیون لی عقل نے تو جواب دیا کہ مین تو ایک چراغ ہون خود روشن نہین ہوا کسی اور نے روشن کیا ہے
اور دل نے کہا کہ مین ایک تختی ہون خود نہین پھیلی کسی نے پھیلایا ہے اور علم نے کہا کہ مین ایک
نقش ہون جو تختی دل کی سفیدی پر چراغ عقل کے روشن ہونے کے بعد منقوش ہو جاتا ہون
اور مین خود منقوش نہین ہوا مدت دراز تک یہ تختی مجھسے پیشتر خالی ہی تھی پس جس قلم نے کہ مجکو
نقش کیا اوس سے پوچھو کیونکہ نقش بدون قلم کے نہین ہوتا اسوقت سائل عاجز ہو کر جواب پر قانع
ہوا اور کہنے لگا کہ اس راہ مین مین بہت پھرا اور بہت سی منزلین طے کین اور جس سے مجھے
توقع ہوئی کہ یہ بتلا دیگا وہ دوسرے ہی پر حوالہ کرتا گیا مگر پھرنے کی کثرت سے مین خوش ہی
ہوتا تھا اسلیے کہ ہر کوئی ایک جواب معقول و پسند تو دیتا تھا اور رفع سوال مین ایک عذر ظاہر
بیان کرتا تھا مگر تو جو کہتا ہے کہ مین خط اور نقش ہون مجکو قلم نے لکھا ہے یہ بات مین نہین سمجھتا
اسلیے کہ مین قلم صرف نے وغیرہ کا جانتا ہون اور تختی بھی لوہے لکڑی کی دیکھی ہے اور نقش
سیاہی و سرخی وغیرہ کا معلوم ہے چراغ آگ سے روشن دیکھا ہے مگر اب جو تو کہ تختی اور چراغ
اور خط اور قلم کا ہے انمین سے کوئی چیز نہین دیکھتا عجیب بات ہے کہ کچھ سنتا ہون اور کچھ
نہین دیکھتا علم نے کہا کہ تم جو کہتے ہو ٹھیک ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ تمھارے پاس مال و زاد کم ہے
اور سواری کمزور اور جس راہ کے طے کرنے کا قصد رکھتے ہو اوسمین مہلکے اور مخاوف بہت ہین
بہتر یہی ہے کہ اپنے اس خیال سے درگذرو اور اپنی راہ لو تم مرد اس میدان کے نہین ہو جسکا کام
اوسیکو ساجے اور اگر تم مقصد کی راہ پوری ہی کرنی چاہتے ہو تو لو کان لگاؤ اور سنو کہ تمھارے
اس راستے کے عالم تین ہین اول عالم ملک و شہادت ہے جسمین کی چیزین کاغذ اور قلم اور
روشنائی اور ہاتھ وغیرہ تھے اونسے تم بتدریج بڑھ آئے دوسرا عالم ملکوت ہے وہ میرے بعد
جب تم مجھسے آگے چلوگے تو اوس عالم کی منزلون مین جا پہونچوگے اوسکی عالم مین جنگل وسیع اور
بڑے بڑے دریا اور اونچے اونچے پہاڑ ہین مجھے نہین معلوم کہ تم اونمین کیسے بچوگے اور
تیسرا عالم جبروت ہے وہ ملک اور ملکوت کے درمیان مین ہے اوسمین سے تم تین منزلین

طے کر چکے ہو اسلیے کہ اوسکے شروع مین منزل قدرت اور ارادہ اور علم ہے اور یہ عالم ملک اور
ملکوت مین واسطہ ہے یعنی عالم ملک کا رستہ بہ نسبت اوسکے سہل ہے اور عالم ملکوت کا رستہ
اوسکی نسبت نہایت سخت اور دشوار گذار ہے اس عالم کو اون دونون عالم کے درمیان ایسا
سمجھنا چاہیے جیسے کشتی کی چال زمین اور پانی کے درمیان ہے یعنی نہ تو وہ مضطرب پانی کی طرح
ہوتی ہے نہ ساکن زمین کیطرح اور جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ عالم ملک اور شہادت مین چلتا ہے
پس اگر اوسکی قوت زیادہ ہو اور کشتی پر سوار ہو سکے تو ایسا ہوگا کہ گویا عالم جبروت مین سیر کرتا ہے
اور اگر اس سے بھی زیادہ قوی ہو اور پانی پر بے کشتی چلنے لگے تو بلا تردد عالم ملکوت مین سیر کریگا
پس اگر تم پانی پر بدون کشتی نہین چل سکتے تو سمجھ جاؤ کہ زمین سے تجاوز کر چکے کشتی کو پیچھے
چھوڑا اب تو صرف نرا پانی ہی رہگیا ہے اور آغاز عالم ملکوت کا یہ ہے کہ جس قلم سے کہ دل کی تختی
پر علم لکھا جاتا ہے وہ نظر پڑے اور جس یقین سے کہ پانی پر چل سکتے ہین وہ حاصل ہو جاوے
سنتے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسی علیہ السلام کے حال مین نہین سنی
کہ جب آپ کے سامنے مذکور ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ
لَوِ ازْدَادَ يَقِيناً لَمَشَى عَلَى الْهَوَاءِ یعنی اگر اونکو یقین اور زیادہ ہوتا تو ہوا پر چلتے سالک نے کہا
کہ مین اپنے معاملے مین حیران ہون اور تو نے جو راستے کا خوف بتایا اوس سے میرا دل
تھرا اٹھا اب مجھے معلوم نہین کہ جو جنگل تو نے بتائے ہین مجھ مین طاقت اوسکے قطع کی ہے یا نہین
اسکی کچھ پہچان بھی ہے علم نے کہا کہ علامت کیون نہین یہ علامت ہے کہ تم اپنی آنکھ خوب
نظر سادہ کر میری طرف کھولو اگر تمکو وہ قلم جس سے مین دل پر منقوش ہوتا ہون نظر آوے تو
ایسا لگتا ہے کہ تم اس راہ کے اہل ہوگے کیونکہ جو شخص عالم جبروت سے بڑھکر ملکوت کے دروازے
پر دستک دیتا ہے اوسکو وہ قلم سوجھنے لگتا ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے
نبوت مین وہ قلم معلوم ہوا تھا جبکہ یہ آیت اوتری اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْ
قَلَمِ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ سالک نے کہا کہ مین نے اپنی آنکھ کھولی اور خوب تاکا مگر
بخدا تو نہ کلک نظر آتی ہے نہ لکڑی اور مین نے تو قلم یہی چیزین دیکھے ہین علم نے
کہا کہ تم کیسی بات کہتے ہو تم نے نہین سنا کہ گھر کا سامان شکل مالک مکان کے ہوا کرتا ہے
تمہین معلوم نہین کہ اوسکی ذات کسی ذات سے مشابہ نہین نہ اوسکا ہاتھ اور ہاتھون کے
مانند نہ قلم اوسکا اور قلمون کی صورت نہ اوسکا خط اور خطون کیطرح نہ اوسکا کلام اور کلامون کے

موافق یہ امور الٰہی ہیں اور عالم ملکوت میں سے ہیں جسطرح کہ اور اجسام مکان میں ہوتے ہیں خدای تعالیٰ
کی ذات نہ تو جسم ہے نہ کسی مکان میں نہ اوسکا ہاتھ مرکب گوشت اور ہڈی اور خون سے ہے
جیسے اور ہاتھ ہوتے ہیں نہ قلم اوسکا نے کا نہ تختی لکڑی کی نہ کلام حروف و آواز کا نہ کتابت نقش
و نگار کی نہ روشنائی پھٹکری اور مازو وغیرہ کی پس اگر تمکو یہ باتیں ایسی نہیں سوجھتیں تو تمہاری
دانست میں تم مخنث ہو یعنی جو لوگ خدای تعالیٰ کو منزہ اور پاک سمجھتے ہیں وہ تو مرد ہیں اور جو اوسکو
تشبیہ اور اجسام سے دیتے ہیں وہ مونث ہیں اور تم ان دونوں کے درمیان مخنث ہو نہ ادھر ہو
نہ ادھر ہو تو بتاؤ تو خدای تعالیٰ کی ذات و صفات کو اجسام سے کیسے منزہ کیا اور اوسکے کلام کو
معانی حروف و آوازوں سے کسطرح پاک سمجھا کہ اب اوسکے ہاتھ اور قلم اور تختی اور کتابت پر توقف
کرتے ہو اور انکو نہیں سمجھتے ہو پس اگر ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ
کے یہ معنی سمجھے ہو کہ جیسے صورت ظاہری حضرت آدم علیہ السلام کی آنکھ سے محسوس ہوتی تھی خدای تعالیٰ
اوسی صورت کا ہے تو تمہاری تشبیہ ہونے میں کیا شبہہ ہے جیسے کہتے ہیں کہ صرف یہودی
ہو جاؤ ورنہ توریت سے مت کھیلو یعنی توریت سے کھیلنا دلالت خالص یہودی ہونے کی ہے
اسیطرح جو شخص خدای تعالیٰ کو اجسام ظاہری جیسا جانے وہ بھی نرا تشبیہ ہے اور اگر تم اوس
حدیث سے صورت باطنی جو چشم باطن سے معلوم ہوتی ہے نہ چشم ظاہر سے سمجھتے ہو تو بیشک تم خدای تعالیٰ
کو پاک سمجھتے ہو نرے منزہ اور پاکی کے میدان کے مرد ہوا اور اب منزل طے کرو کہ تم طوی کے وادی
مقدس میں ہو اور سر قلبی سے سنو کہ کیا حکم ہوتا ہے شاید اس بات سے تمکو تجلی پر راہ ملے اور کیا
تعجب ہے کہ حجب عرش سے تمکو بھی وہی آواز پہونچے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہونچی تھی کہ
اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ جب سالک نے علم کی تقریر سنی اپنے قصور سے واقف ہوا اور معلوم
کیا کہ واقع میں میں تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان میں مخنث ہوں اور اوسکا دل نفس کو عین نقصان میں
دیکھکر مارے غصہ کے جلگیا اور چونکہ اوسکے دل کا تیل ایسا تھا کہ بدون آگ لگے ہی قریب جلنے کے
تھا جب علم کی اشتعالک اوسکو پونہچی وہ تیل روشن ہو گیا اور نور علی نور بنگیا علم نے اوس سے
کہا کہ لو اب موقع غنیمت جانو اور اپنی آنکھ کھولو شاید تجلی کی راہ ملے سالک نے آنکھ جو کھولی تو اوسکو
وہ قلم الٰہی معلوم ہونے لگا دیکھا تو جیسا علم نے بتایا تھا ویسی ہی ہے کہ نہ وہ نے کا ہے نہ لکڑی کا
نہ اوسکی نوک ہے نہ مونھ وہ سب آدمیوں کے دلوں پر طرح طرح کے علوم لکھتا ہے اور اوسکی ایک
نوک ہر ایک دل پر ہے حالانکہ اوسکے کوئی نوک نہیں سالک کو اوس سے بڑا تعجب ہوا اور کہا کہ

علم عجیب و عیق ہے اللہ تعالی اوسکو میری طرف سے جزای خیر دے کہ جو کچہ اوصاف اوسے قلم کے بتائے تھے وہ سب مجہیر ظاہر ہو گئے واقع مین یہ قلم اور قلموں کیطرح کا نہین پہر سالک عالم کا شکر گزار ہو کر رخصت ہوا اور کہا کہ مین تیرے پاس بہت ٹہہرا اور بہت کچہ پوچہا اب میرا قصد ہے کہ قلم کی خدمت مین جاکر اوسکا حال دریافت کرون غرض وہان سے چلکر قلم سے پوچہا کہ تیرا کیا حال ہے کہ تو ہمیشہ لوگوں کے دلون پر ایسے علم لکہتا ہے جنسے ارادہ جاکر قدرت کو اوبہار دیتا ہے اور اعمال اختیاری سرزد ہونے لگتے ہین قلم نے کہا کہ تم نے عالم ملک و شہادت مین جو کچہ دیکہا تہا اور وہان کے قلم کا جواب سنا تہا وہ تم بہول گئے یعنی جب تم نے اوس قلم سے پوچہا تہا تو اوسنے ہاتہہ پر حوالہ کر دیا تہا اوسے کہا کہ مین بہولا نہین قلم نے کہا کہ تو وہی جواب میرا ہے جو اوس قلم کا تہا اوسے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو تو اوسکی صورت کا نہین قلم نے کہا کہ تم نے نہین سنا کہ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ سالک نے کہا کہ مین نے سنا ہے قلم نے کہا کہ میرا حال بادشاہ کے دہنے ہاتہہ سے پوچہو کہ مین اوسیکے قبضے مین رہتا ہوں وہی مجکو پہیرتا ہے مین اوسکے قابو مین مسخر ہون یعنی قلم الہی اور قلم آدمی مین مسخر ہونے کی رو سے کچہ فرق نہیں اگر فرق ہے تو ظاہر صورت کا ہے سالک نے پوچہا کہ بادشاہ کا دہنا ہاتہہ کیا ہے قلم نے کہا کہ تمنے کبہی اس آیت کو نہین سنا ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ اقلام بہی اوسیکے دہنے ہاتہہ کے قبضے مین رہین وہ جسطرح چاہتا ہے اونکو پہیرتا ہے سالک قلم کے پاس سے یمین کے پاس گیا اور اوسمین قلم سے بہی زیادہ عجائب دیکہے کہ جنمین سے کسیکا وصف نہین ہو سکتا بلکہ ہزارہا دفترمین اوسکی شرح و وصف کا سوان حصہ بہی نہین لکہا جا سکتا خلاصہ یہ کہ وہ یمین یعنی دہنا ہاتہہ ہے نہ اور ہاتہون کیطرح کا اور بایان ہے نہ اور بایون کیطرح کا اور اوسکے انگلیان ہین نہ اور انگشتوں کے موافق اوس ہاتہہ مین قلم کو حرکت کرتے ہوئے دیکہکر معلوم کیا کہ قلم کا عذر درست ہے تب دہنے ہاتہہ سے اوسکا حال پوچہا کہ قلم کو حرکت کو کیون حرکت دیتے ہو اوسنے جواب دیا کہ میرا وہی جواب ہے جو عالم شہادت کے ہاتہہ نے دیا تہا یعنی حوالہ قدرت پر کیا کیونکہ ہاتہہ کو خود بخود حرکت نہیں اوسکی محرک قدرت ہوتی ہے سالک قدرت کے عالم کو گیا اور وہان ایسے عجائب دیکہے جنکے سامنے پیشتر کے عجائب گرد تہے قدرت سے حال حرکت یمین کا پوچہا اوسنے جواب دیا کہ مین صرف صفت ہون قادر سے پوچہو کہ اسکا تانا موصوف کا کام ہے نہ صفت کا اور اوسوقت قریب تہا کہ سالک کو لغزش ہو جاتی اور زبان سوال گستاخ کر بیٹہتا مگر اوسکو استقلال مرحمت ہوا اور

سرادقات عظمت قادر مطلق سے آواز آئی کہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اس امر کو سنکر
سالک پر ہیبت چھا گئی اور پچھاڑ کھا کر بیہوش ہوگیا اور اوسی بیہوشی مین دیر تک تڑپتا تھا
جب ہوش آئے تو کہا کہ الٰہی تو پاک ہے تیری شان کیا بڑی ہے مین نے تیرے سامنے توبہ کی
اور تجھپر بھروسا کیا اور اس بات پر ایمان لایا کہ تو بادشاہ جبار قہار یکتا کردگار ہے مین تیرے سوا
کسی سے نہ ڈرونگا نہ دوسرے سے توقع کرونگا اور پناہ نہ مانگونگا مگر تیری عفو کی تیرے عذاب سے
اور تیری رضا کی تیرے غصے سے اور مجھے اب کچھہ کام نہین بجز اسکے کہ تیرے سامنے گڑگڑا کر
سوال کرون اور منت و سماجت سے یہ کہون کہ میرا سینہ کھولدے تاکہ مین تجھکو پہچان لون اور
میری زبان کی گرہ دور کردے تاکہ مین تیری تعریف کرون حجاب کی آڑ سے خطاب ہوا کہ خبردار
ثنا کی طمع مت کر اور سرور کائنات مفخر انبیا سے آگے بڑھکر قدم مت دھر اونھین کے پاس جا جو تجھکو
وہ دین وہ سے لے اور جس چیز سے روکین اوس سے باز رہ اور جو کچھہ اونھون نے کہا ہو وہ
زبان پر لا دیکھہ اونھون نے اس درگاہ مین اس قول کے سوا کچھہ نہین کہا سُبْحَانَكَ لَا اُحْصِیْ
ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ سالک نے عرض کیا کہ الٰہی اگر زبان کو یارا تیری ثنا کا
نہین تو یہی معلوم ہو جاوے کہ دلکو بھی تیری معرفت کی توقع ہو سکتی ہے یا نہین آواز آئی کہ
کیا صدیقون کی گردن پر سے کودا چاہتا ہے خبردار او ہوش سنبھال صدیق اکبر رضہ کا حال دیکھ
اور اونکی پیروی کر اسلیے کہ سید الانبیا کے اصحاب ستارون کی مثل ہین جنکی اقتدا کریگا راستہ
پالیگا صدیق اکبر کہتے ہین اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ خلاصہ یہ کہ ہماری درگاہ سے تیرا بہرہ
بہت ہے کہ تو یہ جانے کہ مین اس دربار سے محروم ہون اور جمال اور جلال کے ملاحظے سے عاجز ہون کیونکہ

شعر
کہ خاصان درین رہ فرس راندہ اند
بلا احصی از تک فرو ماندہ اند

اسکے بعد سالک پھرا اور اپنے سوال و عتاب کا عذر مین اور قلم اور علم اور ارادہ اور قدرت
اور بعد کی چیزون سے کیا اور کہا کہ مجھکو معذور رکھو اسلیے کہ مین اجنبی تھا اور ان ملکون مین نیا
آیا تھا اور جو شخص اجنبی چلا آتا ہے اوسکو وحشت ہوتی ہی ہے میرا انکار تمپر صرف قصور اور
جہالت سے تھا اب مجھکو تمھارا عذر معلوم ہوگیا اور ظاہر ہوا کہ ملک اور ملکوت اور عزت جبروت
مین یگانہ ذات اور حکم کی رو سے وہ خدای واحد و قہار ہے تم لوگ اوسکے قبضہ قدرت مین
مسخر اور متحرک ہو وہی اول ہے اور وہی آخر وہی باطن ہے اور وہی ظاہر جب سالک نے
یہ بات عالم ظاہری مین بیان کی تو لوگون نے تعجب کیا اور اوس سے پوچھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے

کہ وہی اول ہو وہی آخر یہ دونوں وصف تو ایک دوسرے کی ضد ہین اسیطرح ظاہر اور باطن
کیسے ہوگا اسلیے کہ جو اول ہوگا وہ آخر ہوگا اور جو چیز ظاہر ہے وہ باطن ہوگی سالک نے کہا
کہ وہ ذات اول موجودات کی نسبت کر ہے یعنی سب چیزین مرتباً ایک دوسرے کے بعد اوسی سے
صادر ہوئی ہیں اور آخر چلنے والوں کی سیر کے لحاظ سے ہے کہ وہ ہمیشہ ایک منزل سے دوسری
منزل تک ترقی کرتے چلے جاتے ہین یہان تک کہ انتہا اوس بارگاہ عالی پناہ پر ہوتی ہے اور
اوسکے بعد کوئی سفر باقی نہین رہتا سفر کا آخر وہی ہے پس وہ وجود مین اول ور مشاہدے میں
آخر ہے اسیطرح وہ اون لوگوں کی نسبت کہ جو عالم شہادت مین بیٹھکر اوسکے طالب حواس خمسہ سے
ہین باطن ہے اور جو لوگ اوسکو اپنے دل کے چراغ روشن یعنی باطن کی بصیرت سے جو عالم
ملکوت تک پہونچی ہوئی ہے طلب کرتے ہین اونکی نسبت کہ ظاہر ہے پس توحید یعنی سالکین کی
اسطرح تھی یعنی جن لوگوں پر کھل گیا تھا کہ فاعل ایک ہی ہے اونکا طریق توحید اسطرح تھا-
اب اگر یہ کہو کہ یہ توحید اس درجے کو پہونچی کہ عالم ملکوت پر ایمان لانے پر اسکی بنا ہے تو اگر کوئی
شخص عالم ملکوت کو نہ سمجھے یا انکار کرے تو اسکا طریق کیا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ منکر کا تو کچھ علاج
نہیں بجز اسکے کہ اوس سے یہ کہا جاوے کہ تیرا ملکوت سے انکار کرنا ایسا ہے جیسے فرقہ سمنیہ
عالم جبروت کے منکر ہیں کہ عالم کو منحصر پانچون حواس مین کرتے ہین اور قدرت اور ارادہ اور علم کے
منکر ہیں اسلیے کہ وہ حواس خمسہ سے محسوس نہین ہوتے یعنی اونھون نے یہی عالم شہادت ہی کو پکڑ کر
اسکی چیزون کو جانتے ہیں اسکے ماورا نہیں جانتے پس اگر منکر مذکور کہے کہ مین بھی اونھین میں سے
ہوں یعنی صرف عالم شہادت کے سوا اور چیز کو نہین جانتا یعنی حواس خمسہ سے معلوم ہوتا ہے تو
اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تو جو ماورا حواس کی چیزون کا انکار کرتا ہے اور ہم نے اونکا مشاہدہ کر لیا ہے
تو تیرا انکار ایسا ہے جیسے فرقہ سوفسطائی حواس خمسہ کا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ جو کچھ ایسے
محسوس ہوتا ہے قابل اعتبار نہیں شاید ہم خواب ہی میں دیکھتے ہوں پھر اگر وہ کہے کہ مین بھی سوفسطائی
ہوں مجھے بھی محسوسات مین شک ہے تو یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص کا مزاج بگڑ گیا اور اسکا علاج غیر ممکن
ہے اور اوسکو چند روز چھوڑ دیا چاہیے اسلیے کہ طبیب ہر ایک مرض کا تو علاج کر ہی نہیں سکتے بلکہ
جس مریض کا مرض علاج پذیر ہوتا ہے اوسکا علاج کرتے ہیں یہ حال تو منکر کا ہوا لیکن اگر کوئی منکر
نہ ہو بلکہ سمجھتا ہو تو سالکوں نے اوسکی تدبیر یہ نکالی ہے کہ اوسکی وہ آنکھہ جس سے عالم ملکوت
سوجھہ پڑتا ہے دیکھتے ہین اگر اوسکو درست پاتے ہیں فبہا ورنہ اگر اوسمین کا پانی اوترا ہوتا ہے جو حائل ہو دور کردی

اور صاف کرنے کے ہو تو اوسکی صفائی اور دور کرنے مین مشغول ہو جاتے ہین جیسے کحال ظاہری آنکھون کو
کیا کرتے ہین پھر جب اوسکی بینائی ٹھیک ہو جاتی ہے تو اوسکو رستہ بتلا دیا جاتا ہے تاکہ اوسپر چلا جاوے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے خواص اصحاب رضہ کے باب مین بھی تدبیر استعمال فرمائی
پھر اگر علاج کے قابل نہوا تو جو طریق ہمنے توحید کے باب مین لکھا ہے اوسکا چلنا اوس سے ممکن نہین
اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ذرات ملک و ملکوت کا کلام شہادت توحید پر سنے پس ایسے شخص کو حروف و
آواز سے سمجھانا چاہیے اور ایسی تقریر توحید کی بسیت کرنی چاہیے جو اوسکی فہم کے موافق ہو اسلیے کہ
عالم شہادت مین بھی توحید موجود ہے مثلاً ہر کوئی جانتا ہے کہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین پھوٹتی ہے
تو اوس سے اوسکی عقل کے مناسب یہ تقریر کرنی چاہیے کہ عالم کا معبود اور مدبر ایک ہی ہے اسواسطے
کہ اگر سواے خدا کے زیادہ معبود زمین و آسمان مین ہوتے تو زمین و آسمان خراب ہو جاتے بموجب مثل مشہور
کہ دو بادشاہ در اقلیمی نگنجند تو چونکہ یہ تقریر اوس شخص کے تجربے اور مشاہدہ عالم شہادت کے مناسب
ہو گی اسلیے اوسکے دل مین توحید کا اعتقاد جم جاویگا اور اللہ تعالی نے بھی انبیا علیہم السلام کو یہی حکم
فرمایا کہ لوگون سے اونکی فہم کے بموجب گفتگو کرو اور اسیوجہ سے قرآن شریف بھی زبان عربی مین
عرب کے محاورات مین جس بات کے عادی تھے اونھین الفاظ سے نازل ہوا۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ
توحید اعتقادی توکل کی بنا اور اصل ہونے کی لیاقت رکھتی ہے یا نہین تو اوسکا حال یہ ہے کہ
ہو سکتی ہے اسلیے کہ اعتقاد جب زبردست ہوتا ہے تو احوال کے برانگیختہ کرنے مین کشف ہی کا سا
کام کرتا ہے مگر اثر اونکا کہ اکثر ضعیف ہی ہوتی ہے اور اوسکو تزلزل غالب ہے اسیواسطے توحید اعتقادی
والا ایک متکلم کا محتاج ہے جو اپنی تقریر سے اوسکو بچاے رکھے یا خود علم کلام سیکھے جسکے باعث
جو توحید ان باپ یا اوستاد وغیرہ سے سیکھی ہے وہ محفوظ رہے مگر جو شخص کہ راہ دیکھکر خود چلے گا
اوسکو کچھ خوف تزلزل وغیرہ کا نہین بلکہ اگر پردہ اوٹھا لیا جاوے تو اوسکا یقین بدستور رہیگا
کچھ زیادہ نہوگا گو وضاحت زیادہ ہو جاوے جیسے کوئی شخص کسی آدمی کو صبح کے وقت دیکھے
اور پھر آفتاب کے نکلنے پر دیکھے تو دوبارہ دیکھنے سے کچھ یقین اوسکے آدمی ہونے کا زیادہ ہوگا صرف
اتنا فرق ہوگا کہ اول بار مین تفصیل اوسکے خط و خال کی معلوم نہ تھی وہ دوبارہ خوب معلوم ہو جاویگی
اسیطرح اہل مکاشفہ کی توحید کے یقین کو سمجھنا چاہیے کہ اول ہی سے ایسا یقین ہوتا ہے جسکو کچھ
تزلزل نہو اہل کشف کی مثال ایسی سمجھنی چاہیے جیسے فرعون کے جادوگر تھے کہ اول سے چونکہ
انتہاے تاثیر سحر کو طول مشاہدہ اور تجربہ کے باعث جانتے تھے اور حضرت موسی علیہ السلام سے

ایسی بات ویسی ہی توحید سے جس سے منکر تھی اور امر حق اوس پر کھل گیا تو اس بات کی پرواہ کی کہ ہم تو
مر جاویں یہ وعید کیا ہے لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي
جُذُوعِ النَّخْلِ بلکہ یہ کہا کہ لَنْ نُؤْثِرَكَ عَلَىٰ مَا جَاءَنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي
فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَٰذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا حاصل یہ کہ کشف و ظاہر ہونے کے بعد
بات ہوتی ہے اوسمیں تغیر نہیں ہوتی اسیطرح اہل کشف کی توحید میں کسیطرح کا تزلزل نہیں ہوتا
اور توحید اعتقادی کا حال ایسا ہے جیسے سامری کے ساتھ والے تھے کہ اونکا ایمان چونکہ ظاہر
سانپ دیکھنے پر تھا تو جب سامری کا بچھڑا دیکھا اور اوسکی آواز سنی تو پھر گئے اور سامری کا یہ قول
سننے لگے هَٰذَا إِلَٰهُكُمْ وَإِلَٰهُ مُوسَىٰ فَنَسِيَ اور اس بات کا خیال نکیا کہ یہ بچھڑا ان بات کا جواب دیتا ہے
نہ کچھ فائدہ اور نقصان پہونچاسکے غرضکہ جو شخص سانپوں کے دیکھنے پر اعتقاد رکھتا ہوگا جسوقت بچھڑا
دیکھیگا تو بالضرور پھر جاویگا اسلیے کہ دونوں چیزیں عالم شہادت سے ہیں اور اختلاف اور تغیر
عالم شہادت میں بہت ہے اور اونجا کہ عالم ملکوت خداے تعالی کی جانب سے ہے تو اسیوجہ سے
اوسمیں کچھ خلاف اور تغیر ہرگز کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جو کچھ توحید کا حال ابتک
لکھا ہے وہ اوس صورت میں ہے جہاں یہ ثابت ہو کہ واسطے اور اسباب سب مسخر ہیں اور یہ جگہ
تو ظاہر ہے مگر انسان کی حرکت میں نہیں اسواسطے کہ انسان جسطرح چاہتا ہے حرکت کرتا ہے اور
جسوقت چاہتا ہے ٹھہر جاتا ہے تو یہ مسخر کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یوں ہوتا کہ اگر انسان
ارادہ اپنے چاہنے کا کرے تو چاہتا ہے اور اگر خواہش کا ارادہ نکرے تو نہیں چاہتا تب البتہ
پانوں پھسلنے کی جگہ اور غلطی کا موقع تھا مگر اب تو تمکو معلوم ہو چکا کہ انسان فعل جب کرتا ہے
جب چاہتا ہے لیکن یہ نہیں ہے کہ چاہنا اسکے اختیار میں ہو کہ چاہے تو چاہے اور چاہے نچاہے
اسلیے کہ اگر خواہش انسان کے اختیار میں ہو تو دوسری مشیت پر موقوف ہوگی اور وہ تیسری پر
اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ہوجاویگا اور جب مشیت اختیاری نہوئی تو جب کبھی اوسکی وہ خواہش
جو قدرت کو مقدور چیز کیطرف پھیرتی ہے موجود ہوگی تو قدرت بلاشک اوسی کام میں صرف
ہوگی اور اوسکو تاب مخالفت نہوگی۔ حاصل یہ کہ اتنی باتیں ضروری ہیں قدرت کے ہوتے ہوئے
حرکت ضرور ہوگی مشیت کے پختہ ہونے پر قدرت ضرور محرک ہوگی اور مشیت دل میں بے اختیار
پیدا ہونی بھی ضروری ہے یہ سب امور اسی ترتیب سے ضروری ہیں بندے کو یہ اختیار نہیں کہ مشیت
کو روکدے نہ یہ اختیار ہو کہ بعد مشیت کے قدرت کو مقدور چیز کی طرف نہ پھیرنے دے نہ یہ کہ بعد برانگیختہ

کہ بے مشیت کے قدرت کو حرکت نہو غرضکہ سب امور مین بندہ لاچار ہے اب اگر
کوئی کہے کہ اس تقریر سے تو محض جبر ثابت ہوتا ہے جو اختیار کے خلاف ہے اور یہ لوگ قائل
اختیار کے ہین پس جب آدمی ہر طرح سے مجبور ہوا تو مختار کیسے ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر حقیقت
حال کھول دی جاوے تو معلوم ہو کہ انسان عین اختیار ہی مین مجبور ہے مگر جو شخص اختیار کو نہ
سمجھتا ہو وہ کیسے سمجھیگا کہ انسان کو اختیار مین جبر ضروری ہے پس اول ہم اختیار کا بیان متکلمون کے
طور پر مختصر بیان کیے دیتے ہین جو اس مقام کے شایان ہے ورنہ اس کتاب مین ہماری غرض بجز
علم معاملہ کے بیان کے اور کچھ نہین پس ہم کہتے ہین کہ لفظ فعل انسان مین تین طرح بولا جاتا ہے مثلاً
کہتے ہین کہ انسان انگلیون سے لکھتا ہے اور پھیپھڑے اور گلے سے سانس لیتا ہے اور
جب پانی پر کھڑا ہوتا ہے تو اوسے اپنے جسم سے چیر دیتا ہے ان تینون جگہون مین فعل پانی کے
چیرنے اور سانس لینے اور لکھنے کا آدمی کی ہی طرف منسوب ہوتا ہے اور یہ تینون فعل اضطرار
اور جبر مین یکسان ہین مگر اسکے سوا اور باتون مین جدا جدا ہین جنکا حال ہم تین عبارتون مین
لکھتے ہین پس پانی کے چیرنے کا تو فعل طبیعی نام رکھتے ہین اور سانس لینے کو فعل ارادی کہتے ہین
اور کتابت کو فعل اختیاری فرض کرتے ہین اب ہر ایک کا حال سنو کہ فعل طبیعی مین جبر ظاہر ہے
اسلیے کہ جب انسان پانی کے سطح پر کھڑا ہوگا یا ہوا مین کو چلے گا تو پانی اور ہوا دونون
چر جاوینگے غرضکہ چلنے کے بعد چرنا ضروری ہے اور سانس لینا بھی ایسا ہی ہے اسلیے کہ گلا
کی حرکت کو سانس لینے کے ارادے کیطرف وہی نسبت ہے جو پانی کے پھٹنے کو ہے بدن کے
بوجھ کیطرف پس جب ثقل موجود ہوگا تو اوسکے بعد چرنا پایا جاویگا جیسے سانس لینے کے ارادے
کے ہوتے ہوے سانس موجود ہوتا ہے مگر ثقل کا ہونا آدمی کے اختیار مین نہین اسیطرح ارادہ
فعل ارادی کا بھی آدمی کے بس مین نہین اسواسطے دیکھتے ہو کہ جب سوئی لیکر کسی آنکھ کیطرف
کو کرو تو پلکین بے اختیار بند ہو جاتی ہین اگر وہ شخص چاہے کہ کھلی رکھے نہین رکھ سکیگا
باوجودیکہ پلکون کا بند کرنا فعل ارادی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ادراک کے سامنے صورت سوئی
کی بندھ جاتی ہے تو ارادہ بند کرنے پلکون کا ضروری پیدا ہو جاتا ہے اور اوسی ارادے سے
حرکت پیدا ہوتی ہے اگر اس حرکت کو روکنا چاہے گا تو نہو سکیگا گو یہ فعل قدرت و ارادہ سے
ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح کے افعال بھی ضروری ہوتے ہین فعل طبیعی مین داخل ہین
رہا فعل اختیاری وہی محل شبہہ مین ہے یعنی کتابت اور کلام وغیرہ کو کہہ سکتے ہین کہ اگر چاہے



کرے اور چاہے یا کرے اور جسکی اوسکی خواہش کرتا ہے کبھی نہیں کرتا اسی سے گمان ہوتا ہے
کہ اسکا امر موجب انسان کیطرف ہے اور وجہ اس گمان کی اختیار کے معنی سے ناواقفیت ہے
اسلیے ہم اوسکو واضح کیے دیتے ہین اوسکا بیان یہ ہے کہ ارادہ تابع اوس علم کا ہوتا ہے جو یہ حکم
کرتا ہے کہ چیز آدمی کے موافق ہے اور اس اعتبار سے اشیا کی دو قسمین ہین بعض تو ایسی ہین کہ
آدمی کا مشاہدہ ظاہر یا باطن بدون حیرت و تردد کے کہدیتا ہے کہ یہ تیرے موافق ہین اور
بعض ایسے ہین کہ عقل کو اومیں تردد ہوتی ہے اول کی مثال یہ ہے کہ مثلا کوئی شخص تمھاری آنکھ
مین سوئی مارنی چاہے یا شمشیر علم کرکے تمپر جھکے تو تمکو اسی بات کا علم ہوگا کہ اس بلا کا ٹالنا تمہارے
حق مین بہتر اور موافق ہے اسمین کچھ تردد نکروگے اور فورا اس علم کے سبب ارادہ پیدا ہوگا اور
اوسکے باعث قدرت متحرک ہوگی اور سوئی کے دفع کے لیے پلکین جھپک جائینگی اور تلوار کے
روکنے کو ہاتھ اوٹھ جاینگے اگرچہ یہ باتین ارادہ سے ہوئین مگر بلا تامل واقع ہوئین اور جن باتون
مین کہ عقل و تمیز کو تامل ہوتا ہے اور نہین جانتے کہ موافق ہیں یا نہیں اونمین حاجت فکر کی
ہوتی ہے یہانتک کہ عقل پر کھل جائے کہ اسکا کرنا اچھا ہے یا نکرنا پس جب فکر سے علم اوسکے
بہتر ہونے کا حاصل ہوجاتا ہے تو بھی ایسا ہی ہوجاتا ہے جیسے اول قسم کی اشیا مین ہوا کرتا تھا
اور اسیواسطے یہان بھی اس علم کے باعث ارادہ پیدا ہوتا ہے جیسے وہان تلوار و سوئی کی روک
کے لیے پیدا ہوا تھا پس جسوقت یہ ارادہ ایسے فعل کیواسطے اوٹھتا ہے جسکی بہتری عقل کو معلوم
ہوچکی ہو اوس صورت مین اسکا نام اختیار ہوتا ہے جو خیر سے مشتق ہے یعنی اختیار کیا خیر ہے
کہ برانگیختہ ہونا ایسے فعل کیطرف جو عقل کے نزدیک خیر ہے اور یہ وہی ارادہ ہے صرف فرق یہی ہے
کہ اوس ارادے کے اوبھرنے مین فعل کے خیر ہونے کا انتظار اپنے حق مین نہیں کرنا پڑا تھا کیونکہ
کہ تلوار کے دفع کرنے مین بہتری بدون فکر بلکہ بدیہۃ ظاہر ہوئی اور اسمین حاجت فکر کی ہوئی
پس اختیار ایک ارادہ خاص ہے یعنی وہ ارادہ کہ عقل کے اشارے سے ایسی چیزون مین اوٹھتا ہے
جنکے ادراک مین عقل کو تامل ہوتا ہے اور اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ اختیار مین عقل کو حاجت
اس بات کی ہوتی ہے کہ وہ بہتر کامون مین سے زیادہ بہتر کو تمیز کرے اور دو بری باتون
مین سے زیادہ بری کو۔ اور یہ ہو نہیں سکتا کہ ارادہ بدون حکم حس و خیال کے یا بدون حکم قاطع
عقل کے اوٹھ کھڑا ہو اسیواسطے اگر کوئی شخص مثلا اپنے ہاتھ سے اپنی گردن جدا کرنی چاہے
تو نہیں ہو سکیگا نہ اس جہت سے کہ اوسکے ہاتھ مین زور نہیں یا چھری موجود نہیں بلکہ

وجہ سے کہ یہان وہ ارادہ نہین جو قدرت کو اوٹھایا کرتا ہے اور ارادہ کے نہونیکی یہ جہت ہے
کہ وہ جب ہوا کرتا ہے جب عقل یا حس سے معلوم ہو جاوے کہ فعل موافق ہے اور ظاہر ہے کہ
اپنے آپ کو مار ڈالنا عقل کے موافق نہین اسلیے باوجود قوت ہونے کے ممکن نہین کہ آدمی اپنے آپکو
قتل کر ڈالے مگر اوس صورت مین کہ ایسی تکلیف دردناک مین مبتلا ہو جسکی اوسکو تاب نہو کیونکہ ایسی
صورت مین عقل کو حکم مین تردد و توقف ہوتا ہے یعنی اپنا مار ڈالنا بھی برا ہے اور مبتلای آلام و مصائب
رہنا بھی برا تو عقل کو ان دونون برائیون مین تردد ہوتا ہے کہ کونسی بہتر ہے اگر بعد فکر کے اوسکے
نزدیک اس امر کو ترجیح ہوتی ہے کہ قتل نکرنے مین برائی کم ہے تب تو اپنے آپ کو قتل نہین کر سکتا
اور اگر عقل قتل مین برائی کم پاتی ہے اور حکم قطعی ایسا کرتی ہے کہ اوس سے پھرنے اور مائل ہو جانے
کی گنجایش نہو تو ارادہ اور قدرت پیدا ہوتے ہین اور آدمی اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے کوئی
شخص کسی کے پیچھے تلوار لیکر دوڑے تو دوسرا آدمی چھت پر سے خوف کے مارے گر پڑتا ہے اگرچہ
وہان سے گر کر مر جاوے مگر اسکی کچھ پروا نہین کرتا اور نہ یہ ہو سکے کہ چھت پر سے اپنے آپ کو نہ گراوے
اور اگر کوئی پیچھے سے ہلکی چوٹ مارتا ہوا آتا ہو تو چھت کے کنارے پر پہونچکر عقل حکم کرتی کہ مار کا
سہنا نسبت گرنے کے آسان ہے اور ٹھہرا توقف کرتے پھر ممکن نہین تھا کہ اپنے آپکو گرا دیوے
اور نہ اوسکا ارادہ پیدا ہوتا کیونکہ ارادہ تابع عقل اور حس کے حکم کا ہوتا ہے اور قدرت ارادہ کی
تابع ہے اور حرکت اعضا قدرت کے تابع اور یہ سب آدمی مین ضروری پیدا ہوتے ہین ایسی طرح
کہ اوسکو خبر نہین ہوتی کیونکہ آدمی ان امور کا محل ہے اور یہ ہرگز نہین کہ اوس سے صادر ہوتے ہون
اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کے مجبور ہونے کے یہ معنی ہین کہ یہ سب افعال اوسمین غیر سے حاصل
ہوتے ہین خود اوس سے نہین ہوتے اور مختار ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ محل اوس ارادے کا ہے جو
اوسمین جبراً پیدا ہوا بعد اسکے کہ عقل نے کسی کام کو خیر محض اور موافق ہونیکا حکم کر دیا اور حکم بھی جبراً
ہوا پس اس سے ثابت ہوا کہ آدمی اختیار پر مجبور ہے مثلاً آگ کا فعل جلانے مین صرف جبر ہے اور
خداے تعالی کا فعل محض اختیار ہے اور انسان کا فعل ان دونون مرتبون کے درمیان ہے یعنی گویا
پر جبر ہے اور اوسکا یہ ایک تیسری قسم ہے تو اہل حق نے اسکے لیے نام بھی جدا ڈھونڈھا اور
اسباب مین اقتدا کتاب اللہ تعالی کا کر کے اوسکو کسب کہا اور یہ جبر کے خلاف ہے نہ اختیار کے
بلکہ سمجھ والون کے نزدیک دونون باتون کا جامع ہے اور خداے تعالی کا فعل جو اختیار کہلاتا ہے
اوسمین یہ شرط ہے کہ وہ اختیار نہو جو ارادہ بعد حیرت و تردد کے ہوا کرتا ہے اسلیے کہ یہ بات

خدا تعالیٰ کی شان میں محال ہے اور جتنے الفاظ کہ لغات میں مذکور ہیں اونکا استعمال خدا تعالیٰ
کے حق میں استعارہ اور مجاز ہی کی راہ سے ہے اور اس بات کا ذکر کرنا طویل اور قابل اس مقام کے
نہین ۔ اب اگر کوئی کہے کہ علم نے ارادہ پیدا کیا اور ارادہ نے قدرت اور قدرت نے حرکت
یعنی ہر ایک پچھلی چیز اول سے پیدا ہوئی اس سے تمھاری اگر یہ غرض ہے کہ بدون قدرت الٰہی کے
ایک نے دوسری چیز کو پیدا کر دیا تو یہ ہو نہین سکتا اور اگر یہ غرض نہیں تو انکے ایک دوسرے پر مترتب
ہونے کے کیا معنی ہین پس اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ انمین سے بعض نے بعض کو پیدا کیا جہالت
محض ہے بلکہ ان سب کا حوالہ اوس بات پر ہے جسکو قدرت ازلی سے تعبیر کرتے ہیں اور سب کی
اصل وہی ہے عوام اوس سے واقف نہین جو لوگ علم مین راسخ ہین وہ البتہ اوسکے معنی کی بات
سمجھے ہیں عوام اوس لفظ ہی کو جانتے ہین اور اوسمین ایک قسم کی قدرت مشابہ انسان کی قدرت
کے سمجھتے ہین حالانکہ یہ امر حق سے بہت دور ہے اور سکا بیان بہت طویل ہے لیکن اتنا جاننا چاہیئے
کہ بعض مقدورات بعض پر مترتب ہوتے ہین اسطرح جیسے مشروط شرط پر ہوتا ہے اسی جہت سے
قدرت ازلی سے ارادہ جبھی صادر ہوتا ہے جب علم ہو لیتا ہے اور علم بعد حیات کے اور حیات بعد
محل حیات کے صادر ہوتی ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ حیات جسم سے حاصل ہوتی ہے جو شرط حیات ہے
اسیطرح اور درجات ترتیب کو جاننا چاہیئے لیکن بعض شرطین تو اکثر عوام پر بھی ظاہر ہو جاتی ہین
اور بعضے بدون خواص اور کشف والون کے جو نور حق سے دیکھتے ہین ظاہر نہین ہوتین ورنہ
جو متقدم مقدم ہوتا ہے یا جو متاخر پیچھے ہوتا ہے وہ لزوم اور حق ہی کے ساتھ ہوتا ہے
سب افعال الٰہی کو ایسا ہی جاننا چاہیئے اگر یہ بات ہوتی تو تقدیم اور تاخیر لغو اور مجنونون کے فعل
کے مانند ہوتی خداوند کریم ان واہی خیالات سے پاک و مبرا ہے خود اسکی طرف اشارہ فرماتا ہے
وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزین آسمان و زمین کے اندر ہین وہ ترتیب واجب اور حق لازم کے
ساتھ ہوتی ہین جسطرح وہ ظاہر ہوتی ہین اوسکے سوا اور کسیطرح اونکا ہونا متصور نہیں ہو سکتا جو
ترتیب ہمین ہے اوسکے خلاف اور کوئی ترتیب ممکن نہین اب جو کوئی متاخر چیز پیچھے ہوتی ہے
تو صرف شرط کے انتظار کے سبب سے کہ مشروط کا ہونا شرط سے پہلے محال ہے اور محال کو تحت
قدرت داخل ہونے کے ساتھ موصوف نہین کیا کرتے ہین غرضکہ علم جو نطفہ سے پیچھے ہوتا ہے
تو یہی سبب ہے کہ نطفہ مین حیات نہین جو شرط علم ہے اور حیات کے ساتھ عالم ہونے کے بعد

جوارادہ پیچھے ہوتا ہے تو شرط علم کے ہونے کی جہت سے اور انہین سے ہر چیز کا اپنی اپنی شرط کے بعد اسطرح ہونا واجب اور لازم ہے ترتیب حق یہی ہے یہ بات نہین کہ اس ترتیب مین کچھ اتفاق و سرسری ہونے کو دخل ہو بلکہ یہ ترتیب مقتضاے حکمت و تدبیر کے بموجب ہوا اور اسکا سمجھنا بہت مشکل ہے لیکن ہم ایسی مثال بیان کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ باوجود قدرت کے فعل مقدور اپنی شرط پر موقوف رہتا ہے بروے کار نہین آتا اس مثال سے جو لوگ تھوڑی اور ضعیف فہم رکھتے ہین اونکو بھی حق بات کے آغاز و شروع کی باتین سمجھنی سہل ہوجاوینگی فرض کرو کہ ایک بے وضو آدمی پانی مین گردن تک ڈوبا ہوا ہے تو باوجودیکہ پانی استعمال کرنے اور ملے رہنے سے بے وضو ہونا جاتا رہتا ہے مگر اسکے اعضا سے حدث دور نہو گا بلکہ شرط کا منتظر رہیگا کہ جب منہ بھی دھویا جاوے تو دور ہو اسیطرح جان لو کہ قدرت ازلی بھی سب مقدورات سے ملی ہوئی اور سب سے متعلق ہے جیسے پانی تمام اعضا سے ملا ہوا تھا مگر مقدور چیز جبھی موجود ہوگی جب اوسکی شرط پائی جاویگی جیسے مثال بالا مین حدث کا دور ہونا وجود شرط پر منحصر ہے اور وہ منہ دھونا ہے پس جو شخص پانی مین کھڑا ہے اپنا منہ پانی کے سطح پر رکھدے اور پانی سب اعضا مین تاثیر کرلے اور حدث جاتا رہے تو جاہل یہ خیال کرتے ہین کہ حدث ہاتھون سے اسواسطے گیا کہ منہ سے جاتا رہا یعنی منہ کے حدث دور ہونے کو علت ہاتھون کے حدث کے جانے کی کہتے ہین پانی کو رافع حدث نہین جانتے کیونکہ دور ہونا حدث کا منہ دھونے کے بعد ہوا تو معلوم ہوا کہ پانی پیشتر سے اعضا سے ملا ہوا تھا رافع حدث نہ تھا اور اب پانی کچھ بدل تو گیا ہی نہین جیسا تھا ویسا ہی ہے تو جو بات اوس سے پیشتر حاصل نہ تھی وہ اب کیسے ہوگی مگر منہ دھونے سے حدث کا جانا قطعی ہے تو ثابت ہوا کہ منہ دھونا ہی رافع حدث کا ہے پانی رافع نہین اگر پانی ہوتا تو پہلے بھی ہوتا اور یہ خیال اون لوگون کا محض جہالت ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کوئی یہ گمان کرے کہ حرکت قدرت سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت ارادے سے اور ارادہ علم سے حالانکہ یہ دونون باتین غلط ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جب منہ سے حدث مرتفع ہوا تو ہاتھون کا حدث بھی اوس پانی سے جو ہاتھون سے ملا ہوا تھا مرتفع ہوا کچھ منہ دھونے سے مرتفع نہین اور یہ مانا کہ پانی نہین بدلا اور ہاتھ نہین بدلا اور نہ کوئی چیز نئی ہوئی مگر شرط جو مفقود تھی وہ ہوگئی اسلیے اوسکا اثر بھی ظاہر ہوگیا پس مقدورات کا صادر ہونا قدرت ازلی سے اسیطرح سمجھنا چاہیے باوجودیکہ قدرت ازلی قدیم ہے اور مقدورات سب

حادث ہیں اور یہ ذکر ایک حد تک علم مکاشفہ کے مقامات کے دروازے کی بات ہے اسلیے ہم اوسکو
بھی چھوڑے دیتے ہیں اسلیے کہ ہمارا مقصود صرف توحید فعل کے طریق پر تنبیہ کرنا ہے کیونکہ
فاعل حقیقت میں ایک ہے اور وہی قابل خوف و رجا ہے اور اسی پر توکل و اعتماد زیبا ہے
اور جس قدر ہم نے اس طریق میں لکھا ہے اوسکو سب توحید کے سمندرون میں سے تیسری قسم کے
توحید کے سمندر کا ایک قطرہ جاننا چاہیے اسکا پورا بیان تو عمر بھر میں بھی محال ہے اور ایسا ہی
جیسے کوئی سمندر کے پانی کو قطرہ قطرہ کرکے سب اوٹھانا چاہے اور یہ تمام تقریر کلمہ
لا الہ الا اللہ کے مضمون میں داخل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ یہ کلمہ زبان پر کتنا ہلکا ہے اور
اسکے لفظون کے مضمون کا اعتقاد دل میں کتنا سہل ہے اور اسکی حقیقت اور مغز علماء راسخین
کے نزدیک کتنی بڑی ہے اور ورون کے نزدیک کا تو کیا ذکر ہے۔ یہان یہ اعتراض ہو سکتا ہے
کہ توحید کے معنی تو یہ ہین کہ سوا خداے تعالی کے کوئی فاعل نہین اور شرع سے افعال کا ثبوت
بندون کے لیے پایا جاتا ہے تو یہ دونون اکٹھے کیسے ہو سکتے ہین کیونکہ اگر بندہ فاعل ہوگا تو
خداے تعالی کیسے ہوگا اور اگر اللہ تعالی ہوگا تو بندہ کسطرح ہوگا اور ایک ہی فعل کے
دو فاعل ہون یہ سمجھ مین نہیں آتا پس اسکا جواب یہ ہے کہ جب فاعل کے معنی ایک ہی لیے جاوینگے
تب البتہ یہی بات ہے کہ ایک فعل کے فاعل دو نہین متصور ہوتے اور اگر فاعل کے دو معنی ہوں
اور لفظ محتمل ہو کہ دونوں پر بولا جا سکتا ہو تو کچھ دشوار نہین مثلاً کہا کرتے ہین کہ امیر نے فلان شخص کو
قتل کر ڈالا اور یہ بھی کہتے ہین کہ جلاد نے مار ڈالا تو یہاں امیر اور اعتبار سے قاتل کہلاتا ہے
اور جلاد اور اعتبار سے اسیطرح بندہ اپنے فعل کا اور اعتبار سے فاعل ہے اور خداے تعالی اور
اعتبار سے اللہ تعالی کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ فعل کا ایجاد و اختراع کرنے والا ہے
اور بندے کے فاعل ہونے کے یہ معنی ہین کہ بندہ وہ محل ہے جسمین قدرت پیدا ہوئی بعد اسکے
کہ خداے تعالی نے بندے میں ارادہ پیدا کیا اور اوس سے پہلے علم پیدا کیا یعنی ارتباط قدرت و
ارادہ و حرکت کا قدرت سے تو ایسا ہے جیسے شرط کا ارتباط مشروط سے ہوتا ہے اور قدرت
الہی سے اسطرح ہے جسطرح معلول کا ارتباط علت سے اور موجد کا ایجاد کی ہوئی چیز سے ہوتا ہے
اور جو چیز کہ اوسکو قدرت سے ارتباط ہوتا ہے تو محل قدرت کو بھی فاعل کہدیتے ہین خواہ
کسیطرح کا ارتباط ہو مثلاً جلاد اور امیر کو دونون کو قاتل اسیوجہ سے کہتے ہین کہ قتل دونون کی
قدرت سے ارتباط رکھتا ہے مگر ارتباط دو طرح کا ہے اسیواسطے قتل دونون کا فعل کہلاتا ہے

اسیطرح ارتباط مقدورات کا متعدد قدرتون سے سمجھنا چاہیے اور اسی موافقت اور مطابقت کیلیے خدا تعالی نے افعال کو قرآن مجید مین کبھی فرشتون کیطرف اور کبھی بندون کیطرف اور کبھی انھین افعال کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ موت کے باب مین ارشاد ہے قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ پھر فرمایا اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا اور فرمایا اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ اسمین بندون کیطرف کاشتکاری کو منسوب فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد ہے اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا اور فرمایا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا اور پھر فرمایا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا حالانکہ پھونکنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور ایک جگہ ارشاد ہے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ تفسیر مین اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ جب جبریل تمپر قرآن پڑھین اور فرمایا قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ اسمین قتل کو تو مسلمانون کیطرف منسوب فرمایا اور عذاب دینے کو اپنی طرف اور عذاب دینا بعینہ قتل کرنا ہے چنانچہ دوسری جگہ اسکو بصراحت فرمایا فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ اور فرمایا وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اسمین بظاہر نفی اور اثبات کو جمع فرمایا ہے مگر حقیقت مین یہ غرض ہے کہ نفی اوس اعتبار سے ہے جس سے کہ خدا تعالی فاعل ہوا اور اثبات اوس اعتبار سے جس سے کہ بندہ فاعل ہوا اور یہ دونون علیحدہ علیحدہ باتین ہین اور فرمایا اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ پھر فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اور فرمایا اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحم کے فرشتے کے وصف مین فرماتے ہین کہ وہ رحم مین جاکر نطفے کو ہاتھ مین لیتا ہے اور اوسکو جسم کیصورت بناتا ہے اور کہتا ہے کہ الٰہی یہ مرد بنے یا عورت برابر ہو یا ٹیڑھا اللہ تعالی اوسکے جواب مین جو چاہتا ہے ارشاد فرما دیتا ہے اور فرشتہ اوسیطرح بنا دیتا ہے اور دوسری روایت مین ہے کہ فرشتہ صورت بناکر اوسمین روح پھونک دیتا ہے خواہ سعادت کو ساتھ یا شقاوت کی اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ جس فرشتے کا نام روح ہے وہ وہ ہے جو جسمون مین روح ڈالتا ہے اور وہ اپنے کسی خاص طرح پر سانس لیتا ہے تو اوسکا ہر ایک سانس روح بنکر جسم مین چلا جاتا ہے اسیلیے اوسکا نام روح رکھا گیا ہے اس بزرگ نے جو کچھہ اس جیسے فرشتے کے باب مین کہا ہے اور صفت بیان کی ہے وہ درست ہے اہل دل نے اپنی بصیرت سے اوسکا مشاہدہ بھی کیا ہے مگر اوسکا نام روح ہونا بدون سند نقلی کے نہین ہوسکتا اور بے دلیل نقلی اوسکو روح کہدینا صرف تخمین ہے

اور اسیطرح اللہ تعالی نے قرآن مجید مین دلائل وآیات زمین وآسمان مین ذکر فرمائیں پھر فرمایا
اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور فرمایا شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
اسمین بتلایا کہ خود خدای سبحانہ اپنے نفس پر دلیل ہے اور یہ امر کچھ خلاف نہین بلکہ استدلال کی
راہین مختلف ہین بہت طالب ایسے ہین کہ اونھون نے موجودات کو دیکھکر خدای تعالی کو پہچانا اور
بہت سے طالبون نے اللہ تعالی سے موجودات کو جانا ہے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ
مین نے اپنے رب کو اوسکی بدولت پہچانا اگر میرا پروردگار نہوتا تو مین اوسکو ہرگز نجانتا اور یہی
مراد اس آیت مین ہے اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالی نے اپنے
نفس کی صفت بیان فرمائی کہ زندہ کرنے والا اور مارنے والا مین ہون مگر پھر موت اور حیات کو
دو فرشتون کیطرف مفوض فرمادیا چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ موت اور حیات کے دو فرشتون نے
آپسمین مناظرہ کیا ملک الموت نے کہا کہ مین زندون کو مردہ کرتا ہون اور حیات کے فرشتے نے
کہا کہ مین مردون کو زندہ کرتا ہون اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تم دونون جس کام پر مقرر ہو تو
وہ کیے جاؤ مارنے اور جلانے والا مین ہون میرے سوا اور کوئی مار اور جلا نہین سکتا چنانچہ
فعل کا استعمال کئی طرح پر ہوتا ہے اگر سمجھو تو کچھ اسمین تناقض نہین اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس شخص کو خرما عنایت فرمایا تھا ارشاد فرمایا خُذْهَا لَوْ لَمْ تَأْتِهَا لَأَتَتْكَ
آنے کو اوس شخص کیطرف اور خرما کیطرف منسوب فرمایا حالانکہ خرما انسان کیطرف ایسی طرح نہین آتا
جیسے انسان اوسکی طرف جاتا ہے۔ اسیطرح جب ایک تائب نے کہا کہ مین خدای تعالی کی طرف توبہ
کرتا ہون نہ محمد کیطرف تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص نے حق کو حقدار کے لیے جان لیا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو شخص سب افعال کو خدای تعالی ہی کیطرف منسوب کرے وہ ایسا محقق ہے کہ
حق اور حقیقت کے حقدار کو جانتا ہے اور جو شخص اوسکے غیر کیطرف کچھ نسبت کرے وہ اپنے
قول مین استعارہ اور مجاز کہتا ہے اور مجاز کیواسطے بھی ایک وجہ ہے جیسے کہ حقیقت کے لیے
ایک وجہ ہے اور لفظ فاعل واضع لغت نے اختراع کرنے والے کے لیے بنایا ہے مگر چونکہ
اونسے خیال کیا کہ انسان بھی اپنی قدرت سے اختراع کرتا ہے اسلیے اوسکو بھی فاعل اس
کام کا کہدیا اور اوسکے فاعل کہنے کو معنی حقیقی سمجھ گیا اور وہم کیا کہ اس فعل کی نسبت خدای تعالی
کیطرف مجازاً ہے جیسے قتل کی نسبت حاکم کیطرف مجازاً ہے اور جلاد کیطرف حقیقت مین۔
مگر اہل حق کو عقدہ کھلا تو معلوم ہوا کہ امر بالعکس ہے اور واضع لغت سے کہا کہ اگر لفظ فاعل

تو نے مخترع کیواسطے بنایا ہے تو فاعل سواے خداے تعالی کے اور کوئی نہین پس حقیقی معنی خاص خداے تعالی کیواسطے ہین اور دوسرے کے لیے بولنا مجاز ہے یعنی اوس مقصود سے جو واضع لغت نے لفظ بنایا تھا تجاوز کرگیا کیونکہ اختراع کام صرف خداے تعالی کا ہے اور جبکہ حقیقی معنی بعض عرب کی زبان سے بے قصد گیا اتفاقا جاری ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی تصدیق فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بہت سچا شعر جو شاعر نے کہا ہی قول لبید کا ہے شعر

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ ... وَ کُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

جسکا ترجمہ یہ ہے

ہر چیز سوا خدا کے جانو باطل ... سب چین یہان کے ہونگے لامحالہ زائل

یعنی جس چیز کو کہ قیام اپنی ذات سے نہین دوسرے کے سبب قائم ہے وہ بذات خود باطل ہے اوسکی حقیت اور حقیقت غیر سے ہے نہ خود اوس سے پس ثابت ہوا کہ حقیقت مین سواے ذات حی قیوم بے ہمتا کے اور کوئی حق نہین کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہو سوا اوس سب قائم اوسکی قدرت سے ہین اسی جہت سے وہی حق ہے اور سب باطل ہین۔ اور اسی جہت سے حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہین کہ اے مسکین خداے تعالی موجود تھا اور تو نہ تھا اور وہ ہوگا اور تو نہوگا آج جو تو ہو گیا تو کہنے لگا مین ہین تو اب بھی ویسا ہی ہوجا جیسا پہلے نہین تھا کیونکہ آج ویسا ہی وقت ہے جیسا پہلے تھا شعر

بہشت نقد آسانی آنگہ خورے ... کہ بر دوزخ نیستی بگذرے

اب اگر کوئی کہے کہ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بالکل کارخانہ جبر کا ہے تو پھر ثواب عذاب کے کیا معنی ہین اور غضب اور رضا سے کیا مراد ہے اپنے ہی فعل پر خداے تعالی راضی اور ناراض کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ باب الشکر مین اس بات کیطرف ہم اشارہ کرچکے ہین دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین۔ یہ مقدار وہ ہے جو توحید مورث حال توکل کے باب مین ہمکو بطور رمز لکھنی منظور تھی اور یہ بدون ایمان اور اعتقاد کرنے رحمت و حکمت کے کامل نہین ہوتی اسلیے کہ توحید سے لازم آتا ہے کہ مسبب الاسباب کیطرف نظر ہو اور وسعت رحمت پر ایمان ہونے سے اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔ اور حال توکل جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا جبھی پورا ہوتا ہے جب وکیل پر اعتماد اور دل کا اطمینان اوسکی شفقت پر ہو اور ایمان کی یہ قسم بھی بہت بڑی قسم ہے اہل کشف کے طریق کی صورت اس باب مین لکھنی طویل ہے مگر اوسکا خلاصہ لکھے دیتے ہین تاکہ طالب مقام توکل اوسکا معتقد

قطعی اعتقاد سے ہو جاوے اور کسیطرح کا شک نکرے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے یقین سے کہ جسمین شائبہ
ضعف اور شک نہو یہ تصدیق کرے کہ خدای تعالی اگر تمام خلق کو سب سے زیادہ عقیل شخص کے موافق
عقل دیتا اور سب سے زیادہ عالم جیسا علم عنایت کرتا اور جسقدر علم کی اونکے نفسومین سمائی ہو سکتی اونکو
عنایت فرماتا اور اونکو حکمت اسقدر کی دیتا کہ جسکی کچھ انتہا نہین پھر جیسے اونکی شمار بڑھتی جاتی
ویسی ہی علم اور حکمت اور عقل کو ترقی بخشتا رہتا اور اونپر انجام کارنکا حال ظاہر کر دیتا اور اسرار
ملکوت بھی سب کے سب کو بتلا دیتا اور لطف و عقوبت کے دقائق سے بھی آگاہ کر دیتا یہانتک
کہ خیر و شر اور نفع و ضرر سب پر واقف ہو جاتے پھر اونکو حکم کرتا کہ تم اپنے علم و حکمت کے ذریعے
ملک و ملکوت کا انتظام کرو اور سب بالاتفاق ہو کر تدبیر کرتے تو جو انتظام کہ خدای تعالی نے
دنیا و آخرت مین کر رکھا ہے ان سب کی تدبیر اس انتظام مین مچھر کے پر کے برابر بھی کمی بیشی تجویز
نکرتے۔ اور اسمین ذرہ برابر نشیب و فراز عمل مین لاتے۔ کوئی مرض یا عیب یا نقصان یا فقر یا ضرر اون لوگون
سے جو انمین مبتلا ہین دور نکرتے۔ کسیکی صحت یا کمال یا تونگری یا نفع اون اشخاص سے جو ان
امور سے سرفراز ہین زائل کرتے بلکہ جو کچھ اللہ تعالی نے آسمان و زمین مین پیدا کیا ہے
اگر اوسکی طرف آنکھ اوٹھاتے اور مدتون تک دیکھتے رہتے تب بھی اوسمین کچھ فتور و قصور نہ دیکھتے
اور اس بات کا بھی یقین چاہیے کہ اور جو کچھ کہ اللہ تعالی نے مثل رزق اور موت اور رنج اور راحت
اور عجز و قدرت اور کفر و ایمان اور طاعت و عصیان وغیرہ کے اپنے بندون مین تقسیم کیا ہے
وہ سب محض عدل و انصاف اور حق صریح ہے اوسمین کسیطرح کا ظلم اور جور نہین اور ان اشیا کی ترتیب
واجب و حق پر ہین اونکی ترتیب اور مقدار جیسی ہونی چاہیے ویسی ہی ہے اور اوس سے بہتر
اور کامل تر اور عمدہ ممکن ہی نہین اور اگر بالفرض اس ترتیب سے عمدہ ترتیب ہوتی اور اوسکو خدای تعالی
نے باوجود قدرت کے رکھ چھوڑا اور بندون کو عنایت نکی تو یہ امر داخل بخل کے ہے جو منافی
جود کے ہے اور ظلم ہے نہ عدل۔ اور اگر قدرت نہ تھی تو عاجزی لازم آتی ہے جو خلاف معبود ہونے
کے ہے بلکہ جو فقر و ضرر دنیاوی ہے وہ دنیا مین تو کمی ہے مگر آخرت مین زیادتی ہے اور جو
نقصان کہ آخرت مین کسی شخص کی نسبت ہے وہ دوسرے کی نسبت کہ عیش و آسایش ہے
اسلیے کہ مثلاً اگر رات نہوتی تو دن کی قدر کیسے معلوم ہوتی اور اگر مرض نہوتا تو تندرست
صحت سے کیسے لذت پاتے اور اگر دوزخ نہوتی تو جنت والے قدر نعمت کی کیا جانتے
اور جسطرح کہ انسانون کی روح کے لیے بہائم کی ارواح کو فدا کرنا اور انسانون کا اونکو ذبح

کرنا ظلم نہیں بلکہ کامل کو ناقص پر ترجیح دینا عین عدل ہے اسیطرح ساکنین جنت کی زیادتی نعمت کے لیے دوزخ والونکی سزا زیادہ کرنی اور اور کافرون کو ایماندارون کا فدیہ عین عدل ہے۔ اور اگر بالفرض ناقص پیدا نہوتا تو کامل کیسے پہچانا جاتا اور اگر بہائم پیدا نہوتے تو شرف انسانی کب ظاہر ہوتا اسلیے کہ کمال اور نقص کیسیکی نسبت کر ظاہر ہوا کرتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ کامل و ناقص دونون کا پیدا کرنا مقتضای جود و حکمت سے ہے۔ اور جسطرح کہ جب ہاتھ سڑ جاتا ہے تو اوسکا کاٹنا جان کے بچانے کے لیے عدل کی بات ہے اسواسطے کہ ناقص چیز کا فدیہ کامل کیواسطے کیا جاتا ہے اسیطرح جو فرق خلق مین پایا جاتا ہے کہ دنیا مین کسیکی قسمت مین کچھہ ہے اور کسیکی قسمت مین کچھہ تو یہ سب عدل ہے کہ اوسمین جور نہین اور حق ہے کہ اوسمین کھیل و کود نہین اور یہ بیان بھی بڑا گہرا اور وسیع اور موج خیز سمندر ہے کہ چوڑائی مین توحید کے سمندر سے کچھہ کم نہین اوسمین بہت سے عقل کے کوتاہ ڈوب گئے اور نہ سمجھا کہ یہ باریک بات ہے سوای عاقلون کے اور کوئی نہین سمجھتا اور اس سمندر کے پار راز تقدیر کا ہے جسمین اکثر لوگ حیران ہین اور اوسکے افشا سے اہل کشف منع کر دیے گئے ہین اور حاصل یہ کہ خیر و شر دونون حکمی چیزین ہین جس چیز کا کہ حکم ہو چکا ہے وہ مشیت کے بعد ضرور ہی ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ اوسکے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہین نہ کوئی تقدیر کا ٹالنے والا بلکہ چھوٹی بڑی بات سب لکھی ہوئی ہے اور اوسکا ہونا مدت معین کا منتظر ہے جو آدمی کو پہونچتا ہے وہ ایسا نہ تھا کہ نہ پہونچے اور جو اوسکو نہ پہونچا وہ پہونچنے والا نہ تھا۔ شعر

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم در کش ۔۔۔ کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف ست

اب یہ رموز علوم مکاشفہ کی جو اصل توکل کے ہین اسیقدر پر ختم کر دیے جاتے ہین اور علم معاملہ کیطرف توسن خامہ کی باگ موڑتے ہین وباللہ التوفیق

دوسری فصل توکل کے احوال و اعمال مین اسمین تین بیان ہین بیان اول توکل کا حال پہلے ہم بیان کر چکے ہین کہ توکل کا مقام علم اور حال اور عمل سے بنتا ہے اور اونمین سے علم کو ہم لکھہ چکے اور حال جو واقع مین توکل اوسیکا نام ہے اور علم اوسکی اصل اور عمل اوسکا ثمرہ ہے اوسکا اب لکھتے ہین واضح ہو کہ توکل کی تعریف مین اکثر لوگون نے بہت کچھہ لکھا ہے اور عبارتین اونکی جدا جدا ہین مگر ہر ایک شخص نے اپنے نفس کے مقام کو لکھا ہے اور اوسیکی تعریف کی ہے چنانچہ عادت اہل تصوف کی یہی ہے اس نظر سے اون سب قولون کی نقل کرنے مین بجز طول کلام کے اور کچھہ فائدہ نہ دیکھکر اونکو قلم انداز کرتے ہین اور امر واقعی حوالہ قلم کرتے ہین

اور کہتے ہیں کہ لفظ توکل مشتق وکالت سے ہے جسکے معنی دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد
کر دینے کے ہیں جسکو کام سپرد کرتے ہیں اوسکو وکیل کہتے ہین اور جو کام سپرد کرتا ہے اوسکو موکل
اور متوکل کہتے ہین بشرطیکہ وکیل پر اوسکے نفس کا اطمینان اور اعتماد ہوا اور اوسکو متہم عاجز اور قصور کا
نہ سمجھتا ہو غرضکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہیں اب ہم مقدمات کے وکیل کو بطور
مثال فرض کیے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے پر فریب سے جھوٹا دعوی کرے
اور مدعا علیہ اوس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اوسکا فریب آشکارا
کر دے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اوسکی وکالت پر مطمئن نہ کہلاویگا جب تک
کہ چار باتوں کا اعتقاد اوس میں نہ رکھتا ہوگا اول نہایت درجے کی ہدایت دوم قدرت کامل
سوم نہایت مرتبہ کی فصاحت چہارم شفقت تام ہدایت اسلیے کہ اوسکے باعث فریب کے مقامات
جان لے یہانتک کہ بارک و باریک حیلے بھی اوس سے ہرگز چھپے نہین اور قدرت اسلیے
کہ حق کی تصریح کرے حاکم کی منہ دیکھی بات نہ کہے رعب مین نہ آوے شرم اور نامردی اظہار حق کیا
روا نہ رکھے اسلیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہو جاتی ہے مگر خوف
یا نامردی یا حیا یا کسی اور مانع کے باعث جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہو جاتا ہے اوسکو
زبان پر نہیں لاتا - اور فصاحت اسلیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہے مگر قدرت لسانی ہے
کہ دل جس بات پر جرأت کرے اور اشارہ کرے اوسکو اچھی طرح بیان کر سکے کیونکہ یہ کچھ ضرور
نہیں کہ جو شخص فریب کے موقعے جانتا ہو وہ اپنی تیزی زبان سے اوسکا عقدہ بھی حل کر دیا کرے
اور شفقت تام اسلیے چاہیے کہ اوسکے باعث جسقدر کہ کوشش کہ وکیل سے اوسکے حق مین ہو سکے
اوسکو بجا لاوے کیونکہ صرف مقدمہ لڑنے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہیں جبتک کہ عنایت توجہ
متوکل کے حال پر ہوا اور اوسکے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو
کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہین اور متوکل جیتے تو کچھ پروا نہین اوسکا حق مارا جائے یا باقی رہے
کسی سے کچھ مطلب نہین تو کام کی درستی معلوم - پس اگر متوکل کو ان چارون باتون مین جو اوپر مذکور ہوئے
ایک مین بھی شک ہوگا یا اوسکے نزدیک مدعی طرف ثانی ان چارون مین کامل تر ہوگا تو اوسکو
اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہ ہوگا بلکہ دل مین متردد رہیگا اور ہمہ تن اسباب کی تدبیر کیا کریگا کہ جس طرح
وکیل میں جو کمی ہے یہ دور ہو جاوے اور طرف ثانی کا غلبہ فرو ہو اور جسقدر متوکل کو ان چارون
باتون کا وکیل مین اعتقاد ہوگا اوسیقدر اوسکا اوسپر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیے اور چونکہ

لوگون سے اعتقاد اور ظن قوی اور ضعیف ہونے مین بڑا تفاوت ہوتے ہین ایسی جہت سے
ضرور ہے کہ احوال متوکلین کی قوت اطمینان و اعتماد مین بھی فرق بہت ہو یہان تک کہ نوبت اوس
یقین کی پہونچ جاوے جسمین ضعف نہو مثلاً اگر وکیل اپنے موکل کا باپ ہو جو سب طرح کی حلال و
حرام کے لیے بیٹے کیواسطے دوڑا پھرتا ہے تو ظاہر ہے کہ بیٹے کو یقین کمال شفقت اور عنایت کا
اپنے حال پر ہوگا اور ایک خصلت ان چار خصلتون مین سے قطعی ہو جاویگی اسیطرح اور خصلتین بھی
قطعی ہو سکتی ہین مثلاً مدت سے کسیکو وکالت کرتے دیکھا یا لوگون سے متواتر سُنا کہ فلان شخص
بڑا خوش تقریر اور زبردست بیان اور حق دلانے کا دھنی ہے بلکہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرنے
مین ایک صورت سے باندھ دیتا ہے۔ پس جب اس مثال مین توکل جان لیا تو اسی پر خداے تعالی کو
اوپر توکل کرنے کو قیاس کرنا چاہیے یعنی اگر آدمی کے دل مین کشف سے یا پکے اعتقاد سے جم جاوے
کہ فاعل سوا خداے تعالی کے کوئی نہین جیسا کہ اوسکی تقریر اوپر گذری اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی
اعتقاد کرے کہ خداوند کریم بندون کا حال خوب جانتا ہے اور اونکے کافی ہونے کے لیے
قدرت کامل رکھتا ہے اور اوسکی رحمت کامل اور عنایت شامل سب بندون پر ایک ایک پر
واصل ہے نہ اوسکی قدرت کے بعد کوئی قدرت ہے نہ اوسکے علم سے سوا کوئی علم ہے نہ اوسکی
عنایت و رحمت کے سوا جو تجھ سے کوئی اور رحمت و عنایت ہے تو اس صورت مین بیشک
اوسکا دل صرف خداے تعالی پر توکل کریگا دوسرے کیطرف التفات نکریگا بلکہ جب کوئی حرکت
یا قدرت کا ذکر کریگا تو اپنے نفس کی طاقت و قدرت پر بھی لحاظ نکریگا اسواسطے کہ بمقتضاے
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے حول و قوت خدا ہی کی بدولت ہو حول سے مراد حرکت ہے
اور قوت سے مراد قدرت۔ پس اگر آدمی اپنے نفس مین یہ حالت نپاوے تو اوسکے دو سبب
ہین یا تو یہ کہ ان چارون باتون مین سے کسی پر یقین کم ہوگا یا دل پر ضعف اور مرض نامردی اور
اور اوہام واہی کے سبب کچی غالب ہوگی کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یقین مین
کچھ نقصان نہین ہوتا مگر وہم کی تبعیت اور فرمانبرداری سے دل مین کچی آجاتی ہے مثلاً کوئی
شخص شہد کھاتا ہو اور اوس سے کہدیا جاوے کہ یہ تو پاخانے کی صورت ہے تو اوسکی طبیعت
بعض اوقات نفرت ایسی کریگی کہ پھر کھانا دشوار ہوگا۔ اور اگر عاقل سے کہا جاوے کہ مردے کے
ساتھ قبر مین یا بستر پر یا کوٹھری مین لیٹ جاوے تو اوسکی طبیعت کو نفرت ہوگی اگرچہ یقین سے
جانتا ہے کہ یہ مردہ ہے اور بالفعل جماد بے حس و حرکت ہے اور خداے تعالی کی عادت جاری

کہ بات اوسکو رنجیدہ نہیں ہونے دیگا کوئی دوسری کرنے پر قادر ہے جسطرح یہ اوسکا دستور ہے کہ کاتب کے
ہاتھ کے قلم کو ساکن نہیں کر دیتا یعنی کو تحریر کرے گا اوسکے ساتھ اور تحریر کرنے پر قدرت رکھتا ہے
پس باوجودیکہ عاقل شخص اس یقین میں کچھ شک شبہہ نہیں رکھتا مگر اوسکی طبیعت میت کے ساتھ
بستر پر یا بند کوٹھری میں تنہا رہنے سے نفرت کرتی اگرچہ اور تمام جمادات سے نفرت نہیں
کرتی اور یہ دل میں ایک نامردی ہے اور ایک قسم کا ضعف ہے کہ جس سے آدمی کم خالی ہوتا
ہیں کچھ نہ کچھ ہر ایک میں ہوتا ہے یعنی ضعف کبھی زیادہ ہو کر روگ ہو جاتا ہے حتی کہ آدمی گھر
میں علحدہ دروازے کو جب بند کرکے نہیں سوتا۔ بہرحال توکل کے کامل ہونے کو دل اور
یقین کی دونوں کی قوت چاہیے انھیں دونوں کی قوت سے دل کو قرار اور اطمینان ہوتا ہے
دل میں قرار اور چیز ہے اور یقین دوسری چیز بہت یقین ایسے ہوتے ہیں جنکے ساتھ اطمینان
نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں مذکور ہے قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ
بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ زندہ کرنا میت کا
دکھلا دیتا کہ میرے خیال میں جم جاوے اسواسطے کہ نفس تابع خیال کا ہوتا ہے اور اوسی سے
اوسکا اطمینان ہوتا ہے اور یقین سے اول اول مطمئن نہیں ہوتا مگر رفتہ رفتہ آخر کو درجہ
نفس مطمئنہ کا پاتا ہے شروع میں ہرگز نہیں پاتا اور بعضے مطمئن ایسے ہیں کہ اونکو یقین نہیں
ہوتا جیسے سب ارباب ملت و مذہب مثلاً یہودی و نصرانی کو اپنے یہودی ہونے اور نصرانیت
پر اطمینان ہے مگر یقین دونوں میں سے کسیکو نہیں صرف غلط ظن اور من مانتی بات پر جم رہے ہیں
حالانکہ خدای تعالی کے پاس سے اونکو ہدایت جو سبب یقین کا ہے پہونچ چکی مگر وہ اوس سے
منحرف رہتے ہیں۔ غرض یہ کہ نامردی اور جرأت سرشت میں اصل میں ہیں اونکے ہوتے ہوئے
یقین مفید نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک سبب مخالف توکل ہے جیسے کہ یاد میں جس بات پر
یقین کم ہونا ایک سبب ہوا اور جب یہ اسباب یعنی یقین و اطمینان وغیرہ سب اکٹھے ہو جاویں
تو اللہ تعالی پر اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔ روایت ہے کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص
کسی اپنے جیسے انسان پر توکل کرے وہ ملعون ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے
کہ جو شخص بندوں سے عزت چاہے اوسکو خدای تعالی ذلیل کرتا ہے۔ اور جب تمکو معنی توکل
کے معلوم ہوے اور وہ حالت جسکا نام توکل ہے جان چکے تو اب جاننا چاہیے کہ اوس
حالت کی قوت و ضعف کی رو سے تین درجے ہیں پہلا درجہ تو وہ ہے جو ہمنے ابھی ذکر کیا

کہ حال بندے کا توکل اور اعتماد کفالت و عنایت الٰہی پر ایسا ہو جیسا اعتماد موکل کو وکیل پر
ہوتا ہے دوسرا درجہ جو اس سے قوی ہے وہ یہ ہے کہ حال متوکل کا خدای تعالی کے ساتھ ایسا ہو
جیسا بچے کا حال ماں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ سوا ماں کے اور کسیکو نہین پہچانتا اور سوا اوسکے
اور سے داد فریاد نہین کرتا اوسی پر اعتماد کرتا ہے اور اگر اوسکو دیکھتا ہے تو دامن سے لپٹ جاتا ہے
اور نہین چھوڑتا اور اگر اوسکے پیچھے کوئی بات اوسپر پیش آتی ہے تو اول ماں ہی کو پکارتا ہے
اور اول اوسکے دل مین اوسیکا دھیان آتا ہے کیونکہ اوسکا ٹھکانا ماں ہی تک ہے اور اوسکو
ماں کی شفقت اور کفیل و کافی ہونے کا ایسا یقین ہے جو خالی ایک قسم کے ادراک سے نہین
جتنی تمیز اوسکو حاصل ہے اوس سے اوسیکو سمجھتا بوجھتا ہے اور یون گمان ہے کہ یہ امر طبعی ہو
اس جہت سے کہ لڑکے سے ان عادتون کا اگر مطالبہ کیا جاوے تو وہ نہ انکی تفصیل بیان کر سکیگا
نہ اونکی تفصیل اپنے ذہن مین حاضر کر سکیگا لیکن یہ سب باتین ادراک کے سوا ہین پس جو شخص کہ
دل سے خدای تعالی کیطرف متوجہ ہوگا اور نظر اور اعتماد اوسی پر رکھتا ہوگا تو وہ خدای تعالی پر
عاشق ہوگا جیسے لڑکا اپنی ماں پر ہوتا ہے اور وہی واقع مین اللہ تعالی پر متوکل ہوگا کیونکہ
لڑکا بھی اپنی ماں پر متوکل رہتا ہے اور فرق ان دونون درجے والون مین یہ ہے کہ اس درجے والا ایسا
متوکل ہے کہ اپنے توکل مین خود توکل سے بھی بیخبر ہو گیا یعنی اوسکا دل توکل اور اوسکی حقیقت کیطرف
ملتفت نہین بلکہ صرف جسپر توکل ہے اوسیکی طرف التفات رکھتا ہے اور اوسکے دل مین اوسکے
سوا اور کسیکی گنجایش نہین اور پہلے درجے والا بتکلف اور کسب سے متوکل ہے اسیواسطے اپنے توکل سے
بیخبر نہین یعنی اوسکو توکل کیطرف التفات ہے اور اوسکو سمجھتا ہے اور یہ امر اس بات کا مانع ہے
کہ صرف خدای تعالی پر نظر ہو اور اسی درجۂ اول کیطرف اشارہ حضرت سہیل تستری رح کے قول مین ہے
کہ جب اونسے کسینے پوچھا کہ ادنی مرتبہ توکل کا کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ آرزوؤن کا ترک کرنا سائل
نے پوچھا کہ اوسط کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ اختیار کا ترک کرنا یہ اشارہ دوسرے درجے کیطرف فرمایا
اور اعلی درجے کو جو پوچھا تو اوسکو کچھہ بیان نہ کیا اور فرمایا کہ اوسکو وہی جانتا ہے جو اوسط درجہ پر
پہونچ جاتا ہے تیسرا درجہ توکل کا جو سب سے اعلی ہے یہ ہے کہ متوکل اپنی حرکات و سکنات مین خدای تعالی
کے سامنے ایسا ہو جیسا مردہ نہلانے والیکے سامنے ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو مردہ سمجھے جسکو قدرت
ازلیہ حرکت دیتی ہو جیسے نہلانے والے کا ہاتھہ مردے کو حرکت دیتا ہے اور وہ ایسا شخص ہوتا ہے
جسکا یقین اس بات پر قوی ہو کہ حرکت کا دینے والا اور قدرت اور ارادہ اور علم اور تمام صفات کا

جاری کرنے والا وہی ہے اور یہ سب چیزیں جس سے پیدا ہو جاتی ہیں پس ایسا شخص عین انتظار میں
رہیگا کہ مجھ پر کیا پیش آویگا اور لڑکے سے اس باب میں جدا ہوگا کہ وہ اپنی ماں سے فریاد کرتا ہے
اور دامن میں لپٹ جاتا ہے اور اوسکے پیچھے دوڑتا ہے اور یہ ایسے لڑکے کی طرح ہے کہ جانے
کہ اگر خود ماں نہ دیکھیگا تو ماں اوسکو ڈھونڈھ لیگی اور اگر اوسکے دامن سے نہ لپٹیگا تو وہ خود اوٹھا لیگی
اور اگر اوس سے دودھ نہ مانگیگا تو وہ خود پلاویگی یہ مقام توکل کا اس بات کا مقتضی ہے کہ متوکل
خدای تعالی کے کرم اور عنایت پر اعتماد کرکے دعا اور سوال ترک کرے اس خطرہ سے کہ بدون
سوال ہی مانگنے سے افضل چیز عطا فرماویگا کیونکہ بہت سی نعمتیں سوال و دعا سے پہلے بلا استحقاق
دے رکھی ہیں۔ اور دوسرا مرتبہ مقتضی ترک دعا کا خدا وند تعالی سے نہیں بلکہ دوسرے سے سوال
نکرنے کا مقتضی ہے باقی رہی یہ بات کہ ان احوال کا وجود بھی ہے یا نہیں تو اوسکی صورت یہ ہے
کہ اسکا وجود محال تو نہیں مگر البتہ نادر و کمیاب ہے جنمیں دوسرا اور تیسرا تو حکم عنقا ہی رکھتا ہے
اول درجہ زیادہ تر ممکن الحصول ہے اور دوسرا اور تیسرا درجہ اگر ہو بھی تو اوسکا دوام اور بھی بعید ہے
تیسرا درجہ تو دوام میں ایسا ہے جیسے خوف کی زردی کہ ادھر آئی اودھر جاتی رہی اسوجہ سے کہ
دل کا کشادہ ہونا اپنی حرکت و قدرت اور دوسرے اسباب سے ایک امر طبعی ہے اور اوسکا رکنا
ایک امر عارضی ہے جیسے خون کا چار طرف کھیلنا امر طبعی ہے اور رکا رہنا عارضی اور خوف کی
یہی معنی ہیں کہ خون ظاہر جلد سے باطن کیطرف سمٹ جاوے یہاں تک کہ ظاہر جلد سے وہ سرخی
جو جلد کے باریک پردہ میں سے جھلکتی نظر آتی ہے اور جلد خود ایک باریک پردہ ہے جسمیں سے
خون کی سرخی کی رنگت سوجھتی ہے پس خون کا سمٹنا بالضرور زردی لاویگا مگر ہمیشہ نہیں رہیگا
اسیطرح دل کا بالکل حرکت و قدرت کیطرف سے سمٹ جانا اور اوسکو نظر امداد کرنا اور اسباب
ظاہری پر التفات نکرنا ہمیشہ نہیں رہتا اور دوسرے درجے کا دوام ایسا ہے جیسے زردی بخار
والیکی کہ وہ کبھی ایک دو روز ٹھہر جاتی ہے زیادہ نہیں ٹھہرتی اور درجہ اول کا دوام مشابہ اوس
بیمار کی زردی کے ہے جسکا مرض پک گیا ہو اوسکا ہمیشہ رہنا بھی دشوار نہیں نہ جاتا رہنا
کچھ بعید ہے باقی رہا یہ کہ بندے کو کچھ علاقہ اور تدبیر اسباب ظاہری کے ساتھ ان مقامات میں
رہتا ہے یا نہیں پس تیسرے مقام میں تو سرے سے تدبیر نہیں رہتی جب تک کہ حالت مذکور
باقی رہتی ہے بلکہ اوسکی حالت والہ حیران کیطرح رہتا ہے اور دوسرے مقام میں اور کچھ تدبیر
نہیں ہوتی مگر خدای تعالی سے فریاد کرنی اور دعا و سوال سے اوسکی طرف التجا کرنی رہتی ہے

جیسے لڑکا اپنی مان سے صرف علاقہ رکھتا ہے اور مقام اول مین تدبیر نابود ہوتی ہے نہ اختیار
مگر بعض تدبیرات باقی رہتی ہین جیسے موکل اپنے وکیل پر اعتماد کرکے بعض تدابیر جو بغیر وکیل سے
متعلق ہون نہین کرتا مگر جو تدبیر کہ اوسکا وکیل بتاتا ہے یا اپنے آپ اوسکی عادت و تجربہ سے
معلوم ہے اوسکو کرتا ہے مثلاً وکیل نے کہا کہ جب تو موجود ہوگا جبھی مین مقدمے مین لب کشائی
کرونگا تو موکل خواہ مخواہ اپنی حاضری کی تدبیر کریگا اور یہ امر خلاف توکل نہین یعنی اسمین یہ بات
نہین کہ وکیل سے منحرف ہوکر صرف اپنی قدر یا عزت کی تدبیر پر اظہار حجت مین اعتماد کیا ہو بلکہ
توکل کی تمامی اسی مین ہے کہ جو کچھ وکیل اوسکے لیے مناسب جانکر کہدے وہی عمل مین لاوے اگر
اوسپر متوکل ہوتا اور اوسکی بات پر اعتماد نکرتا تو اوسکے کہنے سے کیون حاضر ہوتا اور جو امر کہ
عادت سے وکیل کے معلوم ہوا اوسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً موکل کو معلوم ہے کہ میرا وکیل طرف ثانی سے
بدون دستاویز نہین لڑتا تو اوسکا توکل جب پورا ہوگا کہ وکیل کی عادت سے واقف ہونے کے
بعد اوسکے بموجب کاربند ہو اور دستاویز روبکاری کیوقت بغل مین دبا جاوے غرضکہ اول صورت مین
اپنے آپ حاضر ہونا اور صورت دوم مین دستاویز کا لیجانا داخل تدبیر ہے اگر انمین سے کسیکو چھوڑ دیگا
تو اوسکے توکل مین نقصان نہوگا تو ان دونون تدبیرون کی بجا آوری کیسے توکل مین باعث
نقصان ہوسکتی ہے ہان وکیل کے اشارے کے بموجب خود حاضر ہونا یا اوسکی عادت سے واقف
ہوکر دستاویز کا ساتھہ رکھنا اور پھر اوسکی حجت اور کلام طرف ثانی سے بیٹھکر سننا بعض اوقات
مقام دوم اور سوم پر بھی پہونچا دیتا ہے یعنی روبکاری کیوقت بہوت سا رہجاتا ہے کہ دیکھیے کیا ہو
اور اپنے حول و قوت پر کچھ اعتماد نہین کرتا اوسپر صرف اوسیوقت تھا کہ چلا آیا اور دستاویز لایا
اور اب وہ وقت پہونچا کہ اوسمین صرف نفس کا اطمینان اور اعتقاد وکیل ہی پر رہگیا اور اس بات کا
انتظار کہ میرے حق مین کیا ہو۔ اب اگر اس بات کو سوچو تو تمام اعتراض توکل کے باب مین
دور ہوجاتے ہین اور سمجھ لو کہ توکل کی کچھ یہ شرط نہین کہ آدمی سب تدبیر اور کام چھوڑ دے
کوئی سی تدبیر اور کام کرنے ہی نپاوے توکل کے ساتھہ کوئی درست ہی نہین بلکہ جائز ہونا بعض کا
اور ناروا ہونا بعض امور کا توکل مین تفصیل کے ساتھہ ہے اعمال توکل مین عنقریب اوسکا بیان
مذکور ہوگا یہان سے یہی معلوم ہوا کہ اگر متوکل اشارہ وکیل سے یا اوسکی عادت کی واقفیت سے
خود حاضر ہو یا دستاویز ساتھہ لے آئے تو یہ امر مخالف توکل نہین اسواسطے کہ اوسسے یہ تو معلوم ہے
کہ اگر وکیل نہوتا تو میرا آنا اور دستاویز لانا بیکار اور دوسری محض تھی اوس سے کیا کام نکلتا

یعنی ان دونوں باتوں کا مقید ہونا کچھ اپنی تدبیر کے باعث نہیں جانتا بلکہ اس نظر سے کہ وکیل نے
اونکو اپنے کیواسطے مقید کر رکھا ہے اور اگرچہ یہ امر اوسکے اشارے خواہ عادت سے معلوم
کر لیا ہے یعنی اونکو مقید جانتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسکی حول و قوت صرف وکیل ہی کے
باعث ہے مگر وکیل کے لیے یہ کلمہ کہنا معنی کامل نہیں رکھتا اسواسطے کہ وکیل اوسکی حول و قوت کا
خالق نہیں بلکہ وکیل نے اسکی حول و قوت کو یعنی دونوں تدابیر مذکورہ بالا کو مقید کر دیا اور اگر
وہ ایسا نکرتا تو معطل ہوتیں بلکہ یہ کلمہ وکیل برحق خداے مطلق کی شان میں صادق ہے کہ وہ خالق
حول و قوت کا ہے جیسے کہ اوسکی تقریر بیان توحید میں گذری اور اوسی نے ان دونوں کو مقید بھی
بنایا کہ اکمو سترا اوس مواخذہ مقاصد کی گرمی جیسا اون دونوں کے بعد پیدا کریگا - اس سے معلوم ہوا
کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بے شک درست اور ٹھیک ہے پس جو شخص کہ ان امور کا مشاہدہ
ان الفاظ سے کریگا اوسکو وہ ثواب عظیم جو ان کلمات کے کہنے سے احادیث میں آیا ہے دیگا
اور بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اتنا ثواب کسطرح ایسے الفاظ سے جو زبان پر سہولت سے گذر جاتے ہیں
اور اونکے معانی کا دل میں آسانی سے اعتقاد آجاتے کسطرح ملتا ہے اور جب معلوم ہو کہ یہ ثواب
اوس مشاہدے کا ہے جو ہمنے توحید کے ذکر میں بیان کیا ہے تو تعجب نہیں رہتا اور نسبت اس
کلمے کی اور اوسکے ثواب کی کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اوسکے ثواب کیطرف ایسی ہے جیسے
ایک کلمے کے مضمون کو نسبت ہے دوسرے کلمے کے مضمون کیطرف یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ
میں تو صرف دو چیزوں یعنی حول و قوت ہی کو خداے تعالی کیطرف منسوب کیا ہے اور کلمہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں سب چیزوں کی نسبت اوسکی طرف ہے تو جو فرق کل چیزوں اور دو
چیزوں میں ہے وہی فرق ان دونوں کلموں کے ثواب میں بھی ہے - اور جیسا کہ ہمنے پہلے
لکھا ہے کہ توحید منقسم دو پوست اور دو مغز کو ہوتی ہے ویسے ہی یہ کلمہ اور تمام کلمات بھی
اونھیں چاروں چیزوں پر منقسم ہیں اور اکثر لوگ صرف دو پوست کے پاس ہی ہیں مغزوں
کیطرف نہیں جھکتے جنکی طرف اشارہ اس حدیث شریف میں ہے مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
صَادِقًا مِنْ قَلْبِهٖ مُخْلِصًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ اور جس حدیث میں کہ صدق
و اخلاص کی قید نہیں وہاں مطلق سے مقید ہی مراد ہے جیسے بعض جگہ مغفرت کو ایمان و
عمل صالح کیطرف منسوب کیا ہے اور بعض جا صرف ایمان ہی پر منحصر فرمایا تو ایسی جگہ میں
ایمان سے مطلق مراد نہیں بلکہ مقید عمل صالح کے ساتھ مراد ہے اسلیے کہ سلطنت آخروی صرف

بات سے نہیں ملتی زبان کا ہلنا بات ہے اور دل کا اعتقاد بھی ایک بات ہے مگر وہ نفس کی بات ہے مگر صدق و اخلاص وہی چیز ہے کہ نہ زبان کی گفتگو ہے نہ نفس کی گفتگو۔ اور سلطنت صرف مقربین کے لیے بچھایا جاویگا اور وہ اخلاص والے ہی لوگ ہیں ہاں جو لوگ کہ اصحاب یمین ہیں اونکے نزدیک نیچے میں ہونگے اونکو بھی خدای تعالی کے یہاں درجے ملینگے مگر سلطنت کے درجے کو نہ پہونچینگے دیکھو خدای تعالی نے سورۂ واقعہ میں جو مقربین سابقین کا ذکر فرمایا تو سریر کا ذکر بھی اونکے لیے فرمایا قال تعالی سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ اور جب اصحاب یمین کی نوبت آئی تو اور کچھہ نہیں بیان کیا صرف کھانے پینے دیکھنے اور نکاح کی لذات مثل میوون اور پانی اور سایہ اور درختون اور حورون کے بیان فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ لذات تو بہائم کو بھی میسر رہتی ہین پھر کہان لذات بہائم اور کہان وہ سلطنت قائم اور جوار رب العالمین میں بنا دائم میں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اگر ان لذات کی کچھہ قدر ہوتی تو بہائم کو نہ ملتی اور اور فرشتے انسے محروم نہ ہو جاتے نہ اونکا درجہ بہائم سے بڑھکر ہوتا بہائم کو سبھی کچھہ میسر ہے باغون میں پھرتے ہین پانی کے چشمون کی اور درختون کی بہار دیکھتے ہین اقسام کی غذا کھاتے ہین نر و مادہ میں جفتیان ہوتی ہین تباؤ تو یہ لذتین اعلی اور اشرف اور اس بات کے لائق ہین کہ اہل کمال کے نزدیک فرشتون کے احوال پر انکو ترجیح ہو اور وہ یہ جانین کہ جیسے فرشتے قرب الٰہی سے خوش رہتے ہین ویسے ہم نہون بہائم کیطرح ان لذائذ میں مبتلا ہون یہ کہان ہو سکتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کو اختیار دیا جاوے کہ یا تم گدہے ہو جاؤ یا حضرت جبریل علیہ السلام کے درجے میں ہو جاؤ تو وہ گدہے کا درجہ فرشتے کے درجے پر کیسے اختیار کریگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیز کسیکے مشابہ ہوتی ہے وہ اوسکی طرف کھینچتی ہے مثلاً جسکا میلان کفش دوزی کیطرف بہ نسبت محرری کے زیادہ ہوگا وہ اپنے جوہر کی روسے کفش دوزی ہی کے ساتھہ مشابہ تر ہوگا یعنی اوسپر وہی پیشہ زیادہ پھبے گا اسیطرح جسکے نفس کا میلان لذات بہائم کیطرف بہ نسبت لذات ملائکہ کے زیادہ ہوگا وہ بہائم کا مشابہ زیادہ ہوگا ایسے ہی لوگون کے حق میں خدای تعالی فرماتا ہے أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ان لوگون کو اضل اسواسطے فرمایا کہ انعام کو تو ملکہ تلاش کرنے درجۂ ملائکہ کا نہیں وہ تو اوس سے مجبور ہین اور انسان میں تو قوت اوسکے طلب کی ہے پس جو شخص کسی کمال کے حاصل کرنے پر قادر ہو اور نہ کرے وہ بیشک مذمت کے زیادہ شایان ہے اور عاجز کی نسبت گمراہ ہونے میں زیادہ ہے۔ اور یہ کلام چونکہ علم مستقر فضہ کو طور پر آگئے اسواسطے ہم اصل مقصود کیطرف پھر رجوع

کرتے ہیں کہ ہم معنی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے لکھ چکے اور جو کوئی
اسکو بدوں مشاہدے کے کہے اوسپر توکل کا حال متصور نہین یہان اگر کوئی کہے کہ لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مین صرف دو چیزون کی نسبت خدای تعالی کیطرف ہے پس اگر کوئی یون
کہے کہ آسمان و زمین کو خدای تعالی نے پیدا کیا ہے تو اسکا ثواب بھی لاحول کی برابر ہو یا نہیں
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا ثواب ویسا نہیں اسلیے کہ ثواب بقدر درجہ ثواب کی چیز کے ہوتا ہے
اور یہان دونون مین کچھ مساوات نہیں کیونکہ اگر کوئی حول و قوت کو مجازًا چھوٹا کہے اور آسمان
و زمین کو بڑا تو گو جسم مین آسمان و زمین بڑے ہیں مگر انکی بڑائی ایسی ہی جاننی چاہیے جیسے
کہا کرتے ہین کہ عقل بڑی یا بھینس یہ بات ہر ایک شخص جانتا ہے کہ زمین و آسمان آدمیون
کیطرف سے نہین بلکہ وہ دونون خدای تعالی کی پیدایش سے ہین مگر حول و قوت کا معاملہ
ایسا مشکل ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ اور بہت سی جماعتیں جنکو دعوی اپنی باریک بینی اور عقل و
رای کا اور بال کی کھال نکالنے کا ہے سب اسمین تنگ ہین پس اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونون بڑی
مہلک اور خطرے کی جگہ اور لغزش کی جا ہین غافل لوگ اسمین اسلیے تباہ ہوے کہ ایسے لیے
ایک مرتبت کیا حالانکہ یہ توحید مین شرک ہے اور سوا خدای تعالی کے دوسرے خالق کا ٹھہرانا
پس جو شخص اس گھاٹی کو خدای تعالی کی توفیق سے طے کرتا ہے اوسکا رتبہ عالی اور درجہ بلند
ہوتا ہے اور وہی کلمہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کی تصدیق کرتا ہے اور ہم یہ لکھ آئے ہیں
کہ توحید مین دو ہی گھاٹیاں بڑی ہیں ایک دیکھنا آسمان او زمین اور آفتاب و چاند و ستارون
اور ابر و مینہ اور تمام جمادات کا دوم نظر کرنا حیوانات کے اختیار کا اور یہ دونون میں سے بڑا
اور پر خطر اور گویا کہ سر توحید ہے اور اسواسطے اس کلمے کا ثواب بڑا ہے یعنی ثواب و مشاہدے کا
جسکا ترجمہ یہ کلمہ ہے ـ حاصل اس سب تقریر کا یہ ہوا کہ توکل کا حال یہ ہے کہ اپنی حول و قوت سے علیحدہ ہونا
اور جواد مطلق پر توکل کرنا اور اعمال توکل کی تفصیل مین یہ بات ناظرین پر واضح ہوگی

دوسرا بیان مشائخ کے اقوال جو توکل کے باب مین ہین اونکا ذکر

یہ ذکر اسواسطے کیا جاتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ کسینے فرمایا ہے وہ سب ہماری اس
تقریر مین یعنی توکل کے تین درجون مین شامل ہے اور ہر ایک کے قول مین بعض حالات کا اشارہ
پایا جاتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ابو موسی دیبلی رح فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابو یزید بسطامی
سے پوچھا کہ توکل کیا چیز ہے اونھون نے فرمایا کہ تمھارا قول اس باب مین کیا ہے مینے کہا کہ ہمارے

ساٹھی تو یون کہتے ہین کہ اگر بالفرض سانپ اور بچھو آدمی کو داہنے اور بائین سے گھیر لین تو اس سے باطن مین کچھ جنبش ہو اونھون نے فرمایا کہ ہان اسی کے قریب ہے مگر بالفرض اگر اہل جنت بہشت مین عزت سے اوڑاتے ہون اور دوزخ والے عذاب مین گرفتار ہون اور توکل والا ان دونو مین تمیز کرے تو بالکلیہ توکل سے باہر ہوجاویگا۔ پس حضرت ابو موسی کا قول تو سب سے بہتر حال توکل کا یعنی تیسرا مقام بیان فرماتے ہین اور حضرت ابو یزید رح کا قول شعر عمدہ انواع علم سے ہے جو اصل توکل ہے یعنی علم حکمت الٰہی اور یہ کہ جو کچھ خداے تعالی نے کیا وہی ہونا چاہیے اصل عدل و حکمت کے لحاظ سے اہل جنت اور دوزخ مین کچھ فرق نہین اور یہ علم نہایت غامض ہے اور اوس سے بڑھکر راز تقدیر ہے حضرت ابو یزید رح بجز اعلی مقامات اور قصی درجات کم کم کچھ فرمایا کرتے تھے اور توکل کے مقام اول مین یہ شرط نہین کہ سانپون سے نہ احتراز کرے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے غار مین اونکی راہین بند فرمائی تھین اگر توکل کے خلاف یہ فعل ہوتا تو آپ کیون کرتے لیکن ہوسکتا ہے کہ آپ نے صرف پانون سے سانپ کے بل بند کردیے ہون اور باطن مین تغیر نہ آیا ہو یا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس کا گزند نامناسب جانکر ایسا کیا ہو واسطے اونکیا ہو اور توکل باطن کے اوس تغیر سے جاتا ہے جو خاص اپنے نفع کے لیے ہو غرض اسطرح کی تاویلات کو گنجایش ہے مگر ہم آگے لکھینگے کہ اس جیسی باتین اور اس سے زیادہ مخالف توکل کی نہین کیونکہ باطن کی تغیر سانپون سے داخل خوف ہے اور متوکل کا حق یہ ہے کہ اوس سے ڈرے جسنے سانپونکو مسلط کیا ہے کیونکہ سانپون کی حرکت و قدرت بدون خداے تعالی کے کچھ نہین پس اگر احتراز کرے تو تکیہ اپنی تدبیر اور حول اور قوت پر نکرے بلکہ خالق حول و قوت پر کرے۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح سے جو توکل کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ علیحدہ ہونا ارباب سے اور قطع کرنا اسباب کا توکل ہے ارباب سے علیحدہ ہونا تو اشارہ علم توحید کیطرف ہے اور قطع اسباب سے اشارہ اعمال کیطرف ہے اسمین حال کی نسبت صریح لفظ کوئی نہین گو ضمنا حال کی تعریف پائی جاتی ہے پھر لوگون نے اونسے پوچھا کہ اور زیادہ فرمایئے آپ نے فرمایا کہ نفس کا ڈالنا عبودیت مین اور خارج کرنا ربوبیت سے اسمین اشارہ حول و قوت سے قطع ہونے کیطرف ہے فقط۔ اور حمدون قصار سے جو حال توکل کا پوچھا تو فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس دس ہزار درم ہون اور ایک دانگ قرض ہو تو اس بات سے نڈر نہ ہو کہ مرجاونگا اور یہ قرض گردن پر رہیگا اور اگر دس ہزار درم قرض ہون اور اوسکے ادا کے لیے کچھ ترکہ پاس نہو تو خداے تعالی سے اوسکے ادا کرنے کا نا امید نہو



اور اس قول میں اشارہ صرف وسعت قدرت الٰہی پر ایمان لانے کا ہے اور یہ کہ مقدورات کے لیے اسباب ظاہر کے سوا اور اسباب خفیہ ہیں۔ اور حضرت ابو عبد اللہ قرشیؒ سے کسی نے توکل کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہر حال میں خدا ی تعالیٰ سے تعلق رہنا سائل نے پوچھا کہ اور کچھ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو سبب کہ دوسرے سبب کیطرف موصل ہو اوسکو چھوڑ دینا اور محض خدا ہی کو کفیل سمجھنا تو اول جملہ تو تینوں مقاموں کو عام ہے اور دوسرا جملہ اشارہ خاص مقام ثالث کیطرف ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توکل کیا تھا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے آپ نے فرمایا کہ ہے مگر تمہاری طرف نہیں کیونکہ حضرت جبرئیلؑ کی درخواست آپکی حفاظت کے لیے ایک سبب تھا جو مقتضی دوسرے سبب کیطرف تھا آپ نے اوسکو اس اعتماد سے ترک کر دیا کہ اگر خدا ی تعالیٰ کو منظور ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام کو حفاظت کے لیے مسخر فرماویگا یعنی متولی اس کام کا وہی ہوگا اور یہ حال مبہوت کا ہوتا ہے جو اپنے نفس سے ساقط حق تعالیٰ کے بحیر ہو اور اوسکے ساتھ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اس حال کا وجود بہت کم اور مشکل ہے اور دوام بشرط وجود اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور حضرت ابو سعید خراز فرماتے ہیں کہ توکل دو چیز کا نام ہے اضطراب بدون سکون کے اور سکون بدون اضطراب کے اس سے اونکی مراد غالباً مقام ثانی ہے یعنی سکون بلا اضطراب سے تو یہ غرض ہے کہ دل کا سکون اور اعتماد وکیل پر بلا تردد ہو اور اضطراب بلا سکون سے یہ اشارہ ہے کہ التجا اور تضرع اور فریاد اوسکے سامنے ہو جیسے لڑکا اپنے بدن سے ماں کیطرف مضطرب رہتا ہے اور اوسکا دل اوسکی کمال شفقت پر مطمئن ہوتا ہے۔ اور ابو علی دقاق رح کہتے ہیں کہ توکل تین درجے رکھتا ہے اول توکل پھر تسلیم پھر تفویض پس متوکل تو خدا ی تعالیٰ کے وعدے پر ساکن ہو جاتا ہے اور تسلیم والا اوسکے جاننے ہی پر کفایت کرتا ہے اور تفویض والا اوسکے حکم پر راضی ہوتا ہے اس قول میں اشارہ اس بات کیطرف ہے کہ متوکل کا دیکھنا بلحاظ اوس شخص کے جسکو دیکھتا ہے درجات مختلف رکھتا ہے پس علم تو اصل ہی ہے اور وعدہ اوسکا تابع ہے اور حکم وعدے کے پیچھے ہوتا ہے اور غالباً متوکل کے دل پر امین سے کسی ایک کا ملاحظہ غالب رہتا ہے۔ اور مشایخ کے اقوال تو توکل کے باب میں اور بھی بہت ہیں مگر اونکے لکھنے سے طول ہی ہوتا ہے اسلیے نقل کرنے سے کچھ فائدہ نہیں اور اسکی حقیقت حال جو کچھ تھی وہ کاف بیان کر دی گئی وہی مانع بھی ہے۔

تیسرا بیان متوکل کے اعمال کے ذکر مین ۔ واضح ہو کہ علم مورث حال کا ہوتا ہی اوحا
مورث اعمال کا ۔ اور بعضون کو یہ گمان ہوتا ہے کہ توکل کے یہ معنی ہین کہ نہ بدن سے کو
کام کرے نہ دل سے کوئی تدبیر اور زمین پر پڑے کپڑے کیطرح یا گوشت کے لوتھڑے کی
مثال پڑا رہے اور یہ گمان جاہلون کا ہے اسلیے کہ یہ امر شرعاً حرام ہے اور شرع مین تعریف
متوکلین کی مذکور ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ جو امر حرام ہے اوسکے کرنے سے کوئی رتبہ قابل
تعریف ملجاوے اسلیے ہم اوسکی تحقیق لکھتے ہین اور امر واقعی اس باب مین جو کچھہ ہے او
کرسی وجود پر جلوہ گر کرتے ہین اصل یہ ہے کہ توکل کی تاثیر بندے کے کام مین جب معلوم
ہوتی ہے جب اوسکا مقصود و علم ہوا اور بندہ جو اپنے اختیار سے کچھہ کرتا ہے تو اوسکی کوشش
چار غرضون کے لیے ہوتی ہے اول حاصل کرنا کسی نافع چیز کا جو اپنے پاس نہو جیسے مال کا
حاصل کرنا دوم حفاظت اپنی اشیاء نافعہ کی جیسے ذخیرہ کرنا سوم کسی ایذا رسان کو پہلے ایذا سے
دفع کرنا مثلاً درندہ خواہ چور وغیرہ کو ٹالنا چہارم جو مصیبت اپنے اوپر آگئی ہو اوسکو دور کرنا
آدمی کی کوشش ان چارون اقسام سے باہر نہین پس ہم شرط توکل کی اور اوسکے درجات ان
چارون طرح کے اعمال مین مع دلائل شرعی چار فنون مین لکھتے ہین ۔ **فن اول** نافع چیز کے
حاصل کرنے مین ۔ جن اسباب سے کہ نافع چیز آدمی تک پہونچتی ہے وہ تین قسم کے ہین
اول تو وہ جو یقینی ہین دوم جنمین ظن غالب قابل اعتماد کے ہے سوم وہمی کہ اونپر نفس کو
اعتماد کامل اور اطمینان نہین قسم اول جو یقینی اسباب مین ہین وہ وہ ہین کہ اونکے ساتھہ
مسببات خدای تعالی کے حکم و مشیت سے وابستہ ہین اور ہمیشہ اوسیطرح ہوتا ہے اوسکے
خلاف نہین ہوتا ۔ مثلاً جب آدمی کے سامنے کھانا رکھا ہوا ہوا ور وہ بھوکا بھی ہو مگر اوسپر
ہاتھہ نہ بڑھاوے اور کہے کہ مین متوکل ہون اور توکل کی شرط ہے کہ کچھہ کام نکرے ہاتھہ کا
بڑھانا بھی ایک کام ہے اور پھر کھانے کا دانتون سے چابنا اور دونون جبڑون کو چلانا
اور نگلنا بھی ایک کام ہے تو اس قسم کی باتین توکل مین داخل نہین اسکو جنون کہتے ہین
اسواسطے کہ اسکے لیے خدای تعالی نے یہ اسباب قطعی بنا دیے ہین کبھی انکے خلاف نہین ہوتا
تو اونسے دست برداری کسطرح ہو سکتی ہے مثلاً کوئی شخص اس بات کا منتظر رہے کہ خدای تعالی
اوسکا پیٹ بدون کھانا کھائے بھر دے یا روٹی مین حرکت پیدا کر دے کہ وہ خود منہ مین چلی آوے
یا کسی فرشتے کو مسخر کر دے کہ وہ کھانا چاب کر معدے مین رکھدے تو وہ شخص خدای تعالی کی

عادت سے جو اوسنے خلق میں جاری کر رکھی ہے ناواقف ہے اسیطرح اگر کوئی زمین کو جوتے
بوئے نہیں اور نباتات کی طمع کرے کہ اللہ تعالی اسمین غلہ اوگادے اور بیج نہ ڈالنا پڑے یا
کوئی ایسی زوجہ سے اولاد کا خواہان بدون صحبت ہو جیسے حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تھے
تو ایسی باتین سب جنون ہین ایسی جگہ ترک عمل کا نام توکل نہین بلکہ توکل حال اور علم سے ہوتا ہے
یعنی علم تو اس بات کا ہو کہ اللہ تعالی نے کھانے کو اور ہاتھ اور دانت اور قوت حرکت کو
پیدا کیا اور کھانا اور پانی دیا اوسیکا کام ہے اور حال یہ ہو کہ سکون قلبی اور اعتماد خدای تعالی کے
فعل پر ہو۔ ہاتھ اور کھانے پر اور واقع میں بھی ہاتھ پر اعتماد کیسے کیا جاوے کہ بعض اوقات فوراً
خشک ہوجاتا ہے کبھی فالج مار جاتا ہے اسیطرح قوت پر بھی اعتماد نہین ہوسکتا کیونکہ آدمی کو
اکثر ایسا صدمہ پیش آتا ہے کہ اوسیوقت عقل جاتی رہتی ہے اور قوت حرکت زائل ہوجاتی ہے
اور کھانے کے موجود ہونے پر بھی اعتماد نہیں ہوسکتا کہ بعض اوقات کوئی زبردست اوسکو
چھین لیتا ہے یا کوئی سانپ وغیرہ آجاتا ہے تو آدمی کھانا چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے غرضکہ
ان چیزوں میں جب اسطرح کے احتمالات پیدا ہوتے ہیں اور اونکا کوئی علاج بجز فضل ایزدی
نہیں تو اوسی پر آدمی کو خوش ہونا اور اعتماد کرنا شایان ہوا جب آدمی کا حال اور علم اسطرح پر
ہو تو چاہیے کہ ہاتھ بڑھاوے کہ متوکل ہی رہیگا۔ دوسری قسم اسباب کی وہ ہین جو یقینی نہیں
مگر غالب یہی ہے کہ مسببات بدون اونکے نہیں حاصل ہوتے یا اگر حاصل ہوتے ہین تو بہت
دشواری سے حاصل ہوتے ہین مثلاً کوئی شخص شہرون اور قافلون سے جدا ہو کر ایسے جنگلون
مین سفر کرے کہ اوسمین آدمیون کی آمد رفت بہت شاذ و نادر ہو اور ایسی راہ مین توشہ
ساتھ نہ لے تو یہ بات توکل مین شرط نہین بلکہ جنگلون مین توشہ ساتھ لینا اول کے لوگون کا
دستور و سنت ہے اور اس سے توکل نہین جاتا بشرطیکہ اعتماد فضل الہی پر ہو نہ زاد پر جیسا کہ پہلے
بیان ہوا لیکن اگر کوئی زاد نہ لیوے تو جائز ہے اور یہ رتبہ مقامات توکل مین سے بہت عمدہ
اور اونچا ہے یہی جہت یہ طریق خواص کا دستور تھا اب اگر کوئی کہے کہ توشہ نہ لینے سے
تو اپنی جان کو ہلاکی مین ڈالنا ہے جو حرام ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ صورت حرام
ہونے سے دو وجہ سے نکل سکتی ہے اول یہ کہ کسی شخص نے اپنے نفس پر ریاضت و مجاہدہ
کر کے عادت ایک ہفتہ یا اس سے کم و بیش کی بھوک برداشت کرنے کی ڈال لی ہو اسطرح
کہ بے دہشت گرسنگی اس مدت تک بدون تنگدلی اور پریشانی خاطر اور دشواری ذکر الہی کے

کر سکے دوسرے یہ کہ گھاس اور ساگ وغیرہ کو غذا کر سکے اگر یہ دونون شرطین ہونگی تو غالب
یہی ہے کہ ہر ہفتے مین جنگل مین کوئی نہ کوئی آدمی ملجائیگا یا کسی گانو اور بستی مین گذر ہوگا
یا کچھہ ساگ وغیرہ ایسا ملجاویگا جس سے وقت ٹلجاوے اور اپنے نفس پر مجاہدہ کرے زندہ
رہے مجاہدہ کرنا توکل کی اصل ہے اور خواص رح اور اونکی مثل کے اور لوگون کا اسی پر اعتماد
تھا اور اوسکی دلیل یہ ہے کہ خواص رح اپنے ساتھہ سوئی اور مقراض اور رسی اور ڈولچی ضرور
رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے توکل مین خلل نہین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اونکو معلوم تھا
کہ جنگلون مین پانی اوپر تو ہوتا ہی نہین اور خدا تعالی کی عادت نہین کہ پیاسے کیواسطے
پانی کنوئین مین سے بدون ڈول رسی اوپر کو چڑھاوے اور جنگل مین اکثر ڈول رسی نہین ملتی
گھاس پتی بہت ملتی ہے اور پانی کی ضرورت سفر مین کئی بار وضو کے لیے اور پینے کیواسطے
ہوتی ہے کیونکہ مسافر چلنے کی حرارت کے مارے پانی سے صبر نہین کر سکتا گو کھانے سے
صبر کر سکتا ہے اسیطرح آپکے پاس اکثر ایک ہی کپڑا رہتا تھا تو اگر جنگل مین پھٹتا تھا تو وہان
سوئی مقراض کہان اور بدون سیے ستر عورت ممکن نہین نہ جنگل مین کوئی ایسی چیز جو قائم مقام
مقراض و سوئی کے ہوجایا کرے پس جتنی چیزین ان چارون چیزون کے معنون مین ہین یعنی
اونسے برآمد مطلب ایسا ہی ہو جیسا ان چارون سوئی مقراض ڈول رسی سے ہے تو اونکو
اول قسم کا تابع سمجھنا چاہیے اور تابع اسلیے کہا کہ انمین احتمالات ہوسکتے ہین کہ مثلاً کپڑا اپنے آپ
یا کوئی دوسرا آدمی کپڑا دیدے یا کنوے پر کوئی پانی پلانے والا ملجاوے اور پہلی قسم مین
احتمال نہین کہ کھانا چبا چبایا منہ مین خود چلا آوے اسواسطے ان دونون مین بہت فرق ہوا
مگر دوسری قسم کی چیزین مذکورہ اول قسم کے معنون مین شریک ہین یعنی ایسی چیزون کو توکل
کے باعث ترک کرنا جائز نہوگا اس بنا پر یہ نکلا کہ اگر کوئی شخص پہاڑون کی گھاٹیون مین سے
کسی گھاٹی مین متوکل ہوکر جا بسے جہان نہ پانی ہو نہ گھاس نہ کوئی بشر وہان کو گذرے تو وہ شخص
اس فعل سے گناہگار اور اپنی جان اپنے ہاتھہ سے کھوویگا۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک زاہد
شہرون سے جدا ہوکر کسی پہاڑ تلے مین سات وز رہا اور کہا کہ مین کسی سے نہ مانگونگا جبتک
کہ خدا تعالی مجکو میرا رزق نہ پہونچاوے سات روز تک بیٹھا اور مرنے کے قریب ہوگیا
مگر رزق نہ آیا جناب باری مین التجا کی کہ الٰہی اگر تو مجکو زندہ رکھتا ہے تو جتنا رزق میری
قسمت مین تونے لکھدیا ہے وہ مجکو عنایت کر ورنہ میری روح قبض کر حکم ہوا کہ قسم ہے

اپنی عزت وجلال کی کہ تجکو رزق مدونگا جب تک کہ تو شہروں مین جاکر لوگون مین نہ بیٹھیگا
وہ شہر مین جاکر بیٹھا اوسکے پاس کوئی کھانا لایا کوئی پانی لایا کھایا پیا گرچہ دل مین وسواس کیا اللہ تعالی
نے وحی بھیجی کہ تو یہ چاہتا ہے کہ اپنے دنیا میں زہد کرنے سے میری حکمت کو ضائع کرے کیا تجکو
معلوم نہیں کہ مین اپنے بندون کو دوسرون کے ہاتھہ سے رزق پہونچانا اس سے بہتر جانتا ہون
کہ خود اپنے ید قدرت سے دون اس سے معلوم ہوا کہ دور رہنا تمام اسباب سے مخالف حکمت الہی
اور متضمن ناواقفیت عادت خداوندی کے ہے اور عمل ناخدای تعالی کے دستور مقرری کے
موجب اسطرح کہ توکل خدای تعالی پر ہو نہ اسباب پر توکل کے خلاف نہین جیسا کہ ہمنے وکیل
مقدمات کی مثال مین بیان کیا ہے لیکن اس باب کی دو قسمین ہین ظاہر اور پوشیدہ
تو متوکل کو چاہیئے کہ اسباب ظاہری سے اعراض کرکے اسباب خفیہ کیطرف اکتفا کرے اور اسمین یہ
بھی قید ہے کہ دل کا اطمینان اور قرار مسبب الاسباب پر ہو نہ اسباب پر باقی رہا یہ کہ بدون کسی
پیشے کے شہر مین آدمی کا بیٹھہ رہنا کیسا ہے حرام ہے یا مباح یا مستحب تو اوسکا حال یہ ہے کہ
حرام تو نہیں اسلیے کہ جب جنگلون مین پھرنے والا اپنی جان کو تلف کرنے والا نہ ٹھہرا تو شہر مین
رہنے والا کسی طرح اپنی جان ضائع کرنے والا نہین ہوسکتا تا کہ اس فعل کی حرمت لازم آجاتی
بلکہ ہوسکتا ہے کہ اوسکی غذا ایسی جگہ سے پہونچا کرے جہان سے اوسکو خیال نہو مگر کبھی دیر
لگیگی اور اوسپر صبر ممکن ہے یہان تک کہ کہیں سے اتفاقاً آجاوے لیکن اگر حجرے کا دروازہ
ایسی طرح بند کرکے بیٹھے کہ کسیکا گذر اوس تک نہو تو ایسا کرنا حرام ہے اور اگر حجرے کا دروازہ
تو کھلا رکھے مگر مصروف عبادت نہو بیکار بیٹھا ہو تو ایسی صورت مین پیشہ کرنا اور نکلنا اچھا ہے
گو بیٹھہ رہنا حرام نہین ہاں اوس صورت مین کہ فاقے سے موت کے کنارے جالگے اوسوقت نکلنا
اور مانگنا اور کچھہ کسب معیشت کرنا لازم ہے اور اگر دل سے مشغول خدای تعالی کے ساتھہ ہو
آدمیون کیطرف تاک نہو کہ کون دروازے مین آتا ہے اور رزق لاتا ہے بلکہ خدای تعالی کے
فضل ہی کی تاک ہو اور اوسی سے مشغول ہو تو یہ بات افضل ہے اور توکل کے مقامات مین سے ہے
اور اوسکا طریق یہ ہے کہ خدای تعالی کے ساتھہ مشغول ہو اور فکر روزی نکرے کہ روزی بالضرور
اوسکو پہونچیگی اور اس صورت مین جو بعض علما فرماتے ہین کہ بندہ اگر اپنے رزق سے بھاگے
تو رزق اوسکو ڈھونڈھ لیگا جیسے کوئی موت سے بھاگے تو وہ جا لیتی ہے درست ہے شعر

ہین توکل کن بروزاں یا دوست — رزق تو بر تو ز تو عاشق تر است

اور یہ بھی اوسکا قول بجا ہے کہ اگر آدمی خداے تعالی سے دعا مانگے کہ مجھے بغیر روزی مت دی
تو قبول نہوگی اور اس دعا سے گناہگار ہوگا اور اوسکو بارگاہ کبریا سے حکم ہوگا کہ او جاہل
یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تجکو پیدا کرون اور رزق ندون اور اسیواسطے حضرت ابن عباس رح
فرماتے ہین کہ لوگون نے ہر ایک چیز مین آپسمین اختلاف کیا ہے مگر رزق اور موت مین سبکا اتفاق ہے
کہ بجز خداے تعالی کے کوئی رازق اور مارنے والا نہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَ
تَرُوْحُ بِطَانًا وَلَزَالَتْ بِدُعَائِكُمُ الْجِبَالُ اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ پرندون کی
طرف دیکھو کہ وہ نہ کھیتی کرتے ہین نہ خرمن اور ذخیرہ کرتے ہین مگر خداے تعالی اونکو برابر ہر روز
رزق دیتا ہے اور اگر تم یہ کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہین تو چوپاؤن کو دیکھو کہ اونکے لیے خداے تعالی
نے رزق کیواسطے اس خلق کو کیسے مقرر کر دیا ہے۔ اور ابو یعقوب بصری رح کہتے ہین کہ متوکلون کا
رزق بدون اونکی مشقت کے لوگون کے ہاتھون پر چلتا رہتا ہے یہانتک کہ اونکو بلا تردد ملتا ہے
اور اور لوگ اوسکی فکر مین لگے رہتے ہین رزق کیواسطے رنج اوٹھاتے ہین اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ اللہ تعالی اپنے سب بندون کو رزق دیتا ہے مگر بعضے ذلت کے ساتھ کھاتے ہین مثلاً
بھیک مانگ کر اور بعضے مشقت اور انتظار سے کھاتے ہین جیسے تاجر اور بعضے جان کھپا کر
جیسے کاریگر اور بعضے عزت سے جیسے صوفیہ کہ حاکم کے پاس گئے اور اپنا رزق اوسکے ہاتھ سے
لے آئے اور درمیانی کو کچھہ نہ سمجھا تیسری قسم وہ اسباب ہین کہ اونسے مسبب پر پہونچنا وہمی باتین ہین
کچھہ ظاہر کا اعتبار نہین جیسے بڑی باریک باریک تدبیرین تحصیل مال مین کرنی کہ کچھہ ضرور نہین
کہ جو تدبیرین جسطرح کرے تو ویسا ہی ظہور مین آوے اور اس قسم کے کرنے سے بالکلیہ درجات
توکل سے نکل جاتا ہے اور تمام آدمی اسمین مبتلا ہین مال مباح کے حاصل کرنے کے لیے بیسیون
حیلے باریک نکالتے رہتے ہین اور مال شبہے کا لینا یا ایسے طریق سے مال کا پیدا کرنا جسمین
شبہہ ہو تو بطریق اولی توکل کو باطل کرتا ہے کیونکہ وہ تو نہایت درجے کا گھسنا دنیا مین اور
اسباب پر توکل کرنا ہے اور اس قسم کے اسباب کو حصول سے مفید کیطرف وہ نسبت ہے
جو منتر اور فال اور داغ دینے کو ایذا دہندہ چیز کے دور کرنے کیطرف ہے اسلیے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کا وصف ان اشیاء کے نکرنے کو تو فرمایا مگر یہ نہین فرمایا کہ متوکل
کسب معیشت بالکل نہین کرتے اور شہرون مین نہین رہتے اور کسی سے کچھہ نہین لیتے بلکہ

فرمایا کہ یہ سب موثر کرتے ہیں اور تیسری قسم کے اسباب جنسے اعتماد سبب کے حاصل ہونے کا نہیں
اتنے ہیں کہ اونکا شمار ممکن نہیں اور حضرت خلیل نے توکل کے باب میں فرماتے ہیں کہ تدبیر کا ترک
کرنا توکل ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے خلق کو پیدا کیا اور اونکو اپنے لمس سے محجوب نہیں کیا
اونکا حجاب اونکی تدبیر ہی ہوتی ہے اور غالبا اونکی مراد تدبیر سے نکالنا اسباب بعیدہ کا ہر
فکر سے کیونکہ اونہیں میں سوچ و تدبیر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہری اسباب میں نہیں ہوتی اس
تقریر سے معلوم ہوا کہ اسباب بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اونکے تعلق سے توکل سے آدمی خارج
ہو جاتا ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ اونکے کرنے سے خارج نہیں ہوتا اور اس دوسری کی دو قسمیں ہیں ایک
اسباب یقینی اور دوسری ظنی اسباب یقینی کے کرنے سے توکل سے خارج نہیں ہوتا بشرطیکہ
حال توکل اور علم موجود ہو یعنی تکیہ صرف مسبب الاسباب پر ہو پس اسباب یقینی میں توکل باعتبار
حال اور علم کے ہے نہ عمل کے اور اسباب ظنی میں باعتبار حال اور علم اور عمل سب کے ہے اور
ان اسباب کے عمل میں لانے کی رو سے متوکلوں کے تین مقام ہیں اول مقام خواص کا
اور اونکے مثل کا ہے کہ بے توشہ جنگلوں میں پھرے اور فضل الہی پر اعتماد ہو کہ ایک ہفتہ
یا اوس سے زیادہ طاقت صبر کی عنایت فرماویگا یا کچھ ساگ وغیرہ یا غذا ملجاویگی اور اگر
کچھ نہ ملیگا تو فاقہ سے مرنے پر راضی اور ثابت قدم رہیگا کیونکہ توشہ والے بھی اکثر اوقات
فاقہ سے مرتے ہیں کہ اونکا توشہ جاتا رہتا ہے یا کوئی راہ بھلا دیتا ہے تو موت کا آنا
توشہ اور بے توشہ دونوں طرح ممکن ہے اسلیے فضل الہی پر توکل اولی ہوا دوسرا مقام یہ ہے کہ
اپنے گھر یا مسجد میں بیٹھ رہے مگر گانوں یا شہروں میں یہ صورت ہو اور اس مقام والا اول سے کم ہی
مگر متوکل ضرور ہے اسلیے کہ آخر کسب اور اسباب ظاہر کو ترک کرکے فضل الہی پر اعتماد کرتا ہے کہ
وہ اسباب خفیہ سے میرا کام بناویگا اور ہر چند یہ شخص شہروں میں بیٹھکر اسباب رزق کا متعرض ہے
کیونکہ شہروں میں رہنا بھی اسباب رزق کے پیچھے لگے رہنا ہے مگر اس سے اوس شخص کا توکل باطل نہیں ہوتا
بشرطیکہ نظر اوس ذات کیطرف ہو جو شہر کے باشندوں سے اوسکو رزق دلواتا ہے باشندوں
کیطرف التفات نہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سب کے سب ایک حال سے غافل ہو جاویں اور
اگر خدا ہی تعالی اپنے فضل سے اوسکا حال اونکو نہ بتاوے اور اونکی خواہشوں کو اوسکی طرف
راغب کرے تو وہ کیسے اسکو پوچھیں اور خبر گیری کریں تیسرا مقام یہ ہے کہ چل پھر کر کسب معیشت
اوسطرح کرے جسطرح ہم نے باب آداب الکسب کے فصل سوم اور چہارم میں لکھا ہے اسطرح کی

کمانے سے بھی مقامات توکل سے نہین نکلیگا بشرطیکہ اپنا اطمینان اپنی کفایت اور قوت اور جاہ اور بضاعت پر نہو اسلیے کہ یہ چیزین تو دم کی دم مین خدای تعالی فنا کر دیتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ نظر کھیل برحق کیطرف ہوگا اوسی نے یہ سب چیزین بچا رکھی ہین اور رزق کا سامان بہم کر دیا ہے اور اپنے کسب بضاعت اور کفایت کو خدای تعالی کی قدرت کی نسبت کر ایسا جانے جیسا قلم بادشاہ کے ہاتھہ مین حکم لکھتا ہے کہ وہان نظر قلم کیطرف نہین ہوتی بلکہ بادشاہ کے دل کیطرف ہوتی ہے کہ کیا جانے کیا دل مین آویگا کسطرف کو مائل ہوگا کیا حکم کر بیٹھے گا۔ پھر اگر کسب معیشت کرنے والا اپنے عیال کے لیے یا مساکین کے دینے کے لیے کماتا ہو تو ظاہر مین تو کمانے والا ہوگا مگر باطن مین علیحدہ ہوگا اور اس شخص کا حال نسبت گھر مین بیٹھنے والے کے اشرف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ کسب مخالف حال توکل کے نہین بشرطیکہ اوسمین شرطون کی رعایت اور حال اور علم کا لحاظ ہے جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ جب خلیفہ ہوے تو اپنی گٹھری بغل مین دبا کر بازار مین تشریف لیگئے مسلمانوں کو برا معلوم ہوا اور عرض کیا کہ آپ ایسی بات کیون کرتے ہین اب تو آپ نبوت کی خلافت پر ہین آپ نے فرمایا کہ مین اپنے عیال کا اگر شغل نکرون تو وہ تباہ ہو جاوینگے اور جب اپنے ہی عیال کو مین تلف کرونگا تو اورونکو تو بطریق اولی ضائع کرونگا لوگون نے آپ کی نگاہ دو کرنے کے لیے ایک مسلمان کے گھر والون کے موافق آپکے لیے مقرر کر دیا پس جب آپ نے اونکی مرضی اوسیطرف پائی تو اونکے دل کا خوش کرنا اور مسلمانون کے کام مین سب وقت خرچ کرنا آپنے اولی جانا۔ اور یہ محال ہے کہ کہا جاوے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ مقام توکل مین نہ تھے تو اوسنے بڑھکر مقام توکل پر اور کون ہے اسلیے کہ متوکل تو یقیناً تھے پس معلوم ہوا کہ آپ متوکل باعتبار کسب و سعی نہ کرنے کے نہ تھی بلکہ قطع التفات کی رو سے تھی کہ اپنی قوت و کفایت پر ملتفت نہ تھے خدای تعالی ہی کو معیشت کا بہم کرنے والا اور مسبب الاسباب جانتے تھے اور رعایت شرطون کی کسب کے طریق مین ملحوظ رکھتے تھے کہ مقدار حاجت پر اکتفا کرتے تھے بہت کی تمنا نہ تھی نہ فخر اور رکھہ چھوڑنے کی ہوس نہ یہ بات کہ اپنا درم اوسکے درم سے اچھا معلوم ہوتا ہو اسلیے کہ جو شخص بازار مین جاوے اور اپنے درم کو غیر کے درم سے بہتر و محبوب سمجھے وہ دنیا کا حریص و محب ہے اور توکل بدون دنیا مین زہد کیے درست نہین ہوتا ہان زہد بدون توکل کے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے۔ اور ابو جعفر حداد جو

جو حضرت حبیب عجمی کے مرشد اور متوکلین میں سے تھے فرماتے ہین کہ مین نے بیس برس توکل کو
چھپایا اور بازار سے جدا ہوا میرا دستور تھا کہ ایک دینار ہمیشہ پیدا کرتا تھا مگر رات کے لیے
دمڑی رکھتا تھا اور نہ اپنی راحت کے لیے اوس مین سے کچھ خرچ کرتا تھا اتنا بھی نہین کہ کچھ
کوڑیاں دیکر غسل ہی کر لون بلکہ رات آنے سے پیشتر ہی سب کو خرچ کر دیا کرتا تھا اور حضرت حبیب عجمی
کے سامنے توکل کے باب مین کچھ گفتگو نہین فرماتے تھے اور یون کہا کرتے تھے کہ مقام توکل مین آپکے
ہوتے ہوئے مجھکو کچھ کہنے سے شرم آتی ہے ۔ اب جاننا چاہیے کہ صوفیون کی خانقاہوں مین نقدی
لیکر بیٹھنا توکل سے بعید ہے پس اگر نقدی نہو نہ وقف نہ کوئی اور بات نہ خادم ہو کہ باہر سے
نکلکر لایا کرے تو اسطرح پر توکل ضعف کے ساتھ درست ہے مگر حال اور علم سے قوی ہو جاتا ہے
جیسے توکل بیٹھ رہنے والے کا ۔ اور اگر خانقاہ والے سوال نکرین بلکہ جو کوئی کچھ دیجاوے اوسی پر قانع رہین
تو یہ بات اونکے توکل مین بہت قوی ہے مگر وہ لوگ اس باب مین انگشت نما ہو گئے اور دوکان
کرلی پس خانقاہ مین بیٹھنا ایسا ہے جیسا بازار مین جانا اور بازار مین جانے والا متوکل نہیں ہوتا بدون
بہت سی شرطوں کے جنکا بیان پہلے ہو چکا باقی رہا یہ کہ آدمی کو گھر مین بیٹھ رہنا افضل ہے یا
چل پھر کر کچھ کمانا تو اوسکا حال یہ ہے کہ اگر کمائی چھوڑنے سے ذکر و فکر اور اخلاص اور تمام وقت
عبادت مین بسر کرنے کے لیے چھٹی ملجاوے اور کسب معیشت مین ان امور مین ابتری ہوتی ہو
اور باوجود اسکے لوگوں سے کچھ طمع بھی نہو نہ اسبات کا انتظار کہ کوئی آکر ہمین کچھ دیجاوے بلکہ
صبر اور اللہ پر توکل کرنے مین دل کا مضبوط ہو تو ایسے شخص کو گھر بیٹھنا بہتر ہے اور اگر گھر مین
دل گھبراتا ہے اور لوگون کیطرف تاک ہو تو کچھ کام کر کے پیدا کرنا اچھا ہے اسلیے کہ دل سے
لوگون کی تاک کرنی گویا دل سے سوال کرنا ہے اسکا چھوڑنا کام کے چھوڑنے کی نسبت زیادہ
مہم ہے پہلے متوکلین کا دستور تھا کہ جو چیز اونکی نفس طمع کرتی تھی اوسکو نہین لیا کرتے تھے
چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رح نے ابوبکر مروزی کو فرمایا کہ فلان فقیر کو اجرت معمولی سے کچھ
زیادہ دینا جب وہ دینے لگے فقیر نے واپس کر دیا اور چلا گیا امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب
جاکر اوسکو دیدو اب وہ لے لیگا وہ گئے اور اوسکو دیا تو لے لیا امام صاحب سے پوچھا کہ کیا
بات تھی کہ یہان نہ لیا اور نکلکر لے لیا فرمایا کہ اول اوسکے نفس کو طمع زیادہ ملنے کی تھی اسواسطے
نلیا جب یہان سے چلا گیا تو نفس کو نا امیدی اور یاس ہو گئی تو لے لیا اور خواص رحمۃ اللہ علیہ
اپنی رغبت کسی شخص کے دینے کیطرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہو جانے سے خوف کرتے

تو اوس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے اور اونسے جو کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سفر مین سب سے زیادہ عجیب کیا بات دیکھی فرمایا کہ مین نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے راضی ہوے مگر مین اون سے اس جہت سے علیحدہ ہوگیا کہ کہین میرے نفس کو اونکے ساتھ سکون و قرار نہو جاوے اور توکل مین نقصان نہونے پاوے۔ غرضکہ کسب معیشت کرنیوالا جب آداب کمانے کے اور اوسکی نیت کی شرطون کی رعایت کریگا جسطرح کہ باب الکسب مین بیان ہوا ہے یعنی مقصود استدعای کثرت نہو اور نہ اپنی بضاعت اور کفایت پر اعتماد ہو تو وہ متوکل ہوگا۔ اور علامت اوسکے تکیہ نکرنے کی اپنی بضاعت پر یہ ہے کہ اگر اوسکا مال چوری جاوے یا تجارت مین گھٹی ہو۔ یا کوئی اور کام بند ہوجاوے تو اوسپر راضی رہے دل کی طمانینت باطل نہو نہ دلمین اضطراب راہ پاوے بلکہ دل کو قرار جیسے پہلے تھا ویسا ہی رہے کیونکہ دستور کی بات ہے کہ جبکا دل کسی چیز سے وابستہ نہین ہوتا اوسکے جاتے رہنے سے بھی اوسکا دل مضطر نہین ہوتا اور جو کسی چیز کے جانے سے بیقرار ہوتا ہے تو وہ اوس چیز سے تسکین پاتا ہے۔ بشر رح چرخے بنایا کرتے پھر اونکو چھوڑ دیا اسلیے کہ بغلوی رح نے اونکو لکھا کہ مین نے سنا ہے کہ تمنے اپنے رزق پر مدد یہ کام اختیار کرنے سے لی ہے بھلا یہ تو بتاو کہ اگر خدای تعالی تمکو بھرا اور اندھا کر دے تب رزق کس پر ہوگا اس نوشتے سے اونکے دل مین تاثیر کی سب اوزار چرخہ بنانے کے ڈیڈاے اور چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ جب وہ چرخہ بناتے تھے انگشت نما ہوگئے اور لوگ اسیواسطے اونکے پاس آنے لگے چھوڑ دیا اور بعض کہتے ہین کہ اپنے عیال کے مرنے کے بعد چھوڑ دیا جیسے حضرت سفیان ثوری رح کے پاس پچاس دینار تھے اونسے تجارت کیا کرتے جب اونکی اہل کا انتقال ہوا تو اونکو بانٹ دیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدمی کے پاس بضاعت تو ہو اور اوسکے ساتھ وابستگی نہو حالانکہ اوسکو معلوم ہے کہ کسب بدون بضاعت ممکن نہین او سکا جواب یہ ہے کہ اوسکی صورت یہ ہے کہ یون جانے کہ جن لوگون کو خدای تعالے بدون بضاعت روزی دیتا ہے وہ بھی بہت ہین اور ایسے بھی بہت ہین کہ اونکی بضاعت بہت تھی مگر چوری گئی اور جاتی رہی اور یہ بھی دل مین ٹھان لے کہ خدای تعالی میرے ساتھ وہی سلوک کریگا جو اوسکے نزدیک میرے حق مین بہتر ہوگا اگر وہ میرا مال ضائع کر دیگا تو اوسکے نزدیک اسمین کچھ بہتری ہے شاید اگر پاس رہتا تو موجب فساد دین کا ہوتا بڑا خدای تعالی کا احسان ہوا کہ دین کے بگاڑ سے بچا دیا اور نہایت فلاس

ہے کہ آدمی بھوک سے مرجائے تو یا یہ کہ اعتقاد کرے کہ بھوک سے مرنا آخرت میں میرے حق مین عبادت کیونکہ خدای تعالی نے بدون کسی تقصیر کے میری طرف سے یہ بات میرے واسطے تجویز فرمائی ہے تو میری بہتری اسمین ہے۔ جب ان سب باتون کا اعتقاد کرے گا تو اوسکے نزدیک وجود بضاعت کا اور عدم برابر ہے حدیث شریف میں ہے کہ بندہ رات کسی امر کا امور تجارت میں سے قصد کرتا ہے اور وہ کام ایسا ہوتا ہے کہ اگر اوسکو کرے تو اوسکی بربادی ہے پس خدای تعالی اوسکی طرف عرش کے اوپر سے نظر کرتا ہے اور اوسکو اوس کام سے باز رکھتا ہے تو صبح کو وہ شخص نہایت غمگین واندوہناک ہوتا ہے اور اپنے ہمسایہ اور چچا زاد بھائی کی بدگمانی لیتا ہے کہ مین نے کسکا منہ دیکھا تھا کہ نے میرے اوپر مصیبت ڈالی حالانکہ یہ امر صرف ایک رحمت ہے کہ اللہ تعالی نے اوسپر کی انتہی اور اسی جہت سے حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ مجھے کچھ پروا نہین خواہ مین غنی رہون یا فقیر اسواسطے کہ مجھے معلوم نہیں کہ تو انگری و فقیری مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے۔ اور جو شخص ان امور پر یقین کامل نہ رکھتا ہو اوس سے توکل ہو سکے گا اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ مجکو ہر مقام سے بہرہ ہے مگر حضرت توکل کہ اسکی بو بھی مین نے نہیں سونگھی پس باوجود ایسے بلند قدر ہونے کے ایسا فرماتے ہیں کہ مجکو توکل نہیں ملا یہ نہیں فرمایا کہ اسکا حصول ممکن نہین اور غالباً اونکی مراد یہ ہوگی کہ اعلی رتبہ توکل کا نصیب نہین ہوا۔ اور جب تک کہ ایمان اس بات پر پکا نہو کہ خدای تعالی کے سوا کوئی فاعل ہے۔ کوئی رازق اور جو کچھ وہ بندے پر مقدر کرتا ہے خواہ فقر ہو یا غنا موت ہو یا جینا اوسکے حق مین وہی بہتر ہے بہ نسبت اوس بات کے جسکو بندہ تمنا کرے تب تک حال توکل بھی کامل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ توکل کی بنا ان امور پر ایمان کے قوی ہونے سے ہوتی ہے جیسا کہ گذرا۔ اور ایسا ہی حال اور مقامات دین کا احوال و اعمال مین سے ہے کہ وہ بھی اپنی اصول یعنی ایمان پر مبنی ہوتے ہیں۔ حاصل یہ کہ مقام توکل سمجھہ مین آتا ہے مگر دل کی قوت اور یقین کا زور چاہتا ہے اسلیے حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص طعنہ کمانے پر کرے وہ سنت پر طعنہ کرتا ہے اور جو شخص ترک کمائی یعنی توکل پر کرے وہ توحید پر طعنہ زن ہے اب وہ علاج لکھتے ہین جو دل کے اسباب ظاہری سے پھرنے مین مفید ہو اور اسباب خفیہ کے بہم کرنے میں خدای تعالی کے ساتھ حسن ظن پیدا کرے وہ یہ ہے کہ یوں جاننا چاہیے

کیونکہ سوء ظن تعلیم شیطان ہے اور حسن ظن خدای تعالی کی تلقین ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَغْفِرَۃً وَّفَضْلًا
کیونکہ انسان اپنی شرت کی رو سے شیطان کے ڈرانیکو بہت سنتا ہی اسیواسطے کہا گیا ہے کہ جو شخص سوء ظن کے
باعث ڈرے وہ حریص ہے اور جب اسپر نامردی اور ضعف دل زیادہ ہوجاوے اور نیز تکلمین
جو بانند اسباب ظاہری اور اونپر ترغیب دینے والے ہین نظر پڑین تب سوء ظن غالب ہوجاتا ہی
اور توکل بالکل جاتا رہتا ہی بلکہ رزق کو اسباب خفیہ سے سمجھنا بھی توکل کو باطل کر دیتا ہی چنانچہ
حکایت ہے کہ کوئی عابد کسی مسجد مین بیٹھ رہا اور اوسکے پاس مال نہ تھا امام مسجد نے اوس سے کہا
کہ اگر تم کچھ کرکے کھاؤ تو تمھارے لیے اچھا ہو اوسنے جواب نہ دیا تین بار ایسا ہی ہوا چوتھی بار
اوسنے کہا کہ میاں صاحب مسجد کے پاس ایک یہودی ہے اوسنے ہر روز دو روٹیون کی کفالت
میرے لیے کر لی ہے امام نے کہا کہ اگر وہ اس کفالت مین سچا ہو تو تمھارا مسجد مین رہنا بہتر ہے
عابد نے کہا کہ کیا خوب تم خدا کے سامنے اور لوگون کے آگے ایسی ناقص توحید کے ساتھ
کھڑے ہوتے ہو اگر امامت نکرو تو تمھارے حق مین بہتر ہو کیونکہ تم یہودی کے وعدے کو خدای تعالی
نے جو کفالت رزق کی کی ہے اوسپر ترجیح دیتے ہو۔ اور ایکبار کسی مسجد کے امام نے کسی نمازی
سے پوچھا کہ تم کہانسے کھانا کھاتے ہو اوسنے کہا کہ ذرا ٹھہرو اول مین نے جو نماز تمھارے
پیچھے پڑھی ہے وہ پھیر لون تب جواب دونگا اور خدای تعالی کے فضل سے بواسطہ اسباب خفیہ
رزق بھیجنے پر حسن ظن رکھنے کے لیے اون حکایات کا سننا مفید ہے جنمین رزق بھیجنے مین
اللہ تعالی کے عجیب الطاف و احسان پائے جاتے ہون اور بعض مین قہر خدای تعالی کا مذکور ہو
کہ تاجرون اور توانگرون کا مال غارت کرکے اونکو بھوک سے ہلاک کر دیا چنانچہ روایت ہے کہ
حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا ایک خادم حذیفہ مرعشی تھا اوس سے لوگون نے پوچھا کہ کوئی بات
ایسی جو بہت عجیب تمنے دیکھی ہو بیان کرو اوسنے کہا کہ ہم ایکبار مکہ معظمہ کے راستے مین چند روز
بھوکے رہے کہ کھانا نملا پھر کوفے مین گئے اور ایک ویران مسجد مین داخل ہوئے حضرت
ابراہیم رح نے میری طرف دیکھکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تجھکو بھوک لگی ہی مین نے عرض کیا
آپ کی تشخیص بجا ہے آپ نے فرمایا کہ سیاہی اور کاغذ لے آ مین لے آیا آپ نے یہ رقعہ لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر حال مین توہی مقصود ہی اور ہر بات سے توہی مطلوب پھر کچھ شعر لکھے جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

حامد و شاکر ہون اور ذاکر خدا	بھوکا اور پیاسا ہون اور ننگا جدا

مت جیسے ہیں تین کا مناسب ہو نہیں بیچ میری اعیر کو ہے جلتی آگ	التہاب ہے تو ہو مناسب تین کا آگ مین گھسنے سے تو مجھکو بچا

حذیفہ کہتے ہین کہ پھر رقعہ مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر جا اور سوا خداے تعالی کے اور کسی سے
اپنا دل مت لگا اور جو شخص اول ہی ملے اوسکو یہ رقعہ حوالہ کر مین رقعہ لیکر نکلا اول جو شخص مجکو ملا
وہ ایک خچر پر سوار تھا مین نے رقعہ اوسکو حوالہ کیا اوسنے اوسکو لیا اور مضمون سے واقف ہو کر رویا
اور کہا کہ اس رقعہ کے لکھنے والے کہاں ہین مین نے کہا کہ فلانی مسجد مین تشریف رکھتے ہین اوسنے
مجکو ایک تھیلی دی جسمین چھہ سو دینار تھے پھر مین نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا اور اوس سے اول
شخص کا حال پوچھا اوسنے کہا کہ یہ ایک شخص نصرانی ہے مین نے حضرت ابراہیم رح کی خدمت مین
حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا اونھون نے فرمایا کہ ابھی ان دینارون کو ہاتھہ مت لگا وہ ابھی مر آیا چاہتا
جب ایک گھڑی گذری وہ نصرانی آیا اور آپ کے سر کو بوسہ دینے لگا اور مسلمان ہو گیا ۔ اور
ابو یعقوب اقطع بصری کہتے ہین کہ مین ایکبار حرم شریف مین دس روز بھوکا رہا مجکو ضعف معلوم
ہونے لگا دل مین آیا کہ باہر چلیے جنگل کیطرف نکلا کہ کوئی شے ایسی ملے جس سے ضعف کو تسکین ہو
مین نے دیکھا کہ ایک شلجم زمین پر پڑا ہے اوسکو مین نے اوٹھایا مگر دل میرا اوس سے گھبرایا اور
پھر یہ معلوم ہوا کہ گویا کوئی مجھسے یون کہتا ہے کہ تو دس روز تو بھوکا رہا اور آخر کو لیا تو ایک سڑا
شلجم لیا مین اوسکو پھینک کر پھر حرم شریف مین چلا آیا اور بیٹھہ گیا دیکھتا کیا ہون کہ ایک
عجم کا آدمی چلا آتا ہے وہ آکر میرے سامنے بیٹھہ گیا اور ایک خلتا میرے سامنے رکھدیا اور کہا
یہ آپ کے لیے ہی مین نے پوچھا کہ مجھے تم نے کیسے خاص کیا اوسنے کہا کہ اصل یہ ہے کہ ہم دس
روز سے سمندر مین تھے اور کشتی ڈوبنے کو ہو رہی تھی مین نے نذر کی تھی کہ اگر خداے تعالی
مجکو بچا دیگا تو مین یہ خلتا مجاورین مین سے اوسکو دونگا جسپر اول میری نظر پڑیگی اور آپ تم
ہی کو اول مین نے دیکھا یہ وجہ خصوصیت کی ہے مین نے کہا کہ اچھا اسے کھولو اوسنے کھولا
تو اوسمین مصر کا میدہ اور چھلے ہوے بادام اور برفیان تھین مین نے ہر ایک مین سے ایک مٹھی
لے لی اور اوس سے کہا کہ باقی کو تم اپنے ساتھیون کو میری طرف سے ہدیہ دینا مین نے تمہاری
ہدیہ قبول کی پھر اپنے دل مین کہا کہ تیرا رزق تو دس منزل سے چلکر تیرے پاس آتا ہے اور
تو اوسکو جنگل مین ڈھونڈھتا ہے اور ممشاد دینوری رح کہتے ہین کہ مجھپر کچھہ قرض تھا اوسکے
باعث میرا دل کچھہ سی تردد مین مبتلا ہو گیا یعنی عبادت و ذکر مین حضور اوسکا خلاص کامل نہ رہا

مین نے خواب مین دیکھا کہ کوئی یون کہتا ہے کہ ای بخیل تونے ہمپر اتنا قرض کرلیا لے اب
تیرا کام لینا ہے اور ہمارا کام دینا بعد اسکے مین نے کسی بقال قصاب وغیرہ کا حساب نہین کیا
اور بیان حمال کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ کی راہ مین تھا اور مصر سے
جاتا تھا اور میرے پاس زاد راہ تھا میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھسے کہا کہ ای بنان تو لدّو ہی
کہ اپنی پشت پر زاد لادے پھرتا ہے اور یہ وہم کرتا ہے کہ خدای تعالی رزق نہ دیگا مین نے اوسکے
کہنے سے اپنا توشہ پھینکدیا پھر مجھپر تین دن گذر گئے کہ مین نے کچھہ نکھایا راستے مین مین نے ایک
پازیب پڑی دیکھی اپنے جی مین کہا کہ اوسکو اوٹھا لینا چاہیے کیا عجب کہ اسکا مالک آوے تو
اوس سے کچھہ لیکر دیدون اتنے مین وہی عورت آئی اور مجھسے کہا کہ کیا تو سوداگر ہے جو یون
کہتا ہے کہ شاید اسکا مالک آجاوے تو اوس سے کچھہ لے لون پھر اوسنے میری طرف چند درم
پھینکدیے اور کہا کہ انکو خرچ کرو مین نے اونکو لیکر قریب مکہ معظمہ تک نباہ دیا۔ اور یہ بھی بنان ہی
کی حکایت ہے کہ اونکو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کیواسطے ہوئی اونھون نے اپنے
بھائیون سے صاف صاف کہدیا اون سب نے لونڈی کا دام اونکے لیے جمع کردیا اور کہا کہ اب
قافلہ آنے کو ہے اوسمین سے جونسی لونڈی مناسب ہوگی وہ لے لیجاوینگے جب قافلہ آیا تو سب
لوگون کی رای ایک لونڈی پر متفق ہوئی کہ یہ بنان کے لائق ہے اوس لونڈی کے مالک سے
اوسکا دام پوچھا اوسنے کہا کہ یہ بکاؤ نہین ہے جب لوگون نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی
بنان حمال کیواسطے ہے اوسکو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہے وہ لونڈی بنان کے پاس
ارسال کی گئی اور اوسنے قصہ بیان کیا گیا۔ اور کہتے ہین کہ زمانۂ گذشتہ مین ایک شخص اپنے
سفر مین ایک روٹی ساتھہ لیے تھا اور کہتا تھا کہ اسے اگر کھا لونگا تو مر جاؤنگا اللہ تعالی نے
اوسپر ایک فرشتہ کو مقرر کردیا اور فرمایا کہ اگر یہ شخص روٹی کھالے تو اسے اور رزق پہونچانا اور
اگر نہ کھاوے تو ہم اسکے سوا اور کچھہ اوسکو نہ دینگے وہ شخص روٹی اپنے ساتھہ لیے رہا یہان تک
کہ مر گیا اور نہ کھائی۔ اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین جنگل مین بدون زاد راہ کے گیا
اور فاقے پر فاقہ ہوا دور سے ایک منزل نظر پڑی اوسکو دیکھکر مین خوش ہوا کہ اب پہونچ گیا
پھر دل مین سوچا کہ مین نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گانون مین نجاؤنگا جب تک کہ
مجھے خود کوئی نہ لیجاوے مین نے اپنے لیے ریت مین ایک گڑہا کھودا اور اپنا جسم اوسمین سینے تک
چھپا دیا آدھی رات کو وہان کے لوگون نے ایک بلند آواز سنی کہ ای بستی والو ایک اللہ کے

ولی نے ایسے آپ کو اس بیت مین قید کیا ہے اوسکی خبر لو وہان سے کچھہ لوگ آئے اور مجکو نکالا
گانون مین لیگئے ۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رض کے دربار سے پر پڑا رہتا اوسکو
ایک دن ناگاہ آواز آئی کہ اے شخص تو نے ہجرت عمر کے لیے کی تھی یا خدا کے لیے جا اور کلام نہ
سیکہہ وہ تجکو عمر کے دروازے سے بے پروا کر دیگا وہ شخص اوٹھکر چلا گیا اور اوسکا پتا نملا یہانتک
کہ حضرت عمر رض نے اوسکو ڈھونڈھوایا معلوم ہوا کہ اوسنے گوشہ نشینی اختیار کی اور عبادت مین
لگ گیا حضرت عمر رض اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا دل تمکو دیکھنے کو بہت چاہتا تھا
کیا وجہ ہوئی کہ تم ہمسے نہین ملتے اوسے جواب دیا کہ مین نے قرآن پڑھا اوسنے مجکو عمر اور آل عمر
سب سے بے پروا کر دیا حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمنے کلام مجید مین کیا دیکھا اوسنے کہا کہ مین نے یہ دیکھا
وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ تب مین نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان مین ہے اور
مین اوسکو زمین مین ڈھونڈھتا ہون حضرت عمر رض رو پڑے اور کہا کہ سچ کہتے ہو پھر آپ کا دستور
تھا کہ اوس شخص کے پاس آکر بیٹھا کرتے ۔ اور ابو حمزہ خراسانی رح کہتے ہین کہ ایک سال مین نے
حج کیا راہ مین چلا جاتا تھا کہ یکایک کنوئین مین گر پڑا میرے نفس نے مجھسے تکرار کی کہ فریاد کرنی
چاہیے مگر مین نے کہا کہ بخدا مین ہرگز فریاد نکرونگا مین اسی خلجان مین تھا کہ دو شخص اوس کوئین کے
پاس آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئین کا منہ بند کر دین کہ کوئی آمین گر پڑے یہ کہکر بانس
اور چٹائی لائے اور اوسکا منہ بند کر دیا مین نے ارادہ کیا کہ چیخون مگر دل مین سوچا کہ جبل سے
چیخ کر کہونگا وہ تو اون دونون شخصون کی نسبت کہ قریب تر ہے اسلیے چپکا ہو رہا اسی اثنا مین
ایک گھڑی کے بعد کوئی چیز آئی اور کنوئین کا منہ کھولکر اپنے پانون کنوئین مین لٹکائے اور
گنگناتی آواز مین گویا یہ کہا کہ مجکو لپیٹ جاؤ مین اوسکی آواز سے مطلب سمجھ لیا اور لپٹ گیا اوسنے
باہر نکالا مین نے دیکھا کہ وہ درندہ ہے وہ مجکو چھوڑ کر چلا گیا اوسوقت سروش غیبی نے میرے
گوش ہوش مین ندا کی کہ اے ابو حمزہ دیکھہ کیا خوب ہوا کہ ہمنے تجکو مرنے سے بذریعہ موت کے
کے بچایا ابو حمزہ وہان سے چلے اور کچھہ اشعار پڑھتے جاتے جنکا ترجمہ یہ ہے نظم

برستر عشق مرا ترم بار داشت شدلے — جو حال بر تو عیانست فارغم ز خبر
گواہ سر من از لطف خویش آوردی — ملے ز لطف دہد دست دہک لطف دگر
بغیب جلوہ نمودی چنانکہ پندارم — عیان بدست من اینک در آمدی بنظر
چو ہیبت ہمہ وحشت ستوم ز ہیبت تو — پذیرم انس چو بینم ز مہر و لطف اثر

حیات من ہمہ از تست و موت من از تو		عجب کہ زندگی و موت از کسے زدہ مرا

اور اسطرح کے حالات اور حکایات بہت ہیں — اور جب ایمان آدمی کا قوی ہوا اور اوسکے
ساتھہ قدرت ایک ہفتہ بھوک کی سہنے کی بہ سبب تنگدلی کے موجود ہو اور اس بات کا اعتقاد
بھی پکا ہو کہ اگر سات روز تک رزق نہ ملیگا تو خداے تعالیٰ کے نزدیک اوسکا مرنا ہی اچھا ہے
اسواسطے رزق روک لیا ہے تب البتہ ان احوال و مشاہدات سے توکل کامل ہوگا ورنہ بصورت
ضعف ایمان کے حالات و مشاہدات صرف سے ہرگز توکل کامل نہوگا تنبیہ لڑکے بالے عیالدار
توکل کرے — واضح ہو کہ جو شخص عیالدار ہوا اوسکا حکم تنہا شخص سے علیحدہ ہے اسواسطے کہ تنہا
آدمی کا توکل بدون دو باتوں کے درست نہیں اول بھوک پر ایک ہفتہ قادر ہونا اس طرح
کہ نہ لوگوں کیطرف تاک ہو نہ نفس تنگ ہو دوسرے وہ اقسام ایمان کی جو ہم لکھ چکے ہیں اونمیں سے
ایک یہ کہ اگر رزق نہ ملے تو موت پر دل سے راضی ہو اس لحاظ سے کہ اپنا رزق موت کو جانے اور
بھوک اگرچہ دنیا کی سختی ہے مگر آخرت کی زیادتی ہے تو یوں جانے کہ بھوک نہیں عنایت ہوئی
بلکہ جو رزق میرے حق میں اچھا ہے یعنی رزق آخرت ملا ہے اور یہ وہ مرض ہے کہ اوسمیں موت
ہوگی اور اوس سے خوش ہو اور یہ کہ میرے لیے یونہی حکم تھا اسطرح سے توکل تنہا آدمی کے لیے
کامل ہو جاتا ہے اور عیال پر دباؤ دینا کہ خواہ مخواہ بھوک پر صبر کریں درست نہیں ورنہ یہ ہو سکتا ہی
کہ اونکے سامنے تقریر توحید کے عقیدے کی کیجائے اور یہ کہ فاقہ سے مرنا ایک رزق عمدہ ہے
اور واقع میں غبطہ کرنے کے لائق ہے اگر اتفاقاً شاذ و نادر میسر ہو جائے اسیطرح اور تعلیمات
اونکے عقیدے میں جڑ نہیں جما سکتا اس سے معلوم ہوا کہ اونکے باب میں آدمی کو توکل کیا ہوا کا
سا چاہیے جو تیسرا مقام توکل کا ہے جیسے حضرت ابوبکر رضی کا توکل تھا کہ آپ کسب معیشت کے لیے
نکلے تھے اور جنگلوں میں چلا جانا اور عیال کو چھوڑ جانا اونکی خبرداری نکرنی اور بہانہ توکل کا
اونکے باب میں حرام ہے بعض مرتبہ یہ امر اونکی تباہی کا موجب ہوتا ہے اسکا مواخذہ عیالدار کے
ذمے رہتا ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آدمی میں خود میں اور اوسکے عیال میں کچھہ فرق نہیں اگر
عیال بھی چند روز بھوکا رہنا اوسکے ساتھہ منظور کریں اور بھوک سے مرنے کو رزق اور غنیمت
اخروی جانیں تو آدمی کو جائز ہے کہ اونکے باب میں بھی توکل کرے اور خود اوسکا نفس بھی اونکا
عیال ہے اوسکا تلف کرنا بھی اوسکو درست نہیں مگر اوسی صورت میں کہ مدت تک بھوک پر
صبر کرنے میں موافقت کرے پس اگر نفس کو برداشت بھوک کی نہو اور بھوک سے دل

گھبرا جاتا ہو عادت ٹھیک نہوتی ہو تو ایسے شخص کو توکل جائز نہیں۔ اسیواسطے روایت ہے
کہ ابو تراب نخشبی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن کے بھوکا رہنے کے بعد ایک تربز کے چھلکے کو
کھانے کے لیے اوٹھایا آپ نے اوسکو فرمایا کہ تصوف تیرے مناسب حال نہیں تو بازار میں جاکر
یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہیں درست ہے مگر اوسی شخص کو جو کھانے سے
تین دن سے زیادہ صبر کرے۔ اور حضرت علی رودباری رح فرماتے ہین کہ جب فقیر پانچ ہی دن کے
بعد کہنے لگے کہ میں بھوکا ہون تو اوسکو بازار میں بہیجدو اور اوسکو کہو کہ کچھہ کام کاج کیا کرے
غرضکہ آدمی کا بدن بھی اوسکی عیال ہے اور بدن کی بعض چیز میں توکل کرنا ایسا ہی ہے جیسا
عیال کے باب مین توکل کرنا صرف نفس عیال مین ایک ہی چیز کا فرق ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کو
اپنے نفس پر تو دباؤ دیا بھوک پر صبر کرنے کے لیے جائز ہے اور عیال پر جائز نہیں۔ اور
اس تقریر سے تمنے جان لیا ہوگا کہ توکل اسباب سے علیحدہ ہونے کا نام نہیں بلکہ بھوک پر مدت تک
صبر کرنے کا عادی ہونا اور اگر کبھی اتفاقاً رزق مین تاخیر ہوجاوے تو موت پر راضی ہوجانا توکل ہے
اور شہروں او قصبوں میں رہنا اور ایسے جنگلوں میں رہنا جنمین کچھہ نکچھہ ساگ پات وغیرہ
میسر ہو قوت کا سامان ہے مگر کچھہ تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ہمیشہ ساگ پات پر گذر کرنی
بدون صبر کے ممکن نہین اور شہروں مین رہکر توکل کرنا بہ نسبت جنگل کے توکل کے حصول اسباب قوت
کے لیے زیادہ اچھا ہے حالانکہ سب اسباب ہی ہین مگر یہ کہ لوگون نے ان اسباب کو کچھہ شمار
نہین کیا اور اسباب کیطرف جھک پڑے جو اونسے ظاہر تر ہین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اوسکا
ایمان ضعیف اور حرص زیادہ اور دنیا مین تکلیف اوٹھانے پر صبر کرنا آخرت کے نفع کے لیے
قلیل اور سوءظن اور طول امل کے باعث نامردی دلون پر غالب ہے۔ اور جو شخص کہ آسمان و
زمین کے اسرار مین غور کرے اوسکو یقیناً معلوم ہوجاوے کہ خدای تعالی نے انتظام ملک و
ملکوت کا ایسا کر رکھا ہے کہ بندے سے اوسکا رزق علیحدہ نہین ہوسکتا گو وہ تردد نہ کرے
اسلیے کہ جو تردد سے عاجز ہے اوسکو بھی تو رزق ملتا ہی ہے دیکھو بچہ اپنی ماں کے پیٹ مین
تردد سے عاجز ہے تو خدای تعالی نے اوسکی ناف کیسی طرح ماں کی ناف سے ملادی کہ ماں کی
غذا سے بچ بچا کر نال کے ذریعے سے بچے کے پیٹ مین رزق جاتا ہے اسمین بچے کی کچھہ
تدبیر نہین پھر جب ماں کے پیٹ سے جدا ہوا تو ماں پر محبت اور شفقت ایسی ڈالدی گئی
کہ وہ خواہ مخواہ اوسکی متکفل رہتی ہے اور اس تکفل مین وہ مجبور ہے اسلیے کہ خداوند تعالی نے

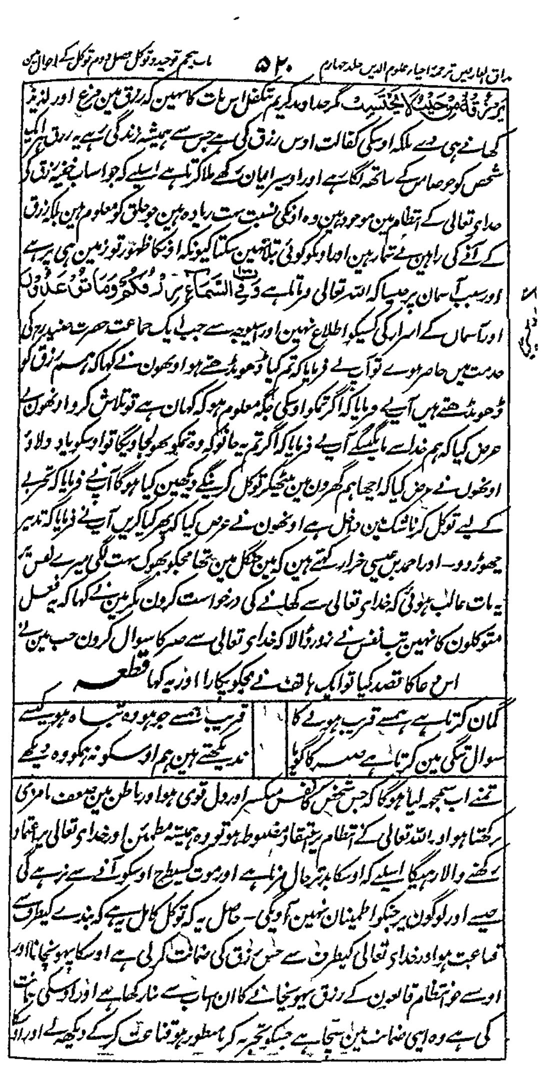
اوسکے دل مین آتش محبت کو دوبالا کر رکھا ہے پھر چونکہ بچے کے دانت نہین ہوتے جنسے کھانا چباوے تو اوسکی غذا دودھ مقرر کی جسمین چبانے کی حاجت ہی نہو علاوہ ازین بچہ اپنے مزاج کی نرمی کے باعث غذای کثیف کا تحمل نہ تھا اس جہت سے جدا ہوتے ہی پستان مادر سے شیر لطیف اوسکے لیے بمقدار حاجت جاری کر دیا بھلا انہین کچھہ بچے کی تدبیر ہوئی یا مان نے کچھہ سامان کیا پھر جب ایسی عمر کو پہونچا کہ غذای کثیف اوسکو موافق پڑے تب اوسکو دانت اور کچلیان اور ڈاڑھین چابنے کے لیے اگادین اور جب بڑا ہوا اور چلنے پھرنے لگا اور اپنے ضروریات آپ کرنے لگا تو اوسکے لیے سامان علم سیکھنے اور طریق آخرت کے چلنے کا آسان کر دیا اب بالغ ہونے کے بعد نامردی کرنی عین جہالت ہے اسواسطے کہ بالغ ہونے سے کچھہ اسباب معیشت کم نہین ہوے بلکہ زیادہ ہو گئے یعنی اول کمانے پر قادر نتھا اب قدرت ہو گئی تو ایک قدرت ہی کتنی بڑھگئی مان پہلے شفقت کرنے والا اوسپر ایک شخص تھا یعنی مان یا باپ اور اوسکی شفقت واقع مین بہت تھی کہ ایک دن مین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کھلاتا یا پلاتا تھا اور اوسکا کھلانا اسیوجہ سے تھا کہ خدای تعالی نے اوسپر محبت اور شفقت کو مسلط کر دیا تھا اب اللہ تعالی نے شفقت اور محبت اور رحم اور ترس تمام مسلمانون بلکہ تمام شہر والون پر پھیلا دی یہان تک کہ جو کوئی اونمین سے کسی محتاج کو دیکھتا ہے تو اوسکا دل بھر آتا ہی اور اوسکے حال ترس کرتا ہے اور دل مین شوق اوسکی حاجت روائی کا اوٹھتا ہے تو پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب تو ہزار سے زیادہ مشفق ہو گئے اور پہلے سے انکی شفقت نہونے کا یہ باعث تھا کہ وہ اوسکو اپنے مان باپ کی شفقت اور اونکے ظل حمایت مین دیکھتے تھے کہ ایک مشفق خاص اوسکے واسطے موجود ہے اوسکو حاجت کیا ہے اور اگر یتیم دیکھے تو بیشک خدای تعالے ایک شخص یا کئی شخصون کے دل مین رحم و ترس ڈالتا ہے کہ اوسکو اپنے یہان لاکر کفالت کرتے چنانچہ اب تک ارزانی کے موسمون مین کہین نہین سنا گیا کہ کوئی یتیم بھوک سے مر گیا ہو باوجودیکہ وہ کچھہ تردد نہین کرتا اور نہ اوسکا کوئی کفیل خاص ہوتا ہے مگر اللہ تعالی اوسکی کفالت بذریعہ اوس شفقت کے فرماتا ہے جسکو اوسنے بندون کے دلون مین پیدا کر دی ہے پھر بالغ ہونے کے بعد اوسکو روزی کی فکر نہ معلوم کیون ہوتی ہے لڑکپن مین کیون نہوے حالانکہ پہلے تو ایک ہی مشفق تھا اب ہزارون ہو گئے اور ہر چند مان کی شفقت قوی تر اور کافی تر تھی مگر ایک ہی اور شفقت بہت سے لوگون کی گو تھوڑی ہے مگر اندک اندک خیلے شود کے مضمون کے بموجب

ـس کی شفقت ملکر اتنی ہوجاتی ہے جس سے حرص نکل جائے بہت سے یتیم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اونکو ایسا حال عنایت فرمایا کہ ماں باپ والوں کو بھی میسر نہیں تو جسقدر شفقت میں لوگوں کی کمی ہے اوسکی مکافات ولی کثرت سے ہوجاتی ہے موجب مثل مشہور دو چار کی لاٹھی ایک آدمی کا بوجھ بہرحال تقسیم بمقدار ضرورت حاصل ہے اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے قطعہ

ایکہ پیوستہ قلم سے ستو بیش و کم	پس حرکت ہم سکون ہست مساوی بہم
جہل بود ہم جنون سے قوار سہر رزق	زانکہ خدائے دہد رزق جنین در شکم

اب اگر کوئی کہے کہ آدمی یتیم کی تو اس جہت سے کفالت کرتے ہیں کہ اوسکو لڑکپن کی وجہ سے عاجز تصور کرتے ہیں مگر جو شخص بالغ کمانے جوگا ہوا اوسکی طرف کوئی التفات نہیں کرتا اوسکو یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم جیسا ہٹا کٹا ہے اپنے آپ لیے واسطے کیوں نہیں کماتا تو اوسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص بیکار و کاہل ہو تو لوگ سچ کہتے ہیں ایسے شخص کو کمانا چاہیے اوسکے حق میں توکل کے کیا معنی توکل تو ایک مقام دین کے مقامات میں سے ہے اوس سے استعانت خدائے تعالیٰ کے ذکر میں ہو رہنے کیواسطے لیجاتی ہے بیکار کو توکل سے کیا نسبت اور اگر وہ شخص مشغول بخدا کسی مسجد یا حجرے کا ملازم ہو اور علم و عبادت پر مداومت کرتا ہو تو ایسے کو کوئی ملامت نہیں کرتا کہ تم کیوں نہیں کماتے اور نہ اوسکو تکلیف کمانے کی دیں بلکہ اوسکے مشغول بخدا ہونے ہی سے لوگوں کے دلوں میں اوسکی محبت ایسی جم جاتی ہے کہ اوسکی ضروریات کی خود متکفل ہوتے ہیں صرف اوسکے ذمے اتنی بات چاہیے کہ دروازہ بند نہ کرے اور نہ لوگوں کی درمیان سے جنگل و پہاڑ پر بھاگے آج تک کسی نے نہ سنا ہوگا کہ جو عالم و عابد کہ شہر میں ہوکر تمام وقت مشغول بخدا ہوا ہو وہ فاقے سے مرا ہو اور نہ کبھی ایسا کوئی ہے بلکہ اسطرح کا شخص چاہے تو اور بہت سے لوگوں کو صرف لیے ایک سے کھلا سکتا ہے اسلیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کیواسطے ہو رہتا ہے اور جو مشغول بخدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے اور اوسکے لیے دلوں کو ایسا مسخر کرتا ہے جیسے ماں کے دل کو بچے کے لیے اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انتظام ملک اور ملکوت کا اون دونوں کے رہنے والوں کیواسطے کافی بنایا ہے جو شخص اس انتظام کا مشاہدہ کرتا ہے اور مدبر پر ایمان لاکر اوسکے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور اسباب کے مدبر ہی پر نظر کرتا ہے نہ اسباب پر ہاں خدائے تعالیٰ نے انتظام ایسا نہیں کیا کہ جو اوسکے ساتھ مشغول ہو اوسکو حلوے اور قورمہ اور لباس فاخرہ اور عمدہ سواری ہمیشہ خواہ مخواہ ملا کرے گو بعض اوقات یہ سب کچھ

ملجاوے مگر ایسا انتظام کیا ہے کہ جو شخص مشغول بعبادت ہو اوسکو ہر ہفتے مین جو کی روٹی
یا ساگ پات کھانے کو ضرور ملجاوے اور غالب یہ ہے کہ اس سے زیادہ ملے بلکہ قدر حاجت سے
زیادہ ہی ملتا ہے پس اب جو شخص توکل کو چھوڑتا ہے تو صرف اس جہت سے کہ اوسکا نفس
ہمیشہ آسایش اور مزہ اوڑانے کا رغبت اور عمدہ لباس اور لطیف غذائین کھانے کا مائل ہے
اور یہ باتین راہ آخرت مین سے نہین اور نہ بدون تردد میسر ہون اور اکثر تردد سے بھی نہین
ملتین بہت کم اور شاذ ونادر حاصل ہوتی ہین اور شاذ ونادر مین کبھی بے تردد ہی ملجاتی ہین
تو جس شخص کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہے اوسکے نزدیک سعی و تردد کا اثر ضعیف ہی ہے اسواسطے
ایسا شخص اپنی تدبیر و تردد پر مطمئن نہین ہوتا بلکہ ملک و ملکوت کے مدبر پر اطمینان کرتا ہے جسنے
ایسا انتظام خلق کا کر رکھا ہے کہ اوسکے بندون مین سے کسی بندے کا رزق رہ نہین جاتا
نہ اپنے رزق سے کوئی بندہ جدا ہو اگرچہ شاذ ونادر کبھی تاخیر کرجاتا ہے اور یہ امر بہت ہی کم ہوتا ہے
اور تدبیر و تردد کے ساتھ بھی تاخیر کبھی ہوجایا کرتی ہے پس جب اوس شخص پر یہ باتین منکشف
ہونگی اور اوسکے ساتھ دل مین قوت اور نفس مین شجاعت بھی ہوگی تو اوسکا ثمرہ وہ ہوگا جو
حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ میرا دل یون چاہتا ہے کہ تمام بصرے کے رہنے والے
میرے عیال مین ہون یعنی سب کا کھانا میرے ذمے ہو اور ایک ایک دانہ ایک ایک
اشرفی کو بکتا ہو۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ اگر آسمان تانبے کا ہوجاوے اور زمین
رانگ کی اور مین اپنے رزق کا اہتمام کرون تو اپنے گمان مین مین مشرک ہون۔ پس جب
ان باتون کو تم نے سمجھ لیا تو معلوم کرلیا ہوگا کہ توکل ایک مقام ہے جسکے معنی فی نفسہ سمجھ مین
آتے ہین اور اوس پر پہونچنا ایسے شخص کو جو اپنے نفس پر اجتہاد کرے ممکن ہے اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ جو شخص منکر اصل توکل کا اور اوسکے امکان کا ہے اوسکا انکار سراسر جہالت سے ہی
اے عزیز دونون باتون کے افلاس کو جمع نہ کر یعنے ذوق کی راہ سے اس مقام کے وجود سے
بھی مفلس ہے اور اوسکو ممکن اعتقاد کرنے سے بھی مفلس ہے ایسا نہوناچاہیے۔ اب تجکو
چاہیے کہ تھوڑے سے پر قناعت کر اور بسر اوقات کی مقدار پر راضی ہو وہ تجکو ضرور
پہنچے گا اگرچہ تو اوس سے بھاگے اور اگر تو ایسا کرے گا تو خداوند کریم تیرا رزق تیرے پاس
ایسے شخص کے ہاتھون بھجوادے گا کہ تجکو گمان بھی نہو۔ اور جب تو تقوی اور توکل مین مشغول
ہوگا تو تجربہ سے مصداق اس آیت کا معلوم کریگا وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ق



يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ مگر خداوند کریم متکفل اس بات کا نہیں کہ رزق میں مرغ اور لذیذ کھانے ہی دیوے بلکہ اوسکی کفالت اوس رزق کی ہے جس سے ہمیشہ زندگی رہے یہ رزق ہر ایک شخص کو جو صابر کے ساتھ لگا ہے اور اوسپر ایمان رکھے ملا کرتا ہے اسلیے کہ جو اسباب خفیہ رزق کی خدای تعالی کے انتظام میں موجود ہیں وہ انکی نسبت بہت زیادہ ہیں جو خلق کو معلوم ہیں بلکہ رزق کے آنے کی راہیں بے شمار ہیں اور اونکو کوئی بتلا نہیں سکتا کیونکہ اونکا ظہور تو زمین ہی پر ہے اور سبب آسمان پر جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اور آسمان کے اسرار کی کسیکو اطلاع نہیں اور اسی وجہ سے جب ایک جماعت حضرت جنید رح کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپنے فرمایا کہ تم کیا ڈھونڈھتے ہو اونھوں نے کہا کہ ہم رزق کو ڈھونڈھتے ہیں آپنے فرمایا کہ اگر تمکو اوسکی جگہ معلوم ہو کہ کہاں ہے تو تلاش کرو اونھوں نے عرض کیا کہ ہم خدا سے مانگینگے آپنے فرمایا کہ اگر تم یہ جانو کہ وہ تمکو بھولجاویگا تو اوسکو یاد دلاؤ اونھوں نے عرض کیا کہ اچھا ہم گھروں میں بیٹھکر توکل کرینگے دیکھیں کیا ہوگا آپنے فرمایا کہ تجربے کے لیے توکل کرنا شک میں داخل ہے اونھوں نے عرض کیا کہ پھر کیا کریں آپنے فرمایا کہ تدبیر چھوڑ دو۔ اور احمد بن عیسی خراز کہتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا مجکو بھوک بہت لگی میرے نفس پر یہ بات غالب ہوئی کہ خدای تعالی سے کھانے کی درخواست کروں مگر میں نے کہا کہ یہ فعل متوکلوں کا نہیں تب نفس نے زور ڈالا کہ خدای تعالی سے صبر کا سوال کروں جب میں نے اس امر کا قصد کیا تو ایک ہاتف نے مجکو پکارا اور یہ کہا **قطعہ**

گمان کرتا ہے ہمسے قریب ہونے کا
سوال تنگی میں کرتا ہے صبر کا گویا

قریب تمسے جو ہو وہ تباہ ہوے کیسے
ندیکھتے ہیں ہم اوسکو نہ ہمکو وہ دیکھے

تمنے اب سمجھہ لیا ہوگا کہ جس شخص کا نفس منکسر اور دل قوی ہو اور باطن میں ضعف نا مردی رکھتا ہو اور اللہ تعالی کے انتظام پر اعتقاد مضبوط ہو تو وہ ہمیشہ مطمئن اور خدای تعالی پر اعتماد رکھنے والا رہیگا اسلیے کہ اوسکا بدتر حال نزع ہے اور موت کی طرح اوسکو آنے سے نہ رہے گی جیسے اور لوگوں پر جنکو اطمینان نہیں آویگی۔ حاصل یہ کہ توکل کامل یہ ہے کہ بندے کیطرف سے قناعت ہو اور خدای تعالی کیطرف سے جس رزق کی ضمانت کرلی ہے اوسکا پہونچانا اور اوسے جو انتظام قانعین کے رزق پہونچانے کا ان اسباب سے نہ رکھا ہے اور اوسکی بات کی ہے وہ اپنی ضمانت میں سچا ہے جسکو تجربہ کرنا منظور ہو قناعت کرکے دیکھہ لے اور اوسکا

وعدہ بیشک سچا ہے ایسی ایسی جگہ سے رزق عجیب پہونچا دیگا کہ آدمی کے وہم و خیال میں
نہون مگر آدمی کو اپنے توکل میں اسباب کیطرف تاک نہو بلکہ مسبب الاسباب ہی کی ہو جیسے لکھتے میں
قلم کا خیال نہیں کرتے ہیں بلکہ کاتب کے دل کا کرشمہ ہیں جو اصل حرکت قلم کی ہے اور چونکہ
محرک اول ایک ہی ہے تو نہیں چاہیے کہ اوسکے سوا کسی اور کیطرف التفات بندے کا ہو اور
یہ شرط توکل کی اوسکے لیے ہے جو جنگل میں ہو رہ بیٹھتا ہے خواہ شہرون میں گمنام بیٹھا ہو
مگر جو شخص عبادت اور علم میں مشہور ہو جسکو دن رات میں ایک دفعہ کسی طرح سے کھانے پر گذارہ ہو
اور ایک موٹے کپڑے پر جو مناسب بیماروں کے ہے کفایت کرے تو اسقدر اوسکو ہمیشہ
ایسی جگہ سے پہونچے جایگا جہان سے اسکو گمان بھی نہو بلکہ اوسکا کئی گنا پہونچیگا پس
ایسے شخص کو توکل چھوڑنا اور رزق کا اہتمام کرنا نہایت بیوقوفی اور نقصان کی بات ہے
اسلیے کہ اگر کوئی گمنام آدمی شہرون میں جا کر کوئی پیشہ کرے تو اوسکو اتنا ذریعہ رزق کا نہین
جتنا عالم و عابد کو ہے کہ اوسکا مشہور ہونا بڑا ذریعہ ہے پس بیماروں کو اہتمام رزق کرنا
برا ہے اور علما کو اور بھی برا کیونکہ علما کو قناعت شرط ہے اور عالم قانع کا رزق اور اوسکے
ساتھ بہت سے لوگوں کا آتا ہے ہان اگر عالم کو یہ منظور ہو کہ لوگوں کے ہاتھ سے نہ لون اور اپنی
کمائی کا کھاؤن تو البتہ یہ وجہ اوس عالم کی شان کے شایان ہے جو ظاہر علم و عمل پر چلتا ہے
اور سیر باطن اوسکو نہین کیونکہ فکر معیشت باطن کی سیر سے مانع ہوتی ہے تو ایسے شخص کو سلوک
میں مشغول ہونا اور اون لوگوں سے کچھ لینا جو اپنی خوشی سے خدای تعالی کا تقرب چاہتے ہین
بہتر ہے اسواسطے کہ اس صورت مین فکر معیشت سے فراغت رہیگی اور اللہ تعالی ہی کے لیے
ہو رہیگا اور دینے والیکو ثواب ملنے پر معین و مددگار ہوگا اور جو شخص خدای تعالی کی عادات جاری پر
نظر کرے تو جان لے کہ رزق مقدار سامان سے نہین ہوا کرتا اور اسیلیے بعض بادشاہان
فارس نے کسی حکیم سے سوال کیا کہ اسکا کیا سبب ہے کہ بیشتر احمق رزق دیے جاتے ہین اور عاقل
محروم رہتے ہین اوسنے جواب دیا کہ صانع نے یہ چاہا کہ لوگ مجھکو پہچانین اسلیے کہ اگر ہر عاقل کو
رزق ملتا اور ہر احمق محروم رہتا تو لوگون کو یہی گمان ہوتا کہ عاقل کو عقل نے رزق دیا جبکہ اوسکے
برعکس معاملہ نظر آیا تو جانا کہ رازق کوئی اور ہی ہے جو اسباب ظاہری پر اونکا کچھ اعتبار نہین شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین

اگر روزی بدانش بر فزودی	ز نادان تنگ روزی تر نبودی

فائدہ متوکلین کے احوال جو اسباب کے ساتھ تعلق میں ہوتے ہین اونکی مثال ہین

واضح ہو کہ خلق کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی ہے جیسی ایک جماعت سائلوں کی بادشاہ
محل کے دروازے کے میدان میں کھڑے ہوں اور وہ سب کھانے کی حاجت رکھتے ہوں
اور وہ بادشاہ بہت سے غلاموں کو روٹیاں لیکر بھیجے اور اونکو حکم کردے کہ بعضوں کو دو دو دینا
اور بعضوں کو ایک ایک اور اس بات میں کوشش کرنا کہ کوئی رہ نجاوے اور پھر ایک منادی کو حکم کرے
کہ ان لوگوں کو پکار کر سنادو کہ ٹھہرے رہو اور میرے غلاموں کو جب وہ تمہارے پاس
آویں مت لپٹو بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اطمینان سے رہو غلام حکم کے تابع ہیں اور اونکو حکم
ہوا ہے کہ تمکو کھانا پہونچاویں پس جو کوئی غلاموں سے لپٹیگا اور اونکو ستاویگا اور دوڑ دوڑ کر
کھانے پر دو روٹیاں لیکر چلا جاویگا میں اوسکے پیچھے ایک غلام بھیجونگا وہ اوسپر مقرر رہیگا
یہانتک کہ اوسکی سزا اوس روز دون جو میں نے اپنے عذاب میں ٹھہرا لیا ہے مگر میں اوسکو
کہتا نہیں ہوں کہ کب سزا دونگا اور جو غلاموں کو نہ ستاویگا اور ایک روٹی پر قناعت کریگا
جو غلام کے ہاتھ سے اوسکو ملیگی اور چپکا رہیگا اوسکو اوسی روز جسمیں دوسرے کو سزا دونگا ایک بھاری
خلعت عنایت کرونگا اور جو اپنی جگہ ہی پر ٹھہرا رہیگا اور دو روٹیاں پاویگا تو اوسکو نہ سزا ہوگی
نہ خلعت اور جس شخص کو میرے غلام کچھہ نہ دیویں اور وہ رات کو بھوکا سو رہیگا اور میرے غلاموں پر
خفا نہوگا اور یہ کلمہ منہ سے نکالیگا کہ کاش مجکو بھی ایک روٹی ملجاتی تو ایسے شخص کو میں اپنا وزیر
بناؤنگا اور کارخانہ سلطنت اوسکے سپرد کردونگا پس اس حکم کے بعد سائلوں کی چار قسمیں ہوگئیں ایک تو
وہ کہ جنپر غلبہ شکم ہوا اور اونھوں نے التفات سزای موعود کیطرف نکیا اور کہا کہ کل تک
بہت وقت ہے ہمکو بھوک اس وقت ہی ہے یہ سوچکر غلاموں پر جھپٹ پڑے اور اونکو ستاکر دو روٹیاں
لے لیں اور میعاد مذکور میں مستحق سزای موعود کے ہوے اوسوقت پچھتائے مگر کیا ہوتا ہے
دوسرے وہ کہ غلاموں سے تو سزا کے خوف کے مارے نہ لپٹے مگر شدت گرسنگی سے دو روٹیاں لیں
اور سزا سے محفوظ رہے اور اونکو خلعت بھی نہ ملا تیسرے وہ کہ اونھوں نے یہ کہا کہ ایسی جگہہ
بیٹھنا چاہیے کہ غلاموں کے سامنے ہوں تاکہ وہ ہمکو چھوڑ نجاویں مگر جب وہ روٹیاں دیں تو ایک ہی
روٹی لینی چاہیے اور اوسی پر قناعت کرنی چاہیے شاید ہمکو خلعت ملجاوے پس اونکو حسب وعدہ
بادشاہی خلعت ملگیا چوتھی قسم وہ لوگ جو صحن کے کونوں میں جا چھپے اور غلاموں کی نظر سے
بچے اور آپسمیں کہا کہ اگر ہمکو ڈھونڈ نکالکر دیوینگے تو ایک روٹی لیکر قناعت کرلیوینگے اور اگر
اونکی نظر سے رہگئے تو رات بھر بھوک کی سختی کی برداشت کرلینگے شاید پھر رات کو اگر غلاموں نے

خفگی بھی نہ آوے تو رتبۂ وزارت اور قرب بادشاہ کا حاصل ہو مگر اونکا منصوبہ نہ چلا اور غلامون نے اونکو ہر گوشے مین تجسس کر کے ایک وقت ہوپنچا دی اور اسیطرح ہر روز معاملہ ہوا کیا چند روز کے بعد اتفاقاً تین آدمی ایک کونے مین چھپ گئے اور غلامون کی آنکھ اونپر نہ پڑی کسیوجہ سے زیادہ تفتیش وہ نکر سکے اور وہ تینون آدمی سخت بھوک مین سوئے دو نے تو اومنین سے کہا کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم غلامون کے سامنے ہوجاتے اور اپنا کھانا لے لیتے ہمسے صبر نہین ہوسکتا اور تیسرا آدمی چپ رہا صبح تک ویسے ہی گذار دیا اوسیکو درجۂ قرب و وزارت ملا اس مثال مین زندگی دنیا وہی ہے اور اوسکا دروازہ موت اور میعاد نامعلوم روز قیامت اور وزارت کے وعدے سے غرض وعدۂ شہادت ہی جو متوکل کے لیے ہی بشرطیکہ بھوک مین راضی وفات پاوے اور اس وعدے کی وفا کے لیے تاخیر قیامت تک نہوگی کیونکہ شہدا خدا تعالی پاس زندہ رہتے ہین اور اونکو رزق ملتا ہے اور غلامون سے مطیع فرمان بادشاہی سے غرض ساب مین اور غلامون سے لپٹنے والے وہ ہین جو اسباب مین حد سے زیادہ بڑھتے ہین اور جو شخص صحن کے بیچ مین غلامون کے زیر نگاہ بیٹھے اونسے وہ لوگ مراد ہین جو شہرون کی خانقاہون اور مسجدون مین ساکن بیٹھے رہے ہین اور گوشون مین چھپنے والے وہ ہین جو توکل کی ہیئت پر جنگلون مین پھرتے ہین اور اسباب اونکے پیچھے پھرتے ہین اور رزق ملے جاتا ہے مگر شاذ ونادر کبھی نہین ملتا پس اگر کوئی امنین سے بھوکا خدا سے راضی ہوکر مرتا ہے تو اوسکو شہادت اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہی اور خلق مین جو یہ تقسیم ہی تو شاید سو مین سے نوّے آدمی تو ایسے ہین جنکا تعلق اسباب سے ہے اور سات ایسے ہین جو شہرون مین مقیم ہین اور اپنے سامنے ہونے اور مشہور ہونے کو سبب گذر کر لیتے ہین اور تین ایسے ہین جو جنگلون مین پھرتے ہین اون تین مین سے دو اسباب پر خفا ہین اور صرف ایک مرتبۂ قرب پر پہونچا ہے اور شاید کہ زمانہ گذشتہ مین یہ نسبت ہوگی اب تو دس ہزار مین سے ایک بھی ایسا نہین جو تارک اسباب ہو

دوسرا فن اسباب جمعیت کے لیے متعرض ہوتے ہین یعنی مفید چیزون کی رکھہ چھوڑنے کے ذکر مین جاننا چاہیے کہ جس شخص کو مال وراثت یا کمانے یا مانگنے یا کسی اور سبب سے ملے تو اوسکے لیے رکھہ چھوڑنے مین تین حال ہین اول یہ کہ اوسمین سے بقدر حاجت سر دست لے لے یعنی اگر بھوکا ہو تو کھالے اور ننگا ہو تو پہن لے اور حاجت مکان کی ہو تو مختصر مکان خرید لے اور باقی کو اوسیوقت دیڈالے اور سوائے اوس مقدار کے جسکی طرف اسیکو حاجت یا استحقاق ہے

اور رہنے دے اور نہ رکھے اور اگر رکھے تو اسی نیت پر پس ایسا شخص مقتضای توکل کا رسیدہ آدمی مرتبہ
اور یہ درجہ سب سے اونچا ہے دوسری حالت جو اسکے برعکس اور ضد ہے اور حد توکل سے
آدمی کو باہر کر دیتی ہے یہ ہے کہ مال کو یا چیز کو برس دن یا اوس سے زیادہ کے لیے رکھ چھوڑے ایسا شخص
ہرگز متوکل نہیں۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ حیوانات میں سے صرف تین جاندار ذخیرہ کرتے ہیں
چوہا اور چیونٹی اور آدمی۔ تیسری حالت یہ ہے کہ چالیس روز یا اوس سے کم کے لیے رکھ چھوڑے
یہ حالت آیا آدمی کو اوس مقام محمود سے جسکا متوکلوں کو وعدہ ہے محروم کرتی ہے یا نہیں
اسمین اختلاف ہے حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت حد توکل سے خارج
کر دیتی ہے اور خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ چالیس روز تک کے رکھنے سے خارج از توکل نہیں ہوتا
زیادہ مدت سے ہوتا ہے اور ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ چالیس روز سے زیادہ میں بھی خارج
نہیں ہوتا اور جب اصل ذخیرہ کرنے کی جائز ہوئی تو پھر اس اختلاف کے کچھ معنی نہیں ہان ہوسکتا ہے
کہ کوئی گمان کرے کہ ذخیرہ کرنا سرے سے توکل کی ضد ہے اور اسکی میعاد مقرر کسیکو معلوم
نہیں اور جو ثواب کہ کسی رتبے کے لیے وعدہ کیا گیا ہے وہ متنوع اوسی رتبے پر ہوتا ہے
اور اس رتبے کا آغاز اور انجام ہے جو انجام پر اوسکے ہین اونکا نام سابقین ہے اور آغاز
والوں کا نام اصحاب الیمین اور سابقین اور اصحاب الیمین کے بھی بہت سے درجات ہین اور
انکا سلسلہ ایسا ہے کہ اصحاب الیمین میں سے اونچے درجے والے اونکے متصل ہین جو سابقین میں
نیچے درجے کے لوگ ہون پس ایسی صورت میں مقرر کرنے کے کیا معنی بلکہ تحقیق یہ ہے کہ
ذخیرہ نکرنے سے توکل جب پورا ہوتا ہے جب امل کوتاہ ہو اور بالکل توقع زیست کی
نہو تو اسکی قید کرنی دشوار ہے گو ایک ہی دم کے لیے کیون نہو کیونکہ ایسا ہونا گویا کہ
غیر ممکن ہے۔ پھر طول امل اور اوسکی کوتاہی مین لوگ متفاوت ہین اور کمتر درجہ امل کا ایک
دن رات یا اوس سے کم ساعات ہین اور نہایت درجہ اوسقدر ہے کہ جسقدر انسان کی عمر ہو تی ہے
اور انکے بیچ میں درجات ہین جنکا شمار نہیں پس جو شخص کہ زیادہ ایک مہینے سے توقع زیست
نکرے وہ مقصود میں اوس سے نزدیک تر ہوگا جو برس روز کی توقع کرے۔ اور اسکی تحدید کا لی
چالیس روز کے لحاظ حضرت موسی علیہ السلام کی میعاد کے بعید ہے اسلیے کہ آپکی میعاد سے
مقصود یہ نتھا کہ حصت امل کے مقدار کی ذکر کیجائے بلکہ وہ میعاد اسلیے تھی کہ آپ مستحق موعود
چیز کے ملنے کے ہوجاوین جو بدون چالیس روز گذرے نہیں مل سکتی تھی اور چالیس روز جیسے

بعد یہ استحقاق ایک بھید کے باعث تھا جو خدا تعالی کی عادتون مین سے ہے کہ اس جیسے امور مین کیا کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے چالیس روز خمیر کیا یعنی استحقاق اوس مٹی کے خمیر ہونے کا مدت مذکور پر موقوف تھا غرضکہ جو شخص برس روز کے سوا کے لیے جمع کریگا تو بجز اسکے نہین کہ اوسکے دل مین ضعف ہوا اور اسباب ظاہری پر مائل پس ایسا شخص تمام توکل سے خارج اور انتظام الٰہی پر جو اوسنے خفیہ اسباب سے کر رکھا ہے غیر معتقد ہے کیونکہ اسباب دخلی پیداوارون اور زکاتون کے ہر سال ہوتے ہی رہتے ہین۔ اور جو شخص کہ برس سے کم کے لیے ذخیرہ کرے تو اوسکو بقدر اوسکے امل کی کمی کے درجہ ہوگا اور جس شخص کو توقع دو مہینے کی ہو اوسکا درجہ اوسکے موافق نہ ہوگا جو اپنا امل ایک مہینا کرے اور نہ اوسکے موافق جو تین مہینے کی امل رکھتا ہو بلکہ اوسکا درجہ ان دونون کے بیچ مین ہوگا اور ذخیرہ کرنے کا مانع بجز کوتاہی امل کے اور کوئی چیز نہین تو افضل یہی ہے کہ ہرگز ذخیرہ نکرے اور اگر دل ضعیف ہو تو جسقدر ذخیرہ قلیل ہوگا اوتنا ہی افضل ہوگا چنانچہ اوس فقیر کا قصہ مشہور ہے جسکے لیے حضرت علی رضہ اور حضرت اسامہ رضہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور جب اونہون نے غسل دیکر اوسکی چادر کا کفن اوسکو پہنایا تو آپ نے اپنے اصحاب رضہ سے فرمایا کہ یہ شخص قیامت کو ایسی طرح اوٹھیگا کہ اسکا منہ چودھوین رات کا سا چاند ہوگا اور اگر ایک خصلت اسمین نہوتی تو آفتاب روشن کا سا منہ لیکر اوٹھتا اصحاب رضہ نے عرض کیا کہ وہ کونسی خصلت تھی آپ نے فرمایا کہ یہ شخص روزہ دار بھی تھا تہجد گزار بھی تھا خدا تعالی کا ذکر بھی بہت کرتا تھا مگر جب جاڑے آتے تو گرمیون کے کپڑے دوسری گرمیون کے واسطے رکھ چھوڑتا تھا اور گرمی آتی تھی تو جاڑے کے کپڑے دوسرے جاڑے کے لیے رکھ چھوڑتا تھا پھر آپ نے فرمایا مِنْ اَقَلِّ مَا اُوْتِیْتُمُ الْیَقِیْنُ وَعَزِیْمَةُ الصَّبْرِ انتہی اور کوزہ اور دسترخوان یا اور چیزین جنکی حاجت ہمیشہ ہوتی ہو وہ اسمین داخل نہین یعنی اونکا رکھ چھوڑنا درجے کو کم نہین کرتا لیکن جاڑے کے کپڑون کی حاجت گرمیون مین نہین ہوتی اور یہ حکم اوس شخص کے باب مین ہے کہ ترک ذخیرہ سے اوسکا دل مضطرب نہوا اور نفس کو لوگون کے ہاتھون کی طرف تاک نہو بلکہ اوسکا دل سوائے وکیل برحق کے اور کسی کی طرف ملتفت نہو پس اگر ایسی صورت ہو کہ نہ رکھنے سے نفس مین پریشانی ایسی ہوتی ہو جس سے دل عبادت اور ذکر و فکر سے باز رہتا ہو تو اوسکے لیے رکھ چھوڑنا ہی بہتر ہے

اگر کوئی متاع رکھنہ چھوڑے جسکی آمد اوسکی ضرورات کو کافی ہو اور اوسکے دل کو اطمینان
بدون اوسکے ہنوتا ہو تو اوسکے لیے یہی اولی ہے کیونکہ مقصود دلونکی اصلاح ہے تاکہ خدا تعالی
کے ذکر کے لیے فارغ ہو جاوین اور بعض لوگ ایسے ہین جنکو مال کا ہونا دل مین پریشانی لاتا ہے
اور بعض ایسے ہین کہ اونکو ہونے سے پریشانی ہوتی ہے اور ممنوع وہی چیز ہے جو خدا تعالی سے
سے مانع ہو خواہ وجود مال ہو یا عدم ورنہ دنیا فی نفسہا ممنوع نہین اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تمام اصناف خلق پر مبعوث ہوے تھے کہ اونمین تاجر اور حرفہ والے اور دوسرے
پیشے والے سب قسم کے لوگ تھے لیکن تاجر کو تجارت چھوڑنے کو حکم دیا یا نہ کسی پیشے والے کو
اپنا پیشہ ترک کرنے کو کہا نہ جو شخص اسکا تارک تھا اوسکو حکم تجارت لگو ر پیشے مین مشغول ہونے کا
دیا بلکہ سب کو اللہ تعالی کیطرف بلایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ تمھاری فوز و نجات اسمین ہے کہ اپنے
دلوں کو دنیا کیطرف سے خدا تعالی کیطرف پھیرو اور اوسکا کہ مشغول ہونا خدا تعالی کیساتھ
سب سے عمدہ دل کا ہے تو معیشت کے لیے مقدار حاجت رکھ چھوڑنا بہتر ہے جیسے کہ تو ی کے لیے
ذخیرہ کرتا ہے اور یہ سب حکم تنہا آدمی کا ہے اور عیالدار کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے عیال کے ضعف
دور کرنے اور اونکی تسکین خاطر کے لیے ایک برس کی غذا جمع کر لیگا تو حد توکل سے خارج ہوگا
اور برس سے زیادہ کے لیے ذخیرہ کرنا توکل کو باطل کرتا ہے اسواسطے کہ اسباب ہر برس مین مکرر
ہوتے رہتے ہین تو زیادہ کیواسطے ذخیرہ کرنا ضعف قلبی پر دلالت کرتا ہے جو قوت توکل کے
خلاف ہے کیونکہ متوکل اوسیکا نام ہے جو موحد اور قوی دل اور خدا تعالی کے فضل پر مطمئن
اور اوسکے انتظام کا معتقد ہو نہ اسباب ظاہری کے ہونے پر معتمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے عیال کی غذا برس دن کی ذخیرہ کی اور حضرت ام ایمن وغیرہا کو فرمایا کہ کل کیواسطے
کچھ نہ رکھو اور حضرت بلال نے جو ایک ٹکڑا روٹی کا افطار کے لیے رکھ چھوڑا تھا اونکو ارشاد
فرمایا اَنْفِقْ بِلَالًا وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِقْلَالًا یعنی اور نیز اونہین کو ارشاد فرمایا ہے اِذَا سُئِلْتَ
فَلَا تَمْنَعْ وَاِذَا اُعْطِيْتَ فَلَا تَخْبَأْ اس صورت مین اقتدا سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم
کی کرنی چاہیے کہ کوتاہی امل آپکی اس درجہ پر تھی کہ پیشاب کے بعد باوجود پانی کے قریب ہونے کے
تیمم کر لیتے تھے کہ مجھے کیا معلوم ہے شاید پانی تک نہ پہنچون اور آپنے جو ذخیرہ کیا تو اس سے
کچھ آپکا توکل کم نہیں ہوا اسلیے کہ آپکو اعتماد اپنے ذخیرے پر نہ تھا بلکہ ذخیرہ کیا تو اسکا
غرض یہ تھی کہ یہ طریق امت کے لوگوں کے لیے مسنون ہو جاوے کیونکہ امت کے قوی ہے بسبب

آپکی قوت کے پھر بھی ضعیف ہین اور برس روز کا ذخیرہ جو عیال کے لیے فرمایا تو نہ اسوجہ سے کہ آپ مین یا آپ کے عیال مین کچھہ ضعف قلبی ہو بلکہ اس نظر سے کہ ضعفا امت کے لیے وہ طریق مسنون ہوا اور صاف تصریح فرمادی کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یُحِبُّ اَن تُؤتیٰ رُخَصُہٗ کَمَا یُحِبُّ اَن تُؤتیٰ عَزَائِمُہٗ اسسے بھی ضعیفون کے دلون کی تسکین منظور تھی کہ ایسا نہو کہ ضعف کے باعث وہ لوگ درجہ یاس و ناامیدی کو پہونچ جاوین اور انتہائی درجہ پر پہونچنے سے عاجز ہوکر جو کچھہ خیر اونسے بن سکتی ہوا وسکو بھی ترک کرین اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آپکا وجود باجود رحمت تمام عالم کیلیے تھا جنکی اصناف مختلف اور درجات متفاوت ہین - اور جب یہ معلوم ہوچکا تو تمنے جان لیا ہوگا کہ ذخیرہ کرنا بعض لوگون کو مضر ہے اور بعضون کو غیر مضر اوسکی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ابوامامہ باہلی رض سے مروی ہے کہ بعض اصحاب صفہ کا انتقال ہوا اونکے پاس کفن بھی نہ نکلا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکے کپڑون کو تلاش کرو ڈھونڈھا تو دو دینار تہمد کے اندر نکلے آپنے فرمایا کہ یہ دو داغ ہین حالانکہ اونکے سوا اور مسلمان جو مرتے تھے اور بہت کچھہ چھوڑ مرتے تھے اونکے حق مین یہ نفرماتے تھے اور چونکہ اونکا حال دو وجہ کا احتمال رکھتا ہے اسوجہ سے اس حدیث کے بھی دو معنی ہوسکتے ہین اول تو یہ کہ دو داغ آتش دوزخ کے ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے تُکْوٰی بِہَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوبُھُمْ وَظُھُورُھُمْ اور یہ اوس صورت مین ہے کہ حال اون صاحب صفہ کا زہد اور فقر اور توکل کا اظہار ہو حالانکہ واقع مین ایسے نہ تھے تو ایک طرح کا دھوکا ہوا دوسرا یہ کہ تلبیس اور دھوکا کچھہ نہو تو اوس صورت مین حدیث مذکور کے یہ معنی ہین کہ درجہ کمال سے نقصان ہے یعنی جسطرح آدمی کے منہ پر داغ ہونے سے چہرے کی خوبصورتی مین فرق ہوجاتا ہے ویسا ہی ان دونون دیناروں سے انکے چہرہ کمال مین نقصان ہوگیا اسلیے کہ آدمی جو کچھہ چھوڑ مرتا ہے وہ آخرت مین اوسکے لیے موجب نقصان ہے کیونکہ جسقدر کسیکو دنیا مین سے ملتا ہے اوسیقدر آخرت مین سے ناقص ہوجاتا ہے اور اس بات کی وجہ کہ فارغ بالی کیساتھ جمع کرنا اور ذخیرے کی چیز پر دل کا ٹھہرنا ضرور نہین کہ توکل کو باطل کردے یہ ہے کہ حسین مغازلی جو حضرت بشر رح کے یارون مین سے ہین فرماتے ہین کہ مین حضرت بشر رح کی خدمت مین چاشت کے وقت بیٹھا تھا اتنے مین ایک بزرگ آپکے پاس ادھیڑ عمر کے گندم گون سکڑے ہوئے تشریف لائے حضرت بشر رح اونکی تعظیم کو اوٹھے اور ... اور اونکو ... اور ... کی تعظیم کی اور مجھکو ... نہین دیکھا تھا پھر آپنے مجھکو چند درم دیے اور فرمایا کہ ... کیا اور ...

ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھسے نہیں فرمائے تھے حسب الحکم میں کھانا لے آیا آپنے اون بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا حالانکہ میرے کیسکے ساتھ کھاتے ہوئے میں اونکو نہ دیکھا تھا حسب بقدر حاجت کھا چکے اور کھانا بہت کچھ بچ رہا تو وہ بزرگ اسکو لیکر اپنے کپڑے میں باندہ کر ساتھ لیگئے مجکو تعجب ہوا اور اونکی حرکت بری معلوم ہوئی حضرت بشر نے مجھسے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمکو اونکی یہ حرکت ناپسند معلوم ہوئی میں نے عرض کیا کہ البتہ اسوجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لیگئے آپنے فرمایا کہ یہ بزرگ ہمارے بھائی حضرت فتح موصلی رح ہیں کہ آج موصل سے ہمارے ملنے کو تشریف لاتے تھے اونکی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہمکو تعلیم کر دیں کہ جب توکل صحیح ہو جاتا ہے تو اوسکے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہیں کرتا

تیسرا فن خوف کے باعث جو ضرر پیش آتا ہو اوسکے دفع کرنے کے اسباب کی تدبیر میں معلوم کرنا چاہیے کہ ضرر کبھی نفس یا مال میں خوف کی جہت سے پیش ہوتا ہے اور توکل کی شرط میں کسی سے اسباب قاطعہ ترک کرے مثلاً جس میں میں درندے بہت ہوں وہاں سو رہنا یا جنگل سیلاب کی جگہ یا جھکی ہوئی دیوار کے نیچے یا ٹوٹی چھت کے نیچے سونا داخل توکل نہیں بلکہ یہ سب امور ممنوع ہیں ایسا شخص اپنی جان کو بیفائدہ معرض ہلاک میں ڈالتا ہے بلکہ یہ اسباب تین طرح کے ہیں ایک تو وہ کہ قطعی ہوں دوسرے ظنی تیسرے وہمی پس وہمی اسباب کا چھوڑنا شرط توکل ہے اور وہمی اسباب وہ ہیں کہ اونکی نسبت دفع ضرر کی طرف ایسی ہو جیسے داغ اور منتر وغیرہ کو ہے کہ یہ دونوں بعض اوقات تو کسی خوفناک چیز کی روک کے لیے پہلے ہی سے کر دی جاتی ہیں اور بعض اوقات بعد اوس چیز کے حاصل ہونے کے برتی جاتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلوں کا وصف بجز ترک داغ او منتر اور بدفالی کے اور کچھ نہیں بیان فرمایا یہ نہیں ارشاد کیا کہ متوکل جب کسی سرد جگہ میں جاتے ہیں تو جبہ نہیں پہنتے حالانکہ جبہ بھی سردی متوقع کے لیے پہنا جاتا ہے اور یہی حال سب اور چیزوں کا خیال ہی ہون ہاں نکلتے وقت جاڑے کے سفر میں اگر لہسن کھالے اس غرض سے کہ اندر سے گرمی کی قوت زور کرے تو اسمیں اسباب پر اعتماد اور تعلق ہو سکتا ہے یہ امر قریب داغ کے ہے بخلاف جبہ کے اور اگر کسی انسان سے ضرر پہونچے تو اوسکے دفع کرنے کے اسباب کو ترک کرنے کی ایک وجہ ہے یعنی اگر آدمیوں کی اذیت پر صبر بھی کر سکتا ہو اور ایذا کو روک کر اپنا انتقام لے سکتا ہو تو توکل کی شرط یہ ہے کہ صبر اور برداشت کرے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا اور فرمایا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰی مَا اٰذَیْتُمُوْنَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ اور فرمایا وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ اور فرمایا فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ اور فرمایا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اور یہ سب آیتین انسانون سے ضرر اور ایذا کے باب مین ہین مگر صبر کرنا سانپون کی ایذا اور درندون کے ضرر اور بچھوون کی تکلیف پر اور اونکی روک نہ کرنی توکل مین سے کچھ بھی نہین اسلیے کہ اوسمین کچھ فائدہ نہین حالانکہ جو کام سالک کرتا ہے یا ترک کرتا ہے تو خود اوس کام سے غرض نہین ہوتی بلکہ اعانت دین پر منظور ہوتی ہے اور ترتب اسباب کا دفع ضرر مین ایسا ہی ہے جیسا فن اول مین کسب معیشت اور حصول اشیاء مفیدہ کے اسباب مین مذکور ہوا دوبارہ لکھنے کی کچھ حاجت نہین۔ اور یہی حال مال کے بچانے کے اسباب مین سمجھنا چاہیے مثلاً نکلتے وقت اگر حجرے کا قفل لگا دے یا اونٹ کا پانو باندھ دے تو اس سے توکل مین فرق نہ آویگا کیونکہ یہ اسباب خدا تعالی کی عادت جاری سے قطعاً یا بطور ظن معلوم ہو چکے ہین انکی تعمیل مین کچھ حرج نہین اور اسواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کو جسنے کہ اپنا اونٹ چھوڑ دیا اور کہا کہ مین نے خدا پر توکل کیا ارشاد فرمایا ع بر توکل زانوے اشتر ببند یعنی توکل کر اور اسکا پانون بھی باندھ دے اور خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے خُذُوْا حِذْرَکُمْ اور نماز خوف کی کیفیت مین ارشاد فرمایا وَلْیَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ اور فرمایا وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَیْلِ اور حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد ہوا فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا رات کو جانا دشمنون کی آنکھ سے چھپنا ہے جسمین ایک گونہ سبب دفع ضرر کا موجود ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غار مین خفیہ ہونا دشمنون کی آنکھ سے پوشیدہ رہنا ہے کہ ضرر نہ پہونچاوین۔ اور نماز مین ہتیارون کا لینا قطعی دافع نہین ہے جیسے سانپ اور بچھو کا مار ڈالنا کہ قطعی دافع ہے لیکن ہتیارون کا لینا ایک سبب ظنی ہے اور ہم بیان کر چکے کہ ظنی بھی مثل قطعی کے ہے تو صرف سبب موہوم ہی ایسا رہگیا ہو جسکی ترک کا مقتضی توکل ہے۔ اور یہ جو مروی ہے کہ بعض اولیا کے شانے پر شیر نے پنجہ رکھدیا اور اونھون نے جنبش نہ کی اور بعض نے شیر کو اپنا تابع کرکے اوسپر سواری کی تو اس قسم کی روایات اگرچہ واقع مین درست ہین مگر بطور اقتدا انکو سیکھنا نچاہیے بلکہ یہ ایک مقام بلند کرامات کا ہے اور توکل کی شرائط مین سے نہین اور اسمین اسرار ہے کہ جو کوئی اوسپر نہین پہونچتا واقف نہین ہوتا اب اگر کوئی پوچھے کہ اس مقام کے پہونچنے کی علامت کیا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ

ہو سکنے والے کو نشان پوچھنے کی کچھہ حاجت نہیں اوسکو خود معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اس عجوبہ
سمجھ گیا مگر اوس مقام سے پہلے کے نشان کچھہ ذکر کرنے جاتے ہیں بیشتر کی علامت یہ ہے
کہ جو کتا آدمی کے ساتھہ اوسکی جلو میں رہتا ہے اور جسکا نام غضب ہے اور اوسکا کام یہ ہے کہ
جو مالک کو اور دوسروں کو کاٹتا رہتا ہے اول وہ مسخر اور تابع ہو جائے اگر وہ اسطرح
مطیع ہو جاوے کہ انسان پر ہی چلے اور اسی طرح اوبھرنے ہی نہ پاوے تب کیا عجب ہے
کہ آدمی کا درجہ بلند ہوتے ہوتے یہ نوبت بھی پہونچے کہ اوسکا مطیع تیسرا ہو جائے خود بدرجہ
بادشاہت اور جنگل کا کتا۔ مگر گہر کے کتے کا مطیع ہو جانا جنگل کے کتے کی نسبت کر زیادہ بہتر
اور بدل گھر کے کتے کا تابع ہونا گھر کے کتے کی نسبت کر زیادہ اولی ہے اگر باطن کا کتا آدمی کا
تابع نہیں ہوا تو توقع نکرنا چاہیے کہ ظاہر کا کتا تابع ہو۔ رہی یہ بات کہ متوکل نے جب
دشمن کے خوف سے ہتیار لیے اور چور کے ڈر سے قفل لگایا اور چلے جانے کے خوف سے
اونٹ کی ٹانگ باندھی تو اسکا توکل کس اعتبار سے کہلاویگا اوسکی صورت یہ ہے کہ وہ شخص
متوکل علم اور حال کی رو سے کہلاویگا علم تو یوں ہو کہ چور اگر دفع ہوا تو کچھہ میرے قفل لگانے
سے نہیں ہوا بلکہ صرف خدای تعالی کے دفع کرنے سے ہوا کیونکہ اکثر دروازوں پر قفل لگانا
مفید نہیں ہوتا بہت سے اونٹ ٹانگ بندھے پر مر جاتے ہیں خواہ بھاگ جاتے ہیں بہت سے
ہتیار بند قتل ہو جاتے یا مغلوب ہو جاتے ہیں پس ان اسباب پر تکیہ کیا بلکہ مسبب الاسباب پر تکیہ چاہیے جیسا کہ
ہمنے وکیل مقدمات کی مثال میں لکھا ہے کہ موکل جب اوسکے کہنے سے خود آتا ہے اور دستاویز
لاتا ہے تو اوسکو نہ اپنا اوپر نہ اپنی دستاویز پر تکیہ ہوتا ہے بلکہ وکیل کی تدبیر و قوت پر بھروسا
ہوتا ہے اور حال اسطرح ہونا چاہیے کہ جو کچھہ خدای تعالی نے گھر اور نفس میں حکم کر رکھا میں اوس پر
راضی ہوں اور زبان سے یہ کہے کہ الٰہی اگر تو میرے گھر کی چیز پر کسی لینے کو مسلط کریگا
اوسکو لیجا دیوے تو وہ تیری ہی راہ میں ہے اور میں تیرے حکم پر راضی ہوں اسلیے کہ جو کچھہ
تو نے مجھکو دیکر رکھا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ یہ ہے کہ پھر تو مجھسے واپس نہ لیگا یا عاریتا اور
امانت ہے کہ ہٹا لیگا اور مجھکو نہیں معلوم کہ وہ میرا رزق ہے یا تو نے کسی اور کی قسمت میں
لکھدیا ہے بہر حال میں تیرے حکم پر راضی ہوں شعر

آنچہ رود بر سر من چون تو پسندی رواست		بندہ چہ دعوی کند حکم خداوند راست

پس جب یہ حال اور وہ علم مذکورہ بالا ہوگا تو اونٹ کی ٹانگ باندھنے اور ہتیار لینے

اور قفل لگانے سے توکل کی حد سے خارج نہوگا۔ پھر جب گھر مین پھر کر آوے اور اپنی چیز گھر مین باوے تو یہ تصور کرے کہ یہ ایک نئی نعمت خدای تعالی کی ہے اور اگر چوری گئی ہو تو اپنے دل کیطرف لحاظ کرے اگر دل کو راضی اور خوش پاوے یہ سمجھکر کہ خدای تعالی نے جو مجھسے لے لیا تو صرف اسی لیئے کہ آخرت مین میرا رزق بڑھاویگا تو اس صورت مین اوسکا مقام توکل ٹھیک ہے اور اسکا گمان بھی درست ہے اور اگر دلکو اوس چیز کے جانے سے رنج ہوا اور بہت سا صبر درکار ہوا تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص دعوی توکل مین سچا نہین اسلیئے کہ توکل کا مقام زہد کے بعد ہے اور زہد اوسیکا ٹھیک ہوتا ہے جو نہ آنے کی خوشی کرے نہ گئے کا غم بلکہ کبھی معاملہ بالعکس ہو کہ چیز کے جانے سے خوش ہو اور آنے سے رنجیدہ۔ پس جسکا حال یہ ہو کہ گئی چیز پر رنج کرتا ہو تو اوسکا توکل کیسے درست ہوگا ہان بعض اوقات مقام صبر ہو سکتا ہے بشرطیکہ رنج کو پوشیدہ رکھے اور کسی سے شکایت نکرے نہ اوسکے تجسس و تلاش مین بہت کوشش کرے اور اگر ان باتون پر قادر نہو حتی کہ دل مین رنجیدہ ہوا و رزبان سے شکایت کرے اور خوب تلاش کامل کرے تو یہ چوری گویا اوسکے حق مین زیادتی گناہ کی ہوئی اسلیئے کہ اوسکے باعث معلوم ہوا کہ وہ شخص سب مقامات سے قاصر اور تمام دعوون مین جھوٹا ہے اسکے بعد اوسکو نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیئے اور اوسکی کوئی بات نمانی چاہیئے اور اوسکی جال مین نہ پھنسنا چاہیئے کیونکہ وہ بری باتون کا حکم کرنے والا اور خیر سے باز رکھنے والا ہے اور نیکی کا مدعی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ متوکل کے پاس مال کہان ہوتا ہے جو چوری جاوے تو اوسکا حال یہ ہے کہ اوسکے گھر مین آخر کچھہ نہ کچھہ ہوتا ہے مثلاً کھانے کا پیالہ اور پینے کا کوزہ اور وضو کا لوٹا اور زاد رکھنے کا توشدان اور لاٹھی وغیرہ سامان معیشت ضرور ہوتا ہے علاوہ ازین کبھی اوسکے ملک مین مال آجاتا ہے تو وہ اوسکو روک رکھتا ہے اس خیال سے کہ کوئی محتاج ملجاوے تو اوسے حوالہ کرون پس اس نیت سے رکھہ چھوڑنا توکل کو باطل نہین کرتا اور توکل کی شرط مین نہین کہ پانی پینے کا کوزہ اور کھانے کا برتن بھی دیڈالے بلکہ حکم دیڈالنے کا ماکول چیزون اور زائد از حاجت مال مین ہے اسلیئے کہ اللہ تعالی کی عادت فقرای متوکلین کو روٹی پہونچانے کے لیئے مساجد کے گوشون مین جاری ہے مگر یہ نہین کہ اونکو کوزے اور متاع بھی ہر روز اور ہر ہفتے مین پہونچ جایا کرین اور عادت الہی سے نکلنا توکل مین شرط نہین اپنی نظر سے اسی طرح سفر مین سنی اور ڈولچی اور مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے بلکہ کھانا نرکھتے تھے

اسلیے کہ خدای تعالی کی عادت سے دونوں چیزوں میں فرق ہے پھر اگر یہ کہو کہ جسکو کسی حاجت کی چیز جاتی رہیگی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اوسپر افسوس اور غم کرے اگر اوسکی خواہش کی چیز وہ نہ تھی تو اوسنے اوسکو کیوں رکھ چھوڑا تھا اور دروازے کو قفل کیوں لگایا تھا اور اگر اسلیے رکھا تھا کہ اوسکو حاجت کے سبب مرغوب تھی تو پھر کیسے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مرغوب چیز چھین جاوے اور آدمی کو رنج دل مین نہو تو اوسکا جواب یہ ہے کہ متوکل آدمی جو اپنے چیز کا بچاو کرتا ہے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ اوس سے اپنے دین پر مدد لے کیونکہ اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز میرے حق مین بہتر ہے اگر میرے پاس رہنی بہتر ہوتی تو مجکو اللہ تعالی یہ چیز عنایت نفرماتا پس اوس چیز کے ملنے سے اوسنے استدلال اس بات کا کر لیا کہ خداوند تعالی نے میرے لیے بہم کر دیے اور حسن ظن خدای تعالی کے ساتھ کیا کہ میری بہتری اسکے ہونے ہی مین ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی ظن کیا کہ یہ چیز میرے اسباب دین کی مددگار ہوگی اور یہ بات اوسکے ذہن مین یقینی نہ تھی کیونکہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ بہتری اور مصلحت اوسی مین تھی کہ یہ چیز اوسکے پاس سے جاتی رہے اور جو غرض اوس سے نکلتی اوسکو یہ مشقت اور تکلیف سے نکالے اور اس مشقت اور تکلیف کا ثواب زیادہ ہو پس جب اللہ تعالی نے چور کو مسلط کر کے وہ چیز اسکے پاس سے نکالدی تو اسکا پہلا ظن اور کچھ ہو گیا اسلیے کہ وہ تو ہر حال مین خدای تعالی کے ساتھ حسن ظن ہی رکھتا ہے اسیون کہتا ہے کہ اگر خدای تعالی اس چیز کا رہنا میرے پاس اب تک اور آیندہ کو اوسکا رہنا میرے لیے بہتر سمجھتا تو مجھسے نہ لیتا پس ایسے ظن کرنے سے ہو سکتا ہے کہ رنج و ملال نرہے کیونکہ اس سے آدمی کی خوشی خود اسباب کے ساتھ نہین ہوتی بلکہ اسباب سے اس وجہ سے خوشی ہوتی ہے کہ اونکو اللہ تعالی مسبب الاسباب نے اپنی عنایت و شفقت سے بہم کر دیا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار کسی طبیب مشفق کے سامنے ہو کہ جو کچھ وہ اوسکے حق میں تجویز کرے اوسکو اپنی عین مصلحت جانے اور راضی رہے مثلاً اگر کھانا دے تو خوش ہو اور سمجھے کہ اگر طبیب نے اسمین میرا فائدہ نہین جانا اور مجکو اسکی برداشت کی تاب نہین دیکھی تو کیون دیا اور اگر وہ غذا اوسکے پاس سے ہٹالے تب بھی خوش ہو اور کہے کہ اگر غذا میرے حق مین مضر نہ تھی اور مجکو موت کے سر نہیں لگاتی تھی تو طبیب نے مجھسے کیوں ہٹالیا اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے الطاف کو ایسا بھی نہ جانے جیسا مریض اپنے باپ کی شفقت کا اعتقاد رکھتا ہے جو علم طب مین مہارت کامل رکھتا ہو تو ایسے شخص سے توکل ہونا معلوم اوسکا توکل ہرگز درست نہین اور جو شخص خدای تعالی کو پہچانتا ہے اور اوسکے افعال و عادات سے واقف ہے کہ بندون کی اصلاح اسطرح پر کیا کرتا ہے تو وہ

اسباب پر ہرگز خوش ہوتا کیونکہ اوسکو کیا معلوم ہے کہ کونسا سبب اوسکے حق مین بہتر ہے چنانچہ حضرت عمر رضہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر مین غنی ہو جاؤن یا فقیر مجکو کچھہ پروا نہین اسلیے کہ مجھے نہین معلوم کہ ان دونون حالتون مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے تو اسیطرح متوکل کو بھی چاہیے کہ اوسکا اسباب چوری جاوے یا باقی رہے کچھہ پروا نہ کرے اسلیے کہ اوسے کیا معلوم ہے کہ کونسا حال اوسکے حق مین دنیا و آخرت مین مفید ہے کیونکہ بہت سی چیزین دنیا کی سبب ہلاک انسان ہوا کرتی ہین اور بہت سے توانگر اپنے مال کی بدولت ایسے واقعے مین مبتلا ہو جاتے ہین کہ فقیر ہونے کی تمنا کیا کرتے ہین

فائدہ متوکلون کے آداب مین چیز کے چوری جانے پر - جب متوکل اپنے گھر سے نکلے تو گھر کی چیز کے باب مین اوسکے چند آداب ہین اول یہ کہ دروازے کو قفل لگاوے اور سامان حفاظت زیادہ نہ کرے مثلاً ہمسایون سے کہنا کہ دیکھتے رہنا یا کئی قفل لگانے وغیرہ - چنانچہ حضرت مالک بن دینار اپنے دروازے پر قفل نہ دیتے تھے بلکہ کھجور کی رسی سے باندھ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کتون کا خوف نہوتا تو مین کواڑون کو باندھتا بھی نہین دوسرے یہ کہ گھر مین کوئی ایسی چیز نہ چھوڑے جسپر چورون کو رغبت ہو اور اپنے آپ اونکی معصیت کا سبب بنے یا اسکے رکھہ چھوڑنے سے اونکی رغبت جوش کرے اور اسلیے جب مغیرہ رح نے حضرت مالک بن دینار رح کو ایک لوٹا ہدیہ بھیجا تو اونھون نے فرمایا کہ اسکو لے لو مجکو حاجت نہین اونھون نے پوچھا کہ کسواسطے آپنے فرمایا کہ مجھے دشمن وسوسہ ڈالتا ہے کہ اوسکو چور لیگئے پس گویا آپنے اس بات سے احتراز کیا کہ چور گنہگار نہو اور شیطان جو چوری کا وسواس دل مین ڈالتا ہے اوس سے دل پریشان نہو اور اسی جہت سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے اس قصے کو سنکر فرمایا کہ یہ امر ضعف قلوب صوفیہ سے ہے اونھون نے تو زہد کیا تھا تو کوئی اوسکو لیجاتا اونھین کیا مطلب تھا - تیسرے یہ کہ جس چیز کو مجبوری گھر مین چھوڑ جاوے تو چاہیے کہ نکلنے کے وقت نیت کرے کہ جو کچھہ خداے تعالی اسمین حکم کریگا مین اوسپر راضی ہون اگر کسی چور کو مسلط کرکے چروا دے تو جو کوئی اسکو لیگا اوسکو یہ چیز معاف ہے یا یہ چیز خدا کی راہ مین وقف ہے اگر لینے والا فقیر ہو تو اوسپر صدقہ ہے اور اگر فقیر کی شرط نکرے تو بہتر ہے اور اگر اوس چیز کو کوئی غنی لے تو دو نیتین ہونگی اول تو یہ کہ اوسکے مال کے سبب وہ معصیت سے باز رہے یعنی اگر اسقدر ملگیا کہ پھر چوری کرنے کی حاجت نرہے تو ہمیشہ جو مال حرام چور کھایا کرتا اوسکا گناہ معاف کرنے سے جاتا رہا اور دوسری نیت یہ ہے کہ کسی اور مسلمان پر ظلم نکریگا تو اوسکا مال گویا دوسرے کے حق مین فدیہ ہوگیا اور جب اپنے مال سے دوسرے کے مال بچانے کی نیت ہوگی



باں نیت ہو یعنی معصیت بھی کرے تو اوس کم کرانے کی ہوگی تو مسلمانوں کی خیر خواہی اپنی جانب پائی اور اس
حدیث ترغیب کے موجب بھی ہوگا انصر اخاک ظالما او مظلوما ظالم کی مدد یہ ہے
کہ اوسکو ظلم سے باز رکھے اور ظلم کا معاف کر دینا ظلم کا بہت کرنا ہے اور آئندہ کو بار بار کھسانا اور یہ بھی
معلوم کرنا چاہیے کہ یہ نیت اوسکو کسیطرح مضر نہیں کیونکہ اسمیں کوئی ایسی بات نہیں جو چور کو مسلط
کر دیوے اور قضاء الٰہی کو بدل دے مگر زہد کی وجہ سے یہ نیت ایسی درست ہو جاتی ہے کہ اگر اوسکا
مال چوری جاوے تو ہر درم کی عوض سات سو ملیں اسلئے کہ اسکی نیت تو ہو گئی ہے نیت ہی کے
باعث ثواب ہوا کرتا ہے اور اگر مال چوری نجاوے تب بھی اوسکو ثواب حاصل ہوگا چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اوس شخص کے باب میں جو اپنی بی بی سے عزل ترک کرے
اور بلدیت مقام میں جانے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اتنا ثواب ہے کہ اوس صحبت سے ایک لڑکا پیدا ہو
اور بڑا ہو کر جہاد کرے اور اللہ کی راہ میں مارا جاوے گو اوسکے واقع میں لڑکا نہوا ہو کیونکہ ولد کے
باب میں اوسکا کام تو صرف صحبت ہی سے پیدا کرنا اور زندہ رکھنا اور رزق اور بقا اوسکے اختیار
میں نہیں پس بالفرض لڑکا ہوتا تو اوسکو صرف ایسے فعل کا ثواب ملتا وہ اب بھی موجود ہے اسیطرح
چوری کا حال اوپر کی مثال میں سمجھنا چاہیے تیسرے یہ کہ جب جانے کہ مال چوری گیا تو چاہیے کہ
ناخوش نہو بلکہ اگر ہو سکے تو خوش ہو اور کہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسمیں بہتری نجانتا تو مجھسے نہ چھینتا
پس اگر اوسکو وقف نہ کر گیا ہو تو چاہیے کہ اوسکی تلاش میں بہت کوشش نکرے نہ مسلمانوں سے
بدظنی ہو اور اگر وقف کر گیا ہو تو تلاش ترک کرے کیونکہ اوسکو تو وہ پہلے ہی ذخیرۂ آخرت
اپنے لیے کر چکا ہے پس اگر اوسکو وہ چیز ملے تو نہ لے اسلئے کہ اوسکو وقف کر چکا ہے اور اگر
قبول کرے تو ظاہر علم کی رو سے اوسکے ملک میں آ جاویگی کیونکہ صرف اوس نیت سے تو
ملک ظاہر شرع میں نہیں جاتی مگر متوکلین کے نزدیک یہ بات اچھی نہیں ہے اور روایت ہے
کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی چوری گئی آپ تلاش کرتے کرتے تھک گئے پھر اوسکو اللہ کی
راہ میں وقف کر دیا اور مسجد میں داخل ہو کر دوگانہ پڑھا اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کیا
کہ حضرت آپکی اونٹنی فلانی جگہ ہے آپ نے اپنا جوتا پہنا اور کھڑے ہوئے پھر استغفر اللہ کہا
بیٹھ گئے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تشریف لیجا کر اوسکو لے آئیے آپ نے فرمایا کہ میں اوسکو
فی سبیل اللہ کہہ چکا ہوں اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک اپنے بھائی کو مرنے
کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اوس نے

کہا کہ مجھکو بخشدیا اور جنت مین داخل کیا اور جو مکان جنت مین میرے تھے وہ مجھکو بتلا دیے
اونکو مین نے دیکھ لیا - راوی کہتے ہین کہ وہ شخص باوجود اسکے رنجیدہ اور غمگین معلوم ہوتے تھے
اسلیے مین نے کہا کہ تمکو خدا تعالی نے بخشدیا اور جنت مین داخل ہو گئے پھر تم غمگین کیون ہو
اونھون نے ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا کہ مین قیامت تک غمگین رہونگا مین نے
پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے اونھون نے کہا کہ جب مین نے اپنے مکان جنت مین دیکھے تو میرے لیے
علیین مین مقامات ایسے اونچے کیے گئے کہ اونکے برابر مین نے جنت مین نہ دیکھے تھے مین اونسے
خوش ہوا اور اونکے اندر جانے کا ارادہ کیا اوسیوقت ایک پکارنے والے نے اونکے اوپر سے
آواز دی کہ اسکو یہان سے ہٹا دو یہ مقامات اسکے واسطے نہین ہین یہ اوسکے لیے ہین جو سبیل کو
پورا کرے مین نے پوچھا کہ سبیل کا پورا کرنا کیا ہے مجھسے کسینے کہا کہ تو چیز کو فی سبیل اللہ کہکر
پھیر لیا کرتا تھا اگر تو سبیل کو پورا کرتا تو ہم بھی تجھکو ان مقامات مین جانے دیتے - اور بعض
عابدین ملک کے حال مین لکھا ہے کہ وہ ایک شخص کے پاس ہمیانی لیے سوتا تھا جب وہ جاگا تو
ہمیانی نپائی پاس والے شخص کو متہم کیا اوس شخص نے پوچھا کہ تیرا مال کسقدر تھا اوسنے تعداد
بتلائی یہ گھر پر ساتھ لیجا کر اپنے پاس سے اوسیقدر دیدیا - پھر اوسکے بعد اوسکے دوستون نے
کہا کہ ہمیانی تو شرارتاً ہنسی کیواسطے لی تھی تو وہ شخص اون دوستون کے جسپر تہمت کی تھی
اوسکے گھر آئے اور تہمت سے معذرت خواہ ہو کر اوسکا مال پھیرنا چاہا اوسنے کہا کہ مین نہ لونگا
یہ مال تمھین ہے اسنے وہ حلال طیب ہے مین نے اپنی خوشی سے دیا ہے اور جو مال مین اللہ کی راہ مین
نکالتا ہون اوسکو واپس نہین لیتا ہون جب اونھون نے بہت اصرار کیا اوسنے اپنے بیٹے کو
بلایا اور وہ مال کو تھیلون مین رکھکر فقرا کے پاس بھیجنا شروع کیا یہان تک کہ اوسمین سے
کچھ نہ رہا پس سلف کا حال اسطرح تھا اسیطرح جو کوئی روٹی لیکر کسی فقیر کو دیا چاہتا ہے اور وہ اپنے
مین چلا جاتا تو اوس روٹی کا واپس گھر مین لانا مکروہ جانتے اور کسی اور فقیر کو دیدیتے اور
یہی حال دراہم و دینارون اور تمام خیرات و صدقات مین سمجھنا چاہیے - پانچوان ادب جو
سب سے کم ہے یہ ہے کہ چور پر جسنے مال لیا ہو بددعا نکرے اور اگر ایسا نکریگا تو توکل باطل ہو جاویگا
اور یہ معلوم ہوگا کہ اسنے کسی چیز پر افسوس کیا اوسکا جانا اوسکو برا معلوم ہوا اسلیے زہد بھی جاتا
رہیگا اور اگر زیادہ بددعا کریگا تو جو مصیبت اسکو ہوئی اوسکا ثواب بھی جاتا رہیگا کہ حدیث شریف
مین وارد ہے کہ جو شخص اپنے ظالم پر بددعا کرتا ہے وہ اپنا بدلا لے لیتا ہے - اور روایت ہے

ربیع بن خثیم رحمہ کا گھوڑا جو بیس ہزار درہم کا تھا چوری گیا او جسوقت آپ نماز پڑھتے تھے نماز کو
نہ توڑا اور نہ اوسکی تلاش مین کچھہ اضطراب کیا لوگ اونکے پاس تسلی دینے کو آئے آپ نے فرمایا کہ
چور گھوڑا کھولتا تھا مین اوسکو دیکھتا تھا لوگون نے پوچھا کہ پھر آپنے اوسکو کیون نہ للکارا آپنے
فرمایا کہ مین ایسی چیز مین مصروف تھا کہ وہ میرے نزدیک اوس سے محبوب تر تھی یعنی نماز پڑھتا تھا پس
لوگ چور کو برا کہنے لگے آپنے فرمایا کہ اوسے کچھہ مت کہو اور اوسکے حق میں اچھا کہو اسلیے کہ
مین نے وہ گھوڑا اوسپر صدقہ کر دیا اور بعض اکابر سے ایسے وقت مین کہ اونکی چیز چوری گئی تھی
کسینے کہا کہ آپ ایسے ظالم پر بددعا کیون نہین کرتے آپنے فرمایا کہ مین یہ اچھا نہین جانتا کہ اوس پر
شیطان کا مددگار ہون کسینے پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپکے پاس لاوے آپنے کہا کہ لینا تو درکنار مین
اوسکو دیکھون بھی نہین اسواسطے کہ وہ چیز مین نے اوسکو معاف کر دی ہے - اور بعض بزرگون سے
کسینے درخواست کی کہ ایسے ظالم پر بددعا کرو اونھون نے فرمایا کہ مجھپر کسینے ظلم ہی نہین کیا پھر فرمایا
کہ اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا یہ کیا تھوڑا ہے کہ اپنی اوس بیچارے پر اور زیادہ برائی چاہون اور کسی
شخص نے بعض اکابر کے سامنے حجاج بن یوسف کو بہت گالیان دین اونھون نے فرمایا کہ
اوسے گالیان دینے مین مت ڈوبو اسلیے کہ اللہ تعالی جیسے کہ حجاج سے لوگون کے مال اور جان پر ظلم
ستم کرنے کا عوض لیگا ویسے ہی جن لوگون نے اوسکی ہتک عزت کی ہوگی اونسے اوسکا عوض
لیگا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ بندہ مظلوم کرتا ہے کہ ہمیشہ اپنے ظالم کو گالیان دیتا ہے
اور برا بھلا کہتا ہے یہانتک کہ اوسکے ظلم کی برابر ہو چکے جتنا زیادہ بچ رہتا ہے اوسکا مطالبہ
ظالم کیطرف سے اوسکے ذمے پر رہتا ہے ظالم کو اوسقدر کا عوض مظلوم سے دلایا جاویگا —
چھٹا ادب یہ ہے کہ چور کیلیے غمگین ہو کہ اوسنے گناہ کیا اور خدای تعالی کے عذاب کا مستحق ہوا
اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ مجھکو مظلوم کیا نہ ظالم اور نقصان دنیا ہوا نہ نقصان دین چنانچہ
کسی شخص نے ایک عالم سے شکایت کی کہ راہزنون نے مجھپر تاخت کر کے میرا مال لے لیا اونھون نے
فرمایا کہ تجھکو اپنے مال کے رنج کی نسبت اس بات کا زیادہ رنج ہونا چاہیے کہ مسلمانون مین ایسے لوگ
ہو گئے جو یہ لوٹ کھسوٹ حلال جانتے ہین اگر یہ غم نہوگا تو تم مسلمانون کے خیر خواہ نہین ہو
اور علی بن فضیل پر طواف کرتے تھے اونکے دینار چوری گئے اونکے باپ نے اونکو دیکھا کہ روتے ہین
پوچھا کہ دینارون کیواسطے روتے ہو اونھون نے کہا کہ نہین بلکہ اوس بیچارے کے حال پر
روتا ہون کہ قیامت کو اوس سے سوال ہوگا اور اوس سے کچھہ بن نہ پڑیگا - اور بعض اکابر سے

جو کسی نے ظالم پر بددعا کرنے کو کہا تو اون حضرت نے فرمایا کہ مجکو اوسکا غم اتنا ہے کہ آمین
اوسپر بددعا کرنے کی مہلت نہیں ہے یہ اخلاق سلف کے تھے خداوند کریم سب پر اپنی رحمت کرے

چوتھا فن ضرر موجود کے دور کرنے میں سعی کرنے کے ذکر میں مثلاً مرض کی دوا کرنی وغیرہ

واضح ہو کہ اسباب ضرر کے دور کرنے والے بھی تین قسم ہیں اول یقینی جیسے پانی پیاس کا ضرر
کھو دیتا ہے اور روٹی بھوک کا دوسری ظنی جیسے فصد اور پچھنا اور جلاب اور تمام معالجات
طبی کہ برودت کا علاج حرارت سے اور حرارت کا برودت سے ہوتا ہے اور طب میں
انکو اسباب ظاہری جانتے ہیں تیسری وہمی جیسے داغ دینا اور منتر پس اسباب یقینی کا ترک کرنا
توکل نہیں بلکہ اوسکا چھوڑنا بشرطیکہ خوف موت ہو حرام ہے اور اسباب وہمی کا چھوڑنا
البتہ توکل کی شرط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متوکلین کو اونکا تارک فرمایا ہے
اور ان سب اسباب میں سے قوی تر داغ ہے اور اوسکے قریب منتر ہے اور آخر درجہ شگون کا ہے
اور ان اسباب پر اعتماد و تکیہ اسباب کیطرف ملاحظہ کرنے میں نہایت درجے کا تعمق ہے
باقی رہا درجہ متوسط یعنی اسباب ظنی مثلاً دوا کرنی اون اسباب سے جو اطبا کے نزدیک اسباب
ظاہر ہیں تو اوسکا کرنا مخالف توکل کے نہیں بخلاف موہوم کے نہ اوسکا چھوڑنا ممنوع ہے
بخلاف اسباب یقینی کے بلکہ اوسکا چھوڑنا بعض احوال میں بعض اشخاص کے حق میں کرنے کی نسبت
افضل ہو جایا کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ درجہ یقینی اور وہمی کے درمیان میں ہے اور دوا
کرنی توکل کے مخالف نہیں اسکی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو کیا
اور اوسکو ارشاد فرمایا اور اوسکے فوائد زبان مبارک سے بیان فرمائے مثلاً فرمایا
مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا وَلَهُ دَوَاءٌ عَرَفَهُ مَنْ عَرَفَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ اِلَّا السَّامُ سام سے مراد موت ہے
اور فرمایا تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ فَاِنَّ الَّذِي اَنْزَلَ الدَّاءَ اَنْزَلَ الدَّوَاءَ اور جب کسی شخص نے
آپ سے دوا اور منتر کا حال پوچھا کہ یہ دونوں خدای تعالی کا حکم کچھ ٹال دیتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ یہ بھی خدای تعالی کے حکم میں سے ہیں اور ایک حدیث مشہور میں ہے کہ مَا مَرَرْتُ
بِمَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مُرْ اُمَّتَكَ بِالْحِجَامَةِ اور حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے حجامت کا
حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ پچھنے لگاؤ سترہ اور انیس اور اکیس برس کی عمر میں تاکہ خون جوش
کرکے تمکو ہلاک نہ کرڈالے اسمیں دو باتیں ذکر فرمائیں ایک یہ کہ جوش خون سبب موت ہے
اور حکم الہی سے وہ مہلک ہے دوسرے یہ کہ خون کا نکالنا موت سے نجات کی صورت ہے

کیونکہ پیپ وغیرہ کا بدن میں سے نکالنا اور بچھو کا زہر بدن سے باہر کرنا اور سانپ کا زہر کھینچنا
دور کرنا ان سب میں کچھ فرق نہیں اور توکل کی شرط بھی نہیں کہ ان چیزوں کو ترک کرے بلکہ
یہ تو ایسا ہے جیسا آگ پر اوسکے بجھانے کیواسطے پانی ڈالا جائے یا گھر میں آگ لگے یا اوسکا ضرر
دور کرنے کو پانی ڈالدیا جائے اور یہ امر توکل میں ہرگز نہیں کہ جو عادت وکیل برحق کی ہے
اوس سے باہر ہوجائے - اور ایک حدیث مقطوع میں ہے کہ جو کوئی سترہویں تاریخ مہینے کی
منگل کے روز پچھنے لگوائے اوسکے لیے برس روز کی بیماری کا علاج ہوگا اسیطرح بہت سا کچھ
فرمایا اب جو ادویہ کو حکم علاج کا دیا ہے اوسکو سننا چاہیے کہ آپنے بہت سے اصحاب کو دوا
اور پرہیز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اور حضرت سعد بن معاذ رض کی فصد کھلوائی اور سعد بن زرارہ
رض کے داغ دلوایا اور حضرت علی رض کو آشوب چشم تھا آپنے اوسے فرمایا کہ تم خرمات کھاؤ
اور یہ چیز کھاؤ کہ تمہارے مزاج کے مناسب ہے یعنی ساگ جو کہ آٹے میں پکے ہوئے کو فرمایا کہ
اسمیں سے کھاؤ اور حضرت صہیب رض کی آنکھ میں درد تھا اور وہ خرما کھاتے تھے آپنے فرمایا
کہ تم خرما کھاتے ہو اور تمہاری آنکھ میں درد ہے اونھوں نے عرض کیا کہ مین دوسری طرف سے
کھاتا ہون آپ ہنس پڑے - باقی رہا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سو ایک حدیث میں جو
اہلبیت سے مروی ہے وارد ہے کہ آپ ہمیشہ ہر ایک رات میں سرمہ لگاتے تھے اور ہر مہینے
پچھنے اور ہر برس جلاب سا کا لیتے تھے - اور کئی بار بچھو وغیرہ کا بھی آپنے علاج کیا ہے -
اور یہ بھی مروی ہے کہ وحی اوترنے کے وقت آپکے سر میں درد ہوجاتا تھا تو سر مبارک پر
مہندی کا لیپ کیا کرتے تھے - اور بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنے زخم پر مہندی رکھ دیا
کرتے تھے - اور ایکبار کسی زخم پر آپنے خاک ہی چھڑک دی تھی غرضکہ آپ کے علاج کرنے
اور لوگونکو علاج کا ارشاد فرمانے کے باب میں روایات خارج از شمار ہین اور اسباب مین ایک
کتاب بھی بنی ہے جسکا نام طب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے - اور بعض علما نے بنی اسرائیل کے
قصص مین لکھا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو ایک مرض ہوا آپ کے پاس بنی اسرائیل آئے
اور آپ کے مرض کی تشخیص کی اور عرض کیا کہ اگر یہ علاج آپ کریں تو اچھے ہوجاوین آپنے
فرمایا کہ میں دوا نکرونگا یہانتک کہ خداے تعالی مجھکو بدون دوا ہی اچھا کردے وہ مرض بڑھ گیا
پھر لوگون نے عرض کیا کہ اس مرض کی یہی دوا ہے اور ہمنے بہت بار اسکا تجربہ کیا ہے
اور یہی ہمکو مفید پڑی ہے آپنے اوس بار بھی انکار کیا اور مرض ٹھہر گیا خداے تعالی نے وحی

بھیجی کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال کی تمکو اچھا نکرونگا جب تک لوگونکی دوا تباؤ گی ہوئی نکر
آپنے لوگون کو علاج کے واسطے فرمایا اونھون نے وہی دوا کھلائی آپ اچھے ہو گئے مگر دل مین
کچھہ وسوسہ گذرا خداے تعالی نے وحی کی کہ تم چاہتے ہو کہ میرے اوپر توکل کرنے سے میرا انتظام
حکمت درہم کرو بتاؤ تو وہ جو دوا مین فائدہ کسنے رکھا ہے وہ بھی تو میرے ہی حکم سے شفا دیتی ہے
اور ایک اور روایت ہے کہ کسی نبی نے انبیاء علیہم السلام سے اپنے مرض کی شکایت کی انکو
وحی ہوئی کہ انڈے کھایا کرو اور ایک پیغمبر نے شکایت ضعف باہ کی کی تو اونکو گوشت اور دودھ
کھانے کا حکم ہوا کہ امین قوت ہے۔ اور مروی ہے کہ کسی قوم نے اپنے نبی علیہ السلام سے یہ
شکایت کی کہ ہماری اولاد اچھی صورت نہین ہوتی اونکو وحی ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدو کہ حاملہ
عورتون کو بہی کھلایا کرین اوس سے اولاد خوبصورت ہوگی اور یہ تدبیر تیسرے اور چوتھے مہینے مین
حمل کے کرنی چاہیے کہ صورت لڑکے کی خداے تعالی اونھین دنون مین بناتا ہے وہ لوگ
حاملہ کو بہی کھلایا کرتے اور بچہ ہونے کے بعد خرمائے تازہ دیا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا
تعالی نے اپنی عادت اسیطرح رکھی ہے کہ ہر مسبب کے لیے ایک سبب ہوتا ہے کہ ظہور حکمت الٰہی کا
موجب ہوا ور دوا بھی مثل اور اسباب کے ایک سبب تابع حکم الٰہی ہے تو جیسے روٹی بھوک کی دوا ہے
اور پانی پیاس کی اسیطرح سکنجبین صفرا کی دوا ہے اور محمودہ دستون کی صرف دو باتون کا
فرق ہے ایک تو یہ کہ بھوک کا علاج روٹی سے اور پیاس کا پانی سے ایسا ظاہر ہے کہ کوئی فرد بشر
ایسا نہین کہ اسکو نجانتا ہو اور صفرا کا علاج سکنجبین سے صرف بعض لوگ جانتے ہین مگر جسکو
اوسکا تجربہ ہو گیا ہو اوسکے نزدیک ایسا ہی ہے جیسے بھوک کا علاج روٹی سے ہے دوسرا
فرق یہ ہے کہ دوا جو دست لاتی ہے اور سکنجبین صفرا کو ٹھہرا دیتی ہے تو اوسکے لیے کچھہ
شرطین باطن مین اور بھی ہین اور مزاج مین بھی کچھہ اسباب ہین کہ بعض اوقات اون شروط و اسباب
پر واقفیت ہونی دشوار ہوتی ہے پھر اگر کوئی شرط نہین پائی جاتی تو دوا سے دست نہین آتے
مگر پیاس کے جانے کے لیے سواے پانی کے اور کوئی شرط نہین گو بعض اوقات اتفاقاً ایسا
عارضہ لاحق ہو جاتا ہے کہ باوجود بہت سا پانی پینے کے بھی پیاس نہین جاتی الا یہ امر بہت ہی
کم ہوتا ہے بہرحال اسباب کا خلل پذیر ہونا انھین دو چیزون سے ہمیشہ ہوتا ہے ورنہ سبب کے
بعد اوسکا مسبب ضرور ہوگا بشرطیکہ سبب کی شرطین سب کامل ہون اور یہ سب باتین خداے تعالی
ہی کی تدبیر اور تسخیر اور ترتیب سے بمقتضاے اوسکی حکمت اور کمال قدرت کے ہوتی ہین

پس متوکل کو ان اشیا کا استعمال کرنا اور مسبب الاسباب پر نظر رکھنی اور طبیب اور دوا کیطرف
التفات رکھنا توکل کے خلاف نہین چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے
کہ آپنے دعا مانگی کہ الہی دوا اور شفا کسکے پاس ہے ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے پاس ہے
آپنے عرض کیا کہ پھر طبیب کیا کرتے ہین اللہ تعالے نے فرمایا کہ اپنا رزق کھاتے ہیں
اور میرے بندوں کا دل خوش کرتے ہین یہان تک کہ میری شفا یا قضا مین سے میرے
کوئی آجاوے - اس سے معلوم ہوا کہ دوا کرنے کے ساتھ توکل کے یہ معنی ہین کہ توکل علم اور
حال سے ہو نہ عمل سے جیسا کہ اسکا حال پہلے فن ہین گذرا اگر دوا ہرے سے نکریا توکل ہی ہین شرط
نہین - اب اگر یہ کہو کہ داغ بھی اونہین علاجون مین سے ہے جنکا فائدہ ظاہر ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ یہ ایسا نہین اسباب ظاہر ایسے ہین جیسے فصد اور پچھنے اور مسہل کا پینا اور حرارت
کے سرد دواون کا پینا وغیرہ اور اگر داغ بھی ایسا ہی ہوتا تو بہت سے ملک اس سے خالی نہین رہتے
حالانکہ بہت شہروں میں اسکی عادت لوگون کو نہین صرف بعض ترک اور عرب داغ دیتے ہیں
پس اسکے وہمی سبب ہونے مین کچھ شک نہین جیسے منتر وغیرہ ہین ویسے ہی یہ بھی ہے صرف
اتنا فرق ہے کہ داغ دینا آگ سے جلانا ہے اور اوسکی حاجت نہیں اسلیے کہ جس کسی درد کا
علاج داغ سے کیا جاتا ہے اوسکی کوئی ایسی بھی دوا ہوتی ہے جسمین جلانے کی نوبت
نہ پہونچے پس آگ سے جلانا ایک زخم جسم کا خراب کرنے والا ہے اور اوسکی سرایت کا بھی ڈر رہتا ہے
باوجودیکہ اسکی کچھ حاجت نہین بخلاف فصد و حجامت کے کہ اوسکی سرایت بعید ہے اور
اوسکی قائم مقام کوئی اور شے نہیں اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ دینے سے ہی
منع فرمایا منتر سے منع نہین فرمایا حالانکہ توکل سے دونون بعید ہین - اور روایت ہے
کہ عمران بن حصین بیمار پڑے لوگون نے اونکو داغ دینے کی صلاح دی مگر اونھون نے نہ مانا
لوگون نے اصرار کیا اور امیر نے اونکو قسم کھلائی یہان تک کہ آپ نے داغ لیا پھر کہا کرتے
کہ مین نور دیکھا کرتا تھا اور آواز سنا کرتا تھا اور مجھکو فرشتے سلام کرتے تھے جب مین نے
داغ کھایا سب باتین جاتی رہین اور فرمایا کرتے کہ چند داغ کھانے تھے سو کھائے مگر اونسے
کچھ فائدہ نہوا نہ مراد ملی پھر آپ نے توبہ کرکے اللہ تعالی کیطرف رجوع کی خدا تعالی نے
جو فرشتون کا معاملہ اوس سے ہوتا تھا وہ پھر جاری فرما دیا - اور مطرف بن عبد اللہ نے فرمایا
کہ جو بزرگی اللہ تعالی نے مجھکو پہلے دے رکھی تھی اوس سے پھر سرفراز فرمایا اور اوسے اپنی

کرامت کی جاتے تھے تب بھی خبر بھی کہہ چکے تھے۔ حاصل یہ کہ داغ اور جو چیز اس قسم کی ہے وہ متوکل کی شان کے لائق نہین اسواسطے کہ اوسکے لیے متوکل کو تدبیر کی حاجت ہوتی ہے اور تدبیر متوکل کے حق مین اچھی نہین اوسمین اسباب کیطرف التفات اور غور زیادہ پایا جاتا ہے تنبیہ اس بیان مین کہ دوا نہ کرنی بعض اوقات مین اچھی ہوتی ہے اور قوت توکل کی دلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف نہین۔ واضح ہو کہ سلف مین سے جن لوگون نے دوا کی ہے وہ بیشمار ہین مگر بعض اکابر نے دوا نہین بھی کی تو گمان ہوتا ہے کہ دوا نکرنی اونکے حق مین نقصان کی بات ہو اسواسطے کہ اگر یہ بات کمال کی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو ترک فرماتے کیونکہ جو حال توکل مین آپ کا تھا اوس سے کامل تو دوسرے کا ہونے سے رہا تو بجز اسکے کہ نقصان کیطرف گمان ہو اور کیا ہو سکتا ہے اور ہم مین بڑے بڑے اکابر ہین جیسے حضرت ابو بکر رضہ کہ جب آپ کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ فرماوین تو کوئی طبیب ہم آپکے لیے بلاوین آپنے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہ مین جو چاہتا ہون کرتا ہون۔ اور حضرت ابو درداء رضہ سے حالت مرض مین کسینے پوچھا کہ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے آپنے فرمایا کہ اپنے گناہون کی لوگون نے پوچھا کہ آپ کا دل کس چیز کو چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ خدای تعالی کی مغفرت کو لوگون نے عرض کیا کہ ہم آپکے لیے طبیب بلالاوین آپنے فرمایا کہ مجھکو طبیب ہی نے بیمار کیا ہے۔ اور حضرت ابوذر رضہ کی آنکھین دُکھتی تھین لوگون نے کہا کہ آپ انکا علاج کیجیے آپنے فرمایا کہ مجکو انکی کچھ فکر نہین لوگون نے کہا کہ آپ خدای تعالی سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالی آپکو صحت بخشے آپ نے فرمایا کہ مین اوس سے وہ دعا مانگون گا جو انکھون کی نسبت زیادہ مہم ہو۔ اور ربیع بن خثیم رح کو فالج ہو گیا تھا اونسے لوگون نے کہا کہ آپ دوا کرین اونھون نے فرمایا کہ مین نے قصد تو کیا تھا مگر پھر عاد اور ثمود اور دوسری قومین بہت سی یاد آگئین کہ اون مین بہت سے طبیب تھے لیکن نہ طبیب ہا نہ مریض نہ کچھ جھاڑ پھونک کام آئی۔ اور حضرت احمد بن حنبل رح فرماتے کہ جو شخص توکل کا معتقد ہو کر یہ راہ چلے اوسکے لیے مین یہ اچھا سمجھتا ہون کہ دوا وغیرہ پینے سے علاج نکرے اور اونکو خود کو بیماریان ہوتین تو طبیب کے پوچھنے پر بھی اوس سے نہ کہتے۔ اور حضرت سہیل رح سے پوچھا گیا کہ بندے کا توکل کب درست ہوتا ہے آپنے فرمایا کہ جب اوسکے جسم مین ضرر اور مال مین نقصان آوے تو وہ اوسکی طرف التفات نکرے اور اپنے ہی حال مین مشغول رہے اور یہی جانے کہ خدای تعالی میرے سر پر قائم ہے بہر حال ان دوا کے

تاکید ہین ست دست لوگ بیانکے فعل مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل میں مطابقت
جب ہوسکتی ہے جب اس علاج کو بیان کر دیا جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دوا نہ کرنے کے چہ
اسباب ہیں سبب اول تو یہ ہے کہ مریض صاحب کشف ہوا ور اوسکو مکاشفہ سے دریافت ہوگیا ہو
کہ میری موت قریب ہے دوا سے مجکو کچہہ فائدہ نہ ہوگا اور یہ امر کبھی سچے خواب سے اور کبھی علم
ظن سے اور کبھی کشف واقعی سے معلوم ہوا کرتا ہے اور غالبًا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو
علاج نہ کیا تو اوسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اہل مکاشفہ سے تھے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میراث
کے باب میں فرمایا تھا کہ تیری دو بہنین ہین حالانکہ اوسوقت ایک ہی بہن تھی مگر آپکی زوجہ حاملہ
تھیں اور بعد کو لڑکی ہی پیدا ہوئی پس آپ نے پیشتر سے مکاشفے کے طور پر معلوم کرلیا تھا کہ لڑکی کا
حمل ہے تو کیا عجب ہے کہ آپکو کشف سے اپنی موت کا حال بھی معلوم ہوگیا ہو ورنہ جب آپ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا کرتے اور دوسروں کو دوا کا حکم فرماتے دیکھا تھا تو انکار ایسے
کرتے یہ امر آپ کی ذات سے ہرگز ممکن نہیں معلوم ہوتا دوسرا سبب یہ ہے کہ مریض کو اپنی ہی لگی
اور خوف انجام سے اور اپنے حال پر خدای تعالی کے واقف ہونے مین ایسا مشغول ہو کہ اس سے
فراغت علاج کرنے کی نہ پاتا ہو یعنی اوس کے تردد مین مرض کی تکلیف نہ معلوم ہوتی ہو کہ بابت
اوسکے دوا کی پہونچی اور اس امر پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی تقریر اور حضرت ابو درداء کا کلام دال ہے
کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا تھا کہ مجھے کچہہ آنکھوں کی فکر نہین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے
فرمایا تھا کہ مجکو شکایت اپنے گناہون کی ہے پس گویا دل مین خوف گناہون کا صدمہ جسم
مرض کی تکلیف کی نسبت زیادہ تھا اور ایسے مریض کا حال ایسا سمجھو جیسے کسیکا کوئی نہایت
عزیز مرگیا ہوا ور اوسکا صدمہ اوسکے دل پر ہوا ہو یا کوئی شخص کسی بادشاہ کے پاس گرفتار
ہوکر گردن اڑائی جانے کو لیا جاتا ہو اور اوسکے دل پر خوف چھایا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے
شخص سے اگر کہا جائے کہ تو بھوکا ہے کھانا کیون نہین کھاتا تو وہ یہ کہیگا کہ مجھے اس صدمے کے
باعث بھوک پیاس کچہہ نہین معلوم ہوتی اس سے یہ نہین جانا جاتا کہ وہ شخص بھوک کی حالت مین
کھانے کو نافع کہنے سے منکر ہے اور نہ کھانے والون پر کچہہ طعن پایا جاتا ہے اور اسی کے
قریب ہے حضرت سہل تستری کا اشتغال بحال خود یعنی جب لوگون نے کسیسے سوال کیا کہ قوت کیا
چیز ہے آپ نے فرمایا کہ حی قیوم کا ذکر کرنا قوت ہے سائل نے عرض کیا کہ میری غرض قوام انسانی
سے ہے آپ نے فرمایا کہ قوام علم ہے اوسنے پوچھا کہ مین غذا کو پوچھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ

غذا اذکرتے ہو اوسنے پوچھا کہ جسم ظاہر کا کھانا پوچھتا ہون آپ نے فرمایا کہ جسم ظاہر سے تجھے
کیا غرض ہے اوسکو اوسی پر چھوڑ جسنے اوسکی پیشتر کفالت کی ہے وہی اوسکی کفالت آگے کو بھی کر
اور جب اوسمین روگ آجاتے تو اوسکے بنانے والے کے سپرد کر کیا دیکھتا نہین کہ جب کسی
مین عیب ہوجاتا ہے تو اوسکے کاریگر کو دیتے ہین کہ اوسکو ٹھیک کرے تیسرا سبب یہ ہے
بیماری باقی ہو اور جو دوا اوسکے لیے لوگ بتاتے ہون اوسکا نفع وہمی ہے جیسے داغ اور منتر
فائدہ وہمی ہوا کرتا ہے تو ایسی صورت مین متوکل شخص دوا نہین کرتا اوسی کی طرف اشارہ
ربیع ابن خثیم رح کے قول مین کہ مین نے عاد اور ثمود کی قوم کو دیکھا کہ اونمین طبیب بہت سے تھے
مگر نہ مریض بچا نہ طبیب اس سے اونکی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ دوا پر اعتماد یقینی نہین ہے
اور یہ امر کبھی تو واقع مین ایسا ہی ہوتا ہے اور کبھی مریض کے عندیے مین متحقق ہوتا ہے
اسلیے کہ اوسکو طب مین مہارت اور تجربہ کم ہوتا ہے اس نظر سے اوسکو ظن غالب
دوا کے نفع کا نہین ہوتا اور اسمین شک نہین کہ طبیب تجربہ کار کو دوا کا اعتقاد بہ نسبت
عوام کے زیادہ ہوا کرتا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتماد اور ظن اعتقاد کے موافق
ہوتا ہے اور اعتقاد اوسیقدر ہوتا ہے جسقدر کہ تجربہ ہوتا ہے ۔ اور عابدین مین سے جن لوگون نے
دوا ترک کی ہے اونمین سے اکثر کی سند یہی ہے کہ دوا اونکے نزدیک ایک موہوم چیز
ناقابل اعتبار تھی اور یہ امر ماہر علوم طبیہ پر ظاہر ہے کہ بعض دوائین واقع مین ایسی ہی ہین
اور بعض کا حال ایسا نہین مگر جو طبیب نہین وہ سب کو بعض اوقات ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے
اور دوا کرنے کو مثل داغنے اور منتر وغیرہ کے پابندی اسباب جانتا ہے ۔ چوتھا سبب یہ ہے
کہ دوا نکرنے سے بیمار کو یہ غرض ہوتی ہے کہ مرض باقی رہے تاکہ اوس مرض پر اچھی طرح صبر
کرنے سے مرض کا ثواب پاوے یا یہ منظور ہوتا ہے کہ خدا ہی تعالی کی بلا پر اپنے نفس کو دیکھے
کہ صبر کرنے کی تاب رکھتا ہے یا نہین اسلیے کہ مرض کے ثواب مین بہت کچھ احادیث وارد ہین
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ ہم انبیاء کے گروہ پر اور لوگون کی نسبت زیادہ
سخت مصیبت ہوتی ہے پھر اسیطرح درجہ بدرجہ کم ہوتی جاتی ہے مصیبت بندے پر بقدر
ایمان کے ہوا کرتی ہے پس اگر ایمان اوسکا سخت اور پکا ہوگا تو مصیبت بھی سخت ہوگی
اور اگر اوسکے ایمان مین ضعف ہوگا تو مصیبت بھی ہلکی ہوگی ۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ اللہ تعالی اپنے بندے کا امتحان مصیبت سے ایسی طرح لیتا ہے جیسے تم مین سے کوئی شخص

اپنے سونے کا امتحان آنچ سے لیتا ہے پس بعض آدمی تو کندن کیطرح نکلتے ہین اور بعض اوس سے کم
اور بعض کالے جلے ہوے نکلتے ہین اور ایک حدیث مین جو اہلبیت سے مروی ہے یہ وارد ہی
کہ اللہ تعالی جس کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اوسپر بلا بھیجتا ہے وہ اگر اوسپر صبر کرتا ہے
تو اوسکو مجتبیٰ کرتا ہے اور اگر اوسپر راضی ہوتا ہے تو مصطفےٰ کرتا ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے
کہ تم لوگ اس بات کو پسند کرتے ہو کہ جنگلی گدہوں کیطرح ہوجاؤ مرض بیماری کچھہ تمکو نہ آوے
اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ مومن کو جب دیکھوگے تو دل کا تندرست اور بدنکا مریض
پاؤگے اور منافق کو بدن مین زیادہ صحیح اور دل کا زیادہ تر روگی دیکھوگے۔ غرضکہ جب
لوگون نے مرض کی تمام فضیلت اور بلا کی تعریف اسدرجہ کی سنی تو اونکو مرض سے ہی محبت
پیدا ہوئی اور اوسکا آنا اپنے اوپر غنیمت سمجھا کہ اوسپر صبر کرنے کا ثواب ملے۔ پس بعض اکابر کا تو
دستور یہ ہوا کہ اپنی بیماری کو چھپاتے اور طبیب سے اوسکا ذکر نکرتے اور بیماری کی تکلیف
کھینچتے رہتے اور خدای تعالی کے حکم پر راضی رہتے اور جانتے کہ دل پر حق کا غلبہ ایسا ہے کہ
مرض سے اوسمین کچھہ خلل نہوگا مرض کے باعث صرف اعضاء ظاہری پر اثر ہوگا کہ اعمال
سے رک جاوینگے اور جان لیا کہ اگر خدای تعالی کے حکم پر صبر کے ساتھہ بیٹھکر ہی نماز پڑہینگے
تو یہ نماز حالت تندرستی اور صحت کی نماز سے بہتر ہے گو وہ کھڑے ہوکر ادا کیجاوے
چنانچہ ایک حدیث قدسی مین مذکور ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون کو ارشاد فرماتا ہے کہ میرے
بندے کے وہی عمل صالح لکھو جسکو یہ کیا کرتا تھا اسواسطے کہ یہ شخص میری قید مین ہے اگر
مین اوسکو رہا کرونگا تو گوشت کی عوض مین عمدہ گوشت اور خون کی عوض مین اچھا خون
بدلونگا اور اگر اوسکو وفات بھیجونگا تو اپنی رحمت کیطرف اوسکی وفات کرونگا۔ اور ایک
حدیث شریف مین ہے أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مَا أُكْرِهَتْ عَلَيْهِ النُّفُوسُ بعض محدثین نے
اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ اوسپر بیماریان اور مصائب بہت آوین اور اسیکی طرف اشارہ ہے
اس آیت مین وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ اور حضرت سہیل تستری
فرماتے ہین کہ اگرچہ آدمی طاعات سے ضعیف ہوجاوے اور فرائض سے قاصر رہے تاہم دوا کا
نکرنا بہ نسبت اسکے بہتر ہے کہ طاعات کیواسطے علاج کرے اور آپ کو ایک بڑی بیماری تھی
مگر اوسکا علاج کبھی نکرتے اور لوگون کو جو اوس بیماری مین مبتلا پاتے تو اونکی دوا کرتے
اور جس شخص کو بیٹھکر نماز پڑہتے دیکھتے کہ اعمال نیک امراض کی تاب نہ لاکر اسلیے دوا کرتا ہے

کہ نماز کھڑے ہوکر پڑھے اور طاعات کی بجاآوری مین اوٹھہ سکے تو بہت تعجب کرتے
اور فرماتے کہ اس شخص کا بیٹھکر نماز پڑھنا اور اپنے حال پر راضی رہنا اس بات سے بہتر ہے
کہ صرف قوت اور کھڑے ہوکر نماز کے لیے دوا کرے اور اونسے جب کسی شخص نے بیماری مین
دوا پینے کا پوچھا تو فرمایا کہ جو کوئی کسی دوا کو پیوے تو خیر ایک یہ گنجایش ہے کہ اللہ تعالی نے
ضعف والون کے لیے مقرر کردی اور جو دوا مین نہ پڑے تو افضل ہے اسلیے کہ اگر کوئی چیز
دوا مین سے لیگا گو سرد پانی ہی ہو تو اوس سے سوال ہوگا کہ تونے کیون لیا اور جو شخص کچھہ بھی
نہ لیگا اوس سے سوال کس بات کا ہوگا اور آپ کا مذہب اور بصریون کا مذہب
یہی تھا کہ بھوک اور شہوات کے توڑنے سے نفس کو ضعیف کرنا چاہیے اسوجہ سے
کہ اونکو معلوم تھا کہ ذرے کی برابر اعمال قلوب مین سے مثل صبر اور رضا اور توکل کے اعمال
جوارح کے پہاڑ جیسے عملون سے افضل ہے اور مرض اعمال قلوب کا مانع نہین مگر ایسی صورت
مین کہ اوسکی تکلیف نہایت زیادہ اور بیہوش کرنے والی ہو- اور حضرت سہیل رح کا یہ بھی
قول ہے کہ جسم کی بیماری رحمت ہے اور دل کی عقوبت- پانچوان سبب یہ ہے کہ آدمی پہلے
کچھہ گناہ کرچکا ہو اور اونکا خوف کرتا ہو اور تدارک کرنے سے عاجز ہو تو زیادہ بیمار رہنے کو
اوسکا کفارہ سمجھتا ہو اور علاج اسوجہ سے نکرتا ہو کہ ایسا نہو کہ مرض جلد جاتا رہے اور کفارہ
گناہونکا خوب نہونے پاوے- حدیث شریف مین وارد ہے کہ آدمی پر بخار اور تپ کہنہ
ہمیشہ اسلیے رہتے ہین کہ انجام کو زمین پر صاف اولے کیطرح ہو جاوے کوئی خطا اور گناہ اوسپر
نہ رہے- اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ ایک روز کا بخار سال بھر کا کفارہ ہوتا ہے
بعضون نے اسکی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بخار ایک سال کی قوت کو گرا دیتا ہے اسلیے سال بھر کا
کفارہ ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ انسان کے تین سو ساٹھہ جوڑ ہین اور تپ ہر جوڑ مین
جاتی ہے اور اوس سے ایک تکلیف جداگانہ آدمی کو ہوتی ہے تو ہر ایک تکلیف ایک روز
کا کفارہ ہوکر سال بھر کا کفارہ ہوگیا- اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے تپ کو کفارۂ
گناہ ارشاد فرمایا تو حضرت زید بن ثابت رض نے خدای تعالی سے دعا مانگی کہ مین ہمیشہ بخار مین مبتلا
رہون چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وقت وفات تک آپ سے بخار جدا نہوا اور چند لوگون نے
انصار رض مین سے بھی یہی دعا مانگی تھی اونکو بھی کبھی بخار نچھوڑتا تھا- اور جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ مَنْ اَذْهَبَ اللّٰهُ كَرِيْمَتَهٗ لَمْ يَرْضَ لَهٗ

تمنا نادوا ان التحقتہ تو انصار رضی اللہ عنہم میں ایسے لوگ بھی تھے جو اندھے ہونے کی تمنا کیا کرتے تھے
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے جسم و مال پر مصیبت آنے سے خوش ہو
اس توقع سے کہ اسکے باعث اوسکے گناہوں کا کفارہ ہوگا تو وہ شخص عالم نہیں۔ اور روایت ہے
کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بہت مصیبت کھینچتا ہے جناب باری میں
عرض کیا کہ الٰہی اسپر رحم فرما حکم ہوا کہ اور کیسے رحم کروں اسی سے تو اسپر رحم کرونگا یعنی اس
مصیبت کے باعث اوسکے گناہ دور کرکے اوسکے درجات بڑھاؤنگا۔ چھٹا سبب یہ ہے
کہ آدمی زیادہ اچھا ہونے سے ڈرے کہ میرا نفس تکبر اور سرکشی میں مبتلا ہو جاویگا اس نظر سے
دوا چھوڑ دیتا ہے کہ ایسا ہو کہ مرض جاتا رہے جائے تو پھر وہی غفلت و اترانا اور سرکشی اور
طول امل اور لیت و لعل تدارک مافات سود کر آوے اور خیرات میں تاخیر کرنے لگے اسلئے کہ تندرستی
اسکا نام ہے کہ صفات سب قوی ہوں اور اونکے باعث خواہش نفس اوٹھتی ہے اور
شہوات کو جنبش ہوتی ہے اور معاصی کی رغبت دلاتے ہیں کمتر درجہ یہ ہے کہ مباحات سے
لذت حاصل کرنے کیطرف ملاتی ہیں اور یہ اوقات کا ضائع کرنا ہے اور نفع عظیم مخالفت نفس
اور ملازمت طاعت کو برباد دینا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو
امراض و مصائب سے متنبہ کردینے سے خالی نہیں چھوڑتا اسی جہت سے مشہور ہے کہ ایماندار
علت یا قلت یا ذلت سے خالی نہیں ہوتا اور ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ مفلسی میرا جیلخانہ ہے اور مرض میری بیڑی ہے اوسمیں میں اوسکو قید کرتا ہوں جسکو اپنی
مخلوق میں سے دوست رکھتا ہوں۔ غرضکہ جب مرض میں آدمی سرکشی اور گناہوں کے ارتکاب سے
رکا رہتا ہے تو اس سے زیادہ اور کونسی خیر ہوگی اور جس شخص کو اپنے نفس پر خوف سرکشی اور
گناہوں کا ہو اوسکو اپنے مرض کا علاج ہرگز نکرنا چاہیے کیونکہ گناہ نکرنے ہی میں خیریت ہے
چنانچہ بعض عارفین نے کسی سے پوچھا کہ تم میرے بعد کیسے رہے اوسنے کہا کہ خیریت سے رہا
اونھوں نے فرمایا کہ اگر تم نے کوئی گناہ خدای تعالیٰ کا نہیں کیا تو واقع میں خیریت سے رہے
اور اگر گناہ کیا تو گناہ سے بڑھکر کونسا روگ ہے جسنے گناہ کیا وہ کیا خاک خیریت سے رہا
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عراق میں عید کے روز کی زینت کو دیکھکر پوچھا کہ ان لوگوں
نے یہ کیا کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ دن انکی عید کا ہے آپنے فرمایا کہ جس روز ہم
خدای تعالیٰ کی نافرمانی نکریں تو وہ دن ہماری عید کا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَصَيْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ یعنی عافیت کو اور فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى
اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى اور استغنا خواہ مال سے ہو یا عافیت سے - اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ فرعون نے جو دعوی خدائی کیا تھا اوسکی وجہ یہی تھی کہ مدت تک آرام سے رہا تھا یعنی چارسو
برس تک سر مین درد ہوا نہ بدن پر حرارت آئی نہ کوئی رگ تیز چلی اسلیے دعوی خدائی اوس
مردود نے کیا اور اگر ایک روز کو درد نیم سری اوسکو ہو جاتا تو دعوی خدائی کا تو کیا ذکر ہے اور
بیہودہ امور سے بھی باز رہتا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَكْثِرُوْا ذِكْرَ
هَاذِمِ اللَّذَّاتِ اور کہتے ہین کہ بخار موت کا قاصد ہے تو واقع مین موت کی یاد
دلانے والا اور لیت ولعل کا دفع کرنے والا ٹھہرا - اور اللہ تعالی فرماتا ہے اَوَلَا يَرَوْنَ
اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اسکے معنی یہ ہین کہ اونکو
امراض مین مبتلا کر کے اونکا امتحان لیا جاتا ہے - اور کہتے ہین کہ بندہ جب دوبار بیمار ہوتا ہے
اور توبہ نہین کرتا تو اوس سے ملک الموت یون کہتا ہے کہ ای غافل تیرے پاس میرا قاصد پر
قاصد آیا مگر تو خبر نہوا - اور اکابر سلف کا اسلیے دستور تھا کہ اگر کوئی سال ونیز ایسا گذرتا
جسمین اونپر کوئی مصیبت نفس یا مال کی نہوتی تو بہت گھبراتے - اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ ایمان دار پر چالیس دن مین کوئی خوف یا مصیبت آجایا کرتی ہے یہان تک کہ روایت ہے
کہ حضرت عمار بن یاسر رض نے ایک عورت سے نکاح کیا وہ کبھی بیمار نہوتی اسلیے آپنے اوسکو
طلاق دیدی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک عورت کی تعریف ہوئی یہانتک
کہ آپنے چاہا کہ اوسکو شرف نکاح سے مشرف فرماوین مگر لوگون نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ عورت
کبھی بیمار نہین ہوئی آپنے فرمایا کہ تو مجھے اوسکی کچھہ حاجت نہین اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیماریون اور دردون کا ذکر فرمایا کہ درد سر ایسا ہے اور فلان مرض ایسا ایک شخص نے
کہا کہ درد سر کیا ہوتا ہے مین تو اوسکو جانتا بھی نہین آپنے فرمایا کہ تو مجھے علیحدہ رہ جو
کوئی چاہے کہ دوزخی کو دیکھے وہ اس شخص کو دیکھے اور یہ اسلیے فرمایا کہ دوسری حدیث مین
وارد ہو چکا ہے کہ ہر ایماندار کے لیے بخار اوسکا حصہ ہے آتش دوزخ سے اور حضرت انس
اور حضرت عایشہ رض کی حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ
قیامت کے روز شہیدون کے ساتھہ بھی کوئی ہوگا آپ نے فرمایا کہ البتہ جو شخص ہر روز
موت کو بیس بار یاد کر لیا کرے اور ایک روایت مین یون ہے کہ جو شخص اپنے گناہونکو یاد کرے

رنجیدہ ہوا کرے۔ اور ظاہر ہے کہ موت کی یاد مرض میں بہت ہوتی ہے۔ پس جب عوام مرض کے بہت ہوئے تو بعض اکابر نے تدبیر زوال مرض کی اور علاج بالکل ترک کیا اس وجہ سے کہ اپنے واسطے اسمیں زیادتی درجہ دیکھی اس جہت سے نہیں چھوڑا کہ دوا کرنے کو نقصان سمجھا ہوا اور دوا کرنا نقصان کیسے ہو سکتا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو چکا

تنبیہ دوم اون لوگون کے اقوال کے رد مین جو دوا نکرنے کو ہر حال مین افضل کہتے ہین واضح ہو کہ اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوا کی تھی تو اس نظر سے کی تھی کہ وہ اور ون کے لیے مسنون ہو جاوے ورنہ دوا کرنا ضعفا کا حال ہے قوی لوگون کا درجہ مقتضی اسی امر کا ہے کہ توکل دوا نکرنے پر کیا جاوے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ تمھاری تقریر کے بموجب توکل مین شرط ہونا چاہیے کہ سینگھی بھی نہ لگاوے اور جوش خون کے وقت فصد بھی نہ لیوے اگر وہ کہے کہ ہان یہ بھی شرط ہے تو یہ بھی لازم آویگا کہ اگر متوکل کو بچھو یا سانپ کاٹے تو اوسکو اپنے پاس سے نہ ہٹاوے اسلیے کہ خون اندر کاٹتا ہے اور بچھو ظاہر میں کاٹتا ہے اور ان دونوں مین کچھ فرق نہین جیسے اوس سے علیحدگی بچانا ہے ویسے ہی اس سے بھی کنارہ نکرے پھر اگر اسکو بھی شرط توکل کہے تو اوس سے یہ کہنا چاہیے کہ متوکل کو چاہیے کہ تشنگی اور بھوک اور سردی کے گزند کو اپنے اوپر سے دور کرے ایک نیش بچھو کی اور روٹی اور کپڑے سے دور نکرے حالانکہ کوئی قائل نہین کہ کھانے اور پانی اور کپڑے کا استعمال چھوڑنا داخل توکل ہے اور ان چیزون مین اور اول کی باتون مین کچھ فرق نہین بلکہ جسطرح دوا زوال مرض کا سبب ہے اسیطرح پانی زوال تشنگی کا باعث ہے اور ان سب اسباب کو خدا تعالی نے اسیلیے بنایا ہے اور اسیطرح اپنی عادت رکھی ہے اور اسکے توکل کی شرط نہونے کی یہ دلیل ہے کہ صحابہ رضی نے حضرت عمر رض کے عہد مبارک مین آپکے ساتھ جب قصد شام کا کیا اور جابیہ تک متصل دمشق کے پہونچے اونکو خبر پہونچی کہ شام مین طاعون اور وبا عظیم پھیلی ہوئی ہے اب یہان لوگون کے دو فرقے ہو گئے کچھ نے تو کہا کہ ہم وہان نجاوینگے اور جلتی آگ مین خود نگرینگے اور بعض لوگون نے کہا کہ ہم شہر مین جاوینگے اور اللہ پر توکل کرینگے خدا کی تقدیر سے گریز نکرینگے موت سے نہ بھاگین گے ورنہ اون لوگون کے مانند ہو جاوینگے جنکی شان مین خدای تعالی فرماتا ہے اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ وَہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ غرض دونون فریق حضرت عمر رض کی خدمت مین حاضر ہو

اور آپ سے استمزاج لیا آپنے فرمایا کہ یہان سے ہٹنا چاہیے وبا مین داخل ہونا چاہیے جن
لوگون کی تجویز آپکے موافق نہ تھی اونھون نے عرض کیا کہ کیا ہم خدای تعالی کی تقدیر سے
بھاگین آپ نے فرمایا کہ ہان اوسکی تقدیر سے اوسکی تقدیر کیطرف بھاگتے ہین اسمین کیا مضایقہ
ہے پھر آپ نے اونکے سامنے ایک مثال بیان فرمائی کہ بھلا اگر کسی شخص کے پاس تم مین سے
ایک گلہ بکریون کا ہوا اور اوسکو وہ گھاٹیان چرانے کے لیے ہون کہ ایک مین سبزی خوب ہوا
اور دوسری خشک ہو تو وہ اگر سبزی والی مین چراویگا تب بھی خدای تعالی کے حکم سے ہوگا اور
اگر خشک مین چراویگا تب بھی خدای تعالے کی تقدیر سے ہوگا لوگون نے اسکی تصدیق کی پھر
آپنے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کو طلب فرمایا کہ اونکی صلاح لین دوسرے روز حضرت عبد الرحمن
بن عوف رض تشریف لائے آپنے اونسے صلاح لی اونھون نے فرمایا کہ ای امیر المومنین اس باب مین
میری رای یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنی ہے آپنے فرمایا اللہ اکبر اوسکو
بیان کیجیے اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ جب کسی
سرزمین مین تم وبا سنو تو اوسپر جرات نکرو اور جب ایسی جگہ مین وبا ہو جہان تم موجود ہو تو وہان سے
اوسکے مارے مت نکلو حضرت عمر رض اسکو سنکر بہت خوش ہوے اور اپنی رای کی مطابقت
حدیث سے معلوم کر کے خدا کا شکر کیا اور لوگون کو جابیہ سے ہٹا لائے۔ تو اب یہ کہنا چاہیے کہ
صحابہ رض اور سب کا اتفاق ترک توکل پر کیسے ہو گیا اگر ان جیسے امور شرط توکل ہون تو صحابہ رض
کا ترک توکل جو اعلی مقامات مین سے ہے لازم آتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ پھر جس شہر مین وبا ہو
اوس سے نکلنے کو کیون منع فرمایا ہے حالانکہ وبا کا باعث طب مین ہوا ہے اور ہوا ہی مضر بھی ہے
اور ظاہر ہے کہ مضر چیز سے گریز کرنا عمدہ علاج ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکی اجازت ندی گئی تو اسکا
جواب یہ ہے کہ اسمین تو خلاف نہین کہ مضر چیز سے گریز کرنا داخل ممانعت نہین جیسے پچھنے لگانا
اور فصد کھلانی کہ مضر چیز سے بچنے کے لیے کی جاتی ہے اور ان جیسی باتون مین توکل کا
چھوڑنا مباح ہے مگر اس سے کچھ مقصود مذکورہ بالا پر دلالت نہین پائی جاتی ہے ظاہر ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ ہوا کا ضرر صرف ظاہر بدن پر لگنے سے نہین ہوتا بلکہ ہمیشہ اوسمین سانس لینے
سے ہوتا ہے یعنی جب ہوا مین بدبو اور نقصان ہوتا ہے اور اوسمین زیادہ سانس لیا جاتا ہے
تو وہ پھیپھڑے اور دل اور اندر کے پردون مین سانس کے ذریعے سے بتدریج پہونچکر تاثیر کرتی ہے
بہرحال ظاہر بدن پر وبا ظاہر نہین ہوتی جب تک کہ باطن مین خوب تاثیر نہ کر چکے اسصورت مین

اگر کوئی شخص شہر میں رہتا ہوا وہاں سے نکلیگا تو غالب یہی ہے کہ جو تاثیر ہوا کی اوسکو ہو چکی ہے اوس سے نہ بچیگا لیکن احتمال خلاصی کا بھی ہے کہ ابھی شاید تاثیر قوی نہوئی ہو تو یہ وباسے نکلنا ایک ہی سبب خلاص کا ہوا جیسے جھاڑپھونک اور شگون وغیرہ ہوتے ہیں اب اگر وہان سے نکلنے میں صرف یہی بات پائی جاتی تو مخالف توکل نہ تھی اور نہ اوسکی ممانعت ہوتی مگر ممانعت ایک اور سبب سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تندرستون کو اجازت نکلنے کی دیجائے تو شہر مین سوا مبتلایان وبا کے اور کوئی نہ رہے کہ اونکو کھانا کھلاوے یا پانی کا گھونٹ پلاوے اور وہ خود بکفل ان باتوں کے اپنے مرض کے باعث نہیں ہوسکتے اس حال مین تندرستون کا وہان سے نکلنا گویا حقیقت مین بیمارون کو زندہ درگور کرنا ہے جسکی توقع زیست بھی ہے جیسے تندرستون کو احتمال بچ جانیکا ہے ویسا ہی ہوسکتا ہے کہ وہ بھی بچ جاویں اگر تندرست وہاں ٹھہرے رہیں کے تو موت کا یقین نہیں کہ خواہی نخواہی مرجاوینگے اور اگر چلے جاوینگے تو بچنے کا یقین نہیں مگر اونکا نکلنا البتہ باقی بیمارون کے حق میں یقینی زہر ہوگا۔ اور مسلمان سب آپسمین مثل عمارت کے ہین کہ ایک کی تقویت دوسرے سے ہے یا مثل جسم کے اعضا کے ہین کہ جب ایک عضو مین درد ہوتا ہے تو دوسرون کو بھی حس ہوتی ہے پس نکلنے سے منع کرنے کی وجہ جانب نزدیک یہی معلوم ہوتی ہے آگے خدا جانے۔ اور جو شخص ابھی تک شہر میں داخل نہین ہوا اوسکے حق میں یہ معاملہ برعکس ہے یعنی اوسکے باطن مین ہوا نے اپنا اثر نہین کیا۔ شہر کے بیمارون کو اوسکی حاجت ہے کہ اگر وہ آویگا تو یہ تلف ہوجاوینگے ہاں اگر بالفرض وبا والے شہر میں سوا بیمارون کے لوگون کے اور کوئی رہا ہو اور اونکو حاجت خدمت گزارون اور مشکفلوں کی ہو اور اوسوقت کچھہ لوگ اونکی اعانت کو آوین تو کیا عجب ہے کہ اونکا اسطرح آنا مستحب گنا جائے اور منع نہو اسلیئے کہ ضرر کا ہونا تو امر موہوم ہے اور بقیہ مسلمانون سے ضرر کا دفع کرنا یقینی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف مین وبا سے بھاگنے کو ایسا فرمایا ہے جیسے جہاد کی صف سے بھاگنا یعنی اپنے بھاگنے سے دوسرے مسلمانون کی دلشکنی اور اونکے تباہ ہونے مین سعی پائی جاتی ہے۔ یہ باتیں باریک ہین جو انکو لحاظ نہیں کرتا اور ظاہر احادیث و آثار پر نظر کرتا ہے تو اوسکے نزدیک اکثر باتین جو اوسکے گوش زد ہوتی ہین ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہوتی ہین عابدون اور زاہدونکو ایسی صورتون میں بہت دھوکا پڑتا ہے اور غلطی کرجاتے ہیں علم کو خدای تعالی نے اسی سے شرف دیا ہے۔ اس تقریر گذشتہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوا کو نہ کرنے مین بہتری ہے

تو اوسپر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوا نکی ہوتی تاکہ یہ فضیلت بھی آپکو
ملتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ دوا نکرنے کی فضیلت اوسی شخص کے حق مین ہے کہ جو اپنے
بہت سی گناہون کا مرض کو کفارہ کیا چاہتا ہو یا تندرستی کی حالت مین اپنے نفس کی سرکشی سے
خوف رکھتا ہو یا شہوات کے غلبے کا ڈر ہو یا غلبہ غفلت کی جہت سے موت کا یاد رکھنا چاہتا
یا مقامات متوکلین اور بعض شخصون سے قاصر ہوکر صابرین ہی کے ثواب کا خواہان ہو یا جو فوائد
لطیف کہ خدای تعالی نے دواؤن مین رکھے ہین اونکو خوب نسمجھتا ہو حتی کہ دواؤن کو مثل
جھاڑ پھونک ہی جانتا ہو یا اپنی حالت مین ایسا مشغول ہو کہ دوا نکرسکتا ہو اور اگر دوا کرے
تو اوس حالت سے جاتا رہے کیونکہ دونون کے جمع کی تاب بسبب ضعف کے نہین رکھتا غرض کہ
مانع علاج کی یہی باتین ہین اور یہ سب امور نسبت بعض لوگون کے کمال مین داخل ہین مگر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کے لحاظ سے نقصان مین شامل ہین بلکہ آپ کا مقام ان
سب مقامات سے اعلی اور اشرف تھا اسلیے آپکا حال مقتضی اس امر کا تھا کہ آپکا مشاہدہ اسباب کے
وجود و عدم دونون مین ایکسا رہے کیونکہ آپکو بہر حال التفات مسبب الاسباب ہی کیطرف تھا۔ اور
جس شخص کا رتبہ یہ ہو اوسکو اسباب سے کچھ ضرر نہین ہوتا جیسا کہ ہمنے مال کے باب مین بیان
کیا ہے کہ اوسکی رغبت بھی نقصان ہے اور اوس سے نفرت بھی گو کمال ہے مگر پھر بھی بہ نسبت
اوس شخص کے جسکے نزدیک مال کا وجود اور عدم یکسان ہو نقصان ہے یعنی ڈھیلے اور سونے کا
برابر ہونا اس بات سے کامل تر ہے کہ سونے سے نفرت ہو اور ڈھیلے سے نہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا یہی حال تھا کہ ڈھیلا اور سونا آپکے نزدیک برابر تھا اور اوسکو آپ اسلیے نرکھتے تھے
کہ خلق کو مقام زہد کی تعلیم فرمائین کہ غایت انکی قوت کی یہی ہے نہ اس خوف سے کہ اوسکے
رکھنے سے آپکے نفس کو معاذ اللہ کسیطرح کا ڈر تھا اس سے تو آپکا رتبہ کہین بڑھکر تھا
کہ دنیا آپکو فریب دے سکے آپکے اوپر زمین کے خزانے پیش کیے گئے آپنے اونکو قبول نفرمایا
اسی جیسے مشاہدے کی جہت سے آپکے نزدیک اسباب کا استعمال کرنا اور ترک کرنا مساوی
تھا اور استعمال دوا کو جو نچھوڑا تو اس نظر سے کہ خدای تعالی کی عادت اوسیطرح جاری ہے
اور امت کو اونکی حاجت کی چیز کی اجازت دینی منظور تھی باوجودیکہ اسمین کچھ ضرر نہین
بخلاف مال جمع کرنے کے کہ اوسکا ضرر بہت بڑا ہے۔ ہان دوا کرنے کا ضرر ایک صورت
مین ہوسکتا ہے کہ صرف دوا ہی کو نافع سمجھے نہ اوسکے پیدا کرنے والے کو یہ امر البتہ شریعت مین

ممنوع ہے یا اوس صورت مین ہو سکتا ہے دوا کرنے سے حصول صحت اسلیے منظور ہو کہ اوسکو
اعانت معاصی پر لیجاوے یہ بھی ممنوع ہے مگر یہ دونوں صورتیں شاذ و نادر ہین اکثر ایسا ہوتا
صحت کو معصیت کیواسطے نہین چاہتے نہ کوئی دوا کو بذات خود مفید سمجھے بلکہ اسی نظر سے
مفید جانتا ہے کہ خداے تعالی نے اسمین نفع رکھدیا ہے جسطرح کہ پانی اور روٹی کو پیاس بھوک کیلیے
بذات خود نافع نہیں جانتا حاصل یہ کہ حکم دوا کرنے کا وہ ہے جو حکم اوس کام کا ہے جسکیلیے
اکرتا ہے یعنی اگر اسلیے دوا کرتا ہے کہ استعمالات طاعت یا معصیت پر ہو تو ویسا حکم ہوگا اور اگر
اسلیے ہے کہ اشیاء مباح سے لذت حاصل کرے تو ویسا ہوگا۔ اس ساری تقریر سے ظاہر ہوا
کہ بعض احوال میں دوا نکرنا افضل ہے اور بعض میں دوا کرنا بھی افضل ہوتا ہے اور یہ فضیلت باعتبار
حالات اور لوگون اور اونکی نیتوں کے مختلف ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل مین دوا کا کرنا
یا نکرنا کچھہ شرط نہیں صرف یہ شرط ہے کہ وہمی باتوں کو چھوڑ دے ورنہ ایسی تدبیروں مین پڑ جاے
جو متوکلین کے شان نہین ریبا مہین تتمہ مرض کے ظاہر کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے بیان مین
جاننا چاہیے کہ مرض اور افلاس اور تمام مصائب کو پوشیدہ رکھنا نیکی کے خزانون مین سے ہے
اور بڑا رتبہ عالی ہے اسلیے کہ خداے تعالی کے حکم پر راضی ہونا اور اوسکی بلا پر صبر کرنا اور
وہی معاملہ ہے جو بندے مین اور خداے تعالی مین ہے تو اوسکو چھپانے مین آفتون سے
زیادہ تر بچاو کی صورت ہے مگر تاہم اوسکے ظاہر کرنے مین بشرطیکہ نیت درست ہو کچھہ
مضایقہ نہیں اور ایسی غرض جسکے لیے ظاہر کرنا مرض وغیرہ کا درست ہو تین ہیں اول یہ کہ
مقصود اوسکے اظہار سے طلب علاج ہو یعنے طبیب سے اپنا حال بیان کرے نہ شکایت کے
طور پر بلکہ حکایت کے طور پر کہ جو کچھہ قدرت اللہ تعالی کی اوسپر ظاہر ہوئی ہو اوسکو نقل کردے
چنانچہ حضرت بشر رح عبدالرحمن طبیب کے سامنے اپنے درد کا بیان کیا کرتے اور حضرت امام احمد
بن حنبل رح جو مرض ہوتا اوسکو کہدیا کرتے اور فرماتے کہ جو کچھہ اللہ تعالی کی قدرت نے مجھہ مین
اثر کیا مین صرف اوسکو کہتا ہون دوسرے یہ کہ مریض مقتدا لوگون مین سے ہو اور معرفت
مین مستقل ہو وہ اپنے مرض کو سواے طبیب کے اورون سے اس غرض سے کہے کہ لوگ مرض مین
اچھی طرح صبر کرنا سیکھین بلکہ اچھی طرح شکر کرنا تعلیم پاوین یعنی ایسی طرح مرض کو بیان کرے
کہ اوس سے معلوم ہو کہ انکے نزدیک مرض ایک نعمت ہے اور جسطرح نعمت کا ذکر
کرتے ہین اسیطرح مرض کا بھی ذکر کرے کہ لوگ اوسپر شکر کیا کرین۔ حضرت حسن بصری رح

فرماتے ہین کہ جب مریض اللہ تعالی کی حمد اور شکر کے بعد اپنا درد بیان کرتا ہے تو یہ بیان داخل
شکایت نہین رہتا۔ تیسرے یہ کہ اظہار مرض سے غرض اپنی عاجزی اور خدای تعالی کیطرف
احتیاج ظاہر کرنی ہو اور یہ صورت ایسے شخص سے اچھی معلوم ہوتی ہے جو قوت و شجاعت کے
شایان ہو اور عاجزی کرنی اوس سے بعید معلوم ہوتی ہو جیسے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالت
مرض مین لوگون نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ برا ہون لوگ ایک دوسرے کو
تاکنے لگے یعنی اس جواب کو اچھا نہ جانا بلکہ شکایت سمجھی آپ نے فرمایا کہ کیا مین خدای تعالی پر
بہادری کرون غرضکہ آپ نے اپنا عجز اور احتیاج خدای تعالی کیطرف ظاہر کرنی اچھی سمجھی باوجودیکہ
آپ کی قوت و شجاعت معروف و مشہور تھی اور آپ اوسی طریق چلے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
سلم نے آپ کو تعلیم فرمایا تھا کہ جب آپ بیمار ہوے تھے تو دعا مانگتے کہ الٰہی مجکو بلا پر صبر عنایت فرما
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلا کا سوال تو تم نے خود کیا اللہ تعالی سے تندرستی کی
دعا مانگو۔ حاصل یہ کہ ان تین نیتون سے مرض کے ذکر کرنے کی اجازت ہے اور اظہار مین
انکی شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ذکر مرض شکایت ہے اور خدای تعالی کی شکایت کرنی حرام ہے
جیسے کہ افلاس کے باعث سوال کی حرمت مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ شکایت کے متضمن ہونے
کی جہت سے بدون ضرورت حلال نہین ہوتا اور ذکر مرض قرینہ خفگی اور خدای تعالی کے
فعل کو اچھا نہ جاننے کی وجہ سے شکایت ہو جاتا ہے پس اگر قرینہ خفگی بھی نہو اور وہ تینون
نیتین مذکورۂ بالا ہون تو اظہار مرض کو حرام تو نہین کہہ سکتے البتہ یہ کہینگے کہ اسکا اظہار نکرنا
بہتر تھا کیونکہ اسمین بعض اوقات تو وہم شکایت کا ہوتا ہے اور بعض اوقات بناوٹ کو دخل
ہوتا ہے کہ جسقدر بیماری موجود ہو اوس سے زیادہ بیان ہو جاتی ہے یا جسقدر توکل و انکر ذہین
لیا ہے اوس سے زیادہ کہدیا جاتا ہے ایسی صورت مین اوسکے لیے اظہار کی کوئی وجہ نہین معلوم
ہوتی اظہار کی نسبت کر اگر دوا کرے اور آرام پاوے تو اچھا ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین
جس شخص نے مرض کو کہدیا اوسنے صبر نہین کیا اور قرآن مجید مین جو صبر جمیل وارد ہے
وسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ اوس سے مراد وہی صبر ہے جسمین شکایت نہو۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام
سے کسی نے پوچھا کہ آپکی آنکھین کس چیز نے کھوئین آپ نے فرمایا کہ مرور زمان اور کثرت اندوہ نے
اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تم میری شکایت کے لیے میرے بندون کے سامنے تیار ہوگئے
آپ نے عرض کیا کہ الٰہی مین نے توبہ کی اب ایسا نہوگا۔ اور حضرت طاؤس اور مجاہد رحمۃ اللہ

کرتے ہیں کہ بیمار پر اوسکا آہ آہ کرنا لکھا جاتا ہے اور اکابر سلف بیمار کی آہ کو برا جانتے تھے اس سبب سے کہ آہ کرنا بھی ایسی بات کا اظہار ہے جو مقتضی شکایت ہے یہان تک روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے شیطان کا بہرہ اور کچھ نہین ہوا بجز اسکے کہ آپ نے اپنے مرض میں آہ کی تھی اوس ملعون نے آپ کی اسی آہ کو اپنا بہرہ کر لیا۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ جب بندہ مرض مین مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالی دونون فرشتون کو وحی فرماتا ہے کہ دیکھو اپنے عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے پس اگر بیمار پوچھنے والوں سے خدا کا شکر اور وصف بیان کرتا ہے تو فرشتے اوسکے لیے دعاء خیر کرتے ہین اور اگر وہ شکایت کرتا ہے اور برائی بیان کرتا ہے تو دونون فرشتے کہتے ہیں کہ تو ایسا ہی رہیگا۔ اور بعضے سادات شکایت کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کہین کلام زیادہ ہو جائے اپنی عیادت بری جانتے تھے حتی کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتے کوئی اونکے پاس نجاتا جب اچھے ہوتے تو جیسے ہی لوگوں مین نکلتے یہی حال فضیل بن عیاض اور وہیب بن الورد اور بشر بن الحارث کا تھا اور حضرت فضیل فرمایا کرتے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ بیمار ہون مگر عیادت کرنیوالے نہون مین بیماری سے انھیں لوگونکے باعث گھبراتا ہون

چھٹا باب محبت اور شوق اور انس و رضا کے بیان مین

رباعی

چاہے جو سلوک راہ دین اے دلبر | اول ہی سے اپنا رہنما شوق کو کر
پھر داغ محبت سے بنا دیدۂ دل | تا انس و رضا کا آئے میدان نظر

جاننا چاہیے کہ محبت الٰہی سب مقامات مین سے انتہا درجہ کی نہایت اور سب مین بلند رتبہ رکھتی ہے اسلیے کہ بعد ادراک محبت کے کوئی سا مقام کیون نہو خواہ شوق ہو یا انس یا رضا وغیرہ سب اسکے توابع اور ثمرات ہین اور محبت سے پہلے جتنے مقامات مثل توبہ اور صبر اور زہد اور دوسرے مقامات کے ہیں وہ سب محبت کے مقدمات ہین۔ اور دوسرے مقامات اگرچہ اونکا ہونا بہت نادر ہے پھر بھی سب دلون مین اونکا امکان ہوتا ہے اور اوسکے امکان کے ایمان سے کوئی دل خالی نہین ہوتا مگر محبت الٰہی پر ایمان ہی لانا مشکل ہے کہ یہان تک کہ بعض علمانے اسکے امکان ہی سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محبت الٰہی کے یہی معنی ہیں کہ اوسکی طاعت پر مواظبت کیجاوے اور محبت حقیقی خدای تعالی کے ساتھ محال ہے کیونکہ وہ اپنی جنس اور مثل کے ساتھ ہوتی ہے اور ان لوگون نے جب محبت کا انکار کیا تو انس اور شوق

اور لذت مناجات اور تمام لوازم محبت کو انکا کر بیٹھے اسلیے اس باب مین ہمکو ضرور ہوا کہ
جو امور محبت سے متعلق ہین مع دلائل شرعی کے جو محبت مین وارد ہین بیان کرین اور یہ باب
مشتمل ہے دو فصلون اور ایک خاتمے پر

فصل اول محبت کے ذکر مین اور اسمین بھی بارہ بیان ہین

اول بیان دلائل شرعی کا اس باب مین کہ بندے کو محبت خداے تعالی سے ہوتی ہے
یعنی اس محبت کا وجود ہے۔ جاننا چاہیے کہ جمیع امت کا اتفاق اس پر ہے کہ بندہ پر خداے تعالی
اور اوسکے رسول سے محبت فرض ہے پس اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر محبت کا وجود ہی نہو تو فرض
کیسے کیجاویگی اور محبت کی تفسیر جو بعضے لوگ طاعت سے کرتے ہین وہ کیسے ہوسکتی ہے
اسلیے کہ طاعت تو تابع محبت اور اوسکا ثمرہ ہے پہلے محبت کا وجود ہولے تو پھر محبوب کی
اطاعت ہو۔ اور محبت کے وجود پر یہ دلیل ہے کہ خداے تعالی ارشاد فرماتا ہے یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ
اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ان دونون آیتون سے
معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا وجود بھی ہے اور اوسمین تفاوت بھی ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بہت ہی احادیث مین محبت آلہی کو شرط ایمان فرمایا ہے چنانچہ ابو رزین عقیلی رح
نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اوسکے رسول کا تیرے نزدیک
سب اونکے ماسوا سے محبوب تر ہونا ایمان ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین ہو کہ لَا يُؤْمِنُ
اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا اور دوسری
حدیث مین ہے کہ لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ
اور ایک روایت مین وَمِنْ نَفْسِهٖ بھی ہے اور کیون نہو کہ خداے تعالی فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ
آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَمَسَاكِنُ
تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ
اور اسکو تہدید اور انکار ہی کی جگہ مین ارشاد فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی محبت کے لیے حکم فرمایا ہے چنانچہ فرمایا اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوْكُمْ بِهٖ مِنْ نِعَمِهٖ
وَاَحِبُّوْنِيْ لِحُبِّ اللّٰهِ اِيَّايَ اور ایک روایت مین ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا
کہ یا رسول اللہ مین آپ سے محبت رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ مفلسی کے لیے تیار ہو رہ اوسنے
عرض کیا کہ مین اللہ سے محبت رکھتا ہون آپنے فرمایا کہ تو بلا کے لیے تیار ہو جا۔ اور حضرت

عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیر رض کو آتے ہوئے دیکھا
کہ ایک مینڈھے کی کھال کمر سے لپیٹے چلے آتے ہیں آپ نے لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو
دیکھو کہ اللہ تعالی نے اسکا دل روشن کر دیا ہے مین نے اوسکو اوسکے ماں باپ کے سامنے
دیکھا تھا کہ اوسکو عمدہ کھانا اور اچھا پانی دیا کرتے تھے اب اللہ اور رسول کی محبت نے اسکا
یہ درجہ کیا جو دیکھتے ہو اور حدیث مشہور میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ملک الموت
علیہ السلام سے اوس وقت ارشاد فرمایا جب وہ آپکی روح کے قبض کے لیے تشریف لائے کہ بھلا
تمنے کوئی ایسا خلیل دیکھا ہے جو اپنے خلیل کو مارے اللہ تعالی نے آپ پر وحی بھیجی کہ بھلا تمنے
کوئی ایسا محبت والا دیکھا ہے کہ اپنے حبیب کی ملاقات کو برا جانے پس آپ نے ملک الموت
علیہ السلام سے فرمایا کہ لے اب قبض کر- اور یہ بات ایسی بندے پر کھلتی ہے جو اللہ تعالی سے
تمام دل محبت رکھتا ہے وہ جب جانتا ہے کہ موت سبب ملاقات کا ہے تو اوسکا دل موت کیطرف
راغب ہوتا ہے اور خدای تعالی کے سوا کوئی محبوب نہیں ہوتا کہ اوسکی طرف التفات کرے-
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ ارشاد فرماتے اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ
مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ
اور ایک اعرابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیامت کب
ہوگی آپ نے فرمایا کہ تونے اوسکا کیا سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مینے بہت سی
نمازیں اور بہت روزے تو ذخیرہ نہیں کیے مگر مجکو اللہ تعالی اور اوسکے رسول سے محبت ہے
آپ نے فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ رہتا ہے حضرت انس
فرماتے ہین کہ مینے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا جیسا
اس بات کو سنکر خوش ہوئے- اور حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ جو شخص خالص محبت
الہی سے مزہ چکھتا ہے وہ ذائقہ طلب دنیا سے اوسکو روکدیتا ہے اور تمام آدمیوں سے اوسکو
وحشت دلاتا ہے- اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو شخص خدای تعالی کو پہچانتا ہے اوسکو
محبوب جانتا ہے اور جو دنیا کو پہچانتا ہے اوسمین زہد کرتا ہے اور ایماندار آدمی لہو مین نہین
پڑتا کہ غافل ہو جاوے وہ تو جب فکر کرتا ہے تو غم اندوہ کرتا ہے- اور حضرت ابوسلیمان دارانی رح
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کی مخلوق مین کچھ ایسے لوگ بھی ہین کہ جنت اور اوسکے درمیان کی
نعمتیں انکو خدای تعالی سے نہین روکتی دنیا کے باعث تو کیسے خدای تعالی سے باز رہینگے

اور حضرت عیسی علیہ السلام تین شخصون پر گذرے جنکے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے آپ نے
پوچھا کہ تمھارا یہ حال کیون ہوا ہے اونھون نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی خوف والون کو ضرور امن رکھیگا پھر وہان سے بڑھکر آپ اور
تین شخصون پر گذرے وہ پہلون سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ کے متغیر تھے آپنے اونسے پوچھا
کہ تمھارا یہ حال کسوجہ سے ہوا اونھون نے عرض کیا کہ جنت کے شوق کے باعث سے آپ نے
فرمایا کہ ضرور ہے کہ خدای تعالی تمکو وہ چیز عنایت کرے جسکے تم متوقع ہو پھر آپ بڑھے
اور تین شخص دیکھے جو پہلے دونون فرقون سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ بدلے تھے نور کا یہ
عالم تھا کہ گویا چہرون پر آئینے جڑے تھے آپنے اونسے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو رہے ہو
اونھون نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہین آپ نے فرمایا کہ مقرب تمھین ہو
مقرب تمھین ہو۔ اور عبدالواحد بن زید رح فرماتے ہین کہ مین ایک شخص پر گذرا جو برف مین
سوتا تھا مین نے پوچھا کہ تمکو سردی نہین معلوم ہوتی اوسنے کہا کہ جو شخص محبت الہی مین گرم
رہتا ہے اوسکو سردی نہین معلوم ہوتی۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ قیامت کے روز جنکو
محبت الہی غالب ہوگی اونکو انبیا کے نام سے پکارینگے مثلاً ارشاد ہوگا کہ ای امت موسی اور
ای امت عیسی اور ای امت محمد مگر تمھین اسطرح پکارے جاوینگے کہ ای اولیاء اللہ خدای پاک
کیطرف چلو اونکے دل خوشی کے مارے نکلے پڑتے ہونگے۔ اور ہرم بن حیان رح فرماتے ہین
کہ ایماندار جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور جب محبت کرتا ہے تو
اوسی کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اس توجہ کا مزا پاتا ہے تو دنیا کیطرف خواہش کی نظر سے
نہین دیکھتا اور آخرت کی طرف کاہلی کی نظر سے دیکھتے اپنے جسم سے تو دنیا مین رہتا ہے اور
روح سے آخرت مین۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ خدای تعالی کا عفو تمام گناہون کو
لے لیتا ہے پس اوسکی رضا کا کیا حال ہوگا اور اوسکی رضا مین سب امیدین سما جاتی ہین تو
اوسکی محبت کیسے ہوگی اور اوسکی محبت عقلون کو بیہوش کر دیتی ہے اوسکی مودت کا کیا
ٹھکانا ہے اور اوسکی مودت غیر اللہ کو بھلا دیتی ہے تو اسکا لطف کیسا کچھ ہوگا اور بعض
کتب آسمانی مین ہے کہ ای میرے بندے قسم ہے مجھکو تیرے حق کی مین تجھسے محبت رکھتا ہون
تجکو بھی میرے حق کی قسم ہے کہ میرا محب ہوجا۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ ایک رائی
کی برابر محبت میرے نزدیک ستر برس کی عبادت سے اچھی ہے بے محبت کے اور یحیی

اور بعضین کا قول ہے کہ الٰہی میں تیرے صحن میں کھڑا ہون اور تیری ثنا میں مشغول ہون تو نے
مجھکو بچپن ہی سے اپنی طرف لے لیا اور لباس اپنی معرفت کا دربر کیا اپنے لطف سے پھر دیا
احوال و اعمال و پردہ پوشی اور توبہ اور زہد اور شوق اور رضا اور محبت میں مجھکو بدلتا رہا اپنے
حوضون سے مجھکو پلایا اور اپنے باغون میں پھرایا میں تیرے امر کا ملازم اور تیرے قول میں
مشغول رہا جب میری مونچھیں نکلین اور قدرت ہوگئی تو آج بڑا ہوکر میں تجھسے کیسے
پھر جاؤن میں تو لڑکپن ہی سے ان امور کا تجھسے عادی ہو رہا ہون میں تو جب تک رہونگا
تیرے ہی گرد گھومتا رہونگا اور انکسار کے ساتھ تیرے ہی سامنے گڑگڑاونگا کیونکہ میں تجھسے
محبت رکھتا ہون اور ہر ایک محب اپنے حبیب ہی سے مشغوف رہتا ہے اور اوسکی غیر سے
مصروف رہتا ہے - غرضکہ اللہ تعالی کی محبت کے باب میں اخبار و آثار اتنے ہین کہ تمام نہین
ہو سکتے اور یہ ایک امر ظاہر ہے خفا اگر ہے تو محبت کے معنون کی تحقیق میں ہے اسلیے ہم اوسکی طرف توجہ کرتے ہین

دوسرا بیان محبت کی حقیقت اور اوسکے اسباب کے بیان میں اور اس امر کی تحقیق میں
کہ بندے کی محبت خدای تعالی کے ساتھ ہونے کے کیا معنی ہین - واضح ہو کہ اس بیان کا
مطلب جب تک کھلیگا جب تک کہ محبت کی حقیقت فی نفسہا نہ بیان کیجائے پھر اوسکی
شرطوں اور اسباب کی معرفت بیان ہو پھر اسکے بعد اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالی
کے باب میں اس محبت کے ہونے کے کیا معنی ہین پس سب سے اول تو یہ بات اہم اور قابل
سمجھنے کے ہے کہ بدون معرفت و ادراک کے محبت نہین ہو سکتی اسواسطے کہ انسان اوسی
چیز سے محبت کرتا ہے جسکو پہچانتا ہے اور یہین لحاظ جمادات کو اس صفت سے موصوف نہین
کر سکتے بلکہ یہ خاصیت زندہ اور ادراک رکھنے والے کی ہے پھر مدرکات جو دیکھتے ہین تو
وہ یا تو ادراک والے کی طبیعت کے موافق اور مناسب اور لذت دہ ہوتی ہیں یا اوسکی
طبیعت کے مخالف اور ایذا رسان ہوتی ہین یا اونمین اثر لذت رسانی اور ایذا دہی کا
کچھ بھی نہین ہوتا ان تینوں قسمون میں سے ایسے مدرکات جسکے ادراک سے مدرک کو لذت
اور راحت ہو وہ اوسکے نزدیک محبوب ہوا کرتی ہین اور جنکے ادراک سے رنج ہو وہ اوسکے
نزدیک برے ہوتے ہین اور جنمین ادراک کے بعد نہ رنج ہو نہ راحت اوسکو نہ مدرک کے نزدیک
محبوب کہہ سکتے ہین نہ مبغوض غرض ہر ایک لذیذ چیز لذت پانے والے کے نزدیک محبوب
ہوتی ہے اور اوسکے محبوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طبیعت میں اوسکی طرف کو میل ہے

اور مبغوض کے یہ معنی ہین کہ طبیعت کو اوس سے نفرت ہے پس محبت اسیکا نام ہے کہ طبیعت کا میل ایسی شی کیطرف ہو جس سے لذت ملتی ہو اگر یہ میل طبیعت پختہ اور قوی ہو جاتا تو اوسکو عشق کہنے لگتے ہین اسیطرح بغض طبیعت کی نفرت کو رنج و مصیبت رسان سے کہتے ہین اور جب یہ نفرت قوی ہو جاتی ہے تو اوسکو مقت کہتے ہین ۔ یہ ہین معنی محبت کی حقیقت کے کہ جسکا جاننا ضرور ہے ۔ امر دوم اہم یہ ہے کہ از انجا کہ محبت تابع ادراک اور معرفت کے ہے تو بحسب انقسام مدرکات اور حواس کے اوسکی بھی تقسیم ہو گی اسلیے کہ ہر حس کیواسطے مدرکات مین سے ایک خاص چیز کا ادراک ہوتا ہے اور ہر ایک کو بعض مدرکات سے لذت ہوتی ہے اور اوسی لذت کے باعث طبیعت کو اوس چیز کیطرف میل ہوتا ہے تو طبع سلیم کے نزدیک وہ شی محبوب ہوتی ہے مثلاً آنکھ کی لذت دیکھنے کی چیزون مین ہے کہ اچھی چیزین اور ملیح صورتین دیکھے اور کان کی لذت نغمات دلآویز اور صوات فرحت انگیز مین ہے اور ناک کی لذت عمدہ خوشبوئین اور ذائقے کی لذت غذاؤن مین اور لمس کی لذت نرمی اور نازکی مین اور چونکہ یہ مدرکات حواس کو لذت دیتے ہین تو اسلیے محبوب ہین یعنی طبع سلیم کو انکی طرف رغبت ہے یہان تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اس حدیث مین آپ نے خوشبو کو محبوب فرمایا اور ظاہر ہے کہ اوس سے آنکھ اور کان کو کچھ بہرہ نہین بلکہ صرف سونگھنے کی حس کو ہے اور عورتون کو محبوب فرمایا حالانکہ اونسے بہرہ سونگھنے وغیرہ کو نہین بینائی اور لمس کو ہے اور نماز کو خنکی چشم ارشاد فرمایا اور اسکو سب سے زیادہ محبوب ٹھہرایا اور ظاہر ہے کہ نماز سے حواس خمسہ کو کچھ بہرہ نہین بلکہ ایک چھٹی حس کو جو دل کے ماتحت ہے اوسکا ادراک اوسیکو ہے جسکے دل ہو ۔ اور حواس خمسہ کی لذات ہین تو انسان کے شریک بہائم بھی ہین پس اگر محبت کو مدرکات حواس خمسہ پر منحصر کرکے کہین کہ خداوند کریم حواس سے مدرک نہین ہوتا اور خیال مین صورت نہین پکڑتا اسلیے اوسکی محبت بھی نہین ہو سکتی تو اس صورت مین انسان کی خاصیت بیکار ٹھہرے گی اور وہ چھٹی حس جس سے کہ انسان حیوانات سے ممتاز ہے اور جسکو عقل یا نور یا قلب یا کوئی اور اسطرح کا لفظ کہہ سکتے ہین لغو ہو جاویگی اور یہ امر بعید ہے اسلیے کہ بصیرت باطنی ظاہر کی بینائی کی نسبت قوی تر ہے اور قلب کو بہ نسبت آنکھ کے زیادہ تر ادراک ہے اور وہ معانی جو عقل سے مدرک ہوتے ہین اونکا جمال

نسبت ظاہری صورتوں کے خوبی کو حقیقت میں زیادہ ہے پس صورت احسن و بہتر یہ الہیہ کو
قلب ادراک کرتا ہے اور وہ حواس سے نہیں معلوم ہو سکتے انکے ادراک سے قلب کو جو لذت
ہوتی ہے وہ کامل اور اکمل ہو اسلیے طبع سلیم کا میل انکی طرف قوی تر ہوگا اور محبت
اسکا یہی ہے کہ طبیعت کو ایسی چیز کیطرف رغبت ہو جسکے ادراک میں لذت ہو جیسا کہ عنقریب
اسکی تفصیل مذکور ہوگی اس صورت میں محبت الٰہی کا انکار وہی کریگا جو خصائل بہائم میں ہو اور
ادراک حواس سے مطلق آگے قدم نہ رکھے تیسرا امر اہم یہ ہے کہ یہی بات ہے کہ انسان اپنے
نفس کو محبوب جانتا ہے اور اسمیں بھی شبہ نہیں کہ انسان کبھی غیر کو بھی اپنے نفس کیواسطے
محبوب جانتا ہے اور یہ امر کہ غیر سے محبت صرف اسکی ذات کے لیے ہو یہ ایسے نفس کی خاطر
یہ ضعفا میں مشکل ہو گیا ہے انکے نزدیک ممکن ہی نہیں کہ انسان دوسرے سے صرف اسکی
ذات کیلئے محبت کرے اور اپنے آپ کو اس سے کچھ بہرہ نہ ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی محبت
ممکن ہے اور موجود بھی ہے اسلیے ہم محبت کے اسباب و اقسام کو بیان کرتے ہیں اور اسکی تفصیل
یہ ہے کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک سب سے اول محبوب اسکا نفس اور ذات ہے اور اپنے نفس کا
محبوب ہونے کی یہ غرض ہے کہ اسکی طبیعت میں رغبت اپنے وجود کی دوام اور بقا کی ہے اور عدم
اور ہلاک کی نفرت اسلیے کہ محبوب بالطبع وہی چیز ہوا کرتی ہے جو محبت والے کے مناسب ہو
اور اپنی نفس کے دوام بقا سے کونسی چیز زیادہ موافق ہوگی اور ایسے ہی عدم اور ہلاک سے بڑھکر کیا
چیز مخالف ہوگی اسلیے انسان دوام وجود سے محبت رکھتا ہے اور قتل اور موت سے نفرت
نہ اسلیے کہ اوسکو موت کے بعد کا خوف عذاب وغیرہ ہوتا ہے یا موت کے وقت کی جانکنی
سے ڈرتا ہے بلکہ اگر بالفرض ایسی طرح بے مرے کہ کچھ شدت جانکنی کی ہو اور نہ ثواب و
عذاب کا تردد ہو تب بھی مرنے پر راضی نہ ہوگا موت کو برا ہی جانے گا ہاں اگر زندگی میں
شدت سے رنج کا تحمل ہوگا تو وقت موت اور نیستی کو محبوب جانیگا اسلیے کہ جب کسی بلا میں
پھنستا ہے تو یہ امر محبوب ہوتا ہے کہ بلا جاتی رہے اس صورت میں اگر نیستی کو محبوب جاننے کا
توہم اسلیے کہ نیستی ہی بلکہ اسلیے کہ نیستی ہونے سے وہ بلا باقی نہ رہیگی حاصل یہ کہ ہلاک اور نیستی
سے نفرت ہوا کرتی ہے اور دوام وجود سے محبت اور جسطرح کہ دوام وجود محبوب ہے اسیطرح
کمال وجود بھی محبوب ہے اسلیے کہ ناقص میں کمال نہیں اور نقصان بھی بہ نسبت کمال کے
نیستی ہے اور نیستی صفات کی اور کمال وجود کی نفرت کی چیز ہے اور جسطرح کہ صفات کمال کی

ہونے سے نفرت ہوتی ہے اسیطرح اونکے ہونے سے محبت ہوتی ہے جیسے اصل وجود کا دوام
محبوب ہوتا ہے اور یہ امر خدا تعالی کیطرف سے سرشتی ہے غرضکہ محبوب اول انسان کے لیے
اوسکی ذات ہے پھر سلامت اعضا پھر مال اور اولاد اور کنبا اور دوست اعضا کی سلامتی اسلیے
محبوب اور مطلوب ہے کہ کمال وجود اور اوسکا دوام اوسپر موقوف ہے اور مال بھی اسلیے محبوب ہے
کہ وہ بھی سامان دوام اور کمال وجود کا ہے اسیطرح سب اسباب کو جاننا چاہیے یعنی انسان جو
ان چیزون سے محبت رکھتا ہے تو خود اونکی ذات سے نہین بلکہ اسوجہ سے کہ اونکے باعث دوام
اور کمال اپنے وجود کا ہے یہان تک کہ اپنے لڑکے کو محبوب سمجھتا ہے گو اوس سے کچھ ایسا فائدہ نہین
اور طرح طرح کی مشقتین اوٹھانی پڑتی ہین مگر اسلیے کہ بعد اپنے عدم کے وجود مین نائب وہی ہوتا ہے
تو نسل کے باقی رہنے مین بھی گویا اپنی ایک طرح کی بقا ہے اور چونکہ اپنی بقا کی طمع ہمیشہ کے لیے
بن نہین پڑتی اور بقا کی محبت شدت سے ہوتی ہے تو اپنی بقا کے عوض ایسے شخص کی بقا
چاہتا ہے جو اپنی قائم مقام ہو اور وہ لڑکا ہے گویا کہ وہ بھی اسیکا ایک ٹکڑا ہے ہان اگر آدمی کو
کہا جائے کہ یا اپنا قتل اختیار کر یا اپنے پسر کا اور اوسکی طبیعت اوسوقت اعتدال پر ہو تو
وہ اپنا ہی باقی رہنا چاہیگا اسلیے کہ ہر چند لڑکے کا باقی رہنا بھی من وجہ اپنا باقی رہنا ہے
مگر تاہم بعینہ اپنا باقی رہنا نہین اسیطرح محبت اقارب اور خاندان کی بھی اپنے نفس کے کمال کی
محبت کے سبب ہوتی ہے کیونکہ آدمی اقارب کے باعث اپنے نفس کو بہت اور قوی سمجھتا ہے
اور اونکے کمال سے اپنا فخر جانتا ہے اسلیے کہ مال و عیال اور اسباب خارجی انسان کے حق مین
مثل بازو کے ہین جنسے تکمیل انسان ہوتی ہے اور وجود کا کمال اور دوام بلاشبہ طبعاً محبوب
ہوا کرتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک زندہ کے نزدیک اوسکی ذات اور ذات کا
کمال اور اوسکا دوام محبوب ہے اور اسکا عکس مکروہ ہے یہ تو اول سبب محبت کا ہوا دوسرا سبب
محبت کا احسان ہے کہ انسان بندہ احسان مشہور ہے اور دلون کی سرشت یہی ہے کہ احسان
کرنے والون سے محبت کرتے ہین اور برائی کرنے والون سے بغض رکھتے ہین اور یہ جو
حدیث شریف مین وارد ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عَلَيَّ يَدًا فَيُحِبَّهُ قَلْبِي
اسمین اشارہ ہے کہ محسن کے لیے محبت قلبی اضطراری ہوتی ہے جسکو ٹال نہین سکتے اور
یہ امر سرشتی اور فطری ہے کہ اوسکی تبدیل کی کوئی سبیل نہین اور اسی سبب سے آدمی کبھی ایسے
انسان سے محبت کرتا ہے جو کچھ اوس سے رشتہ اور علاقہ نہ رکھتا ہو محض اجنبی ہو اور اس

سبب دوم کو اگر ذرا تامل سے غور کرو تو اسکا مآل بھی اول ہی سبب کیطرف ہے اسلیے کہ محسن اوسکو
کہتے ہین جو مال اور دیگر اسباب سے اپنی مدد کرے پس ضرور ہی کہ اوسکے احسان کے باعث وجود کا
دوام یا کمال حاصل ہو یا لذتین ہی ملین جنسے کہ وجود تیار ہوتا ہے ہان یہ فرق ہے کہ اعضا کی
محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونسے کمال وجود کا ہے تو خود اعضا ہی بعینہا کمال مطلوب ہین اور فعل محسن
مگر محسن عین کمال مطلوب کا نہین ہوتا بلکہ کبھی سبب کمال ہوا کرتا ہے جیسے طبیب کہ کبھی سبب اعضا کی
صحت کے دوام کا ہوتا ہے پس صحت کی محبت اور طبیب کی محبت مین فرق ہی اسلیے
کہ صحت تو خود مطلوب بالذات ہے اور طبیب اپنی ذات کے باعث محبوب نہین بلکہ اس سبب سے
محبوب ہے کہ وہ صحت کا سبب ہے اسیطرح علم اور استاد دونون محبوب چیزین ہین مگر علم محبوب
بالذات ہے اور استاد اس جہت سے محبوب ہے کہ وہ سبب علم محبوب کا ہے اسیطرح کھانا پینا
محبوب ہے اور روپیہ پیسا بھی محبوب لیکن غذا بالذات محبوب ہے اور نقد اوسکا وسیلہ ہونیکی باعث
محبوب ہے پس فرق دونون محبتون مین اگر ہے تو رتبے کا ہے کہ ایک اول ہے ایک اوسکے بعد
ورنہ اپنے نفس کی محبت دونون مین پائی جاتی ہے یعنی جو شخص محسن سے اوسکے احسان کے
باعث محبت رکھتا ہے تو وہ اوسکی ذات کا محب نہین بلکہ اوسکے احسان کو دوست رکھتا ہے
اور احسان ایک فعل محسن کے افعال مین سے ہے کہ اگر محسن وہ فعل بجا نہ لاوے تو محبت جاتی
گو خود اوسکی ذات باقی رہے اور اگر فعل احسان کسیقدر کم ہوجاوے تو اوسیقدر محبت کم ہوجاوے
اور اگر زیادہ ہو تو محبت بھی زیادہ ہو اس محبت کی کمی بیشی احسان کی کمی بیشی پر منحصر ہے
تیسرا سبب محبت کا یہ ہے کہ کسی چیز کو خود اوسکی ذات کے باعث محبوب جانے نہ اسلیے کہ اوس سے
اپنے آپ کو کچھ فائدہ ہوتا ہو بلکہ خود اوسکی ذات ہی عین فائدہ ہو اس محبت کو حقیقی کہتے ہین
ایسی محبت کے ہمیشہ رہنے کا اعتماد ہوتا ہے مثلاً محبت حسن وجمال کی کہ ہر ایک جمال جمال کے
ماہرکون کے نزدیک محبوب ہوتا ہے اور یہ محبت صرف جمال ہی کے باعث ہے اسلیے
کہ اسمین جمال کا ادراک ہی عین لذت ہے اور لذت خود بالذات محبوب ہوتی ہی کسی اور کی
جہت سے نہین اور یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ محبت اچھی صورتوں کی بدون قضاء شہوت
اور تمنا کے ممکن نہین اسلیے کہ پورا کرنا خواہش اور تمنا کا دوسری لذت ہے اسکے لیے بھی بعض
اوقات صورتون کو محبوب سمجھا کرتے ہین اور خود جمال بھی لذیذ ہے اسلیے ہوسکتا ہے کہ خود
محبوب بالذات ہو مثلاً سبزہ اور آب روان محبوب ہے نہ اس جہت سے کہ اونسے کھانے یا پینے کا

فائدہ ہوا کوئی اور خط سوا دیکھنے کے جاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزہ اور آب رواں
اچھا معلوم ہوا کرتا تھا اور طبائع سلیمہ سب کے سب نظر کرنا غنچوں اور پھولوں اور خوبصورت
جانوروں اور عمدہ گل بوٹوں اور اچھے نقشوں کیطرف باعث لذت جانتے ہین یہانتک
کہ آدمی اونسے اپنا غم غلط کرتے ہین اور انکے دیکھنے سے دل بہلاتے ہین پس یہ چیزین
لذت رسان ہین اور ہر ایک لذیذ چیز محبوب ہوتی ہے اور کوئی حسن و جمال ایسا نہین کہ اوسکی
ادراک مین لذت نہوا ورنہ کسیکو جمال کے محبوب ہونے مین کسیطرح کا انکار ہے اب اگر یہ ثابت
ہوجاوے کہ خدای تعالی صاحب جمال ہے تو ظاہر ہے کہ جس شخص پر اوسکا جمال و جلال کھلجاوے
اوسکے نزدیک بیشک وہ محبوب ہوگا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَ
یُحِبُّ الْجَمَالَ چوتھا سبب محبت کا خود حسن و جمال ہے یہان معنی حسن و جمال کا بیان ضروری ہے
واضح ہو کہ جو لوگ خیالات اور محسوسات کے محبس مین قید ہین وہ اکثر یہی جانتے ہین کہ حسن و
جمال اسیکا نام ہے کہ پیدایش متناسب اور شکل درست رنگ عمدہ سفید و سرخ قد کشیدہ وغیرہ ہون
جنسے کہ وصف سراپای انسان کیا کرتے ہین اسوجہ سے کہ حسن غالب خلق پر یہی ہے جو آنکھون کے
نظر آوے اونکا التفات اکثر شخصون کی صورتون پر ہوتا ہے اسلیے گمان کرتے ہین کہ جو چیز
نہ نظر آوے نہ شکل رکھے نہ خیال مین سمجھے نہ رنگ ڈھنگ ہوا وسکا حسن ممکن نہین اور جب حسن
ممکن نہوا تو اوسکے ادراک مین لذت بھی نہوگی اسلیے محبوب بھی نہوگی اور یہ اونکی بڑی غلطی ہے
اسلیے کہ حسن منحصر آنکھہ کی محسوسات اور تناسب پیدایش اور سفیدی و سرخی رنگ پر نہین مثلاً
ہم کہتے ہین کہ یہ نوشت حسین ہے اور یہ آواز اچھی ہے اور یہ گھوڑا حسین ہے بلکہ یہ بھی کہتے ہین
کہ یہ کپڑا اور یہ برتن اچھا ہے پس اگر حسن کے معنی صورتون ہی مین منحصر سمجھے جاوین تو پھر آواز
اور خط کے حسن کے کیا معنی ہونگے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ آنکھہ کو اچھے خط سے لذت ہوتی ہے
اور کان کو نغمات عمدہ سے اور جتنے مدرکات حواس کے ہین وہ سب یا اچھے ہین یا برے
پس وہ معنی حسن کے کونسے ہین جسمین یہ سب اشیا مشترک ہین اونکو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ
بحث طویل ہے علم معاملہ کے شایان نہین کہ اسمین طوالت کیجاوے البتہ تصریح حق کیے
دیتے ہین کہ ہر ایک شی کا جمال اور حسن اس امر سے ہوتا ہے کہ جسقدر کمال اوسکے لائق اور ممکن ہو
وہ اوسمین آجاوے تو جب سب کمالات ممکن اوسمین جمع ہوجاوین تو وہ شے نہایت حسن مین
ہوگی اور اگر بعض کمالات ہونگے تو حسن و جمال بھی اونہین کی نسبت سے ہوگا مثلاً گھوڑا حسین



وہ ہے جو ایسی باتین خوبی کی جو ظاہری آنکھ سے دیکھنے مین ہونی چاہیئین سب رکھتا ہو یعنی صورت و شکل اور
رنگ ڈھنگ خوش رفتاری خوش لگامی وغیرہ جو جو باتین اوسمین ہون اور عمدہ خط وہ
جسمین جو خوبی کے متعلق سب امور پائے جاوین مثلاً تناسب حروف کا اور مقابلہ ترتیب کا
اور راستی نشست اور درستی کرسی اور خوبی دوائر وغیرہ۔ اور ہر چیز کے لیے ایک کمال ہی جو اوسکے
لائق ہے دوسری چیز مین بعض اوقات اوس کمال کے متضاد یاں ہوا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ حسن ہر چیز کا اوسی کمال مین ہوگا جو اوسکے شایان ہے مثلاً جن باتون سے گھوڑے کو اچھا
کہتے ہین اون سے آدمی کو اچھا نہ کہینگے اور جن امور سے خط عمدہ کہلاویگا اون سے آواز عمدہ
نہ کہلاویگا اور جیسے برتن اچھے ہونگے اونسے کپڑے اچھے ہونگے اسیطرح جمیع چیزون کو
جاننا چاہیے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ چیزین گو سب کی سب آنکھ سے محسوس نہین ہوتیں
مثل آواز اور ذائقہ کی اشیاء کے مگر آخر کسی نہ کسی حس ہی سے مدرک ہوتی ہین تو محسوسات مین
داخل ہیں اور حسن و جمال محسوسات سے تو انکار نہین نہ اس سے انکار کہ محسوسات کے ادراک کی
لذت نہین ہوتی بلکہ انکار حسن و جمال کا ایسی اشیا مین ہے جو حواس سے محسوس نہ ہون تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ حسن و جمال منحصر محسوسات ہی مین نہین غیر محسوسات مین بھی حسن و جمال موجود ہے
مثلاً کہتے ہین کہ یہ خلق حسن ہے اور یہ علم اچھا ہے اور یہ خصلت عمدہ ہے اور یہ اخلاق
حمیدہ ہین اور اون سے مراد علم اور عقل اور عفت اور شجاعت اور تقوی اور کرم اور مروت اور
سب عادات خیر ہوتی ہین انمین سے کوئی بھی ایسی نہین جو حواس خمسہ سے مدرک ہو بلکہ یہ اشیا
نور بصیرت باطنی سے دریافت ہوتی ہین اور یہ سب کی سب محبوب ہین جو شخص ان صفات سے
متصف ہو وہ بھی طبعاً محبوب ہوتا ہے اوس شخص کے نزدیک جو اوسکے صفات سے واقف ہو
مثلاً دیکھو کہ طبیعت مین یہ امر سرشتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے محبت کرین اور صحابہ رض کو
محبوب جانین حالانکہ اونمین سے کسیکو نہین دیکھا اسیطرح محبت ائمہ مذہب کی مثل امام ابو حنیفہ
و امام شافعی رح و امام مالک رح وغیرہم کے ہے یہان تک کہ آدمی کبھی اپنے امام کی محبت عشق
سے زیادہ کرتا ہے اور اسی محبت کے باعث اپنا تمام مال اپنے مذہب کی مدد اور حفاظت مین
خرچ کر ڈالتا ہے اور جو شخص اوسکے امام پر کچھ طعن کرے اوسکو مارنے مرنے پر مستعد
ہو جاتا ہے ارباب مذاہب مین نصرت مذہب کے لیے بہت کشت و خون ہو چکے ہین اور ہمکو
معلوم نہین کہ جو شخص مثلاً امام شافعی رح سے محبت کرتا ہے وہ کیون کرتا ہے اوکی صورت

تو اوسنے کبھی دیکھی ہی نہین اور اگر بالفرض صورت دیکھتا تو شاید اچھی نہ سمجھتا پس اب جو وہ
اونکو اچھا جانتا ہے اور فرط محبت رکھتا ہے تو کچھ صورت ظاہری کے سبب سے نہین ہے وہ تو خاک
ہوگئی اور مٹی مین ملگئی بلکہ صورت باطنی کی جہت سے ہے یعنی صفات دینی مثل تقوی اور کثرت علم
اور واقف ہونا طرق دین پر اور ہمت کرنی علم شرع کی تعلیم پر اور عالم مین منتشر کرنا خیرات کا وغیرہ
اور یہ باتین ایسی ہین کہ اونکا جمال بدون نور بصیرت کے معلوم نہین ہو سکتا حواس انکے ادراک سے
قاصر ہین اسیطرح جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رض سے محبت رکھتا ہے اور اونکو اور صحاب سے
فضیلت دیتا ہے یا حضرت علی رض سے محبت رکھتا ہے اور اونکو افضل سمجھتا ہے اور اونکی باب مین
تعصب کرتا ہے تو اونکو صرف امور باطنی کے لحاظ سے محبوب جانتا ہے یعنی علم اور دین اور تقوی
اور شجاعت اور کرم وغیرہ کی جہت سے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ مثلا جو شخص حضرت صدیق اکبر رض
سے محبت رکھتا ہے وہ اونکے گوشت و پوست اور ہاتھ پانون اور استخوان و شکل کے باعث
محبت نہین کرتا کیونکہ یہ چیزین تو سب متبدل و زائل ہوگئین باقی وہی رہی ہین جنسے کہ صدیق اکبر
صدیق کہلاتے تھے یعنی صفات محمودہ جو عادات حسنہ کے مصادر تھین پس محبت بھی اونھین
صفات کے باقی رہنے سے باقی ہے گو صورتین نہین ہین اور اون صفات کا مآل صرف دو
چیزون علم اور قدرت پر رجوع کرتا ہے کہ آپنے حقائق امور کو جانا اور اس بات پر قادر ہوے
کہ اپنے نفس کے شہوات کو دبا کر اوسکو متحمل اون اوصاف کا کیا انھی علم و قدرت سے سب
عادات نیک متفرع ہوتے ہین اور یہ دونون حس سے محسوس نہین ہوتین اور ان دونون کا محل
تمام جسم مین سے ایک جزو لایتجزی ہے جو واقع مین محبوب ہے اور ازانجا کہ اوس جزو لایتجزی
کی کوئی صورت اور شکل اور رنگ نہین جو آنکھ کو سوجھے اور سوجھنے کی جہت سے محبوب قرار
دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اوسکی محبت بدون ذریعہ حس کے ہو اس سے معلوم ہوا کہ سیر و عادات
مین جمال موجود ہے اور اگر سیرت جمیلہ بدون علم اور بصیرت کے صادر ہوتی تو موجب محبت
نتھی حاصل یہ کہ محبوب مصدر سیرت ہے اور وہ اخلاق حمیدہ اور فضائل شریفہ ہین اور
اون سب کا مآل کمال علم و قدرت کیطرف رجوع کرتا ہے اور یہ طبعا محبوب ہے اور حواس سے
مدرک نہین یہان تک کہ لڑکا جو اپنی طبیعت پر چھوڑا ہوا ہو اگر ہم اوسکے نزدیک کسی غائب
یا حاضر یا زندہ یا مردہ کو محبوب کرنا چاہین تو اسکی راہ ہمارے پاس اور کوئی نہین بجز اسکے
کہ اوس شخص کے وصف مین مبالغہ کیا جاوے اور اوسکی شجاعت و کرم اور علم اور تمام

عمدہ خصلتیں اور اسکے سلسلے طوالت کے ساتھ بیان کیجاویں جب اوسکا اعتقاد اوسکو ہو جاتا تو بے اختیار محبت کرنے لگے گا اور اس سے نہ ہوسکیگا کہ محبت نکرے دیکھو صحابہ رضہ کی محبت اور ابوجہل اور شیطان ملعون کا بغض دل میں لوگوں کے اسیطرح جمے ہیں کہ صحابہ رضہ کی بھلائیاں اور اون دونوں مردودون کی برائیاں بہت طول طویل سنین اور یہ محاسن اور برائیاں وہی ہیں جو حواس سے معلوم نہین ہوتین بلکہ لوگون نے حب حاتم کی تعریف سخاوت کی کی اور حضرت خالد رضہ کو شجاعت سے موصوف کیا تو دلون مین اونکی محبت خواہی نخواہی ہوگئی یہ محبت نہ تو صورت ظاہری کیطرف دیکھنے سے نہ کچھ محب کو فائدہ پہونچنے کی جہت سے بلکہ جب کسی بادشاہ کی سیرت اور عدل اور احسان کی اور صدقہ اور خیرات کرنے کی بیان کیجاوے تو گو وہ آباد دور ہو کہ محبون تک اوسکے احسان کا آنا بعد مسافت کی جہت سے ہو سکتا ہو مگر تاہم اوسکی محبت لوگون کے دلون مین ہوجاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت مین یہ کچھ ضرور نہین کہ محبت والے پر خاص کچھ احسان ہوا ہو بلکہ محسن اپنی ذات سے محبوب ہوتا ہے اگرچہ احسان اوسکا محب تک کبھی نہ پہونچے اسلیے کہ ہر ایک حسن و جمال محبوب ہے اور صورتین دو قسم کی ہین ظاہری اور باطنی اور حسن و جمال دونوں میں ہوا کرتا ہے اور ظاہری صورتین تو ظاہر کی آنکھ سے معلوم ہوتی ہیں اور باطن کی صورتین بصیرت باطنی سے تو جسکو بصیرت باطنی ہی نہ ملی ہوگی وہ نہ باطن کی صورتین دیکھے نہ اونسے لذت پاوے نہ محبت و میل رکھے اور جسکی بصیرت باطنی حواس ظاہری کی نسبت کر غالب ہو وہ معانی باطنی ہی کو بہ نسبت معانی ظاہری کے زیادہ محبوب جانیگا پس اگر ایک شخص کسی نقش دیوار سے جمال ظاہر کے باعث محبت کرے اور دوسرا شخص کسی نبی سے جمال باطنی کے باعث محبت رکھے ان دونوں مین زمین آسمان کا فرق ہو پانچوان سبب محبت کا مناسبت خفیہ ہے جو محب اور محبوب مین ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمیوں مین محبت مستحکم ہوجاتی ہے نہ کسی جمال یا فائدہ کی جہت سے بلکہ محض روحون کے تناسب کے چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد فرمایا ہے فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اختلف اور اس امر کو ہمنے کتاب آداب صحبت مین جس جگہ کہ حب فی اللہ کا ذکر ہے محقق بیان کیا ہے وہان دیکھ لینا چاہیے کہ یہ عجائب اسباب محبت مین سے ہے۔ اس سب بیان سے معلوم ہوا کہ اقسام محبت کے پانچ سبب ہوتے ہین اول انسان کی محبت اپنے موجود کے کمال اور بقا کی دوم محبت اپنے محسن کی ایسی چیزون مین جسسے اپنے وجود کا دوام پایا جاوے

اور بقاء وجود اور مہلکات کے دور کرنے کی اعانت ملے تیسری محبت ایسے شخص کی
جو بذات خود لوگون سے سلوک کرے گو محب کے ساتھ سلوک نکرے چوتھی محبت ایسی چیز
کی جو بذات خود جمال والی ہو خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی پانچوین ایسے شخص سے محبت
کہ اوسمین اور محب مین پوشیدہ مناسبت باطن مین ہو پس اگر یہ اسباب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاوین
تو بلا شک محبت دوبالا ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کی کوئی لڑکا خوبصورت خوش خلق علم مین یکتا
تدبیر مین اچھا لوگون سے سلوک کرنے والا اور باپ کا خدمتگزار ہو تو ظاہر ہے کہ باپ کو
ایسے شخص سے نہایت درجے کی محبت ہوگی اور محبت کی قوت ان اسباب کے جمع ہونے پر
اوسیقدر زیادہ ہونی چاہیے جسقدر کہ یہ عادتین فی نفسہا قوی ہون پس اگر یہ صفات کسی
شخص مین بدرجہ کمال ہون تو محبت بھی اعلی درجے کی ہوگی

تیسرا بیان اس امر مین کہ مستحق محبت صرف خداے پاک کی ذات ہے۔
واضح ہو کہ ان سب اسباب مذکورہ کا بیان سابق کامل ہونا اور جمع ہونا خداوند جل جلالہ کی
ذات کے سوا اور کسی مین نہین ہو سکتا اسیلیے واقع مین مستحق محبت بھی سوا اوسکی ذات
پاک کے اور کوئی نہین اور جو کوئی غیر خدا سے محبت کرے اور خدا کیطرف اوسکا لگاؤ نکرے
تو اپنی جہالت اور قصور معرفت الٰہی سے ہے اور یہ کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی
عمدہ ہے اسوجہ سے کہ وہ عین محبت الٰہی ہے اور اسیطرح محبت علما اور اتقیا کو تصور کرنا چاہیے
اسیلیے کہ محبوب کا محبوب اور اوسکا رسول اور اوسکا محب سب محبوب ہوتے ہین اور سب کا
مآل اصل ہی کی محبت کیطرف رجوع کرتا ہے اوسکے غیر کیطرف تجاوز نہین کرتا پس واقع مین
اہل بصیرت کے نزدیک سواے خداے تعالی کے اور کوئی محبوب نہین اور نہ کوئی مستحق محبت
ہے اسکی تشریح یہ ہے کہ جو اسباب پانچون ہمنے ذکر کیے ہین اونکی طرف رجوع کرین تو ثابت
کردین کہ وے سب کے سب خداے تعالی مین جمع ہین اور غیر اللہ مین اکٹھے نہین پائے جاتے
ایک یا دو پائے جاتے ہین اور خداے تعالی مین اونکا ہونا حقیقۃ ہے اور دوسرے مین مجازاً
بلکہ وہم و تخیل ہی ہے کہ اوسکی کچھہ حقیقت نہین اور جب یہ امر ثابت ہو جاویگا تو اہل بصیرت پر
کھل جاویگا کہ جوبات کم عقلون اور ضعیف دل والون نے خیال کر رکھی ہے کہ واقع مین
محبت الٰہی محال ہے یہ امر بالکل خلاف ہے بلکہ تحقیق اس امر کی مقتضی ہے کہ سواے
خداے تعالی کے اور کسی سے محبت نکیجاوے اب سبب اول پر غور کرو یعنی انسان اپنی نفس کو

محبوب جانتا ہے اور اوسکا دوام و کمال و بقا چاہتا ہے اور ہلاک اور نیستی اور نقصان اور
موانع کمال سے بغض رکھتا ہے یہ باتین ہر ایک شخص کی سرشت مین داخل ہین اور ممکن نہین کہ
کوئی اون سے خالی ہو یہی باتین مقتضی نہایت محبت الٰہی کی ہین اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کو اور
اپنے رب کو پہچانتا ہے وہ یقیناً جانتا ہے کہ اوسکا وجود کچھہ اوسکی طرف سے نہین بلکہ اوسکی
ذات کا وجود اور دوام اور کمال اللہ کیطرف سے اور اوسکی باعث ہے تو وہی وجود کا موجد
اور وہی اوسکا باقی رکھنے والا ہے اور وہی صفات کمال پیدا کرکے اوسکو کامل کرتا ہی کمال
کیطرف پہونچنے کے اسباب کو پیدا کرتا ہے پھر ہدایت استعمال اسباب کی پیدا کرتا ہے ورنہ بندہ
اپنی ذات کی رو سے کچھہ وجود نہین رکھتا محض محو اور عدم ہے اگر خدای تعالی اپنے فضل سے
موجود نکرے اور بعد وجود کے اگر اوسکا فضل شامل حال نہو تو ہلاک ہو جاوے اور اگر وہ اپنے
کرم سے کامل نکرے تو ناقص رہے حاصل یہ کہ کوئی شی ایسی موجود نہین جسکو اپنی ذات سے
قیام ہو سوای ذات خدای قیوم اور زندہ کے جو بذات خود قائم ہے اور اور اشیا اوسکی بات
قائم ہین پس اگر عارف اپنی ذات سے محبت رکھیگا تو ضرور ہے کہ اوس ذات سے محبت رکھی
جس سے کہ اوسکا وجود ہوا ہے اور جس سے کہ اوسکے وجود کو دوام ہے بشرطیکہ اوسکو
خالق اور موجد اور مخترع اور باقی رکھنے والا اور قائم بالذات اور دوسرونکا قائم رکھنے والا
جانے اور اگر ایسی ذات سے محبت نرکھے تو اپنے نفس اور رب سے دونون سے جاہل ہی اسلیے
کہ محبت ثمرۂ معرفت ہے جب معرفت نہوگی تو محبت نہوگی اور اگر معرفت ضعیف ہوگی تو
محبت بھی ضعیف ہوگی اور اگر قوی ہوگی تو قوی ہوگی اسیواسطے حضرت حسن فرماتے ہین
کہ جو شخص اپنے رب کو پہچانیگا وہ اوس سے محبت کریگا اور جو شخص دنیا کو پہچانیگا اوس سے زہد
کریگا اور یہ کیسے خیال مین آسکتا ہے کہ آدمی اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے رب سے
محبت نکرے جسسے کہ نفس کا قیام ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص کہ آفتاب کی دھوپ مین
مبتلا ہوا اور اوسکے بچاؤ کے لیے سایے کو محبوب جانے وہ بیشک درختون کو بھی محبوب
جانیگا جسسے سایے کا قیام ہے اور ہر ایک موجود چیز کو خدای تعالی کی قدرت کیطرف ایسی ہی
نسبت ہے جیسی سایے کو ہے درخت کیطرف اور نور کو ہے آفتاب کیطرف یعنی جسطرح
نور کا وجود تابع آفتاب کا اور سایے کا وجود تابع درختون کا ہے اسیطرح کل موجودات کا وجود
تابع اوسکے وجود کا ہے اور سب کچھہ اوسکے آثار قدرت مین سے ہے اور یہ مثال بھی اگر

تامل کرو تو عوام کی فہم کے موافق درست ہے کہ انکو یہ خیال ہے کہ نور آفتاب کا اثر ہی
اور اوسیمین سے ٹپکتا ہے اور اوسیکے باعث موجود ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے اسلیے
کہ اہل دل پر یہ بات آنکھ کے مشاہدے کی نسبت بھی زیادہ منکشف ہو چکی ہے کہ نور بھی
قدرت الہی سے حاصل ہوتا ہے یعنی جسطرح کہ آفتاب اور اوسکی شکل و صورت خدا کی قدرت
سے بنی ہے اسیطرح جب آفتاب اجسام کثیف کے مقابل ہوتا ہے اوسکا نور بھی اوسکی قدرت
سے اختراع و ایجاد پاتا ہے مگر چونکہ غرض مثالوں سے سمجھانا مطلب کا ہی اسلیے نفس حقیقت
مطلوب نہین غرضکہ اگر انسان کو اپنے نفس سے محبت ضروری ہے تو اوس ذات سے بھی اوسکی
محبت ضروری ہونی چاہیے جسکے باعث اول تو اوسکے نفس کو قیام ہے اور پھر اوسکی
اصل اور صفات اور ظاہر و باطن اور جواہر و اعراض کا دوام اوسی سے ہے بشرطیکہ اس
امر کو اسیطرح جان لے اور کوئی شخص اس محبت سے خالی نہو گا بجز ایسے شخص کے کہ اپنے
نفس و شہوات مین مشغول ہو کر اپنے خالق اور رب سے غافل ہوا اور اوسکو جیسا چاہیے ویسا نجانے
اور اپنی نظر کو شہوات اور محسوسات ہی پر مقصور کرے یعنی نظر صرف عالم شہادت ہی پر رکھے
جسمین بہائم بھی اسکے شریک ہین کہ وہی لذت اور تنعم اونکو بھی میسر ہے اور عالم ملکوت سے
قطع نظر کرے جس سرزمین مین وہی پہونچ سکتا ہے جسکو کچھہ مناسبت فرشتون سے ہو اور
اوسکی نظر اوس عالم مین اوسیقدر ہوگی جسقدر کہ اوسکو صفات مین فرشتون سے قرب ہو گا اور
جسقدر کہ پستی عالم بہائم مین نازل ہو گا اوسیقدر اوس عالم مین اوسکی سیر کم ہو گی اب دوسرا
سبب یعنی ایسے شخص سے محبت کرنی جو اپنے ساتھ مال سے سلوک کرے اور کلام مین مدارات کرے
اور ہر ایک طرح سے اوسکی اعانت کرے اور دشمنون کے قلع و قمع کرنے مین اور بدون کی
بدی دور کرنے مین مدد کرے اور تمام غرضون مین خواہ متعلق خود اوسکے نفس کے ہون
یا اولاد و اقارب کے سبب مین ذریعہ حصول کا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص خواہ مخواہ محبوب
ہو گا اور یہ سبب بھی مقتضی اسی امر کا ہے کہ خدای تعالی کے سوا اور کسی سے محبت نکیجاوے
اسلیے کہ اگر خدای تعالی کو جیسا حق اوسکے پہچاننے کا ہے ویسا پہچانیے تو جانیے گا کہ
احسان کرنے والا صرف وہی ہے ہماری غرض یہان یہ نہین کہ اوسکے احسان جو ہر ایک
بندے پر ہین اونکی شمار کرین اسلیے کہ وہ تو حیطۂ شمار سے باہر ہین جیسا خود ارشاد فرماتا ہی
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اسکی طرف مختصرا ہم باب الشکر مین اشارہ بھی

کر آئے ہین بلکہ یہان اسقدر لکھتے ہین کہ احسان آدمی کیطرف سے غیر ممکن ہے اگر آدمی کو محسن
کہیں تو صرف مجازاً ہو سکتا ہے واقع میں محسن خدای تعالی ہی ہے اسکے لیے فرض کرو کہ کسی
شخص نے تمکو اپنے تمام خزانے دیڈالے اور اونپر بالکل اختیار دیدیا کہ جسطرح چاہو انکو خرچ کرو تو
تمکو یہ گمان ہوگا کہ یہ احسان تمہارے ساتھہ اوس شخص کیطرف سے ہوا حالانکہ یہ غلط ہی اسلیے
کہ اوسکے احسان مین کئی باتین ہیں اول خود اوس شخص کا ہونا دوم اوسکے مال کا ہونا سوم
مال پر قادر ہونا چہارم ارادہ مال کے حوالہ کرنے کا خاص تمکو اب ہم کہتے ہین کہ اوس شخص کو
کسنے پیدا کیا اور اوسکے مال کو کسنے پیدا کیا اور اوسکی قدرت اور ارادہ کو کسنے پیدا کیا
اور تمہاری طرف اوسکی محبت اور توجہ کسنے کی اور اوسکے دلمین یہ کسنے ڈالدیا کہ تمہارے ساتھ
سلوک کرنے مین اوسکا کچھہ نفع دینی یا دنیاوی ہے اگر یہ سب باتیں ہوتین تو وہ تمکو ایک
حبہ بھی ندیتا مگر جب اللہ تعالی نے تمام لوازم پیدا فرمادیے اور اوسکے دل مین جمادیا کہ
اوسکا نفع دینی یا دنیاوی تمہارے حوالہ کرنے مین ہے تو وہ بیچارہ حوالہ کرنے مین مجبور و
بے بس ہے اوسکے خلاف کرہی نہین سکتا اس صورت مین محسن اوسی ذات کو جاننا چاہیے
جسنے اوس شخص کو تمہارے لیے مضطر اور مسخر کیا اور اوسکے اوپر تمام لوازم کو مسلط کیا جنسے
فعل احسان ہوے کو ہوہان ایک بات رہی کہ مال کا اوس شخص کے قبضے مین ہونا اس بات پر
اشارہ کرتا ہے کہ شاید محسن وہی ہو تو اوسکو یون جاننا چاہیے کہ وہ شخص جو دیتا ہے صرف
واسطہ ہے خدای تعالی کے احسان کا یعنی خدای تعالی نے اوسکو مال اسواسطے دیا کہ وہ
تم تک پہونچادے پھر وہ دے نہین تو کیا کرے اوسکا حال مثل پرنالہ کے سمجھنا چاہیے کہ
وہ پانی کے بہنے مین مجبور ہے پس اگر تم اوسکو محسن جانو اور خود اوسکا شکر کرو نہ اس حیثیت سے
کہ وہ واسطہ ہے تو بے شک نفس الامر سے تم ناواقف ہو کیونکہ انسان جب احسان کرتا ہے
تو اپنے نفس ہی پر کرتا ہے اور کسی مخلوق پر اوسکا احسان کرنا محال ہے اسلیے کہ آدمی جو
مال خرچ کرتا ہے تو اوسکا عوض پہلے تاک لیتا ہے یا تو آخرت مین اگر ثواب منظور ہو یا
دنیا مین اگر منت یا دوسرے کا مسخر کرنا یا تعریف اور شہرت سخاوت یا آوازہ نام نیک
یا لوگون کے دلون کو اپنی طاعت و محبت کیطرف کھینچنا مقصود ہو اور جسطرح کہ آدمی اپنا مال
دریا مین نہین ڈالتا اسوجہ سے کہ اوسمین کوئی غرض نہین اسیطرح کسی آدمی کے ہاتھہ مین
بھی بے غرض نہیں ڈالتا اور وہی غرض اوسکی مراد و مقصود ہوا کرتی ہے پس اب تمکو

جو مال دیا ہے تو تم مقصود نہین ہو بلکہ تمہارا اوس مال کو لے لینا اوس شخص کی غرض حاصل ہونے کا وسیلہ ہے وہ غرض خواہ ذکر و دنیا ہو یا شکر و ثواب تو اوسنے تمکو مال پر قابض کر کے بذریعہ اپنے نفس کی غرض حاصل ہونے کا ... تو اس صورت مین وہ اپنے نفس ہی کا محسن ہے اور مال کے بدلے مین جو چیز اوسکے نزدیک عمدہ ہے اوسکو لیا چاہتا ہے اگر اوس عوض کو اوسکے عندیے مین ترجیح نہوتی تو تمہارے لیے اپنا مال ہرگز نچھوڑتا بہرحال وہ شخص مستحق شکر و محبت کا نہین دو وجہ سے اول تو یہ کہ خدای تعالی نے تمام لوازم دینے کے اوسپر مسلط کر دیے اوسکو اونکا خلاف کرنے کی مجال نہین اوسکا حال مثل بادشاہی خزانچی کے ہے کہ اگر بحکم بادشاہ وہ کسیکو خلعت دیدے تو اوسپر اپنا احسان کچھہ نہین سمجھتا اسلیے کہ اوسکو حکم بادشاہی کی تعمیل ضرور ہے تاب مخالفت ہرگز نہین اگر بادشاہ اوسکو اوسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو ہرگز نہ دے اسیطرح اگر خداوند کریم محسن کو اوسکی طبیعت پر چھوڑ دے تو وہ بھی کسیکو کوڑی نہ دے مگر اوسنے اول اوسکے دل مین لوازم اور بواعث دینے کے مسلط کیے اور پھر یہ دلمین ڈالا کہ اوسکا فائدہ دینی یا دنیاوی مال کے دینے مین ہی تو اسلیے وہ مال دیتا ہے دوسری وجہ یہ کہ جو کچھہ یہ دیتا ہے اوسکی نسبت کر جو کچھہ اوسکے نزدیک عمدہ چیز ہے بدلے مین لیتا ہے تو جیسے بائع کو نہین کہتے کہ یہ محسن ہے ویسے ہی دینے والے کو محسن نہ کہنا چاہیے اسلیے کہ بائع اپنی چیز جبھی دیتا ہے جب اوسکا بدلہ خاطر خواہ لیتا ہے اور دینے والا بھی مال کے عوض ثواب یا حمد و ثنا یا اور کوئی عوض سمجھہ لیتا ہے تو مال دیتا ہی اور عوض مین یہ شرط نہین کہ وہ کوئی چیز محسوس از قسم مال ہو بلکہ لذائذ اور فوائد بہی عوض مین کہ انکے سامنے مال کی کچھہ حقیقت نہین حاصل یہ کہ احسان جود کی صورت مین ہوتا ہی یعنی مال کا ایسی طرح دینا کہ دینے والے کو نہ کوئی عوض منظور ہو نہ کچھہ فائدہ اور جود سوای خداوند کریم کے اور شخص سے سرزد ہونی محال ہے البتہ اوسکا احسان و انعام خلق پر خاص خلق کے نفع کے لیے ہے خدای تعالی کا فائدہ اوسمین کچھہ نہین نہ کوئی غرض اوسکی متعلق ہی اسلیے غیر کے اوپر جود و احسان کا بولنا یا جھوٹ ہے یا مجاز دوسرے مین جود و احسان محال و ممتنع ہے جیسے سیاہی اور سفیدی کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے خداوند کریم ہی جود اور احسان اور فضل و منت مین یگانہ ہے پس اگر طبیعت مین محبت محسن کی ہوا کرتی ہے تو عارف کو چاہیے کہ سوای خدای تعالی کے اور کسی سے محبت نکرے اسواسطے کہ احسان دوسرے

ہونا محال ہے صاحب احسان صرف خدا کی ذات ہے تو وہی مستحق اس محبت کا بھی ہے دوسرا
شخص جو جہان میں مستحق محبت ہوگا تو ایسی طرح ہو سکتا ہے کہ محبت کرنے والا احسان کے
معنی اور حقیقت سمجھتا ہو۔ اور تیسرا سبب یعنی انسان کا محبت کرنا خود محسن سے گو اوسکا احسان
اپنے اوپر نہو یہ بھی طبیعتوں میں موجود ہے مثلاً اگر کسی بادشاہ کی خبر تمکو پہونچے کہ وہ عابد اور
عادل اور عالم رحم دل لوگوں پر مہربان اور سب سے بتواضع پیش آتا ہے اور تم سے وہ بہت
دور ہے اور دوسرے بادشاہ کی خبر پہونچے کہ وہ ظالم اور متکبر اور فاسق تر لوگون کی ہتک
کرنیوالا ہے اور وہ بھی دور ہے تو تمکو اپنے دل مین ان دونوں میں فرق معلوم ہوگا کہ اول
کیطرف دل کا میل پاؤگے اور دوسرے سے نفرت یعنی اول سے محبت معلوم ہوگی اور دوسرے کی
بغض باوجودیکہ اول کی خیر اور دوسرے کی شر سے تم ناامید اور مامون ہو اسوجہ سے کہ توقع
اوسکے ملکون میں جانے کی نہیں تو یہ محبت محسن کی صرف اس نظر سے ہے کہ وہ محسن ہے اس
جہت سے کہ تمکو بھی کچھ دیتا ہے یہ سبب بھی مقتضی خدای تعالی کی محبت کا ہے بلکہ اس امر کو
چاہتا ہے کہ سوا اوسکے اور کسی سے محبت نکیجاوے مگر اسی شرط پر کہ کسی سبب سے اوسکو لگاؤ
خدای تعالی کیطرف ہو اسلیے کہ سب کا محسن اور تمام اقسام خلق پر فضل و انعام کرنے والا وہی ہے
کہ اول اونکو ایجاد کیا اور پھر اونکے اعضا کامل بنائے اور اسباب ضروری مہیا کیے پھر اونکی
آسایش کیلیے ایسے اسباب کو پیدا فرمایا جنمیں حاجات کا شائبہ تھا گو وہ ضرورت کی شان میں
نہ تھے پھر اور زوائد سے زینت دی جو نہ ضرورت مین داخل تھے نہ حاجت مین اعضای ضروری سر
اور دل اور جگر ہین اور حاجت کے اعضا آنکھ اور ہاتھ اور پانون ہین اور زوائد جیسے ابرو کا
کمان کی شکل ہونا اور سرخی لب اور آنکھون کا بادامی ہونا وغیرہ کہ انسے کوئی حاجت متعلق نہیں
صرف زینت مقصود ہے اور نعمت ضروری خارج ازبدن انسان پانی اور غذا ہے اور حاجت کی
مثال دوا اور گوشت اور میوے ہین اور زوائد کی مثال درختون کی سبزی اور کلیون اور پھولونکی
رنگارنگی اور لذیذ میوون اور غذاؤں کی کہ جنکے ہونے سے کوئی ضرورت اور حاجت انسانی
زائل نہیں ہوتی اور یہ تینوں اقسام کی نعمتیں ہر حیوان کے لیے موجود ہین بلکہ ہر ایک نبات
کے لیے بلکہ تمام اصناف خلق کے لیے عرش سے لیکر فرش تک یہ نعمتیں پائی جاتی ہین اس سے
معلوم ہوا کہ محسن وہی ہے دوسرا شخص محسن کسطرح ہو سکتا ہے اگر کسی نے احسان کیا تو وہ
بھی اوسیکی قدرت کی حسنات میں سے ایک حسنہ ہے کہ وہی خالق حسن کا ہے اور وہی محسن

احسان اور اسباب احسان کا غرضکہ اس سبب سے بھی غیر سے محبت کرنی محض جہالت ہے
اور جو شخص اس بات کو جانیگا اس علت کے باعث بھی سوا خدای تعالی کے اور سے محبت نہ کریگا
اور چوتھا سبب یعنی جمال والا صرف جمال کے باعث محبوب ہوتا ہے سوا جمال کے اور کوئی غرض
محبت والے کو اوس سے نہیں جیسا کہ مشہور ہے شعر

گفت خاموش ہر آنکس کہ جمالے دارد ۔ ہر کجا پاے نہد دست بدارندش پیش

اسکو ہم بیان ہی کر چکے کہ یہ بات بھی طبیعتوں کی سرشت میں داخل ہے اور جمال کی دو قسمیں ہیں
ایک ظاہری جو سر کی آنکھ سے سوجھتا ہے اور ایک باطنی جو دل کی آنکھ اور نور بصیرت سے
معلوم ہوتا ہے اور جمال اول کو لڑکے اور بہائم سب دیکھتے ہیں اور دوسرے کے ادراک کیلیے
اہل دل مخصوص ہیں اور جو لوگ کہ صرف ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہیں وہ اسکے
شریک نہیں اور جو جمال ہے وہ اہل دل کے نزدیک محبوب ہوتا ہے پس اگر وہ دل ہی مدرک ہو
تو محبوب دلی ہوگا اور اوسکی مثال انبیا اور علما اور مکارم اخلاق والوں کی محبت ہے کہ یہ
محبت تو ہوتی ہے مگر چہرہ اون محبوبوں کا اور دوسرے اعضا غائب ہیں اور صورت باطنی
کے حسن سے مراد یہی ہے اور حس اس صورت کو ادراک نہیں کرتی ہاں جو آثار کہ اوس صورت
باطنی سے صادر ہوتے ہیں اور اوسپر دال ہوتے ہیں اونکو ادراک کرتی ہے یہاں تک
کہ جب دلالت قلب کی اوسپر ہوتی ہے تو قلب اوسکی طرف میل و محبت کرتا ہے مثلا اگر
کوئی محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر رض یا امام شافعی رح سے کرتا ہے تو
یہی وجہ ہے کہ کوئی امر اونکا اسکو اچھا معلوم ہوا ہے اور یہ بات نہ اونکے حسن صورت کی ہے
نہ حسن افعال سے بلکہ حسن افعال اس بات پر دال ہیں کہ جو صفات کہ مصدر ان افعال کے ہیں
اور افعال اونھیں سے صادر ہوا کرتے ہیں وہ اچھے ہیں جیسے کوئی شخص کسی مصنف کی
تصنیف کی خوبی یا کسی شاعر کے شعر کا حسن بلکہ کسی نقاش یا معمار کے نقش و بنا کی
عمدگی دیکھے تو اوسکو ان افعال سے اونکی صفات جمیلہ باطنی منکشف ہونگے جنکا حاصل
انجام کو علم و قدرت کیطرف رجوع کرنا ہے - پھر جسقدر کہ معلوم اشرف اور جمال میں کامل تر
اور اعظم ہوگا اوسیقدر علم بھی اشرف اور اجل ہوگا اور جسقدر قدرت کی چیز رتبہ اور منزلت
میں بڑی ہوگی اوسیقدر قدرت بھی رتبہ اور قدر میں اشرف اور اجل ہوگی اور ظاہر ہے
کہ سب معلومات میں بزرگ تر خدای تعالی ہے تو ضرور ہے کہ علوم میں عمدہ تر اور اشرف

خدای تعالی کی معرفت ہوگی ایسا ہی جو اوسکے قرب اور محبت ہے پس جسقدر کوئی چیز متعلق معرفت سے ہوگی اوسیقدر اوسکو شرف ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ صفات صدیقین کا حال جسکو کہ دل طبعاً چاہتے ہیں تین امور کیطرف راجع ہے اول اونکا علم اللہ اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور انبیا کی شریعتوں دوسرے خود اپنے نفسوں اور اللہ کے بندوں کی اصلاح کی قدرت کہ ارشاد و سیاست سے کرتے ہیں تیسرے اونکا پاک ہونا رذائل و خباثت اور شہوات غالبہ سے جو راہ خیر سے ہٹاتے ہیں اور بدی کیطرف بلاتے ہیں اور انہیں جیسی باتوں کے باعث انبیا اور علما اور خلفا اور وہ سلاطین جو اہل کرم اور صاحب عدل ہیں لوگوں کو محبوب ہیں پس ان تینوں امرون کو خدای تعالی کی صفات کی نسبت دیکھنا چاہیے۔ علم کا حال تو یہ ہے کہ اگر تمام اولین اور آخرین کے علم کو اکٹھا کریں تو خداوند کریم کے علم سے کچھ بھی نسبت نہین اوسکا علم تمام اشیا پر ایسا محیط ہے کہ جسکی صفت خود ارشاد فرماتا ہے لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اور تمام مخلوق کو ارشاد ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا بلکہ اگر تمام اہل زمین و آسمان جمع ہوکر دریافت کیا چاہین کہ مثلاً چیونٹی اور مچھر کے پیدا کرنیمیں اوسے کیا حکمت رکھی ہے تو اوسکے سویں حصے پر بھی واقف ہونگے اور نہ اوسکی علم سے کچھ آگاہ ہونگے مگر اوس مقدار کے جو اوسکو منظور ہوا اور جسقدر قدر قلیل تمام خلقت کو معلوم ہے وہ بھی اوسکی تعلیم سے ہے جیسا خود فرماتا ہے خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ پس اگر علم کا جمال اور شرف امر محبوب ہے اور بذات خود اپنے موصوف کے لیے زینت اور کمال ہے تو اس نظر سے خدای تعالی کے سوا اور کوئی محبوب ہونا چاہیے اسلیے کہ علما کی علوم اوسکے علم کے مقابل جہل ہین پس اگر کوئی شخص اپنے زمانے کے عالم تر کو بھی جانے اور جاہل تر کو بھی تو نہیں ہوسکتا کہ علم کے سبب سے اجہل کو تو محبوب جانے اور اعلم کو چھوڑ دے گو اجہل بھی اپنی معیشت کا علم رکھتا ہو اور بندوں کے علم اور خدای تعالی کے علم میں جو فرق ہے وہ اوس سے زائد ہے جو ان دونوں شخصوں کے علوم میں ہے اسواسطے کہ اعلم زمانہ اجہل پر جو زیادتی رکھتا ہے وہ تمام متناہی باتیں رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اگر اجہل بھی محنت کرے تو اوسکو سیکھ لے اور زیادتی خدای تعالی کو علوم کی خلائق کے علوم پر بے انتہا ہے کیونکہ اوسکی معلومات بے نہایت ہیں جنکی شان یہ ہے

عرصہ وجود کو نسبت یکی قطرہ در بحر علم + اور خلق کی معلومات محدود ہین لیکن محیط وہ اور لا انتہا ہین کچھ بھی
نسبت نہین - اور صفت قدرت کو دیکھو تو وہ بھی کمال ہے اور عاجزی نقصان کی چیز ہو
اور ہر ایک کمال و عظمت اور بہا اور غلبہ اور استیلا محبوب ہے اور اوسکا ادراک لذیذ ہے یہانتک
کہ انسان حکایتون مین شجاعت حضرت علی رض اور حضرت خالد رض اور اور شجاعون کی سنکر
اور اونکی قدرت و استیلام اقران و امثال پر معلوم کرکے دل مین حرکت اور خوشی اور حسرت
ضرور ہی پاویگا صرف سننے کی لذت سے اسقدر خوشی ہوتی ہے دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے اور
یہ صفت کمال موجب محبت کی دل مین ہوتی ہے کہ جو کوئی شخص موصوف اوس صفت سے
ہوا اوسکو محبوب جانیے پس اب تمام خلق کی قدرت کو خدا تعالے کی قدرت کے مقابل کرنا چاہیے جو شخص
قوت مین سب سے زیادہ ہو اور ملک بھی نہایت واسع رکھتا ہو اور شہوات کو سب سے زیادہ دبا دے
اور خباثت نفس کی بیخ کنی اوروں سے زیادہ بجا لاوے اور خود اپنے نفس کی سیاست
اور دوسرون کی سیاست کا بھی جامع ہو ایسے شخص کی قدرت انتہا درجہ کی یہ ہوا کرتی ہے
کہ اپنے نفس کے بعض صفات پر اور آدمیون مین سے چند لوگون پر بعض امور مین قادر ہوا کرتا ہے
اور باینہمہ اپنے نفس کے واسطے نہ موت کا مالک ہوتا ہے نہ حیات اور پھر اوٹھنے کا
نہ کسیطرح کے ضرر اور فائدے کا بلکہ اپنی آنکھ کی حفاظت اندھے ہونے سے اور زبان کے
گونگا ہونے سے اور کان کے بہرا ہونے سے اور بدن کی بیماری سے بھی نہین کرسکتا
اور جتنی چیزین کہ اوسکے بس مین نہین اور اوسکا نفس اون سے اپنے لیے اور غیر کے لیے
عاجز ہے اونکے شمار کی کچھ حاجت نہین یہ حال تو ان اشیا مین ہے جو متعلق اوسکی
قدرت کے ہین اور جو چیزین کہ اوسکی قدرت کے متعلق ہی نہین جیسے آسمانون کے
ملکوت اور ستارے اور زمین اور اوسکے پہاڑ اور سمندر اور ہوائین اور بجلیان اور معدنیات
اور نباتات اور حیوانات اور دیگر اجزا تو اونکے ایک ذرہ پر بھی قادر نہین اور اپنے نفس پر
اور غیر پر جو قدرت رکھتا ہے وہ بھی اوسکے نفس کیطرف سے نہین ہے اوسکے نفس کے
ساتھ قائم بلکہ خدا ہی تعالی اوسکا اور اوسکی قدرت و اسباب کا سبکا پیدا کرنے والا ہے
جتنے اوسکو قادر کر رکھا ہے اگر وہ ایک مچھر بڑے سے بڑے بادشاہ اور سب سے
زبردست پر حیوانات مین سے مسلط کردے تو مچھر ہلاک کردے غرضکہ بندے کو قدرت
بدون عنایت مولی کے نہین جیسا کہ خود روے زمین کے سب مین بڑے بادشاہ

ذوالقرنین کے باب مین ارشاد ہوتا ہے اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ اس سے معلوم ہوا کہ تمام ملک وسلطنت صرف خدای تعالی کے قادر کرنے سے اوسکو ملی تھی کہ ایک جزو پر زمین کے مالک کر دیا تھا اور زمین تمام تمام اجسام کی نسبت کر ایک ڈھیلا ہے اور جو ولایتین کہ کوئی آدمی بہرہ مند ہوتا ہے وہ سب ملکر اوس ڈھیلے کی نسبت کر ایک کنکر ہین اور وہ بھی خدا تعالی کے فضل اور قدرت سے تصرف انسانی مین آتی ہے اس صورت مین محال ہے کہ کوئی بندہ بندگان الٰہی سے اس جہت سے محبوب جانا جاوے کہ وہ قدرت اور سیاست اور استیلاء و تصرف اور کمال قوت رکھتا ہے اور خدای تعالی سے یہ محبت ہو حالانکہ حول و قوت اوسکے سوا کسیکو نہین وہی جبار و قہار اور دانا اور قادر ہے آسمان اوسکے ہتیار مین ہیں اور زمین اور اوسکی چیزین اوسکے قبضے مین تمام مخلوقات اوسکے پنجہ قدرت میں ہے اگر سب کے سب کو ہلاک کر دے تو اوسکی سلطنت اور ملک مین سے کوئی ذرہ کم نہیں ہوتا اور اگر اون جیسے لاکھون پیدا کرے تو پیدایش سے عاجزی اور ماندگی اور اختراع مین کاہلی نہین آتی اس صورت مین جو قدرت اور قادر ہی وہ اوسکے آثار قدرت مین سے ایک اثر ہے تو عظمت اور جلال و کبریا اور قہر اور استیلا سب اوسیکو شایان ہے پس اگر ممکن ہو کہ محبت کسی سے کمال قدرت کی جہت سے کیجاوے تو ایسی محبت کا مستحق بھی سوا خدای تعالی قادر مطلق کے اور کوئی نہین ہو سکتا۔ اور صفت عیبوں سے منزہ ہونے کی اور رذائل اور خباثت سے پاک ہونے کے جو موجبات محبت مین سے اور مقتضیات حسن و جمال مین سے ہے اور باطنی صورتون مین ہوا کرتی ہے اگرچہ انبیا اور صدیقین بھی عیوب اور نقصانون سے بری تھے مگر کمال تنزہ اور تقدس بجز واحد قدوس ذی الجلال والاکرام کے اور کسی مین نہین پایا جاتا مخلوق ایسی کوئی نہین جسمین کوئی نقصان نہو بلکہ اگر دیکھو تو مخلوق ہونا اور عاجز اور مسخر اور مجبور ہونا عین نقصان ہے اس سے معلوم ہوا کہ کمال حق کا نام ہے وہ خدای واحد ہی کے لیے ہے غیر کو اوتنا ہی کمال ہے جتنا اوسنے عطا فرمایا اور یہ ہو نہیں سکتا کہ دوسرے کو منتہای کمال عنایت ہو اسلیے کہ انتہای کمال کا اقل درجہ یہ ہے کہ بندہ مسخر اور قائم بالغیر نہو اور یہ بات سوا خدای تعالی کی ذات کے اور مین ہونی محال ہے پس کمال کے درجات مین یکتا اور عیوب اور نقصانون سے مبرا اوسکی ذات ہے اور بیان کرنا تقدس اور تنزہ کی وجہون کا خدای تعالی کے لیے

بہت طویل ہے اور علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اسلیے ہم اوسکو ذکر نہین کرتے خلاصہ یہ کہ اگر صفت تقدس و تنزہ بھی کمال و جمال محبوب ہو تو اوسکی حقیقت بھی بجز خدای تعالی کے اور کسیکے لیے نہین ہو اور اگر کسی مین تنزہ ہو تو وہ اوروں کی نسبت ہو شلاً گھوڑا نسبت گدہے کے کامل ہو اور انسان گھوڑے کی نسبت کم نقصان کم رکھتا ہو مگر چاہیے کہ کسی مین نقصان نہو بات نہین بلکہ اصل نقصان سب مین ہے فرق صرف جات نقصان مین ہے کہ بعضونمین کم اور بعضونمین زیادہ ہو حاصل یہ کہ جمیل محبوب ہوتا ہی اور جمیل مطلق وہ یگانہ ہو کہ جسکا کوئی مثل نہین اور فرد ہے کہ جسکی کوئی ضد نہین وہ ایسا پاک ہے کہ اوسکا کوئی مزاحم نہین اور ایسا غنی کہ اوسکو کسیکی حاجت نہین ایسا قادر کہ جو چاہتا وہ کرتا ہے اور جیسا چاہے ویسا حکم کرے نہ کوئی اوسکے حکم کو ٹالے نہ اوسکی قضا کو کوئی پیچھے ڈالے عالم ایسا کہ ذرہ بھر چیز آسمان و زمین کی اوسکے علم سے باہر نہین قاہر ایسا کہ اوسکے قبضۂ قدرت سے جباروں کی گردنین نہین نکلتین نہ ملوک و سلاطین اوسکی گرفت اور سطوت سے سرکش سکین ازلی ایسا کہ اوسکے وجود کی ابتدا نہین اور ابدی ایسا کہ اوسکی بقا کی انتہا نہین اپنی ذات مین ایسا ضروری کہ عدم کا تصور اوسکی جناب سے کوسون دور اور ایسا قیوم کہ خود قائم اور دوسری چیزون کا اوسی سے قیام اور ظہور آسمانون اور زمین کا جبار وہی ہے اور جمادات اور حیوانات و نباتات کا خالق وہی عزت و جبروت مین یگانہ اور ملک و ملکوت مین یکتا ہی زیادہ فضل اور جلال اور کبریا و جمال و قدرت و کمال سب اوسکے لیے ہین جسکی جلال کی معرفت مین عقلین حیران اور اوسکے وصف مین زبانین سرگردان ہین عارفین کا کمال معرفت یہی ہو کہ اوسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین اور منتہای نبوت انبیا یہی ہو کہ اوسکے وصف سے قصور کا اعتراف کرین چنانچہ سید انبیا صلی اللہ علیہ سلم نے ارشاد فرمایا لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ اور سید الصدیق حضرت ابوبکر رض فرماتے ہین کہ اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكٌ سبحان اللہ کیا ذات اقدس ہے کہ اپنے پہچاننے کا کوئی طریق سوا عاجزی کے مقرر نہین فرمایا شعر

جز خضوع و بندگی و اضطرار		اندر آنحضرت ندارد اعتبار

اب ہمکو معلوم نہین کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدای تعالی سے محبت حقیقی نہین ہوسکتی مجازاً ہوسکتی ہے وہ کیا ان اوصاف کو اوصاف جمال اور محامد کمال نہین جانتے یا خدای تعالی کو ان اوصاف سے موصوف نہین سمجھتے یا کمال و عظمت کو طبعاً محبوب ہونا نہین تصور کرتے ہو نگے شعر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم		چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

یہ حسن خداوند تعالیٰ کی غیرت جمال اور جلال ہے کہ اندھوں کی آنکھ سے در پردہ رہتا ہے اور بجز
اون لوگوں کے جنکے لیے ازل سے خوبی لکھی گئی اور آتش حجابات سے دور ہیں اور دوسری تجلی
نہیں ہوتا وہ بیچارے ظلمات نابینائی میں حیران ہیں اور وسعت آباد محسوسات و شہوات
بہائم میں پریشان ظاہری زندگی دنیاوی ہی کو جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں اسوجہ سے
کہ یہ لوگ کچھہ نہیں جانتے ۔ اور محبت اس سبب سے بہ نسبت احسان کے قوی تر ہوتی ہے کہ احسان
کم و بیش ہوا کرتا ہے اور یہی لحاظ خداے تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی
محبوب تر محبوبوں کا میرے نزدیک وہ ہے جو میری عبادت بدون عطا کے کرے لیکن ربوبیت
اپنا حق ادا اور کرتی ہے ۔ اور یہ بھی ہے کہ اوس شخص سے ظالم تر کوئی نہین جو جنت
یا دوزخ کے سبب میری پرستش کرے اگر میں جنت یا دوزخ کو پیدا نکرتا تو کیا اس بات کے قابل
نہ تھا کہ کوئی میری اطاعت کرے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر عابدوں کی جماعت پر
ہوا جو لاغر ہو رہے تھے اور اونھوں نے عرض کیا کہ ہم دوزخ سے خوف رکھتے ہیں اور جنت کی
طمع رکھتے ہیں آپنے اونکو فرمایا کہ تم مخلوق ہی سے ڈرتے ہو اور مخلوق ہی کے متوقع ہو اور ایک اور
لوگوں پر جو گذر ہوا وہ بھی دبلے تھے اونھوں نے عرض کیا کہ ہم خدا کی عبادت اوسکی محبت
اور تعظیم کے لیے کرتے ہین آپنے فرمایا کہ تم واقع مین اللہ کے ولی ہو مجھکو تمہین لوگوں میں
رہنے کا حکم ہے ۔ اور حضرت ابو حازم رح فرماتے ہین کہ مجھے شرم آتی ہے کہ خدا کی عبادت
ثواب یا عذاب کے مارے کروں اور بدذات غلام کے موافق ہوں کہ اگر ڈر نہو تو کام نہ کرے
یا شریر مزدور جیسا ہو جاؤں کہ اگر مزدوری نہ پائے تو کچھہ نکرے اور یہ مضمون حدیث شریف
مین بھی ہے کہ تم مین سے کوئی ایسا نہو جیسے برا مزدور کہ اگر اجرت نپائے تو کام نکرے
اور نہ ایسا ہو جیسا برا غلام کہ اگر خوف نہو تو کام نکرے ۔ باقی رہا پانچواں سبب محبت کا یعنی
مناسبت اور ہمشکل ہونا پس اسکو بھی محبت مین دخل ہے اسلیے کہ جو چیز جسکے مشابہ ہوتی ہے
وہ اوسکی طرف کھچتی ہے دیکھو اسی باعث سے لڑکا لڑکے سے الفت کرتا ہے اور بڑا بڑے سے
اور ہر جانور اپنے جنس سے اور جو اپنی قسم کا نہین ہوتا اوس سے نفرت کرتا ہے عالم کو عالم سے
زیادہ انس ہوتا ہے حرفے والے سے اتنا نہیں ہوتا تاجروں کو تاجروں سے زیادہ الفت
زیادہ ہوتی ہے کہ اوتنی کسانوں سے نہین ہوتی اور یہ ایک بات ایسی ہے کہ تجربہ اسکا
شاہد ہے اور اخبار و آثار سے بھی کچھہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ اسکا بیان ہشتم باب

آداب صحبت مین لکھ چکے ہین جہان خدا کی راہ مین بھائی چارے کا ذکر ہے جسکا دل چاہے وہان دیکھ لے — اور جب مناسبت سبب محبت کا ٹھہری تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ مناسبت کبھی تو ظاہر کی بات مین ہوتی ہے جیسے لڑکے کی مناسبت لڑکے سے کہ لڑکپن مین دونون کو مناسبت ہے اور کبھی کسی خفیہ امر مین مناسبت ہوتی ہے کہ اوسپر اورون کو وقوف نہین ہوتا جیسے دو شخصون مین اتفاقًا اتحاد ہو جاتا ہے کہ نہ اونھون نے ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے نہ کچھ مال کی طمع وغیرہ ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی طرف اشارہ فرماتے ہین کہ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ اس حدیث مین تعارف سے غرض تناسب ہے اور تناکر سے غیر تناسب حاصل یہ کہ یہ سبب بھی مقتضی خدای تعالی کی محبت کا ہے کہ بندے مین اور اوسمین مناسبت باطنی ہوتی ہے نہ یہ کہ صورت و شکل ایک سی ہو بلکہ وہ مناسبت ایسے امور باطنی مین ہوتی ہے کہ بعض اونمین سے کتابون مین لکھے جا سکتے ہین اور بعض ممکن نہین کہ لکھی جا سکین بلکہ اونکو پردہ غیرت ہی مین مخفی رہنے دینا ٹھیک ہے تاکہ سالکان طریق معرفت جب شرط سلوک پوری کر چکین تو خود اون امور پر مطلع ہو جاوین پس جو مناسبت قابل لکھنے کے ہے وہ یہ ہے کہ بندے کا قرب خدای تعالی سے اون صفات مین ہو جنکے لیے اقتدا کا حکم ہے اسطرح کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ اور یہ امر اسطرح ہے کہ محامد صفات جو اوصاف الٰہی مین سے ہین اونکو حاصل کیا جاوے مثلاً علم اور نیکی اور احسان اور لطف اور دوسرون کو خیر کا پہونچانا اور خلق پر رحم کرنا اور اونکو نصیحت کرنا اور حق بات کی ہدایت کرنی اور باطل سے منع کرنا وغیرہ مکارم شرعی سیکھنے اور ہر ایک انہین سے بندے کو قرب الٰہی سے بہرہ ور کرتی ہے نہ اس اعتبار سے کہ قرب مکانی ہو بلکہ قرب صفات کی رو سے ہو جاتا ہے اور جس مناسبت کا ذکر کرنا جائز نہین اور کتابون مین نہین لکھی جا سکتی وہ وہی مناسبت خاص ہے کہ جو صرف آدمی مین پائی جاتی ہے اور اوسکی طرف اشارہ ہے اس قول خداوندی مین وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ اسمین بیان فرمایا کہ روح امر ربانی ہے خلق کی عقل کی حد سے خارج ہے اور اس سے واضح تر دوسری آیت ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ اسی وجہ سے اوسکو فرشتون سے سجدہ کرایا اور اسکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ اسلیے کہ آدمی مستحق خلافت الٰہی کا صرف

اوسی مناسبت سے ہوا ہے اور اسکی طرف رمز ہے اس حدیث شریف میں اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس سے کوتاہ اندیشوں نے گمان کرلیا کہ صورت تو نام اوسی شکل کا ہے ظاہری اور مدرک بالحواس ہو اسلیے خدا کو دوسری اشیاء سے تشبیہ دی اور جسم اور صورت گردانی معاذ اللہ منہا اور اسی مناسبت کیطرف اشارہ ہے اس حدیث قدسی میں کہ جناب احدیت نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہ کی حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی یہ کیسے ہوسکتا ہے حکم ہوا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا تو نے اوسکی عیادت نہ کی اگر تو اوسکی بیمار پرسی کرتا تو مجکو اوسکے پاس پاتا۔ اور یہ مناسبت جبھی ظاہر ہوتی ہے جب فرضوں پر قائم ہوکر آدمی نوافل پر مواظبت کرے جیسا کہ حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَلِسَانَہُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِہٖ اور یہ مقام ایسا ہے کہ سدید قلم کی باگ کو یہاں روکنا واجب ہے اسلیے کہ لوگ اس بات سے بہت متفرق ہوگئے ہین بعضے کوتاہ فہم تو تشبیہ ظاہر کیطرف جھک پڑے اور بعضے متصرف عالی مناسبت سے بھی بڑھ گئے اور اتحاد کے قائل ہوے کہ خدای تعالی بندے میں حلول کرجاتا ہے یہانتک کہ بعضون نے انا الحق زبان سے نکالا اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں نصاری بھٹک گئے کہ اونکو خدا کہنے لگے بعضے لوگون نے یہ کہا کہ عالم ناسوت نے لباس لاہوت در بر کیا ہے اور بعضے اس بات کے قائل ہوے کہ ناسوت اور لاہوت متحد ہین مگر جن لوگون پر کہ تشبیہ و تمثیل کا محال ہونا اور اتحاد اور حلول کا ممتنع ہونا منکشف ہوگیا ہے اور باوجود اسکے امر واقعی اور سر حقیقی بھی جانتے ہین تو ایسے لوگ کم ہین اور شاید حضرت ابو الحسن نوری رح اسی مقام کو تاکا کرتے تھے کہ اونکو ایک شعر سے وجد غالب ہوگیا جسکا ترجمہ یہ ہے

شعر

مرا ز عشق بہر دم بمنزلے ست نزول
کزان نزول ہمہ حیرت آمد جملہ عقول

اس شعر سے آپکو اتنا وجد ہوا کہ اوسی حال مین برابر جنگل نیستان مین دوڑتے پھرتے تھے اور کٹ گئی تھی مگر اوسکی جڑین باقی تھیں اونسے آپکے پاؤن چر گئے اور ورم کرگئے اور اسی مین آپکا وصال ہوا اور جسکہ مناسبت بھی اسباب محبت مین سے بہت بڑا سبب ہے اور سب سے زیادہ قوی اور عمدہ اور بعید تر ہے اور اسکا وجود بہت کم ہے پس ان پانچون اسباب کو دیکھو تو خدای تعالی مین حقیقتاً جمع ہین اور سب کے سب اعلی درجات مین ہین نہ ادنی میں اس صورت مین

ارباب بصیرت کے نزدیک قابل ترجیح برا ای صرف محبت الٰہی ہی ہو سکتی ہے جیسے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک غیر اللہ ہی کی محبت کا وجود ہے۔ پھر خلق مین سے اگر کوئی شخص انہین کے ایک سبب کی جہت سے بھی محبوب ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرا بھی اوس سبب مین شریک ہو تو وہ بھی محبوب ہے اور شرکت محبت کے باب مین نقصان ہے اور محبوب کے کمال سے اعراض اور کوئی وصف محبوب اسطرح کا نہین کہ جسمین کوئی شخص یکتا ہوا اور اوسکا شریک بنایا جاوے اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اوسکے لیے شریک کا پایا جانا خالی امکان سے نہین مگر خداوند کریم جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو نہایت درجے کی جلال اور جمال کی ہین اوسکا شریک انمین نہ تو کوئی بالفعل ہے اور نہ آگے کو ممکن اس سے معلوم ہوا کہ اوسکی محبت مین شرکت نہین ہو سکتی اسی سبب سے اوسکی محبت مین نقصان کو بھی دخل نہین ہو سکتا جیسے کہ شرکت کو اوسکے صفات مین راہ نہین اب ثابت ہوا کہ اصل محبت اور کمال محبت کا مستحق وہی ہے کہ جسمین ہرگز دوسرے کو شرکت نہین

چوتھا بیان اس باب مین کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف لذت معرفت الٰہی اور اوسکے دیدار کی ہے اور ممکن نہین کہ اوسپر کسی لذت کو ترجیح ہو مگر اوسی شخص کے نزدیک جو اوس لذت سے محروم ہو جاننا چاہیے کہ لذتین تابع ادراکات کی ہین اور انسان بہت سی قوتون اور طبیعتون کا جامع ہے اور ہر ایک قوت و طبیعت کے لیے ایک لذت جداگانہ ہے یعنی حصول مقتضاے طبع کا جسکے لیے ہر ایک قوت مخلوق ہے اوسکی لذت کہلاتا ہے اسلیے کہ انسان مین یہ قویٰ بیفائدہ تو پیدا ہی نہین ہوے ہر ایک قوت و طبیعت ایک ایسے امر کے لیے بنی ہے جو اوسکا مقتضاے طبع ہے مثلاً طبیعت غضب تشفی اور انتقام کے لیے پیدا ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ اوسکی لذت غلبہ اور انتقام ہی سے ہو جو اوسکے مقتضاے طبع ہے اور قوت خواہش طعام تحصیل غذا کے لیے مخلوق ہوئی ہے جس سے کہ بقاے وجود ہو تو اوسکی لذت اوسی غذا کے ملنے مین ہوگی جو اوسکی مقتضاے طبع ہے اسیطرح لذت سننے اور دیکھنے اور سونگھنے کی ایسی ہی چیزون سے ہوگی جو اونکے مقتضاے طبع ہون پس ان قویٰ مین کوئی قوت ایسی نہین کہ جسکو اپنے مدرکات سے رنج اور لذت نہ ہوتی ہو اسیطرح دل مین ایک قوت ہے جسکو نور الٰہی کہتے ہین جسکے باب مین خداے تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اور اوسکو عقل اور بصیرت باطنی اور نور ایمان اور نور یقین بھی کہتے ہین اور اسکے نامون مین مشغول ہونے سے کچھ غرض نہین کہ ہر ایک کی جدا جدا اصطلاح ہے اور کم عقل یہ گمان کرتے ہین کہ الفاظ کے

اختلاف سے معنی میں اختلاف ہے اسلیے کہ وہ لوگ الفاظ ہی سے معنی کے نکالنے کے
پابند ہین حالانکہ یہ بات امر واجبی کے برعکس ہے بہرحال دل مین ایک ایسی صفت ہے جس سے
کہ اوسکو تمام بدن سے تمیز ہے اوسی صفت سے دل مین باتون کو دریافت کرتا ہے جو
متخیل ہین نہ محسوس مثلاً عالم کا پیدا ہونا یا اوسکا محتاج ہونا ایک خالق مدبر حکیم و قدیم کیطرف
جو صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف ہو اور ہم اوس صفت قلبی کا نام عقل رکھتے ہین بشرطیکہ
کوئی شخص عقل سے وہ قوت نسمجھے جس سے کہ ادراک طریق مجادلہ اور مناظرہ کا ہوتا ہے کیونکہ
بالفعل عقل انھیں معنون مین مشہور ہے اور اسیوجہ سے بعض صوفیہ نے عقل کو برا کہا ہے ورنہ جو
صفت انسانی کہ اوسکے باعث بہائم سے متمیز ہو اور معرفت الٰہی کو اوس سے دریافت کرے
وہ تو بڑی عمدہ صفت ہے اوسکو تو برا کہنا ہی نچاہیے۔ اور یہ قوت اسلیے پیدا ہوتی ہے
کہ اوسکے باعث سب امور کی حقیقت معلوم ہو تو اوسکا مقتضای طبع معرفت اور علم ہے اور
یہی اوسکی لذت ہے جیسے اور قویٰ کا مقتضائے طبع اونکے حق مین لذت ہے اور اس
بات مین بھی کچھ شک نہیں کہ علم و معرفت مین لذت ضرور ہے یہانتک کہ اگر کوئی شخص کسی
ادنی سی چیز کا عالم اور عارف کہلاتا ہے وہ خوش ہوتا ہے اور جو جہل کیطرف منسوب کیا جاتا ہے
گو کسی امر حقیر ہی میں ہو تو ناخوش ہوتا ہے دیکھو آدمی اگر کوئی حقیر چیز ہی جانتا ہو تو اوس سے
فخر اور بڑائی کرنے مین صبر نہین کرتا مثلاً جو شطرنج کھیلنا جانتا ہے اور یہ ادنی بات ہے
مگر باوجود اوسکی خست کے اوسکی تعلیم سے چپ نہین رہتا اور جو کچھ جانتا ہوتا ہے اوسپر زبان
چل ہی جاتی ہے اور یہ اسی لیے کہ لذت اوسکے جاننے کی بہت ہوتی ہے اور اوسکے علم کو
اپنی ذات کا کمال سمجھتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ علم سب صفات ربوبیت مین سے اخص ہے
اور منتہای کمال ہے اور اسلیے جب کسی شخص کی تعریف ذکا اور کثرت علم کی کیجاتی ہے
تو طبیعت کو فرحت ہوتی ہے کیونکہ ثنا کے سننے سے اپنے علم اور ذات کے کمال کا وثوق
ہوتا ہے اسلیے عجب کرتا ہے اور لذت پاتا ہے پھر علم زراعت اور درخت کی اتنی لذت
نہین جتنی سیاست ملک و تدبیر سلطنت اور امور خلق کے جاننے کی ہے اور نہ لذت علم نحو
اور شعر کی ایسی ہے جیسے خدای تعالیٰ اور اوسکے فرشتون اور اسرار آسمان و زمین کے علم کی ہے
بلکہ اصل یہ ہے کہ لذت علم کی بقدر شرف علم کے ہوتی ہے اور شرف علم بقدر شرف معلوم کے
ہوتا ہے یہانتک کہ جو شخص لوگون کے باطن کے حالات دریافت کرکے لوگون سے کہتا ہے

اوسمین بڑا مزہ پاتا ہے اور اگر معلوم نہین ہوتے تو اوسکی طبیعت چاہتی ہے کہ اونکو تلاش کرے پھر اگر شہر کے رئیس کے دل کا حال اور اوسکی ریاست کی تدبیر پر واقف ہو تو یہ امر اوسکے نزدیک کسانون اور بوریا فون وغیرہ غربا کے باطن کا حال معلوم ہونے کی نسبت کر زیادہ عمدہ اور لذیذ معلوم ہوگا اور اگر رئیس سے بڑھکر وزیر کے حالات کا علم ہوگا اور اوسکی تدابیر وزارت پر واقفیت ہوگی تو یہ رئیس کے اسرار جاننے کی نسبت کر اچھا جانیگا اور اگر بادشاہ کے باطن کا حال معلوم ہوگا جو وزیر سے بھی بڑھکر ہے تو وزیر کے حالات سے بھی زیادہ تر اچھا معلوم ہوگا اور اس امر پر تعریف چاہنی اور حرص اور بحث بہت اچھی معلوم ہوگی اور یہی ذکر زیادہ محبوب ہوگا اسلیے کہ اسمین لذت زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ معارف مین سے لذیذتر وہ ہین جو اشرف ہین اور اونکا شرف بحسب معلوم کے شرف کے ہے پس اگر معلومات مین کوئی چیز سب مین اشرف و اعلی اور اجل اور اکرم ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکا علم سب علوم سے بیشک لذیذتر اور اشرف اور اطیب ہوگا اب ہمکو کوئی بتلاوے کہ جس شخص نے سب اشیاء کو پیدا کیا اور تکمیل کی اور اونکو زینت دی اور نئے سرسے بنایا اور دوبارہ بھی بناویگا اور اونکا مدبر اور منتظم وہی ہے اوس سے زیادہ بڑھکر کونسی چیز موجود ہے جو اشرف اور اعلی اور اکمل اور اعظم ہو یا یہ ہوسکتا ہے کہ جناب صدیت کے سوا کوئی اور دربار اسطرح کا ہو کہ ملک اور کمال اور جمال اور جلال مین سب سے زیادہ ہو وہی دربار ہے جسکے مبادی جلال اور عجائب احوال مین وصف و اصفون کا قاصر ہے **شعر**

صانعے کز کمال عز و جلال		در ثنایش زبان ناطقہ لال

پس اگر تمکو ان امور مین شک نہین تو اس بات مین بھی شک نکرنا چاہیے کہ اسرار ربوبیت اور انتظام امور الٰہیہ پر واقف ہونا جو محیط تمام موجودات پر ہین اقسام معارف مین سب سے بڑھکر ہے اور اور معارف کی نسبت کر لذیذ اور عمدہ اور اشرف ہے یہی واقفیت ایسی ہے کہ جب نفس کو ہو جائے تو اپنا کمال اور جمال سمجھنا اوسکو زیبا ہے اور اوس سے خوش ہونا اور رہت پانا بجا اس بیان سے معلوم ہوا کہ علم لذیذ ہے اور علوم مین لذیذتر خدای تعالی اور اوسکی صفات اور افعال کا علم اور جو تدبیر کہ وہ اپنی مملکت مین عرش سے لیکر فرش تک کرتا رہتا ہے اوسکا علم ہے پس اس سے صاف سمجھنا چاہیے کہ معرفت کی لذت اور لذتون کی نسبت کر مثل لذت شہوت اور غضب اور تمام حواس کی لذتون کے فائق تر ہے اسلیے کہ لذات مین اول تو نوع کا اختلاف ہے مثلاً لذت جماع اور ہے اور لذت سماع اور اور معرفت کی لذت

علما کا درجہ بہت زیادہ وسیع ہے کہ آسمان و زمین سے ملک عارف کے میدان ہیں جہاں
چاہے وہاں سیر کرے اسکی حاجت نہیں کہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور تن بدن لیجاوے
اور اسی ملکوت کے جمال کے مطالعہ کے باعث وہ جنت میں رہتا ہے جسکا عرض آسمان و
زمین ہے اور ہر ایک عارف کو اسا ہی کچھ ہے یہ نہیں کہ ایک دوسرے پر تنگی ڈالتا ہو
مگر اتنا ہے کہ جسقدر جسکی نظر اور معرفت ہوگی اوسیقدر اوسکی سیرگاہ کو وسعت ہوگی اور اسی
خدا کے نزدیک اونکے درجات میں تفاوت ہوتا ہے جو شمار میں نہیں آسکتا اس بیان سے
ظاہر ہوا کہ ریاست کی لذت جو باطنی ہے وہ اہل کمال میں جو اسکی سب لذتوں سے بڑھکر
ہوتی ہے اور یہ لذت بہیمہ اور لڑکے کم عقل کو نہین ہوتی اور محسوسات اور شہوات کی لذت
بھی اہل کمال کو ہوتی ہے مگر ریاست کی لذت کو اوسپر ترجیح دیتے ہیں مگر معرفت الٰہی اور اوسکی
صفات و افعال اور آسمانوں اور اوسکی سلطنت کے اسرار کی معرفت جو ریاست کی لذت سے
بڑھکر ہے پس اسکو وہی شخص جانتا ہے جو معرفت کے رتبے کو پہونچے اور اوسکا مزہ چکھے
اور اسکو ایسے کے سامنے ثابت کرنا جسکے دل نہ ہو غیر ممکن ہے اسلیے کہ دل اس قوت کا معدن ہے
تو جسکے دل ہی نہوگا وہ اس مزے کو کیا جانیگا جیسے لذت جماع کی ترجیح لڑکے کے نزدیک
کھیل کود پر ثابت نہین کرسکتے نہ نامرد کو اوسکی ترجیح عطر سونگھنے پر معلوم ہو اسواسطے کہ
لڑکے اور نامرد مین وہ قوت ہی نہین جس سے وہ لذت پاتی ہے مگر جو شخص سونگھنے کی قوت
بھی درست رکھتا ہو اور نامردی سے بھی بری ہو وہ البتہ دونوں لذتوں کا فرق جانیگا
پس اسے یہی کہنا چاہیے کہ یہ لذت کہنے کی نہین جو چکھے سو جانے ہان طالب علم اگرچہ
طلب معرفت امور الٰہیہ مین مصروف نہین ہوتے تب بھی اس لذت کی بو اونکے مشام
جان میں پہونچتی ہے جسوقت مشکلات اور شبہات اونپر منکشف ہوتے ہین جنکے حل
ہونے کے لیے اونکو کمال حرص ہوتی ہے کیونکہ اونکا منکشف ہونا بھی ایک طرح کی معرفت
اور علم مین داخل ہے اونکی معلومات ایسی شریف نہین جیسے معلومات معرفت الٰہی ہوتی ہین
مگر جو شخص اپنی فکر کو معرفت خدای پاک میں دیر تک رکھتا ہے اور اسرار ملک الٰہی مین سے
اوسپر کچھ تھوڑی منکشف ہو جاتا ہے تو اوس سے اسقدر خوش ہوتا ہے کہ پھولا نہین سماتا
اور مارے خوشی کے اڑا جاتا ہے اور تعجب کرتا ہے کہ میرا نفس کیسے ثابت رہا اور اس امر کا
متحمل ہوا اور یہ ایسی چیز ہے کہ بدون ذوق اسکا ادراک نہین ہو سکتا کہنے سے اتنین

فائدہ کم ہوتا ہے پس اسقدر بیان سے تمکو معلوم ہوا ہوگا کہ معرفت خدای پاک سب اشیا سے
لذیذ تر ہے اور یہ کہ کوئی لذت اوس سے زیادہ نہین اور اسی لیے حضرت ابو سلیمان دارانی رح
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اونکو خدای تعالی سے نہ خوف دوزخ رہے
نہ توقع جنت تو ایسے لوگون کو دنیا کسطرح روک سکتی ہے اور اسیطرح حضرت معروف کرخی کے
بعض مریدون نے اونسے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرماوین کہ کونسی چیز نے آپکو
عبادت کی ترغیب دی اور خلق سے علیحدہ کیا آپ چپ ہورہے اوسنے کہا کہ موت کی یاد نے
آپکا یہ حال کیا ہے آپنے فرمایا کہ موت کی کیا اصل ہے اوسنے پوچھا کہ قبر و برزخ کی یاد سے
ایسے ہوے آپنے فرمایا کہ یہ بھی سب بے اصل ہین اوسنے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے
ایسا کیا ہے آپنے فرمایا کہ انکی بھی کچھ اصل نہین یہ سب چیزین ایک بادشاہ کے قبضے مین ہین
کہ اگر اوسکو چاہو تو یہ سب باتین تمکو بھلادے اور اگر تم مین اور اوسمین معرفت ہوجاوے تو تمکو
ان سب سے بچالے - اور حضرت عیسی علیہ السلام کے ارشادات مین ہے جب تم کسی جوان کو
خدای تعالی کی جستجو مین فریفتہ دیکھو تو جان لو کہ اسنے اوسکو اور سب چیزون سے غافل کردیا
اور بعض شیوخ نے حضرت بشیر بن الحارث رح کو خواب مین دیکھا اونسے پوچھا کہ ابو نصر تمار
اور عبد الوہاب دراق رح کا کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ مین نے اونکو اسوقت خدای تعالی کے
سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے اوس شیخ نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے کہا کہ اللہ تعالی کو
معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کیطرف رغبت کم ہے اسلیے مجکو اپنا دیدار مرحمت فرمایا - اور
علی بن الموفق رح سے مروی ہے کہ اونھون نے خواب مین دیکھا کہ جنت مین داخل کیے گئے
کہتے ہین کہ وہان کیا دیکھتا ہون کہ ایک شخص دستر خوان پر بیٹھا ہے اور دو فرشتے اوسکے
دونون طرف ہین انواع واقسام کے میوے اونکو کھلارہے ہین اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے
دروازے پر کھڑے ہوے لوگون کی صورتین پہچانتے ہین اور بعض کو اندر کردیتے ہین
اور بعض کو واپس کرتے ہین پھر مین اونسے حظیرۂ قدس کیطرف آگے بڑھگیا وہان سرادقات
عرش مین ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہ کیطرف تاک لگائے ہوے ہے اور کسی طرف
نہین دیکھتا مین نے رضوان عم سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کہا کہ معروف کرخی رح ہین کہ
انھون نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ بتوقع جنت بلکہ صرف اوسکی محبت سے
تو اللہ تعالی نے اونکو قیامت تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دیدی اور کہا کہ دونون

شخص دوسرے بشر بن الحارث اور احمد بن حنبل رہے ہیں۔ اور ابو یزید سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو کوئی اپنے نفس مین مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اوسی مین مصروف رہیگا اور جو کوئی خدای تعالیٰ کے ساتھہ مشغول ہوگا وہ کل کو بھی اوسیکے ساتھہ مشغول رہیگا۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح سے پوچھا کہ آپکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اونھون نے فرمایا کہ مین نے اوسکی عبادت دوزخ کے خوف سے نہیں کی اور نہ جنت کے اشتیاق سے تاکہ برا مال مزدور کا سا ہو بلکہ عبادت صرف اوسکی محبت اور اشتیاق کے باعث کی ہے اور محبت کے باب مین اونھون نے کچھہ شعر فرمائے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

ایک تو عشق کے باعث ہی مجھے تجھسے وداد ۔ دوسرے اس سے کہ شایان محبت ہے تو
الفت عشق ہی سے ہے مری یہ کیفیت ۔ یاد مین تیری سدا ایسے مین ہون یکسو
اور جو حب کا کہ لائق ہی تو اوس سے تو نے ۔ پردے یہ کھولدیے دیکھتی ہون میں تجھکو
پر نہ اسمین ہو یا اوسمین وہ ہے سب تجھکو ۔ میری تعریف کسی مین بھی نہیں ہے سر مو

اور غالباً اونکی مراد محبت عشق سے یہ ہے کہ اللہ کی محبت اوسکے احسان اور انعام کی باعث کی ہو یعنی وہ لذات کہ دنیا مین اوسے عنایت فرمائے ہین وہ باعث محبت ہوے ہوں اور دوسری محبت سے مراد یہ ہے کہ محبت صرف اوسکے جمال اور جلال کے باعث کی ہو اور جو اونکو منکشف ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ قسم محبت اعلیٰ اور اقوی ہے۔ اور جمال ربوبیت کو دیکھنے کی لذت وہ ہے جسکو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی مین ارشاد فرمایا ہے اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اور اگر کسی شخص کی صفائی قلب غایت کو پہونچ جاتی ہے تو اوسکو بعض ان لذتون مین سے دنیا ہی مین حاصل ہو جاتی ہین اسیواسطے بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین یا اللہ اور یا رب نہیں کہتا ہون اور اپنے دل پر پہاڑ سے زیادہ اسکو بوجھہ جانتا ہون اسواسطے کہ پکارنا پردے کی آڑ سے ہوا کرتا ہے اور کبھی تمنے دیکھا کہ کوئی شخص اپنے ہمنشین کو پکارتا ہو اور یہ بھی اونکا ہی قول ہے کہ جب آدمی اس علم مین نہایت کو پہونچ جاتا ہے تو لوگ اوسکو پتھر مارتے ہین یعنی اوسکی گفتگو اونکی عقلون کی حد سے باہر ہونے لگتی ہے تو اوسکے قول کو جنون یا کفر سمجھتے ہین الحاصل مقصد سب عارفون کا اوسکا وصل اور ملاقات ہی ہے اور وہی اونکی چشم ہے کہ کسیکو نہیں معلوم

کیا اوسکے لیے اوسمین چھپی ہوئی چیز ہے اور جب وہ حاصل ہوجاتی ہے تو امور ترددات
اور شہوات بالکل جاتے رہتے ہین اور دل اوسکی لذت مین مستغرق ہوجاتا ہے یہ ایسا حکا
استغراق ہے کہ اگر وہ شخص آگ مین ڈالدیا جاوے تو اوسکی تکلیف معلوم نہو اور اگر جنت کی
آسایش اوسپر پیش کیجاوے تو اوس مزے کے سامنے اوسکو ہیچ جانے کیونکہ وہ مزہ تو ایسا ہوکہ
اوس سے زیادہ اور کوئی لذت ہی نہین — اب یہہ معلوم نہین کہ جو لوگ محسوسات کی محبت
کے سوا اور کچھہ نہین سمجھتے وہ خدای تعالی کی صورت دیکھنے کی لذت پر کیسے ایمان لاتے ہین
اوسکی تو کوئی شکل وصورت نہین اور اللہ تعالی نے جو اپنے بندون سے اوسکا وعدہ فرمایا ہے
اور اوسکو سب نعمتون سے بڑا فرمایا ہے اوسکے کیا معنی ہین بلکہ اصل یہ ہے کہ جو شخص خدای تعالی کو
پہچانتا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے کہ جتنی لذتین متفرق اور مختلف شہوات سے ہوتی ہین
وہ سب اس ایک لذت مین جمع ہین جب کہ کسیکا قول ہے جسکا ترجمہ یہ ہے نظم

آرزوها داشتم در دل خلاف یار گر	تا ترا نظاره کردم جمع شد اهوای من
رشک برمن می برد شخصی که بودم حاسدش	گشته ام مولای مردم تا توئی مولای من
گشت فارغ خاطرم از دین و دنیا همه	تا بتو مشغولم ای دین من و دنیای من

اور اسیواسطے بعضون کا یہ قول ہے ؎

ہجر او ہولناک تیز ز سقر	وصل او خوشتر از بہشت برین

اور اس سے اونکی غرض صرف کھانے پینے اور نکاح کی لذت پر اوس لذت کو ترجیح
دینی ہے جو دل کو معرفت الہی مین حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ جنت وہ جگہ ہے جہان
حواس کو اونکی لذات سے تمتع ہوگا اور قلب کو صرف خدای تعالی کی لقا مین لذت ہو اور
لذتون کے باب مین خلق کے حالات اسطرح سمجھنے چاہیین کہ مثلاً لڑکے مین ابتدای حرکت
اور تمیز مین ایک قوت پیدا ہوتی ہے جسکے باعث کھیل کو دلذیذ جانتا ہے حتی کہ اوسکے
نزدیک سب چیزون سے زیادہ لذیذ کھیل ہی ہوتا ہے پھر اوسکے بعد زینت کی اور کپڑے
پہننے اور سوار ہونے کی لذت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے سامنے پہلی لذت کھیل کی حقیر
جاننے لگتا ہے پھر اوسکے بعد لذت جماع اور عورتون کی خواہش پیدا ہوتی ہے جسکے
باعث دونون پہلی لذتین بھی چھوڑنے کو تیار ہوجاتا ہے پھر ریاست اور بلندی اور فخر
اور مال اور اولاد کی کثرت کی لذت پیدا ہوتی ہے دنیا کی لذتون مین سے یہ لذت

سے اعلی اور قوی تر ہے اور انہین کیطرف قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے چنانچہ فرمایا
اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَكُمْ وَ
تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ پھر بعد ان سب کے ایک قوت پیدا ہوتی ہے
جسکے باعث لذت معرفت الٰہی اور اوسکے افعال کی ادراک کرتا ہے اس لذت کے
ہوتے ہوے تمام پہلی لذتوں کو حقیر سمجھتا ہے غرضکہ جو لذت پیچھے ہوتی ہے وہ پیشتر
سے قوی تر ہوتی ہے اور یہ سب مین بعد کو ہے کیونکہ کھیل کی محبت سن تمیز مین پیدا ہوتی ہے
اور عورتوں اور زینت کی محبت سن بلوغ مین اور ریاست کی محبت بعد بیس سالہ
ہونے کے اور علوم کی محبت قریب چالیس کے اور یہی انتہا کا درجہ ہے اور جسطرح کہ
لڑکا ایسے شخص پر کہ کھیل کو چھوڑ کر عورتوں سے میل کرے یا ریاست کا طالب ہو ہنسا کرتا ہے
اسیطرح رئیسا بھی اون لوگون پر ہنستے ہین جو ریاست کو ترک کر کے معرفت الٰہی مین سر گرم ہوں
اور عارف اونسے کہتے ہین کہ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

پانچوان بیان اسبات کی وجہ مین کہ معرفت دنیاوی کی نسبت آخرت مین لذت دیدار کیون
زیادہ ہوگی واضح ہو کہ مدرکات دو قسم کے ہین ایک تو وہ جو خیال مین سما جاتے ہین مثلاً
خیالی صورتیں اور رنگ رنگ کے اجسام اور حیوانات اور نباتات جو شکلین رکھتے ہین اور
ایک وہ ہین جو خیال مین نہیں آتے جیسے خدای تعالیٰ کی ذات اور دوسری چیزین جو جسم نہیں
رکھتیں مثل علم اور قدرت اور ارادہ وغیرہ کے۔ اور اگر کوئی شخص کسی انسان کو دیکھکر اپنی آنکھ
بند کرلے تو اوسکی صورت اپنے خیال مین پاویگا ایسی طرح کہ گویا اوسکو دیکھ رہا ہے مگر جب آنکھ
کھولکر دیکھیگا تو کچھ فرق معلوم ہوگا ۔ اس سبب سے نہیں کہ دونوں صورتون مین کچھ اختلاف ہے اسلیے
کہ وہ تو دونون ایک ہی ہیں صرف فرق اس اعتبار سے ہوگا کہ صورت خیالی مین انکشاف
اور وضوح خوب تھا جب آنکھ سے اوسکی رویت ہوئی تو وضوح خوب ہو گیا اور اسکی مثال
ایسی جاننی چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسیکو پہلے طلوع آفتاب کے قریب دیکھے پھر دن نکلے اور
روشنی پھیلنے کے بعد دیکھے ان دونون دفعہ کے دیکھنے مین صرف فرق زیادتی انکشاف ہی کا
ہوگا اسیطرح خیال بھی اول کے ادراک کا نام ہے اور اس ادراک کی تکمیل کا نام رویت ہے
اور یہ نہایت درجہ کا کشف ہے اور اسکا نام رویت بھی اسی جہت سے کہ انتہائے درجہ
کشف ہوتا ہے کچھ اس جہت سے نہین کہ رویت متعلق آنکھ سے ہے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ

اس ادراک کامل کو پیشانی یا سینہ مین مثلاً رکھدیتا تب بھی اسکا نام رویت ہی ہوتا اور جب یہہ
تقریر خیالی صورتون مین تمہاری سمجھہ مین آگئی تو اب جانو کہ جو معلومات ایسی ہین کہ خیال مین
بھی نہین آتین اونکے ادراک کے بھی دو درجے ہین ایک ادراک اول ہے اور دوسرا اس ادراک کی
تکمیل ہے اور ان دونون ادراکون مین زیادتی کشف و وضوح کا ایسا ہی فرق ہے جیسا صورت
خیالی اور آنکھہ سے دیکھی ہوئی چیز مین فرق تھا اسلیے دوسرے ادراک کو نسبت اول کے
مشاہدہ اور لقا اور رویت کہتے ہین اور یہہ نام اوس ادراک کا واقع مین درست ہی اسواسطے
کہ رویت کو رویت صرف نہایت کشف کی جہت سے کہتے ہین اور جسطرح کہ قاعدہ الٰہی اس
بات پر جاری ہے کہ آنکھون کے بند کرنے سے خوب کشف نہین ہوتا اور اگر مرئی شی مین اور
آنکھہ مین کوئی حجاب ہو تو رویت کے لیے اوسکا دور ہونا ضروری ہے اور جبتک وہ حجاب
دور نہوگا تو جو ادراک حاصل ہوگا وہ صرف تخیل کے طور پر ہوگا رویت کہلاویگا اسیطور پر یہہ بھی
مقتضای عادت الٰہی ہے کہ نفس جبتک بدن کے عوارض مین محجوب اور مقتضائے شہوات
اور بشریت مین مبتلا رہیگا تب تک اوسکو مشاہدہ اور رویت اون معلومات کی جو خیال سے
باہر ہین نہوگی بلکہ زندگی دنیاوی ہی رویت سے حجاب ہے جیسے پلکون کا بند کرنا آنکھہ کی
رویت کا حجاب ہوتا ہے اور زندگی کے حجاب ہونے کی وجہ بہت طول طویل ہے اس علم مین
اسکی تقریر شایان نہین یہی وجہ تھی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو رویت کی استدعا مین جواب
ارشاد ہوا تھا کہ لَنْ تَرَانِیْ تو ہرگز نہ دیکھیگا مجکو یعنی حجاب حیات مانع ہماری رویت کا ہے
اور کلام مجید مین ارشاد ہے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ اس سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا مین
رویت الٰہی نہین اور مذہب صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب کو
شرف رویت خداوندی حاصل نہین کیا پس جب کہ موت کے باعث حجاب دور ہوجاتا ہی
تو نفس کدورات دنیا مین آلودہ رہتا ہے بالکل اوس سے جدا نہین ہوتا گو آلودگی مین فرق
ہوتا ہے بعض نفس تو ایسے ہوتے ہین کہ اونپر خباثت اور زنگ کا گذر ہوتے ہوتے ایسے
ہوجاتے ہین جیسے آئینے کو مدت تک نمک مین رہنے سے مورچہ لگجاتا ہے اور اوسکا جوہر ہی
خراب ہوجاتا ہے کہ جلا اور صفائی کچہ فائدہ نہین کرتی ایسے لوگ تو خدای تعالی سے ابدالآباد
کے لیے محجوب رہینگے نعوذ باللہ منہا اور بعض نفس ایسے ہوتے ہین کہ اونکی کدورات اس درجہ کی
نہین ہوتین کہ مہر اور زنگ دلی کو پہونچین اور صلاح پذیر نہون وہ چندے دوزخ پر پیش کیے جاوینگے

کہ میل کچیل اوسکا سب دور ہوجاوے اور جسقدر کہ حاجت صفا اور جلائی ہو گی اوسیقدر دوزخ کا
سامنا بھی ہوگا اور کم سے کم مومنین کے حق مین ایک لحظہ ہی اور زیادہ سے زیادہ سات ہزار
برس جیسا کہ اخبار سے مفہوم ہوتا ہے اور اس دنیا سے کوئی نفس ایسا نہین جاتا جسپر کچھ غبار
یا کدورت ہو گو تھوڑی ہی سہی اور یہی وجہ ہے کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے وَإِن مِّنكُمْ
إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ
الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک نفس کا گذر آگ پر
تو یقینی ہوگا مگر اوس سے نجات ہونے کا یقین نہین وہان سے رہائی جب ہو کہ جتنا اپنے آگے
نفس کی طہارت اور صفائی اچھی طرح کردیا اور جو مدت خدای تعالی نے مقرر فرمائی ہے وہ دیکھی
ہوئے اور جن باتون کا شریعت مین ذکر ہے یعنی حساب کتاب وزن دیکھی وغیرہ سب ہو چکین
اور استحقاق جنت کا بھی ہوا اور یہ وقت مبہم ہے کسیکو اللہ تعالی نے اسپر مطلع نہیں فرمایا کیونکہ یہ
صورتین بعد قیامت کے ہونگی اور قیامت کا وقت معلوم نہیں ان صورتون کے بعد نفس صاف
اور پاکیزہ کدورات سے ہوگا کہ اوسمین کسیطرح کا داغ یا غبار رہیگا پھر اس بات کے شایان ہوگا
کہ اوسمین خداوند جل و علی تجلی فرماوے یہ تجلی اوسوقت ایسی طرح ہوگی کہ اوس سے انکشاف
اور وضوح پہلے علم کا ہوگا جیسے کہ وضوح مرئیات کا متخیلات کی نسبت کر ہوتا ہے اسی
مشاہدہ اور تجلی کا نام رویت اور دیدار ہے اس سے معلوم ہوا کہ رویت ٹھیک ہے بشرطیکہ
رویت سے کوئی یہ نسمجھے کہ ادراک خیالی کسی صورت خیالی کا کسی خاص جہت مین جو ہوتا ہے
اوسکی تکمیل کا نام رویت ہے ایسا ہی رویت الٰہی بھی ہوگی اسلیے کہ خدای تعالی ان سب
امور سے بری ہے بلکہ جسطرح کہ خدای تعالی کو دنیا مین عرفان حقیقی سے اچھی طرح جانا اور
پابند خیال اور صورت اور شکل اور جہت کے نہوے اسیطرح آخرت مین دیدار ہوگا بلکہ ہم
کہتے ہین کہ جو معرفت دنیا مین ہوتی ہے وہی کامل ہو کر درجہ کمال کشف کو پہونچ جاتی ہے
اور وہی مشاہدہ اور رویت کہلاتی ہے اوس رویت آخرت اور معلوم دنیاوی مین کچھ
اختلاف بجز زیادتی کشف اور وضوح کے نہین ہوتا جیسا کہ خیال کی مثال مین اوپر گذرا
پس جبکہ معرفت الٰہی مین توہمت صورت اور جہت کا ممکن نہین تو اسکے پورا ہونے مین
اور صرف وضوح اور کشف کے مرتبے کو پہونچنے مین صورت اور جہت کیسے ہوگی وہ
دونوں تو ایک ہی مین صرف رویت اخروی مین انکشاف ہی زیادہ ہو جیسا صورت مرئی اور

نسبت صورت خیالی کے کشف زیادہ ہوتا ہے اور اسیطرف اشارہ ہے اس آیت مین
نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا
اسلیے کہ تمامی نور سے صرف زیادتی کشف ہی کی ہوجاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دیدار اور
رویت کے درجے کو وہی لوگ پہنچینگے جو دنیا مین عارف ہونگے کیونکہ معرفت دنیا وہی ہی
ایسا تخم ہے جو آخرت مین مشاہدہ ہوجاتا ہے جیسے گٹھلی انجام کو درخت بنجاتی ہے اور دانہ
پیڑ ہوجاتا ہے اور جسکی زمین مین گٹھلی ہی نہوگی اوسکو درخت کہانسے پیدا ہوگا اور جو بیج نہ بویگا
وہ کیسے خرمن پاویگا ع چو تخم افگنی بر ہمان چشم دار خود مشہور ہے پس اسیطرح جو شخص
اللہ تعالی کو دنیا مین نہ پہچانیگا وہ آخرت مین اوسکو کیسے دیکھیگا - اور از انجا کہ معرفت کے
درجات مختلف ہوتے ہین تو تجلی بھی مختلف ہوگی جیسے بیج کے اختلاف سے سبزہ اور
روئیدگی مختلف ہوا کرتی ہے مثلاً اگر بیج بہت ہوگا یا کم ہوگا اور اچھا قوی ہوگا یا ضعیف ہوگا
تو اوسکی روئیدگی بھی ویسی ہی ہوگی اسیطرح تجلی کا حال معلوم کرنا چاہیے کہ جیسی معرفت
ہوگی ویسی ہی تجلی بھی ہوگی اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَتَجَلّٰی
لِلنَّاسِ عَامَّةً وَلِاَبِیْ بَکْرٍ خَاصَّةً پس یہ گمان نکرنا چاہیے کہ لذت دیدار اور نظر
جیسی حضرت ابوبکر رض کو ہوگی ویسی ہی اونسے کم درجے والون کو بھی ہوگی بلکہ اونکی لذت کا
سواں حصہ بھی اونسے کم درجے والون کو نملیگا اگر اونکی معرفت آپ کی معرفت کی نسبت
سواں حصہ ہوگی اور از انجا کہ حضرت ابوبکر رض معرفت مین لوگون سے بڑھکر تھے اور یہ راز
آپکے سینہ مبارک مین جاگزین تھا اسلیے آخرت مین آپ ہی تجلی کے مستحق ہوے
کے لیے ہوے اور جیسے کہ دنیا مین لوگون کو دیکھتے ہو کہ بعضے لذت ریاست کو مطعومات اور
نکاح کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اور بعضے لذت علم اور انکشاف اسرار آسمانون اور زمین اور
امور الٰہیہ کو ریاست اور ماکولات و مشروبات وغیرہ کی لذت پر ترجیح دیتے ہین اسیطرح آخرت مین
معاملہ ہوگا کہ بعض لوگ لذت دیدار الٰہی کو جنت کی آسایش پر مقدم جانتے ہین اسلیے کہ
جنت مین کھانے اور پینے اور نکاح ہی کی لذت ہوگی اور یہ لوگ بعینہ وہی ہین کہ جنکا
حال ہمنے اوپر لکھا ہے کہ لذت علم و معرفت اور اطلاع اسرار ربوبیت کو تمام انواع لذات
ترجیح دیتے ہین جنمین لوگ مشغول ہین ... حضرت رابعہ بصریہ سے کسی نے پوچھا
جنت کے باب مین آپ کی کیا راے ہے فرمایا کہ اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ یعنی اول

پھر جابہ اس قول مین آپنے بیان کیا کہ میرے دل مین التفات جنت کیطرف نہیں بلکہ مالک جنت کیطرف
طوبیٰ کا سایہ تجکو مبارک ہو زاہد ا ہمکو تو مالک جنت یار چاہیئے
اور جو شخص اللہ تعالی کو دنیا مین دیکھیگا وہ اوسکو آخرت مین بھی دیکھیگا جسکو لذت معرفت
دنیا مین ہوگی وہ آخرت مین لذت دیدار پاویگا اسلیے کہ دنیا سے اگر کسیکے ساتھہ کچھہ
جاویگا تو آخرت مین اوسکو کوئی نئی بات نہوگی جو یہان بویگا وہی وہان کاٹیگا اور آدمی
جس بات پر مرا ہوگا اوسی پر اوسکا حشر ہوگا اور جس بات پر جیا ہوگا اوسی پر مریگا پس جس
توشہ معرفت ساتھہ ہوگا اوسیقدر لذت پاویگا وہی معرفت مشاہدہ کی صورت بنجاویگی
اور زیادتی کشف سے لذت دوبالا دیگی جیسے کہ عاشق اگر محبوب کی صورت خیالی
دل مین رکھتا ہے اور پھر صورت آنکھہ سے دیکھتا ہے تو چونکہ وہی اوسکی منتہا لذت ہو
اسلیے اوسکی لذت خیالی صورت کی بہ نسبت مضاعف ہو جاتی ہے اور اسیطرح جنت میں
ہر ایک کو دل چاہتی چیز ملیگی تو جو شخص سوای دیدار الٰہی کے اور کچھہ نچاہتا ہوگا اوسکو
اوسکے سوا مین کچھہ لذت بھی نہوگی بلکہ کیا عجب ہے کہ ایذا پاوے حاصل یہ کہ آسایش جنت
اوسیقدر ہوتی ہے جسقدر محبت الٰہی ہو اور محبت بقدر معرفت ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ اصل
سعادت معرفت ہی ہے جسکو شرع مین ایمان سے تعبیر کیا ہے۔ اب اگر یون کہو کہ لذت
دیدار کو اگر کچھہ نسبت معرفت کیطرف ہے تو معلوم ہوا کہ بہت کم ہوگی گو معرفت کی نسبت کم
دوگنی چوگنی ہی کیون نہو کیونکہ معرفت کی لذت دنیا مین بہت ضعیف ہے پس اوسکا دوگنا چوگنا
کرنے سے ایسی حد کو نہیں پہونچیگی جسکے سامنے سب جنت کی لذتیں ہیچ معلوم ہون تو
اوسکا جواب یہ ہے کہ لذت معرفت کو کم سمجھنے کا منشا معرفت سے خالی ہوتا ہے پس جو
شخص معرفت سے خالی ہوگا وہ اوسکی لذت کیسے جانیگا اور اگر تھوڑی سی معرفت بھی
ہوئے اور دلمیں علائق دنیاوی بھرے ہون تو اوسکو اوسکا مزہ کیا ملیگا البتہ عارفین کو
اونکی معرفت اور فکر اور مناجات مین وہ مزے ہین کہ اونکی عوض اگر اونکے سامنے جنت کی
لذتین پیش کیجاوین تو ہرگز نلین اور ایسی لذتوں کو جنت کے مزون سے نہ بدلین پھر یہ
لذت عارفین کی باوجود کمال لذت دیدار اور مشاہدہ سے کچھہ نسبت ہی نہین رکھتی جیسے
کہ تصور معشوق کی لذت کو اوسکے دیدار سے کچھہ نسبت نہین ہوتی یا عمدہ مزہ دار کھانون
کے سونگھنے کی لذت کو اونکے لقمے کی لذت سے کچھہ نسبت نہین یا ہاتھہ پھیرنے کی

لذت کو جماع سے کچھ نسبت نہین اور ان دونون مین زیادہ فرق ہے جن مثال بیان کیے ممکن نہین
اسیواسطے ہم کہتے ہین کہ لذت دیدار معشوق دنیا مین کئی سبب سے متفاوت ہوتی ہے اول احوال
معشوق کا کامل ہونا اور ناقص ہونا تو ظاہر ہے کہ نظر کو زیادہ کامل کیطرف دیکھنے سے زیادہ
لذت ہوتی ہے دوسرے محبت اور خواہش اور عشق کا غالب ہونا کہ عاشق زار کو جو لذت ہوگی وہ
کم محبت والے کو نہوگی تیسرے ادراک کا کامل ہونا کہ اگر محبوب کو نزدیک سے بے پردہ خوب چاندنی مین
دیکھے گا تو لذت زیادہ ہوگی بخلاف اوس صورت کے کہ اندھیرے مین یا پردہ باریک کی آڑ مین یا
دور سے دیکھے اسیطرح پاس لیٹنا اور کپڑے کا حجاب ہونا مزہ نہین دیتا جو حالت برہنگی مین دیتا ہے
چوتھے موانع اور دل کے پریشان کرنے والے ترددات کا برطرف ہونا مثلاً ایک شخص تندرست
فارغ البال بے تردد اپنے محبوب کو دیکھتا ہے تو جو کیفیت اوسکو ہوگی وہ اوسکو نہوگی جو حالت خوف مین
اپنے معشوق کو دیکھتا ہے یا بیمار دردمند ہے یا اوسکا دل کسی ایسے تردد مین مبتلا ہے کہ کیفیت دیدار
اچھی طرح محسوس نہین کرتا اب فرض کرو کہ ایک عاشق جسکا عشق ضعیف ہے وہ اپنے معشوق
کیطرف باریک پردے کی آڑ سے فاصلے سے دیکھتا ہے اسطرح کہ اوسکی صورت کی ماہیت اچھی طرح
نہین سوجھتی اور اسپر طرہ یہ ہے کہ اوس عاشق کے گرد بچھو اور سانپ وغیرہ موذیات جمع ہین کہ اوسکو
کاٹ رہے ہین اور اوسکے دل کو پراگندہ کرتے ہین تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو کچھ نہ کچھ تو لذت اپنے
معشوق کے دیدار کی ہوگی لیکن اگر اوسپر یکایک ایسی حالت آجاوے کہ جس سے فاصلہ بھی برطرف
ہوجاوے اور پردہ بھی اوٹھ جاتا رہے اور موذیات برطرف ہوجاوین اور چاندنا بھی خوب ہوجاوے
اور یہ شخص تندرست بے فکر ہوجاوے اور شہوت قوی اور شدت عشق کا ہجوم اسقدر ہو
کہ نہایت درجے پر پہونچ جاوے تو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی لذت کا کیا حال ہوگا اور پہلی حالت کو
اس دوسری سے کیا نسبت ہوگی اسیطرح لذت معرفت کو لذت دیدار کیطرف نسبت سمجھنا چاہیے
یعنی پردہ باریک تو بدن انسان ہے اور سانپ بچھو وغیرہ شہوات ہین جو انسان پر مسلط ہین
مثل بھوک پیاس غضب غم و اندوہ وغیرہ اور ضعف شہوت و محبت یہ ہے کہ دنیا مین نفس شوق
ملاء اعلی کا کم رکھتا ہے اور لذت عرفان مین ناقص ہے اور اسفل السافلین کیطرف راغب جیسے
لڑکا باعث چڑیا سے کھیلنے کے لذت ریاست کے دیکھنے سے قاصر ہوتا ہے پس عارف اگرچہ
دنیا مین اوسکی معرفت قوی ہوتا ہم ان مکروہات سے خالی نہین ہوتا اور خالی ہونا ان ترددات سے البتہ
ناممکن ہے ہان بعض اوقات یہ موانع کسی صورت مین ضعیف ہوجاتے ہین اوسوقت جمال معرفت

ایسا انکشاف ہوتا ہے کہ جس سے عقل حیران ہوجاتی ہو اور لذت اتنی زیادہ ہوتی ہو کہ اوسکی زیادتی سے دل پھٹنے کے قریب ہوجاتا ہے مگر یہ حالت مثل برق خاطف کے ہوتی ہو بہت کم ٹھہرتی ہو بلکہ شواغل اور افکار اور خواطر ایسے پیش آتے ہین کہ جو عارف کو تردد میں ڈالیں اور عیش مکدر کردیں اور اس حیات فانی میں یہ بات ہمیشہ ہی رہتی ہے اسیلیے ہمیشہ مدت تک یہ لذت مکدر ہی رہتی ہو صرف زندگی بعد موت کے ہو جسکے لیے حدیث شریف مین وارد ہے لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اور کلام مجید میں ارشاد ہو وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَہِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ اور جو شخص اس درجے کو پہونچ جاتا ہو وہ خداوند تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب جانتا ہو اسیلیے موت کو اچھا سمجھتا ہو اور اوسکو برا نہین جانتا مگر اسی خیال سے کہ موت سے پہلے معرفت اور زیادہ کامل ہوجائے کیونکہ معرفت مثل تخم کے ہو جسقدر یہ بیان اچھی اور کامل ہوجائے اوسیقدر اوسکا ثمرہ کامل اور عمدہ قیامت مین ہوگا اور معرفت ایک دریا ہو بے پایان تو گویا احاطہ کنہ جلال الٰہی کا محال ہو مگر جسقدر معرفت اللہ کی اور اوسکے صفات و افعال و اسرار مملکت کی زیادہ اور قوی ہوگی اوسیقدر لذت آخرت بھی بہت اور بڑی ہوگی اور حاصل کرنا تخم معرفت کا بدون دنیا کے ممکن نہیں اور اسکا بونا بدون کھیت قلب کے نہین ہوسکتا اور اوسکا حاصل آخرت مین حاصل ہوتا ہو اور اسیلیے حدیث شریف مین وارد ہو اَفْضَلُ السَّعَادَاتِ طُوْلُ الْعُمُرِ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ اسیلیے کہ اگر عمر طویل ہوگی اور مداومت فکر اور مجاہدہ [illegible] کی ملازمت دنیاوی [illegible] سے [illegible] تو ظاہر ہو کہ معرفت بھی کامل اور وسیع اور زیادہ ہووےگی جو شخص موت کو محبوب جانتا ہو اوسکی وجہ یہ ہوتی ہو کہ معرفت میں اپنے آپ کو اپنے درجے پر دیکھتا ہو کہ اوس سے زیادہ کا ملنا اوسکو معلوم نہیں ہوتا اور جو موت کو برا جانتا ہو وہ اس نظر سے کہ اگر عمر زیادہ ہوگی تو توقع زیادتی معرفت کی رکھتا ہو اور اوسوقت اپنے آپکو درجہ ممکن الحصول سے قاصر پاتا ہے اہل معرفت کے نزدیک موت کو برا خواہ اچھا سمجھنے کی یہی وجہ ہوتی ہو بخلاف تمام خلق کے کہ اونکی نظر صرف شہوات دنیاوی پر ہوتی ہو اگر ساری آرزوئین خاطر خواہ زیادہ ملین تو طول عمر چاہتی ہین اور اگر تنگی ہوئی تو موت کو چاہتی ہین حالانکہ محرومی [illegible] میں انکا [illegible] [illegible] اور یہی دونوں ہر ایک طرح کی بدبختی کی جڑ میں اور معرفت سب دولتوں کی اصل ہو اس تحقیق سے تمکو معنی محبت اور معنی عشق معلوم ہوگئے کہ زیادتی محبت کو عشق کہتے ہین اور نیز معنی لذت معرفت اور معنی رویت اور

لذت رویت کی معلوم ہوگئی اور یہ کہ لذت دیدار سب لذتون سے عقل اور کمال والون کے نزدیک لذیذ تر ہی گو اہل نقصان کے عندیے مین ویسی نہو جیسی کہ ریاست کی لذت لڑکون کے نزدیک غذا کی چیزون سے عمدہ نہین ہوتی - اب معلوم کرنا چاہیے کہ رویت الٰہی کا محل آخرت مین دل ہوگا یا آنکھہ تو لوگون کو اس باب مین اختلاف ہی اور اہل بصیرت اس خلاف پر دھیان نہین کرتے وہ کہتے ہین کہ عاقل کو آم کھانے سے غرض ہی نہ پیڑ گننے سے تو جو شخص اپنے معشوق کو دیکھنا چاہتا ہی وہ عشق کی حالت مین اس بات کی پروا نہین کرتا کہ دیدار معشوق آنکھون مین پیدا ہوگا یا پیشانی مین بلکہ اوسکی غرض رویت اور اوسکی لذت سے ہی برابر ہی کہ وہ آنکھہ سے حاصل ہو یا اور کسی عضو سے کیونکہ آنکھہ تو صرف محل اور ظرف ہی وہ تو دیکھتی ہی نہین نہ اوسکا کچھہ اعتبار - اور امر حق اس باب مین یہ ہی کہ قدرت الٰہی مین دونون باتون کی گنجایش ہی دونون سے رویت کی نعمت دے سکتا ہی تو یہ صورت تو جواز کی ہوئی اور دونون جائز صورتون مین سے آخرت مین کونسی ہوگی یہ بات بدون شارع سے سننے کے معلوم نہین ہو سکتی ٹھیک اسمین یہی حال ہی جو اہل سنت جماعت کا عقیدہ ہی کہ رویت کے لیے آنکھہ مین قوت دیجاویگی اور دلائل شرعی سے بھی ایسا ہی کچھہ سمجھہ مین آتا ہی اسلیے کہ الفاظ رویت اور نظر وغیرہ کے مستعمل ہین ظاہر اون سے آنکھہ ہی کی نظر معلوم ہوتی ہی اور ظاہر الفاظ کو بدون ضرورت تاویل کرنا جائز نہین

چھٹا بیان اون اسباب کے ذکر مین جنسے اللہ تعالے کی محبت قوی ہوتی ہے

جاننا چاہیے کہ آخرت مین لوگون مین سے سعید تر حال وہ شخص ہوگا جو اون مین سے اللہ تعالیٰ کی محبت قوی تر رکھتا ہوگا اسلیے کہ آخرت کے معنی یہی ہین کہ خدای تعالیٰ کے پاس آنا اور سعادت ملاقات سے مشرف ہونا اور ظاہر ہی کہ جب عاشق اپنے محبوب کے پاس بہت سے دنون کے اشتیاق کے بعد جائیگا اور اوسکے دیدار سے ہمیشہ کو مشرف ہوگا اور کوئی چیز روک ٹوک کی کبھی نہین پائیگا اور رقیب و اغیار اور کدورت اور انقطاع کا خوف کچھہ نہوگا تو کیسی کچھہ خوشی اور لذت اوسکو حاصل ہوگی مگر یہ لذت بقدر قوت محبت کے ہوگی پس جسقدر محبت زیادہ ہوگی اوسیقدر لذت زیادہ ہوگی اور بندے کو محبت الٰہی صرف دنیا مین ہوتی ہی اور اصل محبت سے کوئی ایماندار خالی نہین اسلیے کہ اصل معرفت سب مین ہوتی ہی مگر فرط محبت اور استیلاء محبت جسکو عشق کہتے ہین یہ بہتون مین نہین ہوتی اسکے حاصل کرنے کے دو سبب ہین اول علائق دنیا سے علیحدہ ہونا اور غیر اللہ کی محبت دل سے نکال ڈالنی اسلیے کہ دل مثل

برتن سکے ہی اگر برتن مین سارا پانی ہو تو اوسمین گنجایش سرکہ کی ہوگی اور دو دل خدای تعالی
کسیکو عنایت نہین فرمائے کہ ایک سے خدا کی محبت کرے اور دوسرے مین غیر کی محبت رکھے
اور کمال محبت اسمین ہو کہ خدای تعالی کو تمام دل سے چاہے اور جب تک غیر کیطرف التفات رکھیگا
تو ایک گوشہ اوسکے دل کا غیر سے مشغول ہوگا تو جسقدر غیر اللہ سے مشغول ہوگا اوسیقدر اوسمین
محبت الٰہی کم ہوگی جیسے برتن مین جسقدر پانی رہتا ہو اوسیقدر سرکہ کم آتا ہو اور اسی تکمیل کیطرف
اشارہ ہو اس آیت میں قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ اور اس آیت میں اِنَّ الَّذِيْنَ
قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا بلکہ یہی مراد ہو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی
کوئی معبود اور محبوب سوا خدای تعالی کے نہیں کیونکہ محبوب معبود ہوتا ہے اسلیے کہ عبد مقید کو
کہتے ہین اور جسکا قیدی ہو وہ معبود ہوتا ہو اور عاشق محب بھی اپنے محبوب کا مقید ہوتا ہے تو
محبوب معبود ہوا اور اسلیے اللہ تعالی فرماتا ہو اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَبْغَضُ اِلٰهٍ عُبِدَ فِي الْاَرْضِ الْهَوٰى
اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہو مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مُخْلِصًا
دَخَلَ الْجَنَّةَ اور معنی اخلاص کے یہ ہین کہ دل کو خالص خدای تعالی کے لیے کرے کہ اوسمین
دوسرے کی شرکت باقی نرہے دل کا محبوب اور معبود اور مقصود صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہو اور جس
شخص کا یہ حال ہو تو دنیا اوسکا قیدخانہ ہو اسلیے کہ مشاہدہ محبوب سے اوسکو روکتی ہو اور مرنا اوسکے
حق مین قید سے چھوٹنا اور محبوب کے پاس جانا ہو تو جس شخص کا محبوب ایک ہی ہو اور مدت سے اوسکی طرف
مدت سے اشتیاق رکھتا ہو اور قیدخانے میں بند ہو وہ اگر قیدخانے سے چھوٹے اور محبوب سے ملے
اور ابدالآباد تک امن چین مین رہے تو اوسکا کیا کہنا ہو۔ پس محبت الٰہی کی دلونمین کم ہونے کا ایک
یہی سبب ہے کہ دنیا کی محبت دلون مین قوی ہو اور اسمین محبت اہل و عیال اور مال و اقارب اور
زمین اور چوپایون اور باغات اور سیر و تماشا کی داخل ہو حتی کہ اگر جانورون کی آواز خوش اور
نسیم سحری کی حرکت سے خوش ہوگا تو رغبت دنیاوی کیطرف متوجہ ہوگا اور اوسکے باعث نقصان
محبت الٰہی کے درپے ہوگا اور جسقدر انس دنیا سے ہوگا اوسیقدر انس الٰہی کم ہوگا اور جس شخص کو
دنیا مین سے جسقدر ملتا ہو اوسیقدر آخرت مین سے کم ہو جاتا ہو جیسے کوئی شخص مشرق سے
جتنا قریب ہوتا ہو اوتنا ہی مغرب سے دور ہو جاتا ہو اور جتنا ایک بی بی کا دل خوش کرے اوتنا
اوسکی سوت کو رنج ہوتا ہو اسلیے کہ دنیا و آخرت مثل دو سوتون یا مشرق و مغرب کے ہیں او

اہل دل پر آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ تر منکشف ہوتی ہے اور دل میں محبت دنیا کی بیخ کنی کی تدبیر طریق زہد اور صبر کو اختیار کرنا اور خوف و رجا کی باگ سے اوسکا مطیع ہونا ہی پس جو مقامات توبہ اور صبر اور زہد اور خوف و رجا کے بیان لکھے ہیں وہ محبت کے دونوں رکنوں میں سے ایک کے حاصل کرنے کے ہیں اور وہ دل کا خالی کرنا غیر اللہ سے ہی اور اوسکا شروع اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور جنت و دوزخ پر ایمان لانا ہی پھر اوس سے خوف و رجا پیدا ہوتے ہیں اور ان دونوں سے توبہ اور اوس پر صبر کرنا متفرع ہوتا ہی اور رفتہ رفتہ دنیا اور مال و جاہ میں اور تمام حظوظ دنیا میں زہد کرنا حاصل ہوتا ہی اور ان سب سے دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بعد اوسکے دل میں معرفت الٰہی اور اوسکی محبت آنے کی گنجایش ہوتی ہی اور یہ سب امور مقدمات صفائی دل کے ہیں اور یہی صفائی محبت کے دو رکنوں میں سے ایک ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث میں اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ جیسا کہ شروع باب طہارت میں بیان اوسکا لکھا ہی — دوسرا سبب محبت کے قوی ہونے کا معرفت الٰہی کا قوی ہونا اور دل میں اوسکا پھیل جانا اور یہ بعد تمام علائق دنیاوی اور اوسکے اشغال سے دل کے پاک ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہی جیسا زمین کو گھاس وغیرہ سے صاف کر کے بیج ڈالتے ہیں اور یہی دوسرا رکن محبت کا ہی پھر اس سے محبت و معرفت کا درخت پیدا ہوتا ہی اور اسی کا نام کلمہ طیبہ ہی جسکی مثال خدای تعالیٰ بیان فرماتا ہی ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت میں اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ کلم طیب سے مراد معرفت ہی اور عمل صالح اوس معرفت کے حق میں مثل حمال اور خادم کے ہی اور عمل صالح سب اسی لیے ہی کہ اول دل کو دنیا سے پاک کرے پھر اوسکی طہارت کو باقی رکھے غرضکہ عمل صرف اسی معرفت کے لیے مقصود ہوتا ہی اور کیفیت عمل کا علم عمل کے لیے مطلوب ہوتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ علم اول بھی ہی اور آخر بھی اول تو علم معاملہ ہی اور اوسکی غرض عمل ہی اور عمل سے غرض صفای قلب اور اوسکی طہارت ہی تاکہ اوس میں حق کی تجلی ہو اور علم معرفت سے زینت پائے جسکو علم مکاشفہ کہتے ہیں اور جب یہ معرفت حاصل ہوگی تو اوسکے پیچھے محبت ضرور ہوگی جیسے اگر کوئی شخص مزاج کا معتدل و صحیح ہو جب خوبصورت کو چشم ظاہر سے دیکھیگا تو اوس سے محبت کریگا اور اوسکی طرف راغب ہوگا اور جب محبت ہوگی تو لذت بھی ہوگی کیونکہ لذت محبت کے پیچھے ضروری ہوتی ہی اور محبت ضروری ہی کہ بعد معرفت کے ہو اور دل سے

دنیاوی کاروبار پر طرف ہونے کی اس معرفت کیطرف یہ چیزیں پہونچاتی ہیں یعنی فکر صافی و ذکر دائم و
محبت سچی کوششیں طلب میں اور نظر دائمی جناب باری تعالی اور اوسکی صفات اور ملکوت السموات اور
تمام مخلوقات میں رکھنی اور جو لوگ اس درجے پر پہونچتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں قسم اول زبردست
اونکا یہ حال ہی کہ اول باری تعالی کو پہچانتے ہیں پھر اوسکے سبب سے اوسکے غیر کو پہچانتے ہیں
قسم دوم ضعیف کہ اول معرفت افعال کی کرتے ہیں پھر افعال سے فاعل کیطرف ترقی کرتے ہیں اور
قسم اول کیطرف اشارہ ہی اس آیت میں اَوَلَمْ یَکْفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ اور یہ آیت
شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور بعض عارفین نے اسی نظر سے جواب دیا تھا کہ جب اونسے
پوچھا گیا کہ تمنے اپنے رب کو کس چیز سے پہچانا تو اونھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب کو رب ہی سے پہچانا
اور اگر میرا رب نہوتا تو مین اوسکو نہ پہچانتا اور دوسرے کیطرف اشارہ ہی اس آیت میں سَنُرِیْھِمْ
اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ اور اس آیت میں
اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اسمین قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اور اسمین اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ
اور یہ طریق اکثر لوگون پر سہل ہی اور سالکین کو اسمین گنجایش زیادہ ہی اور اسی پر اکثر ہدایت
قرآنی مشتمل ہی کہ کہیں تدبر کا حکم ہی کہیں تفکر کا کہیں عبرت پکڑنے کا کہیں نظر و تامل کرنے کا
اور ایسی آیتوں مین مذکور ہی کہ اونکا شمار نہیں ہوسکتا پس اگر یہ کہو کہ یہ دونون باتیں مشکل ہیں ہمکو
کوئی ایسی تدبیر بتلانی چاہیے جس سے معرفت کے حاصل ہونے پر مدد مل سکے اور اوس سے محبت تک
پہونچ سکیں تو اوسکا جواب یہ ہی کہ بہتر طریق توحید باری تعالی کی معرفت سے اور تمام خلق کی [illegible]
پر پہونچتا ہی اور وہ طریق باریک ہی اور اوس باب مین گفتگو کرنی اکثر لوگون کی فہم کی حد سے باہر ہی
اوسکو کتابون میں لکھنے سے فائدہ نہیں مگر جو طریق سہلتر اور ادنی ہی وہ البتہ اکثر سمجھ میں بھی
آسکتا ہی اور اوسکے سمجھنے سے جو فہم قاصر ہو رہی ہین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ وہ لوگ تدبر سے روگردان
ہین اور شہوات اور نفس کی لذات مین مشغول ہیں اور اوسکے لکھنے کی یہ بات مانع ہی کہ اوسکا
پھیلاؤ اور کثرت بہت ہی اور اوسکے اقسام اتنے ہین کہ شمار اور نہایت سے زائد ہیں اسلیے کہ
کوئی ذرہ آسمان برین سے زیر زمین تک ایسا نہین کہ جسمین عجیب نشانیان کمال قدرت اور
کمال حکمت اور بے انتہا جلال و عظمت الٰہی پر دال نہو اور اسطرح کے ذرات لا انتہا ہیں

خود ارشاد فرماتا ہی لَو کَانَ البَحرُ مِدَادًا لِکَلِمَاتِ رَبِّی لَنَفِدَ البَحرُ قَبلَ اَن تَنفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّی
تو ایسے ذکر مین مصروف ہونا علوم مکاشفہ کے سمندر مین غوطہ مارنا ہوا اور یہ بھی نہین ہو سکتا
کہ اوسکو علوم معاملہ کا طفیلی کر کے لکھا جاوے اسلیے ضرور ہوا کہ مختصرا ایک مثال بطور رمز وایما
بیان کر دی جاوے تاکہ اوس سے اوسکی جنس پر تنبیہ ہو جاوے پس ہم کہتے ہین کہ دونون طریقون
مین سے سہلتر دیکھنا افعال کا ہی اور اوسیکا ذکر کرتے ہین اور اعلی طریق کو چھوڑے دیتے ہین
اب افعال الٰہی کو جو دیکھتے ہین تو وہ بھی بہت ہین اونمین سے کمتر اور حقیر وصغیر لیکر اوسکو عجائب مین
نظر کرتے ہین ظاہر ہی کہ باعتبار فرشتون اور ملکوت آسمانی کے سب مخلوقات مین سے کمتر زمین
اور اوسکے اوپر کی چیزین ہین زمین کو اگر جسم اور حجم کی رو سے دیکھو تو آفتاب باوجودیکہ چھوٹا معلوم
ہوتا ہی مگر سیکڑون گنا اوس سے زیادہ ہی تو آفتاب کی نسبت کر اسکی چھوٹائی سوچنی چاہیے پھر
آفتاب کی خردی اوس آسمان کی نسبت کر دیکھو جسمین وہ جڑا ہوا ہی کہ اوس سے آفتاب کو کچھ نسبت ہی
نہین اور آسمان چہارم مین اوسکا مقام ہی یہ آسمان اپنے اوپر کے آسمانون کی نسبت کر چھوٹا ہی
اور ساتون آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہین جیسے جنگل مین کوئی لوہے کا کڑا پڑا ہوا اور کرسی
عرش مین ایسی ہی ہی تو یہ نظر تو انکے وجود پر باعتبار حجم کے ہوئی جسکی رو سے زمین ساری کی ساری
اونکے مقابل کتنی حقیر ٹھہرتی ہی بلکہ اگر زمین کو سمندرون ہی کی نسبت کر دیکھو تو نہایت چھوٹی ہی
جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ اَلاَرضُ فِی البَحرِ کَالاِصطَبلِ فِی الاَرضِ
اور تجربہ اور مشاہدہ بھی اسکی تصدیق کرتا ہی یعنی معلوم ہوا ہی کہ جسقدر زمین پانی سے باہر ہی اوسکو
تمام کرہ کے ساتھ وہ نسبت ہی جو ایک چھوٹے جزیرے کو ہی تمام خشکی کیطرف پھر آدمی کو دیکھنا
چاہیے جو مٹی سے بنا ہی اور مٹی زمین کا ایک جزو ہی اسیطرح تمام حیوانات کو دیکھو کہ زمین کی نسبت
کتنے چھوٹے ہین ان سبکو جانے دو جن حیوانات کو تم چھوٹا جانتے ہو اونمین سے مچھر اور شہد کی
مکھی یا جو ایسے ہی ہون اونکو دیکھو مثلاً مچھر کو اس چھوٹے سے جسم پر عقل حاضر اور فکر صاف سے
تامل کرو کہ اوسکو خداوند تعالی نے سب سے بڑے حیوان یعنی ہاتھی کی شکل بنایا کہ اوسکے ایک سونڈ
لگائی اور باوجود اس چھوٹی شکل کے جتنے اعضا ہاتھی کو عنایت فرمائے اوتنے ہی اوسکو بھی دیے
اور دو بازو زیادہ پیدا فرمائے پھر یہ دیکھو کہ اوسکے اعضائے ظاہری کو کیسے تقسیم کیا ہی کہ بازو نکالے
اور ہاتھ پانون بنائے اور آنکھ اور کان دیے اور باطن کے اعضا بھی مثل تمام حیوانات کے بنائے
اور اونمین قوت غاذیہ اور جاذبہ اور دافعہ اور ماسکہ اور ہاضمہ ویسی ہی دی جیسی اور حیوانات مین

دوبارہ چراغ کیطرف لوٹتا ہی یہان تک کہ جلجاتا ہی اور شاید تمکو خیال ہو کہ یہ امر اوسکے نقصان
اور جہالت سے ہوتا ہی تو جان لو کہ انسان کی جہالت مچھر کی جہالت سے بڑھکر ہے دیکھو
آدمی بھی شہوات دنیاوی پر گرنے مین ایسا ہی ہی جیسا پروانہ آگ مین گرنے مین ہی کیونکہ
انوار شہوات صورت ظاہری کی روسے آدمی کو معلوم ہوتے ہین اور اوسکو یہ معلوم نہین ہوتا
کہ انکے نیچے زہر قاتل ہی اسیلیے اپنے نفس کو ہمیشہ شہوات مین ڈالتا رہتا ہی یہان تک کہ انجام کو
اونمین گرفتار ہوکر ہلاک ابدی مین جا پڑتا ہی کاش انسان کا جہل پروانے ہی کا سا ہوتا مگر یہ
بھی نہین وہ ظاہر کی روشنی سے دھوکھا کھا کر اگر جلجاتا ہی تو اوسیوقت چھوٹ جاتا ہی اور آدمی
تو شہوات مین مبتلا ہونے سے یا ہمیشہ کو یا مدت مدید کے لیے آتش دوزخ مین رہتا ہی اور
اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ انکو تَتَهَافَتُونَ
عَلَى النَّارِ تَهَافُتَ الْفَرَاشِ وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ حاصل یہہ کہ
اس چھوٹے سے جانور مین یہ شمہ عجائب صنعت الٓہی ہی اور اوسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر اگلے
پچھلے لوگ متفق ہوکر حقیقت اوسکی دریافت کیا چاہین تو کنہ کو تو کیا پہونچینگے جو ظاہر صورت مین
صاف صاف باتین ہین وہ بھی اونکو معلوم نہونگی خفیہ امور کا جاننا سواے خداے تعالی کے
اور کسیکا کام نہین۔ پھر ہر ایک جاندار اور روئیدگی مین ایک یا کئی ایسی عجیب چیزین ہین کہ
اوسمین خاص ہین دوسرمین نہین پائی جاتین مثلاً شہد کی مکھی کو غور کرو کہ کیسے اوسکو خداے تعالی
نے بتلادیا کہ اونچے درختون اور پہاڑون اور مکانون پر چھتہ بناتی ہی اور اوسکے لعاب سے
موم اور شہد بنتا ہے ایک روشنی کے کام کا ہی اور دوسرمین مرضون کی شفا رکھی ہی پھر اوسکی
عجائب باتون کو غور کرو کہ پھولون اور کلیون پر ہی بیٹھتی ہی اور نجاست پلیدی کو گرد نہین جاتی
اور اپنے حاکم کی جو جسم مین سب سے بڑی ہوتی ہی اطاعت کرتی ہی اور اللہ تعالی نے اوسکے
حاکم مین بھی یہ عدل و انصاف رکھا ہی کہ اگر کوئی نجاست پر بیٹھکر چھتے مین جانا چاہتی ہے
تو فوراً مار ڈالی جاتی ہی مکان کو دیکھو کہ موم سے کیسا بناتی ہی بدون مسطر و پرکار مسدس خانے
بناتی چلی جاتی ہی اور گول اور چوکھونٹے اور پانچ کھونٹ کے نہین بناتی صرف مسدس
چھ گوشے والے بناتی ہی اسکی بھی ایک وجہ ہی کہ مہندس بھی سمجھ جانتے ہونگے یعنی سب سے زیادہ
وسیع شکل دائرے کی ہی یا جو اوس سے قریب ہو اسیلیے کہ مربع مین تو کونے بیکار رہجاتی ہین
کہ مکھی کا جسم گول ہوتا ہی تو مربع مین رہنے سے زاویے بیکار رہجاتے ہین اور اگر گول بناتی تو

اونکو ایک دوسرے سے ملانے میں فرجے بیکار رہجاتے اسواسطے کہ گول چیزیں جب ایکدوسرے سے ملتی ہیں تو خوب متصل نہیں ہوتیں اور چار زاویہ دار شکلوں میں ایسی کوئی نہیں کہ گنجایش میں تو گول شکل کا سا کام دیوے اور ملانیمیں اوسمین فرجہ نرہے بجز شکل مسدس کے کہ اسمین دونوں صفتین موجود ہیں اور یہ خاصیت اسی شکل کی ہی تو غور کا مقام ہی کہ اللہ تعالی نے اس چھوٹے سے جانور کو کیسے یہ باتیں بتائیں اور اوسپر اپنا لطف و کرم کیسے ظاہر کیا کہ جس چیز کیطرف اوسکو حاجت تھی وہ اوسکو سکھادی تاکہ چین سے رہے ان باتوں کو اگر سوچیں اور پیٹ کے دھندے و فرصت بھی ہو اور شہوات نفس و ہمسروں کی عداوت اور بھائیوں کی طرفداری وغیرہ سے بے فکر ہو تو جانو کہ کیسی عجیب باتیں ہین کہ خداے کریم عظیم الشان نے اپنی عنایت و احسان سے دربار اسے جانورون حقیر میں رکھی ہیں انھیں کو دیکھکر عبرت پکڑو اور پھر زمین و آسمان کو جانے وہ جسقدر کہ ہماری فہم ناقص میں گذرا ہی اسکو اگر واضح کر کے لکھا جاوے تو بہت سی عمر چاہئیں حالانکہ ہمارے علم کو علما اور انبیا کے علم سے کچھہ نسبت نہین اور ساری خلق کے علم کو خداے تعالی کے علم سے کچھہ نسبت نہیں بلکہ جو باتین خلق کو معلوم ہوئی ہین اونکو خداے تعالی کے علم کے سامنے علم ہی نکہنا چاہیے غرضکہ اس جیسی باتیں سوچنے سے وہ معرفت زیادہ ہوتی ہی جو دونوں طریقوں مین سے سہلتر سے حاصل ہوتی ہی اور معرفت کی زیادتی سے محبت زیادہ ہوتی پس اگر تمکو سعادت ملاقات الٰہی سے مشرف ہونے کی طلب ہو تو دنیا کو پس پشت ڈالو اور ذکر دائم اور فکر لازم میں مستغرق رہو اس سے عجب نہین کہ کچھہ یہ کچھہ مل رہے اور اس تھوڑی ہی سی چیز کے عوض مین ایسی سلطنت ملیگی کہ جسکی انتہا نہو۔

سا تواں بیان اس امر مین کہ کیا وجہ ہے کہ لوگ محبت کے باب مین متفاوت ہوتے ہین

جاننا چاہیے کہ اصل محبت تو سب ایماندارون میں ہوتی ہی اسلیے کہ ایمان مین سب مشترک ہیں مگر محبت مین مختلف ہوتے ہین اسوجہ سے کہ معرفت اور محبت دنیا مین مختلف ہوتی ہیں اور یہ ظاہر ہی کہ اشیا مین اوسیقدر تفاوت ہوتا ہی جتنا اونکے اسباب علتون مین ہوتا ہی اور لوگون میں اکثر ایسے ہیں کہ خداے تعالی کے صفات اور اسما جو اونکے کانون مین پڑے ہین وہی خیال یا ذکر کرتے ہین اور کچھہ نہیں جانتے اور بعض اوقات اون اسما و صفات کے معانی ایسے خیال کر لیے کہ خداوند جل شانہ اون معانی سے مبرا ہی اور بعض اوقات حقیقۃ الامر پر واقف ہوے اور نہ اونکے کچھہ معنی خیال کیے بلکہ تسلیم و تصدیق کے طور پر ایمان لاے اور عمل مین

مصروف ہو کر گفتگو کو بالای طاق رکھدیا یہ لوگ اصحاب یمین مین سے سمجھنے والے ہین اور جو
لوگ خیال فاسد بنا لیتے ہین وہ گمراہ ہین اور جو حقیقت کے عارف ہین وہ مقرب لوگ ہین
اور اللہ تعالے نے ذکر ان تینون قسم کے لوگون کا اس آیت مین فرمایا ہی فَاَمَّآ اِنْ کَانَ
مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّ رَیْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِیْمٍ وَ اَمَّآ اِنْ کَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ
فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ وَ اَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ تَصْلِیَةُ جَحِیْمٍ
اور چونکہ بیرون مثال کے لوگ باتین کم سمجھتے ہین اسلیے اختلاف محبت کی ہم مثال لکھے
دیتے ہین اور کہتے ہین کہ مثلاً شافعی مذہب والون کو حضرت امام شافعی رح سے محبت ہے
اس محبت مین فقیہ اور عالم اور عوام سب مشترک ہین کہ اونکے فضل اور دینداری اور سیرت نیک
اور خصائل حمیدہ سے سب واقف ہین مگر عامی اونکے علم کو مجمل جانتا ہی اور فقیہ مفصل جانتا ہی
اسلیے فقیہ کا آپ کو جاننا کامل تر ہوگا اور اس جاننے سے آپ کے ساتھ محبت اور عجب بھی
فقیہ ہی کو زیادہ ہوگا اسلیے کہ جو شخص کسی مصنف کی تصنیف دیکھتا ہی اور اوسکو اچھا جانتا ہے
اور اوس تصنیف کے باعث مصنف کا فضل سمجھتا ہے تو اوسکو یقیناً محبوب جانتا ہی
اور اوسکی طرف اوسکا دل مائل ہوتا ہی پس اگر اوس تصنیف کی نسبت کہ کوئی دوسری
تصنیف اوس سے بھی عمدہ اور عجیب دیکھیگا تو بیشک محبت دوبالا ہوگی اسلیے کہ اوسکی علمی
معرفت بھی بڑھیگی اسیطرح آدمی کسی شاعر کے باب مین اگر اعتقاد کرتا ہے کہ شعر خوب کہتا ہی
تو اوس سے محبت کرتا ہی اور جب اوسکے اشعار نادر اس قسم کے سنتا ہی کہ جسمین شاعر کی مہارت
اور سخندانی معلوم ہو تو پہلے معرفت زیادہ ہوتی ہی اور محبت بھی زیادہ ہو جاتی ہی اسیطرح
تمام صناعات اور فضائل کا حال ہے اور عامی کبھی سنتا ہی کہ فلان شخص مصنف ہی اور اوسکی
تصنیف اچھی ہوتی ہی مگر مضمون تصنیف سے واقف نہین ہوتا تو اوسکو مجمل معرفت ہوتی ہی
اور اوسی نسبت کے میل و محبت بھی مجمل ہوتا ہی اور دانا شخص جب تصانیف کو مطالعہ کرتا ہی
اور اونکے عجائب پر واقف ہوتا ہی تو اوسکی محبت یقیناً دوبالا ہوتی ہی اسواسطے کہ عجائب
صنعت اور شعر و تصنیف کے صفات صالح اور شاعر اور مصنف کے کمال پر دال ہوتے ہین
اب عالم کا سب خدای تعالی کی ساخت اور تصنیف ہی اور عامی صرف اسکا اعتقاد
اور علم رکھتا ہے مگر اہل بصیرت اوسکی صنعت کی تفصیل سے واقف ہوتا ہے یہانتک
کہ مچھر مین مثلاً وہ عجائب دیکھتا ہے کہ اومین عقل دنگ ہو

شعر

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اسی وجہ سے انکے دل مین خدای تعالی کی عظمت و جلال اور کمال صفات زیادہ ہوتی ہے
اور اوسکے باعث محبت بڑھتی ہے اور جسقدر صنائع الہی کی عجیب باتون پر اطلاع بڑھتی جاتی ہے
اوسیقدر اوسکی عظمت و جلال دل مین زیادہ معلوم ہوتی ہے اور اوتنی ہی محبت بھی بڑھتی جاتی ہے
اور چونکہ عجائب صنع الہی کا دریا ناپیدا کنار ہے اسلیے محبت مین اہل معرفت کا تفاوت بھی
بیشمار ہے اور جن سببون سے کہ محبت مین اختلاف ہوتا ہے وہ اختلاف ان پانچون سببون کا ہے
جو محبت کے لیے ہم لکھ چکے ہین مثلا اگر کوئی شخص خدای تعالی سے اس وجہ سے محبت رکھتا ہے
کہ وہ اوسکا محسن اور منعم ہے اوسکی ذات سے محبت نہین رکھتا تو اوسکی محبت ضعیف ہے اسواسطے
کہ احسان کے بدلنے سے یہ محبت بدل جاتی ہے تو بلا کی حالت مین یہ محبت ایسی نہین ہوتی جیسی کہ
خوشی اور آسایش کی حالت مین ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اس وجہ سے محبت رکھتا ہوگا کہ ذات
پاک خداوندی مستحق محبت ہے کہ کمال و جمال اور مجد و عظمت سب اوسکو حاصل ہے تو اوسکی محبت
احسان کے متفاوت ہونے سے نہین بدلا کرتی ہمیشہ یکسان رہتی ہے غرضکہ محبت مین لوگون کے
مختلف ہونے کی یہ وجہ ہے اور اسی سبب سے سعادت اخروی مین فرق ہوا کرتا ہے اور
اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا

آٹھوان بیان اس امر کی وجہ مین کہ معرفت خدای پاک مین خلائق کی فہم کیون قاصر ہے
واضح ہو کہ موجودات مین سے ظاہر تر خدای پاک ہے اور اس سے چاہیے تھا کہ سب معرفتون سے
اول اوسکی معرفت فہم مین آتی اور عقل پر سہلتر ہوتی مگر معاملہ بالعکس نظر آتا ہے تو اسکی وجہ
بیان کرنی ضرور ہوئی اور یہ جو ہمنے کہا کہ وہ سب موجودات مین سے ظاہر تر ہے یہ ایسے
باعث سے کہا جو بدون مثال کے سمجھ مین نہ آیگا اور وہ یہ ہے کہ ہم اگر کسی انسان کو
لکھتے یا سیتے یا کوئی اور کام کرتے دیکھین تو اوسکا زندہ ہونا ہمارے نزدیک سب موجودات
مین سے ظاہر تر ہوگا یعنی اوسکی زندگی اور علم اور قدرت اور ارادہ کام کا ہمارے
نزدیک اوسکی اور صفات ظاہری اور باطنی کی نسبت کر زیادہ واضح ہوگا اسلیے کہ
صفات باطنی مثل شہوت و غضب و خلق اور صحت و مرض وغیرہ کو تو ہم جانتے ہی نہین
باقی رہین صفات ظاہری اونمین سے بعض کو ہم نہین جانتے اور بعض مین شک ہے
مثلا مقدار طول اور رنگ جلد وغیرہ آنکھ سے معلوم ہو سکتے ہین مگر انمین کسیقدر

شاسا بھی رہ سکتا ہی اور حیات اور علم اور قدرت وارادہ بدون اسکے کہ اونمین حس بصر کا
لگاؤ ہی ہمپر ظاہر ہوجاتی ہین کہ یہ چیزین حواس خمسہ مین سے کسی چیز سے معلوم نہین ہوتین
لیکن ان چیزون کا علم بدون حرکت کے ہمکو نہین ہوسکتا پھر اگر ہم تمام عالم کیطرف برابر
نظر کرینگے تو کیا وجہ کہ خدای تعالی کی صفت ہمکو معلوم نہو دونون صورت مین بات تو
ایک ہی اور صاف صاف ہی بلکہ جب عالم کو مشاہدہ کرینگے اور حواس ظاہری اور باطنی سے
ادراک کرینگے خواہ وہ پتھر ہو یا ڈھیلا یا نبات وشجر یا حیوان یا زمین وآسمان یا ستارے
یا خشکی وتری یا عناصر یا عرض وجوہر وغیرہ تو اون سب سے وجود اللہ تعالی کا اور قدرت
وعلم اور تمام صفات ضرور ہی مشاہدہ ہونگے اور سب سے ثبوت کامل اوسکے وجود وغیرہ کا ہے
بلکہ اول دلیل خدای تعالی کے وجود اور صفات پر ہمارے نفس اور جسم اور اوصاف اور
احوال کا بدلنا اور ہمارے دلون کا اور تمام اطوار کا حرکات وسکنات مین پھر جانا ہی اور
ہمکو علم کی راہ سے ظاہر تر سب مین اپنا نفس معلوم ہوتا ہی پھر وہ چیزین جو ہماری حواس خمسہ سے
معلوم ہوتی ہین پھر وہ جو عقل وبصیرت سے مدرک ہوتی ہین اور ان سب مدرکات مین سے
ہر ایک چیز ایک شاہد اور دلیل جداگانہ ہی اور جتنی چیزین عالم مین ہین سبکی سب شواہد ناطقہ
اور دلائل کاملہ اس بات پر ہین کہ اونکا پیدا کرنیوالا اور مدبر اور بدلنے والا اور حرکت دینے والا
موجود ہی اور اوسکے علم وقدرت اور لطف وحکمت پر بھی دال ہین اور ان سب موجودات مدرکات
کی کچھ انتہا نہین تو خدای تعالی کے وجود اور صفات کے دلائل کی بھی کچھ شمار نہین اب اگر
کاتب کی حیات وعلم وقدرت ہمکو صرف ایک دلیل یعنی اوسکے ہاتھ کی حرکت دیکھنے سے
ثابت اور ظاہر ہوجاتی ہی تو خدای تعالی کا وجود وحیات وغیرہ کسطرح ظاہر نہوگا اوسکے لیے
تو کوئی چیز ایسی ممکن ہی نہین کہ اوسکے وجود وغیرہ پر دال نہو نہ ہمارے نفسون کے اندر کوئی شے
ایسی ہے نہ باہر اسلیے کہ ہر ایک ذرہ زبان حال سے پکار رہا ہی کہ مین اپنے آپ موجود اور متحرک
نہین میرا موجد اور محرک کوئی اور ہی اور اسی پر ہمارے اعضا کی ترکیب اور ہڈیون کے جوڑ اور
گوشت پٹھے اور مسامات اور ہاتھ پاؤن کی صورت اور تمام اجزای ظاہری وباطنی شاہد ہین اسلیے
کہ ہم جانتے ہین کہ یہ چیزین آپ ہی آپ مرکب نہین ہوئین جیسا یہ جانتے ہین کہ کاتب کا ہاتھ
خود بخود نہین ہلتا لیکن از انجا کہ موجودات مین سے کوئی شے مدرکا ومحسوس ومعقول وحاضر
اور غائب ایسی نہین جو خدای تعالی کے وجود پر شاہد نہو تو اسلیے اوسکا ظہور اتنا ظاہر ہوگیا

کہ عقلیں اوسکے ادراک سے متحیر رہگئین اسلیے کہ جو شی کہ اوسکے سمجھنے مین ہماری عقل قاصر ہی او
قصور کے دو ہی سبب ہوتے ہیں یا اوس شی کا مدارک جو چھپا اور باریک ہو جسکی تمثال اکثر کو
معلوم ہی یا اوس شی کا وضوح حد سے زیادہ ہو جیسے شپر رات کو دیکھتی ہی اور دن کو نہیں دیکھتی
پر اسوجہ سے کہ دن بہت ریکت سے پوشیدہ ہی بلکہ اسوجہ سے کہ شدت سے ظاہر ہی شپر
کی بصر ضعیف ہے اوسکو تاب نہیں کہ آفتاب کا نور چمکے اور جو ظاہر ہونے کے وقت اوسکی
بینائی کو مستتر کر دیتا ہے ہاں جب اوسمیں کچھ تاریکی ملجاتی ہی اور ظہور میں ضعف آجاتا ہی تو اوسکی
بینائی کام دینے لگتی ہی اسیطرح ہماری عقلیں ضعیف ہین اور جمال حضرت الٰہی کا نہایت بڑے کی
چمک اور نور اور شدت کا شمول رکھتا ہی کہ کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے نہین چھوٹا مصرعہ
ہر سنگ میں شرار ہی تیرے ظہور کا ۔ مصداق اس بیان کا ہی پس جب ملکوت زمین آسمان کی
کوئی ذرہ اوسکے ظہور سے خالی نہیں تو یہی ظہور سبب اوسکے مخفی ہونے کا ہو گیا ہی سبحان اللہ شعر

اف وہ نور آہ ہو جسکے جمال کی	کب چشم و دل کو تاب ہو اوسکے جلال کی

اور شدت ظہور کے باعث مخفی رہنے سے تعجب نکرنا چاہیے اسلیے کہ چیزین اپنی ضدوں سے
کھل جایا کرتی ہیں اور جس چیز کا وجود ایسا عام ہو کہ کوئی ضد ہی نہو اوسکا ادراک ضرور مشکل ہوگا
یا اشیا ہی مختلف طور کی ہوں کہ کچھ دلالت کرتی ہوں اور کچھ نکرتی ہوں تو جلد اونمین فرق
معلوم ہو سکتا ہی اور اگر سب اوسی دلالت مین ایک ہی طور پر مشترک ہوں تب بھی مشکل پڑیگی
مثلا آفتاب کا نور جو زمین پر پڑتا ہی ہمکو معلوم ہی کہ یہ آفتاب کے غروب ہونے پر جاتا رہتا ہی
اور ایک عرض آفتاب کے ساتھ قائم ہی پس اگر آفتاب ہمیشہ روشن رہتا اور غروب نہوتا تو
ہمکو یہی گمان ہوتا کہ اجسام میں بجز اوسکے رنگوں سیاہی اور سپیدی وغیرہ کے اور کوئی چیز
نہیں کیونکہ ہر وقت یہی رنگ نظر پڑتے ہیں روشنی تو جسم نہیں ہی کہ نظر پڑے مگر جب آفتاب
غروب ہو گیا اور تاریکی سب جگہ پھیلی تو ہمکو دونوں حالوں مین فرق معلوم ہوا اور جان لیا
کہ اجسام کو روشنی و دھوپ سے تھی اور اوسمین ایک بات تھی کہ وہ غروب پر جاتی رہی غرضکہ
دھوپ کا وجود اوسکے عدم سے معلوم ہوا اگر وہ غیبت نہوتی تو اوسپر اطلاع مشکل ہی ہوتی
اسلیے کہ اجسام ایک سے نظر پڑتے اندھیرے اوجالے کا کچھ فرق نہوتا پس دیکھنا چاہیے
کہ نور جیسے چیز جو محسوسات میں سب سے ظاہر تر ہی اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتا ہی صرف ظہور کے
باعث اوسکا حال کیسے مشتبہ ہو سکتا ہی بشرطیکہ اندھیرا نہو اب جناب باری تعالی تو سب امور سے

ظاہر تر ہے اور سب چیزیں اوسی سے ظاہر ہوئی ہیں اگر اوسکو عدم یا غائب ہونا یا بدلنا ہو تو آسمان و زمین گر پڑتے اور ملک و ملکوت بیکار ہو جاتے اور دونوں حالوں میں فرق معلوم پڑتا اسیطرح اگر بعض چیزیں اوسکے ساتھ موجود ہوتیں اور بعضی غیر کے ساتھ تب بھی فرق دونون چیزوں کی دلالت میں ہوتا مگر اوسکی دلالت سب اشیا میں ایک ہی طرح ہے اور اوسکا وجود سب احوال میں دائم و قائم ہے کہ اوسکے خلاف ہونا محال ہے تو بالضرور شدت ظہور موجب خفا ہی ہوا پس یہی باعث فہم کے قاصر رہنے کا ہے مگر جس شخص کی بصیرت قوی اور قوت غالب ہے وہ اپنے اعتدال کے حال میں سوا خدای تعالی کے اور کسیکو نہیں دیکھتا نہ اورکو پہچانے اور جانتا ہے کہ موجود سوا خدای تعالی کے اور کوئی نہیں غیر کے افعال اوسکے آثار قدرت میں سے ایک اثر ہیں تو وہ اوسکے تابع ہیں واقع میں بدون اوسکے غیر کو وجود نہیں بلکہ وجود اوسی واحد برحق کو ہے جسکے باعث تمام افعال کا وجود ہے اور جس شخص کا یہ حال ہو وہ کوئی فعل ایسا نہیں دیکھتا جسمیں نظر فاعل حقیقی کیطرف نہو نہ آسمان کو آسمان جانے نہ زمین کو زمین نہ درخت و حیوان کو اونکے وجود کے اعتبار سے دیکھے بلکہ ان اشیا میں اس نظر سے دیکھتا ہے کہ واحد برحق کی افعال و صنائع ہیں غرضکہ اوسکی نظر غیر کیطرف جاتی ہی نہیں جیسے کوئی شخص کوئی شعر یا خط یا تصنیف دیکھکر شاعر اور کاتب و مصنف کیطرف لحاظ کرے اور ان چیزوں کو اس اعتبار دیکھے کہ اون اشخاص کے آثار میں سے ایک اثر ہیں نہ نظر سے کہ سیاہی سے کاغذ پر لکھی ہوئی ہیں تو ظاہر ہے کہ اوس شخص کی نظر غیر مصنف کیطرف نہوگی اور چونکہ تمام عالم تصنیف خدای تعالی کی ہے تو جو شخص اوسکی طرف اس اعتبار سے دیکھے کہ وہ خدا کا فعل ہے اور اسی اعتبار سے اوسکو پہچانے اور محبت کرے تو وہ خدا کے سوا اور کسی میں نہ ناظر ہوگا نہ اوسکا عارف نہ دوسرے کا محب اور واقع میں موحد حقیقی وہی ہوگا جو خدای تعالی کے سوا اور کسیکی طرف نظر نہیں کرتا یہانتک کہ اپنے نفس کیطرف بجز اس اعتبار کے نہیں دیکھتا کہ خدا کا بندہ ہے پس ایسے ہی شخص کو کہا کرتے ہیں کہ توحید میں فنا ہو گیا اور اپنے نفس سے فنا ہو گیا اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس قول میں کسی بزرگ کے کہ فرمایا ہم اپنے آپ ہی پھر خودی سے فنا ہو گئے تو اب بدون خودی کے رہگئے پس یہ امور اہل بصیرت کے نزدیک معلوم ہیں لوگوں کی فہم بسبب ضعف کے اونکو معلوم نہیں کرسکتے اور علما سے اونکی تشریح اور توضیح ایسی عبارت میں نہیں ہوسکتی جس سے اور لوگ بھی غرض کو سمجھ جاویں علاوہ اسکے وہ اپنے اپنے نفس میں مشغول ہیں اور

اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس بات کو جیسے ذکر کیا کچھ بعید نہیں یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی فہم معرفت الٰہی سے قاصر ہیں اور لڑکے اوپر یہ امر زائد ہو گیا کہ مدرکات سب کے سب جو خداے تعالیٰ پیدا کرتا ہے آدمی کو اوسکا ادراک لڑکپن میں بے عقلی کی حالت میں ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ عقل پیدا ہوتی ہے حالانکہ اوس وقت اپنی شہوات میں ڈوبا رہتا ہے اور مدرکات و محسوسات کو دیکھتے دیکھتے اون سے مالوف و مانوس ہو جاتا ہے دل میں اونکی کچھ قدر و منزلت نہیں رہتی کہ اونکے باعث کوئی نئی بات معرفت کی اس سے سرزد ہو ہاں اگر یکایک کوئی نادر حیوان یا سبز دانہ یا کوئی امر فعل خدا کے افعال میں سے خلاف عادت عجیب نظر پڑتا ہے تو خود طبیعت سے معرفت کا قول زبان پر آجاتا ہے اور کہنے لگتا ہے سبحان اللہ اور اپنے نفس اور اعضا اور اقسام حیوانات کو جنسے مانوس ہو رہا ہے دن بھر دیکھتا ہے اور یہ سب کے سب شواہد قاطعہ ہیں مگر اوسکو زیادتی انس سے اونکا شاہد ہونا محسوس نہیں ہوتا اور اگر کوئی اندھا مادر زاد عاقل بالغ ہو پھر یکبارگی اوسکی آنکھ کھل جاوے اور آسمان و زمین اور درختوں اور نباتات و حیوانات پر دفعتاً اوسکی نگاہ پڑے تو خوف ہے کہ کہیں اوسکی عقل چکرا نہ جاوے کیونکہ ایسی عجائب چیزوں کی شہادت اونکے خالق پر اوسکو نہایت عجیب معلوم ہوگی حاصل یہ کہ آپ جیسے اسباب و شہوات میں ڈوبا ہے خلق پر معرفت بند ہے تو یہاں یہ مثل صادق آتی ہے کہ بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورا اور اسیلیے کسی نے قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

تو وہ ظاہر ہے کہ پوشیدہ نہیں غائب ہے		ایک حجاب مثل بت ادھا ہو جو دیکھے مہتاب
ہے تر اپردہ و مقابلہ جو ہے بات کا ظہور		کیسے معلوم ہو جسکا کہ ہو شہرت ہی حجاب

طریق معرفت آسان ہے اور لوگ اوس سے الٹے دور ہیں شعر

دوست نزدیک تر از من بمن ست		وین عجب ترکہ من از وے دورم

یہی امور جب مطلوب ہوتے ہیں تو مشکل ہو جاتے ہیں

نواں بیان شوق الٰہی کے معنوں کے ذکر میں - جاننا چاہیے کہ جو شخص محبت الٰہی کا واقع میں ہونے کا منکر ہے اوسکو شوق کی حقیقت سے بھی انکار ضرور ہوگا اسلیے کہ شوق تو محبوب ہی کیطرف ہوتا ہے اور ہم یہاں ثابت کرتے ہیں کہ عارف کو شوق اللہ کیطرف ضرور ہوتا ہے اور وہ مشتاق ہونے پر مجبور ہے اور اسکا ثبوت دو طرح پر ہے اول بطریق اعتبار اور تجربہ بصیرت کے دوم بطور اخبار و آثار کے اول طریق کے اثبات میں تو وہی کافی ہے جو

اثبات محبت مین پہلے گذر چکا ہی یعنی محبوب کے غائب ہونے کی صورت مین اوسکی طرف اشتیاق ضرور ہوتا ہی اور جو موجود اور حاصل ہو اوسکی طرف اشتیاق نہین ہوتا اسلیے کہ شوق نام طلب اور مشتاقی کا ہی کسی امر مین اور موجود کی تلاش نہین ہوا کرتی اور اسکی توضیح یہ ہے کہ شوق ایسی ہی چیز کی طرف ممکن ہی جو من وجہ مدرک ہوا اور من وجہ غیر مدرک اور جو ایسی چیز ہو کہ کبھی اوسکا ادراک نہوا ہو تو اوسکی طرف اشتیاق ہی ہرگز نہوگا مثلاً اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو نہ کبھی دیکھا نہ اوسکی تعریف سنی تو خیال مین نہین آتا کہ وہ اوسکا مشتاق ہو اسیطرح اگر کسی چیز کا ادراک کمال درجے پر ہوجائے تو اوسکی طرف بھی شوق نہین رہتا اور کمال ادراک دیکھنے سے ہوتا ہے پس جو شخص کہ اپنے محبوب کے مشاہدے مین ہی اور اوسکو مدام دیکھتا ہی اوسکو بھی سمجھ مین نہین آتا کہ شوق ہو بلکہ شوق اوسی چیز سے متعلق ہوتا ہے جو ایک صورت سے مدرک ہو اور ایک سے نہین اسکی مثال مشاہدات مین سے یہ ہی کہ فرض کرو کہ کسیکا معشوق اوسکے پاس نہین اور اوسکا خیال اوسکے دل مین ہی تو اس خیال کی تکمیل کے لیے دیکھنے کا مشتاق ہوگا اور اگر بالفرض اوسکے دل سے اوسکا خیال و رذکر اور معرفت سب جاتا اور نسیاً منسیاً ہوگیا تو خیال مین نہین آتا کہ وہ شخص پھر اوسکا مشتاق ہو اور اگر وہ اسکو دیکھے تو سمجھ مین نہین آتا کہ دیکھنے کے وقت اوسکا شائق ہو اسلیے کہ شوق کے معنی تو یہ ہین کہ جو خیال دلمین ہے اوسکی تکمیل کا طالب ہونا وہ بات یہان کب پائی جاتی ہے اسیطرح کبھی معشوق کو اندھیرے مین دیکھتا ہی اسطرح کہ اوسکی صورت اچھی طرح منکشف نہین ہوتی تو مشتاق اس دیدار کی تکمیل کا ہوتا ہی اور چاہتا ہی کہ چاندنا ہو تو اوسکو پورا اچھی دیکھ لون یا یہ کہ چہرہ محبوب کا تو دیکھا مگر اوسکے بال اور محاسن نہین دیکھے تو اوسکے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہی گو اونکو کبھی نہ دیکھا ہو اور نہ نفس مین کوئی خیال دیکھنے کے بعد جما ہو مگر چونکہ معلوم ہی کہ اوسکا ایک عضو یا کئی اعضا خوبصورت ہین اور بتفصیل جمال کی دیکھکر معلوم نہین کی تو اس بات کا مشتاق ہوتا ہی کہ جو بات کبھی نظر نہین پڑی وہ منکشف ہوجائے اور یہ دونون صورتین خدای تعالی مین متصور ہین بلکہ ہر ایک عارف کے لیے ضروری لازم ہین اسلیے کہ جو کچھ امور الٰہیہ مین سے عارفون پر واضح ہوا ہے گو نہایت وضوح اور سچین ہی پھر بھی ایسا ہی کہ گویا باریک پردے کی آڑ سے دیکھا ہی تو نہایت درجے کا وضوح نرہا بلکہ شایبۂ تخیلات کے ساتھ مخلوط ہوگا کیونکہ اس عالم مین خیالات سب معلومات کے لیے تمثیل و مشابہت سے جدا نہین ہوتے اور اس قسم کے خیالات عارفونکا

مرتسم کرتے ہیں اور ان خیالات پر کاروبار دنیاوی بھی اضافہ ہو جاتے ہین بہرحال کمال وضوح
مشاہدہ اور تجلی کے اشراق تام کا نام ہے جو دنیا مین نہیں ہو سکتی آخرت ہی میں ہوگی اور چونکہ یہ انتہا
محبوب عارفوں کا یہی ہے تو بیشک موجب شوق ہوگی تو ایک شق شوق کی تو یہ ہوگی یعنے
جس چیز کا انکشاف کسیقدر ہوا تھا اوسکے کمال انکشاف کا شائق ہونا اب دوسری شق یہ ہے
کہ امور الہیہ کی کچھ انتہا نہیں ہر بندے کے لیے کسیقدر منکشف ہوتے ہین اکثر دقیق تنہا
نامعلوم رہجاتی ہیں اور عارف کو اونکے وجود کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ امور خدا ہی
کو معلوم ہین اور یہ کہ جتنی باتین مجکو معلوم نہین وہ معلومات کی نسبت کم پایہ ہیں اسلیے ہمیشہ
اوسکا طالب اور شائق رہتا ہے یہانتک کہ اوسکو اصل معرفت اون معلومات کی ہو جو اوسکو معلوم
ہونے سے باقی ہیں نہ اوسکا علم واضح طور پر آیا نہ مجمل طور پر اور شوق اول تو آخرت مین تمام
ہوگا یعنی اوس حال کے حاصل ہونے سے جسکو مشاہدہ اور دیدار کہتے ہیں اور اس شوق کا دنیا مین
دور ہو جانا ممکن ہین چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم جو مشتاقون مین سے ہیں کہتے ہین کہ ایکدن
مین نے عرض کیا کہ الہی تو اگر اپنے عاشقوں میں سے کسیکو ایسی چیز عنایت فرماتا ہو جس سے
اوسکے دل کو تسلی تیرے وصال سے پیشتر ہو جاتی ہو تو وہ چیز مجکو بھی مرحمت ہو مجکو مضطراب نے
مت تنگ کیا ہے پس رات کو مین نے خواب مین دیکھا کہ خداوند کریم نے مجکو اپنے سامنے
کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم تجھے شرم نہین آتی کہ مجھسے ایسی چیز مانگتا ہے جس سے میری
ملاقات کے پیشتر ہی تسکین خاطر کرے تاکہ بھی کہین مشتاق کو اپنے حبیب کے ملنے سے
پیشتر بھی تسکین ہوا کرتی ہے مین نے عرض کیا کہ الہی مین تیری محبت مین حیرت زدہ ہوکر
معلوم کیا کہ کیا کہوں اب تو میرا قصور معاف فرما اور مجکو سکھلائیے کہ کیا کہون ارشاد ہوا
کہ یون کہہ اللّٰهُمَّ رَضِّنِي بِقَضَائِكَ وَصَبِّرْنِي عَلَى بَلَائِكَ وَأَوْزِعْنِي شُكْرَ نَعْمَائِكَ
کیونکہ یہ شوق آخرت مین فرو ہوگا - اور دوسری شق شوق کی تو ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ اوسکا انجام نہ دنیا مین ہو نہ آخرت مین سو اسطے کہ اوسکا انجام جب ہو جسے آخرت میں
بندے کو خدا تعالی کا جلال اور اوسکے صفات اور حکمت اور افعال اسقدر معلوم ہوں جسقدر
کہ خدا ہی تعالی کو معلوم ہین اور یہ امر قطعاً محال ہے اسواسطے کہ معلومات الہی کی کچھ انتہا نہیں
اور ہمیشہ بندہ یہی جانے گا کہ جمال اور جلال میں سے ابھی اور بہت باقی ہے جو مجھپر نہین کھلا تو
کبھی اوسکا شوق فرو ہو خصوصاً وہ شخص جو اپنے درجے پر اور بہت سے درجات دیکھیگا

اوسکو یہ شوق اور زیادہ ہوگا کہ ازانجا کہ یہ بالکل حاصل ہونے کے بعد جضور کمال
وصال کے لیے ہی ایسے یہ شوق لذیذ معلوم ہوگا جسین کچھہ درد نہوا اور جو بعید نہیں کہ یہ
اور نظر کے الطاف بیانتہا بے انتہا ہوتے ہین اور اوسے رحمت و لذت ہمیشہ روز افزون
ہوتی رہے اور یہ نئی نئی لذتین الطاف کی اوس چیز کے شوق سے جو حاصل نہوئی ہو دفکر
کردین اور یہ اوس صورت مین ہی کہ جس چیز مین دنیا مین مطلق کشف نہوا تھا اوسکا ظاہر ہونا اور
اوسمین کشف حاصل ہونا ممکن ہو ورنہ رحمت و لذت کسی حد پر ٹھہر کر رہنے کی نہین بلکہ ہمیشہ
کو برقرار ایک سی رہیگی اور یہ جو خدای تعالی فرماتا ہی نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اسمین سے بھی یہ معنی نکلتے ہین یعنی دنیا مین سے اگر
اصل نور ہمراہ ہوگا تو آخرت مین پورا نور رحمت کیا جاویگا اور وہ کشف کہ دنیا مین نہوئی تھی
وہ اوس جگہ حاصل ہوگی اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہی کہ اتمام نور سے اوسی نور کا پورا ہونا مراد ہو
جو دنیا مین روشن ہوا تھا اور آخرت مین اوسکی تکمیل و اشراق سے غرض ہوا اور یہ آیت اسی
پچھلے معنون کی ممد ہی اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا
اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ انوار کی اصل کا دنیا سے ہمراہ ہونا ضرور ہی آخرت مین اونکی چمک
کچھہ اور زیادہ ہوجاویگی یہ بات نہوگی کہ کوئی نیا نور ملے اور اس باب مین اٹکل سے کچھہ کہدینا
محل خطر ہی ہمکو اب تک کوئی ایسی بات نہین ملی جسپر اعتماد کیا جاوے اللہ تعالی سے سوال
کرتے ہین کہ وہ ہمارا علم زیادہ کرے اور ہدایت بڑھاوے اور حق کا حق ہمپر ظاہر کرے پس
انوار بصیرت مین سے اسقدر حقیقت شوق اور اوسکے معنون کے کشف کے لیے کافی ہے
اور اخبار اور آثار جنسے شوق کا ثبوت ہی لاتعد و لاتحصی ہین چنانچہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مشہور ہی کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ الرِّضَا بَعْدَ الْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ
بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰى وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَآئِكَ
اور حضرت ابو درداء نے حضرت کعب احبار رض سے کہا کہ مجھسے کوئی آیت توریت کی بیان کرو
اونھون نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ ابرار کا شوق میری ملاقات کے لیے بہت ہی اور
مین اونکی ملاقات کا زیادہ تر مشتاق ہون اور کہا کہ توریت مین اسی آیت کے قریب یہ بھی
مذکور ہی کہ جو شخص مجھکو طلب کریگا وہ مجھکو پاویگا اور جو میرے سوا کسی اور کی طلب کریگا مجھکو
نپاویگا حضرت ابو درداء رض نے فرمایا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ

جاتا ہے - اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار مین مروی ہو کہ
اسماء ہے کہ آپ
اللہ تعالی نے داؤد کو ارشاد فرمایا اے داؤد میری زمین والوں کو سنا دے کہ جو مجھسے محبت کریگا میں
اوسکا حبیب ہوں اور جو میرے پاس بیٹھیگا میں اوسکا جلیس ہوں اور جو میرے ذکر سے انس
حاصل کریگا میں اوسکا انیس ہوں اور جو میرے ساتھ رہیگا میں اوسکے ساتھ ہوں اور جو مجھکو
اختیار کریگا میں اوسکو اختیار کرونگا اور جو میرا کہا مانیگا میں اوسکا کہا مانونگا اور جو شخص مجھے
محبت کرتا ہو اور اوسکی محبت دل سے مجھکو خوب معلوم ہو جاتی ہو تو میں اوسکو اپنے واسطے مقبول
کرتا ہوں اور اوس سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ میری خلق میں سے اور کسیکو وہ مقدم نہیں ہوتا
جو مجھکو سچ طلب کرتا ہو وہ مجھکو پاتا ہو اور جو غیر کو طلب کرتا ہو وہ مجھکو نہیں پاتا تو اے زمین کے
باشندو تم اس حال میں ہو کہ دنیا کے فریب میں آ رہے ہو اوسکو چھوڑو اور میری کرامت اور
صحبت اور پاس بیٹھنے کیطرف چلو اور میرے ساتھ انس کرو میں تمھارے ساتھ انس کرونگا اور
تمھاری محبت کیطرف سرعت کرونگا اسلیے کہ میں نے اپنے احباب کا خمیر ابراہیم اپنے خلیل اور موسی
اپنے کلیم اور محمد اپنے صفی کے خمیر سے بنایا ہو اور میں نے مشتاقوں کے دل اپنے نور سے بنائے ہیں
اور اپنے جلال سے اونکو پرورش کیا ہو اور بعض اکابر سے روایت ہو کہ اللہ تعالی نے بعض
صدیقین پر وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے کچھ خاص بندے ایسے ہین جو مجھسے محبت رکھتے ہین
اور میں اون سے محبت رکھتا ہوں اور وہ میرے مشتاق ہیں اور میں اونکا مشتاق ہوں اور وہ
مجھکو یاد کرتے ہین میں اونکو یاد کرتا ہوں وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں اونکی طرف دیکھتا ہوں
اگر تو بھی اونکی راہ چلیگا تو میں تجھسے محبت کرونگا اور اگر اونکی راہ سے پھریگا تو تجھپر غصہ ہونگا
اوس بزرگ نے عرض کیا کہ الہی اون بندوں کی پہچان کیا ہو حکم ہوا کہ دن کو سایہ کو ایسا
تاکتے ہین جیسے چرواہا شفیق اپنی بکریوں کو تاکتا رہتا ہو اور سورج ڈوبنے کے ایسے مشتاق
رہتے ہیں جیسے پرندہ شام کو اپنے گھونسلے کا مشتاق ہوتا ہو پس جب رات چھا جاتی ہو اور اندھیرا
چھا جاتا ہو اور بچھونے بچھ جاتے ہیں اور [illegible] ہوتے ہین اور ہر ایک حبیب اپنے حبیب سے
ملتا ہو اوس وقت وہ میرے لیے اپنے قدم اوٹھاتے ہین اور پیشانی بچھاتے ہین اور میرے
کلام سے مجھسے سرگوشی کرتے ہین اور میرے انعام کے باعث میری خوشامد کرتے ہین اونمین سے
کوئی چیختا ہو کوئی روتا ہو کوئی آہ کرتا ہو کوئی شکایت کرتا ہو کوئی کھڑا ہے کوئی بیٹھا اور کوئی رکوع
کرتا ہو اور کوئی سجدہ جو کچھ وہ لوگ میرے باعث سے برداشت کرتے ہین وہ میری محبت مین

شکایت رکھتے ہین وہ سب بسر و چشم سب سے پیشتر جو مین اونکو دونگا تو تین باتین ہین اول یہ اپنے نور سے اونکے دلونمین ڈالدونگا کہ وہ میرے حال سے خبر دینگے جیسے مین اونکے حال سے خبر دیتا ہون دوسرے یہ کہ اگر آسمان و زمین اور جو چیز ان دونو مین ہے اونکے وزن کے مقابل ہوگی تو مین اونکی خاطر اون اشیا کو کم جانونگا تیسرے یہ کہ مین اپنا چہرہ مقدس اونکی طرف کرونگا اور تمکو معلوم ہی کہ جسکی طرف مین متوجہ ہون کسیکو معلوم ہوگا کہ مین اوسے کیا کچھ دیا چاہتا ہون اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین منقول ہی کہ خدای تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ اے داؤد جنت کو کب تک یاد کریگا اور میری طرف شوق کی درخواست مجھسے نکریگا عرض کیا کہ الٰہی تیرے مشتاق کون ہین ارشاد ہوا کہ وہ لوگ میرے مشتاق ہین جنکو مین نے ہر ایک کدورت سے صاف کر دیا ہے اور خوف سے آگاہ کر دیا ہی اونکے دلون مین اپنی طرف سوراخ کر دیا ہی جس سے وہ میری طرف دیکھتے ہین مین اونکے دلون کو اپنے ہاتھ مین لیکر اپنے آسمان پر رکھتا ہون پھر عمدہ فرشتون کو بلاتا ہون جب وہ اکٹھے ہوتے ہین تو مجھکو سجدہ کرتے ہین مین اونکو ارشاد فرماتا ہون کہ مین نے تمکو سجدے کے لیے نہین بلایا بلکہ اسلیے بلایا ہی کہ اپنے مشتاقون کے دلون کو تمکو دکھاؤن اور اونکے باعث تمپر فخر کرون اونکے دل میرے آسمان مین فرشتون کو ایسا نور دیتے ہین جیسے آفتاب زمین والون کو روشنی دیتا ہی اے داؤد مین نے مشتاقون کے دل اپنی رضا سے بنائے اور اپنے چہرے کے نور سے اونکی تربیت کی اونکو اپنی ذات کے لیے بات کرنے والا بنایا اور اونکے بدنون کو زمین مین سے اپنی نظر کی جگہ مقرر کی اور اونکے دلون مین ایک راہ رکھدی جس سے میری طرف دیکھتے ہین اور ہر روز اونکا شوق زیادہ ہوتا جاتا ہی حضرت داؤد نے عرض کیا کہ الٰہی مجکو اپنے عاشقون کی زیارت کرا دے حکم ہوا کہ پہاڑ لبنان پر جا وہان چودہ آدمی کہ اونمین جوان اور بوڑھے اور ادھیڑ سب قسم کے لوگ ہین اونسے جاکر میرا سلام کہنا اور کہیو کہ تمھارا رب بعد سلام تمسے کہتا ہی کہ مجھسے تم کچھ حاجت کیون نہین مانگتے تم تو میرے دوست و برگزیدہ اور ولی ہو مین تمھاری خوشی سے خوش ہوتا ہون اور تمھاری محبت کیطرف سبقت کرتا ہون حضرت داؤد بموجب ارشاد کے کوہ لبنان کو گئے اون لوگونکو ایک چشمہ کے پاس دیکھا کہ خدای تعالی کی عظمت مین فکر کر رہے ہین جب انھون نے حضرت داؤد کو دیکھا تو اوٹھے تاکہ اونسے علیحدہ ہو جاوین آپ نے فرمایا کہ لوگو مین رسول خدا ہون تمھارے پاس ایک پیام ربانی پہونچانے آتا ہون یہ سنکر وہ آپ کیطرف متوجہ ہو کر کان لگا دیے



ان سے حکایتیں کرلیں حضرت داؤد نے فرمایا کہ میں پیغام لایا ہوں کہ خدائے تعالیٰ بعد سلام
کے فرماتا ہے کہ مجھسے کوئی حاجت کیوں نہیں مانگتے حالانکہ مجھکو پسند ہے کہ تمہاری آواز سنوں
تم تو میرے دوست ہو یا دوست بیاہو تمہاری خوشی سے میں خوش ہوتا ہوں اور تمہاری
محبت کیطرف سبقت کرتا ہوں اور جیسے مادر مشفقہ اپنی اولاد کو دیکھتی ہے اسیطرح میں ہر گھڑی
تمکو دیکھتا ہوں یہ سنکر اون سب کے آنسو چہروں پر بہنے لگے اور ہر ایک نے خدا سے دعا مانگی اون میں سے
اول نے کہا الٰہی تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کی اولاد ہیں جسقدر ہماری
عمر گذشتہ میں تیری یاد سے غفلت ہوئی ہو وہ ہمکو معاف فرما دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہے ہم تیرے
بندے اور تیرے غلاموں کی اولاد ہیں جو معاملہ ہم میں اور تجھ میں ہے اوس میں یہ احسان کر کہ
حسن نظر فرما تیسرے نے کہا کہ الٰہی تو پاک ہے ہم تیرے بندے اور تیرے بندوں کے بیٹے
ہیں کیا ہم تجھسے دعا پر جرأت کریں تجھکو تو معلوم ہے کہ ہمکو کسی اپنے کام کی حاجت نہیں اتنا
احسان کر کہ اپنی طرف کے راستے پر چار ہنا ہمارے لیے ہمیشہ کیواسطے کر دے اور اس بات سے
ہمپر بار منت رکھ چوتھے نے کہا کہ الٰہی ہمسے تیری رضا کی طلب میں قصور ہوا تو اپنے جود سے
اوسپر ہماری اعانت کر پانچوین نے کہا کہ خدایا تو نے ہمکو نطفہ سے پیدا کیا اور اپنی عظمت میں
فکر کرنے کا احسان کیا تو جو شخص کہ تیری عظمت میں مشغول اور تیرے جلال میں متفکر ہو بھلا وہ
کلام کی جرأت کر سکتا ہے ہمارا مقصود تو یہی ہے کہ اپنے نور سے ہمکو قریب کر چھٹے نے کہا کہ الٰہی
چونکہ تو عظیم الشان ہے اور اپنے اولیا سے قریب رہتا ہے اور اپنے اہل محبت سے بہت احسان
کرتا ہے اسلیے ہماری زبان یارا نہیں دیتی کہ تجھسے کچھ دعا کریں ساتوین نے کہا کہ خدایا تو نے
ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی ہدایت کی اور اپنی طرف مشغول ہونے کا دھیان عنایت فرمایا
تو اس نعمت کے شکر میں جو ہمسے تقصیر ہوئی ہو اوسکو معاف کر آٹھوین نے کہا کہ خدایا ہماری
حاجت تو تجکو معلوم ہی ہے وہ صرف تیری طرف دیکھنا ہے نوین نے کہا کہ الٰہی بندہ اپنے آقا سے
کچھ جرأت نہیں کر سکتا مگر چونکہ تو نے ہمکو حکم دعا کا اپنے الطاف سے کیا ہے اسلیے عرض کرتے ہیں
کہ ہمکو وہ ہدایت کر جس سے آسمانوں کے طبقات کے اندھیروں میں راہ ملے دسوین نے
کہا کہ خدایا تجھسے یہی چاہتے ہیں کہ ہماری طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ ہمارے پاس رہ گیارھوین نے
کہا کہ الٰہی یہ نعمت کہ تو نے ہمکو عنایت کی ہے اوسکے پورا کرنے کی تجھسے درخواست ہے
بارھوین نے کہا کہ الٰہی تیری مخلوقات میں سے تو ہمکو کسی چیز کی حاجت نہیں پس اپنے جمال کی

نظر کرنے سے پھیر احسان کر تیرھوین نے کہا کہ میری تو یہ درخواست ہی کہ خداوندا دنیا و ما فیہا کیطرف دیکھنے سے میری آنکھ اندھی کر اور آخرت مین مشغول ہونے سے میرے دل کو اندھا کر چودھوین نے کہا کہ آلہی یہ تو مین جانتا ہون کہ تو اپنے اولیا کو چاہتا ہی تو پھر اتنا احسان کر کہ اپنے سوا جتنی چیزین ہین یاد سے ہمارے دلکو صرف اپنے ساتھہ مشغول کرلے ۔ اللہ تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اون سے کہدو کہ مین نے تمہاری گفتگو سنی اور جو کچھہ تمکو محبوب ہی وہ مین نے قبول کیا تم ایک ایک دمی ایک دوسرے سے جدا ہوجاؤ اور اپنے واسطے زمین مین تہ خانہ بنالو کہ مین تم مین اور اپنے درمیان سے حجاب اوٹھایا چاہتا ہون تاکہ تم میرے نور اور جلال کو دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ آلہی یہ لوگ اس درجے کو کیسے پہونچے حکم ہوا کہ میرے ساتھہ گمان اچھا رکھتے ہین اور دنیا اور اوسکے باشندون سے کٹے ہوئے ہین میرے ساتھہ تنہا رہے ہین اور مجھکو پکارا کیے ہین اور یہ وہ رتبہ ہی کہ اسکو بجز تارک دنیا و ما فیہا کے جو اوسمین سے کسی چیز کی یاد مین مشغول نہو اور دل اپنا میرے لیے خالی کرلے اور تمام میری مخلوق پر مجھکو ہی اختیار کرلے اور کسیکو حاصل نہین ہوتا جب ایسا ہوجاتا ہے تو اوسپر مین الطاف کرتا ہون اور اوسکے نفس کو فارغ البال کرکے اوسکے اور اپنے درمیان سے پردہ اوٹھا دیتا ہون تاکہ مجھکو ایسے دیکھے جیسے کوئی آنکھہ سے کچھہ دیکھا کرتا ہو اور اوسکو اپنی کرامت دکھلاتا ہون اور اپنے چہرہ مقدس کے نور سے ہر وقت قریب کرتا جاتا ہون اگر وہ بیمار ہوجاوے تو مین اوسکا علاج ایسا کرتا ہون جیسے مادر مشفقہ اپنے بچے کا علاج کرتی ہو اور اگر اوسکو پیاس لگتی ہی تو اوسکو اپنے ذکر کی چاٹ سے سیراب کرتا ہون پھر اسکے بعد مین اوسکو دنیا و ما فیہا سے اندھا کردیتا ہون دنیا اوسکی نظر مین محبوب نہین کرتا کسیوقت میرے ساتھہ مشغول ہونے سے دم نہین لیتا اوسکا یہ حال ہوتا ہی کہ میرے پاس آنے کے لیے مجھسے جلدی کرتا ہو اور مین اوسکے مرنے کو برا سمجھتا ہون اسلیے کہ خلق مین سے میری نگاہ اوسی پر ہوتی ہی وہ میرے غیر کو نہین دیکھتا نہ مین اوسکے غیر کو دیکھون اے داؤد جب مین اوسکو دیکھتا ہون کہ اوسکا نفس گھل گیا اور جسم لاغر ہوگیا اور اعضا ٹوٹ گئے اور جب میرے ذکر کو سنتا ہی تو اوسکا دل ٹھکانے نہین رہتا تب اوسکے باعث مین اپنے فرشتون اور باشندگان آسمان پر فخر کرتا ہون تو اوسکو خوف زیادہ ہوجاتا ہی اور عبادت بہت کرنے لگتا ہی اپنی عزت و جلال کی قسم ہی کہ مین اوسکو فردوس مین بٹھاؤنگا اور اوسکے دلکو اپنی طرف دیکھنے سے اتنی تسلی دونگا کہ وہ راضی ہوجاوے

بلکہ اسی ہونے سے بھی زیادہ اوسکو اطمینان ہووے - اور یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام
کے اخبار میں ہے کہ اے داؤد تو مدعی ہے کہ میری محبت کیطرف متوجہ ہیں میں نے کہا ہے کہ اگر
میں خلقت سے پوشیدہ رہوں اور تم میں اور اپنے درمیان میں پردے کو دور کر دوں
تو اسمیں تمہارا کیا ضرر ہے تم مجھکو اپنے دلوں کی آنکھ سے دیکھتے رہوگے اور اگر میں دنیا کو
تم سے علیحدہ رکھوں اور دین کو تم پر فراخ کر دوں تو اسمیں تمہارا کیا نقصان ہے اور جبکہ تم
میری رضا کے طالب ہو تو خلق کا ناراض ہونا تمکو کچھ ضرر دیگا اور یہ بھی اونہیں کے اخبار میں
ہے کہ اللہ تعالی نے اوپر وحی بھیجی کہ تجھکو یہ گمان ہے کہ تو مجھے محبت رکھتا ہے پس اگر یہ بات سچی ہے
تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال ڈال اسلئے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں
جمع نہیں ہوتی اے داؤد میری محبت اگر کرتا ہے تو خالص کر اور باشندگان دنیا سے ظاہری
معاملہ دین میں میری تقلید کر لوگوں کی بات کر جو بات اوسمیں سے ایسی ہو کہ میری محبت کے
موافق تجھکو معلوم ہو تو اوسکو اختیار کر اور جو مشکل ہو اوسکو میرے حوالہ کر علاوہ اسکے میں تیری
سیاست اور راستی پر رہنے کیطرف سبقت کرتا ہوں اور تیرا ہادی اور قائد ہوں اور بن مانگے
تجھکو دیتا ہوں اور سختیوں پر مدد کرتا ہوں اور میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ میں ایسے
بندے کے کسیکو ثواب نہ دونگا جسکا طلب اور ارادہ میرے سامنے حاضری کا مجھکو معلوم ہو جاوے
اور جو بدون میرے نہ رہ سکے پس اگر تو ایسا ہو جاویگا تو میں ذلت اور وحشت کو تجھسے دور کر کے
تیرے دلمیں غنا بھر دونگا اسلئے کہ میں نے اپنے نفس پر قسم دے لی ہے کہ جو بندہ اپنے نفس پر
مطمئن ہو کر اوسکے افعال کا نگران ہوتا ہے تو میں اوسکو اوسکے نفس کے حوالہ کر دیتا ہوں تو
اشیا کو میری طرف نسبت کر تیرے عمل اسکے حاجت نہوں ورنہ تو گنہگار ہوگا اور تجھ سے
تیرے ساتھیوں کو نفع ہوگا اور میری معرفت کی کچھ حد تجھکو نہ ملیگی کیونکہ اوسکی کچھ انتہا نہیں
اور جب تو زیادہ مجھسے مانگیگا تو میں تجھکو دونگا اور میری طرف سے زیادتی کی بھی کچھ حد نہیں
پھر بنی اسرائیل کو جتادے کہ مجھ میں اور کسی مخلوق میں کوئی رشتہ نہیں اس صورت میں اونکی رغبت
اور ارادت ہی میرے نزدیک زیادہ ہونی چاہئے میں اونکو وہ چیز دونگا کہ نہ آنکھوں نے کبھی دیکھی نہ کانوں
نے سنی نہ کسی آدمی کے دل پر گذری مجھکو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ اور اپنے دل کی آنکھ سے
میری طرف دیکھ اور اپنے سر کی آنکھ سے اون لوگوں کیطرف مت دیکھ جنکے دل مجھ سے
مجھسے محجوب ہیں اور جو شہر بے مہار ہوتے ہیں میں نے اونسے ثواب منقطع کر دیا ہے میں نے

اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتی ہی کہ اپنا ثواب اوس بندے کے لیے نہ کھولونگا جو میری طاعت مین
تجربے کے لیے یا آزمانے کے لیے داخل ہوا اور جن لوگون کو تو سکھلاوے اونسے فروتنی کر
اور ارادت والون پر زیادتی مت کر کیونکہ اونکا مرتبہ میرے نزدیک اتنا بڑا ہی کہ اگر اہل محبت کو
معلوم ہوجاوے تو اونکے پاؤن مین گر پڑین کہ اونھین کے اوپر کو ارادت والے رستہ چلین
ای داؤد اگر تو ایک مرید کو نشۂ غفلت سے نکالکر صاف کردیگا تو مین تجھکو اپنے یہان بڑا دانا او
ہوشیار لکھونگا اور جسکو مین اپنے یہان ایسا لکھتا ہون اوسپر وحشت و احتیاج خلق نہین ہوتی
ای داؤد میرے کلام سے تمسک کر اور اپنے نفس کیواسطے نفس ہی سے لے اور مین سے کچھہ
مت دے ورنہ مین تجھسے اپنی محبت کو محجوب کردونگا میرے بندون کو میری رحمت سے ناامید
مت کر اور اپنی شہوت کو میرے لیے ترک کر مین نے شہوات کو اپنی مخلوق مین سے ضعیفون کے لیے
مباح کیا ہی قوی لوگونکو کیا ہوا ہی کہ وہ شہوات کو حاصل کرین اونسے تو میری مناجات کی حلاوت
کم ہوجاتی ہی اور زبردستون کی اونی سزا میرے یہان یہ مقرر ہی کہ عین حصول شہوت کی جگہ مین
اونکی عقلون پر اپنی طرف سے حجاب ڈال دیتا ہون اسلیے کہ مین اپنے حبیب کے واسطے دنیا پسند نہین کرتا
اور سکو اوس سے صاف رکھتا ہون ای داؤد اپنے اور میرے درمیان کسی ایسے عالم کو ذریعہ مت کر
جو تجھکو اپنی غفلت کے باعث میری محبت سے محجوب کرے اس قسم کے لوگ میرے ارادتمند
بندون کے راہزن ہین ترک شہوات کے لیے روزہ کی مداومت سے استعانت لے اور خبردار
افطار کا تجربہ مت کرنا اسلیے کہ مین روزہ کو مداومت کے ساتھہ ہی اچھا جانتا ہون ای داؤد
اپنے نفس کی دشمنی کرکے میرا حبیب بن اور نفس کو شہوات سے باز رکھہ کہ مین تیری طرف دیکھون
اور تجھکو اپنے اور میرے درمیان کے حجاب دور نظر آوین چونکہ مجھکو اپنے ثواب کا احسان تجھپر کرنا ہی
تو تیری مدارات اسلیے کرتا ہون کہ میرے ثواب پر قادر ہوجاوے اور جب تک تو میری طاعت پر
متمسک ہیگا مین ثواب تجھسے نہ روکونگا۔ اور خدای تعالی نے یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام پر
وحی بھیجی کہ ای داؤد جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر اونکو معلوم ہو کہ مین اونکا کیسا منتظر ہون
اور اونسے نرمی کرتا ہون اور اونکے گناہون کے ترک کے لیے کیسا مشتاق ہون تو وہ لوگ
میری طرف شوق کے مارے مرجاوین اور اونکے جوڑ ایک دوسرے سے میری محبت کے باعث
جدا ہوجاوین ای داؤد یہ تو میرا ارادہ اون لوگون کے ساتھہ ہی جو مجھسے روگردان ہین تو جو
لوگ میری طرف متوجہ ہین اونکے باب مین میرا ارادہ کیسا ہوگا ای داؤد جب بندہ مجھسے بے پروا

ہو جاتا ہے تو سب لوگوں سے زیادہ محتاج میری طرف ہوتا ہے اور جب میری طرف سے روگردانی کرتا ہے تو مجھکو اوسپر زیادہ تر رحم آتا ہے اور جب میری طرف رجوع کرتا ہے تو مجھکو سب سے زیادہ بڑا معلوم ہوتا ہے

اے خدا قربان احسانت شوم	این چہ احسان ست قربانت شوم

پس یہ اخبار اور سلوک کی اور نظیریں بتاتی ہیں جو اثبات محبت و شوق اور اس پر دلالت کرتی ہیں اور معنی انکے تو پہلے معلوم ہو چکے ۔

دسواں بیان اللہ تعالیٰ کی محبت کا بندے سے اور اوسکے معنی

واضح ہو کہ قرآن مجید سے تو اثر ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے پس ہم محبت کے معنی کی تحقیق سے اول ان آیات و احادیث کو لکھتے ہیں جن سے یہ محبت ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اور فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا اور فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ اور اسی جہت سے جس شخص نے کہ دعوی کیا کہ میں خدا تعالیٰ کا محبوب ہوں اوسکے جواب میں ارشاد فرمایا قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ اور حضرت انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ تَعَالَى عَبْدًا لَمْ يَضُرَّهُ ذَنْبٌ وَالتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتا ہے اوسکی توبہ موت سے پہلے قبول فرمالیتا ہے پھر اوسکو گناہان گذشتہ ضرر نہیں کرتے گو بہت ہوں جیسے کہ مسلمان ہونے کے بعد کفر گذشتہ نقصان نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے محبت کے لیے گناہوں کا معاف فرمانا بھی ارشاد فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ إِنَّ اللَّهَ يُعْطِي الدُّنْيَا مَنْ يُحِبُّ وَمَنْ لَا يُحِبُّ وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ اور فرمایا مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ اللَّهِ أَحَبَّهُ اللَّهُ اور حدیث قدسی لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ پہلے گذر چکی ہے اور زید بن اسلم رحمہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بندے سے محبت کرتا ہے یہاں تک کہ اوسکی محبت اس درجے کو پہونچ جاتی ہے کہ بندے کو ارشاد فرماتا ہے کہ جو تیرا جی چاہے سو کر میں نے تجھکو معاف کیا اور جسقدر کہ الفاظ محبت وارد ہیں شمار سے زائد ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بندے کی محبت خدا کے ساتھ حقیقی ہے مجازی نہیں اسلیے کہ محبت کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ نفس کا خواہش کرنا ایک موافق چیز کی طرف

اور عشق اس خواہش کے غلبے اور افراط کا نام ہی اور یہ بھی ہمنے بیان کر دیا ہی کہ احسان و جمال
دونون نفس کے موافق ہین اور یہ دونون کبھی تو آنکھ سے مدرک ہوتے ہین اور کبھی بصیرت سے
اور محبت دونون صورتون مین لازم ہی کچھ آنکھ کی ضرورت نہین ع نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
خود مشہور ہی مگر خدای تعالی کی محبت بندے سے اسطرح ممکن نہین بلکہ جتنے الفاظ کہ اللہ تعالی پر
بولے جاتے ہین مثل سننے جاننے وغیرہ کے وہ ایسے نہین ہین کہ خلق پر اور خالق پر ایک ہی طرح
بولے جاتے ہو یہان تک کہ وجود جو سب لفظون مین سے باعتبار اشتراک کے عام تر ہی وہ بھی خلق
اور خالق پر ایک ہی طرح نہین بولا جاتا اسلیے کہ ہر ایک ما سوا اللہ کا وجود خدای تعالی کے وجود سے
نکلا ہی تو تابع اور متبوع کا وجود ایکسا کیون ہونے لگا تھا البتہ لفظ کے اعتبار سے صرف شرکت
پائی جاتی ہی کہ دونون کو وجود کہتے ہین اوسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً گھوڑا اور درخت جسم ہونے مین
شریک ہین کہ معنی جسمیت کے اور اوسکی حقیقت دونون مین ایک سی معلوم ہوتی ہی یہ بات نہین
کہ ایک مین تو جسمیت اصلی ہو اور دوسرے مین فرعی کیونکہ ایک کی جسمیت دوسرے سے نہین نکلی اور
وجود کے لفظ مین جو اللہ تعالی اور مخلوق پر بولا جاتا ہی یہ بات نہین اور یہ فرق سب الفاظ مین ہے
یعنی علم و ارادہ و قدرت سب ایسے ہی ہین کہ اونمین خلق اور خالق دونون ایک سے نہین واضع
لغت نے یہ الفاظ خلق کے لیے اول بنائے تھے بدین وجہ کہ عقل و فہم مین خلق ہی پیشتر ہے پس انکا
استعمال خالق کے حق مین بطور استعارہ اور مجاز اور نقل کے ہو گیا اور محبت یعنی نفس کا خواہش کرنا
طرف موافق اور مناسب چیز کے اوس نفس مین ہو سکتی ہی جو موافق چیز کے نہ ملنے سے ناقص ہو اور
جب اوسکو وہ ملجاوے تو اوس سے فائدہ اوٹھاوے اور کامل ہو جاوے اور یہ بات خدای تعالی پر
محال ہی اسلیے کہ وہان تو ہر ایک کمال و جمال و بہا و جلال جو اوسکے لیے ممکن ہی وہ سب اوسکے پاس موجود
اور حاصل اور ابد سے ازل تک واجب الحصول ہی نہ وہ نیا ہو سکے نہ اوس سے کمال دور ہو تو اوسکو
غیر کیطرف نظر اس اعتبار سے نہین ہو سکتی کہ وہ غیر ہی بلکہ اس جہت سے ہو گی کہ ہمارا فعل ہی اور
واقع مین بجز اوسکی ذات اور افعال کے اور کوئی موجود بھی نہین اور یہین لحاظ شیخ ابو سعید مہنی رحمہ کے
سامنے جب یہ آیت پڑھی گئی کہ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ تو اونھون نے فرمایا کہ وہ اپنی ہی نفس سے
محبت فرماتا ہی یعنی کل وہی ہی اور اوسکے سوا اور کوئی موجود نہین تو محبت بھی اپنی ہی نفس کے
ساتھ ہوئی جیسے کوئی شخص صرف اپنے نفس سے محبت کرے اور اپنے افعال و تصانیف کو
چاہے تو ظاہر ہی کہ اوسکی محبت اوسکی ذات سے تجاوز نہ کرے گی خواہ ذات سے ہو گی یا ذات

توابع سے بہرحال وہ اپنے نفس ہی کی محبت ٹھیریگا اور جو السا طہ کہ خدای تعالی کی محبت بین
بندون کے ساتھ یا روہین سب دل مین اور حال اوس محبت کے معنی کا یہ ہی کہ خدای تعالی بندہ کے
دل پرسے حجاب کھولدیتا ہی یہان تک کہ بندہ اوسکو اپنے دل سے دیکھنے لگتا ہی یا یہ کہ بندہ کو اپنے
قرب پر قادر کردیتا ہی یا ازل مین اوسکو قادر کرنا منظور تھا پس اگر محبت کو ارادہ ازلی کیطرف نسبت
کیا جاوے جس سے کہ بندہ طریق قرب کا سالک ہوا ہی تو اس صورت مین محبت خدای تعالی کی کسی
بندے کے ساتھ ازلی ہوگی اور اگر محبت کو اوس فعل کیطرف نسبت کیا جاوے جو حجاب کو
بندے کے دل پرسے دور کرتا ہی تو اس صورت مین محبت حادث ہوگی کہ سبب کے حدوث سے ہی
ہوجاویگی چنانچہ حدیث قدسی مین ارشاد ہوا ہی لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ الخ
یعنی نوافل سے تقرب کرنا سبب صفای باطن اور ارتفاع حجاب کا دل سے اور درجہ قرب الہی پر پہونچنے کا
ہوتا ہی اور یہ سب امور خدای تعالی کے فضل اور لطف و کرم سے اوسکے ساتھ ہوتے ہین یہی معنی
خدای تعالی کی محبت کے ہین اور یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہ آویگی اور وہ یہ ہی کہ مثلاً
ایک بادشاہ اپنے کسی غلام کو اپنا مقرب بناتا ہی اور ہر وقت اپنے حضور مین حاضر رہنے کا اوسکو
حکم دیتا ہی یا تو اس غرض سے کہ وہ اسکی مدد کریگا یا اوسکے مشاہدے سے آرام پاویگا یا اوسکی
رای کسی امر مین لیگا یا اسباب کھانے پینے کا اوسکے لیے تیار کریگا تو لوگ یہی کہینگے کہ بادشاہ
اوس غلام سے محبت رکھتا ہی یعنی بادشاہ اوسکی طرف اس جہت سے مائل ہی کہ اوس مین ایک امر
موافق اور مناسب بادشاہ کے پایا جاتا ہی تو یہ صورت تو محبت کے اول معنون سے ہوے
اور کبھی بادشاہ کسی غلام کو مقرب بناتا ہی اور حضور سلطانی مین آنے سے اوسکو منع نہین کرتا
نہ اس جہت سے کہ اوس سے کچھ بادشاہ کو نفع یا تقویت ہوگی بلکہ اس جہت سے کہ اوس غلام مین
بذات خود وہ عمدہ اخلاق اور خصائل حمیدہ پائے جاتے ہین کہ اونکے ہوتے ہوے اوسکو یہی
زیبا ہی کہ بادشاہ کے حضور مین ہو کر قرب تام سے بہرہ یاب ہو گو بادشاہ کو اوس سے کچھ مطلق غرض
نہو اس صورت مین اگر بادشاہ اوس شخص کے اور اپنے درمیان کا حجاب اوٹھا دیگا تو یہی
کہا جاویگا کہ بادشاہ اس سے محبت رکھتا ہی اور اگر وہ غلام خصائل حمیدہ مین سے وہی
حاصل کرے جو باعث ارتفاع حجاب ہون تو کہا جاویگا کہ اوسنے ذریعہ پیدا کرکے اپنے
آپکو بادشاہ کا محبوب کردیا پس محبت الہی بندے کے ساتھ ان معنون کے ساتھ سمجھنی چاہیے
نہ اول معنون کے ساتھ بلکہ دوسرے معنون کے ساتھ بھی یہ شرط ہی کہ اس قرب سے یہ نہ سمجھو

کہ جب قرب نیا ہوا تو کچھ تغیر خدای تعالی میں ہو جاویگا یہ پوچھ کہ جو پہلے سے قریب نہ تھا اور
اب قریب ہو گیا تو اوسکا وصف بدلگیا اس سے یہ شبہہ ہوتا ہے کہ ہر نئے قرب پر بندہ کا اور
خدای تعالی کا دونوں کا وصف بدلگیا یعنی پیشتر قریب نہ تھا اور اب ہو گیا حالانکہ خدای تعالی
کے باب میں یہ امر محال ہے اسواسطے کہ تغیر کا آنا اوس پر ناجائز ہے وہ تو ہمیشہ کمال و جلال کی
صفتوں سے موصوف رہتا ہے اور اسیطرح ازل سے موجود ہے بلکہ اسکو یون جاننا چاہیے کہ جب بندہ
جو خدای تعالی سے قریب کہتے ہیں تو قرب سے مراد یہ ہے کہ بندہ صفات بہائم اور درندون اور
شیاطین سے دور ہو کر مکارم اخلاق جسکو اخلاق الٰہی کہتے ہیں اختیار کرے تو معلوم ہوا کہ
قرب مذکور سے غرض صفت میں قریب ہونا ہے نہ مکان میں اور جبتک اس قرب کی مثال
اشخاص میں بیان نکیجاویگی اچھی طرح منکشف نہوگا پس معلوم کرنا چاہیے کہ دو شخص کبھی تو
ایک دوسرے سے اسطرح قریب ہوا کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کیطرف کو حرکت
کرین اور کبھی ایک ساکن رہتا ہے اور دوسرا اوسکی طرف کو چلتا ہے تو اس صورت میں بھی متحرک
میں کچھ تغیر اگر قریب ہوتا جاتا ہے دوسرا جون کا تون رہتا ہے بلکہ صفات میں بھی اسیطرح کا قرب ہوتا ہے
مثلاً شاگرد کمال علم و جمال میں اپنے استاد کے درجے کا قرب چاہتا ہے اور استاد اپنے کمال علم کے
رتبے پر ساکن ہے اور درجہ شاگرد کیطرف حرکت نہیں کرتا یا شاگرد اپنی حرکت سے پستی جہل سے
اوج علم کیطرف ترقی کرتا رہتا ہے اور ہمیشہ اسی کد و کاوش میں بدلتا رہتا ہے یہانتک کہ استاد
سے قریب ہو جاتا ہے حالانکہ استاد ساکن اور غیر متحرک ہے تو اسیطرح بندے کی ترقی درجات قرب
الٰہی میں سمجھنے چاہیے یعنی جسقدر کہ صفت میں کامل اور علم میں پورا اور حقیقت اشیا کے جاننے میں
یکتا اور شیطان کے دبانے اور شہوات کے استعمال میں یکا اور بری باتوں سے بچنے میں
پاک و صاف ہوگا اوسیقدر درجہ کمال سے نزدیک ہوگا اور غایت درجہ کا کمال خدای تعالی
کے لیے ہے اور ہر شخص کا قرب اللہ تعالی سے اوسیقدر ہوگا جسقدر کہ اوسکو اون اشیا میں
کمال ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ شاگرد کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قریب ہوتے ہوتے اوستاد کے برابر اور اوس سے
بھی بڑھکر ہو جاتا ہے اور یہ امر خدای تعالی کے باب میں محال ہے اسواسطے کہ کمال خداوندی کی کچھ
نہایت نہیں اور بندے کا سلوک درجات کمال میں متناہی ہے جہانتک ہوگا ایک حد معین
تک ہیگا تو بندے کو طمع مساوات کی نہیں ہوسکتی پھر قرب کے درجات میں بھی تفاوت
لاانتہا ہے اسلیے کہ انجام کی کچھ انتہا نہیں کہ کمال اوسپر ختم ہو جاوے غرضکہ اللہ تعالی کی

محبت بندے کے ساتھ اسطرح ہے کہ بندے پر سے شواغل اور گناہوں کو ہٹا کر اور اوسکے
باطن کو کدورات دنیاوی سے پاک کر کے اپنے ذات پاک سے قریب فرمائے اور اوسکے
دل سے حجاب اوٹھا ڈالے یہاں تک کہ بندہ اوسکا مشاہدہ ایسی طرح کرے گویا اپنے دل سے
اوسکو دیکھ رہا ہے الا محبت بندے کی خدا کے ساتھ اوسکے یہ معنی ہیں کہ بندے کا خواہش کرنا
اس کمال کو جس سے وہ مفلس ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز اوسکو نہیں ملی اوسکی طرف اوسکا اشتیاق
ہوگا اور جب اوسمیں سے کسیقدر اوسکو ملیگا تو اوس سے لذت یاب ہوگا اور یہ محبت شوق
خدائے تعالی کیطرف سے محال ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ خدائے تعالی کی محبت بندے کے ساتھ
ایک امر مشتبہ ہے ہم کسطرح جانیں کہ وہ حبیب خدا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکی علامتیں ہیں اور نیز
اوسکا محبوب ہونا معلوم ہوا کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ
عَبْدًا ابْتَلَاہُ فَاِذَا اَحَبَّہُ الْحُبَّ الْبَالِغَ اقْتَنَاہُ لفظ اقتناہ کے معنی جو آپ سے
پوچھے گئے تو فرمایا کہ یہ معنی ہیں کہ اوسکے پاس مال چھوڑے نہ اہل اس سے معلوم ہوا کہ محبت
الٰہی کی بندے کے ساتھ یہ ہے کہ اوسکو غیر سے متنفر کرے اور اوسمیں اور غیر اللہ میں
حائل ہو جاوے۔ حضرت عیسی علیہ السلام سے کسینے عرض کیا کہ آپ اپنی سواری کے لیے کوئی
دراز گوش کیوں نہیں خریدتے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کو یہ بات گران ہے کہ مجھکو اپنی ذات
پاک سے چھوڑا کر دراز گوش کا شغل عنایت فرمائے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ
عَبْدًا ابْتَلَاہُ فَاِنْ صَبَرَ اجْتَبَاہُ فَاِنْ رَضِیَ اصْطَفَاہُ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جب تو
خدا سے محبت کرے اور خدائے تعالی تجھکو مبتلا کرے تو جان لے کہ خداوند کریم تجھکو برگزیدہ
فرمایا چاہتا ہے۔ اور بعض مریدوں نے اپنے مرشد سے عرض کیا کہ مجھے کچھ محبت سوجھائی دی ہے
اونھوں نے پوچھا کہ بھلا خدائے تعالی نے تجھکو اپنے سوا کسی اور محبوب کا مبتلا بھی کیا ہے
کہ اوسکے اوپر تو نے خدائے تعالی کو ترجیح دی ہو اوسنے کہا کہ یہ بات تو نہیں ہوئی اونھوں نے فرمایا
کہ تو محبت کی طمع مت کر کہ خدائے تعالی بدون مبتلا کرنے کے اوسکو عنایت نہیں کیا کرتا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا جَعَلَ لَہٗ وَاعِظًا مِّنْ نَفْسِہٖ
وَزَاجِرًا مِّنْ قَلْبِہٖ یَاْمُرُہٗ وَیَنْہَاہُ اور دوسری حدیث میں فرمایا اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ
بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ غرضکہ خاص تر علامات محبت الٰہی کی یہ ہے کہ بندہ
خدائے تعالی سے محبت کرے اسی سے یہ پایا جاویگا کہ خدائے تعالی اوس سے محبت کرتا ہے

اور جو فعل کہ اوس سے بندے کا محبوب ہونا نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ خداوند کریم اوسکے سب امور
ظاہری اور باطنی اور خفیہ اور علانیہ کا متکفل ہو وہی مشورت اور تدبیر بتلاوے وہی اخلاق کی
درستی فرماوے وہی اوسکے اعضا کو عمل مین مصروف کرے وہی اوسکے ظاہر و باطن کو راہ راست پر
لاوے اوسکی فکرون کو ہمیشہ ایک فکر مین لگانا اوسیکا کام ہو اور دنیا سے بغض اور غیر سے وحشت
اور خلوت کی مناجات سے انس کا دینا اور اپنے اور اوسکے درمیان سے حجاب کا دور کرنا سب
اوسیکی طرف سے ہو اسیطرح کی علامات سے محبت اللہ تعالی کی بندے سے ثابت ہوا کرتی ہی
اب ہم علامات بندے کی محبت کے خداے تعالے سے لکھتے ہین کہ وہ بھی اس
محبت پر دال ہوا کرتے ہین ۔ علامات بندے کی محبت کے خدای تعالی سے
جاننا چاہیے کہ محبت کا دعوی تو ہر شخص کرتا ہی مگر دعوی تو آسان بات ہی لیکن محبت کا پایا جانا
بہت کم ہوتا ہی آدمی کو بچنا چاہیے کہ شیطان کے فریب سے جب نفس دعوی محبت الٰہی کرے تو اوسپر
فریفتہ ہو جاوے جب تک کہ نفس کا امتحان محبت کی علامات سے نکرلے اور حجت اور برہان سے
صدق دعوی معلوم نہو جاوے ۔ محبت وہ درخت عمدہ ہی جسکی جڑ ہیان ہی اور شاخ بالا ہی آسمان
اوسکے پھل دل اور زبان اور عضا مین ظاہر ہوتے ہین اور اونسے محبت کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہی
جیسے دھوئین سے آگ کا وجود یا پھلون سے درختون کا اور اسیطرح کے آثار بہت سے ہین ۔ ایک تو
یہ ہی کہ خدای تعالی کی لقا کو کشف اور مشاہدے کے طور پر دار السلام مین اچھا جانے اسلیے کہ
ہو نہین سکتا کہ دل کسی محبوب کو چاہے اور اوسکے مشاہدے اور لقا کو نہ چاہے اور از انجا کہ معلوم ہے
کہ بدون دنیا سے کوچ و مفارقت کے یہ آرزو پوری نہو گی تو چاہیے کہ موت سے محبت رکھے
اور اوس سے نفرت نکرے اسواسطے کہ عاشق کو اپنے وطن سے سفر کرنا اور محبوب کے دیار مین اوسکے
دیدار سے بہرہ ور ہونے کو جا پڑنا گران نہین معلوم ہوتا اور موت دیدار کی کلید اور مشاہدے
مین داخل ہونیکا دروازہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ
اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ اور حضرت حذیفہ رض نے موت کیوقت ارشاد فرمایا کہ ایک حبیب جب
حاجت کیوقت آیا جو اوس سے پشیمان ہوا اوسکو فلاح نہو ۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ بندہ مین
بعد محبت خدای تعالی کے کوئی اور خصلت کثرت سجود سے بڑھکر نہین کہ خدای تعالی کو پسند ہو
پس سجدے پر محبت دیدار الٰہی کو مقدم کیا اور خداوند کریم نے محبت کے صادق ہونیکے لیے
راہ خدا مین مارا جانا ارشاد فرمایا یعنی جب لوگون نے دعوی کیا کہ ہم اللہ تعالی سے محبت

سکتے ہیں تو فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا اور فرمایا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ پس اوسے خدا مین شہید ہونے کی طلب کو علامت محبت فرمایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی وصیت مین جو حضرت عمرؓ کو کی تھی مذکور ہو کہ حق بات گران ہوتی ہی اور باوجود گرانی کے خوشگوار ہی اور امر باطل سبک ہوتا ہی اور باوجود اسکی بُرا ہی اگر تم میری وصیت یاد رکھو گے تو کوئی غائب چیز تمکو موت سے زیادہ محبوب ہوگی جو تمک آویگی اور اگر اس وصیت کو تلف کردو گے تو کوئی غائب چیز تمہارے نزدیک موت سے بڑھکر بُری ہوگی حالانکہ تم اوسکو ٹال نسکو گے۔ اور اسحاق بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میرے باپ یعنی سعدؓ مجھسے فرماتے تھے کہ عبداللہ جحش نے مجھسے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خدا ہی تعالی سے دعا مانگین پس ایک طرف کو ہوکر عبداللہ نے یون دعا مانگی کہ الٰہی مین تجکو قسم دیتا ہون کہ جب کل کو مین دشمن کے مقابل ہون تو میرا مقابلہ کسی مرد ہولناک سخت غضب سے ہو جس سے مین لڑون اور وہ مجھ سے لڑے پھر مجکو پکڑ کے میری ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور جب مین قیامت مین تیرے سامنے جاؤن تو تو مجھسے پوچھے کہ ای عبداللہ تیری ناک کان کسنے کاٹے مین عرض کرون کہ الٰہی تیرے راستے مین اور تیرے رسول کے راستے مین میرا یہ حال ہوا ہی تو فرماوے کہ سچ کہتا ہی حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ مین نے آخر روز مین دیکھا کہ عبداللہ جحش کے ناک کان ایک ڈورے مین بندھے لٹکتے ہین اور سعید بن المسیب رح فرماتے ہیں کہ مجکو توقع ہو کہ اللہ تعالی حضرت عبداللہ بن جحش کی بقیہ قسم بھی سچ کرے جیسے اوسے اتنی سچی کی ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری اور بشر حافی رح فرمایا کرتے تھے کہ موت کو بُرا وہی سمجھتا ہی جسکو شک ہو اسلیے کہ حبیب تو ہر حال مین اپنے محبوب کی ملاقات کو بُرا نہین جانتا۔ اور بویطی رح نے کسی زاہد سے پوچھا کہ تم موت کو چاہتے ہو اوسنے سکوت کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تم سچے زاہد ہوتے تو موت کو محبوب جانتے پھر یہ آیت پڑھی فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ زاہد نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہین لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ آپ نے فرمایا کہ یہ ارشاد اسلیے ہی کہ تمنای موت مین ایک طرح کا ضرر ہی کیونکہ قضاے الٰہی پر راضی ہونا اس امر سے بہتر ہے کہ اوسکے حکم سے گریز کرے۔ اگر یہ پوچھو کہ جو شخص موت سے محبت نہین رکھتا وہ خدا ہی تعالی کا محب ہو سکتا ہے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ موت کا بُرا جاننا اول تو اس باعث سے ہوتا ہو کہ دنیا کی محبت اور اہل و فرزند کی جدائی کا افسوس ہو

اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے کمال میں نقصان ہوتا ہے اسلیے کہ محبت کامل وہ ہوتی ہے
جو تمام دل پر محیط ہو مگر محبت زن و فرزند کے ہوتے ہوئے کچھ دشوار نہیں کہ کچھ ضعیف سی
محبت خداے تعالیٰ کی بھی ہو آخر لوگ محبت الٰہی میں متفاوت تو ہوتے ہی ہیں چنانچہ اس تفاوت پر
یہ دلیل ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ رض نے جب اپنی بہن فاطمہ رض کا نکاح اپنے غلام آزاد سالم رض
سے کر دیا تو قریشیوں نے اونکو برا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تم نے ایک عقیل عورت قریش کی
غلام سے بیاہ دی آپنے جواب دیا کہ میں نے بیاہ جب کیا ہے جب جان لیا ہے کہ سالم فاطمہ سے
اچھا ہے یہ جواب اہل قریش کو نکاح سے بھی زیادہ گران گذرا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے فاطمہ تو
تمھاری بہن ہے اور سالم تمھارا غلام ہے آپنے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ فرماتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ ایسے آدمی کو دیکھے جو اللہ تعالیٰ کو تمام دل سے چاہتا ہے تو وہ سالم کو
دیکھے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمیوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو تمام دل سے
نہیں چاہتے بلکہ اوس سے بھی محبت رکھتے ہیں اور غیر سے بھی محبت رکھتے ہیں تو ضرور ہے کہ جب
خدا کے پاس جاوینگے تو اونکو دیدار کی لذت بقدر محبت ہوگی اور جسقدر دنیا سے محبت رکھتے ہونگے
اوسکے چھوڑنے کے وقت اوسیقدر اونکو درد فراق ہوگا۔ دوسرا باعث موت کے برا جاننے کا
یہ ہے کہ بندہ مقام محبت کے شروع میں ہوا اور موت کو برا تو سمجھتا ہو مگر اوسکے جلد آنے کو برا
جانتا ہو یعنی ملاقات خداے تعالیٰ کے لیے کچھ سامان کرنے سے پیشتر موت کا آنا برا معلوم ہوتا ہو
تو یہ حال محبت کے کم ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عاشق
اپنے معشوق کے آنے کی خبر اپنے پاس سنے اور یہ چاہے کہ وہ ایک ساعت کے بعد آوے تو بہتر ہے
تاکہ اوسکے لیے گھر کو آراستہ کر لے اور سامان خانہ داری سے فراغت ہو جاوے کہ پھر خاطر خواہ
اوس سے فارغ البال ہو کر ملے کوئی مانع اور حارج نہ رہے پس اس سبب سے موت کو برا جاننا کمال
محبت کے خلاف نہیں اس حال کی پہچان یہ ہے کہ عمل میں کوشش کرے اور اپنی فکر کو آخرت
کی تیاری میں مستغرق رکھے۔ اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ جس چیز کو خداے تعالیٰ پسند کرے
اوسکو اپنی محبوب چیز پر ظاہر و باطن میں ترجیح دے اور اسکے لیے بڑی بڑی مشکل اور محنت
کے عمل بجا لاوے اور اپنے ہواے نفس کے اتباع سے اجتناب کرے اور کسل و سستی کو طاق پر
رکھے ہمیشہ طاعت الٰہی میں جان و دل سے چسپاں رہے اور نوافل سے تقرب کا جویاں رہے اور اسکے
نزدیک زیادتی درجات کا خواہاں جیسے عاشق اپنے معشوق کے دل میں زیادہ تر قرب کا

بیچ ان رہتا ہی اور جو لوگ کہ ایثار کو پسند کرتے ہین اونکا وصف اللہ تعالی قرآن مجید مین یا ہی
يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ
عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور جو شخص اپنی ہوای نفس کا ہمیشہ تابع ہی تو اوسکا محبوب
وہی ہوگا جسکو وہ چاہتا ہے عاشق تو اپنے معشوق کی مرضی کا تابع ہوتا ہے اوسکی
مرضی کے سامنے اپنی مرضی کو چھوڑ دیتا ہے جیسے کسی شاعر کا قول ہی جسکا ترجمہ یہ ہی شعر

میں تو ہوں طالب وصل اوسکو ہی منظور فراق ۔۔۔ وہ جو خوش آمین ہی تو لو وصل سے مین گذرا

ملکہ سلطان عشق الٰہی جب غلبہ کرتا ہی تو پھر کوئی خواہش نہین چھوڑتا اسکی بیخ کنی کر دیتا ہے
سوای معشوق کے اور کسی چیز کی رغبت اور لذت باقی نہین رہتا جیسے کہ روایت ہی کہ زلیخا جب
ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح مین آئی تو اونسے علیحدہ ہو کر عبادت مین
مصروف ہوئی اور خدای تعالی ہی کی ہو رہی اگر آپ اپنے پاس اون کو بلاتے تو رات پر ٹالدیتی
اور رات کو بلاتے تو دن پر اور کہتی کہ ای یوسف مین آپسے جب تک محبت کرتی تھی کہ مجھکو
خدای تعالی کی معرفت نہ تھی اب کہ مین نے اوسکو پہچان لیا تو اوسکی محبت نے میرے دلمین
کسی اپنے غیر کی محبت نہین چھوڑی اور مجھکو اوس محبت کا عوض منظور نہین کہ اوسکی محبت
چھوڑ کر دوسرے کی محبت اختیار کرون یہی حال ہوتا یہانتک کہ حضرت یوسف علیہ السلام
نے فرمایا کہ مجکو خداوند کریم کا حکم اسیطرح ہوا اور ارشاد فرمایا ہی کہ تو زلیخا سے ہم بستر ہو کر تجھے
پیٹ سے ہم دو لڑکے عنایت فرماوینگے اور دونون کو نبی کرینگے زلیخا نے عرض کیا کہ اگر
خداوند کریم نے آپکو ارشاد فرمایا ہے اور مجکو اس نعمت کا ذریعہ بنایا ہی تو مین خدای تعالی
کے حکم کی تابع ہون اور صحبت پر راضی ہون اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت رکھتا ہو
وہ اوسکی نافرمانی نہین کرتا اور اسی نظر سے ابن مبارک مروزی ایک قطعہ فرمایا ہی جسکا مضمون یہ ہی قطعہ

دم بھروا اوسکی محبت کا کرو پھر یہ گناہ ۔۔۔ ہی عجب طرح سے واللہ تمہاری کردار
سچی گر ہوتی محبت تو اطاعت کرتے ۔۔۔ ہوتے عاشق تو ہین معشوق کے فرمانبردار

اور اسی باب مین یہ شعر بھی ہے ؎

خواہش نہیں مجھے کچھ تیری رضا کے آگے ۔۔۔ جی کو بُرا لگے گو خوش ہون تری رضا سے

اور حضرت سہیل رح فرماتے ہین کہ علامت محبت الٰہی یہ ہے کہ اوسکو اپنے نفس پر اختیار کرے
یہ بات نہین کہ جو شخص خدای عزوجل کے امر کی طاعت کرے وہ اوسکا حبیب ہو جاتا ہے

بلکہ حبیب ہے وہ جو منا ہی سے بچے اور یہ قول اونکا واقع میں درست ہے اسواسطے کہ بندہ
کی محبت خدا کے ساتھ سبب محبت الٰہی کا بندے کے ساتھ ہوتی ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے
یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو محبوب جانتا ہے تو اوسکا کفیل ہوتا ہے اور
اوسکو دشمنوں پر غالب رکھتا ہے اور از انجا کہ آدمی کے دشمن اوسکا نفس اور شہوات ہیں تو
بالضرور اللہ تعالیٰ اوسکو رسوا نکریگا اور خواہش و شہوات کے حوالہ نفرمائیگا اسیواسطے
ارشاد فرماتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ
نافرمانی اصل محبت کے خلاف نہیں بلکہ کمال محبت اوس سے نہیں ہوتا مثلاً بہت آدمی ایسے
ہوتے ہیں کہ اپنے نفس سے محبت رکھتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں اور شفا کو محبوب جانتے ہیں
اور جو چیز اونکو مضر ہو اوسکو کھا لیتے ہیں گو یہ جانتے ہیں کہ یہ چیز ہمکو مضر ہے تو اس سے یہ نہیں پایا جاتا
کہ اونکو اپنے نفس سے محبت نہیں بلکہ معرفت کم ہے اور خواہش غالب اسلیے حق محبت پر قائم
رہنے سے عاجز ہیں اور نافرمانی کی اصل محبت کے مخالف نہونے پر یہ دلیل ہے کہ نعیمان بہت
جلد جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بسبب ارتکاب گناہوں کے پکڑا آیا کرتا تھا ایکبار
جو آیا اور آپنے اوسکو حد لگوائی تو ایک شخص نے اوسکو لعنت کی اور کہا کہ یہ شخص کتنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر کیا جاتا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ اوسکو لعنت مت کر کہ وہ اللہ تعالیٰ اور
اوسکے رسول سے محبت رکھتا ہے غرضکہ گناہ کے باعث اوسکو محبت سے خارج نفرمایا ہاں گناہ
کرنا کمال محبت سے خارج کر دیتا ہے۔ اور بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جب آدمی کا ایمان ظاہر
دلمیں ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ متوسط محبت رکھتا ہے اور جب ایمان سویداے دل میں چلا جاتا ہے
تب پوری محبت کرتا ہے اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ الحاصل محبت کا دعوی کرنے میں خطرہ ہے
اسلیے حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ جب تم سے پوچھا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے محبت
رکھتے ہو تو چپ ہو رہو اور کچھ جواب ندو اسلیے کہ اگر نہیں زبان سے نکالوگے تو کافر ہو جاؤ گے
اور اگر ہاں کہوگے تو تمہارے اوصاف محبوں کے سے نہیں ہیں پس غضب الٰہی سے ڈرو اور
جھوٹا دعوی نکرو۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ جنت میں کوئی راحت اہل معرفت و محبت
کی لذت سے بڑھکر نہیں اور نہ دوزخ میں کوئی عذاب سخت تر اوس شخص کے عذاب سے کہ
دعوی محبت کرے اور محبت کی کوئی بات اوسمیں نپائی جاوے اور ایک علامت محبت کی
یہ کہ ذکر الٰہی کا شدت سے حریص ہو کہ نہ زبان اوس سے تھکے نہ دل خالی ہو اسلیے کہ جو شخص

کسی چیز سے محبت رکھتا ہو وہ اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہو اور اوسکے متعلق جو اشیا ہوتی ہیں اونکو بہت یاد کیا کرتا ہو پس محبت آلہی کی علامت یہ ہو کہ اوسکے ذکر سے محبت ہو اور اوسکے کلام یعنی قرآن مجید اور اوسکے رسول پاک سے محبت ہو اسیطرح جو چیز خدای تعالی کے ساتھ منسوب ہو اوس سے محبت رکھے آدمی کسی دوسرے آدمی کو چاہتا ہو تو محبوب کے محلے کے کتے سے بھی محبت کیا کرتا ہو اور ظاہر بھی ہو کہ جس وقت محبت قوی ہوتی ہو تو محبوب سے متعدی ہوکر جتنی چیزیں اوس سے متعلق ہوتی ہیں اونکے ساتھ بھی ہوجاتی ہو اور اسکو شرکت محبت میں نہ سمجھنا چاہیے اسلیے کہ رسول محبوب سے اسلیے محبت کیجاے کہ یہ اوسکا رسول ہو یا کلام کو بوجہ محبوب جاننا کہ یہ اوسکا کلام ہو یہ بعینہ محبوب ہی کی محبت ہو اوسکے غیر کی نہیں بلکہ اوسکے متعلقات سے محبت ہونی کمال محبت پر دلالت کرتی ہو جس شخص کے دل پر محبت آلہی غالب ہوجاتی ہو وہ تمام مخلوق خدا سے محبت کرتا ہو اس لحاظ کہ یہ سب اس محبوب حقیقی کی ہو پس قرآن مجید اور رسول کریم اور صلحا سے کیسے محبت نکریگا اور ہم اس امر کی تحقیق باب آداب الصحبت اور بھائی چارہ میں لکھ چکے ہیں اسیوجہ سے اللہ تعالی فرماتا ہو قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِهٖ مِنْ نِعَمِهٖ وَاَحِبُّوْنِیْ لِلّٰهِ تَعَالٰی اور حضرت سفیان رح فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالی کے محب سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالی سے محبت کرتا ہو اور جو شخص اللہ تعالی کے اکرام و تعظیم کیوجہ سے کسی کی تعظیم کرتا ہو تو وہ خدای تعالی کی تعظیم کرتا ہو اور بعض مریدین سے یہ نقل ہو کہ ایام ارادت میں مجکو مناجات کا مزہ ملا میں رات دن قرآن مجید کی تلاوت اختیار کی پھر چند روز قرات چھوٹ گئی تو خواب میں دیکھا کہ ایک کہنے والا کہتا ہو کہ اگر تجکو ہم سے دعوی محبت ہو تو تونے ہماری کتاب پر کیوں ظلم کیا کیا تو نے ہمارے عتاب لطیف کو جو اوسمیں ہو تامل نہیں کیا اسکے بعد جو میں بیدار ہوا تو دل میں محبت قرآن کی پھر باقی اور اپنی پہلی حالت پر بدستور ہو گیا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اپنے نفس سے بجز قرآن کے اور کسی چیز کی درخواست نکرے اسلیے کہ جو قرآن سے محبت کریگا تو اللہ تعالی سے بھی محبت کریگا اور اگر قرآن سے محبت نہوگی تو خدا تعالی سے بھی نہوگی۔ اور حضرت سہیل تستری رح فرماتے ہیں کہ محبت آلہی کی پہچان محبت قرآن مجید کی ہو اور خدای تعالی اور قرآن سے محبت کی پہچان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنی ہو اور آپکے ساتھ محبت کرنے کی علامت آپکے طریق کی ہو اور آپکے طریق سے

محبت کا نشان آخرت کی محبت ہی اور آخرت کے محبوب ہونے کی پہچان دنیا کا بغض ہی اور دنیا کے بغض کی علامت یہ ہی کہ اوسمین سے بجز زاد آخرت کے اور کچھ نہ لے۔ اور ایک علامت محبت یہ ہی کہ خلوت اور مناجات اور تلاوت قرآن مجید سے انس ہو اور تہجد پر مداومت کرے اور رات کے اطمینان اور عوائق کے برطرف ہونے سے صفائی وقت کو غنیمت جانے اور کمتر درجہ محبت کا یہ ہی کہ حبیب سے خلوت اور اوسکی مناجات سے لذت پانے کو آسایش و راحت سمجھے تو جو شخص کہ اوسکے نزدیک خواب اور گفتگو بیہودہ مناجات الٰہی کی نسبت کرے عمدہ اور لذیذ ہو اوسکی محبت کیسے درست ہو گی حضرت ابراہیم ابن ادہم سے کسی نے اوسوقت پوچھا کہ وہ پہاڑ پر سے اوترے تھے کہ آپ کہاں سے تشریف لائے اونھون نے فرمایا کہ انس باللہ سے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اخبار مین ہی کہ اللہ تعالی نے اونکو ارشاد فرمایا کہ میری مخلوق مین سے کسیکے ساتھ انس مت کر اسلیے کہ مین دو طرح کے شخصون کو اپنے پاس سے علیحدہ کر دیتا ہون ایک تو وہ شخص جو میرے ثواب کو دیر کر جانکر علیحدہ ہو گیا دوسرے وہ شخص کہ مجکو بھولکر اپنے حال سے راضی ہوا اور اسکی پہچان یہ ہی کہ مین اوسکو اوسکے نفس کے سپرد کر دیتا ہون اور دنیا مین حیران چھوڑ دیتا ہون۔ اور جب غیر اللہ سے آدمی مانوس ہو گا تو جسقدر انس غیر اللہ سے ہو گا اوسیقدر خداے تعالی سے وحشت ہو گی اور درجہ محبت سے ساقط ہو جاویگا۔ اور برخ غلام حبشی کے احوال مین جسکے طفیل سے حضرت موسی علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی لکھا ہی کہ خداے تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ برخ اچھا بندہ ہی مگر اوسمین ایک عیب ہی آپنے عرض کیا کہ الٰہی اوسکا عیب کیا ہی فرمایا کہ اوسکو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہی اور اوسکی طرف طبیعت لگاتا ہی اور جو شخص مجھسے محبت کیا کرتا ہی وہ کسی چیز کیطرف طبیعت نہین لگاتا اور روایت ہی کہ ایک عابد نے خداے تعالی کی عبادت مدت تک کسی جنگل مین کی پھر ایک پرند کو دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہی اور اوسمین چہکتا پھرتا ہی عابد نے کہا کہ اگر مین اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے پاس کر لون تو اس پرند کے چہچہے سے کچھ دل لگی ہو جب عبادت کی جگہ درخت کے پاس کر لی تو خداے تعالی نے اوسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان عابد سے کہدو کہ تو نے ایک مخلوق سے انس کر لیا ہی اسکی سزا مین مین نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ کسی عمل سے کبھی نہ ملیگا اس سے معلوم ہوا کہ علامت محبت کی کمال انس کا ہونا مناجات محبوب کے ساتھ اور کمال لذت کا ہونا اوسکے ساتھ تنہا ہونے مین اور جوش کہ خلوت

ایسے ہین کہ اوسکو اپنا محبوب کر کے اوسی پر اطمینان کر لینا ہے کسی چیز کا اونکو غم نہین ہوتا
اور اپنے نفس کی لذت مین مصروف نہین ہوتے بایں وجہ کہ اونکے مالک کا ملک کامل ہے
اور جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی جو اونکے واسطے ہی وہ اونکو پہونچتا ہی اور جو اونسے جاتا رہتا ہی
وہ اونکے لیے اوسکی اچھی تدبیر کرتا ہی اور محب کو چاہیے کہ جب اپنی غفلت سے رجوع کرے
تو اپنے محبوب حقیقی کیطرف متوجہ ہوکر اصلاح اوسکے عتاب کے دور کرنے کی تدبیر کرے کہ الٰہی
تو نے گذشتہ قصور پر مجھ سے اپنا احسان علیحدہ کر لیا اور اپنے دربار سے دور کر کے میرے نفس اور
شیطان کی سیر مین مشغول کر دیا اس سے ذکر الٰہی کی صفا اور دل کی نرمی پیدا ہوگی اور پہلا
غفلت کا عوض ہو جاویگا اور لغزش باعث تنبہ ہونے ذکر وصفائی قلبی کا ہوگی - اور جب
محب سوا محبوب کے اور کوئی چیز نہ دیکھیگا اور سب چیزونکو اوسی سے جانیگا تو کسی چیز پر افسوس
نکریگا اور بیشک سب حال مین راضی رہیگا اور جانیگا کہ محبوب حقیقی نے میرے حق مین وہی مقدر
کیا ہی جسمین میری بہتری ہی اور اوسکے ارشاد کو یاد کریگا کہ فرماتا ہی وعسیٰ ان تکرھوا شیئا
وھو خیر لکم اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ طاعت الٰہی سے آسایش پاوے اور اوسکو
بیگار نسمجھے اور اوسی طاعت مین مشقت کچھ نہ معلوم ہو جیسے بعض اکابر کا قول ہی کہ بیس برس تک
رات کو مصیبت جھیلی اور بیس برس لذت اوٹھائی - اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ محبت
کی علامت ہمیشہ خوش رہنا اور ایسی طرح کوشش کرنا کہ بدن تھک جاوے اور دل نہ تھکے اور
بعض اکابر فرماتے ہین کہ محبت کے عمل سے تھکن نہین ہوتی - اور بعض علما فرماتے ہین کہ سچا
محب کبھی طاعت سے سیر نہین ہوتا گو بڑے دشوارون پر پہونچ جاوے پس اسطرح کی
باتین مشاہدے مین بھی موجود ہین دیکھو عاشق اپنے معشوق کی محبت مین سعی کرنے سے
نہین تھکتا اور اسے اوسکی خدمت کو اچھا جانتا ہے اور اوسمین مزہ معلوم ہوتا ہی گو بدن پر
وہ خدمت شاق ہو اور اگر بالفرض بدن عاجز ہوجاوے تو سب سے محبوب چیز اوسکے نزدیک
یہ ہو کہ پھر سے قدرت آجاوے اور عاجزی جاتی رہے تا کہ اوسی خدمت مین مصروف ہو جاوے
اسیطرح محبت الٰہی ہوا کرتی ہی کہ اسکے غلبے مین طاعت اور خدمت سے بہتر کوئی چیز نہین معلوم
ہوتی اور طاعت سے کیا بات ہے کہ محبت آدمی پر غالب ہوجاتی ہے تو وہ اوس سے کمتر
کہ تم کو اوتر کہ مثلاً جس شخص کا محبوب کسل کی نسبت کرا اوسکے نزدیک محبوب تر ہوگا تو وہ کسل کو
اوسکی خدمت مین ترک کر دیگا اور اگر مال کی نسبت کر محبوب زیادہ ہوگا تو اوسکی

محبت مین مال کو چھوڑ دیگا کسی محب نے اپنا جان و مال سب فدا کر دیا تھا کچھہ اوسکے پاس نہ تھا
اوس سے کسی نے پوچھا کہ محبت مین تمھارا یہ حال کسطرح ہوا اوس نے جواب دیا کہ مین نے ایک روز ایک
عاشق کو سنا کہ اپنے معشوق سے خلوت مین کہہ رہا تھا کہ بخدا مین تجکو اپنے تمام دل سے
چاہتا ہون اور تو مجھ سے اپنا منہ پھیرے رہتا ہے معشوق نے جواب دیا کہ اگر تو مجھسے محبت
رکھتا ہے تو بتا مجھپر کیا خرچ کریگا عاشق نے کہا کہ اول تو جو چیز میری ملک مین ہے وہ سب تجکو
دیدونگا پھر تیرے اوپر جان فدا کر دونگا تو یہی ہوا اس گفتگو کو سنکر مین نے سوچا کہ جب بندہ
بندے کے ساتھہ اسطرح ہو تو بندہ کو معبود کے ساتھہ کسطرح ہونا چاہیے یہی باعث محبت کی ترقی کا ہوا
اور ایک علامت محبت کی یہ ہے کہ تمام خدا کے بندون پر شفیق اور رحیم ہو اور خدا تعالی کے
دشمنون پر اور اون لوگون پر جو اوسکی مرضی کے خلاف کرین سخت ہو جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور اس امر مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اوسپر
تاثیر نکرے اور نہ خدا کے لیے غصہ کرنے سے کوئی مانع ہو اور یہی وصف اولیا کا حدیث قدسی
مین مذکور ہے یعنی میرے اولیا وہ ہین کہ میری محبت پر ایسے فریفتہ ہین جیسے بچہ کسی چیز پر فریفتہ
ہوتا ہے اور میرے ذکر پر ایسے گرتے ہین جیسے جانور اپنے گھونسلے کیطرف جھکتا ہے اور میری
منہیات پر ایسے غصہ ہوتے ہین جیسے چیتا غراتا ہے کہ اوسکو پروا نہین ہوتی کہ آدمی بہت ہین
یا تھوڑے - پس اس مثال کو تامل کرنا چاہیے کہ لڑکے کا دل جب کسی چیز پر آجاتا ہے تو اوس سے
ہرگز علیحدہ نہین ہوتا اور اگر اوس چیز کو کوئی اوس سے لے لے تو بجز رونے اور چیخنے کے
اور کچھہ کام نہیں کرتا حتی کہ وہ چیز اوسکے پاس پھر آوے سوتے وقت بھی اوسکو اپنے کپڑون مین
لیکر سوتا ہے اور جب جاگتا ہے تو پھر ہاتھہ مین لیتا ہے اور جب اوس سے جدا ہوتا ہے تو روتا ہے اور مل جاتا ہے
تو ہنستا ہے اور جو شخص اوس سے اوس چیز مین نزاع کرتا ہے تو اوس سے ناراض ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص وہ
چیز دیتا ہے تو اوس سے محبت کرتا ہے اور غضبناک غصہ کیوقت بے اختیار ہونے مین ایسا شدت غضب مین اوسکی نوبت
ہوتی ہے کہ اپنی جان ہلاک کرتا ہے پس علامات محبت کی ہین جس شخص مین یہ علامات پوری ہون اوسکی محبت کامل
اور خالص ہوگی اور آخرت مین اوسکی شراب صاف اور شیرین ہوگی اور جسکی محبت مین غیر اللہ کی محبت کا ملاو ہوگا تو آخرت مین
بمقدار محبت آسایش پاویگا یعنی اوسکی شراب مین کسیقدر شراب مقربین کی ملاوٹ کیجاویگی جیسا کہ
اللہ تعالی مقربین کے احوال مین فرماتا ہے إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ پھر فرمایا يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ
مَّخْتُومٍ خِتَامُهُ مِسْكٌ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ وَمِزَاجُهُ

عَيْناً يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ غرضکہ شراب ابرار کی جو اچھی ہوگی تو اسیوجہ سے
کہ اوسمین ملاوٹ شراب خالص کا ہوگا جو خاص مقربین کے لیے ہے اور شراب سے غرض تمام آسائش
ولذت بہشت ہے جسطرح کہ کتاب سے تمام اعمال مراد ہین اور اوسکے باب مین فرمایا ہو اِنَّ كِتٰبَ
الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ پھر فرمایا يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ تو اونکی کتاب کی بلندی کی یہ حد ہے
کہ اتنی اونچی ہوگی کہ اوسکو مقربین دیکھتے ہین اور جسطرح کہ ابرار دنیا مین مقربین کے قرب و
مشاہدہ سے اپنی حالت مین ترقی پاتے اور معرفت مین قوت پاتے ہین تو اسیطرح اونکا حال آخرت مین ہوگا
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اور فرمایا كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ
خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ اور فرمایا جَزَآءً وِّفَاقًا یعنی جزا موافق اعمال کے ہوگی تو عمل خالص کی جزا
شراب خالص ہوگی اور مختلط کی مختلط اور ملاوٹ شرابون اوسیقدر ہوگا جسقدر کہ محبت پہلی اور
اعمال مین ملاوٹ تھا جیسا کہ قرآن مجید مین چند جا مذکور ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ
اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ
مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ پس جو شخص کہ دنیا مین محبت کرتا تھا اور اوسکی
توقع جنت اور حور اور قصور کی لذت تھی تو اوسکو جنت مین قادر کر دیا جاویگا کہ جہان چاہے
رہے لڑکون کے ساتھ کھیلے اور عورتون سے مزہ اوڑاوے اوسکی لذات کا خاتمہ آخرت مین
انھین اشیاء پر ہوجاویگا اسواسطے کہ ہر ایک انسان کو محبت مین وہی ملیگا جو اوسکا نفس چاہتا ہو
اور جس سے اوسکی آنکھہ کو لذت ہو اور جس شخص کا مقصود صاحب خانہ اور مالک الملک ہوگا اور
اوسکے دل پر خالص اوسکی محبت نے غلبہ کیا ہوگا تو وہ اوسی مقام مین اوتارا جاویگا فِيْ مَقْعَدِ
صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ خلاصہ یہ کہ ابرار تو باغون اور جنتون مین حور اور غلمان کے ساتھ
سیر کرینگے اور مقربین دربار عالی مین حاضر رہینگے اور اوسیکی طرف اپنی تاک لگائے رہینگے
اور اس لذت کے ذرہ بھر کے مقابل بھی تمام جنتون کی آسائشون کو ہیچ جانینگے غرضکہ جو لوگ
کہ شہوت شکم اور فرج کے پورا کرنے مین مشغول ہونگے وہ اور ہونگے اور خدای تعالی کے پاس
بیٹھنے والے اور ہونگے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا اَكْثَرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ
الْبُلْهُ وَعِلِّيُّوْنَ لِذَوِي الْاَلْبَابِ یعنی اہل جنت اکثر بھولے ہین اور مقام علیون کے
لیے عقل والے ہین اور بھولے سے مراد یہ ہے کہ کم فہمون کی عقل ہین اور رازانکا کہ سمجھ انسان کی معنی علیین کے جاننے سے قاصر تھی اور وہ

عظیم الشان تھی اسلیے خداوند تعالی نے ارشاد فرمایا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ جیسے قارعہ
کے لیے ارشاد فرمایا اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ اور ایک علامت
محبت کی یہ ہے کہ خداے تعالی کی محبت میں خائف اور اسکی ہیبت و تعظیم میں دبلا رہے
بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خوف محبت کے مخالف ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اصل یوں ہے کہ
عظمت کا علم موجب ہیبت کا ہے جیسے جمال کا ادراک موجب محبت ہوا کرتا ہے محبین کے لیے تمام محبت میں ایسے
خوف ہوتے ہیں کہ منکرین کو نہیں ہوتے ... کی نسبت زیادہ ہوا کرتا ہے اور خوفوں لیں
اول خوف اعراض کا دوسرا حجاب کا ہے زیادہ حجاب کا اور ... سے بھی بڑھکر خوف اپنا ہے
کہ رسیدہ کا ... حضرت ... نے فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اوس سے بھی یہی
مراد ہے جیسے سیدالمحبین کو بوڑھا کیا تھا اور جو اس سورت میں جا بجا وارد ہوا اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ
اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ اور ظاہر ہے کہ ہیبت عدل اور
خوف دوری کا اوسکو زیادہ ہوگا جو قرب کا مالوف اور اوس سے مانوس ہوا ور صبر
کے بعد کا ذکر مصیبت کے باب میں اگر اہل قرب کے کان پڑیگا تو اونکو بوڑھا کریگا اور جو شخص
دوری ہی سے مالوف ہو وہ قرب کیطرف کیوں مشتاق ہونے لگا تھا اور جسکو حاشیہ دور
بساط قرب کی میسر نہ ہوئی وہ بعد کے خوف سے کیوں رونے لگا تھا موجب مثل مشہور
ہے کیا ماننے ادرک کی سار ... پھر خوف ٹھہر جانے کا اور زیادتی مراتب کے رک جانے کا ہوتا ہے
ہم بیان کر چکے ہیں کہ درجات قرب کی کچھ انتہا نہیں اور بندے پر لازم ہے کہ ہر دم یہی کوشش
کرے کہ کچھ قرب اور زیادہ ہو جاوے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَنِ اسْتَوٰى يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ وَمَنْ كَانَ يَوْمُهُ شَرًّا مِّنْ اَمْسِهٖ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ
اور اسیطرح یہ بھی ارشاد فرمایا ہے اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ
سَبْعِيْنَ مَرَّةً یعنی آپکا قدم راہ سلوک میں ہر وقت بڑھتا تھا اور ترقی کرتا
پس آپ پہلے کے بعد میں نازل تھا اسلیے آپ استغفار پڑھتے تھے سالکین کے حق میں ادنیٰ
تھک جانا اور غیر محبوب کیطرف توجہ کرنی بھی ایک طرح کا عذاب ہے چنانچہ حدیث قدسی میں
وارد ہے کہ جو شخص عالم حب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہے تو ادنیٰ سزا اوسکی
میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت اوس سے چھین لیتا ہوں حاصل یہ کہ ذوق مناجات
کا چھین لیا شہوات کے باعث سے عام سالکوں کے حق میں عذاب ہے اور جو ... جاوے

صفات اوست دیگر و عملش غریب است | دلش محکم چو الواح حدید است
بمقصد ہاے او کسے پی برد کس | جز آن بینا کہ حال خلق دید است
ہمیشہ عیب ہا دارد درین دیر | ہزاران عیب ہر روزش پدید است
بعیب دیگر است او شاد و خرم | نہ آن عیبے کہ نزدیک تو عید است

اور حضرت جنید بغدادی رح چند اشعار متضمن اسرار حالات عارفین کے پڑھا کرتے تھے گو اون اسرار کا ظاہر کرنا جائز ہے مگر آپ اشارہ فرمایا کرتے تھے اونکا ترجمہ یہ ہے اشعار

جماعتے ست کہ اہل علوم و اسرار اند | ز قرب حق بمقامات قدس سیار اند
درو وشان نبود جز بہ بہرہ عزت | رجوع شان بمقامے کہ خوشتر انکار اند
ہمیشہ بر سر عزے گذار شان ز صفات | بجلوہ پوشی توحید ناز خوش وار اند
مقام شان پس ازان برتر از بیان باشد | صلاح نیست کہ احوال بر زبان آرند
بہ پیش عقل آنچہ کہ بنفس او بستہ می پوشند | اگرچہ ہم آنچہ قصدا خود شدہ روا دارند
بہ بندگان نبود ہم آنچہ حق شان نبود | ہم ہمہ آنچہ بتفویض آن سزاوار اند
صحیح آنکہ حد ارست سر مکنونی | کہ اہل راز شناسند و باقی غبیا اند

بعض جیسے معارف مین سب لوگون کا شریک ہونا نہین ہو سکتا اور نہ یہ جائز ہے کہ جسکو کسیقدر مراد سے منکشف ہو جاوین وہ اون لوگون سے کہے جنکو کچھہ منکشف نہین ہوا بلکہ اگر اور لوگ اسمین شریک ہوتے تو دنیا خراب ہو جاتی دنیا کی آبادی کے لیے حکمت الٰہی اسی اور جان لیگا کہ مین سب جنبون غفلت ہے اور یہ معارف تو سب کو منکشف ہونے درکنار اگر سب مین میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہوتے تبھی دنیا اجڑ جاوے کہ سب اوسکو ترک کرین تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھمین طاقت تھی کوشش کے ساتھہ عبادت کی یہان تک کہ مجھکو گمان ہوا کہ خدای تعالی کے نزدیک میرا کچھہ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان مین بیان کرکے آخر مین لکھا ہی کہ مین ایک فرشتون کی صف مین پہونچا جنکی تعداد عدد مخلوقات کی برابر تھی اونسے مین نے پوچھا کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خدای عز و جل کے محب ہین اوسکی عبادت یہان تین لاکھہ برس سے ایسی طرح کرتے ہین کہ ہمارے دل و زبان پر سواے اوسکے اور کچھہ نہین گذرا تب تو مجھکو

کھیل ہو اور ایک حد یہ ہے کہ دعوی میں کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلتی ہے کہ جو اصل بات سے بڑھکر ہو تو یہ بہتان ہوگا اور اسکا نتیجہ آخرت میں برا ہوتا ہے اور دنیا میں بھی جلد مصیبت آتی ہے ہاں کبھی عاشق کو نشہ محبت اتنا ہوتا ہے کہ اوس سے مدہوش ہو جاتا ہے اور حال مضطرب ہوتا ہے اوسوقت محبت ظاہر ہو جاتی ہے پس اگر اس قسم کا اظہار بدون تکلف اور اختیار کے سرزد ہو تو معذوری ہے آتش محبت کبھی ایسی مشتعل ہوتی ہے کہ اوسکی تاب کسیطرح نہیں بنتی کبھی دلکو بہا دیتی ہے اور اسکا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا غرض جو شخص کہ راز محبت کے مخفی رکھنے پر قادر ہے وہ تو یوں کہا کرتا ہے نظم

گرچہ گویند زرہ یک سست دوست	شدہ را لطف کجا در قرب اوست
دیکنارم گرت شیند آفتاب	دیدہ کے گردد ز دیدن چہرہ یاب
نیست جز یادش مرا در دل ارو	سوز عشقے در درون حاصل ارو

اور جو شخص کہ اوس راز کو چھپا نہیں سکتا اوس سے عاجز ہو وہ یوں کہتا ہے ع

گرچہ راز اوست رامید ارم نگاہ	آشکارا مے شود از اشک و آہ

اور یہ بھی کہتا ہے ع

جسکا دل ہو غیر کے ہمراہ اوسکا حال کیا	راز جسکا آنکھ میں ہو کب ہو ممکن چھپ رہے

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ لوگوں میں دور تر خدا سے وہ ہوتا ہے جو اوسکی طرف اشارہ بہت کرے یعنی ہر ایک چیز میں تکلف اور بناوٹ سے ہر ایک کے سامنے خدا کیطرف اشارہ کرے تو ایسا شخص عاشقین اور خدا تعالیٰ کے نزدیک محب نہیں بلکہ مبغوض و ممقوت ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رح اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لیگئے جو اپنے محبت کا دعوی کیا کرتا تھا آپنے اوسکو مصیبت میں مبتلا دیکھکر [illegible] فاستغفر اللہ فی [illegible] [illegible] چونکہ آپ کا قدم راہ سلوک میں ہر وقت بڑھتا تھا اور ترقی طرف پست آئندہ کے بعد میں واصل تھا اسلئے آپ استغفار پڑھتے تھے سالکین کے حق میں ایک جگہ ٹھہر جانا اور غیر محبوب کیطرف توجہ کرنی بھی ایک طرح کا عذاب ہے چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ شخص عالم جب دنیا کی شہوات کو میری طاعت پر اختیار کرتا ہے تو ادنی سزا اوسکی میں یہ کرتا ہوں کہ اپنی مناجات کی لذت اوس سے چھین لیتا ہوں حاصل یہ کہ لذت مناجات کا چھین لیا شہوات کے باعث سے تمام سالکوں کے حق میں عذاب ہے اور جو شخص جاوے

باب ششم محبت شوق انس ... تو جب ہم نے تیری توبہ قبول کی۔ ہان ہے حالانکہ سزاوار محبت یہ ہے
[illegible] اور احوال اور حیا ہے کہ محبت ایسی طرح
ظاہر ہو کہ اوسکو قصد اظہار محبت یا اظہار فعل جو محبت پر دلیل ہو نہو اوسکا قصد ہمیشہ یہی ہو
کہ حبیب کے سوا اور کسیکو اسکا علم نہو اور جب یہ ارادہ ہو کہ دوسرا بھی اس سے واقف ہو تو یہ بات
محبت میں شرک کو ملاتی ہے اور اوس میں خلل انداز ہے چنانچہ انجیل میں مذکور ہے کہ جب تو صدقہ کرے
تو ایسی طرح صدقہ کر کہ تیرا بایان ہاتھ نجانے کہ داہنے ہاتھ نے کیا کیا اسکا بدلہ تجکو علانیہ
وہ شخص دیگا جو خفیہ چیزون کو دیکھتا ہے اور جب تو روزہ رکھے تو اپنا منہ دھو اور سر میں
تیل ڈال تاکہ روزے کا حال تیرے رب کے سوا دوسرے کو معلوم نہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر کرنا
قول و فعل دونون کا برا ہے مگر اوس صورت میں کہ نشاء محبت غالب ہو کر زبان گویا ہو جاوے
اور اعضا بیچین ہو جاوین تو اس صورت مین اوس شخص پر ملامت نہین ہو سکتی۔ روایت ہے
کہ ایک شخص نے بعض مجنونون سے ایک ایسا امر دیکھا کہ اپنے آپ کو اوسمین جاہل پایا اسکا حال
حضرت معروف کرخی رح سے کہا اونھون نے تبسم فرماکر فرمایا کہ بھائی خدا کے محب سب قسم کے ہین
چھوٹے بھی ہین اور بڑے بھی ہین عاقل ہین اور مجنون بس یہ حال جو تو نے دیکھا مجنون میں سے
مجنونون کا ہے اونکا اسی پر سوچ لینا چاہیے۔ اور محبت کے ظاہر کرنے کی برائی اسوجہ سے
بھی ہے کہ محب اگر عارف ہوگا اور احوال فرشتون کی محبت دائمی اور شوق لازمی سے بھی
واقف ہوگا جسکے باعث اونکا یہ حال رہتا ہے يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ وَ
اور لَا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ تو اپنے نفس و اظہار محبت سے شرمندہ ہوگا
اور جان لیگا کہ مین سب محبون مین سے کمتر ہون خداے تعالیٰ کی سلطنت مین جتنے اوسکے
محب ہین میری دوستی سب کی نسبت کمتر ہے۔ بعض مکاشفین بیان کرتے ہین کہ مین نے
تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ مین طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہان تک
کہ مجکو گمان ہوا کہ خداے تعالیٰ کے نزدیک میرا کچھ رتبہ ہوا ہوگا اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات
اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان مین بیان کر کے آخر مین لکھا ہے کہ مین
ایک فرشتون کی صف مین پہونچا جنکی تعداد عدد مخلوقات کی برابر تھی اونسے مین نے پوچھا
کہ تم کون ہو جواب دیا کہ ہم خداے عز و جل کے محب ہین اوسکی عبادت یہان تین لاکھ برس سے
ایسی طرح کرتے ہین کہ ہمارے دل و زبان پر سواے اوسکے اور کچھ نہین گذرا تب تو مجکو

ایسے حال سے بہت حیا ...
تاکہ اوس پر وجوح مین تخفیف ہو پس کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلجاتی ہے کہ اصل بات سے بڑھکر ہو
اور اوس سے جیسا چاہیے ویسا حیا کرتا ہے تو اوسکی زبان و ہی آنکھ اظہار محبت سے کوتاہی ہو جاتی ہے
ہان اوسکی حرکات و سکنات اور ترددات البتہ محبت پر شاہد ہوتے ہیں چنانچہ حضرت جنید رح
اپنے استاد و مرشد حضرت سری رح کا حال بیان فرماتے ہین کہ ایکبار وہ بیمار ہوے ہمکو تو سبب
اونکی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا ہم سے کسیے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا تو مین اونکا قارورہ
لیکر اوس طبیب کے پاس گیا اوسنے قارورہ دیکھا اور تھوڑی دیر تک دیکھتا رہا پھر مجھسے کہا کہ یہ
قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہے مین نے یہ سنکر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہوگیا شیشی میرے
ہاتھہ سے گر گئی بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت مین آکر سب حال کہا آپنے تبسم کرکے
فرمایا کہ واقع مین وہ قارورہ بہت خوب پہچانتا ہے مین نے پوچھا کہ کیا قارورے مین بھی
عشق ظاہر ہوجاتا ہے آپنے فرمایا کہ ہان قارورے مین بھی ظاہر ہوجاتا ہے - اور ایکبار حضرت
سری رح نے فرمایا کہ اگر مین چاہون تو کہہ دون کہ اوسکی محبت نے میرا پوست ہڈیون پر لگا دیا
اور بدن کو دبلا کر دیا پھر بیہوش ہوگئے بیہوشی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ قول عالم
وجد مین جس وقت کہ بیہوشی آنے کو تھی بیان فرمایا تھا - اور علامات محبت مین سے انس اور
رضا بھی ہین جنکا بیان عنقریب آتا ہے یہانتک علامات محبت اور اوسکے ثمرات کا بیان ہوا
الحاصل تمام دین کی خوبیاں اور اخلاق حمیدہ ثمرہ محبت کا ہیں اور جس چیز کی ثمرہ محبت نہین
اوسکو اتباع ہوای نفسانی جاننا چاہیے جو کہ رذائل اخلاق مین سے ہے - ہان اللہ تعالی کے
ساتھہ محبت دو قسم کی ہوتی ہے کوئی تو اوس سے محبت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا احسان اوسپر ہے
اور کوئی صرف اوسکے جلال و جمال کے باعث محبت رکھتا ہے گو اوسکی طرف کچھہ احسان نہو
اور اسیلیے حضرت جنید بغدادی رح نے فرمایا ہے کہ آدمی خدای تعالی کی محبت مین دو قسم ہین
ایک عام اور ایک خاص عوام تو محبت اسلیے کرتے ہین کہ اوسکا احسان اور کثرت انعام
ہمیشہ دیکھتے ہین پس اوسکے الطاف دیکھکر نرہ سکے کہ اوسکی محبت نکرین مگر اونکی محبت مین
کمی بیشی بقدر نعمت و احسان کے ہوتی رہتی ہے - اور خواص کو جو دولت محبت ملی ہے
تو اللہ جل شانہ کی قدر اور قدرت اور علم و حکمت کی عظمت کے باعث اور سلطنت مین
یکتا ہونے کی جہت سے ملی ہے یعنی جب انھون نے اوسکی صفات کاملہ اور اسمای حسنی کو

خدا تعالی سے محبت ... متوجہ ہوئین تو تیری توبہ قبول کی

ہوا وفقط اور دشمن خدا ابلیس لعین ... کا انجام ... محبت کا دعوی کرنے والون مین بعض ایسے ہین کہ وہ اپنی مغالطے سے دھوکا کھا کر گمان کرتے ہین کہ ہم اللہ تعالی کے محب ہین حالانکہ اونمین ان علامات محبت مین سے کوئی نہین پائی جاتی اور اگر ہوتی ہے تو نفاق اور ریا اور شہرت کی باعث ہوتی ہے اور اونکی غرض اوس سے حظ دنیاوی کا ملنا ہوتا ہے اور زبان سے اوسکے خلاف ظاہر کرتے ہین جیسے بڑے عالم اور قاری یہ لوگ خدا تعالی کی زمین مین اوسکے دشمن ہین حضرت سہیل تستری رح جب کسی شخص سے گفتگو کرتے تو اے دوست کہکر کرتے اونسے کسینے کہا کہ آپ یہ کلمہ کیسے کہا کرتے ہین کبھی یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ مخاطب دوست نہو آپنے سائل کے کان مین چپکے سے کہدیا کہ دو حال سے خالی نہین یا ایماندار ہوگا یا منافق صورت اول مین خدا کا دوست ہوگا اور دوسری صورت مین شیطان کا اور ابوتراب نخشبی نے علامات محبت مین کچھ اشعار لکھے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

نظم

زرق بگذار گر ترا پندست | بشنو عاشق علامتے چندست
زان میان این بود که بے تعیین | ذوق ہر تلخ باشدش شیرین
گر بلا مے رسد ز حضرت دوست | آنچہ از دوست میرسد نیکوست
زان میان آنکه شورشش افزاید | گر ملامت ز ہر طرف آید
زان میان اینکه دل بود پر خون | لیک خندان نماید از بیرون
زان میان اینکه طبع معنی رس | وقف گفتار دوست سازد و بس
زان میان اینکه با کس و ناکس | نزند جز بحرف دوست نفس

اور یحیی بن معاذ رحمہ نے اسی باب مین اس مضمون کے اشعار لکھے ہین سے

زان میان اینکه چیست و زنده بیر | بر لب آب آیدت بہ نظر
زان میان این بود که در شب تار | نالد و از فراق گرید زار
زان میان اینکه آیدت بہ نظر | در جہاد و مثال آن بہ سفر
زان میان اینکه حرص دار فنا | در دل فارغش نگیرد جا
زان میان اینکه سینه از احیان | گر خطائے رود بود گریان
زان میان اینکه گیرد این دستور | کہ سپارد بدوست جملہ امور

[illegible] بیان [illegible] کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلجاتی ہو کہ جہل بات سے بڑھکر ہو
[illegible] بیان [illegible] کہ عبارت کی

گیارہواں بیان معنی انس کے خدای تعالی سے – ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ انس اور خوف اور شوق آثار محبت میں سے ہین مگر یہ آثار محب پر باعتبار غلبہ کیفیت وقت اور اوسکے نظر کے مختلف ہوا کرتے ہیں تو جس صورت میں کہ محب پر یہ کیفیت غالب ہو کہ جمال کے [illegible] لیکن منتہای جمال تک تاک لگائے ہو اور کنہ جلال کے واقف ہونے سے اپنا قاصر ہونا سمجھ گیا ہو تو اوسوقت دل اوسکی طلب مین برانگیختہ ہوتا ہی اور اوسکی طرف جوش مارتا ہی تو یہ دل کا اٹھان تمام غائب کیطرف ہوتا ہی اوسکو شوق کہتے ہین – اور جس صورت مین کہ محب پر قرب کی خوشی اور جو کچھ کشف ہوا ہی اوسکے باعث مشاہدۂ حضوری غالب ہوا اور اوسکی نظر صرف ملاحظۂ اوس جمال پر مقصود ہو جو اوسکو مکشوف ہوا ہی اور قوت مدرکہ کے پاس موجود ہی اور جو چیز کہ اب تک حاصل نہیں ہوئی اوسکی طرف التفات ہی نہین کرتا تو جس چیز کو دیکھتا ہی اوس سے دل کو ایک سرور ہوتا ہی اس سرور کو انس کہتے ہین – اور اگر محب کی نظر عزت اور استغنا اور بے پروائی وغیرہ صفات محبوب پر ہو اور امکان زوال اور دور ہو جانے کا بھی پیش نظر ہو تو ان امور کے جاننے سے دلمیں رنج ہوتا ہی پس اسطرح دل کا دردمند ہونا خوف کہلاتا ہی غرض یہ حالتیں اپنے اپنے ملاحظات کی تابع ہین اور یہ ملاحظات ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہین جو ان ملاحظوں کے مقتضی ہین اور اونکا حصر ممکن نہین – حاصل یہ کہ انس کے معنی یہ ہین کہ مطالعۂ جمال سے دل کو سرور اور خوشی ہو یہانتک کہ یہ سرور جسوقت غالب ہو اور جو چیز کہ غائب ہی اوسکا لحاظ نرہے اور خطرۂ زوال بھی دل پر پیدا نہو تو اس سرور مین کمال درجہ کی لذت اور راحت ہوگی – اور یہی وجہ تھی کہ جب ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ تم مشتاق ہو اونہوں نے جواب دیا کہ شوق تو غائب چیز کیطرف ہوا کرتا ہی جب غائب حاضر ہو جاوے تو شوق کس چیز کیطرف رہے اس جواب سے پایا جاتا ہی کہ بزرگ مذکور کو جبقدر حاصل ہوا تھا اوسکی خوشی مین ایسے ڈوبے تھے کہ جو کچھ مدارج زیادتی الطاف کے باقی رہے تھے اونکی طرف بالکل التفات نہ تھا – اور جس شخص پر حالت انس غالب ہوتی ہی اوسکا میل صرف تنہائی اور خلوت کیطرف ہوا کرتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم پہاڑ سے اوترے اور کسینے پوچھا کہ آپ کہان سے تشریف لائے فرمایا کہ انس باللہ سے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ساتھ انس کرنے کو غیر سے وحشت کرنی لازم ہو

متوجہ ہوئین تو تیری توبہ قبول کی اور مین توبہ عنایت کرنیوالا
مشفق اور رحیم ہون بنی اسرائیل پر قحط سخت گذرا آدمیون کا ایسا ہی حال تھا جیسے کوئی ... ستر ہزار آدمی
گرسنہ کو نکلے اور دعا مانگی اللہ جل شانہ نے اونپر وحی بھیجی کہ مین ان لوگون کی دعا ... اور خدای تعالے نے ارشاد فرمایا وَاَمَّا مَن
اونکے گناہ اونپر چھا گئے ہین باطن کے خبیث ہین بدون یقین کے مجھسے
عذاب سے نڈر ہین تو میرے ایک بندے کے پاس جا جسکو برخ کہتے ہین اوسکو کہہ ... اور فرمایا چنانچہ ارشاد ہے
کیواسطے باہر نکلکر دعا کرے تاکہ مین قبول کرون حضرت موسی علیہ السلام نے جو برخ کا حال
پوچھا تو کسی نے نہ بتایا ایک روز آپ راہ مین چلے جاتے تھے دیکھیں تو ایک غلام حبشی سامنے سے
آتا ہے اور اوسکی دونون آنکھون کے بیچ مین سجدے کی خاک لگی ہوئی ہے اور گلے سے ایک چادر
بندھی ہوئی ہے حضرت موسی علیہ السلام نے اوسکو نور الہی سے پہچانا اور نام پوچھا اوسنے کہا
کہ میرا نام برخ ہے آپنے فرمایا کہ ہم تو مدت سے تمھاری تلاش مین ہین ہمارے ساتھ چلو اور باران رحمت
کے لیے دعا مانگو وہ آپکے ساتھ نکلا اور اسطرح دعا مانگی کہ الہی نہ تو یہ تیرا کام ہے نہ یہ تیرا حلم اور تجھکو کیا
سوجھی ہے جو خشکی کر رکھی ہے کیا تیرے پاس کے چشمے گھٹ گئے ہین یا ہوائین تیری اطاعت سے
منحرف ہین یا جو تیرے یہان چیز ہے وہ نبڑ گئی ہے یا گناہگارون پر تیرا غصہ سخت ہوگیا ہے کیا
خطا وارون کے پیدا کرنے سے پہلے تو غفار نہین تھا تو نے ہی تو رحمت کو پیدا کیا اور مہر کا
حکم دیا کیا اب ہمکو یہ دکھاتا ہے کہ تجھ تک کسیکی رسائی نہین یا جلد سزا اسلیے دیتا ہے کہ کہین
مخلوق تجھسے بھاگ نجاوے اسطرح کی باتین کہتا رہا یہانتک کہ پانی برسنا شروع ہوا اور بنی اسرائیل
تر ہو گئے اور گھاس خدا کے حکم سے جمنا شروع ہوا اس زور سے ابھرا کہ دوپہر مین زانو تک پہنچ گیا
اسکے بعد برخ واپس آیا حضرت موسی علیہ السلام جو اوسکو ملے تو کہا کہ کیونکر مین نے اپنے رب سے کیسا
جھگڑا اور اوسنے میرے ساتھ کیسا انصاف کیا حضرت موسی علیہ السلام نے اوسپر قصد کیا
تو خدای تعالی نے وحی بھیجی کہ برخ مجھسے دن مین تین بار ہنستا ہے۔ اور حضرت حسن رحمۃ سے روایت ہے
کہ بصرے مین ایکبار چند چھپر آگ سے جلگئے اونکے بیچ مین ایک چھپر باقی رہگیا اوسوقت حضرت
ابو موسی رضہ بصرے کے سردار تھے آپکو اس حال کی جو خبر ہوئی تو اوس چھپر کے مالک کو بلوایا
دیکھا تو ایک پیر مرد تھے آپنے اونسے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تمھارا چھپر نہ جلا اونھون نے کہا
کہ مین نے خدای تعالی کو قسم دیدی تھی کہ اوسکو نہ جلاوے حضرت ابو موسی رضہ نے فرمایا کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت مین ایسے لوگ ہونگے جنکے

یا اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی

زاں میان آئینہ ... میں کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلجاتی ہو کہ اصل بات سے بڑھکر ہو
زاں میان چہرہ اش پیدا ... کہ جاتی
گیا ہو ان بیان ہے کہ بعض جلنے لگے حاکم بصرہ نے اونسے عرض کیا کہ دیکھیے آپ جل جائینگے آپنے
خوف اور شوق ... حق تعالیٰ کو قسم دیدی ہے کہ مجھکو آگ سے نہ جلائے حاکم نے عرض کیا کہ تو پھر آگ کو
نظر کے مختلف ہوا ... حکم دیجیے کہ بجھ جاوے آپنے آگ کو قسم دی وہ بجھ گئی ۔ اور ایک دن ابو حفص کہیں چلے جاتے تھے
سامنے سے ایک روستائی آیا جسکے ہوش ٹھکانے نہ تھے آپنے اوس سے پوچھا کہ تجھپر کیا مصیبت
پڑی ہے اوسنے کہا کہ میرا گدہا کھویا گیا ہے اور اوسکے سوا میرے پاس اور نہیں یہ سنکر آپ ٹھہر گئے
اور جناب باری میں عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت و جلال کی میں ایک قدم بھی نہ چلونگا جبتک
تو اس شخص کا گدہا اسکے پاس نہ پہونچا دیگا آپ کا یہ کہنا تھا کہ اوسیوقت گدہا آموجود ہوا اور آپ
وہاں سے آگے بڑھے پس اسطرح کے معاملات انس والوں سے ہوا کرتے ہیں دوسرے کو نہیں چاہیے
کہ اون لوگوں جیسا بنجاوے ۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہیں کہ انس والے اپنے کلام میں اور
خلوتوں کی مناجات میں ایسے امور کہتے ہیں کہ وہ عوام کے نزدیک کفر ہوتے ہیں اور ایکبار یہ
فرمایا کہ اگر عوام سنیں تو انس والوں کو کافر کہنے لگیں حالانکہ اونکو ایسی حالات میں ان امور سے
ترقی معلوم ہوتی ہے اور اوسے اونکی برداشت بھی کیجاتی ہے اور اونکے غیر کو وہ امور زیبا بھی نہیں

اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس نظم میں ؎

قومے ار جملہ خلق مست ارند	کہ بمولائے خویش مے نازند
چہ عجب گر بحق بنازد کس	بندہ رفت ز خواجہ نازد و بس
در گذشتند از ہمہ اغیار	بعد دیدار او رسے دیدار

اور اس امر کو بعید مت سمجھو کہ ایک ہی بات پر خدا ہی تعالیٰ ایک بندے سے راضی ہے
اور دوسرے سے ناخوش بشرطیکہ اون دونوں کے مقامات مختلف ہوں اسلیے کہ اگر آدمی کو
فہم و بصیرت ہو تو قرآن مجید میں اس باب میں بہت سے اشارات ہیں تمام قصے قرآن شریف کے
اہل بصیرت کے نزدیک تنبیہات اور اشارات ہیں کہ اونسے عبرت پکڑیں گو مغالطے میں سننے
والوں کے نزدیک وہ کہانیاں ہیں مثلاً اول قصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا ہے
دیکھو کہ معصیت اور مخالفت میں دونوں شریک ہیں مگر ابلیس اوسی معصیت سے رحمت سے
دور ہوا اور دوام کو طوق لعنت اوسکی گردن میں پڑا اور حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں

...توجہ علیہ مین نے تیری توبہ قبول کی اور یہ مین توبہ عنایت کرو... کا اور آدم کا ایسا ہی تھا جیسے کہ ...

اگرچہ بندگی مین دونون برابر تھے مگر حال مین مختلف تھے چنانچہ ارشاد فرمایا وَاَمَّا مَن جَاءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى اور دوسرے کے باب مین فرمایا اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى اسیطرح ایک لوگون مین آپکو بیٹھنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ ارشاد ہو وَاِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ اور فرمایا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور دوسرون سے اعراض کرنیکو حکم دیا اور فرمایا وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اسیطرح کہل کھیلنا اور ناز بھی بعض بندون سے برداشت کیا جاتا ہے اور بعض سے نہین کیا جاتا مثلاً حضرت موسی علیہ السلام نے حالت انس کے انبساط مین عرض کیا تھا اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اور جب انکو حکم ہوا کہ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ یعنی فرعون کے پاس جا تو اوسکے جواب مین بطور عذر عرض کیا وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ اور اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ اور وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ اور اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى اور اسطرح کے اقوال سوا حضرت موسی علیہ السلام کے اور سے سرزد ہونے داخل بے ادبی ہین اسلیے کہ جو شخص مقام انس مین مقیم ہوتا ہو اوسکے ساتھ نرمی برتی جاتی ہو اور اوسکی نازبرداری کیجاتی ہے دیکھو حضرت یونس علیہ السلام کہ مقام قبض اور ہیبت مین تھے اونسے اس سے بھی کمتر بات برداشت نکی گئی اور اوسکی سزا یہ ہوئی کہ مچھلی کے پیٹ مین تین اندھیرون کے اندر قید کیے گئے اور قیامت تک اونکے حق مین یہ منادی ہوگئی لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ عرا سے مراد قیامت ہو اور ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونکی اقتدا سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور یہ اختلافات کچھ تو احوال و مقامات کے اختلاف کے باعث ہوتے ہین اور کچھ اسوجہ سے کہ ازل مین بندونکو

درمیان ابلہ نہ ... الیس مرحبا مہم کہ مرہین کبھی ایسی بات بھی منہ سے نکلجاتی ہے کہ جاہل بات سے بڑھکر ہو
درمیان حیرہ کس ... کہ خطا ہو کر

اگر اہم درجات حضرت عیسی علیہ السلام اور بعض انبیا مین سے ہین جنکو وصل رحمت ہوا اسیواسطے اونھون نے اپنے نفس پر سلام کیا اور یون کہا وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا یعنی جبکہ آپ نے مقام انس مین لطف کا مشاہدہ فرمایا تو انبساط اور ناز کے طور پر یہ کلمات فرمائے بخلاف حضرت یحیی علیہ السلام کے جو مقام ہیبت اور حیا مین مقیم تھے اونھون نے اپنے آپ کچھہ نفرمایا یہانتک کہ اونکے پروردگار نے اونکی تعریف مین ارشاد فرمایا وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا اور یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جو معاملہ اون سے کیا وہ کسطرح برداشت کر لیا گیا بعضے علما فرماتے ہین کہ مین نے اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا سے لیکر وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ تک کچھہ اوپر چالیس خطائین شمار کین جنمین سے بعض بعض سے بڑی ہین اور ایک کلمے مین تین اور چار جمع ہین مگر اونکی خطائین معاف کی گئین اور حضرت عزیر علیہ السلام نے صرف ایک سوال تقدیر کا کیا تھا اوس سے درگذر نکی گئی یہانتک کہ اونکے حق مین کہا گیا کہ دفتر نبوت سے محو کیے گئے اسیطرح بلعام بن باعورا بڑے علما مین سے تھا اوسنے دنیا دین کی عوض مین کھائی اوس سے درگذر نکی گئی اور آصف بھی مسرفین مین سے تھا اور اوسکی معصیت متعلق باعضای ظاہری تھی اوسکا قصور معاف ہوا چنانچہ روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ای سردار عابدین اور ای پیشوای زاہدین تیری خالہ کا بیٹا آصف کب تک میری نافرمانی کریگا مین اوس سے بار بار حلم کرتا ہون قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اگر کوئی جھونکا میری آندھیون مین سے اوسکو آلگیگا تو اوسکے ساتھہ والونکے لیے اوسکو عبرت اور اوسکے بعد والون کے لیے عذاب کر چھوڑونگا جب آصف خدمت اقدس حضرت سلیمان علیہ السلام مین حاضر ہوئے تو آپ نے وحی کا حال اونسے کہا وہ وہان سے اوٹھکر باہر گئے اور ایک اونچے ٹیلے پر بالو کے چڑھکر اپنا موہنہ اور ہاتھہ آسمان کیطرف اوٹھائے اور عرض کیا کہ الٰہی تو تو ہے اور مین مین ہون اگر تو مجھکو توبہ نصیب کریگا تو مین توبہ کیسے کر سکتا اور اگر تو مجھکو بچا دیگا تو مین کسطرح بچ سکتا ہون اگر تو مجھکو باز رکھے گا تو مین دوبارہ خطا کرونگا پس اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تو سچ کہتا ہے ای آصف تو تو ہی ہے اور

طرف متوجہ ہوا مین نے تیری توبہ قبول کی اور مین توبہ عنایت کرنے والا
اور رحمت والا ہون - یہ کلام آصف کا ایسا ہی تھا جیسے کوئی ناز سے کہتا ہو اور خدا ہی تعالے
سے اوسکی طرف بھاگتا ہو اور اوسکے باعث اوسکو تاکتا ہی - اور ایک حدیث مین ہے کہ
اللہ تعالی نے ایک بندے پر جو کنارہ ہلاک پر پہونچ گیا تھا اوسکے بچانے کے لیے وحی
بھیجی کہ تونے بہت سے ایسے گناہ میرے سامنے کیے کہ اونسے کمتر مین مین نے ایک امت کی
امت کو تباہ کر دیا مگر تجھکو معاف کر دیا غرضکہ خدا ہی تعالی کا معاملہ بندون کی تفضیل اور تقدیم
اور تاخیر مین مطابق اوسکی مشیت ازلی کے اسطرح ہوا کرتا ہی اور قرآن مجید مین جو قصے وارد
ہین تو اسی غرض سے ہین کہ آدمی کو خداوند کریم کا معاملہ پہلے لوگون کے ساتھ معلوم ہو جاوے
قرآن مجید مین جو کچھ ہی وہ ہدایت اور نور اور شناخت ہی کبھی تو خلق کو اپنی تقدیس کی شناخت
ارشاد فرماتا ہی اسطرح کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا
اور کبھی اونکو اپنی صفات جلال سے شناخت کراکر فرماتا ہی اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ اور کبھی ونکی شناخت اپنے افعال
خوف و رجا ہونے کے لیے اپنا معاملہ انبیا اور اپنے اعدا کے ساتھ بیان فرماتا ہے جیسے
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ اور اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ
اور قرآن مجید مین ان تین اقسام کے سوا اور کچھ نہین یعنی یا ارشاد معرفت ذات
اور اوسکی تقدیس کا ہی یا معرفت اوسکی صفات اور اسما کی بیان ہی یا ذکر معرفت افعال اور
معاملات کا بندون کے ساتھ مذکور ہی اور اسیجا کہ سورۂ اخلاص ان تین اقسام مین سے
ایک قسم یعنی تقدیس کی متضمن ہی اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو
قرآن مجید کا سوم حصہ ارشاد فرمایا چنانچہ فرمایا مَنْ قَرَءَ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ فَقَدْ قَرَاَ
ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اور اس سورہ کی تقدیس پر متضمن ہونے کی یہ وجہ ہے کہ نہایت تقدیس اسمین ہے کہ تین باتون کیا جاوے
اول تو یہ کہ اوس سے اوسکا مثل موجود نہو اسپر کلمہ لم یلد دلالت کرتا ہی دوم یہ کہ وہ خود اپنی مثل و نظیر سے حاصل نہوا
اسپر کلمہ لم یولد دلالت کرتا ہی سیوم یہ کہ باوجود اوسکی اصل اور فرع ہونے کے ایسا بھی ہو کہ اوسکی درجہ مین کوئی اوسکا مثل
نہو اسپر کلمہ ولم یکن لہ کفوا احد دلالت کرتا ہی اور یہ تینون باتین اس ایک کلمے مین آگئین قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور ساری
سورت تفصیل کلمۂ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی ہی - پس یہ اسرار قرآن مجید کے ہین اور
اس طرح کے اسرار بے انتہا ہین چنانچہ اللہ تعالی خود ارشاد فرماتا ہی وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ

اور اسی وجہ سے حضرت ابن مسعود رض فرماتے کہ قرآن کے معانی سے پڑھکر جو بہت سی باتیں تلاش کرے گا اوسمیں علم اگلوں اور پچھلوں کا ہی اور واقع میں اونکا قول درست ہے اسرار قرآنی کو وہی جانے جو اوسکے ایک ایک کلمے کو خوب غور کرے اور فہم بھی صاف ہو اور باری ورے یہان تک کہ اوسکو ثابت ہو جائے کہ بیشک یہ کلام جناب قہار ملیک قادر کا ہی اور حد طاقت بشری سے خارج ہی اور اکثر اسرار قرآنی قصص اور اخبار کے ہی ضمن میں ہیں تو مرد عاقل کو چاہئے کہ اوسکے استنباط کا حریص ہوتا کہ اوسپر عجائب قرآنی میں سے وہ امور منکشف ہوں جنکی سامنے اور علوم مزخرفہ کو ہیچ جانے جو کلام محمدیہ سے خارج ہے

دوسری فصل خدای تعالی کے حکم پر راضی ہونیکی معنی اور رضا کی حقیقت اور اوسکی فضیلت کے ذکر میں واضح ہو کہ رضا محبت کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہی اور مقربین کے اعلی مقامات میں سے ہی اور اوسکی حقیقت اکثر لوگون پر مخفی ہی اور جو کچھ اوسپر تشابہ اور ابہام آجاتا ہی وہ اوسوقت پر نہیں کھلتا بدون اون لوگوں کے جنکو خدای تعالی نے تاویل کا علم و فہم دیا ہی اور دین کی سمجھ بنایت فرمائی ہی منکر تو مانتے ہی نہیں کہ جو چیز مخالف اپنی خواہش کے ہو اوسپر رضا کیسے ہو سکتی ہی اور کہتے ہیں کہ اگر بدین وجہ کہ یہ فعل الہی ہی ہر چیز پر رضا ہو سکتی ہی تو چاہیے کہ آدمی کفر اور معصیت پر بھی راضی ہوا کرے اور کچھ لوگ ایسے مغالطے میں پڑ گئے اونکا اعتقاد یہی ہو گیا کہ فسق و فجور پر راضی ہونا اور اعتراض و انکار نکرنا یہ بھی خدای تعالی کے حکم کو ماننے میں داخل ہی اور اگر یہ اسرار صرف احکام ظاہری کے سننے ہی سے آدمی پر کھل جایا کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس رض کے حق میں یہ دعا نہ مانگتے کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِیْلَ اسلیے ضرور ہوا کہ ہم فضیلت رضا کی اور حکایات راضی شخصوں کے اور رضا کی حقیقت اور مخالف خواہش کے اوسکا ممکن ہونا بیان کریں اور آخر کو لکھینگے کہ بعض امور ایسے ہیں جو رضا کی تمامی میں خیال کیے جاتے ہیں مثلا دعا نکرنا اور معاصی پر سکوت کرنا حالانکہ وہ رضا میں نہیں ہی اور اس فصل میں پانچ بیان ہیں

پہلا بیان رضا کی فضیلت میں۔ رضا کی فضیلت جو آیات میں وارد ہی وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اور فرمایا ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ اور منتہای احسان یہ ہی کہ خدای تعالی اپنے بندے سے راضی ہو اور یہ اوس صورت میں ہوتا ہی کہ بندہ خدای تعالی سے راضی ہو اور فرمایا وَمَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنی رضا کو جنات عدن سے بڑھکر فرمایا جیسا دوسری جگہ اپنے ذکر کو نماز سے بڑھکر ارشاد فرمایا اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ پس جسطرح کہ نماز میں جس ذات کا ذکر ہوتا ہے اوسکا مشاہدہ نماز کی نسبت کہ زیادہ ہے اسیطرح رضا مالک جنت کی جنت کی نسبت کہ اعلی اور اشرف ہے بلکہ وہی غایت مطلوب جنت کے باشندون کی ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدا تعالی ایمانداروں کے لیے تجلی فرماویگا اور ارشاد کریگا کہ مجھسے سوال کرو وہ لوگ عرض کرینگے کہ تیری رضا چاہتے ہین پس بعد دیدار کے رضا کا سوال کرنا نہایت درجے کی فضیلت رضا کے لیے معلوم ہوتی ہے اور بندے کی رضامندی کی حقیقت ہم عنقریب ذکر کرینگے یہان ذکر رضا الہی کا بندے سے ہے اور وہ اوسی معنی کے قریب ہے جو خدا تعالی کی محبت مین بندے کے ساتھ ہم لکھ آئے ہین اسکی حقیقت کو کھولدینا جائز نہین اسلیے کہ خلق کی سمجھ اوسکے ادراک سے قاصر ہے اور جو شخص اوسپر قادر ہوتا ہے اوسکو دوسرے کے بتلانے کی ضرورت نہین آپ ہی آپ اوسکی حقیقت اوسکو معلوم ہو جاتی ہے حاصل یہ کہ خدا تعالی کیطرف نظر کرنے سے بڑھکر کوئی رتبہ نہین اور جنت والون نے جو رضا کی درخواست کی تو اوسکی وجہ یہی تھی کہ رضا موجب دوام نظر کی ہے گویا اوسکو غایت مقصود اور اقصی المطالب جانا یعنی جب لذت دیدار سے مشرف ہوے اور پھر حکم سوال کا ہوا تو یہی درخواست کی کہ یہ دیدار ہمیشہ رہے اور جان لیا کہ رضا کے باعث ہمیشہ کو حجاب مرتفع رہیگا اسلیے اوسکی درخواست کی اور بعض مفسرین نے اس قول خداوندی وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اہل جنت کے پاس خداوند جل و علی کے پاس سے تین تحفے آوینگے ایک تو خدا تعالی کیطرف سے ایسا ہدیہ ہوگا کہ جنت مین اوس جیسا جنتیون کے پاس نہوگا وہ اس آیت مین مذکور ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ اور دوسرا تحفہ خدا تعالی کیطرف سے اونپر سلام کا ہوگا کہ یہ ہدیے پر فضیلت رکھتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ اور تیسرا تحفہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماویگا کہ مین تمسے راضی ہون یہ قول ہدیہ اور سلام دونون سے افضل ہوگا اسلیے اللہ تعالی فرماتا ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ یعنی رضاے الہی تمام لذت و نعمت سے جو جنتیون کو میسر ہوگی بڑھکر ہے اس سے فضل رضاے الہی کا معلوم ہوا جو ثمرہ ہے بندے کی رضا کا اور رضا کی فضیلت اخبار مین بھی وارد ہے چنانچہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ اصحاب سے پوچھا کہ

کہ تم کیا ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہم ایماندار ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی علامت کیا ہے
عرض کیا کہ بلا پر صبر کرتے ہیں اور وسعت کے وقت شکر کرتے ہیں اور قضا کے موقعوں پر
راضی رہتے ہیں آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ ایماندار ہو اور دوسری حدیث میں ہے کہ
حُكَمَاءُ عُلَمَاءُ كَادُوا مِنْ فِقْهِهِمْ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ اور ایک حدیث میں ہے
طُوبَى لِمَنْ هُدِيَ لِلْإِسْلَامِ وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا وَرَضِيَ بِهِ اور فرمایا مَنْ رَضِيَ مِنَ اللهِ
تَعَالَى بِالْقَلِيلِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى مِنْهُ بِالْقَلِيلِ مِنَ الْعَمَلِ اور فرمایا إِذَا أَحَبَّ اللهُ
عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِنْ صَبَرَ اجْتَبَاهُ فَإِنْ رَضِيَ اصْطَفَاهُ اور فرمایا
کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو خدائے تعالی میری امت کے ایک گروہ پر عنایت فرماویگا
وہ اپنی قبروں میں سے اڑکر جنت کیطرف جاوینگے اور اوسمیں جسطرح جہان چاہینگے ٹہلن
مزے اوڑاوینگے اونسے فرشتے پوچھینگے کہ تم حساب دیکھ چکے وہ کہینگے کہ ہمنے تو حساب نہیں دیکھا
فرشتے پوچھینگے کہ تم پل صراط سے اوتر چکے وہ جواب دینگے کہ ہمنے تو وہ بھی نہیں دیکھا
پھر پوچھینگے کہ تمنے دوزخ کو دیکھا وہ کہینگے ہمنے تو کچھہ نہیں دیکھا فرشتے کہینگے کہ تو پھر
تم کس شخص کی امت میں سے ہو وہ کہینگے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہیں وہ
پوچھینگے کہ ہم تمکو قسم دیتے ہیں سچ بتاؤ کہ تمہارے اعمال دنیا میں کیا تھے وہ کہینگے کہ دو
خصلتیں ہم میں تھیں جنکے باعث خدائے تعالی کے فضل سے ہم اس رتبے کو پہونچے ایک تو یہ
کہ جب تنہا ہوتے تو خدائے تعالی کی نافرمانی سے حیا کیا کرتے دوسرے یہ جسقدر ہمارے لیے
مقدر کردیا تھا اوسپر راضی رہتے فرشتے کہینگے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہیے اور ایک
حدیث شریف میں ہے کہ يَا مَعْشَرَ الْفُقَرَاءِ أَعْطُوا اللهَ الرِّضَى مِنْ قُلُوبِكُمْ تَظْفَرُوا
بِثَوَابِ فَقْرِكُمْ وَإِلَّا فَلَا اور حضرت موسی علیہ السلام کے اخبار میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اونکی
خدمت میں عرض کیا کہ اپنے رب سے ہمارے لیے کوئی ایسا کام پوچھہ دیجیے کہ جب ہم اوسکو
کریں تو وہ ہم سے راضی ہو حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی جو
کچھہ یہ کہتے ہیں تو نے سنا حکم ہوا کہ اے موسی ان سے کہدے کہ مجھسے راضی رہیں تاکہ میں انسے
راضی ہوں اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَعْلَمَ مَا لَهُ
عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلْيَنْظُرْ مَا لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ فَإِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
يُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَيْثُ أَنْزَلَهُ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهِ اور حضرت داود علیہ السلام کی اخبار میں ہے

کہ خدای تعالی فرماتا ہی کہ میرے اولیا کو دنیا کی فکر سے کیا کام ہی فکر دنیا ہی میری مناجات کی
حلاوت اونکے دلوں سے کھو دیتا ہی ای داؤد میں اپنے اولیا سے یہ بات محبوب جانتا ہوں
کہ روحانی ہوں کچھہ غم نکریں۔ اور روایت ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا
کہ الہی مجکو وہ بات بتا دے جسمیں تیری رضا ہو تا کہ میں اوسکو کروں حکم ہوا کہ میری رضا تیری
ناخوشی میں ہی تو اپنے دل نچاہتی بات پر صبر نہیں کریگا عرض کیا کہ وہ کونسی بات ہی ارشاد ہو
حکم ہوا کہ میری رضا اسمیں ہی کہ میری قضا پر تو راضی رہے۔ اور حضرت موسی علیہ السلام نے
اپنی مناجات میں عرض کیا کہ الہی تیری خلق میں سے کونسی تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے
ارشاد ہوا کہ جس شخص سے میں اوسکی محبوب چیز لے لوں تو مجھسے میل رکھے عرض کیا کہ پھر وہ کون
ہیں جنپر تو خفا ہوتا ہی حکم ہوا کہ وہ لوگ ہیں کہ کسی کام میں مجھسے خیر کی طلب کرتے ہیں جب میں
اونکے لیے حکم کر دیتا ہوں تو میرے حکم سے ناخوش ہوتے ہیں۔ اور ایک روایت اس سے بھی
سخت ہی کہ خدای تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ کوئی معبود سوا میرے نہیں ہی جو میری مصیبت پر صبر
نکرے اور میری نعمتوں کا شاکر نہو میرے حکم پر راضی نہو اوسکو چاہیے کہ میرے سوا کوئی
اور رب بنا لے اور اسی جیسی حدیث قدسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے
کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میں نے سب مقادیر کو مقدر کیا اور اونکی تدبیر کی اور کام کو محکم کیا پس
جو راضی ہوا تو اوسکے لیے میری رضا ہی یہان تک کہ مجھسے ملے اور جو ناخوش ہوا اوسکے لیے
میری خفگی ہی یہان تک کہ میرے پاس آوے اور ایک حدیث قدسی مشہور میں ہی کہ خدای تعالی
فرماتا ہی میں نے خیر و شر دونون پیدا کیے ہیں پس اچھا حال وہ ہی جسکو میں نے خیر کے لیے پیدا کیا
اور اوسکے ہاتھوں کو خیر پر چلایا اور برائی ہی اوسکو جسکو میں نے شر کے لیے بنایا اور شر کو
اوسکے ہاتھوں پر جاری کیا اور بلاکی پر بلاکی ہی اوسکی جسنے چون و چرا کیا۔ اور اخبار پیشین میں
مروی ہی کہ ایک پیغمبر نے دس برس تک خدای تعالی سے بھوک اور مفلسی اور جوؤن کی شکایت
کی مگر کچھہ مفید نہ پڑی پھر اللہ تعالی نے اونپر وحی بھیجی کہ تو اسطرح کب تک شکایت کرتا رہیگا
میرے یہان ام الکتاب میں پیدایش زمین و آسمان سے پہلے تیرا حال اسیطرح لکھا ہی اور یونہی
ہوتا جاتا ہی میں نے دنیا کی پیدایش سے پہلے تجھپر اسیطرح حکم کیا ہی اب کیا تو یہ چاہتا ہے کہ
تیرے لیے میں نئے سرسے دنیا دوبارہ بناؤں یا یہ چاہتا ہی کہ جو میں نے تیرے لیے مقدر کیا ہی
اوسکو بدل دوں تو جو تو چاہے اور پسند کرے وہ میری خواہش اور پسند سے بڑھکر ہو قسم ہی

اپنی عزت و جلال کی اگر یہ بات تیرے دل میں گذری کی تو تیرا نام دفتر نبوت سے جو کردیتا
اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا کوئی چھوٹا لڑکا آپ کے بدن پر چڑھتا اور اترتا تھا
یعنی آپ کی پسلیوں پر سیڑھی کی طرح پاؤں رکھ رکھکر سر تک چڑھ جاتا اور پھر وہاں سے اوترتا
اوترتا آپ اپنا سر زمین کی طرف ڈالے رہتے اور کچھ نہ کہتے نہ سر اوٹھاتے آپکے کسی لڑکے نے
عرض کیا کہ ابا جان یہ آپکے ساتھ کیا کرتا ہے آپ اسکو منع نہیں فرماتے آپ نے فرمایا کہ جو میں
دیکھتا اور جانتا ہوں تمکو معلوم نہیں ایک حرکت میں نے کی تھی تو اوسکے عوض میں کرامت
اور آسایش کے گھر سے خواری اور بدبختی کے گھر میں اوتار دیا گیا اب ڈر ہے کہ اگر دوسری حرکت
کروں تو اور نجانوں کیا مصیبت مجھ پر آویگی - اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے
دس برس خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپنے یہ نفرمایا
کہ کیوں کیا اور اگر نکیا تو یہ نہ فرمایا کہ کیوں نہ کیا اور جو چیز ہو گئی تو اوسکو یہ نفرمایا کہ کاش نہ ہوتی
اور اگر نہ ہوئی تو یہ نہ کہا کہ کاش ہوتی اور اگر آپکے گھر والوں میں سے مجھسے کوئی جھگڑتا تو فرماتے
کہ اسے چھوڑ دو جو تقدیر میں کچھ ہونا ہے وہی ہوگا - اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی
بھیجی کہ اے داؤد تو بھی چاہتا ہے اور میں بھی چاہتا ہوں اور ہوگا وہی جو میں چاہتا ہوں پس
اگر تو میرے چاہے پر راضی ہوگا تو میں تیری خواہش سے تجھکو کافی ہونگا اور اگر تو میری خواہش
نہ مانیگا تو تجھکو تیری خواہش میں مشقت میں ڈالونگا پھر بھی وہی ہوگا جو میں چاہونگا اور آثار میں
بھی فضیلت رضا کی بہت ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اول جو لوگ جنت میں
بلائے جاوینگے وہ وہ ہونگے جو ہر حال میں اللہ تعالی کی حمد کرتے ہیں یعنی ہر حال میں راضی
رہتے ہیں اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجکو سوای مواقع حکم الہی کے اور کوئی خوشی
باقی نہیں رہی اور اوس سے جو لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں آپنے فرمایا کہ جو کچھ خدای تعالی
میرے لیے حکم کرے - اور میمون بن مہران رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حکم الہی پر راضی نہو تو اوسکی
بیوقوفی کا کچھ علاج نہیں اور حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تو تقدیر الہی پر درست نہ رہیگا تو
اپنے نفس کی تقدیر پر بھی درست نہ رہیگا - اور عبد العزیز ابن ابی رواد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو کی روٹی
سرکہ کے ساتھ کھانے میں اور اون پہننے میں شان نہیں ہے بلکہ شان درویشی خدای عز و جل سے
راضی رہنے میں ہے ع درویش صفت باش و کلاہ تتری دار - اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ اگر میں آگ کی چنگاری چاٹوں جو جلادے سو جلادے اور چھوڑدے سو چھوڑدے

تو میرے نزدیک یہ اس بات سے بہتر ہے کہ جو چیز ہو گئی ہو اوسکو یون کہون کہ کاش نہ ہوتی یا
نہ ہوئی چیز کو کہون کہ کاش ہو جاتی۔ اور ایک شخص نے حضرت محمد بن واسع رح کے پانون مین
زخم دیکھکر کہا کہ مجھے تمہارے اس زخم سے ترس آتا ہے آپنے فرمایا کہ یہ زخم جب سے ہوا ہے مین شکر
کرتا ہون کہ آنکھ مین نہین نکلا اور بنی اسرائیل کے قصون مین ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعالی کی
عبادت مدت تک کی اوسکو خواب مین دکھلایا گیا کہ فلانی عورت بکریان چرانے والی جنت مین
تیری رفیق ہوگی عابد نے اوٹھکر اوس عورت کا نشان پوچھا اوسکو تلاش کیا اور تین دن
اوسکے یہان مہمان رہا تاکہ اوسکا عمل دیکھے مین عابد خود تو رات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ کر
سو جاتی دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی اوس سے پوچھا کہ تیرا عمل اسکے سوا اور کچھ بھی ہے
عورت نے کہا کہ اور تو کچھ بھی نہین یہی ہے جو تمنے دیکھا مین تو اپنے آپ مین اور کچھ نہین جانتی
یہ کہتے رہے کہ بتلا یاد کر کے کہ کوئی اور بات بھی ہے اوسنے کہا کہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ مین
اور ہے وہ یہ ہے کہ اگر مین سختی مین ہوتی ہون تو اس امر کی تمنا نہین کرتی کہ اچھی حالت مین ہون
اور اگر مرض مین ہوتی ہون تو یہ تمنا نہین ہوتی کہ تندرستی مین ہو جاؤن اور اگر دھوپ مین
ہون تو سایے کی متمنی نہین ہوتی یہ سنکر عابد نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ چھوٹی سی
خصلت ہے یہ تو ایسی بڑی خصلت ہے جس سے عابد عاجز ہین۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین
کہ جب اللہ تعالی کوئی حکم آسمان مین فرماتا ہے تو اہل زمین سے یہ بات اوسکو محبوب ہوتی ہے
کہ اوسکے حکم پر راضی ہون۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ ایمان کا اعلی حصہ یہ ہے کہ
حکم پر صبر کرے اور تقدیر پر راضی ہو۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تنگی اور فراخی مین سے
جس حال مین مین ہون مجکو کچھ پروا نہین ہوتی۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے حضرت رابعہ بصری رح
کے سامنے ایک روز کہا کہ الہی تو ہم سے راضی ہو حضرت رابعہ رح نے فرمایا کہ تمکو شرم نہین آتی
کہ خود تو اوس سے راضی نہین اور اوسکی رضا کی استدعا کرتے ہو اونھون نے کہا کہ استغفر اللہ
پھر جعفر بن سلیمان ضبعی رح نے حضرت رابعہ رح سے پوچھا کہ بندہ اللہ تعالی سے کب راضی کہلاتا ہے
اونھون نے جواب دیا کہ جب مصیبت پر اتنا خوش ہو جتنا نعمت پر ہوتا ہے۔ اور حضرت فضیل رح
فرمایا کرتے کہ جب بندے کے نزدیک خدای تعالی کا دینا اور نہ دینا دونون یکسان ہو جاوین
تو وہ اللہ تعالی سے راضی ہو چکا۔ اور احمد بن ابی الحواری حضرت ابو سلیمان دارانی سے روایت
کرتے ہین کہ اونھون نے فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے کرم سے اپنے بندون سے اوسی بات سے

راضی ہوتا ہو جس بات سے کہ غلام اپنے آقا سے راضی ہوتا ہے احمد بن ابی الحواری نے پوچھا کہ یہ
کسطرح ہو اونھون نے فرمایا کہ دنیا مین مراد غلام کی یہی نہین ہو کہ آقا محبت جوش سے اوسکو بھولیا
کہا کہ ان یہی مقصود ہوتا ہو کہ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ تعالی بھی اپنے مدون سے یہی محبوب جانتا ہو
کہ اوس سے راضی رہین ۔ اور حضرت سہیل ح فرماتے ہین کہ بندون کو یقین سے اوسیقدر بہرہ ملتا ہو
جسقدر کہ وہ رضا سے بہرہ ور ہوتے ہین اور رضا سے بہرہ آشنا ہوتا ہو جتنا وہ خدا تعالی کو
ساتھ بندگی کرتے ہین ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ
بِحِکْمَتِہٖ وَجَلَالِہٖ جَعَلَ الرَّوْحَ وَالْفَرَحَ فِی الرِّضَا وَالْیَقِیْنِ وَجَعَلَ الْغَمَّ وَالْحُزْنَ فِی الشَّکِّ وَالسُّخْطِ

دوسرا بیان رضا کی حقیقت مین اور اس باب مین کہ مخالف خواہش کو وہ کیسے ہوسکتی ہو
واضح ہو کہ جو لوگ یہ کہتے ہین کہ خواہش کے مخالف چیزون اور اقسام مصائب مین صبر ہی ہوتا ہو اور
رضا کا وجود متصور نہین وہ لوگ گویا منکر محبت مین لیکن جب محبت الہی کا وجود اور تمام ہمت کا
اوسمین مستغرق ہونا ثابت ہو تو ظاہر ہو کہ محبت اس بات کی موجب ہوتی ہو کہ محب اپنے حبیب کے
افعال سے راضی ہو اور یہ راضی ہونا دو طرح کا ہوتا ہو ایک تو یہ کہ رنج کا معلوم ہونا بالکل جاتا رہو
یہان تک کہ اگر کوئی ایذا رساں چیز اوسپر آوے یا زخم لگے تو اوسکی تکلیف اور درد کچھ نہ معلوم ہو
جیسے کوئی لڑنے والا کہ غصہ یا خوف کی حالت مین اکثر ایسا ہوتا ہو کہ زخم لگتا ہو اور اسکو معلوم
نہیں ہوتا یہان تک کہ جب خون کو دیکھتا ہو تو جانتا ہو کہ زخم لگا بلکہ کوئی اگر اوس کام مین لگتا ہو
تو اکثر ایسا ہوتا ہو کہ پانوں مین کانٹا گڑ جاتا ہو اور اوسکی تکلیف محسوس نہین ہوتی اسلیے کہ
دل ہر طرف لگا رہتا ہو اسیطرح اگر کسی استرے سے پچھنے لگائے جاوین یا بال مونڈے جاوین
تو اوس سے آدمی کو ایذا ہوتی ہو لیکن اگر دل تھکانے نہو اور کسی امر اہم میں تردد رکھتا ہو تو پچھنے
لگانے والا اور نائی اپنے کام سے فارغ ہو جاویگا اور اوسکو خبر بھی نہوگی اور وجہ یہی ہے کہ
جب دل کسی امر مین مستغرق اور نہایت درجے کو مشغول ہوتا ہو تو اوسکے سوا اور کسی چیز کا
ادراک نہین کرتا اسیطرح عاشق جسکی ہمت اپنے معشوق کے مشاہدے یا محبت مین مستغرق ہو
اوسکو بعض اوقات ایسے امور پیش آتے ہین کہ اگر عشق نہوتا تو اوسسے رنج و غم اور درد معلوم
ہوتا مگر دل پر جوش محبت ہونے سے کچھ بھی درد و غم نہین پاتا پس جب غیر حبیب کیطرف سے
مصیبت آنیکا یہ حال ہوتا ہو تو خود حبیب کیطرف سے اگر مصیبت آویگی تو کیسے رنج ہوگا
اور دل کا مشغول ہونا محبت و عشق مین ایک بڑا شغل ہو اور جب تھوڑے سے درد کا محسوس

ہونا ہلکی سی محبت مین متصور ہی تو بڑی محبت مین بڑے درد کا معلوم نہونا بھی ہو سکتا ہے
اسلیے کہ جیسے درد کی زیادتی ممکن ہے ویسی ہی محبت کی بھی زیادتی ہو سکتی ہے اور جس طرح کہ
محبت خوبصورتون کی جو آنکھ سے سوجھتی ہین قوی ہوتی ہی اسیطرح محبت اون حسین صورتون کی
جو باطن کی بصیرت سے معلوم ہوتی ہین بھی قوی ہوتی اور سب ان صورتون مین سے جمال
حضرت ربوبیت کا اور اوسکا جلال ایسا ہی کہ اوسپر اور کوئی جمال اور جلال قیاس نہین کیا جاتا
تو ظاہر ہی کہ جس شخص کو کوئی چیز اوسمین سے منکشف ہوجاوے تو کیا عجب ہی کہ ایسا بیہوش ہو
کہ غش آجاوے اور اپنے اوپر جو درد گذرے اوسکی خبر نہو چنانچہ روایت ہی کہ حضرت فتح موصلی رح
کی بی بی لغزش کھا کر گرین اور ناخن ٹوٹ گیا آپ ہنس پڑین کسینے پوچھا کہ آپ کو درد نہین
معلوم ہوتا جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کردی ہے اور حضرت
سہیل رح کو ایک مرض تھا کہ اورون کو وہ ہوتا تو اوسکا علاج کیا کرتے اور اپنا علاج نہ کرتے
اونسے کسینے پوچھا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ یار دوست کی مارمین آزار نہین ہوا کرتا۔
اور دوسری صورت یہ ہی کہ درد تو معلوم ہوتا ہو مگر اوس سے راضی ہو بلکہ رغبت اور خواہش سے
اوس امر کو چاہتا ہو یعنی گو طبیعت پر ناگوار گذرے مگر عقل کی روسے اوسکی طرف رغبت ہو مثلاً
جو شخص فصاد سے فصد کھلاوے یا پچھنے لگواوے تو اوسکو فصد و حجامت کا درد تو معلوم ہوتا ہی
مگر فصد و حجامت پر راغب ہوتا ہی اور فصاد کے فعل کا ممنون ہوتا ہی یہی حال اوس
شخص کا ہی جو تکلیف کی چیزون پر راضی ہے اسیطرح جو شخص فائدے کی طلب مین سفر کرتا ہے
اوسکو سفر کی تکلیف معلوم ہوتی ہی مگر ثمرہ سفر ایسا اچھا اوسکے نزدیک ہی کہ اوسکے باعث
تکلیف سفر کو گوارا کرتا ہی اور اوس سے راضی ہی اور جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ مصیبت کا ثواب
جو خداے تعالی کے یہان ذخیرہ ہی بہ نسبت اوس چیز کے جو اوسکے پاس سے جاتی رہی بڑھکر ہی
تو بیشک جو مصیبت خداے تعالی کیطرف سے آویگی اوسپر راضی ہوگا اور اوسکی رغبت کریگا اور اچھا
جانیگا اور خداے تعالی کا شکر اوسپر کریگا۔ یہ اوسی صورت مین ہی کہ اوس ثواب اور احسان کا
لحاظ رکھے جو اوسکو مصیبت کے عوض ملیگا۔ اور ہو سکتا ہی کہ محبت ایسی غالب ہو کہ حبیب کی
مراد اور رضا ہی مطلوب مقصود ہوجاوے اور کچھ مراد ہی نہرہے اور یہ سب باتین خلق کی محبت مین
دیکھی جاتی ہین وصف کرنے والون نے اپنی نظم و نثر مین اونکو بیان کیا ہی اور اوسمین اور کوئی
بات نہین صرف لحاظ صورت ظاہری کے جمال کا ہی جو آنکھ سے سوجھتی ہے۔ اب اس جمال کو

دیکھو تو صرف گوشت پوست و خون ہے جسمیں نجاست اور غلاظت بھری ہوئی ہے اور اوسکا آنا
ایک نطفہ ناپاک ہے اور اوسکا انجام ایک پلید مردار اور بیچ میں پاخانے کو اوٹھائے پھرتا ہے
اور اگر مدرک کو دیکھے تو آنکھ جیسی ہے جو اکثر دھوکا دیتی ہے یعنی چھوٹی چیز کو بڑی دکھتی ہے اور
بڑی کو چھوٹی اور دور کو نزدیک اور بدصورت کو خوبصورت پس جب ایسی حالت میں محبت کا
یہ حال ہوتا ہے تو جمال ازلی اور ابدی کی محبت میں یہ امر کیسے محال ہو سکتا ہے اس جمال کے
کمال کی تو کچھ نہایت ہی نہین اور اسکا ادراک چشم بصیرت سے ہوتا ہے جس میں کبھی غلطی
نہیں ہوتی اور نہ اوسپر موت آتی ہے بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہے اور خدای تعالی
کے نزدیک زندہ اور اوسکے رزق سے خوش ہو کر بعد موت زیادہ تر متنبہ اور انکشاف سے
مسرور ہوتی ہے اس بات کو اگر چشم عبرت سے دیکھو تو صاف ظاہر ہے اور اسکا پایا جانا اور عاشقوں
احوال اور اقوال اسپر شاہد ہیں چنانچہ حضرت شفیق بلخی رح فرماتے ہیں کہ جو شخص سختی کا ثواب دیکھ لیتا
وہ اوس سے نکلنا نہیں چاہتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سری سقطی سے
پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف ہوتی ہے یا نہیں اونھوں نے فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ اگرچہ
تلوار سے مارا جاوے آپنے فرمایا کہ گو تلوار سے ستر زخم برابر لگائے جاوین اور بعض کا قول ہے
کہ مجھکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے جو اوسکو پسند ہو یہان تک کہ اگر وہ میرے لیے دوزخ پسند کرے
تو مین دوزخ مین جانا محبوب جانتا ہوں ۔ اور بشر بن الحارث رح کہتے ہیں کہ بعد اوسکے محلہ
سترقیہ میں مینے ایک شخص کو دیکھا کہ اوسکے ہزار کوڑے لگے اور اوسنے کچھ اف نکیا پھر اوسکو
قیدخانہ میں لیگئے میں اوسکے پیچھے گیا اور پوچھا کہ تجھکو کیون مارا اوسنے کہا اسلیے کہ میں عاشق ہوں
میں نے کہا کہ تو چپکا کیوں رہا اوسنے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھے دیکھتا تھا میں نے کہا کہ
پھر کیا اچھا ہو جو تو معشوق حقیقی کیطرف دیکھے یہ سنکر اوسنے ایک چیخ ماری اور پچھاڑ کھا کر مر گیا
اور یحیی بن معاذ رازی رح فرماتے ہیں کہ جب اہل جنت خدا تعالی کیطرف دیکھینگے تو لذت دیدار
الہی کے مارے اونکی آنکھیں اونکے دلوں میں چلی جاوینگی اور آٹھ سو برس تک اونکی طرف واپس آوینگی
تو اب تامل کرو کہ اوسکے حال پر جو جلال و جمال میں پڑے ہوئے ہوں کہ اگر جلال کو دیکھین تو خائف ہوں
اور جمال پر نظر کریں تو متحیر ہوں اونکا کیا حال ہوگا ۔ اور بشر رح کہتے ہیں کہ میں نے شروع
سلوک میں جزیرہ عبادان کا قصد کیا وہان ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون
اور مرگی زدہ ہے اور چیونٹیان اوسکا گوشت کھاتی ہیں میں نے اوسکا سر اوٹھا کر اپنی گود میں

رکھ لیا اور کچھ کہتا رہا جب اوسکو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے معا
دخل دیتا ہے اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالیگا تب بھی تو مین اوسکی محبت زیادہ ہی کرونگا بشر کہتے
بعد اس معاملے کے جب کبھی مجکو اسطرح کا معاملہ بندے مین اور پروردگار مین معلوم ہوا مین نے کبھی او
نہین جانا ۔ اور ابو عمرو محمد بن اشعث رح فرماتے ہین کہ مصر والے چار مہینے تک ایسی طرح رہے کہ اونکی
دیدار حضرت یوسف علیہ السلام کے اور کچھ نہ تھی جب اونکو بھوک لگتی آپ کی صورت دیکھ لیتے وہ
جمال بھوک کی تکلیف اونکو معلوم ہونے دیتی تھی اور قرآن مجید مین اس سے بھی زیادہ معاملہ مذکور ہے
عورتین جمال حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسی فریفتہ ہوئین کہ بیخبر اپنے ہاتھ کاٹ لیے ۔ اور سعید بن
کہتے ہین کہ بصرے مین عطاء بن مسلم کی سرائے مین مین نے ایک جوان کو دیکھا کہ چھرا ہاتھ مین لیے پکا
لوگون کے بیچ مین کہہ رہا تھا

قطعہ

ہے قیامت سے بڑا تیری جدائی کا زور
آہ اس درد جدائی سے تو مرنا بہت

بولے وہ کوچ ہے مین بولا نہین میرا کوچ
بلکہ کرتی ہے حقیقت مین مری جان سفر

پھر چھری سے اپنا پیٹ چیر کر مر گیا مین نے اوسکا حال پوچھا تو لوگون نے مجھسے کہا کہ یہ کسی بادشا
کے غلام پر عاشق تھا ایک روز صرف وہ اس سے محجوب رہا اوسکے لیے اپنے یہ حال کیا ۔ اور روایت ہے
حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حضرت یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ مجکو وہ شخص بتاؤ جو زمین مین سب سے
زیادہ عبادت کرتا ہو حضرت جبرئیل نے ایسے شخص کو بتلایا کہ جذام نے اوسکے ہاتھ اور پانون علیحدہ
کر دیے تھے اور کان اور آنکھین غارت کر دی تھین آپ نے کہا کہ وہ یہ کہتا تھا الٰہی جب تک تو نے
ان اشیا سے مجکو فائدہ دیا اور جب تو نے چاہا او نکو مجھسے چھین لیا اے نیکوکار اور مطلب پر پہونچانیوالے
تو تو قع اپنی ذات کی باقی رہنے دے یہ کیا تھوڑی ہے ۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض کا ایک لڑکا
بیمار ہوا آپ کو بہت شدت سے غم ہوا یہانتک کہ لوگون کو خوف ہوا کہ کہین اس لڑکے کے سبب کچھ
نہ ہو جاوے وہ لڑکا جب مر گیا تو آپ اوسکے جنازے کے ساتھ ہوے اور کسی شخص کو ایسی
خوشی چہرے پر نہوتی ہوگی جیسی اوسوقت آپ کو تھی لوگون نے اسکی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ
اوسکی بیماری سے اوسپر ترس آتا تھا اسلیے غمگین تھا اب جو مشیت الٰہی ہو چکی تو مین اوس پر خوش
ہوں ۔ اور حضرت مسروق رح فرماتے ہین کہ ایک شخص جنگل مین تھا اوسکے پاس ایک کتا اور ایک گدھا
اور ایک مرغ تھا مرغ تو نماز کے واسطے جگایا کرتا تھا اور گدھے پر پانی اور خیمہ وغیرہ ضروری چیزین
لادتا تھا اور کتا حفاظت کیا کرتا تھا اتفاقاً ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ لیگئی اوس شخص کے گھر والے رنجیدہ ہوا

مگر وہ شخص تندرست تھا اوسنے کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر ایک بھیڑیا آیا اور سے گدہے کا پیٹ پھاڑ
وہ مر گیا اوسپر بھی لوگوں نے رنج کیا مگر اوسنے یہی کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر کتا بھی مرگیا جب
اوسنے یہی کہا کہ اسمین بہتری ہوگی پھر ایک روز صبح کو اوسکے گھر والوں نے دیکھا کہ اونکے گرد و
کے سب لوگ غلامی میں گرفتار ہوگئے یہ ہی باقی رہ گئے اور وجہ اونکی گرفتاری کی یہ ہوئی کہ کتے اور گدہے
اور مرغ کی آواز سے لوگ پکڑ لیگئے اونکے یہان سب پہلے جا چکے تھے یہ محفوظ رہے تو اون جانورون کے
ہلاک ہونے میں یہ حکمت تھی - اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص خدای تعالی کے لطف خفی کو جانتا ہے وہ
ہر حال میں اوسکے فعل سے راضی رہتا ہے - اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک شخص اندھے
برص والے اپاہج دونوں طرف سے فالج زدہ پر گذرے کہ اوسکا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا
اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہے اوس خدا کو جسنے مجکو ایسے امراض سے صحت دیجسمیں بہتوں کو مبتلا
کر رکھا ہے حضرت عیسی علیہ السلام نے اوس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہے جو تیرے اوپر نہیں
اوسنے کہا کہ ای روح اللہ مین اوس شخص سے بہتر ہوں جسکے دل مین خدای تعالی نے وہ چیز نہیں ڈالی
جو میرے دل مین اپنی معرفت سے ڈالی ہے آپ نے فرمایا کہ درست کہتے ہو اپنا ہاتھ لاؤ اوسنے جو
ہاتھ دیا آپ کے ہاتھ میں آتے ہی چہرہ سب سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہوگئی اوسکا سب مرض جاتا رہا
وہ شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ رہکر عبادت کرنے لگا - اور حضرت عروۃ بن زبیر کا پاؤن گل گیا تھا
لوگوں نے زانو سے پاؤن کٹوایا پھر فرمایا کہ خدای تعالی کا شکر ہے جسنے مجھسے ایک لیا تیری ذات
کی قسم ہے اگر تونے لیا تو تونے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تونے بیمار کیا تو تونے ہی عافیت
دی تھی پھر اوس رات بھی ورد پڑھتے رہے - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے کہ مفلسی و توانگری دو
سواریاں ہین مجکو پروا نہیں کسی پر چڑھ جاؤن مفلسی مین تو صبر ہے اور توانگری مین داد و دہش -
اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ مجکو ہر ایک مقام سے ایک کیفیت حاصل ہوئی ہے
سوای رضا کے کہ اوسمین سے مجکو صرف ایک مہک سی ملی ہے اور اسپر اگر اللہ تعالی تمام خلق کو
جنت مین داخل کرے اور مجکو دوزخ مین تو مین اسپر راضی ہون - ایک عارف سے لوگون نے کہا
کہ کیا تمکو رضا کا اقصی مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ نہین اوسنے کہا کہ اقصی مرتبہ تو نہین ہاں مگر مقام رضا پر مین
پہنچ گیا ہون اگر خدای تعالی مجکو دوزخ کا پل بنا دے کہ لوگ میرے اوپر کو گذر کر جنت مین جاوین
پھر اپنی قسم سچی کرنے کو مجھسے ہی دوزخ کو بھر دے تو اوسکے اس حکم کو مین پسند کرون اور اوسکی
تقسیم پر راضی رہوں - اور یہ کلام ایسے شخص کا ہے جسکی ہمت قطعاً محبت میں مستغرق ہو گیا تک

کہ اوسکو آتش دوزخ کی تکلیف بالکل محسوس نہوا ورا گر ہو بھی تو وہ لذت حصول رضا ومحبوب مین چھپ
یعنی جب اوسکو اس بات کا مزا ملے کہ مجکو دوزخ مین ڈالنے سے اوسکی رضا پوری ہوگی اور او
رضا عین مقصود ہے تو اس لذت کے سامنے دوزخ کی تکلیف اگر ہو بھی تو دب جائے او رغلبہ کرنا
حالت گو نفس الامر مین محال نہین گو ہم جیسے ضعیفون کے حالات کی نسبت کر بعید معلوم ہوتا ہو لیکن
جو ضعیف کہ کسی کیفیت سے عاجز ہو اوسکو نچاہیے کہ زبردستون کے حالات کا منکر ہو اور گمان کر
کہ جس امر مین مین عاجز ہون اوس سے اولیا بھی عاجز ہین - اور رودباری رح کہتے ہین کہ مین نے
ابو عبد اللہ بن جلا دمشقی سے پوچھا کہ یہ جو فلان شخص کا قول ہے کہ مین دوست رکھتا ہون کہ میرا جسم
مقراضون سے ٹکڑے کیا جائے اور تمام خلق اوسکی اطاعت کرین اسکے کیا معنی ہین اونھون نے
فرمایا کہ میان صاحب اگر یہ قول بطور تعظیم واجلال کے ہے تب تو مجکو معلوم نہین اور اگر خلق کی خیرخواہی
شفقت سے سرزد ہوا ہے تو البتہ جانتا ہون راوی کہتے ہین کہ اسکے بعد اونکو غش آگیا - اور حضرت
عمران بن الحصین رض کو استسقا کا مرض تھا تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اوٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے
واسطے حاجت کے لیے چارپائی کے بان کاٹ دیے گئے تھے اونکے پاس مطرف اور اونکے بھائی علا
آئے پس اونکے بھائی اونکا حال دیکھکر رونے لگے اونھون نے پوچھا کہ تم کیون روتے ہو کہا کہ تمھارے
یہ بڑی سختی دیکھکر روتا ہون اونھون نے فرمایا کہ مت رو اسواسطے کہ جو چیز خدا تعالی کو زیادہ
پسند ہو وہی مجکو زیادہ پسند ہو اور مین تم سے ایک بات کہتا ہون غالبا خدا تعالی اوس سے تمکو
نفع بخشے مگر میرے مرنے تک تم اوسکو کسی سے مت کہنا وہ بات یہ ہے کہ فرشتے میری زیارت کرتے ہین
اونسے انس پاتا ہون اور مجکو سلام کرتے ہین مین اونکا سلام سنتا ہون اس سے مین جانتا ہون کہ
مرض مین جو بڑی نعمت ہو وہ عذاب نہین پس جو شخص اپنی مصیبت مین ایسے امور مشاہدہ کرے بھلا وہ
راضی نہوگا مطرف کہتے ہین کہ پھر سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا پڑا ہوا ہے
معلوم ہوا کہ اوسکے نیچے کچھ نہین یہانتک کہ اونکے منہ پر سے کپڑا اٹھایا گیا اونکی بی بی نے کہا کہ
کھلائین کیا پلائین اونھون نے کہا کہ لیٹے لیٹے کروٹین دکھ گئین چوتڑ چھل گئے اور دبلا اتنا
ہون کہ اسقدر مدت سے کھانا پینا متروک ہے مگر مجکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ اس کیفیت مین سے
برابر بھی مین کمی کرون - اور جب سعد بن ابی وقاص رض مکہ مین تشریف لائے اور اونکی آنکھین
تھین لوگ اونکے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی استدعا
کہ آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا منگوانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے

حضرت عبداللہ بن السائب کہتے ہیں کہ میں بھی اون دنوں لڑکا تھا آپکی خدمت میں آیا اور آپ کو اپنا
نشان بتایا آپ نے مجھکو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہے میں نے کہا کہ البتہ پھر اور گفتگو ہوئی
یہانتک کہ آخر کو میں نے کہا کہ چچا جان آپ اوروں کیواسطے دعا کرتے ہیں اپنے واسطے بھی دعا
فرمایئے کہ خدا تعالی آپ کی بینائی جوں کی توں کر دے آپ نے تبسم فرماکر کہا کہ بیٹا خدا پاک کے
حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہے اور ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا تین دن تک نہ ملا اور نہ اوسکا
حال معلوم ہوا لوگوں نے اونسے کہا کہ آپ خدا تعالی سے دعا مانگیے کہ اوسکو واپس لاوے اور تمسے
ملاوے اونھوں نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالی نے مجھپر حکم کیا اوسپر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے
کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہے۔ اور بعض عابد کہتے ہیں کہ میں نے ایک گناہ کیا تھا
جسکے عوض میں ساٹھ برس سے روتا ہوں اور یہ عابد نہایت محنت عبادتیں کرتے تھے کہ کسیطرح
توبہ اوس گناہ سے قبول ہو لوگوں نے پوچھا کہ وہ کونسا گناہ ہے اونھوں نے فرمایا کہ ایک بات
ہوگئی تھی میں نے اوسکو کہا تھا کہ نہوتی تو خوب ہوتا۔ اور بعض سلف کا قول ہے کہ اگر میرا جسم
مقراضوں سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہو کہ جو چیز اللہ تعالی کی ہوئی اوسکو
میں کہوں کہ اگر نہوتا تو خوب تھا۔ اور عبدالواحد بن زید کو کسی نے خبر دی کہ یہاں ایک شخص ہے کہ
اوسنے پچاس برس عبادت کی ہے وہ اوسکے پاس گئے اور پوچھا کہ یار اپنا حال تو کہو محبت حقیقی پر
قانع ہوئے ہو کہ نہیں اوسنے کہا نہیں پوچھا کہ اوس سے انس ہوا کہ نہیں کہا نہیں پھر پوچھا کہ اوس پر
راضی ہوئے ہو کہ نہیں اوسنے جواب دیا کہ نہیں کہا کہ بس تمکو اوسکے پاس سے بہرہ صرف نماز روزہ ہی ہے
اوسنے کہا کہ ہاں اونھوں نے کہا کہ مجھے تجھ سے شرم آتی ہے نہیں تو میں کہدیتا کہ تیرا پچاس برس کا
معاملہ اندر سے نکما ہے یعنی اتنے دنوں تک تیرے دل کا دروازہ نہ کھلا کہ اوس سے سبب اعمال
دلی کے درجات قرب کیطرف ترقی کرتا اب تک طبقات اصحاب یمین میں ہی رہا اسواسطے کہ تمکو
اوس سے افزونی اعمال ظاہری ہی میں ہوئی جو عوام کو بھی ہوا کرتی ہے۔ اور ایک جماعت حضرت
شبلی رح کے پاس مارستان میں گئی جہاں وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے اون
لوگوں سے آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو اونھوں نے کہا کہ ہم آپکے دوست ہیں آپ اونکی طرف
ڈھیلے مارنے لگے یہانتک کہ وہ بھاگ گئے پھر آپ نے کہا کہ تمکو کیا ہوا ہے تم میری محبت کا دعوی
کرتے ہو اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو اور حضرت شبلی رح نے ایک شعر کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے

وہ عشق الٰہی سے تڑپتا ہے مجھکو   کہیں مبتلا ہو کہ عاشق تو ہوا اور مست ہو

اور بعض عابدین اہل شام کا قول ہو کہ تم سب کے سب اللہ عزوجل سے اوسکی تصدیق کرتے ہوے ملو
اور غالباً اوسکی تکذیب بھی کی ہوگی اسواسطے کہ تم مین سے اگر کسیکی اونگلی سونے کی ہو تو اوس سے ا
کرنے لگتا ہے اور اگر اوسمین کچھ خلل ہو تو اوسکو چھپاتا پھرتا ہے اس سے اونکی مراد یہ تھی کہ سونا خدا کے
کے نزدیک برا ہے اور لوگ اوس سے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہین اور بلا آخرت والون کے حق مین
اوسکو برا جانتے ہین۔ اور روایت ہے کہ بازار مین آگ لگی لوگون نے حضرت سری رح کو خبر دی کہ بازار جل
اور تمھاری دکان نہین جلی اونھون نے فرمایا کہ الحمد للہ پھر کہا کہ مین نے الحمد للہ کیسے کہا صرف مین
بچا ہون اور مسلمان تو نہین بچے پس تجارت سے توبہ کی اور زندگی بھر دکانداری اسلیے چھوڑ دی کہ
صرف اپنے بچنے پر الحمد للہ کہا تھا اس سے توبہ اور استغفار چاہی تو توبہ اور استغفار کیلیے کاروبار سے دست
دے پس ان حکایات کو اگر تامل کرو تو قطعاً جان لو کہ خواہش کے مخالف بات پر رضا محال نہین بلکہ
ب بڑا مقام اہل دین کے مقامات مین سے ہے اور رانجا کہ محبت خلق مین اور اونکے حظوظ مین ایسا ممکن ہے
بت الٰہی اور حظوظ اخروی مین بطریق اولی ممکن ہے اور یہ امکان دو طرح سے ہوگا اول تو یہ کہ تکلیف پر
ا بتوقع ثواب کے ہو جیسے فصد اور حجامت اور تلخی دوا پر رضا بتوقع شفا کے ہوتی ہے دوسرے یہ کہ
اوسپر اور کسی حظ کے لیے نہو صرف اس غرض سے ہو کہ یہ امر محبوب کی مراد اور مرضی ہے اور کبھی محبت
درجے پر بڑھ جاتی ہے کہ عاشق کی مراد معشوق کی مرضی مین چھپ جاتی ہے اس صورت مین سب چیزون سے
لذیذ اوسکے نزدیک محبوب کے دل کی خوشی اور اوسکی مرضی کے موافق کام کا ہونا ہوتا ہے گو اوسکی
ہلاک ہونے مین کیون نہو چنانچہ مشہور ہے ع جس زخم مین خوشی ہو تمھاری کہان ہے درد
رضا تکلیف کے معلوم ہونے پر بھی ممکن ہے اور کبھی محبت اسطرح غالب ہوتی کہ ادراک درد سے
کر دیتی ہے قیاس اور تجربہ سے ایسی محبت اور اس حالت کا وجود ثابت ہے پس جو شخص کہ یہ
اپنے نفس مین نہ پاوے اوسکو اسکا انکار کرنا نہ چاہیے اسواسطے کہ اوسکو تو یہ کیفیت اسوجہ سے
رکہ اوسمین اوسکا سبب یعنی فرط محبت موجود نہین اور جو شخص کہ محبت کے ذائقے سے آگاہ
محبت کے عجائب کو کیا جانے جتنی باتین ہم لکھ چکے ہین عاشقون پر اوس سے بھی
عجیب باتین ہوا کرتی ہین چنانچہ عمرو بن حارث رافقی کہتے ہین کہ موضع رقہ مین
کے پاس ایک مجلس مین تھا اور ہمارے ساتھ ایک جوان تھا کہ ایک گانے والی عورت پر
سا اور وہ بھی اوس مجلس مین تھی اوسنے باجا بجایا اور یہی مضمون کا گیت گایا ع

ت کی پہچان ہے عاشق کو بکا
خاص جب اپنے لیے کوئی نپاوے تدبیر

اوس جوان سے کہا کہ کیا خوب تو نے گایا اب کیا مجکو تو اجازت مرنے کی دیتی ہی اوسنے کہا کہ اگر
راست باز ہی تو مرجا۔ راوی کہتا ہی کہ اوسنے اپنا سر تکیے پر رکھا اور منہ اور آنکھین بند کرلیں ہٹے جو
اوسکو ہلایا تو مردہ پایا۔ اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ایک لڑکے کی
آستین پکڑے اوس سے عاجزی کی باتیں کر رہا تھا اور اپنے آپ کو اوسکا عاشق بتاتا تھا اوس
لڑکے نے اوسکی طرف دیکھکر کہا کہ تیرا یہ جھوٹ کب تک ہوگا اوسنے کہا کہ میں جھوٹا نہیں ہون جیسا جانتا
ہے جو کچھ مین کہتا ہوں اوسمین سچا ہون یہان تک کہ اگر تو کہے کہ مرجا تو مین مرجاؤن لڑکے نے کہا کہ
اگر تو سچا ہے تو مرجا اوس شخص نے علیحدہ ہو کر اپنی آنکھیں بند کرلیں پھر جو لوگون نے دیکھا تو مرا پایا۔
اور سمنون محب کہتے ہیں کہ ہمارے ہمسایہ میں ایک شخص رہتا تھا اوسکے پاس ایک لونڈی تھی جس سے
اوسکو کمال ہی محبت تھی اتفاقاً وہ بیمار پڑی ایک روز شخص اوسکے لیے حریرا اور پنیر کا کھی مین حلوا بناتا تھا
جس وقت وہ چمچہ پھیرتا تھا اوس لونڈی نے کرب مرض میں آہ کہا اوس شخص نے جو یہ آواز سنی اوسکے ہوش
جاتے رہے اور چمچہ ہاتھ سے گر پڑا اور اضطراب میں اونگلیون ہی سے ہانڈی چلانے لگا یہان تک کہ
اونگلیان اوسکی سب جلکر گر گئیں اوس لونڈی نے پوچھا کہ یہ کیا ہی اوسنے کہا کہ یہ تیری آہ کی تاثیر ہی
اور محمد بن عبد اللہ بغدادی کہتے ہین کہ مین نے بصرہ مین ایک جوان کو اونچی چھت پر چڑھے دیکھا کہ
جھانک کر لوگون سے ایک شعر اس مضمون کا کہتا تھا **شعر**

مرنا ہو جسے عشق میں یون جی سے گذر جاے	بے موت نہین عشق مین کچھ جبر تو مرجاے

پھر اپنے آپ کو زمین پر گرادیا اور مرگیا پس اس جیسے امور مخلوق کی محبت مین جب ہو سکتے ہوں
تو خالق کی محبت مین تو بطریق اولی ہین اسواسطے کہ باطن کی بصیرت بہ نسبت چشم ظاہری کے
راست تر ہے اور حضرت ربوبیت کا جمال ہر ایک جمال سے کامل تر ہے بلکہ عالم میں جتنا جمال ہی وہ اوسی
جمال کی خوبیون مین سے ایک خوبی ہے۔ ہان جسکی آنکھ نہیں ہوتی وہ صورتوں کی خوبی کا انکار
کیا کرتا ہے اور جو بہرا ہوتا ہو وہ لذت نغمات موزون کا منکر ہوتا ہے تو ضرور ہی کہ جسکے دل نہو گا وہ
بے شک ان لذتوں کا منکر ہوگا جسکو بدون دل کے سمجھ ہی نہیں سکتے

تیسرا بیان اس مطلب مین کہ دعا کرنی مخالف رضا کے نہیں۔ واضح ہو کہ دعا کے باعث سالک
مقام رضا سے خارج نہیں ہوتا اسیطرح گناہون کو برا جاننا اور مجرمون سے خفا رہنا اور اسباب
گناہوں کو برا سمجھنا اور اوسکے دور کرنے مین امر معروف اور نہی منکر بجالانا بھی مخالف رضا کے نہیں
اور امر باطل میں بعض ناحق والون کو غلطی ہوئی ہی وہ کہتے ہیں کہ گناہ اور بدکاری اور کفر اللہ تعالیٰ کی

قضا و قدر سے ہین تو اوستے رضا چاہیے یہ لوگ تاویل سے ناواقف اور اسرار شرع سے غافل
دعا کو تو خدا تعالی نے ہمارے لیے عبادت ہی کر دیا ہی چنانچہ کثرت سے دعا مانگنا آنحضرت صلی
علیہ وسلم اور اور انبیا علیہم السلام کا اس بات پر ثبوت کافی ہی جیسا کہ ہمنے باب الدعا مین لکھا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامات رضا سے اعلی مقام پر تھے اگر دعا خلاف رضا ہوتی تو کثر
آپ کیون دعا مانگتے اور خداوند کریم اپنے بعض بندون کی تعریف یون فرماتا ہے کہ یَدْعُوْنَنَا رَغَبًا
اور گناہون کا انکار اور اونکو برا جاننا اور اونپر راضی نہونا بھی خدا تعالی نے اپنے بندون کے لیے
موجب عبادت بنایا ہے اور اونپر راضی ہونے کی مذمت ارشاد کی ہے جیسے کہ فرمایا وَرَضُوْا
بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور فرمایا رَضُوْا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ
اور ایک حدیث مشہور صحیح مین ہے کہ مَنْ شَهِدَ مُنْكَرًا فَرَضِیَ بِهٖ فَكَاَنَّهٗ قَدْ فَعَلَهٗ اور ایک حدیث مین
اَلدَّالُّ عَلَی الشَّرِّ كَفَاعِلِهٖ اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ آدمی بری بات سے غائب ہو
رہتا ہی اور اوسپر اوتنا ہی گناہ ہوتا ہی جتنا مجرم کو ہوتا ہے لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپ نے
فرمایا کہ یہ اسطرح سے کہ وہ بری بات مین شریک تو نہوا اگر جب اوسکو خبر پہونچی تو اوسپر راضی ہوا
ایک حدیث مین ہی کہ اگر کوئی بندہ مشرق مین مارا جاوے اور دوسرا شخص مغرب مین اوسکے قتل سے
راضی ہو تو وہ دوسرا بھی اوسکے قتل مین شریک ہوگا اور خدا تعالی نے خیرات مین اور شر سے بچنے مین
رغبت اور غبطہ کرنے کو ارشاد فرمایا ہی جیسے کہ ارشاد ہی وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ
یَبُثُّهَا فِی النَّاسِ وَیُعَلِّمُهَا وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ اور ایک روایت مین
ہی رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ یَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ لَوْ اٰتَانِیَ اللّٰهُ مِثْلَ
هٰذَا لَفَعَلْتُ مِثْلَ مَا یَفْعَلُ اور کافرون اور فاجرون سے بغض رکھنے اور اونپر
غصہ کرنے مین قرآن و حدیث کے دلائل بیشمار ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ
الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَاءَ
اور فرمایا وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا اور حدیث شریف مین ہی کہ اللہ تعالی نے
ہر مومن سے عہد لیا ہی کہ ہر منافق سے بغض رکھے اور ہر منافق سے عہد لیا ہے کہ ہر ایک
مومن سے بغض رکھے اور فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور فرمایا مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا وَوَالَاهُمْ حُشِرَ
مَعَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور فرمایا اَوْثَقُ عُرَی الْاِیْمَانِ اَلْحُبُّ فِی اللّٰهِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰهِ اور اوسکے دلائل

بہت ہیں ہم نے محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ذکر مین آداب صحبت اور باب امر معروف و نہی منکر مین
اوسکو لکھا ہے دوبارہ بیان نہیں لکھتے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے
کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا چاہیے پس اگر معاصی بدون قضاء اللہ کے ہین تو یہ محال ہے اور اس سے
توحید مین خلل ہوتا ہے اور اگر قضاء اللہ سے ہین تو اونکا بُرا جاننا اور اون پر خفا ہونا قضاء اللہ کا
بُرا جاننا ہے پس طریق ان ضدین کے جمع کرنے کا کیا ہے رضا اور کراہت ایک ہی چیز مین کیسے
جمع ہو سکتی ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین جو لوگ ضعیف اور اسرار علوم سے کم واقف ہیں
اونپر یہ امر مشتبہ ہو جاتا ہے چنانچہ بعض لوگون کو جو شبہہ پڑا تو منکرات پر سکوت کرنے کو رضا کا مقام
سمجھ گئے اور اسکا نام حسن خلق رکھ لیا حالانکہ یہ محض جہالت ہے اصل یہ ہے کہ رضا اور کراہت
جب ایک چیز پر ایک ہی جہت سے ایک طرح پر وارد ہون تو البتہ ایک دوسرے کی ضد ہین لیکن اگر
کراہت اور جہت سے ہو اور رضا اور جہت سے تب کیا ضد ہے مثلاً اگر کوئی تمھارا دشمن مر جاے
کہ وہ تمھارے کسی دشمن کا بھی دشمن حامی ہو اور اوسکے ہلاک مین ساعی رہتا ہو تو ظاہر ہے کہ تمکو
اوسکا مرنا اسوجہ سے تو برا معلوم ہوگا کہ وہ تمھارے دشمن کی فکر مین لگا رہتا تھا اور اسوجہ سے اچھا
معلوم ہوگا کہ تمھارا ایک دشمن کم ہو گیا اسیطرح معصیت کی بھی دو وجہ ہیں ایک اللہ کیطرف کہ اوسکے
فعل اور اختیار اور ارادے سے ہوئی اسوجہ سے تو معصیت پر رضا چاہیے کہ جسکی چیز ہے وہ اپنی چیز مین
جو چاہے سو کرے اور ایک جہت بندے کیطرف ہے کہ اوسکے کسب سے حاصل ہوئی اور اوسکی صفت کہلائی
ہے اور اوسکے لیے اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک مغضوب اور بغیض ہو گیا اسوجہ سے
کہ اوسنے بندے پر اسباب دوری اور جدائی کے مسلط کر دیے ہیں اس نظر سے معصیت بُری و مذموم ہے
اور چونکہ یہ بات بدون مثال کے سمجھ مین نہ آنے کی اسواسطے اسکی مثال کے لیے ہم ایک معشوق
مخلوق مین سے فرض کرتے ہیں کہ اوسنے اپنے عاشقون کے سامنے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہے
کہ اپنے دوستدارون اور بغض والون میں تمیز کرین اور اسکے لیے ایک سچی آزمایش مقرر کرین یعنے
اول فلان عاشق کیطرف قصد کرین اور اوسکو ستاوین اور مارین کہ وہ ہمکو گالیان دینے کو مضطر ہو
پس جب وہ گالیان دینے لگے گا تو ہم اوس سے بغض کرینگے اور اوسکو اپنا دشمن جانینگے پھر جسکو وہ محبوب
جانیگا ہمکو معلوم ہو جاویگا کہ وہ ہمارا دشمن ہے اور جس سے وہ بغض رکھیگا اوسکی محبت و صدق کا
حال معلوم ہو جاویگا پھر اوسنے جیسا کہا تھا ویسا ہی کیا اور اوسکی مراد بھی پوری ہوئی یعنی جسکو ایذا
دی ستایا اوسنے گالیان دین جو بغض کا سبب تھیں اور بغض صحیح ہوگیا جو عداوت کا باعث ہے

اس صورت مین جو شخص اوسکا عاشق صادق اور سچا محبت سے واقف ہو اوسکو چاہیے کہ معشو
یون کہے کہ جان من تم نے جو تدبیر اس شخص کے ایذا کی اور مارنے کی اور نکالنے کی اور بغض و عداوت
کرنے کی کی یہ سب مجکو پسند ہی اور مین اوس سے راضی ہون کیونکہ وہ تیری تجویز و تدبیر و فعل و اراد
اوس شخص نے جو مجکو گالی دی تو اوسکی طرف سے زیادتی ہی کیونکہ اوسکو شایان تھا کہ صبر کرتا اور گالی
مگر چونکہ تیری مراد اوسکی ضرب سے یہی تھی کہ کسیطرح گالی منہ سے نکالے جو سبب غصہ کا ہو تو یہ فعل ا
جہت سے کہ تیری مراد و تدبیر کے موافق ہوا مین اسپر راضی ہون اگر تیری مراد حاصل نہوتی تو تیری ت
نقصان اور مطلوب مین تاخیر ہوتی یہ بات مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی کہ تیری مراد مجکو نہ ملے لیکن اِس
کہ یہ فعل اس شخص کا وصف اور کسب ہے اور اوسکی زیادتی اور گستاخی ہی کہ ایسے خوبصورت کا مقابلہ کیا با
مقتضا تیرے جمال کا یہ تھا کہ مار کو برداشت کرتا اور گالی ندیتا تو البتہ اوسکی زیادتی کو مین برا جانتا ہو
اور تو جو اوسکو گالیون کے باعث دشمن جانتا ہے تو مین اسپر راضی اور اسکو پسند کرتا ہون کیونکہ تیری م
ور تیری موافقت کے باعث مین اوس سے بغض بھی رکھتا ہون اسلیے کہ شرط محبت یہ ہی کہ محبوب ک
یب کا وہ دوستدار اور اوسکے دشمن کا دشمن ہو اور وہ جو تجھسے بغض رکھتا ہی تو اسوجہ سے کہ تو نے اوسپر دواعی
ہن مسلط کیے اور اپنے نفس سے دور کرنیکا ارادہ کیا مین اوسپر راضی ہون مگر اسوجہ سے کہ وہ بغض اوس
فس کا وصف اور کسب و فعل ہی اوسکو برا جانتا ہون غرضکہ ان امور مین سے ہر ایک چیز کو معشوق کیطرف
وب کرنے سے اچھا جانتا ہی اور مجرم کیطرف نسبت کرنے سے برا اور تناقض انہین ہے کہ یون کہے
ی بھی اسی نظر سے ہون کہ تیری مراد ہی اور برا بھی اسی نظر سے جانتا ہون کہ تیرا مقصود ہی اور جب اوسکو
نظر سے مکروہ جانا کہ وہ دوسرے کا کسب اور وصف اور فعل ہی نہ معشوق کی مراد ہونے کی جہت سے تو
ن کیطرح کی خرابی نہین اور ایسا ہو سکتا ہی کہ آدمی ایک چیز کو ایک وجہ سے برا جانے اور دوسری وجہ سے
راضی ہو اسکی نظیرین بیشمار ہین پس اب مطلب اصلی پر رجوع کرنا چاہیے کہ جب خداے تعالی نے بندے پر
شہوت کے مسلط کر دیے یہان تک کہ وہ معصیت سے محبت کرنے لگا اور محبت کے مارے
عصیت ہوا تو یہ ایسا ہی ہی جیسا مثال مذکورۂ بالا مین معشوق نے اپنے عاشق کو اتنا مارا کہ مارے
اوسکو غصہ آیا اور غصہ کے باعث گالیان دین - اور خداے تعالی جو اپنی نافرمانی کرنے والے
ہی تو گو اوسکی خطا خداے تعالی کی ہی تدبیر سے ہوتی ہی مگر وہ ایسی ہی جیسے معشوق انکو گالی دینے والے
سے ہر چند گالیان اوسنے معشوق کی تدبیر سے دی تھین نہ وہ ایسے اسباب اختیار کرتا نہ وہ بیچارہ
تیا - اور اللہ تعالی جو ہر ایک اپنے بندے کے ساتھ یہی کرتا ہی یعنی دواعی معصیت کو اوسپر

فساد کر دیتا ہو اس سے صاف ظاہر ہو کہ اسکی مشیت اُن مناسبت کے ہو کہ ہلاک کرنے اور اوسپر سختی کرنے
کے لیے پیدا ہوچکی ہو پس ہو سکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اوسپر واجب ہو کہ جس سے خدا تعالیٰ
بغض رکھے اوس سے وہ بھی بغض رکھے اور جسپر وہ غصہ ہوا اسپر وہ بھی غصہ ہو اور جسکو وہ اپنی درگاہ سے
دور کر دے اوس سے وہ مدد محبت بھی عداوت کرے گو وہ مجرم خدا تعالیٰ کی قدرت اور قہر سے مجبور
اور دشمن پرستی ہوا ہو لیکن چونکہ بھی ہوں اور مردود درگاہ تو ہو اسواسطے چاہیے اوس حجاب مالی کے
سبب ہیں او اُس کی اللہ اور وں اُن کا مبغوض و ممقوت ہو ا سر ہو تاکہ محبوب کی موافقت اپنی حالت
کہ جس او سے اپنا غضب ظاہر کیا اور درگاہ سے دور کر دیا اوسپر عاشق بھی اپنا غضب ظاہر کرے - اور
اس تقریر سے جتنی روایتیں کہ احیا کی ہیں اُنمیں بغض فی اللہ اور حب فی اللہ اور کافروں پر سختی کرنی
اور اون سے کنارہ اور ناراضی کے باب میں تاکید کا ذکر ہے او جو قضاء اللہ پر راضی ہونے کی درست
ہو جاتے ہیں یعنی اون میں رضا سے یہی مقصود ہو کہ رضا اس اعتبار سے کہ وہ افعال منسوب الی اللہ تعالیٰ
کیطرف ہیں اور یہ سب باتیں استعداد تقدیر کے معاملے سے جاتی ہیں جسکے افشا کی اجازت نہیں اور
وہ یہ ہو کہ خیر و شر دونوں داخل مشیت اور ارادہ ہیں مگر شر مراد اور مکروہ ہو اور خیر مطلوب اور مرضی یعنی
پس یہ جو سمجھنا ہو کہ شر خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں وہ جاہل ہے اسیطرح جو یہ کہے کہ خیر و شر
دونوں خدا تعالیٰ کیطرف سے ہیں اور انمیں کچھ فرق رضا اور کراہت کا نہیں وہ بھی قصور وار ہے
اور اوسکو مسئلہ شر و بیان کرنے کی اجازت نہیں لہذا اوس سے سکوت اولیٰ ہو اور یہی مناسب ہے
کہ جسطرح شریعت حکم دے ویسی طریق اختیار کرنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
اَلسِّرُّ سِرُّ اللّٰهِ فَلَا تُفْشُوْهُ اس سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ علم مکاشفہ سے متعلق ہے اور یہاں ہمکو مقصود یہ تھا
کہ بیان کریں کہ قضاء اللہ پر راضی ہونا اور گناہوں کو برا سمجھنا او جو بیکہ وہ بھی قضاء اللہ ہی سے ہیں
ایک ساتھ ممکن ہو چنانچہ اسکا بیان بخوبی کر دیا اور ظاہر ہوا کہ رضا اور کراہت کا جمع ہونا ممکن ہے
سر تقدیر کے افشا کی بھی ضرورت نہوئی - اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں سے بچنے او اونکی
مغفرت اور عفو کے لیے دعا مانگنی یا اور اسباب خود ہیں میسر ہوا اونکی درخواست کرنی قضاء اللہ
رضا کے خلاف نہیں اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دعا کو بندوں کے لیے عبادت مقرر فرمایا ہو تو اسیلیے ہو
کہ دعا کے باعث اوسنے ذکر صاف نکلے اور دل میں مسکنت پیدا ہو اور رقت اور تضرع آوے جسکا باعث
دل کی جلا ہو اور موجب کشف او سبب پے در پے لطف کی افزونی کا ہو جیسے آبخورہ کا اوٹھانا
اور پانی پینا رضا بالقضاء اللہ کے خلاف نہیں اسلیے کہ پانی کا ڈھونڈھنا اور پینا پیاس دور کرنے کے لیے

خواہ دوسرے سبب کا مباشر ہونا جسکو مسبب الاسباب نے کسی دوسری چیز کے لیے بنایا ہی رضا کے
خلاف نہین اسیطرح دعا بھی ایک سبب ہی جسکو خدای تعالی نے مفتاح اور موجب جلای قلب وغیرہ کا بنایا
اور اوسکے لیے امر فرمایا پس دعا کرنا کیسے رضا کے خلاف ہوگا اور ہم پہلے لکھ آئے ہین کہ اسباب پر
موافق عادت الٰہی کے تمسک کرنا مخالف توکل کے نہین چنانچہ اسکا بیان مشرح باب التوکل مین لکھ چکے
اسیطرح رضا کے بھی مخالف نہین کیونکہ رضا ایک مقام متصل توکل کے ہی - ہان معصیت کا ظاہر کرنا
شکایت کے طور پر اور دل مین اوسکو خدای تعالی کیطرف سے برا جاننا رضا کے خلاف ہی مگر بلا کا ظاہر کرنا
شکر کے طور پر اور قدرت الٰہی کے منکشف ہونے کے طور پر خلاف نہین - بعض اکابر فرماتے ہین کہ قضا
کی خوبی مین داخل ہی کہ شکایت کے طور پر گرمیون مین یون کہے کہ یہ دن بہت گرم ہی مگر جاڑون مین کہنا
داخل شکر ہی اور شکایت بہر حال رضا کے خلاف ہی - خدا کو برا کہنا اور عیب کا لنا بھی رضا کے خلاف
صورت کسی چیز کی مذمت اوسکے بنانے والے کی ہوتی ہے اور ظاہر ہی کہ سب چیزین اوسیکی بنائی ہوئی
اگر کوئی یون کہے کہ فقیری بلا و محنت ہی اور عیال رنج و مشقت اور پیشہ وری اندوہ و کلفت تو یہ
بھی رضا مین خلل انداز ہی بلکہ چاہیے کہ تدبیر و مملکت کو مدبر اور مالک کے سپرد کر دے اور وہ قول کہے
حضرت عمر رضہ فرمایا کرتے تھے کہ مین نہین پروا کرتا خواہ فقیر ہو جاؤن یا توانگر اسواسطے کہ مین
نہین جانتا کہ ان دونون مین سے میرے حق مین کون شی بہتر ہی

بیان اس باب مین کہ اون شہرون سے بھاگنا جہان گناہون کا ظہور ہوا اور گناہون کی مذمت کرنی
رضا مین خلل انداز نہین - واضح ہو کہ کم فہم آدمی بھی یہ خیال کرتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
طاعون والے شہر سے نکلنے کو منع فرمایا ہی تو آپ کا منع فرمانا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ جس شہر مین
گناہ ظاہر ہوتے ہون وہان سے بھی نکلنا نہ چاہیے اسواسطے کہ دونون صورت مین قضا و قدر سے
بھاگنا لازم آتا ہے اور یہ بات نہین ہی بلکہ نہی کی علت بعد ظہور طاعون کے یہ ہی کہ اگر یہ باب مفتوح ہو
تو سب لوگ تو شہر سے چلے جاوین اور بیمار آدمی رہ جاوین کوئی اونکا خبر گیران نہو لاغری و مرض سے
مر جاوین اور اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو مشابہت صف قتال سے بھاگنے کے
دی تھی اور اگر یہ بھی اسی جہت سے ہوتی کہ قضا سے بھاگنے کی صورت ہی تو جو شخص شہر وبا کے
پاس پہونچ جاتا ہی اوسکو وہان سے پھر جانے کی کیون اجازت دیتے اور اسکا حال ہمنے باب توکل مین
لکھا ہی اور جب علت نہی کی معلوم ہو گئی تو ظاہر ہوا کہ جن شہرون مین ظہور گناہون کا ہو وہان سے بھاگنا
قضا سے بھاگنے مین داخل نہین بلکہ جس چیز سے بھاگنا ضروری ہی اوس سے بھاگنا بھی داخل حکم الٰہی ہی - اسیطرح



اون مواضع کی مذمت جو گناہوں پر برانگیختہ کرین اور اون اسباب کی برائی جو موجب معصیت ہون
لوگون کے علیحدہ کرنے کے واسطے بیان کرین مذموم ہین سلف کے صلحا اکثر اس بات کے عادی
رہے ہین یہانتک کہ ایک جماعت نے بغداد کی برائی پر اتفاق کیا تھا اور سب ظاہر کرتے تھے
اور اوس سے بھاگنے کی تلاش مین رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن مبارک رح فرماتے تھے کہ مین نے مشرق اور
مغرب مین پھرا کوئی شہر بغداد سے زیادہ برا مین نے نہ دیکھا لوگون نے پوچھا کہ وہ شہر کیسا ہے آپ نے فرمایا
کہ اوسمین خدای تعالی کی نعمت کی حقارت ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی کو ادنی بات سمجھتے ہین اور جب
آپ خراسان مین تشریف لائے تو لوگون نے بغداد کا حال آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے اوسمین
صرف تین قسم کے لوگ دیکھے یا سپاہی غضبناک یا سوداگر حسرت جو یا قاری حیرت زدہ - اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ یہ قول اوسکا غیبت تھا اسلیے کہ آپ نے کسی شخص معین کا تو نام لیا ہی نہیں کہ اوسکو اس سے
ضرر ہو نہ کسی بغدادی کو ہدف بنایا بلکہ آپ کا قصد اس بیان سے لوگون کا ڈرانا تھا اور جب آپ مکہ
تشریف لیجاتے تو بغداد مین اسقدر ٹھہرتے کہ قافلہ سولہ روز مین تیار ہو جاتا آپ سولہ روز کے ٹھہرنے کے
عوض مین سولہ دینار خیرات کر دیتے دن پیچھے ایک دینار پڑجاتا - اور بعض لوگ عراق کو برا کہتے تھے مثلاً
حضرت عمر بن عبد العزیز اور حضرت کعب احبار رض عراق کو برا کہا کرتے تھے - اور حضرت ابن عمر رض نے
اپنے ایک غلام سے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ عراق مین آپ نے فرمایا کہ تیرا اوہان
کیا کام ہے مین نے یون سنا ہے کہ جو شخص عراق مین رہتا ہے اوسکے پیچھے اللہ تعالی کوئی بلا لگا دیتا ہے
اور حضرت کعب احبار رض نے ایک روز عراق کا ذکر فرمایا تو کہا کہ اوسمین دس حصون مین سے نو حصہ برائی
ہے اور اوسمین درد لاعلاج ہے اور یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہے کہ خیر کے دس حصہ ہوے اوسمین سے نو حصہ
شام مین ہین اور ایک حصہ عراق مین اور شر کے دس حصون مین سے نو حصے عراق مین ہین اور ایک
حصہ شام مین اور بعض محدثین کہتے ہین کہ ہم ایک روز فضیل بن عیاض رح کی خدمت مین تھے اتنے مین
ایک صوفی عبا پہنے آیا آپ نے اوسکو اپنے برابر بٹھلایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تمہارا مکان کہان ہے
اوسنے کہا کہ بغداد مین آپ نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس لوگ لباس تو راہبون کا سا
پہنکر آتے ہین اور جب ہم اونسے پوچھتے ہین کہ کہان رہتے ہو تو کہتے ہین کہ ظالمون کے گھونسلے مین
رہتے ہین - اور حضرت بشر بن الحارث رح فرمایا کرتے کہ بغداد مین جو عابد ہوا چاہیے وہ ایسا ہے کہ پاخانہ
مین عابد بنے - اور فرماتے کہ مین جو یہان مقیم ہون میری اقتدا یہان کے رہنے مین مت کرو جسکا دل
باہر جانے کو ہو چلا جاوے اور حضرت احمد بن حنبل رح فرمایا کرتے کہ اگر ان بال بچون کا تعلق ہمسے ہوتا

تو ہم تو اس شہر مین نہ رہتے لوگون نے پوچھا کہ پھر کہان رہتے آپ نے فرمایا کہ پہاڑ کی گھاٹیون مین جا رہتے
اور کسی بزرگ سے جو حال بغداد کے باشندون کا پوچھا تو اونھون نے فرمایا کہ وہان کا زاہد بیکار [illegible]
اور شریر بھی بیکار شریر ہے پس ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایسے شہر مین پھنس جاوے جہین معاصی کی
کثرت اور خیر کی قلت ہو تو اوسکو وہان ٹھہرنے کا کچھ عذر نہ چاہیے بلکہ وہان سے ہجرت کرنی چاہیے اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا پس اگر ہجرت کا مانع اوسکو عیال وغیرہ ہو تو وہان کے
رہنے پر راضی نہونا چاہیے نہ اطمینان قلبی اوس جگہ کیطرف کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ سر بر شتہ خاطر ہوکر یہ دعا مانگتا رہے
رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ظلم جب کثرت سے ہوتا ہے
تو مصیبت آتی ہے اور سب کو تباہ کر دیتی ہے گیہون کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے مطیع لوگ بھی مارے پڑتے ہیں
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً غرضکہ کسی چیز مین اسباب
نقص دین سے رضا مطلق نہین مگر صرف اس جہت سے کہ وہ منسوب بفعل الٰہی ہے اور خود اونسے رضا کی
کسی حال مین کوئی وجہ نہین — اور اگر تین شخص تین مقام کے ہون یعنی ایک تو اس درجے کا ہو کہ موت کو
شوق دیدار الٰہی کیواسطے محبوب جانتا ہو اور دوسرا زندگی کو اپنے مولیٰ کی خدمت کے لیے اچھا سمجھتا ہو
اور تیسرا کہتا ہو کہ مین کچھ پسند نہین کرتا جو کچھ خدای تعالیٰ میرے حق مین پسند کرے مین اوسی پر راضی ہون
تو علما کو اختلاف ہے کہ ان تینون شخصون مین سے افضل کون ہے اور یہ مسئلہ کسی عارف سے جو پوچھا گیا تو
اونھون نے فرمایا کہ رضا والا شخص افضل ہے اسلیے کہ اون سب مین سے فضول مین کمتر وہی ہے — اور ایک روز
وہیب بن الورد اور سفیان ثوری اور یوسف بن اسباط اکٹھے ہوئے حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ
آج سے پہلے مجکو اچانک موت بری معلوم ہوتی تھی مگر آج مین چاہتا ہون کہ مر جاؤن حضرت یوسف بن اسباط
نے اونسے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ مین فتنے سے ڈرتا ہون اونھون نے کہا کہ مجھے تو زیادہ
جینا برا نہین معلوم ہوتا حضرت سفیان رح نے پوچھا کہ کیون اونھون نے فرمایا کہ اس توقع سے کہ شاید
کسی روز ایسا ملجاوے جسمین مجکو توبہ نصیب ہو اور کوئی نیک عمل کرون پھر حضرت وہیب سے پوچھا
آپ کیا کہتے ہین اونھون نے فرمایا کہ مین تو کچھ پسند نہین کرتا جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہو وہی
محبوب ہے خواہ زندہ رکھے یا وفات دے حضرت سفیان ثوری رح نے اونکی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ [illegible]

عنوان بیان عاشقون کی کچھ حکایات اور اونکے اقوال و مکاشفات کے ذکر مین

عارفین سے کسی نے پوچھا کہ تم محب ہو اونھون نے کہا کہ مین محب نہین ہون بلکہ محبوب ہون [illegible]
تو مشقت زدہ ہوتا ہے اور اونھین سے کسی نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہین کہ تم سات مین سے ایک ہو



اونھوں نے کہا کہ مین پورا ساتھ ہوں اور یہ بزرگ فرمایا کرتے کہ جب تم نے مجکو دیکھ لیا تو چالیس
ابدال کو دیکھ لیا لوگوں نے کہا کہ آپ تو ایک ہی ہین یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کا دیکھنا چالیس کے
دیکھنے کے برابر ہو اونھوں نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ مین نے چالیس ابدال کو دیکھا ہے اور ہر ایک ابدال سے
ایک خلق اونکے اخلاق میں سے حاصل کیا ہے۔ اور اون سے کسی نے سوال کیا کہ ہمنے سنا ہے کہ آپ خضر
علیہ السلام سے ملاقات کیا کرتے ہین آپ نے تبسم کیا اور کہا کہ جو شخص خضر علیہ السلام کو دیکھے اوس سے
تعجب کیا ہے بلکہ تعجب ایسے شخص سے ہے کہ خضر اوسکو دیکھنا چاہین اور وہ غیب جاوے۔ اور حضرت
خضر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اونھوں نے فرمایا کہ جب کسی دن میرے دل میں یہ خطرہ
ہوا ہے کہ اب کوئی اللہ کا ولی ایسا نہین ہے جسکو مین نہ جانتا ہون اوسی روز مجکو ایسا ولی ملا ہے کہ
پہلے سے مین اوسکو نہ جانتا تھا۔ اور حضرت ابو یزید بسطامی رح سے ایکبار کسی نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا
مشاہدہ جو آپ کو ہوتا ہے اوسکا حال ہمسے ارشاد فرمائیے آپ نے چیخ ماری اور فرمایا کہ تمھاری شان کے
شایاں نہیں کہ تم اوسکو جانو لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ کے باب مین جو سخت سے سخت مجاہدہ
آپ نے اپنے نفس پر کیا ہو وہ کہہ دیجیے آپ نے فرمایا کہ تمکو اوس سے واقف کرنا بھی جائز نہین
اونھوں نے عرض کیا کہ تو شروع طریقت مین جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمائیے
آپ نے فرمایا کہ ہاں اسطرح سے کہ مین نے اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کیطرف بلایا اوسنے سرکشی کی مین نے
اوسکو قسم دیدی کہ ایک برس تک پانی نہ پیویگا نہ خواب کا ذائقہ چکھیگا لیکن نفس نے اوسکو پورا کر دیا۔ اور یحییٰ
بن معاذ رح روایت کرتے ہین کہ مین نے ابو یزید رح کو نماز عشا کے بعد اونکے بعض مشاہدات مین دیکھا
کہ صبح صادق تک اس صورت سے بیٹھے ہین کہ گھٹنے زمین پر ٹکے پنجوں کے بل تلوے اور ایڑیاں
زمین سے اوٹھالے ٹھوڑی کو سینے سے لگائے دونوں آنکھین کھلی ہوئی ہین ٹکٹکی بندھی تھی جب صبح
قریب ہوئی تو آپ نے ایک بڑا سجدہ کیا پھر بیٹھے اور جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کچھ لوگون نے
تجھ سے مانگا اور تو نے اونکو پانی پر اور ہوا مین چلنا عنایت فرمایا وہ لوگ اسی پر راضی ہوے اور مین
تجھسے اس امر سے پناہ مانگتا ہون اور بعض لوگون نے تجھسے درخواست کی تو نے اونکو زمین کا طے کرنا
مرحمت کیا وہ اوسپر راضی ہوے اور مین اس سے تجھسے پناہ مانگتا ہون اور ایک قوم نے جو تجھ سے
سوال کیا تو تو نے اونکو زمین کے خزانے دیدیے اور وہ خوش ہو گئے مگر مین تجھسے اونسے بھی پناہ
مانگتا ہوں یہان تک کہ کچھ اوپر بیس مقام کرامات اولیا کے آپ نے اپنی دعا مین شمار کیے پھر جو میری
طرف التفات فرمایا اور دیکھا تو فرمایا کہ یحییٰ ہے مین نے عرض کیا کہ خادم حاضر ہے ارشاد فرمایا کہ

تو یہان کب سے ہی مین نے عرض کیا کہ بڑی دیر سے حاضر ہون آپ چپ ہو رہے ہے مین نے عرض کیا کہ مجھسے کچھ بیان فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جو تیرے حال کے مناسب ہے وہ کہتا ہون وہ یہ ہے کہ خدای تعالی نے مجکو فلک اسفل مین داخل کیا اور ملکوت سفلی مین مجکو پھرایا اور زمینون اور تحت الثری کی سیر کرائی پھر فلک علوی مین داخل کیا اور آسمانون مین مجکو پھرایا اور جنت سے لیکر عرش تک جو چیزین آسمانون مین تھین سب مجکو دکھائین پھر مجکو اپنے سامنے کھڑا کر کے ارشاد فرمایا جو کنسی چیزین تو نے دیکھین اونمین سے جو مانگیگا مین تجکو دیدونگا مین نے عرض کیا کہ خداوندا مین نے کوئی چیز ایسی نہین دیکھی جسکو مین اچھا جانتا ہون اور تجھسے اوسکو مانگون فرمایا کہ تو میرا بندہ سچا ہی تو ٹھیک میرے ہی واسطے میری عبادت کرتا ہی مین تیرے ساتھ یہ کرونگا اور یہ کرونگا بہت سی باتین فرمائین یحیی بن معاذ کہتے ہین کہ مجکو اس بات سے ہول آئی اور اوس سے بھر گیا اور تعجب کیا اور عرض کیا کہ حضور آپ نے خدای تعالی سے اوسکی معرفت کا سوال کیون نکیا آپ کو آخر لو اوس شاہنشاہ کا حکم تھا کہ مانگ کیا مانگتا ہی حضرت ابو یزید نے مجھپر ایک چیخ ماری اور فرمایا چپ رہ مجکو اپنے نفس سے خدای تعالی پر غیرت آئی کہ اوسکے سوا اور کوئی اوسکو نہ پہچانے اوسکی معرفت غیر کو مجھے اچھی نہین معلوم ہوتی سچ ہی شعر

باسایہ ترا نمی پسندم	عشق ست و ہزار بدگمانی

اور روایت ہی کہ ابو تراب نخشبی رح کسی مرید پر نازان تھے اوسکو اپنے پاس جگہ دیتے اور اوسکی محبت کرتے اور وہ عبادت مین مشغول رہتا ایک روز اوسکو ابو تراب نے فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کی ملازمت کرلے اوسنے کہا کہ مجکو اونکی حاجت نہین جب اونھون نے بہت اصرار کیا تو مرید کو ایک جوش آگیا اور کہا کہ مین ابو یزید کو کیا کرونگا مین نے خدای تعالی کو دیکھا ہے اوسنے مجکو ابو یزید کے دیکھنے سے بے پروا کر دیا ابو تراب کہتے ہین کہ جب تو میری طبیعت بھی بگڑ گئی اور نفس قابو مین نرہا اور بول اوٹھا کہ خدای تعالی کے دیکھنے پر مغرور ہوتا ہی اگر ابو یزید کو ایکبار دیکھیگا تو خدای تعالی کو ستر بار دیکھنے سے تیرے حق مین زیادہ مفید ہوگا وہ مرید بہت حیران ہوا اوسنے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہی ابو تراب نے کہا کہ تو خدای تعالی کو اپنے پاس دیکھتا ہی تو وہ تیری مقدار کے موافق ظاہر ہوتا ہی اور ابو یزید کو تو خدای کے پاس دیکھیگا کہ اوسکے لیے اوسکی مقدار کے موافق ظہور ہوگا اوسنے اس قول کا بھید معلوم کرلیا کہا کہ مجکو اونکے پاس لیچلو ابو تراب نے یہان ایک بڑا قصہ لکھا ہی اوسکے آخر مین لکھا ہی کہ ہم جاکر ایک ٹیلے پر کھڑے ہوے اس انتظار مین کہ ابو یزید بیشہ سے نکلین کیونکہ وہ ان دنون درندون کے جنگل مین رہا کرتے تھے اسی اثنا مین حضرت ابو یزید ایک پوستین اپنی کمر پر ڈالے نکلے مین نے اوس

جوان سے کہا کہ یہ ہین ابو یزید او نکی طرف دیکھ اوسکا دیکھنا تھا کہ اوسنے پچھاڑ کھائی پھر جو ہم نے
اوسکو ہلایا تو مردہ پایا ہم سب نے ملکر اوسکو دفن کیا اور مین نے حضرت ابو یزید رح سے عرض کیا کہ حضرت
آپکی طرف دیکھنے سے یہ شخص مر گیا آپنے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ تیرا مرید سچا تھا اور اوسکے دل مین ایک
بھید پوشیدہ تھا کہ اوسکا وصف اوسپر منکشف نہین ہوا تھا جب اوسنے مجکو دیکھا تو اوسکے دل کا
بھید کھل گیا اوسکو تاب اوسکی برداشت کی نہوئی اسلیے کہ وہ ضعیف مریدوں کے مقام مین تھا اسی
مارا گیا۔ اور جبکہ زنگی بصرے مین داخل ہوے اور قتل وخون کیا اور مال غارت کیا حضرت سہیل کے
مرید اوسکے پاس جمع ہوے اور آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ خدای تعالی سے دعا کیجیے کہ انکو دفع
کرے آپ چپ ہو رہے پھر فرمایا کہ اس شہر مین اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اگر ظالمون پر
بددعا کرین تو کوئی ظالم زمین کے پردے پر صبح تک زندہ نرہے ایک ہی رات مین سب کا خاتمہ ہو جاوے
مگر وہ بددعا نہین کرتے لوگون نے پوچھا کیون آپنے فرمایا اسوجہ سے کہ جو چیز خدای تعالی کو اچھی نہین معلوم ہوتی اوسکو
وہ بھی اچھی نہین سمجھتے پھر دعا کے قبول ہونے مین چند اتنیا ذکر فرمائین جنکا ذکر نہین کیا جا سکتا
یہان تک کہ یہ بھی کہا کہ اگر وہ اللہ تعالی سے درخواست کرین کہ قیامت برپا کرے تو خدای تعالی
اوسکو بھی قائم کرے۔ اور یہ باتین بذات خود ممکن ہین پس جس شخص کو انمین سے کچھ بھی بہرہ نہو اوسکو
چاہیے کہ اپنی تصدیق اور ایمان سے تو خالی نہو یعنی اسیقدر کی تصدیق کرے کہ ممکن ہین اسلیے کہ
قدرت خدای تعالی کی وسیع اور اوسکا فضل عام اور ملک و ملکوت کے عجائب بہت ہین اور خدای تعالی
کے مقدورات کی کچھ انتہا نہین اور اوسکا فضل جو برگزیدہ بندون پر کرتا ہے اوسکی بھی کچھ حد نہین
اور اسی جہت سے حضرت ابو یزید فرمایا کرتے تھے کہ اگر تجکو حضرت موسی علیہ السلام کی سی مناجات
اور حضرت عیسی علیہ السلام کی سی روحانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی خلت عنایت فرماوے
تو اور اسے زیادہ طلب کر اسلیے کہ اوسکے پاس کچھ کمی نہین ان مراتب سے صدہا گنا زیادہ اوسکے پاس
موجود ہین اگر تو کسی درجے پر مطمئن ہو جاویگا تو اوسی سے تیرا حجاب کر دیگا۔ اور یہ بلا اونھین لوگون کے
لیے ہی جو اونکا سا حال رکھتا ہو اسواسطے کہ وہ بڑے درجے کے لوگ ہین۔ اور بعض عارفین فرماتے ہین
کہ مجکو مکاشفہ مین ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حورین ہوا مین دوڑتی ہین اور اونپر لباس اور زیور سونے
اور چاندی اور جواہر کا چھن چھن بولتا ہے اور اونکے ساتھ ساتھ پھرتا ہے مین نے اونکو ایک نظر دیکھ لیا
اوسکے عوض مین چالیس روز کی سزا مجکو ملی پھر بعد اسکے ایسی حورین نظر آئین کہ پہلی حورون سے
حسن وجمال مین زیادہ تھین اور مجسے کہا گیا کہ انکی طرف دیکھ مین نے اپنی آنکھین بند کر لین اور

اور سجدہ کیا اور عرض کیا کہ الٰہی تجھسے میں تیرے سوا سے پناہ مانگتا ہوں مجکو انکی حاجت نہیں اور
میں تضرع کرتا رہا یہان تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس سے اونکو ہٹا لیا۔ پس مومن کو چاہیے
اسطرح کے مکاشفات کا انکار نکرے اسوجہ سے کہ اپنے آپ کو ویسا کیون نہین ہوتا اور اگر یہی ہوا کہ
کہ ہر کوئی وہی بات مانا کرے جو اوسکے نفس تنگ تاریک میں مشاہدہ ہو جاوے تو راہ ایمان بالکل تنگ
ہو جاویگی۔ یہ حالات اسطرح سے نہین کہ جلد ظاہر ہون بلکہ یہ حالات بعد گھاٹیون کے گذرنے اور بہتا
کثیرہ کے حاصل ہونے کے ظاہر ہوا کرتے ہین اون مقامات مین سے ادنیٰ اخلاص کا کرنا ہے جسمین نفس
اور ملاحظہ خلق کو تمام اعمال ظاہری اور باطنی سے نکال ڈالنا پھر اس امر کو لوگون سے خفیہ رکھنا اور گوشہ
گمنامی مین چھپے رہنا ہیں یہ باتین اون لوگون کی سلوک کے اول درجہ مقامات سے ہین اور یہ باتین
لوگون مین سے بڑے پرہیزگارون مین بھی کمتر موجود ہین اور دل کو کدورات التفات سے پاک کرنیکے
بعد اوسپر نور یقین کا فیض ہوتا ہے اور مبادی حق کے منکشف ہونے لگتے ہین اور بدون تجربہ اور سلوک
طریق کے اسکا انکار کر بیٹھنا ایسا ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ صورت کا منکشف ہونا لوہے مین کہ وہ جلا کیا جاوے
اور آئینہ کی صورت کا کر دیا جاوے ممکن نہین اور اسکے انکار کی وجہ یہی ہو کہ اپنے ہاتھ کے لوہے کو جسپر
زنگ اور میل چڑھا ہوا دیکھتا ہے کہ اسمین تو کوئی صورت بنتی ہی نہین اسلیے اوسنے اوسوقت کہ انکشاف کا
بھی انکار کیا جب اوسکو جلا کرکے جوہر نکالا جاوے مگر اس امر کا انکار نہایت جہل اور گمراہی ہے یہی حکم
اوس شخص کا ہے جو کرامات اولیا کا منکر ہو اسلیے کہ اوسکے پاس اور تو کوئی دلیل نہین بجز اسکے کہ خود
اوس کیفیت سے قاصر ہے اور جسکو اوسنے دیکھا اوسکو قاصر پایا الا یہ حجت انکار قدرت الٰہی نہایت خراب ہے
مکاشفے کی خوشبو وہ شخص سونگھتا ہے جو کچھ بھی مبادی طریقت مین سے چلا ہو اور جب تک دراہ ہی نہین
چلیگا تب تک کیا جانیگا کہ اوس اوس مین کیا کیا ہوتا ہے۔ حضرت بشر سے کسینے پوچھا کہ تم اس مرتبہ پر
کیسے پہونچے آپنے فرمایا کہ مین خدا تعالیٰ سے دعا مانگا کرتا تھا کہ میرا حال خفیہ رکھے کسی پر ظاہر
نکرے۔ اور روایت ہے کہ اونہون نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور درخواست کی کہ آپ میرے لیے
دعا کیجیے حضرت خضر نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمپر اپنی طاعت آسان کرے پھر کہا کہ اور کچھ دعا کیجیے
اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اوس طاعت کو خلق سے پوشیدہ رکھے یا یہ کہ اوس طاعت کو خود تجھسے
خفیہ رکھے کہ تو اوسپر التفات نکرے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ مجکو شوق حضرت خضر کے دیکھنے کا
سخت ہوا مین نے ایکبار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ اونکی زیارت مجکو کرا دے تاکہ میں ادن سے تعلیم کرونگا
جو سب سے زیادہ میرے لیے مہم ہو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور اونکی زیارت مجکو ہوئی

اوسوقت مجکو اور کچھ نسوجھی میں نے یہی کہا کہ اے ابوالعباس آپ مجکو ایسی چیز سکھائیے کہ جب میں
اوسکو پڑھوں تو لوگوں کے دلوں سے محجوب ہو جاؤں اونکے دلوں میں میری کچھ قدر نرہے اور میری
نیکی بھی اور دیانت کو کوئی نجانے اونہوں نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کر اَللّٰهُمَّ اَسْبِلْ عَلَیَّ کَثِیْفَ سِتْرِكَ
وَحُطَّ عَلَیَّ سُرَادِقَاتِ حُجُبِكَ وَاجْعَلْنِیْ فِیْ مَکْنُوْنِ غَیْبِكَ وَاحْجُبْنِیْ عَنْ قُلُوْبِ
خَلْقِكَ پھر آپ غائب ہو گئے میں نے اونکو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا کہ چنانچہ جو دعا اونہوں نے
سکھائی تھی اوسکو ہمیشہ پڑھتا رہتا۔ بیان کرتے ہیں کہ اوس دعا کی تاثیر اوپر اتنی ہوئی کہ ذلت اور
اور بیقدری اسدرجے کو پہنچی کہ ذمی لوگ بھی اونسے تمسخر کیا کرتے اور بیگار میں پکڑ کر اپنا بوجھا انکے
سر پر رکھتے اور چونکہ انکی وقعت کچھ انکی نظروں میں نتھی یہ سب کچھ برداشت کرتے لڑکے اونکا
کھیل بناتے حاصل یہ کہ اوسکے دل کا چین اور روزی حال ذلت اور گمنامی میں تھی یہ حال اولیاء اللہ کا
تھا اونکی تلاش بھی ایسے ہی لوگوں میں چاہیے اور مغالطہ کھانیوالے لوگ اونکو ایسے شخصوں میں
تلاش کرتے ہیں جو پیوندکار گدڑیاں اور چادریں پہنتے ہوں اور علم اور ورع اور دیانت کی راہ سے
خلق میں مشہور ہوں حالانکہ غیرت اللہ جل شانہ کی لیے اولیاء اسی بات کی مقتضی ہے کہ اونکو چھپائے
رکھے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اونکو سوا میرے اور کوئی
نہیں پہچانتا اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِیْ طِمْرَیْنِ لَا یُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ حاصلہ یہ کہ مٹنا معانی کی جو سمجھ سے زیادہ تر دور ہو دلوں کے مقام میں ہیں تو تکبر اور
عجب کرتے ہیں اور اپنے عمل اور علم سے اپنے لیے جو حق پاتے ہیں اور نزدیکتر وہ دل ہیں جو شکستہ
ہیں اور اپنے نفسوں کی ذلت اسقدر سمجھتے ہیں کہ اگر ذلیل و خوار کیے جاویں تو ذلت اونکو معلوم بھی نہو
جیسے غلام ذلت کو معلوم نہیں کرتا جسوقت کہ اوسکا آقا اوسپر اونچا بیٹھتا ہے بس جب کیفیت ہو جائے
کہ ذلت کو معلوم نکرے نہ یہ خبر ہو کہ میرا التفات ذلت کیطرف ہے بلکہ اپنے جی میں اس سے بھی کمتر سمجھے ہو
کہ تمام اقسام ذلت کو اپنے حق میں ذلت سمجھے یعنی اپنے نفس کو سب ذلتوں سے کمتر جانے یہانتک
کہ تواضع بالطبع اوسکی ذات کی صفت ہو جائے تو ایسے دل سے توقع ہے کہ وہ اون خوشبوؤن کے
مبادی کی لپٹ سونگھے پس اگر ہم میں ایسا دل نہو اور ایسی روح سے بھی ہم محروم ہوں تو ہمکو نہیں چاہیے
کہ جو لوگ اسکے اہل ہیں اونکے لیے ان کرامات کے امکان کا ایمان نہ چھوڑیں کیونکہ اگر آدمی خود نہو سکے
کہ خدا تعالی کا ولی ہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اوسکے اولیاء سے محبت رکھتا ہو اور اونپر ایمان ہو شاید
اسی وجہ سے اونکے زمرے میں حشر ہو کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ حدیث مشہور ہے اور مسکنت اور ذلت کے

زیادہ تر مفید ہونے کی یہ دلیل ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام سے مروی ہو کہ آپ نے بنی اسرائیل
پوچھا کہ کھیتی کہان جمتی ہو لوگون نے عرض کیا کہ مٹی مین آپ نے فرمایا کہ تو مین تم سے سچ کہتا
کہ حکمت بھی اوسی دل مین جمتی ہو جو مثل مٹی کے ہو اسی مضمون کو اس مصرع مین ادا کیا ہے مصرع
خاک شو پیش از انکہ خاک شوی ۔ اور اللہ تعالی کی ولایت کے طالبون نے شروط ولایت کی جب
کے لیے نفس کو ذلیل کرنے مین کمال درجے کی فروتنی اور خست پر پہونچا دیا ہے یہان تک کہ بیان
کرتے ہین کہ ابن کرنبی جو حضرت جنید رح کے استاد تھے اونکو ایک شخص نے دعوت کے لیے بلایا جب دروازے
قریب پہونچے تو ہٹا دیا تھوڑی دور جب چلے گئے تو پھر اوس شخص نے بلایا پھر دروازے سے
ہٹا دیا اسیطرح تین بار بلایا اور ہٹایا چوتھی دفعہ اونکو گھر مین لیگیا اور کہا مین نے آپکی تواضع کے
امتحان کے لیے یہ حرکت کی تھی آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنے نفس کو بیس برس سے ذلت پر عادی
کرلیا ہے یہان تک کہ اب بمنزلہ کتے کے ہوگیا ہے کہ اگر ہٹا دو تو ہٹ جاتا ہے اور جب اوسکی طرف
ہڈی پھینکو تو چلا آتا ہے پس تو اگر مجھکو پچاس دفعہ ہٹا دیتا اور بلاتا تو مین پھر چلا آتا ۔ اور بعضون کا حال
کہ فرماتے ہین کہ مین ایک محلہ مین رہتا تھا اور وہان نیک بختی مین انگشت نما ہوا میرا دل اس سے پریشان ہوا
مین حمام مین گیا اور وہان قصداً عمدہ کپڑے کسیکے اوٹھا لیے اور اونکو پہنکر اونکے اوپر اپنی گدڑی پہن لی
اور باہر نکلکر آہستہ آہستہ چلنے لگا لوگون نے مجھکو آپکڑا اور میری گدڑی اوتار کر وہ کپڑے مجھسے لے لیے
اور خوب دھول چپت سے میری خبر لی آیندہ کو مین حمام کا چور مشہور ہوا اب میرا دل مطمئن ہوا
اب تامل کرنا چاہیے کہ یہ لوگ اپنے نفسون سے کیسی ریاضت لیتے تھے تاکہ خدا تعالی اونکو خلق کی
دیکھنے سے چھوڑا دے اور رفتہ رفتہ اپنی نفس کیطرف بھی التفات نرہے سو اسلیے کہ جو شخص اپنے نفس کیطرف التفات کرتا ہے
وہ خدا تعالی سے محجوب رہتا ہے اور اوسکا شغل نفس ہی اوسکے حق مین حجاب ہوتا ہے اسلیے کہ خدا تعالی اور بندون مین کوئی دوری
حجاب یا حائل نہین بلکہ دلون کی دوری یہی ہے کہ وہ غیر اللہ مین یا اپنے نفسون کے ساتھ مشغول ہون اور
سب سے زیادہ حجاب شغل نفس ہے اسلیے منقول ہے کہ ایک خوبصورت شخص عظیم الشان رؤساء بسطام مین سے
کبھی حضرت ابو یزید بسطامی کی مجلس سے جدا نہوتا ایک روز اوسنے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین
تیس برس سے برابر روزہ رکھتا ہون کبھی افطار نہین کرتا اور رات بھر جاگتا ہون کبھی نہین سوتا مگر
باوجود اس ریاضت کے جو علم کہ آپ بیان فرماتے ہین اوسمین سے اپنے دل مین کچھ نہین پاتا حالانکہ مین
اوسکی تصدیق کرتا ہون اور اوس سے محبت رکھتا ہون آپ نے فرمایا کہ اگر تو تین سو برس تک دن کو روزہ
رکھیگا اور راتون کو جاگیگا اوس علم مین سے ایک ذرہ نپاویگا اوسنے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے

آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ تو اپنے نفس کے باعث محجوب ہوا اوسنے عرض کیا کہ پھر اسکا کچھ علاج ہے
آپ نے فرمایا کہ ہاں علاج کیون نہیں اوسنے کہا کہ تو وہ علاج مجکو ارشاد ہو کہ مین کرون آپ نے
فرمایا کہ تو اوس علاج کو قبول نکریگا اوسنے کہا کہ آپ ذکر تو فرمائین کہ مین اوسکو بجا لاؤن آپنے فرمایا
کہ ابھی نائی کے پاس جا اور اپنا سر اور ڈاڑھی منڈوا اور یہ لباس اوتار کر ایک کمل کا تہمد کر اور اپنی
گردن مین ایک جھولی اخروٹون کی ڈال لے اور اپنے گرد لڑکون کو جمع کر اور اونسے کہدے کہ
جو کوئی میرے جھول لگائیگا مین اوسکو ایک اخروٹ دونگا اور اسی صورت سے بازار مین جا اور سب
بازارون مین مجمع کے وقت پھر اور جو شخص تیرے آشنا ہون اونکے پاس بھی اسیطرح جا اوس شخص نے کہا سبحان اللہ
آپ مجکو ایسا ارشاد فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ تیرا سبحان اللہ کہنا شرک ہوا اوسنے پوچھا کہ کسطرح آپنے
فرمایا کہ تو نے اپنے نفس کو بڑا جانکر سبحان اللہ کہا کچھ خدا کی تعظیم کے لیے سبحان اللہ نہین کہا اوسنے
عرض کیا کہ یہ تو مین نہیں کرونگا الا اور کچھ بتائیے تو کرون آپ نے فرمایا کہ سب تدبیرون سے پہلے
یہی کرنا چاہیے اوسنے کہا کہ اسکی تو مجکو طاقت نہیں آپنے فرمایا کہ مین نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تو قبول نہ
کریگا پس یہ تدبیر جو حضرت ابو یزید رح نے بتائی تھی اوس شخص کا علاج ہے جسکو یہ مرض ہو کہ اپنے
نفس کیطرف التفات رکھتا ہو اور لوگونکا التفات اپنی طرف چاہتا ہو اور اس بیماری سے بچنے کی دوا بجز
اس تدبیر کے یا اور اسی قسم کی تدبیر کے اور کچھ نہیں پس جو شخص کہ علاج کی تاب رکھتا ہو اوسکو یہ چاہیے
کہ جو شخص اس مرض مین مبتلا ہوا ہو یا ہوا ہو اور اپنے نفس کا علاج اوسی تدبیر سے کرتا ہو اوسکو کسی
کہ اس سے متامل نہو اسلیے کہ اقل درجہ صحت کا یہ ہے کہ اوسکے امکان ہی کا ایمان رکھتا ہو اور
جسمین اسقدر بھی بات نپائی جائے تو اوسکی خرابی ہے اور یہ امور شریعت مین صاف صاف ظاہر ہیں
اور باوجود ظہور کے اوس کے بپر دشوار ہین جو اپنے نفس کو علماے شرع سے تصور کرتا ہے اور
حدیث شریف مین وارد ہے لَا يَسْتَكْمِلُ الْعَبْدُ الْإِيمَانَ حَتَّى تَكُونَ قِلَّةُ الشَّيْءِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ كَثْرَتِهِ
وَحَتَّى يَكُونَ أَنْ لَا يُعْرَفَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يُعْرَفَ اور فرمایا ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ
اسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ لَا يَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَلَا يُرَائِي بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهِ وَإِذَا عُرِضَ عَلَيْهِ
أَمْرَانِ أَحَدُهُمَا لِلدُّنْيَا وَالْآخَرُ لِلْآخِرَةِ آثَرَ أَمْرَ الْآخِرَةِ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا اور فرمایا
لَا يَكْمُلُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَكُونَ فِيهِ ثَلَاثُ خِصَالٍ إِذَا غَضِبَ لَمْ يُخْرِجْهُ غَضَبُهُ
عَنِ الْحَقِّ وَإِذَا رَضِيَ لَمْ يُدْخِلْهُ رِضَاهُ فِي بَاطِلٍ وَإِذَا قَدَرَ لَمْ يَتَنَاوَلْ مَا لَيْسَ لَهُ
اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ ثَلَاثٌ مَنْ أُوتِيَهُنَّ فَقَدْ أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ آلُ دَاوُدَ الْعَدْلُ

فی الرضی والغضب والقصد فی الغنی والفقر وخشیۃ اللہ فی السر والعلانیۃ تو یہ شرطین
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے لیے ارشاد فرمائی ہین پس اوس شخص سے تعجب ہے
دین کا تو دعوی رکھتا ہو اور اپنے آپ مین ان شرطون مین سے ذرہ بھر بھی نپاتا ہو پھر اپنے علم او
عقل سے بھی بہرہ رکھتا ہو کہ جو بات ایمان کی بعد بڑے بڑے مقامات طی کرنے کے حاصل
ہوا کرتی ہے اوسکا انکار کرے اور اخبار مین وارد ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بعض پیغمبرون کیطرف وحی
بھیجی کہ مین اپنا خلیل اوس شخص کو بنایا کرتا ہون جو میرے ذکر مین سستی اور قصور نکرے اور سوا
میرے اور کوئی اوسکو فکر نہو نہ میرے اوپر کسی چیز کو میری مخلوقات مین سے اختیار کرے اور اگر اوسکو
آگ مین جلاوین تو آگ کی سوزش سے درد نہ معلوم ہوا اور اگر آرون سے چیرین تو اوس سے بھی تکلیف محسوس
نہو۔ پس جس شخص کی محبت اس درجے کو بھی نہ پہونچی ہو اوسکو محبت کے بعد کی کرامات اور مکاشفات
کیسے معلوم ہونگے یہ مکاشفات تو سب بعد محبت کے ہوتے ہین اور محبت کمال ایمان کے بعد ہوتی ہے
اور ایمان کے مقامات اور اوسکے کم و بیش ہونے کے اختلافات کی کچھ شمار نہین اور اسیوجہ سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضہ کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالی نے تمکو اتنا ایمان دیا ہے کہ وہ اون
لوگون کے ایمان کی برابر ہے جو میری امت مین سے مجھپر ایمان لائے ہین اور مجکو جو ایمان دیا ہے وہ سب
اولاد آدم کے ایمان کی برابر ہے جو خدا پر ایمان رکھتے ہین۔ اور ایک دوسری حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی کے
تین سو اخلاق ہین جو شخص توحید کے ساتھ ایک خلق لیکر بھی اوس سے ملیگا وہ داخل جنت ہوگا حضرت
ابو بکر رضہ نے پوچھا کہ یا حضرت مجھہ مین بھی کوئی اون اخلاق مین سے ہے آپ نے فرمایا کہ ای ابو بکر تجھہ مین
سب کے سب ہین اور اون سب مین محبوب اللہ تعالی کے نزدیک سخاوت ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے لٹکائی گئی اوسکے
ایک پلہ مین مجکو رکھا اور ایک پلے مین میری امت کو رکھا میرا پلہ بھاری ہوا اور ابو بکر رضہ کو ایک پلے مین رکھا اور میری امت کو لاکر ایک پلہ مین رکھا
ابو بکر کا پلہ جھکا رہا اور باوجود ان سب امور کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالی کے ساتھ
اسطرحکا استغراق تھا کہ آپ کے دل مین گنجایش خلت کی دوسرے کے ساتھ نتھی اسیواسطے فرمایا
کہ اگر مین لوگون مین سے کسیکو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا مگر مین اللہ تعالے کا خلیل ہون

خاتمہ کچھہ کلمات متفرق متعلقہ محبت کے ذکر مین جنسے فائدہ ہوا کرتا ہے

حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا نام ہے اور اور
لوگ کہتے ہین کہ ہمیشہ ذکر کرنا محبت ہے اور کچھہ یون کہتے ہین کہ محبوب کا سب پر ترجیح دینا محبت ہے



اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ دنیا میں باقی رہنے کو برا جاننا محبت سے ہے اور یہ قول محبت کے ثمرات کی طرف اشارہ کرتا ہے بعض محبت کیسے بیان ہو سکیگا اور کسی بزرگ کا یہ قول ہے کہ محبت وہ بات ہے کہ محبوب کی ہر چیز لوگوں کو معلوم ہے دل نہان سکے ادراک و بیان سے عاجز ہیں اور حضرت جنید و مالک رحمہم اللہ نے یہ محبت حق میں ہے اور فرمایا کہ جو محبت محبوب کے مقابل ہوتی ہے تو جب محض خالی رہتا ہے محبت جاتی رہتی ہے اور حضرت ذوالنون نے فرمایا ہے کہ جو شخص محبت حق کی جاہے ایسے کہد کہ اس بات کو غیر اسکے لیے دلیل ہے اور کسی نے حضرت شبلی سے پوچھا کہ ہمسے عارف و محب کی صفت کہیے آپنے فرمایا کہ عارف اگر بولے تو ہلاک ہو جاوے اور محب اگر چپکا رہے تو ہلاک ہو اور آپنے ایک قطعہ کہا جسکا یہ ترجمہ ہے

قطعہ

اے خداوند رحیم اور کریم — عشق تیرا ہے مرے دل میں مقیم
تو نے کھوئی ہے مری آنکھ سے نیند — مجھپہ جو گذرے ہے تو ہی ہے علیم

اور چند اشعار ایک اور شخص نے اسی باب میں کہے ہیں جنکا ترجمہ یہ ہے **قطعہ**

ہے عجب گر کہے کوئی کہ حبیب آیا یاد — اور اسکو کیا بھول گیا ہوں کہ کہوں یاد آیا
یاد سے تیری میں مرتا ہوں یہ جی اٹھتا ہوں — حسن ظن مجکو نہ ہوتا تو میں کیسے جیتا
آرزوؤن سے مرا جینا ہے اور شوق سے موت — مرتے جینے کا مرے تجھپہ یہ دستور رہا
بادہ عشق سے گو میں نے پیے جام پہ جام — پر نہ وہ ختم ہی جسکی اور نہ میں سیر ہوا
خوب ہو سامنے گر آنکھ کے ہو اوسکا خیال — پھر جو کوتاہی کروں دید میں تو ہوں اندھا

اور حضرت رابعہ عدویہ نے ایک دن فرمایا کہ کوئی ہے جو ہمکو ہمارے حبیب کا پتا بتاوے اونکی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے اوس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ اور ابن علام کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں جب کسی بندے کے سر پر مطلع ہوتا ہوں اور اوسمیں محبت دنیا اور آخرت کی نہیں پاتا تو اوسکو اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں اور اپنی حفاظت سے اوسکا کفیل ہوتا ہوں۔ اور روایت ہے کہ حضرت سمنون رح نے ایک روز محبت کے باب میں گفتگو کی اتنے میں ایک پرندہ آپکے سامنے اوترا اور زمین کو اپنی چونچ سے کریدتا رہا یہان تک کہ اوسمیں سے خون نکلا اور مرگیا۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی تو جانتا ہے کہ تو نے جو اپنی محبت سے مجھپر اکرام کیا ہے اور اپنے ذکر سے مجکو مانوس کیا ہے اور اپنی عظمت کی فکر کے لیے مجکو مخصوص کر دیا تو اسکے مقابل جنت میرے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی نہیں۔ اور حضرت سری رح فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالی سے محبت کرتا ہے وہ عیش کرتا ہے اور جو دنیا کی طرف رغبت کرتا ہے وہ خفیف ہوتا ہے اور احمق وہ ہے جو صبح اور شام نکمی چیز میں سعی کرتا ہے اور عاقل آدمی اپنے عیوب کا متلاشی رہتا ہے۔ اور حضرت رابعہ رح سے کسینے پوچھا کہ آپکو رسول مقبول

صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہی اونھون نے فرمایا کہ مجکو محبت تو آپ کے ساتھ بہت ہے مگر
خدای تعالی کی محبت نے مجکو مخلوق کی محبت سے روک رکھا ہے۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام سے
کسینے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ خدای تعالی سے راضی ہونا اوراوسکی محبت کرنا
اور حضرت ابویزید فرماتے ہین کہ محب دنیا کی محبت کرتا ہی نہ آخرت کی بلکہ اپنے مولا سے مولا ہی کو
چاہتا ہے۔ اور حضرت شبلی رح کا قول ہی کہ محبت لذت مین مدہوشی اور تعظیم مین حیرت کا نام ہے اور
بعضون نے کہا ہی کہ محبت اسکا نام ہی کہ اپنی آپ سے نشان مٹادے یہان تک کہ کوئی چیز ایسی باقی نرہے جو
تا محب سے اوسکی طرف راجع ہو۔ اور بعضے کہتے ہین کہ محبت یہ ہی کہ محبوب سے دلخوشی اور بشارت کے
ساتھ نزدیک ہو۔ اور خواص رح فرماتے ہین کہ محبت ارادونکا مٹانا اور سب صفات وحاجات کا جلادینا ہے
اور حضرت سہل سے جو محبت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ محبت یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے کسی اپنے بندہ کے
دل کی مراد سمجھ لی تو اوسکو اپنے مشاہدے کے لیے پھیر دیا اور بعضون نے کہا ہی کہ محب کا معاملہ
چار مقامون پر ہوتا ہی اول محبت دوم ہیبت سوم حیا چہارم تعظیم اور ان چارون مین سے افضل تعظیم اور
محبت ہین اسلیے کہ یہہ دونون اہل جنت کے ساتھ جنت مین باقی رہتے ہین اور اونکے سوا اور چیزین
اونسے علیحدہ ہوجاتی ہین۔ اور ہرم بن حبان رح کہتے ہین کہ مومن جب اپنے رب کو پہچانتا ہے تو
اوس سے محبت کرتا ہی اور جب اوس سے محبت کرتا ہی تو اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب توجہ کا
مزا پاتا ہے تو دنیا کی طرف نظر خواہش سے نہین دیکھتا نہ آخرت کیطرف نظر کاہلی سے دیکھے اور وہ اپنے
جسم سے تو دنیا مین رہتا ہے اور روح سے آخرت مین۔ اور عبد اللہ بن محمد رح کہتے ہین کہ مین نے
ایک عابد عورت کو دیکھا کہ رورہی کہہ رہی تھی اور آنسو چہرے پر بہا رہی تھی بخدا کہ مین خدای تعالی
کے شوق مین اور اوسکی ملاقات کے اشتیاق مین زندگی سے تنگ آگئی ہون یہان تک کہ اگر موت
بکتی ہوتی تو مین اوسکو خرید لیتی راوی کہتے ہین کہ مین نے اوس سے پوچھا کہ تجکو اپنے عمل پر اطمینان ہی
اوسنے کہا کہ اطمینان تو نہین مگر مین اوس سے محبت رکھتی ہون اور اوسپر مجکو حسن ظن ہے تو کیا
تمکو یہ خیال ہی کہ باوجود محبت کے وہ مجکو عذاب دیگا۔ اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر
وحی بھیجی کہ جو لوگ مجھسے روگردان ہین اگر اونکو معلوم ہوجاوے کہ مین اونکا کیسا منتظر رہتا ہون
اور اونکی ساتھ نرمی برتتا ہون اور اونکے گناہ چھوڑنے کا مشتاق ہون تو اونکو میری طرف اتنا
شوق ہو کہ اوسمین مرجاوین اور میری محبت سے اونکے جوڑ بند جدا جدا ہوجاوین ای داؤد میری خواہش
جب روگردانون کے باب مین یہ ہے تو جو لوگ میری طرف متوجہ ہین اونکے باب مین

قیاس کرنا چاہیے کہ کیسی ہوگی اے داؤد سب سے زیادہ محتاج میری طرف بندہ اوس حال میں ہوتا ہے
جب مجھسے بے پروا ہوجاتا ہے اور زیادہ تر رحیم اپنے بندے پر میں جب ہوتا ہوں جب مجھسے روگردان
ہوجاتا ہے اور زیادہ تر بزرگی میرے بندے کو اوسوقت ہوتی ہو جب وہ میری طرف رجوع کرتا ہو
اور ابو خالد صفار کہتے ہیں کہ ایک نبی انبیا میں سے کسی عابد سے ملے اور فرمایا کہ اے گروہ عابدان
تم جس بات پر عمل کرتے ہو ہم اوس پر نہین کرتے تم تو خوف ورجا پر عمل کرتے ہو اور ہم محبت وشوق پر
اور حضرت شبلی رح کہتے ہین کہ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داؤد میرا ذکر
ذاکرون کے واسطے ہے اور جنت اطاعت کرنیوالون کے لیے اور دیدار مشتاقون کے لیے اور مین
خود اپنے محبون کے لیے ہون ۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ جو شخص کسی حبیب سے محبت
کرتا ہے اوسکے قول کو سچا جانتا ہے اور جو شخص اپنے حبیب سے مانوس ہوتا ہو اوسکے فعل سے راضی ہوتا ہو
اور جو اوسکی طرف مشتاق ہوتا ہے تو اپنا راستہ جلد جلد چلتا ہے ۔ اور خواص رح اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے
اور کہتے کہ ہای شوق اوسکا جو مجکو دیکھتا ہے اور مین اوسکو نہین دیکھتا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین
کہ حضرت یونس علیہ السلام اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے اور اتنا کھڑے رہے کہ کبڑے ہوگئے اور
نماز اتنی پڑھی کہ طاقت حرکت کی نرہی اور فرمایا کہ قسم ہے تیری عزت وجلال کی اگر مجھمین اور تیرے
درمیان میں کوئی آگ کا سمندر ہوتا تو مجکو تیرا اتنا شوق ہے کہ مین اوسمین بھی گھس جاتا ۔ اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا طریق پوچھا آپ نے فرمایا
کہ معرفت میرا راس المال ہے اور عقل میرے دین کی اصل ہے اور محبت میری بنا ہے اور شوق میری
سواری اور ذکر خدا میرا انیس اور اعتماد میرا خزانہ اور حزن میرا رفیق اور علم میرا ہتیار اور صبر میری چادر
اور رضا میری غنیمت اور عاجزی میرا فخر اور زہد میرا پیشہ اور یقین میری قوت اور صدق میرا سفارشی
اور طاعت میرا حبیب اور جہاد میرا خلق ہے اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز مین ہے ۔ اور حضرت ذوالنون
نے فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جسنے ارواح کو لشکر کے لشکر بنائے پس عارفین کی روحین تو جلالی
اور قدسی ہین اسیواسطے اللہ تعالی کیطرف وہ لوگ مشتاق ہوئے اور مومنون کی روحین روحانی ہین
اسی جہت سے جنت کے مشتاق ہوئے اور غافلون کی روحین ہوائی ہین وہ بہین وجہ دنیا کے
راغب ہوئے ۔ اور بعض مشائخ سے مروی ہے کہ اونھون نے ایک شخص گندم گون لاغرتن کو جبل لگام
مین دیکھا کہ ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا ؎

ترے شوق والفت نے مارا ہے حال | کیسا کیا مجھے اور کیا ہے یہ حال

اور کہتے ہین کہ شوق ایک آتش الٰہی ہے جسکو خدای تعالی اپنے اولیاکے دل مین روشن کرتا ہی یہانتک کہ اوسکے باعث تمام اونکے دل کی چیزین مثل خواطر اور ارادات اور عوارض و حاجات کی سب جل جاتی ہین

اب اس باب کو اسیقدر پر تمام کیا جاتا ہی

ساتوان باب نیت اور اخلاص اور صدق کے بیان مین

رباعی

نیت پہ شریعت مین سے ہے موقوف عمل
اخلاص نہوا وسمین تو ہے وہ مختل
نیت کی درستی بھی ہو اور ہو اخلاص
سب بے صدق مگر نہو کبھی عقدہ حل

واضح ہو کہ اہل دل کو ایمان کی بصیرت اور نور قرآن سے یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ بدون علم و عمل کے شرف سعادت حاصل نہین ہوسکتا اسلیے کہ آدمی سب تباہ کار ہین بجز علم والون کے اور عالم بھی سب ہلاک ہین بجز عاملون کے اور عامل بھی سب ایسیہی ہین سوای خلاص والون کے اور اخلاص والے بڑے خطرے مین ہین غرضکہ عمل بدون نیت کے بڑی مشقت ہی اور نیت بدون اخلاص کے ریا اور مثل نفاق اور معصیت کے ہی اور اخلاص بدون صدق اور تحقیق کے ایک دھوکا سا ہی چنانچہ خدای تعالی اوس عمل کا حال جسمین ارادہ غیر اللہ کا مخلوط ہو اسطرح ارشاد فرماتا ہے وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا اور ہمکو معلوم نہین کہ جو شخص نیت کی حقیقت کو نہ پہچانتا ہو وہ اوسکو درست کیسے کریگا یا جو حقیقت اخلاص سے ناواقف ہو وہ کیسے اخلاص بجا لاویگا اور جب صدق کے معنی نجانتا ہو تو اپنے نفس سے صدق کا مطالبہ کیسے کریگا۔ اسلیے جو بندہ کہ عبادت الٰہی کیا چاہے اوسپر اول یہ ضروری ہی کہ نیت کو سیکھے تا کہ اوسکی شناسائی ہو پھر حقیقت صدق و اخلاص کی سمجھکر نیت کو عمل سے صحیح کرے کہ صدق و اخلاص ہی سبب بندہ کی نجات اور خلاص کا ہین اسلیے ہم اس باب کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین ہر ایک فصل مین ان تینون چیزون مین سے ایک ایک کو بیان

فصل اول نیت کی فضیلت و حقیقت وغیرہ کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان نیت کی فضیلت مین - اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ اس آیت مین ارادے سے مراد نیت ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَىٰ فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میری امت کے اکثر شہید بستر پر مرنے والے ہونگے اور بہت سے

قبیل وصعدن کے درمیان مین جدا جائے اوکی نیت کیا تھی اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اس آیت مین نیت کو توفیق کا سبب فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی تمھاری صورتوں کو اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو
اور اعمال کو دیکھتا ہے اور دلوں کے دیکھنے کی وجہ یہی ہے کہ نیت کا محل ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ
بندہ اعمال حسنہ کیا کرتا ہے اور اونکو فرشتے مہری صحیفون مین لیکر اوپر چڑھتے ہین اور خدای تعالی
کے سامنے جا رکھتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اس صحیفے کو ڈالدو اسلیے کہ جو کچھ اسمین ہے اسکے عامل نے
اوس سے میری نیت نہیں کی پھر فرشتون کو امر فرماتا ہے کہ اس شخص کیواسطے یہ لکھ لو اور یہ لکھ لو
وہ عرض کرتے ہین کہ الٰہی اوسنے تو اسمین سے کوئی کام کیا نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اوسنے اون کاموں کی
نیت کی تھی اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی چار طرح کے ہیں ایک
وہ ہے جسکو خدای تعالی نے علم اور مال دیا ہو اور وہ اپنے علم کے موافق اپنے مال مین کام کرتا ہو تو دوسرا
شخص یون کہتا ہو کہ اگر مجکو اللہ تعالی ایسا ہی دے جیسا اس شخص کو دیا ہے تو مین بھی ایسا ہی کام کرونگا
جیسا وہ کرتا ہے تو یہ دونوں ثواب میں برابر ہین اور تیسرا وہ شخص ہے کہ اوسکو خدای تعالی نے مال دیا ہو
اور علم نہ دیا ہو اور وہ اپنی جہل کے باعث مال کو واہیات مین اڑاتا ہو اور کوئی شخص یون کہے کہ
اگر اللہ تعالی مجکو مال دے تو مین بھی ایسا ہی کروں جیسا یہ کرتا ہے تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہین
پس دیکھنا چاہیے کہ صرف نیت کے باعث عمل کی خوبیوں اور برائیوں مین آپ نے شریک فرمایا۔ اور
اسیطرح حدیث انس بن مالک مین مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک مین نکلے تو
فرمایا کہ مدینہ مین کچھ لوگ ایسے ہین کہ جو کچھ ہم بیاباں کرتے ہیں یعنی جنگل طے کرتے ہین یا ایسی جگہ کو
پامال کرتے ہیں جو کافروں کو غصہ دلائے یا کچھ خرچ کرتے ہین یا بھوکے ہوتے ہیں وہ ان سب میں
ہمارے ثواب کے شریک ہیں حالانکہ وہ مدینے مین ہیں لوگون نے عرض کیا کہ کسطرح ہے وہ تو ہمارے
ساتھ نہیں آپ نے فرمایا کہ اونکو عذر نے روکدیا ہے پس حسن نیت کے باعث شریک ہوگئے اور حضرت
ابن مسعود رضی کی حدیث مین ہے کہ مَنْ هَاجَرَ یَبْتَغِیْ شَیْئًا فَهُوَ لَهٗ چنانچہ ایک شخص نے ہجرت کی اور ہم مین
سے ایک عورت سے نکاح کیا اوسکا نام مہاجر ام قیس ہوگیا۔ اور اسیطرح ایک اور حدیث مین ہے کہ
ایک شخص خدا کی راہ مین مارا گیا اور اوسکا نام قتیل حمار ہوا اس جہت سے کہ وہ ایک شخص سے اسواسطے لڑا
کہ اوسکا مال اور گدھا لیوے اسی پر مارا گیا اور اپنی نیت کیطرف منسوب ہوا۔ اور عبادہ رضی کی حدیث
مین یون مروی ہے مَنْ غَزَا وَهُوَ لَا یَنْوِیْ اِلَّا عِقَالًا فَلَهٗ مَا نَوٰی اور حضرت ابی فرماتے ہین

کہ مین نے ایک شخص سے مدد چاہی کہ غزوہ مین میرے ساتھ ہو اوسنے کہا کہ میری لیے کچھہ اجرت مقرر کرد
تو ساتھہ دون مین نے ویساہی کیا اور اس ماجرا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا
آپ نے فرمایا کہ اوسکو دنیا اور آخرت سے اوسیقدر ملا جو تو نے مقرر کردیا تھا اور بنی اسرائیل کے
قصون مین ہے کہ ایک شخص بالو کے ٹیلون پر قحط کی حالت مین گذرا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر یہ
ریت طعام پختہ ہوتا تو مین لوگون کو بانٹ دیتا اللہ تعالی نے اونکے نبی پر وحی بھیجی کہ اوس شخص سے
کہدو کہ اللہ تعالی نے تیرا صدقہ قبول کیا اور تیری حسن نیت کا مشکور ہوا اور تجکو وہی ثواب دیا کہ
اگر بالفرض اسقدر کھانا ہوتا اور تو اوسکو بانٹ دیتا اور یہ بہت سی احادیث مین آیا ہے کہ مَنْ هَمَّ
بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث مین ہے کہ جس شخص کی نیت
دنیا ہو اللہ تعالی اوسکا افلاس اوسکی آنکھون کے سامنے کر دیتا ہے اور وہ ایسے وقت مین دنیا سے مفارقت
کرتا ہے کہ زیادہ رغبت دنیا کی اوسکو ہوتی ہے اور جسکی نیت آخرت ہوتی ہے اللہ تعالی اوسکی غنا اوسکے
دل مین کردیتا ہے اور اوسکا سامان اوسپر جمع کر دیتا ہے اور وہ دنیا مین بہتر ہو کر اوٹھتا ہے اور حضرت
ام سلمہ رض کی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا ذکر کیا جسکا خسف یعنے
زمین مین دھسنا جنگل مین ہو حضرت ام سلمہ رض نے پوچھا کہ یا حضرت اونمین وہ شخص بھی ہوگا جو
زبردستی یا اجرت کے سبب ہمراہ ہو آپ نے فرمایا کہ اونکا حشر اونکی نیتون پر ہوگا اور حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سنا ہے کہ فرماتے تھے اِنَّمَا يَقْتَتِلُ الْمُقْتَتِلُونَ
عَلَى النِّيَّاتِ اور ایک حدیث مین ہے کہ جب دو صفین ملتی ہین تو فرشتے اوترکر خلق کو درجہ بدرجہ
لکھتے ہین کہ فلان شخص دنیا کے واسطے لڑتا ہے اور فلان حمیت کے لیے اور فلان تعصب کیواسطے
خبردار کہ کسیکو یہ نہ کہو کہ خدا کی راہ مین شہید ہوا جو شخص کہ اس غرض سے لڑے کہ خدای تعالی کا بول بالا
ہو وہ خدا کی راہ مین ہے۔ اور حضرت جابر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ آپ نے
فرمایا يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ اور احنف بن قیس ابی بکرہ سے راوی ہین کہ آپ نے فرمایا
اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ لوگون نے عرض کیا کہ ایک تو قاتل ہونے کی
جہت سے جاویگا مقتول کا کیا باعث ہے آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ اوسنے دوسرے کے مارنیکا
ارادہ کیا تھا۔ اور حدیث ابی ہریرہ مین ہے کہ جو شخص کسی عورت سے کسیقدر مہر پر نکاح کرے اور نیت
اوسکے ادا کی نہ رکھتا ہو تو وہ زانی ہے اور جو شخص کچھہ قرض لے اور اوسکے دینے کی نیت نہو تو وہ چور ہے
اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص خدای تعالی کیواسطے خوشبو لگاویگا تو قیامت کے دن

ایسے حال میں آویگا کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو شخص غیر اللہ کے لیے خوشبو
لگاویگا قیامت کے دن آوے گا اور اوسکی بدبو مردار سے بھی زیادہ ہوگی + +
اور آثار نیت کے فضائل میں یہ ہیں کہ حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ سب اعمال میں افضل وہ ہے
جو خدای تعالی نے فرض کیا ہے اور بچنا اون اشیا سے جو خدای تعالی نے حرام فرمائی ہیں اور درستی
نیت کی اون امور میں ہے جو خدای تعالی کے پاس ہیں۔ اور سالم بن عبد اللہ نے حضرت عمر
بن عبد العزیز رحم کو لکھا کہ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی کی مدد بندے کیواسطے نیت کی مقدار پر ہوتی ہے پس
جسکی نیت کامل ہوگی اوسکے لیے خدای تعالی کی مدد بھی پوری ہوگی اور اگر نیت میں نقصان ہوگا
تو مدد بھی اوسیقدر ناقص ہوگی۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے کہ اکثر کام چھوٹے ہوتے ہیں اونکو نیت
بڑا کردیتی ہے اور اکثر کام بڑے ہوتے ہیں نیت اونکو چھوٹا کردیتی ہے۔ اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں کہ جو شخص نیکوکار کہ اوسکی نیت تقوی کی ہوتی ہے اگر اوسکے تمام اعضا دنیا میں متعلق ہوجاوینگے
تو اوسکی نیت کسی روز اوسکو نیک نیت کیطرف بلادیگی اور جاہل کا حال اسکے خلاف ہے۔ اور حضرت
سفیان ثوری رحم فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ نیت کو اسطرح سیکھا کرتے تھے جیسے تم عمل کو سیکھتے ہو۔ اور بعض علما کا
قول ہے کہ عمل سے پیشتر نیت عمل کی تلاش کرنی چاہیے اور جب تک خیر کی نیت کرو گے تب تک خیر میں ہوگی
اور کوئی طالب علما کے پاس پھرا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کوئی شخص مجکو ایسا عمل بتلاوے کہ اوسکے باعث میں
ہمیشہ خدای تعالی کیواسطے عامل رہوں اسلیے کہ مجکو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ مجپر کوئی گھڑی رات اور دن میں
ایسی گذرے جسمیں میں خدا کی واسطے عمل نکرتا ہوں اوسکو علمانے کہا کہ تیرا مطلب تجکو حاصل ہے
جسقدر ہوسکے خیر کیا کر اور جب عمل خیر سے تھکے یا اوسکو چھوڑے تو دل سے اوسکے کرنے کا قصد کر اسلیے
کہ جو عمل خیر کا قصد کرتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گویا خیر کرتا ہے۔ اور بعض اکابر سلف کا قول ہے
کہ خدای تعالی کی نعمت تمپر تمہارے شمار سے زیادہ ہے اور تمہارے گناہ تمہاری دانست سے پوشیدہ تر ہیں
لیکن اگر صبح و شام کو توبہ کرلیا کرو تو بیچ کے گناہ بخشدیے جاوینگے اور حضرت عیسی علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ خوشی ہے اوس آنکھ کو جو سووے اور قصد معصیت نکرے اور بیگناہی پر جاگے۔
اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ قیامت کو لوگ اپنی نیت کی مقدار پر اوٹھائے جاوینگے
اور حضرت فضیل بن عیاض رحم جب یہ آیت پڑھتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ
وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ روتے اور اسکو مکرر پڑھتے اور کہتے کہ الہی اگر تو ہمارا امتحان کریگا تو
ہماری فضیحت اور رسوائی کریگا اور حضرت حسن بصری رحم فرماتے ہیں کہ نیتوں ہی کے باعث جنتی جنت میں

ہمیشہ رہینگے اور وہ دوزخی دوزخ مین — اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ توریت مین لکھا ہوا ہی
کہ جس عمل سے میری رضا مطلوب ہو وہ تھوڑا بھی بہت ہی اور جس سے میرا غیر ارادہ کیا گیا ہو گا وہ
بہت بھی تھوڑا ہے اور بلال بن سعدان رح کہتے ہین کہ بندہ مومن کا سا قول کہتا ہی مگر اللہ تعالی
اوسکو اور اوسکے قول کو نہین چھوڑتا جب تک کہ اوسکے عمل کو نہ دیکھے پس اگر عمل کرتا ہی تو اوسکے
ورع کو دیکھتا ہی اور اگر ورع بھی کرتا ہی تو یہ دیکھتا ہی کہ اسکی نیت کیا ہے پس اگر نیت درست ہوئی تو
اوسکے سب کام درست ہونگے — حاصل یہ کہ اعمال کی بنائین نیتین ہین عمل اپنے خیر ہونے مین نیت کا محتاج

اور نیت خود اپنے آپ خیر ہے گو کسی مانع کی جہت سے عمل نہو سکے

دوسرا بیان نیت کی حقیقت کا — جاننا چاہیے کہ نیت اور ارادہ اور قصد الفاظ مرادف ہین جو
ایک معنی کیواسطے آتے ہین اور وہ دل کی ایک حالت و صفت ہی کہ علم و عمل کے بیچ مین ہوتی ہی علم تو
اوس سے پہلے آتا ہی اسوجہ سے کہ اصل اور شرط اوس حالت کی علم ہی ہوتا ہے اور عمل اوسکے بعد ہوتا ہی
بدین نظر کہ اوس حالت کا ثمرہ اور فرع ہی کیونکہ یہ ظاہر ہی کہ ہر ایک کام یعنی ہر ایک حرکت و سکون اختیاری تین چیزون سے
پورا ہوتا ہے علم اور ارادہ اور قدرت اسلیے کہ انسان جس چیز کو نہین جانتا اوسکا ارادہ نہین کرتا پس
اوسکا جاننا ضروری ہوا اور کام نہین کرتا جب تک کہ ارادہ نہین کرتا تو عمل کیلیے ارادیکا ہونا ضروری ہوا اور ارادہ
کے معنی یہ ہین کہ دل کا برانگیختہ ہونا ایسی چیز کیطرف جو اوسکے عندیے مین اوسکے مقصود کے موافق ہو خواہ
اوسوقت ہو یا انجام کو اور چونکہ انسان کی سرشت ایسی طرح کی ہی کہ بعض امور اوسکے موافق اور اوسکی
غرض کے مناسب ہوتے ہین اور بعض مخالف تو ضرور ہوا کہ اوسکو احتیاج مناسب موافق چیز کے اپنی
طرف کھینچنے کی اور بری چیز کو اپنے نفس سے علیحدہ کرنے کی پڑی اسلیے اس بات کی حاجت ہوئی کہ مضر
اور مفید چیزون کو جانے اور پہچانے تاکہ مفید کو حاصل کرے اور مضر سے بھاگے مثلاً جو شخص غذا کو
نہین دیکھتا اور نہین پہچانتا تو ممکن نہین کہ غذا کھاوے اور جو شخص آگ کو نہین دیکھتا اوس سے بھاگ بھی
نہین سکتا اسلیے اللہ تعالی نے ہدایت اور معرفت کو پیدا کیا اور اونکے لیے اسباب بنائے یعنی حواس
ظاہری اور باطنی اور اونسے ہماری غرض نہین پھر اگر غذا کو دیکھا اور جانا کہ یہ موافق ہے تب بھی
کھانے کے لیے یہ امر کافی نہین جب تک کہ آدمی مین میل و رغبت و خواہش غذا پر برانگیختہ کرنیوالی نہو
دیکھو مریض غذا دیکھتا بھی ہی اور جانتا ہی کہ یہ موافق ہی مگر رغبت کے نہونے اور قوت محرکہ کے جاتے
رہنے سے اوسکو کھا نہین سکتا اسلیے اللہ تعالی نے میل و رغبت و ارادہ پیدا کیا اور مراد ہماری
اس سے یہی ہی کہ نفس مین ایک اشتیاق اور دل مین توجہ رکھدی پھر یہ رغبت اور ارادہ بھی کافی نہین

چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اپاہج آدمی کھانا دیکھتا بھی ہے اور اوسکا تناول کرنا بھی چاہتا ہے مگر اپنے اپاہج ہونے کی جہت سے نہین کھا سکتا پس اس قوت کی وضع کے لیے قدرت اور اعضاء متحرک پیدا کیے جنسے تناول کامل ہو۔ پس عضو بدون قدرت کے حرکت نہین کرتا اور قدرت ارادہ کی منتظر رہتی ہے اور ارادہ علم و معرفت خواہ ظن و اعتقاد کا منتظر رہتا ہے یعنی انسان کا دل جب یہ یقین ہو جاوے کہ وہ شے ہمارے موافق ہے تو جب معرفت تمام ہو جاتی ہے کہ فلان چیز مرضی کے موافق ہے اور اوسکا کرنا ضرور ہے اور کوئی دوسرا مانع بھی نہو تو ارادہ اوٹھتا ہے اور رغبت تامت ہوتی ہے اور جب ارادہ اوٹھتا ہے تو قدرت اعضاء کے حرکت دینے کو تیار ہو جاتی ہے حاصل یہ کہ قدرت ارادہ کی تابع ہے اور ارادہ حکم اعتقاد کا خادم ہے تو نیت کی تعریف اس صورت مین یہ ہوئی کہ وہ ایک صفت متوسط اعتقاد اور قدرت کے درمیان مین ہے یعنی ارادہ اور نفس کا اوٹھنا رغبت اور میل کے حکم سے ایسی چیز کیطرف جو اوسکی مرضی کے موافق حال مین یا مآل مین پس اول محرک تو غرض مطلوب ہوتی ہے اور باعث اسکو کہتے ہیں اور یہی غرض اوبھارنے والی نیت کیا ہوا مقصد ہے اور اوٹھنا قصد اور نیت ہے اور قدرت کا ہاتھ پاؤن وغیرہ کو ہلانا عمل ہے مگر ارادہ کا برانگیختہ ہونا قدرت کا عمل کے لیے کبھی ایک ہی باعث سے ہوتا ہے اور کبھی دو باعثوں سے جو ایک ہی فعل مین اکٹھے ہو جاتے ہین اور ان دو مین بھی کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ ہر واحد قدرت کے برانگیختہ ہونے پر قادر ہوتا ہے اور کبھی قاصر کہ بدون احتیاج دوسرے باعث کے کافی نہین ہوتا اور کبھی ایک کافی تو ہوتا ہے مگر دوسرا باعث اوسکا معاون و مددگار ہوتا ہے گویا وہ مستقل نہین ہوتا اسیلیے ان چارون اقسام کے لیے جدا جدا نام اور مثالین ہونی چاہییں —
پہلی قسم یہ کہ باعث صرف اکیلا ایک ہی ہو مثلاً اگر آدمی پر کوئی درندہ حملہ کرے تو جیسے ہی وہ اوسکو دیکھیگا فوراً اپنی جگہ سے اوٹھ کھڑا ہوگا اس صورت مین اوسکا محرک بجز بھاگنے کی غرض کے اور کوئی نہین اسیلیے کہ جب اوسنے درندے کو دیکھا اور اوسکو اپنے نفس کے لیے مضر جانا اوسیوقت اوسکا نفس بھاگنے پر برانگیختہ ہوا اور اسی رغبت کے موجب قدرت بھی کام کرنے لگی ایسی صورت مین ہی کہا جاتا ہے کہ نیت اوس شخص کی درندے سے بھاگنے ہی کی ہے کہ کھڑے ہونے سے اور کچھ مطلب نہین ایسی نیت کو نیت خالص کہتے ہیں اور اس نیت کے مقتضا کے موافق عمل کرنے کو اخلاص کہتے ہین یعنی اگر لحاظ غرض باعث کے دیکھا جائے تو اس عمل کو اخلاص کہنا چاہیے جسکے معنی یہ ہین کہ غیر کی شارکت اور خلط سے خالص ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل کے لیے دو باعث جمع ہون اور دونون مین سے ہر ایک تنہا بھی قدرت کے محرک ہونے کے لیے مستقل ہو اور اوسکی مثال محسوسات مین یہ ہے کہ

دو آدمی ملکر ایک بھاری بوجھ اتنے زور سے اوٹھاوین کہ اگر تنہا بھی اتنا زور ہوتا تو کافی تھا
اور ہماری غرض کے بموجب یہ مثال ہو کہ آدمی سے اوسکا کوئی فقیر رشتہ دار کچھ حاجت کی درخواست
کرے اور وہ اوسکو پورا کرنے اور اوسکے فقر اور قرابت دونون کا لحاظ کرے اور بات کو جانے
کہ اگر یہ فقیر نہوتا تب بھی مین صرف قرابت کے باعث اوسکی حاجت پوری کر دیتا یا قرابت نہوتی تو
فقرہی کی جہت سے حاجت روائی کرتا اور دل مین یہ بات کا اپنے نفس سے یقین ہو کہ اگر کوئی رشتہ دار
غنی درخواست کرے تو اوسکی قضاء حاجت مین رغبت کریگا یا کوئی فقیر اجنبی سوال کرے تب بھی
رغبت ہوگا - اسیطرح جس شخص کو طبیب نے حکم ترک غذا کا دیا ہو اور اسی اثنا مین عرفہ کا دن آجاوے اور
وہ روزہ رکھ لے اور جانے کہ اگر عرفہ نہوتا تو پرہیز کی جہت سے غذا ترک کر دیتا اور پرہیز نہوتا تو عرفہ
کی خاطر کھانا نہ کھاتا اور اب دونون جمع ہو گئے اور اوسنے عمل کیا اور دوسرا باعث پہلے باعث کا رفیق ہوا
تو اس دوسرے باعث کا نام ہم رفیق رکھتے ہین یعنی دونون باعث ایک دوسرے کے رفیق ہین - اور
تیسری قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے تنہائی کی صورت مین کوئی بھی کافی نہو مگر دونون ملکر
باعث حرکت قدرت کے ہوئے ہون محسوسات مین اسکی مثال یہ ہے کہ دو کمزور ملکر کسی چیز کو اوٹھاوین
کہ جدا جدا اوسے نہ اوٹھا سکتے ہوں اور ہمارے مطلب کی مثال یہ ہے کہ کسی آدمی کا رشتہ دار غنی اوسکے
پاس آوے اور ایک روپیہ مانگے تو اوسکو نہ دے اور اجنبی فقیر آکر مانگے تو اوسکو بھی نہ دے لیکن اگر قریب مفلس
مانگنے آوے تو اوسکو دیدے اس صورت مین اوسکے ارادے کا باعث دونون باعثون یعنی قرابت
اور فقر کے ملنے سے ہوگا - اسیطرح اگر کوئی شخص لوگون کے سامنے ثواب کے لیے اور ثنا کی غرض سے
صدقہ دیوے اور ایسی طرح ہو کہ اگر صرف قصد ثواب ہی ہوتا اور سائل تنہائی مین ملتا تو دینے پر آمادہ
نہوتا یا صرف غرض ثنا ہوتی اور مانگنے والا ایسا فاسق ہوتا کہ اوسکے دینے مین ثواب نہو تو نہ دیتا اور جب
دونون باتین جمع ہو گئین تو ملکر دل کو حرکت دی اس قسم کے باعث کا نام ہم شریک رکھتے ہین - اور
چوتھی قسم یہ ہے کہ دونون باعثون مین سے ایک تو ایسا ہو کہ اگر تنہا ہو تو کارگر ہو جاوے اور دوسرا
ایسا نہو مگر جب پہلے کے ساتھ ملتا ہے تو کچھ نہ کچھ مدد اور سہولت کر دیتا ہے اوسکی مثال محسوس
چیزون مین یہ ہے کہ کوئی شخص زبردست کچھ بوجھ اوٹھاتا ہو اور اوسکو کوئی کمزور بھی سہارا دیدے
ہرچند قوی آدمی خود اوسکو اوٹھا سکتا تھا اور ضعیف سے ممکن نہ تھا کہ اوٹھا سکے مگر تاہم کچھ آسانی
اوٹھانے مین ہو جاتی ہے اور ہماری مراد کے موافق مثال ہو کہ مثلاً کوئی شخص کسی وظیفہ یا صدقہ کا
عادی ہے اور اتفاق سے وظیفہ یا صدقے کے وقت کچھ لوگ آگئے تو اوسکے دیکھنے کے باعث

اور پھر وہ عمل آسان ہوگیا اور ایسے شخص سے اس بات کو جانتا ہی کہ اگر تنہا ہوتا تب بھی اپنے عمل کو سستی
کرتا اور اگر طاعت کا خیال نہوتا تو صرف ریا ایسی نہ تھی جس سے وہ عمل سرزد ہوتا پس اس طرح کی نیت
میں کسقدر اختلاط ہوتا ہی ایسی قسم کے باعث کو معین کہتے ہین حاصل یہ کہ دوسرا باعث یا رفیق
ہوتا ہی یا شریک یا معین اور ان سب کا حکم ہم اخلاص کی فصل مین لکھینگے یہان مقصود نیت کے اقسام
کے بیان سے ہی اسواسطے کہ عمل تابع نیت کا ہوتا ہے اور اوسی سے حکم حاصل کرتا ہی اسلیے ارشاد ہوا ہے
انما الاعمال بالنیات اور ظاہر ہو کہ تابع کا خود کچھہ حکم نہیں ہوتا ہے حکم متبوع ہی کا رکھتا ہے
تیسرا بیان اس حدیث کے بھید کے بیان مین نیۃ المؤمن خیر من عملہ یعنی ایماندار کی نیت
اوسکے عمل سے بہتر ہی حدیث مین جو وارد ہی تو اسکی کیا وجہ ہی اور اس سے کیا مراد ہی۔ بعض شخصون کو
یہ خیال ہی کہ نیت کی ترجیح کا باعث یہ ہے کہ نیت ایک پوشیدہ چیز ہے سوا خدای تعالی کے اوسپر کوئی
واقف نہیں ہوتا۔ اور عمل ظاہر ہی اور پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہی اسلیے نیت کو بھی ترجیح ہی لیکن
ہرچند اتنی بات درست ہی کہ پوشیدہ عمل کو فضیلت ہوا کرتی ہی مگر وہ یہان مراد نہین اسلیے کہ اس سے
یہ لازم آتا ہی کہ اگر آدمی نیت کرے کہ خدای تعالی کا ذکر اپنے دل سے کرے یا مسلمانون کے کام مین فکر کرے
تو نیت تفکر کی خود تفکر سے بہتر ہو۔ اور کبھی یہہ گمان ہوتا ہے کہ ترجیح نیت کی یہ وجہ ہے کہ نیت تو
انجام عمل تک رہتی ہی اور اعمال مین دوام نہیں ہوتا اور یہ وجہ بھی ضعیف ہی اسلیے کہ اس سے یہ لازم آتا ہی
کہ عمل کثیر عمل قلیل کی نسبت کہ بہتر ہو علاوہ ازین یہہ صرور نہیں کہ نیت کو دوام ہوا کرے اسلیے کہ
نیت اعمال نماز کی کبھی صرف چند گھڑی کے لحظات تک ہوا کرتی ہی اور اعمال دیر تک رہا کرتے ہین
اور عموم حدیث سے یہ پایا جاتا ہے کہ نیت کو عمل پر ترجیح ہو۔ اور بعضے یہ تقریر کرتے ہین کہ اسکے معنی
ہیں کہ اگر نیت صرف ہو تو وہ محض عمل بدون نیت سے بہتر ہی ہر چند یہ تو ہی کہ عمل بدون نیت سے
نیت اچھی ہی مگر یہ مراد نہیں ہوسکتی اسلیے کہ عمل بدون نیت یا غفلت کے ساتھہ مین کچھہ بھی خیر نہین
اور نیت اگر عمل سے تنہا ہو تو وہ بالکل خیر ہو اور ترجیح او نھین شیا مین ہونی چاہیے جو اصل خیر مین
مشترک ہون بلکہ مراد یہ ہی کہ جو طاعت کہ نیت و عمل سے مرکب ہو اور نیت بھی من جملہ خیرات ہو اور
عمل بھی تو ساری طاعت مین سے نیت بہ نسبت عمل کے بہتر ہے یعنی نیت اور عمل ہر چند دونون
مقصود مین تاثیر رکھتے ہین مگر نیت کی تاثیر عمل کی نسبت کہ بہت ہوتی ہے پس حدیث مذکور کے
معنی یہ ہوے کہ نیت مومن کی منجملہ اوسکی طاعت کے اوس عمل سے بہتر ہے جو وہ بھی منجملہ اوسکی
طاعت کے ہو اور حرص یہ ہے کہ بندے کو نیت مین بھی اختیار ہی اور عمل مین بھی ہی اسلیے کہ دونون عمل ہی ہین

نفس مین تواضع پاتا ہے توجب اپنے اعضا سے اوسپر مدد چاہیگا اور اونکی شکل تواضع کی بناوے
تو اوسکی تواضع پختہ ہوجاویگی اور جو شخص اپنے دل مین یتیم پر ترس پاتا ہو جب اوسکے سر پر ہاتھ پھیرے
اور پیار کریگا تو وہ صفت دل مین پختہ ہوجاویگی اور ایسی صورتون مین عمل بدون نیت ہرگز مفید نہین
مثلاً کوئی یتیم کے سر پر تو ہاتھ پھیرے مگر دل مین غافل ہو یا یہ گمان کرے کہ مین کپڑے پر ہاتھ پھیر تا ہون
تو ایسے عمل سے اعضا کی تاثیر دل مین کچھ بھی نہوگی اسیطرح جو شخص براہ غفلت سجدہ کرے اور اوسکا
دل دنیا کی فکرون مین مشغول و مستغرق ہو تو اوسکے زمین پر پیشانی رکھنے سے دل پر کچھ تاثیر نہین ہوتی
جس سے کہ تواضع پختہ ہو اسطرح کے سجدے کا وجود اور عدم برابر ہے اور جس چیز کا وجود اور عدم بلحاظ غرض
مطلوب کے برابر ہو اوسکو باطل بیکار کہا کرتے ہین اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عبادت بدون نیت کے باطل ہے
اور یہ اوس صورت مین ہے کہ سجدہ غفلت سے کیا ہو پس جبکہ اوس سے قصد ریا یا کسی شخص کی تعظیم کا کیا ہو
تو اوسکا وجود و عدم ہی برابر نہونگے بلکہ ایک خرابی بھی بڑھجاویگی یعنی جس صفت کی تاکید مطلوب تھی وہ تو
نہوئی بلکہ جس صفت کا استیصال منظور تھا اوسکی تاکید ہوئی اور وہ صفت ریا کی ہے جو دنیا کیطرف میل
کرنے مین داخل ہے یہ وجہ ہے نیت کے بہتر ہونے کی عمل سے اور اسی سے معنی اس حدیث کے بھی سمجھ
مین آتے ہین مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ اسلیے کہ دل کا قصد کرنا اوسکا خیر
کیطرف مائل ہونا اور ہوای نفسانی اور محبت دنیا سے منحرف ہونا ہے جو پرلے سرے کی خوبی ہے اور
عمل سے پورا کرنے سے اوس خوبی کی تاکید ہوجاتی ہے مثلاً قربانی کے ذبح سے مقصود گوشت اور
خون نہین بلکہ یہ مراد ہے کہ دل محبت دنیا سے پھر جاوے اور خدای تعالی کی رضا کو اپنے مطالب سے مقدم
جانکر اوسکو خدای تعالی کی راہ مین ڈالے اور یہ بات نیت اور ہمت کے مصمم کرتے ہی حاصل ہوجاتی ہے
گو کسی مانع کی جہت سے نوبت عمل کی نہ پہونچے چنانچہ قرآن مجید خود شاہد ہے لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا
وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اور تقوی کا مقام احادیث کی رو سے دل ہے اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کچھ لوگ مدینے مین ہین اور جہاد مین ہمارے
شریک ہین اسواسطے کہ اونکے دل نیت بخیر ہونے اور خدای تعالی کا کلمہ بلند کرنے اور مال و جان کے
خرچ کرنے اور شہادت کی رغبت کرنے مین ایسی ہی تھے جیسے اون لوگون کے تھے جو جہاد کو نکلے تھے
صرف بدن علیحدہ تھے کسی خاص مانع کی جہت سے شرکت بدنی نہوسکی تھی اور ان معنون سے سب
احادیث جو ہمنے نیت کی فضیلت مین وارد کی ہین سمجھ مین آجاوینگی تو اونکو انھین معنون پر مطابق
کرکے دیکھ لینا چاہیے تاکہ اسرار منکشف ہوجاوین۔

چوتھا بیان جو اعمال کہ نیت سے متعلق ہین اونکی تفصیل کے ذکر مین۔

واضح ہو کہ اعمال اگرچہ بہت سے اقسام مین منقسم ہو سکتے ہین یعنی کہہ سکتے ہیں کہ وہ فعل ہین یا قول اور حرکت ہیں یا سکون اور حصول فائدہ کے لیئے ہیں یا دفع ضرر کے لیے اور فکر کے ہین یا ذکر کے اسیطرح بہت سے ہوتے ہین کہ اونکا شمار بھی نہین ہو سکتا مگر تاہم اونکی تین قسمین ہین اول معاصی دوم طاعات سوم مباحات ان تینوں قسموں میں نیت کے باعث جو تغیر ہوتا ہے وہ مفصل لکھا جاتا ہے قسم اول یعنی معاصی کا حال تو یہ ہے کہ نیت کے باعث اسمین کچھ تغیر نہین ہوتا پس اگر کوئی جاہل حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے یہ سمجھے کہ معصیت بسبب نیت کے طاعت ہو جاتی ہے تو یہ محض غلطی ہے مثلاً ایک شخص کے پاس خاطر کے باعث کوئی شخص دوسرے کی غیبت کرے یا فقیر کو کسی دوسرے کا مال کھلاوے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرای بناوے اور نیت خیر کرے تو سب جہالت کی باتین ہین نیت کے باعث ان امور کا ظلم اور معصیت ہونا جاتا رہیگا بلکہ مقتضاے شرع کے خلاف اس خیر کی نیت کرنی دوسری برائی ہو پس اگر دانستہ ایسا کریگا تو دشمن شرع ہوگا اور اگر نادانستگی میں کریگا تو جہالت کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اور خیرات کا خیر ہونا شرع ہی سے معلوم ہوتا ہی جو چیز شر ہے وہ خیر کیسے ہو سکتی ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ شہوت خفی اور ہوا باطنی اس امر کو دل مین ڈال دیتے ہین اسلیے کہ جب دل طالب جاہ اور لوگون کے دل اپنی طرف کرنے کا اور حظوظ نفسانی کا مائل ہوتا ہے تو جاہل آدمی پر شیطان کو خوب دغا کا بہانہ ملجاتا ہے۔ اور سہل تستری رحمہ فرماتے ہین کہ خداے تعالی کی نافرمانی کسی معصیت سے اتنی بڑھکر نہین جتنی جہل کی معصیت ہے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت جہل سے بڑھکر بھی کوئی چیز آپکو معلوم ہے اونھوں نے فرمایا کہ ہان اپنی جہالت سے جاہل ہونا زیادہ سخت ہے۔ اور واقع مین آپ کا قول درست ہے اسلیے کہ جہل مرکب بالکل راہ تعلم کی بند کر دیتا ہے مثلاً جو شخص جانتا ہو کہ مجھے علم ہے وہ کیوں سیکھے گا کسی نے سچ کہا ہے شعر

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند		در جہل مرکب ابدالدہر بماند

اسیطرح علم سے خداتعالی کی اطاعت کرنی سب اطاعتوں سے افضل ہے اور علم کا علم سب علموں کی جڑ ہے جیسے کہ جہل کا جہل سب جہالتون کی اصل ہے تو جس شخص کو علم نافع اور مضر کا حال معلوم نہ ہو وہ اون علوم مین مشغول ہوگا جس پر لوگ جھکے ہوے ہین اور وہ علوم واہیات ہین جو اونکے لیے دنیا کے وسیلے ہین اور ایسے ہی علوم مین مصروف ہونا مادہ جہالت اور معدن فساد عالم ہے۔ حاصل یہ کہ جو شخص جہالت کے باعث معصیت سے قصد خیر کرے تو اوسکا عذر جہالت نہین سنا جاویگا البتہ ایک صورت مین معذور ہوگا

کہ اوسکو مسلمان ہوئے تھوڑے دن ہوئے ہون اور مہلت سیکھنے کی نملی ہو ورنہ ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ
ارشاد فرماتا ہی فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَا يُعْذَرُ الْجَاهِلُ عَلَى الْجَهْلِ وَلَا يَحِلُّ لِلْجَاهِلِ اَنْ يَسْكُتَ عَلٰى جَهْلِهٖ وَلَا لِلْعَالِمِ اَنْ
يَسْكُتَ عَلٰى عِلْمِهٖ اور مساجد اور مدرسے مال حرام سے بنوا کر جو بادشاہون کا تقرب کرتے ہین
اوسکے قریب یہ بھی ہے کہ جو لوگ بیوقوف اور شریر ہون اور فسق و فجور مین مشغول اور اسی بات پر
آمادہ ہون کہ علماء سے جھگڑے اور فقہا کو بہکانے اور لوگون کی دلداری اور مال دنیاوی اور متاع
بادشاہون اور یتیمون اور مساکینون پر دانت رکھتے ہون اونکو علم پڑھایا جاوے اسلیے کہ ایسے بدذات
جب علم سیکھتے ہین تو خدا تعالی کی راہ کے راہزن ہوتے ہین اور ہر ایک اپنے شہر مین دجال کا نائب بنکر
دنیا پر جھگڑتا ہے اور ہوائے نفسانی کا اتباع کرتا ہے اور تقوی سے دور رہتا ہے لوگون کو اسکے
دیکھنے سے خدای تعالی کی نافرمانیون کی جرأت ہوتی ہے پھر یہی علم اوس شخص سے دوسرے کسی اوسی
جیسے کو ملجاتا ہی وہ بھی اول اوستاد کے قدم بقدم چلتا ہے اسیطرح یہ علم مسلسل ہوتا چلا جاتا ہے اور
سب اسطرح کے عالم اوس علم کو وسیلہ شر کرتے ہین اور ان سب کا وبال اوسی معلم اول پر رہتا ہی جسنے
باوجود نیت فاسد شاگرد کے اوسکو علم پڑھایا اور آنکھون سے اوسکے اقسام معصیت اقوال و افعال
اور کھانے پہننے مسکن وغیرہ مین دیکھے ہی اور اوسکی تعلیم موقوف نہ کی اسطرح کا عالم جب مرجاتا ہے
تو اوسکے آثار شر کے جہان مین ہزار دو ہزار برس تک پھیلے رہتے ہین اور اچھا وہی ہے جو مرے او
اوسکے ساتھ اوسکے گناہ بھی ختم ہوجاتے ہیں پھر تعجب ہے کہ ایسے عالم جہالت سے کہتے ہین
اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ مین تو علم دین کے پھیلانے کی نیت کی ہے اگر سیکھنے والا اوسکو فساد مین استعمال
کریگا تو قصور اوسکا ہے نہ میرا میری نیت تو یہی تھی کہ وہ اوس سے امور خیر پر مدد لے اوسکے اس قول کا
منشا ریاست کی محبت اور مخدوم بننا اور زیادتی علم کا تکبر ہے اور شیطان بواسطہ ریاست کی محبت
کے اوسپر یہ امور مشتبہ کر دیتا ہے مگر ہمکو نہین معلوم کہ وہ شخص اس بات کا جواب کیا دیگا کہ ایک شخص نے
راہزن کو تلوار ہبہ کر دی اور اوسکو گھوڑا اور دوسرے لوازم تیار کر دیے جنسے وہ اپنے مقصود پر مدد لے
اور پھر یہ کہتا ہے کہ مین نے نیت سخاوت اور دینے کی کرلی ہے جو اللہ تعالی کے عمدہ اخلاق مین
سے ہے اور میری یہ نیت ہے کہ وہ شخص اس تلوار و سامان سے خدا کی راہ مین لڑے اور غازی کو
یہ سامان دینا ظاہر ہے کہ بڑے ثواب کی بات ہو اب اگر وہ خود اوسکو رہزنی مین صرف کرے تو مین
کیا کرون وہ خود گناہگار ہوگا حالانکہ سب فقہا کا اتفاق ہے کہ راہزن کو اسباب رہزنی سے مدد پہنچانی

حرام ہی باوجودیکہ سخاوت سب اخلاق مین سے محبوب ہی اور اوسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی کے تین سو اخلاق ہین جو کوئی اونمین سے ایک سے بھی اوسکی طرف تقرب کرتا ہی
وہ جنت مین داخل ہوتا ہی اور اون سب مین محبوب خدا کو سخاوت ہی پس کیا وجہ کہ اس سخاوت کو
حرام کردیا اور راہزن کے قرینہ حال کو دیکھنا واجب فرمادیا پس جبکہ اوسکی عادت ظاہر ہوگئی کہ وہ ہتیار
شر کے اوپر مدد لیتا ہی تو اوس سے ہتیار روک لینا چاہیے نہ یہ کہ اولٹے پاس سے اوسکو دیے جاوین
اور علم بھی وہ ہتیار ہی کہ اوس سے شیطان اور دشمنان خدا مارے جاتے ہیں اور بعض اوقات اوس سے
دشمنان خدا کو مدد پہونچتی ہی جیسے ہوای نفسانی تو جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر ترجیح دیتا ہی اور اپنی خواہش
آخرت پر مگر حصول خواہش سے بسبب کم علمی کے عاجز ہو تو ایسے شخص کو علم سے مدد دینی کیسے جائز ہی کہ وہ
اوس علم کی بدولت اپنے شہوات کے حاصل کرنے پر قادر ہو جاوے - بزرگان سلف کا دستور تھا کہ جو
شخص اونکے پاس آمد و رفت رکھتا تھا اوسکے احوال کے تجسس مین رہتے تھے اگر اوس سے ایک نفل مین
بھی قصور دیکھتے تو اوسکو برا جانتے اور خاطرداری اور تعظیم چھوڑ دیتے اور اگر بدکاری یا حرام چیز کو حلال
سمجھا دیکھ پاتے تو اوسکو اپنی مجلس سے نکالدیتے اور بولنا چھوڑ دیتے کوئی بات سکھانے کے تو کیا معنی
اسواسطے کہ اونکو معلوم تھا کہ جو کوئی شخص مسئلہ سیکھتا ہے اور اوسکے بموجب عمل نہین کرتا اوسکو غیر جگہ مین
استعمال کرتا ہے تو وہ اور کچھ نہیں سیکھتا صرف شر کا وسیلہ ڈھونڈھتا ہے اور تمام اکابر سلف نے عالم بدکار سے
پناہ مانگی جاہل بدکار سے نہیں مانگی - حضرت امام احمد بن حنبل رح کے حال مین لکھا ہی کہ ایک شخص آپکی
خدمت مین برسون سے آمد و رفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا اتفاقاً آپ نے اوس سے منہ پھیر لیا اور
گفتگو موقوف کی نظر عنایت سے ڈالدیا اوس شخص نے ہرچند تغیر مزاج کا باعث پوچھا مگر آپ نہ بتلاتے تھے
آخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کی جانب سے گارا لگایا
اور قدآدم مٹی سے لی ہی اور وہ مسلمانون کی راہ کی خاک ہے اسلیے اب تجھ مین لیاقت نہین ہے کہ علم کی
نقل کرے پس ۔ سلف کے لوگون کا حال نگرانی طلبہ کا اسطرح تھا اور اسی جیسی باتین غبی لوگون اور شیطان کے
تابعدارون پر مخفی رہتی ہین گو اوسکے پاس چادرین اور چوڑی چوڑی آستینین ہون اور وہ خوش زبان
اور خوش تقریر ہوں اور علم بھی بہت سا رکھتے ہوں یعنی وہ علم جسمیں دنیا سے ڈرانے اور روکنے کا بیان
اور آخرت کی ترغیب و طلبی ہو بلکہ وہ علم جو خلق مین مروج ہی اور اوسکے باعث مال حرام جمع کرتے ہین
اور لوگون کی پیروی چاہتے ہیں اور ممبرون پر شور کرکے بیٹھتے ہیں اس تقریر گذشتہ سے ثابت ہوا
کہ حدیث اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّاتِ خاص و قسم اعمال کے لیے ہے یعنی طاعات اور مباحات کے لیے اور

اور معاصی کے لیے نہین ہی اسلیے کہ طاعت تو نیت کے سبب سے معصیت بھی ہو جاتی ہی اور نیت سے
طاعت بھی رہتی ہے اور مباح کا بھی یہی حال ہے کہ نیت ہی سے معصیت اور طاعت دونوں ہو سکتی
مگر معصیت کسیطرح طاعت نہین ہو سکتی بلکہ نیت سے اوسمین عکس تاثیر ہو کہ جب معصیت مین خبیث نیتین
ملجاتی ہین تو اوسکا وبال اور گناہ اور زیادہ ہو جاتا ہی چنانچہ اسکا بیان باب التوبہ مین گذرا دوسری قسم
اعمال کی طاعت ہین وہ دو باتون مین نیت سے متعلق ہین اول تو اصل صحت مین دوم ثواب کی
زیادتی مین اصل تو اسطرح کہ عمل سے عبادت خداے تعالی کی نیت کرے اور کچھہ نہو یعنی اگر ریا کی نیت کریگا
تو وہ عبادت معصیت ہو جائیگی اور ثواب کا زیادہ ہونا اسطرح کہ بہت سی نیتین حسنات کی ایک عمل مین
کرے تو جب ایک طاعت مین نیت چند خیرات کی کریگا تو ہر ایک نیت پر ایک ثواب جداگانہ ملیگا کیونکہ
ہر نیت ایک حسنہ ہی اور ایک حسنہ کے بموجب حدیث شریف کے دس گنا ثواب مل سکتا ہی مثلا کوئی شخص
مسجد مین بیٹھے اور اس بیٹھنے مین بہت سی نیتین کرلے ہر چند یہ ایک طاعت ہی مگر بہت سی نیتون سے اتنی
ہو سکتی ہی کہ اعمال متقین کی سی فضیلت اسمین آجاوے اور مقربین کے درجے کو اسکے باعث پہونچ جاوے
پہلی نیت یہ ہی کہ یون جانے کہ مسجد خدا کا گھر ہے اور جو اسمین آتا ہی اوسکو خدا کی زیارت ہوتی ہی تو مسجد مین
بیٹھنے سے زیارت اپنے پروردگار کی نیت کرے تا کہ وہ ثواب جسکا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین
فرمایا ہی حاصل ہو چنانچہ آپ فرماتے ہین مَنْ قَعَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَدْ زَارَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَحَقٌّ عَلَى الْمَزُوْرِ اِكْرَامُ زَائِرِهٖ
دوسری یہ کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی نیت کرے تا کہ جب تک انتظار مین رہے نماز ہی کا ثواب ملے اور یہی
مراد ہی کلمہ ورابطوا سے جو قرآن مجید مین وارد ہی تیسرے کان اور آنکھہ کا روکنا اور اعضا کو حرکات اور
تردّدات سے محفوظ رکھکر راہب بننا اسلیے کہ اعتکاف روزہ کے مثل باز رہنے کا نام ہی اور وہ ایک قسم کی
رہبانیت ہی اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین رَهْبَانِيَّةُ اُمَّتِي الْقُعُوْدُ فِي الْمَسَاجِدِ
چوتھے ہمت کا مقتصر کرنا خداے تعالی پر اور فکر آخرت کے بھید کا پچھا لینا اور جو اشغال اوس سے روکنے والے
ہین اونکو دفع کرنا پانچوین ذکر الہی کے لیے تنہا ہو جانا یا صرف اوسکا ذکر سننے کے لیے یا اوسکی یاد کے لیے
ہو رہنا جیسے کہ حدیث شریف مین وارد ہی مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسْجِدِ لِيَذْكُرَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْ يُذَكِّرَ بِهٖ كَانَ كَالْمُجَاهِدِ
فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى چھٹے قصد امر معروف اور نہی منکر کا کرنا اسلیے کہ مسجد مین ایسے لوگ بھی ہوا ہی کرتے ہین جو نماز اچھی طرح
نہ پڑھتے ہین یا ایسی حرکات کے مرتکب ہون جو اونکو جائز نہون تو مسجد مین بیٹھنے والا اونکو اچھی بات سکھاوے
اور دین کی راہ بتاوے تا کہ جو امر خیر وہ اس سے سیکھین اوسمین یہ بھی شریک ہو اور خیرات اسکی زیادہ ہو جاوین
ساتوین یہ کہ کسی برادر دینی سے کچھہ استفادہ کی نیت ہو کہ مسجد مین اکثر دیندار خداے تعالی کے محب

اور اللہ تعالیٰ کے باب میں دوستی کرنیوالے موجود رہا کرتے ہیں اس لئے استفادہ ہو تو ذخیرہ آخرت
اور غنیمت ہے آٹھویں یہ کہ گناہوں کو خدا تعالیٰ کی شرم سے چھوڑ دے اور اس بات سے محترز رہے
کہ خدا تعالیٰ کے گھر میں وہ بات نہ کرے جو مقتضی ہتک حرمت ہو اور حضرت حسن بصری رحمہ فرماتے ہیں
کہ جو شخص کثرت سے آمد و رفت مسجد کی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکو سات باتوں میں سے ایک عنایت فرماتا ہے
یا کوئی بھائی ملتا ہے جس سے خدا تعالیٰ کے باب میں استفادہ ہو یا رحمت نازل ہوتی ہے یا علم عجیب
یا ایک کلمہ جو راہ ہدایت بتاوے یا کسی بات سے چھڑاوے یا گناہوں کا چھوڑنا خدا تعالیٰ کے خوف سے
یا اوسکی شرم سے ۔ پس بہت سی نیتیں کرنے کا یہ طور ہے اسی پر سب طاعات اور مباحات کو قیاس کر لینا چاہیے
اسواسطے کہ کوئی طاعت ایسی نہیں جو محتمل بہت سی نیات کی نہو بندہ مومن کے دل میں اونمیں سے
اوسیقدر آتی ہیں جسقدر کہ وہ طلب خیر میں جد و جہد اور فکر کرتا ہے اسی سے اعمال ستھرے ہوتے ہیں اور حسنات زیادہ ہوتے ہیں
تیسری قسم مباحات میں اونمیں بھی ایک یا کئی نیتیں اس قسم کی ہو سکتی ہیں جنسے کہ مباحات عمدہ
قربات میں سے ہو جاویں اور اونسے بلند مدارج حاصل ہوں بڑا نقصان اوسکو ہے جو اونسے غافل ہو
اور جانوروں کی طرح سہو اور غفلت سے اونکو بجا لاوے اور یہ بجا ہے کہ آدمی کسی خطرہ یا قدم دھرنے کو
حقیر سمجھے اسلیے کہ قیامت کو ان سب کی پوچھ ہوگی کہ کیوں کیا تھا اور اس سے کیا نیت تھی یہ صورت اون
مباح میں ہے جسمیں کراہت کا خلط نہو اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حَلَالُهَا حِسَابٌ
وَحَرَامُهَا عِقَابٌ اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
إِنَّ الْعَبْدَ لَيُسْأَلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى عَنْ كُحْلِ عَيْنَيْهِ وَعَنْ فُتَاتِ الطِّينَةِ بِإِصْبَعِهِ وَعَنْ
لَمْسِهِ ثَوْبَ أَخِيهِ اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص خدا کیواسطے خوشبو لگاوے قیامت کو اسی طرح آویگا
کہ اوسکی خوشبو مشک سے بھی عمدہ ہوگی اور جو غیر اللہ کیواسطے خوشبو لگاوے وہ قیامت کو اسی طرح آویگا
کہ اوسکی بدبو مردار سے بدبو سے بھی زیادہ ہوگی یہاں دیکھو کہ خوشبو لگانا مباح ہے مگر نیت کا ہونا اوسمیں
ضرور ہے اب اگر پوچھو کہ خوشبو لگانی نفس کے حظوظ میں سے ہے وہ خدا کیواسطے کیسے ہو سکتی ہے تو اوسکا
جواب یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کو یا اور اوقات میں خوشبو لگاوے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکا مقصود صرف دنیاوی آرام
راحت پانے کا ہو یا اظہار اپنے فخر کا اور مال کی کثرت کا ہو تا کہ ہمسر حسد کریں یا خلق کو دکھلانا منظور ہو
تاکہ اونکے دلوں میں اوسکی جگہ ہو اور اوسکا ذکر خیر کریں تو کہیں کہ خوشبو پسند آدمی ہے خوشبو سے ذوق ہے
یا یہ منظور ہو کہ اجنبی عورتوں کے دلوں میں محبوب ہو جاوے بشرطیکہ اونکو دیکھا کرتا ہو اور اور بہت سے امور
اسیطرح کے ہو سکتے ہیں اور ان سب سے خوشبو لگانی معصیت ہو جاتی ہے اسیوجہ سے اوسکی بدبو مردار سے

بڑھکر قیامت مین ہوگی مگر صرف پہلا مقصد یعنی لذات دنیا ہی سے راحت باقی البتہ معصیت
سوال اوس سے بھی ہوگا اور جس سے حساب کا جھگڑا ہوگا اوسکو عذاب ہوگا اور جو شخص کہ کوئی چیز مباح
مباحات مین سے کریگا تو قیامت کو اوسپر عذاب تو نہوگا مگر اوسیقدر راحت آخرت کم کردی جاویگی
اور اگر تامل کرو تو بڑے نقصان کی بات ہے کہ یہان کے ایک مرفانی کے عوض مین وہ رہت جاودانی
کم ہوجاوے سا اور اچھی نیتین خوشبو مین یہ ہین کہ مثلاً اوس سے اتباع سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی جمعہ کے روز نیت کرے اور خانہ خدا کی تعظیم کی نیت کرے کہ خدای تعالی کی زیارت کو مسجد مین
بے خوشبو نہ جانا چاہیے یا اپنے پاس والون کو راحت پہونچانے کی نیت کرے یا خود اپنے نفس سے بدبو
دور کرنے کی نیت کرے کہ جو میرے پاس بیٹھے اوسکو ایذا میری بدبو کی نہو یا یہ نیت کرے کہ بدبو کی
صورت مین لوگ میری غیبت کرتے ہونگے وہ غیبت سے باز رہین اور میرے سبب سے خدای تعالی
کی معصیت نکرین اسلیے کہ جو شخص غیبت کا متعرض ہوتا ہے اور وہ اوس سے بچنے پر قادر ہے تو وہ اس معصیت مین
شریک ہوا کرتا ہی چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا
بِغَيْرِ عِلْمٍ اسمین اشارہ ہے کہ شر کا سبب ہونا بھی شر ہے اور نیت اپنے دماغ کے علاج کی کرے تاکہ خوشبو سے دماغ کا
زیادہ ہوا اور امور دینی کا سمجھنا اور اونمین فکر کرنا آسان پڑے چنانچہ امام شافعی رحمہ فرماتے ہین کہ جسکی
خوشبو اچھی ہوتی ہے اوسکی عقل زیادہ ہوتی ہے غرضکہ اسطرح کی نیتین ایسی ہین کہ جب آدمی کے دل پر
تجارت آخرت اور طلب خیر غالب ہوتی ہے تو ایسی نیتین کرنے سے عاجز نہین ہے
کہ اوسکے دل پر آسایش دنیا ہی غالب ہو تو البتہ یہ نیتین اوسکے دل مین نہین آتین اور اگر کوئی ذکر بھی
کرے جب بھی اوسکا دل نہین او بھرتا کہ یہ نیتین کرے اور اگر کوئی ان نیتون مین سے کرتا بھی ہے تو
حدیث خطرے کے طور پر ہوتی ہین کہ اوسکو نیت نہین کہہ سکتے اور مباحات بہت سے ہین اور اون مین
نیتون کی شمار ممکن نہین اسلیے ایک ہی مثال سے باقی کو قیاس کرلو۔ اور اسیوجہ سے بعض عارفین سلف نے
فرمایا ہے کہ مجھکو مستحب معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز مین ایک نیت کرلیا کرون یہان تک کہ کھانے اور پینے اور
سونے اور پاخانہ مین جانے اور دوسری چیزون مین سب مین ایک نیت ہوا اور یہ سب باتین اوس قسم کی ہین
کہ انمین نیت تقرب الی اللہ کی ہوسکتی ہے اسواسطے کہ جو چیز کہ سبب بدن کے باقی رہنے اور مہمات بدنی سے
دل کے فارغ ہونے کا ہے وہ دین پر معین ہوتی ہے مثلاً جو کھانا کھانے سے نیت کرے کہ عبادت پر
قوت ہو اور صحبت سے یہ نیت کرے کہ دین کی درستی اور اپنی اہلیہ کے دل کی خوشی اور توقع ولد
صالح کی کہ میرے بعد خدای تعالی کی عبادت کرے اور امت محمدی اوس سے بڑھے تو اس صورت مین

وہ شخص اپنے کھانے اور صحبت سے طاعت بجا لانے والا ہوگا اور سب حظوظ نفس سے بڑھکر یہ دونوں چیزین ہین تو جس شخص کے دل پر فکر آخرت غالب ہوا اوسیراں دونوں سے خیر کی نیت کرنی محال نہین۔ اسیطرح چاہیے کہ جب آدمی کا مال جاتا ہے تو اوسمین بھی نیک نیت کرے اور کہدے کہ وہ مال فی سبیل اللہ ہوا اور جب یہ سنے کہ میری غیبت کوئی کرتا ہے تو دل مین خوش ہو اسوجہ سے کہ اسکے عوض مین غیبت کرنے والا میری برائیان اوٹھاویگا اور اوسکے نامۂ اعمال میں سے نیکیان میرے نامۂ اعمال میں چلی آوینگی اور اس امر کی نیت اصلاح کرے کہ ثواب کچھ نہ سے چھپا ہوتا ہے کہ حدیث شریف مین ہے کہ بندے کا حساب ہوگا تو اوسکے سب اعمال آفت کے آجانے سے بیکار ہوجاینگے یہانتک کہ مستحق دوزخ کا ہوگا پھر اوسکے لیے اعمال صالحہ کا دفتر کھولا جاویگا جس سے وہ سزاوار جنت ہوگا پس وہ شخص تعجب کرکے کہیگا کہ الٰہی یہ اعمال تو مین نے کبھی کیے تھے تو اوس سے کہا جاویگا کہ یہ اعمال اون لوگوں کے تجھے ملے ہیں جنھوں نے تیری غیبت کی اور تجھپر ظلم و زیادتی کی اور دوسری حدیث مین ہے کہ بندہ قیامت کے روز ایسے حسنات لاویگا جو پہاڑ کے برابر ہوں اور اگر وہ سب اوسکے لیے ہوں تو جنت میں داخل ہوجائے مگر چونکہ ایسی صورت سے آویگا کہ کسی پر ظلم کیا ہوگا اور کسیکو گالی دی ہوگی کسیکو مارا ہوگا اسیلیے ان سب مظلوموں کو اوسکے حسنات دیدیے جاوینگے یہانتک کہ اوسکے پاس کوئی نیکی باقی رہیگی فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی اسکی حسنات ہوچکیں اور ابھی مدعی باقی ہیں حکم ہوگا کہ اسپر اونکے سیات ڈالدو اور اسکے لیے ایک رقعہ دوزخ میں کو لکھدو غرض کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے حرکات میں سے کسیکو حقیر سمجھے اور ایسا ہو کہ بعض امور کو حقیر جانکر اوسکے شر سے ڈرے نہیں اور سوال اور حساب کے دن کے لیے اوسکی جوابدہی کی تیاری نکرے اللہ تعالیٰ ہر ایک امر کا دانا بینا ہے جا نیچے فرماتا ہے مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ مین نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اوسپر مٹی ڈالکر خشک کردوں مگر دل نے سمجھایا پھر مین نے کہا کہ یہ تو مٹی ہے اسکی کیا اصل ہے غرض مٹی سے اوسکو خشک کردیا اوسکے بعد غیب سے یہ آواز آئی کہ

جو سمجھے ہین یہ خاک لینی روا		قیامت کو دیکھینگے اپنی سزا

اور ایک شخص نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کے ساتھ نماز پڑھی دیکھا تو آپ کا کپڑا اولٹا تھا آپکی خدمت مین عرض کیا آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ کپڑے کو سیدھا کرلین مگر پھیر لیا اوس شخص نے اسکا باعث پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین نے کپڑے کو خدا تعالیٰ کے واسطے پہنا تھا مین نہین چاہتا کہ اوسکو غیر کے واسطے اسکو سیدھا کروں اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ قیامت کو کوئی شخص دوسرے آدمی سے

اور پوچھیگا اور کہیگا کہ میرا تیرا معاملہ خداے تعالیٰ کے سامنے ہے وہ کہیگا کہ بخدا مین تجکو نہین جانتا وہ کہیگا
کہ جانتا کیون نہین تونے ایک اینٹ میری دیوار مین سے لی تھی اور ایک دہاگا میرے کپڑے مین سے
لیا تھا پس اسطرح کے اخبار خائفین کے دل کے پرزے کیے دیتے ہین پس اگر تم کچھ عقل و حوصلہ رکھتے ہو
اور مغالطہ کھانے والون مین نہین ہو تو اپنے احوال کے نگران ہو اور اس سے پیشتر کہ تمسے حساب مین بال کی کھال
نکالی جاوے تمہین اپنے حرکات و سکنات کو سوچ سمجھکر و جو حرکت کرو پہلے سوچ لو کہ کیون کرتے ہو
اور کیا نیت ہے اور اسکے باعث دنیا مین سے کیا ملیگا اور آخرت مین سے کچھ جاتا رہیگا کہ نہین پھر دل کے
بھی نگران رہو کہ کسی کام کے ترک مین کیا نیت کرتا ہے کیونکہ کام کا چھوڑنا بھی ایک فعل ہے اوسمین بھی
نیت صحیح کا ہونا ضرور ہے ایسا نہو کہ اوسکا موجب کوئی ہواے خفی ہو کہ جسپر آگاہی نہین ہوا کرتی اور ظاہر
کی باتون سے دھوکا مت کھاؤ اور اوسکے باطن اور بھید پر غور کرتے رہو تاکہ حیلہ و مغالطہ سے نکل جاؤ
حضرت زکریا علیہ السلام کے حال مین لکھا ہے کہ کسی کی دیوار گارے کی اجرت پر بناتے تھے دیوار والون نے
آپکو دو روٹیان لادین اور آپ کا دستور تھا کہ بدون اپنی ہاتھ کی اجرت کے کھانا نہ کھاتے تھے جس وقت
آپ کھانے بیٹھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپنے اونکی تواضع نہ کی یہان تک کہ سب کھا چکے لوگونکو
آپ سے تعجب ہوا اسلیے کہ آپ سخی اور زاہد مشہور تھے اور یہ گمان کیا کہ بظاہر تواضع کر لینا بہتر تھا آپنے
فرمایا کہ مین کچھ لوگون کی مزدوری کرتا ہون اور اونھون نے مجھے روٹی اسلیے دی تھی کہ اونکا کام کرنیکو
طاقت مجھ مین آجاوے پس اگر تم بھی اس کھانے مین شریک ہوتے تو نہ تمھارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور مین اونکے
کام مین ضعیف رہتا تو دیکھو کہ عاقل آدمی نور خدا سے اسطرح باطن کو دیکھا کرتا ہے یعنی کام مین سستی ہونی
فرض کا نقصان ہے اور تواضع کھلانے کی نہ کرنی نفل کا نقصان ہے فرائض کے ہوتے ہوے نوافل کی کچھ
پوچھ نہین - اور بعض اکابر سے روایت ہے کہ مین حضرت سفیان ثوری رح کی خدمت مین گیا اوسوقت آپ
کھانا کھاتے تھے مجھسے کلام بھی نہ کی یہان تک کہ اپنی اونگلیان چاٹین پھر فرمایا کہ اگر مین یہ کھانا قرض
نہ لیتا تو مجھے اچھا معلوم ہوتا کہ تم بھی اسمین سے کھاتے - اور حضرت سفیان ہی کا قول ہے کہ جو شخص کسی
دوسرے کو اپنے کھانے مین شریک ہونے کو کہے اور اوسکو کھلانے کی رغبت نہو تو اگر اوسکے کہنے سے
دوسرا کھا لیگا تب تو اوسپر دو گناہ ہونگے اور اگر نہ کھاویگا تو ایک ہی گناہ رہیگا یعنی ایک گناہ تو
نفاق ہے کہ باطن مین شرکت نہین چاہتا تواضع ظاہری کرتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو
ایسی بات پر انگیختہ کرتا ہے کہ اگر وہ جان لے تو برا جانے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے سب اعمال مین
اسطرح نیت کا تجسس کیا کرے جس کام کو کرے بدون نیت نکرے اور اگر نیت اوسوقت نہو تو توقف

کرے اسلیے کہ نیت ایسے اختیار مین نہیں کہ جب چاہے موجود ہو جاوے

پانچواں بیان اس باب مین کہ نیت اختیار مین نہین ہوتی بیوقوف جاہل آدمی جب نیت کی
خوبی میں جو لکھی ہے سنتا ہے اور اس قول نبوی کو سنتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات تو اپنے سب کاموں کے
شروع میں دل میں کہا کرتا ہے کہ نیت کرتا ہوں خدا کے واسطے پڑھانے کی یا تجارت کی یا کھانے کی
وغیرہ اور گمان کرتا ہے کہ یہ نیت ہو گئی حالانکہ یہ یا تو حدیث نفس ہے یا زبانی کلمات ہیں یا فکر ہے یا ایک
خاطر سے دوسری کیطرف منتقل ہونا ہے نیت سے ان امور کو کچھ سروکار نہین اسلیے کہ نیت تو نام نفس کے اوبھار
اور توجہ او میل کا ہے ایسی چیز کیطرف کہ جسمین نفس کی غرض اوسوقت یا انجام کو اوسکے نزدیک ہو اور
میل اگر نہیں ہوگا تو ممکن نہیں کہ اوسکو صرف ارادہ سے حاصل اور پیدا کر لیا جاوے بلکہ اوسکی صورت تو
ایسی ہوگی جیسے پیٹ بھرا آدمی کہے کہ مین نیت کرتا ہوں کہ کھانے کی خواہش کروں اور اوسکی طرف مائل
ہوں یا کوئی بے فکر شخص کہے کہ مین نیت کرتا ہوں کہ فلاں شخص پر عاشق ہوں اور اوسکو اپنے دل مین پیارا
اور محبوب جانوں اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں دشوار ہیں بلکہ دل کی کسی چیز کی طرف کھینچنے اور
مائل کرنے کا طریق یہی ہے کہ اول اوسکے اسباب حاصل کرے اور وہ کبھی کبھی اختیاری ہوتے ہیں اور کبھی نہین
اور نفس جو فعل پر اوبھرتا ہے تو کسی غرض کے باعث ہوتا ہے جو نفس کے موافق اور مناسب ہوتی ہے
اور جب تک انسان یہ اعتقاد نہین کر لیتا کہ میری غرض وابستہ فلاں فعل سے ہے تب تک اپنا قصد
اوسکی طرف متوجہ نہین کرتا اور یہ بات ہر وقت اختیاری نہیں کہ دل میں کسی چیز کا اعتقاد حاصل کیا کرے
اور اگر اعتقاد بھی ہو جاتا ہے تو دل متوجہ جب ہوتا ہے جبکہ فارغ ہو اور اوس غرض کی نسبت کہ کسی اور
قوی غرض میں مشغول ہو اور یہ بات بھی ہر وقت ممکن نہیں پھر رغبت دلانے والی اور پھیرنے والی چیزوں
کے بہت سے اسباب ہین جب وہ اکٹھے ہو جایا کرتے مین اور ان کا مجمع ہونا ہر شخص کے حال اور عمل کے
لحاظ سے مختلف ہوا کرتا ہے مثلاً اگر شہوت نکاح کی آدمی پر غالب ہو اور لڑکا ہونے سے کوئی غرض
صحیح دینی خواہ دنیاوی اوسکے اعتقاد مین نہو تو ایسے شخص سے نہیں ہو سکے گا کہ صحبت کے وقت ولد
کی نیت کرے بلکہ صحبت صرف نیت قضاء شہوت ہوگی اسواسطے کہ نیت تو غرض پر موقوف ہے
اور یہاں غرض شہوت ہی فرض کی گئی ہے تو ولد کی نیت کیسے ہوگی اسیطرح اگر دل پر یہ امر غالب ہو
کہ سنت نکاح ادا کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پائی جاتی ہے اور اسوجہ سے اوسکا
ثواب زیادہ ہو جاتا ہے تو ممکن نہیں کہ نکاح سے اتباع سنت کی نیت ہو بجز اسکے کہ زبان سے کہہ لے یا دل مین
کہہ لے اور صرف کہہ لینا گفتگو ہے نیت نہیں ہاں اس نیت کے حاصل کرنے کا یہ طور ہے کہ اول دل

اپنا ایمان شریعت پر قوی کرے اور اس بات پر ایمان قوی ہو کہ جو شخص امت محمدی صلی اللہ علیہ
کی کثرت میں سعی کرتا ہے اوسکو بہت ثواب ہوتا ہے اور دل میں سے جتنی نفرت کی چیزیں اولاد کی
وہ دور کردے یعنی پرورش کی مشقت وغیرہ سے نفرت دل میں ہو جب اسطرح کریگا تو کیا عجب ہے
دل میں سے رغبت اولاد کے پیدا ہونے کی اوٹھے اور اوسکو باعث ثواب سمجھے اور وہ رغبت اوسکو
حرکت دے اور اوسکے اعضا عقد نکاح کے لیے جنبش میں آویں پس اگر قدرت زبان کی محرک عقد
قبول کیواسطے اسطرح پیدا ہوگی یعنی جو باعث کہ دل پر غالب ہو گیا ہے اوسکی جہت سے قدرت زبان
حرکت قبول نکاح کی دی ہوگی تب تو البتہ نکاح کرنے والا نیت رکھتا ہوگا اور اگر ایسا نہوگا تو جو
بات دل میں مان لیتا ہے اور اوسکو بار بار کہتا ہے کہ میرا قصد اولاد کا ہے وہ وسواس اور ہذیان ہے اور
اسی وجہ سے کہ نیت کے لیے دل کا ابھار اور اعتقاد غرض صحیح کا پہلے سے ہونا چاہیے سلف الصالحین
سے بہت لوگوں نے بعض طاعتوں سے پہلو تہی کی ہے اسلیے کہ انکو نیت موجود منہوتی اور فرما بھی دیا
کہ ہمکو اس امر میں کچھ نیت حاضر نہیں چنانچہ روایت ہے کہ ابن سیرین رحمہ نے حضرت حسن بصری کو جنازہ کی
نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل میں نیت حاضر نہیں ہوتی - اور کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالوں میں
کنگھی کرنے کے لیے مانگی کہ بال سلجھاویں اوسنے پوچھا کہ آئینہ لاؤں وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا کہ ہاں
لوگوں نے پوچھا کہ اتنے سکوت کی وجہ کیا تھی اونھوں نے جواب دیا کہ اول سے میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینہ کی
نیت نہ تھی اسلیے میں نے سکوت کیا یہاں تک کہ خدای تعالی نے نیت آئینہ کی دل میں مہیا کردی اور ایک عالم
کوفہ کے حماد بن ابی سلیمان کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوری رحمہ سے کہا گیا کہ آپ اونکے جنازہ پر نہیں جاتے
آپ نے فرمایا کہ اگر مجھکو نیت ہوتی تو میں ضرور جاتا - اور اکابر سلف سے جب کوئی کسی عمل خیر کی درخواست کرتا
تو جواب دیتے کہ اگر ہمکو خدای تعالی نیت عنایت فرماوے گا تو کرینگے - اور حضرت طاؤس رحمہ بدون نیت
حدیث بیان نہ فرماتے اگر کوئی کچھ پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے اور جب نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کردیتے
لوگوں نے پوچھا کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ جب ہم درخواست حدیث کے بیان کی کرتے ہیں تو آپ نہیں کرتے
اور اپنے آپ کہنے لگتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت میں بیان کیا کروں جب مجھے
نیت حاضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہوں - اور منقول ہے کہ داؤد بن محبر نے جب کتاب عقل بنائی تو حضرت احمد
بن حنبل رحمہ اونکے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اوسمیں ڈالی اور پھیر دی اونھوں نے پوچھا کیوں
واپس کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ اسمیں ضعیف اسنادیں داؤد رحمہ نے فرمایا کہ میں نے اوسکی بنا اسناد پر
نہیں رکھی اسکو امتحان کی نظر سے دیکھیے میں نے جو اسمیں عمل کے لحاظ سے نظر کی تو مجھکو مفید ہوئی امام احمد نے

دیا کہ تو لاؤ مجھکو دو تاکہ میں بھی اوس نظر سے دیکھوں جس نظر سے تم نے دیکھا ہے پھر وہ کتاب لی اور
مدت تک انکے پاس رہی پھر فرمایا کہ تمکو خدا تعالی جزاے خیر دے مجھکو اس کتاب سے فائدہ دیا - ایک شخص نے
طاؤس سے کہا کہ ہمارے لیے دعا کرو اونھوں نے فرمایا کہ اچھا میں دعا کی نیت لیتا ہوں تو کرونگا
اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ایک مہینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا ہوں مجھے
ابتک درست نہیں ہوئی - اور عیسی بن کثیر رح کہتے ہیں کہ میں میمون بن مہران کے ساتھ گیا جب وہ اپنے
دروازے پر پہونچے تو میں ہٹا اونکے بیٹے نے اونسے کہا کہ آپ انگور کا کھانا انہیں کھلاتے فرمایا کہ
میری نیت میں نہیں اور یہ اسلیے کہ نیت تابع نظر کی ہوتی ہے جب نظر بدل جاتی ہے تو نیت بھی بدل جاتی ہے اونکا اعتقاد یہ تھا
کہ بدون نیت کے کوئی کام نہ کرتے تھے اسلیے کہ جانتے تھے کہ نیت عمل کی روح ہے اور عمل بلا نیت
صادق کے ریا اور تکلف ہے اور ایسا عمل سبب تعب ہے نہ سبب قرب اور یہ بھی جانتے تھے کہ نیت
اسکا نام نہیں کہ زبان سے کوئی کہدے کہ نیت کرتا ہوں بلکہ وہ دل کا ابھار ہے قائم تمام فتوح غیبی کے
خدا کے دیے کی طرح بعض اوقات میسر ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہاں جس شخص کے دل پر اکثر امر دین غالب رہتا ہے اوسکو
اکثر اوقات میسر ہوتی ہے اسلیے کہ اوسکا دل فی الجملہ مائل اصل خیر کا رہتا ہے تو دوسری خیرات پر بھی وقت پر
اوبھر کھڑا ہوتا ہے اور جسکا دل مائل بطرف دنیا ہوتا ہے اور دنیا اوسپر غالب ہوتی ہے اوسکو یہ بات
حاصل نہیں ہوتی خیرات کا تو کیا ذکر ہے فرائض میں بھی اوسکو نیت میسر نہیں ہوتی ہے اور اگر ہوتی ہے
تو نہایت کوشش اور سعی وجہد سے ہو جاتی ہے اسطرح کہ دوزخ کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اوسکے
عذاب سے ڈراوے یا آسایش جنت یاد دلاوے اور اپنے نفس کو اوسکی رغبت دلاوے تو ایسی صورتوں میں
کبھی اوسکو ضعیف سا ارادہ اوٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اوسکو ثواب بھی بقدر نیت اور رغبت ہی کے ملتا ہے لیکن
طاعت بہ نیت خدا کی تعظیم کے کہ مستحق طاعت و عبودیت وہی ہے دنیا کے رغبت کو میسر نہیں ہوتی
اور یہ نیت سب میں اعلی اور کمیاب ہے روی زمین پر ایسے لوگ کم ہیں جو اسکو سمجھیں اور اسکو استعمال
کریں تو درکنار ہے - اور لوگوں کی نیتیں طاعات میں کئی قسم پر ہیں بعض ایسے ہیں کہ اونکا عمل خوف
باعث سے سرزد ہوتا ہے یعنی اسوجہ سے کہ دوزخ سے ڈرتے ہیں اور بعض کا عمل توقع ہوا کرتا ہے کہ رغبت
جنت کی اونکے عمل کا باعث ہوتی ہے اور اسطرح کی نیت اگرچہ پہلی قسم کی نسبت کم ہے یعنی جو طاعت
کہ نیت خدا کی تعظیم محض کیلئے کیجاوے اور کسی جہت سے نہو اوسکی نسبت کہ نیت خوف و رجا کی کرنا
کم ہے مگر تاہم اقسام صحیح نیتوں میں سے ہے اسلیے کہ آدمی مائل ایسی چیز کی طرف ہوتا ہے جو آخرت میں موعود ہے
گو وہ چیز اوس جنس میں سے ہے کہ جسکی الفت دنیا میں ہے اور غالب تر سبب نیتوں میں اسکا شکم اور شرمگاہ ہوں

اور اونکی حاجت کے پورا ہونے کی جگہ جنت ہے پس جو شخص جنت کے لیے عمل کرتا ہے وہ گویا اپنے
شکم و شرمگاہ کے لیے کرتا ہے جیسے خراب مزدور اور ایسے شخص کا درجہ بھولون کا سا درجہ ہوگا اور اپنے
عمل سے وہ اوس درجہ کو پہونچ جاویگا کیونکہ اکثر اہل الجنۃ البلہ واقع ہے مگر عبادت عقل والون کی صرف
ذکر الٰہی اور فکر ہوتی ہے اس وجہ سے کہ وہ اوسکے جمال و جلال کے محب ہوتے ہین اور اونکے تمام اعمال آئی
محبت و ذکر و فکر کے مؤکد ہوا کرتے ہین ان لوگون کا رتبہ اس سے بڑا ہے کہ منکوح اور مطعوم چیز کی طرف
جنت مین التفات کرین اسواسطے کہ انکی نیت جنت نہ تھی بلکہ یہ وہ لوگ ہین کہ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ
وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اور چونکہ ثواب بقدر نیات ملیگا اسلیے ضرور ہوا کہ یہ لوگ خداے تعالیٰ کے
دیدار فیض آثار سے مزے اڑائین اور اون لوگون پر ہنسین جو حورون کیطرف ملتفت ہون جیسے حورونکے
دیکھنے والے اون لوگون کو ہنسین جو مٹی کے کھلونون کو تاکین بلکہ فرق درمیان جمال حضرت ربوبیت اور
جمال حورون کے کہین زیادہ ہے اوس فرق سے جو حورون کے جمال اور مٹی کے کھلونون کے جمال مین ہے
بلکہ نفوس بہیمیہ کا عورتون سے راضی ہونا اور خداے تعالیٰ کے جمال سے اعراض کرنا ایسا جاننا چاہیے جیسے
خنفسا اپنے جوڑے سے مالوف رہتا ہے اور عورتون کے جمال سے روگردان پس اکثر دلون کا اندھا ہونا
خداے تعالیٰ کے جمال و جلال سے ایسا ہی ہے جیسا خنفسا ادراک جمال عورتون سے اندھا ہے کیا اوسکو انکی
کچھ خبر ہی نہین اور اگر اوسکو عقل ہوتی اور عورتون کا ذکر اوسکے سامنے کیا جاتا تو وہ اون لوگون پر
ہنستا جو اونکی طرف مائل ہین مگر اصل یہ ہے کہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ خداے تعالیٰ خود فرماتا ہے
اور اسی لیے پیدا بھی فرمایا چنانچہ فرمایا وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ پس ہمیشہ مختلف اور متفاوت رہینگے
منقول ہے کہ احمد بن خضرویہ نے خداے عزوجل کو خواب مین دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص مجھسے جنت کا
طالب ہے سواے ابویزید کے کہ وہ مجکو طلب کرتا ہے اور حضرت ابویزید رح نے خواب مین خداے جل شانہ کو دیکھا
اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنیکا کیا طریق ہے ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اوٹھا اور میری طرف
قدم بڑھا۔ اور کسی شخص نے حضرت شبلی رح کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے تمسے
کیا معاملہ فرمایا کہا کہ کسی عوٰی پر مجھسے دلیل طلب نہین فرمائی مگر ایک قول پر جو مین نے ایک روز کہا تھا کہ جنت
کے خسارہ سے بڑھکر کونسا خسارہ ہوگا اسپر البتہ ارشاد فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھکر
کونسا خسارہ ہے غرض یہ کہ ان نیتون کا درجہ متفاوت ہے جس شخص کے دل پر انمین سے ایک غالب ہو جاتی ہے
اوسکو اکثر دوسری نیت کیطرف عدول کی نوبت نہین پہونچتی اور ان حقائق کی واقفیت موجب ایسے
اعمال و افعال کا ہوتی ہے کہ فقہاے ظاہر اونکا انکار کرتے ہین مگر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کی نیت

اور مباح میں تو دیدہ ہوا وہ نفل میں ہو تو اوسکے حق میں مباح اولیٰ ہے اور وہی اوسکے لیے افضل کا
کام دیگا اور جو دوسرا اوسکے حق میں نقصان ہی اسواسطے کہ انما الاعمال بالنیات ہی مثلاً معاف کرنا تقاضا
روسے بہ نسبت انتقام کے افضل ہے مگر کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی کو معاف کرنے میں تو نیت نہیں ہوتی
حلم کا بدلہ لینے میں نیت ہوتی ہی تو اس صورت میں انتقام ہی افضل ہی۔ یا یہ کہ اوسکی نیت کھانے اور پینے
اور سونے کی ہو تاکہ اپنے نفس کو راحت دے اور آئندہ کی عبادات کے لیے قوت پائے اور مادہ شہوت نیت
روزہ اور نماز کی نہو تو کھانا اور سو رہنا اوسکے حق میں افضل ہی بلکہ اگر عبادت کرتے کرتے تھک جاوے
اور اوسکا سرور جاتا رہے اور رغبت سست ہوجاوے اور جانے کہ اگر گھڑی بھر کھیل میں یا باتوں میں مصروف
رہے سے سرور حالت اصلی پر آجائیگا تو کھیلنا اوسکے حق میں نماز سے افضل ہے۔ چنانچہ ابن مسعود
فرماتے ہیں کہ میں اپنے نفس کو تھوڑے سے کھیل سے راحت دیدیتا ہوں پس یہ امر میرے لیے حق پر مددگار ہے
اور حضرت علی رض فرماتے ہیں کہ دلوں کو راحت دو ورنہ اگر ان پر زبردستی کیجاویگی تو اندھے ہوجاوینگے
اور یہ دقائق بڑے بڑے عالم پاسکتے ہیں اوچھوں کو معلوم نہیں ہوسکتے بلکہ طبیب حاذق کبھی حرارت
زدہ کا علاج گوشت سے کرتا ہی حالانکہ وہ بھی گرم ہے اور اسکو کم جاننے والا طب کا بعید جانتا ہے اور
معالج کی غرض یہ ہوتی ہی کہ اول اوسکی قوت بحالت اصلی آجاوے تاکہ ضد سے علاج کرنے کی برداشت کرسکے
اسیطرح جو شخص شطرنج خوب کھیل سکتا ہی کبھی رخ اور گھوڑا مفت کٹا دیتا ہی تاکہ کسی منصوبہ سے حریف کو مات
کرے مگر جسکو کھیلنا کم آتا ہی اور دور کے منصوبے نہیں جان سکتا وہ اسکی اس حرکت پر خندہ اور تعجب کرتا ہی
اسیطرح بہادر جنگ آزمودہ کبھی اپنے مقابل سے بھاگتا ہی اور اسکو وہم دیتا ہی کہ کہیں موقع پاکر ایک دفعگی
اوسپر حملہ کرکے غالب آجاوے۔ پس ایسا ہی طریق الی اللہ کے سلوک کا حال ہی کہ یہی بالکل شیطان سے
لڑنا ہی اور دل کا علاج کرنا تو جو شخص توفیق یافتہ اور عاقل ہوتا ہی وہ اسمیں لطائف الحیل کرتا ہے جنکو
سفہا بعید جانتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مرید کو نچاہیے کہ جو بات اپنے مرشد کی دیکھے دل میں اوسکو
برا جانے اور شاگرد کو چاہیے کہ اپنے استاد پر اعتراض نکرے بلکہ جہانتک اوسکی سمجھ کی حد ہو وہاں توقف کرے
اور جو بات اوسکی سمجھ میں نہ آوے اوسکو انہیں کے حوالہ کرے یہانتک کہ اونکے رتبے کو پہونچکر خود واقف ہو اور اوسکا بھید کھل جاوے

دوسری فصل اخلاص کی فضیلت و حقیقت و درجات کے بیان میں مشتمل پانچ بیانوں پر

پہلا بیان اخلاص کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ اور فرمایا أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ اور فرمایا إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا
بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ اور فرمایا فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

بیا آیت اوس شخص کے باب مین اوتری کہ خداے تعالی کیواسطے عمل کرے اور چاہے کہ اوسپر لوگ اوسکی تعریف
کرین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ثلاث لایغل علیہن قلب رجل مسلم اخلاص
العمل للہ والنصیحۃ للولاۃ ولزوم الجماعۃ اور مصعب بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہین
کہ میرے باپ کو یہ گمان ہوا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کم مایہ والون پر مجھکو فضیلت ہو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے اس اُمت کو ضعیفون کی دعا اور اخلاص اور نماز سے مدد کی ہے
اور حضرت حسن سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اخلاص میرے بھیدون مین سے
ایک بھید ہے اوسکو اپنے جس بندے کے دل مین چاہتا ہون سپرد کر دیتا ہون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
فرماتے ہین کہ عمل کی قلت کا تردد مت کرو بلکہ قبول کا تردد کرو اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ بن جبل رض کو فرمایا اخلص العمل یجز لک منہ القلیل اور ایک حدیث مین فرمایا مامن عبد
یخلص للہ العمل اربعین یوما الاظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ اور فرمایا کہ قیامت کے روز
جو لوگ اول پوچھے جاوینگے تین شخص ہونگے ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اوسکو علم دیا اوس سے
خداے تعالی سوال فرماویگا کہ تونے اپنے علم سے کیا کیا وہ کہیگا کہ الٰہی دن رات مین اوسکی خدمت کرتا تھا
اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہینگے کہ تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ
یون کہین کہ فلان شخص عالم ہے تو یاد رکھ کہ یہ تو کہا گیا - دوسرا وہ شخص کہ جسکو خداے تعالی نے مال دیا اللہ تعالی
اوس سے فرماویگا کہ مین نے تجھپر انعام کیا تونے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی رات دن مین صدقہ دیا کرتا تھا
اللہ تعالی فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہینگے کہ جھوٹھ کہتا ہے بلکہ تونے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ
کہین کہ فلان شخص سخی ہے سو یہ تو کہا گیا تیسرا وہ شخص جو خدا کی راہ مین مارا گیا اللہ تعالی اوس سے فرماوے
کہ تونے کیا کیا وہ عرض کریگا کہ الٰہی تونے جہاد کا حکم دیا تھا اسلیے مین لڑا یہان تک کہ مارا گیا اللہ تعالی
فرماویگا کہ تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اوسکو جھوٹا بناوینگے بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص
شجاع ہے سو یہ کہا گیا حضرت ابوہریرہ راوی اس حدیث کے بیان فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے میری ران پر ایک لکیر کھینچی اور فرمایا کہ اے ابوہریرہ سب سے اول انھین تین شخصون سے آتش جہنم بھڑکائی
جاویگی اس حدیث کے راوی نے حضرت معاویہ رض کے پاس جاکر اس حدیث کو بیان کیا آپ سنکر
اتنا روئے کہ دم نکلنے کے قریب ہوگئے پھر فرمایا کہ سچ فرماتا ہے اللہ جل شانہ من کان یرید الحیوۃ الدنیا
وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اور بنی اسرائیل کے حالات مین ہے کہ ایک عابد
مدت سے عبادت خداے تعالی کی کیا کرتا تھا اوسکے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہان ایک قوم ہے کہ

کہ خداے تعالیٰ کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہے وہ عابد اس بات سے غصے میں آیا اور اپنی کلھاڑا
کندھے پر رکھکر درخت کیطرف کو چلا کہ اوسکو کاٹ ڈالے راستے میں اوسکو شیطان ایک پیر مرد کی
صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے عابد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلان درخت کاٹ ڈالوں
اوسنے کہا کہ تجھے اوس سے کیا مطلب پڑا ہے کہ اپنی عبادت اور شغل چھوڑ کر اور بات میں مصروف ہوتا ہے
عابد نے کہا کہ یہ بھی منجملہ عبادت ہے اوسنے کہا کہ تو میں آپ کو کاٹنے نہ دونگا جب زیادہ تکرار بڑھی تو
عابد نے شیطان کو زمین پر ڈالکر اوسکی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اوسنے کہا کہ تم مجھکو چھوڑ دو تاکہ میں کچھ تمسے کہوں
عابد کھڑا ہو گیا ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خداے تعالیٰ نے تو تیرے اوپر اوسکا کاٹنا فرض
نہیں کیا نہ تو اوسکی عبادت کرتا ہے اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اوسکا گناہ تجھپر ہونے سے رہا
اور زمین میں خداے تعالیٰ کے انبیا بہت سے ہیں اگر اوسکو منظور ہوگا تو کسی نبی کو درخت والوں کے
پاس بھیجکر اوسکو کاٹنے کا حکم کردیگا تجھکو کچھ ضرور نہیں کہ جو بات تیرے ذمے نہو اوسکے درپے ہو عابد نے
کہا کہ میں تو اوسکو ضرور کاٹونگا شیطان نے پھر مستعد کشتی کا کیا عابد نے اوسکو دے مارا اور چھاتی پر چڑھ بیٹھا
جب ابلیس عاجز ہوا تو کہنے لگا کہ آؤ ہم ایک اور بات بتائیں جو تیرے حق میں بہتر اور مفید ہو عابد نے کہا
کہ اچھا اوسنے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تو کہوں عابد نے اوسکو چھوڑ دیا ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور
لوگوں پر پڑا ہوا ہے وہ سب تجھکو کھانا دیتے ہیں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل یوں چاہتا ہے
کہ اپنے بھائیوں سے سلوک کرے اور ہمسایوں سے مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگوں سے بے پروا
ہو جاوے عابد نے کہا کہ یہ بات تو درست ہے ابلیس نے کہا کہ تو اب تو لوٹ جا رات میں تیرے سرہانے
ہر شب دو دینار رکھ دیا کرونگا صبح کو تو اوٹھا لے لیا کریو اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ میں اوٹھایا کریو
اور بھائیوں کو دیا کریو یہ بات تیرے حق میں اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں اس درخت کے کاٹنے کی
نسبت کہیں زیادہ مفید ہوگی اسکے کٹنے سے کچھ فائدہ نہوگا اوسکی جگہ اور بو دیا جاویگا اوسکا کیا جاویگا
مگر تجھکو اور تیرے بھائیوں کو اوسکے کٹنے سے کچھ نہ ملیگا عابد نے ابلیس کے قول میں تامل کیا اور کہا
کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہے میں کچھ پیغمبر نہیں کہ اس درخت کا کاٹنا مجھپر لازم ہو نہ خداے تعالیٰ نے مجھکو اوسکے
کاٹنے کا حکم دیا ہے کہ اگر نہ کاٹونگا تو نافرمان ٹھہرونگا اور یہ جو بات بتلاتا ہے اوسمیں زیادہ فائدہ ہے
اسکے بعد اوس سے قول و قرار کر لیا اور قسما قسمی ہو گئی عابد اپنے عبادت خانے میں پھر آیا اور رات کو سو رہا
جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرہانے سے پائے اوسکو لے لیا دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا تیسرے روز
اور آیندہ کو پھر کچھ نہ پایا پھر غصہ ہوا اور تبر اوٹھا چلدیا راستے میں ابلیس پیر مرد کی صورت میں ملا اور پوچھا

کہ کہان کو اوسنے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہون ابلیس نے کہا کہ تو چھوڑ ناہی اب تجھسے نہین کٹ سکتا
نہ تو وہان تک پہونچ سکے عابد نے چاہا کہ پہلی دفعہ کیطرح اوسکو دے پٹکے ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن دور گئے
اور عابد کو اوٹھا کر پچھاڑ دیا عابد اوسکے دونون پانون مین پڑا کیطرح معلوم ہونے لگا پھر شیطان اوسکے
سینے پر بیٹھ گیا اور کہا کہ یا تو اس کام سے باز آ نہین تو ذبح کر ڈالونگا عابد نے دیکھا کہ مجھکو کسی طرح اب
مقاومت نہین اوس سے کہا کہ تو مجھپر غالب آیا اب مجھکو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے مین کیسے غالب ہو گیا تھا
اور اب تو کیسے جیتا اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہو کہ پہلے تو نے غصہ خداے تعالی کیواسطے کیا تھا اور تیری نیت
آخرت کی تھی اسلیے اللہ تعالی نے مجھکو تیرا ذلیل بنا دیا تھا اور اب تو نے غصہ اپنے نفس کیواسطے اور دنیا کیلیے
کیا اسواسطے مین نے تجھکو پچھاڑ دیا - اور یہ حکایت تصدیق ہے اس آیت کی لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ
مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ اسلیے کہ بندہ شیطان سے بدون اخلاص نہین چھوٹتا اور اسلیے حضرت معروف کرخی
اپنے نفس کو مارتے اور کہتے ای نفس اخلاص کر کہ تجھکو خلاص ہو - اور یعقوب مکفوف کہتے ہین کہ مخلص وہ ہے
جو اپنی حسنات ایسے چھپاوے جیسے برائیان چھپاتا ہے اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ خوشحال وہ شخص ہے
کہ جسکا ایک قدم بھی صحیح ہو جاوے کہ سواے خداے تعالی کے اور کسیکی نیت اوسمین نہو - اور حضرت عمر رض نے
حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ جسکی نیت خالص ہوتی ہو اوسکو اللہ تعالی وہ بات کفایت کر دیتا ہو
جو اوسمین اور لوگون مین ہو - اور بعض اولیا نے اپنے کسی بھائی کو لکھا کہ اپنے اعمال مین نیت کو خالص کرو
کہ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہوگا - اور ایوب سختیانی کہتے ہین کہ عمل کرنے والون پر سب اعمال سے زیادہ
سخت نیت کا خالص کرنا ہے اور مطرف رح کہا کرتے تھے کہ جو شخص صاف ہوتا ہے اوسکے لیے صفائی
کیجاتی ہو اور جو شخص خلط کرتا ہو اوسکے لیے خلط کیا جاتا ہو اور بعضے اکابر کو کسی شخص نے خواب مین دیکھا
اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا اونھون نے فرمایا کہ جو چیز مین نے خداے تعالی کیواسطے کی تھی
اوسکو تو پایا یہان تک کہ انار کی گٹھلی مین نے راستے مین سے ہٹا دی تھی پایا ایک بلی میری مر گئی تھی
اونکو حسنات کے پلے مین پایا اور میری ٹوپی مین ایک دھاگا ریشم کا تھا اوسکو برائیون کے پلے مین پایا
اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مر گیا تھا اوسکا ثواب مجھکو نہ ملا مین نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے
پلے مین موجود ہو مگر گدہے کا مرنا اوسمین نہین ہے مجھکو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہان بھیجا گیا جہان تو نے اوسکو
بھیجا تھا یعنی جب وہ مر گیا تھا اور تجھکو اوسکے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت مین
گیا اسلیے تیرا ثواب اوسمین باطل ہوا اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا اور ایک روایت مین ہے کہ
اونھون نے یہ بھی کہا کہ مین نے ایک صدقہ لوگون کے سامنے دیا تھا تو لوگونکا میری طرف دیکھنا

مجھے اچھا معلوم ہوا اوسکا یہ حال ہوا کہ اوسپر نہ ثواب ہی طلا نہ عذاب - اور حضرت سفیان ثوری نے
جب اس حال کو سنا تو فرمایا کہ بہت اچھا حال ہوا کہ اوسپر اوس صدقے کے باعث عذاب ہوا یہ تو
عین احسان ہوا - اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ اخلاص عیبوں سے عمل کو ایسا جدا کر دیتا ہے
جیسے دودھ گوبر اور خون سے علیحدہ ہوا کرتا ہے - اور نقل ہے کہ ایک شخص عورتون کا لباس پہنکر جہاں
عورتوں کا مجمع ہوتا شادی غمی مین جایا کرتا ایک روز کسی مجمع مین گیا وہاں ایک موتی چوری گیا لوگون نے
غل مچایا کہ دروازہ بند کر دو کہ ہم تلاشی لینگے پس ایک ایک کی تلاشی لینی شروع کی یہان تک کہ نوبت
اوس شخص کی اور ایک اوسکے ساتھ کی عورت کی پہونچی اوسنے اللہ تعالی سے اخلاص کیساتھ دعا
مانگی اور کہا کہ الہی اگر میں اس رسوائی سے نجات پاؤں تو پھر کبھی بھیس بدلونگا وہ موتی اوس عورت کے
پاس سے نکلا اور لوگوں نے پکار کے کہا کہ موتی پا گیا اب کسیکی تلاشی ہو سکو چھوڑ دو وہ شخص بھی چھوٹ گیا
اور بعض صوفیہ سے روایت ہے کہ مین ابو عبید تستری رح کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عزوہ کے دن
اپنی زمین جوت رہے تھے عرفہ کے دن اتنے مین اونکا کوئی بھائی ابدال آیا اور اوسنے کچھ آہستہ کہا ابو عبید نے جواب دیا
کہ نہیں وہ وہاں سے بادل کیطرح زمین ناپنے لگے حتی کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے مین نے ابو عبید رح سے
پوچھا کہ اونھوں نے آپ سے کیا کہا تھا اونھوں نے جواب دیا کہ مجھسے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو
مین نے انکار کر دیا مین نے کہا کہ آپ نے حج کیوں نہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ مجکو حج کی نیت نہ تھی مین نے
یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لون تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر حج کو اونکی خاطر سے ساتھ
ہو لیتا تو موجب غضب الہی کا ہوتا کہ خدا کے کام مین دوسری چیز داخل کرتا اس صورت مین جو کام مین
کر رہا ہوں وہ میرے نزدیک ستر حجون سے بڑھکر ہے - اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین تری کی راہ جہاد کو
چلا ایک شخص نے ہم میں سے ایک توشدان بیچا چاہا مین نے کہا کہ اسکو مول لے لون جہاد مین کام آویگا
جب فلاں شہر مین پہونچونگا تو اسکو بیچ ڈالونگا کچھہ فائدہ ہو رہیگا اس خیال سے اوسکو لے لیا اوسی رات
خواب میں دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اوترے ہین ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ غازیون کو لکھہ لو
دوسرا اوسکو بتلانے لگا کہ لکھہ فلانا شخص سیر کیواسطے نکلا اور فلانا ریاکے لیے اور فلان تجارت کے لیے
اور فلاں خدا کی راہ مین پھر اوسنے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا مین نے
کہا کہ خدا سے ڈرو مین تجارت کیواسطے کب نکلا ہون میرے پاس کیا ہے جسمین تجارت کرونگا مین تو
جہاد ہی کیواسطے نکلا ہون اوسنے کہا کہ میاں صاحب تمنے کل توشدان خریدا ہے اور تمھاری نیت ہے
کہ اوسمین سے کچھہ فائدہ تمکو ملے مین رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اوسنے دوسرے شخص کیطرف

دیکھا اور کہا کہ تمھاری کیا رائے ہے اوسنے کہا کہ یون لکھنا چاہیے کہ فلان شخص غزا کیواسطے نکلا مگر اوسکو
اتفاق راہ مین ایک توشہ دان مول لیا کہ اوس سے نفع ہوا پس خدای تعالی جو چاہیگا حکم فرماویگا —
اور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر تم تنہائی مین اخلاص کے ساتھہ دو رکعت نماز پڑھو تو اس سے بہتر ہے کہ
ستر یا ستر سو حدیثین عمدہ اسناد کے ساتھہ لکھو۔ اور بعضون کا قول ہے کہ ایک ساعت کی اخلاص مین
ہمیشہ کی نجات ہے لیکن اخلاص کمیاب ہے۔ اور یون کہتے ہین کہ علم تخم ہے اور عمل کھیتی ہے اور اوسکا
پانی اخلاص ہے۔ اور بعضون کا قول ہے کہ جب خدای تعالی کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو
تین باتین اوسکو دیتا ہے اور تین نہین دیتا نیکبختون کی صحبت تو دیتا ہے مگر یہ نہین کہ اوس سے کچھہ بات
قبول کرلین اور اعمال صالحہ عنایت فرماتا ہے تو اوسمین اخلاص نہین دیتا اور حکمت دیتا ہے تو اوسمین
صدق نہین دیتا اور سوسی رح کہتے ہین کہ خلائق کے عمل سے خدای تعالی کی مراد صرف اخلاص ہے۔
اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھہ بندے ہین کہ وہ عاقل ہوتے ہین اور جب عاقل ہوتے ہین تو عمل
کرتے ہین اور جب عمل کرتے ہین اخلاص کرتے ہین پھر تو اخلاص اونکو تمام اقسام نیکیون کیطرف بلاتی ہے۔ اور محمد
بن سعید مروزی کہتے ہین کہ تمام معاملہ دو اصلون کیطرف رجوع کرتا ہے ایک تو فعل اوسکا تیرے ساتھہ ہو
دوسرے تیرا فعل اوسکے لیے پس جو کچھہ وہ تیرے ساتھہ کرے اوسپر تو راضی رہنا چاہیے اور جو تو اوسکی
خاطر کام کرے اوسمین اخلاص کرنا چاہیے اگر یہ دونون باتین بن پڑین تو دونون جہان کی فلاح کو پہونچیگا

دوسرا بیان اخلاص کی حقیقت مین — جاننا چاہیے کہ ہر چیز مین یہ ممکن ہے کہ دوسری چیز کا خلط ہو
پس جب کہ خلط اور آمیزش سے صاف اور خالص ہو تو اوسکو خالص کہا کرتے ہین اور جس فعل سے وہ شی
صاف ہو اوسکو اخلاص یعنی خالص کرنا بولتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہے مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا
سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ تو دودہ کا خالص ہونا یہی ہے کہ اوسمین خلط خون اور گوبر کا نہو نہ اور ایسی چیزون کا
جنکا ملنا اوسمین ممکن ہے اور اخلاص کی ضد اشراک یعنی شریک کرنا ہے تو اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو مخلص
نہین وہ مشرک ہے مگر یہ کہ شرک کے بہت سے درجات ہین جو اخلاص توحید مین ہوتا ہے اوسکی ضد شرک
در الوہیت ہے اور شرک مین سے کچھہ تو خفی ہے اور کچھہ ظاہر اور یہی حال اخلاص کا ہے اور اخلاص اور شرک
دونون قلب پر وارد ہوتے ہین یعنی محل اونکا دل ہے اور اونکا ورود قصدون اور نیتون سے ہوا کرتا ہے
اور ہم حقیقت نیت کی بیان کر چکے اور یہ بھی کہ نیت موافق باعث کے ہوا کرتی ہے تو جس صورت مین
باعث صرف ایک ہی ہو تو اوسکے سبب سے جو فعل صادر ہوگا باعتبار اوس غرض مقصود کے اخلاص
ہونا چاہیے فرض کرو کہ کسی شخص نے صدقہ دیا اور اوسکی غرض محض ریا ہے تو وہ مخلص ہے اس اعتبار سے

کہ ریا میں اور کسی چیز کی آمیزش نہیں کی اور جسکی غرض صرف تقرب الی اللہ ہے وہی مخلص کہلاویگا
تو یہ باعتبار لغت کے تجویز ہوا مگر اصطلاح اور عادت کی رو سے اخلاص اوسیکو کہتے ہیں کہ نیت صرف
تقرب الی اللہ کی ہو اور جمیع آمیزشوں سے پاک وصاف ہو جیسے الحاد کے معنی لغت میں میل کرنیکے
ہیں مگر اصطلاح میں حق سے میل کرنے کا نام ہے اور جس فعل کا باعث محض ریا ہوتی ہے وہ ہلاک کو
پہونچا دیتا ہے اوسمیں ہماری گفتگو نہیں اسلیے کہ جو باتیں اوس سے متعلق تہیں ہم تیسری جلد کے
باب الریا میں لکھ چکے ہیں ادنی یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ریاکار قیامت کے دن چار
ناموں سے پکارا جاویگا او ریاکار اور مکار او مشرک او کافر۔ اب ہم اوس صورت کا بیان کرتے ہیں
کہ آدمی کی نیت تو قصد تقرب ہی کی ہو مگر اوسکے باعث میں کوئی دوسری چیز ریا یا اور کوئی حظ نفس
وغیرہ ملگیا ہو مثلاً کوئی شخص بقصد تقرب روزہ رکھے تاکہ پرہیز کا فائدہ بھی حاصل ہو اور تقرب بھی رہے
یا غلام آزاد کرے کہ اوسکے نان نفقہ اور بدخلقی سے چھوٹ جاوے یا حج کرے اسلیے کہ سفر کی حرکت سے
اوسکا مزاج درست ہو جاوے یا اسلیے کہ کسی برائی سے جو وطن میں رہنے سے اسپر آتی بچ جاوے یا اسلیے
کہ کسی دشمن سے فرار کی نیت ہو یا زن و فرزند سے یا کسی کام سے تھک گیا ہو اور چند روز استراحت
کرنا چاہتا ہے یا جہاد کرے تاکہ لڑائی کے فن میں مہارت ہو اور اوسکے اسباب و لوازم جمع کرسکے اور لشکر کا
فراہم کرنا اور اوسکا تعلیم پڑھا لیجا یا آجاوے یا تہجد پڑھے اور اوسمیں یہ غرض ہو کہ جاگتا ہے تاکہ
اپنے گھر بار کی حفاظت کرے یا علم اسلیے سیکھے کہ اوسکے باعث سے مال بقدر کفایت کا طلب کرنا آسان
ہو جاوے خواہ اسلیے کہ اپنی قوم میں عزت دار ہو خواہ اسوجہ سے کہ اوسکا مال و متاع علم کے طفیل سے
طامعین کی طمع سے محفوظ رہے یا درس و وعظ اسلیے کہے کہ چپ رہنے کی مصیبت سے چھوٹ جاوے
اور گفتگو کی لذت سے بہرہ ور ہو یا علما اور صوفیہ کرام کی خدمت اسلیے کرے کہ اونکی نظر و دل اور
لوگوں کی نظروں میں اوسکی حرمت زیادہ ہو یا اسلیے کہ دنیا کے لوگ اسکے ساتھ نرمی برتیں اور اسکا
ساتھ دیں یا کلام مجید اسلیے لکھے کہ ہمیشہ لکھنے سے خط اچھا ہو جاویگا یا حج کو پیادہ اسلیے جاوے تاکہ
اپنے اوپر سے کرایہ کا بوجھ ہلکا کرے یا وضو اسلیے کرے کہ بدن صاف اور سرد ہو جاوے یا اسوجہ سے
غسل کرے کہ اوسکی بو اچھی ہو جاوے یا حدیث اسلیے روایت کرے کہ لوگ جانیں کہ بڑے محدث ہیں
یا مسجد میں اعتکاف اسلیے کرے کہ گھر کے کرایہ میں تخفیف ہوگی یا روزہ اسلیے رکھے کہ کھانا
پکانے کی دقت ہو یا اسلیے کہ کام کرنے میں کھانے کا کھانا حارج ہو یا صدقہ کسی سائل کو اسلیے دے
کہ اوسکے سوال سے عاجز آگیا ہو تو اوسکا ٹالنا منظور ہو یا بیمار کی عیادت اسلیے کرے کہ جب وہ خود

بیمار ہو تو اوسکی بھی کوئی عیادت کرنے کو یا جنازے کے ساتھ اسلیے جائے کہ کل اوسکے یہاں کو جائے تو اوسکے ساتھ بھی لوگ چلیں یا ان باتوں کو اس نیت سے کرے تاکہ خیر کے ساتھ مشہور اور مذکور ہو اور لوگ نیک بختی کی نگاہ سے اوسکی طرف دیکھیں۔ ان سب صورتوں میں اگر باعث تقرب الی اللہ بھی ہوگا اور ان خطرات میں سے بھی کوئی خطرہ اوسکے ساتھ ہو جاویگا حتی کہ اوسکے باعث اوس عمل کا کرنا آسان معلوم ہوگا تو اوسکا عمل حد اخلاص سے باہر نکل جاویگا اور اوسکو یہ نہیں کہینگے کہ خالص خدا کی ذات کیواسطے ہے اور اوسمین شرک کو رستہ ہو جاویگا اور اللہ تعالی حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں سب شرکاء کی نسبت شرک سے غنی تر ہوں غرضکہ دنیا کے حظوظ میں سے جو حظ ایسا ہوگا کہ نفس اوسکی طرف مائل اور دل راغب ہو وہ خواہ تھوڑا ہو یا بہت جب کسی عمل میں دخل پا ویگا تو اوس حظ کے دخل سے اوسکی صفائی اور اخلاص مکدر ہو جاویگی اور اوسیجا کہ انسان اپنے حظوظ اور شہوات میں ڈوبا رہتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ اوسکا کوئی فعل یا عبادت اس جنس کے حظوظ اور اغراض سے درست خالی ہو اسلیے کہا گیا ہے کہ جس شخص کو اپنی تمام عمر میں ایک لحظہ بھی خالص ذات خدا کے لیے میسر ہوگا تو نجات پاویگا اور اسکی وجہ یہی ہے کہ اخلاص نہایت کمیاب چیز ہے اور دل کا صاف کرنا ان آمیزشوں سے بہت دشوار ہے بلکہ خالص اوسیکو کہتے ہیں کہ جسمین کوئی باعث سوائے تقرب الی اللہ کی طلب کے اور کوئی شے نہو۔ اور یہ حظوظ اگر تنہا باعث اعمال ہوں تب تو ظاہر ہے کہ عمل کرنے والے پر نہایت سختی ان اعمال میں کیجاویگی مگر ہم اون صورتوں کو پیش نظر کرتے ہیں کہ قصد اصلی تو تقرب ہی ہوا اور اوسمین کسیقدر یہ آمیزشیں بھی زائد ہو جاتی ہیں اور انکے زائد ہونے کی تین صورتیں ہیں یا بطور رفاقت یا بطور شرکت یا بسبیل اعانت جیسا کہ نیت کے بیان میں گذرا حظ نفسی یا تو باعث دینی کے برابر ہو یا زیادہ یا کم اور ان میں سے ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ عمل ان سب آمیزشوں سے خالی ہو خواہ یہ آمیزشیں تھوڑی ہوں یا بہت یہانتک کہ باعث بجز قصد تقرب کے اور کوئی نہو اور یہ بات اوس شخص سے متصور ہے جو اللہ تعالی کا عاشق زار اور آخرت میں تمام ہمت ڈوبا ہوا ہو اسطرح کہ دنیا کی محبت کو اوسکے دل میں گنجایش نہی ہو یہاں تک کہ کھانا پینا اوسکو کچھ محبوب نہ معلوم ہوتا ہو انکی رغبت اوسکی ایسی ہو جیسے قضای حاجت کی ہوتی ہے کہ سرشت کی رو سے ضروری معلوم ہو یعنی کھانے کی رغبت اس جہت سے ہو کہ کھانا ہے بلکہ اس نظر سے ہو کہ اوس سے خدا تعالی کی عبادت پر تقویت حاصل ہے اور تمنا کرے کہ کیا خوب ہو جو بھوک کی آفت سے محفوظ ہو جائے کہ پھر حاجت

کھانے کی مد ہے اور نہ دل میں کوئی حظ امر فضول زائد از حاجت کا رہے اور اوسکے نزدیک بقدر
ضرورت ہی مطلب ہو اس نظر سے کہ دین کی ضرورت ہے پس سوای فکر الٰہی کے اوکو اور فکر نہو تو اسطرح کا
آدمی اگر کھاویگا یا پیئے گا یا حاجت قضا کریگا سب صورتوں میں خالص العمل اور درست نیت رہیگا بلکہ
سب حرکات و سکنات میں اوسکی نیت صحیح ہوگی یہانتک کہ اگر مثلاً سوویگا تاکہ اپنے نفس کو آیندہ کی
عبادت کے لیے قوت اور راحت ہو جاوے تو اوسکا سونا بھی عبادت ہوگا اور اوسمیں بھی اوسکو مخلصوں کا
درجہ ملیگا اور جسکا حال ایسا ہوگا تو اعمال میں اخلاص کا ہونا اوسکے حق میں بہت ہی نادر اور کم ہوگا اور جسطرح
کہ حرکات و سکنات ایسے شخص کے جسپر محبت خدا اور محبت آخرت غالب ہو صفت اوسکی ہمت کی حاصل
کرکے بالکل اخلاص ہو جاتی ہیں اسیطرح جس شخص کے نفس پر دنیا اور ریاست و برائی یا اور کوئی چیز غیر اللہ
غالب ہو جاوے تو اوسکے حرکات و سکنات بھی اوسکی صفت پیدا کر لیتے ہیں پس کوئی اوسکی عبادت خواہ
نماز روزہ سلامت نہیں رہتی بہت کم اخلاص اوسمیں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص کا
علاج یہی ہے کہ نفس کے حظوں کو توڑے۔ اور دنیا کی طمع کو قطع کرے اور آخرت کے لیے ایسی طرح خالص ہو کر
رہے کہ دل پر غالب ہو جاوے اسوقت میں اخلاص میسر ہوگی۔ اور بہت سے اعمال ایسے ہیں کہ انسان اونمیں
مشقت کیا کرتا ہے اور اپنے گمان میں اونکو خاص خدا تعالیٰ کی ذات کیواسطے سمجھتا ہے حالانکہ اوسکو
غلط ہوتا ہے اسلیے کہ اونمیں آفت کی جگہ اوسکو معلوم نہیں ہوتی چنانچہ بعض اکابر سے منقول ہے کہ
وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اول میں پڑھی تھی قضا کی اسلیے کہ ایک روز
دیر کسی عذر کے باعث سے ہو گئی تو میں نے دوسری صف میں نماز پڑھی پس مجکو نہایت شرم
لوگوں سے آئی کہ اونھوں نے مجکو دوسری صف میں دیکھا اوسوقت میں نے جانا کہ لوگ جو مجکو صف اول میں
دیکھتے تھے اوس سے مجکو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجکو اوسکی خبر نہ تھی سو یہ بات ایسی باریک اور
مبہم ہے کہ اعمال اس جیسے امور سے کم خالی ہوتے ہیں اور نہ ہر ایک کو اسکی خبر ہو بجز اون لوگوں کے جنکو
حق تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور جو اس سے غافل ہیں وہ آخرت میں اپنے سب حسنات کو سیآت پاوینگے اور
یہی لوگ مراد ہیں اس آیت سے وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا اور
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا
سب سے زیادہ تعرض اس فتنے کا علما کو ہے اسلیے کہ اکثروں کے لیے باعث علم کے پھیلانے کا غلبے کی
لذت اور سروری کی خوشی اور حمد و ثنا کی مسرت ہوا کرتی ہے اور شیطان اوپر حق کے مخفی کر دیتا ہے اور کہتا
ہے کہ تمہاری غرض دین الٰہی کا پھیلانا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مخالفوں کو دفع

کرتا ہے سو اعظا جو خلق کو اور بادشاہون کو نصیحت کرتے ہین تو خدای تعالی پر احسان جتاتے ہین
اور لوگ جو اونکا قول قبول کرتے ہین اور اونکی طرف متوجہ ہوتے ہین تو بہت خوش ہوتے ہین اور
کہتے ہین کہ ہمکو مسرت اس بات کی ہے کہ خدای تعالی نے ہمسے دین کی نصرت کا کام لیا حالانکہ اگر
کوئی اونکا ہم پیشہ پیدا ہو کہ اوسنے وعظ اچھا کہتا ہوا اور لوگ اوسکی طرف متوجہ ہو جاتے ہین تو اونکو نہایت
برا معلوم ہوتا ہے اور اسکا رنج کرتے ہین اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر اونکی وعظ کا باعث دین ہی تھا
تو اونکو دوسری وعظ کے ہونے سے خدا کا شکر کرنا چاہیے تھا کہ اوسنے یہ کام دوسرے سے لیا
اور اونکو تنگ نا پڑا مگر شیطان پھر بھی اونکو نہین چھوڑتا اور کہتا ہے کہ تمکو غم اسوجہ سے نہین کہ لوگون نے
تمکو چھوڑکر دوسرے کا وعظ سنا بلکہ اس نظر سے غم ہے کہ تمھارا ثواب جاتا رہا یعنی اگر لوگ تمھاری نصیحت سے
روبراہ ہوتے تو تمکو ثواب ہوتا اس ثواب کے نہ ملنے کا غم کرنا بہتر ہے اور بیچارے کو یہ معلوم نہین کہ امر حق
کی اطاعت اور افضل شخص کو معاملہ سپرد کرنے مین آخرت مین ثواب زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت تنہا خود کرنے کے
دیکھو اگر اسطرح کا غم اچھا ہوتا تو جب حضرت ابوبکر صدیق رض خلیفہ ہوے تھے حضرت عمر رض بھی غم کرتے
کہ تمام خلق کے مصالح کا متکفل بہت بڑا ثواب رکھتا ہی مگر حضرت عمر رض حضرت ابوبکر صدیق رض کی
خلافت سے خوش ہوے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ ہم سے افضل ہین اب نہین معلوم کہ علما ایسی باتون سے کیونکر
نہین خوش ہوتے اور بعض اہل علم شیطان کے اس دہوکے مین آ جاتے ہین کہ جی مین کہنے لگتے ہین کہ اگر
ہمسے افضل کوئی پیدا ہوگا تو ہم اوس سے خوش ہونگے کیونکہ پہلے امتحان کے یہ کہنا محض منافقانہ ہے اسلیے کہ
نفس اس جیسے وعدہ کرلینے مین نہایت سہولت سے منقاد ہو جاتا ہی مگر جب موقع آپڑتا ہے تو وعدہ
پورا نہین کرتا فورا بدلجاتا ہے اور اس بات کو وہی جانتا ہی جو نفس کے مکرون سے واقف ہی اور اوسکا
امتحان بہت کرتا رہتا ہی حاصل یہ کہ حقیقت اخلاص کو پہچاننا اور اوسپر عمل کرنا ایک سمندر ہے کہ اوسمین
لوگون کا پتا نہین لگتا کوئی شاذونادر بچتا ہے جو کہ اس آیت مین مستثنی ہے اِلَّا عِبَادَکَ مِنْہُمُ الْمُخْلَصِیْنَ
پس بندے کو چاہیے کہ ان دقائق کو خوب تلاش اور تجسس کرتا رہے ورنہ نادانستہ گروہ شیاطین مین جا ملیگا

تیسرا بیان اخلاص کے باب مین لوگونکے قولون کے ذکر مین - سوسی رح کہتے ہین کہ اخلاص اسکا
نام ہی کہ اخلاص پر نظر نہ ہے اسلیے کہ جو اپنے اخلاص کو دیکھے گا تو اوسکے اخلاص کے لیے حاجت
اخلاص کی ہوگی اس قول مین اشارہ یہ ہے کہ عمل کو عجب سے صاف کرنا چاہیے کیونکہ اخلاص کیطرف
نظر کرنا عجب ہی جو منجملہ آفات ہے اور خالص اوسیکو کہتے ہین جو سب آفتون سے صاف ہو تو جس اخلاص
مین عجب ہوگا اوسمین ابھی ایک آفت باقی ہے اور سہل رح فرماتے ہین کہ اخلاص یہ ہی کہ بندے کے

حرکات اور سکون خاص خدائے تعالیٰ کے واسطے ہوں یہ تعریف جامع ہے کہ غرض کو محیط ہے اور یہی معمولہ
مفید ہے قول حضرت ابراہیم بن ادہم رح کا کہ فرماتے ہین اخلاص سچا کرنا نیت کا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ
اور حضرت سہل رح سے پوچھا گیا کہ سب سے سخت تر نفس پر کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ اخلاص ہے اس وجہ سے
کہ نفس کو اوس میں کچھ بہرہ نہیں - اور رویم رح کا قول ہے کہ عمل میں اخلاص اسکا نام ہے کہ مخلص اوسپر
دونوں جہاں میں کچھ عوض نہ چاہے اور اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ حظ نفس خواہ دنیاوی ہوں یا
اخروی سب آفت ہیں تو جو شخص عبادت اسلیے کرے کہ جنت مین شہوات سے نفس کو آسایش ملے وہ آفت زدہ
ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عمل سے سوائے رضائے الٰہی کے اور کوئی بات نہ چاہے اور یہ قول اشارہ ہے صدیقون کی
اخلاص کیطرف اسکو اخلاص محض کہتے ہین اور جو شخص توقع جنت یا دوزخ کے خوف سے عمل کرے وہ
باعتبار دنیوی لذات کے البتہ مخلص ہے ورنہ اصل مین وہ حظ شکم اور شرمگاہ کا طالب ہے اور اہل حق کی مراد
مطلوب اتنی صرف رضائے الٰہی ہے نہ کوئی حظ اوسکے سوا - اور یہ جو کہتے ہین کہ انسان کسی کسی حظ کیلیے
حرکت کیا کرتا ہے اور حظوں سے بری ہونا صفت الٰہی ہے جو اوس سے بری ہونے کا مدعی ہو وہ کافر ہے
چنانچہ قاضی ابو بکر باقلانی رح نے حکم کفر کا اوس شخص پر کیا جو مدعی حظوں سے بری ہونے کا ہو اور فرمایا
کہ یہ صفت خدائے تعالیٰ کی ہے انسان اسکا مدعی نہین ہو سکتا تو یہ سب درست ہے مگر لوگوں کی مراد اخلاص مین
حظوں سے بری ہونے سے یہ ہے کہ ان حظوں سے بری ہو جسکو لوگ حظ کہتے ہین اور لوگ جسکو حظ کہتے ہیں
وہ شہوات جو جنت مین کی ہین اور صرف معرفت اور مناجات اور دیدار الٰہی کی لذت جو اہل حق کا حظ ہے
اوسکو لوگ حظ نہین جانتے بلکہ اس سے تعجب کرتے ہین حالانکہ یہ ایسا بڑا حظ ہے کہ اگر تمام جنت کی
طاعت و مناجات اور مشاہدہ حضرت الٰہی کے عوض میں اون لوگوں کو دیے جاوین تو اوسکو حقیر جانیں
اور نہ اسکی طرف متوجہ ہوں تو حرکت ان لوگوں کی اور طاعت سب حظ کے لیے ہے مگر ان حظوں کے لیے نہین
جسکو عوام حظ کہتے ہیں اونکا حظ صرف اونکا معبود ہے نہ اور کوئی چیز - اور ابو عثمان رح کہتے ہیں کہ اخلاص
یہ ہے کہ خالق کیطرف نظر دائمی رکھکر خلق کے دیکھنے کو فراموش ہو جاوے اس قول میں اشارہ صرف آفت
ریا سے محفوظ رہنے کا ہے - اسیطرح بعض اکابر کا قول ہے کہ عمل مین اخلاص یہ ہے کہ اوسپر نہ شیطان کو خبر ہو
کہ اوسکو بگاڑے نہ فرشتے کو کہ اوسے لکھے اسمین اشارہ صرف عمل کے اخفا کا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ
اخلاص وہ ہے جو خلائق سے پوشیدہ اور علائق سے مصفا ہو یہ قول جامع تر مقاصد کا ہے - اور محاسبی رح
کہتے ہیں کہ اخلاص یہ ہے کہ رب کے معاملے مین سے خلق کو نکال ڈالے اسمین صرف ریا کی نفی ہے اسیطرح
قول خواص رح کا ہے کہ جو شخص جام ریاست نوش کرتا ہے وہ عبودیت کے اخلاص سے نکل جاتا ہے

اور حواریون نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ اعمال مین سے خالص کونسا ہی آپ نے
فرمایا کہ جو شخص خداے تعالی کیواسطے عمل کرتا ہے اور اس بات کو پسند نہین کرتا کہ کوئی شخص اوسپر
اوسکی تعریف کرے اسمین بھی ترک ریا کا اشارہ ہی اور اسکو خاص اسلیے فرمایا کہ جن اسباب سے اخلاص مین
خلل آتا ہی اونمین سے قوی تر یہی ہے - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ اخلاص کدورتون سے عمل کو
صاف کرنے کا نام ہے - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ لوگون کے باعث عمل کو ترک کرنا ریا اور اونکی خاطر
عمل کرنا شرک ہی - اخلاص یہ ہی کہ خداے تعالی تجھکو ان دونون باتون سے بچاوے - اور بعضون نے
کہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ ہمیشہ مراقبہ رکھے اور بالکل حظوظ کو فراموش کرجاوے یہ بیان کامل ہے اور
اقوال اس باب مین بہت ہین مگر جب حقیقت اخلاص کی معلوم ہوچکی تو اب سب اقوال کے نقل کرنے سے
کیا فائدہ بلکہ بیان شافی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی یعنی جب آپ سے اخلاص کا
حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ اَنْ تَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ ثُمَّ تَسْتَقِیْمَ کَمَا اُمِرْتَ اس سے غرض یہ ہے کہ
اپنے نفس او رہوا کی عبادت نکرے اور بجز اپنے رب کے اور کسیکی عبادت نکرے پھر اوسکی عبادت مین
جیسا حکم ہے ویسا ہی مستقیم رہا ہے یعنی ماسوا اللہ سے قطع نظر کرلے اور واقع اخلاص یہی ہے

چوتھا بیان اون آمیزشون اور آفات کے درجات مین جو اخلاص کو مکدر کرتی ہین

واضح ہو کہ جو آفتین اخلاص کو ابتر کرتی ہین اونمین سے بعضی ظاہر ہین اور بعضی پوشیدہ اور بعضی
باوجود ظاہر ہونے کے ضعیف ہین اور بعضے باوجود خفی ہونے کے قوی ہین اور ظہور و خفا مین اونکے
درجات کا اختلاف بدون مثال کے نہین سمجھا جاتا اور اخلاص کی ابتر کرنے والی چیزون مین سے
ظاہر تر ریا ہے اوسکی مثال ہم لکھتے ہین کہ مثلا ایک نمازی اپنی نماز مین اخلاص کر رہا ہو اوسوقت
شیطان اوسپر آفت ڈالتا ہی اسطرح کہ نماز پڑھنے مین اگر کچھ لوگ اوسکو دیکھ لین یا کوئی اوسکے پاس جاوے
تو شیطان اوس سے کہتا ہی کہ اپنی نماز اچھی طرح پڑھ تاکہ یہ دیکھنے والا تجھکو نظر تعظیم سے دیکھے اور نیک بخت
سمجھے تیری حقارت اور غیبت نکرے اور وہ اس بات کو مانکر اعضا مین خشوع ظاہر کرے اور رکوع و
سجدہ اچھی طرح ادا کرے یہ قسم ریا کی درجہ اول ور ریاے ظاہر ہے یہ مریدین مین سے مبتدیون پر بھی مخفی
نہین رہتی ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ مرید اس آفت کو سمجھ گیا ہو اور اوس سے احتراز کرتا ہو یعنی اسمین شیطان کی
اطاعت نکرتا ہو نہ اوسکی طرف متوجہ ہوتا ہو جسطرح پہلے پڑھتا تھا اوسیطرح پڑھتا ہے تو اب شیطان خیر کے
بہانے سے اسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مقتدا او پیشوا اور انگشت نما ہے جو کام تو کرے گا
اور لوگ اوسمین تیری اقتدا کرینگے تو اونکے اعمال کا ثواب تجھکو ملیگا بشرطیکہ تو اچھی طرح عمل کریگا

اور اوسکا وبال تیری گردن پر رہیگا اگر تو بری طرح کریگا اس صورت مین اس شخص دیکھنے والے کے
سامنے عمل اچھی طرح کرتا ہے وہ خشوع اور اچھی طرح بجا آوری مین تیری اقتدا کرے اور یہ درجہ پہلے درجہ کی
نسبت گرچہ باریک ہے جو لوگ درجہ اول سے فریب مین نہین آتے وہ کبھی اس جال مین پھنس جاتے ہین
مگر یہ بھی ریا ہی ہے اخلاص کی بربادی اس سے بھی ہو جاتی ہے اسلیے کہ اگر واقع مین خشوع اور عبادت
کی خوبی اوسکے نزدیک بہتر ہے کہ دوسرے کی خاطر اوسکو نہین چھوڑتا تو تنہائی مین اپنے نفس کو اوسکا
عادی کیون نہ کیا اور یہ ہو نہین سکتا کہ دوسرے کا نفس اوسکے نزدیک بہ نسبت اپنے نفس کے عزیز ہو اس سے
معلوم ہوا کہ یہ صرف دھوکا ہے بلکہ مقتدیٰ وہ ہے جو اپنے دم سے مستقیم ہو اور اوسکا دل روشن اسطرح
کہ اوسکی روشنی دوسرے پر پڑتی ہو تو البتہ اوسکا ثواب اوسکو ملیگا اور وہ صورت تو محض نفاق اور
دھوکے کی ہے یہ ہے ما کہ اگر اوسکی کوئی اقتدا کریگا تو مقتدی کو ثواب ملیگا مگر اوس مقتدا سے تو
بازپرس اس بات کی ہوگی کہ جو چیز تجھہ مین نہ تھی اوسکو کیون ظاہر کیا اور اسپر عذاب بھی دیا جاویگا
تیسرا درجہ جو دوسرے درجے کی نسبت گرچہ باریک ہی ہے یہ ہے کہ بندہ اس بات مین اپنے نفس کا امتحان لے
اور مکر شیطان سے آگاہ ہو کر جان لے کہ خلوت مین اور حال ہونا اور غیر کے دیکھنے کی صورت مین اور حال
ہونا محض ریا ہے اور اخلاص کی صورت یہ ہے کہ نماز تنہائی مین ایسی ہی ہو جیسے مجمع مین ہوتی ہے
اور اپنے نفس اور پروردگار سے اس بات کی حیا کرے کہ خلق کے دیکھنے کی صورت مین عادت کے موجب
خشوع زیادہ کرے اس نظر سے تنہائی مین اپنے نفس پر متوجہ ہو اور وہان بھی نماز اوسی خوبصورتی کی
پڑھنی اختیار کرے جو ہیئت کہ مجمع مین اوسکو پسند ہو اور مجمع مین بھی اوسیطرح پڑھے تو یہ صورت بھی
ریا کی دقیق اور خفی کی ہے اسلیے کہ خلوت مین اسنے نماز کو اس نیت سے اچھی طرح پڑھا کہ مجمع مین بھی
اوسی صورت سے ادا ہو تو تنہائی اور مجمع مین دونون مین اوسکی نظر خلق کی طرف رہا اور پہلا اس
اسطرح ہوتا کہ بہائم کا دیکھنا اور خلق کا دیکھنا دونون اوسکی نظر مین یکسان ہو جاوین تو گویا اوسکا دل
گوارا نہین کرتا کہ لوگون کے سامنے نماز کو بری طرح ادا کرے پھر اپنے دل مین شرماتا ہے کہ کہین ریا کاری
کی صورت مین نہ ہو جاوے اور اوسکو یہ گمان ہے کہ اگر خلوت اور مجمع مین نماز یکسان ہوگی تو ریا سے
خارج ہو جاوینگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ ریا سے خارج ہونے کی صورت یہ ہے کہ خلق کی
طرف التفات ایسا ہی ہو جیسا جمادات کیطرف ہوتا ہے خواہ خلوت مین ہو یا مجمع مین ورنہ یہ شخص دونون
صورتون مین خلق کیطرف ہمت سے مشغول رہیگا اور یہ بات شیطان کے خفیہ مکرون مین سے ہے
چوتھا درجہ جو نہایت خفی ہے یہ ہے کہ لوگ اوسکو نماز پڑھتے دیکھین اور شیطان اوسکو یہ کہہ سکے

اگر تو دنکی خاطر خشوع کرا اسواسطے کہ اوسکو معلوم ہے کہ یہ فریب ہے شخص سمجھ گیا ہے داو مین نہ آوے کا تو شیطان اور بہت یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالی کی عظمت اور جلال مین تامل کر جسکے سامنے تو کھڑا ہے اور اس بات سے حیا کر کہ کہین خدای تعالی تیرے دلکو ایسے حال مین نہ دیکھے کہ دل وس سے غافل ہو اس خیال کے آنے سے اوسکا دل حاضر ہوتا ہے اور عضا خشوع کرنے لگتے ہین اور اوسکو گمان ہوتا ہے کہ اخلاص یہی ہے حالانکہ یہ عین مکر و فریب ہے اسلیے کہ اگر خدای تعالی کے جلال پر نظر کرنے سے یہ خشوع ہوتا تو تنہائی مین بھی یہ خطرہ ہوا کرتا اسطرح نہوتا کہ جب کوئی غیر شخص ہو تو اوسکے آنے سے یہ کیفیت حاصل ہوتی اور اس آفت سے بچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ خیال تنہائی مین بھی ویسا ہی جاے جسطرح کہ مجمع مین رہتا ہے اور یہ بات نہو کہ دوسرے شخص کے آنے پر ہی موقوف ہو جیسے کہ بہائم کے آنے پر کوئی خیال اس قسم کا منحصر نہین ہوتا غرضکہ جب تک آدمی کو انسان کے دیکھنے اور بہائم کے دیکھنے مین اپنے اعمال مین فرق معلوم ہوتا ہے تب تک وہ صفای اخلاص سے خارج اور اوسکا باطن آلودہ شرک خفی یعنی ریا کا ہے یہی شرک اسطرح کا ہے کہ آدمی کے دل مین سیاہ چیونٹی کی چال سے جو اندھیری رات مین سخت پتھر پر چلے خفی تر ہے جیسا کہ حدیث مین وارد ہے۔ اور شیطان سے کوئی شخص نہین بچ سکتا مگر وہ شخص جسکی نظر دقیق ہو اور اللہ تعالی کی حفاظت اور توفیق و ہدایت سے بہرہ یاب ہو ورنہ شیطان اون لوگون کی تاک مین ہر وقت رہتا ہے جو عبادت الہی کے لیے مستعد ہین اونسے ایک لحظہ غافل نہین رہتا یہانتک کہ اونکو ہر ایک حرکت اور کام مین ریا پر لاڈالتا ہے حتی کہ آنکھ مین سرمہ لگانا اور لبون کا کترانا اور جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور اوقات مخصوصہ مین سنت ہین اور چونکہ خلق کی نظر کو اونسے تعلق ہے اور طبیعت کو رغبت اسلیے نفس کو اونمین ایک حظ خفی ہے پس شیطان بندہ کو ان چیزون کے فعل کیطرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فعل سنت ہے اسکو ترک کرنا نچاہیے اور نفس اوسکی تقریر سے ایسلیے ابھرتا ہے کہ اونمین وہ شہوات خفیہ موجود ہین یا دل کا ابھار اون شہوات سے مخلوط ہوتا ہے اسقدر کہ اوسکے باعث سے حد اخلاص سے نکل جاتا ہے اور جو چیز کہ ان سب آفتون سے محفوظ نہو وہ خالص نہین بلکہ جو شخص کسی آباد مسجد عمدہ بنی ہوئی صاف و پاکیزہ مین اعتکاف کرے اور اوسمین دل لگتا ہو تو شیطان رغبت اعتکاف کی دلاتا ہے اور فضائل اعتکاف کثرت سے اوسکے سامنے بیان کرتا ہے اور محرک خفی اوس صورت مین بعض اوقات مسجد کی خوبصورتی اور طبیعت کا اوس سے راحت پانا ہوتا ہے اور یہ امر اوسوقت معلوم ہوتا ہے جب دوسری مسجد جو ویسی خوبصورت نہو اوسمین اعتکاف کو دل نچاہے اور یہ سب باتین طبیعت کی آمیزشون اور نفس کی کدورات مین مخلوط ہاتین

حقیقت اخلاص ایسے خافی رہتی ہے اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسا خالص سونے میں ملاوٹ ہوتا ہے
کہ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ملاوٹ ہی غالب ہوا اور کبھی کم ہوتا ہے مگر جلد معلوم ہو جاتا ہے اور کبھی اتنا
تھوڑا ہوتا ہے کہ بدوں خوب پرکھنے والے مینا کے اور کوئی نہیں جان سکتا اور دل کا ملاوٹ اور شیطان کا
دخل اور نفس کی خباثت اس سے کہیں دقیق اور چھپی تر ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حب نفس کو دیر بالہا
معلوم ✦ اسیلیے کہا گیا ہے کہ دو رکعتیں عالم کی جاہل کی ایک برس کی عبادت سے افضل ہیں اس
قول میں عالم سے وہی شخص مراد ہے جو آفات اعمال کے دقائق جانتا ہوتا کہ اپنے عمل کو ان سے پاک و
صاف کرے اور جاہل تو ظاہر عبادت پر نظر رکھا کرتا ہے اور اوسی سے مغالطے میں پڑ جاتا ہے جیسے کوئی
گنوار ایک کھوٹی ٹکی اشرفی کو ظاہر سرخ اور گول دیکھکر مغالطے میں آجاتا ہے حالانکہ کندن میں سے
تھوڑا سا سونا بھی اوس اشرفی سے بہتر ہوتا ہے جو غنی اور ناواقف اچھا سمجھ لیتے ہیں اسیطرح عبادات کا
معاملہ مختلف ہے بلکہ یہ سخت تر اور بڑا ہے اور اعمال میں جسقدر آفات راہ پاتے ہیں انکا حصر دشوار بلکہ غیر ممکن ہے
ہم اسیقدر مثال پر کفایت کرتے ہیں دانا کو اگر سمجھ ہو تو بس ہے اور جس آدمی کو سمجھنا ہو [illegible] کچھ
کچھ اثر نہیں ہوتا پس طول سخن لاحاصل ہے ہیچ ہے قطعہ

نگوید از سر بازیچہ حرفے	کزان پندے نگیرد صاحب ہوش
اگر صد باب حکمت پیش نادان	بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

پانچواں بیان عمل مخلوط کے ثواب کے ذکر میں ۔ جاننا چاہیے کہ عمل جب کہ خالص اللہ تعالی
کیواسطے نہیں ہوتا اور اوسمیں ملونی ریا یا اور نفس کے حظوں کی ہوتی ہے تو لوگوں کو اختلاف ہے
کہ ایسا عمل مستحق ثواب ہے یا مستوجب عذاب یا دونوں میں سے کسیکا مقتضی نہیں اور یہ تو ظاہر ہے
کہ جس عمل میں صرف مقصود ریا ہوگی وہ موجب عذاب و غضب ہے اور جو خالص لوجہ اللہ ہوگا وہ موجب
ثواب ہے صرف اختلاف عمل مخلوط میں ہے اور ظاہر اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوسپر آدمی کو ثواب نہیں
تاہم اخبار جو اسباب میں وارد ہیں اونمیں اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک یہ بات ہے کہ قوت باعث
کی مقدار کو دیکھنا چاہیے پس اگر باعث دینی اور باعث نفسی دونوں برابر ہوں تو دونوں کی کچھ تاثیر
نہ رہیگی ایسے عمل کا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر باعث ریا غالب اور قوی ہوگا تو اوس عمل سے کچھ
فائدہ نہو گا بلکہ مضر ہوگا اور موجب عذاب ہوگا ہاں اوسکا عذاب اوس عمل کے عذاب سے ہلکا ہوگا
جسکا باعث محض ریا ہو اور تقرب کا ملاؤ اوسمیں کچھ بھی نہو ۔ اور اگر قصد تقرب دوسرے باعث کی
نسبت کر قوی تر ہوگا تو جسقدر قوت باعث دینی یعنی تقرب کی زیادہ ہوگی اوسیقدر اسکو ثواب ہوگا

اوسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا
ان آیتون سے معلوم ہوتا ہے کہ قصد خیر تلف نہوگا بلکہ اگر قصد ریا سے بڑھکر ہوگا تو قصد ریا کے برابر
تو باطل ہوجاویگا اور زیادتی باقی رہیگی اور اگر مغلوب ہوگا تو جتنا عذاب صرف قصد فاسد کی رو سے
ملتا اوسمین سے کسیقدر تخفیف ہوجاویگی اور اس امر کی تحقیق یہ ہے کہ اعمال کی تاثیر دلون مین یہ ہوتی ہے
کہ جس صفت سے وہ صادر ہوتی ہین اوسی صفت قلبی کو مستحکم کیا کرتے ہین مثلاً صفت ریا مہلکات مین سے ہے
اور اس مہلک کی غذا اور قوت اسطرح ہوتی ہی کہ اسکے موافق عمل کیا جاوے اور داعیہ خیر نجات دینے والی
صفات مین سے ہی اوسکی قوت اوسکے موافق عمل کرنے سے ہوتی ہی پس جب یہ دونو صفتین دلمین
اکٹھی ہون تو دونون ایک دوسرے کی ضد ہین جب ایک کے موافق عمل کریگا تو اوسکو تقویت ہوگی
خواہ وہ ریا ہو یا تقرب اور ان دونون مین ایک مہلک ہی اور دوسری نجات دینے والی پس اگر دونون کی
تقویت یکسان ہی ہے تو دونون برابر رہینگے مثلاً کسیکو حرارت کی چیزون سے ضرر ہوتا ہے اور
اوسنے گرم چیزین کھائین پھر ان گرم چیزون کی قوت کے مقدار پر سرد چیزون کا استعمال کیا تو دونون کے
کھانے کے بعد ایسی کیفیت ہوگی کہ گویا کوئی چیز نہین کھائی اور اگر دونون مین سے کوئی غالب
ہوگی تو مقدار غلبہ کو ضرور تاثیر کریگی تو جسطرح کہ کوئی ذرہ کھانے پینے دوا کا جسم مین خدا تعالیٰ کی
عادت کے بموجب بدون تاثیر کے نہین رہتا اسیطرح کوئی ذرہ خیر و شر کا بھی تلف نہین ہوتا دلمین روشنی
یا تاریکی کا اثر ضرور پہنچاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے قریب یا بعید ضرور کرتا ہی پس اگر ایسا عمل کیا جس سے
ایک بالشت مثلاً قرب ہوا اور اوسمین ایسا خلط کیا جس سے ایک ہی بالشت دوری ہو تو جس حالت پر
تھا اوسی پر رہیگا نہ ثواب ہی ہوگا نہ عذاب اور اگر ایسا ہو کہ اوس سے قرب دو بالشت کا ہوا اور
دوسرا ایسا جس سے ایک بالشت دوری تو ظاہر ہے کہ ایک بالشت کا فضل اسکو رہیگا۔ اور حدیث شریف مین
ہی کہ اَتْبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا اس صورت مین جبکہ ریای محض کو اخلاص محض اوسکے بعد مٹا دیتی ہو
تو ضرور ہوا کہ اگر دونون اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کے برعکس عمل کرینگے۔ اور اسکی وجہ ایک یہ بھی ہی
کہ اس بات پر اجماع امت ہو کہ جو شخص حج کیواسطے نکلے اور مال تجارت بھی اوسکے ساتھ ہو تو اوسکا حج
درست ہی اور اوسپر ثواب دیا جاویگا گو اوسکے ساتھ ایک نفس کے حظوظ مین سے لگیا ہی۔ ہان یہ کہا جاسکتا ہی
کہ اوس شخص کو ثواب حج کے اعمال کا جسوقت ہوتا ہے جب مکہ معظمہ مین پہونچتا ہے اور تجارت حج پر
موقوف نہین تو حج خالص رہا البتہ بعد مسافت حج اور تجارت مین مشترک رہا تو اگر قصد تجارت ہوگا

تو اس حال میں ثابت ہے کچھ ثواب ملیگا لیکن بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جس صورت میں محرک اصلی
حج ہو اور غرض تجارت مثل معین اور تابع کے ہو تو نفس حج میں بھی ثواب ملیگا اور ہم یہ نہیں کہ سکتے کہ
حاجیوں کو کمانے کے ساتھ ایسی جہت میں لڑنا جہاں غنیمت بہت ملے اور ایسی جہت میں کہ غنیمت ہو کچھ
فرق نہیں معلوم ہوتا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ یہ کہنا بعید ہے کہ اس فرق کے معلوم ہونے سے
اونکو جہاد کا ثواب بالکل نہ ملے بلکہ یوں کہنا مناسب ہے کہ اگر باعث اصلی اور محرک قوی بلند کرنا کلمہ
خدای تعالی کا ہو اور رغبت غنیمت اوسکی تابع ہو تو اوس سے ثواب ضائع نہ جاویگا ہاں اوس شخص کے
ثواب کی برابر نہ ہوگا جسکا دل غنیمت کیطرف بالکل ملتفت نہ ہو اسلیے کہ اس التفات سے نقصان تو ضرور
لگیگا کیونکہ آیات و اخبار سے ایسا پایا جاتا ہے کہ ریا کی آمیزش ثواب کو ضائع کرتی ہے اور جیسی ریا کی
آمیزش ہے ویسی ہی تلاش غنیمت کا خلط ہو اور تجارت وغیرہ حظوظ بھی ایسی ہی ہیں چنانچہ طاؤس اور
دوسرے تابعین روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص
احسان کرتا ہے یا صدقہ دیتا ہے مگر اوسکو یہ بات محبوب ہے کہ لوگ اوسکی تعریف بھی کریں اور ثواب بھی ملے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت اوتری فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا
لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا۔ اور حضرت معاذ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے عمل میں شرک کیا ہوگا اوس سے کہا جاویگا کہ تو اپنا بدلہ
اوس سے لے جسکے لیے تو نے عمل کیا ہے۔ اور حضرت عبادہ رض سے روایت حدیث قدسی کی
ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں سب شریکوں کی نسبت شرکت سے غنی ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے
اور اوسمیں میرے ساتھ غیر کو شریک کرتا ہے تو میں اپنا حصہ بھی شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔ اور
حضرت ابو موسی رض روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور
عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مرد غیرت کے لیے لڑتا ہے اور دوسرا شجاعت کی خاطر اور تیسرا اسلیے کہ اوسکا
مرتبہ خدا کی راہ میں معلوم ہو آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلیے لڑے کہ خدای تعالی کا قول بالا رہے وہ راہ
خدا میں ہے۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ فلاں شخص شہید ہے اور شاید کہ اوسنے اپنی
سواری کی خورجی روپیوں سے بھر لی ہو یعنی نیت کا حال معلوم نہیں کہ خالص تھی یا غنیمت کے لیے
لیا تھا۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي
شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا فَهُوَ لَهُ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں اوس دعا کے مخالف نہیں جو ہمنے ذکر کیا ہے

بلکہ مراد ان سے وہ شخص ہے جو عمل سے دنیا ہی کا طالب ہو جیسے کہ فرمایا مَنْ هَاجَرَ يَبْتَغِي شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا
اور دنیا ہی کی طلب اوسکی نیت پر غالب ہو اور یہ ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ عمل کا دنیا کے لیے کرنا معصیت
اور زیادتی ہے نہ اسوجہ سے کہ طلب دنیا حرام ہے بلکہ اس نظر سے کہ دنیا کا طلب کرنا اعمال دین کے
عوض مین حرام ہی اسلیے کہ اوسمین ریا اور عبادت کا اپنی جگہ سے بدلنا پایا جاتا ہے اور لفظ شرکت جہان کہین
وارد ہی اوس سے برابری مراد ہے اور ہم بیان کر چکے ہین کہ جب دونون قصد برابر ہونگے تو ساقط
ہو جاوینگے اوس عمل پر نہ ثواب ہوگا نہ عذاب تو ایسے عمل سے توقع ثواب کی نہ کرنی چاہیے پھر انسان
ہمیشہ شرکت کی حالت مین خطرے مین ہی کیونکہ اوسے کیا معلوم ہے کہ دونون قصدون مین سے
اوسپر کونسا غالب ہے کیا عجب ہے کہ بعض اوقات عمل اوسکے حق مین وبال ہو جائے اسلیے اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا
اس سے یہ مراد ہے کہ شرکت کے ہوتے ہوے توقع ثواب نہ رکھنی چاہیے بہترین احوال شرکت مین سے
ہے کہ عمل ساقط ہو جاوے۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ منصب شہادت لڑائی مین بدون اخلاص
نہین ملتا مگر یہ کہنا بعید ہے کہ جس شخص کا ارادہ دینی اسطرح کا ہو کہ صرف جہاد کے لیے اوسکا آمادہ کرد
گو غنیمت نہو اور کفار کی جماعت توانگر اور مفلس دونون سے لڑ سکتا ہو لیکن توانگرون کی طرف اسلیے
جھکے کہ مقصود اصلی خدای تعالی کا بول بالا رکھنے کا بھی حاصل ہو اور غنیمت بھی ملے تو ایسے شخص کو ثواب
جہاد کا نہ ملیگا اور معاذ اللہ اگر معاملہ اسطرح ہو تو دین مین کمال تنگی ہو اور مسلمان مایوس ہو جائین اسلیے
کہ ان جیسے آمیزشون سے تو کبھی انسان خالی ہی نہین رہتا کہ مقصود اصلی کے ساتھ مین کوئی تابع نہو اور
اگر یہ صورت ہوتی بھی ہے تو نہایت کم اسیلیے ایسی آمیزشون کی تاثیر ثواب کے کم کرنے مین البتہ ہوا
کرتی ہے یہ نہین کہ ثواب بالکل حبط ہو جاوے ہان اتنا ہے کہ انسان کو اس حالت مین بڑا خطرہ ہی اسواسطے
کہ اوسکو بعض اوقات گمان ہوتا ہے کہ قوی تر باعث عمل کا قصد تقرب الی اللہ ہی حالانکہ اوسکے باطن پر غالب
حظ نفسی ہوتا ہے اور یہ بات نہایت درجے کو خفی رہتی ہی یعنی اجر کامل اخلاص سے حاصل ہوا کرتا ہی
اور آدمی جتنی چاہے احتیاط کرے اپنے نفس سے اوسکو اخلاص کا یقین بہت ہی کم ہوگا اسوجہ سے
عمل کرنے والے کو چاہیے کہ بعد خوب کوشش و احتیاط کے ہمیشہ رد و قبول مین متردد رہے کہ کہین
میری عبادت مین کوئی آفت ایسی پیش نہ آئے ہو جسکا وبال ثواب کی نسبت کر زیادہ ہو اہل بصیرت
مین سے جو لوگ خوف کیا کرتے تھے اونکا یہی دستور تھا اور ہر اہل بصیرت کو اپنا دستور العمل یہی
رکھنا چاہیے اور اسیوجہ سے حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ میرا عمل جو ظاہر ہو گیا ہی اوسکو مین

ستار نہیں کرتا۔ اور عبد العزیز بن ابی رواد کہتے ہیں کہ میں اس گھر کا مجاور ساٹھ برس رہا اور ساٹھ حج
کیے لیکن اعمال الٰہی میں سے جو عمل میں نے کیا جب میں نے اپنے نفس کو ٹٹولا تو شیطان کا حصہ اوس عمل میں
بہ نسبت خدا تعالیٰ کے حصہ کے زیادہ پایا میں یہی غنیمت جانوں اگر وہ اعمال نہ موجب ثواب ہوں نہ باعث
عقاب۔ اور باوجود ان سب آفتوں کے یہ بھی نہیں چاہیے کہ آفت ریا کے خوف سے عمل کو چھوڑ دیا جائے
اسلیے کہ منتہائے آرزوئے شیطان یہی ہے کہ آدمی عمل ترک کرے اور مقصود اس باب بالا سے یہ ہے کہ اخلاص
بجا لایا جاوے اور جب عمل ترک کر دیا جاویگا تو عمل اور اخلاص دونوں جاتے رہینگے۔ منقول ہے کہ کوئی فقیر
حضرت ابو سعید خراز کی خدمت کیا کرتا اور اون کے کاموں میں مدد دیا کرتا ایک دفعہ اونھوں نے حرکات میں
اخلاص ہونے کا ذکر فرمایا وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب
ایسی حالات کا رہا کہ کام متعذر ہو گیا اور حضرت ابو سعید کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے میں خود
وقت اوٹھانی پڑی اس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیوں نہیں کرتے اوسنے کہا کہ میں آپکے ارشاد کے
موجب اعمال میں حقیقت اخلاص کا مطالبہ اپنے نفس سے کرتا ہوں مگر اکثر کاموں میں میرا نفس اخلاص سے عاجز
اسلیے چھوڑ دیتا ہوں آپنے فرمایا کہ ایسا مت کر اخلاص عمل کو قطع نہیں کرتا عمل پر مواظبت کر اور اخلاص کے
حاصل کرنے میں کوشش کر میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ عمل کو چھوڑ دو بلکہ یہ کہا ہے کہ عمل کو خالص کرو۔ اور حضرت فضیل رحمہ
فرماتے ہیں کہ خلق کے باعث عمل کا چھوڑنا ریا ہے اور خلق کے باعث اوسکا کرنا شرک ہے

تیسری فصل صدق کی فضیلت اور حقیقت کے ذکر میں اس میں دو بیانوں پر

پہلا بیان صدق کی فضیلت میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ
عَلَيْهِ اور صدق کی فضیلت میں اسقدر کافی ہے کہ صدیق اوس سے مشتق ہے اور اللہ تعالیٰ نے
اپنے انبیا کی مدح و ثنا میں اونکو صدیق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا
اور فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں
إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَالْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيقًا
وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَالْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ
عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا اور حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ چار باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں
ہوں نفع اوسیکو ہو اول صدق دوم حیا سوم حسن خلق چہارم شکر۔ اور بشر بن الحارث رحمہ
فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے معاملہ صدق کے ساتھ کرتا ہے وہ لوگوں سے نفرت

کیا کرتا ہے۔ اور ابو عبد اللہ آملی کہتے ہین کہ مین نے منصور دینوری کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ
خدای تعالی نے تمسے کیا معاملہ کیا اونھون نے کہا کہ مجھکو بخشدیا اور مجھپر رحم کیا اور جو مجھکو توقع نہ تھی
وہ عنایت فرمایا پھر مین نے پوچھا کہ جس چیز سے بندہ متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اوسمین سب سے اچھی
کیا چیز ہے اونھون نے فرمایا کہ صدق ہے اور سب سے بری چیز خدای تعالی کیطرف متوجہ ہونے کی
جھوٹ ہے۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ صدق کو اپنی سواری کر لو اور حق کو تلوار اور اللہ تعالی
کو اپنا اعلی درجے کا مطلوب۔ اور ایک شخص نے کسی حکیم سے ذکر کیا کہ مین نے کوئی سچا آدمی نہین دیکھا
حکیم نے جواب دیا کہ اگر تو سچا ہوتا تو سچون کو پہچانتا۔ اور محمد بن علی کنانی کہتے ہین کہ ہمنے خدای تعالی
کے دین کو تین ارکان پر مبنی پایا اول صدق دوم حق سوم عدل پس عمل تو دلون پر ہوتا ہے اور
حق اعضا پر اور صدق عقلون پر۔ اور حضرت ثوری رح اس آیت کی تفسیر مین وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَی الَّذِینَ
کَذَبُوا عَلَی اللّٰهِ وُجُوهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہین کہ انھون نے دعوی محبت الہی کا کیا اور
اوس دعوی مین سچے نہوے اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے داود
جو شخص مجھکو اپنے باطن مین تصدیق کرتا ہے مین اوسکو خلائق مین ظاہر ظہور سچا کرتا ہون۔ اور ایک
شخص نے حضرت شبلی رح کی مجلس مین چیخ ماری اور اپنے آپ کو دجلہ مین گرا دیا حضرت شبلی رح نے فرمایا
کہ اگر یہ شخص سچا ہوگا تو اوسکو خدای تعالی ایسا بچا دیگا جیسا حضرت موسی علیہ السلام کو بچا دیا تھا
اور اگر جھوٹا ہوگا تو وہ اوسکو اسطرح غرق کر دیگا جیسا فرعون کو غرق کر دیا تھا۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ فقہا اور علما کا سب کا اتفاق ہے کہ تین باتین اگر درست ہوجاوین تو آدمی کی نجات ہوجاوے اور
یہ تینون ایک دوسرے سے پوری ہوتی ہین اول اسلام جو بدعت اور ہوا سے خالص ہو دوم عمل
مین خدای تعالی کے واسطے صدق کا ہونا سوم حلال کی غذا۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ
توریت کے حاشیے پر مین نے بائیس سطرے دیکھے جنکو بنی اسرائیل کے نیکبخت جمع ہوکر پڑھا پڑھا کرتے
تھے وہ جملے یہ ہین۔ کوئی خزانہ علم سے زیادہ نافع نہین۔ کوئی مال حلم سے بڑھکر زیادہ مفید نہین۔ کوئی
حسب غضب سے زیادہ کمتر نہین۔ کوئی ساتھی عمل سے بہتر زینت دینے والا نہین۔ کوئی رفیق جہل سے
بڑھکر عیب دار نہین۔ کوئی شرف تقوی سے زیادہ عزیز نہین۔ کوئی کرم ترک ہوا سے زیادہ کامل نہین
کوئی عمل فکر سے افضل نہین۔ کوئی حسنہ صبر سے اعلی نہین۔ کوئی برائی کبر سے زیادہ رسوا کرنیوالی نہین
کوئی دوا نرم تر نرمی سے نہین۔ کوئی مرض حمق سے زیادہ ایذا رسان نہین۔ کوئی رسول حق سے عادل تر
نہین۔ کوئی دلیل ناصح تر صدق سے نہین۔ کوئی فقیری ذلیل تر طمع سے نہین۔ کوئی تو انگری زیادہ

سخت جوڑنے سے نہیں۔ کوئی زندگی عمدہ تر تندرستی سے نہیں۔ کوئی معیشت عفت سے زیادہ
گوارا تر نہیں۔ کوئی عبادت خشوع سے زیادہ اچھی نہیں۔ کوئی زہد قناعت سے بہتر نہیں۔ کوئی محافظ
سکوت سے زیادہ نہیں۔ کوئی غائب موت سے زیادہ نزدیک تر نہیں۔ اور محمد بن سعید مروزی فرماتے ہیں
کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو صدق کے ساتھ طلب کرے تو اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ میں ایک آئینہ عنایت فرماوے
جسمیں تجھکو عجائب دنیا و آخرت کے نظر آویں اور ابوبکر وراق کہتے ہیں کہ اپنے اور خدا کے درمیان میں
صدق کی حفاظت کر اور نرمی کو اپنے اور مخلوق کے درمیان میں ملحوظ رکھ اور حضرت ذوالنون رح سے
کسی نے پوچھا کہ بندے کو اپنے امور کی درستی کی بھی کوئی سبیل ہے آپ نے ایک قطعہ فرمایا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

صدق جاہیں سے نہیں ملتا	اسمیں ہم ہیں مدعی ابتراں
ہے گراں ہم پہ ترک خواہش بس	دعوئے عشق ہے مگر آساں

اور حضرت سہیل رح سے کسی نے پوچھا کہ اس امر کی اصل کیا ہے جسپر ہم ہیں آپ نے فرمایا کہ صدق اور
سخاوت سائل نے پوچھا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ تقوی اور حیا اور غذای حلال۔ اور حضرت
ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کمال کا حال پوچھا آپ نے فرمایا
کہ حق کہنا اور صدق کے ساتھ عمل کرنا۔ اور حضرت جنید رح اس جملے کی تفسیر میں لیسأل الصادقین عن صدقہم
فرماتے ہیں کہ جو لوگ اپنے عندیے میں صادق ہیں انکی صدق کا حال خدا کے نزدیک پوچھا جاویگا اور معاملہ انکا

دوسرا بیان صدق کی حقیقت اور اوسکے معنوں اور مراتب کے ذکر میں

جاننا چاہیے کہ لفظ صدق چھ معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اول صدق قول کا دوم صدق نیت کا سوم صدق در عزم
چہارم وفای عزم میں صدق کا ہونا پنجم صدق در عمل ششم دین کے سب مقامات کی تحقیق میں صدق کا
ہونا۔ پس جو شخص ان چھیوں باتوں میں صدق کے ساتھ متصف ہوگا تو وہ صدیق ہوگا اسلیے کہ صدق
میں غایت درجے کو پہنچے گا تو صیغہ مبالغہ اوسپر صحیح ہوگا۔ پھر صادقین کے بہت سے درجات ہیں
جس شخص کو کسی خاص چیز میں صدق حاصل ہوگا وہ اوسی شی کی نسبت کر صادق کہلاویگا جسمیں اوسکا
صدق پایا جاویگا اب ہر ایک صدق کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پہلا صدق زبان کا ہے اور وہ اخبار
میں اور اون اقوال میں جو متضمن اخبار ہوں ہوا کرتا ہے۔ اور خبر یا زمانہ گذشتہ سے متعلق
ہوتی ہے یا زمان آیندہ سے اور اسمیں داخل ہے وعدے کا پورا کرنا اور خلاف وعدہ کرنا
ہر ایک بندے پر لازم ہے کہ اپنے اقوال کا نگہبان رہے اور بجز سچ کے اور کوئی گفتگو نہ کرے اور
سب اقسام صدق سے مشہور اور ظاہر تر یہی قسم ہے پس جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کریگا اور

اور اشیا کا حال جیسے واقع مین ہین اوسکے خلاف نہ کہیگا تو وہ صادق کہلاویگا لیکن اس صدق
کے لیے دو کمال ہین اول تو کنایات سے احتراز کرنا کہ کہتے ہین کہ کنایات مین جھوٹ سے بچاؤ ہے
اور وجہ اسکے سمجھنے کی یہ ہے کہ یہی قائم مقام جھوٹ کے ہوسکتے ہین کیونکہ جھوٹ مین یہی بات تو ممنوع ہے کہ جو
چیز واقع مین کسیطرح ہو اوسکو برعکس نہ سمجھانا چاہیے مگر ازانجا کہ اسکی طرف حاجت پڑتی ہے اور بعض
اوقات مصلحت وقت اوسکی مقتضی ہوتی ہے مثلاً لڑکون اور عورتون وغیرہ کی تادیب مین اور ظالمون سے
بچنے مین اور دشمنون سے لڑنے مین اور اسرار ملکت پر اونکی اطلاع سے احتراز کرنے مین تو ایسی
صورتون مین اگر کوئی شخص جھوٹ کے لیے مجبور ہو تو صدق باقی رہنے کی صورت یہ ہے کہ خدا کیواسطے
وہ بات کہے جسکا حکم اوسکو حق کرے اور جسقدر کا مقتضی دین ہو جب اسطرح بولے گا تو صادق ہوگا گو
اوسکے کلام سے مضمون غیر واقع سمجھا جائے اسواسطے کہ صدق خود مقصود بالذات نہین بلکہ امر حق پر
دلالت کرنے کی جہت سے اور اس جہت سے کہ حق کیطرف بلانا ہے مقصود ہوتا ہے اسلیے اسکے ظاہر کو دیکھنا
نچاہیے بلکہ مضمون کو نظر کرنا چاہیے ہان ایسی جگہون پر جہانتک ہوسکے کنایات کو کام مین لانا چاہیے
تاکہ صریح جھوٹ نہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور شریف تھا کہ جب کسی سفر کیطرف متوجہ ہوتے
تو اوسکو دوسرے سے چھپاتے تاکہ خبر دشمنون کو نہ پہونچے اور وہ چڑھ آوین یہ بات داخل دروغ نہین
اور ایک حدیث شریف مین آپنے فرمایا لَيْسَ بِكَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَيْنَ اِثْنَيْنِ فَقَالَ خَيْرًا اَوْنَمٰى خَيْرًا
اور آپ نے تین جگہون مین حسب مصلحت وقت جھوٹ بولنے کی اجازت فرمائی ایک تو جو شخص دو
آدمیون مین صلح کرائے دوم جسکے دو زوجہ ہون سوم جو شخص کہ لڑائی کے مصالح مین ہو اور صدق سے
ان جگہون مین صدق نیت مراد لیا جاتا ہے پس لحاظ نیت اور ارادہ خیر ہی کا کیا جاتا ہے لفظون پر
لحاظ نہین رہتا پس جو شخص کہ اوسکا قصد درست اور نیت صادق ہو اور محض خیر کا طالب ہو وہ صادق
اور صدیق ہی ہوگا گو اوسکے الفاظ کیسے ہی ہون پھر بھی اشارۃً بیان کرنا بہتر ہو اور اوسکا طریق یہ ہے کہ
کسی بزرگ سے منقول ہے کہ جب اونکو ظالم تلاش کرتا اور وہ گھر مین ہوتے تو اپنی بی بی سے فرماتے
کہ اپنی اونگلی سے ایک دائرہ کھینچ لے اور اوسمین اونگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین اسطرح وہ سچی
جھوٹ سے احتراز کرتے اور ظالم سے بھی بچے رہتے تو اونکا قول سچ تھا مگر ظالم کو یہ معلوم ہوتا تھا
کہ وہ گھر مین نہین غرضکہ کمال اول الفاظ مین تو یہ ہے کہ صریح جھوٹ اور کنایات دروغ سے بھی احتراز کرے
اور بدون ضرورت ان دونون کے گرد نہ پھرے اور دوسرا کمال یہ ہے کہ صدق کے اون الفاظ سے
معنون کی بھی رعایت رکھے جیسے کہ خدا ہی تعالی سے مناجات اور دعا کرتا ہے مثلاً زبان سے اگر کہے

وَجَّہْتُ وَجْہِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور دل خدای تعالی سے منحرف اور دنیاوی
آرزوؤن اور شہوات مین مشغول ہو تو یہ شخص جھوٹا ہی یا رسا ہی کہ ایاک نعبد یعنی تجھی کو عبادت کرتے ہیں یا کہ کہ میں
بندۂ خدا ہون اور بندہ ہونے کی ماہیت اوسمین پائی جاتی ہو خدای تعالی کے سوا مطلوب نہ ہو
اور چیز ہو تو اوسکی کلام سچ ہوگی اور اگر قیامت کو باز پرس اس جملے کے صدق کی ہوگی کہ مین بندۂ خدا
ہون تو اس سے صدق ثابت ہوگا اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کا بندہ یا دنیا اور شہوات کا بندہ
ہوگا تو اپنے قول مین سچا ہوگا اور جو شخص کسی چیز کا پابند ہو جایا کرتا ہے وہ اوسکا بندہ کہلاتا ہے
چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے دنیا کے بندو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تَعِسَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْہَمِ وَعَبْدُ الْحُلَّۃِ وَعَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ تو اس حدیث مین جس شخص کا
دل جس چیز مین مقید تھا اوسکو اوسیکا بندہ فرمایا حالانکہ سچا بندہ اللہ تعالی کا وہی ہو جو اول غیر اللہ
سے آزاد ہو کر آزاد مطلق ہو جاوے جب یہ آزادی آویگی تو دل فارغ ہوگا اور اوسمین خدای تعالی
کا بندہ ہونا سماویگا اور یہ بندگی بندے کو خدای تعالی اور اوسکی محبت مین مشغول کر دیگی اور اوسکا ظاہر
و باطن مقید اللہ تعالی کی طاعت کا ہو جاویگا اور کوئی مراد اوسکی سوای خدای تعالی کے نہ رہے گی
پھر یہ رتبہ بھی آدمی طے کر کے بعض اوقات ایک اور مقام پر جو اس سے بھی اعلی ہے پہونچ جاتا ہے
جسکو آزادی کہتے ہین یعنی اس بات سے آزاد ہو جاوے کہ اپنے آپ کوئی ارادہ خدای تعالی کیواسطے
بھی نکرے بلکہ جو کچھ اوسکو منظور ہو اوسی پر قانع رہے خواہ وہ دور کرے خواہ نزدیک اپنے ارادے
اوسکے ارادے مین فنا کر دے تو ایسا شخص دوبارہ آزاد ہوگا اول تو غیر اللہ سے آزاد ہو کر بندہ خاص ہوا
پھر اپنے نفس سے آزاد ہو کر اپنے آپ سے نیست ہوا اور اپنے آقا کے سبب موجود کہ اگر اوسنے چلایا تو چلا
اور ٹھہرایا تو ٹھہر گیا اور اگر مصیبت مین مبتلا کیا تو راضی ہوا اوسمین گنجایش کسی چیز کی درخواست کی
یا اعتراض کی باقی ہی نہین رہی بلکہ خدای تعالی کے سامنے وہ ایسا ہے جیسا مردہ بدست زندہ اور
بندگی خدای تعالی مین یہ نہایت درجے کا صدق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سچا بندہ وہی ہے جسکا
وجود اپنے نفس کے لیے نہو بلکہ خدای تعالی کے لیے ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اور غیر اللہ سے
آزادی صادقین کے درجات مین سے ہی اوسکے بعد خدا کی عبودیت حاصل ہوا کرتی ہے اور اوس سے
پیشتر والے کو یہ استحقاق صادق کہے جانیکا ہے نہ صدیق کا۔ دوسرا صدق نیت اور ارادے کا ہے
جسکا مآل اخلاص کیطرف راجع ہے یعنی سالک ایسے حال مین ہو کہ حرکات اور سکنات مین اوسکا
باعث سوای خدای تعالے کے اور نہو پس اگر کوئی حظوظ نفسانی مین سے اوسمین ملجاویگا تو صدق نیت

جاتا رہیگا اور اس شخص کو اس صورت مین جھوٹا کہہ سکتے ہین چنانچہ فضیلت اخلاص مین ہمنے ایک حدیث تین شخصون کے سوال و جواب کی نقل کی ہے کہ جسوقت عالم سے سوال ہوگا کہ تو نے علم سیکھکر کیا عمل کیا وہ جواب دیگا کہ مین نے فلان فلان کام کیا اللہ تعالی فرمادیگا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تیرا ارادہ یہ تھا کہ لوگ کہین کہ فلان شخص عالم ہے یہان دیکھنا چاہیے کہ اوسکو یون نہین فرمایا گیا کہ تو نے عمل نہین کیا بلکہ صرف ارادہ و نیت مین اوسکو جھٹلایا۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ صدق کے معنی یہی ہین کہ قصد مین توجہ صحیح ہو اسیطرح اس آیت مین وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ بعد اسکے کہ اونھون نے کہا تھا اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حالانکہ یہ قول سچ ہے اللہ تعالی نے اونکے زبانی قول کو نہین جھٹلایا بلکہ جو بات اونکے دل مین پوشیدہ تھی اوس اعتقاد کی تکذیب فرمائی اور انجا کہ تکذیب خبر پر ہوا کرتی ہے اور یہ قول کفار کا حال کے قرینہ سے متضمن خبر کا ہے اسلیے کہ کہنے والے اپنا اعتقاد زبان سے بتلاتے ہین کہ جو لفظ ہم منہ سے کہتے ہین وہی ہمارا عقیدہ ہے تو اسکی تکذیب فرمائی کہ حال کے قرینے کو جو تم اپنے عقائد پر دال بتلاتے ہو یہ جھوٹ ہے حاصل یہ کہ ایک معنی صدق کی نیت کا خالص ہونا جسکو اخلاص کہتے ہین اس سے یہ نکلا کہ جو صادق ہوگا وہ ضرور ہے کہ مخلص بھی ہو۔ تیسرا صدق عزم کا ہے یعنی انسان کبھی پیشتر عمل سے اپنے دل مین امنگ کیا کرتا ہے اور کہا کرتا ہے کہ اگر اللہ تعالی مجھکو مال دیوے تو سب تصدق کر ڈالون یا نصف دے دون اور اگر خدا کی راہ مین کسی دشمن سے ملون تو کچھ پروا نکرون گو مارا ہی جاؤن اور اگر اللہ تعالی مجھکو حکومت دے تو عدل کرون اور خدا کی نافرمانی ظلم کرنے یا خلق کیطرف میل کرنے سے نکرون پس یہ امنگ کبھی آدمی اپنے دلمین پاتا ہے اور یہ عزمیت کبھی تو پکی اور صادق ہوتی ہے اور کبھی اوسکے عزم مین ایک قسم کا میل اور تردد اور ضعف ہوتا ہے جو صدق کے خلاف ہے تو گویا صدق کے معنی یہان پورا اور قوی ہونے کے ہین مثلاً کہتے ہین کہ فلان شخص کو اشتہائے صادق ہے یعنی پوری اور قوی ہے اور اگر کہتے ہین کہ فلان مریض کو اشتہائے کاذب ہے یعنی اوسکی اشتہا کسی سبب ثابت اور قوی سے نہین یا یہ کہ اوسکی اشتہا ضعیف ہے پس جس صورت مین کہ صدق سے یہ معنی مراد لیے جاوین تو صادق اور صدیق ایسے شخص کو کہینگے جو اپنے عزم کو خیرات کے باب مین پورا اور قوی پاوے نہ اوسمین میل کچھ ہو نہ ضعف و تردد بلکہ اوسکا نفس ہمیشہ خیرات کے اوپر عزم مصمم اور پختہ رکھتا ہو جیسے حضرت عمر رضی نے فرمایا تھا کہ اگر مجھکو لوگ گردن کاٹنے کو پیش کردین تو مجھکو اس سے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مین اوس قوم کا امیر بنون جسمین حضرت ابوبکر صدیق رضی ہون تو آپنے اپنے دل مین عزم پختہ اور محبت صادق اس بات کی پائی کہ باوجود

حضرت ابوبکر رضہ کے امیر ہونے میں تھی اس عزم کو اپنے قتل ہوجانے سے تاکید کردی۔ اور صادقین
کے عزم میں محتاط ہوتے ہیں کبھی عزم کو اتنا پاتا ہو کہ اوسکی جان میں یہاں تک کہ اوسکے باعث قتل پر
راضی ہوجاتا ہے لیکن جب اپنی تجویز پر چھوڑا جاوے تو جرأت قتل ہوجانے کے لیے نہ ہوے اور
اگر اوس سے قتل کی گفتگو کیجاوے تو عزم ٹوٹ جاوے بلکہ صادقین اور مومنین میں ایسے بھی لوگ ہیں
کہ اگر بالفرض انکو اختیار دیا جاوے کہ تم اپنا قتل ہونا اختیار کرو یا حضرت ابوبکر رضہ کا تو اونکو اپنی حیات
زندگی بہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے محبوب ہوگی۔ چوتھا صدق عزم کے پورا کرنے میں ہے
اسلیے کہ نفس سردست تو عزم کرلیا کرتا ہے کہ وعدہ اور عزم میں کیا حرج ہوتا ہے مگر جب موقع آجاتا ہے
اور قدرت حاصل ہوتی ہے اور شہوات کا زور ہوتا ہے تو عزم ڈھیلا ہوجاتا ہے اور شہوات
غالب ہوکر عزم کو پورا نہیں ہونے دیتیں اور یہ بات وفاے عزم کے صدق کے خلاف ہے اور
اسیواسطے اللہ تعالی اس قسم کے صدق کے باب میں فرماتا ہے رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ
اسکی شان نزول میں لکھا ہے کہ حضرت انس رضہ اپنے چچا انس بن نضر کا حال روایت کرتے ہیں کہ وہ
جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک نہ تھے اونکو یہ امر نہایت گران گذرا اور فرمایا کہ
اول ہی شہادت کا موقع تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف فرما ہوے اور میں آپ کی
خدمت سے غائب رہا۔ اگر اللہ تعالی مجھکو پھر کوئی ایسا موقع شہادت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ میں دکھلاویگا تو اللہ تعالی دیکھیگا کہ میں کیا کرونگا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ سال آیندہ میں
جنگ احد میں حاضر ہوے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ رضہ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابو عمر کہاں کو
آپ نے فرمایا کہ جنت کی ہوا کیا خوب ہے مجھے احد کے اسی طرف معلوم ہوتی ہے پھر آپ لڑتے رہے تا آنکہ شہید ہوے
آپ کے بدن میں کچھہ اوپر اسی زخم تیر اور تلوار اور نیزے کے تھے آپ کی بہن نے فرمایا کہ میں
اپنے بھائی کو زخموں کے باعث نہ پہچانا اوسکی انگلیوں کے پوروں سے البتہ پہچانا تب یہ آیت اوتری
رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیر رضہ کے پاس
کھڑے ہوے جو آپ کے لشکر کے سردار تھے اور احد کے روز منہ کے بل گر کر شہید ہوے
اونکے پاس بھی یہی آیت پڑھی رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ
اور فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شہدا چار ہیں ایک شخص ایماندار جسکا
ایمان خوب کھرا ہے سکہ دشمن کو دیکھا اور اللہ تعالی کی تصدیق کی یہاں تک کہ شہید ہوا یہ ایسا شخص

ہوگا کہ قیامت کے روز لوگ اوسکی طرف اپنی آنکھیں اسطرح اوٹھا وینگے اور آپ نے اپنا سر اوٹھایا یہانتک کہ کلاہ مبارک گر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ مین نہین جانتا کہ کلاہ حضرت صلعم کی گرگئی یا حضرت عمر رضہ کی اور ایک وہ مرد دیندار کھرے ایمان والا ہے کہ جب دشمن سے ملا تو گویا اوسکی آنکھو مین کانٹے دیدیے اور ایک تیر کاری آلگا اور شہید ہوگیا یہ دوسرے درجے مین ہے اور ایک مرد با ایمان ایسا ہے جسنے کچھ عمل اچھا کیا اور کچھ برا اور دشمن سے بھڑا اور خداے تعالی کی تصدیق کی یہانتک کہ شہید ہوا یہ تیسرے درجے مین ہے اور ایک مرد با ایمان ہے جسنے اپنے نفس پر زیادتی کی اور دشمن سے بھڑ کر خداے تعالی کی تصدیق کی حتی کہ شہید ہوا تو یہ چوتھے درجے مین ہے۔ اور حضرت مجاہد رضہ روایت کرتے ہین کہ دو شخص نکلے اور پھر مجمع مین آکر کہا کہ اگر اللہ تعالی ہمکو مال دیگا تو ہم صدقہ دینگے خداے تعالی نے اونکو مال عنایت فرمایا مگر اونھون نے بخل کیا تو یہ آیت اوتری وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ اور بعضون نے لکھا ہے کہ یہ عہد ایک ایسی شے تھی جسکو خداے تعالی نے اون لوگون کے دلون مین روشن کر دیا تھا زبان سے اونھون نے کچھ نہین کہا تھا اوس عہد کے پورا نکرنے پر ارشاد فرمایا وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتَانَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ اس آیت مین عزم کو عہد فرمایا اور اوسکے خلاف کرنے کو کذب اور اوسکے پورا کرنے کو صدق اور یہ صدق تیسرے صدق کی نسبت کہ سخت تر ہے اسلیے کہ نفس کبھی عزم پر تیار ہوجاتا ہے مگر پورا کرتے وقت جو اوسکی سختی اور شہوات کا جوش ہوتا ہے اور اسباب موجود اور قدرت حاصل ہوتی ہے تو اوسوقت پہلو تہی کرجاتا ہے اسیوجہ سے حضرت عمر رضہ نے استثنا فرمایا تھا یعنی جب آپنے فرمایا کہ مجھکو اگر گردن مارنے کیواسطے آگے کردین تو مجھکو اس بات سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مین ایسی قوم کا امیر ہون جسمین حضرت ابوبکر رضہ ہون اور اوسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بشرطیکہ قتل کے وقت میرا نفس مجھکو کوئی ایسی بات نسوجھاوے جو اب میرے دل مین نہین اسلیے کہ مین اپنے نفس سے مامون نہین شاید اوسپر اوسوقت قتل گران گذرے تو اس عزم سے پھر جاویگا اس قول مین اشارہ ہے کہ عزم کا پورا کرنا بہت سخت ہے۔ اور حضرت ابوسعید خراز فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اوترے ہین اونھون نے مجھسے پوچھا کہ صدق کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ عہد کا پورا کرنا اونھون نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے اور آسمان کو چلے گئے



پانچوان صدق اعمال مین ہے وہ یہ ہے کہ ایسی کوشش کرے کہ اوسکے اعمال ظاہری سے یہ بات نپائی جائے کہ دل مین اوسکے کوئی بات ہے جو واقع مین نہین اور یہ کوشش کچھ اعمال کے ترک کرنے سے ہو بلکہ اسطرح ہو کہ باطن کو ظاہر کی تصدیق پر کھینچ لائے اور یہ بات ترک ریا کے خلاف ہے جسکا ذکر ہم کر چکے ہین اسلیے کہ ریاکار تو یہی چاہا کرتا ہے کہ اعمال ظاہری سے لوگ اوسکے باطن کو متصف صفات حمیدہ سے جانین اور اس صدق سے ترک ریا غرض نہین کیونکہ اکثر نمازی ایسی نماز مین خشوع کی سی صورت بنائے رہتے ہین اوسکا مقصود یہ نہین ہوتا کہ کوئی دوسرا اوسکو دیکھے لیکن اوسکا دل نماز سے غافل رہتا ہے اگر بالفرض اوسکو کوئی دیکھے تو جانے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے حالانکہ باطن مین وہ بازار مین یا اپنی کسی شہوت کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو اس قسم کے اعمال زبان حال سے باطن کا احوال کہتے ہین جسمین وہ شخص جھوٹا ہے اور اسکے باز پرس اعمال مین صدق کی ہے اسیطرح آدمی کبھی وقار اور سکون کی ہیئت سے چلتا ہے اور اوسکا باطن مین ان دونوں صفتون کا پتا بھی نہیں ہوتا تو ایسا شخص اپنے عمل میں صادق نہین ہوتا اگرچہ خلق کیطرف ملتفت نہو نہ اونکے لیے ریا کرتا ہو اور اس سے نجات نہیں ہوتی مگر اسیصورت سے کہ آدمی کا ظاہر باطن یکسان ہوجائے یا باطن بہ نسبت ظاہر کے اچھا ہو اور اسی بات کے خوف سے بعضے لوگون نے ظاہر کی بابت اور برے لوگون کا لباس اختیار کیا تھا تاکہ اونپر گمان خیر کا ظاہر کو دیکھکر کوئی نکرے ورنہ ظاہر حال سے اگر باطن پر دلالت ہوگی اور باطن ایسا نہوگا تو کاذب ٹھہرینگے۔ غرضکہ مخالف ہونا ظاہر کا باطن سے اگر قصداً ہوگا تو اوسکا نام ریا ہوگا اور اوسکے باعث اخلاص جاتا رہتا ہے اور اگر بے قصد ہو تو اوس سے صدق جاتا رہتا ہے اور اسیوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً اور یزید بن الحارث فرماتے ہین کہ جب آدمی کا ظاہر و باطن برابر ہو جاتا ہے تو یہ عدل کی صورت ہے اور اگر باطن افضل ہو بہ نسبت ظاہر کے تو اسکا نام فضل ہے اور اگر ظاہر بہ نسبت باطن کے افضل ہو تو اسکا نام جور ہے پھر کچھ اشعار پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے

قطعہ

اگر مومن کا ظاہر مثل باطن ہو تو کیا کہنا	اسی سے دو جہان مین ہوتی ہے تعریف اور عزت
وگر ظاہر ہوا اچھا اور باطن مین جو برائی ہو	تو پھر سب کوششین برباد ہین اور رائگان محنت
سمجھنا لو اشرفی اچھی کو جس دکان پر جاؤ	ملمع کی اگر ہووے تو سب اوس سے کرین نفرت

اور عطیہ بن عبد الغافر رحمہ فرماتے ہین کہ جب ایماندار کا باطن ظاہر سے موافق ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اوسکے باعث فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔ اور معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ کوئی مجھکو ایسا شخص بتلاوے جو رات کو رویا کرے اور دن کو ہنسا کرے۔ اور عبد الواحد کہتے ہیں کہ حضرت حسن رح کا دستور تھا کہ جب کچھ اونکو امر کیا جاتا تو سب لوگوں سے بڑھکر اوسکے عامل ہوتے تھے اور اگر کسی کام سے منع کیا جاتا تو سب سے زیادہ تارک ہوتے تھے اور میں نے کبھی کسیکو نہیں دیکھا جسکا باطن ظاہر سے اتنا مشابہ ہو جتنا اونکا تھا۔ اور ابو عبد الرحمن زاہد کہتے تھے کہ الٰہی میں نے اپنے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ تو اونسے امانت کے ساتھ کیا اور مجھ میں اور تجھ میں جو معاملہ تھا اوسکو میں نے تیرے ساتھ خیانت سے کیا اور رویا کرتے اور ابو یعقوب نہرجوری کہتے ہیں کہ صدق یہ ہے کہ حق کی موافقت ظاہر و باطن میں ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر و باطن کا برابر ہونا ایک صدق کی قسم ہے چھٹا صدق جو سب درجات سے اعلیٰ اور کمیاب ہے وہ صدق دین کے مقامات میں ہے جیسے کہ صدق خوف اور رجا اور تعظیم اور زہد اور رضا اور توکل اور محبت اور تمام امور طریقت میں اسلیے کہ ان امور کے لیے ایک تو مبادی ہوتے ہیں کہ جہاں اونکا ظہور ہوا اوسپر یہ الفاظ بولنے لگے پھر آغاز کے بعد اونکی غایت اور حقیقت ہوا کرتی ہے اور صادق محقق وہی ہوتا ہے جو اونکی حقیقت کو پہونچ جاوے اور جب کوئی چیز غالب اور کامل ہوا کرتی ہے تو اوسکے موصوف کو صادق کہا کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ فلان شخص لڑائی کا سچا ہے اور یہ خوف سچا ہے اور یہ شہوت سچی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ اور فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا اور حضرت ابوذر رض سے کسی نے ایمان کا حال پوچھا تو آپ نے یہی آیت پڑھی لوگوں نے عرض کیا کہ ہمنے آپ سے ایمان کا حال پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کا حال پوچھا تھا تو آپ نے بھی یہی آیت پڑھی تھی اب ہم خوف کی مثال لکھتے ہیں کہ مثلاً جو بندہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے خوف تو ضرور رکھتا ہے مگر یہ خوف اسطرح کا ہوتا ہے کہ صرف لفظ خوف اوسپر صادق آوے مگر حقیقت خوف کے درجے کو نہیں پہنچتا تاکہ اوسکو خوف صادق کہہ سکیں دیکھو جب آدمی کسی بادشاہ سے یا سفر میں راہزن وغیرہ سے ڈرتا ہے

تو اوسکا رنگ زرد اور دیگر جاتا ہے اور ہاتھ پانون پر جو الرزہ ہوتا ہے عیش تلخ ہوجاتا ہے اور خواب و خورش دشوار ہوجاتی ہے کسی بات مین دل نہین لگتا حواس پراگندہ ہوجاتے ہین بعض اوقات ڈرکے مارے وطن کی جدائی اختیار کرتا ہے آرام و چین کو چھوڑکر وحشت اور مشقت پر کہتا ہے پھر کیا بات ہے کہ آتش دوزخ سے خوف کرتا ہے اور جب مرتکب کسی معصیت کا ہوتا ہے تو اوس میں سے کوئی سی بات وسیر ظاہر نہین ہوتی اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ لَمْ اَرَ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا پس ان امور کی حقیقت کو پہونچنا بہت ہی کم ہے اور ان مقامات کی کچھ حد نہین کہ اوسکی تمامی اور کمال تک پہونچ سکین مگر ہر شخص کو اوسکے حال کے موافق انمین سے بہرہ ہوتا ہی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر بہرہ قوی ہو تو التبہ اوس صورت مین بندہ صادق کہلاویگا عرضکہ معرفت اور تعظیم الٰہی اور اوس سے خوف کرنے کی کوئی حد نہین اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ تمکو تمھاری صورت اصلی پر دیکھوں تو اونھون نے عرض کیا کہ آپ اوسکے دیکھنے کی تاب نہ لاوینگے آپ نے فرمایا کہ نہین دکھلا ہی دو تب اونھون نے وعدہ کیا کہ اوجالی رات مین بقیع میں دکھلاونگا آپ جب چاندنی میں وہان تشریف لیگئے تو دیکھا کہ حضرت جبرئیل نے تمام آسمان کے کنارون کو ڈھانپ رکھا ہے آپ دیکھتے ہی غش کھا گئے جب آپ کو افاقہ ہوا تو حضرت جبرئیل اپنی پہلی صورت پر ہوگئے تھے آپنے فرمایا کہ میرے گمان مین خداے تعالی کی مخلوق مین سے اسطرح کا کوئی نہین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھین تو کیا ہو عرش معلی اونکے کندھے پر ہے اور اوسکے پانون سب سے نیچے کی زمین مین اوترے ہوئے ہین اور باوجود اسکے خدا کی عظمت سے جب وہ سکڑتے ہین تو چھوٹی چڑیا کی برابر ہوجاتے ہین۔ تو دیکھا چاہیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام پر کیتنی عظمت اور ہیبت چھائی ہوگی جو اس درجے کو پہونچ جاتے ہین اور تمام فرشتے ایسے نہین اسوجہ سے کہ معرفت مین متفاوت ہین تو صدق در تعظیم اسکا نام ہے۔ اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج کو جو مین گیا تو دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام ملاء اعلی مین خداے تعالی کے خوف سے ایسے تھے جیسے پرانی چادر جو اونٹ کی پشت پر ڈالدیتے ہین اسیطرح پر صحابہ رض بھی خائف تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کو نہین پہونچے تھے اسیواسطے حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ جب تک تو سب لوگون کو اللہ تعالی کے دین مین احمق نہین جانیگا تب تک حقیقت ایمان کو نہین پہونچیگا اور مطرف رح کہتے ہین کہ جو کوئی شخص ایسا نہین جو اپنے اور پروردگار کے معاملے مین احمق نہو مگر آنا ہی

کہ بعض حمق بہ نسبت بعض کے آسان اور کمتر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو نہ پہونچیگا جب تک کہ لوگوں کو خدا کے مقابل میں اونٹوں کے مانند نہ دیکھے اور پھر اپنے نفس کیطرف رجوع کرے اور اوسکو سب سے زیادہ حقیر تر جانے اس سے معلوم ہوا کہ ان مقامات میں صادق آدمی کمیاب ہے۔ پھر درجات صدق کی کچھ حد نہیں بعض اوقات بندے کو بعض امور میں صدق ہوتا ہے اور بعض میں نہیں پس اگر سب امور میں صادق ہوگا تو وہ پکا صدیق ہے۔ حضرت سعد بن معاذؓ فرماتے ہیں کہ تین باتوں میں تو میں پکا ہوں اور اونکے سوا اور امور میں کچا اول یہ کہ میں نے شروع اسلام سے کبھی نماز اسطرح نہیں پڑھی کہ جیمیں کہتا ہوں کہ اس سے کب فارغ ہونگا۔ دوم یہ کہ جس جنازہ کے ساتھ گیا جیمیں یہی رہا کہ اس سے یہ سوال ہوگا اور یہ یوں جواب دیگا اسکے سوا دفن تک اور کچھ خیال نہیں گذرا تیسرے یہ کہ جو بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا تو یقین کر لیا کہ بیشک حق ہے پس حضرت ابن مسیب رض نے فرمایا کہ میری دانست میں یہ خصلتیں بجز نبی کے اور کسی میں جمع نہیں ہوا کرتیں تو ان امور میں یہ صدق کی بات ہے حالانکہ بہت سے جلیل صحابہ رض نے نماز اداکی اور جنازے کے ساتھ گئے مگر اس درجے کو نہ پہونچے یہ بیان تھا درجات صدق اور اوسکے معانی کا۔ اور کلمات جو صدق کی حقیقت کے باب میں مشائخ کرام سے منقول ہیں اونسے ان معانی میں سے ایک ایک پائے جاتے ہیں ہاں ابوبکر دراق رہ نے فرمایا ہے کہ صدق تین قسم کا ہوتا ہے صدق توحید اور صدق طاعت اور صدق معرفت صدق توحید عام مومنین کے لیے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ اور صدق طاعت ارباب علم اور اہل ورع کے لیے ہے اور صدق معرفت اہل ولایت کے لیے ہے جو زمین کے اوتاد ہیں اور یہ سب اقسام پھر پھر اکر انھیں اقسام میں آجاتے ہیں جو ہمنے چھٹی قسم میں لکھے ہیں اور ایک بات یہ ہے کہ اونھوں نے وہ چیزیں لکھی ہیں جنمیں صدق ہوتا ہے اور وہ بھی پوری نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرمایا ہے کہ صدق مجاہدے کا نام ہے اور یہ کہ تو اللہ پر دوسرے کو اختیار نہ کرے جیسے اوسنے تجھپر غیر کو اختیار نہیں کیا چنانچہ فرمایا هُوَ اجْتَبٰىكُمْ اور منقول ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ میں جب کسی بندے کو محبوب کر لیتا ہوں تو اوسپر ایسی بلائیں بھیجتا ہوں جنکی تاب پہاڑوں کو بھی نہو اور اس سے مجھکو اوسکا صدق دیکھنا منظور رہتا ہے پھر اگر میں اوسکو صابر پاتا ہوں تو اپنا ولی اور حبیب بنا لیتا ہوں اور اگر مضطرب اور واویلا کرنے والا پاتا ہوں کہ میری شکایت میری ہی مخلوق سے کرے تو اوسکو رسوا کرتا ہوں اور کچھ پروا نہیں کرتا اس سے

معلوم ہوا کہ صدق کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ معصیتوں اور طاعتوں کو دونوں کو چھپاوے اور خلق کا واقف ہونا برا جانے

آٹھواں باب مراقبہ اور محاسبہ کے بیان میں مشتمل چھ مقامات پر

رباعی

جو کام کرے نفس تو لے اوس سے حساب	میدان جزا میں ورنہ پائیگا عذاب
مرناہی قیامت ہے ہر اک کے حق میں	نگرانی نفس چاہیے تجھکو شتاب

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ اور فرمایا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا اور فرمایا يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور فرمایا يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور فرمایا ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور فرمایا يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ اور فرمایا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

فائدہ ان آیات کے مضامین سے اون لوگوں نے جو بندگان الٰہی سے اہل بصیرت ہیں جان لیا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی گھات میں لگا ہے اور اون سے حساب کا اور پوچھا ہوگا اور ذرہ ذرہ خطروں اور لحظوں کی پوچھ ہوگی اور سمجھ لیا کہ ان خطروں سے نجات کی صورت یہی ہے کہ ہمیشہ محاسبہ کیا کریں اور خوب نگران اپنے احوال کے رہیں ہر ایک سانس اور حرکت کا مطالبہ اپنے نفس سے رکھیں اور ہر خطرہ و لحظہ میں اوس سے حساب لیں اسلیے کہ جو کوئی اپنے نفس سے حساب لیے جانے سے پیشتر محاسبہ کرتا رہیگا اوسکا حساب قیامت میں ہلکا ہوگا اور جواب میں پورا اتریگا اور اوسکا رجوع اور انجام وہاں اچھا ہوگا اور جو شخص اپنے نفس کا حساب نہ لیگا ہمیشہ پچتاویگا اور میدان قیامت میں بہت مدت تک کھڑا رہیگا اور اوسکی برائیاں اوسکو رسوائی اور غضب میں مبتلا کرینگی۔ پس جب اونکو یہ امر منکشف ہوا تو اونہوں نے جان لیا کہ ان خرابیوں سے نجات کی صورت بدون طاعت الٰہی کے اور کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے حکم صبر اور نگاہ ہمت کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا

پس انھون نے اپنے نفسون پر یہ نگاہداشت کی کہ اول اونسے شرطین کین پھر نگران حال رہے
پھر حساب کیا پھر سزا دی پھر مجاہدہ کیا پھر عتاب کیا غرضکہ ایک نگاہداشت مین انکو چھہ مقام حاصل
ہوے جنکی شرح اور بیان حقیقت اور فضیلت اور اونکے اعمال کی تفصیل ضروری ہے اور اصل ان سب کی
محاسبہ ہے لیکن ہر ایک حساب بعد آپس کی شرط لگانے اور نگران رہنے کے ہوا کرتا ہے اور حساب کے
بعد اگر ٹوٹا معلوم ہو تو نوبت عتاب اور عقوبت کی پہونچتی ہے اب شرح ہر مقام کی ذکر کرتے ہین
پہلا مقام نفس سے آپس مین شرط کرنے کا۔ جاننا چاہیے کہ جو لوگ تجارت کا معاملہ کرتے ہین اور اسباب
تجارت مین شریک ہوتے ہین اون سب کی غرض حساب کے وقت یہ ہوتی ہے کہ کچھہ نفع بچ رہے
اور جسطرح کہ تاجر اپنے شریک سے مدد لیتا ہے اور مال اوسکو سپرد کرتا ہے کہ تجارت کرے پھر اوس سے
حساب کیا کرتا ہے اسیطرح طریق آخرت مین تاجر عقل ہے اور اوسکا نفع اور مطلب نفس کا پاک صاف کرنا ہے
کیونکہ فلاح اسیکے تزکیہ پر موقوف ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ
مَنْ دَسّٰهَا اور اوسکا تزکیہ اعمال صالحہ سے ہوتا ہے اور عقل ایسی تجارت مین نفس سے مدد لیتی ہے
یعنی اوسکو ایسے کامون مین لگاتی ہے جنسے اوسکا تزکیہ ہو جیسے تاجر اپنے شریک خواہ غلام
تجارت پیشہ سے مدد لیا کرتا ہے اور جسطرح کہ شریک سے تاجر فائدے کے باب مین مدعی بنکر اس بات کا
محتاج ہوا کرتا ہے کہ پہلے کچھہ شرطین اوس سے کرے پھر اوسکا نگران حال رہے پھر حساب سمجھا کرے
پھر عقاب یا عتاب کیا کرے اسیطرح عقل بھی نفس سے ان چار باتون کی محتاج ہے اول تو اوس سے
شرطین کرے کہ کچھہ وظائف اوسپر مقرر کردے کہ اونکا پابند رہا کرے اور طریق فلاح اوسکو بتلا کر
تاکید کردے کہ اسی راستے کو چلے دوم اوسکی نگرانی سے ایکدم غافل نہو اسلیے کہ اگر اوسکو شتر بے مہار
چھوڑ دیگی تو اوس سے بجز خیانت اور راس المال کے تلف کردینے کے اور کچھہ نہ دیکھے گی جیسے غلام خائن
میدان خالی پاکر اگر مال پر اپنا قابو دیکھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے پھر نگرانی کے بعد اوس سے حساب
لینا چاہیے اور شروط اور اقرارون کو پورا کرانا چاہیے اسلیے کہ دنیا کی سوداگری جو جیسے دو گھڑی
نفع کی ہوتی ہے اسمین کوڑی کوڑی کا حساب تاجر ہو اور یہ سوداگری تو وہ ہے جسکا نفع فردوس اعلی اور انبیا اور شہدا کے ساتھ
انتہائی مقامات پر پہونچتا ہے تو اسمین حساب کی رو سے بال کی کھال نکالنی اور نفس پر تنگ گیری
کرنی بہت ضرور ہے پھر دنیا کے منافع خواہ لاکھون ہی کے ہون آخر جاتے رہتے ہین تو ایسی خیر بنا
جو دوام کو نہو کیا خیر ہے اوس سے وہ شر ہی اچھی ہے جو دائمی نہو اسلیے کہ جب وہ جاتی رہیگی تو
ہمیشہ کو خوشی تو ہوگی اور شر نہ جاتی ہی رہیگی اور اگر خیر جاتی رہیگی تو خیر کی خیر گئی اور اوسکا رنج ہمیشہ کو رہیگا

نہایت غم ہے ہمکو اوس خوشی سے	بیت	یقین جسکی جدائی کا ہمیں ہو

اس صورت میں ہر محتاط پر جو اللہ تعالی اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو واجب ہے کہ اپنے نفس کے حساب لینے سے اور تنگ گیری سے حرکات اور سکنات اور خطرات اور ہر قدم میں غفلت نکرے اسلیے کہ عمر انسان میں جو سانس ہے وہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جسکا کچھ عوض نہیں اور اوس سے ایک خزانہ ایسا مول لیا جا سکتا ہے کہ جسکی دولت ابد الآباد تک تمام ہو لیں ایسی سانسون کا ضائع ہونا یا ایسی باتوں میں مصروف ہونا جو موجب ہلاک ہوں بڑے نقصان عظیم کی بات ہے کہ کسی عاقل کا نفس اسکو نہ مانیگا۔ پس جب کوئی بندہ صبح کو اوٹھے اور صبح کی نماز پڑھ چکے تو ایک ساعت اپنے دل کو نفس سے شرط کرنے کے لیے فارغ کرے جیسے کہ تاجر اسباب سپرد کرنے کے وقت اپنے شریک کاروبار سے شرائط کرنے کے لیے تنہا بیٹھ جاتا ہے دوسرے شخصوں کو اوس مجلس میں نہیں آنے دیتا کہ شریک خوب ان شرائط کو سمجھ لے دوسری باتوں سے طبیعت منتشر نہو پھر نفس سے یوں کہے کہ میرا راس المال یہی عمر ہے جب یہ فنا ہو جاوے گی تو اصل ہی جاتی رہیگی پھر تجارت اور طلب منفعت سے یاس ہو جاویگی اور اس آج کے دن میں اللہ تعالی نے مجھکو مہلت دی ہے اور میری موت میں تاخیر فرمائی ہے اور مجھپر انعام کیا ہے اگر بالفرض مجھکو موت دیتا تو میں آخر یہی تمنا کرتا کہ ایک روز مجھکو دنیا میں بھیجدے کہ میں عمل نیک کروں تو تو یہی سمجھ لے کہ مرنے کے بعد یہاں ایسا ہو کر اسی دن کے لیے آیا ہے تو خبردار اس دن کو تلف مت کرنا کہ ہر ایک سانس ایک جوہر بے مول ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دن رات میں چوبیس گھڑیاں ہیں اور حدیث میں وارد ہے کہ بندے کے ہر دن و شب میں چوبیس خزانے ایک قطار میں پھیلائے جاتے ہیں اونمیں سے ایک خزانہ اوسکے لیے کھولدیا جاتا ہے تو اوسکو اپنے حسنات کے نور سے پُر دیکھتا ہے اور یہ وہ حسنات ہوتی ہیں جو اوس گھڑی میں کی تھیں اون نوروں کے دیکھنے سے جو بادشاہ جبار کے نزدیک اوسکا وسیلہ ہیں اوسکو وہ فرحت اور سرور اور بشارت حاصل ہوتی ہے کہ اگر وہ سرور اہل دوزخ پر تقسیم کر دیا جاوے تو اتنی خوشی اونکے حصے میں آوے کہ اوسکے مارے آگ کی تکلیف اونکو کچھ معلوم نہو اور جس گھڑی میں کہ اوسنے خدای تعالی کی نافرمانی کی ہے اوسکا خزانہ کھولا جاتا ہے تو وہ سیاہ و تاریک ہوتا ہے اوسکی بدبو پھیلتی ہے اور اندھیری اوسکو دبا لیتی ہیں اوس خزانہ کے دیکھنے سے اوسکو اسطرح کا خوف و دہشت چھاتی ہے کہ وہ دہشت اگر اہل جنت کو بانٹ دی جاوے تو اونکا آرام و چین منغص کر دے اور ایک اور خزانہ اوسکے لیے مفتوح ہوتا ہے کہ وہ خالی ہوتا ہے نہ اوسمیں خوشی کی خبر ہوتی ہے نہ غم کی

یہ وہ ساعت ہوتی ہے جسمین بندہ سویا ہو یا غافل رہا ہے یا اور مباحات دنیوی مین لگا رہا ہے اس
خزانے کے دیکھنے سے وہ حسرت کرتا ہے کہ کیون خالی رہا اور اسکو اسمین ایسا خسارہ ہوتا ہے جیسے
کسیکو بڑی سلطنت یا ور نفع کثیر کا خسارہ بعد قدرت کے اپنی غفلت سے ہو جاتے تو اس حسرت و
غبن کا کیا ٹھکانا ہے اتنی ہی کافی ہے اسلیے اوسپر اوسکی اوقات کے خزانے اوسکی زندگی بھر کھولے جایا کرینگے
تو اپنے نفس کو کہے کہ آج تو ایسی کوشش کر کہ اپنے خزانے کو بھر لے ایسا نہو کہ وہ اوس مال سے خالی
رہجاوین جو موجب تیری سلطنت کا ہو اور سستی اور کاہلی اور آرام طلبی کو کام مین مت لا ورنہ درجات علیین
مین سے تجھسے وہ بات فوت ہو جاویگی جو دوسرے کو ملیگی اور تجھکو سوا حسرت اور کچھ نملیگا ہمیشہ افسوس کرتا رہیگا
اور اگرچہ جنت مین جاویگا مگر غبن اور حسرت کی تکلیف کی برداشت نہوگی گو آگ کی تکلیف سے کم ہو
چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہمنے مانا کہ گنہگار کی خطا معاف ہو جاویگی مگر یہ بھی تو ہے کہ اوسکو
محسنون کا سا ثواب نہ ملیگا اس قول مین اشارہ افسوس اور حسرت کیطرف ہے اللہ تعالے فرماتا ہے
یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ یہ تو وصیت نفس کو اوقات کے باب مین ہوئی پھر
اوسکو نئے سر سے وصیت ساتون عضا کے باب مین یعنی آنکھ اور کان اور زبان اور شکم اور شرمگاہ
اور ہاتھ اور پانون مین کرے اور ان اعضا کو اوسکے سپرد کرے کیونکہ یہ اس تجارت مین بمنزلہ نفس کے
خادمون کے ہین اور انھین سے اس تجارت کے اعمال بھی تمام ہوتے ہین اور دوزخ کے سات دروازے
ہین ہر دروازے کے لیے ایک جز تقسیم ہو جاویگا اور یہ دروازے اوس شخص کے لیے متعین ہونگے
جو ان اعضا سے خدا تعالی کی نافرمانی کرے پس نفس کو وصیت کرے کہ انکو خدا تعالی کی نافرمانی سے
محفوظ رکھے آنکھ کو غیر محرم کیطرف یا کسی مسلمان کے ستر کیطرف دیکھنے یا اوسکو حقارت سے نظر کرنے سے
بچاوے بلکہ ہر ایک فضول سے جسکی حاجت نہو محفوظ رکھے اسلیے کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے نظر فضول کی پرسش کریگا
جیسے کہ کلام فضول کی پرسش کریگا پھر جب آنکھ کو ان چیزون کی طرف سے روکنا تو ایسے امور مین لگانا جو تجارت کے
ہون اور اونمین نفع ملے اور وہ اشیا وہ ہین جنکے واسطے آنکھ پیدا ہوئی ہے یعنی چشم عبرت سے
خدا تعالی کی عجائب صنعتون کو دیکھنا اور اقتدا کرنے کے لیے اعمال خیر پر نظر ڈالنی اور کتاب اللہ
اور حدیث رسول کریم کو دیکھنا اور نصیحت و استفادہ کے لیے کتب حکمت کا مطالعہ کرنا وغیرہ
امور خیر سب مفصل کہدے اسیطرح شرح وار ہر ہر عضو کے باب مین سنادے خصوص زبان اور شکم کی بابت مین
تاکید زیادہ کرے اسلیے کہ زبان سرشت کی رو سے چلی جاتی ہے اور ہلنے مین اوسکو کچھ مشقت
نہین معلوم ہوتی مگر اوسکی خطائین مثل غیبت اور جھوٹ کے اور اپنے نفس کو صاف بتانا دوسرونکو



برا کہنا کھانوں کی مذمت کرنی دشمنوں پر لعنت اور بددعا کرنی اور کلام میں خصومت کرنی وغیرہ
بہت خرابیاں ہیں جیسا کہ باب آفات زبان میں اوسکا ذکر ہو چکا ہے پس زبان ان آفات کے درپے رہتی ہے
باوجودیکہ پیدا اسواسطے ہوئی ہے کہ ذکر کرے اور لوگوں کو نصیحت و ذکر کیا کرے اور علمی بحث اور تعلیم
اور خدا تعالی کے بندوں کو اوسکا رستہ بتائے اور آپس میں دو شخصوں کے جو بگاڑ ہو اوسکی درستی
کرنے میں مصروف رہے تو نفس سے شرط کرلے کہ دن بھر بجز ذکر کے زبان کو نہ ہلائے ایماندار کی
گفتگو ذکر ہی ہوتا ہے اور اوسکی نظر عبرت کے لیے ہے اور سکوت فکر کے لیے علاوہ ازیں خدا تعالی
فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ تو سوای ذکر کے سکوت ہی مناسب ہے۔
اور شکم کو بھی اس بات پر لائے کہ حرص چھوڑے اور حلال روزی سے تھوڑا کھانے کا عادی ہو
شبہ کی چیزوں سے احتراز کرے اور شہوات سے اوسکو روک کر بقدر ضرورت پر اکتفا کرے
اور اپنے نفس پر یہ شرط بھی لگائے کہ اگر ان باتوں میں سے کسیکے خلاف کریگا تو سزا دونگا کہ
شکم کے شہوات سے الگ روکدونگا تاکہ جتنا اپنی شہوات کے باعث اوس سے حاصل کیا ہوا اوس سے
زیادہ جاتا رہے اسیطرح نفس پر سب اعضا کے باب میں شرط کرے سب کا لکھنا طول چاہتا ہے اور اعمال کی
طاعات اور معاصی کچھ مخفی بھی نہیں کہ جنکے لکھنے کی ضرورت ہو۔ پھر اعضا کے باب میں وصیت کرکے
بعد نفس کو وصیت اون طاعات کی کرے جو روز و شب میں کئی کئی بار ہوتی ہیں پھر نوافل کے باب میں
وصیت کرے جنپر نفس قادر ہے اور بہت سے کرسکتا ہے اور اون نوافل کی تفصیل اور کیفیت اور
اوسکے اسباب آمادگی کی کیفیت سب مرتب کرے اور یہ شرطیں ایسی ہیں کہ انکی حاجت ہر روز
ہوا کرتی ہے مگر انسان جب کہ عادی چند روز رہتا ہے اور نفس ان سب شرطوں کے پورا کرنے میں
ت دیتا ہے تو پھر حاجت شرط کی نہیں رہتی اور اگر نفس شرطوں میں اطاعت کرتا ہے تو بھی سب سے شرط کرنے کی
حاجت باقی ہے۔ اور اتفاقاً کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جسمیں ایک نئی مہم اور نیا واقعہ ہوتا ہو
اور اوسکا حکم معلوم نہ ہو اور خدا تعالی کا حق اوسمیں نئے طور کا ہوتا ہو اور یہ بات دنیا کے
اشغال میں مشغول ہونے والوں کو بھی اکثر ہو جایا کرتی ہے مثلاً حکومت اور تجارت اور تعلیم میں کم کوئی
دن ہوتا ہوگا جسمیں کوئی نیا معاملہ نہ ہوتا ہو اور اوسمیں اللہ تعالی کے حق ادا کرنے کی حاجت نہ
پڑتی ہو تو اسلیے اپنے نفس سے یہ شرط بھی کرے کہ ایسے معاملات میں مستقیم رہے اور امر حق کی اطاعت
کرے اور بیکار رہنے کے انجام سے نفس کو ڈرائے اور اوسکو نصیحت ایسی طرح کرے جیسے
بندہ بھاگا ہوا سرکش نصیحت کیا جاتا ہے کیونکہ نفس بھی طبع کی رو سے طاعات سے سرکش اور

عبودیت سے منحرف ہونے کو چاہا کرتا ہی مگر وعظ و ادب دینا اوسمین تاثیر کر جاتا ہی چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہی وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ پس اسطرح کی شرائط نفس سے
کرنی مقام اول ہے اوسکے ساتھ نگاہداشت کا ہے اور اسکا نام محاسبہ قبل عمل ہے اور محاسبہ
کبھی بعد عمل کے ہوتا ہے اور کبھی قبل عمل کے ڈرانے کے لیے کیا کرتے ہین اللہ تعالی فرماتا ہی
وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْہُ اور یہ آیندہ کے لیے ہے - اور جو نظر کہ کثرت
اور مقدار مین واسطے معرفت زیادتی اور نقصان کے ہوتی ہی اوسکو محاسبہ کہا کرتے ہین پس بندہ
اگر دن بھر اپنے سامنے کے اعمال مین نظر رکھیگا اس غرض سے کہ اونکا حال کم و بیش ہونے کا معلوم
ہو جائے تو یہ امر بھی داخل محاسبہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا اور فرمایا یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا
اور فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ اسکو ڈرانے کے لیے اور آیندہ کو
احتراز کرنے پر تنبیہ کے لیے ارشاد فرمایا اور حضرت عبادہ بن صامت رض فرماتے ہین کہ ایک
شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعای وصیت اور نصیحت کی کی آپ نے فرمایا کہ جب
تو کسی امر کا ارادہ کرے تو اوسکا انجام سوچ لے اگر انجام بہتر ہو تو اوس کام کو کر اور جو خراب ہو
تو اوس سے باز رہ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جب تم چاہو کہ عقل ہوای نفسانی پر غالب رہے تو کسی شہوت
کو پورا نہ کرو جبتک انجام کو نہ دیکھ لو اسلیے کہ خواہش کے نہ پورا ہونے کی نسبت کر دل مین پشیمانی کا
رہنا زیادہ برا ہے - اور حضرت لقمان رح کہتے ہین کہ ایماندار جب انجام کو دیکھ لیتا ہے تو ندامت سے
بچ رہتا ہے اور شداد بن اوس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا
اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَہٗ ہَوَاہَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ
دَانَ نَفْسَہٗ کے معنی یہ ہین کہ حساب لے نفس سے اور یوم الدین حساب کے دن کو کہتے ہین اور کلام مجید
مین اَئِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ کے معنی بھی یہی ہین کہ حساب لیے جاوینگے - اور حضرت عمر رض فرماتے ہین
کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ تم سے محاسبہ کیا جائے اور اوسکو وزن کرو پیشتر اس سے
کہ وزن کیے جاؤ اور عرض اکبر کے لیے مستعد ہو رہو - اور حضرت ابو موسی اشعری رض کو لکھا کہ اپنے
نفس سے سختی کے حساب سے پیشتر راحت کے وقت مین حساب لو اور حضرت کعب احبار رض سے
پوچھا کہ محاسبہ کا حال کتاب اللہ مین تمنے کیسے دیکھا ہے اونھون نے عرض کیا کہ اوسمین لکھا ہے
کہ زمین کے حساب کرنے والے کو آسمان کے حساب کرنے والے سے ہلاکی ہے حضرت عمر رض

اوس پر درّہ سے لے کر اوٹھے اور فرمایا کہ سحر اوسکے جو اپنے نفس کا حساب لے حضرت کعب نے
عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ تتمہ اسکے برابر ہی توریت میں مذکور ہے کوئی اور کلمہ بیچ میں نہیں اور اس
سب میں اشارہ آیندہ کے محاسبہ کے لیے اسواسطے کہ فرمایا ہو مَن دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا
بَعْدَ الْمَوْتِ اسکے یہ معنی ہیں کہ امور کو اول وزن کرے اور خوب تامل اور تدبر اونمیں کرکے پھر اوسکے
کرنے پر جرأت کرے۔ دوسرا مقام مراقبے کے باب میں۔ جب آدمی اپنے نفس کو وصیت کر چکے
اور اوس پر شرائط مذکورہ بالا کر دے تو پھر یہ بات چاہیے کہ جب وہ اعمال میں داخل ہو تو اوسکا ملاحظہ
بچشم حفاظت کرے کیونکہ اگر نفس کو چھوڑ دیا جاویگا تو حد سے باہر سرکش ہو جاویگا پس ہم اول
فضیلت مراقبے کی بیان کرتے ہیں پھر اوسکے درجات ذکر کرینگے۔

بیان اول فضیلت مراقبہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو احوال احسان کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے پوچھا تو فرمایا کہ خداے تعالی کی عبادت ایسی طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھتے ہو اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداے تعالی کی عبادت اسطرح کرو کہ گویا تم اوسکو دیکھتے ہو پس اگر یہ بات
نہو کہ تم اوسکو دیکھتے ہو تو یہ تو ہو کہ وہ تمکو دیکھتا ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ
عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اور فرمایا اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَالَّذِيْنَ
هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ اور حضرت ابن مبارک رح نے ایک شخص کو فرمایا کہ راقب اللہ
اوس نے اسکے معنی پوچھے آپ نے فرمایا کہ ہمیشہ ایسی طرح رہو کہ گویا خداے تعالی کو دیکھتے ہو اور
عبد الواحد بن زید رح فرماتے ہیں کہ جب میرا آقا مجکو دیکھتا ہے تو میں دوسرے کی پروا نہیں کرتا
اور ابو عثمان مغربی رح فرماتے ہیں کہ جو چیزیں آدمی راہ سلوک میں اپنے نفس پر لازم کرتا ہے اون
سب میں بہتر محاسبہ اور مراقبہ اور اپنے علم سے اپنے عمل کی سیاست ہے۔ اور ابن عطا رح
فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر طاعت ہمیشہ مراقبہ حق کا ہے۔ اور جریری رح کا قول ہے کہ ہمارا یہ
امر دو اصل پر مبنی ہے ایک یہ کہ اپنے نفس پر خداے عز و جل کا مراقبہ لازم کرے دوسرے یہ کہ
علم ظاہر اعمال پر قائم ہو۔ اور ابو عثمان رح کہتے ہیں کہ جب تو لوگوں میں بیٹھے تو اپنے نفس اور
قلب کا واعظ ایسا ہو کہ اونکے پاس ہونے سے تو مغالطہ کھائے کہ وہ لوگ تیرے ظاہر کو
دیکھتے ہیں اور خداے تعالی باطن کو۔ اور منقول ہے کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا اوسکی
تعظیم وہ بہت کرتے اور اوسکو اوروں پر مقدم کرتے اونکے اور مریدوں نے عرض کیا کہ آپ

اسکی تعظیم کرتے ہین حالانکہ وہ جوان ہے اور ہم بوڑھے ہین اونھون نے چند پرند منگائے اور ایک
ایک مرید کو ایک جانور اور ایک چھری دی اور کہا کہ اسکو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے اور اوس
جوان کو بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرند ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی ہٹا لایا شیخ نے پوچھا کہ
تونے اپنے ساتھیون کے موافق ذبح کیون نکیا اوسنے کہا کہ مجکو ایسی جگہ کوئی نہ ملی جہان کوئی نہ دیکھے
اسلیے کہ اللہ تعالی ہر جگہ مجکو دیکھتا تھا سب مریدون نے اوسکے اس مراقبے کو پسند کیا اور اوسکی فضیلت کی
مقر ہوے ۔ اور روایت ہے کہ جب زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تنہا ہوئی تو اوٹھکر ایک
بت کا منہ ڈھانک دیا حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بھلا تو تو ایک پتھر کے دیکھنے سے حیا
کرتی ہے مجھے کیا ہوا ہے کہ بادشاہ جبار کے دیکھنے سے شرم نکرون ۔ اور بعض جوانون کے حال مین
لکھا ہے کہ اوسنے کسی لونڈی سے مباشرت چاہی اوسنے کہا کہ تجکو حیا نہین آتی جوان نے کہا کہ مین
کس سے حیا کرون ہمکو ستارون کے سوا اور کون دیکھتا ہے اوسنے جواب دیا کہ پھر ستارون والا کہان گیا
وہ بھی تو دیکھتا ہے ۔ اور ایک شخص نے حضرت جنید رح سے پوچھا کہ آنکھہ بند کرنے پر مین کس چیز سے مدد
لون آپنے فرمایا کہ یہ جانا کر کہ جس چیز کیطرف تو دیکھتا ہے تیری نگاہ اوس تک پیچھے پہونچتی ہے اور ناظر حقیقی کی
نگاہ تجھپر اول پہونچتی ہے اور یہ بھی آپ کا قول ہے کہ مراقبے مین پکا وہی ہوتا ہے جسکو خوف ہو کہ میرا
حظ پروردگار سے جاتا رہیگا ۔ اور حضرت مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ جنات عدن جنات فردوس مین سے ہین اور
اوسکی حورین جنت کے گلاب سے بنی ہین کسینے پوچھا کہ اون جنتون مین کون رہیگا آپنے فرمایا
کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ جنات عدن مین وہ لوگ رہین گے کہ جب قصد معاصی کا کرین تو میری عظمت یاد
کرین اور میرا لحاظ کرین اور وہ لوگ کہ جنکی کمرین میرے خوف کے مارے جھک گئی ہین قسم ہے اپنی عزت
اور جلال کی کہ مین اہل زمین کے عذاب کا قصد کرتا ہون مگر جب اپنے خوف سے بھوک پیاس والون
کیطرف دیکھتا ہون تو اونسے عذاب ہٹا لیتا ہون ۔ اور محاسبی رح سے جو مراقبے کا حال پوچھا تو فرمایا
کہ اوسکا شروع یہ ہے کہ دل کو علم قرب پروردگار کا ہو ۔ اور مرتعش کا قول ہے کہ مراقبہ یہ ہے کہ ہر لحظہ اور
ہر لمحے پر غیب کے ملاحظے کیواسطے باطن کی رعایت رکھے ۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے فرشتون
سے ارشاد فرمایا کہ تم ظاہر پر مقرر ہو اور مین باطن کو دیکھتا ہون ۔ اور محمد بن علی ترمذی رح فرماتے ہین کہ
اپنا مراقبہ ایسے شخص کے لیے کہ جسکی نظر سے تو غائب نہو اور شکر ایسے کا کر جسکی نعمتین تجھسے منقطع نہون
اور طاعت ایسے کی کر جس سے تو مستغنی نہین اور خضوع اوس شخص کے لیے کر جسکی ملک اور سلطنت سے تو
نہ نکلے ۔ اور حضرت سہل رح فرماتے ہین کہ بندے کے دلکو فضل اور شرف اتنا اور کسی چیز سے حاصل نہین ہوتا



جتنا اس بات سے ہوتا ہے کہ یون جانے کہ جہاں میں ہونگا خدای تعالی میرا نگاہ رہیگا - اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ کے کیا معنی ہیں اونھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی کہ رضا اوسکی ہو گی جسنے خدای تعالی کا مراقبہ کیا اور اپنے نفس کا حساب لیا اور معاد کے لیے توشہ حاصل کیا - اور حضرت ذوالنون رح سے پوچھا کہ بندہ کس چیز سے جنت کو پہونچتا ہے اونھون نے فرمایا کہ پانچ باتوں سے ایک استقامت جسمین کجی نہو دوسرے اجتہاد جسمین سہو نہو تیسرے ظاہر باطن میں خدای تعالی کا مراقبہ چوتھے موت کی انتظاری اور اوسکی تیاری پانچوین نفس کا حساب لینا پہلے اس سے کہ اوس سے حساب لیا جای اور مراقبے کے باب مین کسینے شعر کہے ہیں جنکا ترجمہ یہی اشعار

گر کسی روز تو تنہا ہو نہ کہہ تنہا ہون
بلکہ خالق ہے ترے حال کا ہر دم نگران
خالق ست اوسکو کہ اک دم کو ہو تجھسے غافل
اور جو بات چھپاوے تو ہے اوس سے پنہان
دیکھ تو کیسی چلی آتی ہے کل آج کے بعد
آج کل ہی مین فنا ہوتی ہے عمر انسان

اور حمید طویل نے سلیمان بن علی رح سے کہا کہ مجکو کچھ نصیحت کرو اونھون نے فرمایا کہ جب تم گناہ کرتے ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ گمان کرتے ہو کہ خدای تعالی تمکو دیکھتا ہی تب تو تم بڑی ہی جرات کرتے ہو اور اگر یہ گمان ہو کہ وہ نہین دیکھتا تو کافر ہوا اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ مراقبہ ایسے شخص کا اپنے اوپر لازم کرو جس سے کوئی خفیہ امر پوشیدہ نہیں اور توقع ایسی ذات سے رکھو جو وفا کی مالک ہی اور خوف ایسے شخص سے رکھو جو عقوبت کا مالک ہے - اور فرقد سنجی رح کہتے ہیں کہ منافق تاکتا رہتا ہے جب کسیکو نہین دیکھتا تو برائی کی راہ مین داخل ہو جاتا ہی مگر صرف لوگونکو تاکتا ہے خدای تعالی کا لحاظ نہیں کرتا - اور عبداللہ بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین حضرت عمر بن خطاب رضہ کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب مین کسی جگہ اوترے آپ کے پاس ایک چرواہا پہاڑ سے آیا آپ نے اوس سے فرمایا کہ ان بکریون مین سے ایک میرے ہاتھ بیچڈال اوسنے عرض کیا کہ مین غلام ہون مجکو اختیار فروخت نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہدینا کہ اوسکو بھیڑیا کھا گیا اوسنے عرض کیا کہ پھر خدا کو کیا کہون وہ تو دیکھتا ہے حضرت عمر رضہ روئے پھر آپ اوسکے ساتھ ہوے اور اوسکے آقا سے اوسکو خرید کر آزاد کر دیا اور فرمایا کہ اس بات نے تجکو آزاد کرادیا اور تجکو توقع ہی کہ آخرت مین بھی تجکو آزاد کر دے

دوسرا بیان مراقبے کی حقیقت اور اوسکے درجات مین - واضح ہو کہ مراقبے کی حقیقت یہ ہے کہ رقیب کا لحاظ کرنا اور اپنی توجہ کا اوسکی طرف پھیرنا یعنی اگر کوئی شخص غیر کے باعث سے کسی بات سے

احتراز کرے تو کہا کرتے ہین کہ یہ فلانے کا لحاظ کرتا ہے اور اہل تصوف کی مراد مراقبے سے وہ
حالت قلبی ہے جو ایک قسم کی معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور اوس حالت سے کچھ اعمال عضاء مین اور
کچھ دل مین پیدا ہوا کرتے ہین پس حالت تو یہ ہے کہ قلب کا رقیب کو تاکتے رہنا اور اوسکی طرف
مشغول اور ملتفت رہنا اور اوسکو ملاحظہ کرنا اور متوجہ ہونا۔ اور جس معرفت سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے
وہ یہ ہے کہ خدای تعالی کو عالم دل کی باتون اور باطن کے احوال کا جاننا اور بندے کے اعمال پر
اوسکو رقیب سمجھنا اور سب نفسون کے کسب پر واقف جاننا اور یہ کہ قلب کا بھید اوسکے سامنے
ایسا عیان ہے جیسے پوست ظاہری انسان کا خلق پر عیان ہے بلکہ اوس سے بھی زائد پس یہ معرفت
جب یقینی ہو جاتی ہے یعنی شک سے خالی ہوتی ہے اور پھر دل پر غالب ہو کر اوسکو دبا لیتی ہے تو
قلب کو پاسداری رقیب کی طرف لیجاتی ہے اور اوسکی ہمت کو رقیب کیطرف پھیر دیتی ہے اور اسمین
کچھ تعجب کی بات نہین کہ آدمی کو کسی چیز کا یقین تو ہو مگر اوسپر وہ غالب نہو جیسے موت کا علم کہ اسمین
شک تو نہین مگر دل پر اسکا غلبہ نہین ہوتا بہرحال جو لوگ اس معرفت کی یقین کرنے والے ہین وہ مقرب
ہین اور اونکی دو قسمین ہین ایک تو صدیق اور دوسرے اصحاب یمین اسلیے اونکا مراقبہ بھی دو طرح کا ہے
اول درجہ مراقبہ صدیقین کا ہے جو تعظیم اور بڑائی کے لیے ہوتا ہے اوسکی کیفیت یہ ہے کہ دل اوس
جلال کے ملاحظے مین ڈوب جاتا ہے اور اوسکی ہیبت سے شکستہ ہو جاتا ہے پھر اوسمین گنجایش
دوسری کی طرف التفات کی نہین رہتی اور اس مراقبے کے اعمال کی تفصیل مین ہم زیادہ نظر نہین
کرتے اسلیے کہ اوسکے اعمال صرف دل ہی پر منحصر رہتے ہین اور اعضاء ظاہری تو مباحات کی طرف
بھی التفات نہین کرتے ممنوعات کا تو کیا ذکر ہے اور جب طاعات کے لیے حرکت کرتے ہین تو
ایسے ہوتے ہین کہ گویا اونھین مین کھنچے ہوے ہین اسلیے اونکی حفاظت کے باب مین اور درست
رکھنے مین کچھ حاجت تدبیر اور توقف کی نہین بلکہ جو شخص کہ بالکل راعی کا مالک ہے وہ رعیت کو آپ
درست کر دیتا ہے اور یہان دل راعی ہے اور اعضاء اوسکی رعیت تو جب دل مستغرق معبود مین ہوگا
تو اعضاء بے تکلف رستی اور درستی ہی پر چلینگے اور ایسا وہ شخص ہوتا ہے جسکو ایک ہی فکر ہوا اور
اللہ تعالی نے اوسکو سب فکرون سے بچا دیا ہو اور جو شخص اس درجے پر پہونچ جاتا ہے وہ کبھی
خلق سے اتنا غافل ہوتا ہے کہ جو شخص اوسکے پاس آوے اوسکی بھی خبر اوسکو نہین ہوتی اور باوجود
آنکھین کھلی ہونے کے اوسکو نہین دیکھتا اور اگر کچھ اوس سے کہا جاوے تو باوجود بہرا نہ ہونے کے
نہین سنتا اور کبھی اوسکا بیٹا پاس کو چلا جاتا ہے اور اوس سے کلام نہین کرتا چنانچہ ایسا بعض

اس کام کیواسطے سوجاتا تھا اور میرے جو کسینے اس باب میں عتاب کیا تو اوس نے کہا کہ جب تو میرے پاس کو
نکلے تو مجھے ہلا دیا سا اور اس امر کو کچھ بعید مت جانو اسلیے کہ ایسی بات کی نظیر اون دلوں میں پائے جاتے
جو بادشاہان دنیا کی تعظیم کرتے ہیں یہانتک کہ بادشاہی خادم کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اوسے کچھ
خبر نہیں ہوتی اسلیے کہ بادشاہی مجلس میں بادشاہوں کی تعظیم میں ڈوبے رہتے ہیں اور اوسے کہا
موقوف ہے کبھی آدمی کا دل کسی دنیاوی ادنی کام میں اگر مشغول ہوتا ہے تو اوسمیں ایسا غرق ہو
ڈوب جاتا ہے کہ اگر کہیں کو جاتا ہے تو جس جگہ جانا منظور تھا وہاں سے آگے نکل جاتا ہے اور جس کام
کے لیے اوٹھا تھا وہ بھول جاتا ہے۔ عبدالواحد بن زید رح سے کسینے پوچھا کہ آیا اس زمانے میں بھی
کوئی ایسا شخص جانتے ہیں جو اپنے حال میں مشغول ہوکر خلق سے بیخبر ہو آپ نے فرمایا کہ میں ایسا فقط
ایک شخص کو جانتا ہوں جو ابھی تمھارے پاس آویگا تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوئے
آپ نے اونسے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اونھوں نے کسی جگہ کا نام لیا کہ اوسکا راستہ بازار میں کو
تھا آپ نے پوچھا کہ راستے میں تمسے کون ملا تھا اونھوں نے کہا کہ میں نے تو کسیکو نہیں دیکھا اور
حضرت یحیی علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ آپ کہیں جاتے تھے ایک عورت سے کے جو دھکا لگا تو وہ
منہ کے بل گر گئی لوگوں نے کہا کہ آپ نے اسکو دھکا کیوں دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو دیوار کی سوا
اور کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیراندازی
کرتے تھے اور ایک شخص اون سے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا میں اوسکی طرف کو بڑھ گیا اور چاہا کہ کچھ گفتگو
کروں اوس نے کہا کہ خدا ای تعالی کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے میں نے پوچھا کہ آپ تنہا ہیں اوس نے کہا
نہ۔ ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہیں میں نے پوچھا کہ ان لوگوں میں سے بڑھا ہوا کون ہے
اوس نے کہا کہ جسکو خدا ای تعالی بخش دے میں نے پوچھا کہ راستہ کہاں ہے اوس نے اشارہ آسمان کیطرف
کیا اور اوٹھکر یہ کہتا ہوا چلدیا کہ تیری اکثر مخلوق تجھسے غافل ہے تو یہ گفتگو ایسے ہی شخص کی ہے جو
خدا ای تعالی کے مشاہدے میں ایسا ڈوبا ہو کہ جو کچھ سنے وہ بھی اوسیکا ذکر ہو جو سنے تو اوسیکے باتین
سنے ایسے شخص کو احتیاج ابھی زبان اور اعضا کے مراقبے اور نگرانی کی نہیں اسلیے کہ وہ بدون
اس حالت کے جسمیں وہ ہیں اور کسی چیز میں حرکت ہی نہیں کرتے۔ اور حضرت شبلی رح حضرت ابو الحسین
نوری رح کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک گوشے میں عجیب حالت سے بیٹھے ہیں کوئی چیز ظاہر میں حرکت
نہیں کرتی حضرت شبلی رح نے فرمایا کہ تم نے یہ مراقبہ اور سکون کہاں سے سیکھا اونھوں نے فرمایا کہ
میرے یہاں ایک بلی تھی جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک

نہین ملاقی تھی اوس سے مین نے یہ طریق سیکھا ہے - اور ابو عبداللہ بن خفیف کہتے ہین کہ مین
ابو علی رودباری کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ کو جانے کا قصد کیا مجھسے عیسی بن یونس مصری نے
جو زاہد کرکے معروف تھے کہا کہ موضع صور مین ایک جوان اور ایک ادھیڑ مراقبے کے حال پر ایک جا
بیٹھے ہین اگر تم اونکو ایک نظر دیکھو تو غالبًا تمکو نفع ہوگا یہ سنکر مین صور مین بھوکا پیاسا داخل ہوا میری
کمر مین ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے مین مسجد مین جو گیا تو دو شخصون کو دیکھا کہ قبلہ رخ
بیٹھے ہوے ہین مین نے سلام کیا اونھون نے جواب ندیا پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سنا
مین نے اونکو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دین جوان نے اپنی گدڑی سے سر اوٹھایا اور میری طرف
دیکھکر کہا کہ ای خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی مین سے بھی تھوڑی ہی رہی ہے تو اس
تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کرلے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی پھر
میری طرف دیکھا میری بھوک پیاس سب جاتی رہی اور ہمہ تن مجھکو اونھون نے لے لیا پھر جوان نے اپنا
سر جھکا لیا مین اون دونون کے پاس یہان تک ہا کہ ظہر اور عصر وہین پڑھی جب عصر پڑھ چکے تو مین نے
کہا کہ مجھکو نصیحت کرو اوس جوان نے میری طرف سر اوٹھایا - اور کہا کہ ای خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہین
ہمکو زبان نصیحت نہین ہین اونکے پاس تین دن رہا کہ نہ کھایا نہ پیا نہ سویا اور اون دونون نے بھی خواب
خورش کچھ نہ کی اوسکے بعد مین نے اپنے جی مین کہا کہ مین انکو قسم دون کہ مجھکو کچھ نصیحت کرین شاید مجھکو
انکی نصیحت مفید ہو پس جوان نے اپنا سر اوٹھایا اور کہا کہ ای خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت
لازم رکھنا جسکے دیکھنے سے تجھکو خدای تعالی یاد آوے اور اوسکی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجھکو زبان
فعل سے نصیحت کرے زبان قول سے کچھ نہ کہے والسلام اب آپ تشریف لیجاوین پس جن لوگون
کے دل پر تعظیم اور اجلال غالب ہوتی ہے اونکے مراقبے کا حال ایسا ہوا کرتا ہے کہ اونمین گنجایش
اور چیز کی باقی ہی نہین رہتی - دوسرا درجہ اصحاب یمین این سے پرہیزگارون کا ہے وہ وہ لوگ ہین کہ
اونکے دلون پر یہ بات تو یقینًا غالب ہے کہ خدای تعالی ہمارے ظاہر و باطن پر مطلع ہے مگر ملاحظہ جلال
نے اونکو مدہوش نہین کیا بلکہ اونکے دل حد اعتدال پر باقی رہے اور اونمین گنجایش اس بات کی بھی رہی
کہ احوال اور اعمال پر التفات کرین مگر باوجود مواظبت اعمال کے مراقبہ سے جدا نہین ہے ہان اونپر
خدای تعالی سے حیا کا غلبہ ہے اسلیے اگر کسی کام کی جرات کرتے ہین تو توقف اور تامل کے ساتھ اور
اگر رکتے ہین تو تامل کے ساتھ اور جس بات سے کہ قیامت مین رسوائی ہو اوسکے گرد نہین پھرتے اسلیے
کہ وہ دنیا ہی مین خدای تعالی کو اپنے اوپر مطلع جانتے ہین تو قیامت کے انتظار کی کیا حاجت ہے

اور ان دونوں درجوں کے اختلاف کا حال مشاہدات سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص
خلوت میں کوئی کام کرتا ہو اور اوسکے پاس لڑکا یا کوئی عورت آجاوے اور اوسکو معلوم ہو جاوے
کہ میرے کام کی اطلاع اسکو ہو گئی تو وہ اوس سے حیا کرنے لگے گا اور اچھی طرح بیٹھ جاویگا اور ظاہر ہے
کہ لڑکے اور عورت کی تعظیم کے باعث درستی نشست و برخاست کی نہیں کرتا بلکہ حیا کے باعث
کرتا ہے اسلیے کہ اوسکا مشاہدہ اگرچہ مدہوش و مستغرق نہیں کرتا مگر حیا البتہ جوش میں لاتی ہے اور کبھی
ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بادشاہ یا دوسرا بزرگ اوسکے پاس آجاتا ہے تو اوسکی تعظیم اوسکو مستغرق کر دیتی ہے
کہ تمام کاموں کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ چھوڑنا حیا کے باعث نہیں ہوتا بلکہ تعظیم کی جہت سے ہوتا ہے
اسیطرح بندوں کے مرتبے خدای تعالی کے مراقبے میں مختلف ہوا کرتے ہیں اور جو شخص اس درجہ میں ہوتا ہے
وہ اس بات کا محتاج ہے کہ اپنے سب حرکات و سکنات اور خطرات و لحظات اور سب اختیارات
کو نگاہ میں رکھے اور ان اشیا میں اوسکی دو نظریں ہونی چاہییں ایک عمل سے پہلے اور ایک عین
عمل کے اندر پہلے عمل کے تو دیکھنا چاہیے کہ جو مجکو ظاہر ہوا ہے اور جسکے واسطے میری خاطر نے
حرکت کی ہے وہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے یا وہ ہوای نفس یا اتباع شیطان میں ہے ہر
جب تک یہ امر منکشف نہو تب تک اوس فعل کی مبادرت نکرے بلکہ ٹھہرا رہے پس جب نور الہی سے
معلوم ہو جاوے کہ یہ امر خاص خدای تعالی کیواسطے ہے تو اوسکو کرے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ امر
غیر اللہ کیواسطے ہی تو اوس سے باز رہے اور خدای تعالی سے شرم کرے پھر اپنے نفس کو ملامت کرے
کہ اوسکی رغبت اور میل اور قصد کیوں کیا اور اوسکو اوسکے فعل کی بدی سمجھاوے کہ تو اپنی رسوائی میں
سعی کرتا ہے اور اپنا دشمن ہے اگر خدای تعالی اپنی عصمت سے تلافی نفرماوے تو تیرا کہیں ٹھکانا نہ لگے
اور ابتدای امور میں یہ توقف ظاہر ہونے تک واجب و لازم ہے کسیواسطے سے مذہبین اور حدیث میں
آیا ہے کہ بندے کے لیے ہر حرکت میں گو ذراسی ہی کیوں نہو تین دفتر کھولے جاوینگے پہلے میں یہ ہوگا
کہ یہ کام کیوں کیا دوسرے میں ہوگا کہ کسطرح کیا تیسرے میں ہوگا کہ کسکے لیے کیا یعنی اول سوال ہوگا
کہ تو نے جو یہ کام کیا تو اس لحاظ سے کہ اپنے آقا کے لیے کرنا چاہیے یا صرف اپنی شہوت کے میل
اور اوسکی رغبت کی پس اگر اس سوال سے بچ گیا یعنی خدای تعالی ہی کیواسطے اوس کام کا کرنا ضرور تھا
تو دوسرا سوال ہوگا کہ یہ کام کسطرح کیا یعنی ہر عمل میں خدای تعالی کے لیے شرط اور حکم جسکی مقدار اور
وقت اور صفت بدون علم کے معلوم نہیں ہوتی تو اوس سے کہا جاویگا کہ تو نے یہ کام علم یقینی سے
کیا یا جہل اور گمان سے پھر اگر اس سوال سے بھی بچ گیا تو تیسرا سوال ہوگا کہ کسکے لیے عمل کیا یعنی

یا ریا سے خلاص کی ہوگی کہ خاص رضاے الٰہی کے لیے کیا ہو اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو بنایا ہے تب تو
تیرا اجر خداے تعالیٰ پر ہے اور اگر اپنے جی سے مخلوق کے دکھلانے کو کیا ہے تو اوسی سے جا کر اپنا اجر لے
اور اگر اسواسطے کیا ہے کہ کچھ دنیا اسکے باعث ملجاوے تو وہ ہم تھوڑے ہی چکے ہین اور اگر سہو و غفلت
کے ساتھ کیا ہے تو ثواب بھی جاتا رہا اور عمل بیکار اور سعی برباد ہو گئی اور اگر میرے غیر کیواسطے کیا ہے
تو مستحق میرے عذاب اور غصے کا ہوا اسلیے کہ تو میرا بندہ تھا اور میرا ہی رزق کھاتا تھا میری نعمتون مین
چین اوڑاتا تھا پھر دوسرے کے لیے عمل کے کیا معنی کیا تو نے میرا قول نہین سنا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ اور اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ
الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَہٗ تیرا برا ہو کیا تو نے نہین سنا کہ مین فرماتا ہون اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ
الْخَالِصُ پس جب بندہ جانتا ہے کہ میرے پیچھے اتنے مطالبات اور جھڑکیان لگینگی تو وہ اپنے نفس کا
مطالبہ اوس بڑے مطالبے سے پہلے ہی کرنے لگتا ہے اور سوال کے جواب کی تیاری کر رکھتا ہے مگر
جواب کا باصواب ہونا چاہیے پس اگر کوئی کام شروع سے ہی کرے خواہ دوبارہ کرے دونون صورتون مین
تامل کے بعد کرے اگر پلک یا اونگلی ہلاوے وہ بھی بعد تامل کے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت معاذ رض سے فرمایا تھا کہ آدمی اپنی آنکھون کے سرمے اور گارا توڑنے اور اپنے بھائی کا کپڑا
چھونے پر بھی پوچھا جاویگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ پہلے اکابر کا دستور تھا کہ اگر کچھ صدقہ
کیا چاہتے تو تامل اور توقف کرتے اور اگر معلوم ہوجاتا کہ خدا کیواسطے ہے تو دیتے اور یہ بھی انھین کا
قول ہے کہ خداے تعالیٰ رحم کرے اوس بندے پر جو اپنے قصد کے وقت ٹھہر جاوے پھر اگر خداے تعالیٰ
کیواسطے وہ قصد ہو تو اوسکو پورا کرے اور اگر اوسکے سوا کسی اور کے لیے ہو تو تاخیر کرے۔ اور حدیث
سعد رض مین مذکور ہے کہ جب اونکو سلمان فارسی رض نے وصیت کی تو فرمایا کہ اپنے قصد کے وقت
خداے تعالیٰ سے خوف کیا کر جب کبھی قصد کرے۔ اور محمد بن علی فرماتے ہین کہ ایماندار توقف کرنیوالا
اور تامل کرنے والا ہوتا ہے کہ اپنے قصد کے وقت توقف کیا کرتا ہے ایسا نہین ہوتا جیسا رات کو
لکڑیان جمع کرنے والا یعنی وہ جلدی مین خاک بلا سب اوٹھا لیتا ہے ایماندار ایسا نہین ہوتا۔ اس
مراقبے مین پہلا اول نظر کا حال ہے اور اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ آدمی کو علم متین حاصل ہو
اور اسرار اعمال اور نفس کی غورین اور شیطان کی مکر ہین معرفت حقیقی موجود ہو پس جب تک کہ اپنے
نفس و رب اور اپنے دشمن ابلیس کو نپہچانیگا اور یہ نہ پہچانیگا کہ سواے نفس کے موافق کیا چیز ہے اور اون
اور اوس چیز مین جسکو خداے تعالیٰ محبوب و پسند کرتا ہے یعنی اوسکی نیت اور قصد اور فکر اور

حرکت وسکون میں سے کون سی خدای تعالی کے پسند ہی اور کونسی موافق ہوای نفس کے ہے اسمیں تمیز نکریگا تب تک سلامت اس مراقبے میں رہیگا بلکہ اکثر لوگ ایسے امور میں جو خدای تعالی کو برے معلوم ہوں مرتکب جہالت کے ہوتے ہین اور جانتے ہیں کہ ہم اچھے کام کرتے ہین۔ اور یہ گمان نکرنا چاہیے کہ جس چیز کو جاہل سیکھ سکتا ہے اوسمیں اوسکا عذر جہالت پذیرا ہو بلکہ علم کا طلب کرنا سب مسلمانون پر فرض ہے اور اسی جہت سے عالم کی دو رکعتیں جاہل کی ہزار رکعتوں سے افضل ہوتی ہیں کیوں کہ وہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکرون اور اوسکے مغالطہ دینے کے مواقع سے واقف ہوتا ہے اور اون سب کو نیست کر دیتا ہے اور جاہل اوسکو جانتا ہی نہین تو اوس سے احتراز کیسے کریگا بلکہ وہ ہمیشہ مشقت تھا کریگا اور شیطان اوس سے خوش اور شادان رہیگا جہل و غفلت سے خدا بچاوے تمام بدبختی اور خسارے کی جڑ یہی ہے پس اللہ تعالی کا حکم ہر بندے پر یہی ہے کہ جب کام کیواسطے قصد کرے اور ہنا سے اوسکے لیے سعی کرے اپنے پس کا نگراں رہے اور فعل کے کرنے مین جلدی نکرے یہان تک کہ نور علم سے ثابت ہو جاوے کہ یہ فعل خدا ہی کیواسطے ہی پھر اوسکا ساتر ہو اور اگر ہوای نفس کے لیے ہو تو اوس سے باز رہے اور دل کو اوسکا فکر کرنے سے اور قصد کرنے سے جھڑک دے کیونکہ باطل امر مین اگر اول ہی خطرے کو دفع نکیا جاویگا تو موجب رغبت ہوگا اور رغبت سے قصد پیدا ہوگا اور پھر وہ قصد پکا ہو جاویگا اور اوسکے بعد فعل کا موجب ہوگا اور فعل موجب تباہی اور غضب الہی کا ہوگا اسلیے چاہیے کہ شر کے مادے کی بیخکنی اول ہی سے کیجاوے یعنی خطرۂ اول ہی کو دفع کرنا چاہیے اسلیے کہ اور چیزین تو اوسکی تابع ہین اور جب بندے پر یہ بات مشتبہ ہو جاوے اور منکشف ہو تو اوس بات مین نور علم سے فکر کرے اور خدای تعالی سے پناہ مانگے کہ بواسطہ ہوای نفس کے شیطان کے جال مین نہ آجاوے اور اگر اپنی کوشش اور فکر سے کچھ ذہن پڑے تو علمای دین کے نور سے اقتباس کرے مگر ایسے علما کے پاس نجاوے جو گمراہ کرنے والے اور دنیا پر متوجہ ہونے والے ہین بلکہ اون سے ایسا بھاگے جیسا شیطان سے بھاگے چنانچہ خدای تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام کیطرف وحی بھیجی کہ میرے باب مین اوس عالم سے سوال مت کر جسکو محبت دنیا نے بدمست کر رکھا ہو وہ تجھکو میری محبت سے علیحدہ کر دیگا ایسے لوگ میرے بندون کے راہزن ہین پس جو دل کہ دنیا کی محبت اور کثرت طمع کے باعث چوپٹ اندھیرے ہین وہ خدای تعالی کے نور سے محجوب ہین اسلیے کہ چشمہ دلون کے نور سے حضرت ربوبیت ہی پس جو شخص کہ اوس سے پشت پھیر لیگا اوسکو نور کسطرح ہوگا اور جو شخص کہ خدای تعالی کے دشمن پر متوجہ ہوگا اور جس سے خدای تعالی کو بغض اور غضب ہے یعنی

شہوات دنیا سے عشق پیدا کر لیگا تو اوسکو وہ تجلی کب ملیگی۔ پس ہمت مرید اول اسی باب مین مصروف ہونی چاہیے کہ علم اچھی طرح سیکھے اور عالم ایسا تلاش کرے کہ جو دنیا سے روگردان یا اوسکی کم رغبت رکھنے والا ہو بشرطیکہ بالکل روگردان عالم نہ ملے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالی شبہات کے آنے کے وقت چشم بینا کو پسند کرتا ہے اور ہجوم شہوات کے وقت عقل کامل کو محبوب جانتا ہے دونون باتون کو آپ نے جمع فرمادیا کہ واقعی مین بھی دونون ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہین تو جس شخص کو عقل ایسی ہو کہ شہوات سے نہ روکے اوسکو آنکھ پرکھنے والی شبہات کی بھی نہوگی اور اسی جہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَهُ عَقْلٌ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ اَبَدًا پس آدمی کی عقل ضعیف ہی کتنی ہے جسکو گناہ کرنے سے قصد کھو دینے کا کرے۔ اور آفات اعمال کی معرفت اس زمانے مین بالکل جاتی رہی ہے اسلیے کہ سب آدمیون نے یہ علوم مفیدہ تو چھوڑ دیے اور جو خصومات کہ لوگون مین بباعث شہوات برپا ہوتے ہین اونکے درمیان پڑنے مین مشغول ہوکر اوسکا نام فقہ رکھا اور یہ علم جو دین کا فقہ تھا اوسکو علوم سے خارج کر دیا اور صرف فقہ دنیا ہی کیجانب اگر ہوگئی جس سے صرف دفع کرنا شغلون کا دلون سے منظور تھا کہ فقہ دینی کے لیے فارغ ہوجاوین اور وجہ فقہ دنیا کی علم دین مین ہونے کی بھی یہی تھی کہ یہ فقہ ذریعہ فقہ دین کا تھا مگر لوگون نے معاملہ برعکس کر دیا۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ تم لوگ آج ایسے زمانے مین ہو کہ تم مین سے بہتر وہ ہے جو عمل کیطرف سبقت کرے اور ایک وقت تمپر عنقریب آویگا کہ اوسمین تم مین سے بہتر وہ ہوگا جو توقف کرے اور اسی جہت سے چند صحابہ رض نے اہل عراق اور اہل شام سے لڑنے مین توقف کیا کہ اونپر امر مشتبہ ہوگیا حضرت سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن عمر اور اسامہ اور محمد بن مسلمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اونھین لوگون مین سے تھے جنھون نے توقف کیا تھا پس جو شخص اشتباہ کے وقت توقف نکرے وہ اپنی خواہش کا پیرو اور خودرای اور اون لوگو نمین سے ہوگا جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَاِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَاِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ خَاصَّةَ نَفْسِكَ اور جو شخص کسی شبہہ مین بدون تحقیق خوض کرتا ہے وہ اس آیت کے خلاف کرتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اور اس حدیث کے بھی اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ اور ظن سے مراد اس حدیث مین ظن بدون دلیل کے ہے جیسے بعض عوام اشتباہ کیصورت مین اپنے دل سے فتوی لیتے ہین اور اپنے ظن کے متبع ہوجاتے ہین اور چونکہ یہ امر نہایت سخت ہے اسیوجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ یہ دعا مانگا کرتے تھے

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِی اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِی اجْتِنَابَہٗ وَلَا تَجْعَلْہُ
مُتَشَابِہًا عَلَیَّ فَاَتَّبِعَ الْھَوٰی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ امر
تین طرح کے ہین ایک وہ جسکا اچھا ہونا ظاہر ہوا اوسکو کرنا چاہیے دوسرے وہ کہ برائی اوسکی بیان
اوس سے اجتناب کرنا چاہیے تیسرے وہ کہ مشتبہ ہو تو اوسکو اوسکے واقف کار کے سپرد کرنا چاہیے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقُوْلَ فِی الدِّیْنِ
بِغَیْرِ عِلْمٍ غرضکہ علم اور امر حق کا ظاہر ہونا خداے تعالیٰ کے بڑے انعامون سے ہے
بندون پر اور ایمان بھی ایک قسم کے کشف اور علم کا نام ہے اور اسی وجہ سے خداے تعالیٰ ایسے
بندے پر منت رکھنے کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا فضل سے
مراد علم ہے اور فرمایا فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی
اور فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ اور فرمایا وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ اور حضرت علی رض
فرماتے ہیں کہ ہواے نفس نابینائی کی شریک ہے اور حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے
اور یقین بہت عمدہ ٹالنے والا غم کا ہے اور جھوٹ کا آل پشیمانی ہے اور سچ مین سلامتی ہے اور
بہت سے بیگانے یگانون سے قریب تر ہوتے ہین اور جسکا کوئی حبیب نہو وہ غریب ہے اور
صدیق وہ ہے جو اپنی نظر سے غائب کی تصدیق کرے اور بدظنی کرنا کسی حبیب سے پھرنا ہے
اور کرم عمدہ عبادت ہے اور حیا ہر احسان کا سبب ہے اور سب سے مضبوط تمسک کی چیز تقویٰ ہے اور زیادہ
مستحکم سبب جسکو تو اختیار کرے وہ ہے جو تجھ مین اور خداے تعالیٰ مین ہو اور دنیا مین سے تیرا اوتنا ہی
حصہ ہے جس قدر سے تو نے اپنا آخرت کا ٹھکانا درست کرلیا اور رزق دو طرح کے ہین ایک جسکو تو تلاش کرتا ہے
اور ایک جو تجھکو تلاش کرتا ہے کہ اگر تو اوس تک نہ پہونچے تو وہ تیرے پاس آویگا اور اگر تیرے پاس
کی چیز پر کچھ مصیبت آوے اور اوسپر تو واویلا کرے تو ایسی چیز پر تو واویلا کر جو تجھ تک پہونچی ہی نہین
اور جو چیز نہین ہوئی اوسپر اوس چیز سے قیاس کرلے جو ہو گئی اسواسطے کہ امور ایک ہی سے ہوتے ہین
اور جو چیز آدمی سے ہرگز فوت نہوتی اوسکے ملنے سے خوش ہوا کرتا ہے اور جس چیز کو کبھی نہ پاسکتا
اوسکے جاتے رہنے سے ناخوش ہوا کرتا ہے پس جو کچھ تجھکو دنیا سے ملے نہ اوسپر خوش ہو اور
نہ ایسی چیز پر جو جاتی رہے افسوس کر بلکہ سرور اوس بات پر کر جو تو نے توشہ آخرت کرلیا ہو اور افسوس ایسی چیز
پر جو تو نے پیچھے چھوڑدی ہو اور آخرت مین مشغول رہا کر اور موت کے بعد کی فکر کیا کر۔ اور ہماری غرض ان
جملون کی نقل سے ایک جملہ ہے یعنی حیرت کے وقت توقف کرنا ایک توفیق کی بات ہے

اس صورت مین مراقبہ کرنے والے کی نظر اول قصد اور حرکت پر ہونی چاہیے کہ وہ خداے تعالی
کے لیے ہے یا اپنی ہواے نفس کیواسطے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین
کہ جسمین وہ ہووین اوسکا ایمان کامل ہوا اول یہ کہ خداے تعالی کے معاملات مین ملامت کرنے والون کی ملامت
سے خوف نکرے دوم اپنے کسی عمل سے ریا نکرے سوم جب اوسکو دو امر پیش آوین ایک دنیا کا اور دوسرا
آخرت کا تو آخرت کو دنیا پر اختیار کرے ۔ اور جب اوسکو کوئی اپنا عمل ایسا معلوم ہو کہ مباح تو ہے مگر
اوسمین کچھ فائدہ نہین تو اوسکو ترک کرے اسلیے کہ حدیث شریف مین ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهُ
مَا لَا یَعْنِیْهِ دوسری نظر مراقبے کی عمل کے شروع کے وقت ہوتی ہے اور اوسکی صورت یہ ہے
کہ کیفیت عمل کا طالب ہونا کہ خداے تعالی کا حق اوسمین ادا کرے اور اوسکے پورا کرنے مین نیت کو
درست کرے اور اوسکی صورت کامل کرکے اکمل ترین وجوہ پر حتی الامکان بجا لاوے اور یہ بات
اپنے سب احوال مین لازم کرے اسلیے کہ سب احوال مین کوئی نہ کوئی حرکت اور سکون سے تو خالی
ہونے ہی کا نہین پس اگر سب امور مین خداے تعالی کا مراقبہ کریگا تو اللہ تعالی کی عبادت نیت و حسن فعل
اور رعایت آداب کے ساتھ قادر ہو جاویگا مثلاً اگر بیٹھا ہو تو چاہیے کہ قبلہ رخ بیٹھے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ اور چار زانو نہ بیٹھے اسواسطے کہ بادشاہون کے
سامنے بیٹھنے کی یہ صورت نہین تو بادشاہ حقیقی جو اوسکے حال کو دیکھتا ہے اوسکے سامنے کیسے چار زانو
بیٹھیگا حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ مین ایک دن چار زانو بیٹھ گیا پس ایک ہاتف کو سنا
کہتا ہے کہ بادشاہون کے سامنے تو اسیطرح بیٹھا کرتا ہے اسکے بعد پھر مین کبھی چار زانو نہین بیٹھا
اور اگر سووے تو اپنے داہنے ہاتھ پر قبلہ رخ ہو کر سووے اور تمام آداب جو ہم اپنے اپنے موقعون پر
لکھ آئے ہین سب امور مین ہر ایک کا لحاظ رکھے یہی باتین داخل مراقبہ ہین بلکہ اگر پاخانہ پھرنے بیٹھے
اوسکے آداب کی رعایت کریگا تو یہ بھی مراقبے کا کمال ہے حاصل یہ کہ بندہ تین حال سے خالی نہین
یا طاعت مین ہوگا یا معصیت مین یا مباح مین اور ان تینون حالتون کے لیے تین مراقبے ہین طاعت مین
تو مراقبہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ ادا کرے اور کامل کرنا اور آداب کا لحاظ رکھنا اور آفات سے بچنا
پیش نظر رکھے اور اگر معصیت ہو تو اوسکا مراقبہ توبہ اور ندامت اور باز رہنے اور حیا اور اوسکی کفارے مین
مشغول ہونے سے کرے اور اگر مباح مین ہو تو اوسکا مراقبہ ادب کی رعایت سے ہے پھر منعم کی نعمت
شکر کرنے سے اور بندہ اپنے تمام احوال مین بلا سے خالی نہین جسپر صبر کرنا ضروری ہے اور نعمت سے
خالی نہین جسکا شکر کرنا چاہیے یہ بھی مراقبے ہی کی بات ہے بلکہ بندے پر ہر حال مین اللہ تعالی

ایک فرض ہی خواہ وہ فعل ہے جسکا کرنا اسکو لازم ہے یا امر ممنوع ہی جسکا چھوڑنا ضرور ہی یا مستحب ہے
کہ اوسیر اسلیے برانگیختہ کیا جاتا ہے تاکہ مغفرت الٰہی کیطرف سبقت کرے اور بندگان خدا پر فضیلت حاصل
کرے یا امر مباح ہے کہ اوسمین اسکے جسم و دل کی درستی ہے اور بجا آوری طاعت میں اوس سے مدد
ملتی ہے اور امین سے ہر ایک کے لیے حدود ہین جنکی رعایت دوام مراقبے کے لیے ضرور ہے ورنہ
جو کوئی خدای تعالی کی حدود سے تجاوز کریگا وہ اپنے ہی واسطے برا کریگا - تو بندے کو چاہیے
کہ تمام اوقات میں ان تینوں قسموں مین اپنے نفس کو دیکھا رہے جبکہ فرائض سے فارغ ہوجاوے اور نوافل پر
قادر ہو تو چاہیے کہ افضل اعمال کی تلاش کرے تاکہ اوسمین مشغول ہو اسلیے کہ جو شخص کہ زیادہ نفع حاصل
کرنے پر قادر ہو کر جانے دے تو وہ نقصان اوٹھاویگا اور جتنی فضیلت جس عمل مین ہوگی نفع اوسیقدر
ملیگا اسلیے بندہ اپنی دنیا مین سے آخرت کے لیے لے لیوے جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَنسَ
نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اور یہ سب باتیں ایک ساعت کے ضمن مین ہوسکتی ہین اسلیے کہ ساعتیں تین
ہین ایک وہ جو گذر گئی اوسمین تو کچھ مشقت کرنے ہی نہین پڑتی کسیطرح وہ گذری ہو غنیمت ہے
خواہ آرام ملا یا ایک ساعت وہ ہی جو آیندہ آویگی اوسکا حال بندے کو معلوم نہیں کہ جب تک جیے گا
یا نہین اور نہ یہ معلوم کہ خدای تعالی اوسمین کیا حکم کریگا اور ایک ساعت وہ ہی جسمین بندہ موجود ہی
تو چاہیے کہ اس ایک ساعت مین جسکو زمانہ حال کہتے ہین اپنے نفس پر مجاہدہ اور مراقبہ خدای تعالی کا کرے
اسلیے کہ اگر اوسکو دوسری ساعت نہ ملی تو اس ساعت کے جاتے رہنے کا افسوس تو ہوگا اور اگر دوسری
ساعت ملی تو اوسمین بھی اپنا حق پورا لے لیوے جیسا اول ساعت سے لیا اور اپنی نیت کی توقع
پچاس برس نہ ٹھہرالے کہ کہیں گھبرانے لگے کہ اتنے دنون کیسے مراقبہ کرونگا بلکہ اپنے آپ کو اوسی گھڑی کا
مہمان جانے اور سمجھے کہ گویا یہ آخری سانس ہین اور عجب بھی نہین کہ آخری ہی سانس ہون اور اوسکو
معلوم ہوا در صورت اوس ساعت کا آخری ہونا ممکن ہے تو چاہیے کہ اوسمین ایسے حال پر رہے کہ اگر
بالفرض موت اوس حال مین آجائے تو اپنے مرنے کو اوس حال میں برا نجانے یا سب احوال اوسکے
اوسیطرح پر رہین جو حضرت ابو ذر رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن تین ہی باتوں کا
طامع ہوتا ہے یا توشہ آخرت کا یا درستی معاش کا یا جائز چیز کے دیکھنے کا اور ایک حدیث اونہیں سے
اور منقول ہی جسمین اسیطرح کا مضمون ہے یعنی عاقل کے لیے چار ساعتیں ہونی چاہیین ایک تو وہ کہ جسمین
اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ اوسمین اپنے نفس کا حساب لے اور ایک وہ کہ اوسمین
خدای تعالی کی صنعت مین فکر کرے اور ایک وہ کہ اوسمین کھانے پینے کے لیے فارغ ہو اسلیے کہ

اس ساعت سے اوسکو باقی ساعتون پر مدد ہوگی - پھر یہ ساعت جسمین آدمی کے اعضا کھانے پینے مین مصروف ہون یہ بھی کسی ایسے عمل سے جو افضل اعمال ہو خالی رہنی نہین چاہیے اسمین بھی ذکر اور شکر کرنا چاہیے یعنی جس کھانے کو مثلاً کھاتا ہے اوسمین اتنے عجائب ہین کہ اگر اونمین فکر کرے اونکو سمجھے تو بہت سے اعضا کے اعمال سے یہ فکر افضل ہوا اور اس باب مین لوگون کی چار قسمین ہین اول وہ لوگ ہین جو کھانے کو بچشم عبرت دیکھتے ہین کہ کیسے عجیب صنعت سے مخلوق ہوا ہے جانورون کی زندگی اس سے کیسی متعلق ہوگئی ہے اللہ تعالی نے اسکے لوازم کسطرح مقرر فرمائے ہین اور بھوک کو پیدا کیا اور بھوک کے لوازم جو اوسکے مسخر ہین اونکو بنایا چنانچہ اونمین بعض کی تفصیل ہم باب الشکر مین لکھہ آئے ہین پس یہ فکر تو ارباب دانش کو ہوتی ہے دوسرے وہ لوگ ہین جو کھانے کو غصہ اور مکروہ جاننے کی نظر سے دیکھتے ہین اور صرف مضطر اسکی وجہ کا لحاظ کرتے ہین اور یہ پسند کرتے ہین کہ کسیطرح اس سے مستغنی ہو جاتے مگر کیا کرین کہ اشتہا کے باعث مقہور اور مجبور ہین یہ نظر زاہدون کی ہے تیسرے وہ لوگ ہین جو صنعت صانع کو دیکھکر اوس سے صفات صانع اور خالق پر ترقی کرتے ہین پس غذا دیکھنا ہی اونپر دروازہ فکر وا کرتا ہے اور یہ نظر سب مین اعلی ہے یہ مقامات عارفین اور محبون کی علامات مین سے ہین اسلیے کہ محب جب اپنے حبیب کی صنعت اور کتابت اور تصنیف دیکھتا ہے تو صنعت کو بھولکر اوسکا دل صانع مین مشغول ہو جاتا ہے اور بندہ جس چیز مین فکر کرے اوسمین خداے تعالی کی صنعت موجود ہے پس اوس سے صانع کیطرف نظر کرنے کی بہت گنجائش ہے بشرطیکہ ملکوت کے دروازے اوسپر مفتوح ہون اور یہ بات بہت کمیاب ہے چوتھی قسم وہ لوگ ہین کہ کھانے کو نظر رغبت اور حرص سے دیکھتے ہین کہ اگر اوسمین سے کچہ جاتا رہے تو اوسپر افسوس کرتے ہین اور اگر سامنے آئے تو خوش ہوتے ہین اور جو چیز اوسمین سے اونکی مرضی کے موافق نہو اوسکو برا کہین اور اوسکے بنانے والے یعنی پکانے والے کی برائی کرین اور یہ نہین جانتے کہ فاعل حقیقی اس چیز کا اور اس چیز کے پکانے والے کا اور اوس باورچی کی قدرت و علم کا خداے تعالی ہی ہے اور جو شخص خدا کی مخلوق مین سے کسی چیز کو بدون اجازت الہی برا کہے وہ خداے تعالی کو برا کہتا ہے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دہر کو گالی مت دو اسلیے کہ خداے تعالی ہی دہر ہے پس یہ دوسری نگاہداشت ہے کہ اعمال پر مدام مراقبہ رکھے اور اسکی شرح بہت طویل ہے مگر جسقدر ہمنے لکھا ہے اوسقدر سے اصول پر آگاہی ہو جاتی ہے بشرطیکہ آدمی اصول کی مضبوطی کرے

تیسرا مقام بعد عمل کے نفس سے حساب لینے کا اسمین بھی دو بیان ہین

بیان اول محاسبے کی فضیلت مین اللہ تعالی فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ

اس آیت میں گذشتہ اعمال پر محاسبہ کرنیکا اشارہ ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنے نفسوں سے حساب لو پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور اونکو جانچو پیشتر اس سے کہ تمہاری جانچ کیجاوے اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجکو کچھ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ کیا تو وصیت چاہتا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ جب تو کسی امر کا قصد کرے تو اوسکے انجام کو سوچ لے اگر وہ اچھا ہو تو کر اور اگر برا ہو تو اوس سے باز آ۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ عاقل کے لیے چار ساعتین ہونی چاہیین ایک ساعت نفس کے حساب کرنے کے لیے ہونی چاہیے اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور توبہ اسی کا نام ہے کہ عمل سے فارغ ہونے کے بعد اوسپر نظر ندامت سے دیکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ تَعَالَى وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ اور اللہ تعالی فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ اور حضرت عمرؓ جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگون پر درہ لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تو نے آج کیا کیا اور میمون بن مہران فرماتے ہین کہ بندہ متقین سے نہین ہوتا جبتک کہ اپنے نفس سے اسطرح حساب نکرے جسطرح شریک سے کیا کرتے ہین اور دو شریک آپسمین حساب بعد عمل کے کیا کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی عنہ نے اوسی مرض کے وقت ارشاد فرمایا کہ لوگون مین سے مجکو عمر سے زیادہ کوئی محبوب تر نہین پھر اون سے پوچھا کہ مین نے کیا کہا حضرت عائشہ رضہ نے آپ کا قول کہدیا آپ نے فرمایا کہ یہ نہین بلکہ میرے نزدیک عمر سے زیادہ کوئی عزیز نہین تو دیکھو کلام سے فارغ ہونے کے بعد کیسے آپ نے تامل کیا اور اوسکی جگہہ دوسرا جملہ بدل دیا اور حضرت ابو طلحہ کے حال مین مروی ہے کہ جب اونکو نماز میں پرند کا خیال ہوا تو سوچ کر اپنا باغ صدقہ کردیا یعنے ندامت اوس فعل کی اتنی ہوئی کہ باغ دے ڈالا اس توقع پر کہ خدا تعالی اسکے عوض مین اور دیگا اور حضرت ابن سلام رضہ کے حال مین ہے کہ اونھون نے ایک لکڑیونکا بوجھ اوٹھایا اونسے کسی نے عرض کیا کہ آپکے یہان غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہون کہ اس امر کو برا تو نہین جانتا۔ اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین کہ مومن اپنے نفس پر ناظم ہوتا ہے خدا تعالی کے واسطے اوس سے حساب لیا کرتا ہے اور اون لوگونپر حساب ہلکا ہوگا جنھون نے دنیا مین اپنے نفسون سے حساب لیا اور قیامت کو سخت حساب اون لوگونپر ہوگا جنھون نے اس کام کو بے محاسبہ لیا پھر آپنے محاسبہ کی تعبیر فرمائی کہ مومن پر یکایک کوئی بات آتی ہے کہ اوسکو اچھی معلوم ہوتی

تو کہتا ہے کہ تو تو مجھے اچھی لگتی ہے اور میرے کام کی ہے مگر کیا کیجیے کہ تجھ میں اور مجھ میں اڑ کر دی گئی
اور یہ حساب عمل سے اول ہوتا ہے پھر آپنے فرمایا اور بعض اوقات مومن آدمی سے کوئی تقصیر
ہو جاتی ہے تو اپنے نفس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا ارادہ اس سے کیا ہے بخدا
اسکے لیے میرا عذر نہ ما نا جاویگا اور اسکی طرف میں کبھی مکرر نہ جاؤنگا انشاء اللہ۔ اور انس بن مالک رضی
سے روایت ہی کہ ایک روز حضرت عمر رضی اور میں باہر نکلے آپ ایک باغ میں چلے گئے اور میرے اور آپکے
درمیان ایک دیوار حائل تھی میں نے سنا کہ آپ باغ میں یون فرماتے تھے کہ کیا خوب عمر بن خطاب
امیر المومنین ہے بخدا کہ تو خدا سے خوف کرتا رہ ورنہ وہ تجھکو بیشک عذاب دیگا۔ اور حضرت حسن رح
نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ارشاد فرمایا وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ کہ مومن ہمیشہ اپنے
نفس پر عتاب کرتا رہتا ہے کہ میرا ارادہ اس کلمہ سے کیا تھا اور مقصود اس کھانے سے کیا اور اس
پینے سے کیا مطلب تھا اور بدکار عمر بسر کرتا ہے کبھی اپنے نفس کو عتاب نہیں کرتا۔ اور مالک بن
دینار رح فرماتے ہین کہ خدا تعالی رحم کرے اوس بندہ پر جو اپنے نفس سے یون کہے کہ تو فلان قصور والا
نہیں تو فلان خطا والا نہیں پھر اوسکو مہار دے اور کتاب اللہ کا تبع کر دے کہ وہی اوسکا پیشوا ہو
اور یہ قول داخل معاتبہ نفس میں ہے چنانچہ اپنے محل پر اوسکا مذکور ہوگا۔ اور میمون بن مہران رح
کہتے ہین کہ صاف آدمی اپنے نفس کا حساب بادشاہ ظالم اور بخیل شریک سے بھی کڑا لیتا ہے اور ابراہیم
تیمی رح فرماتے ہین کہ مین نے اپنے نفس کو جنت میں ایک صورت بنا کر اوسکے پھل کھانے شروع کیے
اور نہرون سے پانی پیا اور وہان کی کنواریون کو گلے لگایا پھر ایک صورت اوسکی بنائی اور دوزخ
میں گیا وہان کی غذا کھائی اور پانی پیپ وغیرہ کا پیا اور طوق اور زنجیرین پہنی پھر اپنے نفس
سے مین نے پوچھا کہ اب تو کیا چاہتا ہے اوسنے کہا کہ اب مین چاہتا ہون کہ دنیا میں واپس کیا جاؤن
تاکہ نیک عمل کرون مین نے کہا کہ تیری آرزو موجود ہے یعنی ابھی دنیا ہی میں ہے تو نیک عمل کیا کر
اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین نے خطبہ حجاج کا سنا کہ وہ کہتا تھا کہ خدا تعالی رحم کرے اوس
بندہ پر کہ اپنے نفس کا حساب لے قبل اسکے کہ حساب دوسرے کے قبضہ میں چلا جاوے اور اوس
بندہ پر رحم کرے جو اپنے عمل کی باگ تھامے اور تامل کرے کہ اس سے میری مراد کیا ہے اور اوسپر رحم کرے
جو اپنی پیمانہ پر نظر کرے اور اوسپر جو اپنی میزان پر نظر کرے پس حجاج نے اسیطرح اتنی لوگونکا نام لیا کہ مجھے رولا دیا
اور احنف بن قیس رح کا ایک مصاحب بیان کرتا ہی کہ مین اونکے ساتھ رہا کرتا تھا آپکا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ
دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جا کر اوسکے شعلہ مین اپنی اونگلی رکھتے جب آگ کی حرارت اوسکو معلوم ہوتی تو اپنے

نفس سے کہتے کہ ای جب فلان ورد تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلان روز تو نے فلان کام کس ساعت سے کیا

دوسرا بیان بعد عمل کے محاسبے کی حقیقت واضح ہو کہ جسطرح یہ ضرور ہے کہ بندے کیواسطے شروع
دن مین ایک ایسا وقت ہو جسمین وہ اپنے نفس سے شرائط کر لیا کرے اور اوسکو حق کی وصیت دیا کرے
اسیطرح یہ بھی چاہیے کہ آخر روز میں ایک ایسی ساعت ہو کہ اوسمین نفس سے بازپرس اور محاسبہ سب
اوسکی حرکات و سکنات کا کیا کرے جیسے دنیا مین سوداگر اپنے شریکون سے سال کی تمامی دواہ جیسے
یا دن کی تمامی پر کیا کرتے ہیں اس حرص سے کہ متاع دنیا کہین تلف ہو جاوے حالانکہ اگر وہ باقی ہی رہے
تو انکے حق میں اوسکا جانا بہتر ہے اور اگر بالفرض ملی تو صرف چند روز رہے گی پس جب ایسی فانی چیز کیلیے
اسقدر خطر اکرتے ہیں تو عاقل آدمی ایسی چیزون کا محاسبہ اپنے نفس سے کسطرح نکریگا جن پر بدبختی اور سعادت
کا ابدیتہ الآباد کے لیے ہے اسمین اگر کوئی سستی کرے تو محض غفلت اور قلت توفیق کے باعث ہے
اور شریک سے حساب کتاب سے یہ غرض ہوتی ہے کہ راس المال کو دیکھا جاوے پھر نفع اور نقصان کو
دیکھا جاوے تاکہ کمی بیشی کا حال معلوم ہووے پس اگر کچھ فائدہ ہو تو اوس سے لے لیا اور شکر گزار اوسکی
کارگزاری کے ہووے اور اگر ٹوٹا ہوا تو اوس سے بھر لیا اور آیندہ کو اوسکی تلافی کرائی اسیطرح دین کا
راس المال دین میں فرائض ہین اور اوسکا فائدہ نوافل اور مستحبات ہین اور ٹوٹا معاصی ہین اور وقت اس
تجارت کا تمام دن ہے اور اس تجارت مین کاربندہ نفس امارہ ہے تو اول اوس سے فرائض کا حساب لینا چاہیے
کہ جیسا چاہیے تھا ویسا اونکو ادا کیا ہے یا نہیں بصورت اول مین خدا کا شکر کرنا چاہیے اور نفس کو رغبت
دلانی چاہیے کہ ایسے ہی کیا کرے اور اگر اصل سے ہی نہ ادا کیا ہو تو اوس سے مطالبہ اوسکی قضا کا کرے
اور اگر ناقص طور پر ادا کیا ہو تو اوسکے نقصان کا جبر نوافل سے کرانا چاہیے اور اگر مرتکب معصیت ہوا ہو
تو اوسکی سزا اور عذاب اور عتاب مین مشغول ہو تا کہ جو جو قصور اوس سے کیا ہو اوسکا تدارک اچھی طرح
کرے جسطرح سوداگر اپنے شریک سے کیا کرتا ہے اور جیسے بنیا کے حساب میں کوڑی کوڑی اور دمڑی دمڑی کی
تلاش کیجاتی ہے اور رتی رتی اور نقصان کے مدات یاد کر لیے جاتے ہیں تاکہ کسی چیز مین غبن کا ردی کا
نہ ہونے پاوے اسیطرح چاہیے کہ نفس کے غبن اور مکر سے بھی احتراز کیا جاوے کہ یہ بڑا مکار دھوکے باز
ہے پس اول اوس سے تمام دن کی گفتگو کا جواب صحیح طلب کرے اور اپنے آپ وہ حساب اوس سے لے جو میدان
قیامت مین اوس سے کوئی اور لیگا اسیطرح نظر کا حساب لے اور خاطروں اور فکرون اور نشست و برخاست
اور کھانے اور پینے اور سونے کا حساب لے یہانتک سکوت کا جواب طلب کرے کہ چپ کیون ہوا اور
سکون کی بازپرس کرے کہ کیون ساکن ہوا پس جب کہ یہ باتیں جو نفس پر واجب ہین معلوم کر لین اور

جان لیا کہ ان واجبات مین سے نفس نے اسقدر ادا کیا تو جسقدر باقی ہے اونکو اپنے صفحہ دل پر لکھ لے جیسے کارندے کے ذمہ جو باقی نکلتی ہے وہ اوسکے حساب مین لکھ لیجاتی ہے اور دل پر بھی منقوش رہتی ہے پھر جب نفس قرضدار ٹھہرا اوس سے قرضون کا وصول کرنا ممکن ہے بعض تاوان سے اور کچھ وہی شی پھیر دینے سے اور کچھ اوسکو سزا دینے سے وصول ہو سکتے ہین مگر وصول کے لیے حساب کا صحیح ہونا اور جسقدر اوسکے ذمے واجب الادا نکلے اوسکا جدا ہونا ضرور ہے جب حساب ہو چکے اور ٹھیک ٹھیک نکل آوے تب اوس سے مطالبہ اور تقاضا کرنا چاہیے پھر مناسب ہے کہ اوس سے تمام عمر کے دن دن اور گھڑی گھڑی کا سب اعضای ظاہری اور باطنی مین لیا جائے چنانچہ توبہ بن صمہ کے حال مین لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ مین تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے ایک روز اونھون نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی اوسکے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوے ایکبارگی چیخ ماری کہ ہای افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملونگا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ ہونگے تو کیا کرونگا پھر بیہوش ہو کر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی لوگون نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ لے اب فردوس برین کو چلا جا۔ پس اسیطرح اپنی سانسون کا حساب نفس سے کرے اور جو ناقرمانیان قلب اور اعضا سے سرزد ہوئی ہوا اوسکا حساب کرے اور اگر بندہ ہر گناہ پر اپنے گھر مین ایک کنکر ڈال دیا کرے تو اوسکا گھر تھوڑے ہی دنون مین بھر جاوے اتنی خطائین کرتا ہے مگر گناہون کی یاد داشت مین تساہل کرتا ہے حالانکہ دونون فرشتے اوسکے گناہ اوسپر لکھے جاتے ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوهُ

چوتھا مقام نفس پر بعد قصور کے سزا کرنے کا جب آدمی اپنے نفس کا حساب لے اور ارتکاب گناہ اور قصور سے سالم نہوا اور خدای تعالیٰ کے حقوق مین اوسکی سستی ثابت ہو تو چاہیے کہ اوسکو مہملت نہ دے اسلیے کہ اگر مہلت دیگا تو گناہ ہونکا کرنا اوسپر آسان ہوگا اور معاصی سے اوسکو ایسا انس ہوگا کہ پھر باز آنا دشوار ہوگا اور یہی امر موجب اوسکی تباہی کا ہو جاویگا بلکہ یون چاہیے کہ ایسی صورت مین اوسکو سزا دے مثلاً اگر اقتضای شہوت سے کوئی لقمہ شبہے کا کھالے تو شکم کو بھوک کی سزا دے اور اگر غیر محرم کو دیکھا ہو تو آنکھ کی سزا یہ کرے کہ کچھ مدت دیکھنے نہ دے اسیطرح ہر ہر عضو کی سزا یہی دے کہ جس چیز کی طرف اوسکی رغبت ہوا وس سے اوسکو روک دے سالکین طریق آخرت کا دستور ایسا ہی تھا چنانچہ منصور بن ابراہیم ایک عابد کا حال لکھتے ہین کہ اوسنے ایک عورت سے باتین کین رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اوسکی ران پر رکھدیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھدیا کہ جلکر کباب ہو گیا۔ اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شخص [illegible] تھا اپنے عبادتخانے مین عبادت کیا کرتا اسیطرح مدت تک یہانتک کہ ایک روز یا ...

اسطرح ...

اور ایک عورت کو دیکھکر اوسپر عاشق ہوا اور قصد فساد دل مین لایا اور اپنا پانون باہر نکالا تاکہ اوتر کر
اوسکے پاس جائے رحمت ازلی جو اوسکی معین ہوئی اپنے دل مین کہنے لگا کہ یہ مین کیا حرکت کرتا ہون
ہرگز اوسکا نفس ساکن ہوگیا اور خدا تعالی نے اوسکو بچا دیا پھر اپنے کیے پر نادم ہوا جب چاہا کہ اپنا پانون
عبادتخانے مین ہٹائے تو کہا کہ یہ کہان ہوسکتا ہے کہ جو پانون خدا تعالی کی نافرمانی کے لیے باہر
نکلا تھا وہ میرے ساتھ عبادتخانے مین آوے بخدا یہ کبھی ہوگا یہ کہکر اوس پانو کو باہر ہی لٹکا رہنے دیا
مینہ اور برف اور ہوا اور دھوپ لگ لگ کر وہ پانو کٹ کر گر پڑا اللہ تعالی اوسکی اس توبہ پر شاد ہوا
اور اوسکا ذکر اپنی بعض کتب مین فرمایا۔ اور حضرت جنید سے مروی ہے کہ اونہون نے فرمایا کہ
مین نے ابن کریبی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایک رات مجکو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی
مین نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے تامل اور سستی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جاؤن کہ صبح ہوجائے
اور پانی گرم کرلون یا حمام مین نہا لون نفس پر مشقت نہ ڈالون مین نے کہا کیا خوب مین نے تمام عمر خدا ہی
کا کام کیا تو اوسکا میرے اوپر حق واجب ہے وہ جلدی کرنے مین تو مجکو نہ ملیگا توقف اور تاخیر مین ملیگا
مجھے بھی قسم ہے کہ اسی گدڑی سمیت نہاؤنگا اور بدن سے نہین اوتارونگا اور اوسکو نچوڑونگا نہ دھوپ
مین سکھاونگا۔ اور روایت ہے کہ غزوان اور حضرت ابو موسی ہر ایک ساتھ کسی جہاد مین تھے کوئی
عورت ظاہر ہوئی غزوان نے اوسکی طرف دیکھا پھر اپنا ہاتھ اوٹھا کر آنکھ پر ایسی ضرب سے طمانچہ مارا کہ ورم
کر گئی اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے مضر ہو اور کسی شخص نے ایک عورت کیطرف ایک نظر ڈالی
اوسکے کفارے مین اپنے نفس پر التزام کرلیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پیونگا پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ
نفس پر عیش تلخ رہے۔ اور منقول ہے کہ حسان بن سنان ایک دریچے پر گذرے اور کہا کہ یہ کب بنایا
پھر اپنے نفس کیطرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ بیفائدہ سوال کیون کرتا ہے تیری سزا یہ ہے کہ مین روزہ
رکھونگا پھر سال بھر کے روزے رکھے۔ اور مالک بن ضیغم کہتے ہین کہ رباح قیسی رح میرے والد کو پوچھتے
ہوے بعد عصر کے آئے ہم نے کہا کہ وہ سوتے ہین اونہون نے فرمایا اسوقت سوتے ہین یہ وقت
سونے کا ہے پھر چلے گئے ہم نے اونکے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہین تو اونکو جگا دین
وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دھن مین تھے میری بات سمجھے ہی نہ اونکو فرصت تھی مین نے دیکھا
کہ وہ قبرستان مین گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تو نے یہ کہا کہ یہ سونیکا وقت ہے کیا تیرے
ذمہ یہ کہنا واجب تھا جسوقت آدمی چاہے سوئے تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونیکا وقت نہین
تو نے ایسی بات کیون کہی جو تو نہین جانتا اب خبردار ہو کہ مین خدا تعالی سے یکا عہد کرتا ہون کہ

ابھی نہین توڑونگا کہ تجکو سینے کیواسطے برس دن تک زمین پر کمر نہ لگاؤنگا پس ایسا کیا کہ بڑی مشقت اون کو
اور عقل مین فتور آگیا اور بے حیا تجھے شرم نہین آتی کب تک اور ونکو چھوڑیگا اور اپنی گمراہی سو بار ذکر
یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور اونکو خبر نہ تھی کہ مین بھی مہمان ہون جب مین نے اونکا
یہ حال دیکھا تو اونکو اسی کیفیت سے چھوڑ کر واپس آیا۔ اور تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات
سو گئے اور تہجد کو نہ اوٹھے اس خطا کے عوض نفس کی سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی اور
خواب کو ناجائز کر لیا۔ اور حضرت طلحہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک روز چلا اور اپنے کپڑے
اوتار کر دھوپ کے دنون مین کنکرون پر جوب لوٹا اور اپنے نفس سے کہتا تھا کہ اے رات کے مردار
اور دن کے بیکار لے مزا چکھ آتش جہنم مین اس سے بھی زیادہ حرارت ہے اسی اثنا مین آپکی نظر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی جو ایک درخت کے سایے تلے تشریف رکھتے تھے آپکی خدمت اقدس مین حاضر
ہوا اور عرض کیا کہ میرا نفس مجپر غالب ہو گیا ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ جو علاج تو نے کیا اوسکے سوا کیا
اور کوئی تدبیر نہ تھی آگاہ ہو کہ تیرے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے اور اللہ تعالی نے تیرے
باعث فرشتون پر فخر کیا پھر آپ نے اصحاب حضر کو فرمایا کہ اپنے اس بھائی سے کچھ توشہ لے لو لوگ ان کے
ہر طرف سے اوسکو کہنا شروع کیا کہ میان ہمارے لیے بھی دعا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ان سب کے لیے دعا کر اوس شخص نے کہا کہ الہی تقوی کو انکا توشہ بنا اور ہدایت پر انکی کام کو جمع کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ الہی تو اسکو راہ راست پر کر تب اوس شخص نے کہا کہ الہی جنت کو
انکا ٹھکانا کر۔ اور حذیفہ بن قتادہ فرماتے ہین کہ کسی شخص سے کسینے پوچھا کہ شہوات نفس مین تم اپنے
نفس سے کیا معاملہ کرتے ہو اوسنے کہا کہ روی زمین پر ایسا کوئی نفس نہین جسکے ساتھ مجکو اتنا بغض ہو
جتنا اپنے نفس سے ہے پھر بھلا مین اوسکو اوسکی خواہش کیون دینے لگا تھا۔ اور ابن سماک رح حضرت
داؤد طائی رح کے یہان اوسوقت گئے کہ آپکی روح پرواز کر گئی تھی اور آپ گھر کے اندر زمین پر پڑے
ہوئے تھے اونھون نے اونکو دیکھکر فرمایا کہ اے داؤد تو نے اپنے نفس کو محبوس کیا پیشتر اس سے کہ
محبوس کیا جاوے اور اوسکو عذاب دئے جانے سے پیشتر ہی عذاب دیا پس یہ کام جسکے واسطے تو
کیا کرتا تھا آج دیکھے گا کہ وہ کیا کچھ ثواب دیگا۔ اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
مدت تک عبادت کی تھی پھر اوسکو کچھ حاجت خدا تعالی سے پیش آئی اوسکے لیے ستر ہفتے تک
اسطرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے مین گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت کی
درخواست کی اللہ تعالی نے قبول نہ فرمائی اونھون نے اپنے نفس کیطرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو نے جیسا کیا

ویسا پایا اگر تجھ میں کچھ خیر ہوتی تو حاجت پوری کیجاتی اوسیوقت اوسکے پاس ایک فرشتہ اوترا اور کہا کہ ای ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادت زمانہ گذشتہ سے بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری حاجت پوری کی۔ اور عبداللہ بن قیس کہتے ہیں کہ ہم جہاد میں تھے جب دشمن آموجود ہوا تو لوگوں میں پکار پڑی سب لڑائی کے لیے تیار ہوگئے اوس روز ہوا بہت تیز تھی میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہو کر یہ کہتا تھا کہ ای نفس میں فلاں جہاد میں شریک ہوا تو تونے کہا کہ اپنے زن و فرزند کیطرف چل میں نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا پھر فلاں فلاں جہاد میں شریک ہوا اور تونے وہی کہا جو اول کہا تھا اور میں نے تیرا قول مانا مگر آج سب اسکو خدا کے سامنے کیے دیتا ہوں خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ مجھے بھی آج اس شخص کو دیکھنا ہے اور اوسکو دیکھتا رہا لوگوں نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اول حملہ کرنے والوں میں تھا پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو اوسکے قدم اوٹھ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا یہاں تک کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وہ کھڑا ہوا لڑتا رہا اسی طرح یہاں تک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا میں نے اوسپر اور اوسکے گھوڑے پر ساٹھ ستر سے زخم شمار کیے۔ اور حدیث ابو طلحہ کا حال پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ باغ میں کسی جانور کی آواز سے جو نماز میں خیال بٹا تو اوس باغ ہی کو اس کفارے میں صدقہ کر دیا اور یہ بھی پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمر رات کو اپنے پاؤں میں درے مارا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آج کیا کیا۔ اور مجمع سے مروی ہے کہ آپنے ایک بار اپنا سر چھت کیطرف اوٹھایا اور ایک عورت پر نگاہ جا پڑی آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا میں رہونگا اپنا سر آسمان کیطرف نہ اوٹھاونگا۔ اور احنف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپکا دستور تھا کہ اپنی اونگلی جلتی بتی پر رکھ دیتے اور کہتے کہ ای نفس تجھکو کیا ہوا تھا کہ فلاں روز تونے فلاں قصور کیا تھا۔ اور وہیب بن الورد کو کوئی بات اپنے نفس کی بری معلوم ہوئی تو آپنے اپنی چھاتی کے چند بال اوکھاڑے یہاں تک کہ اوسکی تکلیف بہت ہوئی پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ میں تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہوں۔ اور محمد بن بشر نے داؤد طائی کو دیکھا کہ افطار روزہ کے بعد روٹی پھیکی کھاتے ہیں اونہوں نے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھا لیجیے اونہوں نے فرمایا کہ میرا نفس برس روز سے نمک کا طالب ہے مگر داؤد جب تک دنیا میں ہے نمک نہیں چکھے گا۔ غرضکہ اچھے لوگ اپنے نفسوں کو یوں سزا دیا کرتے تھے۔ اور عجیب بات ہے کہ آدمی اپنے غلام لونڈی اور زن و فرزند کو تو کسی عادت بد یا کسی کام میں قصور کرنے پر تو سزا دیتا ہے اور ڈرتا ہے کہ اگر درگذر کر جاؤں تو یہ لوگ میرے ہاتھ سے نکل جاوینگے اور سر چڑھ جاوینگے پھر اپنے نفس کو کیسے ب[illegible]تا ہے

وہ تو سب مین بڑا دشمن اور زیادہ سرکش ہے زن و فرزند کی سرکشی کو اسکی سرکشی سے کیا نسبت
اوسکا مآل تو یہی ہے کہ صرف دنیا کی معیشت پریشان کر دینگے لیکن اگر نفس شقی ہو تو جانے کہ دنیا کی
عیش ہیچ ہے عیش آخرت ہی کی ہے کہ اوسمین وہ راحت دائمی ہے کہ جسکی کبھی انتہا ہی نہین اور
نفس اوس عیش جاودانی کو مکدر کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسکی سزا بطریق اولی کرنی چاہیے
پانچوان مقام مجاہدہ کا ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ جب نفس سے حساب لیا اور اوسکو مرتکب
کسی گناہ کا دیکھا تو چاہیے کہ اوسکی سزا اون عقوبات سے کرے جو پہلے گذرین اور اگر اوسکو دیکھے کہ
کسل کے باعث کسی مستحب مین یا وظیفہ مین سستی کرتا ہے تو چاہیے کہ اوسکی تادیب اسطرح کرے کہ
وظیفون کا بوجھ اوس پر لادے اور تدارک مافات کے لیے چند قسم کے وظائف اوس پر لازم کر دے
یہی دستور سلف کے عمل کرنے والون کا تھا جو خداے تعالی کیواسطے کام کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت
عمر رض کو جب عصر کی نماز کی جماعت نہ ملی تو نفس پر یہ سزا کی کہ ایک زمین جسکی قیمت دو لاکھ درہم تھی
صدقہ کر دی اور حضرت ابن عمر کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اوس شب
تمام رات جاگتے اور ایکبار نماز مغرب مین اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے آپ نے دو غلام
آزاد کر دیے۔ اور ابن ابی ربیعہ رح کی فجر کی سنتین قضا ہو گئین تو آپنے ایک غلام آزاد کر دیا اور بعض
اکابر اپنے نفس پر سال بھر کے روزے یا پیادہ حج کرنا یا تمام مال کو صدقہ کر دینا مقرر کر لیتے تھے
اور یہ امور صرف نفس کی نگاہداشت کے لیے کرتے تھے اور وہ بات اختیار کرتے کہ جسمین اوسکی
نجات ہو جاوے۔ پس اگر یہ کہو کہ اگر ہمارا نفس مجاہدہ و وظائف دائمی پر ہماری اطاعت نکرے
تو پھر اوسکا کیا علاج ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ اوسکا علاج یون کرے کہ فضیلت مجتہدین کی
جو اخبار مین وارد ہے وہ اوسکو سناوے اور سب سے زیادہ نافع علاج یہ ہے کہ کسی ایسے بندے کی
صحبت کا خوگر ہو جو عبادت مین خوب جد و جہد کرتا ہو تا کہ اوسکا حال دیکھنے سے اوسکی اقتدا کرے
بعض اکابر کہا کرتے تھے کہ جب عبادت مین مجھکو کچھ سستی پیش آتی تو مین محمد بن واسع رح کا
احوال اور اونکا مجاہدہ دیکھا کرتا ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرتا تب مجھسے سستی جاتی رہتی مگر یہ علاج
مشکل ہے اسلیے کہ اس زمانے مین ایسا شخص جو عبادت مین جہد کرے مفقود ہے پہلون کا سا اجتہاد
اب کہان ہے تو اس سے یہی بہتر ہے کہ مشاہدے سے عدول کرکے سننے کیطرف رجوع کرے
کہ اونکے احوال سننے سے زیادہ کوئی مفید بات نہین اور اونکے اخبار کو مطالعہ کرے کہ کیسی
کوشش کرتے تھے اونکی مشقت تو ہو چکی مگر ثواب و رحمت ابدالآباد تک باقی رہیگی کہ کبھی منقطع

ہے کی اونکی سلطنت کتنی بڑی ہے اور بڑا افسوس اوسپر ہے جو اونکی اقتدا نکرے اور جیسے دونوں ان شہوات سے متمتع ہو جو عیش کو مکدر کرتی ہیں پھر اوسپر موت آجائے اور اوسمین اور اوسکی خواہشوں مین جدائی ڈالدے معاذ اللہ منہا۔ اور ہم اوصاف مجتہدین کے وہ لکھتے ہین جسسے مرید کی رغبت جوش مین آوے کہ اونکی اقتدا کرے اعمال مین جب جد وجہد کیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ رَحِمَ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَحْسَبُہُمُ النَّاسُ مَرْضٰی وَمَا ہُمْ بِمَرْضٰی حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مریضوں سے اس حدیث مین وہ لوگ مراد ہین جنکو عبادت نے تراش کر رکھا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُہُمْ وَجِلَۃٌ حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اس سے وہ لوگ مراد ہین جو اعمال نیکی کے جسقدر اونسے ہو سکے کرتے ہین اور پھر ڈرتے ہین کہ انکی باعث عذاب الٰہی سے ہمکو نجات ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ طوبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی اپنے فرشتون سے فرماتا ہے کہ میرے بندے جو اجتہاد و کوشش کرتے ہین اونکو کیا ہوا ہے وہ کہتے ہین کہ الٰہی تونے اونکو ایک چیز سے ڈرا دیا ہے وہ اوس سے ڈرتے ہین اور ایک چیز کا شوق دلا دیا ہے وہ اوسکی طرف مشتاق ہین اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے مجھے دیکھ پائیں تو کیا ہو فرشتے عرض کرتے ہین کہ پھر اور زیادہ کوشش کرنے لگین۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مین نے بہت لوگون کو دیکھا اور اونمیں سے ایسی جماعتون کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش نہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے دنیا اونکے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جسکو تم اپنے پاؤن سے ملتے ہو بعضے اونمین سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی اونکے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنی بی بی سے کسی کھانے کی فرمایش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور اونمین سے کتاب اللہ اور حدیث پر عامل پایا جہان رات ہوئی ہاتھ پاؤن پر کھڑے ہو گئے چہرون کو زمین پر رکھتے اور رخسارون پر آنسو بہاتے کہ آخرت مین رہائی پاوین جب کوئی اچھی بات کرتے تو اوس سے خوش ہوتے اور اوسکے شکر مین جد وجہد بجا لاتے اور اللہ تعالی سے اوسکے قبول فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی برائی کرتے تو اوس سے غمگین ہوتے اور خدا تعالی سے درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسیطرح اسی حال پر رہے اور بخدا گناہون سے نہ بچے اور نہ بدون مغفرت کے نجات پائی۔ اور حکایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو بیماری کی حالت مین پوچھنے گئے آپ نے دیکھا کہ اونمین ایک جوان نہایت

دُبلا ہے اوس سے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیون ہورہی ہے اونے عرض کیا کہ یا امیر المؤ
بیماریون نے یہ حال کر رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجھکو خدا کیواسطے پوچھتا ہون کہ سچ بتا اوسنے
عرض کیا کہ سچ تو یہ ہے کہ مین نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اوسکو تلخ پایا اور اوسکی آرایش اور حلاوت میری
نظرونمین حقیر ہوگئی مجھکو سونا اور پتھر یکسان نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل وعلا کے
عرش کے پاس ہون اور لوگ جنت اور دوزخ مین داخل کیے جاتے ہین اسی بارے تمام دن پیاسا رہتا ہون
اور رات بھر جاگتا ہون اور خدای تعالی کے ثواب وعقاب کے سامنے یہ حال جسمین مین رہتا ہون
کچھ بھی حقیقت نہین رکھتا نہایت کمتر اور حقیر چیز ہے۔ اور ابو نعیم کہتے ہین کہ داؤد طائی رح روٹی کے
ریزون کو پانی مین گھولکر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے اسکا حال جو اونسے پوچھا گیا تو فرمایا
کہ روٹی چابنے مین دیر لگجاتی ہے پچاس آیتون کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے مین زیادہ صرف ہوجاتا ہے
اور ایک شخص اونکی خدمت مین ایک روز آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی چھت مین ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے
تو آپ نے فرمایا کہ بھتیجے ٹوٹی ہوگی مین نے بیس برس سے چھت کیطرف نہین دیکھا۔ اور اکابر سلف کا
دستور تھا کہ فضول نظر کو بھی برا جانتے تھے جیسے کہ فضول کلام کو سمجھتے تھے۔ اور محمد بن عبد العزیز
کہتے ہین کہ احمد بن رزین رح کے پاس ہم صبح سے عصر تک بیٹھے مگر اونھون نے نہ دہنے کو توجہ کی نہ بائین کو
اونسے جو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالی نے دو آنکھین اسواسطے پیدا کی ہین کہ بندہ اونسے عظمت الہی کو
دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اوسپر گناہ لکھا جاتا ہے اور مسروق رح کی بی بی کہتی ہین
کہ اونکو جب کسینے دیکھا تو یہی پایا کہ کثرت نماز کے باعث اونکی دونون پنڈلیان ورم کیے رہتی تھین اور
مین آپ کے پیچھے بیٹھکر آپ کے حال پر ترس کرکے رویا کرتی تھی۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ
اگر تین باتین نہوتین تو مین ایک روز کی زندگی بھی اچھی سمجھتا ایک تو دوپہر مین خدا کے لیے پیاسا
رہنا دوم آدھی رات مین سجدہ کرنا سوم اون لوگون کے پاس بیٹھنا کہ اچھی باتون کو ایسا چھانٹتے ہین
جیسے گرمی مین اچھے خرما کو چھانٹا کرتے ہین۔ اور اسود بن یزید عبادت مین اجتہاد کرتے اور
گرمی مین روزہ رکھتے یہانتک کہ اونکا جسم سبز اور زرد ہوجاتا تو علقمہ بن قیس اونسے کہتے کہ تم اپنے
نفس کو کیون عذاب دیتے ہو فرماتے کہ مین تو اوسکی تکریم چاہتا ہون اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ
اتنا رکھتے کہ بدن سبز پڑجاتا اور نماز اتنی پڑھتے کہ گر پڑتے اونکے پاس انس بن مالک اور حسن رح تشریف
لیگئے اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے تمکو ان امور کا حکم نہین کیا یعنی اتنا اجتہاد فرض نہین پھر کیون
کرتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین تو غلام مملوک ہون مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیے نہین چھوڑتا

اور کوئی رات ایسی نہ تھی جس میں ہزار رکعت نماز روز مرہ پڑھتے یہاں تک کہ دونوں پاؤں سے بیٹھ رہتے
تو بیٹھے ہی بیٹھے ہزار رکعت پڑھتے اور جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو گوٹ مار کر بیٹھتے اور کہتے کہ
مجھے بڑا تعجب ہے کہ خلق نے تیری عوض میں دوسری چیز کا ارادہ کیسے کیا اور تیرے سوا اور چیز سے
کسطرح انس ہوگئے بلکہ مجھے یہ تعجب ہے کہ خلق نے تیرے سوا اور چیز کا ذکر کیا تو اونکے دل کسطرح
روشن ہوئے۔ اور ثابت بنانی رحمہ کے حال میں ہے کہ اونکو نماز بہت محبوب تھی اسلیئے دعا مانگا کرتے
کہ الٰہی اگر تو کسیکو قبر میں اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھی کو اجازت دینا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھوں
اور حضرت جنید رحمہ فرماتے ہین کہ میں نے حضرت سری رحمہ سے زیادہ عابد کسیکو نہیں دیکھا کہ اٹھانوے
برس کی عمر ہوئی تھی مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوئے اونکو نہ دیکھا۔ اور حارث رحمہ کہتے ہیں
کہ کچھ لوگ ایک راہب کے پاس گئے اور جو مشقت کہ وہ اپنے نفس پر کرتا تھا دیکھی اور اوس سے اسباب میں
کہا اوس نے جواب دیا کہ جو کچھ مصائب اور اہوال خلق پر مسطور ہیں اونکے سامنے اس محنت کی کیا اصل ہے مگر
لوگ غافل ہیں اپنے نفسوں کے لذات پر گرے ہوئے ہیں اور حصہ اکبر کہ اونکو خدا کے پاس سے ملیگا
اوسکو بھولے ہین یہ سنکر سب لوگ رو پڑے۔ اور ابو محمد مغازلی کہتے ہین کہ ابو محمد جریری ایک سال تک
مکہ معظمہ میں مجاور رہے نہ سوئے نہ کلام کی نہ ستون یا دیوار سے تکیہ لگایا نہ پانوں پھیلائے ایک روز ابو
بکر کتانی اونکے پاس گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوئے آپ نے فرمایا کہ
علم نے میرے باطن کو سچا دیکھا ہے اسی نے میرے ظاہر کی مدد کی ہے کتانی اپنا سر جھکا کر سوچتے ہوئے
چلائے۔ اور بعض اکابر روایت کرتے ہین کہ میں فتح موصلی رحمہ کے پاس گیا دیکھا تو آپ اپنے ہاتھ پھیلائے
روتے ہیں یہاں تک کہ آنسو اونکی انگلیوں کے بیچ میں سے گر رہے ہیں میں اونکے قریب گیا اور آنسو اونکو
دیکھا کہ زردی آمیز ہیں میں نے اونسے کہا کہ اے فتح تمکو خدا کی قسم کیا خون روتے ہو اونھوں نے فرمایا کہ اگر
تو مجھکو قسم نہ دیتا تو میں ہرگز نہ بتاتا ہاں میں خون روتا ہوں میں نے پوچھا کہ آپ آنسو کیوں بہاتے ہیں
فرمایا کہ اس بات سے کہ جو حق خدا تعالیٰ کا مجھپر واجب تھا اوسمیں میں نے قصور کیا اور خون اسلیئے روتا کہ
آنسو کہیں بے موقع نہ نکلے ہوں پھر جب مر گئے اونکو بعد مرنے کے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے
کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجکو بخشدیا میں نے پوچھا کہ آپکے آنسوؤں کا کیا ہوا فرمایا کہ مجکو اللہ جل شانہ نے
پاس بلا کر پوچھا کہ اے فتح آنسو کس بات پر بہاتا تھا میں نے عرض کیا کہ تیرے حق واجب میں قصور کرنے کی
جہت سے پھر پوچھا کہ خون کس واسطے روتا تھا میں نے عرض کیا کہ اس خوف سے کہ میرے آنسو بے موقع اور
نامقبول ہوئے ہوں پھر ارشاد فرمایا کہ اے فتح اس سے تیری مراد کیا تھی قسم ہے اپنی عزت و جلال کی

کہ تیرے دونون نگہبان چالیس برس تیرے نامۂ اعمال کو لایا کیے اوسمین کوئی خطا نہین اور منقول ہے
کہ کچھ لوگ چلے جاتے تھے راہ بھول گئے ایک راہب کے پاس پہونچے جو لوگون سے علیحدہ تھا اوسکو
جو پکارا تو اوسنے عبادتخانے مین سے سر نکالکر اونکی طرف دیکھا اوس سے اونھون نے کہا کہ ہم رستہ
بھول گئے ہین رستہ کدھر کو ہے اوسنے اپنے سر سے اشارہ آسمان کیطرف کیا وہ اوسکا مطلب سمجھ گئے کہ
معرفت کا رستہ بتاتا ہے پھر اوس سے کہا کہ ہم تجھسے پوچھین جواب دیگا اوسنے کہا کہ پوچھو اور زیادہ
مت پوچھیو کیونکہ دن پھر نہین آنیکا نہ عمر پھر سے آویگی اور طالب یعنی موت جلدی کر رہی ہے لوگون کو
اوسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور کہا کہ فرداے قیامت مین لوگون کا حشر خداے تعالی کے نزدیک کس چیز پر
ہوگا اوسنے کہا کہ اپنی اپنی نیتون پر پھر اوس سے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر اوسنے کہا کہ اپنے سفر کی حیثیت
کے بموجب توشہ لو اسلیے کہ بہتر توشہ وہی ہے جو مقصود تک پہونچادے پھر اونکو رستہ بتا کر سر اندر کر لیا
اور عبد الواحد بن زید کہتے ہین کہ میرا گذر ایک چین کے راہب کے پاس ہوا مین نے اوسے راہب
کہکے پکارا اوسنے جواب نہ دیا دوبارہ پھر مین نے کہا اور راہب نہ بولا سہ بارہ پھر کہا اوسنے میری
طرف سر نکالا اور کہا کہ میان صاحب مین راہب نہین راہب وہ ہے جو خداے تعالی سے ڈرے اور اوسکی
تعظیم کرے اور اوسکی بلا پر صبر کرے اور اوسکی قضا پر راضی رہے اور اوسکی نعمتون کا شکر کرے
اور اوسکی عظمت کے سامنے تواضع کرے اور اوسکی عزت کے مقابل ذلیل رہے اور اوسکی قدرت کے
اپنے نفس کو حوالہ کرے اور اوسکی ہیبت سے خشوع کرے اور اوسکے حساب اور عذاب مین تامل
کرے دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑا رہے دوزخ کی یاد اور خداے تعالی سے مانگنا اوسکو سونے
نہ دے راہب تو اوسکو کہتے ہین اور میرا حال جو پوچھو تو مین باؤلا کتا ہون اپنے آپ کو اس عبادتخانے
مین بند کر لیا ہے تا کہ لوگون کو نہ کاٹون مین نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے لوگون کو خداے تعالی سے علیحدہ
کر رکھا ہے پہچاننے کے بعد کیون منحرف ہین اوسنے کہا کہ برادر خلق کو جو خداے تعالی سے علیحدہ
کیا ہے تو صرف دنیا کی محبت اور اوسکی زینت نے کیا ہے دنیا ہی گناہون اور معاصی کی جگہ ہے
ہوشیار وہ ہے جو دنیا کو اپنے دل سے پھینکدے اور خداے تعالی کے سامنے اپنے گناہون سے
توبہ کرے اور ایسی باتون پر متوجہ ہو جو خداے تعالی سے نزدیک کرین - اور کسینے حضرت داؤد طائی رح
سے کہا کہ آپ اپنی ڈاڑھی مین کنگھی کر لیجیے اونھون نے فرمایا کہ تو بس مین بیکار ہون اور
حضرت اویس قرنی رح کا دستور تھا کہ فرماتے کہ یہ رات رکوع کی ہے اوس رات کو ایک ہی رکوع مین
صبح کر دیتے اور جب دوسری رات آتی تو فرماتے کہ یہ سجدے کی رات ہے اوسکو سجدے ہی مین بسر کرتے



اور منقول ہے کہ جب عتبہ غلام رح تائب ہوئے تو کھانے اور پینے کیطرف راغب ہوتے اونکی
ماں مشفقہ انسے کہتی کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کر وہ جواب دیتے کہ میں آرام ہی کا طالب ہوں تھوڑی سی مشقت مجھ
کر لینے دو پھر تو ہمیشہ تک آرام ہی کرونگا۔ اور منقول ہے کہ حضرت مسروق رح نے حج کیا تو جب سوئے
سجدے ہی کی حالت میں سوئے۔ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہیں کہ رات کے چلنے کی تعریف
لوگ صبح کو کیا کرتے ہیں اور تقوی کو بعد موت کے اچھا جانینگے۔ اور عبد اللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ
بزرگان سلف میں سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا یعنی تمام رات میں سونا بالکل
موقوف کر دیتا۔ اور کہمس بن الحسن ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیوں
کی جڑ اوٹھ کھڑا ہو جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا
اور ربیع بن خیثم رح کی لڑکی اونسے کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہیں اور آپ نہیں
سوتے آپ فرماتے کہ بیٹی مجھکو آگ کا ڈر ہے اور جب ونکی ماں نے اونکا حال دیکھا اور جاگنے کو دیکھا
تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسیکو مار ڈالا ہے جو ایسا روتا ہے اونھوں نے فرمایا کہ ہاں اونکی ماں نے کہا
کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اوسکے رشتہ داروں کو ڈھونڈھیں کہ وہ تجھکو خون معاف کر دیں اسلیے کہ تیرا
حال اگر وہ دیکھینگے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دینگے آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے۔ اور بشر بن الحارث
کے بھانجے جنکا نام عمر رح ہے کہتے ہیں کہ میرے ماموں بشر بن الحارث میری ماں سے کہتے کہ بہن میری
پسلیاں اور ہنسلیگاہ مجھ میں گڑتی ہیں میری ماں نے کہا کہ بھائی اگر تم کہو تو تمھارے واسطے ایک مٹھی
میدے کا اپنے پاس سے حریرہ بناؤں اوسکو پیوگے تو کچھ توانائی تم میں آجاویگی ماموں صاحب نے جواب دیا
کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ تعالی مجھسے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہاں سے آیا تو پھر میں کیا
جواب دونگا میری ماں رونے لگی اور وہ خود بھی روئے اور اونکے ساتھ میں بھی رویا راوی کہتے ہیں
کہ میری ماں نے جب اونکا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کم زور ہو گیا تو اونسے کہا کہ بھائی کیا
اچھا ہوتا کہ تمھاری ماں سے ہم پیدا نہ ہوتی اسلیے کہ تمھارا حال دیکھکر میرا جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے اونھوں نے
یہ جواب دیا کہ بہن میں بھی یہی کہتا ہوں شعر

مرا اے کاشکے مادر نزادے	وگر مے زاد کس شیرم ندادے

میری ماں اونکے واسطے شب و روز رویا کرتی۔ اور ربیع رح کہتے ہیں کہ میں حضرت اویس رح کی
خدمت میں آیا تو اونکو نماز فجر پڑھکر بیٹھا پایا میں بھی بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ انکے وظیفے میں حرج
نہ ہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے یہاں تک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کے وقت سے عصر تک برابر نماز

پڑھتے رہے بعد عصر پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے نماز مغرب کے بعد پھر اپنی جگہ تک جمے یہان تک کہ عشا پڑھی پھر اوسی جگہ جمگئے یہان تک کہ نماز صبح پڑھی پھر جب بیٹھے تو سوگئے پھر فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون ایسی آنکھون سے جو سوجاوین اور ایسے شکم سے جو سیر نہوین سے نے دل مین کہا کہ مجکو انسے اسیقدر کافی ہو پھر مین واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویس رضہ سے پوچھا کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہین اونھون نے فرمایا کہ مین بیمار نہون تو کیا ہون کہ بیمارون کو کھانا ملتا ہے اور اویس نہین کھاتا بیمار سوتے ہین اور اویس نہین سوتا۔ اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ جو شخص جانتا ہی کہ جنت اوسکے اوپر آراستہ ہے اور دوزخ اوسکے نیچے دہک رہی ہے تو تعجب ہے کہ وہ ان دونون کے بیچ مین کیسے سوتا ہے اور ایک عابد بزرگ کہتے ہین کہ مین حضرت ابراہیم بن ادہم رحہ کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے آپ فارغ ہوچکے ہین مین آپ کو دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا آپ اپنے آپکو ایک کمل مین لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہانتک کہ صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی آپ اوٹھکر نماز مین شریک ہوے اور وضو نکیا یہ بات میرے دل مین کھٹکی مین نے آپسے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے پھر نیا وضو نکیا آپ نے فرمایا کہ مین تو رات بھر کبھی جنت کی باغون مین دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلون مین بھلا اس صورت مین نیند آیا کرتی ہے۔ اور ثابت بنانی رحہ کہتے ہین کہ مین ایسے لوگون سے ملا ہون کہ نماز پڑھتے پڑھتے اتنا تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنیون چلنے کے نہین آسکتے تھے۔ اور کہتے ہین کہ ابوبکر بن عیاش نے چالیس برس زمین پر اپنی کمر نہین لگائی اور اونکی ایک آنکھ مین پانی اوتر آیا بیس برس تک اونکے گھر والون کو خبر نہوئی کہ ایک آنکھ سے نہین سوجھتا۔ اور منقول ہے کہ سمنون رحہ کا وظیفہ ہر روز پانسو رکعتین تھین۔ اور ابوبکر مطوعی کہتے ہین کہ جوانی مین ایک رات دن مین اکتیس ہزار دفعہ قل ہو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ راوی کو شک ہے کہ کتنا عدد فرمایا۔ اور منصور بن معتمر ایسے حال سے رہتے کہ اگر کوئی دیکھے تو کہے کہ اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہے یہ حال رہتا کہ آنکھین نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاو تو آٹھ آٹھ آنسو گرین اونکی مان اونسے کہتی کہ تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہے تمام رات رویا کرتا ہے چپ نہین ہوتا شاید بیٹا تو نے کوئی خون کیا ہے یا کیا بات ہے وہ جواب دیتے کہ اے مان مین ہی جانتا ہون جو مین نے اپنے نفس پر کیا ہے۔ اور کسی نے عامر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہو اونھون نے فرمایا کہ وہ صرف اسطرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹالدیا اور رات کے

سونے کو دوں پر حوالہ کر دیا اور یہ کچھ بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے کہ میں جنت کی مثال ایسی چیز نہیں
دیکھی جسکا طالب سو گیا ہو اور نہ دوزخ کے مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہو اور جب رات آتی تو
کہتے کہ آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا پھر صبح تک نہ سوتے جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے
نیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہے سو شام ہی سے
چل دیتا ہے اور صبح کے وقت لوگوں کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے — اور بعض اکابر نے فرمایا ہے
کہ میں عامر بن عبد قیس کے ساتھ چار مہینے رہا میں نے اونکو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوئے ہوں —
اور ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں سے راوی ہے کہ میں نے آپ کے پیچھے نماز
صبح کی پڑھی جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی دہنی طرف کو پھر بیٹھے اور آپ پر کچھ اثر غم تھا آفتاب کے
نکلنے تک آپ ویسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا اور فرمایا کہ بخدا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
دیکھا ہے اور آج اونکے مثل کوئی امر نہیں پایا جاتا وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ اور پریشان بال اٹھتے
رات کو سجدہ و نماز میں کاٹ دیتے خدا کی کتاب پڑھتے اور پاؤں اور پیشانیوں کو باری باری زور
دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو ایسا ہلتے جیسا درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہے اور اونکی
آنکھوں سے آنسو اتنے جاتے کہ اونکے کپڑے تر ہو جاتے اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ رات کو بے
غافل ہو کر سوتے ہیں — اور ابو مسلم خولانی نے ایک کوڑا اپنے گھر کی سجدگاہ میں لٹکا رکھا تھا
اوس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے کہ اوٹھ کھڑا ہو نہیں تو یقین جان کہ تجھکو اتنا پیٹونگا
کہ تو ہی تھکیگا میرا کچھ نہ جاویگا پھر جب ذرا سستی آتی تو کوڑا لیکر اپنی پنڈلیوں میں مارتے اور کہتے
کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر سزاوار مارنے کا ہے اور کہا کرتے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ
وسلم یہ گمان کرتے ہونگے کہ دین کو کچھ ہم ہی نے اختیار کیا ہے اور لوگوں کو ہمارے ساتھ شرکت
نصیب نہیں بخدا کہ اوسمیں ہم بھی اونکی شرکت اچھی طرح کرینگے تا کہ وہ بھی جانیں کہ ہمارے پیچھے
کچھ لوگ رہے ہیں — اور صفوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے رہ گئی تھیں اور اجتہاد میں
اس درجے کو پہونچ گئے تھے کہ اگر بالفرض اونسے کہا جاتا کہ قیامت کل ہوگی تو اونکے اعمال میں
کچھ زیادتی نہونے پاتی اونکا دستور تھا کہ جاڑے کے دنوں میں چھت پر سوتے اور گرمیوں میں
کوٹھری کے اندر تا کہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے نیند نہ آوے موت اونکی حالت سجدہ میں ہوئی
یہ دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما — اور حضرت قاسم
بن محمد رح کہتے ہیں کہ میں ایک روز صبح کو اوٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اوٹھکر اول اپنی پھوپھی حضرت

عایشہ رضی کی خدمت مین جاکر اونکو سلام کرآتا اوس روز جو گیا تو دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہین اور اوسمین یہ آیت فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ پڑھ پڑھکر رو رہی ہین مین کھڑے کھڑے تھک گیا اور اونکا وہی حال رہا جب مین نے دیکھا کہ اونکو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اول اپنے کام سے فراغت پاؤن تو پھر آؤنگا مین کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی اونکو اوسی حال مین پایا کہ روتی جاتی تھین اور دعا مانگتی تھین اور آیت کو مکرر پڑھتی تھین- اور محمد بن اسحق کہتے ہین کہ جب ہمارے پاس عبدالرحمن بن اسود حج کے ارادے سے آکر اوترے تو اونکے ایک پاؤن مین کچھ مرض ہو گیا تو آپ ایک پاؤن پر کھڑے ہوکر عشا کی وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مجکو موت سے کچھ خوف نہین صرف اتنا ڈر ہے کہ میرا تہجد چھوٹ جاویگا- اور حضرت علی بن ابی طالب رض فرماتے ہین کہ نیکبختون کی علامتین یہ ہین کہ شب بیداری کے باعث زرد رنگ اور رونے کے مارے آنکھین چندھی اور روزے کے سبب لب خشک ہون اور اونپر خشوع والون کیطرح غبار ہو- اور حضرت حسن رح سے کسینے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تہجد گذار شخصون کے چہرے اچھے ہوتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ وہ خدای تعالی کے ساتھہ تنہائی مین ہوتے ہین اللہ تعالی اونکو اپنے نور مین سے نور پہنا دیتا ہے- اور حضرت عامر بن عبدالقیس رح فرمایا کرتے کہ الہی تو نے مجکو پیدا کیا تب مجسے مشورت نہین لی اور ماریگا تب مجھے خبر نہین فرماویگا اور میرے ساتھہ ایک دشمن ایسا پیدا کر دیا کہ میرے خون کی جگہون مین پھرتا ہے اور وہ مجکو دیکھتا ہے اور مین اوسکو نہین دیکھتا اور پھر مجکو ارشاد فرمایا کہ تو رکا رہ الہی بھلا مین کیسے رکون اگر تو مجکو نہ روکے الہی دنیا مین رنج و غم ہین اور آخرت مین حساب و عذاب تو راحت کہان ہے اسی مضمون کو کسی نے نظم کیا ہے

شعر

یہان فکر معیشت ہے وہان وعد و غد حشر
آسودگی حرفیست نہ یہان ہے نہ وہان ہے

اور جعفر بن محمد کہتے ہین کہ عتبہ غلام رح رات کو تین چیخون مین بسر کیا کرتے اسطرح کہ جب نماز عشا سے فارغ ہوتے اپنا سر دونون زانون کے درمیان رکھکر تفکر کرتے جب سوم حصہ شب گذرتا ایک چیخ مارتے پھر گھٹنون مین سر دیکر فکر کرنے لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے یہان تک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے راوی کہتے ہین کہ مین نے انکا حال کسی بصرے کے رہنے والے سے کہا اوسنے کہا کہ تم اونکی چیخون پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخون کے درمیان اونپر کیا کیفیت گذرتی ہوگی کہ وہ چیخ مارتے تھے- اور قاسم بن راشد شیبانی کہتے ہین کہ محصب مین ہمارے پاس معہ رح اپنے زوجہ اور دخترون سمیت ٹھہرے ہوے تھے اونکا دستور تھا کہ بہت رات سے

اونکی نماز پڑھا کرتے جب سحر ہوتے تو زور سے پکارتے کہ ای آرام کرنے والو کیا اس تمام رات
سوئے گے اور اوٹھکر چلو گے یہ سنکر سب اوٹھ بیٹھتے تھے کوئی روتا تھا کوئی دعا مانگتا کوئی تلاوت
کرتا کوئی وضو کرتا جب صبح ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا کہا
کرتے ہین ۔ اور بعض حکما کا قول ہے کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین کہ اوسکے انعام کو بات
اوسکو پہچان گئے ہیں اور اوسے ڈرا اوسکا سینہ کھولدیا تو اوسکی اطاعت کی اور اوسپر توکل کیا اور خلق
اور امر کو اوسکے حوالہ کیا اسلیے اونکے دل صفائی یقین کی کان اور حکمت کے گھر اور عظمت کے صندوق
اور قدرت کے خزانے ہو گئے ہین حال اونکا یہ ہے کہ آمد و رفت تو لوگون مین رکھتے ہین اور اونکے
دل ملکوت مین جولانیان کرتے ہین اور محجوب غیب مین پناہ لیتے ہین پھر وہان سے جو پھرتے ہین
تو اونکے ساتھ تازہ تازہ لطائف اور فوائد ہوتے ہین کہ جنکا وصف کوئی بیان نہین کرسکتا وہ لوگ
باطن کی خوبی مین تو حریر سے ہین اور ظاہر مین جیسا مستعمل رومال ہوتا ہے ہر ایک سے متواضع پیش
آتے ہیں اور یہ طریق ایسا ہے کہ بزور نہین مل سکتا بلکہ خدا تعالی کا فضل ہے جسکو چاہے دے۔
اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین بیت المقدس کے پہاڑون مین پھرتا تھا اتفاقا ایک جنگل مین
آیا اور ایک آواز زور کی سنی اور وہ پہاڑ اوسکا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی مین اوس آواز
کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہونچا جو درختون سے چھپا ہوا تھا اوسمین ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا
اس آیت کو مکرر پڑھ رہا ہے یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ
مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ مین اوسکے پیچھے بیٹھنے لگا
وہ یہی پڑھتا رہا یکایک ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا مین نے کہا کہ افسوس یہ میری نحوست سے ایسا ہوا
پھر مین اوسکے افاقے کا منتظر رہا ایک گھنٹے کے بعد اوسکو ہوش ہوا مین نے سنا کہ یہ کہتا ہے الہی
مین تجھسے دروغگویوں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیون کے سے اعمال سے اور
غافلوں کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں تیرے ہی لیے خوف کرنے والوں کے دل خشوع کرتے ہین
تیری ہی طرف قصور وارون کی توقع جھکتی ہے تیری ہی عظمت کے لیے عارفون کے دل ذلیل ہوتے ہین
پھر اپنے دونون ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجھکو دنیا سے کیا سروکار اور اوسکو مجھ سے کیا علاقہ اے دنیا تو
تجھ جیسا ہو اوسکے پاس جا اور جو تجھکو پسند کرے اونھیں کو جا کر اپنی آسایش اور ہزارون طرح کے آرام
سے فریب دے پھر کہا کہ بھلے لوگ کہان گئے زمانہ گذشتہ کے آدمی کدھر مٹی مین سڑتے ہین
اور چند روز مین فنا ہو جاتے ہین مین نے اوسکو پکار کر ای بندۂ خدا مین آج دن بھر سے تیرے پیچھے

تیرے فراغت پانیکا منتظر ہون اوسنے کہا کہ بھلا اوس شخص کو فراغت کسطرح ہو گی جو زمانے سے بیشی چاہتا ہے اور زمانہ اوس سے بیشی چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ میں موت اوسکے نفس پر سبقت نہ کر جاوے یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جسکے دن تو گذر گئے ہون اور اوسکے گناہ رہ گئے ہون پھر اوسنے میری طرف سے دھیان پھیر خدائے تعالے سے مخاطب ہو کہنے لگا کہ اون گناہون کیواسطے تو ہی ہے اور ہر شدت کیواسطے جسکے آنے کی مجکو توقع ہے اور یہ آیت پڑھی وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زیادہ تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا مین نے کہا کہ اسکا دم نکل گیا مین اوسکے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا کہ مین کون ہون اور میرا خطر کیا ہے تو اپنے فضل سے میری برائی معاف کر اور اپنے پردۂ رحمت مین مجکو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے گناہون سے درگذر فرما جسوقت کہ مین تیرے سامنے کھڑا ہون مین نے اوس سے کہا کہ قسم ہے تجکو اوس ذات کی جسکی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھسے کچھ کلام کر لو اوسنے کہا کہ کلام اوس سے جا کر کر جسکے کلام سے تمکو کچھ فائدہ ہو اور اوس شخص کے کلام کو جانے دو جسکو گناہون نے تباہ کر دیا ہو مین اس جگہ ہون نہ معلوم کس مدت سے ابلیس سے لڑتا ہون اور وہ مجھسے لڑتا ہے آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجکو نکالتا ایک تو آیا ہے تو مجھسے علیحدہ ہی رہ اسلیے کہ تو نے میری زبان کو بیکار کر دیا اور اپنی بات کیطرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا مین تیرے شر سے خدائے تعالے کی پناہ مانگتا ہون پھر توقع رکھتا ہون کہ وہ اپنے غصے سے مجکو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجپر فضل کرے راوی کہتے ہین کہ مین نے اپنے دل مین کہا کہ یہ شخص خدا تعالی کا ولی ہے ایسا نہو کہ مین اسکو باتون مین مشغول کرون تو اسی جگہ مجپر عذاب آوے اس خیال سے مین اسکو چھوڑ کر واپس آیا۔ اور ایک اور شخص روایت کرتے ہین کہ مین سفر مین چلتے چلتے ایک درخت کیطرف کو گیا کہ اوسکے نیچے ذرا دم لون دیکھا تو ایک بوڑھا مجپر چڑھا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اوٹھ کھڑا ہو کہ تو میری نہین پھر سامنے ہی کو چلد یا مین اوسکے پیچھے ہوا اور سنا کہ وہ کہتا تھا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الٰہی میرے لیے موت مین برکت کر مین نے کہا کہ بعد موت کے بھی اوسنے کہا جو شخص بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ چھپا رہا اور خوف کے مارے چلنے کی لیے دامن اوٹھائی رہیگا دنیا مین اوسکے رہنے کی جگہ نہو گی پھر کہا کہ اے وہ شخص جسکی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہین اپنا دیدار دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فردائے قیامت مین اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھ اب تجھسے مجھے شرم آنے کا وقت آپہونچا اور

اور تجھسے روگردان رہنے سے اس مین بار آیا اگر تیرا علم رہتا تو مجکو میری موت بھی کہپاتی اور اگر تیرا عفو ہوتا تو میری توقع تیرے پاس کی چیزون تک نہ پہیلتی پھر وہ شخص مجکو چھوڑ کر چلا گیا اور مجاہدین کے باب مین یہ اشعار ہین

اشعار

جسم مین ہو لاغری اور دل مین ہو غم کا اثر | کہ پہاڑون مین ہو کبھی دشت مین اوسکا گذر

فاش حرفون پہ کرے مال مثال عندلیب | خواب راحت ترک وکیطرح کر جاوے سفر

جب اوسکو جوش مین آوے تو پھر ہو منتظر | یون دعا مانگے الٰہی یا منادی فی الخطر

جو مری موت سے تو اوسکا خدایا ہے علیم | تو بہت کرتا ہے بندون کی خطا سے درگذر

اور کسی اور نے مجاہد کے حال مین کچھ اشعار لکھے ہین جنکا ترجمہ یہ ہے

زنان مطربہ کی ترک کرے یون تاکہ | ہوشیار آدمیون مین مرد وہ جو اوسکو ہو لذت

کرے خدا کی طلب چھوڑ کر عیال اور مال | بغیر کسی سے ہوا سے الفت

سبب ہے عبادت خالق میں اپنے خاطر خواہ | ہمیشہ گوشہ نشینی ہوتا ہو مسرت

پھرے جہان کہین بس ذوق ہو تلاوت کا | زبان و دل کو ہو ذکر کے سوا حرکت

ساٹے مرد و رسان آئے اوسکے مرنے پر | کہ ہر طرح کے الم سے تجھے ملے راحت

تمنا اوسکی جو تھی وہ پھر اوسکو حاصل ہو | ہزارون عیش کرے ہو کے داخل جنت

اور کرز بن وبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز مین تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادات مین اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے لوگون نے اونسے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کیا کرتے ہو اونھون نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہے کہا کہ سات ہزار برس اونھون نے پوچھا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہے کہا کہ پچاس ہزار برس آپ نے فرمایا کہ سات دن کام کرنے سے اگر تم اوس قیامت کے دن سے بے خوف ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہین ہو اس قول سے اونکی غرض یہ ہے کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کے برابر سات ہزار برس جیوے اور نفس پر اسلیے مجاہدہ کرے کہ اوس ایک دن سے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے نجات پاوے تب بھی اوسکو بہت فائدہ ہی اور آدمی کو چاہیے کہ ایسی صورت مین بھی جہاد نفس کی رغبت اوسکو ہوتی اور جب عمر ذرا سی ہے اور آخرت کی کچھ انتہا نہین تب تو ظاہر ہے کہ زندگی بھر کے مجاہدہ کی آخرت کے سامنے کیا اصل ہے غرضکہ سیرت صلحاء سلف کی بعض کے مراقبے اور مجاہدے مین ایسی ہوتی ہے پس اگر تمہارا نفس سرکشی کرے اور عبادت پر مواظبت کرنے سے باز رہے تو ان لوگون کا حال مطالعہ کرو کیونکہ

ایسے لوگون کا وجود اب نایاب ہے اور اگر ایسے لوگون کا دیکھنا نصیب ہوا ور دیکھکر اقتدا کرو
تو کیا کہنا ہے ع شنیدہ کی بود مانند دیدہ + دیکھنے کا اثر اقتدا مین بہت زیادہ ہوا کرتا ہے اور
اگر دیکھنے سے عاجز ہو تو انکے احوال سننے ہی سے غفلت نہ کرو بقول مشہور ع گندم اگر بہم نرسد
جو غنیمت ست + اور اپنے لیے دو باتون مین سے ایک پسند کرو یا تو یہ کہ جو لوگ عاقل و حکما اور
دین مین اہل بصیرت ہین اونکی اقتدا کرکے اونکے زمرے مین داخل ہو یا اپنے زمانے کے غافلون
جاہلون کی اقتدا کرو مگر ان بیوقوفون کی جماعت مین رہنے اور انکو دونون سے مشابہ ہونے پر ہرگز
راضی مت ہو عقلا کی مخالفت کسیطرح اختیار مت کرو اور اگر تمہارا نفس یون کہے کہ اگلے سلف
تو زبردست لوگ تھے ہمکو اونکے اقتدا کی مجال نہین تو جن عورتون نے عبادت مین مجاہدے کیے ہین
اونکے حالات دیکھو اور نفس سے کہو کہ کم ہمت تجھے غیرت نہین آتی کیا عورت سے بھی کم رہیگا یہ تو
بڑی ذلت کی بات ہے کہ مرد ہو کر دین یا دنیا کے معاملے مین عورت سے کم رہے - اب ہم کچھ
تھوڑا سا حال مجتہد عورتون کا لکھتے ہین - حبیبہ عدویہ کے حال مین لکھتے ہین کہ اونکا معمول تھا
کہ جب نماز عشا پڑھ چکتین تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتین اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کسکر کہتین کہ الٰہی
ستارے چھٹک پڑے اور آنکھین سو گئین بادشاہون نے اپنے دروازے بند کر لیے ہر ایک حبیب
اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا اب مین تیرے سامنے کھڑی ہون پھر نماز پڑھتی رہتین جب فجر
ہو جاتی تو کہتین کہ الٰہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا مجھے معلوم نہین کہ تو نے مجھسے یہ
رات قبول فرمائی تو مین مبارکباد اپنے آپ کو دون یا تو نے نامنظور کی تو تعزیت کرون قسم ہے
تیری عزت کی جب تک تو مجھکو باقی رکھیگا اپنا طریق یہی رکھونگی اور اگر تو اپنے دروازے سے
مجھکو جھڑک دیگا تو مین ہرگز نہ ٹلونگی اسلیے کہ میرے جی مین تیرے کرم اور جود سے بہت کچھ ہے اور
[illegible]دہ سے روایت کرتے ہین کہ یہ نابینا تھین رات بھر جاگتین جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک
سے کہتین کہ عابدون نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا تیری رحمت اور فضل مغفرت کیطرف
سبقت کرتے ہین الٰہی مین تیرے ہی ذریعے سے تجھسے سوال کرتی ہون کسی اور کے ذریعے سے
نہین مانگتی کہ تو مجھکو سابقین کے اول زمرے مین کر دے اور مجھکو علیین مین مقربین کے درجے تک پہونچا دے
اور اپنے نیک بخت بندون مین شامل کر دے تو میرے کریم ارحم الراحمین و اکرم الاکرمین اور رب
[illegible]ن کا بڑا ہے پھر سجدے کے لیے ایسی طرح گرتین کہ اونکے دھماکے کی آواز سنائی دیتی پھر
[illegible] تک دعا مانگتی اور روتی رہتین - اور یحیی بن بسطام کہتے ہین کہ مین شعوانہ کی مجلس مین حاضر ہوتا

اور جو کچھ اونکی زیادہ وزاری ہوتی اوسکو دیکھا کرتا ایکبار مین نے اپنے ایک یار سے کہا کہ چلو جب
یہ تنہا ہون تو اوس سے کہین کہ اپنے نفس پر کچھ نرمی کرین اوس نے کہا کہ اختیار ہے چلو ہم اونکی
خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کرین اور اتنا نہ رویا کرین تو جو تمھاری مراد ہے اوسمین
یہ بات زیادہ ممد ہوگی وہ یہ بات سنکر رو پڑین پھر کہا کہ مین تو یہ چاہتی ہون کہ اتنا روؤن کہ میرے تن مین
ایک آنسو نرہے پھر خون رویا کرون یہان تک کہ کسی میرے عضو مین ایک قطرہ خون کا باقی رہے
مگر مجھے رونا کہان آتا ہے میں کب روتی ہون اسی جملے کو بہت دفعہ کہا کہ میں کہان روتی ہون پھر
بیہوش ہوگئیں - اور محمد بن معاذ کہتے ہین کہ مجھسے ایک عابد عورت نے بیان کیا کہ مین نے خواب میں
دیکھا کہ مین جنت میں داخل کی گئی ہون اور دیکھتی ہون کہ تمام اہل جنت اپنے دروازون پر کھڑے ہین مین نے پوچھا
کہ جنت والے کیوں کھڑے ہین مجھسے کسینے کہا کہ اس عورت کے انتظار مین کھڑے ہین جسکے لیے جنتین
آراستہ کی گئی ہین مین نے کہا کہ وہ عورت کون ہے مجھسے کسینے کہا کہ ایک کالی لونڈی ابلہ کے
لوگون کی ہے جسکو شعوانہ کہتے ہین مین نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہے مین اسی گفتگو مین تھی کہ اتنے مین
وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا مین اوڑتی آپہونچی جب مین نے اونکو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو مجھسے محبت
کیا کرتی ہو اپنے رب سے دعا کرو کہ مجھکو بھی تمھارے ساتھ ملادے اونھون نے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے
آنے کا وقت نہین آیا مگر میری دو باتین یاد کرلے اول تو یہ کہ اپنے دل پر مدام غم رکھ دوم یہ کہ اللہ تعالی
کی محبت کو اپنی ہوای نفس پر مقدم رکھ پھر انشاء اللہ تجھکو نقصان نہوگا کبھی تیری موت آوے -
اور عبد اللہ بن الحسن کہتے ہین کہ میرے پاس ایک روم کی لونڈی تھی جس سے مین بہت خوش تھا
ایکرات وہ میرے پاس سوتی تھی مین جو جاگا تو اوسکو پہلو مین نپایا اوٹھکر ڈھونڈھنے لگا دیکھا تو
وہ سجدہ میں پڑی ہوئی کہہ رہی ہے الہی ساعت اوس محبت کے جو تجھکو میرے ساتھ ہے مجھکو بخش دے مین نے
کہا کہ یون مت کہہ کہ جو محبت تجھکو میرے ساتھ ہے بلکہ یون کہہ کہ جو محبت مجھکو تیرے ساتھ ہے اوسکے باعث
گناہ معاف کر اوس نے کہا کہ آقا صاحب یہ نہیں وہی مجھسے محبت رکھتا ہے تو شرک سے نکالکر شرف
اسلام فرمایا اور اوسکی محبت سے یہ ہے کہ مجھے رات کو جگایا حالانکہ بہت اوسکی مخلوق سوتی ہے -
اور ابو ہاشم قرشی کہتے ہیں کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جسکو سریہ کہتے تھے ہمارے ایک مکان مین
آکر ٹھہری مین اوسکی فریاد وزاری رات بھر سے سنا کرتا ایکروز مین نے اپنے خادم سے کہا کہ اس
عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہے اوس نے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہین کرتی یہ کرتی ہے
کہ اپنی نظر آسمان کیطرف سے نہین ہٹاتی اور قبلہ رخ بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہے کہ تونے سریہ کو پیدا کیا

پھر اپنی نعمت سے اوسکو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے مین کیا تیرے سب احوال اوسکے حق مین اچھے ہین تیرے مصائب اوسکے عندیے مین سلوک ہین اور وہ باوجود اسکے اپنے آپ کو تیرے غصے کے لیے معترض ہوتی ہے کہ بے تامل تیری نافرمانی کی جرأت کرتی رہتی ہے کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان کرتی ہوگی کہ تو اوسکے افعال بد نہین دیکھتا ہوگا حالانکہ تو علیم اور بصیر اور ہر چیز پر قادر ہے - اور ذو النون مصری رح فرماتے ہین کہ ایک رات مین وادی کنعان سے نکلا جبکہ وادی کے اوپر گیا تو دیکھا کہ سامنے سے ایک کالی چیز میری طرف کو آتی ہے اور کہتی ہے کہ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اور روتی ہے جب وہ مجھسے نزدیک ہوے تو معلوم ہوا کہ ایک عورت صوف کا جبہ پہنے اور ہاتھہ مین ڈولچی لیے ہے اوسنے کہا کہ تو کون ہے جو خدای تعالے سے فارغ ہوکر اونکی طرف متوجہ ہوتا ہے مین نے کہا کہ ایک مرد مسافر ہون اوسنے کہا کہ تعجب کی بات ہے خدای تعالی کے ہوتے ہوے غربت و سفر کے کیا معنی ہین اوسکے اس کہنے سے رو پڑا اوسنے کہا کہ تو کیون رویا مین نے کہا کہ دوا ایسے درد پر پڑی کہ زخم ہو گیا تھا اور دوا سے جلد اچھا ہونے لگا اوسنے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو کیون روتا ہے مین نے کہا کہ سچے کیا رویا نہین کرتے اوسنے کہا نہین مین نے پوچھا کہ کیا وجہ اوسنے کہا کہ رونا دل کی راحت ہوتا ہے مین اس بات کو سنکر تعجب کرتا رہگیا اور کچھ نکہا - اور احمد بن علی کہتے ہین کہ ہمنے غفیرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی اونھون نے ہمکو اجازت نہ دی ہم دروازہ ہی پر پڑے رہے اور کہین نہ ہلے جب اونکو معلوم ہوا تو وہ دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئین اور یہ کہکر دروازے کھولا کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتی ہون اوس شخص سے جو مجکو تیرے ذکر سے روکے ہم اندر گئے اور اونسے کہا کہ آپ ہمارے لیے دعا کرین اونھون نے فرمایا کہ اللہ تعالی تمھاری ضیافت میرے گھر مین یون کرے کہ تمھاری مغفرت فرماوے پھر ہمسے کہا کہ عطا سلمی نے چالیس برس آسمان کیطرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ سے جو اونسے خیانت کی تو بیہوش ہوکر پڑے اور پیٹ مین کوئی پردہ پھٹ گیا کاش غفیرہ اپنا سر اوٹھائے اور نافرمانی نکرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی کی ہے تو اوسکو دوبارہ نکرے - اور بعض صلحا سے منقول ہے کہ مین ایک روز بازار گیا اور میرے ساتھ ایک حبشی لونڈی تھی مین بازار سے علیحدہ ایک جگہ پر اوسکو بٹھلا گیا اور کسی ضرورت کو چلا گیا اور یہ کہا کہ جب تک مین نہ آؤن یہان سے مت ٹلنا جب مین اپنے کام سے پھر کر آیا تو اوسکو جہان بٹھلا گیا تھا وہان نہ پایا اپنے گھر کو واپس آیا اور نہایت غصہ اوسپر تھا جب اوسنے مجکو دیکھا تو چہرے سے غصہ پہچان گئی اور مجھسے کہا کہ آپ جلدی نکرین میری بات سن لین جس جگہ آپ مجکو بٹھلا گئے تھے وہان مین نے کوئی خدا کا ذکر کرنے والا نپایا مجھے خوف ہوا کہ کہین یہ جگہ دھس نجاوے اسلیے مین

وہان سے چلی آئی راوی کہتا ہے کہ مجکو اوسکی گفتگو سے تعجب ہوا اور اوس سے کہا کہ تو اراذل
اوس سے کہا کہ یہ آیت سب سے زیادہ ناگوار ... کیا مین آپ کی خدمت کیا کرتی تھی تو مجکو دو ثواب ہوتے تھے اب
ایک جاتا رہا - اور ابن علاء سعدی کہتے ہین کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ مختلیہ
اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھی جب ایسی آیت پڑھتین کہ اوسمین دوزخ کا ذکر ہوتا تو روتین
اسیطرح کیا کرتین یہان تک کہ رونے کی کثرت سے اونکی آنکھیں جاتی رہین اوسکے چچازاد بھائیون
نے آپسمیں کہا کہ چلو انکو کثرت گریہ کے باب مین ملامت کریں ہم سب کے سب اونکے پاس گئے اور
پوچھا کہ اے بریرہ تم کیسی ہو جواب دیا کہ مہمان ہین اجنبی زمین مین پڑے ہیں اور اوسکے منتظر ہین کہ
کب کوئی ہمکو بلاوے اور ہم جاوین ہمنے کہا کہ تمہارا یہ رونا کب تک رہیگا آنکھین تو جاتی رہین یہ سنکر اونھون نے
کہا کہ اگر میری آنکھوں کو خدا کے یہان کچھ بہتری ہے تو دنیا مین جو کچھ اونمیں سے جاتا رہا اوس سے
اوسکا کیا نقصان ہے اور اگر اونکو خدا کے یہان برائی ہے تو اور اس سے زیادہ رووینگی یہ کہکر
منہ پھیر لیا لوگوں نے کہا کہ یہان سے اوٹھہ کھڑے ہو انکا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہین اور
معاذہ عدویہ جب دن نکلتا تو کہتین کہ یہ وہ دن ہے جسمین مین مرونگی اور شام تک کچھ نہ کہاتین جب
رات ہو جاتی تو کہتین کہ اس رات میں مرونگی اور صبح تک نمازمین مصروف رہتین - اور ابو سلیمان دارانی
فرماتے ہین کہ مین ایک رات حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا کے یہان تھا وہ اپنی محراب مین کھڑی ہوئیں اور مین مکان کے
ایک گوشے مین اور صبح تک ہم دونوں کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو مین نے کہا کہ جس شخص نے ہمکو
قوت اس رات کے قائم ہونے کی عنایت فرمائی اوسکا شکر یہ کیا ہے حضرت رابعہ نے فرمایا کہ اوسکا شکر
یہ ہے کہ دن کو اوسکے واسطے روزہ رکھیں - اور شعوانہ رحمہا اپنی دعا میں یوں کہا کرتیں کہ الٰہی مجھے تیرے
ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہان توقع
کرنے والوں کی امید نہیں ٹوٹتی مشتاقون کا شوق تیرے یہان نکما ہو الٰہی اگر اب میری موت ہو اور
کسی عمل نے مجکو تجھسے نزدیک کیا ہو تو اپنی بیماریون کا ذریعہ گناہوں کے اقرار کو کرتی ہوں پس اگر
تو معاف فرماویگا تو تجھسے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دیگا تو تجھسے عادل تر کون ہے
الٰہی میں نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اوسپر ستم کیا اب اوسکے واسطے تیرا حسن نظر رہا ہو اگر تو اوسکا
مطلب پورا نہ فرماویگا تو اوسکی خرابی اور تباہی ہے الٰہی تو میری زندگی بھر مجھپر احسان کرتا رہا تو اس
احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما اور جو شخص مجکو ایام حیات میں میرا ذمہ دار احسان کا رہا ہے اس سے
مجکو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھے بخشش کرے الٰہی تو تو میری حیات مین ہمیشہ ذمہ دار میرا تھا

سلوک ہی کا رہا تو پھر بعد مرنے کے مین تیری حسن نظر سے کسطرح مایوس ہون الٰہی اگر میرے گناہون نے
مجکو ڈرایا ہے تو جو محبت مجکو تجسے ہے اوسنے اطمینان دلایا ہے پس میرے معاملے کو اوسطرح بھگتا
جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل کر اوس شخص پر کہ جو جہل مین مغرور ہے الٰہی اگر تجکو میری رسوائی
منظور ہوتی تو تو مجکو ہدایت نفرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیون کرتا پس جس سبب سے
کہ تونے ہدایت کیا اوسی سے مجکو بہرہ ور فرما اور جس باعث سے پردہ پوشی کی اوسیکو ہمیشہ کر الٰہی مجھے
گمان نہین کہ جس مطلب مین مینے اپنی عمر کاٹی اوسکو تو نامنظور فرما کر مجکو ہٹا دیگا الٰہی اگر مین گناہ نکیا
ہوتا تو تیری عذاب سے کیون ڈرتی اور اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیون کرتی۔ اور جوصح
کہتے ہین کہ ہم رحلہ عابدہ کے پاس گئے اونکا حال یہ تھا کہ روزہ رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھین اور روتے روتے
اندھی ہو گئی تھین اور نماز پڑھتے پڑھتے بیکل ہو گئی تھین نماز بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتی تھین ہمنے اونکو سلام
کیا اور کچھ بیان عفو الٰہی کا کیا تا کہ اونپر معاملہ آسان ہو جاوے اونھون نے سنکر ایک چیخ ماری اور فرمایا کہ
من آنم کہ من دانم میرے نفس کا حال مجھی کو معلوم ہے اسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہو رہا ہے مین چاہتی ہون
کہ کاش خدای تعالی مجکو نہ پیدا کرتا اور میرا کچھ ذکر دنیا مین نہوتا یہ کہکر پھر نماز پڑھنے لگین۔ پس اگر تمکو اپنے
نفس کی نگاہداشت اور حفاظت منظور ہو تو ان مردون اور عورتون کا حال دیکھو جنھون نے اجتہاد کیا تاکہ
تمکو بھی سرور آبھرے اور حرص اجتہاد زیادہ ہو اور اپنے زمانے والون کیطرف ہرگز مت دیکھنا جنکے باب مین
خدای تعالی فرماتا ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور اجتہاد والونکی
حکایتین بیشمار ہین ہمنے جسقدر لکھی ہین عبرت والے کے لیے بس ہین اور اگر تمکو زیادہ دیکھنا منظور ہو
تو کتاب حلیۃ الاولیا کا مطالعہ ہمیشہ کیا کرو اوسمین بیان احوال صحابہ اور تابعین اور اونکے بعد کے
لوگون کا ہے اوسکے دیکھنے سے تمکو معلوم ہو گا کہ تم اور تمھارے اہل زمانہ سب اہل دین سے بمراحل
دور ہین پھر اگر تمھارا نفس اسی زمانے والون کو دیکھنے کو کہے اور یہ حجت کرے کہ خیر اسی زمانے مین ہے کہ
بہت سے مددگار ہین علاوہ اسکے اگر انکی مخالفت کرتے ہو تو لوگ دیوانہ کہینگے اور ہنسی کرینگے اسلیے
ضرور ہوا کہ ع با ہمین مردمان بباید ساخت جو اونکا حال ہو گا وہی تمھارا ہو گا مصیبت بھی ہو گی تو سب پر
ہو گی اور مثل مشہور ہے مرگ انبوہ جشنے دارد تو نفس کی اس دلیل سے ایسا نہو کہ تم دھوکا کھا جاؤ اور
اوسکے مکر مین مبتلا ہو جاؤ بلکہ اوس سے یون کہو کہ بھلا اگر کوئی بڑی سیلاب آتی ہو جو شہر کو تباہ
کردے اور لوگون کو اوسکی حقیقت معلوم نہوا سیلیے وہ راہ احتیاط نہ چلین اور اپنی جگہ سے نہلین اور
تمکو اونسے علیحدہ ہونے کی طاقت ہو کہ کشتی مین سوار ہو کر اوس سیلاب سے بچ سکتے ہو تو اوسوقت بھی

تمہارے دل میں کہتا ہے کہ مرگ انبوہ جشنے دارد اسوقت تو تم اونکی موافقت نہیں کرتے اور
اونکی احتیاط کرنے کو حماقت سمجھتے ہو اور اپنے بچاؤ کا فکر کرتے ہو پس جب ڈوبنے کے ڈر سے جسکا
عذاب ایکساعت کا ہے تم لوگوں کی موافقت ترک کرتے ہو تو پھر کیا بات ہے کہ جو عذاب ہمیشہ کا ہے
اوس سے گریز نہیں کرتے اور ہر وقت اوسکے مستحق ہوتے چلے جاتے ہو اور مصیبت جب عام ہوتی ہے
تو اچھی معلوم ہوتی ہے یہ بھی بیان درست نہیں اسلیے کہ دوزخیوں کو اتنی مہلت کہاں جو عام یا خاص
کیطرف التفات کریں سوا اسکے دیکھو کہ کفار کو صرف اپنے اہل زمانہ کی موافقت ہی نے تباہ کیا اور انھوں
نے بھی یہی کہا تھا اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ غرضکہ جب تم
نفس کے حساب کرنے میں مشغول ہو اور اوس سے اچھا لو اور وہ کہنا نہ مانے تو اوسکو ملامت کرنے
اور جھڑکنے سے باز نہ آؤ اور اوسکو جتاتے رہو کہ یہ نافرمانی تیرے حق میں بری ہے پس کیا عجب ہے کہ وہ
ان باتوں کے باعث اپنی سرکشی سے باز رہے چھٹا مقام نفس کی توبیخ اور عتاب میں
واضح ہو کہ سب سے زیادہ دشمن آدمی کا اوسکا نفس ہے جو بغل کا گھر بستا ہے وہ بدی کا امر کرتا ہے اور
مائل بشر پیدا ہوا ہے خیر سے بھاگتا رہتا ہے اور آدمی کو اوسکے تزکیہ اور درست رکھنے اور زبردستی
خدا تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرے اور شہوات سے روکے اور لذات سے علیحدہ رکھنے کا حکم
ہوا ہے پس اگر آدمی اسکی خبر نہ لے تو سرکشی کر کے بھاگ جاتا ہے اور پھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر ہمیشہ
ڈانٹ اور عتاب اور ملامت کرتا ہے تو وہی نفس پھر نفس لوامہ ہو جاتا ہے جسکی قسم خدا تعالیٰ نے
کھائی ہے اور توقع ہے کہ رفتہ رفتہ نفس مطمئنہ ہو جاوے جو زمرہ بندگان الٰہی میں راضی اور مرضی ہو کر بلایا
جاویگا اسلیے آدمی پر لازم ہے کہ کسیوقت اوسکی نصیحت اور عتاب سے غافل نہ رہے اور دوسرے کو نصیحت
جب کرے جب اول اپنے نفس کو کر چکے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابن مریم
تو اپنے نفس کو نصیحت کر اگر وہ نصیحت مان جاوے تو پھر لوگوں کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے شرم کر اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَذَكِّرْ
فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اوسکا طریقہ یہ ہے کہ نفس کیطرف متوجہ ہو کر اوسکی بیوقوفی اور جہالت اور
نادانی ثابت کر دے کہ ہمیشہ اپنی دانائی اور ہدایت کو زیادہ سمجھتا ہے اور اگر اوسکو احمق کہدے
تو بہت ہی برا مانتا ہے پس اوس سے یوں کہنا چاہیے کہ اے نفس تو کتنا بڑا جاہل ہے تو تو کہتا ہے
کہ میں حکمت اور ذکا اور دانائی میں یگانہ ہوں مگر تیرے برابر بیوقوف اور کم فہم کوئی نہیں کیا تو
نہیں جانتا کہ جنت اور دوزخ تیرے سامنے ہیں اور انمیں سے ایک میں تو عنقریب جاویگا پھر تجھے
کیا ہوا ہے کہ خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے اور کھیل میں مشغول رہتا ہے حالانکہ تجھے یہ بڑا کام لگا ہے

شاید آج یا کل تجکو موت آدباوے اور جسکو دور سمجھتا ہے خدا کے نزدیک وہ قریب ہی ہوگیا تجھے یہ معلوم نہین کہ جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ قریب ہی ہوتی ہے بعید وہ ہی جو آنے کی نہین کیا یہ نہین جانتا کہ موت جب آتی ہے تو یکایک آتی ہے نہ کوئی پہلے اوسکا قاصد آوے نہ کچھ وعدہ اور پیام ہوتا یہ کہ گرمی مین آوے اور جاڑے مین نہ آوے یا جاڑے مین آوے گرمی مین نہ آوے یا دن کو آوے رات کو نہ آوے یا رات کو آوے دن کو نہ آوے یا لڑکپن مین آوے جوانی مین نہ آوے یا جوانی مین آوے لڑکپن مین نہ آوے بلکہ ہر ایک سانس مین ناگاہ موت کا آنا ممکن ہے اور اگر موت دفعۃً نہو تو مرض تو دفعۃً ہوتا ہے جو موت پر پہونچا دیتا ہے پس معلوم نہین تجھے کیا ہوا ہے کہ باوجودیکہ موت اتنی نزدیک ہے اوسکی تیاری نہین کرتا کیا تو اس آیت کو نہین سمجھتا اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ اگر تو خداے تعالیٰ کی نافرمانی پر اسلیے جرات کرتا ہے کہ تیرے اعتقاد مین خداے تعالیٰ تجکو نہین دیکھتا تو تو بڑا کافر ہے اور اگر خداے تعالیٰ کو اپنے اوپر مطلع سمجھتا ہے تو سخت بیحیا ہے اگر تیرے سامنے کوئی تیرا غلام بلکہ تیرا بھائی کوئی ایسی بات کرے جو تجکو بری معلوم ہو تو تو کتنا ناک منہ چڑھاوے اور غصہ کھاوے پھر کونسی جرات سے تو خداے تعالیٰ کے غصے کا متعرض ہوتا ہے اور اوسکے عذاب و عقاب سے نہین ڈرتا کیا تجکو یہ گمان ہے کہ اوسکے عذاب کی برداشت کرسکونگا ہرگز نہین یہ بات دل سے دور رکھ اور اگر اوسکے عذاب کا امتحان کیا چاہے تو ایک ساعت پیش آفتاب مین یا حمام تیز مین بیٹھ یا اپنی اونگلی آگ سے قریب کرتا کہ قدر طاقت اور حوصلہ اپنا معلوم ہو جاوے یا یہ مغالطہ ہے کہ خداے تعالیٰ کریم اور صاحب فضل ہے اوسکو کیسکی طاعت کی حاجت نہین پس اللہ تعالیٰ کے کرم پر دنیا کے کامون مین کیون نہین اعتماد کرتا جب کوئی دشمن تیرا قصد کرتا ہے تو کیون حیلے اوسکے دفع کے کرتا ہے جب کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسکو دور کردیگا یا جب کوئی کام دنیاوی تجکو دبائے ہے جو بدون روپیے پیسے کے نہین سرانجام ہوتا تو اوسوقت تیرا کیون دم سا نکلتا ہے اور اوسکی طلب مین بیسیون حیلے بناتا ہے اوسوقت اعتماد کرم الٰہی پر کہان جاتا ہے کیون نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کوئی خزانہ بتلا دیگا یا کسی اپنے بندے کو بھیجدیگا کام بدون تیرے ہاتھ پانون ہلائے سرانجام کردیگا کیا تو یہ جانتا ہے کہ خداے تعالیٰ آخرت ہی مین کریم ہے دنیا مین نہین اور تجھے تو معلوم ہے کہ خداے تعالیٰ کا طریقہ اور دنیا و آخرت کا پروردگار ایک ہی ہے اور انسان کے لیے صرف وہی ہے

پس تیرے جھوٹے دعوی اور نفاق بڑے ہی عجیب ہیں اسلیے کہ تو زبان سے تو دعوی ایمان
کرتا ہے مگر نفاق کا اثر تجھپر ظاہر ہے دیکھ تیرا آقا او پروردگار فرماتا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ
فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور آخرت کے باب میں فرماتا ہے وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ
إِلَّا مَا سَعَىٰ ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص دنیا کے امر کی کفالت تو خود اوسنے
فرمائی ہے کہ تیری سعی کی اوسمین کچھ حاجت نہین اور آخرت کو تیرے کی کمائی پر منحصر رکھا مگر
تو نے اپنے افعال سے خدای تعالی کو جھوٹا کیا کہ جس چیز کی کفالت وہ کرتا ہے اوسپر تو مدہوشون
اور باولون کیطرح گرتا ہے اور امر آخرت کو جو تیری سعی پر منحصر رکھا تھا اوس سے بالکل روگردان اور
حقارت کنان ہے پس یہ تو نشان ایمان نہین اگر زبان سے ہی ایمان معتبر ہوتا تو منافق دوزخ کی
سب سے نیچے درجے مین کیون ہوتے ارے کم بخت گویا تو روز حساب پر ایمان نہین رکھتا اور گمان کرتا ہے
کہ مرنے کے بعد تجھکو رہائی ہو جاویگی اور بھاگ جاویگا ہرگز ایسا نہو گا اللہ تعالی فرماتا ہے أَيَحْسَبُ
الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ
الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ پس اگر تجھکو یہی گمان ہے کہ ویسے ہی چھوڑ دیا جاویگا
تو تیری برابر اور جاہل نہین اور تو پکا کافر ہے یہ تو سوچ کہ اللہ تعالی نے تجھکو کس چیز سے بنایا ہے
جیسا کہ خود فرماتا ہے قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِن نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ
ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ پھر کیا تو اسکو جھوٹ جانتا ہے
کہ جب وہ چاہیگا تجھکو مرنے کے بعد اوٹھا کھڑا کریگا اگر تو جھوٹ نہیں جانتا تو پھر احتیاط کیون
نہیں کرتا اور اگر بالفرض کوئی یہودی تجھسے کہدے کہ تیرے مرض میں فلاں کھانا مضر ہے گو وہ
تیرے نزدیک سب کھانوں سے لذیذتر ہو مگر تو اوس سے صبر کرلیگا اور اوسکو چھوڑ دیگا اور حج
کرا کرلیگا اب ہم پوچھتے ہین کہ جن انبیا کو معجزے عنایت ہوے انکا قول اور خدای تعالی کا قول اوسکی
آسمانی کتابوں میں تیرے نزدیک اتنا بھی نہین کہ ایک یہودی کے قول کی برابر ہو جو اٹکل پچو بے دلیل باوجود
نقصان علم وعقل کے کہدیتا ہے کہ اوسکا اثر تو ہوتا ہے اور خدا اور رسول کے کہنے کا اثر نہین ہوتا اوس سے
عجیب تر یہ ہے کہ اگر کوئی لڑکا تجھسے کہدے کہ تیرے کپڑون مین ایک بچھو ہے تو بدون اسکے کہ تو کوئی حجت
پوچھے فورا اپنے کپڑے پھینک دیتا ہے کیا انبیا اور علما اور حکما اور تمام اولیا کا قول تیرے نزدیک
لڑکے کے قول سے بھی کمتر ہے جو محض نادان ہوتا ہے یا یہ کہ جہنم کی حرارت اور اوسکے طوق اور عذاب
او سیہر ادر گرز ادر پیپ او رہوای گرم او رسانپ بچھو کو دنیا کے بچھو سے کم جانتا ہے جسکی تکلیف اڑکر

ایک ذرہ یا اوس سے بھی کم ہوتی ہے یہ کام تو دانشمندون کا نہیں بلکہ اگر بہائم پر تیرا حال منکشف ہو تو تجھپر اور تیری عقل پر ہنسین پھر امر کم سخت اگر تو ان سب پر ایمان رکھتا ہے اور وثوق چاہتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عمل مین لیت ولعل کرتا ہے موت تو تیری گھات مین لگی ہے کیا عجب ہے کہ مہلت لیے بغیر ہی لیجانیکے واسطے آجاے تو کس باعث سے اوس سے نڈر بیٹھا ہے کہ جلد نہ آویگی اور ہم نے مانا کہ تجھکو سو برس کی مہلت دیجاوے تب بھی تو راہ بدون کاٹے نہین کٹتا اور کام بدون کیے تمام نہین ہوتا فرض کرو کہ ایک شخص فقہ سیکھنے کو گھر سے باہر نکلے اور باہر جاکر برسون بیکار نکما بیٹھا رہے اور نفس کو وعدہ کرتا ہے کہ پچھلے برس سیکھ لونگا جب گھر کو جانے کے تھوڑے دن رہینگے تو تجھکو اوس شخص کی عقل پر ہنسی آویگی کہ یہ بھی عجیب شخص ہے کہ ذراسی مدت مین فقہ سیکھنا چاہتا ہے یا بدون فقہ سیکھے فقہا کے منصب کا طالب ہے اور خداے تعالی کے کرم پر بھروسا رکھتا ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ آخر عمر مین کوشش عمل مین کرنی نافع ہے اور اوس سے بلند درجے ملتے ہین تو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ابھی زندگی بہت باقی ہے شاید یہی روز آخری ہو پس اوسمین مشغول بعبادت نہونے کے کیا معنی اگر مہلت کا پروانہ بھی مل گیا ہو تب بھی عمل کی مبادرت نہ کرنے اور لیت ولعل کرنے کی کیا وجہ ہے بجز اسکے کہ اپنی خواہشون کے خلاف کرنے سے عاجز ہے اسلیے کہ اوسمین محنت ومشقت ہوتی ہے پس اگر یہ انتظار ہے کہ عبادت ایسے دن کرین جس دن مخالفت شہوات کی دشوار نہ معلوم ہو تو ایسا دن نہ خداے تعالی نے کبھی پیدا فرمایا نہ آگے کو پیدا فرماوے جنت تو جب ملیگی تو شاق باتون سے چھپی ہوی ملیگی اور یہ کبھی نفس پر ہلکی نہ معلوم ہونگی اسکا وجود تو محال ہے سچ تو یہی کہ کب سے تو وعدہ کرتا ہے کہ کل کرونگا اور کل کل کرتے ہر ایک کل آج ہوتی جاتی ہے جب آج ہی نکیا تو کل کیا کریگا تجھے یہ معلوم نہین کہ جو کل آج ہوگئی اوسکا حکم گذشتہ کا ہوگیا بلکہ اصل یہی ہے کہ تو آج اگر عاجز ہے تو کل کو عاجز تر ہوگا اسواسطے کہ شہوت مثل جمے ہوے درخت کے ہے جسکا اکھاڑنا بندے کے لیے داخل عبادت ہے پس اگر سستی کے باعث اوسکو نہ اوکھاڑا اور دوسرے دن پر رکھا تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ جب آدمی قوی اور جوان ہو اوسوقت درخت کے اوکھاڑنے سے عاجز ہو کر ایک برس اور اوسے رہنے دے اور جانتا ہو کہ مدت کے زیادہ ہونے سے درخت مین مضبوطی زیادہ ہوجاتی ہے اور آدمی مین ضعف آتا جاتا ہے تو جس درخت کو کہ جوان ہوکر نہ اوکھاڑ سکا اوسکو بڑھاپے مین کبھی نہ اوکھاڑ سکے گا شیخ سعدی رح فرماتے ہین قطعہ

درختے کہ اکنون گرفتست پاے	بنیروے شخصے برآید ز جاے
وگر ہمچنان روزگارے ہلی	بگردونش از بیخ بر نگسلی

واقعی یہ ہے کہ بڑھاپے کی بابت یک مشقت ہی مشقت ہے مثل مشہور ہے کہ بوڑھے توتے نہیں پڑھتے
چھڑیے کی تادیب محض تعذیب ہے ہر لکڑی کو جہاں سے چاہو موڑ لو اگر خشک ہو جاویگی تو پھر نہ مڑیگی

چوب تر را چنانکہ خواہی پیچ	نشود خشک جز بآتش راست

پس اے نفس اگر تو ایسی صاف صاف باتوں کو بھی نہیں سمجھتا اور تاخیر پر مائل ہے تو پھر کیوں اپنے آپ کو عاقل کہتا ہے اس حماقت سے بڑھکر اور کونسی ہوگی اور شاید تو یہ تقریر کرے کہ مین عمل پر اسلیے مستقیم نہیں ہو سکتا کہ لذت شہوات کا حریص ہون اور تکلیف و مشقت پر کم صبر کر سکتا ہوں تو یہ نہایت ہی درجے کی حماقت اور بیہودہ سرے کا برا عذر ہے اسلیے کہ اگر یہ بات تیری سچی ہے تو ایسی شہوات کا طالب کیوں نہیں ہوتا جو ابد الآباد تک صاف اور خالی از جملہ کدورات ہون اور انکے ملنے کی توقع جنت کے سوا اور جگہ نہیں اگر واقع مین تو شہوت ہی کا حریص ہے تو یہ حرص اسیطرح مٹ سکتی ہے کہ تو شہوات دنیاوی کے خلاف کرے ورنہ ایسا اکثر ہوتا ہی کہ ایک لقمہ کے باعث بہت سے لقموں سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اور ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کسی مریض کو کوئی طبیب کہے کہ ٹھنڈا پانی تین دن مت پینا تاکہ تندرست ہو جائے اور پھر مزے سے عمر بھر پیا کرو اور یہ بھی کہدے کہ اگر اس تین دن کے عرصے میں پانی پیوگے تو کسی سخت مرض دیرپا مین مبتلا ہو جاؤگے اور تمام عمر کا پینا چھوٹ جاویگا تو اسوقت پر مقتضائے عقل اوس بیمار کے لیے کیا ہے تین دن صبر کرکے تمام عمر عیش سے رہے یا اوسیوقت اپنی خواہش پوری کرے کہ مجھسے تین دن صبر نہ ہو سکیگا اور مخالفت خواہش کی تکلیف برداشت ہو سکیگی گو اوسکے بعد تین سو دن یا تین ہزار دن برداشت کرنی پڑیں اب اگر تمام عمر کو مدت آسایش اہل جنت اور عذاب اہل دوزخ کے ساتھ نسبت کر دیکھیو یعنی ایام ابد کی کہ ابد کیطرف نسبت کر تو جو نسبت تین دن کو ہے تمام عمر کیطرف اوس سے بھی وہ تھوڑی ہی ہوگی گو آدمی کی عمر کتنی ہی بڑی ہو کیونکہ صورت اول نسبت محدود چیز کی ہے لا انتہا شی کیطرف جو واقع مین کچھ بھی نہین اور صورت دوم مین ایک کی نسبت دوسری محدود چیز کیطرف ہے یہ خواہ مخواہ بڑی ہوگی اور یہ تو کوئی بتائے کہ شہوات سے صبر کرنے کی تکلیف سخت اور اوسکی مدت بڑی ہے یا درکات دوزخ مین رہنے اور آگ کی تکلیف سہنے کی پس جو شخص کہ مجاہدے کی تکلیف کی برداشت نہین کر سکتا اوس سے خدای تعالی کے عذاب کی تکلیف کیسے برداشت ہوگی پس تو جو اپنے نفس پر شفقت کر کے نیکی میں سستی کرتا ہے تو دو حال سے خالی نہین یا تو خفیہ کفر رکھتا ہے یا علانیہ بیوقوفی کفر خفی تو یہ ہے کہ روز حساب پر ایمان ضعیف ہوا اور مقدار ثواب و عذاب کو نہ پہچانتا ہوا اور علانیہ بیوقوفی یہ ہے کہ خدای تعالے کے کرم اور عفو پر اعتماد ہو اور

اوسکی ان باتون پر التفات مت ہو کہ وہ عذاب دینے کے لیے مہلت بھی دیتا ہے اور تیری عبادت کی اوسکو کچھ پروا نہین پھر باوجود اسکے روٹی کے تقیے مین یا مال کے بابت مین یا خلق سے کسی کلمے کے سننے مین خدای تعالی کے کرم پر اعتماد نہین کرتا بلکہ جتنے حیلے اسباب مین حصول غرض کے لیے ہین سب کو استعمال مین لاتا ہو اسی جہالت کے باعث حماقت کا لقب تجھکو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوا چنانچہ فرمایا الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ہواہا وتمنی علی اللہ الامانی ارے کم بخت دنیا کی زندگی پر مغرور مت ہو اور رحمۂ الٰہی کسی چیز سے خدای تعالی پر مغالطہ کھا تو اپنا آپ فکر کر دوسرے پر تیرا مطلب مبہم نہین اپنے اوقات ضائع مت کر کہ چند نفس گنتی کے ہین جب ایک سانس چلا جاتا ہے تو تجہ مین سے کچھ کم ہی ہو جاتا ہے بیمار ہونے سے پیشتر تندرستی کو غنیمت جان اور شغل سے پیشتر فارغ ہونے کو اور مفلسی سے پہلے توانگری کو اور بڑھاپے سے پہلے جوانی کو اور موت سے پیشتر زندگانی کو اور جبتک تو آخرت مین رہیگا اوسیقدر اوسکی تیاری کر دنیا مین بھی تو تو اسطرح کرتا ہے کہ جتنی مدت جاڑے کی ہوتی ہے اوتنے ہی دنون کا سامان کیا کرتا ہے کہ غذا اور لباس اور لکڑیان وغیرہ لوازم اکٹھا کر لیتا ہے اور انمین سے کسی چیز مین خدای تعالی کے کرم پر تکیہ نہین کرتا کہ وہ آپ اپنے فضل سے سردی کی تکلیف بدون جبہ اور اون اور لکڑی وغیرہ کے دفع کر دیگا حالانکہ وہ ان سب امور پر قادر ہے تو پھر کیا تجہے یہ گمان ہے کہ جاڑون کی سردی کی نسبت کہ جہنم کے زمہریر مین سردی کم ہوگی یا تھوڑے دنون رہیگی یا یہ گمان ہے کہ وہان کے زمہریر سے بدون کچھ کیے نجات ہو جائیگی یہ بات دل سے دور رکھ بلکہ جیسی جاڑے کی سردی بدون لباس اور آگ اور دوسرے لوازم کے نہین جاتی اسطرح حرارت و برودت جہنم بھی بدون گڈھی توحید اور طاعت کے خندقون کے نہین جانے کی اور کرم الٰہی یہ کیا تھوڑا ہو کہ تجکو طریق قلعہ بند ہونے کا بتلایا اور اوسکے سامان تیرے لیے مہیا کیے جیسے جاڑے کی سردی کو دفع کے لیے آگ کو پیدا کیا اور اوسکے نکالنے کا طریق سنگ اور لوہے وغیرہا سے بتلا دیا تاکہ تو خود سردی کو اپنے اوپر سے ٹال سکے کرم اوسکا اسمین نہین ہے کہ بدون قلعہ کے تجسے عذاب دور کرے یا بدون لوازم و اسباب ظاہری کے سردی گرمی کو ٹالے رکھے اور جسطرح کہ لکڑیون کا خریدنا اور جبہ وغیرہ کا لینا کچھ خدای تعالی کے کام کا نہین وہ ان سب سے بے پروا ہے بلکہ ان چیزونکو صرف تیرے آرام کے لیے بنایا ہے اسیطرح جتنے طاعات اور مجاہدات ہین اونسے بھی وہ مستغنی ہو یہ چیزین صرف تیری نجات کے لیے ہین مولانا روم فرماتے ہین شعر

	بلکہ تا بر بندگان جودے کنم		من نکردم امر تا سودے کنم	

پس جو کوئی اچھا کریگا وہ اپنے واسطے اور برا کریگا تو اپنے واسطے اللہ تعالی سب سے بے پرواہ ہے پس ہمارا ایسا جہل چھوڑ اور آخرت کو دنیا پر قیاس کر اللہ تعالی فرماتا ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ اور فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ اور فرمایا أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا اور یہ اور بد کریم کے طریق و عادت میں کچھ تغیر و تبدل کی راہ نہیں اسی صحت میں تو تجھے دنیا ہی سے مالوف اور مانوس دیکھتا ہون اسی جہت سے اوسکی جدائی تجھ پر شاق ہے تو اوس سے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور اپنے نفس میں اوسکی دوستی مضبوط کرتا جاتا ہے تو جان لے کہ تو خدا ہی تعالی کے ثواب اور عذاب و احوال قیامت اور وہان کے حالات سے غافل ہے اور اسی جہت سے موت پر تجھکو ایمان و یقین نہین کہ اوس سے تجھ میں اور تیرے دل چاہتی چیزوں میں جدائی ہو گی بھلا بتا تو کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے گھر میں جاوے اسلئے کہ دوسرے دروازے سے نکل جاوے اور راہ میں کسی خوبصورت پر جا نگاہ ڈالے کہ بہت دل اوس میں مصروف ہو جاویگا اور انجام کو اوسکی جدائی ضرور ہو گی تو ایسا شخص عاقل ہو گا یا احمق کا تمیمن ایسے ہی یہ دنیا مالک الملوک کا گھر ہے اور تجھکو اسمیں صرف اجازت گذرنے کی دی گئی ہے اور جتنی چیزیں اس دنیا میں ہیں وہ اس سے سفر کرنے والون کے ساتھ نہین جاتین موت کے بعد دنیا ہی میں رہتی ہین اور اسیواسطے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي أَحْبِبْ مَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ تجھے کیا معلوم نہیں کہ جو شخص دنیا کی طرف التفات کرے اور اوس سے مانوس ہوتا ہے باوجودیکہ موت اوسکے پیچھے ہے تو جب اوسکو چھوڑتا ہے بہت سی حسرت لیجاتا ہے اور توشہ اپنا زہر قاتل کو کرتا ہے اور وہ خود نہیں جانتا گذرے ہوئے لوگوں کا حال نہین دیکھتا کیسے اونچے مکان بنائے پھر چھوڑ کر چلے گئے شعر

	رفت و منزل بدیگرے پرداخت		ہر کہ آمد عمارت نو ساخت	

اونکی زمین و ملک پر اللہ تعالی نے کیسے اونکے دشمنون کو وارث کر دیا ہی دیکھ لے کہ جو چیزین اونکے کھانے کی نہ تھین اوسکو کیونکر جوڑتے ہیں اور جس مکان میں نہیں رہتے اوسکو کس طرح بناتے ہیں اور توقع ایسی کرتے ہین جو اونکو نہین ملتی ہر ایک شخص اپنا مکان آسمان کی طرف کو بناتا ہے اور اوسکے رہنے کی جگہ قبر زمین کے اندر ہو گی تو بتاؤ کہ دنیا میں حمق اور رخم عقل اس سے بڑھکر اور کیا ہو گی کوئی اپنی دنیا کو آباد کرتا ہے حالانکہ اوس سے سفر ضرور کریگا کوئی اپنی آخرت خراب کرتا ہے حالانکہ اوسکی طرف ضرور جاویگا پس اے نفس تجھکو ان احمقون کی حماقت میں موافقت کرنے سے شرم نہین آتی اب فرض کر کہ تو اہل بصیرت میں سے نہین

کہ جسکو یہ باتین سوجھین بلکہ سرشت ہی سے جانتا ہے کہ کسیکی موافق ہو جاوئے اور کسیکا اقتدا کرے تو اس صورت مین انبیا اور علما اور حکما کی عقل کو اور ان لوگون کی عقل کو جو دنیا پر اوندھے منہ گرے ہوے ہین مقابلہ کر اور اگر تو اپنے آپ کو عاقل جانتا ہے تو انمین سے جو تیرے نزدیک زیادہ عاقل ہون اونکا اتباع اور اقتدا کر اے نفس تیرا حال عجیب ہے اور جہل نہایت سخت اور سرکشی ظاہر تر تعجب ہے کہ تو ان صاف اور کھلی باتون سے اندھا بن رہا ہے شاید جاہ کی محبت سے تیری آنکھون مین چربی چھا گئی ہے تو یہ نہین سوجھتا کہ جاہ صرف بعض لوگون کے میل کرنے کا نام ہے تو فرض کرے کہ جتنے لوگ روی زمین پر ہین سب تجھے سجدہ کرتے ہین اور کہا مانتے ہین پھر کیا تو یہ نہین جانتا کہ پچاس یا سو برس کے بعد نہ تو یہ روی زمین پر رہیگا نہ وہ جنھون نے تجھے سجدہ کیا تھا اور تیری اطاعت کی تھی اور پھر ایک اور زمانہ آویگا کہ جسمین نہ تیرا ذکر رہیگا نہ اون شخصون کا ذکر رہیگا جو تیرا ذکر کرتے تھے جیسے تجھسے پیشتر کے پادشاہون کا حال ہوا کہ اب کہین بتاوے کسیکا نام و نشان پایا جاتا ہے پس ایسی چیز جو ہمیشہ کو رہے اوسکو ایسی چیز کے عوض مین جو پچاس یا سو برس رہے تو کیسے بیچتا ہے اور جاہ بھی اوس صورت مین کہ تو زمین کے پادشاہون مین سے کوئی پادشاہ ہوا اور مشرق و مغرب تیری اطاعت کرین اور جمیع لوازم اوسکے تیرے پاس موجود ہون اور جس صورت مین کہ تو اپنے ادبار اور نحوست سے کسی محلے کا کیا اپنے گھر کا مالک نہو تو اوس صورت مین آخرت کو چھوڑنا نہایت ہی حماقت ہے پھر اگر آخرت کی رغبت کے باعث تجھسے دنیا نہین چھوٹتی اسوجہ سے کہ تو جاہل ہے اور بصیرت نہین رکھتا تو یہی خیال کر کے چھوڑ دے کہ دنیا کے شریک خسیس ہین اور اسمین مشقت بہت ہی اور جلد فنا ہو جاتی ہے جب بہت دنیا تجھے چھوٹے ہوے ہی تو تو اوسمین سے تھوڑی کو کیون نہین چھوڑتا یعنی بہت مال اگر تیرے پاس نہین آتا تو تھوڑے کو خود مت لے اور اگر دنیا تیرے موافق ہو تو تو خوش کیون ہوتا ہے تیرے شہر ہی مین بہت لوگ کافر ایسے ہونگے جو دنیا مین تجھسے بڑھکر ہونگے اور اوسکی لذت و زینت اونکے پاس تجھسے زیادہ ہوگی پس تف ہی دنیا پر جسمین خسیس لوگ بھی تجھسے بڑھکر ہین اور چونکہ تو انبیا اور صدیقین مقربین کے زمرے مین رہنے اور رب العالمین کے ہمسایہ مین رہنے سے منہ پھیر کر ان احمق جاہلون کی جماعت مین جو تیون کے پاس رہنا اختیار کرتا ہے اور وہ بھی چند روز کے لیے تو معلوم ہوا کہ تو بڑا ہی جاہل اور ہمت کا خسیس اور عقل کا کچا ہے کہ نہ دنیا ہی ملی نہ دین ہی ملا۔ ارے کم بخت اب تو سبقت کر کہ مرنے پر آپہونچا موت نزدیک آگئی پیام اوسکا آموجود ہوا جو کرنا ہے اب کر لے تیرے بعد نہ کوئی تیری طرف سے نماز پڑھیگا

بر رہ رکھیگا خدای تعالی تجھے راضی کردیگا ای کم بخت اب تیری زندگی کے چند روز رہ گئے ہیں
اور یہی تیرا سرمایہ ہے بشرطیکہ اسمیں تو تجارت کرے اکثر سرمایہ تو تو ضائع کر ہی چکا ہے کہ اگر تمام عمر
اوس پر بیٹھ کر روتا رہے تو وہ بھی تھوڑا ہے اب اگر عادت پر اصرار کرکے باقی عمر کو بھی تلف
کرڈالیگا تو کیا حال ہوگا کیا تو نہیں جانتا کہ موت تیری وعدے کی جگہ ہے اور قبر تیرا گھر اور مٹی تیرا
بستر اور کیڑے تیرے انیس اور بڑا خوف تیرا حلیف ہے اور خوف اکبر قیامت کا سامنے لگا ہوا ہے کیا
تجھے معلوم نہیں کہ مردوں کا لشکر شہر کے دروازے پر تیرا منتظر ہے اور قسمیں کھائے ہیں اور پکی قسمیں
دے لی ہیں کہ جب تک تجھے ساتھ نہ لے لینگے نہ ٹلینگے کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سب تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہمکو
ایک روز دنیا میں جاکر اپنے قصوروں کا تدارک کرادیں اور تجھکو تو یہ بات حاصل ہے اگر تو اپنی عمر کا
ایک روز تمام دنیا کی عوض اونکے ہاتھ بیچے تو وہ اوسکو ہزار جوتی خرید لیں بشرطیکہ اونکو قدرت ہو اور
تو اپنے دنوں کو یوں غفلت اور بیکاری میں تلف کررہا ہے او کم بخت تجھکو ڈر اور شرم نہیں اپنے ظاہر کو
تو خلق کے لیے بناتا سنوارتا ہے اور باطن میں بڑے بڑے گناہ کرکے خدای تعالی سے لڑتا ہے
خلق کی تو شرم ہے اور خالق کی نہیں کیا وہ تجھکو خلق کی نسبت کرکے بھی کم دیکھتا ہے لوگونکو تو تو خیر کا
حکم کرتا ہے اور آپ ایسی باتوں میں آلودہ ہے اور اونکو خدای تعالی کیطرف بلاتا ہے اور
خود اوس سے بھاگتا ہے اور اونکو اوسکی یاد دلاتا ہے اور خود اوسکو بھولا ہوا ہے کیا تجھے یہ معلوم نہیں
کہ گنہگار پاخانہ سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے اور پاخانہ دوسرے کو پاک نہیں کرسکتا تو جب تیرا باطن
پاک نہیں تو دوسرے کے پاک کرنے کی طمع تجھکو کیا حاصل ہے ارے کم بخت اگر تو اپنے آپ کو جیسا
جانے ویسا سمجھا ہے تو تو یہی گمان کرے کہ جتنی بلا لوگوں پر آتی ہے وہ سب تیری نحوست سے ہے
تیرا ایسا ہو تو تو شیطان کا گدھا بن گیا ہے کہ جہاں چاہتا ہے وہاں تجھے لیے پھرتا ہے اور تیری ہنسی
کرتا ہے اور باوجود اسکے تو اپنے عمل پر شیخی کرتا ہے حالانکہ اوسمیں آفتیں اتنی ہیں کہ اگر اوسے بالکل
بچا رہے تو بھی نفع ہوا اور تجھکو باوجود بہت سی خطاؤں کے اپنے عمل پر اتنی شیخی کیوں ہے کیا نہیں
دیکھتا کہ شیطان نے خدای تعالی کی عبادت دو لاکھ برس کی تھی مگر ایک خطا میں ملعون اور راندۂ
درگاہ ہوگیا اور حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ نبی اور صفی خدای تعالے کے تھے مگر ایک خطا کے
باعث جنت میں سے نکالدیے گئے ہاے کم بخت تو کتنا غدار اور بیحیا ہے اور کتنا جہالت کا مرتکب
اور کتنا معاصی پر دلاور اور کتنا اپنے انجام سے بے خبر ارے کم بخت کب تک معاملے کو پاک کریگا
اور کب تک عہد کرکر توڑیگا کیا اتنی خطاؤں پر بھی دنیا کو آباد کرتا ہے کہ گویا اوس سے سفر نکرے گا

قبر والون کا حال کیون نہین دیکھتا کہ اونھون نے مال بہت جمع کیا تھا اور مضبوط مکان بنوائے تھے اور بڑی بڑی توقع رکھتے تھے سب کے سب تباہ ہوگئے اور گھر اونکے ویران اور توقع دھوکے کی ٹٹی ہوگئی نہ وہ ناز و نعمت رہی نہ وہ جاہ و شوکت ؎

خاک اونھون کا بستر ہے اور سر کے نیچے پتھر ہی | آہ وہ شکلین پیاری پیاری کیسی چاوسے پلیان تھین

کیا تجکو اونکے حال سے عبرت نہین ہوتی کیا تو اونکا حال نہین دیکھتا کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ آخرت مین وہی بلائے گئے ہین تو ہمیشہ دنیا ہی مین رہیگا اگر یہ بات ہے تو بہت بیہودہ وہم ہے جب سے تو اپنی مان کے پیٹ سے نکلا ہے تب سے تو اپنی عمر کی دیوار ڈھاتا چلا جاتا ہے اور تو روے زمین پر اپنا مکان بناتا ہے تھوڑے دنون مین شکم زمین تیری قبر ہوگی کیا تجھے خوف نہین کہ جب جان گلے مین اٹکے گی اور تیرے مالک کے رسول تیرے پاس سیاہ رنگ اور ترشرو ہوکر آوینگے اور خبر عذاب سناوینگے تو اوسوقت اگر تو ندامت کریگا تو کچھ فائدہ ہوگا یا تیرا درد کوئی سنے گا یا تیرے دکھ پر کسیکو ترس آویگا اور عجیب تر یہ ہے کہ باوجود اسکے تجکو دعوی اپنی بصیرت اور دانائی کا ہے کیا دانائی کی یہی بات ہے کہ ہر روز اپنے مال کے زائد ہونے سے خوش ہو اور عمر کے کم ہونے کا غم نکرے اگر عمر کم ہوئی اور مال بڑھا تو ایسے مال سے کیا فائدہ اے کم بخت تو آخرت سے روگردان ہے اور وہ تیری طرف آتی ہے اور دنیا کیطرف تو متوجہ ہے اور وہ تجھسے روگردان اور تو اپنی آنکھ سے بہت سے اپنے بھائیون اور اقارب کو دیکھتا ہے کہ اونھون نے جس چیز آیندہ کی توقع کی پوری نہوئی جو کام کل پر رکھا اوس تک نپہونچے اور مرتے دم حسرت کرتے چلے گئے مگر تو اپنی جہالت سے باز نہین آتا اے نفس اوس دن سے خوف کر کہ اللہ تعالی نے قسم کھائی ہے کہ جس بندے کو مین نے امر و نہی کی ہو اوس سے اوسکے عملون کی بازپرس ضرور کرونگا چھوٹا بڑا ظاہر و باطن کچھ بدون پوچھے نچھوڑونگا اب تو سوچ کہ کیا منہ لیکر خداے تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور سوال کیواسطے تیار ہوجا جواب باصواب مہیا کر اور بقیہ عمر کے جو چھوٹے چھوٹے دن ہین اونمین بڑے دنون کیواسطے عمل کر رکھ اس دار فنا اور بیت الحزن مین اور دار باقی اور خانہ جاودانی کے لیے کچھ کرلے پہلے اس سے کہ تو بیکار ہوجائے اور دنیا مین سے باختیار خود بھلے آدمیون کیطرح نکلجا اوس سے پیشتر کہ اوسمین سے بزور نکالا جاوے اور دنیا کی تر و تازگی اگر تیری مساعدت کرے تو اوس سے خوش مت ہو اسلیے کہ اکثر خوش ہونے والا نقصان اوٹھاتا ہے اور بہت نقصان والونکو اپنے نقصان کی خبر نہین ہوتی پس خرابی ہے اوس شخص کی کہ اپنی خرابی سے بیخبر ہو پھر اوسپر ہنسی

اور خوش ہوا اور کھیلے اور ٹھٹھے کرے اور کھاوے اور پیوے حالانکہ کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ میں
وہ آگ کی چھیٹیوں میں مندرج ہو سو ای نفس اسے سمجھے چاہیے کہ دنیا کو جب دیکھے تو بنظر عبرت دیکھے
اور اوسکے لیے سعی مجبوروں کیطرح کرے اور اوسکو باختیار خود ترک کرے اور آخرت کی طلب میں
سبقت کرے اور ایسے لوگوں میں مت ہو کہ جسقدر اونکو ملا ہے اوسکا شکر کرنے سے تو ٹوٹے ہے اور بقیہ
عمر میں اور باقی کے خواہاں ہیں اور لوگوں کو منع کرتے ہیں آپ باز نہیں رہتے اور ای نفس یاد رکھ کہ
دین اور ایمان کا کچھ عوض اور بدل نہیں اور نہ جسم کا کوئی خلیفہ پس جو شخص رات دن کے ابلق گھوڑے پر سوار ہے
وہ اوسے لیے چلا جاتا ہے گو وہ خود نجاوے تو اے نفس تو میری نصیحت مان کہ جو کوئی نصیحت سے روگردان
ہوتا ہے وہ آگ پر راضی ہوتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ تو آگ سے خوش ہو یا اس نصیحت پر کان دھرے
پس اگر سختی دل نصیحت کے قبول کرنے کی مانع ہو تو اوسکو ہمیشہ کی تہجد گزاری اور شب بیداری سے
دور کر اور اگر اس تدبیر سے دور ہو تو ہمیشہ روزہ رکھ اور اس سے بھی نجاوے تو ملاقات و گفتگو کم کر اور
یہ بھی مفید ہو تو قریبوں سے سلوک اور یتیموں پر مہر کیا کر اور یہ بھی کارگر ہو تو جان لے کہ خدا تعالیٰ نے
تیرے دل پر مہر لگا کر قفل لگا دیا اور تاریکی گناہوں کی دل کے ظاہر اور باطن پر خوب طور کی چھا گئی
پس اپنے آپ کو دوزخ میں گیا ہوا جان لے اسلیے کہ خدای تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور کچھ لوگ
اوسکے واسطے پیدا کیے اور دوزخ کو پیدا فرمایا اوسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اور ہر ایک شخص سے
وہی کام بن آتا ہے جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہے تو تجھ میں اگر گنجایش نصیحت سننے کی نہ رہی ہو
تو اپنے نفس سے ناامید ہو اور ناامید ہونا گناہ کبیرہ ہے خدا پناہ دے اسلیے ناامید تو ہو نہیں سکتا
اور رجا کی بھی کوئی صورت نہیں کہ تمام خیر کے راستے تجھپر مسدود ہیں اگر ایسی صورت میں رجا کرے
تو واقع میں رجا نہیں بلکہ مغالطہ کہا جاتا ہے جب ناامیدی ہو سکتی ہے نہ رجا تو اب یہ دیکھ کہ جس
مصیبت میں تو مبتلا ہوا ہے اوسپر تجھکو غم ہوتا ہے یا نہیں اور اپنے نفس پر ترس کھا کر کوئی آنسو
آنکھ سے گرتا ہے یا نہیں اگر گرتا ہے تو آنسوؤں کا منبع بحر رحمت میں سے ہی اس سے معلوم ہوا
کہ ابھی تجھمیں رجا کی جگہ باقی ہے اس صورت میں نوحہ اور گریہ اور زاری پر مواظبت کر اور ارحم الراحمین
سے فریاد چاہ اور اکرم الاکرمین کے سامنے شکایت کر اور نہ فریاد و زاری سے ملول ہو نہ شکایت سے
تھک شاید وہ تیرے ضعف پر رحم فرمادے اور تیری فریادرسی کرے اسلیے کہ تیری مصیبت بہت بڑھ گئی
اور بلا سخت ہو گئی اور اصرار نافرمانی حد سے تجاوز کر گئے اور حیلہ کوئی باقی نہ رہا نہ کوئی باعث اور
وسیلہ تیرے پاس ہے تو اب ٹھکانا اور رستہ اور مقصد اور گریز کی جگہ اور فریاد کا مقام اور ملجا اور ماوا

بجز اوس عالی سرکار کے کہین نہین اوسیکے سامنے گریہ وزاری کر اور ڈھائین مار اور اپنے تضرع مین اتنا خشوع کر جتنا تجہ مین جہالت اور گناہون کی کثرت ہی اسواسطے کہ وہ ذلیل تضرع کرنے والے پر رحم فرمایا کرتا ہی اور طالب شیفتہ کی فریاد کو پہونچتا ہی اور مضطر کی دعا قبول فرماتا ہے اور آج تو اوسکی طرف مضطر ہے اور اوسکی رحمت کا محتاج اسوجہ سے کہ سب راستے تجہپر تنگ ہوگئے اور حیلے جاتے رہے تدبیرین بند ہوگئین نہ نصیحت نے تجہ مین تاثیر کی نہ توبیخ نے تجکو ملائم کیا اب جس سے طلب کرتا ہے وہ کریم اور سخی ہے اور جس سے فریاد کرتا ہے وہ رؤف اور رحیم ہے اوسکی رحمت فراخ اور کرم عام اور عفو شامل ہے اوسکی جناب مین یون کہہ

اشعار

یارب خلاف امر تو بسیار کردہ ایم
چشم گناہگار بود بر خطای خویش
یارب بلطف خویش گناہان ما بپوش
ہموارہ از تو لطف خداوندی آمدہ است
عادلست اگر عقوبت ما بے گنہ کنی
دلہاے خستہ راز کرم مرہمے فرست
دلہای دوستان تو خون میشود زخوف
گر خلق تکیہ بر عمل خویش کردہ اند
یارب قبول کن بہ بزرگی و لطف خویش

امید ہست از کرمت عفو ما مضے
ما راز غایت کرمت چشم بر عطا
روزے کہ رازہا فتد از پردہ بر ملا
وزما چنانکہ در خور ما فعل نا سزا
لطف ست اگر کشی قلم عفو بر خطا
اے اسم اعظمت در گنجینۂ شفا
باز از کمال لطف تو دل میدہد رجا
ما را بس ست رحمت و فضل تو متکا
کانرا کہ رد کنے نبود ہیچ ملتجا

اس امر مین اقتدا اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی کر چنانچہ وہب بن منبہ رحمہ روایت کرتے ہین کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو خدای تعالی نے جنت سے زمین پر اوتار دیا تو یہ یہان اسطرح رہے کہ آنکھون سے آنسو نہ تھمتے تھے اللہ تعالی نے ساتوین روز اونپر نظر عنایت سے دیکھا کہ وہ رنجیدہ خاطر اندوہگین غصہ سے نیچے کو سر ڈالے ہوئے ہین اونپر وحی بھیجی کہ ای آدم اتنی کوشش جو تو کرتا ہے کیا وجہ ہے عرض کیا کہ الٰہی میری مصیبت بڑھگئی اور گناہون نے مجکو گھیر لیا عالم ملکوت سے زمین مین نکالا گیا اور اوس کرامت کے بعد اس ذلت کے مقام مین آیا اور سعادت سے نکلکر بدبختی مین پڑا اور راحت کے بعد دار مصیبت مین پھنسا اور عافیت کے بعد اس بلا مین مبتلا ہوا اور اوس دوام اور بقا کو چھوڑکر اس موت اور نیستی کے گھر مین آیا تو اپنی خطا پر کیسے نہ روؤن خدای تعالی نے وحی بھیجی کہ ای آدم کیا مین نے تجکو اپنے لیے برگزیدہ نہین کیا تھا اور تجکو اپنے

گھر میں نہیں اوتارا تھا اور اپنی کرامت سے مخصوص اور ممتاز نہیں کیا تھا اور اپنے عنصر سے تجھے نہیں
ڈھایا تھا کیا تجکو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا تھا اور اپنی روح تجھ میں ڈالی تھی اور تجکو
اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کرایا تھا پھر تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی اور میرے عہد کو بھولا یا
اور میرے عرش کا متعرض ہوا قسم ہے اپنے عزت اور جلال کی کہ اگر میں زمین کو ایسے لوگوں سے
بھر دوں کہ سب کے سب تجھ جیسی عبادت کریں اور میری تسبیح کریں اور پھر میری نافرمانی کریں تو انکو
گنہگاروں کے مقام میں اوتار دونگا۔ پس حضرت آدم علیہ السلام تین سو برس تک روئے۔ اور
عبید اللہ بجلی بہت رویا کرتے اور گریے کی حالت میں رات بھر کہا کرتے کہ الٰہی میں وہ ہوں کہ
جتنی میری عمر بڑھی اتنے ہی میرے گناہ زیادہ ہوئے میں وہ ہوں کہ جب ایک گناہ کو چھوڑنے کا
قصد کیا تھا میرے پیش نظر دوسری خواہش نفس ہوگئی ہائے عبید تیری خطا پرانی بھی ہونے پائی
کہ تو دوسری کا طالب ہوا آہ عبید اگر دوزخ تیرا ٹھکانا اور مقام ہو تو تو کیا کریگا وائے عبید اگر گرز
تیرے سر کے لیے بنتے ہوں ہائے عبید طالبوں کے تو مطلب پورے ہوئے مگر تیری حاجت
پوری ہوئی اور منصور بن عمار رحمہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات کوفہ میں ایک عابد کو سنا کہ اپنے رب سے
مناجات کر رہا تھا اور یہ کہتا تھا کہ الٰہی قسم ہے تیری عزت کی کہ تیری نافرمانی سے میری غرض
یہ نہ تھی کہ تیری مخالفت کروں اور نہ اس جہت سے گناہ کیا کہ مجکو تیرا رتبہ نہیں معلوم تھا یا اپنے
نفس کو تیرے عذاب میں پیش کیا چاہتا تھا یا تیرے دیکھنے کو کچھ حقیر جانتا تھا بلکہ اصل یہ ہوئی کہ
میرے نفس نے ایک چیز کو میری نظروں میں اچھا کر دیا اور میری نحوست نے اس بات میں تائید
کی اور تیری پردہ پوشی جو میرے اوپر رہتی ہے اس نے مجکو مغالطہ دیا تو اپنی جہالت کے باعث
تیری نافرمانی کی اور اپنے فعل سے تیری مخالفت کی اب تیرے عذاب سے مجھے کون بچاویگا
اور اگر تو میری رسی منقطع کر دیگا تو میں کس کی حبل متین کو پکڑونگا بڑی خرابی کی بات ہے کہ جب کل کو
تیرے سامنے سب کھڑے ہونگے اور ہلکے پھلکے لوگوں کو کہا جاویگا کہ تم گذر جاؤ اور بھاری بوجھ
والوں کو حکم ہوگا کہ اوتر جاؤ تو میں ہلکوں کے ساتھ ہو کر پار ہو جاؤنگا یا بھاری لوگوں کے ساتھ دوزخ میں
نیچے اوتار دیا جاؤنگا ہائے افسوس جتنی میری عمر بڑھی اور برس زیادہ ہوئے اتنے ہی گناہ اور معاصی
بڑھ گئے اب کہاں تک میں توبہ کرونگا اور کب تک انکو دوبارہ کرتا جاؤنگا کیا وہ وقت نہیں
آیا کہ میں اپنے پروردگار سے شرم کروں پس عقلمند لوگوں کی مناجات کا طریق ایسے حد سے اس طرح
تھا اور یوں اپنے نفسوں کو عتاب کیا کرتے تھے اور مطلب انکا مناجات سے رضائے الٰہی کا

طلب نجی اور عتاب نفس سے مقصود تنبیہ اور رعایت نفس تھا پس جس شخص نے عتاب و مناجات کی وہ اپنے نفس کا رعایت کرنے والا نہیں اور کیا بعید ہے کہ خدای تعالی بھی وہسے خوش ہو۔ الحمد للہ اولا و آخرا

نواں باب فکر اور عبرت کے بیان میں مشتمل تین بیانوں پر

رباعی

احسن تو جہان میں مست و ہشیار کو دیکھ	ان ارض و سما و بحر و کہسار کو دیکھ
کر خلق حق میں فکر عبرت کے لیے	ہاں فاعتبروا یا اولی الابصار کو دیکھ

اما بعد واضح ہو کہ حدیث شریف میں ہے کہ ایک ساعت کا فکر کرنا برس روز کی عبادت سے بہتر ہے اور کلام مجید میں عبرت اور تدبر اور تامل اور تفکر کی ترغیب بہت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فکر کرنا انفتاح انوار اور مبدء بصیرت ہے اور علوم کے لیے جال اور معارف کیواسطے شکار کرنے کا آلہ ہے اور اکثر لوگوں کو اسکی فضیلت اور رتبہ تو معلوم ہے مگر اوسکی حقیقت اور نتیجہ اور طریق اور کیفیت نہیں جانتے یعنی نہیں سمجھتے کہ فکر کیسے کرتے ہیں اور کن چیزوں میں کرتے ہیں اور کس وجہ سے کرتے ہیں اور اوس سے مطلوب کیا چیز ہے اور جس مطلب کے لیے فکر کرتے ہیں وہ مقصود بالذات ہے یا کوئی ثمرہ ہے اور ثمرہ ہے تو کس قسم کا ہے علوم میں سے ہے یا احوال میں سے یا دونوں سے مرکب ہوتا ہے اور ان سب امور کا بیان ضروری ہے لہذا ہم اول فضیلت فکر کی پھر اوسکی حقیقت اور ثمرہ پھر جہاں جہاں فکر چل سکتا ہے وہ مقامات بیان کرتے ہیں

بیان اول فکر کی فضیلت میں۔ اللہ جل شانہ نے تفکر اور تدبر کو اپنی کتاب مجید میں بیشمار جگہ میں ذکر فرمایا ہے اور متفکرین کی تعریف میں ارشاد فرمایا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے خدای تعالی کے باب میں فکر کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدای تعالی کی مخلوقات میں فکر کرو خدا میں فکر مت کرو کہ اوسکی قدر عالی کے دریافت پر تم ہرگز قادر نہوگے۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز چند لوگوں پر گذرے کہ وہ فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ تم بولتے کیوں نہیں اونھوں نے عرض کیا کہ ہم خدای تعالی کی مخلوقات میں فکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کہ بس ایسا ہی کیا کرو خدا میں فکر مت کیا کرو کہ یہاں سے قریبا ایک سفید زمین ہے جسکی روشنی سفیدی سے ہے اور سفیدی روشنی مغرب کیطرف کو چالیس روز کی راہ ہے اور وہاں خدا کی مخلوق ایسے لوگ ہیں کہ خدای تعالی کی نافرمانی ایکدم نہیں کرتے لوگوں نے عرض کیا

کہ یارسول اللہ شیطان ان لوگوں سے کدہر رہتا ہے آپنے فرمایا کہ اونکو معلوم بھی نہیں کہ شیطان پیدا
ہوا ہے یا نہیں اونھوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں آپنے فرمایا کہ وہ نہیں جانتے کہ
آدم علیہ السلام پیدا بھی ہوئے ہیں کہ نہیں۔ اور عطار رح سے مروی ہے کہ ایک روز میں اور عبید بن عمیر
حضرت عائشہ رض کی خدمت میں گئے آپنے پردہ کی آڑ سے ہمسے گفتگو کی پھر پوچھا کہ اے عبید کیا وجہ ہے
کہ تم ہمارے پاس نہیں آتے اونھوں نے عرض کیا کہ وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زُرْ غِبًّا
تَزْدَدْ حُبًّا پھر ابن عمیر نے پوچھا کہ آپ ہمسے کوئی عجیب بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی ہو
بیان فرمایئے حضرت عائشہ رض رو پڑیں اور فرمایا کہ اونکی تو سب باتیں عجیب ہی تھیں ایک رات میرے
پاس آئے اور مجھے ملکر لیٹے پھر فرمایا کہ مجکو چھوڑو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں پھر اوٹھکر
ایک مشک میں سے پانی لیکر وضو کیا پھر نماز کو کھڑے ہوئے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی تر ہو گئی پھر
سجدے میں روئے یہانتک کہ زمین بھیگ گئی پھر کروٹ سے لیٹ گئے یہانتک کہ بلال نماز صبح کی
اطلاع کیواسطے آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کے تو گناہ اگلے اور پچھلے سب خدای تعالی نے
معاف فرمادیئے پھر آپ کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں اے بلال آج رات میرے اوپر
یہ آیت اوتری ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ پھر فرمایا کہ خرابی ہے اوسکی جو اوسکو پڑھے اور اوسمیں فکر نکرے حضرت
اوزاعی سے کسی نے پوچھا کہ تفکر کی حد ان آیات میں کیا ہے اونھوں نے فرمایا کہ اونکو پڑھکر سمجھ جاوے
اور محمد بن واسع رح سے روایت ہے کہ ایک شخص اہل بصرہ میں سے حضرت ابو ذر رض کی ماں کے پاس
بعد اونکی وفات کے گیا اور اونکی ماں سے اونکی عبادت کا حال پوچھا اونھوں نے فرمایا کہ تمام دن گھر کے
کونے میں فکر کیا کرتے تھے اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی فکر کرنا تمام رات کی شب بیداری
بہتر ہے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ تفکر ایک آئینہ ہے جسمیں آدمی کی نیکیاں اور برائیاں معلوم
ہوا کرتی ہیں۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا گیا کہ تم بکثرت فکر کرتے ہو آپنے فرمایا کہ فکر عقل کا
مغز ہے۔ اور سفیان بن عیینہ رح اکثر تمثال میں ایک شعر پڑھا کرتے تھے جسکا ترجمہ یہ ہے **شعر**

فکر ہو گر میسر انسان کو ۔۔۔ اوسکو ہر ایک شے میں عبرت ہو

اور طاؤس رح سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ
یاروح اللہ زمین کے پردے پر آج کوئی تمہاری برابر ہے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں جس شخص کی
گفتگو ذکر ہو اور سکوت فکر اور نظر عبرت تو وہ میری ہی مثل ہے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ جسکی کلام میں

حکمت نہو وہ لغو ہے اور جسکا سکوت فکر نہو وہ سہو ہے اور جسکی نظر عبرت کیلیے نہو وہ لہو ہے اور اس آیت
تفسیر میں سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اونکا یہ قول ہے کہ اس
معنی ہین کہ اونکے دلون کو اپنے معاملے مین فکر کرنے سے روکدونگا۔ اور حضرت ابو سعید
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعْطُوْا اَعْیُنَکُمْ حَظَّهَا مِنَ الْعِبَادَةِ
لوگون نے عرض کیا کہ عبادت سے اونکا بہرہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید مین نظر کرنا اور او
فکر کرنا اور اوسکے عجائب سے عبرت حاصل کرنی۔ اور ایک عورت کا قول ہے جو جنگل مین مکہ معظم
کے قریب رہا کرتی تھی کہ اگر متقیون کے دل اپنی فکر سے وہ آخرت کی خیر دیکھ پاوین جو اونکے لیے
حجب غیب مین جمع ہے تو دنیا مین نہ اونکا عیش کبھی صاف ہو نہ آنکھ کو دنیا مین خنکی اور قرار ہو
اور لقمان رح اکیلے بہت بیٹھا کرتے اونکا آقا اونکے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھتے ہو
اگر لوگون کے پاس بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتا ہے
اور بہت فکر جنت کا راہبر ہے۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جس آدمی کا فکر زیادہ ہوتا ہے
وہ جان جاتا ہے اور جو جانتا ہے وہ عمل کرتا ہے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا تعالی
کی نعمتون مین فکر کرنا بہترین عبادت ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک رض نے سہل بن علی کو
خاموش اور متفکر دیکھکر پوچھا کہ کہان پہنچ گئے اونھون نے فرمایا کہ پل صراط پر۔ اور حضرت بشر رح
فرماتے ہین کہ اگر آدمی اللہ تعالی کی عظمت مین فکر کیا کرین تو اللہ تعالی کی نافرمانی نکرین۔ اور حضرت
ابن عباس رض سے مروی ہے کہ دو رکعتین متوسط تفکر کے ساتھہ تمام رات کی نماز گزاری سے بہتر ہین
جسمین دل حاضر نہو۔ اور ابو شریح چلے جاتے تھے راستے مین بیٹھ گئے اور اپنی چادر منہ پر لیکر رونے لگے
لوگون نے اونسے سبب رونے کا پوچھا تو اونھون نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے
کم ہونے اور موت کے قریب آجانے کا مجھے فکر ہوا تھا۔ اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ اپنی آنکھونکو
رونیکا عادی کرو اور دلونکو فکر کا اور یہ بھی فرماتے ہین کہ دنیا کے باب مین فکر کرنا آخرت کے لیے آڑ ہے
اور اہل ولایت کے حق مین عذاب اور آخرت مین فکر کرنا مورث حکمت ہے اور دلون کو زندہ کرتا ہے
اور حاتم رح کہتے ہین کہ عبرت سے علم زیادہ ہوتا ہے اور ذکر سے محبت اور تفکر سے خوف۔
اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ خیر کا فکر کرنا اوسکے عمل مین لانیکا مقتضی ہوتا ہے۔ اور
شر پر ندامت کرنی اوسکے ترک کی مقتضی ہے۔ اور روایت ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کسی کتاب
آسمانی مین ارشاد فرمایا ہے کہ مین ہر ایک حکیم کے کلام قبول نہین کرتا ہون بلکہ اوسکے قصد اور

خواہش کو دیکھتا ہوں جب یہ دونوں میرے واسطے ہوتے ہیں تو میں اوسکے سکوت کو تفکر گردانتا ہوں
اور اوسکے کلام کو حمد اگرچہ وہ نہ بولے - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اہل عقل ہمیشہ ذکر سے
فکر کے عادی ہوا کرتے ہیں اور فکر سے ذکر کے یہان تک کہ اونکے دل گویا ہو جاتے ہیں اور حکمت
بولنے لگتے ہیں - اور اسحاق بن خلف رح فرماتے ہیں کہ داود طائی رح چاندنی رات میں ایک چھت پر
تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت مین فکر کرنے لگے اور آسمان کیطرف کو دیکھکر روتے جاتے تھے یہان تک
کہ ایک ہمسایہ کے گھر میں گر پڑے مالک مکان لیے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ مین لیکر
اونکو چور خیال کرکے دوڑا جب دیکھا کہ داود ہین تو تلوار رکھدی اور پوچھا کہ آپکو چھت پر سے کسنے
گرا دیا او نھونے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں - اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ سب سے اعلیٰ اور اشرف
مجلس یہ ہے کہ توحید کے میدان مین فکر کے ساتھ بیٹھکر معرفت کی ہوا کھائے اور جام محبت اتحاد کی
دریا سے پیوے اور اللہ جل شانہ پر حسن ظن کے ساتھ نظر کرے پھر فرمایا کہ ان مجالس کا کیا کہنا ہے
بہت ہی عمدہ ہین اور اس بیٹھک کا کیا کہنا ہے نہایت لذیذ ہے خوش حال وہ ہے جسکو خدا تعالیٰ
نے یہ بات میسر کی ہو - اور حضرت شافعی رح فرماتے ہین کہ کلام پر مدد لو سکوت سے اور استنباط پر
فکر سے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کامون مین نظر کا درست ہونا مغالطہ سے نجات دیتا ہے اور رائے مین
پختگی کا ہونا قصور اور ندامت سے بچاتا ہے اور تامل و فکر سے آدمی کی احتیاط اور دانائی ظاہر
ہوتی ہے اور حکما سے مشورہ کرنا نفس مین استقلال اور بصیرت میں قوت پیدا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ عزم سے پہلے فکر کر لینا چاہیے اور ہر ایک کام کرنے سے پیشتر سوچ لینا چاہیے اور شروع کار سے
پہلے مشورہ کرنا چاہیے - اور یہ بھی ایک حکیم کا قول ہے کہ فضیلتیں چار ہین اول حکمت ہے اسکا مادہ
فکر ہے دوم عفت ہے اسکا اعتدال شہوت مین ہے تیسری قوت اسکا اعتدال غصے مین ہے چوتھی عدل
اوسکے راستے قوائے نفس کے اعتدال مین ہے - یہ ہین علما کے اقوال فکر کے باب مین مگر کسی نے
اونمین سے اوسکی حقیقت کا بیان نہیں کیا نہ یہ لکھا کہ کہان کہان ہو سکتا ہے

دوسرا بیان فکر کی حقیقت اور اوسکے ثمرے کے ذکر مین - واضح ہو کہ فکر کے معنی یہ ہین کہ
دل مین دو معرفتون کو موجود کرنا تاکہ اون سے تیسری معرفت پیدا ہو اور مثال اوسکی یہ ہے کہ جو
شخص دنیا کیطرف مائل ہو کر دنیا کی زندگی کو ترجیح دے اور یہ چاہے کہ کسیطرح یہ معلوم ہو جائے کہ
دنیا کی نسبت کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے تو اوسکے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دوسرے سے
سنے کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور سنتے ہی مان لے اور اوسکو سچا جانے بدون اسکے کہ

حقیقت امر پر کچھ بصیرت کار گر ہوئی ہوا ور صرف اوسکے کہنے کے اعتماد پر اپنے عمل سے مائل
آخرت کی ترجیح کا ہو جاوے تو اس طریق کو تقلید کہتے ہین معرفت نہین کہتے اور دوسرا طریق یہ ہے
کہ اول یہ جانے کہ جو شی پایدار ہوا وسکو اختیار کرنا بہتر ہے پھر یہ جانے کہ آخرت پایدار ہے اور ان دونون
معرفتون سے اوسکو تیسری معرفت حاصل ہو یعنی آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور ظاہر ہے کہ اس
تیسری بات کو جاننا بدون دونون پہلی معرفتون کے ممکن نہین پس دل مین دونون پہلی معرفتون کا
موجود کرنا تیسری معرفت تک پہونچنے کے لیے تفکر اور اعتبار اور تذکر اور نظر اور تامل اور تدبر کہلاتا
انمین سے تدبر اور تامل اور تفکر الفاظ تو جدا جدا ہین مگر انکے معنی جدا نہین سب ایک ہی معنون پر بولے
جاتے ہین اور لفظ تذکر اور اعتبار اور نظر کے معانی جدا جدا ہین گو اصل سبھی ایک ہی ہے جیسے کہ صارم
اور مہند اور سیف ایک ہی چیز پر بولے جاتے ہین مگر اعتبارات مختلف ہوتے ہین یعنی صارم تلوار کو
اس اعتبار سے کہتے ہین کہ وہ کاٹنے والی ہے اور مہند یا ہندی اس جہت سے کہتے ہین کہ ہند کی
طرف منسوب ہو اور سیف مطلق تلوار کو کہتے ہین اور کوئی امر زائد اس سے نہین سمجھا جاتا اسیطرح
دو معرفتون کے موجود کرنے کو اعتبار اس نظر سے کہتے ہین کہ ان دونون سے تیسری معرفت کیطرف
عبور کر سکتے ہین اور اگر عبور نہوا ہو اور صرف دونون معرفتون ہی پر آگاہی ہوئی ہو تو اوسکو
تذکر کہتے ہین اعتبار نہین بولتے اور نظر اور تفکر اسکو اس لحاظ سے کہتے ہین کہ اسمین تلاش
تیسری معرفت کی ہے پس جو شخص کہ تیسری معرفت کا طالب نہوا وسکو ناظر نہ کہینگے اس سے معلوم ہوا
کہ جو متفکر ہوگا وہ متذکر بھی ہوگا اور یہ نہین کہ جو متذکر ہو وہ متفکر بھی ہو اور تذکر کا فائدہ یہ ہی کہ دل پر
معارف مکرر آکر جم جاوین اور اوسمین سے محو نہون اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ علم زیادہ ہوا ور جو معرفت
نہتی وہ حاصل ہو جاوے یہی فرق ہی تذکر اور تفکر مین اور معارف جب دل مین جمع ہوتے ہین اور ایک
خاص ترکیب سے ملتے ہین تو اونسے اور معرفت نکلتی ہے یعنی ایک معرفت ثمرہ پہلی معرفت کا ہوتی ہی
اور جب نئی معرفت حاصل ہوتی ہی اور دوسری معرفت سے ملتی ہی اس سے ایک اور نتیجہ بنتا ہی اسیطرح یہ ثمرات بڑھتے جاتے ہین اور
علوم بھی زیادہ ہوتے جاتے ہین اور فکر بے انتہا آگے کو چلتا جاتا ہے اور یہ زیادتی معارف کی یا تو
موت سے بند ہوتی ہے یا موانع سے اور یہ طریق اوسکو حاصل ہوتا ہی جو علم سے ثمرہ لے سکتا ہو
اور طریق تفکر کو پہچانتا ہو مگر اکثر لوگ علوم کی زیادتی سے محروم ہین اسلیے کہ اونکے پاس راس المال ہی نہین
یعنی وہ علوم اور معارف جنسے اور معارف پیدا ہوتے ہین اونکو حاصل نہین جیسے کسی شخص کے پاس
سرمایہ نہو تو وہ نفع پر قادر نہین ہوتا اور بعض اوقات سرمایہ تو رکھتا ہے مگر پیشہ تجارت نہین جانتا



اسلیے کچھ فائدہ نہیں پاتا اسیطرح بعض اوقات آدمی کے پاس معارف سچا ہو راس المال تو ہوتا ہے
مگر اوسکو اوسکا اچھی طرح کام میں لانا اور ایسی طرح ملانا نہیں آتا جس سے اوسکا نتیجہ حاصل ہو اور طریق
استعمال کبھی تو دلمیں نور الٰہی کے باعث سرشتی ہی معلوم ہوا کرتا ہے جیسے انبیا علیہم السلام کو تھا
اور یہ بات بہت کمیاب ہے اور کبھی سیکھنے اور مہارت پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے اور یہی اکثر ہی
پھر متفکر کو کبھی یہ معارف آتے ہیں اور ثمرہ حاصل ہوتا ہے مگر اوسکو اوسکے حاصل ہونے کی کیفیت
معلوم نہیں ہوتی اور نہ اوسکو بیان کرنے پر قادر ہوتا ہے اسوجہ سے کہ مہارت بیان کرنیکی اوس میں نہیں ہوتا
مثلاً بہت سے انسان جانتے ہیں کہ آخرت کا اختیار کرنا بہتر ہے اور یہ علم یقینی ہوتا ہے لیکن اگر
سبب اس معرفت کا اون سے پوچھا جائے تو پھر کر بیان نہ کر سکیگا کہ یہ معرفت کہاں سے اوسکو ہوئی
حالانکہ بدون دو پہلی معرفتوں کے یہ معرفت اوسکو حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ اوپر گذرا۔ حاصل یہ کہ
تفکر کے معنی یہ ہیں کہ دو معرفتوں کا حاضر کرنا اس غرض سے کہ ذریعہ تیسری معرفت کا ہو اور فکر کا ثمرہ
علوم اور احوال اور اعمال سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر اوسکا ثمرہ خاص صرف علم ہے اور کوئی چیز نہیں
ہاں جس وقت دلمیں علم حاصل ہوتا تو دل کا حال بدلجاتا ہے اور جب اوسکا حال بدلتا ہے تو جوارح کے اعمال
بھی بدلجاتے ہیں اسلیے کہ عمل تابع حال کا ہے اور حال تابع علم کا اور علم تابع فکر کا اس سے معلوم ہوا
کہ فکر سب خیرات کی اصل اور مبدا ہے اور اس بیان سے فضیلت فکر کی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ فکر
بہ نسبت ذکر کے بہتر ہے اسلیے کہ فکر میں ذکر بھی ہے اور کچھ زیادتی بھی پائی جاتی ہے اور قلب کا ذکر
اعضاء ظاہری کے عمل سے بہتر ہے بلکہ عمل کا شرف اسی غرض سے ہو کہ اوسمیں کچھ ذکر ہوا کرتا ہو اس سے
ثابت ہوا کہ فکر سب اعمال سے افضل ہے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ ایک ساعت کا تفکر برس روز کی
عبادت سے بہتر ہے پھر بعضوں نے کہا ہے کہ حال وہ ہے جو بری چیزوں سے محبوب اشیا کیطرف
منتقل ہوتا ہے اور رغبت اور حرص سے زہد اور قناعت کیطرف انتقال کرتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے
کہ حال وہ ہے کہ مشاہدہ اور تقوی پیدا کرتا ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا ہے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ
أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا اور اگر تمکو منظور ہو کہ فکر کے باعث حال کے متغیر ہونے کی صورت معلوم کرو تو
اوسکی مثال وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں اوسمیں فکر سے ہمکو بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا
اختیار کرنا بہتر ہے جب یہ معرفت ہمارے دلوں میں یقینا جم جاتی ہے تو دل آخرت کیطرف رغبت
کرنے لگتے ہیں اور دنیا میں زہد کیطرف مائل ہو جاتے ہیں اور حال سے ہماری مراد یہی ہے اسلیے کہ دل کا حال
پہلے اس معرفت کے یہ تھا کہ سر دست کی چیز کو محبوب جانتا تھا اور اوسیکی طرف مائل تھا اور

آخرت سے متنفر اور کم رغبت مگر اس معرفت سے دل کا حال دگرگون ہو گیا اور اوسکا ارادہ اور رغبت بدل گئی اور تغیر ارادہ کے باعث اعضا کے اعمال بھی اور طرح کے اور ہو گئے کہ دنیا کو چھوڑ کر متوجہ اعمال آخرت ہوئے غرضکہ یہان پانچ درجے ہین اول تذکر یعنی دل مین دونون معرفتون کا حاضر کرنا دوم تفکر یعنی دونون معرفتون سے معرفت مقصودہ کا طلب کرنا تیسرے حاصل ہونا معرفت مطلوبہ کا اور دل کا اوس سے روشن ہونا چوتھے حصول نور معرفت کے باعث دل کے حال کا بدل جانا پانچوین جسطرح دل کا حال بدلتا جاوے اوسیطرح اعضاء ظاہری بھی دل کی خدمت کرین پس جسطرح کہ پتھر کو لوہے پر مارنے سے آگ نکلتی ہے اور اوس سے جگہ روشن ہو جاتی ہے اور آنکھ کو سوجھنے لگتا ہے اور پہلے سے نہین سوجھتا تھا اور اعضا عمل کے لیے آمادہ ہو جاتے ہین اسیطرح نور معرفت فکر سے پیدا ہوتا ہے یعنی فکر دونون معرفتون کو جمع کر کے اونمین ایک تالیف خاص دیتا ہے جس سے نور معرفت پھیلتا ہے جیسے لوہا اور پتھر اکٹھا کرنے اور اونمین ایک خاص ضرب لگانے سے آگ نکل آتی ہے پھر اس نور معرفت سے دل کا حال بدلجاتا ہے اور جس چیز کیطرف پہلے مائل نہ تھا اوسکی طرف مائل ہوتا ہے جیسے آگ کی روشنی سے آنکھ کا حال بدلجاتا ہے اور جو چیز پہلے نہین دیکھتی تھی وہ اسے دیکھنے لگتی ہے پھر دل کے حال کے مقتضا کے موافق اعمال کے اعضا متحرک ہوتے ہین جیسے اندھیرے کے سبب سے جو شخص کام نکر سکتا تھا روشنی ہونے سے کام کرنے پر مستعد ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ ثمرہ فکر کا علوم اور احوال ہین اور از انجا کہ علوم بھی بیشمار ہین اور جو احوال کہ دل پر اونکی تبدیلی ممکن ہین اونکی بھی کچھ حد نہین اسیلیے اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ تمام فکر کی شاخون کو منحصر کرے اور اوسکی چلنے کی جگہ اور ثمرات کو شمار کرے تو کبھی نہو سکیگا اسواسطے کہ فکر کے چلنے کی جگہین اور ثمرات بے انتہا ہین مگر ہم اس باب مین کوشش کرتے ہین کہ فکر کی راہین جو مہمات علوم دینی کے اعتبار سے ہین اور راہین احوال کے اعتبار سے جو سالکین کے مقامات گنے جاتے ہین ضبط کرین تو اسطرح ضبط کرنا ایک مجمل طور پر ہوگا اسلیے کہ اسکی تفصیل تو چاہتی ہے کہ تمام علوم کی شرح کیجاوے اور یہ سب باب اس کتاب کے گویا بعض علوم کی شرح ہین کیونکہ اونمین وہ علوم ہین جو افکار مخصوص سے حاصل ہوتے ہین تو اس حساب سے بہت طول ہو جاویگا اس نظر سے ہم بطور اشارہ اجمالی بیان کرتے ہین تاکہ فکر کی راہین مجمل معلوم ہو جاوین۔

تیسرا بیان فکر کی راہون کے ذکر مین واضح ہو کہ فکر کبھی تو ایسے امر مین ہوتا ہے جو دین سے متعلق ہو اور کبھی غیر دین مین اور ہمکو یہان غرض اوس فکر کے بیان سے ہے جو دین سے متعلق ہو اسلیے

قسم دوم کو چھوڑے دیتے ہین اور دین سے ہماری مراد یہ ہے کہ معاملہ جو خدای تعالی اور بندے کے
درمیان ہے اب فکر دو حال سے خالی نہین یا تو بندہ اور اوسکے صفات و احوال سے متعلق ہوگا یا
معبود اور اوسکے صفات و افعال سے - اور جو فکر بندے سے متعلق ہے اوسکی دو قسمین ہین
یا تو بندے کے اون احوال وغیرہ مین ہو جو خدای تعالی کے نزدیک محبوب ہون یا اونمین جو مکروہ
ہون اور ان دونون قسمون کے سوا اور کسی چیز مین فکر کی حاجت نہین - اور جو فکر متعلق خدای تعالی
سے ہے وہ یا اوسکی ذات اور صفات اور اسماء حسنی مین ہوگا یا اوسکے افعال و ملک اور ملکوت و
تمام آسمانون اور زمینون اور اونکے درمیان کی چیزون مین اور فکر کا منحصر ہونا ان اقسام مین ایک
مثال سے واضح ہوگا وہ یہ ہے کہ جو لوگ سالک الی اللہ ہین اور اوسکے دیدار کے مشتاق اونکا حال
عاشقون کے حال کے مشابہ ہے اسلیے ہم عاشق شیدا کو مثال کے لیے ٹھہرا کر کہتے ہین کہ جو عاشق
ہمہ تن اپنے عشق مین ڈوبا ہوا ہو اوسکا فکر دو باتون سے تجاوز نکریگا یا تو معشوق سے متعلق ہوگا یا اپنے
نفس سے اور اگر معشوق کا فکر کریگا تو یا تو اوسکے جمال اور کمال ذاتی مین فکر کریگا تاکہ اوسمین فکر
کرنے اور دیکھنے سے لذت حاصل کرے اور یا اوسکے افعال لطیف عمدہ مین فکر کریگا جنسے
اوسکے اخلاق و صفات کی خوبی سمجھی جاتی ہے تاکہ اس سے لذت دو چند اور محبت دوبالا ہو - اور
اگر اپنے نفس مین فکر کریگا تو یا اپنی ایسے صفات مین کریگا جنسے محبوب کی نظر مین گر جاوے اس
غرض سے کہ اونسے اجتناب کرے یا ایسے صفات مین کریگا جو اوسکو محبوب کے نزدیک کرین اور موجب
اوسکی محبت کا اپنے ساتھ ہون تاکہ اون صفات سے متصف ہو - اور اگر ان امور کے سوا کسی اور
چیز مین فکر کریگا تو وہ خارج از حد عشق ہے اور باعث نقصان ہے اسواسطے کہ عشق کامل اور پورا
وہ ہے جسمین کہ عاشق ڈوبا ہے اور اوسکے دل پر ایسی طرح چھا جاوے کہ دوسرے کی گنجایش اوسمین
نہ چھوڑے اور عاشق خدای تعالی کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ اوسکی نظر اور فکر محبوب سے تجاوز نکرے
اور جب تک اوسکا فکر ان چارون قسمون مین منحصر رہیگا تب تک وہ مقتضای محبت سے ہرگز
خارج نہوگا اب ہم قسم اول کا بیان شروع کرتے ہین یعنی فکر کرنا اپنے نفس کے صفات و افعال
مین تاکہ اونمین سے پسندیدہ اور غیر پسندیدہ کی تمیز کرے اسلیے کہ یہ فکر وہی ہے جو متعلق علم
معاملہ سے ہو جو اس کتاب مین مقصود ہے اور دوسری قسم متعلق علم مکاشفہ سے ہے - پھر جو افعال
و صفات کہ خدای تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہین انکی دو قسمین ہین ایک ظاہری جیسے کہ طاعات
اور معاصی ہین اور ایک باطنی جیسے صفات منجیات اور مہلکات جنکا محل دل ہے اور اونکی تفصیل

جلد سوم اور چہارم مین ہے اور طاعات اور معاصی منقسم ہین دو قسمون پر یعنی یا وہ معاصی ہین کہ ساتون اعضا سے متعلق ہون اور سب بدن کیطرف منسوب ہون جیسے جہاد سے بھاگنا اور مان باپ کی نا فرمانی کرنی اور حرام جگہ مین رہنا - اور سب طرح کے مکارہ مین تین باتون مین فکر واجب ہے اول تو یہ کہ یہ امر خدای تعالی کے نزدیک بھی مکروہ ہے یا نہین اسلیے کہ اکثر چیزون کا مکروہ ہونا بدون نظر دقیق کے معلوم نہین ہوا کرتا دوسرے اس باب مین فکر کرنا کہ اگر مکروہ ہی تو اوس سے بچنے کی تدبیر کیا ہے تیسرے یہ کہ اوس مکروہ کا مرتکب بالفعل ہے تاکہ اوسکو چھوڑ دے یا اوسکو کرنے کو ہے تو اوس سے باز رہے یا پہلے کیا ہو تو اوسکا تدارک کرے اسیطرح محبوب چیزون کی تقسیم کو خیال کرو اور جب ان قسمون کو جمع کرو تو فکر کی راہین ان اقسام مین سو سے بڑھ جاوینگی اور بندے کو ضرورت فکر کی ایک مین پڑتی ہے یا اکثر مین اور ان اقسام مین سے ایک ایک کی شرح تو طویل ہے مگر یہ قسمین منحصر چار نوع پر اول طاعات دوم معاصی سوم صفات مہلکہ چہارم صفات منجیہ پس ان چارون مین سے ہم ایک ایک مثال لکھدیتے ہین تاکہ طالب اوسی پر اور مثالون کو قیاس کرے اور فکر کا طریق اوسپر واضح اور وسیع ہو جاوے

قسم اول معاصی - ان مین آدمی کو چاہیے کہ ہر روز کی صبح کو اپنے ساتون عضا مین تفصیل وار اور سارے بدن مین مجملاً فکر کرے کہ مین کسی معصیت کا مرتکب فلان عضو سے ہون یا نہین اگر اوسی وقت ہو تو اوسکو ترک کرے اور گذشتہ زمانے مین اگر مرتکب ہوا ہو تو توبہ اور ندامت سے اوسکا تدارک کرے یا اوسکے کرنے کو ہو تو اجتناب اور علحدہ رہنے کے لیے آمادہ ہو مثلاً زبان مین نظر کرے اور کہے کہ یہ غیبت اور جھوٹ اور خود ستائی اور ٹھٹھا اور بات کاٹنی اور دوسرے کو بنانا اور غیر مفید باتون مین دخل دینا وغیرہ باتین کرتی ہے تو اول اپنے دل مین جانے کہ یہ سب امور خدا تعالی کے نزدیک برے ہین اور آیات قرانی اور احادیث جو ان باتون کی سزا مین شدت عذاب پر دال ہین اونکو فکر کرے پھر اپنے حالات کو سوچے کہ بدون جانے اور بیخبر ہوے کیسے ان چیزون مین جا پھنستا ہے پھر یہ سوچے کہ ان سے بچنا کیسے ہو سکتا ہے اور جان لے کہ آفات زبانی سے محفوظ رہنا بدون گوشہ نشینی اور تنہائی کے بن نہ پڑیگا یا یہ صورت بچاؤ کی ہے کہ کسی نہایت سخت پرہیزگار کی صحبت مین رہے کہ جب کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے تبھی وہ نکتہ چین اوسکو روک دیا کرے یا یہ کہ منہ مین کنکر رکھکر دوسرے کے پاس بیٹھا کرے تاکہ اس سے یاد رہے کہ آفات زبانی سے حفاظت کے لیے یہ رکھا ہے اونسے احتراز چاہیے غرضکہ احتراز کی تدبیر مین اسیطرح کی فکر کیا کرے اسیطرح کان مین فکر کرے کہ اوس سے غیبت اور جھوٹ اور فضول کلام اور لہو اور بدعت کی باتین سننے مین آتی ہین اور یہ سب بری ہین اور سننے مین کوئی شخص خاص نہین ہر شخص کی زبان سے سننے مین آہی جاتی ہین

تو پھر فکر اوسکے بسبب سے بچنے کی کرے کہ بچاؤ کی صورت گوشہ گیری سے ہے یا جب کوئی دوسرا شخص سامنے گیرے تو اوسکو منع کر دینے سے ہے اور پیٹ کے بارے میں فکر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کھانے پینے میں کرتا ہے اسطرح کہ یا حلال رزق سے بہت سا کھا جاتا ہے جس سے شہوت بڑھتی ہے اور شہوت شیطان دشمن خدا کا ہتیار ہے یا مال حرام اور مشتبہ سے تو یہ نظر کرے کہ میری غذا اور لباس اور مسکن اور وجہ معیشت کہاں سے ہے اور حلال رزق کی آمدنی کی صورتیں سوچے اور یہ فکر کرے کہ اونمین سے مجھے کسطرح ملے کہ سا حیلہ حلال رزق کا ہے اور کس تدبیر سے حرام کا تارک ہو جاؤنگا اور یہ بات اپنے دلمین ٹھان لے کہ حرام غذا کے ساتھ ساری عبادتیں بیکار ہیں اور رزق حلال عبادات کی اصل ہے اور اللہ تعالیٰ اوس بندے کی نماز نہین قبول کرتا جسکے کپڑے مین ایک درم حرام کا لگا ہو جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے علیٰ ہذا القیاس ایسے سب اعضا مین فکر کرے ہمکو سب کے لکھنے کی ضرورت نہین اسیقدر کافی معلوم ہوتا ہے جب فکر کے باعث ان احوال کو اچھی طرح پر جان جاویگا تو تمام دن نگراں ہیگا اور اعضا کو ان گناہوں سے بچاویگا۔ دوسری قسم طاعات ہین تو اول فرائض جو اوسکے ذمے فرض ہین اونکو دیکھے کہ اونکو نقصان اور تقصیر سے بچاتا ہے کہ نہین اور پھر اونکے نقصان کو نوافل سے پورا کرتا ہے کہ نہین۔ پھر ہر ہر عضو کے بارے مین فکر کرے کہ جو کام اللہ تعالیٰ کو محبوب ہین وہ اس سے ہوتے بھی ہین مثلاً کہے کہ آنکھ دیکھنے کے لیے پیدا ہوئی ہے کہ اسرار آسمان و زمین بچشم عبرت دیکھے تا کہ طاعت الٰہی مین لگی رہے اور کتاب اللہ اور حدیث شریف کے دیکھنے کے لیے ہے اور مین قادر ہوں کہ ان دونوں چیزون کو دیکھکر آنکھ کو مشغول طاعت الٰہی کرون تو کیون نہین کرتا اور یہ بھی مجھے ہو سکتا ہے کہ فلان شخص مطیع کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھکر اوسکے دل کو مسرور کرون اور فلان بدکار کو نظر حقارت دیکھکر اوسکو نافرمانی سے روک دون مگر کیا وجہ کہ مین یہ امور نہین کرتا اسیطرح کان کے بارے مین کہے کہ مین مظلوم کی فریاد بھی سن سکتا ہون یا حکمت اور علم اور قرات اور ذکر کے سننے پر قادر ہون پھر کان کو بیکار کیون رکھتا ہون خدا ی تعالیٰ نے تو مجکو اسلیے حوالہ کیے ہین کہ مین اونسے اوسکی نعمتون کا شکر کرون پھر اوسکی نعمت کی ناشکری کرنی اور اوسکو ضائع اور بیکار رکھنے کی کیا وجہ ہے اسیطرح زبان مین فکر کرے کہ مین زبان سے تعلیم اور وعظ کے باعث اللہ تعالیٰ کا تقرب کر سکتا ہون اور نیک بختون کے دل مین محبوب ہو سکتا ہون اور اگر کسی کی بیت خواہ عالم کے سامنے کوئی عمدہ بات کہون تو اوسکے دل پر سرور لا سکتا ہون اور فقرا کے حالات پوچھ سکتا ہون اور عمدہ کلمات کہ سکتا ہون جنمین سے ہر ایک کلمہ صدقہ ہے تو پھر اس نعمت سے اپنے زبان کو کیون

محروم رکھتا ہون اسیطرح مال مین فکر کرے کہ مین فلان مال کو صدقہ کر سکتا ہون اسوجہ سے کہ مجھے اوسکی حاجت نہین اور اگر آیندہ حاجت بھی ہوگی تو خدا تعالی اور عنایت کر دیگا اور بالفعل اگر حاجت بھی ہے تو دوسرے کے کام نکالنے کی زیادہ تر مجکو ضرورت ہے کہ وہ شخص اُس چیز کا مجھسے حاجت مند زیادہ ہے پس تمام اپنے اعضا اور بدن اور مال اور مواشی اور غلامون اور اولاد کو فکر کرے کہ یہ ساری چیزین آدمی کے آلات و اسباب ہین جنسے کہ خدای تعالی کی اطاعت پر قادر ہوسکتا ہے پس فکر دقیق کرے کہ جو جو طاعتین انسے ممکن ہون اول تو وہ نکالے پھر وہ باتین سوچے جنسے ان طاعات کیطرف اپنے آپ کو رغبت ہو پھر اونمین اخلاص نیت کی تدبیر سوچے جس سے کہ عمل صاف و پاکیزہ ہو۔ تیسری قسم وہ صفات مہلکہ ہین جنکا محل دل ہے اونکو جلد سوم مین ہم نے بیان کیا ہے اونکی ماہیت وغیرہ وہان سے دیکھ لے اور وہ یہ صفات ہین غالب ہونا شہوت کا اور غضب اور بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور حسد اور بدگمانی اور غفلت اور غرور وغیرہ اور اپنے دل سے ان صفات کا جو یا رہے پس اگر گمان کرے کہ میرا دل اونسے پاک ہے تو اوسکے امتحان کی کیفیت اور علامات سے نفس کی درستی حجت کو فکر کرے اسلیے کہ نفس ہمیشہ وعدہ خیر کا کرتا رہتا ہے اور ہمیشہ خلاف کرتا ہے مثلاً اگر نفس تواضع کا دعوی کرے اور کبر سے بری ہونے کا مدعی ہو تو چاہیے کہ ایک بوجھ لکڑیون کا اپنے سر پر رکھکر بازار مین لیجاوے تاکہ راستی دعوی معلوم ہو اکابر سلف اسیطرح اپنے نفسون کا امتحان کیا کرتے تھے اور اگر حلم کا دعوی کرے تو کوئی ایسی بات کرے جسمین دوسرے پر غصہ آوے پھر دیکھے کہ مین غصہ پی سکتا ہون یا نہین اسیطرح تمام صفات مین فکر ہونا چاہیے اور یہ فکر اس بات مین ہے کہ مین ان صفات سے موصوف ہون یا نہین اور انکے لیے علامات ہین جو ہم جلد ثالث مین لکھ چکے ہین پس اگر کسی علامت سے معلوم ہو کہ فلان صفت مجھ مین موجود ہے تو اون اسباب کا فکر کرے جنسے وہ صفت نظرون مین بُری معلوم ہو اور ظاہر ہو جاوے کہ اسکا منشا جہالت اور غفلت اور خبث باطن سے ہے مثلاً اگر اپنے نفس مین عمل کی شیخی پاوے تو فکر کرے اور کہے کہ میرا عمل تو میرے بدن اور اعضا اور قدرت اور ارادے سے ہوا ہے اور یہ سب چیزین نہ میری ہین نہ میرے اختیار مین بلکہ وہ تو خدای تعالی کی پیدا کی ہوئی ہین اوسی نے مجھپر ان چیزون کا انعام فرمایا ہے کہ مجکو پیدا کیا اور میرے ہاتھ پاؤن اور قدرت اور ارادے کو بنایا اور اپنی قدرت سے میرے اعضا کو جنبش دی تو پھر مین اپنے عمل خواہ نفس کی کیا شیخی کر دن میرے نفس کو خود تو قیام بذات خود میسر ہی نہین اور جب اپنے نفس مین کبر پاوے تو اپنے نفس کو یون سمجھاوے کہ تو اپنے آپ کو کیون

بُرا سمجھتا ہے بُرا تو وہ ہے جو خدای تعالی کے نزدیک بُرا ہو اور یہ بات بعد موت کے معلوم ہوگی کہ کون
اوسکے نزدیک بُرا ہے ظاہر کا تو حال یہ ہے کہ بہت سے کافر زندگی بھر کفر کرتے اور مرنے کے وقت
خدای تعالی کے مقرب اور کفر سے خارج ہو کر مرتے ہین اور بہت سے مسلمان بدبخت مرنے کے وقت
خاتمے کے بگڑنے سے تباہ ہو جاتے ہین پس جب کبر مہلک ہے اور اوسکا منشا حماقت تو فکر کرے کہ
اسکے دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تواضع کرنے والون کے سے افعال اختیار کرے اور جب اپنے نفس مین
کھانے کی شہوت اور حرص پاوے تو سوچے کہ یہ صفت بہائم کی ہے اگر کھانے کی اشتہا اور شہوت
جماع مین کمال ہوتا تو یہ خدا تعالی کے صفات اور فرشتون کے صفات مین داخل ہوتے جیسے علم
و قدرت داخل ہین اور چونکہ بہائم ہی ان صفات سے موصوف ہوتے ہین تو اگر حرص اوسپر غالب
ہوگی تو بہائم سے مشابہ تر اور فرشتون مقربین سے دور تر ہوگا اسیطرح غضب کے باب مین اپنے نفس سے
تقریر کرے اور اوسکے علاج کی راہ سوچے اور یہ سب باتین ہم ہر ایک جنس کے بیان مین لکھ چکے ہین
جسکو طریق فکر کی وسعت مطلوب ہو وہ ضرور اون سب بابون کو دیکھ لے جنمین ہم نے اون صفات کا حال
لکھا ہے چوتھی قسم نجات دینے والی چیزیں ہین یعنی توبہ اور گناہون پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور نعمت پر
شکر کرنا اور خوف و رجا اور دنیا مین زہد کرنا اور اخلاص اور صدق اور اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی تعظیم
اور اوسکے افعال پر راضی ہونا اور اوسکا شوق کرنا اور اوسکے لیے تواضع اور خشوع کرنا جنکو کہ ہم نے
اس جلد چہارم مین لکھا ہے اور ہر ایک کے اسباب علامات ذکر کر دیے ہین پس بندے کو ہر روز فکر
کرنا چاہیے کہ ان اوصاف مین سے جو اللہ تعالی کیطرف نزدیک کرتے ہین مجکو کونسے کی حاجت ہے
جب کسیکی طرف حاجت معلوم ہو تو جانے کہ یہ صفات احوال ہین جو دل علوم کے حاصل نہین ہوتے
اور علوم فکرون کے ثمرات ہوتے ہین پس جسکو یہ منظور ہو کہ آدمی اپنے نفس کی توبہ اور ندامت کا حال
حاصل کرے تو اول اپنے گناہون کو تلاش کرے اور اونکو سوچے اور نفس پر سب کے سب اکٹھے کر دے
اور دل مین اونکو بہت بڑی جانے پھر اوس سخت وعید پر نظر کرے جو شریعت مین اون گناہون کے
باب مین وارد ہین اور پھر اپنے جی مین ٹھان لے کہ مین خدای تعالی کے غضب کا کام کر رہا ہون اس
تدبیر سے اوسکو ندامت کا حال پیدا ہوگا اور جب یہ چاہے کہ شکر کا حال دل سے اوبھرے تو اللہ تعالی
کے احسانات اور انعامات کو دیکھے اور اس بات کو غور کرے کہ اوسنے اپنے کرم و فضل سے کیسا پردہ
ڈال رکھا ہے اور گناہوں پر فضیحت نہین فرماتا اس امر کا بیان تھوڑا سا باب الشکر مین ہم لکھ آئے ہین
وہان مطالعہ کر لینا چاہیے اور جب حال محبت اور شوق کا پیدا کیا چاہے تو خدای تعالی کے جلال

اور جمال اور عظمت اور کبریا مین فکر کرے یعنی اوسکی عجائب حکمت اور بدائع صنعت کو دیکھکر
اوسکا جلال و جمال غور کرے اور اوسکا تھوڑا سا بیان دوسری قسم مین فکر کی ذکر کیا جاویگا اور
جب حالت خوف پیدا کیا چاہے تو اول اپنے گناہ ظاہری اور باطنی پر نظر کرے پھر موت اور
اوسکے سکرات اور مرنے کے بعد منکر نکیر کا سوال اور قبر کا عذاب اور اوسکے سانپ بچھو کیڑے پھر صور
کے پھکنے پر پکار کا خوف پھر محشر کا ہول جسوقت کہ سب خلق ایک جگہ جمع ہوگی پھر حساب کا جھگڑا
اور تنکے تنکے کی بازپرس پھر پل صراط کی تیزی اور باریکی اور اوسپر گذرنے مین یہ اندیشہ کہ اگر بائین
رخ کو گیا تو دوزخ والون مین سے ہوگا اور دہنے طرف کو گیا تو جنت والون مین سے ہوگا اور
دار القرار مین اوتارا جائیگا پھر سوچے احوال قیامت کے بعد اپنے دل مین دوزخ اور اوسکے طبقات اور گرز
اور اہوال اور زنجیرین اور طوق اور سینہڑ اور پیپ اور طرح طرح کے عذاب اور اوسپر کے فرشتون کی بری
صورتین حاضر کرے اور یہ کہ وہ فرشتے جب گناہگارونکی جلدین پک جاوینگی دوسری کھالین بدل دینگے
اور وہ اگر دوزخ مین سے نکلنا چاہینگے تو پھر اوسمین کر دیے جاوینگے اور جب اوسکو دور سے دیکھینگے
تو اوسکی کھدکھداٹ اور چیخ سنینگے اسیطرح جتنی باتین کہ کلام مجید مین دوزخ کے بیان مین ارشاد ہین سب کو
پیش نظر کرے اور جب حال رجا پیدا کیا چاہے تو جنت اور اوسکی لذت اور درخت اور نہرین اور
حورین اور غلمان اور آسایش دائمی اور ملک بے زوال پر غور کرے۔ غرضکہ وہ فکر جس سے ایسے علوم
مطلوب ہوتے ہین کہ اونسے حالات عمدہ حاصل ہون یا صفات مذمومہ سے پاک ہوسکین اوسکا طریق یہی ہے
جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ہمنے اون احوال مین سے ہر ایک حال مین ایک باب علیحدہ لکھا ہے جس سے
تفصیل فکر پر مدد ہوسکتی ہے مگر سب کا ذکر ایک جگہ نہین ہے ایک جگہ سے سب کے پائے جانے کو یہی
کلام مجید کی تلاوت کی برابر کوئی چیز نافع نہین اسلیے کہ کلام مجید سب مقامات اور حالات کا جامع ہی
اور اوسمین لوگون کے لیے شفا ہے اسوجہ سے کہ اوسمین وہ باتین بھی ہین جن سے خوف اور رجا
اور صبر و شکر اور محبت اور شوق اور دوسرے احوال پیدا ہون اور وہ امور بھی ہین جو تمام صفات
مذمومہ سے باز رکھین تو چاہیے کہ آدمی اوسکی تلاوت کیا کرے اور جس چیز مین تفکر منظور ہو اوسکی
مضمون کی آیت کو دوہرانا اختیار کرے گو سو دفعہ وہ پڑھی جائے اسلیے کہ ایک آیت کو تفکر اور
فہم کے ساتھ پڑھنا سارے کلام مجید کے ختم سے بہتر ہے جو بے سمجھے پڑھا جاوے تو آیتون کے
سوچنے مین توقف کرے گو ایک رات گذر جاوے اسلیے کہ ایک ایک لفظ کے نیچے وہ اسرار ہین
کہ جنکے شمار نہین اور جب تک صاف دل سے فکر دقیق نکیا جاوے اور معاملہ درست نہو تب تک

وہ معلوم بھی نہیں ہوتے اسیطرح احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنا ہے کہ آپکے کلمات
جامع عنایت ہوتے ہیں ہر لفظ آپکے ارشاد کا حکمت کا سمندر ہے اگر عالم اونکو جیسا چاہیئے ویسی طرح
سوچے تو کبھی عمر بھر اوسکا غور پورا ہو ایک ایک آیت اور حدیث کی شرح نہایت طول رکھتی ہے مثلاً
اس حدیث کو غور کرنا چاہیئے کہ آپ فرماتے ہیں اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِی رُوعِی اَحْبِبْ مَا اَحْبَبْتَ
فَاِنَّکَ مُفَارِقُهٗ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ مَیِّتٌ وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّکَ
مَجْزِیٌّ بِهٖ یہ کلمات تمام اولین و آخرین کی حکمتوں پر جامع ہیں تامل کرنے والوں کو عمر
سوچنے کو کافی ہیں اسلیئے کہ اگر اسکے معنی پر واقف ہوں اور اوسکے دل پر یقین کیطرح غالب ہو جاویں
تو وہ ہی چھا جاویگے اور پھر اونکو آسا رکھینگے کہ دنیا کیطرف ذرا بھی التفات نہ ہے یہ طریق ہی علوم معاملہ
میں فکر کرنے کا اور بندے کے صفات میں اس نظر سے کہ وہ خدای تعالی کے نزدیک محبوب ہیں
یا مذموم مبتدی کو چاہیئے کہ ان فکروں میں ہر وقت ڈوبا رہے تاکہ اپنے دلکو اخلاق محمودہ اور مقامات
شریفہ سے آباد کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو مکروہات سے پاک کرے اور یہ یاد رہے کہ ان امور مین
فکر کرنا اگرچہ سب عبادات سے افضل ہے مگر مطلب اصلی یہ نہیں بلکہ جو ان فکروں میں مشغول ہے وہ
صدیقوں کے مطلب سے محجوب ہے اونکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدای تعالی کے جلال و جمال میں فکر کرنے
لذت پاویں اور دل ایسی طرح اسمین ڈوبے کہ اپنے افعال و احوال و مقامات اور صفات سب کو بھول جاوے اور
صرف محبوب حقیقی ہی میں اوسکی ہمت مستغرق ہو جیسے عاشق شیدا اپنے معشوق کے دیدار کے وقت ہوتا ہے
کہ اوسکو اپنے نفس کے حالات اور صفات پر نظر کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی حیران حیران رہجاتا ہے اور
یہ کمال درجے کی لذت عاشقوں کی ہے اور جو کچھ ہم نے لکھا ہے وہ فکر باطن کی آبادی کا ہے تاکہ قرب اور
وصال کی صلاحیت ہو جاوے پس اگر تمام عمر اپنے نفس کی اصلاح ہی میں تلف کی تو پھر قرب سے لذت
کب کو پاویگا اسیواسطے حضرت خواص جنگلوں میں پھرا کرتے اونسے حسین بن منصور رح ملے اور پوچھا
کہ تم کس حال میں ہو اونھوں نے کہا کہ میں جنگلوں میں پھرتا ہوں تاکہ اپنا حال توکل میں اچھا کرون حضرت
حسین بن منصور نے فرمایا کہ عمر تو آپنے اپنے باطن کی درستی میں صرف کردی فنا در توحید کونسے وقت
ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ واحد برحق میں فنا ہونا طالبوں کا عمدہ مطلب اور صدیقین کے انتہا درجے کی
لذت ہے اور صفات مہلکات سے بچنا ایسا ہے جیسے نکاح میں عدت سے نکلنا اور منجیات
صفتوں اور جمیع طاعات کا اختیار کرنا ایسا ہی جیسا عورت خاوند کے لیے تیاری کرے اور منہ ہاتھ
دھووے اور بالوں میں کنگھی کرے تاکہ خاوند کے ملنے کی لیاقت پیدا ہو جاوے پس اگر عورت

تمام عمر رحم کی صفائی اور ستھرائی ہی میں ضائع کرے تو خاوند کی ملاقات سے محجوب رہیگی اسیطرح
دین کے طریق کو بھی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ ہمنشینی کے اہل ہوا ور اگر شریر غلام کیطرح ہو کہ بدون مار کے
خوف کے اور اجرت کی طمع کے نہیں ہلا کرتا تو اپنے بدن کی مشقت اعمال ظاہری سے رہنے دو کہ اسطرح
کہ تمہارے درمیان میں اور تمہارے دل میں بڑا گاڑھا پردہ ہو اعمال سے البتہ یہ ہو گا کہ اگر اچھی طرح پر
ادا کرو گے تو اہل جنت میں سے ہو گے مگر ہمنشینی کے لیے اور ہی لوگ ہیں **شعر**

	سوختہ جان و روانان دیگرند		موسیا آداب انان دیگرند	

اور جب علوم معاملہ میں جو بندہ اور رب کے درمیان ہوتا ہے فکر کی جولانی معلوم کر چکے تو اب اسکو
صبح اور شام اپنا دستور اور عادت کر لو اور اپنے نفس سے اور اون صفات سے جو خدا تعالی سے
دور کرتے ہیں اور اون احوال سے جو اوسکی طرف نزدیک کرتے ہیں غافل نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر مرید کو
چاہیے کہ اپنے پاس ایک بیاض رکھے کہ اوسمیں صفات مہلکات اور منجیات اور تمام معاصی اور طاعات
لکھے ہوں اور ہر روز اونسے اپنے نفس کی پڑتال کیا کرے مہلکات میں سے اوسکو دس چیزوں میں نظر
کرنا کافی ہے کہ اگر اون سے بچ جاویگا تو سب سے بچا رہیگا وہ دس یہ ہیں بخل اور کبر اور عجب اور ریا اور
حسد اور شدت غضب اور حرص غذا اور کثرت شہوت اور محبت مال اور محبت جاہ اور منجیات سے بھی
دس کافی ہیں گناہوں پر ندامت اور بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور نعمتوں پر شکر کرنا اور خوف
و رجا کا معتدل رہنا اور دنیا میں زہد کرنا اور اعمال میں اخلاص کرنا اور خلق سے خوش خلقی سے پیش آنا
اور محبت اللہ تعالی کی اور اوسکے سامنے خشوع کرنا تو یہ سب بیس باتیں ہوئیں جنمیں سے دس بری
ہیں اور دس اچھی پس ایک بات میں فکر کرنا شروع کرے جب مثلا ایک بری بات جاتی رہے تو اوس بیاض
میں اوس صفت پر خط کھینچ دے اور اوسکے باب میں فکر نکرے اور خدا تعالی کا شکر کرے کہ ایک سے
تو نجات دی اور دل کو اوس سے صاف فرمایا اور یہ جانے کہ یہ بات خدا تعالی کی توفیق اور مدد سے ہوئی
ورنہ وہ اگر ہمکو ہمارے نفس ہی پر چھوڑ دیتا تو اونی سی بری صفت بھی ہمسے دور نہو سکتی غرضکہ
ایک ایک کو اسیطرح لیتا جاوے اور جب وہ دور ہوتی جاوے تو بیاض میں اوس پر قلم مارتا جاوے یہانتک
کہ دسوں بری صفتیں تمام ہوجاویں اسیطرح نفس سے پھر اس بات کا خواہاں ہو کہ صفات منجیات کیساتھ
موصوف ہو پس جب منجیات میں سے ایک کے ساتھ متصف ہو مثلا توبہ اور ندامت کی صفت اوسمیں
آجاوے تو اوس پر خط کر دے اور باقی صفات میں مشغول ہو تا کہ رفتہ رفتہ سب کا متصف ہوجاوے مگر یہ
طریق ایسے شخص کے لیے ہے جو نہایت مستعد ہو اور جو لوگ کہ صلحا میں شمار ہوتے ہیں اونمیں سے اکثر ونکو

چاہیے کہ وہ ایسے وقتون مین ظاہری گناہ بھی لکھ لین جیسے شبہہ کا کھانا اور غیبت اور چغلی پر زبان
کھولنی اور خصومت کرنی اور نفس کی ثنا کرنی اور دشمنون کی عداوت مین مبالغہ کرنا اور دوستون کی دوستی مین
افراط کرنا اور خلق کی منہ دیکھی بات کرنی اور امر بالمعروف اور نہی منکر کو چھوڑنا وغیرہ کہ اکثر لوگ جو بڑے
نیکبخت شمار کیے جاتے ہین اون مین یہ گناہ کچھ نہ کچھ پائے جاتے ہیں اور جب تک اعضاء ظاہری گناہون سے
پاک نہین ہوتے دل کی آبادی مین مشغول ہونا اور اوسکو صاف کرنا ممکن نہین بلکہ آدمیون کے ہر ایک
فریق پر ایک قسم کی معصیت غالب ہوتی ہے پس چاہیے کہ وہ لوگ اوسیکے درپے ہون اور اوسیکی تدبیر کرین
ایسے گناہون مین فکر کرین جنسے کہ وہ کنارہ پر ہون مثلاً عالم پرہیزگار اکثر اپنے علم کا اظہار کیا کرتا ہے
اور شہرت اور آوازہ کا خواہان ہوتا ہے خواہ تدریس سے ہو یا وعظ سے اور جو شخص اس امر کے درپے ہوتا ہے
وہ ایسے فتنے مین پڑتا ہے کہ اوس سے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین نجات پاتا یعنی اگر اوسکا کلام مقبول
ہوتا ہے اور دلون مین خوب تاثیر کرتا ہے تو عالم کو عجب اور اترانے اور زینت اور تکلف سے خالی
نہین ہوتا اور یہ سب باتین مہلک ہین اور اگر کوئی اوسکے کلام کو نہ مانے تو غصہ اور غیرت اور کینے سے
خالی نہین ہوتا حالانکہ اگر نہ ماننے والا کسی دوسرے عالم کے کلام کو نہ مانے تو اوسکو اوسپر چندان غصہ نہین آتا
اپنے کلام نہ ماننے پر زیادہ آتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شیطان اوسکو بہکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرا
غصہ اسلیے ہے کہ اوسنے حق بات کو نہ مانا اور اوسپر انکار کیا پس اگر یہ اپنے کلام کے نہ ماننے اور دوسرے
عالم کے کلام نہ ماننے پر یکسان خفا ہوتا ہے تو خیر ورنہ ظاہر ہے کہ مغالطے مین پڑا ہوا اور شیطان کا
بنایا ہوا ہوگا - پھر جب کہ لوگون کے ماننے سے اسکو خوشی ہوتی ہے اور اوسکی تعریف کرنے سے
پھولتا ہے اور اوسکے نہ ماننے اور روگردانی کو برا جانتا ہے تو کچھ نہ کچھ تکلف اور بناوٹ لفظون کی
خوبصورتی سے ادا کرنے مین بھی کرنے لگتا ہے اس توقع سے کہ اسکے سبب لوگ تعریف کرینگے حالانکہ
تکلف خداے تعالی کو پسند نہین اور شیطان یہان بھی اسکو دھوکا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو جو الفاظ کو
اچھی طرح ادا کرتا ہے تو تیری غرض یہ ہے کہ حق بات پھیلے اور دل مین خوب جگہ کرے اور اس سے غرض
ناصر کرنا دین الٰہی کا ہے تو اس صورت مین اگر یہ اپنے الفاظ کی خوبصورتی پر دوسرے عالمون کے الفاظ کی
نسبت زیادہ خوش ہوگا تو معلوم ہوگا کہ فریبی ہے اور طلب جاہ کا حریص گو جو گمان کرے کہ میری
غرض دین ہے اور جب اوسکے دل مین صفات خبیثہ پیدا ہوتی ہین تو اوسکا اثر ظاہر مین بھی
ہو جایا کرتا ہے یہان تک کہ اگر کوئی اوسکی تعظیم کرے یا اوسکے فضل کا معتقد ہوا اور دوسرا شخص
کسی دوسرے عالم کا معتقد ہو تو یہ اپنے معتقد کی زیادہ آؤ بھگت کیا کرتا ہے بنسبت دوسرے کے معتقد کے

کو دوسرا عالم اسکی نسبت کر اشتغال کا لائق ترہو اور اکثر اہل علم مین غیرت کی نوبت یہان تک
ہو جاتی ہے کہ عورتون کیطرح غیرت کرنے لگتے ہین اور ایک کا شاگرد اگر دوسرے کے پاس جاوے
تو اوسپر نہایت شاق ہوتا ہے ہر چند یہ جانتا ہے کہ شاگرد دوسرے کے پاس بھی مستفید ہوتا ہے
اور دین کی باتین سیکھتا ہے اور ان سب امور کا منشاء وہی صفات مہلکہ ہین جو دل کے اندر مخفی ہین اور
عالم براہ معاذاللہ جانتا ہے کہ مین انسے بچا ہوا ہون اور وہ ان علامات مذکورہ بالا سے ظاہر ہوتی ہین
غرضکہ عالم کا فتنہ بہت بڑا ہے وہ یا بادشاہ ہی یا بالکل تباہ عوام کیطرح بچ جانیکی طمع اوسکو نہین توجہ
عالم اپنے نفس مین ان صفات کو معلوم کرے اوسپر گوشہ نشینی اور تنہائی اور گمنامی کی طلب واجب ہے
اور سوالات مین فتوی دینے سے گریز کرنا لازم دیکھو زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین مسجد شریف مین بہت سے صحابہ رض
رہتے تھے کہ سب کے سب مفتی ہوتے تھے مگر فتوی دینے سے پہلو تہی کرتے تھے اور اگر کوئی دیتا بھی تھا
تو یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اگر اسکو بچا دیتا تو خوب تھا اور غفلت کیوقت دین کے شیطانون سے
ڈرنا چاہیے کہ وہ یون کہتے ہین کہ تم گوشہ نشینی اختیار مت کرو اسلیے کہ اگر سب ایسا ہی کرینگے تو علوم
خلق مین سے جاتے رہینگے اوسکا جواب یون دینا چاہیے کہ دین اسلام مین میری کچھ حاجت نہین وہ
پیشتر بھی بغیر میرے تھا اور ایسا ہی بعد کو بھی رہیگا میرے مرنے سے دین کے ارکان گر نہین جاینگے
اسلیے کہ دین کو کچھ میری پروا نہین لیکن میرا یہ حال ہے کہ اپنے دل کی اصلاح سے مین بے پروا نہین ہون
اور یہ کہنا کہ میرے بیٹھ رہنے سے علم جاتا رہیگا خیال فاسد ہے کہ نہایت جہالت پر دلالت کرتا ہی اسلیے
کہ اگر لوگون کو بالفرض قید خانے مین بند کر کے بیڑیان ڈالدی جاوین اور کہدیا جاوے کہ اگر علم طلب
کروگے تو آگ مین جلائے جاؤگے تو ریاست اور بڑائی کی محبت اونکو اس بات پر آمادہ کریگی کہ بیڑیان
توڑکر اور دیوارین گرا کر نکل بھاگین اور علم تحصیل کرین پھر جب تک کہ شیطان خلق کو ریاست کی محبت
دلاتا رہیگا علم کسیطرح نہین جاسکتا اور ظاہر ہے کہ شیطان قیامت تک اپنے کام سے سستی اختیار نہ کریگا
تو جبھی تک علوم بھی باقی رہینگے بلکہ علوم دینی ایسے لوگون کے باعث پھیلینگے کہ اونکو آخرت مین کچھ
نہ ملے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ
وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ پس عالم کو نہین چاہیے کہ ایسے فریبون سے دھوکا
کھاکر خلق سے ملنے مین مشغول ہو اور اپنے دل مین جاہ دنیا کی محبت کو پرورش کرے جو نفاق کا تخم ہے
حدیث شریف مین ہے کہ جاہ و مال کی محبت نفاق کو ایسا اگاتی ہے جیسے پانی ساگ کو اور فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ اُرْسِلَا فِيْ زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِاَكْثَرَ فَسَادًا فِيْهَا

الحیاۃ والممات فی دین اللہ المسلم اور محبت جاہ کے دل سے مدون گوشہ نشینی اور لوگوں سے گریز کرنے
اور حرص باتوں سے اونکے دلوں میں جاہ بڑھتا ہے اونکو چھوڑ سکے نہیں اور کھڑتی تو عالم کو اپنے
دل سے ان خبیثہ صفات کی تلاش کی فکر چاہیے اور یہ کہ تدبیر اسے نجات کی کیا ہے اور یہ فکر عالم
متقی کے لیے ہے اور ہم جیسوں کو تو فکر ان باتوں کا چاہیے جس سے ہمارا ایمان روز حساب پر قوی
ہو جاوے اسلیے کہ اگر ہم لوگوں کو بزرگان سلف دیکھیں تو قطعاً کہیں کہ یہ لوگ روز حساب کے معتقد نہیں
اسلیے کہ ہمارے اعمال ایسے نہیں جیسے جنت دوزخ پر اعتقاد رکھنے والوں کے ہوا کرتے ہیں کیونکہ جو
کوئی کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اوس سے بھاگتا ہے اور جس چیز کی توقع کیا کرتا ہے اوسکو طلب کیا کرتا ہے
اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ دوزخ سے گریز شبہات اور حرام اور معاصی کے چھوڑنے سے ہوتی ہے حالانکہ
ہم اونمیں ڈوبے رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی طلب نوافل کی کثرت سے ہوتی ہے اونمیں
بھی ہم قاصر ہیں بلکہ فرائض ہی اچھی طرح نہیں ادا ہوتے تو ہمکو علم کا ثمرہ یہی ملا کہ لوگ دنیا کے حریص ہوگئے
ہماری اقتدا کریں اور یہ کہیں کہ اگر حرص دنیا مذموم ہوتی تو علما ہماری نسبت اوس سے پرہیز زیادہ کرتے
پس کیا اچھا ہوتا کہ ہم عوام کیطرح ہوتے اور جب ہم مرجاتے تو ہمارے ساتھ ہی ہمارے گناہ مرجاتے اب تو
اگر سوچتے ہیں تو جس فتنے کے ہم سامنے ہوئے ہیں وہ بہت ہی بڑا ہے پس اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہیں
کہ ہمکو درست کرے اور ہمارے باعث سے دوسروں کو درست کرے اور ہمکو مرنے سے پیشتر توبہ کی
توفیق دے وہی کریم اور رحیم اور ہمپر انعام کرنے والا ہے علما اور صلحا کے فکروں کے طریق علوم معاملہ
مین یہ تھے جب وہ اوس سے فارغ ہوتے ہیں تو اونکا التفات اونکے نفسوں سے اوٹھ جاتا ہے
اور ان فکروں سے ترقی کرکے خدا کی عظمت اور جلال اور دیدۂ دل سے اوسکے مشاہدہ کی لذت
مین فکر کرنے لگتے ہیں اور یہ فکر پورا جب ہوتا ہے جب سب مہلکات سے علیحدہ ہو اور سب منجیات
متصف ہو اور اگر اس سے پیشتر کچھ اوسمین ظاہر ہوگا تو روگ والا اور ناقص اور پر کدورت اور جلد جانے والا
ہوگا بجلی کیطرح چمک جاویگا اوسکو قرار اور دوام ہوگا اور ایسی صورت مین سالک کا حال مثل اوس
عاشق کے ہوگا جو اپنے معشوق سے خلوت کرے اور اوسکے کپڑوں کے اندر سانپ اور بچھو ہوں کہ
برابر کاٹ رہے ہوں اور لذت مشاہدہ کو اوسپر مکدر کردیں اور بدوں انکے نکالے آسایش پوری نہو
اور یہ صفات مذمومہ سانپ اور بچھو ہیں انسے بھی ایذا اور پریشانی ہوتی ہے قبر مین انکی نیشوں کی
ہیبت سانپ بچھو کے کاٹنے کی نسبت کر زیادہ ہوگی قسم اول فکر کا بیان اسیقدر کافی ہے اس سے آگاہی
کبھی دوسری بھی حاصل ہوتی ہے کہ جو صفات مذکور ہوئی خدا تعالی کے نزدیک محبوب یا مکروہ ہیں اونمیں کسطرح فکر کیا جائے

دوسری قسم فکر کرنا خداے تعالی کے جلال اور عظمت اور کبریائی مین اور اوسمین چند مقامات ہین سب سے
اعلی مقام یہ ہے کہ خداے تعالی کی ذات اور صفات اور اوسکے نامون کے معنی مین فکر کرے مگر ایسا فکر کرنا
ممنوع ہے اسلیے کہ شرع مین ارشاد ہوا ہے کہ خداے تعالی کی مخلوق مین فکر کرو اوسکی ذات مین فکر مت کرو
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ عقلین اوسکی ذات مین حیران ہین بجز صدیقون کے اور کوئی اوس طرف آنکھ نہین
کھول سکتا اور وہ بھی اوسکے ہمیشہ دیکھنے کی تاب نہین رکھتے بلکہ تمام خلق کی آنکھون کا حال خداے تعالی
کے جلال کی نسبت کر ایسا ہے جیسا شپر کی آنکھ کا حال ہے نور آفتاب کی نسبت کر یعنی شپر کو مجال
آفتاب کے نور دیکھنے کی نہین بلکہ دن کو چھپی رہتی ہے اور رات کو کسیقدر روشنی مین جو آفتاب سے زمین پر
رہتی ہے دیکھتی ہے اور صدیقون کا حال مثل انسان کے حال کے ہے کہ آفتاب کو دیکھ تو سکتا ہے مگر ہمیشہ
نہین دیکھ سکتا وہ خوف بینائی کے جاتے رہنے کا ہے بشرطیکہ مدام اوسکی طرف تاکے اور خوب نظر گاڑ کر دیکھے تو
بھی آنکھین چندھی اور بینائی متفرق ہو جاتی ہے اسیطرح خداے تعالی کی ذات کیطرف دیکھنا مورث حیرت
اور مدہوشی اور عقل کے اضطراب کا ہوتا ہے اسصورت مین مناسب یہی ہے کہ خداے پاک کی ذات و صفات
مین فکر کے رستون کا بیان نکیا جاوے اسلیے کہ اکثر عقلون کو اوسکی تاب نہین بلکہ تھوڑی سی مقدار جسکی
تصریح بعض علمانے کی ہے کہ خداے تعالی مکان اور اطراف اور جہات سے پاک ہے وہ نہ عالم کے اندر ہے
نہ باہر نہ اوس سے ملا ہوا ہے نہ جدا اوسی سے کچھ لوگون کی عقل ایسی حیران ہوئی کہ وہ اوسکے منکر ہوے
کیونکہ نہ سننے کی طاقت اونکو ہوئی نہ پہچاننے کی بلکہ بعضے لوگ تو اس سے کمتر کی برداشت بھی نکر سکے
یعنی جب اونسے کہا گیا کہ خداے تعالی اس بات سے بری ہے کہ اوسکے کوئی سر اور ہاتھ اور پانون اور آنکھ
اور عضو اور کوئی جسم معین مقدار اور حجم والا ہو تو اونھون نے اسکو نہ مانا اور گمان کیا کہ یہ تعریف تو خداے تعالی
کی عظمت و جلال مین نقصان پیدا کرتی ہے بلکہ بعض عوام احمقون نے کہا کہ یہ تعریف تو ہندسے کے تربوز کی
ہے خداے تعالی کی نہین اسلیے کہ اوس بیچارے کو یہی گمان تھا کہ بزرگی اور عظمت انھین اعضا مین ہے
کیونکہ انسان صرف اپنے آپ ہی کو جانتا ہے اور اوسکی بڑائی کرتا ہے تو جو چیز کہ صفات مین اوسکی
برابری نہین کرتی اوسمین کچھ عظمت نہین سمجھتا ہان نہایت اوسکی یہ ہے کہ اپنے نفس کو خوبصورت تخت پر
بیٹھا ہوا سامنے نوکر چاکر کام کرتے ہوے فرض کرے تو ضرور یہ ہے کہ خداے تعالی کے باب مین بھی
مان لیگا تاکہ اوسکی عظمت سمجھے بلکہ اگر مکھی کو عقل ہوتی اور اوس سے کہا جاتا کہ تیرے خالق کے نہ تو بازو ہین
نہ پر نہ پانون نہ اڑان تو وہ اسکو نہ مانتی اور کہتی کہ بھلا میرا پیدا کرنے والا مجھ سے کم کسطرح ہو گا کیا یہ
ہو سکتا ہے کہ اوسکے پر کٹے ہوے ہون یا اپاہج ہو کہ اڑ نسکے مجھ مین تو سامان اور قدرت ہو

اور جو مسیر پیدا کرنے والا ہے اوسمیں یہ لوازم اور قدرت ہون اور اکثر لوگوں کی عقلیں اسکی عقل کے
قریب ہیں صحیح ہے کہ انسان بڑا جاہل اور ظالم اور ناشکر ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے اپنے بعض
انبیا پر وحی بھیجی کہ میرے بندوں سے میری صفتیں مت کہو ورنہ مجکو نہ مانینگے بلکہ اونسے میرا حال
ایسے الفاظ میں کہو کہ وہ سمجھ لین اور اسلیے کہ خدای تعالی کی ذات و صفات مین غور کرنی اسوجہ سے
ممنوع ٹھہری اسلیے شرع کا ادب اور خلق کی بہتری اسی بات کی مقتضی ہیں کہ ہم بھی اوسکے درپے نہوں
بلکہ اس مقام کو چھوڑکر دوسرے مقام کیطرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی غور کرنا اوسکے افعال اور عجائب
صنعت اور غریب معاملات میں جو اوسکی مخلوق مین ہین اسلیے کہ ان سے اوسکے جلال اور عظمت اور کبریا
اور پاک ہونا اور کمال علم و حکمت اور جاری ہونا اوسکی مشیت کا پایا جاتا ہے پس اوسکی صفات پر
غور اوسکی صفات کے آثار ہی سے کرنا چاہیے اسلیے کہ ہمکو یہ تو تاب نہین کہ اوسکی صفات کیطرف نظر
کرین تو اوسکے آثار ہی پر نظر چاہیے جیسے جب آفتاب چمکتا ہے تو ہم اوسکی طرف نہین دیکھ سکتے
بلکہ زمین کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہین اور اوسی سے آفتاب کے نور کی عظمت چاند اور ستاروں کے
نور کی نسبت کر سمجھتے ہین اسلیے کہ زمین کا روشن ہونا آفتاب کے نور کے آثار مین سے ہے اور اثر کو جیسی کہ
موثر کچھ نہ کچھ سمجھ میں آیا کرتا ہے گو خود موثر کے دیکھنے کے قائم مقام ہوا اور تمام موجودات دنیا کی آثار
قدرت الہی مین سے ایک اثر ہے اور اوسکے انوار ذات مین سے ایک نور ہے بلکہ کوئی تاریکی عدم سے
بڑھکر نہیں نہ کوئی نور وجود سے زیادہ اور وجود سب چیزون کا خدا تعالی کے انوار ذات مین سے
ایک نور ہے اسلیے کہ تمام چیزونکا وجود اوسکی ذات سے قائم ہے جو خود بخود قائم ہے جسطرح کہ جسموں کا
نور آفتاب کے نور سے ہے اور وہ خود روشن ہے اور جب تھوڑا سا آفتاب کو گہن لگتا ہے تو عادت
یوں ہو کہ ایک پانی کا طشت رکھکر دیکھا کرتے ہین تاکہ اوسکو دیکھ سکین اور آنکھ خیرگی نہ کرے اسصورت میں
پانی ایک پردہ ہوتا ہے کہ آفتاب کے نور سے کسیقدر کم کر دیتا ہے تاکہ اوسکی طرف نظر کرنے کی تاب ہو تو
اسیلیے افعال الہی بھی ایسا ذریعہ ہوتے ہین جنمین ہم فاعل کی صفتیں مشاہدہ کرتے ہین اور انوار ذات سے
متحیر نہیں ہوتے اسلیے کہ ہم مین اور ذات مین افعال کا واسطہ اور دوری ہو گئی اور اسی بھید کے باعث
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَتَفَکَّرُوْا فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ پس اب
کیفیت تفکر کی خدای تعالی کی مخلوق مین معلوم کرنی چاہیے واضح ہو کہ جو چیز سوای خدای تعالی کے
موجود ہے وہ اوسیکا فعل اور اوسیکی پیدایش ہے اور ہر ایک ذرہ مین جوہر اور عرض اور صفت اور موصوف
کے بہت سے عجائب اور غرائب ہین جنسے خدای تعالی کی حکمت اور قدرت اور جلال و عظمت ظاہر

ہوتی ہے اور اونکا شمار کرنا غیر ممکن ہے بلکہ اگر سمندر روشنائی ہوجاوے اور اوس سے وہ عجائب
لکھے جاوین تو اوسکا خاتمہ ہوجاوے اور اونکا اکثر حصہ رہجاوے تاہم بطور نمونہ اونمین سے ہم کچھ ایک لکھے
دیتے ہین اور کہتے ہین کہ موجودات جو خدا تعالی کی مخلوق ہین اونکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اونکی
اصل معلوم ہو تو ایسی اشیا مین ہم سے تفکر نہین ہوسکتا اور ایسی موجودات بہت ہین جنکو ہم نہین جانتے
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور فرمایا سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا
مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ اور فرمایا وَنُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور ایک وہ ہین
کہ اونکی اصل معلوم ہے اور مجملاً بھی پہچانی جاتی ہین مگر تفصیل نہین معلوم تو ایسی اشیا مین ہمکو ممکن ہے کہ
ہم اونکی تفصیل مین فکر کرین اور ان اشیا کی دو قسمین ہین ایک وہ جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور ایک وہ کہ
آنکھ سے نہین سوجھتی جو آنکھ سے نظر نہین آتین وہ فرشتے اور جن اور شیاطین اور عرش اور کرسی وغیرہ ہین
ایسی اشیا مین بھی فکر کی مجال تنگ ہے اسی جہت سے ہم اوسی قسم کی فکر کہ لکھتے ہین جو سمجھنے کے زیادہ تر
قریب ہے یعنی وہ اشیا جو آنکھ سے سوجھتی ہین اور وہ ساتون آسمان اور زمین ہین اور جو چیز اونکے درمیان ہے
پس آسمان مین یہ چیزین نظر آتی ہین ستارے اور چاند اور سورج اور اونکی حرکت اور گردش اور اونکا نکلنا اور
ڈوب جانا اور زمین مین یہ معلوم ہوتے ہین پہاڑ اور کانین اور نہرین اور دریا اور حیوانات اور نباتات اور
آسمان اور زمین کے درمیان یعنی جو مین یہ اشیا محسوس ہوتی ہین بادل اور مینہ اور برف اور اولے اور رعد
اور بجلی اور صاعقہ اور ٹوٹتے ستارے اور تند ہوائین غرضکہ آسمان و زمین اور اونکے درمیان مین
اس جنس کی اشیا معلوم ہوتی ہین اور انمین سے ہر ایک جنس چند نوع پر منقسم ہے پھر ہر نوع کی بہت سی
قسمین ہین پھر اقسام کے فروع ہین اسیطرح شاخ در شاخ ہوتی چلی گئی ہین جسقدر اختلاف صفات اور
ہیئت اور معانی ظاہری اور باطنی کا ہوتا جاتا ہے اوسیقدر اقسام بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اور ان
سب شاخون مین فکر کی مجال ہے کوئی ذرہ جمادات اور نباتات اور حیوانات اور آسمان اور ستارہ کا
ایسا نہین حرکت کرتا جسکا حرکت دینے والا خدا تعالی نہو اور اوسکی حرکت مین ایک حکمت یا دو یا دس
یا ہزار حکمتین خدا تعالی کی وحدانیت اور اوسکے جلال اور عظمت پر دال نہون اور یہ سب اشیا
نشانیان اور آیات دالہ ہین قرآن مجید مین انمین فکر کرنے کی ترغیب ہے جیسے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ
اور وَمِنْ اٰیٰتِهٖ تو کلام مجید مین شروع سے آخر تک بہت جا وارد ہے پس بعض آیات مین
فکر کرنے کی کیفیت ذکر کرتے ہین مثلاً ایک خدا تعالی کی آیات مین سے یہ ہے کہ انسان نطفہ سے

پیدا ہوا ہے اور سب سے بڑھکر آدمی سے اوسکا نفس ہے اور اوسمین خدای تعالی کی عظمت پر اتنے
عجائبات ہین کہ عمرین لٹ جاوین اور سواں حصہ بھی نہ معلوم ہون اور آدمی اونسے غافل ہے
پھر بھلا جب تو اپنے ہی نفس سے غافل ہے تو دوسرے کی معرفت کی طمع کیسے کرتا ہے اور تجکو خدای تعالی
اپنی کتاب مجید مین یہ ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے نفس مین تامل کر چنانچہ فرمایا وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
اور یہ بھی ذکر فرمایا کہ تو ناپاک نطفہ سے بنا ہے جیسے ارشاد ہے قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ
مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ
إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ اور فرمایا وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ
اور فرمایا أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى اور فرمایا أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ
مَهِينٍ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ اور فرمایا أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ
فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ اور فرمایا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ پھر یہ بیان فرمایا کہ
نطفے کو پھٹکی کر دیا اور پھٹکی کو لوتھڑا اور لوتھڑے کو ہڈیان چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ
مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ
مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا پس نطفے کے بار بار کلام مجید مین ذکر کرنے سے
یہ غرض نہین کہ یہ لفظ ہی سنا جاوے اور اوسکے معنون مین تفکر کیا جاوے بلکہ مراد یہی ہے کہ نطفہ پر
غور کرو مثلاً اسطرح کہ وہ ایک پانی ناپاک کی بوند ہے اگر گھڑی بھر چھوڑ دیا جاوے کہ ہوا اوسکو لگتی رہے
تو خراب ہو کر بدبو دینے لگتا ہے ایسی ناپاک چیز کو دیکھو کہ رب الارباب نے مرد کی پیٹھ اور عورت کی
چھاتیوں سے کیسے نکالا مرد اور عورت کو کیسے اکٹھا کیا اور اونکے دلوں مین الفت اور محبت ڈالی
اور اسی رشتہ محبت اور شہوت سے دونوں آپسمین ملے پھر صحبت کی حرکت سے مرد مین سے اس
نطفے کو نکالا اور عورت کے رحم مین ڈالا پھر حیض کا خون کہاں کہاں کی رگون کے اندر سے کھینچکر
رحم مین اکٹھا کیا اور نطفے سے بچہ بنا کر اوسکو خون حیض کھلایا پلایا یہاں تک کہ بڑھا اور پرورش پائی
پھر یہ دیکھو کہ نطفہ سفید چمکتا ہوا تھا اوسکو سرخ پھٹکی کیسے بنا دیا پھر پھٹکی کو لوتھڑا کیسے کر دیا پھر نطفے کے
حصے کیسے کر دیے اوسکے ٹکڑے تو یکسان تھے مگر کسیکو ہڈی کر دیا کسیکو پٹھا کسیکو رگ کسیکو گوشت
پھر گوشت اور پٹھوں اور رگوں سے اعضای ظاہری کسطرح بنائے سر کو تو گول بنایا اور کان اور آنکھ اور ناک
اور منہ اور دوسرے منفذوں کو کشادہ کیا اور ہاتھ اور پانون کو لنبا بنایا اور اونکے سرون مین انگلیان
اور انگلیون مین پورین پھانٹ دین پھر اعضای باطنی یعنی دل و معدہ اور جگر اور تلی اور پھیپھڑا

اور رحم اور مثانہ اور آنتین کسطرح بنائین کہ ہر ایک کی شکل اور مقدار اور عمل معین ہے پھر ان مین
ہر ایک عضو اور قسمون سے مرکب فرمایا مثلاً آنکھ کو سات طبقون سے مرکب کیا جنمین سے ایک
طبقے کا ایک جداہی وصف ہے اور جداہی صورت اگر ایک طبقہ جاتا رہے یا کوئی اوسکی صفت زائل
ہوجاوے تو آنکھ دیکھنے سے بیکار ہوجاوے غرضکہ جو جو عجائب ان اعضا مین سے ایک ایک مین جدا جدا
پائے جاتے ہین ایک ہی عضو کے اگر آدھے عجائب بھی ہم لکھین تو عمر کا خاتمہ ہو اب ہڈیون کو غور کرو کہ
کیسی سخت اور مضبوط ہوتی ہین اونکو نرم اور پتلے نطفے سے کیسے بنایا اور اونکو بدن کی راستی کا سبب
ٹھہرایا پھر اونکی مقدارین اور صورتین جدی جدی بنائین کوئی چھوٹی ہے کوئی بڑی کوئی لنبی ہے کوئی
چوڑی کوئی گول کوئی بیچ مین سے خالی کوئی ٹھوس کوئی پتلی اور باریک اور دراز انجا کہ انسان کو ضرورت
حرکت کی سارے بدن سے بھی اور بعض اعضا سے بھی حرکت کی احتیاج تھی کہ جس عضو کے ہلانے کی ضرورت
جس کام کے لیے ہو صرف اوسکو ہلا لیا کرے تو اسلیے اوسکی ہڈی ایک نہین بنائی گئی بلکہ بہت سی ہڈیان
اور اونکے بیچ مین جوڑ بنائے گئے تاکہ اونسے حرکت آسان ہو اور ہر جوڑ و ہڈی کی شکل کو موافق حرکت
مطلوب کے رکھا پھر جوڑ جو ہڈیون کے ملاتے ہین تو اونکی یہ صورت ہے کہ ایک ہڈی کے کنارے کو دوسرے کنارے
ریشون سے ملا دیا ہے یعنی ایک کے سرے سے وہ ریشے نکلے ہین اور دوسرے مین جا چمٹے ہین گویا یہی
بندھن پھر ایک ہڈی کے سرون کو نر زائد اوس سے باہر کو نکلے ہوے بنائے ہین اور دوسری کے سرے مین
اوسیکے موافق گھر اگڑا بنا دیا ہے تاکہ وہ زوائد اونمین خوب برابر آجاوین تو اب آدمی کا حال ایسا ہو گیا
کہ اگر اپنے بدن کی کسی چیز کو ہلانا چاہے ہلا سکتا ہے اور اگر جوڑ نہوتے تو یہ امر ہرگز نہو سکتا پھر دیکھو سر کی
ہڈیون کو کیسے پیدا کیا اور کیسے اکٹھا کرکے ملایا وہ گنتی مین پچپن جدی جدی شکلون اور صورتونکی ہین
اون سب کو ایک دوسرے سے ملا کر تمام سر جب نظر آتا ہے بنایا ان ہڈیون سے چھ ہڈیان خاص
کھوپڑی کی ہین اور چودہ اوپر کے جبڑے کی اور بارہ نیچے کے جبڑے کی اور باقی دانت ہین جنمین سے
بعضے چوڑے ہین کہ لیاقت پیسنے کی رکھتے ہین اور بعضے تیز قابل کاٹنے کے اور بعضے کیلے ہین تو کچھ
داڑھین اور بعض کچلیان اور بعض سادہ دانت ہین پھر گردن کو سر کی سواری بنایا اور اوسکو سات منکون سے
مرکب کیا جو بیچ مین سے خالی اور گول ہین اور انمین گھٹاؤ بڑھاؤ ہے جس سے ایک دوسرے پر منطبق ہو جاوین
اور حکمت کی وجہ حساب مین لکھنی طول چاہتی ہے پھر گردن کو پشت پر رکھا اور پشت کو گردن کے نیچے سے
لیکر سرین کی ہڈی تک چوبیس منکون سے بنایا اور سرین کی ہڈی کو تین مختلف اجزا سے مرکب کیا
نیچے کیطرف سے تو اوس سے ریڑھ کی ہڈی ملی ہوئی ہے اور وہ بھی تین چیزون سے مرکب ہے پھر پشت کی ہڈیونکو

سینے کی ہڈیوں اور مونڈھے اور ہاتھوں اور زیر ناف اور سرین کی ہڈیوں میں ملایا پھر زانوں
اور پنڈلیوں اور پانوں کی اونگلیوں کی ہڈیاں ہیں انکے شمار ہم نہیں لکھتے مگر سارے بدن میں دو سو
اڑتالیس ہڈیاں ہیں اسمیں وہ چھوٹی ہڈیاں داخل نہیں جنسے جوڑوں کے گڑھے بھرے ہوے ہیں
اب دیکھو کہ ان سب کو ایک نطفہ نرم اور پتلے سے کیسے بنایا اور ہڈیوں کے شمار ذکر کرنے سے مقصود
نہیں کہ اونکی گنتی معلوم ہو جاوے اسواسطے کہ یہ تو ادنی علم ہے تشریح والے طبیب اسکو جانا کرتے ہیں بلکہ
مطلب یہ ہے کہ ان ہڈیوں کو بکھیر کر جسنے ایسا انتظام دیا ہے اور انکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف غور کریں کہ کیسے
اونسے اونکو مقرر کیا اور اسمیں انتظام کیا اور انکی شکلیں اور مقداریں علیحدہ علیحدہ بنائیں اور انکے شمار
معین رکھے اگر ایک بڑھ جاتی ہے تو آدمی پر وبال ہو جاتی ہے اور اوسکے دور کرنے کا محتاج ہوتا ہے
اور اگر ایک کم ہو جاتی ہے تو اس کمی کے تدارک کا حرج کرنا پڑتا ہے پس طبیب جو ہڈیوں پر غور کرتا ہے
اسلیے کرتا ہے کہ اونکے علاج کا ماہر ہو جاوے اور اہل بصیرت جو اونپر غور کرتے ہیں تو اونسے بڑائی اونکے
پیدا کرنے والے کی سمجھتے ہیں کہ کیا تصویر بنائی ہے تو دونوں نظروں میں نہایت درجے کا فرق ہے پھر دیکھو
کہ جناب اللہ تعالی نے ہڈیوں کے ہلانے کے اسباب کیسے بنائے یعنی مچھلیاں بنائی ہیں پانسو انتیس پیدا کیں اور
مچھلی گوشت اور پٹھے اور نسوں اور جھلیوں سے بنی ہے اور وہ سب مقداروں اور شکلوں میں جیسی جگہ اور جیسی
حاجت ہو اوسکے موافق جدا جدا ہیں اونمیں سے چوبیس مچھلیاں تو آنکھ کے ڈھیلے اور پپوٹوں کے ہلانے کو
ہیں کہ اگر اونمیں سے ایک کم ہو جاوے تو آنکھ کا معاملہ ناقص ہو جاوے اسیطرح ہر عضو کیلیے ایک شمار
معین اور مقدار معین پر مچھلیاں بنی ہیں اور پٹھوں اور رگوں اور شریانوں کا حال اور اونکے شمار اور نکلنے کی
جگہ اور شاخوں پھیلنے کا ماجرا اس سے عجیب تر ہے اور اوسکی تفصیل طول چاہتی ہے غرضکہ فکر کو
ان اجزا میں سے ہر ایک میں دوڑنے کی گنجایش ہے پھر ہر عضو میں پھر سارے بدن میں فکر کی مجال ہے
اور یہ سب اجسام بدن کے عجائبات اور معانی اور صفات کے نادرات پر غور کرنا ہے جو حواس سے
معلوم نہیں ہوتے اب ظاہر انسان اور اوسکے باطن و بدن اور اوسکے صفات کو غور کرو تو اونمیں بھی وہ
عجائبات اور صنعت معلوم ہوگی جس سے تعجب آوے اور یہ سب اللہ تعالی کی صنعت ایک قطرہ آب ناپاک میں ہے

دہد نطفہ را صورتے چون پری | کہ کردست بر آب صورتگری

اب جو پانی کے قطرے میں صنعت کرتا ہے تو اوسکی صنعت ملکوت آسمانوں اور اونکے ستاروں میں
کیا کچھ ہوگی اور اونکی وضع اور شکلوں اور مقداروں اور شمار اور بعضوں کے یکجا ہونے اور بعضکی متفرق
علیحدہ ہونے اور نکلنے اور ڈوبنے کی جگہ جدا ہونے میں کیسی کچھ حکمت ہوگی۔ یہ نہ گمان کرنا چاہیے

کہ کوئی ذرہ آسمانون کے ملکوت کا کسی حکمت اور حکم سے خالی نہیے بلکہ یون جاننا چاہیے کہ پیدایش کی رو سے وہ مضبوط اور براہ صنعت نہایت درست اور بدن انسان کی نسبت کر زیادہ تر جامع عجایبات کا ہے بلکہ تمام روی زمین کی چیزون کو آسمانون کے عجایب سے کچھ نسبت ہی نہین اور اسلیے خدای تعالے فرماتا ہے ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا پھر اب نطفے کیطرف رجوع کر کے دیکھو کہ اول کیا تھا اور پھر کیا ہوگیا اور سوچو کہ اگر تمام جن اور انسان اس بات پر متفق ہون کہ نطفے کیواسطے کان اور آنکھ خواہ عقل یا قدرت یا علم یا روح پیدا کرین یا اوسمین ہڈیان یا رگین یا پٹھے یا چمڑا یا بال بنا دین تو بھلا بنا سکینگے بلکہ اگر یہ چاہین کہ خدا یتعالی کے بنانے کے بعد اوسکی کنہ حقیقت اور کیفیت خلقت کو معلوم کرین تو اوس سے عاجز ہونگے تو اب تم سے تعجب آتا ہے کہ اگر تم کسی آدمی کی صورت دیوار پر نکلی دیکھو جسکے بنانے مین مصور نے داد استادی دی ہو یہان تک کہ تصویر کو ایسا بنایا ہو کہ دیکھنے والا کہدے کہ انسان ہی ہے بولنے کی کسر ہے تو تم مصور کی نقاشی سے نہایت تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ واہ رے استاد کیسا چابکدست اور ہوشیار اور اپنے فن مین یگانہ ہے اور دل مین بھی اوسکی بڑائی بسے گی باوجودیکہ جانتے ہو کہ وہ تصویر صرف رنگ اور قلم اور ہاتھ اور دیوار اور قدرت اور علم اور ارادہ سے بنی ہے اور انمین سے کوئی چیز مصور کا فعل اور اوسکی پیدایش نہین بلکہ ان چیزون کو دوسرے نے پیدا کیا ہے جو کچھ مصور نے کیا وہ یہی ہو سکتا ہے کہ رنگ دیوار پر ایک ترتیب خاص سے اکٹھا کر دیا مگر تمکو اوس سے نہایت تعجب ہوتا ہے اور خود آدمی کو دیکھکر تعجب نہین کرتے کہ ایک قطرہ ناپاک نیست تھا پھر اوسکو اوسکے پیدا کرنے والے نے پشتون اور چھاتیون مین پیدا کیا پھر وہان سے نکالکر اوسکی شکل اور مقدار اور صورت عمدہ طور پر بنائی اور اوسکے اجزا جو ایک صورت کے تھے اونکو جدا جدا عضو بنائے پھر ہڈیون کو مضبوط کیا اور اعضا کی شکلین اچھی کین اور ظاہر اور باطن کو آراستہ کیا اور رگون اور پٹھون کو ایک دوسرے پر رکھا اور اونمین غذا کے جانیکی جگہ مقرر کی تاکہ سبب اوسکے زندہ رہنے کا ہو اور اوسکو سنتا دیکھتا جانتا بولتا کر دیا اور اوسکی پشت کو بدن کی بنیاد مقرر کی اور پیٹ کو تمام آلات غذا کا حاوی اور سر کو سب حواس کا جامع بنایا پھر آنکھون کو کھولا اور اونکے طبقون کو ایک دوسرے پر رکھا اور اونکی شکلین اور رنگ ڈھنگ اچھا کیا پھر اونکو پپوٹون سے ڈھانپا تاکہ اونکی حفاظت اور جلا کرتے رہین اور خس و خاشاک روکتے رہین پھر اونکو تلون مین جو رقبہ مین تل سے زیادہ نہین آسمانون کی صورتین ظاہر کین باوجودیکہ اتنے پھیلے ہوے اور لنبے چوڑے ہین مگر آنکھ مین نظر آتے ہین پھر کانون کو جو بنایا تو اونمین کڑوا پانی رکھدیا کہ سماعت بنی رہے

اور کیڑے اندر پہنچاوین اوراونکے گرد سیپ کیصورت کے پیچ رکھدیے تاکہ آواز اوسمیں اٹکی ہوکر کان کے سوراخ میں جاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اگر کوئی کیڑا چلے تو اوسکی چال ان پیچ دار معلوم ہوجاوے اور کان کے سوراخوں میں بہت سے گڑھے اور پیچ دار راستے رکھے تاکہ کیڑا اگر کان میں جاوے تو بہت سا چلے اور آدمی اگر سوتا ہو تو اوسکی بہت سی حرکت سے جاگ پڑے پھر ناک کو چہرے کے بیچ میں اونچا کیا اور اوسکی شکل عمدہ بنائی اور اوسکے دو نتھنے رکھے اور اونمین سونگھنے کی قوت عنایت فرمائی تاکہ بو کے سونگھنے سے اپنی غذا اور کھانے کی چیزیں معلوم کرسکے اور ہوا کی روح ولکی غذا کے لیے نتھنوں کی راہ پہونچ سکے اور اندر کی حرارت کو تسکین ہوتی رہے اور منہ کو کھلا رکھا اور اوسمیں زبان رکھی جو دل کے اندر کی باتیں بیان کرسکے اور منہ کو دانتوں سے زینت دی تاکہ سامان پیسنے اور توڑنے اور کاٹنے کا حاصل ہو دانتوں کی جڑوں کو مضبوط اور اونکے سروں کو تیز اور رنگ کو سفید بنایا اور ایسا برابر برابر رکھا کہ گویا موتی پروئے ہیں اور ہونٹوں کو بنا کر اونکا رنگ اور شکل عمدہ بنایا تاکہ منہ پر ایسمیں مل سکیں اور اوسکی راہ بند ہوجاوے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ اوسی گفتگو کی حروف پورے نکلیں پھر نرخرے کو پیدا کیا کہ اوس سے آواز نکلے اور زبان میں قوت حرکت اور علیحدہ کرنے کی رکھی تاکہ جدا جدا مخارج میں آواز کو علیحدہ کرے اور اس ذریعہ سے بہت سے حروف بولنے کی گنجایش ہوجاوے پھر تنگی اور فراخی اور نرمی اور سختی اور صاف اور کھردرا ہونے اور لمبے اور چھوٹے ہونے میں نرخروں کو مختلف طرح کا بنایا تاکہ اسکے سبب سے آوازیں جدی ہوجاوین اور دو آوازوں میں غلط ہوجاوے بلکہ دونوں آوازیں جدا جدا معلوم ہوں یہانتک کہ آدمی ایکدوسرے کو اندھیرے میں آواز ہی سے پہچان لیں پھر سر کو بالوں اور زلفوں سے زینت دی اور چہرے کو داڑھی اور ابروے اور پلکوں کو پتلے بالوں اور کمان کی صورت ہونے سے آراستہ فرمایا اور آنکھوں کو پلکوں کی زینت بخشی پھر اعضاء باطن کو پیدا فرما کر ہر ایک کو ایک معین کام کیواسطے مخصوص فرمایا مثلاً معدے کو غذا کے پکانے کے لیے مسخر کیا اور جگر کو اسلیے بنایا کہ غذا کو خون کرے اور تلی اور پتے اور گردے کو جگر کا خادم بنایا تلی کی یہ خدمت ہے کہ سودا کو جگر سے جذب کرتی ہے اور پتا صفرا کو اور گردہ رطوبت مائی کو اور مثانہ گردے کا خادم ہے کہ پانی گردے میں سے لیکر پیشابگاہ کے رستے سے نکالدیتا ہے اور رگیں جگر کی یہ خدمت کرتی ہیں کہ خون کو بدن کے تمام اطراف میں پہونچاتی ہیں پھر دونوں ہاتھوں کو پیدا کیا اور انکو لمبا بنایا تاکہ چیزوں کیطرف بڑھ سکیں اور ہتھیلی کو چوڑا کرکے اوسکی تقسیم پانچ اونگلیوں میں کی اور ہر اونگلی میں تین تین پوریں رکھیں اور چار اونگلیونکو ایکطرف

رکھا اور انگوٹھے کو ایک طرف تاکہ انگوٹھا سب پر گھوم سکے اور چارون انگلیون کو طول مین مختلف رکھکر ایک صف مین ایک دوسرے کے بعد رکھا اگر سب اول و آخر کے لوگ متفق ہوکر کوئی اور صورت بڑی باریک فکر سے نکالا چاہین کہ اس وضع خاص سے جو انگلیون کو اب حاصل ہے دوسرے طور پر رکھین اور سب کام دیوین جواب دیتی ہین تو ہرگز نہو سکیگا اسلیے کہ اس ترتیب خداداد سے بہت سے فوائد ہین لینا اور دینا اور پکڑنا سب اسی سے ہوتا ہے اگر انگلیون کو پھیلایا ہوا رکھے تو ایک تشتری ہے جو چپٹا ہوا ہے پر رکھہ لو اور اگر انکو بند کرلو تو مارنے کا آلہ گھونسا ہوجاویگا اور اگر ادہر کھلی تو چلو جیسے کیصورت ہوجاویگی اور اگر ملاکر کھولدو تو کھرپی یا بیلچے کی شکل ہوجاویگی پھر انگلیون کے سرون پر ناخن پیدا کیے کہ انکی زینت ہو اور پشت کی جانب سے انکی رگ ہو کہ ٹوٹنے نہ پاوین اور باریک چیزین جو پورون سے نہ اوٹھہ سکین انکو بھی اوٹھا سکے اور اپنا بدن حاجت کے وقت انسے کھجا سکے پس ناخن سب اعضا مین ادنی ہے لیکن اگر بالفرض نہوا اور آدمی کو خارش ہوجاوے تو نہایت عاجز اور ضعیف ترین خلق ہوجاویگا اور کوئی بدن کھجلانے مین اپنے ناخن کا قائم مقام نہو سکیگا شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؏

بغمخوار کی جز سر انگشت من	نخارد کسے در جہان پشت من

پھر ہاتھہ کو خارش کی جگہ بتلادی کہ اوسی جگہ پہونچتا ہے گو آدمی نیند اور غفلت ہی مین ہو اور اگر بدن کھجلانے مین دوسرے سے مدد لیتا تو خارش کی جگہ پر بڑی مشقت کے بعد مطلع کرپاتا پھر یہ سب باتین نطفے مین پیٹ کے اندر تین اندھیرون کے درمیان بناوین کہ اگر بالفرض رحم پر سے سب پردے اوٹھا لیے جاوین اور آدمی کو بچہ نظر آنے لگے تو دیکھے کہ یہ سب امور ایک دوسرے کے بعد بنتے چلے جاتے ہین نہ مصور معلوم ہوتا ہے نہ کوئی آلہ اوسکے بنانے کا دکھائی دیتا ہے تو بھلا ایسا کوئی مصور یا کاریگر تم نے دیکھا ہے کہ اپنے اوزار کو ہاتھہ نہ لگاوے نہ جس چیز کو بناتا ہے اوسکو چھووے نہ اوسکے پاس آوے اور تہ بتہ کے اندھیرون کے اندر اوسمین تصرف کرے یہ شان اوسی پاک ذات کی ہے اور کسیکی مجال نہین پھر اوسکے کمال قدرت اور رحمت کامل کو دیکھو کہ جب بچہ بڑھا اور رحم مین گنجایش نرہی تو اوسکو کیسے بتا دیا کہ اوندھا ہوکر اور وہانسے ہلکر اوس تنگی سے نکلنے کی راہ ڈھونڈھتا ہے گویا جس چیز کیطرف محتاج اوسکو سمجھتا بوجھتا ہے پھر جب نکل آیا اور غذا کا محتاج ہوا تو کیسے اوسکو چھاتی منہ مین دبانے کی ہدایت کی پھر چونکہ اوسکا بدن نرم تھا اور موٹی غذا کی برداشت نرکھتا تھا تو کیسے اوسکے لیے لطیف دودھ کا انتظام کیا اور خون اور غلیظ مین سے کیسا خالص گلے مین اوترتا پیدا کیا اور چھاتیون کو کیسے بنایا اور اونمین دودھ اکٹھا کیا اور اونکے سر ایسے کردیے کہ لڑکے کے منہ مین

آجاویں پھر اونمیں سوراخ بہت باریک رکھے تاکہ دودھ بدون دبائے نہ نکلے اور دبانے سے
آہستہ آہستہ نکلے اسلیے کہ لڑکا تھوڑا ہی تھوڑا متحمل ہوسکتا ہے پھر اوسکو چوسنا کیسے بتا دیا کہ شدت
بھوک کے وقت اوس تنگ جگہ سے دودھ بہت سا نکلے پھر اس مہر و محبت الٰہی کو دیکھو کہ دانتوں کا
پیدا کرنا دو برس کے پورا ہوسنے پر رکھا اسلیے کہ دو برس تک اوسکی غذا دودھ ہی سے ہوتی ہے دانت کی
حاجت نہیں ہوتی اور جب بڑا ہوتا ہے تو نرم دودھ اوسکے موافق نہیں ہوتا اوسوقت غذا گاڑھی چاہئے
اور غذا کو چاہئے اوسکے چبانے کی ضرورت ہی اسلیے حسب حاجت ہوئی تب دانت دیے نہ پہلے دیے نہ پیچھے پس
تعجب ہے کہ اول اللہ پاک نے یہ سخت ہڈیاں اون حرم مسوڑھوں میں کیسے نکالیں پھر والدین کے دل میں
شفقت ڈالدی کہ جسوقت وہ ایسے آپ اپنے لیے کچھ نہیں کرسکتا اوسوقت یہ دونوں اوسکی خدمت
کرتے ہیں اگر خداوند کریم اونکے دل میں رحمت نہ ڈالتا تو بچے سے زیادہ کوئی عاجز تر اپنی تدبیر سے
ہوتا پھر دیکھو کہ جوں جوں بڑھتا گیا اوسکو قدرت اور تمیز اور عقل و ہدایت کیسے رفتہ رفتہ دیتا گیا
یہانتک کہ بڑا ہوکر قریب بلوغ ہوا پھر جوان پھر ادھیڑ پھر بوڑھا ہوا یا تو ناشکرا یا شکرگزار
مطیع یا نافرمان ایماندار یا کافر بنا جیسے خدای تعالی فرماتا ہے هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ
حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ
فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا اس لطف و کرم کو
دیکھو پھر قدرت و حکمت پر غور کرو تو عجائبات حضرت ربوبیت سے مبہوت ہو جاؤ گے اور نہایت
تعجب اس شخص سے ہے کہ جو عمدہ خط یا کوئی اچھا نقش دیوار پر دیکھتا ہے اور اوسکو پسند کرتا ہے
تو اپنی ساری ہمت کاتب اور نقاش کے تصور میں لگاتا ہے کہ کیسے لکھا اور کیسے نقش کیا اور اوسکو
اپنے دل میں بڑا مانکر کہتا رہتا ہے کہ یہ شخص کیسا بڑا ماہر اور فن میں کامل اور زبردست اور قدرت والا ہے
مگر یہ عجائبات اپنے آپ میں اور دوسروں میں دیکھتا ہے اور اوسکے کاریگر اور مصور برحق سے
غافل رہتا ہے اوسکے عظمت اوسکو بیہوش کیوں نہیں کرتی اور اوسکے جلال و حکمت سے متحیر
کیوں نہیں ہوتا۔ پس یہ چند عجائبات آدمی کے بدن کے ہیں سب کا لکھنا ممکن نہیں اگر آدمی فکر
کیا چاہے اوسکے فکر کے دوڑانے کو بہت قریب ہیں اور خالق کی عظمت پر نہایت واضح دلیل ہیں
مگر آدمی انسے غافل اور اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے میں لگا ہوا اسکے سوا اور کچھ نہیں آتا کہ
بھوک لگی تو کھا لیا اور پیٹ بھرا تو سو رہا شہوت ہوئی تو صحبت کی غصہ آیا تو لڑ لیا حالانکہ ان باتوں میں
بہائم اور درندے سب آدمی کے شریک ہیں خاصیت انسانی جس سے بہائم محروم ہیں وہ یہ ہے

کہ آسمانون اور زمین کے اسرار اور حیوانات اور نباتات کے عجائب کو غور کرکے خدا تعالی کو پہچانے اسلیے
کہ اس سے بندہ مقرب فرشتون کی جماعت مین داخل ہوجاتا ہے اور انبیا اور صدیقین کی جماعت مین ہوکر
خدا تعالی کی جناب سے نزدیک ہوتا ہے یہ مرتبہ بہائم کو نہین ہے نہ اوس آدمی کو جو دنیا سے صرف شہوات
بہائم پر راضی ہو اسلیے کہ ایسا انسان بہائم سے بہت برا ہے اسلیے کہ بہائم مین تو قدرت معرفت کی سرے سے
نہین اور انسان مین تو خدا تعالی نے قدرت پیدا کی تھی مگر اوسنے اوسکو بیکار رکھا اور نعمت الہی کا
شکر نہ کیا تو ایسے لوگ بہائم کیا بلکہ اونسے بھی بدتر ہین اور جب تمکو اپنے آپ مین فکر کرنے کا طریق معلوم
ہوگیا تو اب زمین کو دیکھو جو تمھاری قرارگاہ ہے پھر اوسکی نہرون اور دریاؤن اور پہاڑون اور کانون مین
فکر کرو پھر اونکے بعد آسمانون کے اسرار پر ترقی کرو پس زمین مین بہت نشانیان ہین ایک یہ ہے
کہ زمین کو بچھونا اور بستر بنایا اور اوسمین راستے اور سڑکین بنائین اور اوسکو نرم کیا تاکہ اوسکی اطراف مین
پھرو اور اوسکو ساکن بنایا کہ ہلتی نہین اور اوسمین پہاڑون کی میخین جڑدین کہ حرکت سے اوسکی مانع ہین
پھر اوسکے اطراف کو چوڑا کیا یہان تک کہ آدمی اوسکے سب اطراف مین پھرنے سے عاجز ہوے گو اونکی
عمرین بڑی ہون اور گردش زیادہ کی چنانچہ ان باتون کو خدای تعالی نے فرمایا ہے وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰھَا
بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰھَا فَنِعْمَ الْمٰھِدُوْنَ اور فرمایا ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ
لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا اور فرمایا اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا
اسیطرح کلام مجید مین خدای تعالی نے ذکر زمین کا بہت جگہ فرمایا ہے تاکہ اوسکے عجائب مین فکر کیا جاے
کہ اوسکی پشت زندون کے رہنے کی جگہ ہے اور پیٹ مردون کے سونے کا مقام ہے اسیواسطے اللہ تعالی نے
فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا پس زمین کو دیکھو کہ بیجان ہوتی ہے اور جب اوسپر
پانی پڑتا ہے تو تازہ ہوکر اوبھرتی ہے اور سبز ہوکر سب سبزیان نکلتے ہین اور اوسمین سے طرح طرح کے
حیوانات نکل پڑتے ہین پھر دیکھو کہ زمین کے کنارون کو اونچے اونچے اٹل پہاڑون سے ٹھوکا اور سخت
کیسے مضبوط کیا اور کسطرح پانی اوسکے نیچے رکھا کہ چشمے نکالے اور نہرین بہائین جو روے زمین پر چلتی ہین
اور پتھر خشک اور میلی مٹی سے پانی شیرین اور پتلا صاف نکھرا نکالا اور اوس سے ہر چیز کو زندہ کیا اقسام کے
درخت اور روئیدگی اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور خرما اور انار اور میوہ ہای بیشمار جدی جدی
شکلون اور رنگ اور مزہ اور صفت اور بو کے پانی ہی کے سبب نکالے کھانے مین ایک دوسرے سے
بڑھ چڑھکر ہین حالانکہ ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہین اور ایک ہی زمین سے نکلتے ہین اب اگر کوئی
کہے کہ ان میوون کا اختلاف اونکے بیجون کے مختلف ہونے سے ہے تو ہم کہتے ہین کہ گٹھلی مین خوشہ

کہاں لگے ہوئے تھے اور ایک دانے میں سات بالیں اور ہر بال میں سو دانے کہاں تھے پھر جنگلوں کی
زمین کو دیکھو اور اوسکے ظاہر و باطن کی جستجو کرو تو ایک سی مٹی معلوم ہوگی اور جب اوسپر پانی پڑتا ہے
تو تر و تازہ ہوکر ابھرتی ہے اور رنگ برنگ کی جنسیں اور ایک سی صورت کے سبزے اور مختلف
صورت کی اوگاتی ہے کہ ہر ایک کا رنگ اور بو اور رنگ اور شکل دوسرے سے علیحدہ ہے پھر اونکی کثرت
اور اختلاف اقسام اور کثرت اشکال پر لحاظ کرو پھر طبیعتوں کے مختلف ہونے اور کثرت منافع پر غور
کرو کہ اللہ جل شانہ نے ان نباتات میں کیسے عجیب فوائد رکھے ہیں مثلاً کوئی غذا کے کام کی ہے کوئی قوت
دیتی ہے کوئی موجب زندگی ہے کوئی قاتل ہے کوئی سرد ہے کوئی گرم کوئی معدے میں جاکر صفرا کو
رگوں کے اندر سے دور کرتی ہے کوئی خود صفرا بناتی ہے کوئی دافع بلغم و سودا ہے اور کوئی بلغم و سودا بناتی ہے
کوئی مصفی خون ہے کوئی خون ہو جاتی ہے کوئی مفرح ہے کسی سے نیند آتی ہے کسی سے زور بڑھتا ہے
کسی سے ضعف ہوتا ہے غرض کہ زمین سے جو تنکا باہر کا نکلتا ہے اوسمیں ایسے فوائد ہیں کہ آدمی ونکی
ماہیت پر مطلع نہیں ہو سکتا پھر ان نباتات میں سے ہر ایک کی پرورش میں کسانوں اور مالیوں کو جدا
کام کرنا پڑتا ہے مثلاً درختوں کو پانی مادہ میں دیا جاتا ہے انگور کو چھانٹا جاتا ہے کھیتی میں سے گھاس وغیرہ
علیحدہ کرنا پڑتا ہے کسیکا بیج زمین میں بکھیرتے ہیں کسیکی پود لگاتے ہیں کسیکی قلم لگاتے ہیں اگر ہم
چاہیں کہ نباتات کی جنسوں اور قسموں کا اختلاف اور اوسکے منافع اور حالات اور عجائبات بیان کریں
تو اسکے لیے ایک مدت چاہیے اسلیے ہر جنس میں سے کسیقدر کافی ہے جس سے فکر کا طور معلوم ہو جاوے
نباتات کے عجائب تو ہو چکے۔ دوسری نشانی زمین میں یہ ہے کہ پہاڑوں اور کانوں میں جو زمین کے جواہر
رکھے ہیں یہی زمین ہے کہ اسمیں بہت سے ٹکڑے پاس پاس ایک دوسرے سے صفات میں علیحدہ ہیں
مثلاً پہاڑوں کو دیکھو کہ اونمیں سے جواہر نفیس چاندی سونا فیروزہ لعل وغیرہ کیسے نکلتے ہیں کہ بعضے
تو ہتھوڑوں سے پٹتے ہیں جیسے چاندی سونا تانبا رانگ لوہا اور بعضے نہیں پٹتے جیسے فیروزہ اور لعل
وغیرہ اور دیکھو کہ اللہ تعالی نے کیسے لوگوں کو انکا نکالنا اور صاف کرنا اور انسے برتن اور اوزار اور
نقد اور زیور بنانا بتلا دیا پھر زمین کی کانوں کو دیکھو کہ رال اور گندھک اور قیر وغیرہ اوسمیں سے نکلتے ہیں
اور سب سے ادنی نمک ہے جسکی حاجت کھانے کی درستی میں ہوتی ہے اگر کسی شہر میں نہو تو جلد لوگ
مرنے لگیں خدا تعالی کی رحمت کو دیکھنا چاہیے کہ بعضی زمینوں کے جوہر کو کیسے شور بنایا کہ اوسمیں
صاف پانی مینہ کا اکٹھا ہوکر نمک شور گرمی کرنے والا بنایا کہ ممکن نہیں کہ کوئی اوسکو تنہا کھا سکے
کھانے کا نمک اسلیے بنایا کہ اوس سے کھانا درست ہو جائے اور جب تم اوسکو کھاؤ تو عیش اچھی طرح ہو

اور کوئی چیز اور حیوان اور نبات ایسے نہین جسمین ایک حکمت یا زیادہ اس قسم کی نہو کوئی اونمین سے بیکار اور کھیل کے لیے نہین بنی بلکہ سب کو جیسا چاہیے تھا اور جسطرح چاہیے تھا اور جیسے اوسکے جلال اور کرم اور لطف کے شایان تھا حق طور پر بنایا اور اسیوجہ سے خود فرمایا وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ مَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ تیسری نشانی اقسام حیوانات ہین کہ اونمین سے بعضے اوڑتے ہین اور بعضے چلتے ہین اور چلنے والون مین بعضے دو پانون سے چلتے ہین بعضے چار سے بعضے دس اور سو سے چنانچہ بعض حشرات الارض مین یہ امر دیکھا جاتا ہے پھر فوائد اور صورت شکل اور عادات وطبائع مین سب مختلف ہین پھر جو پرندون اور خشکی کے وحشیون اور خانگی بہائم کو دیکھو انمین وہ عجائب پاؤ گے جنسے انکے خالق اور مقدر اور مصور کی عظمت اور قدرت اور حکمت مین کچھ شبہہ نکروگے اور ان سب کا لکھنا ممکن نہین بلکہ اگر ہم چاہین کہ عجائب چھوٹے جانورون مثل مچھر اور چیونٹی اور شہد کی مکھی اور مکڑی کے بیان کرین کہ گھر ایسے بناتے ہین اور غذا ایسے جمع کرتے ہین اور اپنے جوڑے سے الفت اسطرح ہوتی ہے اور گھر کی شکل موزون بنانے مین ایسی مہارت ہوتی ہے اور اپنی حاجتون کیطرف اسطرح رستہ ملتا ہو تو ہرگز ہم سے سب بیان نہوسکیگا مثلاً مکڑی کو دیکھتے ہو کہ اپنا گھر نہر کے کنارے بناتی ہے تو اول وہ جگہ ایسی تلاش کرتی ہو کہ ان دونون مین تھوڑا سا فاصلہ ایک ہاتھ یا اس سے کم وبیش ہو تاکہ دونون جگہ مین اپنا تار پہونچا سکے پھر وہ اسطرح شروع کرتی ہے کہ اپنا لعاب یعنی تار ایک کنارے پر ڈالتی ہے تاکہ اوسمین چمٹ جاوے پھر دوسری طرف جاکر وہان دوسرا سر تار کا چپکا دیتی ہے اسیطرح دوبارہ سہ بارہ آمد ورفت کرتی ہے اور فاصلہ تارون کا مناسب اور موزون رکھتی ہے یہان تک کہ جب تارون کے سرے دونون جگہ مین مضبوط ہو جاتے ہین اور اونکو تانے کی شکل کر لیتی ہے تب بانے مین مصروف ہوتی ہے اور بانے کو تانے پر رکھنا شروع کرتی ہے اور جہان بانے کا تار تانے سے ملتا ہے وہان مضبوط گرہ دیدیتی ہو اور اسمین بھی موزونیت اور شکل ہندسی کو لحاظ رکھتی ہے اور اس تانے بانے سے ایسا جال بناتی ہے جسمین مچھر اور مکھی پھنس جاوے اور اپنے آپ ایک کونے مین تاک لگائے بیٹھی رہتی ہے کہ کوئی شکار جال مین پھنسے جب کوئی پھنس جاتا ہے تو لپک کر اوسکو پکڑ کے کھا جاتی ہے جب اسطرح شکار کرنے سے تھک جاتی ہے تو کسی دیوار کا کونا ڈھونڈھ کر کونے کے دونون جانب مین تار لگا کر ایک اور تار مین آپ لٹک جاتی ہے اور اولٹی ہوا مین لٹکی رہتی ہے اور اوڑتی مکھی وغیرہ کی منتظر رہتی ہے جب کسی مکھی کا گذر وہان کو ہوتا ہے تو اوسکو پکڑ کر اپنا تار اوسکی ٹانگون مین لپیٹ کر خوب مضبوط کر دیتی ہے پھر اوسکو کھا لیتی ہے پس کوئی حیوان

چھوٹا یا بڑا ایسا نہیں کہ اوسمیں ان عجائب میں سے بیشمار ہوں پھر کہو تو کہ مکڑی نے یہ صنعت اپنے
آپ سیکھی ہے یا خود بخود موجود ہو گئی ہے یا کسی آدمی نے اوسکو بتایا یا جواد سکھلایا ہے یا اوسکا کوئی
ہادی اور بتانے والا نہیں ہے کوئی اہل دانش اسمین شک نکریگا کہ وہ بیچاری عاجز اور ضعیف ہے
بلکہ ہاتھی جسکا تن بہت بڑا اور قوت ظاہر ہے وہ بھی اپنے نفس کے امر سے عاجز ہے یہ تو ضعیف ہی
جانور ہے پھر بھلا وہ اپنی شکل اور صورت اور حرکت اور ہدایت اور عجیب صنعت سے اپنے پیدا کرنیوالے
حکمت والے اور قادر دانا پر شہادت نہیں دیتی ہوشیار آدمی تو ایسے چھوٹے سے جانور میں عظمت خالق
مدبر کی اور اوسکا جلال اور کمال قدرت و حکمت وہ دیکھتا ہے جس سے عقلمند حیران رہجاوین بڑے
حیوانوں کا تو کیا ذکر ہے اور یہ قسم بھی بیحد و بیشمار ہے اسلیے کہ حیوانات اور اونکی شکلین اور عادات اور
طبیعتیں بیشمار ہین اور دلوں کو تعجب اسے اسواسطے نہیں ہوتا کہ کثرت سے دیکھنے کے باعث انسے
مانوس ہو گئے ہیں ہان اگر کسی حیوان عجیب یا کیڑے کو دیکھتے ہین تو تعجب کر کے کہتے ہین سبحان اللہ
عجیب جانور ہے اور انسان سب حیوانات سے عجیب تر ہے لیکن آپ کو دیکھکر تعجب نہیں کرتا بلکہ جب چوپایوں سے
مانوس ہو رہا ہے اگر اونکی شکلوں اور منافع اور فوائد پر لحاظ کرے اور اوسکے چمڑوں اور اون اور بالوں کو
دیکھے کہ خدای تعالی نے اونکو اپنے خلق کا لباس اور گھر سفر اور حضر مین اور پینے کی چیزون کے برتن اور
غذا رکھنے کے ظروف اور پاؤں کی حفاظت بنایا ہے اور اونکے دودھ اور گوشت کو مخلوق کی غذا مقرر
کیا ہے پھر بعض چوپایوں کو سواری کی زینت اور بعض کو بوجھ لادنے کے لیے اور دور کے جنگل اور
بیابان طے کرنے کو بنایا ہے تو دیکھنے والے کو اونکے پیدا کرنیوالے کی حکمت سے کمال ہی تعجب ہوتا ہے اسلیے
کہ اوسنے اونکو جبھی پیدا کیا جب اونکے سب فوائد پیدا کرنے سے پیشتر اپنے علم میں گھیر لیے تو دیکھو کہ کیا
ذات پاک ہے جسکے علم مین بے فکر و تامل سب امور کھلے ہین اور کسی وزیر اور مشورت دینے والے کی مدد
نہیں لیتا پس وہی ہے دانا خبردار حکمت و قدرت والا جسنے اپنے مخلوق کی ادنی چیز سے عارفوں کے
دل سے شہادت اپنی توحید کی نکالی تو خلق کو اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ اوسکے قہر اور قدرت کا یقین
کریں اور اوسکے پروردگار ہونیکے مقر ہون اور اوسکی عظمت اور جلال کی معرفت سے عاجزی کا
اقرار کرین پس اب کون ایسا ہے جو اوسکی ثنا کر سکے وہ ایسا ہے جیسا وہ خود اپنی ثنا کرے انتہاے
معرفت ہم لوگون کی یہ ہے کہ اوسکی معرفت سے عاجزی کا اقرار کرین ہم خدای تعالی سے درخواست
کرتے ہیں کہ اپنی ہدایت سے ہمکو مشرف فرماوے بمنہ و کمال رافتہ ۔ چوتھی نشانی گہرے سمندر
ہو زمین کے حصون میں ہیں سب اوس بحر اعظم کے ٹکڑے ہین جو ساری زمین کے گرد ہے اور

یہ سب اتنے ہین کہ جتنے زمین اور پہاڑ پانی سے کھلے ہوے ہین وہ سب پانی کی نسبت کر ایسے ہین جیسے بڑے سمندر مین ایک چھوٹا جزیرہ ہو اور باقی زمین پانی سے چھپی ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْاَرْضُ فِی الْبَحْرِ کَالْاِصْطَبْلِ فِی الْاَرْضِ تو اب اصطبل کو زمین کے ساتھ نسبت کرکے جان لو کہ زمین کو سمندر کے ساتھ وہی نسبت ہے اور جب تم زمین کو عجائب دیکھ چکو تو اب سمندر کے عجائب مین تامل کرو اسلیے کہ سمندر مین حیوانات اور جواہر کے عجائبات اون عجائب سے دونے چوگنے ہین جو زمین پر دیکھتے ہو جیسے کہ پھیلاؤ سمندر کا زمین کی وسعت سے زیادہ ہے اسیطرح اوسکے عجائب بھی زیادہ ہین اور سمندر کی بڑائی کی جہت سے یہ ہے کہ اوسمین حیوانات اتنے بڑے ہوتے ہین کہ اگر تم اونکو سطح پانی کے اوپر دیکھو تو یہ گمان کرو کہ کوئی ٹاپو ہے اور بعض اوقات ایسا ہوا بھی ہے کہ کشتی کے مسافر حیوان آبی کی کمر کو جزیرہ سمجھکر اوتر پڑے ہین اور اوسپر آگ جلائی اور آگ کی حرارت سے جب اوسنے حرکت کی تو معلوم ہوا کہ جانور ہے اور جتنے اقسام حیوانات کے خشکی مین ہین مثلاً گھوڑا اور پرندہ گائے انسان وغیرہ یہی اقسام دونے چوگنے بلکہ کہین زیادہ تر پانی مین پائے جاتے ہین اور سمندر مین بعض چیزین ایسی بھی ہین جنکی نظیر خشکی مین نہین پائی جاتی اونکے صفات اور کتابون مین کورہین جنھون نے مشقت دریائی سفر کی اوٹھا کر اوسکے عجائب کو جمع کیا ہے پھر دیکھو کہ خدا تعالی نے موتی کیسے بنایا اور اوسکو سیپ کے اندر پانی کے نیچے کیسے گول کیا پھر دیکھو کہ مونگے کو پانی کے نیچے ٹھوس پتھرون سے کیسے نکالا وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پتھر مین سے سبزہ نکلا ہے پھر اوسکے سوا عنبر اور دوسری نفیس چیزون کو دیکھو جنکو سمندر پھینکتا ہے اور اوس سے نکلتی ہین پھر کشتیون کے عجائب کو دیکھو کہ اونکو اللہ تعالی نے پانی کے سطح پر کیسے روکا اور تاجرون اور مال کے طالبون وغیرہم کو اونمین پھرایا اور کشتیون کو اونکا تابع کیا کہ اپنے بوجھ اوسمین لادین پھر ہواؤن کو بھیجا کہ کشتیون کو چلادین پھر ملاحون کو ہواؤن کے رخ اور اونکے چلنے کی جگہ اور وقت بتلا دیے غرضکہ سمندر مین جتنے عجائب خدا تعالی کی صنعت کے ہین وہ بہت سی جلدون مین بھی پورے نہین بیان ہوسکتے اور ان سب مین سے عجیب اور ظاہر تر پانی کے قطرے کی کیفیت ہے کہ وہ ایک جسم پتلا بہتا ہوا شفاف اور اجزا کا متصل گویا ایک ہی چیز ہے اوسکی ترکیب نازک اور جدا ہونے کو جلد قبول کرتی ہے گویا علیحدہ ہی ہے تصرف جو چاہو سو کرو خواہ ملا دو یا جدا کرو خشکی کے سب جانورون کی حیات اور نباتات کی زندگی اوسی سے ہے پس اگر کوئی بندہ ایک گھونٹ پانی کا محتاج ہو اور اوسکو نہ پینے دیا جاوے تو اگر اوسکے ملک مین تمام روے زمین کے خزانے ہون تو اوس ایک گھونٹ

کیواسطے سب دنیا خرچ کر ڈالے پھر پینے کے بعد اگر پیشاب کی راہ اوسکو نکالنے کے لیے منع کر دیا جاوے
تب بھی سارے جہان کے روپی دیں گے دے ڈالنے کو تیار ہو تو آدمی سے نہایت تعجب ہے کہ دینار اور درہم
اور جواہر کو تو بڑا سمجھے اور پانی کے گھونٹ سے جو خدا تعالی کی ایسی نعمت ہے کہ اوسکے پینے خواہ نکالنے
کیواسطے تمام دنیا دیڈالے غافل ہے پس پانی کے عجائبات اور نہروں اور کوؤں اور سمندروں کے عجائب
کو سوچو کہ فکر کی انمیں گنجایش اور جولانی کی جگہ ہے اور یہ سب چیزیں دلیلیں ایک دوسری کی معاون اور
علامات متفقہ ہین کہ اپنی زبان حال سے صراحۃً اپنے پیدا کرنے والے کا جلال ثنا کر رہی ہیں اور اوسکے
کمال حکمت کو ظاہر کر رہی ہیں اور اہل دل کو اپنے نغمات دلاویز سے پکار کر یون کہتی ہیں کہ کیا تو مجھے
نہیں دیکھتا کیا میری صورت اور ترکیب اور صفات اور فوائد اور اختلافات حالات پر نظر نہیں کرتا کیا
تجھے یہ گمان ہے کہ مین خود بخود ہو گئی ہون یا کسی نے میری جنس میں سے مجھے پیدا کیا ہے کیا تجھے شرم
نہین آتی کہ جب کوئی لفظ تین چار حرفون کا لکھا دیکھتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ اسکو کسی آدمی دانا قدرت
و ارادہ والے اور کلام کرنے والے نے لکھا ہے اور تو عجائب پوستے خدای تعالی کے جو تیرے چہرے کے
ورق پر اوس قلم الٰہی سے لکھے ہوئے ہین جسکی ذات اور حرکت اور لکھنے کی جگہ سے ملنا آنکھ سے نہین سوجھتا
دیکھتا ہے اور پھر تیرے دلمیں اوسکے کاریگر کا جلال نہیں آتا۔ اور نطفہ کان والوں سے یہ کہتا ہے اور اون
لوگوں سے جو کانوں سے معزول ہین کہ تم یون وہم کرو کہ اندر کے پردون کی اندھیری میں خون
حیض میں ڈوبا ہوں اوسوقت کہ میرے چہرے پر نقش و تصویر ظاہر ہوتی ہے یعنی نقاش ازل میری
آنکھ اور پلکیں اور پیشانی اور رخسارہ اور لب بناتا ہے پھر دیکھو کہ رفتہ رفتہ سارے نقش ایک دوسرے کے بعد
ہوتے چلے جاتے ہین اور نقاش نہ اندر نطفہ کے نظر آویگا نہ باہر نہ رحم دان مین ہوگا اور اوس سے خارج اور اولیا
نستوں کی خبر ان کو ہے نہ باپ کو نہ نطفہ کو نہ رحم کو۔ تو بھلا کیا یہ نقاش اوس نقاش سے عجیب زیادہ ہین
جو قلم سے عجیب صورت بنایا کرتا ہے جسکو ایک یا دو بار تم بناتے دیکھو تو سیکھ جاؤ تو کیا تم سے یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ اسیطرح نقش و تصویر نطفہ کے ظاہر و باطن اوسکے تمام اجزا کے سیکھ لو اور نطفہ کو بدون ہاتھ لگائی اور اندر
باہر سے پاس ہونے کے نقش بناؤ پس ایسے ہی اگر تم یہ سمجھو کہ نطفے کا نقاش اور مصور اپنا نظیر اور برابر نہیں رکھتا
اور کوئی نقاش و مصور اوسکی برابری نہیں کر سکتا جیسے اوسکا کام بے نظیر ہے اور اوسکی برابر کوئی نقش
و صورت نہیں ویسی ہی اوسکی ذات ہے کہ اسلیے کہ کاموں میں جتنا فرق ہوتا ہے اوتنا ہی کاریگروں میں
ہوا کرتا ہے تو اگر تمکو ان امور سے تعجب نہ آوے تو ایسے نہ تعجب کرنے پر تعجب کرو اسلیے کہ جس چیز نے کہ باوجود
اس ظہور کے تیری بصیرت کو اندھا کر دیا وہ بلا شک قابل زیادہ تر تعجب کے ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے

ہدایت کی اور گمراہ کیا اور بدبخت اور نیکبخت بنایا اور اپنے دوستون کے دل کی آنکھین کھولدین تو اونھون نے اوسکو تمام ذرات عالم اور اوسکے اجزا مین مشاہدہ کیا اور اپنے دشمنون کے دل اندھے کردیے اور اپنی عزت و عظمت اونسے مخفی رکھی تو اوسکو یہ خلق اور امر اور منت اور فضل اور لطف اور قہر ہے کوئی اوسکے حکم کو ٹالے نہ کوئی اوسکی قضا کو پیچھے کرسکے پانچوین نشانی ہوا لطیف ہے جو آسمان اور زمین کے بیچ مین رکی ہوئی ہے چلنے کے وقت تو اوسکا جسم بدن پر لگنے سے معلوم ہوتا ہے مگر آنکھ سے اوسکا وجود نہین سوجھتا اور وہ سبکی سب مثل ایک دریا کے ہے پرند آسمان کی جو مین ویسے پھرتے ہین اور جیسے آبی جانور پانی مین اپنے بازو اور ہاتھ پانون مارکر تیرتے ہین اسیطرح پرند بھی ہوا مین اپنے بازوون سے ہوا کو چیرتے ہین اور جیسے تیز ہوا کے چلنے سے موجین دریا کی اوٹھتی ہین اسیطرح آندھی سے اس ہوا کے دریا مین لہرین اوٹھتی ہین پس جب اللہ تعالی ہوا کو حرکت دیتا ہے تو وہ چلتی ہوا ہوجاتی ہے پھر اگر چاہتا ہے تو اوسکو اپنے باران رحمت کے لیے خوشخبری کردیتا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ اس صورت مین ہوا کی حرکت سے ہوا کی جان حیوانات اور نباتات مین پہنچتی ہے اور وہ بڑھنے کے لیے تیار ہوجاتے ہین اور اگر چاہتا ہے تو اوسکو اپنے خلق مین سے نافرمانون کے لیے عذاب کردیتا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّہُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ پھر ہوا کی نزاکت اور سختی کو دیکھو کہ باوجود لطافت کے کتنا زور اوسمین ہے مثلاً ایک مشک مین ہوا بھرکر اگر کوئی شخص چاہے کہ اوسکو پانی مین ڈبوئے تو ہرگز نہ کرسکیگا اور سخت لوہا اگر پانی پر رکھا جاوے تو اندر چلا جاویگا تو خیال کرو کہ ہوا پانی سے باوجود لطافت کے کیسی کتی ہے کہ ہرگز اوسکے اندر نہین جاتا اور اسی حکمت سے خدا تعالی نے کشتیون کو پانی کی سطح پر روکا ہے اور جو چیز مجوف بیچ مین سے خالی جسمین ہوا بھرا ہے اوسکا یہی حال ہے کہ پانی مین نہین ڈوبتی اسواسطے کہ اوسمین کی ہوا پانی مین ڈوبنے سے رکتی ہے اور کشتی کے اندر کے سطح کو نہین چھوڑتی اسیوجہ سے بھاری کشتی باوجود قوت اور سختی کے اسی ہوای لطیف کے سہارے پانی پر ٹھہری رہتی ہے جیسے کوئی کوئین مین گرپڑے اور ایک زبردست آدمی کا دامن پکڑے رہے اور اوسمین لگ رہے اسیطرح کشتی بھی اپنی خالی جگہ سے ہوای قوی کے دامن تھام لیتی ہے اور پانی مین ڈوبنے سے بچی رہتی ہے پس پاک ہے وہ ذات جسنے بھاری جہاز کو ہوای لطیف کے سہارے سے رکھا بدون کسی علاقہ یا گرہ اور بندش وغیرہ کے جو نظر آوین پھر جو کے عجائب کو دیکھو کہ اوسمین بادل اور رعد اور بجلی اور مینہ اور برف اور تھر اور درگراکے عجیب باتین آسمان و زمین کے درمیان کی ہین اور

اللہ تعالی نے انکی طرف مجملاً اشارہ قرآن مجید مین فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ درمیان کی چیزین یہی ہین جو مذکور ہوئین اس آیت مین
اونکو مجمل فرما دیا اور اونکی تفصیل کیطرف چند جا اشارہ فرمایا مثلاً وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ
اور دوسری آیتوں مین جہان رعد اور برق اور مینہ بادل کا مذکور ہے پس اگر تمکو ان سب سے بہرہ بجز اسکے
ہو کہ مینہ کو آنکھ سے دیکھ لیا اور رعد کو کان سے سن لیا تو اس امر مین تو تمہارے شریک بہائم بھی
ہین اسلیئے تمکو پستی مرتبہ بہائم سے عالم بالا کے لوگوں مین شامل ہونے کے لیے ترقی کرنی چاہیے یعنی
جب تمہاری آنکھین کھلی ہین اور تم نے ان چیزوں کے ظاہر کو دیکھ لیا تو اب اپنے ظاہر کی آنکھ بند
کر لو اور اپنی چشم باطنی سے انکے باطنی عجائب کیطرف نظر کرو تاکہ عمدہ اور عجیب اسرار لطف دین اور یہ
قسم بھی ایسی ہی کہ فکر اسمین بہت بڑھجاتا ہے اسلیئے کہ اوسکے پورا ہونے کی توقع نہیں مثلاً گاڑھے
بادل اندھیرے کو دیکھو کہ کسطرح صاف جو مین اکٹھا ہوتا ہے جسمین کہین کدورت نہین ہوتی اور
اوسکو خدای تعالی جب چاہے اور جہان چاہے کیسے پیدا کر دیتا ہے اور وہ باوجود اپنی نرمی کے
بھاری پانی کو اوٹھاتا ہے اور اوپر مین لیے پھرتا ہے یہان تک کہ خدای تعالی اوسکو اجازت
پانی کے چھوڑنے کی دے تو بعد اجازت مینہ کے قطرات ایسے جدا کرتا ہی جیسے خدای تعالی نے
مقدر کیے ہون اور جتنے اور جس شکل کے ارادہ کیے ہون تو دیکھتے ہو کہ بادل زمین پر پانی ڈالنے
لگتا ہے ایک ایک قطرہ اسطرح گرتا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو مقدور نہین کہ دو ایک دوسرے
ملجاوین یا ایک ہی جگہ گرین بلکہ ہر ایک وسیطور پر گریگا جو اوسکے لیے مقرر ہوا ہے اوس سے ذرا
انحراف نکریگا پچھلا آگے نہ بڑھیگا نہ اگلا پیچھے ہٹیگا یہان تک کہ زمین پر قطرہ ہی قطرہ گریگا پس
اگر اگلے پچھلے سب لوگ جمع ہو کر چاہین کہ بادلون مین سے ایک قطرہ پیدا کر لین تو نہ کر سکین یا جسقدر
قطرے ایک شہر مین یا ایک گاون مین گرتے ہین اونکے شمار معلوم کر لین تو جن اور انسان دونون کے
حساب سے باہر ہونگے اونکے شمار کو بجز اونکے موجد کے اور کوئی نہین جانتا۔ پھر اونمین سے ہر قطرہ
زمین کے ایک حصہ کیواسطے معین ہے اور جس حیوان یعنی پرند یا وحشی یا کیڑے وغیرہ کے لیے وہ قطرہ ہو
تو اوس قطرے پر خط الہی سے لکھا ہوا ہے جو ظاہر کی آنکھ سے نہیں سوجھتا کہ یہ قطرہ رزق فلانے
کیڑے کا ہی جو فلان پہاڑ کیطرف مین ہے جب اوسکو پیاس لگیگی تو یہ قطرہ اوسکے پاس پہونچیگا
علاوہ ازین جو عجائب کہ اولوں کے بستہ ہونے مین اس لطیف پانی سے یا دھنی روئی کیطرح اسی
پانی کے جم کر گرنے مین ہین تو اونکی کچھہ شمار نہین یہ سب باتین خدای جبار قادر کے فضل اور خالق



زبردست کے قہر سے ہین جنمین کسی مخلوق کو شرکت نہین نہ اونمین کسیطرحکا دخل بلکہ ایمانداروں کو
بجز مسکنت اور خشوع کے اوسکے جلال و عظمت کے سامنے اور کچھہ بہرہ نہین نہ اندھے منکرون کو
بجز اسکے اور کچھہ حاصل ہے کہ اوسکی کیفیت کو بے سمجھے بوجھے اٹکلی تکے لگاوین اور اوسکا کوئی
سبب اور علت پیدا کرین مثلاً جاہل مغالطہ مین پڑا ہوا کہتا ہے کہ پانی برسنے کا یہ سبب ہے کہ پانی اپنی
سرشت سے بھاری ہے یہی وجہ ہے کہ نیچے گر پڑتا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ ہمکو وجہ معلوم ہوگئی
اور اس سے خوش ہوتا ہے اور اگر اوس سے پوچھا جاوے کہ سرشت کے معنی کیا ہین اور سرشت کو کسنے پیدا کیا اور پانی کی سرشت مین
بوجھہ کسنے بنایا اور یہ کیا بات ہے کہ درخت کی جڑ مین پانی ڈالنے سے اوسکی شاخون مین اوپر پہونچ جاتا ہے
وہ تو اپنی سرشت سے بھاری ہے تو نیچے گر کر پھر اوپر کیونکر چڑھگیا اور درخت کے اندر کی نلیون مین سے
تھوڑا تھوڑا سب طرف کے پتون مین اسطرح پھیلگیا کہ آنکھون سے جاتا ہوا انہین معلوم ہوتا اور پتے پتے
کے ہر جزو کو غذا پہونچاتا ہے اور اون رگون مین ہوکر جاتا ہے جو مثل بال کے باریک ہین اور چھوٹی ہین
اسطرح کہ اول بڑی رگ مین جاتا ہے جو پتے کی جڑ ہے پھر اوس رگ سے اون رگون مین جاتا ہے جو پتے کے اندر
چھوٹی چھوٹی اور باریک پھیلی ہوئی ہین اور علی ہذا القیاس ان سب چھوٹی مین تو بڑی رگ کو مثل نہر کے
جاننا چاہیے پھر اوس سے جو شاخین نکلی ہین وہ چھوٹی نہرین ہین اور ان نہرون سے نالیان نکلی ہین
اور نالیون مین سے مکڑی کے تار جیسے باریک دھاگے ہین کہ آنکھہ سے نہین سوجھتے اور تمام پتے کی
عرض مین پھیلے ہوے ہین انھین مین کو پانی ہوکر پتے کے سب اجزا مین پہونچ جاتا ہے اور اوسکو غذا
دیکر بڑھاتا اور ابھارتا ہے اور اوسکی تر و تازگی قائم رکھتا ہے اسیطرح تمام اجزای میوون کو سمجھنا چاہیے
پس اگر پانی اپنی طبیعت کی رو سے نیچے کو حرکت کرتا ہے تو یہان اوپر کو کیون کرتا ہے اگر کہو کہ
رگون کی کشش سے یہ اثر ہوتا ہے تو بتلاؤ کہ وہ کشش کہان سے آئی آخر کہو گے کہ خدای تعالی نے
اونمین خاصیت رکھی ہے تو اول ہی سے کیون نہین کہتے کہ خدای تعالی کی حکمت اور قدرت سے یہ معاملے ہوتے ہین جہالت سے کیا فائدہ

لیک بعد از خرابی بسیار	انچہ دانا کند کند نادان

چھٹی نشانی اوسکی آسمانون کے اسرار اور اونمین کے ستارون کی کیفیتین ہین اور اصل یہی ہین تو اگر
کسیکو سب باتین معلوم ہون اور آسمانون کے عجائب معلوم نہون تو واقع مین اوسکو کچھہ نہین معلوم ہوا
اسلیے کہ زمین اور دریا اور ہوا اور جتنی چیزین سوا آسمان کے ہین آسمانون کی نسبت کر ایسی ہین جیسے
ایک قطرہ سمندر کی نسبت کر بلکہ اوس سے بھی چھوٹی پس غور کرو کہ اللہ تعالی نے آسمانون کے اور ستارون کے
امر کو اپنی کتاب مین کیسا بڑا کیا ہے کہ کوئی صورت ایسی نہین جو انکی بڑائی پر شامل نہو اور چند جا انکی

قسم بھی موجود ہے جیسے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ اور وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا اور وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلَاهَا اور فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ اور وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ اور فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ پس عجائب نطفہ ناپاک کے تو تمکو معلوم ہوے کہ اونکی معرفت سے اگلے پچھلے لوگ عاجز ہین مگر اوسکی قسم خدای تعالی نے نہیں کھائی تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ جس چیز کی خدای تعالی نے قسم کھائی ہے اوسکے عجائب کیا کچھ ہونگے علاوہ قسم کے رزق کا حوالہ بھی آسمان پر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ اور آسمانوں کے باب مین فکر کرنے والوں کی ثنا فرمائی اس قول مین وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَيْلٌ لِمَنْ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا سَبَلَتَهُ یعنی بے فکر آگے بڑھجاوے اور اعراض کرنے والوں کی مذمت فرمائی چنانچہ فرمایا وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا وَهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُونَ اب غور کرو کہ تمام دریاؤن اور زمین کو آسمان سے کیا نسبت ہے جو یہ نسبت خاک را با عالم پاک علاوہ ازیں زمین وغیرہ عنقریب بدلنے والی ہیں اور آسمان سخت محکم ہین اور تغیر سے محفوظ ہیں تا آنکہ اونکا وقت مقرری تغیر کا ہو چکے اور ہمیں لحاظ خدای تعالی نے اونکو محفوظ فرمایا جیسا اوپر کی آیت مین گذرا اور فرمایا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا اور فرمایا أَأَنتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۚ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا ایسی ملکوت کے عجائب میں غور کرو تاکہ عزت وجبروت کے عجائب نظر آویں اور یہ گمان مت کرو کہ ملکوت کے دیکھنے سے یہ غرض ہے کہ آنکھ اوٹھا کر آسمان کا نیلا پن اور ستاروں کی روشنی اور جھلکنا دیکھ لیا اسلیے کہ اس نظر مین تو بہائم بھی تمہارے شریک ہین اگر یہی نظر مقصود ہوتی تو خدای تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح کیون فرماتا جیسا اس آیت میں ہے وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بلکہ اصل یہ ہے کہ جتنی چیزین آنکھ سے سوجھتی ہیں تو قرآن مجید اونکو ملک اور شہادت کے نام سے بیان فرماتا ہے اور جو آنکھ سے غائب ہین اونکو غیب اور ملکوت کے نام سے اور اللہ تعالی غیب اور شہادت دونون کو جانتا ہے اور ملک اور ملکوت دونون کا حاکم کوئی شخص اوسکے علم پر کچھ بھی حاوی نہین مگر اوسیقدر کہ وہ چاہے جیسا خود ارشاد فرماتا ہے عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ پس اے عاقل اپنا فکر ملکوت مین بہت کر تاکہ تیرے لیے شاید آسمانون کے دروازے کھلجاوین اور تو اپنے دل سے اوسکے اطراف میں جولانیاں کرے یہانتک کہ تیرا دل عرش خدای تعالی کے سامنے جا کھڑا ہو اور اس حال مین غالبا توقع ہو

اگر تو رتبہ حضرت عمر رضی کو پہونچ جاوے جو ارشاد فرماتے ہین کہ میرے دل نے خدای تعالی کو دیکھا اور ان چھوٹون نشانیون کو ترتیب دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دور کی چیز نزدیک کی چیز سے گذر کر پہونچا کرتی ہے اور سب سے نزدیک تر آدمی کا نفس ہے پھر زمین ہے جس پر رہتا ہے پھر ہوا ہے جو اوسکے بدن سے لگی ہوئی ہے پھر نبات وحیوانات اور زمین کی چیزین ہین پھر اوپر کی اشیا ہین پھر ساتون آسمان اور اونکے ستارے ہین پھر کرسی پھر عرش پھر جو فرشتے کہ عرش کے اوٹھانے والے اور آسمانون کے خزانچی ہین پھران سب کے بعد عرش وکرسی وآسمان وزمین اور اونکی درمیانی چیزون کے مالک کی طرف نظر کرنی ہے پس معلوم ہوا کہ آدمی مین اور خدای تعالی مین اتنے جنگل وسیع اور فاصلہ بعید اور گھاٹیان حائل ہین اور وہ ابھی اپنے قریب سب سے نیچے کی گھاٹی سے بھی فارغ نہین ہوا یعنی ابھی ظاہر نفس کی معرفت سے فرصت نہین پائی اور بیحیائی سے زبان معرفت کے دعوی کے لیے کھولتا ہے اور کہتا ہو کہ مینے اوسکو پہچان لیا اور اوسکی خلق کو جان لیا اب کس چیز مین فکر کرون اور کیا دیکھون اوسے کہنا چاہیے کہ آسمان کیطرف اپنا سر کر اور اوسمین اور اوسکے ستارون اور اونکی گردشون اور اونکے طلوع اور غروب اور سورج اور چاند اور مشرق ومغرب کے اختلاف اور ہمیشہ حرکت کی مشقت مین نظر کر کہ کبھی اپنی چال مین سستی اور تغیر نہین کرتے بلکہ سب کے سب ترتیب وار منزلون مین ایک حساب معین بلا کم وبیش سے پھرتے ہین یہان تک کہ خدای تعالی اونکو مکتوب کیطرح تہ کرے اور ستارون کے شمار اور اونکی کثرت اور رنگ کے اختلاف پر غور کر کہ کوئی سرخی مائل ہے کوئی سفیدی مائل اور کسیکا رنگ رانگ کا سا ہے پھر اونکی شکلون پر نظر کر کہ بعضے بچھو کی صورت پر ہین اور بعضے بکری کے بچہ کی صورت اور بعضے بیل اور شیر اور انسان کی صورت اور زمین مین کوئی ایسی صورت نہین جسکے مانند آسمان مین نہو پھر آفتاب کی چال کو برس روز کی مدت مین اوسکے آسمان مین غور کر کہ ہر روز اوسکا طلوع وغروب ایک نئی چال سے ہوتا ہو جو خالق نے اوسکے لیے معین کردی ہو اگر آفتاب کا طلوع اور غروب نہوتا تو دن رات کیونکر ہوتی وقت نہ پہچانا جاتا یا ہمیشہ اندھیرا رہتا یا اوجالا معاش کے حاصل کرنے کا وقت اور آرام کا زمانہ جدا نہوتا تو دیکھ کہ اللہ تعالی نے کیسے رات کو اوڑھنا اور سونے کو آرام اور دن کو روزگار کے لیے بنایا اور دیکھ کہ رات میں سے دن مین اور دن مین سے رات مین کیسے کم وبیش ایک ترتیب معین سے کیا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتین اور کسطرح آفتاب کی چال کو آسمان کے عین بیچ مین سے جھکا دیا جسکے باعث گرمی اور جاڑا اور ربیع اور خریف نوبت بنوبت ہونے لگی جب آفتاب خط استوا سے نیچے کو خط جدی کیطرف ہوجاتا ہے تو ہوا سرد ہوجاتی ہے اور جاڑا آجاتا ہے اور جب اوسکی چال عین خط سرطان کے بیچ مین ہوتی ہے تو شدت کی گرمی ہوتی ہے اور جب بقیہ طا اعتدال پر ہوتا ہو

تو موسم بھی معتدل رہتا ہی۔ اور آسمانوں کے عجائب اتنے ہین کہ اونمین سے لاکھون حصہ کے شمار
کرنے کی طمع نہین ہوسکتی اسقدر جو ہم نے لکھا تو صرف طریق فکر کے بتانے کو لکھدیا حاصل یہ ہے کہ
یوں اعتقاد کرلو کہ کوئی ستارہ ایسا نہین جسکی پیدایش مین خدای تعالی نے بہت سی حکمتیں رکھی ہون
پھر اوسکی مقدار اور شکل اور رنگ میں پھر آسمان مین سے ایک جای معین میں رکھنے مین پھر خط استوا اور
پاس کے ستاروں سے نزدیک دور ہونے مین سب مین حکمتیں بہت ہیں اور اس امر کو اوسی پر قیاس کرلو جو ہم
اعضای بدن انسانی کے باب میں لکھ آئے ہین کہ کوئی جز اعضا کا ایسا نہیں جسمین ایک حکمت بلکہ بہت سی
حکمتیں نہوں اور آسمان کا معاملہ تو اعضا سے بہت بڑا ہے بلکہ عالم زمین کو عالم آسمان سے کچھہ نسبت ہی نہیں کیا
جسم کی بڑائی مین اور کیا کثرت معانی مین اور معانی کی کثرت کے فرق کو اتنا جانو جتنا اون دونوں کی
بڑائی مین فرق ہی اور یہ تو تمہین معلوم ہے کہ زمین اتنی بڑی اور وسیع ہی کہ آدمی سے اوسکے گرد مین پھرا
جاسکتا اور اسپر ماہرین کا اتفاق ہے کہ آفتاب کا پھیلاو نسبت زمین کے چند اوپر ایکسو ساٹھ گنا زیادہ ہے
اور اخبار سے بھی آفتاب ہی کی بڑائی معلوم ہوتی ہے پھر ستارے جو تمکو چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اونمیں سے
چھوٹے سے چھوٹا زمین سے اٹھہ گنا ہی اور بڑے کا تو کیا ٹھکانا ہے اس سے تمکو اونکا فاصلہ اور بلندی
سمجھہ مین آویگی کہ کتنی دور ہین کہ باوجود کلانی کے اتنے چھوٹے نظر آتے ہین اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے
اونکی دوری کی طرف اشارہ فرمایا کہ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا اور اخبار مین ہے کہ ہر آسمان سے دوسرے تک
فاصلہ پانسو برس کی راہ کا ہے پس جب ایک ستارے کی مقدار زمین سے بہت گنی ہے تو انکی کثرت کو
لحاظ کرو پھر اوس آسمان کو دیکھو جسمیں ستارے جڑے ہین کہ کتنا بڑا ہوگا پھر سرعت سیر کو دیکھو کہ تمکو اوسکی
خیال تک نہیں معلوم ہوتی سرعت کے معلوم ہونے کا تو کیا ذکر ہے مگر اسمین شک مت کرو کہ آسمان ایک لحظہ
مین بمقدار عرض ستارے کے چلتا ہے اسلیے کہ جب ایک کنارہ ستارے کا نکلتا ہے اوس سے دوسرے کنارہ تک
کے نکلنے کا وقت ایک لحظہ ہی پس اگر ستارے کا عرض زمین سے سو گنا ہوا تو آسمان ایک لحظہ مین زمین کے
عرض سے سو گنا چلا اور اسی طور پر ہمیشہ چلتا رہتا ہے مگر تم اوس سے غافل ہو اور دیکھو کہ حضرت جبرئیل نے آسمان
کی سرعت سیر کو کن لفظوں سے تعبیر کیا یعنی جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے پوچھا کہ دن ڈھلگیا تو
اونھوں نے کہا کہ نہیں ہان آپ نے پوچھا کہ نہیں ہان کے کہنے کی کیا وجہ ہے اونھوں نے عرض کیا کہ
جب سے مین نے نہین کہکر ہان کہا آفتاب پانسو برس کی راہ طی کر گیا تو اوسکے جسم کی عظمت اور سرعت
سیر کو دیکھو پھر خدای تعالی حکیم کی قدرت کو دیکھو کہ باوجود وسعت اوسکے اطراف کے کسطرح آنکھہ کے
چھوٹے سے ڈھیلے میں اوسکی صورت قائم کی کہ اگر زمین پر بیٹھکر اوسکی طرف آنکھہ کھولو تو سب ستارے نظر آتے ہین

پس آسمانون اور ستارون کی کثرت اور عظمت کیطرف مت دیکھو بلکہ اونکے خالق کیطرف غور کرو کہ کسطرح اونکو پیدا کیا اور بے ستون اور بے کسی لگاؤ کے اونکو تھام رکھا ہے اور سارا عالم مثل ایک گھر کے ہی اور آسمان اوسکی چھت ہے تو تعجب کی بات ہے کہ جب تم کسی امیر کے گھر مین جاتے ہو اور اوسکو منقش رنگ برنگ اور سنہرے کام سے آراستہ دیکھتے ہو تو تمہارا تعجب تمام نہین ہوتا اور ہمیشہ اوسکو یاد کرتے رہتے ہو اور اوسکی خوبی کی عمر بھر تعریف کرتے ہو اور اس بڑے گھر کو ہمیشہ دیکھتے ہو اور اوسکی زمین اور ہوا اور چھت اور عمدہ متاعون اور نادر حیوانات اور عجائب نقوش پر روزمرہ نگاہ ڈالتے ہو اور دل سے کبھی اسکی طرف متوجہ نہین ہوتے یہ گھر کچھ اوس گھر سے کم نہین جسکی تم تعریف کیا کرتے ہو بلکہ اگر تامل کرو تو وہ ایک جز زمین کا ہے جو اس عالیشان گھر کے اجزا مین سے ایک حقیر جز ہے مگر باوجود اسکے تم اوسکی طرف نہین دیکھتے اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ جہان تمہارے رب کا گھر ہے اور اوسنے اسکو تنہا بنایا ہے اور تم اپنے نفس اور اپنے رب اور اوسکے گھر کو سب کو بھولکر اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے دھندے مین لگے ہو تمکو بجز اپنی شہوت اور حشمت کے اور کچھ فکر نہین اور انجام تمہاری شہوت کا یہ ہے کہ اپنا پیٹ بھر لو یہ نہین ہوسکتا کہ چوپایہ کے دسوین کی برابر بھی کھاسکو تو اس باب مین چوپایہ تم سے دس حصہ زیادہ ہی اور نہایت حشمت یہ ہے کہ تمہارے پاس دس بیس آشنا جمع ہوکر زبان سے تمہاری خوشامد کرین اور دل مین تم سے بدعقیدہ رہین اور اگر بالفرض دوستی مین سچے ہی ہون تب بھی نہ تمہارے لیے نہ اپنے لیے کسی فائدے یا نقصان کے مالک نہین نہ زندگی اور موت اور اوسکے بعد اوٹھنے کے مالک حالانکہ تمہارے شہر مین بہت سے کافر ہونگے جنکی دولت وجاہ تمہاری دولت سے زیادہ ہوا اور تم اسمین مشغول ہوکر جمال ملکوت مین و آسمان سے غافل ہو پھر تمکو اوس مزہ سے بھی خبر نہین جو مالک ملک و ملکوت کے جمال دیکھنے سے ہوتا ہی اور تمہاری مثال اس باب مین ایسی ہے جیسے کوئی چیونٹی کسی ایسے محل عالیشان شاہی مین گھر کھودے جسکے پائے مضبوط اور عمارتین عالی اور مکانات مین لونڈی غلام بنے سنورے موجود اور اقسام اسباب کی نفیس چیزین اور ذخیرے مرتب رکھے ہون تو وہ چیونٹی جب اپنے سوراخ سے نکلیگی اور دوسری چیونٹی سے ملیگی تو اگر بولنے پر قادر ہوگی تو اوس سے اور کچھ گفتگو نکریگی صرف اپنے مکان کا حال اور غذا کا ماجرا اور جوڑ رکھنے کی کیفیت بیان کریگی بادشاہی محل کا حال اور محل مین جو بادشاہ رہتا ہے اوسکی اوسکو کچھ خبر ہوگی نہ اوسمین فکر کریگی بلکہ یہ مثال بھی ٹھیک نہین اسلیے کہ چیونٹی کو تو قدرت ہی نہین کہ اپنی نظر کو اپنے نفس اور غذا اور گھر سے دوسری کیطرف بڑھا سکے تو وہ بیچاری جو محل شاہی اور اوسکی زمین اور چھت اور دیوارون اور تمام عمارت اور اوسکے باشندون سے غافل ہے تو مجبوری غافل ہے کہ

قدرت نہیں رکھتی اور تم خدای تعالی کے گھر اور اوسکے باشندون سے غافل ہو گویا آسمان کو ایسا جانتے ہو جیسا چیونٹی تمہارے گھر کی چھت کو جانتی ہے اور آسمان کے فرشتوں کو ایسا سمجھتے ہو جیسا وہ تمکو سمجھتے ہین حالانکہ تمکو قدرت ہے کہ ملکوت مین جولانیان کرو اور اوسکے عجائب مین سے وہ باتین معلوم کرو جنسے خلق غافل ہے تو باوجود اسکے متوجہ ہونا اس بات پر دال ہے کہ تم چیونٹی سے بھی بدتر ہو اب ہم قلم کی باگ اس فکر کے ذکر سے روکتے ہیں اسلیے کہ یہ ایسا میدان ہے جسکی کچھ انتہا نہیں اگر ہم بہت سی عمرین بڑی بڑی اسمین صرف کرین تب بھی جتنی معرفت کہ اللہ تعالی نے ہمکو اپنے فضل سے عنایت فرمائی ہے اوسکی شرح نکر سکین اور جسقدر ہم نے معلوم کیا ہے وہ اور عالمون اور اونکے علم کی نسبت کر نہایت کم اور حقیر ہے اور علما اور اولیا کی معرفت بہ نسبت انبیا علیہم السلام کی معرفت کے یہی حال رکھتی ہے اور انبیا کو جسقدر معرفت ہے وہ اوس معرفت کے سامنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تھی نہایت تھوڑی اور حقیر ہے اور جو سارے انبیا کو معرفت تھی وہ بہ نسبت مقرب فرشتون مثل اسرافیلؑ اور جبریلؑ کی معرفت کے تھوڑی ہے پھر تمام علوم فرشتوں اور جن اور آدمیون کے اگر خدای تعالی کے علم کیطرف نسبت کیے جاوین تو اس لائق ہی نہین کہ اونکو علم کہا جاوے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اونکا نام مدہوشی اور حیرت اور قصور اور عاجزی رکھا جاوے پس پاک ہے وہ ذات کہ اپنے بندون کو جتایا جو جتایا پھر سب کو یہ فرمایا وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا یہ ہے بیان اون مجمل طریقوں کا جنمین فکر اون لوگوں کی دوڑتی ہے جو خدای تعالی کی مخلوق مین فکر کرتے ہین اور اسمین بیان خدای تعالی کی ذات مین فکر کرنے کا نہیں مگر خلق مین فکر کرنے سے ضرور ہے کہ خالق کی معرفت اور اوسکی عظمت وہیبت اور قدرت کی سمجھ حاصل ہو اور جسقدر عجائب صنعت الہی کی معرفت زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکے جلال وعظمت کی معرفت کامل ہوگی اور اوسکو ایسا جانو جیسے تم کسی عالم کے علم سے مطلع ہو کر اوسکی بڑائی کرو تو ہمیشہ یہ ہوگا کہ اگر کوئی اوسکی عمدہ تصنیف یا شعر دیکھوگے تو اوس سے اور زیادہ معرفت بڑھیگی اور اوتنی ہی اوسکی توقیر اور عزت زیادہ کروگے یہان تک کہ ہر ایک کلمہ اوسکے کلام کا اور ہر بیت اوسکے اشعار کی تمہارے دل مین اوسکی جگہ زیادہ کریگی اور اس بات کی خواہان ہوگی کہ تم اوسکی تعظیم کرو اسیطرح خدای تعالی کی مخلوق میں اور اوسکی تصنیف وتالیف مین تامل کرنے کا حال ہے اور جو چیز مخلوق کی موجود ہے وہ اوسیکی تصنیف وتالیف ہے اور اوسمین فکر کرنا کبھی تمام نہین ہوتا بلکہ ہر ایک بندہ اوسیقدر کرتا ہے جتنا اوسکو مرحمت ہوا ہے اب چاہیے کہ اسی پر ہم بس کرین اور اسکو تتمہ باب الشکر کا کرین اسلیے کہ باب الشکر مین ہماری نظر خدای تعالی کے افعال پر اس اعتبار سے ہے کہ اوسکا احسان اور انعام ہمارے

اوسپر ہے کہ اوسنے ایسی ایسی چیزین بنائین اور اس باب مین صرف اسی اعتبار سے ہو کہ افعال الٰہی کیسے ہیں اور جن چیزون مین ہمنے نظر کی ہے اونھین مین فلسفی بھی نظر کرتا ہے اور اوسکی نظر اوسکی گمراہی اور بدبختی کا باعث ہوتی ہے اور توفیق والا ان اشیا مین دیکھتا ہے تو اوسکی نظر سبب اوسکی ہدایت اور سعادت کا ہوتی ہے اور کوئی ذرہ آسمان و زمین مین ایسا نہین کہ اللہ تعالی اوسکے باعث جسکو چاہے گمراہ نکرے اور جسکو چاہے ہدایت نکرے پس جو شخص ان امور مین اس نظر سے دیکھیگا کہ خدا تعالی کے افعال و صنائع ہین تو وہ اپنے معرفت خدا تعالی کی عظمت و جلال کی حاصل کریگا اور ہدایت پاویگا اور جو اونمین نظر قصد سے دیکھیگا یعنی اس نظر سے کہ یہ سب چیزین ایک دوسرے پر موثر ہین اور مسبب الاسباب سے علاقہ نہین رکھتین تو وہ بدبخت اور تباہ ہوگا خدا تعالے ہمکو گمراہی سے بچاوے اور اوس سے دعا مانگتے ہین کہ ہمکو جاہلون کے قدم کی لغزش کی جگہ سے اپنی رحمت اور کرم اور فضل سے محفوظ رکھے — نوان باب جلد چہارم منجیات کا تمام ہوا اسکے بعد دسوان باب ہے جسمین موت اور اوسکے بعد احوال یاد کرنے کا ذکر ہے اور اسی پر کتاب احیا کا خاتمہ ہو و صلی اللہ علی سیدنا و مولنا محمد و آلہ و صحبہ و سلم تسلیما کثیرا

دسوان باب موت اور اوسکے بعد کے ذکر مین

رباعی

اے حسن جو تجھے عقل ہے تو موت نہ بھول	کر موت کے سامان مین فکر معقول
ہے زندگی چند نفس مثل حباب	اس فانی حیات پر تو اتنا مت پھول

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے پچھڑنے کا وقت موت ہوا اور بستر خاک اوسکی خوابگاہ ہو کیڑے اوسکے انیس ہون اور منکر نکیر اوسکے جلیس گور اوسکا مقام ہو اور شکم زمین جای آرام قیامت اوسکے وعدہ کی جگہ ہو اور بہشت یا دوزخ اوسکے اوترنے کی جگہ تو اوسکو شایان ہے کہ بجز موت کے کسی امر مین فکر نکرے نہ اور کسی چیز کا ذکر کرے نہ اور کسی چیز کے لیے سامان بہم پہونچاوے نہ اوسکے سوا کوئی تدبیر عمل مین لاوے نہ اور چیز کی تاک ہو نہ اوسکے سوا کا تپاک اہتمام بھی اوسیکا ہو اور انتظار بھی اوسیکا اور زیبا ہو کہ اپنے نفس کو مردون اور قبر والون مین شمار کرے اسلیے کہ جو چیز آنے والی ہے وہ بہت پاس ہے دور وہی ہے جو نہ آوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دانا وہ ہے جو اپنے نفس کو دبا رکھے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرے اور ظاہر ہے کہ جب تک کسی چیز کا ذکر دل پر بار بار نہو تب تک اوسکی تیاری نہین ہو سکتی اور بار بار ذکر جب ہوتا ہے جب یاد دلانے والی چیزین سنتا ہے اور جن چیزون سے اوسپر تنبیہ ہوا اونکو دھیان کرتا ہے اسلیے ہم موت کا حال اور اوسکے آگے اور پیچھے کی باتین اور آخرت اور قیامت اور

بہشت و دوزخ کے حالات کہ مدت سے کو اوسکا بار بار ذکر کیا اور اون پر مدام فکر کیا حسب ضرورت بیان کرتے ہین
تاکہ اوسکو تیاری کی ترغیب ہو اسلئے کہ سفر کا وقت آپہونچا اور زندگی بہت تھوڑی رہی ہے اور لوگ خواب خرگوش میں ہیں
چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُعْرِضُونَ اور اس باب کے ہم دو حصے کرتے ہین

حصہ اول مین مقدمات موت سے لیکر صور کے پھکنے تک کے حالات ہیں

اور یہ حصہ مشتمل ہے آٹھ فصلوں پر جنمین ذکر موت کی فضیلت اور طول امل اور سکرات موت اور وفات
شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی اور زیارت قبور اور حقیقت موت اور قبر کا حال
اور مردوں کے حالات جو خواب مین معلوم ہوئے ہیں مذکور ہین

فصل اول موت کو یاد کرنے اور کثرت سے یاد کرنے کی ترغیب مین ۔ واضح ہو کہ جو شخص دنیا میں
ڈوبا رہتا ہے اور اوسکے معاملے مین سرگردان اور اوسکی شہوات کا عاشق اوسکا دل موت سے غافل
رہتا ہے اور اس وجہ سے اوسکو یاد نہین کرتا اور اگر اوسکو کوئی یاد دلائے تو برا جانتا ہے اور اوسکے ذکر سے
نفرت کرتا ہے ایسے ہی لوگوں کے حق میں خدای تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ
فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
پھر آدمی تین طرح کے ہین یا ڈوبا ہوا یا مبتدی توبہ کرنے والا یا عارف منتہی اول قسم کا آدمی موت کو یاد
نہین کرتا اور اگر کرتا ہے تو اپنی دنیا پر افسوس کرنے کے لئے کرتا ہے اور اوسکی برائی کرنے لگتا ہے ایسے
شخص کو موت کی یاد خدای تعالی سے اور زیادہ دور کر دیتی ہے اور تائب موت کو اسلئے زیادہ یاد کرتا ہے
کہ اوسکے دل مین سے خوف اوٹھے اور توبہ کو انجام تک پورا کرے اور [illegible] اوسکو برا جانتا ہے
تو اس نظر سے کہ کہیں پہلے توبہ کے کامل ہونے اور توشے کی درستی کے موت نہ آجاوے یہ شخص موت کے
برا جاننے مین معذور ہے اور اس حدیث کے مضمون مین داخل نہین مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللَّهِ كَرِهَ اللَّهُ لِقَاءَهُ
اسلئے کہ یہ شخص موت کو اور خدای تعالی سے ملنے کو برا نہین جانتا بلکہ اپنے قصور اور تقصیر کے باعث اس
بات سے ڈرتا ہے کہ خدای تعالی کی ملاقات کہین جاتی نہ رہے اور اسکا حال ایسا ہے جیسے کوئی عاشق اپنے
معشوق کی ملاقات مین اس وجہ سے دیر کرے کہ اس عرصے مین معشوق کی مرضی کے موافق تیاری کرنے
لگا ہے تو ایسے شخص کو یہ نہ کہینگے کہ معشوق سے ملنے کو برا جانتا ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ ہمیشہ موت کے
سامان مین لگا رہے کوئی کام اوسکے سوا نہو ورنہ اول قسم مین شامل ہو جاویگا اور تیسرا شخص یعنی عارف
وہ ہمیشہ موت کو یاد کیا کرتا ہے اسلئے کہ موت پر وعدۂ ملاقات حبیب ہے اور عاشق اپنے معشوق کے
وعدۂ وصال کو کبھی بھولا نہین کرتا ایسا شخص اکثر موت کی جلدی کیا کرتا ہے اور اوسکے آنے سے

خوش ہوتا ہے اور اوسکو محبوب جانتا ہے تا کہ گناہگارون کے مقام سے رہا ہو کر رب العالمین کے
پڑوس مین جا پڑے جیسے حضرت حذیفہ رضہ کے حال مین لکھا ہے کہ جب اونکی وفات قریب ہوئی
تو فرمایا کہ حبیب ضرورت کے وقت پر آیا جو پشیمان ہوا اوسکو فلاح نصیب نہوا الٰہی اگر تو جانتا ہے
کہ مجکو مفلسی بنسبت توانگری کے زیادہ پسند ہے اور مرض بنسبت صحت کے اور موت بنسبت حیات کے
تو مجہپر موت کو آسان فرما کہ مین تجہسے ملون پس تائب تو موت کے برا جاننے مین معذور ہے اور عارف
موت کے اچھا جاننے مین اور اوسکی تمنا کرنے مین اور ان دونون سے بڑھکر وہ ہے جو اپنا معاملہ
خدای تعالی کو سپرد کرے کہ اپنے لیے نہ موت پسند کرے نہ زندگی بلکہ سب چیزون سے محبوب تر اوسکے
نزدیک وہی ہو جو اوسکے مالک کے نزدیک محبوب تر ہو اسطرحکا شخص فرط محبت اور عشق سے بہشت مقام
تسلیم اور رضا مین پہونچ جاتا ہے اور یہی علت غائی اور نہایت آرزو ہے بہرحال موت کے ذکر مین ثواب
اور فضیلت ہے اسلیے کہ دنیا مین ڈوبا ہوا بھی موت کی یاد سے یہ فائدہ اوٹھاتا ہے کہ دنیا سے کنارہ کشی
کرتا ہے کیونکہ موت کی یاد اوسکی راحت کو مکدر اور عیش کو تلخ کردیتی ہے اور جن چیزون سے کہ آدمی کی
لذتین اور شہوتین گھٹی ہوتی ہین وہی نجات کی سبب ہین

بیان اول موت کی یاد کی فضیلت مین جسطرح کہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَکْثِرُوا
مِنْ ذِکْرِ ھَادِمِ اللَّذَّاتِ اسکے معنی یہ ہین کہ موت کی یاد سے اپنی لذتون کو مکدر کرو تا کہ تمھارا میلان
اوسکی جانب جاتا رہے اور پہر خدای تعالی کیطرف متوجہ ہو اور فرمایا کہ اگر چہار تم کو وہ بات معلوم ہو
جو تم جانتے ہو تو تم اونمین سے فربہ کبھی نہ کھاؤ یعنی سب لاغر ہوجاؤ اور حضرت عائشہ رضہ نے
آپ سے پوچھا کہ بھلا شہید ون کے ساتھ بھی کوئی اوٹھیگا آپنے فرمایا کہ ہان جو رات دن مین موت کو بیس بار
یاد کریگا۔ اور سبب اس سب فضیلت کا یہ ہے کہ موت کا یاد کرنا موجب دنیا سے علحدگی اور آخرت کی
تیاری کا ہے اور اوس سے غفلت کرنی مقتضے دنیا کی شہوات مین ڈوبنے کی ہے۔ اور ایک حدیث
شریف مین ہے تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ یہ اسلیے فرمایا کہ دنیا ایماندار کا زندان ہے ہمیشہ اوسمین رنج
و تعب مین مبتلا اور نفس و شیطان سے مصیبتین بھگتا رہتا ہے تو موت کے باعث اوسکو اس عذاب سے
چھٹی ہو جاتی ہے اور چھوٹنا اوسکے حق مین تحفہ ہے اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ اَلْمَوْتُ
کَفَّارَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ اسمین مسلم سے مراد سچا مسلمان اور پکا ایماندار ہے کہ اوسکے ہاتھ و زبان سے
مسلمان بچے ہون اور اوسمین اخلاق ایماندارون کے موجود ہون اور بجز لغزشون اور گناہ صغیرہ کے
کبائر مین آلودہ نہوا ہو ایسے گناہون سے موت اوسکے حق مین کفارہ ہو جاتی ہے بشرطیکہ فرائض بجا

قائم رہا ہوا اور عطاء خراسانی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک مجلس پر ہوا جسمیں
آواز ہنسی کی بلند تھی آپ نے فرمایا کہ اس اپنی مجلس میں ذکر لذات کے مکدر کرنیوالے کا شامل کر دو لوگوں نے
عرض کیا کہ لذات کی مکدر کرنے والی کیا چیز ہے آپ نے فرمایا موت ہے۔ اور حضرت انس رض سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَكْثِرُوا مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ فَإِنَّهُ يُمَحِّصُ الذُّنُوبَ وَيُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا
اور فرمایا كَفَى بِالْمَوْتِ مُفَرِّقًا ۔ اور ایک حدیث میں موت کی جگہ واعظا ہے اور ایکبار آپ مسجد میں
تشریف لائے دیکھا تو کچھ لوگ باتیں کر کے ہنستے ہیں آپ نے فرمایا کہ موت کو یاد کرو سن لو قسم ہے اوس
ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمکو معلوم ہو جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنسو اور بہت سا رؤو
اور ایک شخص کا مذکور آپ کے سامنے ہوا لوگوں نے اوسکی خوب تعریف کی آپ نے پوچھا کہ تمہارا یار موت کی
یاد میں کیسا تھا لوگوں نے عرض کیا کہ موت کو یاد کرتے تو ہم نے نہیں سنا آپ نے فرمایا تو وہ اس مرتبہ کا
نہیں جیسا تم اوسکو سمجھے ہوئے ہو۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس عشرہ کے دسویں روز گیا ایک شخص نے انصار میں سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے
زیادہ دانا اور بزرگ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو موت کو زیادہ یاد کرے اور اوسکی تیاری سب سے زیادہ کرے
وہی لوگ دانا ہیں دنیا کا شرف اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ اور آثار اس باب میں یہ ہیں کہ حضرت حسن رح
فرماتے ہیں کہ موت نے دنیا کو رسوا کر دیا عاقل کے لیے خوشی کا نام نہ چھوڑا۔ اور ربیع بن خثیم رح فرماتے ہیں
کہ ایماندار اگر کسی غائب کا انتظار کرے تو موت سے بہتر اوسکے لیے اور کوئی نہیں اور فرمایا کرتے کہ
جب میں مروں تو میری خبر کسیکو نہ کرنا آہستہ مجکو میرے رب کیطرف کھسکا دینا۔ اور بعض حکماء نے اپنے
ایک بھائی کو لکھا کہ برادر اس دار دنیا میں موت سے ڈر پیشتر اس سے کہ تو ایسے مقام میں جاوے کہ
موت کی تمنا کرے اور نہ پاوے اور حضرت ابن سیرین رح کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو اونکا ہر ایک
عضو مرجاتا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح ہر شب فقیہوں کو جمع کرتے کہ وہ موت اور قیامت اور آخرت
کا چرچا کیا کرتے اور اسقدر رویا کرتے کہ گویا سامنے جنازہ دھرا ہوا ہے اور ابراہیم تیمی رح فرماتے ہیں
کہ دو چیزوں نے لذت دنیا کی مجھسے علیحدہ کر دی ایک موت کے ذکر نے دوسرے خدا تعالی کے سامنے
کھڑے ہونے نے اور حضرت کعب رح فرماتے ہیں کہ جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اوسپر دنیا کی مصیبتیں
اور رنج آسان ہو جاتے ہیں۔ اور مطرف رح کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بصرہ کی مسجد میں کوئی
یوں کہہ رہا ہے کہ موت کی یاد نے خوف کرنے والوں کے دل ٹکڑے کر ڈالے اب بخدا وہ ہوش باختہ
نظر آتے ہیں۔ اور اشعث رح فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس جایا کرتے تھے تو صرف

دوزخ اور آخرت کا معاملہ اور موت کا ذکر کرنے پاتے تھے اور حضرت صفیہ رضہ فرماتی ہین کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عایشہ صدیقہ رضہ سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی آپنے اوسکو فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہوجاویگا اوسنے ایساہی کیا اور نرم دل ہوگئی پھر حضرت عایشہ رضہ کی شکرگزاری کے لیے آئی ۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا توآپ کی جلد مین خون ٹپکنے لگتا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے جو ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپکے بند او کھڑ جاتے جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالت اصلی پر آتی ۔ اور حضرت حسن رحہ فرماتے ہین کہ مین نے جس عاقل کو دیکھا ہے تو موت سے خائف اور اوسی سے اندوہناک پایا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحہ نے کسی عالم سے کہا کہ مجکو نصیحت فرمائیے اونھون نے فرمایا کہ عالمون مین تمھین اول نہین کہ مروگے یعنی اور حاکم بھی تم سے پہلے مرچکے ہین آپنے فرمایا کہ کچھ زیادہ فرمائیے عالم نے کہا کہ تمھارے باپ دادون مین سے حضرت آدم تک کوئی ایسا نہین جسنے موت نہ چکھی ہو اور اب تمھاری نوبت ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رحم اس بات کو سنکر رو پڑے ۔ اور ربیع بن خثیم رحہ نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی ہر روز کئی بار اوسمین لیٹا کرتے اسطرح ذکر موت کی مداومت کیا کرتے اور کہا کرتے کہ اگر ایکدم موت کا ذکر میرے دل سے جدا ہوگا تو دل خراب ہوجاویگا اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کہتے ہین کہ اس موت نے تو راحت والونکے چین مین رخنہ کر دیا پس ایسی راحت تلاش کرو جسکو فنا نہو اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحہ نے عنبسہ سے فرمایا کہ موت کی یاد بہت کر پس اگر تجکو عیش کی وسعت حاصل ہو تو اوسکو تنگ کر اور اگر تنگی عیش ہو تو اوسکو وسیع کر ۔ اور حضرت ابو سلیمان دارانی رحہ فرماتے ہین کہ مین نے ام ہارون سے پوچھا کہ تم موت کو محبوب جانتی ہو اونھون نے فرمایا کہ نہین مین نے پوچھا کہ کسواسطے اونھون نے فرمایا کہ اگر تم کسی شخص کا قصور کرو تو اوسکی ملاقات نہ چاہو گی پس مین اوسکی نافرمانی کرکے اوسکی وصال کیسے اچھی جانون

دوسرا بیان دلمین ذکر موت کے جانے کا طریق ۔ جاننا چاہیے کہ موت ہولناک ہے اور اوسکا اندیشہ بہت بڑا ہے اور آدمی جو اوس سے غافل ہین تو اسوجہ سے کہ اوسکا فکر کم کرتے ہین اور اوسکا ذکر نہین کرتے اور اگر کوئی ذکر کرتا ہے تو دل فارغ سے نہین کرتا بلکہ دل شہوات دنیا سے بھرا رہتا ہے اسلیے ذکر موت کی تاثیر دل مین نہین ہوتی تو اوسکا طریق یہ ہے کہ آدمی اپنے دل کو موت کے ذکر کے سوا جو ہر وقت سامنے ہے اور چیزون سے خالی کرلے جیسے کوئی مسافر کسی جنگل خطرناک مین جانا یا جہاز مین سوار ہوکر سمندر مین سفر کرنا چاہے تو اوسکو سوای سفر کے اور کوئی فکر نہین رہتا تو جب موت کی یاد دلمین جم جاویگی تو کیا عجب ہے کہ اوسمین اثر کرے اور اس صورت مین سرور و خوشی دنیا کی کم ہوجاوے اور دل مین شکستگی ہو

موت آ جائے اور مالداری تو سب سے بہتر طریق اس باب میں یہ ہے کہ اپنے ہمسروں اور ہم عمروں کو جو پہلے مر چکے ہیں
یاد کرے یعنی اونکی موت اور کیفیت حالت کو خیال کرے اور اونکی صورتیں اور عہدے اور حالات یاد کرے
اور یہ سوچے کہ اب مٹی نے اونکی اچھی صورتیں خاک میں ملا دیں اور اونکے اعضا قبروں میں متفرق ہوگئے
اپنی بیبیوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم چھوڑ گئے مال اونکے جاتے رہے مسجدیں اونکی ویران ہوگئیں
سو ایک ایک شخص کو
جدا جدا یاد کرے اور اپنے دل میں اسکے حال و کیفیت موت کی تفصیل کرے اور اوسکی صورت کا تصور
کرکے اوسکی خوشی اور تر و تازگی اور بقا کے لیے توقع کرنی اور موت کو بھولے رہنا اور اسباب
موافق ہونے سے دھوکا کھانا اور اپنی قوت و جوانی پر اعتماد کرنا اور ہنسی ٹھٹھے کا مائل رہنا اور اس
موت عاجل اور ہلاک قریب سے غافل رہنا یاد کرے اور یہ تصور کرے کہ وہ کیسے چلتا پھرتا تھا اب اوسکے
دونوں پاؤں اور سب جوڑ ٹوٹ گئے اور کیسے بولا کرتا تھا اور ہنسا کرتا تھا اب کیڑوں نے زبان
اور خاک نے دانت چاٹ لیے اپنے لیے ایسی تدبیریں نکالتا تھا کہ بیس برس تک اوسکی حاجت نہ پڑے
حالانکہ اوسکے اور موت کے درمیان ایک ہی مہینا باقی تھا اور اوسکو خبر نہ تھی کہ مجھکو کیا پیش آنا ہے موت ایسے وقت میں
آ گئی کہ اوسکو گمان نہ تھا یکایک موت کا فرشتہ اوسکی نظروں میں ظاہر ہوگیا اور اوسکے کان میں آواز
بہشت خواہ دوزخ کی ڈالی جب یہ تامل کر چکے تو پھر اپنے نفس پر غور کرے کہ میں بھی ویسا ہی ہوں
اور مجھکو غفلت بھی ویسی ہی ہے جیسے اون لوگوں کو تھی اور انجام میرا بھی وہی ہونا ہے جو اونکا ہوا
حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ جب تو مردوں کو یاد کرے تو اپنے آپ کو بھی اونھیں جیسا شمار کر لے
اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ نیک بخت وہ ہے جو اپنے غیر سے نصیحت پاوے یعنی دوسروں کے
حال سے عبرت حاصل کرے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہیں کہ تم کیا دیکھتے ہو کہ ہر روز
ایک ایک صبح کے مسافر خواہ شام کے مسافر کو خدا تعالی کے پاس جانے کے لیے سامان کر دیتے ہو
اور اوسکو زمین کے ایک غار میں رکھ دیتے ہو کہ مٹی پر تکیہ کر لیتا ہے احباب کو پیچھے چھوڑ جاتا ہے
اسباب سب علحدہ ہو جاتے ہیں تو ان فکروں پر ان جیسے اور ذکروں کو ہمیشہ کرنا اور قبرستان میں جانا
اور بیماروں کا دیکھنا ایسی تدبیر ہے جس سے کہ موت کی یاد دل پر تازہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک
کہ ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتی ہے ایسی صورت میں بعید نہیں کہ آدمی
موت کی تیاری کرے اور دنیا سے کنارہ کش ہو ورنہ ظاہر دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنا فائدہ
کم دیتا ہے اس سے آگاہی اور خوف کچھ نہیں ہوتا اور جب کبھی آدمی کا دل دنیا کی کسی چیز سے

خوش ہو تو چاہیے کہ اوسی وقت یاد کرے کہ مجھے اس چیز کو چھوڑنا ضرور ہے۔ ابن مطیع رح نے ایک روز
اپنے گھر کو دیکھا اور اوسکی خوبی اچھی معلوم ہوئی پھر آپ روئے اور کہا کہ بخدا اگر موت نہوتی تو میں تجھسے خوش
ہوتا اور اگر یہ مآل کار ہمارا قبروں کی تنگی نہوتی تو دنیا سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں پھر بہت روئے یہانتک کہ آواز بلند ہوئی

دوسری فصل فضیلت امل کی کوتاہی کی اور طول امل اور اوسکے اسباب کیفیت و علاج کے بیان میں مشتمل چار بیانوں پر

بیان اول فضیلت امل کے مختصر کرنے کی — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ کو فرمایا
کہ جب تو صبح کرے تو اپنے نفس سے شام کا ذکر نکر اور اگر شام کرے تو صبح کا اور اپنی زندگی سے موت کیواسطے
کچھ لے اور تندرستی سے بیماری کے لیے اسلیے کہ اے عبد اللہ تجکو معلوم نہیں کہ تیرا کل کو کیا نام ہوگا یعنی
مردہ کہلاویگا یا زندہ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
سب سے زیادہ مجکو خوف تمپر دو خصلتوں کا ہے ایک پیروی خواہش نفس کی دوسرے طول امل اسلیے کہ پیروی
خواہش نفس کی حق سے پھیر دیتی ہے اور طول امل دنیا کی محبت ہے پھر فرمایا کہ آگاہ رہو اللہ تعالی دنیا
اوسکو بھی دیتا ہے جس سے محبت رکھتا ہو اور اوسکو بھی جس سے بغض رکھتا ہے اور جب اللہ تعالی کسی بندے کو
دوست رکھتا ہے تو اوسکو ایمان دیتا ہے سن لو کہ کچھ لوگ دین کے اہل ہیں اور کچھ دنیا کے تو تم اہل دین کے
ہو جاؤ نہ اہل دنیا سے یاد رکھو کہ دنیا منہ پھیر کر چل چکی ہے اور آخرت اسطرف منہ کیے چل چکی ہے خبردار ہو
کہ تم عمل کے دن میں ہو جسمیں کچھ حساب نہیں اور عنقریب حساب کے دن میں ہوگی جسمیں عمل نہوگا انتہی۔
اور ام منذر رح فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شام کو لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا
کہ تم خدا تعالی سے شرم نہیں کرتے اونھوں نے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ ایسی چیزیں
جمع کرتے ہو جو کھاتے نہیں اور ایسی امید رکھتے ہو جو پاتے نہیں اور مکانات ایسے بناتے ہو
جنمیں رہتے نہیں۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضہ نے ایک لونڈی
مہینے بھر کے وعدے پر حضرت زید بن ثابت رضہ سے سو دینار کو خریدی پس میں نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ کیا تمکو تعجب نہیں آتا کہ اسامہ مہینے کے وعدے پر خریدار ہوا ہے
اسامہ بے شک طول امل رکھتا ہے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ میں نے
اپنی دونوں آنکھیں کبھی اسطرح نہیں کھولیں کہ یہ گمان نکیا ہو کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے اللہ تعالی میری
روح قبض کر لیگا اور نہ کبھی میں نے آنکھ اوپر کو اسی طرح کی کہ جان نکلنے کے پیشتر اوسکے نیچے کرنیکا
گمان کیا ہوا اور نہ کبھی لقمہ ایسا کھایا کہ یہ گمان کیا ہو کہ موت سے پہلے اسکو نگل جاؤنگا پھر فرمایا کہ اے
آدم کی اولاد اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانوں کو مردوں میں شمار کرو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں

میری جان ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہے وہ بیشک آوے گی اور تم تھکا نہ سکو گے انتہی اور حضرت
ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کیواسطے نکلتے اور پیشاب کر کے
مٹی سے طہارت کر لیتے میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا کہ حضرت پانی تو آپ سے قریب ہی ہے آپ
فرماتے کہ مجھے کیا معلوم شاید میں پانی تک نہ پہونچوں اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین لکڑیاں لیں ایک کو اپنے سامنے گاڑا اور دوسری کو اوسکے پاس اور تیسری کو دور گاڑا پھر پوچھا
کہ جانتے ہو یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ
پاس کی دونوں لکڑیاں ایک انسان ہے اور ایک اوسکی موت اور دور کی لکڑی اوسکی امل ہے کہ
آدمی اوس سے معاملہ رکھتا ہے اور موت اوس تک پہونچنے نہیں دیتی بیچ ہی میں اچک لیتی ہے اور
ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کی مثال یہ ہے کہ اوسکے گرد ننانوے موتیں ہیں اگر
اون سے بچے تو بڑھاپے میں پڑے - اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ یہ آدمی ہے اور یہ اوسکے
گرد اوسکی موتیں اوسکی طرف کو منہ اوٹھائے ہوئے ہین اور بڑھاپا انکے بعد ہے اور امل بڑھاپے کے
بعد ہے آدمی زیست کی حرص کرتا ہے اور یہ موتیں اوسکی طرف کو منہ اوٹھائے ہوئے ہین جسکو حکم
ہوتا ہے وہی اوسکو دھر دباتی ہے پھر اگر ان موتوں سے بچ گیا تو بڑھاپا اوسکا خاتمہ کر دیتا ہے امل کا
اوسکو انتظار ہی رہتا ہے اور عبد اللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ ہمارے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایک لکیر چوکوشی کھینچی اور اوسکے بیچ میں ایک لکیر کھینچی اور اوسکے گرد اور لکیریں کھینچیں اور ایک
لکیر مربع سے باہر کھینچی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ خدا ے تعالی اور اوسکا رسول
زیادہ جانتے ہین آپ نے بیچ والے خط کو تو انسان فرمایا اور مربع خط کو موت فرمایا جو انسان کو محیط ہے اور
یہ خطوط ریزہ دنیاوی مصائب ہین کہ اوسکو نوچ رہے ہین اگر ایک نوچنا چھوڑ دے تو دوسری نوچ لیتی ہے
اور جو خط باہر ہے اوسکو امل فرمایا - اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَيَبْقَى مَعَهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ وَالْأَمَلُ اور ایک روایت میں ہے وَتَشِبُّ مَعَهُ
اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ ترجمہ ع مرد پیر شود و حرص جوان مے گردد
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اس امت کے پہلے لوگ تو یقین اور زہد کے باعث نجات
پاوینگے اور آخر کے لوگ بخل اور زندگی کی حرص کے مارے ہلاک ہونگے اور منقول ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام
بیٹھے ہوئے تھے اور ایک بڑھا اپنی کدالی سے زمین کھود رہا تھا آپ نے جناب باری میں عرض کیا
کہ الہی اس شخص سے امل کو دور کر دے وہ بڑھا کدالی پھینک کر لیٹ رہا اور گھنٹہ بھر پڑا رہا پھر

پھر حضرت عیسی علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی اسکے امل اسکو دیدے وہ شخص اوٹھکر کام کرنے لگا
حضرت عیسی علیہ السلام نے اوس سے یہ ماجرا پوچھا کہ پہلے کیون لیٹ رہا تھا اور اب کیون کام
کرنے لگا بوڑھے نے کہا کہ کام کرتے مین میرے نفس نے مجھسے کہا کہ تو تو بوڑھا ہوا اب کب تک
کام کریگا اسلیے مین نے کدال پھینکدی اور لیٹ رہا پھر میرے نفس نے مجھسے کہا کہ جب تک مین زندہ
ہون بسر اوقات کی فکر ضرور ہے اسلیے اوٹھکر اپنا کام کرنے لگا۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب چاہتے ہو کہ جنت مین جاؤ لوگون نے عرض کیا
کہ ہان یا رسول اللہ آپنے فرمایا تو زندگی کی حرص کم کرو اور اپنی موتون کو آنکھون کے سامنے جمالو اور
اللہ تعالی سے جیسے چاہیے ویسی شرم کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین یون فرمایا کرتے
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الدُّنْيَا تَمْنَعُ خَيْرَ الْاٰخِرَةِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ حَيَاةٍ تَمْنَعُ خَيْرَ الْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِكَ
مِنْ اَمَلٍ يَمْنَعُ خَيْرَ الْعَمَلِ آثار مطرف بن عبد اللہ کہتے ہین کہ اگر مین جانتا کہ میری موت کب ہوگی
تو اپنی عقل کے جانے کا خوف کرتا مگر اللہ تعالی نے اپنے بندون پر احسان کیا ہے کہ موت سے
غفلت دیدی ہے اگر غفلت نہوتی تو نہ زندگی اچھی طرح ہوتی اور نہ بازار لگتے۔ اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ بھولنا اور امل دو بڑی نعمتین ہین بنی آدم پر اگر یہ دونون نہوتین تو مسلمان رستون مین
نہ چلتے۔ اور ثوری رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ انسان احمق پیدا ہوا ہے اگر یہ بات نہوتی تو
زندگی کی خوبی نہوسکتی۔ اور سعید بن عبد الرحمن رح فرماتے ہین کہ دنیا اسلیے آباد ہی کہ اوسکے لوگون کو
عقلین کم ہین اور حضرت سلمان فارسی رح فرماتے ہین کہ تین چیزون نے مجھے تعجب مین اتنا ڈالا کہ
ہنسا دیا ایک تو زندگی دنیا کا حریص حالانکہ موت اوسکی طالب ہی دوسرا غافل کہ اوس سے غفلت نہین
کیجاویگی سوم منہ بھر ہنسنے والا کہ نہین جانتا کہ پروردگار عالم اوس سے ناخوش ہے یا راضی اور تین دوسری
چیزین ہین کہ اونھون نے مجھکو اتنا غمگین کیا کہ رولا دیا اول فراق دوستون کا یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اور اونکی جماعت کا دوسرے خوف قیامت مین کھڑے ہونے کا تیسرے خدای تعالی کے
سامنے کھڑا ہونا کہ معلوم نہوگا کہ جنت کو حکم کیا جاویگا یا دوزخ کو۔ اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین نے
زرارہ بن ابی اوفی کو بعد اونکے مرنے کے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمھارے نزدیک اعمال مین سے
کونسا زیادہ ہے اونھون نے کہا کہ توکل اور امل کی کوتاہی اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا مین
زہد کرنا امل کا مختصر کرنا ہے نہ موٹا کھانا اور کمل پہننا۔ اور مفضل بن فضالہ رح نے اپنے رب سے التجا کی
کہ امل دور کردے اونسے اشتہا کھانے پینے کی جاتی رہی پھر دعا مانگی تو خدای تعالی نے امل دیدیے

اور کھانے پینے لگے - اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ ای ابو سعید آپ اپنا کرتا نہیں دھو ڈالتے
فرمایا کہ معاملہ اس سے جلد معلوم ہوتا ہے اور یہ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ موت تمہاری پیشانیوں کے بالوں میں
بندھی ہوئی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے کو تہ ہوتی جاتی ہے - اور بعض اکابر کہتے ہیں کہ میں ایسا ہوں
جیسے کوئی شخص اپنی گردن بچھائے ہوا اور اوسکے سر پر تلوار ہو اور منتظر رہتا ہو کہ کب گردن اڑائی جاوے گی
اور داؤد طائی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اگر میں اتنے امل کروں کہ مہینا بھر جیوں تو جانوں کہ مرتکب گناہ کبیرہ کا ہوا
اور یہ امل میں کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ دیکھتا ہوں کہ تمام خلق پر مصیبتیں رات دن کی ساعتوں کی
چھائی رہتی ہیں - اور کہتے ہیں کہ شقیق بلخی رحمۃ اللہ اپنے استاد ابو ہاشم رمانی رحمۃ اللہ کے پاس آئے اور اونکے
گوشہ چادر میں کچھ بندھا تھا اونکے اوستاد نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ہے شقیق رحمۃ اللہ نے کہا کہ کچھ
بادام ہیں میرے ایک بھائی نے مجھے دیے ہیں اور کہا ہے کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم ان سے
افطار کرنا اونکے استاد نے فرمایا کہ شقیق تم اپنے جی میں یہ کہتے ہو کہ میں شام تک زندہ رہونگا میں تجھ سے
اب کبھی نہ بولونگا شقیق رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ استاد نے یہ کہکر دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ رہے - اور
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ سن لو کہ ہر سفر کے لیے توشہ ضرور ہے اپنی دنیا سے
آخرت تک کے سفر کا توشہ اپنی تقوی کو کر لو اور ایسے ہو جاؤ جیسے کسی نے خدای تعالی کے ثواب اور عذاب مہیا
دیکھ لیا ہو تو ثواب کو دیکھکر رغبت کرو اور عذاب کو دیکھکر خوف کرو اور حرص زندگی کو زیادہ دست بڑھاؤ
ورنہ تمہارے دل سخت ہو جاوینگے اور تم ایسے دشمن کے تابع ہو جاؤ گے بخدا کہ وہ شخص اپنے امل کو
نہیں پھیلاتا جو نہیں جانتا کہ شام کے بعد مجکو صبح ملیگی کہ نہیں یا صبح ملی تو پھر شام ملیگی کہ نہیں اور
ان دونوں کے درمیان میں موتوں کے دھبے اکثر ہوا کرتے ہیں میں نے اور تم نے اکثر اون
لوگوں کو دیکھا ہے جو دنیا پر مغرور تھے آنکھ ٹھنڈی اوسکی ہے جو عذاب الہی سے نجات پانے کا
اعتماد رکھتا ہو اور خوش وہی ہوتا ہے جو اہوال قیامت سے نڈر ہو اور جن لوگوں کا یہ حال ہو کہ ایک
زخم ابھی بھرا ہی نہیں اور دوسرا دوسری طرف سے اور لگا تو وہ کیسے خوش ہوں میں خدای تعالی سے
پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تمکو اوس بات کا حکم کروں جس سے اپنے نفس کو منع کروں پھر بگڑ جاوے
میری تجارت میں نقصان اور میرا خسارہ اور بیچارگی اوس روز ظاہر ہو جس دن توانگری اور محتاجی
کھلیگی اور ترازوئیں کھڑی ہونگی تم ایسے معاملے کی تکلیف دیے گئے ہو کہ اگر ستارے اوسکی تکلیف
دیے جاتے تو بے نور ہو جاتے اور پہاڑ گل جاتے اور زمین پھٹ جاتی تم کیا جانتے نہیں کہ بہشت
اور دوزخ کے درمیان کوئی اور مقام نہیں اور تمکو بیشک ان دونوں میں سے ایک میں جانا ہے - اور ایک شخص نے

اپنے ایک بھائی کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا ایک خواب ہے اور آخرت بیداری اور ان
دونوں میں واسطہ موت ہے اور ہم پراگندہ خوابوں میں ہیں والسلام اور ایک اور شخص نے اپنے
بھائی کو لکھا کہ دنیا پر غم کرنا بہت لمبا ہے اور موت آدمی سے قریب ہے اور ہر روز کچھ کچھ گھٹتا جاتا ہے
اور بدن میں بلا آہستہ آہستہ چل رہی ہے تو پہلے اس سے کہ کوچ کا نقارہ بجایا جاوے سفر کی تیاری کرلینی
چاہیے والسلام۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ جب تک حضرت آدم علیہ السلام نے خطا نہیں
کی تھی اونکے امل پیٹھ پیچھے تھے اور موت آنکھ کے سامنے اور جب آپ نے خطا کی تو معاملہ برعکس ہو گیا
کہ امل تو آنکھوں کے سامنے کر دیے گئے اور موت پیٹھ کے پیچھے۔ اور عبد اللہ بن عمیر رح کہتے ہیں کہ میں نے
اپنے باپ سے سنا ہے کہ کہتے تھے اے وہ شخص کہ اپنے زیادہ تندرست رہنے سے مغالطے میں ہے کیا
تو نے کسی کو بدون بیماری مرتے نہیں دیکھا اے وہ شخص کہ بہت سی مہلت پانے سے مغالطے میں ہے
کیا تو نے کبھی کسی گرفتار کو نہیں دیکھا کہ بدون سامان پکڑا گیا ہو اگر تو اپنی عمر کی درازی میں فکر کرے تو
اپنی پہلی لذتیں سب بھول جاوے بھلا تم لوگ تندرستی سے مغالطے میں پڑے ہوئے ہو یا بہت دنوں
آرام سے گذرنے پر اکڑتے ہو یا موت سے نڈر ہو یا ملک الموت پر دلیر ہو ملک الموت جب آویگا تو اوس سے
تمکو نہ تمھاری ثروت بچاویگی نہ کثرت جمعیت تمکو کیا معلوم نہیں کہ موت کا وقت سختیوں اور غموں اور
تقصیر پر پشیمانی کی گھڑی ہے پھر یوں کہا کرتے تھے کہ خدا تعالی رحم کرے اوس بندے پر جو موت
کے بعد کے لیے عمل کرے خدا تعالی رحم کرے اوس بندے پر کہ اپنے نفس پر موت سے پہلے ترس کی
نظر کرے۔ اور ابو بکر ہاشمی کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبد الملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک پتھر
جس پر کچھ کندہ تھا کوئی اونکے سامنے لایا اوسکے پڑھنے کو وہب بن منبہ بلائے گئے دیکھا تو اوس میں یہ
لکھا تھا کہ اے آدمی اگر تو اپنی موت کے وقت کی نزدیکی دیکھ پاوے تو اپنے طول امل کو چھوڑ دے اور
عمل زیادہ کرنے کا حریص ہو اور طمع اور حیلے کم کر دے اور تو کل کو پشیمانی اوٹھاویگا اگر تیرا قدم لغزش
کریگا اور تیرے گھر والے اور نوکر چاکر تجھکو حوالہ کر دینگے اور باپ اور رشتہ دار تجھسے جدا ہو جاوینگے اور بیٹا
اور داماد چھوڑ دینگے تو پھر دنیا میں پھرنا نہ ہوگا نہ اپنے عمل میں زیادتی پاویگا پس قیامت کے لیے حسرت اور
ندامت سے پیشتر کچھ کر لے اسکو سنکر خلیفہ سلیمان بہت روئے اور بعضوں نے کہا ہے کہ میں نے خط محمد بن
یوسف کا بنام عبد الرحمن بن یوسف کے دیکھا اوسمیں لکھا تھا کہ بعد سلام کے میں شکر کرتا ہوں اوس معبود کا
کہ جسکے سوا اور کوئی معبود نہیں اور تجھکو ڈراتا ہوں اوس جگہ سے کہ تو اپنے مہلت کے گھر سے قیام کے گھر
اور جزاء اعمال کے گھر میں جاویگا اب تو زمین کے اوپر رہتا ہے چند روز بعد اوسکے اندر ہو جاویگا

تیرے پاس مسکرا... بلکہ اگر تجھکو بٹھلا دینگے اور تجھکو ڈانٹ بتا دینگے پس اگر اوس وقت اللہ تیرے ساتھ ہوگا
تو کچھ خوف و وحشت اور حاجت نہیں اور اگر معاملہ دگرگون ہوا تو خدای تعالی مجکو اور تجکو پناہ دے کہ
بری نوبت ہوگی مقام لیٹنے کا تنگ ہو جاویگا تجکو خبر نہین کہ پھر اوٹھنے کے لیے چیخ ہوگی اور صور پھونکا
جاویگا اور خدای جبار مقدمات خلق کے فیصلے کے لیے آمادہ ہوگا زمین اپنے لوگوں سے اور آسمان اپنے
باشندوں سے خالی ہو جاوینگے اسرار کھل جاوینگے اور جہنم بھڑکائی جاویگی میزانین کھڑی ہونگی اور انبیا
اور شہدا کو بلوا کر لوگوں کے باب مین ٹھیک ٹھیک حکم دیا جاویگا اور کہا جاویگا کہ سب تعریفین اللہ کو
شایان ہیں جو سب عالموں کا پروردگار ہے تو بہت سے تو رسوا ہونگے اور بہتون کی پردہ پوشی کیجاویگی
اور بہت سے تباہ ہونگے اور بہت سے نجات پاوینگے بہتوں پر عذاب ہوگا اور بہتوں پر رحم مجکو معلوم
نہیں کہ اوس روز میرا اور تیرا کیا حال ہونا ہے اسی سے لذتین جاتی رہین شہوات چھوٹ گئیں امل
کوتاہ ہو گئے سوتے بیدار ہوے غافل چوکنے ہوے خدای تعالی اس بڑے خوف پر ہماری اور
تمھاری مدد کرے اور دنیا اور آخرت کی جگہ ہمارے اور تمھارے دل مین ایسی کرے جیسی متقیوں کے دل مین
کرتا ہے اسلیے کہ ہم اوسی کے ہین اور اوسیکے باعث وجود والسلام۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رح نے
خطبہ پڑھا اور خدای تعالی کی حمد و ثنا کرکے فرمایا لوگو تم نکمے نہین پیدا ہوے نہ مہمل چھوڑے جاوگے
تمکو ایک اوٹھنے کی جگہ ہے جس مین خدای تعالی حکم اور فیصلے کیواسطے اکٹھا کریگا پس ناامید اور بدبخت کل کو
وہ بندہ ہوگا جسکو اللہ تعالی اپنی رحمت سے کہ ہر چیز پر پھیلی ہے اور اپنی جنت سے جسکا عرض آسمانوں
اور زمین کے برابر ہے نکالدے اور کل کو امن اوس شخص کو ہوگا جو خوف اور تقوی کرے اور تھوڑی اور
ناپایدار چیز اور بدبختی کو بہت سی پایدار اور سعادت کے عوض مین بیچ ڈالے دیکھو مرے ہوؤنکا سوگ تم کرتے ہو
اسیطرح تمھارے پس ماندہ تمھارا کرینگے ہر روز دیکھتے ہو کہ صبح کو اور شام کو خدای تعالی کے پاس کوئی جاتا ہے
اوسکا وقت پورا ہو گیا اور امل جاتے رہے تم اونکو زمین کے گڑھے کے اندر بے فرش نے تکیہ کیے دیتے ہو
کہ نہ کوئی سامان اوسکے ساتھ ہے نہ کوئی رفیق و غمخوار صرف حساب کا سامنا ہے بخدا کہ مین یہ بات تو تم سے
کہتا ہون مگر جتنے گناہ اپنے نفس مین جانتا ہون اوس سے زیادہ مین تم مین سے کسی مین نہیں جانتا لیکن
اللہ تعالی کے طریق ٹھیک ہین او نہین اوسکی طاعت کے لیے امر کرتا ہون اور معصیت سے منع
کرتا ہون اور خدا تعالی سے مغفرت چاہتا ہون اسکے بعد اپنی آستین منہ پر رکھکر زار زار روئے کہ آنسوؤں سے
داڑھی بھیگ گئی اور پھر اوس مقام پر آنیکی نوبت نہوئی یہانتک کہ وفات پائی۔ اور قعقاع بن حکیم
کہتے ہین کہ مین نے تیس برس سے موت کا سامان کر لیا ہے تو جب موت آویگی تو مین اتنی دیر بھی

اچھی سمجھا ہونگا کہ ایک چیز کو دوسری سے پیچھے کرون اور سفیان ثوری رح کہتے ہین کہ کوفے کی مسجد مین مین نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ کہتا تھا کہ مین تیس برس سے اس مسجد مین موت کا منتظر ہون کہ آوے اب اگر وہ آئیگی تو مین اوسکو نہ کسی چیز کا حکم کرون نہ کسی چیز سے منع کرون اور نہ میرے کسیکے پاس کوئی چیز ہے نہ کسیکی میرے پاس - اور عبد اللہ بن ثعلبہ کہتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید تمھارا کفن دھوبی کے یہان سے آچکا ہو - اور محمد بن علی زاہد کہتے ہین کہ ہم کوفہ مین ایک جنازے کے ساتھ نکلے اور داود طائی رحمہ اللہ علیہ بھی اوسمین شریک تھے جنازہ جب دفن ہونے لگا تو داود طائی ایک طرف کو ہو بیٹھے مین اونکے پاس جا بیٹھا تو مین نے سنا کہ یون کہتے تھے جو وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے وہ دور کی چیز نزدیک جانتا ہے اور جسکو امل زیادہ ہوتی ہے اوسکا عمل ضعیف ہوتا ہے اور جو آنے والی چیز ہے وہ قریب ہے اوے بھائی جان یاد رکھ کہ جو شے خداے تعالی سے تجکو اور کام مین لگاوے وہ تیرے اوپر منحوس ہے اور یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا کے باشندے جو قبر و نمین ہین اونکا یہ حال ہے کہ جو چھوڑ گئے اوس سے پشیمان ہین اور جو آگے بھیجدیا تھا اوس سے شادان مگر قبر والے جس چیز پر پشیمان ہین دنیا دار اوسی پر لڑتے مرتے ہین اور اوسی پر رغبت اور حاکمون کے سامنے خصومت کرتے ہین - اور روایت ہے کہ حضرت معروف کرخی رح نے نماز کی تکبیر کہی اور محمد بن ابی توبہ سے فرمایا کہ تم نماز پڑھا دو اونھون نے کہا کہ مین یہ نماز اگر پڑھا دونگا تو دوسری نماز کوئی نہین پڑھانیکا حضرت معروف رح نے فرمایا کہ تم اپنے دل مین کہتے ہو کہ مین دوسری نماز بھی پڑھونگا ہم اللہ تعالی سے طول امل سے پناہ مانگتے ہین کہ وہ عمل نیک کو مانع ہے - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ دنیا تمھارے رہنے کی جا نہین بہت سے گھر ایسے ہین کہ خداے تعالی نے اوپر فنا لکھدی ہے اور اونکے رہنے والون پر اوسمین سے چلا جانا تو بہت سے بخوبی آباد چند روز مین اجڑ جاتے ہین اور بہت سے رہنے والے کہ لوگ اونکے رہنے پر حرص کرین سفر کر جاتے ہین پس لوگو خداے تعالی تم پر رحم کرے اوسمین سے اچھی طرح نکلو اور جو کچھ تمھارے سامنے لے چلنے کی چیزین ہون اونمین سے عمدہ اپنے ساتھ لو اور توشہ لے لو کہ بہتر توشہ تقوی ہے دنیا کا حال ایسا ہے جیسے سکڑتا سایہ کہ چلا جاتا ہے ابھی تو آدمی دنیا کا رغب اور اوس سے خنک چشم بیٹھا ہے کہ اتنے مین خداے تعالی نے اوسکو اپنے حکم سے طلب فرمالیا اور اوسکے سر پر موت کا روناالڈالا تو سب اوسکے نشان چھین لیے اور اوسکی عمارت اور دولت دوسرون کے لیے کردی دنیا جتنی تازگی دیتی ہے اوتنا خوش نہین کرتی خوش کم کرتی ہے اور رنج بہت دیتی ہے سچ ہے

جہان مین عرصہ عشرت سے سوا دہ چند ہے غم کا	اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

اور حضرت ابو بکر صدیق رض اپنے خطبے مین فرمایا کرتے کہان گئے وہ لوگ جنکے منہ خوبصورت چمکدار تھے



ساتھ تھے اور اپنی جوانی پر شیخی کیا کرتے تھے کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے شہر بنائے اور شہر پناہیں اون
اونکو مضبوط کیا کہاں ہیں وہ سردار کہ لڑائی میں بڑھ چڑھ کر رہا کرتے تھے زمانے نے اونکو زیر کر دیا قبر
اندھیروں میں جا پڑے تو جلدی اور شتابی کرو اور اپنی جانوں کے لیے نجات کی ضرورت ڈھونڈھو

دوسرا بیان طول امل کے سبب اور اوسکے علاج میں - جاننا چاہیے کہ طول امل کے دو سبب ہیں ایک
جہالت اور دوسرے دنیا کی محبت دنیا کی محبت کا یہ حال ہے کہ آدمی جب اوس سے اور اوسکی شہوات و
لذات و علائق سے مانوس ہوتا ہے تو اوسکے دل پر اوسکی جدائی شاق ہوتی ہے اور موت جو سبب دنیا کی
مفارقت کا ہے اوس سے اوسکا دل متنفر ہوتا ہے اور اوسمیں فکر نہیں کرتا اور جس چیز سے آدمی نفرت
کیا کرتا ہے اوسکو اپنے نفس سے ٹالا کرتا ہے اور آدمی ہمیشہ جھوٹی آرزوؤں میں مشغول رہتا ہے اپنے نفس کے لیے
ایسی ہی آرزو کرتا ہے جو اوسکی مراد کے موافق ہو اور اوسکی مرضی کے موافق دنیا میں رہنا ہے تو اوسیکا
خیال رکھتا ہے اور اوسیکو اپنے لیے فرض کر لیتا ہے اور جو لوازم یہاں رہنے کے ہیں اور جنکی اوسکو ضرورت
ہوتی ہے یعنی مال اور اولاد اور گھر اور دوست اور سواریاں وغیرہ سامان کو فرض کر لیتا تو اوسکا دل اسی
فکر پر رک جاتا ہے موت کی یاد سے نہیں رہتی اوسکا قریب ہونا خیال میں نہیں گذرتا اور اگر کبھی کسیوجہ سے
موت کا معاملہ اور اوسکی تیاری کا حال جو دل میں گذرتا ہے تو اوسکا نفس وعدہ کر لیتا ہے اور لیت و لعل میں
ٹالتا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی بہت دن باقی ہیں بڑا ہو کر توبہ کر لیجو اور بڑا ہونے پر کہتا ہے کہ بوڑھا ہو کر توبہ
کر لیجو اور بوڑھا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ مکان بنا کر اور زمین آباد کر لے اور اس سفر سے لوٹ کر اور اس
لڑکے کی شادی اور دختر کے جہیز سے فارغ ہو کر اور اس دشمن کے قہر سے جو بدگوئی کرتا رہتا ہے محفوظ
ہو کر توبہ کر لینا غرض کہ ہمیشہ اسیطرح ٹالتا اور تاخیر اوسکا شیوہ رہتا ہے اور جس کام میں گھستا ہے اوسکے
پورا کرنے میں دس کام اور لگ جاتے ہیں اور روز کے بعد دوسرا دن رفتہ رفتہ گذرا چلا جاتا ہے اور ایک کام
دوسرا کام آتا جاتا ہے یہاں تک کہ موت ایسے وقت میں اوچک لیتی ہے کہ اوسکو گمان بھی نہیں ہوتا
اوسوقت بجز حسرت و افسوس اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اکثر دوزخ والے لیت و لعل ہی سے فریاد کرینگے
کہ ہائے ہمنے کیوں تاخیر کی تھی اور آدمی بیچارہ یہ نہیں جانتا کہ جس امر کے باعث آج تاخیر کرتا ہے وہ کل کو
بھی تو اوسکے ساتھ ہوگا بلکہ مدت گذرنے پر تو اوسکو اوسکا استحکام اور مشغولی زیادہ ہو جاویگی اور اوسکو یہ
گمان ہے کہ دنیا میں خوض کرنے والے کو اور اوسکی حفاظت کرنے والے کو کبھی فراغ ہو سکتا ہے اور یہ اوسکی
خام خیالی ہے اوس سے فارغ وہی ہوتا ہے جو اوسکو مختصر کرے جیسے کسی نے کہا ہے ~

کار دنیا کسے تمام نکرد	ہر چہ گیرید مختصر گیرید

اور اصل ان سب آرزوون کی دنیا کی محبت ہے اور اس حدیث کے معنون سے غفلت اَحْبِبْ مَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ اور جہالت کا حال یہ ہے کہ انسان کبھی اپنی جوانی پر اعتماد کرتا ہے تو جوان ہوتے ہوے موت کا آنا بعید جانتا ہے اور بیچارہ یہ نہین سوچتا کہ اگر اپنی بستی کے بوڑھون کو گنے تو دس پانچ ہونگے اور اونکے کم ہونے کی یہی وجہ ہے کہ جوانی مین موت بہت ہوتی ہے جب تک ایک بوڑھا مرتا ہے ہزار جوان اور لڑکے مرجاتے ہین۔ اور کبھی موت کو اپنی تندرستی کے باعث بعید جانتا ہے اور اچانک موت کے آنے کو دشوار سمجھتا ہے اور یہ نہین جانتا کہ اچانک مرجانا کچھہ دشوار نہین اور اگر بالفرض دشوار ہو تو یکایک بیمار ہوجانا تو دشوار نہین اور بیماری تو اچانک ہی ہوا کرتی ہو اور جب بیمار ہوا تو موت کیا دور ہے اور اگر یہ غافل سوچے اور معلوم کرے کہ موت کے لیے کوئی وقت مخصوص جوانی اور بوڑھاپے اور ادھیڑپن کا یا کوئی موسم گرمی جاڑے خزان بہار یا رات دن کا معین نہین تب البتہ بہت چوکنا ہوا اور اوسکے سامان مین لگے مگر جہالت اور محبت دنیا کے باعث طول امل مین گرفتار ہے اور موت کے جلد آنے سے غافل وہ ہمیشہ یہی گمان کرتا ہے کہ موت میرے سامنے ہی ہوگی اپنے اوپر اوسکا آنا فرض نہین کرتا یہی خیال کرتا ہے کہ مین جنازے کے ساتھہ چلونگا یہ نہین فرض کرتا کہ میرے جنازے کے ساتھہ بھی لوگ چلینگے اسلیے کہ ہمیشہ جنازون کے ساتھہ رہتے رہتے اوسی سے مانوس ہوجاتا ہے دوسرون کو مرتے دیکھکر اور ویسے ہی مرنے کا عادی ہے اپنے مرنے سے انس نہین اور ممکن ہی نہین کہ اپنی موت سے الفت کرے اسلیے وہ واقع نہین ہوئی اور اگر ہوگی تو ایک ہی دفعہ ہوگی وہی اول ہے وہی دوم پس اوس سے الفت کیسے ہو تو اس صورت مین اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کو غیر پر قیاس کرے اور جانے کہ یقینا میرا جنازہ بھی اوٹھیگا اور قبر مین دفن کیا جاویگا اور کیا عجب ہے کہ جو اینٹ پختہ میری گور مین لگے گا وہ بن چکا ہو اور مجکو علم نہو اس صورت مین تاخیر کرنی محض نادانی ہے اور جب یہ معلوم ہوچکا کہ سبب تاخیر کا جہل اور محبت دنیا ہے تو ظاہر ہے کہ علاج سبب کو دور کرنے سے ہوگا پس جہل کو تو اسطرح دور کرنا چاہیے کہ دل حاضر سے فکر صاف کرے اور پوری حکمت کی باتین صاف دل والون سے سنے اور محبت دنیا کا دل سے نکالنا البتہ سخت ہو اور یہ وہ مرض لاعلاج ہے جسکے علاج مین اگلے پچھلے سب تھک گئے ہین اوسکا علاج یہی ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر اور پچھلے دن پر ہو اور جو کچھہ بڑا عذاب اور عمدہ ثواب اوس روز ہوتا ہے اوسپر یقین کامل ہو اسلیے کہ اوس یقین سے دنیا کی محبت دل سے جاتی رہیگی کیونکہ بڑی چیز کی محبت دل سے چھوٹی چیز کی محبت کو دور کردیتی ہے تو جس صورت مین دنیا کی حقارت اور آخرت کی نفاست کو معاینہ کریگا تو برا جانیگا کہ دنیا پر نظر ڈالے گو سلطنت تمام

روح ہی رہیں جیسا کہ کہیں ہو اسلئے کہ ہر ایک بندے کو جو تھوڑی سی دنیا ملتی ہے تو وہ بھی کدورت اور
بے مزگی سے خالی نہیں ہوتی تو ایسی چیز سے کسطرح خوش ہو گا یا اوسکی محبت دل میں کیسے جمے گی بشرطیکہ
آخرت پر یقین ہو ہم خدا ے تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ دنیا کو ہماری نظر دل میں ایسا کر دے جیسا اپنے
نیک بندوں کی نظروں میں کر رکھا ہے اور موت کے دل پر بیٹھنے کا علاج اس سے اچھا کوئی نہیں کہ جو
لوگ اپنے ہمسر اور ساتھ والے مر گئے ہیں اونکے حال پر غور کرے کہ اونپر موت ایسے وقت میں آگئی کہ اونکو
خیال بھی نہ تھا جو شخص اوسکے لیے تیار تھا اوسکو تو فلاح عظیم ہوئی اور جو طول امل سے مغالطے میں تھا
اوسکو کھلا کھلی خسارہ ہوا پس انسان کو ہر ساعت چاہیے کہ اپنے ہاتھ پاؤں اور اعضا کی طرف دیکھے اور
تامل کرے کہ ہاں انکو کیڑے کیسے کھا جائینگے اور ہڈیاں انکی کسطرح علیحدہ اور متفرق ہو جائینگی اور تامل
کرے کہ کیڑے اول داہنی آنکھ کا ڈھیلا یا بائیں کا کھانا شروع کرینگے اور جو کچھ میرے بدن پر ہیں کوئی ایسا
نہیں جو کیڑوں کی خوراک ہو اور میرے ساتھ بجز علم و ایسے عمل کے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور
کچھ نہ رہیگا اسیطرح وہ حالات بھی سوچے جنکو ہم عنقریب لکھینگے یعنی عذاب قبر اور منکر نکیر کا سوال اور حشر و نشر
اور قیامت کے احوال اور بڑے دن کی ہیبت کے لیے پکار کا خوف وغیرہ تو یہ فکر اس قسم کی ہیں کہ آدمی
کے دل پر موت کو تازہ کرتی رہتی ہیں اور اوسکی تیاری میں لگاتی رہتی ہیں۔

تیسرا بیان لوگوں کے مراتب کا طول امل کے باب میں۔ واضح ہو کہ اس باب میں لوگ مختلف مراتب پر
ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ وہ ہمیشہ جینا چاہتے ہیں جیسے خدا ے تعالیٰ فرماتا ہے يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ
اور بعضے بوڑھا ہوتے تک زندگی کے حریص ہوتے ہیں یعنی جتنی عمر اور زندگی بڑی سے بڑی لوگوں کی
دیکھی اوتنی ہی کے خواہاں ہوئے ایسا شخص دنیا سے بہت محبت کیا کرتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ
بوڑھا آدمی دنیا کی طلب کی محبت میں جوان ہوتا ہے گو بوڑھاپے کے سبب سے اوسکے ہانس ٹوٹ گئی ہوں مگر تقوے والے
اور وہ کمتر ہیں اتنی۔ اور بعض ایک برس دن کے جینے کی توقع رکھتے ہیں اور اوس سے زیادہ کے سامان کی
تدبیر نہیں کرتے اور آیندہ سال میں اپنا وجود نہیں فرض کرتے مگر گرمی میں جاڑے کے لیے اور جاڑے میں
گرمی کے لیے سامان کیا کرتے ہیں پس اگر سال بھر کے لیے سامان کافی ہو تو عبادت میں مشغول ہوتے ہیں
اور بعضے صرف ایک موسم مثلاً گرمی خواہ جاڑے ہی تک کی امل کرتے ہیں تو اسی نظر سے گرمیوں میں
جاڑے کا سامان اور جاڑوں میں گرمی کا جمع نہیں کرتے۔ اور بعض کے امل کا مآل صرف ایک دن
اور رات کا ہوتا ہے تو صرف دن بھر کی تیاری کرتا ہے کل کی فکر نہیں کرتا حضرت عیسیٰ علیہ السلام
فرماتے ہیں کہ کل کی روزی کا اہتمام مت کرو اسواسطے کہ اگر کل کو تمکو مہلت ملیگی تو تمہارا رزق اور

اور مہلت دونوں تمھارے بیچ کھینچنگی اور اگر کل کو تمھاری مہلت نہین تو تمکو اہتمام بھی بیجا ہے دوسرے دن کے لیے تمکو کیا چیز درپیش ہے کہ فکر کرو۔ اور بعضون کی امل ایک ساعت کی ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبداللہ جب تو صبح کرے تو اپنے دل مین شام کا خیال نکر اور شام کرے تو صبح کا دھیان نہ کر اور بعض ایک ساعت کا باقی رہنا بھی نہین جانتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استنجا کے بعد باوجود ساعت کے اندر ہی پانی پر قدرت کے تیمم کر لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ شاید مین پانی تک نہ پہونچون اور بعضے ایسے ہوتے ہین کہ موت گویا اونکی آنکھون کے سامنے ہے اور لیا چاہتی ہے وہ اوسکی منتظر رہتے ہین ایسا ہی شخص رخصت کرنے والے کیسے نماز پڑھا کرتا ہے اور یہی حال معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے اونکے ایمان کی حقیقت پوچھی تو عرض کیا کہ مین نے کوئی قدم ایسا نہین رکھا کہ گمان کیا ہو کہ اب دوسرا اسکے بعد رکھونگا اور جیسا کہ اسود حبشی کے حال مین ہے کہ وہ رات کو نماز پڑھتے اور دہنے بائین تاکتے کسینے اونسے کہا کہ یہ کیا بات ہے اونھون نے کہا کہ مین ملک الموت کو دیکھتا ہون کہ کونسی طرف سے میرے پاس آتا ہے تو یہ مین لوگون کے مراتب اور ہر ایک کے لیے خدا تعالی کے پاس درجات ہین اور جس شخص کی امل ایک مہینا ہو وہ ایسا نہین جسکی امل ایک مہینا اور ایکدن ہو یعنی دونون کا درجہ یکسان نہین اسلیے کہ اللہ تعالی ذرہ بھر بے انصافی نہین فرماتا ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ پھر اثر امل کے چھوٹا ہونے کا عمل پر سبقت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے تو جو کوئی دعوی کرے کہ میری امل تھوڑی ہے وہ جھوٹا ہے بلکہ یہ بات اوسکے اعمال سے ظاہر ہوگی یعنی وہ ایسے اسباب کے درپے رہتا ہے کہ غالبا برس دن تک بھی اونکی ضرورت نہو تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امل بڑی رکھتا ہے اور توفیق کی پہچان یہ ہے کہ موت آنکھون کے سامنے ہو اوس سے ایک گھڑی غافل نہو اور اوسکی تیاری مین مصروف رہے کہ ابھی آجاویگی اور اگر شام تک بچ جاوے تو خدا تعالی کا شکر کرے کہ مجھے اپنی طاعت کرائی اور اس امر سے خوش ہو کہ دن ضائع نہوا بلکہ اوسمین جتنا اپنا بہرہ تھا ملگیا اور ذخیرہ آخرت ہوا پھر صبح کو از سر نو نظر کرے اور ہر صبح و شام یہی کام کرے اور یہ بات اوسی شخص کو میسر ہوتی ہے جسکو کل کا فکر نہو کہ کل کو کیا ہوگا ایسا شخص اگر مریگا تو سعادت اور غنیمت پاویگا اور اگر زندہ رہیگا تو عمدہ تیاری اور لذت مناجات سے خوش رہیگا موت سے اوسکی سعادت ہے اور حیات سے زیادتی منزلت پس اے مسکین موت کو اپنے دل پر رکھ اسلیے کہ جان تجھے اڑائی لیے جاتی ہے اور تو اپنے نفس سے غافل ہے عجب نہین کہ تو منزل کے قریب پہونچ گیا ہو اور مسافت طے کر چکا ہو اور یہ بات تجھکو جبھی حاصل ہوگی جب جتنی مہلت پاویگا اوسمین عمل کا مبادرت کریگا

جو تھا بیان عمل پر مسارعت اور تاخیر کی آفت سمجھتے ہین۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دو بھائی غائب ہون اور ایک کا انتظار تو اوسکو دوسرے دن آنے کا ہو اور دوسرے کا سال بھر کے بعد یا دس برس کے بعد تو وہ شخص دوسرے کی آمد کی تیاری نکریگا بلکہ جو شخص دوسرے روز آویگا اوسکے آنے کا سامان کریگا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیاری قرب انتظار سے ہوا کرتی ہے اس صورت مین جو شخص موت کے آنے کا انتظار برس دن کے بعد کریگا تو اوسکا دل اوسی مدت سے متعلق رہیگا بیچ کے دنوں پر دھیان رہیگا اور اونکو بھول جاویگا ہر روز صبح کو اسی بات کا منتظر رہیگا کہ ابھی برس دن کامل پڑا ہے اور تدریج اوسکا اوس دن کو جاتا ہے جسمین موجود ہے جو دن گذرتے جاتے ہین اونکو کم نہین کرتا اور یہ امر اوسکو ہمیشہ عمل پر مسارعت نہیں کرنے دیتا اسلیے کہ اپنے نفس کے لیے ہمیشہ گنجایش اوس برس مین تصور کرتا ہے اور اسیوجہ سے عمل مین تاخیر کرتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہین انتظار کرتا تم مین سے کوئی دنیا مین سے مگر تونگری کا جو مانع طاعت سے ہو یا مفلسی جو طاعت سے بھلا دے یا مرض مفسد یا بڑھاپا کہ عقل کو خبط کر دے یا موت جلدی کی جسکے باعث کوئی کار تواب نہ بن پڑے یا دجال پس دجال برا غائب ہے کہ انتظار کیا جاوے یا قیامت کا انتظار کرتا ہے اور قیامت نہایت سخت اور تلخ ہے انتہی اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہین فرمایا کہ پانچ چیزون کو پانچ چیزون سے پہلے غنیمت جان جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور تندرستی کو بیماری سے اور تونگری کو مفلسی سے اور فارغ ہونے کو شغل سے اور زندگی کو موت سے بیشتر۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ یعنی آدمی ان دونون نعمتوں کو غنیمت نہین جانتا اور جب جاتی رہتی ہین تب اونکی قدر پہچانتا ہے جیسا کہ مشہور ہے قدر نعمت بعد زوال اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا جو خوف کرتا ہے وہ اول شب مین چلدیتا ہے اور جو اول شب مین چلتا ہے وہ منزل کو پہونچ جاتا ہے سن لو کہ خداے تعالی کی متاع بھاری مول ہے اور آگاہ ہو کہ خداے تعالی کی متاع جنت ہے اور فرمایا جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَاءَ بِالْمَوْتِ بِمَا فِيهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب اپنے اصحاب رضہ سے غفلت یا مغالطہ ملاحظہ فرماتے تو اونمین بلند آواز سے پکارتے أَتَتْكُمُ الْمَنِيَّةُ رَاتِبَةً لَازِمَةً إِمَّا بِشَقَاوَةٍ وَإِمَّا بِسَعَادَةٍ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ڈرانے والا ہون اور موت غارت کرنے والی ہے اور قیامت وعدہ کی جگہ ہے اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت باہر نکلے کہ آفتاب درختون کی شہنیون پر پہونچ گیا تھا فرمایا کہ دنیا مین سے اسیقدر رہا ہے جتنا کہ اس دن کا باقی ہے بہ نسبت

اوس مقدار کے کہ کٹ گیا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کپڑا کہ
شروع سے اخیر تک پھٹکر ایک دھاگے مین اخیر کو لٹکا رہگیا ہو تو بعید نہین کہ وہ دھاگا بھی ٹوٹ جاے
اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھنے مین قیامت کا ذکر فرماتے
تو اپنی آواز بلند کرتے اور رخسار مبارک سرخ پڑجاتے گویا کسی لشکر سے ڈراتے ہین فرماتے کہ صبح ہوتے
آرہے اور شام ہوتے آرہے مین اور قیامت ان دونون کیطرح کھنچی گئی ہین اور اپنی دونون اونگلیون کو ملاتے
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ
اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ پھر فرمایا کہ نور جب سینے مین داخل ہوتا ہے تو کھل جاتا ہے لوگون نے
عرض کیا کہ حضرت اسکی کچھ پہچان بھی ہے جس سے معلوم ہوجاوے آپ نے فرمایا کہ ہان اس مغالطے کے
گھر سے علیحدہ رہنا اور دار باقی کیطرف رجوع کرنا اور موت کے آنے سے پیشتر اوسکی تیاری کرنی۔ اور
سدی رح اس آیت کی تفسیر مین اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا فرماتے ہین
کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کونسا موت کی یاد زیادہ کرتا ہے اور اوسکی تیاری اچھی طرح کرتا ہے اور اوس سے
خوف اور دہشت بہت رکھتا ہے۔ اور حضرت حذیفہ رض فرماتی ہین کہ کوئی صبح اور شام ایسی نہین
کہ ایک پکارنے والا یہ نہ پکارتا ہو کہ لوگو کوچ کوچ اور مضمون مصرحہ بالا کی تصدیق یہ آیت ہے اِنَّهَا
لَاِحْدَى الْكُبَرِ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ یعنی موت مین اور سحیم مولی بنی تمیم
کہتے ہین کہ مین عامر بن عبد اللہ کے پاس جاکر بیٹھا اور وہ نماز پڑھ رہے تھے اونھون نے جلدی سے
سلام پھیر کر میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اپنی حاجت کہہ جلد کہ مین ایک تاک مین ہون مین نے پوچھا کہ
کس چیز کی تاک مین ہو فرمایا کہ خدا تجھپر رحم کرے مین ملک الموت کی تاک مین ہون یہ سنکر مین کھڑا ہوگیا
اور وہ نماز مین مصروف ہوے۔ اور حضرت داؤد طائی رح چلے جاتے تھے ایک شخص نے اونسے کسی
بات کا سوال کیا اونھون نے فرمایا کہ مجھے جانے دو مین اپنی جان نکلنے تک کا موقع غنیمت جانتا ہون
اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ تاخیر ہر چیز مین بہتر ہے بجز اعمال آخرت کے۔ اور منذر رح کہتے ہین
کہ مین نے مالک بن دینار کو سنا ہے کہ اپنے نفس سے فرماتے تھے ارے کم بخت عمل پر مبادرت کر پہلے
اس سے کہ وہ امر آجاوے اور اسی جملے کو بار بار کہتے تھے یہان تک کہ مین نے ساٹھ بار اونسے سنا
اور وہ مجکو نہین دیکھتے تھے۔ اور حضرت حسن رح نے اپنی وعظ مین فرمایا کہ عمل کرنے کے لیے جلدی
کرو کیونکہ یہ چند سانس ہین اگر رک گئے تو تم سے وہ عمل نہو سکینگے جنسے اللہ تعالی کیطرف تقرب کرو
خدا تعالی رحم کرے اوس آدمی پر جو اپنے نفس کی فکر کرے اور اپنے گناہون پر روے پھر یہ

یہ آیت پڑھے اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۱ مراد اس سے ہے آخر سانس آدمی کی جان نکلتی ہے
پھر اوسکے بعد اپنے عمل کی جدائی پھر اوسکے بعد قبر میں داخل ہونا۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے
اپنی موت سے پہلے بہت ریاضت سخت شروع کی اونسے کہا گیا کہ آپ محنت کم کریں یا اپنے نفس
کچھ نرمی کیجیے تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے چھوٹ کر حد کے قریب پہونچتے ہیں تو جتنی
دوڑ اونمین ہوتی ہے وہ اوسیوقت نکالتے ہیں اور جو مدت کہ میری موت کی باقی ہے وہ اس سے
بھی کم ہے غرضکہ مرتے دم تک اوسیطرح عمل کیا کیے اور اپنی بی بی سے فرماتے کہ اپنی سواری کس لے
اسلیے کہ جہنم پر اوترنے کی کوئی چیز نہیں یعنی اوسپر اوترنے کی چیز اعمال ہی ہونگے تو اومیں کوشش کر
اور ایک خلیفہ نے اپنے منبر پر یہ کہا کہ ای بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے اور ایسے
لوگ ہو جاؤ جنکو چیخ سنائی گئی ہو اور ہوشیار ہو گئے ہوں اور جان لیا ہو کہ دنیا ہمارا گھر نہیں ہے
تو اوسکو آخرت کے عوض میں بیچ ڈالا ہو اور موت کے لیے تیار ہو جاؤ کہ وہ سر پر کھڑی ہو اور کوچ کی
تیاری کرو کہ وہی بڑا مشکل ہے اور جو عرصہ ایسا ہو کہ لحظے سے کم ہوتا ہو اور ساعت میں گھٹتا ہو وہ
کم مدت ہونے کے لیے زیبا ہے اور جس غائب کو نئے راتدن لیے چلے آتے ہیں وہ جلد آنے کا
شایان ہے اور جو آنیوالا کہ سنجاتا ہو کہ فلاح پر اوتارا ہوگا یا بدبختی پر وہ عمدہ سامان کرنے کا مستحق ہے
پس اپنے رب کے نزدیک پرہیزگار وہ ہے جو اپنے نفس کی خیرخواہی کرے اور پہلے توبہ کر چکے اور اپنی
شہوت پر غالب ہو اسلیے کہ اوسکی موت کا حال تو اوس سے پوشیدہ اور زیست کی حرص اوسکو فریب
دیتی ہے اور شیطان اوسپر مقرر ہے کہ توبہ کی آرزو دلاتا ہے تاکہ ٹالتا رہے اور گناہوں کو اوسکی
نظروں میں چکناتا ہے تاکہ اونکا مرتکب ہو یہانتک کہ اوسکی موت اوسپر دفعۃً آ دوڑے اور یہ سب سے زیادہ
اوس سے غافل ہو اور یاد رکھو کہ تم میں اور بہشت اور دوزخ میں صرف موت ہی کا آنا ہے تو بڑا افسوس ہے
اوس غفلت والے کے حال پر جسکی زندگی اوسپر حجت ہو اور اوسکے دن ہی اوسکو بدبختی میں لے والیں
خدای تعالیٰ ہمکو اور تمکو ایسے لوگوں میں سے کرے جو نعمت سے نہ اتراویں اور نہ کسی گناہ کے باعث
طاعت الٰہی میں قصور کریں اور نہ مرنے کے بعد حسرت اوٹھاویں وہی دعا کا سننے والا ہے اور اوسکے
ہاتھ میں بہتری ہے ہمیشہ کو اور وہی جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں
فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ فرمایا ہے کہ فتنتم انفسکم سے
مراد شہوتوں اور لذتوں کے باعث ہے اور تربصتم سے غرض یہ ہے کہ توبہ کے لیے انتظار اور تاخیر کی
اور ارتبتم یعنی شک کیا اور امر اللہ سے موت مراد ہے۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ صبر کرو

اور راہ راست پر رہو کہ یہ تھوڑے سے دن زندگی کے ہیں تم مسافر ٹھہرے ہوئے ہو ایک کی طلبی ہو جاتی ہے اور وہ چلا جاتا ہے اور مڑ کر نہیں دیکھتا تو یہاں سے جو تمھارے سامنے ہو عمدہ چیز لیکر نقل مکان کرو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ تم سب مہمان ہو اور تمھارا مال عاریت ہے پس مہمان جانے کو ہے اور عاریت جسکی ہے اوسکے پاس جانے والی ہے۔ اور ابو جبیدہ ناجی کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے مرض موت میں اونکے پاس گئے تو اونھوں نے فرمایا کہ بہت خوب ہوا کہ آپ صاحب تشریف لائے خداے تعالی تمکو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے اور ہمکو اور تمکو جنت میں داخل کرے یہ ایک کھلی نیکی ہے اگر تم صبر کرو اور سچا جانو اور تقوی اختیار کرو ایسا نہو کہ اس خبر کو اس کان ڈالو اور دوسرے سے نکالدو جس شخص نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ اونکے پاس جو چیز صبح کو آئی اور شام کو چلی گئی کبھی آپ نے اینٹ پر اینٹ نہ رکھی نہ ذریعہ یعنی مکان کبھی قسم کا نہیں بنوایا بلکہ آپ کے لیے علم اونچا کیا گیا اوسکی طرف آپ مستعد ہوے جلدی کرو جلدی کرو تم کس چیز پر میل کرتے ہو بخدا کہ تم اور موت گویا اکٹھے ہی ہو خداے تعالی رحم کرے اوس بندے پر جو عیش کو ایک ہی علاج یعنے آخرت کی کرے پس ایک ٹکڑا کھاے اور پرانا پہن لے اور زمین پر لیٹ رہے اور عبادت میں کوشش کرے اور خطا پر روئے اور عذاب سے گریز کرکے رحمت کا خواہاں رہے یہاں تک کہ اوسکی موت اسی حال پر آئے۔ اور عاصم احول رح کہتے ہیں کہ مجھسے فضیل رقاشی نے میرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میاں صاحب لوگوں کی کثرت کے باعث اپنے نفس سے غافل نہونا چاہیے اسلیے کہ معاملہ خاص تجھسے ہوگا نہ اونسے اور یہ نہ کہو کہ وہاں ہو آؤں وہاں پھر آؤں کہ اس صورت میں دن مفت جاتا رہے گا اور موت تمھارے اوپر معین ہے وہ معلوم نہیں کسوقت آوے اور جیسے نئی نیکی پرانے گناہ کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جلد پکڑ لیتی ہے ایسی تمنے کوئی چیز کبھی نہ دیکھی ہوگی۔

تیسری فصل موت کی شدت اور سختیوں میں اور موت کے وقت جو احوال مستحب ہیں اونکے ذکر میں

واضح ہو کہ اگر بندۂ بیچارہ پر کوئی ہول اور عذاب بجز جان کندنی کی سختی کے نہوتا تب بھی سزاوار تھا کہ اوسکا عیش تلخ اور سرور مکدر ہوتا اور سہو و غفلت سے علیحدہ رہتا اور بڑی بڑی فکر موت کے باب میں کرکے اوسکی تیاریاں بڑی دھوم سے کیا کرتا خصوص ایسی صورت میں کہ وہ ہر دم اسکے درپے ہے چنانچہ بعض حکما فرماتے ہیں کہ سختیاں تیرے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تجکو معلوم نہیں کہ تجھپر کب آگریگی۔ اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا موت کا حال تجکو معلوم نہیں کہ کب آویگی تو پہلے اس سے کہ وہ اچانک تجکو آدباوے تو اوسکی تیاری کرلے۔ اور تعجب ہے کہ آدمی اگر بڑی سوبرسی



لذت میں اور عمدہ مجلس تماشے میں ہو اور یہ تصور کرے کہ اتنے میں ایک سپاہی آکر پانچ لاٹھیاں ماریگا
تو وہ لذت خاک مین ملجاویگی اور عیش میں کدورت آجاویگی اور یہ معلوم ہے کہ ملک الموت مع سکرات
کی سختیان مین غفلت کیوقت مین لاڈالیگا مگر اوس سے کچھ عیش مکدر نہین ہوتا اسکا سبب بجز جہالت
اور مغالطے کے اور کیا کہنا چاہیے۔ اور جسقدر تکلیف کہ جانکندی مین ہوتی ہے اوسکی ماہیت
بجز اوس شخص کے کہ اوسکو پہونچے اور کسیکو معلوم نہیں ہوتی اور جو شخص کہ اوسکو نہین چکھتا وہ دو طرح پر معلوم
کر سکتا ہے یا تو اور دردون پر قیاس کرنے سے جو اوسکو ہوے ہون اور یا لوگون کا حال نزع میں
نہایت کرب پر دیکھنے سے۔ پس قیاس کی صورت تو یہ ہے کہ جس عضو مین جان نہین ہوتی اوسکو
درد معلوم نہین ہوتا اور جب اوسمین جان ہوتی ہے تو درد معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ درد کی
معلوم کرنے والی روح ہے جب کسی عضو مین زخم لگتا ہے یا سوزش ہوتی ہے تو اوسکا اثر روح پر
پہونچتا ہے اور جسقدر اثر روح پر پہونچتا ہے اوسیقدر اوسکو درد ہوتا ہے اور چونکہ درد گوشت اور خون وغیرہ میں بٹ جاتا ہے
تو روح کو صرف تھوڑا ہی سا صدمہ ہوتا ہے تو اگر ایسی صورت ہو کہ درد خاص روح ہی پر ہو اور دوسری
چیز پر نہو تو ظاہر ہے کہ یہ درد نہایت بڑا ہوگا اور جانکنی کے یہی معنی ہین کہ نفس روح پر صدمہ ہوتا ہے
اور اوسکے تمام اجزا مین وہ پھیل جاتا ہے یہان تک کہ اجزای روح مین سے جو تمام بدن کے اندر پھیلی
ہوئی ہے کوئی جز باقی نہین رہتا جسمین درد نہوتا ہو مثلاً اگر آدمی کے کانٹا لگتا ہے تو درد جو اوسکو معلوم
اور محسوس ہوتا ہے وہ صرف روح کے اوس حصے مین ہے جو اوس جگہ ملی ہوئی ہے جہان کانٹا لگا ہے اور
جلنے کی تکلیف اسلیے زیادہ معلوم ہوتی ہے کہ آگ کے اجزا تمام بدن مین گھس جاتے ہین کوئی عضو ظاہر
و باطن ایسا نہین رہتا جسمین آگ نہ لگی ہو تو جو روح کہ اون اجزا مین پھیلی ہوئی ہے اوسکے اجزای
روحانی ہر ایک جگہ پر صدمہ درد کا سہتے ہین اور زخم تو فقط اوسی جگہ ہوتا ہے جہان لوہا وغیرہ لگا ہے
اسیوجہ سے زخم کی تکلیف جلنے کی نسبت کم ہوتی ہے۔ اور جانکنی نفس روح پر گرتی ہے اور اوسکے
تمام اجزا کو حاوی ہوتی ہے اسلیے کہ ہر ایک رگ و پے مین سے کھچ کھچکر وہی نکلتی ہے کوئی جز اور جوڑ اور
بال اور کھال سر سے پانون تک باقی نہین رہتی جسمین سے نہ نکالی جاتی ہو تو اوسکی تکلیف اور سختی کو
مت پوچھو اسلیے کہتے ہین کہ موت تلوارون کی ضرب اور آرہ سے چیرنے اور مقراض سے کترنے کی نسبت کے
بہت سخت ہے کیونکہ تلوار وغیرہ سے بدن کا کٹنا اسلیے تکلیف دیتا ہے کہ اوسمین روح ہوتی ہے تو جب خاص
روح ہی پر صدمہ ہو تو کیسے سخت تر نہوگا۔ باقی رہا یہ کہ مار وغیرہ کی تکلیف مین آدمی چیختا ہے اور جانکنی مین
فریاد و چیخ کچھ نہین ہوتی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اول صورت مین دل مین اور زبان مین قوت رہتی ہے

اور دوسری صورت میں موت کی سختی دل اور زبان اور ہر عضو پر چڑھ جاتی ہے اور تمام قوت کو ضائع کر دیتی ہے ہر ایک عضو سست پڑ جاتا ہے قوت فریاد کی باقی نہیں چھوڑتی عقل کو جدا پریشان کر دیتی ہے اور زبان کو جدا گونگا بنا دیتی ہے اور ہاتھ پاؤں کو جدا ڈھیلا کر دیتی ہے آدمی اوسوقت چاہتا ہے کہ اگر بن پڑے تو آہ اور واویلا اور فریاد کرنے سے کچھ دم لوں مگر نہیں ہو سکتا اگر کچھ اوسمیں قوت رہتی ہے تو جان نکلتے وقت اور اوسکے کھنچنے کے وقت حلق اور سینے سے غرغرہ کی آواز سنائی دیتی ہے رنگ بدلکر مٹیالا ہو جاتا ہے گویا جس مٹی سے بنا تھا وہی اوس سے ظاہر ہوئی تمام رگیں کھنچتی ہیں اسلیے کہ درد اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے یہانتک کہ آنکھ کے ڈھیلے اوپر کو چڑھ جاتے ہیں اور ہونٹ سکڑ جاتے ہیں زبان جڑ کیجانب کو کھنچ جاتی ہے خصیے اوپر کیطرف کو ہو جاتے ہیں اونگلیاں سبز پڑ جاتی ہیں تو ایسے بدن کا حال کیا پوچھتے ہو جسکی ہر ایک رگ تنتی ہو ؎

رگ رگ میں نیش غم ہے کہیے کہاں کہاں کی		کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتوان کی

اگر ایک رگ کھنچتی ہوتی تو اوسکا درد بہت ہوتا جب ساری جان ہی نکلتی ہے اور وہ بھی ایک رگ سے نہیں بلکہ تمام رگوں سے تو اوسکی تکلیف کیوں نہ زیادہ ہوگی ؎

کہ از دہانش برون میکنند دندانے	ندیدہ کہ چہ سختی رسد بجان کسے
کہ از وجود عزیزش بدر رود جانے	قیاس کن کہ چہ حالت بود دران ساعت

پھر ہر ایک عضو بتدریج مرنے لگتا ہے اول دونوں پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں پھر پنڈلیاں پھر رانیں اور ہر ایک عضو میں نئی سختی اور نئی شدت ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ نوبت گلے کی پہونچتی ہے اوسوقت اوسکی نظر دنیا سے اور اوسکے باشندوں سے علیحدہ ہوتی ہے اور دروازہ توبہ کا اوسپر بند ہو جاتا ہے اور حسرت و ندامت اوسپر چھا جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تقبل توبۃ العبد مالم یغرغر اور حضرت مجاہد رح اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الان کہ مراد وہ وقت ہے کہ ملک الموت نظر آوے اور فرشتے سوجھائی دیں غرضکہ تلخی موت کا مزہ اور اوسکی سختی شدت جان کنی کے وقت قابل بیان نہیں اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللھم ھون علی محمد سکرات الموت اور آدمی جو اس مصیبت سے پناہ نہیں مانگتے اور اوسکو برا نہیں جانتے اوسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس تکلیف کو جانتے ہی نہیں اسلیے کہ چیزوں کا حال ہونے سے پہلے نور نبوت اور ولایت سے معلوم ہوا کرتا ہے اور یہی وجہ انبیا اور اولیا موت سے بہت خوف

رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حواریین خدا تعالیٰ سے دعا مانگو کہ مجھ پر موت کی سختی کو آسان فرمائے اسلیئے کہ میں موت سے ایسا ڈرتا ہوں کہ اوسکے خوف کے مارے مرا جاتا ہوں اور روایت ہے کہ چند لوگ بنی اسرائیل میں سے ایک قبرستان پر گذرے اور آپسمیں کہا کہ آؤ دعا مانگیں کہ ان قبروں میں سے ایک شخص نکلے اور اوس سے کچھ پوچھیں لوگوں نے دعا کی دیکھا تو ایک شخص اوٹھا جسکی آنکھوں کے درمیان میں سجدے کا نشان تھا اور ایک قبر میں سے نکلکر آیا تھا اوسنے پوچھا کہ لوگو تمھاری کیا غرض مجھسے ہے مجکو پچاس برس ہوئے کہ موت کو چکھا ہے ابھی تک اوسکی تلخی میرے منہ سے نہیں گئی۔ اور حضرت عائیشہ رضی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھکر کسیکی موت کی آسانی پر مجھے غبطہ نہیں ہوتا۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی تو جان کو پٹھوں اور ہڈیوں اور انگلیوں میں سے لیتا ہے تو میرے اوپر موت کو آسان فرما۔ اور حضرت حسن سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کا درد اور گلے میں کھینچنا بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اوسکی تکلیف تین سو چوٹ تلوار کی برابر ہے اور آپسے موت کی شدت کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ آسان ہی آسان موت ایسی ہے جیسے اون میں گوکھرو ہو کہ جب وہ اوسمیں سے نکلتا ہے تو بدوں اون کے نہیں نکلتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیمار کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ جو اسپر گذرتی ہے مجھے معلوم ہے کوئی رگ اسکی ایسی نہیں جسکو موت کی تکلیف علیحدہ نہو۔ اور حضرت علی رضی لوگوں کو لڑائی پر ترغیب دیتے اور فرماتے کہ اگر تم قتل نہوگے تب بھی مروگے قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے ہزار تلواروں کی ضرب مجھپر بستر پر مرنے کی نسبت کہ آسان ہیں۔ اور اوزاعی رحمہ فرماتے ہیں کہ ہمکو تحقیق معلوم ہوا ہے کہ مرنے کو مرنے کا درد قبر سے دوبارہ اوٹھنے تک رہا کرتا ہے۔ اور شداد بن اوس رحمہ فرماتے ہیں کہ کوئی خوف ایماندار پر دنیا اور آخرت میں موت سے بڑھکر نہیں اور وہ آروں سے چیرنے اور مقراضوں سے کترنے اور ہنڈیوں میں جوش دینے کی نسبت کہ زیادہ ہے اور اگر بالفرض مردہ زندہ ہوکر دنیا والوں کو موت کی تکلیف سنائے تو وہ اپنی زندگی سے نفع نہ اوٹھاویں نہ خواب سے راحت پاویں۔ اور زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مومن کو کچھ درجات باقی رہتے ہیں کہ عمل کے باعث اوسپر نہیں پہونچ سکا تو اوسپر موت سخت کردی جاتی ہے تاکہ اوسکی جہت سے اپنا درجہ جنت میں حاصل کرے اور جب کافر کی کوئی نیکی ہوتی ہے کہ جسکا بدلہ نہیں دیا جائیگا تو اوسپر موت میں آسانی کردی جاتی ہے تاکہ جو عوض اپنی نیکی کا پاکر پھر دوزخ میں چلا جاوے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ اکثر مریضوں کے پاس جاکر پوچھا کرتے کہ تم موت کو کیسے پاتے ہو جب وہ خود مرض موت میں مبتلا ہوئے تو لوگوں نے اونسے پوچھا کہ تمھیں موت کیسی معلوم ہوتی ہے کہا کہ

کہ یون معلوم ہوتا ہے کہ آسمان زمین سے آملا ہے اور میری روح ایک سوئی کے ناکے سے نکلتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَوْتُ الْفَجَاءَۃِ رَاحَۃٌ لِلْمُؤْمِنِ وَاَسَفٌ عَلَی الْفَاجِرِ اور حضرت مکحول رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک بال مردے کے بالون مین سے آسمان اور زمین کے باشندون پر رکھدیا جاوے تو خدا تعالی کے حکم سے سب مرجاوین اسلیے کہ ہر بال مین موت ہے اور جس چیز پر موت آتی ہے وہ مرجاتی ہے۔ اور روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ موت کی تکلیف کا تمام دنیا کے پہاڑون پر رکھدیا جاوے تو پگھلجاوین۔ اور روایت ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب وفات پائی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ ای میرے خلیل تو نے موت کو کیسا پایا حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ جیسے گرم سیخ تر روئی مین رکھجاوے اور پھر اوسکو کھینچا جاوے حکم ہوا کہ ہمنے تیرے اوپر موت مین آسانی فرمائی ہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی روح جب اللہ تعالی کے پاس گئی تو خدا تعالی نے پوچھا کہ تو نے موت کو کیسا پایا عرض کیا کہ مین نے اپنے نفس کو ایسا پایا جیسا زندہ چڑیا کو دیگچی مین چھوڑدین کہ نہ تو مرتی ہے کہ چھٹی ہو نہ نجات ملتی ہے کہ اوڑجاوے اور ایک روایت مین یون ہے کہ اپنے نفس کو ایسا پایا جیسے زندہ بکری کی کھال قصاب کے ہاتھ سے اوترے اور روایت صحیح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ پانی وفات شریف کیوقت رکھا ہوا تھا آپ اوسمین ہاتھ ڈالکر اپنے مونھہ پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اور حضرت فاطمہ رضؓ فرماتی تھین کہ بابا جان آہ آپپر کتنی سختی ہے اور آپ جواب مین فرماتے تھے کہ آج کے بعد پھر تیرے باپ پر سختی نہین ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے فرمایا کہ کچھ موت کا حال بیان کرو اونھون نے فرمایا کہ موت کا حال ایسا ہے جیسے کانٹے دار شاخ کسی آدمی کے اندر گھسیڑ دی جاوے اور ہر ایک کانٹا اوسکی ساری رگون مین چبھجاوے اور پھر اوس شاخ کو کوئی بڑا زبردست پکڑکر کھینچے کہ جو ہاتھ مین آیا سو آیا اور جو رہا سو رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ موت کی سختی کھینچتا ہے اور اوسکے جوڑ ایک دوسرے کو سلام کرکے کہتے ہین کہ لو اب ہم تم قیامت تک جدا ہوتے ہین تو یہ حال موت کی سختیون کا اللہ تعالی کے اولیا اور دوستون پر ہے اور ہم لوگ جو گناہون مین ڈوبے ہین ہمارا کیا حال ہونا ہے ہمارے اوپر تو موت کے سکرات کے سوا اور مصیبتین بھی آوینگی اسلیے کہ موت کی مصیبتین تین ہین اول تو جانکنی کی سختی جسکا ذکر اوپر ہوا دوم مصیبت ملک الموت کی صورت دیکھنے کی ہے اور اوس سے خوف اور دہشت کا دلپر آنا اوسکی صورت ایسی ہے کہ اگر سب سے زیادہ توانا اور زور آور آدمی ملک الموت کی وہ

صورت دیکھے جس سے کہ وہ گناہگارون کی جان نکالتا ہے تو اوسکو تاب دیکھنے کی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپنے ملک الموت کو ارشاد فرمایا کہ تم سے ہو سکتا ہے کہ مجکو وہ صورت دکھاؤ جسمین تم بدکارکی روح قبض کرتے ہو اونھوں نے عرض کیا کہ مین دکھا سکتا ہون مگر تمکو تاب نہ ہوگی آپنے فرمایا کہ تاب کیون نہوگی ملک الموت نے کہا کہ تو مونہہ پھیر لیجئے آپنے منہ پھیرا اور پھر کر دوبارہ اونکی طرف دیکھا تو دیکھا ایک سیاہ آدمی بال کھڑے ہوے بدبودار کالے کپڑون والا کھڑا ہے اور اوسکے موسہ اور نتھنوں میں سے آگ کی لپٹ اور دھواں نکلتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غش آگیا پھر جو ہوش مین آئے تو ملک الموت اپنی پہلی صورت پر آچکے تھے آپنے فرمایا کہ اگر بدکار کو مرنے کیوقت بجز تمھارے دیدار کے اور کوئی تکلیف نہو تو اوسکو یہی کافی ہے اور حضرت ابوہریرہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام مرد غیرت والے تھے جب باہر جاتے تو دروازے بند کرجاتے ایک روز دروازہ بند کرکے باہر گئے اونکی بی بی نے جو گھر مین جھانکا تو دیکھا کہ ایک آدمی گھر کے اندر ہے اونھوں نے کہا کہ اس آدمی کو یہان کون لایا ہے اگر داؤد علیہ السلام آوینگے تو اسکے سر پر بلا آویگی جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے اور اوس شخص کو دیکھا تو پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین وہ ہوں کہ بادشاہون سے ڈرون نہ دربانوں سے رکون آپنے فرمایا کہ تو معلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو یہ کہکر حضرت داؤد علیہ السلام کمل میں چھپ گئے اور روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک کھوپری پر گذرے اور اوسمین ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے بول اوسنے عرض کیا کہ اے روح اللہ مین فلانے وقت کا بادشاہ ہون جسوقت کہ مین تاج سر پر رکھے بیٹھا تھا اور میرے تخت کے گرد میرے نوکر چاکر سب موجود تھے یکایک مجکو ملک الموت نظر پڑا اوسکے دیکھتے ہی میرے جوڑ سب ڈھیلے ہوگئے پھر میری جان اوسکی طرف نکل پڑی پس کیا خوب ہوتا کہ وہ جماعت تتر بتر ہوتی اور وہ انس و الفت وحشت و نفرت سے بدل جاتی غرضکہ یہ مصیبت گناہگارون کو بھگتنی پڑتی ہے اور اطاعت کرنے والے اوس سے محفوظ رہتے ہین اور انبیا علیہم السلام نے صرف شدت جان کنی کی بیان کی ہے وہ خوف جو ملک الموت کے دیکھنے سے ہوتا ہے اوسکو بیان نہین فرمایا اگر آدمی اوسکو خواب مین بھی دیکھ لے تو باقی تمر عیش تلخ ہوجاوے تو جو اوس حال مین اوسکو دیکھتے ہونگے اونکا کیا حال ہوتا ہوگا اور مطیع آدمی اوسکو نہایت حسین اور شکیل صورت میں دیکھتا ہے چنانچہ حضرت عکرمہ رح حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مرد غیرت والے تھے اونکا ایک حجرہ تھا جسمین عبادت کیا کرتے جب

باہر جاتے تو اوسکو بند کر جاتے ایک روز جو لوٹ کر آئے تو دیکھا کہ گھر کے اندر ایک آدمی ہے آپ نے پوچھا کہ تجکو میرے گھر مین کسنے داخل کیا اوسنے کہا کہ گھر کے مالک نے فرمایا کہ گھر تو میرا ہے اوسنے کہا کہ مجھے اوسنے بھیجا ہے جو مجھسے اور تجھسے دونون سے زیادہ مالک ہے آپ نے پوچھا کہ تو فرشتون مین سے کون ہے اوسنے عرض کیا کہ مین ملک الموت ہون آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم مومن کی روح نکالتے ہو وہ صورت مجھے دکھا سکتے ہو اوسنے عرض کیا کہ ہان ذرا مونہہ پھیر لو آپنے مونہہ پھیر لیا پھر جو مُڑ کر دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو پایا راوی نے اوسکے حسن اور لباس کی خوبی اور خوشبو بیان کی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر مومن کو صرف تیرا ہی دیدار ہو جاوے اور کچھ ثواب وغیرہ نہ ملے تب بھی اوسکو کافی ہے اور اسی مین شامل ہے دو فرشتون نگہبان کا دیکھنا حضرت وہیب فرماتے ہین کہ ہمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ جو مردہ مرتا ہے تو اوسکے سامنے دو فرشتے اوسکے عمل کے لکھنے والے ظاہر ہوتے ہین پس اگر وہ شخص مطیع ہوتا ہے تو اوس سے کہتے ہین کہ خدا تعالے ہماری طرف سے تجکو جزاے خیر دے بہت سی اچھی مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بہت سے نیک کامون مین ہمکو حاضر کیا اور اگر بدکار ہوتا ہے تو یون کہتے ہین کہ خداے تعالی تجکو ہماری طرف سے خیر کا بدلہ نہ دے کہ بہت سی بُری مجلسون مین تو نے ہمکو بٹھایا اور بُرے کامون مین ہمکو حاضر کیا اور بری باتین سنوائین خدا تجکو جزاے خیر نہ دے اور یہ ماجرا اوسوقت ہوتا ہے جب مردہ کی آنکھ اوپر پڑتی ہے اور پھر کبھی دنیا کیطرف نہین پھرتا تیسری مصیبت یہ ہے کہ گناہگارونکو اونکا ٹھکانا دوزخ سے نظر پڑتا ہے اور دیکھنے سے پہلے ہی ڈرتے ہین اسلیے کہ حالت جانکنی مین اونکے قوی سست ہو جاتے ہین اور جانین نکلنے کے لیے منقاد ہوتی ہین مگر اونکی روحین جب تک ملک الموت کا ایک نغمہ نہین سن لیتین تب تک نہین نکلتین اور اوسکے نغمے دو ہین ایک تو یہ کہ اے دشمن خدا تو دوزخ کی خوشخبری سن اور ایک یہ کہ اے ولی اللہ تو بہشت کی خبر خوش سن اہل عقل کا خوف اسی سے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی دنیا مین سے ہرگز نہ نکلیگا جب تک کہ اپنا ٹھکانا نہ جان لے اور اپنی بیٹھک جنت یا دوزخ مین سے نہ دیکھ لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ لوگون نے عرض کیا کہ ہم سب موت کو بُرا جانتے ہین آپنے فرمایا کہ اوس سے یہ مراد نہین بلکہ یہ غرض ہے کہ مومن پر جو چیز آنے والی ہے اگر آسان کردی جاتی ہے تو اللہ تعالی کے ملنے کو محبوب جانتا ہے اور اللہ تعالی اوسکے ملنے کو محبوب جانتا ہے۔ اور روایت ہے کہ حذیفہ بن الیمان آخر شب اپنی جانکنی کی حالت مین حضرت ابن مسعود وغیرہ سے فرمایا کہ اٹھکر دیکھو کیا وقت ہے

وہ اونکو دیکھنے آئے اور فرمایا کہ لال تارا نکل چکا ہے حضرت حذیفہ رضہ نے فرمایا کہ مین پناہ مانگتا ہون
خداے تعالی سے کہ صبح کو دوزخ مین جاؤن۔ اور مروان حضرت ابو ہریرہ رضہ کے پاس نزع کے وقت مین
گیا اور کہا کہ الہی اونپر آسانی کر آپ نے فرمایا کہ الہی سختی کر پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین اسوجہ سے
نہیں روتا کہ دنیا کا غم ہے یا تمھاری جدائی کا رنج ہے مگر مین اپنے رب کیطرف سے دو خبرون مین سے
ایک کا منتظر رہا ہون خواہ جنت کا ہو یا دوزخ کا اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو فرماتا ہے کہ اے ملک الموت میرے فلان
بندے کے پاس جاؤ اور اوسکی روح میرے پاس لاؤ تاکہ مین اوسکو جنت دون اوسکے عمل سے مجھے یہی بس ہے
کہ مین نے اوسکا امتحان کیا تو جیسا مین چاہتا تھا اوسکو ویسا پایا پس ملک الموت مع پانسو فرشتون کے
اوس بندے کے پاس آتا ہے اور فرشتون کے پاس پھولون کی چھڑیان اور زعفران کی شاخین ہوتی ہین ہر فرشتہ
اوسکو نئی ہی بشارت سناتا ہے اور اوسکی روح کے نکلنے کے لیے فرشتے دو صفون میں گلدستے لیکر کھڑے
ہو جاتے ہین جب ابلیس اوسکو دیکھتا ہے تو اپنا ہاتھ سر پر رکھکر چیخین اور دھاڑین مارتا ہے اور اوسکا لشکر اوس سے
پوچھتا ہے کہ تجھے کیا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ تمکو کیا نہین سوجھتا جو مرتبہ اس بندے کو عنایت ہوا ہے تم کہاں
تھے کہا کہ جیسی جبر لی لشکری کہتے ہین کہ ہم نے تو بہت ہاتھ پاؤن مارے مگر وہ بچ گیا۔ اور حضرت حسن
فرماتے ہیں کہ ایماندار کو راحت بجز دیدار الہی کے نہین اور جسکی راحت خداے تعالی کے ملنے میں ہوتی ہے
تو موت کا دن اوسکے لیے سرور اور فرحت اور امن اور عزت اور شرف کا دن ہے **شعر**

اگر نیک روزی بود خاتمت	عروسی بود نوبت ماتمت

اور کسی نے جابر بن زید رح سے موت کے وقت کہا کہ تم کیا چاہتے ہو اونھون نے فرمایا کہ حسن بصری کو
دیکھنا چاہتا ہون جب وہ اونکے پاس تشریف لیگئے تو لوگون نے کہا کہ حضرت حسن بصری رح موجود ہین
اونھون نے اپنی آنکھ اونکی طرف اوٹھائی اور کہا کہ او بھائی اب ہم تم سے جدا ہوکر جنت یا دوزخ کیطرف
جاتے ہین۔ اور محمد بن واسع رح نے موت کیوقت فرمایا کہ بھائیو السلام علیکم دوزخ کی تیاری ہے مگر اوس
صورت مین کہ خداے تعالی مجھے درگذر فرماوے اور بعض اکابر نے تمنا کی کہ ہمیشہ جانکنی میں رہین نہ ثواب کیلیے
اوٹھین نہ عذاب کیلیے غرضکہ خاتمے کے برا ہونے کے خوف نے عارفون کے دل ٹکڑے کر دیے ہین
اور واقع مین موت کے وقت یہ سخت مصیبت ہے اور خاتمے کے برا ہونے کا حال اور اوس سے عارفونکا
شدت سے خائف رہنا ہم باب خوف و رجا مین لکھ چکے ہین اور وہ اس جگہ کے لائق ہے مگر دوبارہ لکھنے سے ہم طول دینا نہین چاہتے
اب اون حالات کو سنا چاہیے جو موت کے وقت مرنے کے حق مین سخت ہین۔ واضح ہو کہ بہتر صورت

مرنے کے وقت آدمی کے لیے یہ ہو کہ ساکن ہو اور اوسکی زبان کلمۂ شہادت سے گویا اور دل خدا تعالیٰ سے حسن ظن رکھتا ہو صورت کا حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ میت کیواسطے تین باتون مین توقع بہتری کی جانو ایک یہ کہ اوسکی پیشانی پر عرق ہو دوم آنکھین آنسوؤن سے تر ہون سوم لب خشک ہون یہ علامتین خدای تعالیٰ کی رحمت کی ہین جو اوسپر اوتری ہین اور اگر گلا گھوٹے ہوی کیطرح خراٹے لے اور رنگ سرخ ہو اور لب مٹیالے ہون تو یہ علامتین خدای تعالیٰ کی عذاب کی ہین جو اوسپر نازل ہوا- اور زبان سے کلمۂ شہادت کا نکلنا خیر کی علامت ہے حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَقِّنُوا اَمْوَاتَكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور حضرت حذیفہ رضہ کی روایت مین اسکے بعد یہ ہے فَاِنَّهَا تَهْدِمُ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْخَطَايَا اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ اور عبید اللہ کی روایت مین یعلم کی جگہ یشہد ہے اور حضرت عثمان رضہ فرماتے ہین کہ جب میت مرنے کے قریب ہو تو اوسکو کلمۂ طیبہ تعلیم کرو اسلیے کہ جس بندی کا خاتمہ اس کلمے پر ہوگا وہ اوسکا توشہ جنت کے لیے ہوگا- اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ اپنے مردون کے پاس جاؤ اور اونکو نصیحت کرو اور کلمۂ طیبہ کی تعلیم کرو اسلیے کہ وہ دیکھتے ہین جو تم نہین دیکھتے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ملک الموت ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکے دلکو دیکھا تو اوسمین کچھہ نپایا پھر اوسکے جبڑے جدا کیے تو دیکھا تو اوسکی زبان کی نوک تالو مین لگی ہوئی ہے اور وہ کلمۂ طیبہ کہہ رہا ہے پس اسکی بدولت اوسکی مغفرت ہوئی اور تعلیم کرنے والے کو چاہیے کہ تعلیم مین اصرار نکرے بلکہ نرمی سے کہے اسلیے کہ بعض اوقات مریض کی زبان بولنے پر یاری نہین دیتی اوسوقت اوسپر یہ امر گران گذرتا ہے اور آخر کو تعلیم کو گران جاننے لگتا ہے اور کلمے کو برا سمجھتا ہے اس سے خوف ہے کہ کہین خاتمہ برا نہو جائے اور معنی اس کلمے کے یہ ہین کہ آدمی مرے اور اوسکے دلمین کوئی چیز خدای تعالیٰ کے سوا نہو پس جس صورت مین کہ اوسکا مطلوب سوای واحد برحق کے اور کچھہ نرہیگا تو موت کے سبب اپنے محبوب کے پاس آنا اوسکے حق مین نہایت راحت کی بات ہوگی اور اگر دل دنیا مین مشغول اور اوسکی طرف التفات رکھنے والا اور اوسکی لذتون پر متاسف ہوگا اور کلمہ اوسکی زبان ہی پر ہوگا دل مین اوسکا ثبوت نہوگا تو معاملہ خطرے مین پڑجاویگا کہ خدا چاہے تو راحت دی جائے نہ دے اسلیے کہ صرف حرکت زبان کی کم فائدہ کرتی ہے مگر یہ کہ خدای تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے - اور حسن ظن کا حال یہ ہے کہ وہ بھی اوسوقت مین مستحب ہے اور اوسکا حال ہم باب الرجا مین لکھہ آئے احادیث مین حسن کی فضیلت آئی ہے واثلہ بن الاسقع رضہ ایک بیمار کے پاس گئے

اور پوچھا کہ تیرا خدای تعالی سے کیا گمان ہے بولا اوس نے کہا کہ میرے گناہون نے تو مجھ کو ڈبو دیا
اور ہلاک کے کنارے لگا دیا ہے مگر مین اپنے رب کی رحمت کی توقع رکھتا ہون یہ سنکر وائلہ نے
اللہ اکبر کہا اور سب گھر والون نے اوسکے ساتھ اللہ اکبر کہا پھر فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مین اپنے بندے کے گمان کے پاس ہون تو وہ جو چاہے
مجھ پر گمان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان پر نزع کی حالت مین داخل ہوے اور فرمایا
کہ تو اپنے آپکو کیسا پاتا ہے اوس نے عرض کیا کہ مین خدای تعالی سے توقع رکھتا ہون اور اپنے گناہون سے
ڈرتا ہون آپ نے فرمایا کہ یہ دونون باتین ایسے وقت میں جس بندے کے دل مین اکٹھی ہوتی ہیں اللہ تعالی
اوسکو وہی دیتا ہے جو وہ توقع رکھتا ہے اور خوف سے اوسکو مامون رکھتا ہے۔ اور ثابت بنانی رح
فرماتے ہین کہ ایک جوان تیز مزاج تھا اور اسکی ما اوسکو نصیحت کیا کرتی اور کہا کرتی کہ بیٹا تجھے ایک روز آنا ہے
وہ دن یاد کر جب وہ مرنے لگا تو اوسکی مان اوسپر گر پڑی اور کہنے لگی کہ بیٹا مین تجکو اسی پچھاڑ کھانے سے
ڈرایا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ تیرے اوپر ایک دن آتا ہے اوس نے کہا کہ ای مادر مشفق میرا رب بہت احسان
کرنے والا ہے مجھے توقع ہے کہ آج بھی کسیقدر احسان سے مجکو محروم نہ فرماویگا راوی کہتے ہین کہ خدای تعالی
نے اوس شخص پر حسن ظن کے باعث رحم فرمایا۔ اور جابر بن وداعہ کہتے ہیں کہ ایک جوان او کبر تھا
جب وہ مرنے لگا تو اوسکی مان نے کہا کہ بیٹا کچھ وصیت کرتا ہے اوس نے کہا کہ ہان میری انگوٹھی مت
نکالیو کہ اوس مین خدای تعالی کا نام ہے شاید خدا تعالی مجھ پر رحم کرے جب وہ دفن ہوا تو خواب مین کسی نے
اوسکو دیکھا اوس نے کہا کہ میری مان سے کہدیجیو کہ مجکو کلمے نے فائدہ کیا اور خدای تعالی نے مغفرت فرمائی
اور ایک اعرابی بیمار ہوا لوگون نے اوس سے کہا کہ تو مر جاویگا اوس نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مجھے کہان لیجاوینگے
لوگون نے کہا کہ اللہ تعالی کے پاس لیجاوینگے کہا کہ اوسکے پاس جانے کو مین برا نہیں جانتا وہ تو ہمیشہ میرے ساتھ
سلوک ہی کرتا رہا ہے۔ اور معتمر بن سلیمان کہتے ہین کہ میرا باپ جب مرنے لگا تو مجھے فرمایا کہ میرے سامنے
معاملے کی آسانی کا مذکور کر تاکہ مین خدای تعالی سے حسن ظن کے ساتھ ملون۔ اور اکابر سلف مستحب جانتے تھے
کہ موت کیوقت بندے کے سامنے ذکر اوسکے عمل کی خوبیوں کا کیا جاوے تاکہ وہ رب سے حسن ظن کرے

فائدہ اون حکایتون کے باب مین جو زبان حال سے وہ حسرت ظاہر کرتی ہین جو بندے کو ملک الموت
کی ملاقات کیوقت ہوتی ہے اشعث بن سلیم رح فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے
پوچھا جسکا نام عزرائیل ہے اور اوسکی دو آنکھیں ہین ایک چہرے مین اور ایک گدی مین کہ ای ملک الموت
جب کوئی جان پورب مین ہو اور کوئی پچھم مین ہو یا کسی جگہ وبا پھیلی ہو یا دو لشکر آپس میں لڑتے ہوں

تو تم ایسی صورتوں میں کیا کرتے ہو ملک الموت نے کہا کہ میں وحوں کو خدا تعالیٰ کے حکم سے پکارتا ہوں
وہ میرے ان دونوں انگلیوں میں ہو جاتی ہیں اور راوی کہتے ہیں کہ زمین ملک الموت کے سامنے
مثل طشت کے چھیلی ہوئی ہے جسکو چاہتا ہے اوسمیں سے لے لیتا ہے اور کہتے ہیں کہ ملک الموت
حضرت ابراہیم کو بشارت دیتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام
نے ملک الموت علیہ السلام سے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم لوگوں میں عدل نہیں کرتے ایک کو لیتے ہو
اور ایک کو چھوڑ دیتے ہو اونسے عرض کیا کہ اس بات کو میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا جبکہ نوشتے
ملجاتے ہیں کہ اونمیں نام مردوں کے ہوتے ہیں۔ اور وہب بن منبہ رح کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا
اوسنے کسی جگہ جانے کو سواری کی تیاری کی اول کپڑے منگائے وہ اچھے نہ معلوم ہوئے دوسرا
جوڑا منگایا یہانتک کہ سب میں عمدہ جوڑا پہنا اسیطرح پھر سواریاں منگا گیا اور جو سب سے عمدہ
سواری تھی اوسپر سوار ہوا پھر شیطان نے آکر اوسکے نتھنوں میں پھونک یا اور غرور سے بھر دیا پھر
وہ مع اپنے لشکر کے چلا اور غرور کے مارے لوگوں کیطرف نہیں دیکھتا تھا اتنے میں اوسکے پاس ایک
آدمی پرانی صورت کا آیا اور اوسکو سلام کیا اوسنے سلام کا جواب دیا اوس شخص نے گھوڑے کی باگ
پکڑلی بادشاہ نے کہا کہ باگ چھوڑدے تونے بڑی گستاخی کی اوسنے کہا کہ مجکو تجھسے ایک کام ہے اوسنے
کہا کہ جب تک میں اترون اسقدر ٹھہر جا اوسنے کہا کہ نہیں ابھی ضرورت ہے اور باگ کو خوب دبایا بادشاہ نے
کہا کہ اچھا کہہ کیا کہتا ہے اوسنے کہا کہ وہ رازکی بات ہے بادشاہ نے اپنا سر جھکا دیا اوسنے کان میں
آہستہ سے کہدیا کہ میں ملک الموت ہوں بادشاہ کا رنگ فق ہوگیا زبان لڑکھڑانے لگی اور کہا کہ مجھے
اتنی مہلت دے کہ میں اپنے گھر جاکر اپنی حاجت پوری کرلوں اور گھر والوں سے رخصت ہولوں اوسنے
کہا کہ اب مہلت نہیں اپنے گھر اور اسباب کو اب کبھی دیکھنا نصیب نہوگا یہ کہکر اوسکی روح قبض کرلی
بادشاہ لکڑی کے کندے کیطرح گر پڑا پھر ملک الموت آگے بڑھا اور ایک ایماندار بندے سے ملا اور
اوسکو سلام کیا اوسنے سلام کا جواب دیا ملک الموت نے کہا کہ مجکو تجھسے کچھ کان میں کہنا ہے اوسنے
کہا بہت بہتر اوسنے آہستہ سے کان میں کہدیا کہ میں ملک الموت ہوں اوسنے کہا کہ بہت خوب کیا
آپ تشریف لائے مجھے مدت سے انتظار تھا روی زمین پر کوئی چیز غائب ایسی نہیں کہ مجھے
تم سے زیادہ اوسکی ملاقات کا شوق ہو ملک الموت نے کہا کہ اپنی حاجت پوری کرلے جسکے لیے گھر سے
نکلا ہے اوسنے کہا کہ مجکو خدا ہی تعالیٰ کے ملنے سے زیادہ اور محبوب تر دوسرا کوئی کام نہیں ملک الموت
نے کہا کہ اپنی جان نکلنے کے لیے کوئی حالت پسند کرلے کیسے حال میں تیری جان قبض کروں

اوسنے پوچھا کہ یہ بات تم کر سکتے ہو کہا کہ ہان مجکو یہی حکم ہے اوسنے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ مین
وضو کرکے نماز پڑھون جس وقت سجدے مین ہون اوسوقت میری جان نکال لینا ملک الموت نے
ایسا ہی کیا۔ اور بکر بن عبد اللہ مزنی کہتے ہین کہ ایک شخص نے بنی اسرائیل مین سے بہت سامان جمع کیا
جب مرنے لگا اپنے لڑکون سے کہا کہ مجکو میرے مال کے اقسام دکھاؤ اوسکے سامنے گھوڑے اور
اونٹ اور غلام اور دوسری اشیا کر دی گئین جب اوسنے ان مالون کو دیکھا تو اونپر حسرت کرکے
رویا ملک الموت نے جو اوسکو روتے دیکھا تو کہا کہ روتا کیون ہے قسم ہے اوس ذات کی جسنے مجکو یہ
سب دیا ہے مین تیرے گھر سے بدون تیرے بدن سے تیری جان کو جدا کیے نہ نکلونگا اوسنے کہا
کہ تو اتنی مہلت دے کہ مین انکو بانٹ ڈالون اوسنے کہا کہ یہ نہین ہوگا اب مہلت دور گئی موت سے پیشتر
کیون نہ دیا یہ کہکر اوسکی روح قبض کر لی۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے مال جمع کیا تھا اور کوئی
قسم مال کی جمع کرنے سے چھوڑی نہ تھی اور ایک مکان عمدہ بنا کر اوسمین دو دروازے مضبوط لگا دئے
اور اوسپر اپنے غلامون کا پہرہ بٹھایا تھا پھر اوسنے اپنے یگانون کو اکٹھا کیا اور اونکے لیے کھانا پکوایا
اور اپنے تخت پر پانون پھیلا کر بیٹھ گیا اور وہ کھاتے رہے جب کھا چکے تو اپنے نفس سے کہا
کہ اے نفس اب تو کچھ برسون مزے اوڑا کہ مین نے تیرے لیے اتنا جمع کیا ہے کہ بس کریگا ابھی یہ کلام
ختم نہ کر چکا تھا کہ اوسکے پاس ملک الموت فقیرون کے بھیس مین پرانے کپڑے پہنے اور گلے مین جھولی
ڈالے آیا اور کواڑون کو ایسے زور سے کھڑکھڑایا کہ وہ اپنے بستر پر ڈر گیا نوکر جا کر اوس فقیر پر دوڑ پڑے
کہ تجھے کیا ہوا ہے اوسنے کہا کہ اپنے آقا کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ اونھون نے کہا کہ ہمارا آقا تجھ جیسی
[illegible] ملنے گا اوسنے کہا کہ ہان اونھون نے جا کر ماجرا آقا سے کہا اوسنے کہا کہ تمنے اوسکی خدمت کی وہ پھر نے
دوبارہ در پر آنے کو پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ زور سے کھٹکھٹایا پھر دربار اوسکی طرف دوڑے اوسنے کہا
کہ اپنے آقا سے کہدو کہ مین ملک الموت ہون جب یہ سنا تو نوکرون پر رعب چھا گیا اور آقا پر ذلت اور
خشوع آپڑی کہنے لگا کہ اوس سے نرمی سے بات کرو اور کہو کہ اسکی عوض مین کسی اور کو لینا منظور ہے ملک الموت
اوسکے سامنے گھس گیا اور کہا کہ اپنے مال مین جو کرنا ہو سو کرلے کہ مین تیرے گھر سے جبھی نکلونگا جب تیری
جان نکال لونگا اوسنے اپنا مال سامنے رکھوایا اور دیکھکر کہا کہ اے مال خدا تجھکو لعنت کرے تو نے ہی مجکو
میرے رب کی عبادت سے روکا اور اوس سے تخلیہ نہ کرنے دیا اللہ تعالی نے مال کو گویا کر دیا اوسنے جواب دیا
کہ تو مجھے کیون برا کہتا ہے تو خود مجکو بادشاہون کے پاس لیجاتا تھا اور مفلسون کو اپنے دروازہ سے
ہٹا دیا کرتا تھا۔ اور طرح طرح کے مزے مجھے اوڑاتا تھا اور بادشاہون کی مجلسون مین بیٹھتا تھا اور

اور بری راہ مین اوٹھایا کرتا تھا تو مین تجھے نہین بچا سکتا اگر تو تجھے خیر مین خرچ کیا کرتا تو البتہ تیرے کام آتا آدمی تو مٹی سے پیدا ہوا ہے چاہے نیکی کر چاہے گناہ پھر ملک الموت نے اوسکی روح قبض کر لی وہ گر پڑا ۔ اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ ملک الموت نے کسی بڑے بادشاہ جابر کی روح قبض کی کہ زمین پر اوس جیسا کوئی نہ تھا جب وہ اوسکی روح کو لیکر آسمان کو گئے تو اونسے فرشتون نے پوچھا کہ جن لوگون کی تمنے جان نکالی ہے اونمین سب سے زیادہ کس پر تمکو ترس آیا ہے ملک الموت نے کہا کہ مجھکو حکم ایک عورت کی جان نکالنے کا ایک جنگل مین ہوا تھا مین جب اوسکے پاس آیا تو دیکھا کہ اوسکے اوسیوقت لڑکا ہوا تھا تو مجھے اوس پر رحم آیا کہ تنہا ہے اور سفر مین مرتی ہے اور اوسکے لڑکے پر ترس آیا کہ یہ چھوٹا بچہ جنگل مین رہیگا اور اسکا کوئی خبرگیران نہین ہے فرشتون نے کہا کہ وہ بادشاہ جسکی روح تم اب قبض کر لائے ہو وہی لڑکا ہے جسپر تمکو رحم آیا تھا ملک الموت نے کہا سبحان اللہ جسپر چاہے لطف فرماتے ۔ عطاء بن یسار کہتے ہین کہ جب شعبان کی بیچ کی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کو ایک نوشتہ ملتا ہے اور کہدیا جاتا ہے کہ جو لوگ اسمین مندرج ہین اونکی روح اس سال مین قبض کر لو پس آدمی درخت لگاتا ہے اور شادی کرتا ہے اور عمارت بناتا ہے حالانکہ نام اوسکا اوس نوشتے مین ہوتا ہے اور اوسکو خبر نہین ہوتی ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ملک الموت ہر روز ہر ایک گھر مین تین بار تجسس کرتا ہے جس شخص کو جانتا ہے کہ اوسکا رزق پورا ہو چکا اور دن گذر چکے اوسکی روح قبض کر لیتا ہے پس جب وہ قبض کرتا ہے تو اوسکے گھر والے رونے چلانے لگتے ہین ملک الموت دروازے کے بازو پکڑ کر کہتا ہے کہ بخدا مین نے نہ اسکی روزی کھائی نہ اسکی عمر تباہ کی نہ کچھ دن اسکے گھٹائے اور مین تو تم مین اسطرح آتا رہونگا یہانتک کہ تم مین کسیکو نہ چھوڑونگا راوی فرماتے ہین کہ بخدا اگر وہ لوگ اوسکو کھڑے ہوئے دیکھین اور اوسکی گفتگو سنین تو اپنے مردے کو بھول جاوین اور اپنے نفسون پر روین ۔ اور یزید رقاسی رح کہتے ہین کہ ایک بادشاہ ظالم بنی اسرائیل مین کا اپنے گھر مین بیٹھا تھا اور اپنے کسی گھر والے سے تخلیہ کر رہا تھا آنکھ مین دیکھا کہ ایک شخص دروازے مین سے چلا آتا ہے اوسکو دیکھکر غضبناک اور ہیبت زدہ ہوکر اوسکی طرف لپکا اور کہا کہ تو کون ہے اور میرے گھر مین تجھے کسنے پہونچایا اوسنے جواب دیا کہ گھر کے مالک نے مجھے یہان داخل کیا ہے اور میرا حال جو پوچھتے ہو تو مین وہ ہون کہ دربان مجھے نہین روک سکتے بادشاہون سے اجازت مین نہین مانگتا نہ کسی دبدبے والے کی صولت سے ڈرون کوئی ظالم سرکش مجھے نہین منع کر سکتا نہ کوئی شیطان بدذات تب تو بادشاہ کے چھکے چھوٹ گئے اور بدن پر اتنا لرزہ پڑا کہ اوندھے منہ زمین پر گر گیا پھر اپنا سر ذلت اور مسکنت کی راہ سے اوسکی طرف اوٹھا کر

کر لگا کہ معبود... اگر تو ملک الموت ہے اوسنے کہا کہ ہان مین ہی ہون بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے اتنی مہلت
دیگا کہ مین اپنا عہد از سر نو کر لون اور توبہ کرون اوسنے کہا کہ بس اب نہین ہو سکتی تیری مدت پوری ہوگئی
اور سانس ختم ہو چکی گھڑیان تمام ہو گئیں مہلت کی کوئی سبیل نہیں بادشاہ نے کہا کہ تو مجھے کہان لیجائیگا
اوسنے کہا کہ تیرے عمل کیطرف جو پہلے کر لیا ہوگا اور گھر کی جانب جو پیشتر بنایا ہوگا بادشاہ نے کہا کہ مین نے
تو کوئی عمل بہتر کیا نہ کوئی اچھا گھر بنایا ملک الموت نے کہا کہ تو پھر آگ مین لیجاؤنگا جو گوشت پوست
کچھ نہ چھوڑے پھر اوسکی جان نکال لی اور وہ مر کر گر پڑا اوسکے گھر والون مین سے کوئی رونے لگا کوئی
چیخنے یزید رقاشی کہتے ہین کہ اگر ان لوگون کو اسکے ٹھکانے کی اطلاع ہوتی تو مرنے کی نسبت کا اور
بھی زیادہ واویلا کرتے۔ اور اعمش خیثمہ سے روایت کرتے ہین کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام
کے پاس گئے اور اونکے ہم نشینون مین سے ایک کو تاکتے رہے جب باہر نکلے تو اوس مصاحب نے حضرت سلیمان
سے پوچھا کہ یہ کون تھا آپ نے فرمایا کہ ملک الموت تھا اوسنے کہا کہ یہ مجھے بہت تاکتے تھے گویا میری جان
کے خواہان تھے آپ نے فرمایا کہ پھر تیری کیا مرضی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھکو بچاوین
اور ہوا کو حکم کر دین کہ مجھکو زمین کے سب سے اوس طرف پہونچا دے آپنے ہوا کو حکم دیا وہ حکم بجا لائی جب
دوبارہ ملک الموت آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اوسے پوچھا کہ مین نے دیکھا تھا کہ تم میرے ایک
مصاحب کو بہت تاکتے تھے اونھون نے فرمایا کہ ہان مین متعجب تھا کہ مجھکو حکم ہوا تھا کہ اوسکی روح کو تھوڑی ہی
دیر کے بعد ہند کے اقصے حصہ مین قبض کرون اور وہ آپکے پاس بیٹھا تھا لیکن جب وقت مقرر پر اوسکو وہان پایا

چوتھی فصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رض کی وفات شریف کے ذکر مین

حال وفات شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور موت اور حیات اور سب حالات مین عمدہ
اقتدا ہے اسلیے کہ آپکے حالات ناظرین کیلیے عبرت ہین اور سمجھنے والون کو موجب بصیرت کیونکہ
کوئی شخص اللہ تعالی کے نزدیک آپ سے بڑھکر برگزیدہ نہ تھا آپ ہی اوسکے خلیل اور حبیب اور مناجات
کرنیوالے اور برگزیدہ اور رسول و پیغامبر ہین اور باوجود اسکے دیکھو کہ جب آپ کی مدت شریف پوری
ہوگئی تو ایک گھڑی کی بھی مہلت نہ ہوئی اور وفات شریف کے وقت ایک لحظے کی تاخیر ہوئی بلکہ اسی
کیوقت اللہ تعالی نے آپکے پاس اپنے بزرگ فرشتون کو جو خلق کی جان نکالنے پر متعین ہین بھیجا
جنھون نے نہایت جد و جہد اور سرعت کے ساتھ آپ کی روح پر فتوح کو جسم اقدس و اطہر سے منتقل
کرکے خدا تعالی کی رحمت و رضا اور عمدہ خوبصورتون بلکہ مکان خاطر خواہ مین خدا تعالی کے

ہمسایہ مین پہونچا دیا اور اسپر بھی حالت متغیر ہوئی کہ آپ کے اوپر زیادہ ہوا اور آہ نکلی اور سینہ تنگ ہوا
اور کلمات شوق زبان پر آئے رنگ متغیر اور پیشانی عرق آلود ہوئی اور دونون ہاتھ اضطراب مین کھلنے لگے
کبھی پڑے یہانتک کہ اس کیفیت کو دیکھکر حاضرین بیتاب اور دیکھنے والے جگر کباب تھے تو بتاؤ کہ عہدہ
نبوت کے باعث تقدیر اوس سے ٹل گئی یا حکم الٰہی نے آپ کے خاندان کا کچھ لحاظ کیا یا آپ سے باین وجہ درگذر کی
کہ آپ حق کے مددگار اور خلق کے لیے بشارت اور خوف پہونچانے والے تھے یہ بات کوئی نہین ہوئی
بلکہ جس چیز کا آپ کو حکم تھا اوسکی فرمان برداری کی اور جو لوح محفوظ مین معاینہ فرما چکے تھے اوسکے بموجب
کاربند ہوئے یہ آپ کا حال ہوا حالانکہ آپ خداے تعالیٰ کے نزدیک صاحب مقام محمود اور حوض کوثر ہین اور
آپ ہی قبر سے پیشتر اوٹھینگے اور آپ ہی قیامت مین شفاعت کا دروازہ مجرمون کے لیے کھولینگے شعر

فردا لواے حمد بدست محمد است	متبوع اوست وجملہ جہانش تبعیت است

پس بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہمکو آپ کے حالات سے عبرت نہین ہوتی اور جو کیفیت ہم پر گذرے گی
اوسپر یقین نہین کرتے بلکہ شہوتون مین گرفتار اور گناہون اور برائیون کے پار رہتے ہین ہمین کیا ہوا
کہ ایسے سید المرسلین اور امام المتقین اور حبیب رب العالمین کی کیفیت سے نصیحت نہین مانتے شاید ہم
یہ سمجھے ہین کہ ہم ہمیشہ رہینگے یا یہ وہم دامنگیر ہے کہ باوجود بد افعالی کے خداے تعالیٰ کے نزدیک ہم عزت دار
ہین سو یہ بات بےخبری ہے بلکہ ہم تو یقیناً جانتے ہین کہ سب کے سب دوزخ پر وارد ہونگے اور اوس سے بجز پرہیزگار
کے اور کوئی نہ بچیگا تو ورود مین تو ہمکو کلام ہی نہین مگر وہان سے پھر آنے کا وہم کرتے ہین اور اگر ہم
اپنا ظن غالب کرین تو اپنی جانون کے دشمن اور ظالم ہین اسلیے کہ ہم پرہیزگار تو نہین پھر وہان سے
پھرنے کا گمان غالب کیسے کرتے ہین اللہ تعالیٰ تو یون فرماتا ہے وَإِنْ مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ
حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا پس ہر ایک بندہ کو اپنے نفس پر
غور کرنا چاہیے کہ وہ ظالمون سے قریب تر ہے یا پرہیزگارون سے تو بعد اسکے کہ تم اکابر سلف کی
سیرت کو دیکھو اپنے نفس پر غور کرو کہ اون لوگون کا دستور تھا کہ باوجود عنایت ہونے توفیق کے خائف
رہتے تھے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر غور کرو کہ اپنے واقعہ شریفہ کا یقین رکھتے تھے اسلیے
کہ آپ سید المرسلین اور متقیون کے پیشوا تھے اور عبرت کرو کہ دنیا سے علاحدہ ہونے کیوقت کیسا کرب
آپکو ہوا اور جنت ماوی مین تشریف لیجانے کے وقت کیسا سخت معاملہ گذرا۔ اور حضرت ابن مسعود رض
فرماتے ہین کہ ہم اپنے سب ایمانداروں کی مان یعنی حضرت عایشہ صدیقہ رض کے گھر مین وفات شریف کے
وقت گئے آپ نے ہماری طرف دیکھا اور دونون آنکھین ڈبڈبا گئین پھر فرمایا کہ خوب ہوا تم آئے

خدا تمکو مدد دے اور پناہ دے اور مدد فرماوے مین تمکو خداے تعالی سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہون
اور تمھارے باب مین خداے تعالی سے وصیت کرتا ہون مین اوسکی طرف سے ظاہر ڈرانے والا ہون
وصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی پر اوسکے شہرون اور بندون مین چڑھائی نہ کرو اور موت کا وقت
آلگا ہے اور رجوع اللہ کیطرف اور سدرۃ المنتہی اور جنت ماوی اور بھرپور جام وصال کیطرف ہے
تو تم میری طرف سے خود اپنے آپ کو اور جو شخص میرے بعد تمھارے دین مین داخل ہو اوسکو سلام اور
رحمت خدا کہیو۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت حضرت جبریل
علیہ السلام سے فرمایا کہ میرے بعد میری امت کا کون ہے اللہ تعالی نے حضرت جبریل کو وحی بھیجی
کہ میرے حبیب کو مژدہ سنادے کہ مین اوسکو اوسکی امت کے باب مین رسوا نکرونگا اور یہ بھی بشارت
دی کہ جب لوگ زمین سے اوٹھینگے تو میرا حبیب سب سے اول ہوگا اور جب سب اکٹھے ہونگے تو وہی
اونکا سردار ہوگا اور جنت اور امتون پر حرام ہے یہان تک کہ اوسمین اوسکی امت نجاوے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میری آنکھین ٹھنڈی ہوئین اور فکر مٹا

جانم فدای تو کہ ترا ہست بیگمان	از مہد تا بہ لحد ہمین فکر امتان

اور حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہین کہ حالت مرض مین ہمکو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ سات کنوؤن سے سات مشکین پانی کی منگواکر بہادین ہم نے ایسا ہی کیا آپکو کچھ آرام معلوم ہوا
پھر لوگون کو نماز پڑھائی اور احد کی لڑائی مین جو لوگ شریک تھے اونکے لیے دعا مغفرت فرمائی
اور انصار کے باب مین وصیت کی یعنی اسطرح ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مہاجرین تم تو بڑھتے جاتے ہو
اور انصار ایسے ہوگئے ہیں کہ جس ہیئت پر کہ آج ہیں اوس سے زیادہ نہوسکے وہ لوگ میرے جائے
امن ہین کہ جنمین مین نے آکر جگہ لی بس اونکے محسن کی تعظیم کیجیو اور برائی کرنے والے کی خطا سے درگذر ہو
پھر فرمایا کہ ایک بندے کو دنیا مین اور خداے تعالی کے پاس کی چیز مین اختیار دیا گیا اوسنے خداے تعالی
کی چیز پسند کی یہ سنکر حضرت ابوبکر رضہ روئے اور جانا کہ آپ اپنا ہی حال ارشاد فرماتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر استقلال کر گھبراؤ مین یہ دروازے جو مسجد مین کھلے ہین سب
بند کردینا مگر ابوبکر کا دروازہ مت بند کرنا اسلیے کہ اپنے نزدیک مین کسی شخص کو یاری مین ابوبکر سے
بڑھکر نہین جانتا ہون حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح
نے میرے ہی گھر مین اور میری ہی باری کے دن مین اور میری ہی گود مین اعلی علیین کو پرواز فرمایا
اور مرنے کے وقت اللہ تعالی نے آپ کا لعاب اور میرا جمع کردیا اسطرح کہ اوسوقت میرے پاس میرا بھائی

عبد الرحمن ایک مسواک ہاتھ مین لیے آگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس مسواک کیطرف دیکھنے لگے مین نے
سمجھا کہ یہ آپ کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور آپ سے پوچھا کیا اسے آپ کے لیے لے دون آپنے سر مبارک سے
اشارہ فرمایا کہ ہان مین نے مسواک لیکر آپ کو دیدی آپنے اوسکو منہ مین ڈالا تو کڑی معلوم ہوئی مین نے
پوچھا کہ مین نرم کردون آپنے سر سے اشارہ فرمایا کہ اچھا مین نے دانتون سے ملائم کر دی اور آپ کے
سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا تھا اپنا ہاتھ اوسمین ڈالے لیتے تھے اور فرماتے تھے لا الٰہ الا اللہ
موت کی بڑی سختیان ہین پھر آپنے اپنا دست مبارک اوپر کو اوٹھا کر فرمایا رفیق اعلیٰ رفیق اعلیٰ مین نے
تب اپنے دل مین کہا کہ بخدا اب ہمکو آپ پسند نکرینگے - اور سعید بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین
کہ جب انصار رض نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت زیادہ بھاری ہوتی جاتی ہے تو مسجد
شریف کا گرد لیا پس حضرت عباس رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لیگئے اور آپ سے جا کر
عرض کیا کہ لوگ جمع ہین اور ڈرتے ہین پھر آپ کے پاس حضرت فضیل رض گئے اور یہی کہا پھر حضرت علی رض
گئے اور ایسا ہی کچھ عرض کیا آپنے اپنا ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ لو پکڑو اونھون نے ہاتھ تھام لیا آپ نے پوچھا
کہ لوگ کیا کہتے ہین اونھون نے عرض کیا کہ یہ کہتے ہین کہ ہمکو خوف آپ کے مرنے کا ہے اور آپ کے پاس
مردون کے اکٹھا ہونے سے اونکی عورتین چیخنے لگین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھے اور حضرت علی اور
فضیل رض پر سہارا دیے باہر نکلے اور حضرت عباس رض آگے آگے تھے اور آپ کا سر مبارک پٹی سے بندھا تھا
اور قدم شریف گھسیٹکر رکھتے تھے یہانتک کہ منبر کے سب سے نیچے کے تختے پر بیٹھ گئے اور لوگ آپکی طرف متوجہ
ہوے آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو مین نے سنا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو گویا
موت سے نفرت کرتے ہو اور تم میری موت کا انکار کرتے ہو تو کیا مین نے تمکو اپنی موت کی خبر نہین دی یا تمھاری
خود کی خبر مرگ نہین پہونچی جو انبیا کہ مجھسے پہلے تم مین بھیجے گئے اونمین سے کوئی بچا اور تم مین ہمیشہ رہا سو آگاہ
ہو لو کہ مین اپنے رب سے ملنے والا ہون اور تم بھی اوس سے ملوگے اور مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ
پہلے ہجرت کرکے آئے اونکے ساتھ بہتری کیجیو اور ہجرت کرنے والون کو آپسمین سلوک کے ساتھ رہنے کی
وصیت کرتا ہون اسلیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور سب معاملات خداے تعالیٰ کے حکم سے
ہوا کرتے ہین تو ایسا نہو کہ کسی امر کی تاخیر کے باعث تم اوسمین جلد ہونے کی درخواست کرو کیونکہ
اللہ تعالیٰ کسیکی جلدی کے باعث جلدی نہین کیا کرتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر غالب ہونا چاہے گا
اللہ تعالیٰ اوسکو مغلوب کریگا اور جو خداے تعالیٰ سے داؤ چلے گا اللہ تعالیٰ اوسکو دھوکا دیگا وہ خود

فرماتا ہے فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ اور مین تمکو انصار
کے باب مین خیر کی وصیت کرتا ہوں اسلیے کہ اونھون نے تم سے پہلے دیہے مین اقامت و ایمان کا
حلو مین حاصل کیا تم اونکے ساتھ احسان کرنا دیکھو اونھون نے اپنے پھل آدھے تمکو دیئے تمکو گھر مین
وسعت کر دی باوجود اپنی حاجت کے اپنی جانوں پر تمکو ترجیح دی یاد رکھو کہ اگر تم مین سے کوئی دو
آدمیوں پر بھی حکومت پاوے تو چاہیے کہ اونکے محسن کیطرف سے جو کچھ نیکی ہو مین قبول کرے اور اگر
کوئی اونمین سے کچھ برائی کرے تو اوس سے درگذر کرے اور آگاہ رہو کہ اوپر اپنے آپ کو ترجیح مت
دینا اور معلوم کر لو کہ مین تمہارا اگواہوں اور تم مجھسے ملنے والے ہو اور خبردار ہو کہ تمہارے وعدے کی جگہ
حوض ہے میری حوض اوس فاصلے سے بھی زیادہ چوڑی ہے جو درمیان شام کے بصرہ اور یمن کے صنعا مین ہے
اوسمین ایک پرنالہ کوثر کا گرتا ہے جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور جھاگ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ
میٹھا ہے جو کوئی اوسمین سے پانی پیئے گا کبھی پیاسا ہوگا اوسکی کنکریں موتی ہیں اور خاک مشک اگر قیامت
مین کوئی اوس سے محروم رہا تو تمام خیر سے محروم رہا پس جسکو یہ بات پسند ہو کہ کل کو میرے پاس اوس
حوض پر آوے تو چاہیے کہ اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے صرف اونسے وہی کام لے جسکے جو لائق کرنے کی ہو
پھر حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ اے رسول خدا کچھ قریش کے باب مین بھی لوگون سے وصیت کیجیے آپ نے
فرمایا کہ اس امر یعنی خلافت کی وصیت مین قریش کو کرتا ہون اور لوگ قریش کے تابع ہین نیک انکی نیک کا
تابع ہے اور بد بد کا پس اے قریش والو لوگون کو خیر کی وصیت کرتے رہنا اے لوگو گناہ نعمتوں کو بدل ڈالتے ہیں
اور اخلاق کو متغیر کر دیتے ہین پس جب لوگ نیکی کرینگے تو اونکے امام بھی اونکے ساتھ نیکی کرینگے اور جب
بدکار ہونگے تو حاکم بھی اوپر رحم نکرینگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا
بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ اور حضرت ابن مسعود رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابوبکر رض سے فرمایا کہ اے ابوبکر کچھ پوچھ لے اونھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا موت قریب آئی
آپ نے فرمایا کہ نزدیک ہوئی اور لٹک آئی اونھون نے کہا کہ اے نبی اللہ خدا تعالیٰ کے پاس کی چیزین
آپ کو مبارک ہون ہمین یہ معلوم ہو جاتا کہ آپ کہاں تشریف لیجاوینگے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کیطرف
اور سدرۃ المنتہیٰ کیطرف پھر جنت ماوی اور فردوس اعلی اور جام اوفی اور رفیق اعلی اور بہرہ پایدار اور
عیش خوشگوار کیطرف حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپ کو غسل کون دیگا آپ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت
کے مرد جو سب سے قریب تر ہون پھر وہ جو اونسے نزدیک رہین اونھون نے عرض کیا کہ آپ کو کفن کیا
دیوین آپ نے فرمایا کہ میرے یہی کپڑے اور حلہ یمانی اور مصر کا سفید اونھون نے عرض کیا کہ آپ پر ہم نماز

لیے پڑے ہین یہ کہکر حضرت ابوبکر رضؓ اور ہم سب روئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روئے ؎

ز درد ہجر تو زہرہ شدہ است آب مگر	کہ سیل اشک ز دیدہ نمی شود موقوف

پھر آپ نے فرمایا کہ بس کرو خدا تعالیٰ تمکو مغفرت کرے اور تمھارے نبی کی عوض مین تمکو جزای خیر دے جب تم مجکو نہلا کر کفنا ؤ تو چارپائی پر میرے اسی حجرے مین قبر کے کنارے پر رکھکر ذرا ایک ساعت کو باہر چلے جانا کہ اول جو مجپہ نماز پڑھیگا وہ میرا پروردگار جل شانہ ہے کہ تمپر وہ اور اوسکے فرشتے رحمت بھیجتے رہتے ہین پھر خدا ہی تعالیٰ فرشتون کو میرے اوپر نماز پڑھنے کی اجازت دیگا تو مخلوق خدا مین سے اول میرے پاس جبریل عم آکر میری نماز پڑھینگے پھر میکائیل عم پھر اسرافیل عم پھر ملک الموت بہت سے لشکرون سے پھر تمام باقی فرشتے علیہم السلام میری نماز پڑھینگے پھر تم مجپر اندر آکر نماز پڑھیو اور ایک ایک جتھا جدا جدا صلوٰۃ وسلام مجپر کہتے جائیو اور میری تعریف کرکے مجکو ایذا مت دیجیو نہ چیخ مار یو نہ پکار کر روئیو اور مناسب ہے کہ اول امام نماز شروع کرے اور میرے اہلبیت جو قریب تر ہون اونکے بعد وہ جو اونسے دور ہون پھر اسیطرح پھر عورتونکی جماعتین پھر لڑکون کے گروہ حضرت ابوبکر رضؓ نے پوچھا کہ قبر کے اندر کون اوترے آپ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت سے کچھ لوگ جو قریب تر ہون بہت سے فرشتون کے ساتھ کہ تم اونکو نہ دیکھوگے اور وہ تمھین دیکھینگے۔ اب میرے پاس سے اوٹھ جاؤ اور میری طرف سے میرے بعد کے لوگون کو دین کا حال بتاؤ اور عبداللہ بن ربیعہ رضؓ فرماتے ہین کہ شروع ربیع الاول مین حضرت بلال نے نماز کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھاوے مین باہر نکلا اور دروازہ کے سامنے صرف حضرت عمر رضؓ کو مع چند لوگون کے جنمین حضرت ابوبکر رضؓ نہ تھے دیکھا مین نے حضرت عمر رضؓ سے کہا کہ آپ کھڑے ہوکر نماز کو پڑھاوین حضرت عمر رضؓ نے اوٹھکر نماز کے لیے اللہ اکبر کہا چونکہ آپ کی آواز بلند تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنی اور فرمایا کہ ابوبکر کہان ہین عمر کے آگے ہونے کو نہ خدا مانیگا نہ مسلمان اس جملے کو تین بار فرما کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگون کو نماز پڑھاوے حضرت عایشہ رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر ایک نرم دل آدمی ہین جب آپکی جگہ کھڑے ہونگے تو گریہ اونپر غالب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تم حضرت یوسف کے ساتھ والی ہو ابوبکر ہی سے کہو کہ نماز پڑھاوے عبداللہ راوی کہتے ہین کہ حضرت عمر کے پڑھانے کے بعد پھر حضرت ابوبکر رضؓ نے نماز پڑھائی پس حضرت عمر رضؓ مجھسے کہا کرتے کہ اے زمعہ کے بیٹے تو نے یہ کیا کیا اگر مجکو یہ گمان نہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجکو ارشاد فرمایا ہوگا تو مین صرف تیرے کہنے سے کبھی نماز نہ پڑھاتا مین کہا کرتا کہ مجھے اوسوقت تم سے بہتر اور کوئی امامت کے لیے نظر نہ آیا حضرت عایشہ رضؓ

فرماتی ہین کہ مین نے جو حضرت ابوبکر رض کیطرف سے عذر کیا تھا تو اوسکی یہ وجہ تھی کہ وہ دنیا کے رغبت سے
علاوہ اسکے خلافت مین المانیہ اور خطرہ ہمت ہی مگر جسکو خدا بچاوے اور یہ بھی خوف تھا کہ لوگ ہرگز
کبھی نہ پسند کرینگے کہ حضرت کی زندگی ہی مین کوئی آپ کی جگہ نماز پڑھاوے مگر یہ کہ خدا ہی تعالی چاہے
اور حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے سے لوگ اونکے حسد کرینگے اور اونسے سرکش ہو جاوینگے اور فال بد
کہینگے مگر چونکہ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے تو اللہ تعالی نے اونکو ہر ایک خوف دنیا اور دین سے
محفوظ رکھا اور جس چیز سے مین ڈرا کرتی تھی اوس سے صاف بچا لیا۔ اور فرماتی ہیں کہ جب وہ دن ہوا
جسمین آپکی وفات ہوئی ہے تو لوگون نے کچھہ مزاج مبارک مین صبح کیوقت ہلکا پن اور مرض مین تخفیف
پائی اسلیے سب لوگ اپنے اپنے گھرون کو گئے اور جوتی جوتی کامون مین مصروف ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس صرف عورتین رہگئین ہمارا حال اوس وقت ایسا تھا کہ توقع اور خوشی جیسی ہمکو اوس وقت تھی ایسی کبھی پہلے
نہ ہوئی تھی اسی اثنا مین آپنے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس سے باہر جاؤ یہ فرشتہ میرے پاس آنیکی اجازت
چاہتا ہے اور عورتین تو باہر چلی گئین مین آپ کا سر مبارک گود مین لیے تھی جب آپ اٹھہ گئے تو مین بھی
حجرے کے گوشے مین ہو گئی پس آپ نے فرشتے سے بڑی دیر تک سرگوشی کی پھر مجھکو بلا کر سر مبارک
میری گود مین رکھہ لیا اور عورتون سے بھی ارشاد فرمایا کہ اندر چلی آؤ مین نے عرض کیا کہ یہ آہٹ تو
جبرئیل علیہ السلام کی نہ تھی آپ نے فرمایا کہ درست ہے اے عایشہ یہ ملک الموت ہے کہ میرے پاس آکر یہ کہا کہ
اللہ تعالی نے مجکو بھیجا ہے اور حکم کیا ہے کہ بدون اذن آپکے پاس آوں تو اگر آپ اجازت نہ دینگے تو
چلا جاونگا اور اگر اجازت دینگے تو اندر آونگا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ آپکی روح بدون آپکے ارشاد کے
نہ قبض کرون اب آپ کا ارشاد کیا ہے مین نے اوس سے کہدیا ہے کہ جب تک جبرئیل علیہ السلام آدیں
جب تک مجھسے علحدہ رہو اب جبرئیل کے آنے کی ساعت ہے حضرت عایشہ رض فرماتی ہین کہ یہ آپنے
ایسی صورت پیش کی کہ جسکا ہمارے پاس کوئی جواب یا تدبیر نہ تھی تو ہم نے سکوت کیا اور یہ معلوم ہوا کہ گویا
ہم سخت واقعہ کے مارے دنگ رہگئے ہین کہ کچھہ آپسے نہیں کہتے اور اس امر کی بڑائی اور ہیبت کے سبب سے کسیکو
تاب گویائی کی نہ تھی ہمارے دل رعب سے بھر گئے تھے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک ساعت مین تشریف لائے
اور سلام کیا مین نے اونکی آہٹ پہچانی اور گھر والے نکل گئے اور وہ اندر آگئے اور آپکی خدمت مین عرض کیا
کہ خدا ہی تعالی آپکو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم اپنے آپ کو کیسے پاتے ہو اور وہ آپ کا حال آپ سے
زیادہ جانتا ہے مگر چاہتا ہے کہ آپکی کرامت اور شرف بڑھا کر خلق پر آپکی بزرگی اور شرافت کامل کر دے
اور یہ امر آپکی امت مین سنت ہو جاوے آپنے فرمایا کہ مین اپنے کو دردمند پاتا ہون حضرت جبرئیل نے کہا کہ

یہ آپکو مژدہ ہو کہ خدای تعالی چاہتا ہے یہ جو مرتبے آپکے لیے تیار ہے ہین ا سیپو
آپنے فرمایا کہ ای جبرئیل ملک الموت نے مجھسے اجازت چاہی ہے یہ حال کہا حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ
ای محمد آپ کا رب آپکا مشتاق ہے اور جو کچھ آپ سے کیا چاہتا ہے وہ مین تبلا ہی چکا ہون بخدا کہ
ملک الموت نے آج تک کسی سے اجازت مانگی نہ آیندہ کو کبھی کسی سے مانگیگا مگر خدای تعالی کو آپکا شرف
پورا کرنا منظور ہے اور وہ آپکا مشتاق ہے آپنے فرمایا کہ تو اب تم اوسکے آنے تک یہان سے مت جاؤ
یہ فرماکر عورتون کو اندر بلا لیا اور حضرت فاطمہ رضہ سے فرمایا کہ میرے پاس آ وہ آپکے اوپر جھک گئین
آپنے کچھ اونکے کان مین کہا اونھون نے جو سر اوٹھایا تو آنکھون مین سے آٹھ آٹھ آنسو نکلتے تھے اور تاب گفتگو
نتھی پھر فرمایا کہ اپنا سر میرے پاس کو کر اونھون نے منہ سے کان ملا دیا پھر کچھ کان مین ارشاد فرمایا پھر
جو اونھون نے سر اوٹھایا تو ہنستی تھین اور بول سکتی تھین ہمکو اس حال سے تعجب ہوا بعد کو مین نے اونسے ماجرا
پوچھا تو اونھون نے فرمایا کہ اول بار مجھسے ارشاد فرمایا کہ مین آج وفات پاونگا اس سبب سے مین روئی اور دوبارہ
ارشاد فرمایا کہ مین نے خدای تعالی سے دعا مانگی ہے کہ سب سے اول میرے گھر والون مین سے تجکو مجھسے ملا دے اور
میرے ساتھ رکھے اسلیے مین ہنسی پھر حضرت فاطمہ رضہ نے اپنے دونون صاحبزادون کو آپکے پاس کیا آپنے
دونون کو پیار کیا پھر ملک الموت نے آکر سلام کیا اور اجازت مانگی آپنے اجازت دی اونھون نے حاضر ہو کر
عرض کیا کہ آپ مجھکو کیا ارشاد فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مجھکو میرے رب سے ابھی ملا دو اونھون نے عرض کیا کہ
آج ہی ملا دونگا اور تمھارے رب کا یہ حال ہے کہ تمھاری طرف مشتاق ہے اور جتنا تردد آپکی طرف سے
پروردگار کو ہے اتنا اور کسیکی طرف سے نہین کیا اور مجکو بدون اجازت کے اندر جانے سے کسی کی یاس
منع نہین فرمایا بجز آپکے لیکن آپ کی ساعت آپکے آگے ہی ہے یہ کہکر چلے گئے اور حضرت جبرئیل آئے اور
عرض کیا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یہ میرا زمین پر آخر کا اوترنا ہے پھر کبھی نہین اترونگا وحی بھی
تہ ہو چکی اور دنیا بھی زمین مین مجکو آپسے ۔ واکوئی کام نہ تھا نہ بجز آپکی حضوری کے اور کوئی غرض

رفت در اوئی سے زلف تو خلاف چمن		ورنہ کی بوسے نسیم سحری بود غرض

اب مین ہون اور میری جگہ ہے حضرت عایشہ رضہ فرماتی ہین کہ بخدا کہ گھر مین کسیکو تاب ایک لفظ کے
بولنے کی نہ تھی اور نہ کوئی مردون کو بلاتا تھا اسلیے کہ حضرت جبرئیل کا یہ کلام نہایت درجہ کہ بڑا معلوم
ہوتا تھا اور ہم سب خائف و ترسان تھے پھر مین نے اوٹھکر آپکے سر مبارک کو اپنی گود مین رکھ لیا اور
آپکے سینہ مبارک کو تھام لیا اور آپکو بیہوشی ہونی شروع ہوئی یہان تک کہ مجھ پر دبا لیتی تھی اور آپکی پیشانی
مین سے اتنا پسینا ٹپکتا تھا کہ مین نے کسی آدمی کے اتنا نہین دیکھا اور پسینہ اونگلی سے اوسکو پونچھتی جاتی تھی

اور کوئی جو شوہر میں سے اوس سے زیادہ نہیں دیکھی اور جب آپ کو افاقہ ہوتا تو میں کہتی کہ میں اور میرے
ماں باپ اور گھر بار سب آپ پر فدا ہوں آپکی پیشانی آپ کا پسینا کیوں دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ
مومن کی جان پسینے کے ساتھ نکلتی ہے اور کافر کی جان باچھوں کی راہ گدھے کی جان کیطرح نکلتی ہے
اسوقت ہم ڈر گئے اور اپنے گھر آدمی بھیجا تو اول شخص جو ہمارے پاس آیا میرا بھائی تھا مگر آپ سے
نہ مل سکا اوسکو میرے باپ نے میرے پاس بھیجا تھا اوسکے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف فرمای خلد بریں ہو چکے تھے غرض کوئی نہ آنے پایا تھا کہ آپکی روح عرش بریں کو پرواز کر گئی اور
خدای تعالی ہی نے لوگوں کو آپکے پاس سے آنے دیا اسلیے کہ جبرئیل و میکائیل کو آپ کا معاملہ سپرد فرمایا تھا
اور جب آپ کو بیہوشی ہوتی تھی تو یہی فرماتے تھے بلکہ رفیق اعلی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کئی کئی بار
اختیار دیا جاتا تھا اور جب طاقت گھٹتا رہتی تھی تو فرماتے تھے کہ نماز نماز تم لوگ ہمیشہ جمع رہو گے
جب تک نماز اکٹھے پڑھو گے نماز کی وصیت مرتے دم تک فرماتے رہے اور نماز نماز کہتے رہے حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ آپکی وفات دوشنبے کے روز وقت چاشت اور دوپہر کے درمیان میں ہوئی۔ حضرت فاطمہ رض
نے فرمایا کہ دوشنبہ مجھے مبارک نہیں بخدا کہ امت کو ہمیشہ اس روز بڑی مصیبت ہوا کرے گی۔ اور جس روز
کوفے میں حضرت علی پر مصیبت آئی تو حضرت ام کلثوم رض نے بھی ایسا ہی فرمایا کہ دوشنبہ میں میرے لیے
خیر نہیں اوسیمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور اوسیمیں میرے شوہر یعنی حضرت عمر رض شہید ہوے
اور اوسیمین میرے باپ یعنی حضرت علی شہید ہوے تو اس روز میں میرے واسطے کچھ خیر نہیں۔ اور حضرت
عایشہ رض فرماتی ہین کہ جب آپ خلد برین کو تشریف فرما ہوے تو لوگ نہایت سختی میں پڑے یہانتک
کہ آواز گریہ بلند ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں نے آپکے کپڑوں مین ڈھانپ دیا اسلیے لوگ
مختلف حال پر ہو گئے بعضے موت سے منکر ہوے اور بعضے گونگے ہو گئے کہ مدت تک نہ بولے اور
بعضے عقل سے خارج ہوے کہ بات مہمل کرنے لگے اور کچھ لوگوں کی عقل ٹھکانے رہی اور کچھ لوگ
بیٹھے رہگئے حضرت عمر بن خطاب رض اوہی لوگوں مین تھے جو موت کو جھٹلاتے تھے اور حضرت علی رض
بیٹھے کے بیٹھے رہگئے اور حضرت عثمان رض گونگے ہو گئے حضرت عمر رض نے باہر نکلکر فرمایا کہ لوگو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی اللہ تعالی اونکو پھیر دیگا اور منافق لوگوں کے ہاتھ اور پاؤن
کاٹ دیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی تمنا کرتے ہین جیسے خدای تعالی نے حضرت موسی
علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا ایسے ہی ہمارے حضرت سے بھی وعدہ کیا ہے وہ اب تمھارے پاس پھر
آتے ہیں اور ایک روایت مین یون ہے کہ حضرت عمر رض نے فرمایا کہ لوگو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے

اپنی زبان روکو وہ مرے نہیں بجز اس کے کہ اگر اب کسیکو کہتے سنونگا تو اسی تلوار سے اوسکے دو کردونگا اور حضرت علی رضہ گھر میں بیٹھے کے بیٹھے رہگئے اور حضرت عثمان رضہ چپ چاپ بولتے تھے لوگ اونکا ہاتھ پکڑکر لیجاتے تھے اور لے آتے تھے گویا فرقت یار میں راہ بھی نہ معلوم ہوتی تھی

رہ ندیدم چو برفت از نظرم صورت دوست	ہمچو چشمے کہ چراغش ز مقابل برود

مسلمانوں میں سے جیسا حال حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عباس رضہ کا تھا ایسا اور کسیکا نہ تھا کہ اللہ تعالی نے ان دونوں کو توفیق اور راستی عنایت فرمائی تھی اگرچہ لوگ صرف حضرت ابوبکر رضہ کے قول سے اپنی حرکات سے باز رہتے تھے حضرت عباس رضہ نے تشریف لاکر فرمایا قسم ہے اوس ذات کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کو چکھا اور وہ تو اپنے زندگی میں تمہارے درمیان فرمایا کرتے تھے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اور حضرت ابوبکر رضہ بنی حارث بن خزرج میں تھے جب اونکو خبر وفات شریف پہونچی تو تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے پھر آپ کے اوپر جھک کر بوسہ دیا پھر فرمایا کہ مادر و پدر من فدای تو یا رسول اللہ اللہ تعالی آپ کو دوبار تو موت دینے ہی کا نہیں بس ایک ہی بار مرنا تھا سو آپ وفات پاچکے پھر حضرت ابوبکر لوگوں کے پاس گئے اور فرمایا کہ لوگو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو اونہوں نے تو وفات پائی اور جو کوئی محمد کے رب کو پوجتا تھا وہ البتہ زندہ ہے نہیں مریگا اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا پس لوگونکا ایسا حال ہوا کہ گویا اس آیت کو اوسی دن سنا تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کو جب خبر ہوئی تو آپ حجرہ شریف میں درود پڑھتے داخل ہوئے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہچکی کی آواز دانتوں کی رگڑ سے سنائی دیتی تھی مگر باوجود اسکے قول و فعل اچھا کرنے میں بہادر تھے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک پڑے اور آپ کے روی مبارک کو کھولکر پیشانی اور رخساروں پر بوسہ دیا اور چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اور میرے ماں باپ اور گھر بار آپ پر فدا ہوں آپ زندہ بھی اچھے رہے اور مرکر بھی اچھے آپ کے موت سے وہ بات ختم ہوگئی جو کسی نبی کی موت سے نہ ہوئی تھی یعنی نبوت یا وحی تو آپ کا مرتبہ وصف سے زائد اور رونے سے برتر ہے آپ مخصوص ہوئے تو ایسے کہ سب کے رنجوں کے ضامن ہوگئے اور عام ہوئے تو ایسے کہ ہم سب آپکے باب میں برابر ہیں یعنی آپکی رسالت تمام آدمیوں کے لیے ہے اور اگر آپکی موت آپکے اختیار سے

سوتی تو آپ کے غم میں ہم اپنی جانیں فدا کرتے اور اگر آپ رونے سے منع نہ فرماتے تو آنکھوں کا پانی ختم
کر دیتے مگر جو بات آپ ہم سے دور نہیں کر سکتے وہ رنج اور یادگاری ہے کہ کبھی نہ مٹیگی الٰہی تو یہ باتیں اپنے
حبیب کو ہماری طرف سے پہونچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک آپ ہمکو اپنے رب کے پاس یاد رکھیں اور
گوشہ خاطر میں جگہ دیں آپ اپنے پیچھے اگر وقار چھوڑ جاتے تو کسیکی کیا مجال تھی جو آپکے بعد کی شفقت
کا متحمل ہوتا الٰہی اپنے نبی کو ہماری طرف سے یہ حال پہونچا دے اور ہمارے درمیان میں اوسکی نگاہبانی
فرما اور حضرت عمر رضی سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی حجرہ شریفہ میں داخل ہوئے اور سلام و
ثنا کہی تو گھر والوں نے ایک شور برپا کیا جسکی آواز باہر تک والوں نے سنی جب آپ کچھ کہتے تھے جبھی آواز
اور زیادہ ہوتی تھی اور اوسکی آواز کسیطرح پست ہوئی مگر اوسی حال میں ایک شخص بلند آواز نے آواز سے
دروازے پر یہ کہا کہ اے گھر والو سلام علیکم كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ خدا تعالیٰ
موجود ہے میں ہر ایک شخص کا نائب ہے یعنی جو جاتا رہتا ہے اوسکا عوض وہ موجود ہے اور ہر رغبت
کے لیے ملجا اور ہر خوف سے نجات حاصل ہو تو اوسی سے توقع رکھو اور اوسی پر اعتماد کرو جب گھر والوں
نے یہ آواز سنی تو یہ نہ معلوم ہوا کہ کسکی آواز ہے رونا موقوف کر دیا رونے کے بند ہونے پر وہ آواز بھی
موقوف ہو گئی کسی نے باہر نکلکر دیکھا تو کسیکو نہ پایا پھر گھر میں چلا آیا اور رونا شروع ہوا ایک اور پکارنیوالے نے
آواز دی کہ اوسکو بھی لوگ نہ پہچانتے تھے اوسنے یہ کہا کہ اے اہلبیت خدا تعالیٰ کو یاد کرو اور اوسکا شکر
کرو ہر حال میں تاکہ تم مخلصوں میں سے ہو جاؤ اوسکے باقی رہنے میں ہر مصیبت سے تسکین اور ہر مرغوب
چیز سے عوض حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو اور اوسکے حکم کے بموجب عمل کرو پس حضرت
ابو بکر رضی نے فرمایا کہ یہ دونوں خضر اور الیاس علیہما السلام تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے پر
حاضر ہوئے تھے۔ اور قعقاع بن عمرو نے حکایت خطبہ حضرت ابو بکر رضی کی پوری لکھی ہے وہ کہتے ہیں
کہ حضرت ابو بکر رضی لوگوں میں خطبہ پڑھنے کو اوٹھے اور ایسا خطبہ پڑھا کہ لوگ رویا ہی کیے سارا خطبہ
متضمن درود شریف پر تھا اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا ہر حال میں بیان کی اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں
کہ اوسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد برحق ہے اوسنے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور
تنہا کفار کی جماعتوں کو شکست دی تو خدا تعالیٰ یکتا کا شکر ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اوسکے بندے اور رسول اور نبیوں کے تمام کرنے والے ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ کتاب
ایسی ہی ہے جیسی اوتری اور دین ایسا ہی ہے جیسا شروع ہوا اور حدیث ایسی ہی ہے جیسی بیان
فرمائی اور قول وہی ہے جو انھوں نے فرمایا اور اللہ تعالیٰ حق ہے کھلا ہوا الٰہی پس رحمت کر محمد پر



بندے اور رسول ورنبی اور حبیب اور امین اور چنے ہوئے اور بہترین پر ایسی رحمت کر تو نے کسی پر اپنی مخلوق مین سے کی ہو اوس سے بڑھکر یا الٰہی اپنی رحمتین اور عفو اور مہر اور برکتین سب مخصوص کر دے سید المرسلین اور خاتم النبیین اور امام المتقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خیر کی طرف کھینچنے والے اور خیر کے پیشوا اور رسول رحمت ہین الٰہی تو اونکا قرب زیادہ فرما اور اونکی دلیل بڑی کر اور اونکا مقام اچھا کر اور اونکو ایسے مقام محمود مین اوٹھا کہ اگلے پچھلے لوگ اونکے غبطہ کرین اور اونکے مقام محمود پر ہونے سے ہمکو قیامت کے دن نفع پہونچا اور دنیا اور آخرت مین اونکی عوض تو ہمارے درمیان رہ اور اونکو جنت مین درجہ اور وسیلے پر پہونچا دے الٰہی تو محمد اور آل محمد پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرما جسطرح کہ تو نے ابراہیم اور اونکی آل پر صلوٰۃ اور برکت نازل فرمائی تو ہی ہے اچھے کام والا اور بزرگی والا بعد اسکے فرمایا کہ اے لوگو جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو اونھون نے تو وفات پائی اور جو کوئی خدای تعالی کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالی زندہ ہے نہین مریگا اور اللہ تعالی نے اونکے باب مین پہلے ہی تمکو کہدیا ہے پس اونکو بے صبری سے مت پکارو اسلیے کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے اپنے پاس کی چیز بہ نسبت تمھارے پاس کی چیز کے پسند فرمائی اور اپنا ثواب عنایت فرمانے کو اونکو اوٹھا لیا اور تم مین اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنت پیچھے چھوڑی پس جو شخص کہ ان دونون پر تمسک کریگا وہ عارف ہوگا اور جو کوئی ان دونون مین فرق کریگا وہ اس آیت کا منکر ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ بِالْقِسْطِ ترجمہ کہ شیطان تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوت ہونے سے تمکو غافل نہ کر دے اور دین مین تمھارے اوپر کوئی بلا نہ لائے اور خیریت سے جلدی کر و شیطان پر کہ اوسکو تھکا مار دوگے اور اوسکو مہلت مت دو وہ نہ وہ تم سے ملجاویگا اور تمکو فتنے مین ڈال دیگا۔ اور حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رض اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رض نے کہا کہ مین نے سنا ہے کہ تم کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہین مرے ہین کیا تمھین معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کا حال فلان روز اور فلان روز فرمایا تھا اور اللہ تعالی اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہے اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ حضرت عمر رض نے کہا کہ مصیبت کے باعث مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ مضمون کتاب اللہ مین آج کے سوا اور کبھی سنا ہی نہین مین گواہی دیتا ہون کہ قرآن جیسا اوترا ہے وہی حق ہے اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی بیان فرمائی ہے اور اللہ زندہ ہے کہ نہین مریگا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اور اللہ تعالی کی صلوٰۃ اوسکے رسول پر نازل ہون اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا ثواب ہم خدا کے پاس چاہتے ہین پھر حضرت ابوبکر رض



کے پاس بٹھے گئے۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب لوگ آپ کے نہلانے کو جمع ہوئے تو آپس میں
کہا کہ ہمکو معلوم نہیں کہ رسول خدا کو کیسے نہلاویں یعنی آپکو ننگا کرکے نہلاویں جیسا اور مردوں کو نہلایا
کرتے ہیں یا کپڑوں سمیت نہلاویں اسی تردد میں تھے کہ اللہ تعالی نے اونپر نیند بھیجدی یہانتک کہ
کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسکی چھاتی پر اسکی ڈاڑھی نہ لگ رہی ہو پھر کسی کہنے والے نے جسکا حال معلوم نہیں
کہ کون تھا کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے نہلاؤ اسمین سب چونک پڑے اور اوسی
آواز غیب کے موجب عمل کیا اور آپکو قمیص میں نہلایا اور غسل سے فارغ ہوکر کفن پہنایا۔ اور حضرت علی
کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہمنے آپکے قمیص کو اوتارنا چاہا ہمکو آواز ہوئی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کا کرتا مت اوتارو ہم نے ویسے ہی رہنے دیا اور کرتہ پہنے ہی نہلایا جسطرح اپنے مردوں کو لٹا کر نہلاتے تھے
ہم اگر آپکے کسی عضو کو بدلنا چاہتے تھے تو ہمکو ذرا بھی دقت ہوتی تھی عضو بدل جاتا تھا یہانتک کہ اوسکے
غسل سے فارغ ہوجاتے تھے اور ہمکو گھر میں ہوا کا سا سنسناٹ سنائی دیتا تھا اور آواز آتی تھی کہ رسول اللہ
کے ساتھ نرمی کرو کہ تمکو کچھ کرنا نہیں پڑیگا۔ تو وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسطرح تھی آپ نے
کوئی بالوں کا کپڑا چھوڑا نہ اون کا جو تھا وہ سب آپکے ساتھ دفن ہوگیا ابو جعفر رح کہتے ہیں کہ لحد میں
آپ کا بستر اور چادر بچھائی گئی اور اوسکے اوپر آپکے وہ کپڑے لگے جو آپ زیب تن مبارک فرماتے تھے پھر اونکے
اوپر آپ مع اپنے کفن کے رکھے گئے غرض کہ اپنی وفات کے بعد آپنے کچھ مال چھوڑا اور نہ زندگی
میں مکان کی نیت سے اینٹ پر اینٹ کبھی رکھی پس آپکی وفات میں عبرت کامل اور مسلمانوں واسطے تمام اقتدا

وفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو حضرت عائشہ رض آپکے پاس آئیں اور تمثال کے طور پر ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ

کثرت دولت قسم ہے مرد کے آوے نہ کام | جب رکا سینے میں دم ہوا اور لبوں پر جان ہو

آپنے اپنا چہرہ کھولدیا اور فرمایا کہ یوں مت کہو یوں کہو وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ
مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ میرے ان دونوں کپڑوں کو دیکھ رکھو انکو دھو کر مجھکو انھیں میں کفنانا اسلیے
کہ نئے کپڑے کی حاجت مردے کی نسبت کر زندہ کو زیادہ ہے اور حضرت عائشہ رض نے آپ کی
موت کے وقت ایک شعر پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے ؎

ہوتی تھی بارش اوس رخ پر نور کے طفیل | بیوگان کی عصمت اوس سے یتیموں کی تھی بہار

آپ نے فرمایا کہ اس شعر کی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور لوگوں نے آپ کے پاس
آکر کہا کہ ہم کسی طبیب کو بلاویں جو آپ کا حال دیکھے آپنے فرمایا کہ میرے طبیب نے مجھے دیکھ کر کہدیا ہے

کہ اِنِّی فَتَانٌ لِمَا یُرِیْدُ یعنی مین جو چاہونگا سو کرونگا۔ اور حضرت سلمان فارسی رض آپ کی
عیادت کو تشریف لائے اور کہا کہ اے ابوبکر رض کچھ ہمکو وصیت کیجیے آپنے فرمایا کہ خداے تعالی تمہارے لیے دنیا
فتح کریگا تو تم اوسمین سے اوسیقدر لینا کہ بسر اوقات کے موافق ہو اور یاد رکھو کہ جو کوئی نماز صبح ادا کرتا ہو
وہ اللہ تعالی کے عہد مین ہو جاتا ہے تو ایسا نکرو کہ خداے تعالی سے عہد شکنی کرو اور یہ عہد شکنی تمکو منہ کے
بل دوزخ مین ڈالدے اور جب حضرت ابوبکر رض بہت بیمار ہوے کہ باہر نہ نکل سکے اور لوگون نے چاہا کہ اپنا
نائب کسیکو کر دین تو آپنے حضرت عمر رض کو اپنا نائب کیا لوگون نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپنے اپنا
نائب ایک شخص تندمزاج سخت دل کو کیا ہے خداے تعالی کو کیا جواب دوگے آپنے فرمایا کہ یہ کہونگا کہ تیری مخلوق
مین سے جو سب سے بہتر تھا اوسکو نائب کیا ہے پھر حضرت عمر رض کو بلوایا جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ مین تمکو
ایک وصیت کرتا ہون یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے حق کچھہ دن مین ہین کہ اونکو رات مین قبول نہین کرتا اور
اللہ کے حقوق کچھہ رات مین ہین کہ اونکو دن مین قبول نہین کرتا اور وہ نفل کو قبول نہین فرماتا جب تک
کہ فرض ادا نکرو اور قیامت کے روز جو بھاری پلّے والون کے پلّے بھاری ہونگے تو وجہ یہی ہوگی کہ اونھون نے
دنیا مین حق کا اتباع کیا ہوگا اور اپنے اوپر اوسکو بھاری سمجھا ہوگا اور اوس ترازو کے لیے جسمین بجز حق
کے اور کچھہ نرکھا جائے شایان یہی ہے کہ وزن زیادہ ہو اور ہلکے پلّے والون کے جو قیامت مین پلّے ہلکے ہونگے
تو اوسکی وجہ یہ ہوگی کہ دنیا مین اونھون نے باطل کی پیروی کی ہوگی اور اوسکو اپنے اوپر ہلکا معلوم کیا ہوگا
اور جس ترازو مین کہ باطل کے سوا اور کچھہ نرکھا جائے اوسکو ہلکا ہی ہونا زیبا ہے اور خداے تعالی نے اہل جنت کا
ذکر اونکے اعمال مین سے بہتر کے ساتھہ کیا ہے اور اونکی برائی سے درگذر فرمایا تو کہنے والا یون کہتا ہے
کہ مین اون لوگون سے کم ہون اور اونکے درجے کو نہین پہونچتا اور دوزخ والون کا ذکر اونکے بدترین
اعمال سے کیا ہے اور جو عمل نیک اونھون نے کیا ہے اوسکو اونپر واپس کر دیا تو کہنے والا یون کہتا ہے کہ مین
اون لوگون سے افضل ہون اور آیت رحمت اور آیت عذاب کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مومن کو رغبت اور خوف
دونون رہین اور اپنا ہاتھہ ہلاکی مین نڈالے اور اللہ تعالی سے بجز حق کے اور کسیکی تمنا نہ کرے پس اے عمر اگر
تم میری یہ وصیت یاد رکھوگے تو تمہارے نزدیک کوئی غائب چیز موت سے زیادہ محبوب تر نہوگی اور اوسکا
آنا ضروری ہے اور اگر میری وصیت تلف کردوگے تو موت سے زیادہ کوئی غائب چیز تمکو بری معلوم
نہوگی اور اوس سے تم بھاگ نسکوگے نہ اوسکو تھکا سکوگے۔ اور حضرت سعید بن المسیب رض فرماتے ہین کہ جب حضرت
ابوبکر رض مرنے کو ہوے تو آپکے پاس کچھہ لوگ صحابہ مین سے آئے اور کہا کہ اے نائب رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم آپ ہمکو کچھہ توشہ عنایت کر دیجیے کہ اب ہم دیکھتے ہین کہ آپکا حال دگرگون ہے آپنے فرمایا



کہ جو کوئی ان کلمات کو کہکر مر جاویگا تو اللہ تعالی اوسکی روح کو افق مبین میں کردیگا لوگوں نے عرض کیا
کہ افق مبین کیا چیز ہے آپنے فرمایا کہ ایک میدان عرش کے سامنے ہے اوسمیں باغ اور نہریں اور
درخت اور نہریں ہیں ہر روز اوسکو سو رحمتیں خدای تعالی کی چھپا لیتی ہیں تو جو شخص ان کلمات کو کہیگا
اللہ تعالی اوسکی روح کو اوسی مکان موصوف میں رکھیگا کلمات یہ ہیں الٰہی تونے خلق کو شروع سے
پیدا کیا اور تجھکو کچھ حاجت اونکی نہ تھی پھر تونے اونکے دو فریق کر دیے ایک جنت کیلیے اور ایک دوزخ
کیلیے تو مجکو جنت کیلیے کر دوزخ کیلیے الٰہی تونے خلق کو کئی فرقے پیدا کیا اور پیدایش سے پہلے
اونکو علیحدہ کر دیا کہ بعضوں کو بدبخت اور بعضوں کو نیکبخت اور عورت اور راہ یافتہ بنایا پس مجکو اپنی
طاعت سے سعید کر دے اور اپنی معصیت سے بدبخت نہ کر الٰہی جو ہر ایک نفس کماتا ہے وہ تجکو اسکی
پیدایش سے پہلے معلوم ہے تو جس چیز کو وہ کرتا ہے اوس سے گریز نہیں پس مجکو اون لوگوں میں سے کر دے
جنسے تو اپنی طاعت کا کام لیتا ہے الٰہی بدون تیرے چاہے کوئی کچھ نہیں چاہتا تو تو ایسی خواہش اس امر
کی کر کہ میں ایسی بات چاہنے لگوں جو مجکو تجھسے قریب کردے الٰہی تونے بندوں کے حرکات کا اندازہ کیا ہے
کہ کوئی چیز بدون تیرے اذن کے نہیں حرکت کرتی تو میرے حرکات کو اپنے تقوی میں کردے الٰہی تونے
خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا اور دونوں کے کرنے والوں کو بنایا پس مجکو دونوں قسموں میں سے بہتر قسم
اوسمیں کردے الٰہی تونے جنت اور دوزخ کو پیدا کیا اور اونمیں سے ہر ایک کیلیے رہنے والے بنائے تو مجکو
تو اپنی جنت کے باشندوں میں سے کردے الٰہی تونے ایک قوم کو راہ دکھانی چاہی اور اونکے سینوں کو
کھولدیا اور ایک قوم کی تونے گمراہی چاہی اور اونکے سینوں کو تنگ بنایا تو میرا سینہ ایمان کے
لیے کھولدے اور ایمان کو میرے دلمیں اچھا کر دکھا اور مجکو کفر اور بدکاری اور نافرمانی سے نفرت دلا
اور مجکو نیک چال والوں میں سے کر الٰہی تونے امور تدبیر کیے اور اونکا پھرنا اپنی طرف کیا پس بعد
موت کے مجکو اچھی زندگی سے زندہ کر اور مرتبے میں مجکو اپنے نزدیک فرما کر الٰہی جو شخص صبح اور شام
کرتا ہے اسطرح کہ اوسکا اعتماد اور توقع تیرے غیر پر ہو تو ہوا کرے مگر میرا اعتماد اور توقع تجھی پر ہے
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ بعد اسکے آپنے فرمایا کہ یہ سب مضامین کتاب اللہ عز وجل میں ہیں

وفات حضرت عمر بن خطاب رضؓ کی

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ جس صبح کو حضرت عمر رضؓ کے زخم لگا میں بھی جماعت میں کھڑا تھا میرے اور اونکے
درمیان میں صرف حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ تھے آپ جب دو صفوں کے بیچ میں گذرتے تو کھڑے
ہو جاتے اور اگر کچھ خلل دیکھتے تو فرماتے کہ برابر ہو جاؤ یہاں تک کہ جب کچھ اور نقصان نہ رہتا تو

آگے بڑھتے اور اکثر پہلی رکعت میں سورۂ یوسف یا نحل یا اور کوئی ایسی ہی سورت پڑھتے تاکہ لوگ اکٹھے ہو جاویں پس آپنے اللہ اکبر ہی کہا تھا کہ میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھکو کتے نے مار ڈالا یا کھا لیا جب آپ کے ابولولو نے زخم لگایا اور وہ خبیث کافر دو دھاری چھری لیکر بھاگا جسکے پاس کو نکلا دہنے بائیں زخمی کرتا گیا یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جنمیں سے نو نے وفات پائی اور ایک روایت میں سات مرے پس جب ایک مسلمان نے یہ صورت دیکھی تو اوسپر اپنا کپڑا اوڑھا دیا جب اوس کافر نے دیکھا کہ میں پکڑا گیا اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا اور واصل جہنم ہوا ادھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو پکڑ کر آگے کر دیا کہ نماز پڑھاویں اوسوقت جو حضرت عمرؓ کے پاس کے لوگ تھے اونھوں نے تو یہ ماجرا دیکھا اور جو لوگ مسجد کے اطراف میں تھے اونکو اس حال کی کچھ خبر نہوئی بجز اسکے کہ حضرت عمرؓ کی آواز آنی موقوف ہو گئی اور کہنے لگے کہ سبحان اللہ سبحان اللہ غرضکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز مختصر پڑھائی اور جب سلام پھیرا تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو فرمایا کہ دیکھو مجھکو کسنے زخمی کیا حضرت ابن عباسؓ ایک ساعت کو غائب ہوئے پھر آکر فرمایا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے یہ حرکت کی ہے آپنے فرمایا کہ خدا اوسکو قتل کرے میں نے تو اوسپر احسان کرنے کے لیے امر کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اوسنے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہ کی اور تم اور تمھارے باپ ہی بہت چاہتے ہو کہ مدینہ منورہ میں کفار عجم کی کثرت ہو یہ اسلیے فرمایا کہ حضرت عباسؓ کے پاس غلام بہت تھے حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو سب کو مار ڈالیں آپنے فرمایا کہ اب قتل کرتے ہو جب تمھاری بولی بولنے لگے تمھارے قبلہ کیطرف کو نماز پڑھنے لگے تمھارا سا حج کرنے لگے غرضکہ آپ کو مسجد شریف سے آپکے گھر میں اوٹھا لائے اور ہم بھی ساتھ گئے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ گویا اوس دن سے پیشتر کبھی اونپر مصیبت آئی ہی نہ تھی کہہ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ مجھے آپکے اوپر موت کا خوف ہے کوئی کہتا تھا کہ کچھ خوف نہیں اتنے میں آپکے لیے عرق انگور لائے آپنے جو پیا تو پیٹ میں سے نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی پیا تو نکل گیا تب لوگوں نے جان لیا کہ اب نہیں بچینگے اور لوگ آکر آپکی ثنا کرتے جاتے تھے ایک شخص جوان آیا اوسنے یہ کہا کہ اے امیر المومنین آپکو خدا تعالی کی طرف سے بشارت ہو کہ آپکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اسلام میں وہ مرتبہ میسر ہوا جو آپ کو معلوم ہی ہے پھر آپ حاکم ہوئے اور عدل فرمایا پھر شہادت ملی آپنے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب باتیں میرے گذر ہی کے لائق ہو جاویں نہ اونسے میرا نقصان ہو نہ فائدہ جب وہ شخص جانے لگا تو اوسکا پاجامہ زمین کو لگتا تھا آپنے فرمایا کہ اس لڑکے کو میرے پاس لے آؤ جب وہ پھر کر آیا تو آپنے فرمایا کہ کھینچے اپنا کپڑا اونچا کر کہ اس سے گرد وغیرہ سے بچا رہیگا اور خدا سے اتقا

سے تقوی کے بھی قریب رہتے پھر اپنے صاحبزادہ کو فرمایا کہ ای عبداللہ دیکھ کہ میرے اوپر کتنا قرض
حساب ہوگیا تو چھیاسی ہزار پایا کچھ کم و بیش پایا آپ نے فرمایا کہ اگر ہمارے خاندان کا مال اسکو وفا کرے
تو اوسیمیں سے ادا کر دینا ورنہ عدی بن کعب کی اولاد سے مانگنا اور اگر اونکا مال بھی وفا نہ کرے تو
قریش سے لیکر ادا کرنا اور قریش کے سوا اوروں کیطرف مت پھرنا اور میری طرف سے یہ قرضہ دیدینا
اور ام المومنین عایشہ صدیقہ رض کے پاس جا اور کہہ کہ عمر تمکو سلام کہتے ہیں یہ مت کہنا کہ امیر المومنین
اسلیے کہ میں آج مومنوں کا سردار نہیں ہوں اور کہنا کہ وہ اجازت چاہتے ہیں کہ اپنے دونوں یاروں کے
پاس مدفون ہوں حضرت عبداللہ بن عمر رض حضرت عایشہ رض کے پاس گئے اور سلام کے بعد اجازت مانگی اور
اونکے پاس جا کر دیکھا کہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں اونسے عرض کیا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپکی اجازت
چاہتے ہیں کہ میں اپنے دونوں یاروں کے پاس دفن ہوں حضرت عایشہ رض نے فرمایا کہ میں نے یہ جگہ اپنے لیے
رکھی تھی مگر آج میں اپنے نفس پر عمر رض کو ترجیح دیتی ہوں جب عبداللہ پھر کر حضرت عمر رض کی خدمت میں
آئے تو لوگوں نے کہا کہ عبداللہ حاضر ہیں حضرت عایشہ کے پاس ہو آئے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ مجھکو اٹھاؤ
ایک شخص نے اونکو اپنے سہارے سے بٹھلا دیا آپ نے صاحبزادہ سے پوچھا کہ کیفیت بیان کرو کیا جواب لائے
اونھوں نے عرض کیا کہ جو بات آپ کو محبوب تھی وہی حضرت عایشہ رض نے منظور کر لی اور اجازت دیدی
آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ کوئی چیز میرے نزدیک اس سے بڑھکر ضروری نہ تھی جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کو
لیجانا اور دروازے پر رکھکر سلام کرنا اور کہنا کہ عمر اجازت چاہتے ہیں اگر وہ اجازت دیں تو مجھکو اندر لیجانا
اور اگر مجھکو ہٹا دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں لیجا کر دفن کر دینا اور حضرت ام المومنین حفصہ رض تشریف
لائیں عورتیں اونکو ڈھانکے ہوئے تھیں جب ہمنے اونکو دیکھا تو ہم علیحدہ ہو گئے وہ حضرت عمر رض کے
پاس آئیں اور ایک ساعت ٹھہر کر پاس روئیں پھر مردوں نے اجازت چاہی تو وہ اندر مکان کے ہو گئیں اونکے
رونے کی آواز اندر سے ہمنے سنی پھر لوگوں نے کہا کہ ای امیر المومنین ہمکو وصیت کیجیے اور اپنا خلیفہ کسیکو
مقرر کر دیجیے آپ نے فرمایا کہ میں خلافت کے لیے ان لوگوں سے بڑھکر اور کسیکو مستحق نہیں جانتا ہوں ان لوگوں کا
حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسے راضی ہی اس جہان سے تشریف لیگئے ہیں پھر آپ نے حضرت علی
اور حضرت عثمان اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رض کا نام لیا اور فرمایا کہ
عبداللہ بن عمر بھی تمھارے پاس آویگا مگر خلافت سے اوسکو کچھ سروکار نہیں ایسی صورت سے فرمایا
کہ عبداللہ بن عمر رض کی تسکین ہو جاوے پھر فرمایا کہ اگر نوبت خلافت کی سعد کو پہونچے تو بہتر ورنہ جو کوئی
امیر ہو وہ اوس سے استعانت کیا کرے اسلیے کہ میں نے اوسکو کچھ عاجزی اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا

اور مین اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہون کہ جو لوگ اول ہجرت کر کے آئے ہین اونکی فضیلت پہچانے
اور اونکی حرمت کی حفاظت کرے اور تعظیم کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ انصار کے ساتھ
خیر کیا کرے یہ وہ لوگ ہین کہ اس جگہ مین اور ایمان مین سب سے پہلے اونھون نے جگہ پکڑی ہے اونکی محسن
کیطرف سے قبول کیا کرے اور برائی کرنے والے سے درگذر کیا کرے اور یہ بھی وصیت کرتا ہون کہ
اطراف کے شہر والون سے سلوک کرے اسلیے کہ وہ لوگ اسلام کے حامی اور مالون کے جمع کرنے والے اور
موجب دشمنون کے جلنے کے ہین اور یہ کہ اونسے کچھ نہ لے بجز اسکے جو اونکے مال سے زائد ہوا اور بخوشی دیدیا
اور عرب والون سے خیر کرنے کی وصیت کرتا ہون بایں وجہ کہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہین اونکو
زوائد مال مین سے لیکر اونھین کے مفلسون کو دیدیا کرے اور اوسکو وصیت کرتا ہون کہ خداے تعالی کے
عہد اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کو لحاظ کرے اور مسلمان لوگون سے عہد پورا کیا کرے
اور اونکی حمایت کے لیے اور ونسے لڑا کرے اور اونکی طاقت سے زیادہ اونسے کام لیا کرے راوی
کہتے ہین کہ جب آپکی روح خلد برین کو پرواز کر گئی تو ہم آپکے جنازے کو لیکر چلے حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ
نے حضرت ام المومنین عایشہ رضہ کی خدمت مین جا کر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر بن خطاب اجازت چاہتے ہین
حضرت عایشہ رضہ نے فرمایا کہ اندر لے آؤ غرضکہ اندر لیجا کر اونکے دونون یارون کے پاس دفن کر دیا آخر
حدیث تک۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ مجھسے جبرئیل علیہ السلام نے
کہا ہے کہ عمر کی موت پر اسلام رویگا۔ اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ جب حضرت عمر رضہ کو چارپائی
پر رکھا تو لوگون نے آکر جنازے کو گھیر لیا دعا کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے پہلے اس سے کہ جنازہ اوٹھے اور
مین بھی اون لوگون مین تھا اتنے مین ایک شخص نے میرے دونون مونڈھے پکڑ کر مجکو ڈرا دیا مین نے جو
پھر کر دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اونھون نے کلمات رحم حضرت عمر رضہ کے اوپر کہے اور
فرمایا کہ تم نے اپنے بعد کسیکو ایسا نہ چھوڑا کہ مجکو اوس جیسا عمل کر کے مرنا محبوب تر ہو تمھارا ہی سا
عمل کر کے خداے تعالی سے ملنا مجکو پسند آتا ہے اور قسم ہے خدا کی کہ مجکو گمان غالب تھا کہ
اللہ تعالی تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھ کر دیگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ مین اکثر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اور ابوبکر اور عمر گئے اور مین اور ابوبکر
اور عمر نکلے اور مین اور ابوبکر اور عمر اندر آئے جب ہر ایک بات مین اسطرح فرماتے تھے تو مجکو توقع اور
گمان غالب تھا کہ اللہ تعالی تمکو تمھارے دونون یارون کے ساتھ کر دیگا۔

وفات حضرت عثمان رضہ کی حدیث آپکی شہادت کی مشہور ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضہ

فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تھے تو میں آپ کے سلام کو آیا اور اونکے پاس گیا
آپنے فرمایا کہ بھائی خوب ہوا تم آئے آج رات میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں
دیکھا کہ اس کھڑکی میں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عثمان تجھے لوگوں نے گھیر لیا میں نے عرض کیا کہ ہاں
پھر فرمایا کہ تجھے پیاسا رکھا میں نے عرض کیا کہ ہاں پھر آپنے ایک ڈول پانی کا لٹکا دیا میں نے اوس میں سے
پانی پیٹ بھر کر پیا یہاں تک کہ اوسکی ٹھنڈک اپنی چھاتیوں اور مونڈھوں میں پاتا ہوں اور فرمایا کہ
اگر تو چاہے تو تجھکو فتح ملے اور اگر چاہے تو ہمارے پاس افطار کر میں نے آپ ہی کے
پاس افطار کرنا پسند کر لیا پس آپکی شہادت اوسی روز ہوئی۔ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ نے اون
لوگوں سے پوچھا جنہوں نے حضرت عثمان کو زخمی ہوئے جانکنی میں تڑپتے دیکھا تھا کہ حضرت عثمان رضؓ نے
ایسے جانکنی میں لوٹنے کے وقت کیا فرمایا تھا لوگوں نے کہا کہ ہمنے سنا تھا کہ یوں فرماتے تھے الٰہی امت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کر یعنی اتفاق اونمیں عنایت فرما یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا حضرت عبداللہ بن سلامؓ
نے فرمایا کہ قسم ہے خدائے تعالیٰ کی اگر وہ دعا مانگتے کہ کبھی انمیں اتفاق ہو تو قیامت تک اتفاق ہوتا
اور ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں کہ جسوقت حضرت عثمانؓ نے مکان کے اوپر سے لوگوں کی طرف جھک کر
دیکھا تھا میں بھی موجود تھا آپنے فرمایا کہ تم میرے پاس ان دونوں شخصوں کو لاؤ جنہوں نے تمکو لا کر یہاں
ملا کر جمع کیا ہے وہ دونوں بلائے گئے تو ایسے آئے جیسے دو اونٹ یا دو گدھے آتے ہیں پھر حضرت عثمانؓ
نے لوگوں کی طرف دیکھکر فرمایا کہ میں تمکو خدائے تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے تو مدینے میں میٹھا پانی بجز بیر
رومہ کے اور جگہ نہ تھا تو آپنے فرمایا کوئی ہے کہ اس کنوئیں کو خرید کر اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ
شامل کرے اور جنت میں اس سے بہتر پائے پس میں نے خاص اپنے مال سے اوسکو مول لیا اور تم آج اوسکا
پانی مجھے نہیں پینے دیتے رہ مایا کا پانی پینے دیتے ہو لوگوں نے کہا کہ یہ درست ہے آپنے فرمایا کہ میں تم سے
قسم پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے مفلس لشکر کو سامان لڑائی کا دیا تھا لوگوں نے کہا کہ ہاں
یا تھا آپنے فرمایا کہ میں بقسم پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ مسجد نمازیوں سے تنگی کرتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو فلاں لوگوں کی زمین خرید کر مسجد بڑھا دے اور اوس سے بہتر جنت میں
لے تو میں نے خاص اپنی گرہ سے اوسکو خرید دیا اور تم آج مجھکو اوسمیں دو رکعت نماز پڑھنے سے مانع ہو لوگوں
نے کہا کہ درست ہے آپنے فرمایا کہ میں تمسے بقسم پوچھتا ہوں کہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم مکہ معظمہ میں جبل ثبیر پر تھے اور آپکے ساتھ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ اور میں تھا اتنے میں

پہاڑ نے حرکت کی یہانتک کہ اوسکے پتھر نیچے کو گر پڑے آپنے اوسکے ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا
ای ثبیر کہ تیرے اوپر صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں لوگوں نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں آپنے
فرمایا کہ اللہ اکبر قسم ہے رب کعبہ کی ان لوگوں نے میری گواہی دی ہیں بیشک شہید ہوں - اور ایک شیخ
منبہ میں سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضہ کو جسوقت زخمی کیا اور خون آپکی ریش مبارک پر بہتا تھا
آپ اوسوقت فرماتے تھے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ الٰہی ان لوگوں کے
ہاتھ سے میں تجھی سے انتقام چاہتا ہوں اور اپنے سب کاموں میں تجھی سے مدد چاہتا ہوں اور جس امر میں
تونے مجکو مبتلا کیا ہے اوسپر تجھی سے درخواست صبر کی کرتا ہوں

وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی -

اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جس رات صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے ہیں تو آپ لیٹے
ہوئے تھے ابن تیاح فجر کیوقت آپکے پاس آئے اور نماز فجر کے لیے عرض کیا آپنے تاخیر کی اور لیٹے رہے دوبارہ
وہ پھر آئے پھر آپنے دیر کی جب تیسری بار آئے تو آپ اوٹھ چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے جسکا مضمون یہ ہے

موت کی تیاری کر آئیگی وہ بے گمان | موت سے گھبرائے مت جب ہو تری یہان

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہونچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کرکے مار ڈالا حضرت ام کلثوم
آپکی بیٹی باہر نکلیں اور کہنے لگیں کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمر رضہ بھی اسی نماز میں
شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ جب حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپنے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ میرا مطلب حاصل ہوا
اور حضرت محمد بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر
مرتے دم تک بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اور کچھ نہ بولے اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام موت
کے قریب ہوئے تو حضرت امام حسین علیہ السلام انکے پاس گئے اور کہا کہ بھائی تم کیوں گھبراتے ہو
تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی بن ابی طالب رضہ سے ملوگے وہ دونوں تمہارے باپ ہیں اور
خدیجہ بنت خویلد رضہ اور فاطمہ زہرا سے ملوگے وہ دونوں تمہاری مائیں ہیں اور حمزہ اور جعفر رضہ سے ملوگے وہ
دونوں تمہارے چچا ہیں حضرت حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی میں ایسے معاملے سے ملونگا کہ اوس
جیسے سے کبھی نہیں ملا اور حضرت محمد بن حسین رضہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت امام حسین علیہ السلام
کو آگھیرا اور آپکو یقین ہوا کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے تو آپنے یاروں میں کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالی
کی حمد و ثنا کرکے فرمایا کہ جو کچھ حال ہو رہا ہے تم دیکھتے ہی ہو دنیا بدل گئی اور انجان ہو گئی ساتھ کرنے

تو منہ موڑ لیا دنیا اتنی رہگئی ہے جیسے برتن میں پانی کی تری تو اب ایسی زندگی ناگوار ہے مجھکو موت ہی
پسند ہے کیا دیکھتے نہیں کہ حق بات پر عمل اور باطل سے باز رہنا اسلیے ہے کہ ایماندار خدای تعالی کے
ملنے کی رغبت کرے اور مجھکو موت ہی سعادت معلوم ہوتی ہے اور ان ظالموں کے ساتھ زندگی محرومی و ملال

پانچویں فصل اون اقوال کے ذکر میں جو موت کے وقت خلفا اور امرا اور صالحین نے فرمائے ہیں

جب امیر معاویہ رضی کی وفات قریب ہوئی تو کہا کہ مجھکو بٹھلا دو لوگون نے بٹھلا دیا آپنے خدای تعالی کی
تسبیح اور ذکر شروع کیا پھر روئے اور کہا ای معاویہ بڑھاپے اور شکستگی کے وقت خدای تعالی کا ذکر
سوجھا اسکا وقت تو جب تھا جب شاخ جوانی تر و تازہ تھی یہ کہکر اور زیادہ روئے تا آنکہ آواز رونے کی
بلند ہوئی اور کہا کہ الہی اس بوڑھے کم سخت دل سخت پر رحم فرما الہی لغزش سے درگذر اور خطا کو معاف
کر اور اپنے حلم سے اوس شخص کو اپنی طرف کھینچ لے جو تیرے سوا کسی کی توقع نہیں رکھتا نہ غیر پر اعتماد
کرے اور ایک بوڑھا شخص قریش میں سے بیان کرتا ہے کہ اونکی مرض موت میں لوگون کے ساتھ
میں بھی اونکے پاس گیا تھا لوگون نے اونکے بدن میں جھریاں دیکھین اونھوں نے بعد حمد و ثنا کے فرمایا کہ
دنیا بھی سب ہی ہے جو ہم آزما اور دیکھ چکے آگاہ ہو کہ ہماری تو انگری اور عیش سے لذت پانے کے
باعث دنیا کی رونق ہمارے سامنے ہوئی اور ابھی ہمنے نباہی تھی کہ دنیا نے اوسکو ہر ایک حال میں توڑ ڈالا
اور رسی کے بعد رسی کاٹ دی اب دنیا ایسی ہوگئی کہ ہمکو کھوکھنڈا پیچھے چھوڑ گئی اور ملامت کرنے لگی
تو تف ہے ایسے گھر پر اور تھوک ہے ایسی دنیا پر۔ اور روایت ہے کہ آخر خطبہ جو امیر معاویہ رضی نے پڑھا
یہ تھا کہ لوگو جو کھیتی کرتا ہے سو کاٹتا ہے اور میں تمہارا حاکم تھا میرے بعد جو حاکم تمہیں ہوگا وہ مجھسے
برا ہی ہوگا جیسے مجھسے پیشتر کے حاکم مجھسے بہتر تھے اور ای یزید جب میری موت ہو جاوے تو مجھکو
کسی ہوشیار عاقل سے نہلوانا کیونکہ عاقل خدای تعالی کے نزدیک مرتبہ رکھتا ہے اوس سے کہیو کہ غسل
اچھی طرح دے اور اللہ اکبر پکار کر کہے پھر دیکھنا کہ خزانے میں ایک رومال ہے اوسمیں ایک کپڑا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑون میں سے ہے اور کچھ ریزے آپکے بالوں و ناخنوں کے رکھے ہیں تو
ریزوں کو لیکر میری ناک و منہ اور کان اور آنکھ میں رکھنا اور کپڑے کو کفنوں کے اندر میرے بدن پر
رکھدینا اور ای یزید خدای تعالی کا حکم ماں باپ کے باب میں یاد رکھنا اور جب تم لوگ مجھکو میرے کپڑوں
یعنی کفن میں لپیٹ چکو اور میری قبر میں رکھ چکو تو معاویہ کو اور ارحم الراحمین کو تنہا چھوڑ دینا۔ اور محمد
بن عقبہ کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ پر موت آئی تو کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ میں ایک شخص قریش کا
بھوکا ہوتا اور امر خلافت میں سے کسی چیز کا مالک نہ ہوتا اور جب عبد الملک بن مروان کی وفات قریب ہوئی

تو ایک دھوبی کو دیکھا کہ دمشق کے اطراف مین کپڑے کو اپنے ہاتھہ مین لپیٹکر پٹڑے پر مار رہا ہی عبدالملک
نے کہا کہ بخدا خوب ہوتا جو مین دھوبی ہوتا اور اپنے ہاتھہ کی کمائی ہر روز کھایا کرتا اور معاملات دنیا مین
کسی چیز کا والی نہوتا یہ بات ابو حازم رح نے سنی اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہی کہ اوسنے ان حکام کو ایسا بنایا کہ
اپنے مرنے کے وقت اوس حال کی تمنا کرتے ہین جسمین ہم ہین اور ہمکو جب موت آتی ہے تو ہم اونکے
احوال کی تمنا نہین کرتے اور کسینے عبدالملک سے اوسکے مرض موت مین پوچھا کہ تم اپنے آپکو کیسا پاتی ہو
اوسنے کہا کہ مین ایسا پاتا ہون جیسا خدا تعالی فرماتا ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَکْتُمْ مَا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِکُمْ فاطمہ بنت عبدالملک جو حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی بی بی
تھین کہتی ہین کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے مرض موت مین دعا مانگا کرتے کہ الٰہی میری موت کو لوگون
پر ظاہر مت کر گو دن مین سے ایک ہی گھڑی کے لیے ظاہر نہو پس جس روز کہ آپکی وفات ہوئی مین اونکے پاس سے
اوٹھکر ایک اور گھر مین چلی گئی کہ مجھہ مین اور آپ مین ایک دروازہ حائل تھا اور آپ اپنے ایک برج مین رہتے
ہین مینے سنا کہ آپنے یہ آیت پڑھی تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ
وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ پھر ساکت ہوے جب مجکو نہ آپکی کچھہ آواز معلوم ہوئی نہ آہٹ تو مینے
آپکے ایک غلام کو بھیجا کہ دیکھنا آپ کیا سوتے ہین جب وہ آپکے پاس گیا تو چیخ ماری مین جھپٹی دیکھا تو
آپ مرچکے ہین غرضکہ خدا تعالی نے آپکی دعا قبول کی کہ کچھہ دیر تک آپکی موت ظاہر نہوئی۔ اور
اونکے مرنے سے پیشتر کسینے سوال کیا کہ ای امیر المومنین کچھہ وصیت فرمائیے آپنے فرمایا کہ مین تمکو اپنے
اس حال سے ڈراتا ہون کہ تمکو بھی ایک روز ایسا ہی ہونا ہے اور منقول ہے کہ جب آپ سخت بیمار ہوے تو
آپکے واسطے ایک طبیب بلایا گیا اوسنے آپکا حال دیکھکر کہا کہ آپکو زہر دیا گیا ہے اور انکی موت سے
مین مامون نہین آپنے اپنی آنکھہ اوپر کو اٹھاکر طبیب سے فرمایا کہ جسکو زہر نہین دیا جاتا اوسکی موت پر بھی تو
تم مامون نہین اوسنے پوچھا کہ آپکو زہر کا اثر معلوم بھی ہوا آپنے فرمایا کہ جب زہر میرے پیٹ مین
پڑا تھا جبھی مجکو معلوم ہوگیا تھا اوسنے کہا کہ پھر آپ علاج کیجیے ورنہ مجکو خوف ہے کہ آپکی جان
جاتی رہیگی آپنے فرمایا کہ جان میری پروردگار کے پاس جائیگی جو سب سے بہتر جانیکی جگہ ہے بخدا اگر
مجکو معلوم ہوتا کہ میری شفا میرے کان کی لو کے پاس ہے تو اپنا ہاتھہ کان تک اوٹھاکر اوسکو نہ لیتا
الٰہی عمر کے لیے اپنی ملاقات مین خیر کر اسکے بعد آپ تھوڑے ہی دنون مین راہی ملک بقا ہوے
اور روایت ہے کہ جب آپکی موت قریب پہونچی تو رونے کسینے کہا کہ ای امیر المومنین رونے کا کیا
مقام آپکو مژدہ ہو کہ خدا تعالی نے آپکے باعث بہت سے سنتون کو زندہ کیا اور عدل ظاہر فرمایا

آپنے روکر فرمایا کہ کیا میں میدان محشر میں کھڑا نہیں کیا جاؤنگا اور سب خلق کے سامنے میں پوچھا جاؤنگا
سو اگر میں بالکل عدل ہی کرتا جب بھی اپنے نفس سے خوف تھا کہ خدا تعالی کے سامنے اپنی حجت
پیش کر سکیگا مگر یہ کہ خدا ہی تعالی ہی اوسکو تعلیم فرمائے اس عبارت میں کہ اکثر عدل ثابت ہو گیا تو
اب نہایت خوف کا تمام ہے یہ کہکر بہت روئے اور اسکے بعد بہت کم جئے اور منقول ہے کہ مرنے کے
وقت آپنے فرمایا کہ مجھکو بٹھلا دو لوگوں نے بٹھلا دیا آپنے فرمایا کہ الہی میں وہ ہوں کہ تونے حکم کیا میں نے
اسکی بجا آوری میں کوتاہی کی اور تونے منع کیا تو میں نے نافرمانی کی یہ جملے تین بار فرماکر کہا کہ لیکن
لا اله الا الله یعنی توحید میں میں نے کوتاہی نہیں کی پھر آپنے سر اوٹھا کر تیز نگاہ سے دیکھا لوگوں نے
سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ میں کچھ لوگ موجود دیکھتا ہوں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن پھر آپکی وفات ہوئی
رحمہ اللہ تعالی۔ اور خلیفہ ہارون رشید کے حال میں لکھتے ہیں کہ اونھوں نے مرنے کے وقت اپنا کفن اپنے
ہاتھ سے چھانٹ لیا تھا اور اوسکو دیکھکر کہتے تھے مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطَانِیَهْ اور مٹی کو
بچھا کر اوسپر لیٹ رہے اور کہتے تھے کہ اے وہ شخص جسکی سلطنت کبھی نہ جاویگی تو اوس شخص پر رحم کر جسکا
ملک جاتا رہا اور معتصم باللہ نے موت کیوقت کہتے تھے کہ اگر میں یہ جانتا کہ میری عمر تھوڑی ہے تو جو کچھ
میں نے کیا ہرگز نہ کرتا اور منتصر اپنی موت کیوقت بہت مضطرب تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو کچھ خطرہ نہیں
گھبرائیے نہیں کہا کہ اتنا ہی ہے کہ دنیا گئی اور آخرت آموجود ہوئی اور عمرو بن عاص نے اپنے بیٹوں سے موت کے
وقت صندوقوں کو دیکھکر کہا کہ انکو مع لیکے اونکی خبر کے کون لیگا کاش اسمیں مینگنیاں ہوتیں اور حجاج
بن یوسف نے مرتے دم کہا کہ الہی تو میری مغفرت فرما کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تو میری مغفرت نہیں کریگا
حضرت عمر بن عبد العزیز کو حجاج کی یہ تقریر اچھی معلوم ہوا کرتی اور اوسپر غبطہ کیا کرتے اور جب یہ حال حضرت
حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا تو آپنے کہا کہ کیا حجاج نے یوں ہی کہا تھا لوگوں نے کہا ہاں آپنے فرمایا
کرتا کیا عجب کہ خدا تعالی اوسکے حال پر رحم کرے

اب اقوال خاص لوگوں کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور اہل تصوف رضی اللہ عنہم اجمعین لکھے جاتے ہیں
جب حضرت معاذ بن جبل کی وفات قریب ہوئی تو فرمایا کہ الہی میں تجھسے ڈرا کرتا تھا اور آج تجھسے توقع رکھتا ہوں
الہی تو جانتا ہے کہ میں دنیا کو اور اوسمیں مدت جینے کو اسلیے پسند نہیں کرتا تھا کہ نہریں جاری کروں اور درخت
لگاؤں بلکہ گرمیوں کی دوپہر میں پیاسا رہنے اور زمانے کی آفات سہنے اور ذکر کے حلقوں میں دوزانو
علماء کے پاس بیٹھنے کے لیے پسند کرتا تھا اور جب آپ پر جانکنی کی شدت ہوئی اور ایسی سختی ہوئی
کہ کسی پر نہوئی تھی تو جب آپ بیہوشی سے افاقہ پاتے تھے اپنی آنکھ کھول لیتے تھے اور فرماتے تھے

کہ الٰہی تو جتنا چاہے میرا گلا گھونٹ لے قسم ہے تیری عزت کی کہ میرا دل تجھسے محبت رکھتا ہے۔ اور جب
حضرت سلمان فارسی رضہ نے سفر آخرت کی تیاری فرمائی تو روئے لوگوں نے سبب گریہ پوچھا آپ نے فرمایا
کہ میں کچھ دنیا پر اضطراب کی راہ سے نہیں رویا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسے اقرار لیا تھا
کہ مقدار زاد دنیا میں سے ہم میں سے کیسکے لیے اتنی ہو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے جب آپ کی وفات ہو گئی
تو جتنا کچھ چھوڑا تھا اوسکو جو دیکھا گیا تو کل کی قیمت چند اوپر دس درہم یعنی چار روپیہ کے قریب تھی اور
جب حضرت بلال رضہ کے کان میں موت کی اذان کی آواز پہونچی تو اونکی بی بی نے کہا کہ ہائے کیسا غم ہے
اونھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ واہ کیسی خوشی ہے کہ کل کو ہم اپنے دوستوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اون کی
جماعت سے ملینگے اور منقول ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رضہ مرنے کے وقت آنکھیں کھول کر
ہنس پڑے اور فرمایا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ اور حضرت ابراہیم نخعی رح کو جب موت قریب
ہوئی تو روئے لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ میں خدای تعالیٰ کے ایلچی کا منتظر ہوں کہ مجھکو
بشارت جنت کی دیتا ہے یا دوزخ کی اور جب ابن منکدر رح کی وفات قریب ہوئی تو روئے اور اونسے گریہ کا سبب
پوچھا گیا فرمایا کہ میں کسی ایسے گناہ کے لیے نہیں روتا کہ مجھکو اوسکے ارتکاب کا یقین ہو بلکہ یہ خوف ہے کہ
کہیں میں نے کوئی کام کیا ہو اور اپنی دانست میں اوسکو ہلکا سمجھا ہو اور وہ خدای تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہو
اور عامر بن عبدالقیس کی جب وفات پہونچی تو روئے پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو فرمایا کہ نہ میں موت سے
گھبرا کر روتا ہوں نہ دنیا پر حریص ہو کر بلکہ جو چیز کہ اب مجھسے چھوٹ جائیگی یعنی دوپہر کی پیاس اور جاڑونکی
رات کو جاگنا اوسکے لیے روتا ہوں۔ اور جب حضرت فضیل رح کی وفات پہونچی تو بیہوش ہو گئے پھر
آنکھیں کھولکر فرمایا کہ افسوس اتنا بڑا سفر اور اتنا تھوڑا توشہ اور جب حضرت عبداللہ بن مبارک رح کی موت
قریب ہوئی اپنے غلام نصر سے فرمایا کہ میرا سر مٹی پر رکھدے نصر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے
اوسنے کہا کہ مجھکو آپکی آسایش اور عیش یاد آتی ہے اور اب آپ فقیر اور محتاج ہو کر مرتے ہیں آپ نے فرمایا
کہ چپ رہ میں نے خدای تعالیٰ سے درخواست کی کہ زندگانی میری تونگروں کی سی کرے اور موت فقیروں
کی سی عنایت فرماوے پھر فرمایا کہ میرے سامنے تلقین کے لیے کلمہ پڑھنا مگر جب تک میری زبان سے
دوسری بات نہ نکلے تب تک دوسری بار مت کہنا۔ اور عطاء بن یسار رح کہتے ہیں کہ ایک شخص کے
سامنے شیطان مرنے کے وقت ظاہر ہوا اور اوس سے کہا کہ تو بچ گیا اوسنے جواب دیا کہ میں ابھی تک
تجھسے مامون نہیں ہوں۔ اور بعض اکابر موت کے وقت روئے لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کہ ایک
آیت کلام مجید کی رلاتی ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اور حضرت حسن رح ایک شخص کے

پاس تشریف لیگئے کہ نزع کے حال میں تھا فرمایا کہ جس کام کی ابتدا یہ ہو اوسکی انتہا سے ڈرنا چاہیے اور جسکی انتہا یہ ہو اوسکی ابتدا کو ترک کرنا چاہیے۔ اور جریری کہتے ہیں کہ حضرت جنید رح کی نزع کے وقت میں اونکے پاس تھا وہ دن جمعہ کا اور نوروز بھی تھا آپ کلام اللہ پڑھتے تھے اور اوسی حالت مین ختم کرلیا مین نے عرض کیا کہ اس حالت مین آپنے ختم کیا آپنے فرمایا کہ میرے شروع کیے ہوے کو پورا کرنے کا مستحق مجھسے زیادہ اور کون تھا کہ اسوقت میرے نامۂ اعمال تہ ہوتے ہیں۔ اور رویم کہتے ہین کہ مین حضرت ابوسعید خراز کی وفات کیوقت موجود تھا وہ چند اشعار پڑہ رہے تھے جنکا ترجمہ یہ ہے

ذکر کا ہے عارفوں کے دل کو ہر دم اشتیاق	اور مناجاتون مین اونکو راز کی ہے قیل و قال
پیتے ہی جام فنا وہ بھول دنیا کو گئے	لیتے نہیں متوالے جیسے جاتے ہیں سب بھول حال
فکر اونکی ایسے میدان میں کرین جولانیان	ہو محبوں کا جہان روشن ستارون کا سا حال
تن تو ہین اونکے یہین پر جسم اوسکے حق سے	پر وہاں ہی عجیب ہین اوپر کو ہے روحونکی چال
دم نہیں لیتے مگر جب پاسے ہوں نزدیک دوست	کچھ صبر رہی کیون ہوا اونکو نہین ہے تا ملال

اور حضرت جنید رح سے جو کہا گیا کہ ابوسعید خراز رح مرنے کے وقت حال بہت تھا آپنے فرمایا کہ اگر اونکی روح اشتیاق ہی کے مارے اوڑجاتی تو کچھ عجب تھا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح سے کہا گیا کہ آپ کیا چاہتے ہین فرمایا کہ یہ تمنا ہے کہ مرنے سے ایک لحظہ پہلے اوسکو پہچان لون اور کسی بزرگ سے نزع کیوقت کہا گیا کہو اللہ اوسنے کہا کہ تم کب تک کہے جاوگے مین تو اوسی اسم ذات سے جلا جاتا ہون اور بعض اکابر کہتے ہین کہ مین ممشاد دینوری کی خدمت مین تھا کہ اتنے مین ایک فقیر آیا اور السلام علیکم کہکر پوچھا کہ یہان کوئی صاف شستہ جگہ ہے جسمین آدمی مرسکے لوگونے اوسکو ایک جگہ بتائی کہ پانی کے کنارے پر تھی اوس فقیر نے تازہ وضو کیا اور کچھ رکعتیں پڑھین بعد اوسکے اوس جگہ مین گیا اور پانون پھیلا کر مر گیا۔ اور ابوالعباس دینوری اپنی مجلس مین کچھ فرما رہے تھے کہ ایک عورت کو حال آگیا اور چیخ ماری آپنے اوسکو فرمایا کہ مرجا وہ عورت اوٹھی اور دروازے تک پہونچکر آپکی طرف کو مڑکر دیکھا اور کہا کہ لو مین مرگئی اور مردہ ہو کر گر پڑی اور فاطمہ ہمشیرہ ابوعلی رودباری کی فرماتی ہین کہ جب میرے بھائی کی موت قریب ہوئی تو اونکا سر میری گود مین تھا اونھونے آنکھین کھولکر فرمایا کہ یہ آسمان کے دروازے کھلگئے اور بہشتین آراستہ ہوئین اور یہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ ای ابوعلی ہمنے تمکو غایت مرتبہ پر پہونچایا اگرچہ تیرا ارادہ اوسکا نہ تھا پھر آپنے ایک قطعہ پڑھا جسکا مضمون یہ ہے

قطعہ

چشم الفت مین نہ ڈالونگا کسی پر حق سے	جب تلک مجھکو نہ دکھلادیگا تو اپنا جمال

چشم بیمار سے دیکھا ہے تو تکلیف سے مجھے — رخ جو گلگون ہے حیا سے وہ بھی یہی ہو لال
اور حضرت جنید رح سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ — کہو آپ نے فرمایا کہ میں اوسکو بھولا تھوڑا ہی ہوں

جو یاد کروں اور جعفر بن نصیر نے بکران دینوری سے حضرت شبلی رح کے خادم سے پوچھا کہ اونکے مرنے کیوقت تمنے کیا حال دیکھا بکران نے کہا کہ حضرت شبلی نے یہ فرمایا کہ میرے اوپر ایک شخص کا ایک درم ہے جو ظلماً اوس سے میرے پاس آ گیا تھا ہر چند میں نے اوس شخص کیطرف سے ہزاروں صدقے دیدیے ہیں مگر میرے دل پر اوس سے بڑھکر کوئی شغل نہیں پھر فرمایا کہ نماز کے لیے مجکو وضو کرا دے میں نے وضو کرایا اور داڑھی کا خلال بھول گیا آپکی زبان بند تھی میرا ہاتھ پکڑ کر داڑھی میں دیدیا پھر وفات پائی - جعفر روئے اور کہا کہ ایسے شخص کے باب میں تم کیا کہتے ہو کہ آخر عمر میں بھی اونسے ایک مستحب شریعت کا چھوٹنے نہ پایا - اور بشر بن الحارث رح سے مرنے کیوقت کہا گیا اوسوقت کہ آپکو سختی بہت تھی کہ زندگی محبوب ہے جو موت سے ایسے چین بجبیں ہو اونھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ خدا تعالی کے پاس جانا بہت مشکل کام ہے - اور صالح بن مسمار سے کسینے کہا کہ تم اپنے بیٹے اور کنبے کے باب میں کچھ وصیت کر جاؤ اونھوں نے کہا کہ مجھے خدا تعالی سے شرم آتی ہے کہ اونکے باب میں اوسکے سوا کسی اور کو وصیت کروں - اور جب حضرت ابو سلیمان دارانی کو حالت نزع ہوئی تو اونکے یاران طریقت اونکے پاس آئے اور کہا کہ خوش ہو کہ اب آپ رب غفور رحیم کے پاس جاتے ہیں آپنے فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہتے کہ ڈرو اسلیے کہ اب ایسے پروردگار کے سامنے جاتے ہو کہ چھوٹے گناہوں کا حساب لیگا اور بڑے گناہوں پر عذاب دیگا - اور جب ابو بکر واسطی رح کی جان نکلنے لگی لوگوں نے کہا کہ ہمکو کچھ وصیت کر دو آپنے فرمایا کہ خدا تعالی کا مقصود جو تم سے ہے اوسکا لحاظ رکھو - اور کسی بزرگ کو نزع شروع ہوا تو اونکی بی بی رونے لگی پوچھا کہ کیوں روتی ہے اوسنے کہا کہ تمھارے اوپر روتی ہوں اونھوں نے کہا کہ اگر رونا ہے تو اپنے نفس پر رو میں تو اس دن کے لیے چالیس برس رو چکا ہوں - اور حضرت جنید رح فرماتے ہیں کہ میں سری سقطی رح کی عیادت کو اونکے مرض موت میں گیا اور پوچھا کہ کیا حال ہے آپنے اس مضمون کا شعر پڑھا

ت چگونہ شکوہ حالم کنم بنزد طبیب — کہ آنچہ بر سر من میرسد است از دوست

میں نے پنکھا لیکر چاہا کہ آپ پر ہوا کروں آپنے فرمایا کہ پنکھے کی ہوا اوس شخص کو کیسے معلوم ہو گی جسکا دل اندر سے جل رہا ہے پھر کچھ شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا -

آنکھ سے آنسو چلے آتے ہیں دل میں آگ ہے — کب تو ہے پاس میرے صبر بس تجھسے [illegible]
کیسے راحت ہو اوسے جسکو کہ ہووے اضطراب — شوق سے ہوں ناک میں دم اور قلق ہے مزید

یا الٰہی گرکنا ایسی ہے کسی سے میں مری ‖ جب تلک تجھ میں سبک مت ہے کر اوسے مجھ پر ...

اور روایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت شبلی رح کے یاروں میں سے موت کے وقت اونکے پاس گئے
اور کہا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ اونھون نے یہ قطعہ پڑھا

جس گھر میں کہ تو مقیم ہووے ‖ وان شمع کی کچھ نہیں ہے حاجت
بس ہے ہمیں تیری ذات نامول ‖ جس دن کریں پیش لوگ حجت
اس حال سے پا ہوں گر کنا اس ‖ وہ دن نکرے خدا عنایت

اور روایت ہے کہ ابو العباس بن عطاء حضرت جنید رح کے پاس اونکی نزع کے وقت گئے اور سلام کیا
اونھون نے اوسوقت جواب نہ دیا پھر تھوڑی دیر کے بعد جواب دیا اور فرمایا کہ مجھکو معذور رکھو کہ میں اپنے
وظیفے میں مشغول تھا پھر قبلہ کیطرف موبہہ پھیر کر اللہ اکبر کہا اور رخصت ہوئے۔ اور کتانی رح سے
کسینے مرتے وقت کہا کہ آپ کیا کرتے تھے آپنے فرمایا کہ اگر میری موت نزدیک نہوتی تو میں ہرگز نہ بتلاتا
میں اپنے دل کے دروازے پر چالیس برس کھڑا رہا جب وہمیں غیر اللہ آتا تو میں اسکو اوسکے پاس سے
ہٹا دیتا۔ اور معتمر کہتے ہین کہ جب حکم بن عبد الملک کو موت آئی تو میں بھی وہاں موجود تھا میں نے
کہا کہ الٰہی تو اس شخص پر موت کی سختیوں کو آسان فرما کہ یہ شخص چنین و چنان تھا اور اسکی صفتیں جو بیان
بیان کین اوسکو جو ہوش آیا تو پوچھا کہ کون بولتا تھا میں نے کہا کہ میں فرمایا کہ ملک الموت مجھسے کہتے
کہ میں ہر سخی پر نرمی کرتا ہون یہ کہکر چل بسے اور جب یوسف بن اسباط کی وفات قریب ہوئی تو
حذیفہ اوسکے پاس گئے دیکھا تو قلق اور اضطراب بہت ہی پوچھا کہ ای ابو محمد یہ وقت گھبرانے کا ہے
اونھون نے فرمایا کہ میں کیسے نہ گھبراؤن کہ میں یقیناً جانتا ہون کہ اپنے کسی عمل میں میں نے خدای تعالی
کی تصدیق نہین کی حذیفہ نے فرمایا کہ اس نیک مرد سے بڑا تعجب ہے کہ مرنے کے وقت حلف کرتا ہے
کہ اپنے کسی عمل میں خدای تعالی کی تصدیق نہین کی اور مغازلی رح کہتے ہین کہ میں اس ...
ایک بوڑھے کے پاس گیا جو مرض موت میں تھا اوسکو سنا کہ کہتا تھا کہ الٰہی تجھسے سب کچھہ کرنا ممکن ہے
تو میرے حال پر رحم فرما۔ اور بعض اکابر ممشاد دینوری کے پاس نزع کی حالت میں گئے اور اونکو
دعا کی کہ خدای تعالی آپکے ساتھ ایسا ویسا سلوک فرمائے وہ ہنس پڑے پھر فرمایا کہ تیس برس
سے جنت اوسکے اندر کی چیزون سمیت میرے سامنے پیش کیجاتی ہے میں نے نظر بھر کے بھی اوسکو نہیں دیکھا
اور رویم رح سے مرتے دم کہا گیا کہ کہو لا الٰہ الا اللہ اونھون نے کہا کہ میں اس سے بہتر اور کوئی
نہین کہہ سکتا۔ اور جب سفیان ثوری رح کی وفات آئی تو اونسے کہا گیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو

اونھون نے فرمایا کہ کیا وہان اور کوئی بات نہین اور مزنی رح حضرت امام شافعی رح کی مرض موت مین اونکے پاس گئے اور پوچھا کہ کیسے صبح کی فرمایا کہ اسطرح صبح کی کہ دنیا سے رحلت کرتا ہون اور بھائیون سے مفارقت اور اپنے اعمال بد سے ملاقات کرتا ہون اور جام موت کو پیتا ہون اور خدای تعالی کے پاس جاتا ہون یہ معلوم نہین کہ میری روح جنت مین جاویگی کہ اوسکی تہنیت اوسکو دون یا دوزخ مین جاویگی کہ ماتم پرسی کرون پھر یہ اشعار پڑھے

سخت جب ہوا دل اور ہوئین سب راہین بند — کر دیا اپنی رجا کو زینہ تیرے عفو کا
اپنے جرمون کو بڑا سمجھا تھا مین پر جب کیا — عفو کے تیرے مقابل عفو ہی اعظم رہا
تو ہمیشہ مغفرت کرتا ہے بندون کے گناہ — اپنے جود و عفو و احسان کرم سے ابتدا
گر نہوتا تو تو عابد تھا نذر ابلیس سے — اب تو تیرے ہی صفی آدم کو اوسنے چھل دیا

اور جب احمد بن خضرویہ پر نزع کا عالم ہوا تو کسیننے ایک مسئلہ پوچھا اونکی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ بیٹا ایک دروازے کو مین پچانوے برس سے کھٹکھٹاتا تھا وہ اب کھلے گا مجھے معلوم نہین کہ سعادت پر کھلیگا یا میری بدبختی پر تو مجھے جواب کی مہلت کہان ہے یہ ہین صلحا کے اقوال اور جیسے ان لوگون کے حال مختلف تھے ویسے ہی اقوال بھی مختلف ہین بعضون پر خوف غالب تھا اور بعضون پر رجا اور بعضون پر شوق اور محبت پس ہر ایک نے اپنے مقتضای حال کے موافق گفتگو کی ہے اور سب کے اقوال اونکے حالات کی نسبت درست و بجا ہین

چھٹی فصل

اون اقوال کے بیان مین جو عارفون نے جنازون اور قبرستان پر کہے ہین اور زیارت قبرون کے بیان مین مشتمل پانچ بیانون پر

بیان اول جنازے سے عبرت پکڑنے مین۔ واضح ہو کہ عاقل کے لیے جنازہ بھی عبرت اور تنبیہ کی چیز ہے اور غفلت والون کو اوسکے دیکھنے سے بجز دل کی سختی کے اور کچھ نہین بڑھتا اسلیے کہ اونکو گمان ہے کہ ہم ہمیشہ اورون ہی کے جنازے دیکھینگے یہ نہین جانتے کہ ہم بھی بے شک چارپائی پر اوٹھائے جاوینگے یہ اونکا صرف وہم ہی ہے چندروز بعد کچھہ نہ بن پڑیگا اور یہ نہین سوچتے کہ جتنے چارپائی پر اوٹھائے جاتے ہین سب یہی جانا کرتے تھے مگر اونکا خیال باطل نکلا اور جلدی ہی اونکی مدت پوری ہو گئی پس ہر ایک شخص کو چاہیے کہ جب جنازہ دیکھے تو اپنے آپ کو فرض کرے کہ اوسمین مین ہی ہون اسلیے کہ آخر عنقریب یون ہی ہوتا ہے شاید دوسرے یا تیسرے دن ہو۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض جب جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ چلو ہم بھی تمھارے پیچھے ہین۔ اور مکحول دمشقی رح جب جنازہ دیکھتے تو کہتے کہ تم صبح کو جاتے ہو تو ہم شام کو

جاننا اسکی نصیحت کامل ہے اور غفلت جلد آتی ہے پہلا جاتا ہے اور پچھلے کو عقل نہیں اور اسید
بن حضیر کہتے ہیں کہ میں کسی جنازے پر ایسی طرح نہیں گیا کہ میرے جی میں اسکے سوا کچھہ اور گذرا ہو کہ اس
مردے کے ساتھہ کیا معاملہ ہوگا اور اسکا انجام کیا ہوا ہے اور جب کہ مالک بن دینار رح کے بھائی کا
انتقال ہوا تو وہ اوسکے جنازے کے ساتھہ نکلے اور رو کر کہتے تھے کہ بخدا میری آنکھہ ٹھنڈی ہوگی
جب تک یہ نجان لونگا کہ تیرا مآل کہاں ہوا اور یہ بات زندگی بہر نجانونگا - اعمش رح کہتے ہین کہ ہم
جنازون پر حاضر ہوتے تھے اور یہ نجانتے تھے کہ تعزیت کس شخص سے کرین اسلیے کہ سبکو غم یکسان ہوتا تھا
اور ثابت بنانی کہتے ہین کہ ہم جنازون میں شریک ہوتے تھے تو بجز منہ ڈھانپ ڈھانپ رونے والونکو
اور کسیکو نہین دیکھتے تھے سرحکہ اکابر کا دستور موت سے ڈرنے کا اسطرح تھا اب معاملہ برعکس ہے جو لوگ
جنازے کے ساتھہ ہوتے ہین وہ اکثر ہنستے ہین اور کھیلتے ہین اور گفتگو کرتے ہیں تو اوسکی میراث ہی کی
کرتے ہیں کہ وارثوں کے لیے یہ چھوڑا اور جو مردے کے ہمسر اور قریب ہوتے ہیں وہ بھی یہی سوچتے ہین
کہ کسیلے سے کچھہ ترکہ ہمکو بھی پہونچے کسیکو یہ فکر نہین ہوتی کہ جب ہمارا جنازہ اوٹھے گا تو خدای تعالی کو
کیا منظور ہوگا ہماری نوبت کیسے کریگا اور اس غفلت کا سبب بجز دل کی سختی کے اور کچھہ معلوم نہین ہوتا
گناہ کثرت سے کرتے کرتے دل ہمارے کڑے ہو گئے یہان تک کہ خدای تعالی کو اور قیامت کے
دن کو اور آخرت کے خوفوں کو جو ہمارے سامنے ہین بھول گئے بس کھیل او غفلت مین پڑ گئے اور ایسی
چیزون مین لگے جو بیکار ہے کام نہ آوین خدای تعالی سے التجا ہے کہ وہ ہمکو اس خواب غفلت سے جگا دے
سب سے بہتر جنازے کے شریکون کا حال یہ ہوتا ہے کہ میت پر روین لیکن اگر عاقل ہون تو میت کی نسبت
اپنے حال پر رونا چاہیے کہ میت پر رونے کی نسبت کہ اپنے حال پر رونا مناسب تر ہے ابراہیم زیات نے
کچھہ لوگون کو دیکھا کہ میت کا مرثیہ کہتے ہیں فرمایا کہ تم اگر اپنے احوال پر رؤ تو تمہارے لیے بہتر ہو
اسلیے کہ وہ شخص تین خوفون سے بچ چکا ہے ایک ملک الموت کی صورت کہ اوسے دیکھہ لی دوسرے
موت کی تلخی اوسے چکھہ لی تیسرے خاتمے کا خوف اوس سے بھی وہ بیخوف ہو چکا اور تمکو یہ سب باقی
ہین - اور ابو عمرو بن العلا کہتے ہین کہ مین جریر کے پاس بیٹھا تھا اور وہ اپنے کاتب سے اپنا شعر بتا کر
لکھواتے تھے اتنے مین ایک جنازہ آیا فرمایا کہ مجکو تو ان جنازون نے بوڑھا کر دیا پھر یہ قطعہ پڑھا قطعہ

سامنے آتے جنازے ہین تو ہم ڈرتے ہین ۔۔۔ لہو مین پڑتے ہین پر آنکھہ سے جب ہون اوجھل
دیکھہ جون بھیڑیے کو بکریان ڈر جاتی ہین ۔۔۔ اوسکے جاتے ہی مگر کرتی ہین پھر کود اچھل

اور جنازے مین شریک ہونے کے آداب یہ ہین کہ فکر کرنا اور غفلت سے ہوشیار ہونا اور موت کی تیاری

کرنی اور تواضع کی ہیئت پر اوسکے آگے چلنا چنانچہ تمام آداب اور سنن ہم فقہ کے بیان مین لکھ آئے ہین اور ایک اوسکے آداب مین سے یہ ہے کہ میت پر حسن ظن کرنا اگرچہ فاسق ہو اور اپنے نفس سے بدگمان رہنا گو ظاہر مین نیک ہو اسلیے کہ خاتمے کا حال پرخطر ہے اوسکی حقیقت معلوم نہین۔ اور اسیواسطے عمر بن ذر سے منقول ہے کہ کوئی شخص اونکے ہمسایے مین سے مرگیا تھا اور وہ گناہ بہت کرتا تھا تو بہت سے آدمیون نے اوسکے جنازے سے پہلوتہی کی عمر بن ذر گئے اور اوسکی نماز پڑھی جب وہ قبر مین رکھا گیا تو اوسکی قبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے فلان تجھپر خدای تعالی رحم کرے تو اپنی عمر بھر توحید کے ساتھ رہا اور اپنے ماتھے کو سجدون سے گرد آلود کیا اور لوگ جو کہتے ہین کہ تو گناہگار اور خطاوار ہے تو ہم مین سے کون ایسا ہے جسنے گناہ نکیا ہو اور خطاوار نہوا اور نقل ہے کہ ایک شخص جو نہایت درجہ کا فسادی تھا اطراف بصرہ مین مرگیا اوسکی عورت کو کوئی نہ ملا جو جنازے پر مدد کرتا اسلیے کہ کثرت فسق کے باعث کوئی گرد نہ پھٹکا اوسنے پلہ دارون کو اجرت دیکر جنازہ اوٹھوایا اور نماز کی جگہ لیگئی تو کسینے اوسکی نماز نہ پڑھی وہ جنازے کو جنگل مین دفن کے لیے لیگئی وہان سے قریب ایک پہاڑ پر ایک بڑا زاہد رہتا تھا عورت نے اوسکو دیکھا کہ گویا جنازے کا منتظر ہے جنازہ جب پہونچا تو زاہد نے اوسکی نماز پڑھنی چاہی شہر مین شہرہ ہوا کہ فلان زاہد پہاڑ پر سے فلان شخص کی نماز کو اوترا ہے پس شہر والے نکلے اور زاہد کے ساتھ نماز مین شریک ہوے مگر متعجب تھے کہ زاہد نے نماز کیسے پڑھی اوس سے جب پوچھا تو کہا کہ مجکو خواب مین کسینے کہا کہ فلان جگہ اوتر جا وہان تجکو ایک جنازہ ملیگا کہ اوسکے ساتھ بجز اوسکی بی بی کے اور کوئی نہین اوسکے اوپر نماز پڑھ کہ وہ شخص بخشا گیا ہے اس سے لوگون کا تعجب اور بھی زیادہ ہوا زاہد نے اوس میت کی بی بی کو بلاکر اوس شخص کا حال اور اوسکی عادت پوچھی اوسنے کہا کہ سیرت اوسکی مشہور ہے دن بھر شرابخانے مین شراب پیا کرتا تھا زاہد نے کہا کہ تامل کرکے کہہ کہ کچھ اوسکے اعمال خیر مین سے بھی تجھے معلوم ہے اوسنے کہا کہ ہان تین باتین تھین اول یہ کہ ہر روز صبح کے وقت نشہ سے افاقہ ہوتا تو کپڑے بدلکر وضو کرتا اور نماز صبح جماعت مین پڑھتا پھر میخانہ مین جاکر فسق مین مشغول ہوتا دوسرے یہ کہ کبھی اوسکا گھر یتیم سے خالی نہین رہتا تھا ایک دو ہمیشہ رہتے تھے اپنی اولاد کی نسبت کر اونکے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اور اونکے حال کا نہایت جویا رہتا تھا تیسرے یہ کہ جب رات کو اوسکا نشہ ہلکا ہوتا تو اندھیری مین روتا اور کہتا کہ الہی تو دوزخ کا کونسا گوشہ مجھ ناپاک سے بھرنا چاہتا ہے زاہد کا شک یہ سنکر دور ہوا اور اپنے مقام کو لوٹ گیا۔ اور صلتہ بن اشیم سے مروی ہے کہ اوسکا کوئی بھائی مدفون ہوا تو اوسنے اوسکی قبر پر یہ شعر پڑھا

شعر

گر قبر سے بچا تو بڑی بات سے بچا
ورنہ مجھے یقین نہین تیری نجات کا

دوسرا بیان قبر کے حال و قبروں پر لوگوں کے اقوال میں۔ ضحاک رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں سے زاہد تر کون ہے آپ نے فرمایا کہ جو قبر کو اور اپنے گلنے کو نہ بھولے اور زینت دنیا کی زیادتی کو ترک کرے اور باقی چیز کو فانی پر ترجیح دے اور روز آیندہ کو اپنی زندگی میں نہ شمار کرے اور اپنے نفس کو مردوں میں گنے۔ اور حضرت علی رض سے کسی نے پوچھا کہ آپکا کیا حال ہے کہ قبرستان میں بیٹھے رہتے ہیں آپنے فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کو عمدہ ہمسایہ پایا ہے میں انکو سچے ہمسائے جانتا ہوں کہ زبان کو روکتے ہیں اور آخرت کو یاد دلاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا اِلَّا اَلْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْہُ اور حضرت عمر بن خطاب رض فرماتے ہیں کہ ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گورستان میں گئے آپ ایک قبر پر بیٹھے اور روئے میں اور لوگوں کی نسبت کہ آپ سے قریب تر تھا میں تھی آپکو دیکھکر رویا اور لوگ بھی روئے آپ نے ہم سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو ہم نے عرض کیا کہ آپکے رونے کے باعث ہم روتے ہیں آپنے فرمایا کہ یہ قبر میری ماں آمنہ بنت وہب کی ہے میں نے خدا تعالی سے اذن مانگا تھا کہ زیارت انکی کروں مجھکو اجازت دیدی پھر میں نے انکی مغفرت کے لیے دعا کی تو خدا تعالی نے نامنظور فرمائی تو مجھکو وہی رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔ اور حضرت عثمان رض جب کبھی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ڈاڑھی بھیگ جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنت و دوزخ کے بیان کے وقت نہیں روتے اور جب قبر پر کھڑے ہوتے ہیں تو روتے ہیں آپنے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے اول منزل ہے اگر اوس سے مردہ بچ گیا تو اور منزلیں اوس سے آسان ہیں اور اگر اوس سے نجات نپائی تو بعد کی منزلیں اوس سے بھی کڑی ہیں۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رض نے ایک قبرستان کو دیکھا اور اوترکر دو رکعت نماز پڑھی لوگوں نے پوچھا کہ آپنے ایسی بات کی ہے کہ کبھی نہیں کی تھی فرمایا کہ میں نے قبر والوں کو اور اوس چیز کو جو اونمیں اور خدا تعالی میں حائل ہوگی یاد کیا تو اسکو اچھا جانا کہ دو رکعتوں سے خدا تعالی کی نزدیکی حاصل کروں۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ اول جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہے کہ اوس سے یوں کہتا ہے میں کیڑوں کا گھر ہوں اور تنہائی کا مکان ہوں اور غربت و تاریکی کی جگہ ہوں یہ چیزیں تو میں نے تیرے لیے تیار کی ہیں تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ میں تمکو اپنی مفلسی کا دن بتا دیتا ہوں وہ وہ دن ہے کہ جسمیں میں اپنی قبر میں رکھا جاؤنگا۔ اور حضرت ابو درداء رض قبروں پر بیٹھا کرتے لوگوں نے جو سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں ایسے لوگوں میں بیٹھتا ہوں کہ مجھکو میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب میں چلا آتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام رات کو قبرستان میں

آتے اور قبر والوں سے مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے قبر والو تمکو کیا ہوا ہے کہ جب میں پکارتا ہوں تو جواب نہیں دیتے پھر فرماتے کہ ہان اونکو میرے جواب دینے میں کوئی شے مانع ہو گئی ہے اور گویا کہ میں بھی ایسا ہی ہوں پھر نماز پر متوجہ ہوتے اور صبح ہونے تک پڑھتے رہتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے بعض ہمنشینوں کو فرمایا کہ اے فلانے مین رات کو جاگا کیا اور قبر کا اور اوسکے رہنے والے کا حال سوچتا رہا اگر تو مردہ کا حال تین دن بعد قبر میں دیکھے تو اوسکے پاس ہونے سے وحشت کرے گو پہلے کتنا ہی اُنس اوسکے ساتھ رکھتا ہو اور قبر کو دیکھے کہ اوسمیں کیڑے دوڑ رہے ہیں پیپ بہ رہی ہے رنگ مردے کا بدلگیا ہے بو بگڑ گئی ہے کیڑے بدن کھا رہے ہیں کفن پرانا ہو گیا ہے اور پہلے صورت بھی اچھی تھی اور بو بھی عمدہ کپڑے صاف تھے یہ کہکر آپنے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ اور یزید رقاشی رح کہا کرتے کہ اے وہ شخص کہ گڑھے میں دفن ہے اور قبر میں اکیلا پڑا ہے اور زمین کے اندر اپنے اعمال نیک سے انس کرتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ تجکو کونسے عملوں سے بشارت ملی اور کونسے بھائیوں پر تو نے غبطہ کی پھر روتے یہانتک کہ دوپٹہ تر ہو جاتا تو فرماتے کہ بخدا اپنے اعمال صالحہ سے خوشخبری لے اور اپنے اون بھائیوں پر غبطہ کی جو خدا تعالی کی عبادت پر مدد کیا کرتے تھے اور اونکا یہ بھی دستور تھا کہ جب قبروں کو دیکھا کرتے تو بیل کیطرح ڈکرایا کرتے اور حاتم اصم کہتے ہیں کہ جو شخص قبرستان میں گذرے اور اپنا حال نسوچے نہ مردوں کے لیے دعا کرے تو وہ اپنی اور اونکے حق میں خیانت کرتا ہے اور بکر عابد رح اپنی ماں سے کہا کرتے کہ کیا خوب ہوتا کہ تم میرے حق میں بانجھ ہوتیں کیونکہ تمھارے بیٹے کو قبر میں بہت دنوں بند رہنا پڑیگا اور پھر وہاں سے کوچ کرنا پڑیگا اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تجکو پروردگار دار السلام کیطرف بلاتا ہے تو دیکھ کہ تو اوسکو کہاں سے جواب دیتا ہے اگر تو اوسکو دنیا میں سے جواب دیگا اور اوسکی طرف سفر کرنے کے لیے مستعد ہو گا تب تو دار السلام میں داخل ہو گا اور اگر قبر میں سے جواب دیگا تو اوس گھر میں جانے نپاویگا۔ اور حسن بن صالح رح جب قبروں پر گذرتے تو کہتے کہ تم ظاہر میں کیا خوب ہو مگر مصیبت تو تمھارے پیٹ میں ہے۔ اور عطا سلمی رح جب رات ہو جاتی تو قبرستان میں جا کر کہتے کہ اے قبر والو تم مر گئے ہائے ری موت اور تم نے اپنے عمل دیکھے واہ رے اعمال پھر کہتے کہ کل کو عطا بھی قبروں میں ہو گا کل کو عطا بھی قبروں میں ہو گا اور صبح تک یہی کہتے رہتے۔ اور سفیان ثوری رح کہتے ہیں کہ جو شخص قبر کو بہت یاد کریگا تو جنت کے باغوں میں سے اوسکو ایک باغ پاویگا اور جو اوس سے غافل رہیگا اوسکو دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا پاویگا۔ اور ربیع بن خثیم رح نے اپنے گھر میں ایک قبر کھدوا رکھی تھی جب اپنے دل میں سختی پاتے تو اوسکے اندر گھسکر لیٹ رہتے اور بڑی دیر تک پڑے رہتے پھر فرماتے رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ اسکو کئی بار دوہراتے پھر اپنے

نفس کیطرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ ربیع اب تو تو واپس بھیجا گیا اب عمل کر۔ اور احمد بن حرب کہتے ہین کہ تعجب ہے اپنی خوابگاہ کو درست کرتا ہے اور سونے کیواسطے بچھونے کو برابر کرتا ہے اوس سے زمین تعجب کرتی ہو اور کہتی ہے کہ اے ابن آدم تو اپنے بہت دنوں پڑنے کو کیوں نہین یاد کرتا میرے اور تیرے بیچ میں کوئی چیز حائل نہین۔ اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب اونھون نے قبرون کو دیکھا تو رونے پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے میمون یہ میرے باپ دادوں کی یعنی بنی امیہ کی قبرین ہین گویا دنیا والوں سے کبھی اونکی لذت و عیش مین شریک ہی نہ ہوے تھے دیکھ کیسے بچھڑے پڑے ہین اونپر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور کہنگی لگی ہوئی مدتوں مین کیڑون نے گھر بنا لیے پھر روئے اور فرمایا کہ بخدا مین کسیکو ان قبر والوں مین سے ایسا نہین جانتا کہ اوسپر انعام ہوا ہو اور عذاب خدا سے محفوظ رہا ہو۔ اور ثابت بنانی رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا جب وہان سے نکلنا چاہا تو سنا کہ ایک کہنے والا کہتا ہے کہ اے ثابت قبر والون کے سکوت سے دہوکا مت کھا انمین بہت سے نفس مغموم ہین۔ اور منقول ہو کہ فاطمہ بنت امام حسن علیہ السلام نے قبرستان مین اپنا جنازہ اپنے شوہر حضرت حسن بن حسین علیہ السلام کا دیکھا اور اپنا مونہہ ڈھانپ کر یہ شعر پڑھا شعر

تھی بجا لیک ہوگئی اندوہ	اس مصیبت کا کیا ٹھکانا ہے

اور مروی ہے کہ اونھون نے اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ گاڑا اور برس دن اوسمین معتکف رہین جب برس دن ہو چکا خیمہ اوکھاڑا اور مدینہ منورہ مین آئین بقیع کے ایک جانب سے آواز آئی کہ جو جاتا رہا تھا کیا اوسکو پایا دوسری جانب سے کسی نے کہا ناامید ہوکر پھر آئی۔ اور ابو موسی تمیمی کہتے ہین کہ فرزدق کی بی بی نے وفات پائی اوسکے جنازہ کیساتھ بصرہ کے رؤسا نکلے اونمین حضرت حسن رح بھی تھے آپنے فرزدق سے فرمایا کہ تونے اس دن کیواسطے کیا سامان کر رکھا ہے اوسنے کہا کہ لا الہ الا اللہ کی گواہی ساٹھ برس کے عرصہ سے اسیدن کیلیے ہے جب وہ عورت مدفون ہوئی تو فرزدق نے اوسکی قبر پر کہا ؎

عفو تیرا جو نہو مجھپہ تو پھر قبر کے بعد	ہے یہ ڈر تنگی سے بدتر بس نہو اوس سے بڑھکر
جبکہ ہو آوے قیامت مین گرا سا یاد	لے چلے بادہر فرزدق کو سوے بستر
طوق گردن مین ہوا اور آنکھین جون جلی سکی	جا دے دوزخ کو تو کب یاد وہ مطلب یکفر

اور اہل قبور کے باب مین لوگون نے یہ بھی کہا ہے ؎

ہو گھڑا قبرون پہ مردون کو تو آ سطور پکار	کون تم مین سے ہے گرفتار عذاب آلام
کون ماموں ہوا قبر کے ڈر سے تم مین	کسکو تم مین سے ہوا قبر مین جا کر آرام

مہر خاموشی ہے سب مردون کے موبنہ پر مگر یان — کس طرح فضل کا اونکے کوئی جانے انجام
لیک دیتے ہین جواب ایسی زبان سے تجکو — جس سے معلوم حقائق کے ہون حالات تمام
یعنی ہم مین سے کسینے جو اطاعت کی ہے — باغ جنت مین جہان چاہے پھرے باآرام
دامن آلودہ اگر جرم سے رکھتا ہے تو وہ — لوٹے ہے قعر جہنم مین بہت ہونا کام
ہا سانپ بچھو جو سکھے دوزخ کے وہ اوسپر دوڑے — روح پر غش کے صدمے یہ گذرتے ہین مدام

اور حضرت داؤد طائی رح ایک عورت پر گذرے کہ وہ ایک قبر پر رو کر کہہ رہی تھی ع

جان تیری گئی اور پھر نہ ملی ہائے دریغ — لوگون نے تیری جگہ لحد مین کی ہائے دریغ
میری آنکھون مین بھلا کیسے گذر خواب کا ہو — جب کہ تکیہ ترا یہ مٹی بنی ہائے دریغ

پھر اوسنے کہا کہ بیٹا معلوم نہین کہ کیڑون نے تیرے دونون رخسارون مین سے اول کونسا کھانا شروع کیا حضرت داؤد طائی پچھاڑ کھا کر بیہوش گر پڑے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مین گورستان مین گیا اور یہ قطعہ بنا کر پڑھا **قطعہ**

مقابر مین آیا تو مین نے کہا — کہان ہین رئیس اور کدھر ہین فقیر
کہان ہین جنہین سلطنت پر تھا ناز — کدھر ہین جو سمجھے کبر والے امیر

مین نے اونکے درمیان سے آواز سنی کہ کہنے والا تو نہ سوجھتا تھا اور آواز آتی تھی ع

خبر اور مخبر نہ دونون رہے — ہوے پنجۂ موت مین سب اسیر
ہے کیڑون کی آمد سحر اور شام — وہ کرتے ہین ان صورتون کو حقیر
جو تو پوچھتا ہے گذشتون کا حال — تجھے اونسے عبرت نہین اے خبیر

آپ کہتے ہین کہ مین سنکر روتا ہوا چلا آیا

تیسرا بیان چند نوشتون کے بیان مین جو قبرون پر لکھے ملے ہین ایک قبر پر اس مضمون کا قطعہ لکھا تھا ع

قبرین چپکی ہین وے تجکو سناتی ہین راز — اونکے باشندے ہین مٹی کے تلے گو خاموش
آخرت کے لیے گو جمع نہین کرتا تو — تجکو تو مرنا ہے پھر کسکے لیے ہے یہ خروش

اور ایک اور قبر پر یہ قطعہ کندہ تھا **قطعہ**

خانۂ تو اگرچہ ہست فراخ — قبرت آباد و جانبش محکم
از چنین قبر گو چہ سود ترا — منہدم گرتنت بود ہر دم

اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ مین قبرستان مین گیا تو دیکھا کہ ایک قبر پر یہ لکھا تھا ع

یکو بس کذشتے میکنند آثار من
مکر بینا ایکہ تعارف من میدارند
مووہ احد بحود رہا متاع بس نقسیم
وے ادائے ویوم ثقیل میدارند
گرفت ہر کہ سم خود وحوش ست ولیک
نیا ورند بیاد م تو کوئی اعیارند

اور ایک قبر پر یہ لکھا پایا

دوست کو یار ون سے ادہر سے ایک لیتی ہو جو
موت کا مانع نہین دربان نہ کوئی پاسبان
کسطرح ہوتا ہے خوش دنیا کی تو لذات سے
لکھتے ہین تجہیر کرام کاتبین سب داستان
دمبدم تیرے دموں مین ہوتی جاتی ہے کمی
عمر کرتا ہے تو حاصل لذتون مین رایگان
موت جاہل پر جہالت سے نہین کرتی ہو رحم
علم پر عالم کے بھی اوسکو نہین ترس ایجوان
موت نے قبروں مین گونگا کر دیا کیا دین جواب
جنین گونگے ہین کا کچھہ گلا ہے نہ تہا ہر کہ بیان
گنگنا کہ تیرے مکان مین تجھے سے لگے آباد تھا
آج قبرو نمین پرانی قبر ہے تیری نہان

اور ایک قبر پر یہ لکھا دیکھا ہے

یارو یہ گدریلین سے کیا جب سنین اونکی
گھوڑ دوڑ کے گھوڑون کی طرح قبرین برابر
آنکھوں سے مری آنسو گرے خوب سا رو یا
پھر دیکھا تو اونمیں ہی لگا ایا تھا بستر

اور ایک طبیب کی قبر پر لکھا دیکھا گیا مثنوی

جب کسی نے پاس میرے آ دیا مجکو سنا
قبر مین نعمان کیا تب مین نے اوس سے یہ کہا
وہ تو تھا مشہور طب مین اب کہان وہ طب گئی
اوسکی شافی وقار وہ شناسی کیا ہوئی
دوسرونکو کیسے وہ امراض سے دیتا چھوڑا
مین نہ آیا ہو علاج اوس سے جدائی موت کا

اور دوسری قبر پر یہ لکھا ملا ہے

لوگو میرے دل میں تھی ایک آرزو
جس سے مانع ہو گئی میری اجل
اب جو اکا خوف ہے اوسکو ضرور
کر سکے دنیا مین جو کوئی عمل
مین یہان آیا ہون تنہا گور مین
ایسے ہی سب آوینگے یان آج کل

تو یہ عتیقین قبروں پر اسلیے لکھی گئی ہین کہ اونکے باشندے موت سے پہلے عبرت کر یکہ واقہر اور ہوشیار وہ ہے جو دوسروں کی قبر دیکھکر اپنے آپ کو اونمین مین تصور کرے اونمین ملنے کی تیاری کرے اور جانے کہ یہ لوگ جب تک میں اہی ملونگا اپنی جگہ سے نہ ٹلینگے اور یقین رکہے کہ جن دنوں کو مین ضائع کر رہا ہوں اونمین سے اگر ایک دن بھی ان قبر والون کو ملجاوے تو اونکے نزدیک تمام

دنیا سے محبوب تر ہو کیونکہ اونکو اعمال کی قدر اب معلوم ہوئی اور حقیقت امور کی اب جانی اور اونکو زندگی کے ایک روز پر افسوس ہے تو اسلیے ہے کہ تقصیر والا اپنی کمی کا تدارک کرلے اور عذاب سے چھٹی پائے اور توفیق والا اپنا رتبہ پورا کرے اور ثواب زیادہ پائے اور اونھون نے عمر کی قدر بعد منقطع ہونے کے جانی اب ایک ساعت کے لیے بھی حسرت پر حسرت کر رہے ہیں اور تمکو تو وہ ساعت میسر ہے بلکہ کیا عجب ہے کہ بہت سی ساعتون پر قادر ہو مگر اونکو ضائع کر رہے ہو تو یہ بات خوب دل میں ٹھان لو کہ جب کام ہاتھ سے نکل جائیگا تب ان ساعتون کے ضائع کرنے پر افسوس کرو گے کہ ہائے ہمنے اپنی گھڑی سے جلد اپنا حصہ کیون نہ لیا ایک نیک بخت کہتے ہین کہ مین نے اپنے ایک بھائی کو خواب مین دیکھا اور کہا تو جی گیا الحمد للہ رب العالمین اوسنے کہا کہ اگر مین اس کلمہ کے کہنے پر یعنی الحمد للہ رب العالمین پر قادر ہوں تو دنیا وما فیہا سے مجھکو اچھا معلوم ہوتا ہے پھر کہا کہ تو نے جیسے دیکھا کہ لوگ مجھے دفن کر رہے تھے اور ایک شخص نے اوٹھکر دو رکعتین پڑھین اگر مین اونکے پڑھنے پر قادر ہو جاؤن تو دنیا وما فیہا سے مجھے محبوب تر ہین

چوتھا بیان ان اقوال کا جو لوگون نے اپنے لڑکے کے مرنے پر کہے ہین جس شخص کا لڑکا کوئی اور قریب مر گیا ہو تو اوسکے پیشتر مر جانے کو یون سمجھے کہ گویا وہ دونون سفر مین تھے اور قصد دونونکا وہ شہر تھا جو رہنے کی جگہ اور وطن اصلی ہے اب لڑکا اوس مکان مین پہلے چلا گیا اور مین بھی وہین جلد جا ملونگا تو اس سوچنے سے تاسف زیادہ نہوگا اسلیے کہ جان لیگا کہ مین بھی قریب اوس سے ملتا ہون صرف موت مین چند روز کی تقدیم و تاخیر ہے اور موت کا حال بھی یہی ہے کہ اوسکے معنی وطن مین چلے جانے کے ہین جب تک کہ پچھلا شخص آ ملے جب اس بات کو اعتقاد کریگا تو اوسکا اضطراب اور رنج و غم کم ہو جائیگا خصوصاً اوس صورت مین کہ لڑکے کے مر جانے پر وہ ثواب ملنے کا وعدہ ہے جسکے سامنے کسی مصیبت کی کچھہ اصل نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مین پیٹ سے گرا ہوا بچہ آگے بھیجون تو مجھکو اس بات سے بہتر ہے کہ اپنے پیچھے سو سوار چھوڑون اور ہر ایک ونمین سے اللہ تعالی کے راستے مین جہاد کرے اور آپنے گرے ہوئے حمل کا اسلیے ذکر فرمایا کہ ادنی سے اعلی پر تنبیہ ہو جاوے ورنہ ثواب وسی قدر ہوتا ہے جس قدر کہ لڑکے کی جگہ دل مین ہو اور زید بن اسلم رح فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک لڑکا مر گیا تھا آپنے اوس پر بہت رنج کیا آپ سے پوچھا گیا کہ اوسکی قدر آپ کے نزدیک کتنی تھی آپنے فرمایا کہ زمین کی برابر سونے کے مانند تو اونسے کہا گیا کہ آپ کو آخرت مین ثواب بھی اتنا ہی ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جاوین اور وہ اونپر صبر کرکے ثواب کا طالب ہو تو وہ اوس شخص کے لیے دوزخ کی سپر ہونگے ایک عورت نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی عرض کیا کہ خواہ دو بچے مر جاوین آپنے

فرمایا کہ جواہ ہوں اور والد کو چاہیے کہ اپنے لڑکے کے حق میں موت کیوقت دعا کرے اسلیے کہ اوسکی دعا
زیادہ توقع والی اور قریب تر قبول کے ہوتی ہے۔ محمد بن سلیمان اپنے لڑکے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا
کہ الٰہی آج میں تجھسے اوسکی لیے توقع رکھتا ہوں اور اوسکے باب میں تجھسے ڈرتا ہوں تو میری امید کو ثابت کر اور
میرے خوف کو دور فرما اور ابو سنان اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ الٰہی جو میرا حق اوسکے ذمہ
واجب تھا وہ میں نے اوسکو بخشدیا تو جو تیرا حق اوسکے ذمہ تیرا واجب ہو وہ تو بخشدے کہ تو زیادہ جواد اور
زیادہ کریم ہے۔ اور ایک اعرابی اپنے بیٹے کی قبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ الٰہی جو کچھ اسنے میرے ساتھ سلوک
کرنے میں قصور کیا وہ میں نے اوسکو معاف کیا پس جو کچھ تیری طاعت میں اوسنے قصور کیا ہو وہ تو معاف فرما
اور جب ذر بن عمر کی وفات ہوئی تو اوسکے باپ عمر اوسکی لحد میں رکھے جانیکے بعد کھڑے ہوئے اور کہا کہ
اے ذر ہمکو تیرے باب میں اتنا خوف ہے کہ اوس سے ہم تجہیز غم کرنا بھول گئے ہمکو معلوم نہیں کہ تجھسے کیا سوال
ہوا اور تونے کیا جواب دیا پھر کہا کہ الٰہی یہ ذر ہے کہ جبتک تونے دیا اوس سے مجھکو نفع دیا اور اب اوسکی مدت
اور روزی تو نے پوری کی اور اوسپر ظلم نہیں کیا الٰہی تو نے اوسپر اپنی طاعت اور میری فرمانبرداری لازم کی تھی الٰہی
جو کچھ تو نے اس مصیبت پر صبر کرنیکا ثواب مجھکو دینا کیا ہے وہ میں نے اوسکو بخشدیا پس تو اوسکا عذاب مجھکو
دیڈال اور اوسکو عذاب مت کر اس تقریر سے سب آدمی رو پڑے پھر پھرنے کے وقت یوں کہا کہ اے ذر تیرے
بعد ہمکو کسی اور کی حاجت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی انسان کی ضرورت ہم نہیں جانتے ہیں اور تجھکو تنہا
چھوڑتے ہیں اگر ٹھہرے بھی رہیں تو تجھکو کچھ فائدہ نہ دینگے اور ایک شخص نے بصرہ میں ایک عورت کو
دیکھکر کہا کہ اس جیسی تازگی میں نے کبھی نہیں دیکھی اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اسکو رنج کم ہے اوس عورت
نے کہا کہ اے بندہ خدا میں تو ایسے غم میں ہوں کہ اوسمیں میرا شریک کوئی نہیں اوسنے پوچھا کہ کس طرح
عورت نے کہا کہ حال یہ ہے کہ میرے شوہر نے عید اضحی کے روز ایک بکری ذبح کی تھی اور میرے دو لڑکے
خوبصورت کھیل رہے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ تو دیکھا چاہتا ہے کہ ہمارے باپ نے بکری کیسے ذبح
کی اوسنے کہا کہ اچھا پس اوسنے چھوٹے کو پکڑ کے ذبح کر ڈالا اور ہمکو جب خبر ہوئی کہ جب وہ تڑپا حلق میں لوٹ
رہا تھا صبح اور جو نہ سہت ہوا تو بڑا لڑکا بھاگ کر ایک پہاڑ کیطرف جیسے چلا گیا وہاں کہیں بھیڑیا موجود
تھا اوسنے اوس لڑکے کو کھا لیا اوسکا باپ جو اوسکو ڈھونڈھنے نکلا تو گرمی کی شدت کے باعث پیاس
کے مارے مر گیا تو اب گردش دوران نے مجھکو ہی تنہا چھوڑ دیا غرضکہ اسطرحکی مصائب کو لوگوں کے مرنے کیوقت
یاد کرنا چاہیے تاکہ شدت واویلا سے تسلی ہو اسلیے کہ کوئی مصیبت ایسی نہیں کہ اوس سے بڑی خیال میں آسکتی ہو
اور خدا تعالیٰ اوسکو ہر حال میں دور کر رہا ہو تو معلوم ہوا کہ بہت سے مصائب وہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ

دفع کرتا ہے سے پس آدمی کو جزع کرنے کا مقام کسی صورت مین نہین

پانچوان بیان قبرون کی زیارت اور میت کے واسطے دعا کرنے اور اوسکے متعلقات کے ذکر مین

قبرون کی زیارت خواہ کسیکی ہون موت کی یاد اور عبرت حاصل کرنیکو مستحب ہے اور صلحا کی قبرونکی زیارت عبرت کے علاوہ تبرک کے لیے بھی مستحب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول زیارت قبور سے منع فرمایا تھا پھر اوسکی اجازت دی حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ مین نے تمکو قبرون کی زیارت سے منع کیا تھا مگر آگاہ ہو کہ قبرون کی زیارت کیا کرو کہ وہ تمکو آخرت یاد دلاوینگی لیکن کوئی کلمہ بیجا مت کہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مان کی قبر کی زیارت ہزار مسلح آدمیون کے ساتھ کی اور جتنے آدمی کہ اوس روز روتے معلوم ہوے اوس سے زیادہ کبھی نہین معلوم ہوے اور اسی روز مین آپنے ارشاد فرمایا کہ مجکو اجازت زیارت کی ملی نہ بخشش کی درخواست کرنیکی جیساکہ ہم پہلے لکھ آئے ہین اور ابن ابی ملیکہ رض فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت ام المومنین عایشہ صدیقہ رض قبرستان سے تشریف لائین مین نے عرض کیا کہ آپ کہان سے تشریف لائین اونھون نے فرمایا کہ اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر سے مین نے عرض کیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع نہین فرمایا تھا اونھون نے فرمایا کہ ہان اول منع فرمایا تھا پھر اجازت دیدی تھی۔ اور اسی سے تمسک کرکے عورتون کو قبرستان مین جانے کی اجازت ندینی چاہیے اسلیے کہ وہ قبرون پر جاکر کلمات ناشایستہ بہت کہتی ہین تو زیارت قبر سے جو اونکو بہتری ہوتی وہ بدی سے کمتر ہے علاوہ ازین اثناے راہ مین پردیکا کھولنا اور زینت کا غیرون پر ظاہر ہونا بھی اونسے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونون بڑے گناہ ہین اور زیارت صرف مسنون ہے تو اداے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا ہان اگر عورت پھٹے پرانے کپڑے پہنکر نکلے کہ کوئی مرد اوسکی طرف توجہ نکرے اور قبر پر جاکر صرف دعا کرے اور کوئی بات نکرے تو کچھ مضائقہ نہین۔ اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قبرون کی زیارت کر اور اوس سے آخرت کو یاد کر اور مردون کو نہلا اسواسطے کہ بدن خالی از روح کی تدبیر کرنی ایک بڑی پکی نصیحت ہے اور جنازون کی نماز پڑھ شاید اس سے تجکو غم ہو اسلیے کہ غمگین خدا کے سایہ مین ہوگا۔ اور ابن ابی ملیکہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ زیارت کرو اپنے مردونکی اور اونپر سلام کرو اور اونکے لیے دعا کرو اسلیے کہ تمکو اونسے عبرت ہوگی۔ اور حضرت نافع رض سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رض جس قبر پر گذرتے اوسپر کھڑے ہوکر سلام کرتے۔ اور حضرت امام جعفر علیہ السلام اپنے باپ امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی ہین کہ حضرت فاطمہ زہرا رض اپنے دادا حضرت حمزہ رض کی قبر کی زیارت کو چند روز بعد جایا کرتین اور اوسکے پاس نماز پڑھتین اور رویا کرتین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے مان باپ خواہ



آپکی قبر کی زیارت کرے تو اوسکے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور نیک لکھا جاتا ہے - اور حضرت ابن سیرین رحمہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے ماں باپ مرجاتے ہین اور وہ اونکا نافرمان تھا
اور اونکی بعد اونکے حق مین دعا کرتا ہے تو اللہ تعالی اوسکو فرمانبردارون مین لکھدیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا مَنْ زَارَنِیْ
بِالْمَدِیْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا وَشَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور حضرت کعب احبار رح فرماتے ہین کہ جو فجر
طلوع ہوتی ہے اوسمیں ستر ہزار فرشتے آسمان سے اوترکر قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانپ لیتے ہین
اور اپنے بازو پھیر پھیر کر آپ پر درود شریف بھیجتے ہین یہان تک کہ جب شام ہوجاتی ہے تو وہ فرشتے آسمان کو چڑھجاتے ہین
اور اونکی بدلی اوترتے ہیں اور جیسا پہلوں نے کیا تھا ویسا ہی یہ بھی کرتے ہین یہان تک کہ جب قبر مین پھٹیگی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھینگے اور آپکے ساتھ ستر ہزار فرشتے آپکی تعظیم کرتے ہونگے - اور قبرون کی زیارت مین مستحب ہے
کہ قبلہ کیطرف پیٹھ کرکے میت کیطرف موہہ کرکے کھڑا ہو اور مردے پر سلام کرے اور قبر کو نہ پوچھے نہ ہاتھ لگاوے
نہ بوسہ دے اسلیے کہ یہ افعال نصاری کی عادت میں سے ہیں حضرت نافع رح کہتے ہیں کہ مین نے حضرت ابن عمر رض
کو سو دفعہ بلکہ زیادہ دیکھا ہے کہ آپ روضۂ مطہرہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ سلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
سلام ابی بکر رض پر سلام میرے باپ پر اور لوٹ آتے تھے - اور ابو امامہ رح کہتے ہیں کہ مین نے حضرت انس بن مالک رض
کو دیکھا کہ قبر شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کھڑے ہوکر دونوں ہاتھ اوٹھائے یہان تک کہ
مین گمان کیا کہ آپنے نماز کے لیے اللہ اکبر کہا پھر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کہکر واپس آئے - اور
حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے
اور اوسکے پاس بیٹھتا ہے تو وہ اوس سے انس حاصل کرتا ہے اور اوسکے سلام کا جواب دیتا ہے جبتک کہ وہ وہان سے
اوٹھے - اور سلیمان بن سحیم کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
یہ لوگ جو آپکی پاس حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہین تو آیا اونکے سلام کو سمجھتے ہین آپ نے فرمایا کہ
ہاں سمجھتا ہون اور اونکا جواب دیتا ہون ؎

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آن لب	کہ صد سلام مرا بس یکی جواب از تو

اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ جب آدمی کسی جان پہچان کی قبر پر گذرتا ہے اور سلام کرتا ہے تو مردہ
جواب دیتا ہے اور پہچان لیتا ہے اور جب نا آشنا کی قبر پر گذر کر سلام کرتا ہے تو وہ سلام کا جواب ہی دیتا ہے
اور ایک شخص عاصم جحدری کی اولاد مین سے کہتا ہے کہ مین نے عاصم کو مرنے کے دو برس بعد خواب مین دیکھا اور
پوچھا کہ تم مرگئے تھے اونہون نے کہا کہ ہاں مین نے پوچھا کہ تم کہاں رہتے ہو اونہون نے فرمایا کہ ہم جنت کے

باغوں میں سے ایک باغ میں رہتے ہیں ہم اور جماعت ہمارے یار ہر جمعہ کی رات اور اوسکی صبح کو ابو بکر بن
عبداللہ مزنی رح کے پاس اکٹھے ہوتے ہیں اور تم لوگوں کی خبریں سنتے ہیں میں نے پوچھا کہ تمہارے جسم
ملتے ہیں یا روحیں اونھوں نے فرمایا کہ جسم تو پڑے سوتے ہیں اونکا ملنا کہاں مگر روحوں میں ملاقات ہوتی ہے
میں نے پوچھا کہ تم ہماری زیارت سے بھی مطلع ہوتے ہو اونھوں نے فرمایا کہ ہاں جمعہ کی رات کو اور تمام
روز جمعہ کو اور ہفتے کے دن آفتاب نکلنے تک تمہاری زیارت کی خبر ہوتی ہے میں نے کہا کہ اور دنوں میں
کیوں نہیں خبر ہوتی اونھوں نے فرمایا کہ جمعہ کی بزرگی اور فضل کے باعث اسمیں اطلاع ہوتی ہے اور محمد
بن واسع رح جمعہ کے روز قبروں کی زیارت کیا کرتے اونسے کہا گیا کہ آپ دوشنبے کے روز تک کی تاخیر فرمایا کیجیے
آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ مردے اپنی زیارت کرنے والوں کو جمعہ کے روز اور ایک دن اوس سے پیشتر اور
ایک دن اوسکے بعد پہچانا کرتے ہیں۔ اور ضحاک رح کہتے ہیں کہ جو شخص ہفتے کے روز آفتاب نکلنے سے پیشتر کسی
قبر کی زیارت کرتا ہے تو میت کو اوسکی زیارت کا حال معلوم ہوجاتا ہے لوگوں نے کہا کہ اسکی کیا وجہ ہے
اونھوں نے فرمایا کہ جمعہ کی عظمت کے باعث اوس وقت تک یہ اثر رہتا ہے۔ اور بشر بن منصور رح کہتے ہیں کہ طاعون
یعنی وبا کے دنوں میں ایک شخص قبرستان میں آمد و رفت کیا کرتا اور جنازوں کی نماز پڑھا کرتا جب شام ہوتی تو
قبرستان کے دروازے پر کھڑا ہوکر یوں کہا کرتا کہ خدای تعالی تمہاری وحشت کو انس سے بدلے اور تمہاری بیکسی پر
رحم فرمادے اور خطاؤں سے درگذرے اور حسنات تمہاری قبول کرے۔ ان کلمات سے زائد کچھہ نہیں کہتا تھا
وہ شخص کہتا ہے کہ ایک شام کو اتفاقاً میں قبرستان کیطرف نگیا اور حسب دستور دعا نہ کی اپنے گھر چلا آیا جب میں سو رہا
تو خواب میں دیکھا کہ بہت سے لوگ میرے پاس آئے میں نے اونسے پوچھا کہ تم کون ہو اور میرے پاس کیوں آئے
اونھوں نے کہا کہ ہم قبرستان کے لوگ ہیں میں نے پوچھا کہ پھر کیا مطلب ہے اونھوں نے کہا کہ جب تم گھر کو پھرا کرتے تھے
تو تم نے عادت کرلی تھی کہ کچھہ تحفہ ہمکو دیا کرتے تھے میں نے پوچھا کہ کیا تحفہ تھا اونھوں نے کہا کہ کچھہ دعا
مانگا کرتے تھے آج تم نے اوس سے ہمکو محروم رکھا اسلیے یہاں مراد ہم آئے ہیں۔

شعر بروے خود در طمع باز نتوان کرد	چو باز شد بدرشتی فراز نتوان کرد

میں نے کہا کہ اچھا اب میں پھر یہ تمہارا پہونچاتا رہونگا چنانچہ پھر میں نے کبھی ناغہ نکیا اور بشار بن غالب
نجرانی کہتے ہیں کہ میں رابعہ عدویہ رح کے حق میں بہت دعا کیا کرتا تھا ایک رات میں نے اونکو خواب میں دیکھا
کہ فرماتی ہیں کہ اے بشار تیرے تحفے ہمارے پاس پے در پے نور کے طباقوں میں حریر کے رومالوں میں لپٹے ہوے
آتے ہیں میں نے کہا کہ انکی یہ کیفیت کیوں ہوتی ہے اونھوں نے فرمایا کہ جو مسلمان زندہ اپنے مردہ دوست کے
حق میں دعا کیا کرتا ہے اور وہ قبول ہوجاتی ہے تو وہ دعا اسیطرح نور کے طباقوں میں رکھکر حریر کے رومالوں

لپیٹی جاتی ہو پھر مردے کو دی جاتی ہے اور اوس سے کہدیا جاتا ہو کہ یہ فلاں شخص کا ہدیہ تیرے لیے ہے۔
اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوئے فریاد خواہ کے ہے دعا کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا
دوست کیطرف سے پہونچے اور جب دعا اوسکو کسیکی جانب سے پہونچتی ہے تو اوسکے نزدیک دنیا و مافیہا سے
محبوب تر ہوتی ہو اور زندوں کے تحفے مردوں کے لیے دعا اور مغفرت کی درخواست ہیں۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین
کہ میرا ایک بھائی مرگیا تھا مین نے اوسکو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ جب تجھے قبر میں رکھا تیرا کیا حال ہوا اوسنے
کہا کہ ایک شخص میرے پاس آگ کی شہاب لایا اگر ایک دعا کرنے والا میرے حق مین دعا نکرتا تو مجھے یقین تھا کہ
وہ آگ کی شہاب مجھے مارتا۔ اور یہاں سے مستحب ہے دفن کے بعد مردے کو تلقین کرنا اور اوسکے لیے دعا مانگنی
سعید بن عبداللہ ازدی کہتے ہیں کہ مین ابو امامہ باہلی رض کی موت کے وقت اونکی خدمت مین گیا اونھون نے فرمایا
کہ اے سعید جب مین مرجاؤں تو میرے ساتھ وہ معاملہ کیجو جسکا امر ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو یعنی
آپ نے یون ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم مین سے کوئی مرجاوے اور اوسکو تم مٹی دے چکو تو چاہیے کہ ایک شخص تم میں سے
اوسکی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے کہ اے فلان شخص فلانی عورت کے بیٹے وہ سنیگا تو مگر جواب نہیں دیگا پھر
دوبارہ اسیطرح پکارے وہ سیدھا بیٹھ جاویگا پھر تیسری دفعہ اسیطرح کہے وہ کہیگا کہ ارشاد کر خدا تعالی تجھپر
رحم کرے مگر تم لوگ اوسکے اس جواب کو نہ سنوگے پھر اوس سے کہے کہ یاد کر اوس چیز کو جسپر تو دنیا سے اوٹھا ہے یعنی
گواہی کہ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی اور یہ کہ تو اس بات پر راضی ہوا کہ تیرا پروردگار اللہ ہو اور دین
اسلام ہو اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین اور قرآن امام ہو اسلیے کہ اگر یہ اوسکو سنا دیگے تو منکر اور نکیر اوسکے
پاس سے ہٹ جاوینگے اور یوں کہینگے کہ یہاں سے چلو اس شخص کے پاس ہم کیوں بیٹھیں اسکو تو حجت سکھلا دیگئی
اور اللہ تعالے اوس شخص کیطرف سے منکر نکیر کو جواب دیگا ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اوسکی ماں کا نام
معلوم نہو آپنے فرمایا کہ اوسکو حوا کی اولاد کہکر پکارے انتہی۔ اور قبر پر کلام مجید کے پڑھنے کا کچھ مضائقہ
نہیں علی بن موسی حداد کہتے ہیں کہ مین امام احمد بن حنبل رح کے ساتھ ایک جنازے مین شریک تھا اور محمد بن
قدامہ جوہری ساتھ تھے جب جنازہ دفن ہوچکا تو ایک اندھا آدمی قبر کے پاس قرآن پڑھنے لگا امام احمد رح
نے فرمایا کہ قبر پاس قرآن پڑھنا بدعت ہے جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچھا کہ
آپکے نزدیک مبشر بن اسمعیل حلبی کیسا شخص ہو آپنے فرمایا کہ معتبر ہے اور اوس سے پوچھا کہ تمنے اوس سے کچھ یاد کیا ہو
اونھوں نے کہا کہ ہاں مجھکو خبر دی مبشر بن اسمعیل نے عبدالرحمن بن علاء بن لجلاج سے کہ عبدالرحمن کے باپ علاء بن
لجلاج نے وصیت کی کہ جب مین دفن ہوچکوں تو میری قبر پر سر کیطرف شروع سورہ بقر کا اور اوسکا آخر
پڑھا جاوے اور علاء رح نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے حضرت ابن عمر رض سے کہ اونھون نے بھی اسکی وصیت کی تھی

تب امام احمد رحہ نے محمد بن قدامہ سے کہا کہ تو جاؤ اور اوس شخص سے کہدو کہ قرآن پڑھے اور محمد بن
احمد مروزی کہتے ہین کہ مین نے امام احمد بن حنبل رحہ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جب تم قبرستان مین جاؤ
تو سورۂ الحمد اور قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق اور قل ہو اللہ پڑھکر اسکا ثواب قبرستان والونکو
بخشدیا کرو کہ اونکو پہونچیگا - اور ابو قلابہ کہتے ہین کہ مین شام سے بصرہ مین آیا اور خندق پر اُتر کر وضو
کرکے رات کو دو رکعتین پڑھین اور ایک قبر پر سر رکھکر سو گیا خواب مین دیکھا کہ قبر والا مجھسے شکایت کرتا ہی
کہ تمنے رات بھر مجکو ایذا دی پھر کہا کہ تم نہین جانتے مگر ہم جانتے ہین اور ہم عمل پر قادر نہین یہ دو رکعتین
جو تمنے پڑھین ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہین پھر کہا کہ دنیا والونکو خدا ہی تعالی ہماری طرف سے
جزاء خیر دیوے اونکو ہماری طرف سے سلام کہنا اسلیے کہ کبھی اونکی دعا سے ہمارے پاس ایک نور پہاڑ کے
برابر آجایا کرتا ہے - غرض کہ قبر کی زیارت سے زندہ کو تو یہ فائدہ ہے کہ عبرت ہو اور مردو کو یہ فائدہ ہو
کہ دعا پہونچے اسلیے زیارت کرنے والیکو اپنے حق مین اور میت کے حق مین دعا کرنے سے غافل نہونا چاہیے
نہ عبرت حاصل کرنے سے غفلت کرنی چاہیے اور عبرت حاصل کرنا اسطرح ہوتا ہے کہ اپنے دلمین مردے کی
صورت جمالے کہ اوسکے اعضا کیسے علیحدہ ہوگئے اور قبر سے کیسے اوٹھیگا اور یہی تصور کرے کہ مین بھی عنقریب
ایسا ہی ہو جاؤنگا جیسے کہ مطرف بن ابی بکر ہذلی کہتے ہین کہ عبد قیس کی اولاد مین سے ایک بڑھیا عابدہ تھی
جب رات ہوتی تو وہ کمر باندھتی اور نماز پڑھنے کے لیے اوٹھ کھڑی ہوتی اور جب دن ہوتا تو قبرستان مین
چلی جاتی مینے سنا ہی کہ لوگون نے اوسکو کہا کہ تم کثرت سے قبرستان مین کیون جاتی ہو اوسنے جواب دیا
کہ دل سخت جب جفا کرتا ہی تو اوسکو یہ پُرانے کھنڈر ملائم کرتے ہین اور مین جو قبرون مین آتی ہون تو دیکھتی ہون
کہ گویا لوگ قبرون کی تہون مین سے نکلے ہین منہ اونکے خاک آلودہ اور رنگ متغیر اور کفن میلے ہین تو ایسی نظر کا
کیا کہنا ہے اگر اسیطرح کی نظر بندون کے دلون مین جم جاوے تو نفسون پر اسکی تلخی کیا کچھ ہو اور بدن اسکو با محنت
کیا کچھ تکلیف نہون بلکہ چاہیے کہ صورت مردے کی وہ دل مین یاد کرے جسکو حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے
بیان کیا تھا یعنی ایک فقیہ نے آکر آپکی صورت کے بدل جانے سے نہایت تعجب کیا کہ کثرت عبادات اور مشقت
سے آپ کا کچھ اور ہی طور ہو گیا تھا آپنے فرمایا کہ میان صاحب قبر مین دفن ہونے کے بعد اگر مجھے تین دن
پیچھے دیکھوگے تو اور بھی تعجب کروگے کہ آنکھین نکلکر رخسارون پر کونسے ہونگی اور ہونٹ دانتون سے جُدا
ہونگے منہ کھلا ہوا ہوگا اور پیٹ سے پیپ نکلتی ہوگی پیٹ پھولکر سینے سے اونچا ہوگا پیٹھ پاخانہ کی راہ سے
نکلی ہوگی اور نجاسات اور کیڑے نتھنون سے نکلتے ہونگے جب یہ صورت دیکھوگے تو زیادہ تر تعجب کروگے - اور
نیز مستحب ہی کہ میت کی تعریف کرے اور جب اوسکا ذکر آوے تو اچھا ہی کہے حضرت عائشہ نے فرمایا ہین کہ آنحضرت صلعم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو اوسکو چھوڑ دو اوسکی برائی مت کرو اور ایک
حدیث شریف میں فرمایا کہ مردوں کو گالی مت دو کہ وہ اپنے کیے کو پہونچ گئے ہیں اور ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے
کہ اپنے مردوں کا ذکر بہتری ہی سے کیا کرو اسلیے کہ اگر وہ جنتی ہیں تو برا کہنے کا گناہ تمپر ہوگا اور اگر وہ دوزخی ہیں
تو انکو اونھیں کی حیثیت کافی ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس کو گذرا تو لوگوں نے اوسکی برائی بہت سی بیان کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی پھر اور جنازہ آیا
تو اوسکی بھلائی ذکر کی آپنے فرمایا کہ واجب ہوگئی حضرت عمر رض نے پوچھا کہ کیا واجب ہوگئی آپنے فرمایا کہ اس
جنازے کی تم نے بھلائی بیان کی اوسکے لیے جنت واجب ہوگئی اور پہلے جنازے کی برائی کی تو اوسپر دوزخ
واجب ہوگئی اور تم خدای تعالی کے گواہ ہو زمین میں یعنی جس چیز کی گواہی دیدوگے ویسا ہی حکم ہوگا اور
حضرت ابوہریرہ رض اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا کہ بندہ جب مرجاتا ہے اور لوگ اوسکا وہ
حال بیان کرتے ہیں جو علم الہی میں ویسا نہیں ہوتا تو اللہ تعالی فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے
اپنے بندوں کی گواہی اس بندے کے باب میں قبول کی اور اسکے جو گناہ جانتا ہوں اونکو معاف کیا

ساتوین فصل موت کی حقیقت میں اور جو حال کہ میت پر قبر میں صور کے پھونکنے تک گذرتا ہے اوسکو ذکر میں

اس فصل میں چار بیان ہیں

بیان اول موت کی حقیقت میں واضح ہو کہ لوگ موت کی حقیقت کے بیان میں جھوٹے گمان اور خیالات
کرتے ہیں اور غلطی پر ہیں مثلاً بعض گمان کرتے ہیں کہ موت نیست ہو جانا ہے نہ حشر ہوگا نہ نشر نہ خیر اور شر کا
کچھ انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی گھاس کی یہ رای ملحدین اور ان لوگوں
کی ہے جو اللہ تعالی اور روز قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور بعض یہ گمان کرتے ہیں کہ موت سے آدمی نیست
ہو جاتا ہے مگر قبر سے لیکر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہے نہ ثواب سے راحت اور بعض یہ کہتے ہیں کہ روح
باقی رہتی ہے موت سے نیست نہیں ہوتی اور ثواب و عذاب روحوں ہی کو ہے جسموں کو نہیں اور جسم
ہرگز نہ اوٹھائے جاوینگے نہ پھر سے زندہ ہونگے اور یہ سب اقوال گمان خراب و رحق سے پھرے ہوئے ہیں
اور حدیثوں کا اعتبار کے لائق اور آیات اور حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ موت صرف حال کے بدلنے کا
نام ہے اور روح جسم سے جدا ہونے کے بعد یا عذاب میں مبتلا یا آسایش میں چین کرتی باقی رہتی ہے اور
روح کی جسم سے جدا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوسکا تصرف جسم پر سے جاتا رہتا ہے جسم اوسکی اطاعت سے
باہر ہو جاتا ہے یعنی اعضاء سب روح کے آلات ہیں کہ اونسے وہ کام لیا کرتی ہے مثلاً ہاتھ سے پکڑا
کرتی ہے کان سے سنا کرتی ہے آنکھ سے دیکھا کرتی ہے اور دل سے اشیا کی حقیقت جانا کرتی ہے اور

دل اسسے غرض یہان روح سے تو یہ غرض ہوئی کہ روح اشیا کی حقیقت خود معلوم کیا کرتی ہو سکتی ہے اسکی ضرورت
استطاعت کبھی اپنے آپ اقسام غم سے دکھ پایا کرتی ہے اور انواع خوشی سے سکھ اور یہ امور متعلق اعضا و جسم کے نہین
تو جتنی باتین ایسی ہین کہ اونسے خود روح موصوف ہوتی ہے وہ تو بعد جسم کے جدا ہونے کے بھی روح کے ساتھ
رہتی ہین اور جو باتین روح کو بواسطہ اعضا کے ہوا کرتی ہین وہ جسم کے مرنے سے جاتی رہتی ہین یہانتک کہ دوبارہ
پھر جسم مین روح آئے اور روح کا جسم مین دوبارہ آنا قبر مین کچھ دشوار ہے نہ قیامت کے روز تک کی دیر کچھ
بعید ہے اللہ تعالی نے جیسا جس بندے کیواسطے حکم کر دیا ہے وہی اوسکو خوب جانتا ہے اور موت کے باعث
جسم کا بیکار ہونا ایسا ہے جیسے اپاہج آدمی کے اعضا مزاج کے بگڑنے سے یا پٹھون مین سدہ واقع ہونے کی
باعث نکمے ہو جاتے ہین اور اونمین روح نہین اثر کر سکتی تو اس صورت مین روح کا عالم ہونا اور عاقل اور مدرک
ہونا باقی رہتا ہے اور بعض اعضا سے کام لیتی ہے اور بعض اوس سے نافرمان ہو جاتے ہین اور موت کے معنی
سب اعضا کی روح سے نافرمان ہونے کے ہین اور اعضا تو روح کے آلات تھے جنسے وہ کام لیتی تھی اور روح
غرض وہ چیز ہے جو انسان کے اندر علوم اور غمون کی تکلیف اور خوشیون کی لذت معلوم کرتی ہے تو جب
روح کا تصرف اعضا مین باطل ہو گیا تو اوسکے علوم اور ادراکات اور خوشیون اور غم اور لذت و درد کا قبول کرنا
تو نہین جاتا رہا اور انسان واقع مین وہی چیز ہے جو علوم کو ادراک کرتی ہے اور رنج و راحت کو پاتی ہے اور
یہ صفت نہین مرتی بلکہ موت کے باعث سے بدن پر سے اوسکا تصرف اوٹھ جاتا ہے اور بدن اوسکا آلہ نہین رہتا
جیسے لنجے پن کے یہ معنی ہین کہ روح کے آلہ ہونے سے ہاتھ نکل گیا اور اوسکے کام کا نہ رہا اسیطرح موت گویا سارے
اعضا کا اپاہج ہو جانا ہے کہ کوئی اوسکا آلہ نہ رہا اور انسان کی حقیقت جو اوسکا نفس اور روح ہے وہ بدستور موجود ہے
ہان اوسکے حال کا بدلنا دو طرح سے ہے اول تو یہ کہ اوس سے اوسکی آنکھ اور کان اور زبان اور ہاتھ اور پانون
اور جملہ اعضا چھین گئے اور اہل و اقارب و زن و فرزند اور تمام اشیا۔ اور گھوڑے اور سواریان اور غلام اور گھر اور
تمام جایداد چھین گئی اور اسمین کچھ فرق نہین کہ آدمی سے یہ چیزین چھین جاوین یا خود اوسکو ان چیزون سے چھین لیا جاوے کیونکہ
اسواسطے ایذا دینے والی چیز تو جدائی ہے اور جدائی دونون صورتون مین حاصل ہے ایسا ہوتا ہے کہ کبھی تو آدمی کا
مال لوٹ لیا جاتا ہے اور کبھی مال وغیرہ بدستور رہتا ہے اور مالک ہی کو قید کر لیا جاتا ہے دونون صورتون مین درد
یکسان ہوتا ہے اور موت بھی یہی ہے کہ انسان کو اوسکے جمیع اموال اور لواحق سے لیکر ایک اور عالم مین بھیجدیا جاتا ہے
جو اس عالم کے مشابہ نہو پس اگر دنیا مین اوسکی کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے اوسکو انس اور راحت تھی تو بعد موت
کے اوس چیز کی حسرت اوسپر بڑی ہوگی اور اوسکی جدائی مین اوس شخص کو نہایت تکلیف ہوگی بلکہ اوسکا دل ایک ایک
چیز کیطرف التفات کریگا مال کیطرف جدا اور جاہ کیطرف جدا اور جایداد غیر منقول کیطرف جدا یہانتک کہ اگر

کوئی گرہ یا پتنگ ترنج اگر یاد ہوگا تو اوسکے چھوٹنے کا بھی رنج ہوگا اور اگر بجز خدای تعالیٰ کے ذکر کے اور کسی چیز
دین حنا اور ۔ اوسکو سوا اوسکے الفت رکھتا تھا تو مرنے سے بڑی آسایش ملیگی اسلیے کہ موانع ہر طرف
ہونگے اور محبوب ان سے آپ میں تخلیہ ہو جائیگا تمام اسباب دنیاوی خدای تعالیٰ کے ذکر سے حائل ہی تھے
وہ سب برطرف ہونگے یہ ایک وجہ زندگی اور موت کے حال میں اختلاف کی تو یہ تھی جو بیان ہوئی دوسری
وجہ حال کے بدلنے کی یہ ہے کہ موت کے باعث انسان کو وہ باتین کھلجاتی ہیں جو زندگی مین نہیں کھلتی تھین
جیسے جاگتے آدمی کو ایسے حالات منکشف ہوتے ہین جو خواب مین نہین ہوتے اور آدمی سب مردہ ہیں جب مرچکے
تو جاگینگے سب سے پہلے جو آدمی پر حال کھلے گا وہ اوسکی نیکیون کا نفع یا برائیون کا ضرر ہوگا حالانکہ یہ حال اوسکے
دل کے اندر کی ساخت میں لکھا تھا مگر دنیا کے کامون کی جہت سے اوسکو خبر نہ تھی جب دنیا کے کام برطرف
ہوگئے تو سارے اعمال اوس پر کھلگئے اب جو برائی دیکھتا ہے اوس پر ایسی حسرت کرتا ہے کہ اوس حسرت سے بچنے
کے لیے آگ میں گھس جانے کو اختیار کر سکتا ہے اور ایسے حال مین اوس سے کہا جاتا ہے کفی بنفسک الیوم
علیک حسیبا اور یہ بات اسوقت کھلتی ہے کہ جب سانس ٹوٹ جاتی ہے اور دفن نہیں ہوتا اور
جدائی کی آگ بھڑکی ہوتی ہے یعنی اس دنیای ناپایدار سے جس چیز پر اطمینان تھا اور بمقدار زاد اور پہونچانے کی
قدر اوس سے مراد نہ تھی اوسکے جدا ہونے کی آگ لگی ہوتی ہے اور جو شخص کہ دنیا مین سے زاد ہی کے موافق کا
حال ہوتا ہے تو اوسکو مرنے کے بعد کچھ رنج جدائی کا نہین ہوتا بلکہ وہ منزل پر پہونچکر خوش ہوتا ہے کہ
زاد کا تردد جاتا رہا اور وجہ اوسکی خوشی کی یہ ہے کہ اوسکو غرض منزل مقصود تھی نہ خود زاد سے اور یہ حال ایسے
شخصون کا ہوتا ہے جو دنیا میں سے بقدر ضرورت ہی لیتے ہیں اور چاہتے رہتے ہین کہ کسیطرح اتنی ضرورت بھی مرکے
مٹ جاوے کی آرزو مرنے سے پوری ہو جاتی ہے کہ اوسقدر سے بھی مستغنی ہو جاتے ہین اور یہ عذاب کے اقسام اور
رنج بہت بڑے ہین کہ پہلے دفن کے آدمی پر ٹوٹ پڑتے ہین پھر دفن کے وقت کبھی اور قسم کے عذاب کے لیے
اوسکی روح جسم مین دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے اور جو شخص دنیا سے لذت یاب اور
اوس پر مطمئن ہوتا ہے اوسکا حال ایسا سمجھو جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی غیبت مین اوسکے محل اور سلطنت
اور پایہ تخت مین عیش اڑائے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے مین کچھ سہولت برتیگا یا یہ
کہ جو کچھ میں یہ کام کرتا ہون اوسکا علم بادشاہ کو نہوگا اور بادشاہ اوسکو ایک پکڑ کے اور اوسپر ایک فرد
پیش کرے جسمین اوسکی خطائیں اور بد افعالیان ذرہ ذرہ سی لکھی ہوئی ہین اور بادشاہ بھی بڑا زبردست
اور غیرتناک ہو اور جو لوگ اوسکے محل میں یا سلطنت مین مرتکب افعال ناشایستہ ہوں اونسے عوض لینے والا ہو
اور کسی کی سفارش نافرمانوں کے باب مین نہ سنتا ہو تو ایسی صورت میں اوس گرفتار کا حال سوچنا چاہیے کہ

پہلے سزا وغیرہ ہونے سے اوسکو کسقدر خوف اور شرم اور حسرت وندامت ہوگی یہی حال ہے کاریست کا
جو دنیا پر مغرور اور مطمئن ہوتا ہے کہ پہلے قبر کے عذاب نازل ہونے سے بلکہ عین مرنے کیوقت خوف شرم
وحسرت وندامت ٹوٹ پڑتی ہے اور جسم کے جلنے اور کاٹنے کی نسبت رسوائی اور فضیحت اور پردہ کے فاش
ہونے کا عذاب اوسکو زیادہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہا غرضکہ موت کیوقت مردہ کا حال ایسا ہوتا ہے اہل بصیرت نے
اوسکو باطن کے مشاہدے سے دیکھا ہے جو ظاہر کے دیکھنے سے بھی قوی تر ہے اور اسپر قرآن وحدیث کی دلائل
بھی موجود ہیں ہاں کنہ حقیقت موت کا حال معلوم ہونا ممکن نہیں اسلیے کہ موت کی معرفت بدون زندگی کی
معرفت کے ممکن نہیں اور زندگی کی معرفت روح کی حقیقت کے جاننے اور اوسکے ذات کے پہچاننے پر
موقوف ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے باب میں گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دی بجز اَلرُّوْحُ
مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہنے کے سوا اور کچھ زیادہ کہنے سے منع فرمایا ہے تو کسیکو علماے دین میں سے نہیں پہونچ سکتا
حکم ہے کہ روح کے اسرار کو کھولے اگر اوسپر مطلع ہو صرف اس باب میں اسیقدر اجازت ہے کہ حال روح کا بعد موت کے ذکر
کریں۔ اور اس بات پر بہت سی آیتیں اور حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ موت سے روح نیست نہیں ہوتی نہ
اوسکا ادراک فنا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالی شہدا کے باب میں ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ اور جبکہ جنگ بدر میں شرفاے قریش
مارے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو ایک ایک کو پکارا اے فلان اور اے فلان مجھ سے میرے رب نے
وعدہ کیا تھا اوسکو میں نے سچا پایا تم سے جو تمھارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی سچا پایا کہ نہیں لوگوں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ان لوگوں کو پکارتے ہیں وہ تو مرے ہوے ہیں آپنے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے
قبضے میں میری جان ہے وہ اس کلام کو تم سے زیادہ سنتے ہیں مگر وہ جواب پر قادر نہیں تو یہ حدیث نص ہے
شقی کی روح کے باقی رہنے اور اوسکے ادراک ومعرفت بحال رہنے کے باب میں اور آیت نص ہے شہدا کی ارواح
میں اور میت کی دو ہی قسمیں ہیں یا سعید ہوتا ہے یا شقی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا ایک
گڑھا ہے آگ کے گڑھوں میں سے یا ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے یہ حدیث صریح نص ہے اس باب میں
کہ موت کے معنی صرف حال کے بدلنے کے ہیں اور اسمین کہ میت کیواسطے جو کچھ سعادت اور شقاوت ملنی ہو
ہوتی ہے وہ مرتے ہی بلا تاخیر ہو جایا کرتی ہے صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ پیچھے رہتے ہیں
مگر اونکی اصل اوسیوقت ہو جاتی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
آپنے فرمایا اَلْمَوْتُ الْقِیَامَةُ فَمَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُهٗ اور ایک حدیث شریف میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مرجاتا ہے تو اوسکا ٹھکانا صبح وشام اوسپر پیش کیا جاتا ہے اگر

اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اور اگر دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ میں سے ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے
کہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ تجھکو اسمیں قیامت کے دن بھیجیگا۔ اور جو کچھ ان ٹھکانوں کے
دیکھنے سے لذت یا عذاب اوسوقت ہوتا ہوگا وہ مخفی نہیں۔ اور ابو قیس کہتے ہیں کہ ہم حضرت علقمہ رحمۃ اللہ کے
ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے آپنے فرمایا کہ اسکی قیامت تو قائم ہو گئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں
کہ نفس پر اسے نکلنا حرام ہے جب تک کہ یہ جان لے کہ جنت والوں میں سے ہوں یا دوزخ والوں میں سے
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ مَاتَ مَرِیضًا مَاتَ شَہِیدًا
وَوُقِیَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیحَ عَلَیْهِ بِرِزْقِهِ مِنَ الْجَنَّةِ اور حضرت مسروق رح فرماتے ہیں کہ
مجھے اتنی غبطہ اور کسی پر نہیں آتی جتنی اوس ایماندار پر آتی ہے کہ لحد میں جا کر دنیا کے رنج سے آرام پایا ہو
اور خدا تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا ہو۔ اور یعلی بن ولید کہتے ہیں کہ مین ایک روز حضرت ابو درداء رض کے
ساتھ چلا جاتا تھا مین نے آپ سے پوچھا کہ جس شخص سے آپ محبت رکھتے ہین اوسکے لیے آپ کونسا حال پسند
کرتے ہین آپنے فرمایا کہ موت اوسکے لیے پسند کرتا ہون مین نے پوچھا کہ اگر وہ نہ مرے آپنے فرمایا کہ تو یہ
پسند کرتا ہون کہ اوسکا مال اور اولاد کم ہو اور موت کو اسلیے پسند کرتا ہون کہ موت کی محبت مومن ہی کو
ہوا کرتی ہے اور موت مومن کے حق میں قید سے چھوٹنا ہے اور مال اور اولاد کی قلت اسواسطے پسند کرتا ہوں
کہ یہ چیزیں آزمایش کی ہین اور دنیا کے ساتھ انس کے باعث ہین اور ایسی چیز سے انس کرنا جسکا چھوٹنا
ضروری ہے نہایت بدبختی ہے اور جو چیز خدا تعالیٰ کے اور اوسکے ذکر اور انس کے سوا ہے اون سب کو مرتے
چھوڑ دینا ضروری ہے اور اسی سے حضرت عبد اللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ مومن کی مثال اوسکے دم یا روح
نکلنے کے وقت ایسی ہے جیسے کوئی شخص قید خانے میں ہو اور اوسمین سے چھوڑ دیا جاوے اور زمین میں سیر کرتا
کرتا پھرے اور یہ جو آپنے ذکر فرمایا ہے یہ اوسی شخص کا حال ہے جو دنیا سے علیحدہ اور کنارہ کش ہو
اور بجز ذکر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز سے انس نہ رکھتا ہو اور دنیا کے علائق اوسکو محبوب حقیقی سے روکتے ہین
اور شہوتوں کی سختی بھگتنی اوسکو ایذا دیتی ہو تو ایسے شخص کو موت میں سب موذیوں سے چھٹی ہو جاتی ہے اور جس
محبوب سے اوسکو انس تھا بے روک ٹوک اوس سے تخلیہ نصیب ہوتا ہے اور بہت بڑا ہے کہ یہ امر منتہائے آسائش اور
کمال لذت اون شہیدوں کے لیے ہو جو خدا کی راہ میں مقتول ہوئے ہیں اسلیے کہ وہ جو مرنے پر جرأت کرتے ہین
تو جبھی کرتے ہین جب اپنی توجہ دنیا کے علاقوں سے قطع کر لیتے ہیں اور مشتاق دیدار الٰہی کے ہو کر اوسکی رضا جوئی
میں قتل پر راضی ہوتے ہیں پس اگر دنیا کیطرف نظر کریگا تو ایسے خوشی سے اوسکو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالیگا
اور بیچنے والے کا دل مبیع کیطرف التفات نہیں کیا کرتا اور اگر آخرت کیطرف نظر کریگا تو اوسکو خریدا ہی ہے

اور اوسیکا شائق تھا تو جس چیز کو مول لیا ہے اوسکو جب دیکھیگا تو کیسی کچھ خوشی ہوگی اور جس چیز کو
چھوڑ دیا ہے اوس کے جدا ہونے پر کتنا کم التفات ہوگا - اور دل کا خالص ہونا محبت الٰہی مین کبھی اتفاقاً
ہوجایا کرتا ہے یہ ضرور نہین کہ موت بھی اوسی پر ہو اسلیے بدلجاتا ہے اور خدا کی راہ مین قتل ہونیکا سبب ہے
تو اوسی حالت پر موت کے آنے کا سبب ہوگا اور یہی وجہ اوسکی لذت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ معنی لذت کے
یہی ہین کہ آدمی اپنی مراد کو پہونچ جائے اور جی چاہتی بات میسر ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ
اس آیت مین سب لذتین جنت کی آگئین اور بڑے سے بڑا عذاب یہ ہے کہ آدمی اپنی مراد سے روک دیا جاوے
چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ یہ آیت اہل دوزخ کے تمام عذابوں کی جامع ہے
اور آسایش مذکورہ بالا شہید کو فوراً دم نکلتے ہی ملتی ہے اور یہ امر ارباب قلوب کو نور یقین سے منکشف ہوا ہے
اور اگر تمکو اسپر شہادت نقلی منظور ہو تو شہدا کے باب مین جتنی احادیث ہین وہ سب اسپر دال ہین ہر ایک حدیث
مین شہدا کی انتہاے لذت کو دوسرے لفظون سے تعبیر فرمایا ہے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت جابر رضہ کو فرمایا اور اونکا باپ جنگ احد مین شہید ہوگیا تھا کہ مین تمکو خبر خوش سناؤن
اونھون نے عرض کیا کہ بہت بہتر آپکو خداے تعالیٰ بشارت خیر دے آپنے فرمایا کہ خداے عزوجل نے تیرے باپ کو زندہ
کیا اور اپنے سامنے بٹھلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے بندے جو چاہے مجھسے تمنا کر مین تجکو دونگا تیرے باپ نے عرض کیا
کہ الٰہی مین نے تیری عبادت جیسی چاہیے ویسی نہین کی مین تجھسے یہ تمنا کرتا ہون کہ تو مجکو پھر دنیا مین بھیجدے
تاکہ مین تیرے رسول کے ساتھ ہوکر لڑون اور دوسری دفعہ تیری راہ مین مارا جاؤن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
کہ یہ میری طرف سے پہلے ہوچکا ہے کہ تو دنیا مین لوٹ کر نجاویگا - اور حضرت کعب رضہ فرماتے ہین کہ جنت مین
ایک شخص روتا ہوا پایا جاویگا اوس سے کہا جاویگا کہ تو جنت مین ہوکر کیون روتا ہے وہ کہیگا کہ مین اسلیے روتا ہون
کہ خدا کی راہ مین صرف ایک ہی بار مارا گیا مین یہ چاہتا تھا کہ پھر جاکر لڑون اور کئی بار مارا جاؤن اور جاننا چاہیے
کہ ایماندار کو مرنے کے بعد خداے تعالیٰ کا جلال اتنا وسیع معلوم ہوتا ہے جسکے سامنے دنیا تنگ اور مثل قیدخانہ
کے معلوم ہوتی ہے اور اوسکا حال ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی اندھیرے قیدخانے مین محبوس ہو اور اوسپر ایک
دروازہ ایسے باغ وسیع کیطرف کو کھول دیا جائے کہ اوسکی وسعت پر آنکھ کام نہ کرتی ہو اور اوسمین طرح طرح کی
درخت اور پھول اور پھل اور جانور ہون تو ظاہر ہے کہ وہ شخص اوس باغ مین پہونچکر اوس اندھیرے قیدخانے مین
پھر آنا نچاہیگا اور ایک مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی بیان فرمائی ہے یعنی ایک شخص مرگیا تھا اوسکو
آپنے فرمایا کہ یہ دنیا سے کوچ کرگیا اور دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ گیا اگر یہ راضی ہے تو اوسی دنیا مین پھر آنا اچھا
نہ معلوم ہوگا جیسے تم مین سے کوئی اچھا نہین جانتا کہ دوبارہ اپنی مان کے پیٹ مین جاوے اس حدیث مین

بتلا دیا کہ آخرت کی وسعت کو دنیا سے وہ نسبت ہے جو دنیا کی وسعت کو رحم کی تاریکی کی طرف ہے۔ اور ایک
حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ مومن کی مثال دنیا میں ایسی ہے جیسے بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں کہ جب پیٹ میں سے
نکلتا ہے تو اسکے نکلنے پر روتا ہے مگر جب روشنی دیکھتا ہے تو پھر اسی جگہ پر جانا پسند نہیں کرتا یہی حال مومن کا ہے کہ
موت سے گھبراتا ہے مگر جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے تو پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں
جانا نہیں چاہتا اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص مر گیا آپ نے فرمایا کہ مستریح
او مستراح منہ یعنی یا اوسکو جنت ملی یا اوس سے دوسروں کو راحت ہو گئی آپ نے مستریح سے اشارہ مومن کی طرف ہو کہ بلاے دنیوی
سے راحت پائی اور مستراح منہ سے فاجر کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا والے اوس سے راحت میں ہو جاتے ہیں اور ابو عمر یا اذوالی کہتے ہیں
کہ ہم لڑکے کسی تھے ہماری ماں کو حضرت ابن عمر کا گذر ہوا اور ایک قبر کی طرف نگاہ کی دیکھا تو ایک کھوپری کھلی ہوئی ہے
ایک شخص کو آپ نے ارشاد فرمایا اوسنے اوسپر مٹی ڈالدی پھر فرمایا کہ یہ خاک ان بدنوں کو کچھ ضرر نہیں کرتی صرف روحیں قیامت تک ثواب اور
عذاب قیامت تک پاتی ہیں۔ اور عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو میت مرتی ہے وہ جانتی ہے جو کچھ اوسکے گھر اوسکے بعد ہوتا ہے
یہاں تک کہ لوگ مردے کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور وہ اونکو دیکھتا ہے۔ اور مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے پہنچا ہے
کہ مومنوں کی روحیں چھوٹی رہتی ہیں جہاں چاہتی ہیں وہاں جاتی ہیں۔ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ آگاہ رہو دنیا میں صرف اسقدر رہا ہے جیسے مکھی اوسکی
ہوا مین ملتی ہو پس اللہ سے خوف کرو اپنے مردہ بھائیوں کے باب مین اسلیے کہ تمھارے اعمال اونپر پیش
ہوتے ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو
اپنے برے اعمال سے فضیحت مت کرو کیونکہ تمھارے اعمال بد تمھارے مردہ دوستوں پر پیش ہوا کرتے ہیں
اور اسیلیے حضرت ابو درداء رضی نے دعا مین فرمایا کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون کہ ایسا کام کرون جس سے
عبداللہ بن رواحہ کے سامنے فضیحت ہون حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی حضرت ابودرداء رضی کے ماموں تھے
اور پہلے مر چکے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی سے کسی نے پوچھا کہ مرنے کے بعد مومنوں کی
روحیں کہاں رہتی ہیں آپ نے فرمایا کہ سفید جانوروں کی صورت مین عرش کے سایے مین رہتی ہین اور
کافروں کی روحیں ساتوین زمین مین رہتی ہین اور حضرت ابوسعید خدری رضی فرماتے ہیں کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مردہ اپنے غسل دینے والے اور اوٹھانے والے اور قبر میں
اوتارنے والے کو پہچانا کرتا ہے۔ اور صالح مری فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ روحین موت کے وقت ملا کرتی ہین
پس پہلے مردوں کی روحین اس حال کے مرنے والے کی روح سے کہتی ہین کہ تیرا ٹھکانا کہاں ہوا اور تو پاک جسم مین تھا
یا ناپاک مین اور عبید بن عمیر کہتے ہین کہ اہل قبور اخبار کے منتظر رہتے ہین جب کوئی مردہ اونکے پاس جاتا ہے

کہ فلان شخص کا کیا حال ہے وہ کہتا ہے کہ دنیا سے تو وہ آلیا کیا تمھارے پاس نہین آیا وہ کہتے ہین نہین پھر کہتے ہین کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اوسکو کسی اور راستے لیگئے ہمارے پاس نہین لائے۔ اور جعفر بن سعید سے مروی ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اوسکا لڑکا اوسکے استقبال کو آتا ہے جیسے کسی مسافر کا استقبال کیا کرتے ہین۔ اور مجاہد رحمہ فرماتے ہین کہ جس شخص کا لڑکا نیکبخت ہوتا ہے تو اوسکی نیکبختی کی بشارت اوسکو قبر مین دیجاتی ہے۔ اور ابو ایوب انصاری رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن کی جان نکلتی ہے تو اوس سے خداے تعالی کے پاس کی رحمت والے مردے ایسے ملتے ہین جیسے دنیا مین خوشخبری سنانیوالا کسیکے پاس آتا ہے اور کہتے ہین کہ اس اپنے بھائی کو دیکھو تاکہ اسکو تسکین ہوجاوے کہ یہ شخص بڑی سختی مین تھا پھر اوس سے پوچھتے ہین کہ فلان شخص کا کیا حال اور فلانی عورت کیسی ہے اور تو نے فلانی عورت سے نکاح کیا کہ نہین پس جب اوس سے کسی ایسے شخص کا حال پوچھتے ہین کہ وہ اوس سے پہلے مرگیا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ وہ تو مجھسے پہلے مرچکا ہے کہتے ہین کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اوسکو اوسکی ماں دوزخ مین لیگئی۔

دوسرا بیان قبر کا اور مردون کا کلام میت سے اور مردے یا زبان سے کہتے ہین یا حال سے تقریر کرتے ہین اور زبان حال مردون کے سمجھانے کے لیے فصیح تر ہے بہ نسبت زبان مقال کے زندونکے سمجھانے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب مردہ قبر مین رکھا جاتا ہی تو قبر اوس سے کہتی ہی کہ اے خانہ خراب آدمی تجھکو کس چیز نے مجھسے غافل رکھا تھا تو نے یہ نجانا کہ مین آزمایش کا گھر ہون اور تاریکی کا مکان اور تنہائی کی جگہ اور کیڑون کا خانہ ہون میرے باب مین تجھے کس چیز نے دھوکا دیا کہ تو میرے اوپر اکڑکر چلتا تھا پس اگر نیکبخت ہوتا ہے تو اوسکی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے کہ تو دیکھتی نہین یہ شخص اچھی بات کا امر کیا کرتا تھا اور بری بات سے منع کیا کرتا تھا قبر کہتی ہے کہ تو اب مین اسپر سبز ہوئی جاتی ہون اور اوسکا جسم نور بنجاویگا اور روح خداے تعالی کے پاس چلی جائیگی انتہی۔ اور عبید بن عمیر لیثی کہتے ہین کہ جو مردہ مرتا ہے اوسکا گڑھا جسمین وہ دفن ہوگا اوس سے کہتا ہے کہ مین تنہائی اور تاریکی اور اکیلے رہنے کا مکان ہون اگر تو اپنی زندگی مین خداے تعالی کا مطیع رہا ہوگا تو مین آج تجھپر رحمت ہونگا اور اگر تو نافرمان رہا ہوگا تو عذاب ہونگا مین وہ ہون کہ جو مجھمین مطیع ہوکر گھسیگا وہ خوش ہوکر نکلیگا اور جو عاصی ہوکر آویگا وہ تباہ ہوکر نکلیگا۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہین کہ جب آدمی قبر مین رکھا جاتا ہے اور اوسکو عذاب یا اور کوئی بری بات پہنچتی ہی تو اوسکے پڑوس کے مردے اوس سے کہتے ہین کہ او اپنے قریبون اور پڑوسیون سے دنیا مین پیچھے رہنے والے کیا تجھکو ہم سے عبرت نہوئی کیا اپنے آپ سے آگے آنے والون کا حال تو نے نہ سوچا تو نے نہ دیکھا کہ

کہ تمہارے اعمال مجھ سے تمام ہو گئے تجھکو تو مہلت تھی تو نے تدارک اوس خیر کا کیوں نہ کر لیا جو تیرے
ہاتھ سے نکل چلی اور میرے کنارے اوس سے کہتے ہیں کہ اے ظاہر دنیا پر دھوکا کھانے والے جو لوگ تیرے
گھر والوں میں سے میرے شکم میں چلے گئے تھے اوس سے تو نے عبرت کیوں نہ پکڑی اونکو دنیا نے تجھ سے پہلے
دھوکا دیا پھر اونکی موت اونکو قبروں میں لے گئی تو اونکو دیکھتا تھا کہ دوسروں کے کاندھے پر اوس منزل میں
چلے جاتے ہیں جو اونکو لیے ضرور تھی۔ اور یزید رقاشی کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے
تو اوسکے اعمال اوسکو آگھیرتے ہیں پھر اونکو خدا تعالیٰ گویا کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اے اکیلے گڑھے میں
پڑے ہوئے تیرے دوست اور گھر والے تیرے پاس سے چلے گئے تو ہمارے پاس آج تیرا کوئی انیس نہیں۔
اور حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب نیک بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اوسکے اعمال نیک نماز روزہ حج زکوٰۃ
جہاد اوسکو گھیر لیتے ہیں پھر عذاب کے فرشتے اوسکے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے کہ ایسے
الگ رہو تمہیں اللہ کیونکہ اسپر بہت کھڑا رہا کرتا تھا پھر فرشتے سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے
کہ ادھر کو تمکو راہ نہیں کیونکہ یہ شخص بہت پیاسا رہا کرتا تھا فرشتے بدن کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد
کہتے ہیں کہ یہاں سے الگ ہو کیونکہ اس نے اپنے بدن کو حج کے لیے بہت محنت و مشقت اوٹھائی اور اللہ کی راہ میں
جہاد کیا تمکو راہ نہیں پھر فرشتے ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے کہ اس شخص کو چھوڑ دو بہت سا صدقہ اسکے
ان ہاتھوں سے دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مقبول ہوا اور اوسکی رضا جوئی کو دیا تھا تو تمکو یہاں راہ نہیں پھر اوس سے
کہا جاتا ہے کہ مبارک ہو تو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا پھر اوسکے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اوسکے لیے
جنت کا بستر بچھاتے ہیں اور حلہ بہشتی لاتے ہیں اور اوسکی قبر کو جہاں تک نظر کام کرے وہاں تک کشادہ
کر دیتے ہیں اور جنت میں سے ایک قندیل آجاتی ہے کہ اوسکی روشنی میں قبر میں سے اوٹھنے تک رہتا ہے۔ اور عبداللہ
بن عبید بن عمیر نے ایک جنازے کے ساتھ میں فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ مردہ قبر میں بٹھلایا جاتا ہے اور وہ آواز اپنے ساتھیوں کے پاؤں کی سنتا ہے اور اوس سے بجز اوسکی قبر کے
اور کوئی چیز کلام نہیں کرتی قبر کہتی ہے کہ اے خانہ خراب تجھکو مجھ سے کسی نے نہیں ڈرایا تھا تجھے یہ خوف نہیں دلایا گیا تھا
کہ میں تنگ اور بدبودار اور ہولناک اور کیڑوں سے بھری ہوں پس تو نے میرے لیے کیا سامان کیا
تیسرا بیان قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال میں۔ حضرت براء بن عازب رضی فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص انصاری کے جنازے پر نکلے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک
نیچے کو ڈالکر اوسکی قبر پر بیٹھے پھر تین بار ارشاد فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے عذاب قبر سے پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا
کہ جب ایماندار آخرت کی پیشی میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ گویا اونکے منہ آفتاب

ہوتے ہین اونکے ساتھ مین اوسکی خوشبو اور کفن ہوتا ہے وہ اوسکی آنکھون کے سامنے بیٹھتے ہین جب
اوسکی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ آسمان وزمین کے درمیان کا اور ہر ایک فرشتہ آسمان کا اوسپر رحمت
بھیجتے ہین اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اوسکی روح اپنے اندر ہوکر
جانا نہ چاہتا ہو جب اوسکی روح اوپر چڑھتی ہے تو فرشتے عرض کرتے ہین کہ الٰہی تیرا فلان بندہ حکم ہوتا ہے
کہ اسکو ہٹا لیجاؤ اور جو کچھ ہمنے اسکے لیے سامان کرامت مہیا کیا ہے دکھلاؤ اسلیے کہ ہم وعدہ کر چکے ہین
مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى اور وہ شخص پھرتے لوگون کی جوتیونکی آواز
سنتا ہے یہان تک کہ اوس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور دین کیا اور نبی کون ہے وہ جواب دیتا ہے
کہ میرا رب اللہ ہے اور دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین یہ سوال اوس سے
نہایت سختی کے ساتھ پوچھتے ہین اور یہ آخر جانچ ہے جو مردے پر ہوتی ہے پس جب وہ جواب دیتا ہے
تو پکارنے والا پکارتا ہے کہ تو سچ کہتا ہے یہی معنی ہین اس آیت کے يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ پھر اوسکے پاس ایک خوبصورت خوش لباس
خوشبودار آکر کہتا ہے کہ تجھکو رحمت پروردگار کی بشارت ہو اور ان جنتون کا مژدہ ہو جنمین لذت دائمی ہے وہ
کہتا ہے کہ تجھکو بھی بشارت خیر کی خدا تعالی دے تو کون ہے وہ کہتا ہے کہ مین تیرا عمل نیک ہون بخدا کہ
مین تیرے اعمال یہی جانتا کہ تو خدا تعالی کی طاعت مین جلدی باز اور معصیت مین دیر کرنے والا تھا خدا تعالی
تجھکو جزائے خیر دے پھر ایک منادی پکارتا ہے کہ اسکے لیے جنت کے بسترون مین سے بستر کرو اور ایک دروازہ
جنت کیطرف کو کھولدو پس بستر جنت مین سے بچھا دیا جاتا ہے اور دروازہ جنت کیطرف کو کھولدیا جاتا ہے
وہ اوسوقت کہتا ہے کہ الٰہی قیامت کو جلد برپا کر تاکہ مین اپنے اہل و مال کیطرف رجوع کرون - اور کافر کا حال
یہ ہوتا ہے کہ جب آخرت کے سامنے ہوتا ہے اور دنیا سے علیحدہ ہوا چاہتا ہے تو اوسپر فرشتے تندخو
اوترتے ہین اور انکے ساتھ آگ کے کپڑے اور گندھک کا کرتہ ہوتا ہے وہ اوسکے گرد ہوجاتے ہین جب اوسکی
جان نکلتی ہے تو اوسپر تمام فرشتے ادھر کے اور تمام فرشتے آسمان کے لعنت کرتے ہین اور دروازے آسمانونکے
بند کردیے جاتے ہین کوئی دروازہ ایسا نہین ہوتا کہ اپنے اندر کو اوسکی روح کا جانے دینا برا نہ جانتا ہو جب اوسکی روح
چڑھتی ہے تو پھینکدی جاتی ہے اور عرض کیا جاتا ہے کہ الٰہی تیرے فلان بندے کو نہ آسمان نے قبول کیا
نہ زمین نے اللہ عزوجل فرماتا ہے اسکو ہٹا لیجاؤ اور جو سامان برائی کا اسکے لیے ہمنے مہیا کیا ہے اسکو دکھاؤ
کہ ہمنے اس سے وعدہ کر لیا ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ آخر آیت تک اور وہ جوتیون کی آواز لوگونکی پھرتے
کیوقت سنتا ہے یہان تک کہ اوس سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے اور نبی کون اور دین کیا وہ جواب دیتا ہے

کہیں تو نہیں جاتا اوس سے کہا جاتا ہے کہ تو سچا ہو پھر اوسکے پاس ایک بڑا بدصورت بدبودار بدلباس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھکو مژدہ ہو غضب الٰہی اور عذاب دردناک دیرپا کا وہ کہتا ہے کہ خداے تعالیٰ تجھکو بدی کی خبر سنادے تو کون ہے وہ کہیگا کہ میں تیرا عمل بد ہوں بخدا تو خداے تعالیٰ کی نافرمانی میں جلدباز اور طاعت الٰہی میں تاخیر کرنیوالا تھا خداے تعالیٰ تجھکو جزاے بد دیوے وہ کہتا ہے کہ تجھے بھی خداے تعالیٰ جزاے بد دیوے پھر اوسپر ایک بہرا اندھا گونگا مقرر کیا جاتا ہے جسکے پاس لوہے کا گرز ہوتا ہے کہ اگر جن و انسان اوسکے اوٹھانے پر متفق ہوں تو نہ ہوسکے اگر اوسکو پہاڑ پر مارے تو مٹی ہوجاوے وہ اوس سے اوسکو ایک ضرب مارتا ہے تو وہ مٹی ہوجاتا ہے پھر اسمیں جان آجاتی ہے پھر اوسکی آنکھوں کے بیچ میں ایک ضرب لگاتا ہے کہ اوسکی آواز سواے جن و انسان کے سب زمین کے رہنے والے سنتے ہیں پھر ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اسکے لیے دو تختیاں آگ کی بچھا دو اور ایک دروازہ دوزخ کیطرف کھول دو اوسکے لیے دو تختیاں آگ کی بچھادیجاتی ہین اور ایک دروازہ دوزخ کیطرف کو کھولدیا جاتا ہے - اور محمد بن علی رح کہتے ہیں کہ جو مردہ مرتا ہے موت کیوقت اوسکے اعمال نیک و بد اوسکے سامنے صورت بنکر آتے ہین تو اپنی نیکیوں کو تو دیکھتا ہے اور بدیوں سے آنکھین بند کرلیتا ہے

اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومن مرنے لگتا ہے تو اوسکے پاس فرشتے ایک حریر کے کپڑے میں مشک اور ریحان کی مٹھی لیکر آتے ہین پس اوسکی روح ایسے نکال لیتے ہیں جیسے آٹے میں سے بال نکال لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ خداے تعالیٰ کی کرامت اور راحت کی طرف نکل تو اوس سے راضی اور وہ تجھسے خوش اور جب اوسکی جان نکلتی ہے تو اوسے مشک و ریحان میں رکھکر اوپر سے حریر لپیٹ دیا جاتا ہے اور اوسکو علیین یعنی اوپر والون مین بھیجدیا جاتا ہے اور کافر کو جب موت آتی ہے تو اوسکے پاس فرشتے ٹاٹ مین چنگاریاں لیکر آتے ہین اور بڑی سختی سے جان نکالتے ہین اور کہا جاتا ہے کہ اے نفس پلید خداے تعالیٰ کے عذاب اور خواری کیطرف نکل کہ تو اوس سے خفا اور وہ تجھپر خفا پھر جب اوسکی جان نکلتی ہے تو اوسی چنگاریوں مین رکھدیجاتی ہے اور روح اوسمین چھنچھناتی رہتی ہے اور اوپر سے ٹاٹ لپیٹکر سجین یعنی زمین میں بھیجدی جاتی ہے - اور محمد بن کعب قرظی رح نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ کی مراد یہ ہے کہ خداے تعالیٰ پوچھتا ہے کہ تو کیا چاہتا ہے کونسی چیز کی رغبت کرتا ہے کیا یہ چاہتا ہے کہ پھر کر مال جمع کرے اور باغ لگاوے اور عمارت بناوے اور نہرین کھدواوے وہ کہتا ہے کہ نہین بلکہ جو کچھ چھوڑ آیا ہوں اوسمین اچھا کام کرون خداے تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا یعنی موت کیوقت یہ کلام کرتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن اپنی قبر میں ایک سرسبز باغ مین رہتا ہے اور اوسکی قبر ستر گز

وسیع ہوجاتی ہی اور نورانی ہوتی ہی جیسے چودھوین رات کا چاند اور تمکو معلوم ہی کہ یہ آیت کس بات مین اوتری ہے فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا لوگون نے عرض کیا کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہین آپنے فرمایا کہ یہ عذاب کافر کا قبر مین ہوگا کہ اوسپر ننانوے تنین مسلط کردیجاینگی اور جانتے ہو کہ تنین کیا چیز ہے ننانوے اژدہا کہ ہر ایک کے سات سات پھن ہونگے اور وہ اوسکے جسم مین قیامت تک نوچتے کھسوٹتے اور پھنکارین مارتے رہینگے انتہی - اور اس خاص شمار سے جو حدیث مین مذکور ہوئی تعجب نہین کرنا چاہیے اسلیے کہ شمار ان سانپون اور بچھوؤن کی موافق شمار بُرے اخلاق یعنی کبر اور ریا اور حسد اور کینہ اور بغض وغیرہ کے ہوگی اسلیے کہ ان صفات کے اصول چند گنتی کے ہین پھر اونمین سے چند فروع نکلی ہین پھر اون فروع کی چند قسمین ہین اور یہ صفات سب کے سب اپنی ذات سے مہلک ہین اور یہی خود بچھو اور سانپ بنجاوینگی تو جو صفت انمین سے زبردست ہوگی وہ اژدہا کیطرح ڈسے گی اور کم زور بچھو کیطرح کاٹیگی اور متوسط سانپ کیطرح ایذا دیگی اور اہل دل اور اہل بصیرت ان مہلکات کو اور اونکے منقسم ہونے کو فروعات مین نور بصیرت سے دیکھتے ہین مگر یہ کہ اونکی شمار پر بجز نور نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہین ہوتی غرضکہ ان جیسے اخبار کے ظاہر صحیح ہین اور انمین پوشیدہ اسرار ہین جو ارباب بصیرت کے نزدیک ظاہر ہین پس جس شخص پر اونکی حقیقت منکشف نہو اوسکو انکے ظاہر معنون کا انکار نچاہیے بلکہ کمتر درجہ ایمان کا یقین کرنا اور مان لینا ہے اب اگر یہ کہو کہ ہم کافر کو قبر مین مدت تک دیکھتے ہین اور تاکتے رہتے ہین مگر ان باتون مین سے کچھ بھی نہین دیکھتے تو تجربہ کے خلاف پر یقین لانے کی صورت کیا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ان جیسے امور کی تصدیق کی تین صورتین ہوسکتی ہین اول جو ظاہر تر اور صحیح تر اور اعتراض سے سالم تر ہے یہ ہی کہ یون تصدیق کرو کہ یہ چیزین یعنی سانپ بچھو وغیرہ موجود ہین مردے کو کاٹتے ہین مگر ہمکو اس جہت سے نہین معلوم ہوتے کہ اس آنکھ مین لیاقت اون امور کی دیکھنے کی نہین اسلیے کہ یہ باتین اور دوسری جو آخرت سے متعلق ہین وہ سب عالم ملکوت کی چیزین ہین جو چشم ظاہری سے نظر نہین آتین دیکھو صحابہ رضی حضرت جبرئیل علیہ السلام اوترنے پر کیسے ایمان لاتے تھے حالانکہ اونکو دیکھتے نہ تھے اور اسپر بھی اونکا ایمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکو دیکھتے ہین اگر تمکو اسپر ایمان نہو تو اول اصل ایمان فرشتون اور وحی پر درست کرنا لابدی ہے اور اگر اوسپر ایمان رکھتے ہو اور جائز جانتے ہو کہ نبی ایک چیز کو دیکھ سکتا ہے جسکو اوسکی امت نہین دیکھ سکتی تو یہ باتین مردے کے حق مین کیون نہین جائز ہین جسطرح فرشتے آدمیون اور حیوانون کے مشابہ نہین اسیطرح سانپ بچھو مردے کی قبر مین کے دنیا کے سانپ بچھو جیسے نہین انکی جنس اور ہی ہی اور وہ اور ہی حس سے معلوم ہوا کرتے ہین دوسری صورت یہ ہی کہ تم سونے والیکا حال دیکھو کہ کبھی خواب مین دیکھتا ہی کہ مجھے

بچھو یا سانپ کاٹتا ہی اور اوسکو اسکا دکھ بھی اتنا ہوتا ہے کہ بعض اوقات نیند ہی میں چیخ پڑتا ہے اور پیشانی پر
پسینا آجاتا ہی اور کبھی اپنی جگہ سے اوچھل پڑتا ہے تو سونے والیکو ویسا ہی کچھ معلوم ہوتا ہے اور درد ایسا ہی
پاتا ہی جیسے جاگتا آدمی حالانکہ تمکو وہ اپنا حلتا ہوا نہیں معلوم ہوتا اور اوسکے گرد کوئی سانپ بچھو سوجھتا ہے اور
اوسکے حق میں سانپ بھی موجود ہی اور تکلیف بھی ہے مگر تمہارے مشاہدے سے خارج ہی اور جبکہ عذاب کی تکلیف
کا یہی حال ہی تو سانپوں کا خیالی ہونا یا آنکھ سے سوجھنا یکساں ہی۔ تیسری صورت یہ ہی کہ تمکو معلوم ہے
کہ سانپ خود تکلیف دہ نہیں ہوتا بلکہ ایذا اوسکے زہر سے ہوتی ہے پھر زہر بھی درد نہیں بلکہ زہر کا اثر جو تم میں
ہوجاتا ہی تکلیف اوس سے ہوتی ہے پس اگر بدون زہر کے ویسا ہی اثر بدن میں پایا جاوے تو ظاہر ہے کہ تکلیف
تو پوری ہوگی مگر اس تکلیف کو اور طرح پر نہیں بتا سکتے بجز اسکے کہ جس سبب سے ایسی تکلیف عادتاً ہوا کرتی ہے
اوسی کیطرف منسوب کردیا جاوے مثلاً اگر انسان میں لذت صحبت کی پیدا ہو جاوے بدون اسکے کہ ظاہر میں
ہم بستری عورت سے ہو تو اس لذت کو کیسے بتاؤگے یہی کہوگے کہ صحبت کی لذت ہوا اس اضافت ہی سے سبب کی
شناخت ہو جاویگی اور اوسکا ثمرہ معلوم ہوجاویگا گو صورت سبب کی نہو دوسرے سبب کو تم اسی کیلیے
چاہتے ہو اوسکی ذات سے غرض نہیں ہوتی اور یہ صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کیوقت ایذا دینے والے
بنجاتے ہیں تو اونکی ایذا سانپ اور بچھو کی سی ایذا کیطرح ہو جاتی ہے بدون اسکے کہ سانپ بچھو کا وجود ہو اور صفت کا
موذی ہوجانا ایسا ہی جیسے عشق معشوق کے مرنے پر موذی ہوجاتا ہے یعنی پہلے سے تو مزیدار تھا اب ویسی
ایسی حالت ہوگئی کہ وہی لذیذ موذی ہوگیا یہانتک کہ دل پر وہ عذاب ہوتا ہے کہ عاشق تمنا کرتا ہے کہ کاش
عشق اور وصال کا مزہ نہ چکھا ہوتا بلکہ یہی حال بعینہ میت کے عذاب کا ہے کہ اوسپر دنیا میں عشق مسلط کر دیا
تو مال و تعلقات اور جاہ اور اولاد اور اقارب و ہمسایوں سے عشق کرنے لگا اور اگر ان چیزوں کو اوسکے پاس سے
زندگی ہی میں کوئی ایسا شخص لے لیتا جس سے واپس لینے کی امید ہوتی تو تم نے دیکھا ہے کہ اوسکا کیا برا حال ہوتا اور کیسا
عاجز ہوتا اور تمنا کرتا کہ کاش میرے پاس کبھی کچھ ہوا ہی نہ ہوتا کہ آج اس نوبت کا صدمہ نہ دیکھتا اور انکی جدائی
کا درد نہ اوٹھاتا اور موت کے معنی یہی ہیں کہ دنیا کی محبوبات یکبارگی جدا ہو جاوین تو جو شخص صرف
دنیا ہی سے خوش ہوتا ہو اور وہ اوس سے چھینکر اوسکے دشمنوں کو دیدیجاوے اوسکا کیا حال ہوگا ؎

اوسکا کیا جانیے کیسا ہو حال	جسکا اکلوتا ہی غائب ہوجاے

پھر اس عذاب پر یہ اضافہ ہوگا کہ دولت آخرت کے نملنے کی حسرت ہوگی اور خدای عزوجل سے محجوب بنا رہیگا
اسلیے کہ غیر اللہ کی محبت خدای تعالی سے بھی روک دیتی ہے اور دولت اخروی سے بہرہ مند ہونے
سے باز رکھتی ہی حاصل یہ کہ رنج فراق تمام محبوب چیزوں کا اور دولت اخروی کے نملنے کی حسرت اور درگاہ

الٰہی سے مردود اور محجوب رہنے کی ذلت اوسکو ابدالآباد تک ایکدوسری کے بعد ہوگی اور ایسی تکلیف سے
عذاب دیا جاویگا اسلیے کہ نار فراق کے بعد کوئی آگ بجز جہنم کے نہین چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ مگر جو شخص دنیا کا انس نہ رکھتا ہوا اور خداے تعالیٰ کے
سوا اور کسی سے محبت نکی ہو اور دیدار الٰہی کا شائق ہو تو وہ دنیا کی قید سے چھٹ جاویگا اور دنیا مین
شہوات کے شدائد بھگتنے سے رہائی پاویگا اور اپنے محبوب کے پاس سب علاقون اور موانع سے یکسو ہوکر
آویگا اور ابدالآباد تک زوال کے کھٹکے سے بیخوف ہوکر خوب چین اڑاویگا تو جسکو عمل کرنا ہو وہ ایسی ہی
مرے کے لیے کرے اب اصل مقصود کیطرف رجوع کرتے ہین کہ آدمی کبھی اپنے گھوڑے کو اتنا چاہتا ہے
کہ اگر اوسکو اختیار دیا جاوے کہ دو باتون مین سے ایک پسند کر یا گھوڑا دیدے ڈال یا بچھو سے کٹوائی تو وہ
بچھو کے نیش پر صبر کرنا اختیار کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑے کی جدائی کی تکلیف اوسکے نزدیک
بچھو کے کاٹے سے زیادہ ہے اور جب گھوڑا جدا ہو جاتا ہے تو اوسکی محبت اوسکو کاٹا کرتی ہے تو چاہیے
کہ انھین نیشون کے لیے تیار ہو رہے اسواسطے کہ موت تو اوسکا گھوڑا اور سواری اور گھر اور زمین اور زن و فرزند
اور دوست آشنا اور جاہ و حشمت سب چھین لیگی بلکہ کان اور آنکھ اور اعضا بھی لے لیگی اور پھر اوسکے لوٹا کر
دینے سے ناامیدی ہو اس صورت مین اگر ان چیزون کے سوا اور کسی سے محبت نہوگی اور یہ سب اوس سے
لے لیے جاوینگے تو انکی تکلیف بچھوؤن اور سانپون سے بڑھکر ہوگی جیسے کہ زندگی مین اگر کوئی ساری چیزین
چھین لیتا تو سخت عذاب ہوتا اسیطرح موت کے بعد ہوگا اسلیے کہ یہ تو ہم لکھ ہی چکے ہین کہ انسان مین جو
چیز مدرک رنج و راحت کی ہے وہ نہین مرتی بلکہ عذاب ان اشیا کا مرنے کے بعد سخت تر ہوگا اسلیے کہ زندگی مین تو
چند اسباب ہو سکتے ہین جنسے دل بہل جائے مثلاً لوگون کے پاس بیٹھنے اور اونسے گفتگو کرنی اور تسکین دینے
اور پھر آنے کی توقع کرنی اور بدلہ لینے کی امید رکھنی وغیرہ سے تسلی ہو سکتی ہے مرنے کے بعد تو تسلی کے
راستے بند ہو گئے اور ناامیدی آموجود ہوئی اب تسلی کہان اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کرتے یا رومال سے بھی
محبت رکھتا ہوگا کہ اگر چھین لیا جاتا تو اوسکو ناگوار ہوتا تو وہ اوسپر افسوس کریگا اور تکلیف اوٹھاویگا لیکن اگر
دنیا مین ہلکا رہیگا تو اس عذاب سے بچا رہیگا اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے نجا المخفون
اور اگر دنیا مین گرانبار ہوگا تو بڑا عذاب ہوگا اور جسطرح کہ دنیا مین اگر کسیکا ایک روپیہ چوری جاوے اور دوسرے کے
دس چوری جاوین تو اول کا حال بہ نسبت دوسرے کے ہلکا ہوگا اسیطرح حال یک درم والے کا ہلکا ہوگا بہ نسبت
دو درم والے کے اور یہی مراد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قول سے کہ ایک درم الاحساب مین ہلکا ہے
بہ نسبت دو درم والے کے اور جو چیز دنیا مین سے مرنے کے وقت تیرے بعد رہتی ہے وہ مرنے کے بعد تجھے



حسرت ہوگی اسی طرح تو اپنا مال زیادہ کرجاے کم کر اگر زیادہ کریگا تو اپنی حسرت ہی بڑھاویگا اور اگر کم
کریگا تو اپنی پیٹھ پر بوجھ ہلکا کریگا۔ اور سانپ اور بچھو تو انکی قبروں میں زیادہ ہوتے ہیں جو دنیا کی
زندگی کو آخرت سے محبوب سمجھتے ہیں اور اوسپر راضی اور مطمئن ہیں سو جسکا ایمان کی صورتیں قبر کے سانپ اور
بچھوؤں اور تمام اقسام کے عذاب میں یہ تین ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ حضرت ابو سعید خدری نے ایسے
ایک بیٹے کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بیٹا مجکو نصیحت کرو اوسنے کہا کہ جو اللہ تعالی کو منظور ہو
اوس میں اوسکا خلاف مت کرو آپنے پوچھا کہ اور کچھ کہو اوسنے کہا کہ تمکو تاب اوسپر عمل کرنے کی نہوگی آپنے
فرمایا کہ تم کہدو اوسنے کہا کہ اپنے اور خدا تعالی کے درمیان میں کرتہ مت کرو یعنی کرتہ مت پہنو ورنہ موجب
حجاب ہوگا پس آپنے تیس برس تک کرتہ نہ پہنا اب اگر کہو کہ ان تینوں صورتوں میں سے درست کونسی ہے تو
معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ تو اول ہی صورت کے قائل ہیں اور صورتوں کے منکر ہیں اور بعضے اول کے منکر
اور دوسری کے مقر ہیں اور بعضے صرف تیسری کے مقر ہیں اور واقع میں حق یہ ہے کہ یہ تینوں صورتیں ممکن ہیں
ہمکو چشم بصیرت سے ایسا ہی کچھ معلوم ہوا ہے اور جو شخص بعض صورتوں کا منکر ہے تو وہ اپنی تنگی حوصلہ کے
باعث سے ہے اور قدرت الہی کی وسعت اور اوسکی عجائب تدبیر کے نہ جاننے سے ایسے افعال الہی میں سے
جس بات کا وہ عادی نہیں اوسکا انکار کر بیٹھتا ہے اور یہ نادانی اور کوتاہی فہم ہے بلکہ اصل یہی ہے
کہ تینوں صورتیں عذاب دینے کی ممکن ہیں اور اونکو سچ جاننا واجب کسی بندے کو کسطرح عذاب دیا جاتا ہے اور
اور کسیکو کسطرح اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اونپر تینوں صورتوں سے عذاب دیا جاتا ہے خدا تعالی ہمکو اپنے
تھوڑے اور بہت عذاب سے پناہ میں رکھے تو یہی ٹھیک بات ہے اسکو بے دلیل ہی تقلید کے طور پر سچ جان لو ورنہ
روے زمین پر کوئی ایسا ہے جو اس بات کو تحقیق طور پر جانتا ہو اور میں تمکو یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنی نظر
اس امر کی تفصیل میں صرف مت کیا کرو اور نہ اوسکی معرفت میں مشغول ہو بلکہ شغل صرف عذاب کے دور کرنے کی
تدبیر میں کرو جو اسی طور کا ہو پس اگر تم عمل و عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے میں مشغول
ہوگے تو تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑ کر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کرے اور وہ
رات بھر سوچتا ہو کہ بادشاہ چھری سے کاٹے گا یا تلوار سے یا استرے سے اور یہ نسوچے کہ اس عذاب سے
بچنے کا حیلہ کیا ہو تو یہ نہایت جہالت ہے پس جب یقینًا معلوم ہو چکا ہو کہ بندے پر مرنے کے بعد سخت
عذاب یا آسائش دائمی ہوگی تو چاہیے کہ اوسکی تدبیر کرے اور کیفیت عذاب و ثواب میں گفتگو کرنی
اور اوسکی تفصیل معلوم کرنی محض اشتغال اور تضییع اوقات ہے۔

چوتھا بیان منکر نکیر کے سوال اور اونکی صورت اور قبر کے دبانے اور تتمہ عذاب قبر کے ذکر میں

حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ قبر مین رکھا جاتا ہی تو اوسکے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلی آنکھون والے آتے ہین ایک کو منکر کہتے ہین دوسرے کو نکیر وہ اوس سے پوچھتے ہین کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب مین کیا کہا کرتا تھا پس اگر بندہ مومن ہوتا ہے تو کہتا ہی کہ مین ان کو اللہ کا بندہ اور اوسکا رسول کہا کرتا تھا اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وہ دونون فرشتے کہتے ہین کہ ہم پیشتر سے جانتے تھے کہ تو یہی کہیگا پھر اوسکی قبر ستر گز در ستر گز پھیلا دیجاتی ہے اور اوسکی قبر مین روشنی کر دیجاتی ہے پھر کہا جاتا ہے کہ سو رہ وہ کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو کہ مین اپنے گھر والون مین جا کر اونسے اپنا حال کہہ آؤن اوس سے کہا جاتا ہے کہ سو جا وہ دلہن کیطرح سو جاتا ہے کہ اوسکو وہی جگاتا ہے جو گھر بھر مین اوسکا زیادہ محبوب ہو یہان تک کہ اس خوابگاہ سے اوسکو خدا ہی تعالی ہی اوٹھاویگا اور اگر بندہ منافق ہوتا ہی تو کہتا ہی کہ مین نہین جانتا جو لوگون کو کہتے سنا کرتا تھا وہ مین بھی کہا کرتا تھا وہ دونون فرشتے کہینگے کہ ہمکو پہلے سے معلوم تھا کہ تو یون کہیگا پھر زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اوسپر ملجا زمین اسطرح اوسکو کچلتی ہے کہ اوسکی پسلیان ادھر کی اودھر ہو جاتی ہین پس ہمیشہ اسیطرح عذاب دیا جاتا ہے یہان تک کہ اللہ تعالی اوسکو اس لوٹنے کی جگہ سے اوٹھاوے اور عطا بن یسار رحمہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضہ سے فرمایا کہ اے عمر تیرا کیا حال ہوگا جب تو مر جاویگا اور تیری قوم تجھکو لیجاویگی اور تیرے لیے تین ہاتھ طول اور ڈیڑھ ہاتھ عرض کا گڑھا تجویز کرینگے اور تیرے پاس آکر غسل و کفن دیکر اور خوشبو لگا کر تجھکو اوٹھا وینگے یہانتک کہ تجھکو اوس گڑھے مین رکھکر تیرے اوپر مٹی ڈالینگے اور دفن کرینگے اور جب تیرے پاس سے پھر جاوینگے تو تیرے پاس قبر کے دو جانچنے والے منکر اور نکیر جنکی آواز سخت رعد کی سی اور آنکھین وچکنے والی بجلی کی سی ہونگی بال اونکے گھسٹتے ہونگے اور قبر کو اپنی کچلیون سے اودھیڑ کر تجھے جھڑ جھڑا اور ہلا ڈالینگے اوسوقت اے عمر تیرا کیا حال ہوگا حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ میری عقل بھی اوسوقت میرے ساتھ رہیگی جیسی اب ہے آپنے فرمایا کہ ہان حضرت عمر رضہ نے عرض کیا کہ تو کچھہ فکر نفرمایئے مین اونکو کافی ہونگا انتہی۔ یہ حدیث نص صریح ہی اس بات مین کہ موت کے باعث عقل نہین بدلتی صرف اعضا بدلجاتے ہین اور مردہ عاقل اور مدرک درد و راحت کا رہتا ہے جیسا اپنی زندگی مین تھا اوسکی عقل مین کچھہ خلل نہین آتا اور عقل مدرک ان اعضا کا نام نہین ایک باطنی چیز ہے جسکے طول و عرض کچھہ نہین بلکہ جو خود منقسم نہین ہوتی وہی اشیا کا ادراک کرتی ہی اور اگر بالفرض انسان کے تمام اعضا بکھر جاوین اور صرف وہ جزء مدرک جسکے حصے نہین ہو سکتے وہی رہجاوے تو انسان عاقل پورے کا پورا باقی رہیگا اور یہی حال وسکا بعد موت کے ہوتا ہے اسلیے کہ اوس جزو پر موت اور نیستی نہین آتی اور محمد بن منکدر رحمہ فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ کافر پر اوسکی قبر مین ایک چوپایہ بہرا اندھا مسلط کیا جاتا ہی

جسکے ہاتھ میں لوہے کا تار یا بیرہ ہوتا ہے اور کا سر مثل کوہان شتر کے ہوتا ہے وہ اوس تازیانہ سے کافر کو قیامت تک مارتا رہتا ہے نہ اوسکو دیکھتا ہے کہ بچا کر مارے نہ آواز سنتا ہے کہ رحم کرے۔ اور حضرت ابوہریرہ نے فرمایا ہے کہ جب مردہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے تو اوسکے اعمال نیک اوسکو آکر گھیر لیتے ہیں پس اگر عذاب سر کیطرف سے آتا ہے تو قرآن مجید کی قرأت روکتی ہے اور اگر دونوں پاؤں کیطرف سے آتا ہے تو کھڑا ہونا روکتا ہے اور اگر ہاتھوں کیطرف سے آتا ہے تو ہاتھ کہتے ہیں کہ بخدا یہ شخص ہمکو صدقہ اور دعا کیواسطے پھیلایا کرتا تھا تمکو اوسپر راہ نملیگی اور اگر منہ کیطرف سے آتا ہے تو ذکر اور روزہ آڑے ہو جاتا ہے اسیطرح ایک طرف کو نماز اور صبر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کچھہ کسر رہیگی تو ہم اسکے ساتھ ہو نگے۔ حضرت سفیان رح فرماتے ہیں کہ آدمی کے اعمال نیک اوسکی طرف سے ایسے جھگڑتے ہیں اور عذاب کو روکتے ہیں جیسے کوئی اپنے بھائی یا رشتہ دار کیطرف سے لڑا کرتا ہے پھر اوسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالی تیری خوابگاہ میں برکت کرے تیرے دوست اور رفیق بہت خوب ہیں۔ اور حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایک جنازہ میں شریک تھے آپ قبر کے سرہانے بیٹھکر اوسکے اندر دیکھنے لگے پھر فرمایا کہ مومن اسمیں ایسا دبایا جاتا ہے کہ اوسکا سینہ اور پسلیاں اور ہڈیاں چور ہو جاتی ہیں اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر دبایا کرتی ہے اگر اوسکے داب سے کوئی بچتا تو سعد بن معاذ رض بچتے۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور وہ اکثر بیمار رہا کرتی تھیں آپ اونکے جنازہ کے ساتھہ ہوئے اور کچھہ تغیر آپ کے چہرۂ مبارک پر ہمکو معلوم ہوا جب ہم قبر پر پہونچے تو آپ قبر کے اندر داخل ہوئے اور آپکا چہرہ گویا متغیر تھا جب باہر نکلے تو خوب صاف روشن ہو گیا ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم نے جو حال آپکا دیکھا یہ کسواسطے تھا آپنے فرمایا کہ مجھکو اپنی بیٹی کا بھینچنا یاد آیا تھا اور سختی عذاب قبر دل میں گذری تھی سو میں قبر میں اوترا تو مجھے خبر دی گئی کہ اللہ تعالی نے اوسپر عذاب قبر کو ہلکا کر دیا اور وہ ایسا دبائی گئی کہ اوسکی آواز پورب پچھم کے درمیان کے لوگوں نے سنی یعنی سوای انسان اور جنات کے۔

آٹھوین فصل مردوں کے اون حالات میں جو خواب میں مکاشفہ سے معلوم ہوئے ہیں جاننا چاہئے کہ نور عقل جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے اور عبرت کی راہ ہو نیسے ہے اوس سے ہمکو مردوں کا احوال مجملا معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سعید ہیں یا شقی مگر کسی شخص خاص کا حال بھی بصیرت سے معلوم نہیں ہوتا اسلئے کہ اگر ہم زید و عمرو کے ایمان پر مثلا اعتماد کریں تو یہ تو نہیں جانتے کہ اوسکی موت کس حال پر ہوئی اور خاتمہ کیسا ہوا اور اگرچہ ظاہر کی نیکبختی پر اونکے اعتماد کر سکتے ہیں مگر چونکہ تقوی کا مقام دل ہے اور وہ ایسی باریک چیز ہے کہ خود تقوے والے کو نہیں معلوم ہوتی

تو دوسرے کو کیسے معلوم ہوگا کہ وہ متقی ہی کیونکہ حکم ظاہری نیکبختی پر بدون باطن کے تقوی کے نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ اس سے معلوم ہوا کہ زید و عمرو کی حکم کی معرفت بدون اونکے حال دیکھنے کے نہیں ہو سکتی اور جب آدمی مرجاتا ہے تو عالم ظاہری سے عالم غیب اور ملکوت میں چلا جاتا ہے پس چشم ظاہری سے نہیں معلوم ہوتا بلکہ دوسری آنکھ سے سوجھتا ہے جو ہر ایک انسان کے دل میں پیدا ہوئی ہے مگر انسان نے اوس آنکھ پر اپنی شہوات اور کاموں کا گاڑھا پردہ ڈال رکھا ہے اسلیے اوس آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا اور نہ توقع ہے کہ عالم ملکوت کی کوئی چیز اوسکو نظر آوے جب تک وہ پردہ دل کی آنکھ پر سے دور نہو جاوے اور چونکہ انبیاء علیہم السلام کی آنکھ پر سے وہ پردہ ہٹا ہوا تھا اسلیے اونھوں نے ملکوت کیطرف نظر کی اور اوسکے عجایب کو ملاحظہ فرمایا اور چونکہ مردے بھی عالم ملکوت میں ہیں اسلیے انبیاء علیہم السلام نے اونکو بھی دیکھکر اونکا حال بتایا اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کا دبانا حضرت سعد بن معاذ رضہ کے حق میں اور اپنی بیٹی حضرت زینب رضہ کے حق میں ملاحظہ فرمایا اسیطرح حضرت جابر رضہ کو اونکے باپ کا حال سنایا جو شہید ہوگئے تھے کہ خدا تعالی نے اونکو اپنے سامنے بے حجاب بٹھلایا اور اسطرح کا مشاہدہ تو انبیاء کے سوا اور اون اولیاء کے سوا جو انبیاء کے درجے سے قریب ہیں اوروں کو نہیں ہو سکتا بلکہ ہم جیسوں کو ایک اور مشاہدہ ضعیف ہوا کرتا ہی مگر وہ بھی مشاہدہ نبوی ہی اور وہ خواب کا ہے جو نبوت کے انوار میں سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ اور خواب بھی ایک انکشاف ہی ہے اور جبھی ہوا کرتا ہے جب دل پر سے پردہ ہٹ جاوے اسی جہت سے بجز آدمی نیکبخت راست باز کے اور کی خواب کا اعتبار نہیں ہوتا اور جو شخص جھوٹ بہت بکتا ہو اوسکا خواب سچ نہوگا اور جو شخص فساد اور گناہ بہت کرتا ہو اوسکا دل تاریک ہو جاتا ہے تو جو کچھہ وہ دیکھیگا وہ خواب پریشان ہوگا اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت وضو کے لیے حکم فرمایا کہ آدمی پاک ہوکر سووے اور اسمین اشارہ طہارت باطن کیطرف بھی ہے جو اصل ہے اور طہارت ظاہر بمنزلہ اوسکے تتمہ کے ہے اور جب باطن صاف ہوتا ہی تو دل کی آنکھ میں وہ چیز منکشف ہوتی ہے جو آگے کو ہوگی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں تشریف لیجانا خواب میں معلوم ہوگیا تھا یہاں تک کہ پھر اوسکی تصدیق کے لیے یہ آیت اوتری لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ اور آدمی ایسے خوابوں سے کم خالی ہوتا ہے جنمیں کچھہ سچی باتیں نظر آجاویں خواب کا سچ ہونا اور اوسمیں غیب کا حال معلوم ہو جانا خدا تعالی کی عجیب صنعتوں اور سرشت آدم کی نادر باتوں میں سے ہے اور بڑی واضح تر دلیلوں میں سے عالم ملکوت پر اور لوگ اوس سے غافل ہیں جیسے دل کے



تمامی عجائب اور عالم کے عزائب سے غافل ہیں اور خواب کی حقیقت کو بیان کرنا علوم مکاشفہ کی باریک
باتوں میں سے ہے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ علم معاملہ کے ساتھ اسکا ذکر ضمیمہ کر کے بیان کیا جاوے لیکن جس قدر کہ
بیان میں کر سکتا ہوں وہ ایک مثال ہے جس سے تمکو مقصود سمجھ مین آجاویگا وہ یہ ہے کہ یون جانو کہ دل کی مثال
مانند آئینہ کے ہے جسمین صورتیں اور امور کی حقیقتیں منعکس ہوتی ہین اور جو کچھ کہ اللہ تعالی نے شروع پیدائش
عالم سے آخر تک تجویز فرمایا ہے وہ ایک جا لکھا ہوا ہے جسکا نام کبھی لوح محفوظ اور کبھی کتاب مبین اور کبھی امام مبین
رکھتے ہین چنانچہ یہ تینوں نام قرآن مجید مین بھی خدای تعالی نے فرمائے ہین غرضکہ جو کچھ عالم مین ہو چکا ہے
اور ہوویگا وہ سب اوسمین منقش اور لکھا ہوا ہے مگر وہ نقش ایسا نہیں جو اس آنکھ سے سوجھے اور یہ
گمان مت کرو کہ یہ لوح لکڑی یا لوہے یا ہڈی کی ہے اور کتاب کاغذ یا پتے کی ہے بلکہ یوں سمجھ لینا چاہیے
کہ خدای تعالی کی تختی خلق کی تختی کے مشابہ نہین اور نہ اوسکی کتاب مخلوق کی کتاب جیسی جسطرح کہ اوسکی ذات
اور صفات خلق کی ذات وصفات سے نہیں ملتی بلکہ اگر تم اوسکی مثال چاہو جس سے کہ یہ مطلب تمہاری سمجھ مین
آوے تو یوں سمجھو کہ لوح محفوظ میں تمام چیزون کا ثابت ہونا ایسا ہے جیسے قرآن کے الفاظ اور حروف
حافظ قرآن کے دل و دماغ میں ہوتے ہین وہ بھی ایسی طرح لکھے رہتے ہین کہ جب حافظ پڑھتا ہے تو گویا دیکھتا
جاتا ہے حالانکہ اگر اوسکی دماغ کو ذرا ذرا سا ڈھونڈھکر دیکھو تو اوس خط مین سے کوئی حرف سطر دل مین
نشان پایا جاویگا تو اسیطرح سمجھ لینا چاہیے کہ تمام تجویزات الٰہی اور احکامات خداوندی لوح محفوظ میں
منقوش ہین اور لوح محفوظ مثل آئینے کے ہے کہ اوسمیں تمام اشیا کی صورت منعکس اور بنی ہوئی ہے پس اگر ایک
آئینے کے مقابل میں دوسرا آئینہ رکھا جاوے تو ظاہر ہے کہ ایک کی صورت دوسری مین ظاہر ہو جاوے گی
بشرطیکہ دونوں میں کوئی پردہ نہو اور یہ سمجھو کہ دل ایک آئینہ ہے جسمین آثار علوم کے پیدا ہوتے ہین اور لوح محفوظ
وہ آئینہ ہے جسمیں تمام علوم کے آثار موجود رہتے ہین اور مشغول ہونا دل کا اپنی شہوات اور حواس کی
خواہشوں میں ان دونوں آئینوں مین حجاب ہے اسیوجہ سے لوح محفوظ کا مطالعہ نہیں کر سکتا جو عالم
ملکوت سے ہے پس اگر کوئی ہوا چلے جس سے یہ بیچ کا پردہ ہلے اور سامنے سے علیحدہ ہو جاوے تو آئینہ دل مین
کچھ چیز عالم ملکوت مین سے بجلی کیطرح چمک جاویگی اور کبھی وہ چمک ثابت اور پایدار ہو جاتی ہے کبھی جلد چلی جاتی ہے
اور اکثر یون ہی ہوتا ہے کہ جلد جاتی رہے اور دل جبتک آدمی جاگتا رہتا ہے جبتک جو کچھ حواس کے ذریعہ
عالم ظاہری مین سے اوسپر ہوتا ہے اوسمین لگا رہتا ہے اور اسیوجہ سے عالم ملکوت سے آڑ مین رہتا ہے
اور سونے کے معنی یہ ہین کہ حواس سب ساکن ہو جاوین اور کوئی چیز دل پر نہ پہونچاوین لیکن جب دل حواس کی
طرف سے اور خیال سے فارغ ہوتا ہے اور اوسکا جوہر بھی صاف ہوتا ہے تو اوسکے اور لوح محفوظ کے

بیچ مین سے پردہ اوٹھہ جاتا ہے اور کوئی چیز لوح محفوظ کی دل مین پڑجاتی ہے جیسے ایک آئینہ مین کیصورت
دوسرے مین پڑجاتی ہے بشرطیکہ دونون مین حجاب نہو مگر چونکہ سونا سارے حواس کو تو کام سے روکدیتا ہے
لیکن خیال کو اوسکے کام سے نہین روکتا اور اوسکی حرکت کو موقوف نہین کرتا اسیوجہ سے جو بات دلمین
پڑتی ہے خیال اوسکی طرف دوڑ جاتا ہے اور اوس بات کی مشابہت کسی ایسی چیز سے دے لیتا ہے جو اوسکے
قریب ہو اور از انجا کہ خیالات دوسری چیزون کی نسبت کر حافظہ مین زیادہ جما کرتے ہین اسلیے خیالہی حافظہ مین
باقی رہجاتا ہے پس جب آدمی جاگتا ہے تو خیال کے سوا کچھہ یاد نہین رکھتا اب تعبیر دینیوالیکو دیکھنا پڑتا ہے
کہ یہ خیال کونسی بات کے مشابہ ہے اور مناسبت ہی سے اوس بات کا پتا پالیتا ہے اور جو شخص علم تعبیر مین
نظر رکھتا ہے اوسکے نزدیک اسکی مثالین ظاہر ہین یہان ایک مثال لکھدینی کافی ہوگی وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے
خواب مین دیکھا کہ اوسکے ہاتھہ مین انگوٹھی ہے اوس سے مردون کے منہ پر اور عورتونکی شرمگاہ پر مہر کرتا ہے
اوسنے یہ خواب حضرت ابن سیرین رحمہ سے بیان کیا آپنے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو موذن ہے رمضان مین صبح
ہونے سے پہلے اذان کہا کرتا ہے اوس شخص نے کہا کہ آپ درست فرماتے ہین تو دیکھنا چاہیے کہ مہر
کرنے سے غرض روکنا ہے اور اوسیکے لیے مہر کیا کرتے ہین اور دل پر لوح محفوظ سے حال آدمی کا جون کا تون
کھلا کرتا ہے مثلا اس مثال مین آدمیون کا کھانے پینے اور ہم بستری سے روکنا ظاہر ہوا ہوگا مگر خیال اس بات کا
عادی ہے کہ انگوٹھی سے مہر لگانے سے منع کیا کرتے ہین اسلیے اوس روکنے کی ایک صورت خیالی بنا لی جسمین
اصل معنی باقی رہین اور وہی یاد بھی رہی کہ حافظہ مین صورت خیالی ہی رہا کرتی ہے پس یہ علم خواب سے ایک
تھوڑا سا بیان ہے اور اس علم کے عجائب منحصر نہین اور کیون نہو خواب تو موت کے مانند ہی اور موت خود
ایک عجیب امر ہے اور خواب اور موت کی مشابہت اس وجہ سے ہے کہ خواب مین بھی کچھہ تھوڑا سا حال عالم غیب کا
معلوم ہو جاتا ہے یہان تک کہ سوتا جان لیتا ہے کہ آیندہ کو کیا ہوگا یہی ایک ذراسی وجہ مشابہت کی ہے
اور موت سے تو بالکل پردہ دور ہو جاتا ہے اور حال معلوم ہو جاتا ہے حتی کہ انسان دم ٹوٹتے ہی بدن تاخیر کو
اپنے نفس کو یا تو گھرا ہوا مصیبت اور رسوائی اور فضیحت مین پاویگا نعوذ باللہ منہ یا دولت سلطنت یا دارا اور بڑی
بے انتہا پر حاوی پاویگا اور بدبختون کو جب حال نظر آویگا تو اونسے یون کہا جاویگا لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ
مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ اور کہا جاویگا أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا
أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اور اونھین کیطرف اشارہ ہی اس آیت مین
وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ جو سب سے بڑھکر عالم اور سب سے زیادہ حکیم ہوگا اوسکو مرنے کے بعد
عجائب اور آیات مین سے وہ معلوم ہونگے کہ کبھی اوسکے دلمین اوسکا وہم اور خطرہ نگذرا ہوگا پس عاقل کو

کوئی سمجھ اور علم ہو بجز اسکے کہ اسوقت کا حال سوچا کرے کہ حجاب کس چیز پر سے اوٹھیگا اور کیا معلوم ہوگا
بدبختی لازمی یا سعادت دائمی میں سے کونسی نظر آویگی تو یہی فکر تمام عمر کے لیے کافی ہے اور بڑا تعجب ہے کہ
یہ سب باتیں ہماری سامنے ہیں اور ہم غفلت میں ہیں اور سب سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ ہم اپنے مالوں اور گھر والوں
اور اسباب اولاد سے بلکہ اپنے اعضا کان ناک وغیرہ سے خوش ہوتے ہیں حالانکہ ہم یقینا جانتے ہیں
کہ ان سب کو چھوڑ جاوینگے لیکن وہ شخص کہاں ہے جسکے دل میں روح القدس ڈالدے اور وہ وہ بات
کہے جو سید المرسلین نے ارشاد فرمائی أَحْبِبْ مَا أَحْبَبْتَ فَإِنَّكَ مُفَارِقُهُ وَعِشْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ
وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَإِنَّكَ مَجْزِيٌّ بِهِ اور ارشاد تھا کہ یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں میں بدیہ یقینی سے
محسوس تھا تو دنیا میں اسلیے مسافروں کیطرح رہے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ بانس پر بانس اور نہ پیچھے دینار چھوڑا
نہ درہم کسیکو حبیب بنایا نہ خلیل چنانچہ یوں ارشاد فرمایا لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا
وَلَكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ اس ارشاد میں بیان فرمایا کہ خدای تعالی کی خلت دل کے اندر وطن کر گئی ہے
اور اوسکی محبت سویدای دل پر چھا گئی ہے اسیواسطے کسی اور خلیل اور حبیب کے لیے گنجایش نہیں
چھوڑی اور اپنی امت کو یہ ارشاد فرمایا إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اور امت آپکی
وہی ہے جو آپکی پیرو ہو اور آپ کی پیروی وہی کرتا ہے جو دنیا سے روگردان ہوکر آخرت پر متوجہ ہو
اسواسطے کہ آپ نے بجز خدای تعالی اور روز آخرت کے اور چیز کی طرف نہیں بلایا اور بجز دنیا
اور نفس کی لذتوں سے باز رکھا پس جسقدر تم دنیا سے روگردان ہوگے اور آخرت پر توجہ کروگے
اوتنا ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چلوگے اور جسقدر آپ کا طریق اختیار کروگے اوسیقدر پیرو ہوگے
اور جتنی آپکی پیروی کروگے اوتنے ہی آپکی امت میں سے ہوگے اور جسقدر دنیا کیطرف میل کروگے اوسیقدر
آپکے رستے سے انحراف کروگے اور آپکی متابعت سے روگردانی کروگے اور اون لوگوں میں ہو جاؤگے
جنکی شان میں اللہ تعالی فرماتا ہے فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ پس اگر
تم فریب کی گھات سے قدم باہر نکالو اور اپنے دل میں انصاف کرو اور تم کیا ہم سب ایسے ہی ہیں اگر
گریبان میں سر ڈالکر دیکھیں تو جانیں کہ صبح سے شام تک صرف حال کی لذتوں کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں
اور تمام ہماری حرکت سکون صرف اس دنیای ناپایدار کے لیے ہے پھر یہ طمع رکھتے ہیں کہ کل کو آپ کی امت اور
تابعین میں سے ہونگے واہ کیا دور کا وہم ہے اور کتنی سرد طمع ہے نہیں دیکھتے کہ خدای تعالی فرماتا ہے
أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ اب بات کہیں کی کہیں جا پڑی اسلیے اسکو چھوڑ کر وہ خوابیں ذکر
کرتے ہیں جنکو معلوم ہونے سے بہت فائدہ ہو اسلیے کہ نبوت تو جاتی رہی صرف بشارت دینے والی چیزیں خوابیں ہی رہگئی ہیں

بیان ان خوابون کا جو مردون کے حالات اور اون اعمال پر مشتمل ہین کہ آخرت مین کام آوینگے اونمین سے ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے اگر کسیکو نصیب ہوجاوے آپ فرماتے ہین
مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ حَقًّا فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور دیکھا کہ آپ میری طرف التفات نہین فرماتے مین
مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کیا قصور کیا ہے آپنے میری طرف التفات فرمایا اور ارشاد کیا
کہ تم روزہ کی حالت مین کیا بوسہ نہین لیا کرتے ہو مین نے عرض کیا کہ مجھکو قسم ہے اوس ذات کی جسکے
قبضے مین میری جان ہے مین روزہ کی حالت مین کبھی عورت کا بوسہ نلونگا - اور حضرت عباس رض فرماتے ہین
کہ مجھکو حضرت عمر رض سے دوستی تھی مجھے یہ تمنا ہوئی کہ آپ کو خواب مین دیکھون پس برس روز کی بعد آپ کو
خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینا پونچھتے ہین اور فرماتے ہین کہ اب مجھکو فراغت ہوئی ہے میرا
تختہ لوٹ ہی چکا تھا اگر مین رؤف اور رحیم سے نملا ہوتا - اور حضرت امام حسن رض فرماتے ہین کہ مجھسے میرے
والد حضرت علی رض نے فرمایا کہ آج رات مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا
کہ آپکی امت سے مجھے کچھ بھلائی نہ پہونچی آپنے فرمایا کہ اونکے حق مین بد دعا کرو مین نے کہا کہ الٰہی مجھکو
اونکے عوض مین وہ لوگ عنایت فرما جو اونسے بہتر ہون اور میرے بدلے مین اونکو وہ شخص دے جو مجھسے
برا ہو یہ خواب کہکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ باہر نکلے پس ابن ملجم خبیث نے آپکو زخمی کیا اور بعض محدثین سے
مروی ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعائے مغفرت
فرماوین آپنے میری طرف سے منہ پھیر لیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سفیان بن عیینہ نے ہمسے
حدیث بیان کی اور اونھون نے محمد بن منکدر سے اور اونھون نے جابر بن عبد اللہ رض سے کہ آپ سے کوئی
چیز کبھی ایسی نہین مانگی گئی جسپر آپنے نہین فرمایا ہو یہ سنکر آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ خدا ہی تعالیٰ
تیری مغفرت فرماوے اور حضرت عباس بن عبد المطلب رض فرماتے ہین کہ مجھمین اور ابو لہب مین بھائی چارہ تھا
اور وہ میرا یار تھا جب وہ مرگیا اور اللہ تعالی نے اوسکے حال کی خبر فرمائی جیسا کچھ کہ قرآن مین ہے مین نے
اوسپر بہت غم کیا اور اوسکے معاملے کا مجھے بہت تردد ہوا مین نے خدا ہی تعالی سے برس روز کامل
دعا مانگی کہ اوسکو خواب مین مجھے دکھلاوے پس ایک روز مین نے دیکھا کہ آگ مین دہکتا ہے مین نے اوسکا
حال پوچھا اوسنے کہا کہ مین دوزخ کے عذاب مین گرفتار ہوا کبھی وہ عذاب مجھسے ہلکا نہین ہوتا نہ راحت
ملتی ہے مگر دوشنبہ کی رات کو تمام دنون اور راتون مین تخفیف ہوجاتی ہے مین نے پوچھا کہ یہ کسطرح سے
کہا کہ اوس رات محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوے مجھے ایک لونڈی نے آکر مجھکو خوشی سنائی کہ آمنہ کے

تباہی کی جگہون مین پہونچایا ہے پس اللہ تعالی نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا آپنے فرمایا کہ مینے اپنی
زبان سے لا الہ الا اللہ کہا تھا اسلیے مجھکو جنت مین وارد کیا - اب مشائخ کرام رح کی خوابونکا ذکر کیا جاتا
کسی شیخ سے نقل ہے کہ اونھون نے متمم ذوقی کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے آپسے کیا کیا
اونھون نے فرمایا کہ مجھکو جنتون مین پھروایا اور پھر پوچھا کہ کوئی چیز جنتون مین تجھکو اچھی معلوم ہوئی مینے عرض کیا
کہ نہین ارشاد ہوا کہ اگر تو کسی چیز کو اچھی جانتا تو مین تجھکو اوسکے حوالے کرتا اور اپنے حضور مین نہ پہونچاتا اور
کسینے یوسف بن حسین کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ تم سے خدا نے فرمایا اونھونے کہا کہ مجھکو بخشدیا
اوس شخص نے پوچھا کہ آمرزش کی وجہ کیا ہوئی کہا کہ مین نے ٹھیک بات کو ہزل مین نہین ملایا تھا - اور منصور بن
اسمعیل سے روایت ہے کہ مین نے عبد اللہ بزاز کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ کہو کیا معاملہ گذرا اونھونے کہا
کہ خدای تعالی نے مجھکو اپنے سامنے کھڑا کیا اور جتنے گناہون کا مین نے اقرار کیا اون سبکو بخشدیا مگر ایک
گناہ کو اوس سے کہتے ہوے مجھے شرم آئی اسلیے مجھکو پسینے مین کھڑا کیا یہانتک کہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا
مین نے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا اونھون نے کہا کہ مین نے ایک لڑکی کو دیکھا اور اوسکو پسند کیا اسلیے مجھے
حیا آئی کہ اسکا کیا ذکر کرون - اور ابو جعفر صیدلانی رح کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ ایک جماعت درویشون کی آپکے گرد ہے اسی اثنا مین آسمان پھٹا اور اوس سے دو فرشتے کہ ایک کے
ہاتھ مین طشت دوسرے کے ہاتھ مین آفتابہ تھا اوترے طشت والے نے اپنا طشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے رکھدیا آپنے ہاتھ مبارک دہوئے پھر ارشاد فرمایا تو اورون نے بھی ہاتھ دہوئے پھر طشت میرے
سامنے رکھا تو ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اسکے ہاتھ پر پانی مت ڈال یہ اونمین سے نہین ہے مینے
آپکی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپسے کیا یہ روایت نہین ہے کہ آپنے فرمایا ہو المرء مع من احب
آپنے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی ہے مین نے عرض کیا کہ تو مین آپسے اور ان درویشونسے محبت رکھتا ہون آپنے
اوس فرشتے کو ارشاد فرمایا کہ اسکے ہاتھ پر بھی پانی ڈال کہ یہ بھی اونھین مین سے ہے اور حضرت جنید رح
فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ لوگون کو وعظ سناتا ہون اتنے مین ایک فرشتہ نے میرے پاس آکر
پوچھا کہ تین چیزون سے خدای تعالی کے تقرب کے طالب تقرب کیا کرتے ہین اونمین سے اللہ تعالی کے نزدیک بہتر
کیا چیز ہے مین نے جواب دیا کہ پوشیدہ عمل ترازو مین پورا ہے وہ فرشتہ یہ کہتا چلا گیا کہ بخدا کلام توفیق یافتہ
شخص کا ہے - اور مجمع کو کسینے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ تمنے معاملہ کیسے پایا آپنے فرمایا کہ جو لوگ دنیا مین
زاہد تھے اونکو دیکھا کہ دنیا و آخرت کی خیر لیگئے - اور ایک شام کے آدمی نے علاء بن زیاد سے کہا کہ مین نے
خواب مین تمکو جنت مین دیکھا ہے وہ اپنی بیٹھک سے اوترے اور اوس شخص کے پاس آکر کہا کہ اسکی تعبیر

معلوم ہوتی ہے کہ شیطان نے کوئی بات جاری تھی اوس سے میں سمجھ گیا ہوں اور سے اب کسی شخص کو میرے قتل کیواسطے معین کیا ہے اور محمد بن واسع رحمہ فرماتے ہیں کہ خواب مومن کو خوش کیا کرتی ہے مغالطے میں نہیں ڈالا کرتی۔ اور صالح بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سلمی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تم پر رحم کرے دنیا میں تم بہت غم کیا کرتے تھے اونھوں نے فرمایا کہ لو پھر اب تو اوسکے بعد مجکو بڑی خوشی اور فرحت دائمی ہوئی ہے میں نے پوچھا کہ آپ کونسے درجے میں ہیں فرمایا کہ اون لوگوں کے ساتھ جنپر خدا تعالےٰ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہدا اور صالحوں کے ساتھ۔ اور کسی نے حضرت زرارہ بن ابی اوفی کو خواب میں پوچھا کہ اعمال میں سے تمہارے نزدیک کونسا افضل ہے اونھوں نے فرمایا کہ راضی رہنا خدا تعالی کے حکم پر اور کوتاہ کرنا امل کا۔ اور یزید بن مذعور کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی رحمہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مجکو کوئی ایسا عمل بتلاؤ جس سے میں خدای تعالی کا تقرب حاصل کروں آپ نے فرمایا کہ میں نے یہاں عالموں کے رتبے سے بڑھکر اور کسیکا رتبہ نہیں پایا اوسکے بعد درجہ غمگین لوگوں کا ہے راوی کہتا ہے کہ یزید بن مذعور بہت بوڑھے تھے اس خواب کے بعد ہمیشہ رویا کیے یہانتک کہ آنکھیں جاتی رہیں۔ اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بھائی تم سے خدا تعالی نے کیا معاملہ فرمایا اونھوں نے کہا کہ جس گناہ پر میں نے استغفار پڑھا تھا اور آمرزش کی درخواست کی تھی وہ تو خدای تعالی نے بخشدیا اور جس گناہ سے استغفار نہیں کیا تھا وہ نہ بخشا۔ اور علی طلحی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ دنیا کی عورتوں کے مشابہ نہ تھی میں نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ میں حور ہوں میں نے کہا کہ تو مجھے بیاہ کرا لے اوسنے کہا کہ میرے مالک سے میری نسبت کی خواہش کر اور میرا مہر دیدے میں نے پوچھا کہ تیرا مہر کیا ہے اوسنے کہا کہ اپنے نفس کو اوسکی تمام آفتوں سے بچائے رکھ اور ابراہیم بن اسحاق حربی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زبیدہ رحمہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے تمسے کیا کیا اونھوں نے فرمایا کہ مجکو بخشدیا میں نے کہا کہ انھیں خیراتوں کے عوض میں جو تمنے مکہ کی راہ میں دی تھیں اونھوں نے کہا کہ میں نے جو خیراتیں دی تھیں اونکا ثواب تو مالکوں کے پاس چلا گیا مجھے تو صرف نیت کے باعث بخشدیا۔ اور حضرت سفیان ثوری رحمہ نے جب وفات پائی تو خواب میں کسی نے اونکو دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے آپ سے کیا کیا اونھوں نے فرمایا کہ ایک قدم تو میں نے پل صراط پر رکھا دوسرا جنت میں رکھا۔ اور احمد بن ابی الحواری رحمہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب کی حالت میں ایک لونڈی کو دیکھا جس سے خوبصورت زیادہ میں نے نہیں دیکھی تھی اور اوسکا منہ نور سے چمک رہا تھا میں نے پوچھا کہ تیرے منہ کی چمک کس باعث سے ہے اوسنے کہا کہ تمھیں یاد ہے کہ ایک رات میں

تم روئے تھے مین نے کہا کہ ہان مجھے یاد ہے اوسنے کہا کہ مین نے تمہارے آنسو لیکر اپنے منہ کو لگائے تو
اوسی سے میرا منہ ایسا چمکنے لگا - اور کتانی رح کہتے ہین کہ مین نے حضرت جنید رح کو خواب مین دیکھا اور پوچھا
کہ خداے تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا اونھون نے فرمایا کہ وہ اشارات تباہ ہوگئے اور وہ عبارتین گم ہو
گئین صرف دو رکعتین جو ہم رات کو پڑھا کرتے تھے وہی ہمکو ملین - اور زبیدہ رح کو کسینے خواب مین دیکھکر
پوچھا کہ تمپر کیا حال گذرا اونھون نے کہا کہ ان چار کلمون کی بدولت خداے تعالیٰ نے مغفرت فرمائی یعنی
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُفْنِیْ بِہَا عُمْرِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُدْخِلُ بِہَا قَبْرِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِہَا وَحْدِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِہَا رَبِّیْ
اور بشر رح کو کسینے خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خداے تعالیٰ نے تم سے کیا سلوک کیا فرمایا کہ مجھپر رحم فرمایا اور ارشاد
کیا کہ بشر تجھے شرم نہ آئی کہ ہم سے اتنا ڈرتا تھا - اور ابو سلیمان دارانی رح کو کسینے خواب مین دیکھا اور پوچھا
کہ خداے تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا اونھون نے فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اور جتنا ضرر کہ ہمکو لوگون کے اشارون سے
یعنی شہرت اور انگشت نما ہونے سے ہوا اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوا - اور ابو بکر کتانی کہتے ہین کہ مین نے
خواب مین ایک جوان کو دیکھا کہ اوس سے بہتر کبھی نہین دیکھا تھا مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ
تقوی ہون مین نے پوچھا کہ تو کہان رہتا ہے اوسنے کہا کہ دل غمگین مین رہتا ہون پھر جو مین نے دیکھا
تو ایک عورت کالی بھتنی سی نظر آئی مین نے پوچھا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ مین دلگی ہنسی ہون مین نے
پوچھا تو کہان رہتی ہے اوسنے کہا کہ جو دل خوش اور اکڑباز ہو اوسمین رہتی ہون پھر مین جاگ پڑا اور عہد کیا
کہ بدون مجبوری کبھی نہ ہنسون گا - اور ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا شیطان میرے
اوپر چڑھ آیا ہے مین نے لاٹھی کو پکڑکے چاہا کہ اوسکو مارون وہ لاٹھی سے نہ ڈرا اوسوقت غیب سے آواز آئی
کہ یہ اس سے نہین ڈرا کرتا بلکہ ایک نور سے ڈرتا ہے جو دل کے اندر ہوتا ہے - اور مسوحی کہتے ہین کہ مین نے
شیطان کو خواب مین برہنہ دیکھا کہ چلا جاتا ہے مین نے کہا کہ تو آدمیون سے شرم نہین کرتا اوسنے کہا سبحان اللہ
یہ لوگ آدمی ہین اگر یہ آدمی ہوتے تو مین انکو صبح شام کیون کھلونا بناتا جیسے لڑکے گیند سے کھیلا کرتے ہین
بلکہ آدمی اور ہی لوگ ہین جنھون نے میرے جسم کو بیمار کر دیا ہے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ ہمارے صوفیون کی
کیطرف کیا - اور حضرت ابو سعید خراز رح کہتے ہین کہ مین دمشق مین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین
دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رض پر تکیہ کیے ہوئے میرے پاس تشریف لائے اور کھڑے ہوئے اوسوقت
مین کچھہ الفاظ کہکر اپنے سینے مین ضرب لگاتا تھا آپنے فرمایا کہ اسکی برائی بہتری کی نسبت کہ زیادہ ہے اور
ابن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت سفیان ثوری رح کو خواب مین دیکھا کہ جنت مین ایک درخت سے دوسرے پر
اور دوسرے سے اوسپر اڑتے پھرتے ہین اور یہ پڑھتے ہین لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ مین نے اونسے کہا کہ مجھے وصیت کیجیے

جس رات کہ اونکی وفات ہوئی تھی خواب میں دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصری کو اونکے وقت کے لوگوں پر
برگزیدہ کیا۔ اور ابو یعقوب قاری کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک شخص گندم گوں کشیدہ قامت کو
دیکھا کہ لوگ اوسکے پیچھے چلتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں لوگوں نے کہا کہ حضرت اویس قرنی ہیں میں
آپکے پیچھے چلا اور عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھے دیکھکر تیوری چڑھائی میں نے عرض کیا کہ
میں چاہتا ہوں کہ آپ سے باتیں کروں اگر آپ مجھے راہ دکھائینگے اللہ تعالیٰ آپ کو راہ دکھائیگا آپ
متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اوسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اوسکے
نافرمانی کے وقت اوس سے ڈرو اور اسی اثنا میں اوس سے امید منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چلے
گئے۔ اور ابو بکر بن ابی مریم کہتے ہیں کہ میں نے ورقاء بن بشر حضرمی کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ
حال کیا ہوا جواب میں کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی پائی میں نے پوچھا کہ کونسے عمل کو افضل
پایا کہا خدا تعالیٰ کے خوف سے رونے کو۔ اور یزید بن نعامہ کہتے ہیں کہ جاریہ یعنی وبائی مرض میں ایک
لڑکی مرگئی تھی اوسکے باپ نے اوسکو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھے آخرت کا حال کہہ اوسنے کہا کہ ابا
جان ہم بڑے کام پر پہونچے ہیں ہم جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے ہیں اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں ہو
ایکبار یا دو بار سبحان اللہ کہنا یا ایک خواہ دو رکعت نماز کا میرے نامۂ اعمال میں ہونا مجھکو دنیا اور اوس
سے محبوب تر ہے۔ اور بعض مرید عتبہ غلام رح کے کہتے ہیں کہ میں نے عتبہ رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ
تم سے کیا معاملہ کیا جواب میں فرمایا کہ میں برکت سے اوس دعا کی جنت میں داخل ہوا جو
لکھی ہوئی تھی جب میں اوٹھا تو ایک گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے ہاتھ سے گھر کی دیوار پر لکھا ہوا تھا

وَيَا رَاحِمَ الْمُذْنِبِيْنَ وَيَا مُقِيْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِيْنَ اِرْحَمْ عَبْدَكَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِيْمِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ كُلَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْيَاءِ الْمَرْزُوْقِيْنَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ اٰمِيْنَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ

اور موسیٰ بن حماد کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری کو جنت میں دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پر اوڑتے پھرتے ہیں
میں نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے میں نے پوچھا کہ علی بن عاصم کا
حال تم بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے ستارے۔ اور کسی تابعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ بہتر جو شخص نقصان کا ہو یعنی
نقصان میں رہتا ہو اور جو نقصان میں ہے اوسکے لیے موت بہتر ہے۔ اور امام شافعی رح فرماتے

گیا حال کیا فرمایا کہ اول تو مجھپر اشراف کا سا عتاب ہوا پھر مجکو بخشدیا گیا کہ ای ابوالقاسم ملتی کے بعد کیا جدائی ہوا کرتی ہے میں نے عرض کیا کہ نہیں ای عظمت والے پس مجکو لحد ہی میں سے پاکے تجھے کہ میں اپنے رب سے جا ملا۔ اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب میں دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ اے عتبہ میں تیرے اوپر عاشق ہوں تو خبردار ایسی بات نکرنا جو مجھ میں اور تجھ میں حجاب ہوجاوے عتبہ نے جواب دیا کہ میں نے دنیا کو تین طلاق دیدی جبتک تجھسے نہ ملونگا اوسکی طرف رجوع نکرونگا۔ اور منقول ہے کہ ایوب سختیانی کسی گنہگار کا جنازہ دیکھکر اپنے دروازے میں گھسگئے تاکہ اوسکی نماز نہ پڑھنی پڑے بعض شخصوں نے اوس مردے کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اوسنے کہا کہ خدای تعالی نے مجکو بخشدیا اور ایوب سے کہدینا کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمھارے قابو میں ہوتے تو نبڑجانے کے ڈر سے تم اونکو روک رکھتے۔ اور بعض اکابر سے مروی ہے کہ جس رات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے آسمان سے اوترتے اور چڑھتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کونسی رات ہے اونھوں نے کہا کہ یہ وہ رات ہے کہ داؤد طائی رح نے وفات پائی ہے اور اونکی روح کے لیے جنتیں آراستہ کی گئی ہیں۔ اور ابو سعید شحام کہتے ہیں کہ میں نے سہیل صعلوکی رح کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ ای شیخ اونھوں نے فرمایا کہ اب شیخ کہنا چھوڑو میں نے پوچھا کہ وہ حالات جو میں نے تمھارے دیکھے تھے اس سبب سے کہتا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ وہ کچھ کام نہ آئے میں نے پوچھا کہ پھر آخر خدای تعالی نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجکو اون مسائل کے ثواب میں بخشدیا جو فلاں بڑھیا پوچھا کرتی تھی۔ ابوبکر رشیدی رح کہتے ہیں کہ میں نے محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا تو اونھوں نے مجھسے کہا کہ ابوسعید زرگر ادیب سے یہ کہدینا ؏

ما زیاران چشم یاری داشتیم		خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جب میں جاگا تو ابوسعید سے جاکر مضمون بیان کیا اونھوں نے کہا کہ میں ہر جمعہ کو اونکی قبر پر جایا کرتا تھا اس جمعہ کو نہیں گیا ہوں اوسکی شکایت ہے۔ ابن راشد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مبارک رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم کیا مر نہیں گئے تھے اونھوں نے کہا کہ ہاں میں نے پوچھا کہ تو خدای تعالی نے تمسے کیا کیا اونھوں نے کہا کہ مجکو بخشدیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گھیر لیا میں نے پوچھا کہ پھر سفیان ثوری رح کا کیا حال ہے اونھوں نے کہا کہ اونکا کیا کہنا ہے وہ تو اس آیت کے مصداق ہیں مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ اور ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعی رح کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالی نے آپسے کیا کیا آپنے فرمایا کہ مجکو ایک سونے کی کرسی پر بٹھایا اور میرے اوپر دُر شاداب بکھیرے۔ اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کے مریدوں میں سے

فرمایا کہ اوسکی تسا سائی کم کرو - اور ابو حاتم رازی قبیصہ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ اونھوں نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ کیا اونھوں نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

دیکھا سا منے میں نے رب کو تو یہ فرمایا
تہجد تو پڑھا کرتا تھا راتوں کو اندھیری میں
یہ اب لے جنت کا مکان تو جو نسا چاہے

مبارک ہو تجھے ابن سعید اس میں رضا میری
بہاتا تو تھا آنسو بھی تا اول کی شتاقی
ملاکر و مجھے کیونکہ اب جاتی رہی دوری

اور شبلی کو مرنے کے تین دن بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ کیا فرمایا کہ مجھ سے ایسا مطالبہ کیا کہ میں نا امید ہو گیا جب میری نا امیدی ملاحظہ فرمائی تو مجھکو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا اور مجنوں بنی عامر کو مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا کیا کہا کہ مجھکو بخشدیا اور محبین کے لیے مجھکو حجت ٹھہرا دیا - اور حضرت ثوری رح کو کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تم سے خدا تعالیٰ نے کیا کیا فرمایا کہ مجھپر رحم کیا اوس شخص نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا کیا حال ہے فرمایا کہ وہ اپنے رب کے پاس ہر روز دو دفعہ باریاب ہوا کرتے ہیں اور بعض اکابر کو کسی نے خواب میں دیکھکر جو حال پوچھا تو کہا کہ مجھ سے جو حساب کیا تو نہایت دقت کی پھر احسان کر کے آزاد کر دیا - اور حضرت مالک بن انس رح کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا معاملہ آپ سے ہوا فرمایا کہ میری مغفرت کی ایک کلمہ سے جو حضرت عثمان بن عفان رض جنازے کو دیکھنے پر فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے کہ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ اور جس رات حضرت حسن بصری کا وصال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا کہ گویا دروازے آسمان کے کھلے ہیں اور ایک منادی پکارتا ہے کہ حسن بصری اللہ کے پاس آئے اوس حال میں کہ خدا اون سے راضی ہے - اور جاحظ کو کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تمپر کیا کیفیت گذری تو اونے اس مضمون کا شعر پڑھا شعر

لکھو اپنی قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو | کہ گر دیکھو قیامت میں تو ہووے خوش تمہارا دل

فائدہ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس شخص کی نجات کا باعث یہ ہوا ہوگا کہ اپنی تصانیف میں کچھ عمدہ الفاظ آخرت کے کار آمد لکھے ہونگے اسلیے اس شعر میں اوسی طرف اشارہ کیا کہ لکھنے کے لیے حسنات اختیار کرنی چاہئیں اور حضرت جنید رح نے ابلیس لعین کو خواب میں برہنہ دیکھکر فرمایا کہ تو آدمیوں سے شرم نہیں کرتا اوسنے کہا کہ یہ لوگ آدمی نہیں لگے - وہ لوگ آدمی ہیں جو مسجد شونیزی واقع بغداد میں ہیں اونھوں نے میرے جسم کو لاغر اور جگر کو کباب کیا ہے حضرت جنید فرماتے ہیں کہ جب میں جاگا تو مسجد مذکور میں گیا دیکھا تو کچھ لوگ اپنے زانو پر سر رکھے ہوئے فکر میں لگے ہیں جب اونھوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اوس خبیث کے کہنے سے تم مغرور مت ہونا اور نصیر آبادی کو بعد وفات کے مکہ معظمہ میں کسی نے خواب میں دیکھکر پوچھا کہ

گیا حال کندا فرمایا کہ اول تو مجہپر اشراف کا سا عتاب ہوا پہر مجکو فرمایا گیا کہ ای ابو القاسم ملتی کر بعد
کیا جب ای ہوا کرتی ہے مین نے عرض کیا کہ نہین ای عظمت والے پس مجکو لحد ہی مین رکھنے پائے تھے
کہ مین اپنے رب سے جا ملا - اور عتبہ غلام نے ایک حور کو خواب مین دیکھا کہ بہت حسین ہے اور کہتی ہے کہ ای
عتبہ مین تیرے اوپر عاشق ہون تو خبردار ایسی بات نکرنا جو مجہہ مین اور تجہہ مین حجاب ہوجاوے عتبہ نے جواب دیا
کہ مین نے دنیا کو تین طلاق دیدی جبتک تجہسے نہ ملونگا اوسکی طرف رجوع نکرونگا - اور منقول ہے کہ ایوب سختیانی
کسی گناہگار کا جنازہ دیکہکر اپنے دروازے مین گہسگئے تاکہ اوسکی نماز نہ پڑہنی پڑے بعض شخصون نے اوس
مردے کو خواب مین دیکہکر پوچہا کہ کہو کیا معاملہ ہوا اوسنے کہا کہ خدای تعالی نے مجکو بخشدیا اور ایوب سے کہدینا
کہ اگر رحمت الٰہی کے خزانے تمہارے قابو مین ہوتے تو نبٹ جانے کے ڈرسے تم اونکو روک رکہتے - اور بعض
اکابر سے مروی ہے کہ جس رات حضرت داؤد طائی رح کا انتقال ہوا مین نے خواب مین دیکہا کہ فرشتے آسمان سے
اوترتے اور چڑہتے ہین مین نے پوچہا کہ یہ کونسی رات ہے اونہون نے کہا کہ یہ وہ رات ہے کہ داؤد طائی رح
نے وفات پائی ہے اور اونکی روح کے لیے جنتین آراستہ کی گئی ہین - اور ابو سعید شحام کہتے ہین کہ مین نے
سہیل صعلوکی رح کو خواب مین دیکہا اور کہا کہ ای شیخ اونہون نے فرمایا کہ اب شیخ کہنا چہوڑو مین نے پوچہا کہ وہ
حالات جو مین نے تمہارے دیکہے تہے اس سبب سے کہتا ہون اونہون نے فرمایا کہ وہ کچہہ کام نہ آئے مین نے پوچہا
کہ پہر آخر خدای تعالی نے تمہارے ساتہہ کیا معاملہ فرمایا کہا کہ مجکو اون مسائل کے ثواب مین بخشدیا جو فلان بڑہیا
پوچہا کرتی تہی - ابو بکر رشیدی رح کہتے ہین کہ مین نے محمد طوسی معلم کو خواب مین دیکہا تو اونہون نے مجہسے کہا
کہ ابو سعید زرگر ادیب سے یہ کہدینا کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم	ما ز یاران چشم یاری داشتیم

جب مین جاگا تو ابو سعید سے جاکر مضمون بیان کیا اونہون نے کہا کہ مین ہر جمعہ کو اونکی قبر پر جایا کرتا تہا
اس جمعہ کو نہین گیا ہون اوسکی شکایت ہے - ابن راشد کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابن مبارک رح کو خواب مین
دیکہا اور پوچہا کہ تم کیا مر نہین گئے تہے اونہون نے کہا کہ ہان مین نے پوچہا کہ تو خدای تعالی نے تمسے کیا کیا
اونہون نے کہا کہ مجکو بخشدیا ایسی مغفرت سے کہ ہر گناہ کو گہیر لیا مین نے پوچہا کہ پہر سفیان ثوری رح کا کیا حال ہے
اونہون نے کہا کہ اونکا کیا کہنا ہے وہ تو اس آیت کے مصداق ہین مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ
مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ مین نے حضرت امام شافعی رح
کو مرنے کے بعد خواب مین دیکہا اور پوچہا کہ خدای تعالی نے آپسے کیا کیا آپنے فرمایا کہ مجکو ایک سونے کی
کرسی پر بٹہایا اور میرے اوپر تر و تازہ موتی بکہیرے - اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کے مرنے کے بعد اونکو

حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی خواب مین دیکھا کہ کوئی منادی یہ پکارتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو خلق سے برگزیدہ فرمایا اور حسن بصری کو اوسکے وقت کے لوگوں سے اچھا اور برگزیدہ کیا اور ابو یعقوب قاری کہتے ہیں کہ مین نے خواب میں ایک شخص گندم گون کشیدہ قامت کو دیکھا کہ لوگ اوسکے پیچھے جاتے ہیں مین نے پوچھا کہ یہ کون ہیں لوگون نے کہا کہ حضرت اویس قرنی رحمہ ہین میں بھی آپکے پیچھے چلا اور عرض کیا کہ مجھے وصیت فرمائیے آپ نے مجھے ناک چڑھائی مین نے عرض کیا کہ میں راہ نہیں جانتا آپ رہنمائی چاہتا ہوں اگر آپ مجھے راہ دکھا دیںگے خدای تعالیٰ آپ کو جزا دیگا آپ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اوسکی محبت کے وقت طلب کرو اور اوسکے بلا لینے سے اوسکی نافرمانی کیوقت خوف کرو اور اس اثنا میں اوس سے امید مت منقطع کرو پھر آپ منہ پھیر کر چلدیے اور مجھکو چھوڑ گئے۔ اور ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہیں کہ مین نے ورقاء بن بشر حضرمی کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہوا اونھوں نے کہا کہ بڑی جانکاہی کے بعد چھٹی ملی مین نے پوچھا کہ تمنے کونسے عمل کو افضل پایا اونھوں نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے خوف سے رونے کو۔ اور یزید بن نعامہ کہتے ہین کہ طاعون جارف یعنی وبای عام مین ایک عورت مرگئی تھی اوسکے باپ نے اوسکو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ بیٹی مجھے آخرت کا حال کہہ اوسنے کہا کہ بابا ہم ایک بڑے کام پر پہونچے ہیں ہم جانتے ہیں اور عمل نہین کرتے ہین اور تم عمل کرتے ہو اور جانتے نہیں بخدا اگر ایکبار یا دوبار سبحان اللہ کہنا یا ایک خواہ دو رکعت نماز کا میرے نامۂ اعمال میں ہونا مجکو دنیا اور مافیہا سے محبوب تر ہو۔ اور بعض مرید عتبہ غلام رحمہ کے کہتے ہیں کہ مین نے عتبہ رحمہ کو خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدای تعالیٰ نے تمسے کیا معاملہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ میں برکت سے اس دعا کی جنت مین داخل ہوا جو تیرے گھر مین لکھی ہوئی تھی جب میں اوٹھا تو اپنے گھر کے اندر گیا دیکھا تو عتبہ غلام کے خط سے گھر کی دیوار پر لکھا پایا یَا ہَادِیَ الْمُضِلِّیْنَ

وَيَا رَاحِمَ الْمُذْنِبِیْنَ وَيَا مُقِيْلَ عَثَرَاتِ الْعَاثِرِیْنَ اِرْحَمْ عَبْدَكَ ذَا الْخَطَرِ الْعَظِيْمِ وَالْمُسْلِمِیْنَ كُلَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ وَاجْعَلْنَا مَعَ الْاَحْيَاءِ الْمَرْزُوْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّیْنَ وَالصِّدِّيْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ اٰمِیْنَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ

اور موسیٰ بن حماد کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری کو جنت مین دیکھا کہ ایک پیڑ سے دوسرے پیڑ اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر اوڑتے پھرتے ہین میں نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ تمکو یہ مرتبہ کس بات سے ملا فرمایا کہ ورع سے مین نے پوچھا کہ علی بن عاصم رحمہ کا حال تو بتاؤ فرمایا کہ وہ ایسے معلوم ہوتے ہین جیسے ستارے۔ اور کسی تابعی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو نصیحت فرمائیے فرمایا کہ جو شخص نقصان کا جویا نہیں رہتا وہ نقصان میں رہتا ہے اور جو نقصان میں رہے اوسکے لیے موت بہتر ہے۔ اور امام شافعی رحمہ فرماتے ہین



کہ مجکو ان دنون مین ایک امر مشکل ایسا پیش آیا تھا جسنے مجکو درد و رنج دیا اور خدای تعالی کے سوا
اور کسیکو اوسپر واقفیت نہ تھی کل رات میرے پاس ایک آنے والا آیا اور خواب مین مجھسے کہا کہ اے
محمد بن ادریس یون دعا مانگو اَللّٰهُمَّ اِنِّی لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا حَیَاتًا
وَّلَا نُشُوْرًا وَّلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ اَللّٰهُمَّ فَوَفِّقْنِیْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی
مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ فِیْ عَافِیَةٍ جب مین صبح کو اوٹھا تو اس دعا کو مکرر پڑھا جب ان پڑھا اللہ تعالی نے میرا مطلب مجکو
عنایت فرمایا اور جس مصیبت مین مین تھا اوس سے نجات آسان فرمائی - تو تمکو چاہیے کہ ان دعاؤن
کو ہمیشہ پڑھتے رہو اور انسے غافل نہ ہو یہ تھے کچھہ مکاشفات جنسے مردون کا احوال معلوم ہوتا ہے
اور ان اعمال پہ دلالت کرتے ہین جو اللہ تعالی سے قریب کر دین اب انکے بعد ہم وہ حالات لکھتے ہین
جو صور کے پھنکنے سے لیکر آخر تک یعنی جنت خواہ دوزخ مین ٹھہر جاتے تک مردون کو پیش ہوتے ہین

دوسرا حصہ باب ذکر موت کا اون حالات مین میت کے جو صور کے پھنکنے سے لیکر جنت یا
دوزخ مین قرار پانے تک ہوتے ہین اور جو کچھہ ہول اس درمیان مین پیش ہوتے ہین انکی تفصیل مین
اس قسم مین بندرہ بیان ہین اور آخر کو ایک خاتمہ ہے جسمین خدای تعالی کی رحمت کے وسیع ہونے کا
ذکر ہے اور اسی برکت سے کی تمامی ہو انشاء اللہ تعالی

پہلا بیان نفخ صور کے ذکر مین پہلے بیانون سے تمکو اتنے حالات معلوم ہو چکے ہین میت کے
حال کی شدت موت کے سکرات مین اور خطرہ خاتمہ کے خوف کا پھر قبر کی تاریکی کو بھگتنا اور اوسکے
کیڑون کی ایذا سہنی پھر منکر نکیر اور اونکا سوال پھر عذاب قبر کو بھگتنا بشرطیکہ اون لوگون مین سے ہو
جنپر غصہ ہوا ہے اور یہ جتنے احوال گذرے ہین ان سب سے بڑھکر وہ خطرات ہین کہ مرنے کے سامنے
ہین یعنی صور کا پھنکنا اور قیامت کے دن اوٹھنا اور خدای تعالی کے سامنے پیش ہونا اور تھوڑی
بہت کی پوچھہ ہونی اور اعمال کے مقدار کی شناخت کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا پھر باوجود باریکی اور
تیزی کے پل صراط پر سے اوترنا پھر مقدمہ کے فیصل ہونے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے پکار کا منتظر رہنا تو یہ احوال
اور خطرات ایسے ہین کہ تمکو اونکا پہچاننا ضروری ہے پھر اونپر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان
لانا پھر انمین بہت سا فکر و تامل کرنا تاکہ تمھارے دل مین سے انکی تیاری کے لوازم پیدا ہون اور
اکثر لوگون کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان اونکے خالص دلون مین نہین بیٹھا اور
سویدای ضمیر مین جگہ نہین پکڑی اور یہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی
سردی کے لیے کتنے سامان کرتے ہین اور دوزخ کی گرمی اور زمہریر کی سردی کے لیے باوجودیکہ انمین

نہایت سستی اور خطرات ہونیکے تعجیل کرتے ہیں ہاں اتنا ہے کہ جب آخرت کا خیال ونسے تو تجھے
تو زبان سے اوسکا اقرار کرتے ہیں مگر دل اوسکے اوس سے غافل رہتے ہیں اور جو شخص دوسرے سے
کہے کہ تیرے سانپ کے کھانے میں زہر ہے اور وہ دوسرا اوسکی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے
پھر کھانا کھا لے تو زبان سے تو اوسکو سچا کہا اور عمل سے اوسکو جھٹلایا اور عمل کی رو سے جھٹلانا
زبان کے جھٹلانے کی نسبت کہ زیادہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالے
فرماتا ہے کہ مجھکو آدمی نے گالی دی اور اوسکو زیبا نہ تھا کہ مجھے گالی دے اور اوسنے مجھکو جھٹلایا اور
اوسکو شایان نہ تھا کہ جھٹلاوے اوسکا گالی دینا تو یہ ہے کہ کہتا ہے کہ خدا کا کوئی لڑکا ہے اور جھٹلانا
اسطرح ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے جیسا اول پیدا کیا ہے اوسطرح کبھی نہ اوٹھاویگا۔ اور دلوں میں جو
بعث اوٹھنے کی تصدیق اور یقین مستحکم نہیں تو اوسکی وجہ یہی ہے کہ لوگ اس جہان میں اسطرح کی
باتیں کم سمجھتے ہیں اور اگر بالفرض آدمی حیوانات کا پیدا ہونا نہ دیکھتا اور اوس سے کہا جاتا کہ تیرا ایک
بنانے والا ہے کہ وہ نطفہ ناپاک سے ایسا آدمی بناتا ہے جو عاقل اور متکلم اور تصرف کرنے والا ہو تو
اوسکے باطن کو اسکی تصدیق نہایت سخت ہوتی اور اسی بہت سے خدا تعالی فرماتا ہے اَوَلَمْ
يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ اور فرمایا أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ
سُدًى أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى
غرضکہ آدمی کی پیدایش میں باوجود کثرت عجائب اور اختلاف اعضا کی ترکیب کے عجیب عجیب
باتیں اوسکے اوٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے میں ہیں تو جو شخص اوسکی صنعت اور قدرت میں
تماشا کو معاینہ کرتا ہے وہ خداے تعالی کی قدرت و حکمت سے اوسکا انکار کیسے کرتا ہے پس اگر تمھارے
ایمان ہی میں ضعف ہو تو پہلے پیدایش کو غور کرکے ایمان کو پکا کرلو اسلیے کہ دوسری بار کی پیدایش
اول ہی کیطرح بلکہ اوس سے سہلتر ہے اور اگر تمھارا ایمان دوبارہ اوٹھنے پر قوی ہے تو دل میں ان
خوفوں کو بھی ٹھان لو اور اسباب میں اتنا فکر اور عبرت کیا کرو کہ دل سے راحت اور آرام جاتا رہے اور
خداے تعالی کے سامنے جانے کی تیاری میں لگ جاؤ اول صور والا کا فکر کرو کہ قبر کے باشندون کے
کان میں پڑے گی یعنی صور کا زور سے پھنکنا کہ ایک ہی چیخ ایسی ہوگی کہ جس سے قبروں میں سے
مردے نکل پڑینگے پس اپنے آپ کو فرض کرو کہ تم بھی قبر سے چہرہ متغیر اور بدن سر سے پاؤں تک
غبار آلود قبر کی مٹی میں سنا ہوا نکلے ہو اور چیخ کی شدت سے حیران اور آواز کیطرف کو نگران ہو اور
تمام خلق اپنی اپنی قبروں سے یکبارگی نکل پڑی ہے کہ مدتوں تک اونہیں پڑے سڑتے تھے اور

ایک مصیبت تو اونکو یہ رنج و غم اور انتظار کی سختی کی کہ انجام کب کو معلوم ہوگا پہلے سے تھی اب یک شکل دو شدید خوف اور رعب اور ہوا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ اور فرمایا فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ اور فرمایا وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلٰى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ

پس اگر مردون کے سامنے اس آواز کی دہشت کے سوا اور کچھہ ہول نہوتا تب بھی اوس سے ڈرنا اور بچنا لائق تھا اسلیے کہ وہ ایسی پھونک اور چیخ ہوگی کہ اوس سے جو لوگ آسمان و زمین کے ہین سب مرجاوینگے صرف جنکو اللہ تعالی چاہے گا یعنی چند فرشتے باقی رہجاوینگے اور اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیف انعم وصاحب الصور قد التقم القرن وحنی الجبهة واصغی بالاذن ینتظر متی یؤمر فینفخ مقاتل فرماتے ہین کہ صور کے معنی شاخ یعنی نرسنگھے کے ہین اور اسکی کیفیت یون ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام نفیری کی شکل کے نرسنگھے پر اپنا منہ رکھے ہوے ہین اوس نرسنگھے کے منہ کا دائرہ اتنا چوڑا ہے جتنا پھیلاؤ آسمانون اور زمین کا ہے اور حضرت اسرافیل اپنی آنکھ عرش کی طرف کو اوٹھائے منتظر ہین کہ کب حکم اول پھونک کا ہو جب وہ اول پھونک مارینگے تو آسمان و زمین کے لوگ جتنے جاندار ہونگے سب خوف کی شدت سے مرجاوینگے صرف چار فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام بچجاوینگے پھر حکم الہی ملک الموت کو ہوگا کہ اول حضرت جبرئیل علیہ السلام کی روح نکالین پھر حضرت میکائیل کی پھر حضرت اسرافیل کی پھر ملک الموت کو حکم ہوگا کہ خود مرجاوینگے اور چالیس برس تک خلق اول صور پھونکنے کے بعد عالم برزخ مین رہیگی پھر اللہ تعالی حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کر کے حکم فرماویگا کہ دوسری دفعہ پھونک نرسنگھے مین مارو اور اسیکو اللہ تعالی کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ یعنی پانون پر کھڑے ہوکر چپ اوٹھنے کو دیکھینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جسوقت مجکو اللہ تعالی نے مبعوث فرمایا تو صاحب صور اسرافیل سے کہلا بھیجا اونھون نے صور کو اپنے منہ سے لگالیا اور ایک پانون کو آگے اور دوسرے کو پیچھے کرکے منتظر ہین کہ کب حکم پھونکنے کا ہو تو سن لو



کہ پھونک سے ڈرو انتی پس ایسے حال میں خلق کی کیفیت اور اونکی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی
اور اوس پیچ کا خوف اور حکم سعادت اور شقاوت کا انتظار سوچو اور اپنے آپ کو بھی اونکے درمیان
فرض کرو کہ جیسے وہ ٹوٹے حال سے ہونگے ویسے ہی تم بھی ہوگے جیسے وہ حیرت زدہ ہونگے ویسے ہی
تم بھی ہوگے بلکہ دنیا مین جو لوگ امیر اور توانگر اور بارپرورده اور بادشاہ ہونگے وہ اوس روز سب
زمین کے باشندون سے ذلیل اور چھوٹے اور حقیر اور پامال ذرہ کے مثال ہونگے اوسوقت وحشی
جنگلون سے اور پہاڑون سے آکر اپنے سر جھکا کر باوجود وحشت کے لوگون مین مل جاوینگے اور گو
اونھون نے کچھ خطا نہ کی ہوگی مگر اوس روز کے اوٹھنے اور شدت صیحہ اور ہول سے پھونک کے ڈر کر
سب وحشت بھول جاوینگے اور جو کر خود ہی ہو کر لوگوں مین آ ملینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ پھر شیطان سرکش کہ پہلے متمرد اور منحرف تھے آوینگے اور خدا کے سامنے
پیش ہونے کی ہیبت کے مارے گردن جھکا دینگے اور مضمون اس آیت کا صادق ہوگا فَوَرَبِّكَ
لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا پس ایسے حال مین اور اپنی اونکی کیفیت مین اوس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گذریگی

دوسرا بیان محشر کی زمین اور اوسکے لوگوں کے ذکر مین پھر غور کرو کہ جی اوٹھنے کے بعد ننگے
ننگے بدن بے ختنہ کیسے زمین محشر مین ہنکائے جاوینگے وہ ایک زمین نرم ہموار سفید رنگ ہے
کہ جسمین کچھ اونچ نیچ نہیں نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ آدمی اوسکے پیچھے چھپ جاوے نہ گڑھا ہے کہ اوسکے اندر
آنکھ سے اوجھل ہو بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہے کچھ اوسمین فرق نہیں اوسکی طرف لوگ
گروہ کے گروہ پہونچائے جاوینگے پس پاک ہے وہ ذات جو لوگون کو باوجود اقسام مختلف ہونے کے
اطراف زمین سے پہلے اور دوسری پھونک سے ایک جگہ لاکر جمع فرماویگا اور اون دلون کو ڈرایا ہے
کہ اوس روز تڑپتے ہون اور آنکھوں کو بتایا ہے کہ نیچے کو ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ قیامت کے روز لوگون کا حشر ایک زمین سفید خاکی پر ہوگا جو مانند گردہ صاف کے ہوگی
اور اوسمین کوئی عمارت کسیکی نہوگی کہ جسکے باعث آدمی چھپ سکے یا نظر کام نکرے اور یہ گمان
نکرنا چاہیے کہ وہ زمین دنیا کی سی زمین ہوگی بلکہ دنیا کی زمین سے صرف نام مین شریک ہے اللہ تعالے
فرماتا ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ زمین مین
یہ کمی بیشی کیجاویگی اور اوسکے درخت اور پہاڑ اور جنگل اور دوسری چیزین جاتی رہینگی اور عکاظ کے
چمڑے کیطرح پھیلائی جاویگی زمین سفید مثل چاندی کے ہوگی جسپر کوئی خون یا گناہ نہوا ہوگا اور
آسمانون کے چاند سورج ستارے جاتے رہینگے پس اے مسکین اوس روز کے ہول و شدت کو

غور کر کہ جب خلق اوس زمین پر اکٹھی ہو جاویگی تو اونکے اوپر سے ستارے بکھر پڑینگے آفتاب بے نور
اور چاند بے روشنی ہو جاوینگے زمین پر کا چراغ گل ہونے سے بالکل اندھیرا ہو جاویگا لوگ اسی
حال مین ہونگے کہ دفعۃً سر پر کے اوپر سے آسمان چکر کھا کر باوجود سختی اور پائداری پانسو برس کے مسافت کے
پھٹ جاوینگے اور فرشتے اوسکے کنارون اور اطراف پر کھڑے ہونگے تو معلوم اوسکے پھٹنے کی
آواز سے تیرے کان مین کیسی ہول پیدا ہوگی اور اوس دن کی ہیبت کیسی ہوگی جسمین آسمان اتنے
موٹے اور سخت ہوکر پھٹ جاوینگے اور گلی ہوئی چاندی زردی آمیز کیطرح بہنے لگینگے پھر گلابی رنگ
سرخ چمڑے کیطرح اور گلے ہوے تانبے کیطرح ہوجاوینگے اور پہاڑ دھنی اون کیطرح اور آدمی مثل بکھرے ہوے
پتنگون کے ہونگے اور برہنہ پا ننگے بدن چلتے ہونگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی
ننگے پانون ننگے بدن سب ختنہ کیے ہوے اوٹھینگے پسینا اونکے منہ تک مثل لگام کے کانون کی
لو تک پہونچ گیا ہوگا حضرت ام المومنین سودہ رض راوی اس حدیث کی فرماتی ہین کہ مین نے آپکی
خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ بڑی خرابی ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کیطرف ننگے دیکھینگے آپ نے
فرمایا کہ اوس دن آدمیون کو اور ہی فکر ہوگا دیکھنے کی فرصت نہو گی لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ
پس وہ دن کیسا سخت ہوگا کہ برہنگیان اوسمین عیان ہونگی اور باوجود اسکے دیکھنے اور التفات سے بھی
مامون رہینگے اور کیون نہو کہ بعضے تو پیٹ کے بل اور بعضے سر کے بل چلینگے تو اونکو دوسرے کیطرف
التفات کی قدرت کہان ہوگی - حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ تین قسم ہوکر اوٹھینگے سوار اور پیادہ پا اور سر کے بل ایک شخص نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ سر کے بل لوگ کیسے چلینگے آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے اونکو پانون کے بل چلایا ہے وہ
قادر ہے کہ سر کے بل بھی چلادے - اور یہ آدمی کی طبعی بات ہے کہ جس چیز سے مانوس نہین ہوتا
اوسکا انکار کیا کرتا ہے مثلاً اگر آدمی سانپ کو پیٹ کے بل نہایت تیزی سے چلتا نہ دیکھے تو
یہی کہے کہ بدون پانون کے رفتار نہین ہوسکتی اور جسنے پانون چلتے کسیکو نہ دیکھا ہو وہ پانون سے
چلنے کو بھی دشوار جانیگا اس نظر سے آدمی کو چاہیے کہ قیامت کے عجائب سے جو بات دنیا کی
قیاس کے مخالف ہو اوسکا انکار نکرے اسلیے اگر بالفرض دنیا کے عجائب اوسکے مشاہدے مین
نگذرے ہون اور پھر دفعۃً اوسکے دیکھنے مین آتے ہین تو اونکا بھی انکار کرنے لگتا ہے
حالانکہ واقعی بات ہوتی ہے اسیطرح قیامت کے عجائب کو جاننا چاہیے اور دلمین تصور باندھ
لینا چاہیے کہ ہم بھی ننگے منگے ذلیل اندھے حیرت زدہ سہمے ہوے اس بات کے منتظر کھڑے ہونگے

کہ ہمکو سعادت اور شقاوت میں سے کس چیز کا حکم ہوگا اور اس حالت کو بہت بڑی جانی جا کہ نہایت ہی

تیسرا بیان پسینے کے

کر دیں پھر خلق کے ازدحام کو سوچو کہ اوس کھڑے ہونے کی جگہ میں ساتوں
آسمان اور ساتوں زمین کے لوگ یعنی فرشتے اور جن اور انسان اور شیطان اور وحش اور درندے اور
پرند جمع ہونگے پھر اوپر آفتاب نہایت تیزی سے جھکے گا اور جیسا اب کچھ اوسکا ہلکا معاملہ ہے اوس سے
بدل دیا جاوے گا پھر خلق کے سروں سے مقدار دو کمانوں کے بیچ کے ہوگا اور زمین پر کوئی سایہ
سوائے سایہ تحت رحمن کے نہ ہوگا اور بدون مقربوں کے اوسکے سایہ میں اور کوئی نہ رہنے پائیگا
اوسوقت کچھ لوگ تو عرش کے سایہ میں ہونگے اور کچھ آفتاب کی تپش میں سکتے ہونگے کہ مارے
گرمی اور دھوپ کے کلیجا منہ کو آتا ہوگا اور اوسپر یہ کہ خلق کی دھکا پیل شدت انبوہ کے باعث
اتنی ہوگی کہ کندھے سے کندھا چھلتا ہوگا اور علاوہ اسکے فضیحت اور رسوائی جو خدای تعالی کے
سامنے جانے سے ہوگی اوسکے خوف سے خدا شرم وحیا آویگی تو اتنی حرارتیں جمع ہونگی ایک
آفتاب کی گرمی دوسری سانسوں کی حرارت تیسری دلوں کی سوزش حیا و خوف کی آگ سے اسی
حدت سے ہر بال کی جڑ میں سے پسینا نکلنا شروع ہوگا یہاں تک کہ قیامت کی زمین پر بہنے لگے گا
اور پھر بدنوں کیطرف کو اوبھرنا شروع ہوگا جسکا جتنا مرتبہ خدای تعالی کے نزدیک ہوگا اوسیکے مقدار
اوسکا پسینا اوبھرے گا یعنی بعضوں کا پسینا زانو تک اور بعضوں کا تہیگاہ تک اور بعضوں کا کانوں کی
لو تک اور بعضوں کا قریب سر سے گذر جانے تک - حضرت ابن عمر رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس دن آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے تو بعضوں کا پسینا اتنا ہوگا
کہ نصف کان تک اوسمیں ڈوب جاویگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ قیامت کے روز لوگوں کو پسینا آویگا یہاں تک کہ اسکا پسینا زمین میں شروع جاویگا اور
اور لوگوں کے منہ تک بشکل لگام پہونچ جاویگا اور اوسکے کانوں تک پہونچیگا اس حدیث کو بخاری
اور مسلم نے صحیحین میں اسیطرح روایت کیا ہے اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ لوگ کھڑے ہو
چالیس برس تک آسمان کیطرف کو ٹکٹکی لگائے ہونگے اور شدت کرب کے باعث پسینا اونکے منہ کا لگام
ہوجاویگا - اور عقبہ بن عامر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے
روز آفتاب زمین سے قریب ہوجاویگا اور آدمیوں کو پسینا آویگا پس بعضوں کے ٹخنے تک اور
بعضوں کے نصف ساق تک اور بعضوں کے زانو تک اور بعضوں کی رانوں تک اور بعضوں کے تہیگاہ تک
اور بعضوں کے منہ تک پہونچیگا اور اپنے ہاتھ مبارک کو منہ پر بشکل لگام رکھکر اشارہ منہ تک پہنچیگا

فرمایا اور بعض ایسے ہونگے کہ اونکو پسینا ڈھانپ لیگا اور اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ ایسے اونکے سر پر ہوکر چڑھ جاویگا پس اے مسکین اہل محشر کے پسینے اور اونکی سختی کو سوچ اور یہ دھیان کر کہ اس تکلیف مین بعض لوگ یون عرض کرینگے کہ الٰہی ہمکو اس کرب اور انتظار سے نجات دے گو دوزخ ہی مین ڈالے جاوین اور یہ تکالیف وہ ہین کہ ابھی نوبت حساب اور عذاب کی نہین آئی اور تو بھی اونہین مین سے ایک ہوگا تجھے معلوم نہین کہ تیرا پسینا کہان تک پہونچیگا اور جان لے کہ اگر دنیا مین کسیکا پسینا خدا کی راہ مین یعنی حج اور جہاد اور روزہ اور نماز اور کسی مسلمان کی کارروائی کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کے مشقت اوٹھانے مین نہ نکلا ہوگا تو اوسکا پسینا اوس روز حیا و خوف کے باعث قیامت کے میدان مین نکلے گا اور اوسکی تکلیف بہت دنون تک رہیگی اور اگر آدمی جہالت اور مغالطہ سے علحدہ ہو تو یقیناً جان لے کہ طاعات الٰہی مین سختیون کا اوٹھانا اور پسینے کا آنا آسان بات اور تھوڑی دیر کو ہے اور کرب و انتظار قیامت مین پسینا آنا بہت زیادہ اور دیر پا ہے اسلیے کہ

وہ دن ہی ایسا ہے کہ جسکی مدت اور شدت دونون زیادہ ہین

چوتھا بیان قیامت کے دن کی بڑائی کے ذکر مین جس روز مین کہ خلق اوپر کو تاک لگائے کھڑے ہونگے اور اونکے دل چرے ہوئے ہونگے نہ اونسے کوئی کلام کرتا ہوگا نہ اونکے معاملہ مین نظر کیجاتی ہوگی تو تین سو برس تک کھڑے رہینگے نہ کھانے کا کوئی لقمہ کھاوینگے نہ پانی کا کوئی گھونٹ پیوینگے نہ ہوا کا جھوکا اونپر چلیگا حضرت کعب رضا اور حضرت قتادہ رضا اس آیت کی تفسیر مین یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ فرماتے ہین کہ تین سو برس تک کھڑے رہینگے بلکہ حضرت ابن عمر رضا فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا پھر فرمایا کہ تم لوگون کا کیا حال ہوگا جب خداے تعالی تمکو اسطرح جمع کریگا جیسے ترکش مین تیر کھیچا کھچ بھرے جاتے ہین پچاس ہزار برس تک تمھاری طرف نظر نہین کریگا - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ تم اوس دن کو کیا خیال کرتے ہو جس روز کہ لوگ اپنے ٹانگون پر بقدر پچاس ہزار برس کے کھڑے ہونگے کہ نہ کوئی لقمہ کھاوینگے نہ کوئی گھونٹ پانی پیوینگے یہان تک کہ جب پیاس کے مارے گردنین جدا ہوجاینگی اور بھوک سے پیٹ جلجاوینگے تو اونکو دوزخ مین لیجا کر چشمہ حمیم سے پانی پلایا جاویگا جسکی حرارت اور لپٹ انتہا کو ہوگی جب لوگونپر مشقت اتنی ہوگی جسکی تاب اونکو نہوگی تو ایک دوسرے سے کہینگے کہ چلو جس شخص کی خداے تعالے کے نزدیک عزت اور پاس ہو اوسکو ڈھونڈھین تاکہ ہمارے حق مین شفاعت کرے پس جس پیغمبر کے دامن کو پکڑینگے وہی اونکو ہٹا دیگا اور نفسی نفسی کہکر کہیگا کہ مجھے اپنے معاملے سے دوسرونکے

معاملے کی وسعت نہیں اور عذر کریگا کہ اللہ تعالیٰ سے خدایا تمہارا بے پروا ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا تھا
نہ آگے کو ہوگا یہانتک کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کے لیے حکم پاوینگے شفاعت فرماوینگے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا
اب اسدن کے طول کو سوچ اور اوسکے انتظار کی سختی کو غور کر تاکہ تجکو اپنی چھوٹی سی عمر میں گناہوں پر
صبر کرنے کا انتظار آسان ہو جاوے اور جان لے کہ جو کوئی دنیا میں بہت سا انتظار موت کا کریگا
اور شہوات پر صبر کرتا رہیگا اوسکو اوسدن میں خاص کر انتظار کم کرنا پڑیگا چنانچہ حدیث شریف میں
وارد ہے کہ جب آپ سے اوسدن کا طول پوچھا گیا تو فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ میں
میری جان ہے وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت میں نماز فرض
دنیا میں پڑھا کرتا تھا اوس سے بھی آسان تر معلوم ہوگا۔ پس تو کوشش کر کہ اونھیں مومنین میں
ہو لے اسلیے کہ جب تک تجھ میں دم ہے اور زندگی میں سانس باقی ہے تب تک معاملہ تیرے اختیار
میں ہے اور سامان استعداد تیرے ہاتھ میں ان چھوٹے دنوں میں ان بڑے دنوں کے لیے
کچھ کر لے کہ تجکو ایسا فائدہ ملیگا جسکی کچھ حد نہیں اور اپنی عمر بلکہ تمام دنیا کی عمر کو جو سات
ہزار برس کی ہے حقیر جان اسلیے کہ اگر بالفرض تو سات ہزار برس صبر کرے اس وجہ سے کہ اوسدن سے
رہائی پاوے جسکی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے تب بھی ظاہر ہے کہ تجکو بہت سا فائدہ ملا اور
مشقت کم اوٹھانی پڑی کیونکہ سات ہزار برس ہی محنت کر کے پچاس ہزار برس کی تکلیف سے بچاو ہوا

پانچواں بیان روز قیامت اور اوسکے مصائب اور ناموں کے ذکر میں اے مسکین اوس دن کی
تیاری کر جسکی شان بڑی اور اوسکا زمانہ دراز اور حاکم زبردست اور وعدہ قریب ہے اوسدن کے واقعات
ایک سے ایک بڑھکر ہونگے آسمانوں کو دیکھیگا کہ چر جاوینگے اور ستارے اوسکی دہشت سے جھڑ پڑینگے
اور اوسکے نور میلے ہو جاوینگے اور آفتاب کی دھوپ تہ ہو جاویگی اور پہاڑ چلائے جاوینگے اور
حاملہ اونٹنیاں چھٹی پھرینگی اور جنگل کے وحشیوں میں رلل پڑیگی اور دریا اوبلنے لگینگے اور نفس
بدنوں سے آملینگے اور دوزخ دہکائی جاویگی اور جنت قریب لائی جاویگی اور پہاڑ اوڑائے جاوینگے
اور زمین پھیلائی جاویگی زمین کو تو دیکھیگا کہ اوسکی بھونچال سے ہلائی جاویگی اور اپنے بوجھ
سونے چاندی وغیرہ کے نکال پھینکیگی اوسدن آدمی بھانت بھانت کے ہو جاوینگے کہ اپنے
کیے کو دیکھیں اوسدن پہاڑ اور زمین اوٹھائے جاوین پھر ایک ٹکر سے دیے جاوین اور ہونے والی
چیز ہو پڑے اور آسمان پھٹکر اوس روز سست بنیاد ہو جاوے اور فرشتے اوسکے کناروں پر ہوں

اور تیرے رب کے تخت کو بجائے چار فرشتون کے آٹھ اوٹھاوین اوس روز تمھارا سامنا ہوگا تمھا
کوئی بھید چھپا نہ رہیگا - اوسدن پہاڑ چلائے جاوین اور زمین کو تو کھلی دیکھے - اوس روز زمین
لرزے کی کپکپا کر اور پہاڑ ٹکڑے ہون ٹوٹ کر اور اڑتے گرد ہوجاوین - اوس روز آدمی بکھرے ہو
پتنگون کی طرح ہووین اور پہاڑ رنگین اون دھنی ہوئی کی طرح - اوس روز بھول جاویگی ہر دودھ پلانی
اپنے بچے کو اور ڈال دیگی پیٹ والی اپنا پیٹ اور تو لوگون کو نشے مین دیکھیگا حالانکہ اونپر نشا نہوگا
بلکہ اللہ تعالی کا عذاب سخت ہوگا - اوس روز بدل جاویگی اس زمین سے اور زمین اور آسمان اور لوگ
نکل کھڑے ہون سامنے اللہ یکتا زبردست کے - اوس روز پہاڑ اوڑا کر بکھیر دیے جاوین گے
اور زمین چپٹیر میدان کر دی جاویگی کہ اوسمین موڑ اور ٹیلا کچھ نہ نظر آوے اوس روز تو جن پہاڑون کو
دیکھکر جانتا ہے کہ جمے ہوے ہین وہ بادل کی طرح چلتے ہونگے اور آسمان پھٹکر گلابی لال چمڑے کی طرح
ہوجاوین اور اوس روز پوچھہ نہو اوسکے گناہ کی کسی آدمی نہ کسی جن سے - اوس روز گنہگار کو حکم نہو
لینے کا اور نہ گناہون کی پرسش ہو بلکہ ماتھے کے بالون اور پانون سے پکڑا جاوے - اوس روز ہر شخص
اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی سامنے پاویگا آرزو کریگا کہ مجھمین اور اوسمین فرق بہت سا پڑ جاوے
اوس روز معلوم کرے نفس جو لیکر آیا اور حاضر ہوا جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا - اوس روز زبانین گونگی
ہوجاوینگی اور ہاتھ پانون بولنے لگین - وہ دن ایسا ہے کہ اوسکی یاد نے سید المرسلین کو بوڑھا کر دیا
یعنی جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ مین دیکھتا ہون کہ آپ بوڑھے ہوگئے
آپ نے فرمایا کہ مجھکو سورہ ہود اور اوسکی بہنون (یعنی سورہ واقعہ اور مرسلات اور نبا اور کورت) نے
بوڑھا کر دیا - پس اے محو قاری عاجز تجھکو کلام مجید کی قرات سے اتنا ہی بہرہ ہے کہ اوسکے الفاظ زبان پر
پھرائے اور جب کہ اونسے حرکت ہے ورنہ اگر تو جو کچھہ پڑھتا ہے اوسکو سوچتا تو شایان تھا کہ تیرا پتا
پھٹ جاتا اون احوال سے کہ سید المرسلین کے بال سفید ہوے تھے اور جب تو نے زبان کی حرکت ہی پر
اکتفا کی تو تو قرآن کے ثمرے سے محروم رہا دیکھہ جن امور کا ذکر قرآن مجید مین ہے اونمین سے ایک
قیامت ہے اللہ تعالی نے اوسکے بعض مصائب کا ذکر فرمایا ہے اور اوسکے نام بہت سے ارشاد کیے ہین
تاکہ تو کثرت الفاظ سے بہت سے معنی سمجھے ناموں کی کثرت سے یہ مقصود نہین کہ ایک چیز کے بہت سے
نام اور القاب معلوم ہون بلکہ اوس سے عقل والون کی تنبیہ منظور ہے اسلیے کہ قیامت کے ہر نام کے تلے
ایک بھید ہے اور اوسکی ہر ایک صفت مین ایک معنی ہین تو تجھکو چاہیے کہ اون معانی کی پہچان کا حریص ہو
نام اوسکے سب ہم تجھے بتائے دیتے ہین وہ یہ ہین روز قیامت روز حسرت روز ندامت روز حساب

روز محاسبہ روز سوال روز مسابقت ہونے کا دن جھگڑے کا دن رنجش کا دن زلزلے کا دن اولٹ پھیر کا
کرنیکا دن روز واقعہ روز قارعہ روز راجفہ روز رادفہ روز غاشیہ روز مصیبت روز حاقہ
روز طامہ روز صاخہ روز تلاق روز فراق روز مساق روز قصاص روز تناد روز مآب روز عذاب
روز گریز روز قرار روز لقا روز بقا روز قضا روز جزا روز بلا روز گریہ روز حشر روز وعید روز دیا
روز وزن روز حق روز حکم روز فصل روز جمع روز بعث روز فتح روز رسوائی روز عظیم روز عقیم
روز عسیر روز دین روز یقین روز نشور روز مصیر روز زلزلہ روز صیحہ روز رجفہ روز حسرت روز توبیخ
روز ستہ روز خوف روز اضطراب روز منتہی روز ماوی روز میقات روز میعاد روز مرصاد روز قلق
روز عرق روز افتقار روز انکدار روز انتشار روز انشقاق روز وقوف روز خروج روز خلود
روز تغابن روز عبوس روز معلوم روز موعود روز مشہود وہ روز جسمیں شک نہیں وہ روز جسمیں
امتحان ان کے بھیدوں کا ہو وہ روز جسمیں کوئی نفس کسی نفس کے کچھہ کام نہ آئے وہ روز جسمیں آنکھیں
اوپر کو لگیں وہ روز کہ اوسمیں کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھہ کام نہ آوے وہ روز جسمیں ٹلا نہ سکے کوئی
کسیکا کچھہ وہ روز جسمیں دوزخ کیطرف کو دھکیلے جاویں جس روز کہ آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جاوینگے
جس روز کہ آگ میں اونکے منہ اوندھے ڈالے جاویں جس روز کہ باپ بیٹے کے کچھہ کام نہ آویگا جس روز
کہ آدمی اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے بھاگیگا جس روز کہ نہ بولینگے اور نہ اونکو اجازت ہوگی کہ عذر کریں
جس روز کہ لوگ نکل کھڑے ہونگے جس روز کہ لوگ آگ میں عذاب دیئے جاوینگے جس روز کہ مال اور اولاد
فائدہ نہ دے جس روز کہ ظالموں کا عذر اونکے کام نہ آئے اور اونکو لعنت اور خراب گھر ملے جس روز
کہ جانچنا منظور ہوں اور بھیدوں کی جانچ ہو اور دل کی پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جاوین اور پردے
کھل جاوین جس روز کہ آنکھیں جھکی ہوں اور آوازیں ساکن اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنا کم ہو اور
چھپی باتیں علانیہ اور خطائیں واضح ہوں جس روز کہ بندے ہنکائے جاوین اور اونکے ساتھ گواہ
ہوں اور لڑکے بوڑھے ہو جاوین اور بڑے نشے میں توایسے دن میں ترازوئیں قائم ہونگی اور دفتر
اعمال کھولے جاوینگے اور دوزخ ظاہر کیجاویگی اور پانی گرم جوش دیا جاویگا اور آگ دھڑ دھڑ جلیگی
اور کافر ناامید ہونگے اور آتشیں بھڑکائی جاوینگی اور رنگ متغیر اور زبانیں گونگی اور ہاتھ پاؤں بولتے
ہونگے پس اے انسان تجھکو کس چیز نے خدائے تعالیٰ کریم پر مغالطہ دیا کہ تو نے دروازے بند کرا دیے اور پردے
چھوڑ کر خلق سے چھپکر گناہ کیے اب تو کیا کریگا تیرے ہی اعضا تجھپر گواہی دینگے پس نہایت
خرابی ہے ہم سب غافلوں کی کہ خدائے تعالیٰ تو ہمارے پاس سید المرسلین کو بھیجے اور اونپر کتاب مبین

اوتارے اور ہمکو قیامت کے دن کے یہ سب صفات بتاوے پھر ہماری غفلت کو بھی جتاوے
اور یون فرماوے اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ
مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ پھر قرب قیامت کو یون شاد
فرماوے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ اور فرماوے إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا اور
وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ہمکو چاہیے تھا کہ اپنا عمدہ احوال قرآن مجید کی تلاوت
سے اوسپر عمل کرتے نہ یہ کہ اوسکے معانی مین تامل کرین اور نہ قیامت کے دن کے بہت سے نامون
اور اوصاف کو لحاظ کرین اور نہ اوسکی مصیبتون سے چھوٹنے کی فکر کرین پس ایسی غفلت سے خدا تعالی
ہمکو بچاوے اور اپنی رحمت سے اوسکا تدارک کرے

چھٹا بیان سوال کے ذکر مین پھر اے مسکین بعد ان احوال کے جو سوال تجھسے روبرو بلا ذریعہ
ہوگا اوسکو سوچ کہ تھوڑے اور بہت اور تنکے تنکے کا سوال تجھسے ہوگا اس درمیان مین کہ تو قیامت
کی سختی اور پسینے کی بلا اور اور بڑی آفات مین ہوگا کہ یکایک آسمان کے کنارون سے بڑے ڈیل ڈول
اور نہایت موٹے اور تند خو کڑے فرشتے اوترینگے اونکو حکم ہوگا کہ گناہگارون کے ماتھے کے بال
پکڑ کے جبار کے سامنے پیش ہونے کی جگہ لاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا عز وجل
کے یہان ایک فرشتہ ہے کہ اوسکی دونون آنکھون کی پلکون کا فاصلہ ایک برس ورس کے سفر کی
راہ ہے اب کہہ کہ جب ایسے فرشتے تیرے پاس بھیجے جاوینگے کہ تجھے پکڑ کے پیشی کے مقام مین
لیجاوین تو اپنے نفس پر تو کیا گمان کرتا ہے اون فرشتون کو تو دیکھیگا کہ باوجود اتنے بڑے ڈیل
ہونے کے اوس روز کی شدت سے شکستہ حال اور غضب جبار کو جو اونپر عیان ہوگا بندون کے لیے
اپنا شعار بنائے ہونگے اونکے اوترنے کیوقت جتنے نبی اور صدیق اور نیک بندے ہونگے سجدے
مین گر پڑینگے اس خوف سے کہ مبادا ہم بھی نہ پکڑے جاوین جب یہ حال مقربون کا ہو تو گناہگارون
نافرمان پر کیا گذریگی اسوقت مین بعضے لوگ شدت خوف سے فرشتون سے پوچھ بیٹھینگے کہ ہمارا پروردگار
تمھین مین ہے کیونکہ اونکا رعب اور ہیبت نہایت حیرت کی ہوگی فرشتے اونکے سوال سے ڈر جاوینگے
کہ خدا تعالی کی شان کو دیکھو اور ہم مین ہونا دیکھو اور پکار کر کہینگے کہ ہمارا رب پاک ہے وہ ہم مین نہین
مگر آگے آتا ہے تاکہ زمین والون کا وہم دور ہو جاوے اب فرشتے خلق کو چہار طرف سے گھیر کر
پرا باندھکر کھڑے ہونگے اور ہر ایک پر لباس ذلت اور عاجزی کا اور صورت خوف و ہیبت کی
اوس دن کی شدت سے ہوگی اور اوسوقت اللہ تعالی اپنے اس قول کو سچا فرماوے گا

فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین
اور اس قول کو فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون اور صریح پوچھنا انبیاء سے ہوگی
جیسا کہ ارشاد ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب
تو اس وقت کی شدت کیسی کچھ ہوگی جسمیں انبیاء کی عقلیں جاتی رہینگی اور علم شدت ہیبت کی وجہ سے
محو ہو جائینگے اسلیے کہ اونسے جب یہ سوال ہوگا کہ تمکو جو خلق کیطرف بھیجا تھا تو او نھون نے کیا جواب
انبیا کو اس سوال کا جواب معلوم تھا مگر عقل ایکی مدہوش ہوجاویگی اور شدت ہیبت سے بھول جاینگے کہ کیا کہیں
یہی بولینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب اور واقع مین اوسوقت انکا یہ جواب درست اور بجا
ہوگا کیونکہ عقلیں برباد گئیں اور علوم مٹ گئے تو بجز لاعلمی کے اور کچھ نہیں یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
انکو قوت عنایت کرے پھر حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جاویگا اور پوچھا جاویگا کہ تمنے رسالت کو
پہونچایا وہ عرض کرینگے کہ ہاں پھر اونکی امت سے پوچھا جاویگا کہ تمکو پیام پہونچا وہ عرض کرینگے
کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہین آیا۔ اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بلا کر خطاب حدیث ہوگا کہ
کیا تم نے لوگون سے کہا تھا کہ مجکو اور میری ماں کو دو خدا سواے معبود برحق کے بناؤ وہ اس سوال کے
جواب مین برسون مضطرب رہینگے پس ایسے روز کی برائی قابل غور ہے جسمین انبیاء علیہم السلام سے ایسے
سوال کی سیاست قائم کیجاویگی پھر فرشتے آوینگے اور ایک ایک کو پکارینگے کہ او فلان شخص فلان عورت
کے لڑکے پیشی کے مقام پر حاضر ہو اس آواز سے شانے تھرا وینگے اور ہاتھ پاؤن مین کھلبلی پڑے گی
اور عقلین حیران ہونگی اور بعض لوگ تمنا کرینگے کہ ہمکو دوزخ مین ڈالدیا جاوے ہمارے اعمال بدحساب
کے لیے پیش نہوں اور نہ اونکا پردہ خلق کے سامنے فاش ہو اور سوال سے پہلے عرش کا نور ظاہر ہوگا
اور میدان محشر اوس نور سے چمکنے لگیگا ہر ایک کو اوسوقت یہی گمان ہوگا کہ خدای تعالی نے اوسکی
بازپرس کے لیے متوجہ ہے اور ہر ایک یہی سمجھیگا کہ میرے سوا اور کوئی اوسکو نہین دیکھتا اور پکڑ اور بازپرس
صرف مجھی سے ہوگی اور کسی دوسرے سے نہوگی اور اب حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم جبار جل شانہ کا
پہونچیگا کہ میرے پاس دوزخ کو لے آ حضرت جبرئیل دوزخ کے پاس جاوینگے اور اوس سے فرماوینگے کہ اپنے مالک
اور خالق کے حکم کی تعمیل کر اور حاضر حضور ہو وہ اوسوقت غیظ اور غضب مین ہوگی آواز کے سنتے ہی ہیجان
مین آویگی اور جوش کھاویگی اور خلائق کیطرف کو جھپٹکی چلاویگی اور خلقت اوسکا شور و زور اور جوش
سنیگی اور اوسکے محافظ مخلوق کی طرف کو غضب مین بھرے اون لوگون پر جنھون نے
خدای تعالی کی نافرمانی کی اور اوسکا حکم نمانا اوٹھینگے پس اپنے دل مین دھیان کر اور تصور کر کہ موت کے

دلون کا اوسوقت کیا حال ہوگا خوف اور رعب سے پھٹے جاتے ہونگے اور لوگ زانو کے بل گر پڑینگے اور پشت پھیر کر بھاگینگے پھر ایک قوم گھٹنے کے بل گری نظر آویگی اور بعضے منہ کے بل اوندھے گرینگے اور نافرمان اور ظالم تباہی اور خرابی پکارینگے کہ ہای تباہ ہوے ہای مرے اور صدیق نفسی نفسی کہتے ہونگے وہ اس حال مین ہونگے کہ دوزخ دوسری چیخ اوریگی اوسوقت لوگون کا خوف دونا ہوجاویگا اور قوی سست ہوجاوینگے اور جانینگے کہ ہم گرفتار ہونگے پھر تیسری چنگھاڑ ماریگی تو لوگ منہ کے بل گر پڑینگے اور آنکھین اوپر کو کھولے ہونگے اور دبی چھپی نگاہ سے دیکھتے ہونگے اوسوقت ظالمون کے تو دل ٹوٹکر غم کے مارے گلے مین آجاوینگے اور عقلین سعیدون اور بدبختون کی سب کی جاتی رہینگی بعد اسکے اللہ تعالی رسولون کیطرف متوجہ ہوکر سوال فرماویگا کہ مَاذَا أُجِبْتُمْ جب لوگ یہ سیاست اور ڈانٹ انبیاء علیہم پر دیکھینگے تو گناہگارون پر خوف بے انتہا ہوگا اور باپ بیٹے سے اور بھائی بھائی سے اور شوہر منکوحہ سے بھاگینگے اور ہر کسیکو اپنی ہی فکر ہوگی کہ دیکھیے کیا ہو پھر ایک ایک کو پکڑکر اللہ تعالی کے روبرو کھڑے اور بہت ادر ظاہر اور چھپے ہوے ہر اعمال سے پوچھیگا اور اوسکے ہاتھ پاؤن اور تمامی اعضاء سے بازپرس فرماویگا حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھینگے آپنے فرمایا کہ بھلا جب دوپہر کو آفتاب کے درمیان کوئی بادل نہو تم اوسکے دیکھنے مین کچھہ خلاف کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ کچھہ نہین آپنے فرمایا کہ اگر چودھوین رات کے چاند مین کوئی بادل حائل نہو تو تم اوسکے دیکھنے مین کچھہ شک کرتے ہو لوگون نے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے خدا تعالی کے دیکھنے مین بھی کچھہ شک و تامل نکروگے پھر بندے سے ملکر اوس سے ارشاد فرماویگا کہ مین نے تیرے اوپر اکرام نہین کیا تھا تجھے سردار نہین بنایا تھا تیرا جوڑا نہین دیا تھا گھوڑے اونٹ تیرے تابع نہین کیے تجھکو رئیس نہین بنایا تھا کہ چوتھہ لیا کرے بندہ کہیگا کہ یہہ سب نعمتین دی تھین پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے گمان تھا کہ مجھسے ملنا ہے وہ عرض کریگا کہ نہین فرماویگا کہ اچھا ہم بھی تجھے بھولجاتے ہین جیسا تو ہمکو بھول گیا پس اے مسکین خیال کر کہ جب فرشتے تیرے دونون بازو پکڑینگے اور تو خداے تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور وہ تجھسے بالمشافہہ سوال فرماویگا کہ مین نے تجھکو جوانی کی نعمت نہین دی تھی بتا کس چیز مین اوسکو کھویا اور تجھکو زندگی سے مہلت نہین دی اوسکو کونسی چیز مین ڈبویا مال جو مین نے تجھکو دیا اوسکو تو نے کہان سے حاصل کیا اور کس چیز مین خرچ کیا علم کی دولت جو تجھکو دی تو اپنے علم سے تو نے کیا عمل کیا تو تامل کر کہ جب اللہ تعالی اسطرح اپنے انعام اور احسان اور تیری

تمام نیکیاں اور برائیاں ایک ایک شمار فرمائیگا تو تجھکو کیسی شرم و حیا آویگی اور اگر تو انکار بھی کرے
تو بن پڑیگا کہ تیرے اعضا جو اعمال بد پر گواہی دینگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ہنسے پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو میں کس چیز سے ہنستا ہوں ہم نے
عرض کیا کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے بندے کا حال اپنے
پروردگار کے ساتھ یاد آیا کہ یوں عرض کریگا کہ الہی تو نے ظلم سے تو مجھے پناہ دی ہے حکم ہوگا کہ
ہاں ظلم سے ہوگا وہ عرض کریگا کہ تو میں جب قائل ہونگا جب کوئی گواہ مجھی میں سے ہو اللہ تعالی ارشاد
فرماویگا کہ کَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا اور کرام کاتبین گواہی کو بس ہیں پھر بندے کے منہ پر
مہر لگا دی جائیگی اور اوسکے اعضا کو بولنے کا حکم ہوگا اعضا اوسکے اعمال سب کہہ سنا دینگے
پھر جب اوسکے منہ پر سے روک اوٹھا لیجاویگی تو اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمہیں تباہی اور بربادی ہو میں تو
تمہاری ہی طرف سے لڑتا تھا پس ہم خدا تعالی سے پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ہمکو سب خلق
کے سامنے ہمارے اعضا کی گواہی سے فضیحت کرے مگر یہ کہ اللہ تعالی نے مومن سے وعدہ فرمایا ہے
کہ اوسکی پردہ پوشی فرماویگا اور اپنے سوا کسی کو اوسکے حال پر مطلع نہیں کریگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے
کسی شخص نے پوچھا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کی گفتگو کرتے کیسے سنا ہے حضرت
ابن عمر رضی نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ تم میں کا ایک شخص اپنے پروردگار سے قریب
ہوگا کہ وہ اپنا شانہ اوسپر رکھیگا اور پوچھیگا کہ تو نے فلاں فلاں قصور کیا وہ عرض کریگا کہ ہاں میں کیا پھر پوچھے گا
کہ تو نے فلاں فلاں خطا کی وہ عرض کریگا کہ ہاں اللہ جل شانہ فرماویگا کہ میں نے اون خطاؤں کو دنیا میں پوشیدہ رکھا
اور کسی پر ظاہر ہونے دی آج اونکو تیری خاطر بخشے دیتا ہوں۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جو شخص کسی مومن کا عیب چھپاویگا اللہ تعالی قیامت کے روز اوسکے عیب چھپاویگا اس حدیث کا
مصداق ایسا شخص ہوگا جو لوگوں کے عیب چھپاوے اور اگر وہ اوسکے حق میں کچھ کمی کریں تو اس تقصیر
کی برداشت کرے اور اپنی زبان کو اونکی برائیوں کے ذکر میں نہ ہلاوے نہ اونکے پیٹھ پیچھے ایسی بات
کہے کہ وہ سنیں تو برا مانیں تو اس طرح کا شخص اس بات کے شایان ہے کہ قیامت کے روز اسی طرح کا بدلہ
پاوے۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ اوسنے کسی دوسرے کی پردہ پوشی بھی کی ہو تو تیرے کان میں تو
پکار پیشی کے لیے حاضری کی پڑ چکی ہے سمجھو تو وہی خوف گناہوں کی سزا میں کافی ہے اسلیے کہ تیرے
ماتھے کے بال پکڑ کر آگے کو کھینچینگے اوسوقت تیرا دل دھڑکتا ہوگا عقل اوڑی ہوئی ہوگی شانے
تھرتھراتے ہونگے ہاتھ پاؤں میں ہلچل ہوگی رنگ بدلا ہوا ہوگا اور بشدت خوف کے عالم سیاہ معلوم ہوگا

اور تو لوگون کی گردنین پھاندتا اور صفون چیرتا چلا جاتا ہوگا اور کوتل گھوڑے کیطرح تجھے لیے جاتے ہونگے
ساری خلقت تیری طرف دیکھ رہی ہوگی پس اپنے نفس کو اس صورت وہیئت مین فرض کرلے اور خیال کر
کہ فرشتون کے قبضے مین اسی حال سے گرفتار چلا جاتا ہوگا یہانتک کہ خدای تعالی کے عرش کے سامنے
لیجا کر تجھکو اپنے ہاتھون سے ڈالدینگے اور اللہ جل شانہ تجھکو اپنے کلام عظمت والے سے پکاریگا کہ اے
آدم کے بیٹے مجھسے قریب ہو تو دل مضطر اور غمگین اور خائف اور شکستہ سے اور نگاہ نیچی اور ذلیل سے
اوسکے قریب جاویگا اور تیرے ہاتھ مین تیرا نامہ اعمال جسمین ادنی سے اعلی تک سب خطائین
لکھی ہونگی دیا جاویگا تو بہت سی برائیونکو بھول گیا ہوگا اور اسکو دیکھکر یاد کریگا اور بہت طاعتون کی آفتون سے
تو غافل ہوگا اونکی برائیان تجھپر کھلجاوینگی اوسوقت کتنی خجالت اور بزدلی تجھکو عارض ہوگی اور کتنی
عاجزی اور زبان کی بندش پیش ہوگی پھر نہ معلوم کہ تو کونسے پانوسے خدای تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا
اور کونسی زبان سے جواب دیگا اور کونسے دل سے جو کہیگا اوسکو سمجھیگا پھر یہ سوچ کہ جب خدای تعالی کے
روبرو سب گناہون کو یاد دلاویگا تو کتنی بڑی حیا تجھکو ہوگی یعنی جب فرماویگا کہ ای میرے بندے
تو نے مجھسے حیا نہ کی اور برائی سے میرا سامنا کیا اور میری مخلوق سے حیا کی اور اونکے واسطے اچھا کام
کھلا کھلی کیا بھلا مین تیرے نزدیک اپنے بندون کی نسبت کچھ بھی ذلیل تر تھا کہ تو نے میرے دیکھنے کو
اپنی طرف ہلکا جانا اور کچھ پروا نہ کی اور میرے سوا دوسرے کی نظر کو بڑا سمجھا کیا مین نے تجھپر انعام
نہین کیا تھا پس کس چیز سے تجھکو میرے باب مین مغالطہ ہوا کیا تو نے یہ جانا کہ مین تجھے نہین دیکھتا تھا
یا تو مجھسے نہ ملیگا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر کسی سے خدای تعالی اسطرح سوال
کریگا کہ اوسکے اور تمھارے درمیان نہ کوئی حجاب ہوگا نہ کوئی بیچ مین بیان کرنے والا- اور ایک حدیث مین آپنے
فرمایا کہ تم مین سے ہر کوئی خدای تعالی کے سامنے ایسی طرح کھڑا ہوگا کہ اوسکے اور خدای تعالی کے درمیان
کوئی پردہ نہوگا اللہ تعالی اوس سے ارشاد فرماویگا کہ کیا مین نے تیرے اوپر انعام نہین کیا تھا کیا تجھکو
مین نے مال نہین دیا تھا وہ عرض کریگا کیون نہین پھر پوچھیگا کہ کیا مین نے تیرے پاس رسول نہین
بھیجا تھا وہ عرض کریگا کہ بھیجا تھا پھر وہ شخص اپنے دہنی طرف دیکھیگا تو آگ کے سوا کچھ نظر نہ آویگا
اور بائین طرف دیکھیگا تو آگ ہی نظر پڑیگی پس چاہیے کہ ہر کوئی تم مین سے آگ سے بچے گو نصف خرما
صدقہ دیکر ہو اور اگر یہ بھی نہ پاوے تو کلمہ طیبہ سے بچے- اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ تم مین سے
ہر ایک خدای تعالی کے سامنے ایسی طرح اکیلا ہوگا جیسے چودھوین رات کے چاند کے سامنے علیحدہ
ہوتا ہے پھر اللہ تعالی فرماویگا کہ ای ابن آدم مجھپر تجھکو کس چیز نے فریب دیا ای ابن آدم تو نے جو کچھ

جانا اور سیر کیا عمل کیا ای ابن آدم تو نے پھیرون کو کیا جواب دیا ای ابن آدم کیا مین تجی تکلہ کو دیکھتا تھا جب تو ایسی چیز دیکھتا تھا کہ تجھکو جائز نہی کیا میں تیرے کانوں کو دیکھتا تھا جب تو اون سے ناجائز باتیں سنتا تہا اسیطرح فرماتا جائگا یہانتک کہ تمام اعضا کو شمار کریگا۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ بندے کے پاؤں خدای تعالی کے سامنے سے ہلینگے جب تک اوس سے چار باتون کی پوچھہ نہولے گی ایک تو عمر کا حال کہ کس چیز مین گذرائی دوسرے علم کا حال کہ اوس سے کیا عمل کیا تیسرے جسم کا حال کہ کس چیز میں اوسکو مبتلا رکھا چوتھے مال کا حال کہ کہان سے اوسکو پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا ایں مسکین تجکو اوسوقت کتنی بڑی حیا ہوگی اور کتنا بڑا اندیشہ ہوگا اسلیے کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو تجسے یہ کہا جاویگا کہ ہم نے تیری خطا پر دنیا میں پردہ پوشی کی تو آج بھی بخشے دیتے ہیں اس صورت میں تو تو نہایت خوش و خرم ہوگا اور اگلے پچھلے سب تیرا رشک کرینگے یا یہ فرشتوں کو حکم کیا جاویگا کہ اس بندے کو پکڑو اور گلے میں طوق ڈالو پھر دوزخ مین داخل کرو اس صورت میں اگر سب آسمان و زمین تیرے حال پر رووین تو زیبا ہے کہ تیری مصیبت بہت بڑی ہے اور حسرت نہایت سخت ہوگی اس امر پر کہ خدای تعالی کی طاعت مین تو نے قصور کیا اور دنیای دنی کی بدولت جو ساتھ بھی نرہی آخرت مین یہ پھل کھلا

ساتوان بیان میزان کے ذکر میں پھر میزان کے بارے مین فکر کرنے سے غفلت نکرنی چاہیے اور نامہاے اعمال کے داہنے بائیں آڑنے مین تامل سے بیخبر رہنا چاہیے اسلیے کہ سوال کے بعد آدمی تین گروہ ہو جاوینگے ایک لوگ تو وہ ہونگے کہ اونکے پاس کوئی نیکی نہوگی اونکے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلے گی اور جیسے پرند دانہ چن لیتا ہے اسیطرح وہ اونکو اوٹھاکر دوزخ مین ڈالدیگی اور دوزخ اونکو نگل جاویگی اور اونپر بدبختی کی ندا ہو جاویگی جسکے بعد کبھی سعادت نہو دوسرے وہ لوگ ہونگے کہ اونکے پاس کوئی بدی نہوگی پس ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جو لوگ ہر حال مین خدای تعالی کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہوں پس اس آواز کو سنکر حمد والے کھڑے ہونگے اور جنت کو چلے جاوینگے پھر یہی معاملہ تہجد گزاروں کے ساتھ کیا جاویگا پھر اون لوگوں کے جنکو خدای تعالی کی یاد سے دنیا کی تجارت نے روکا ہوگا نہ بیع نے اور اونپر حکم سعادت کا پکار دیا جاویگا جسکے بعد بدبختی نہو باقی رہے گی تیسری قسم اسطرح کے لوگ اکثر ہونگے کہ جنھون نے نیک عمل اور بد کو ملایا اور اونپر تو مخفیہ ہوگا مگر خدای تعالی سے پوشیدہ نہوگا کہ اونکی نیکیاں زیادہ ہین یا برائیاں لیکن اللہ تعالی کو منظور ہوگا کہ اون لوگوں کو بھی حقیقت حال بتلا دے تاکہ معاف کرنے کے وقت اوسکا فضل اور سزا کرنے کے وقت اوسکا عدل ظاہر ہو اسلیے وہ نامہ اعمال جنمین نیکیاں اور بدیاں ہونگی اوڑائے جاوینگے اور ترازو کھڑی کیجاویگی

اور انکھین لوگون کی نامۂ اعمال کو تکتی ہونگی کہ دیکھیے دہنے ہاتھ مین پڑتا ہے یا بائین مین پھر ترازو کے کانٹے کی جانب کو دیکھینگے کہ نیکیون کیطرف کو جھکتا ہے یا بدیون کیطرف کو اور یہ وقت نہایت خوف کا ہے جس سے خلق کی عقل اڑ جائیگی۔ اور حضرت حسن رح روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت عائشہ رض کی گود مین تھا کہ آپ سو گئے اس اثنا مین حضرت عائشہ رض نے آخرت کو یاد کیا اور رو ئین یہان تک کہ اونکے آنسو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے آپ جاگ پڑے اور پوچھا کہ اے عائشہ کیون روتی ہوا و نھون نے عرض کیا کہ آخرت کو یاد کرکے روتی ہون بھلا قیامت کو مرد اپنے گھر والون کو بھی یاد کرینگے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے مگر تین جگہ ہین کہ وہان آدمی صرف اپنے نفس ہی کو یاد کریگا ایک تو جب ترازو مین بر پا ہون اور عمل تلنے لگین یہان تک کہ آدمی دیکھ لے کہ میری ترازو ہلکی ہوئی یا بھاری اور ایک نامۂ اعمال کے اوڑنے کے وقت حتی کہ دیکھے کہ میرا نامہ دہنے ہاتھ مین آتا ہے یا بائین مین اور ایک پل صراط پر۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آدمی کو قیامت کے روز لاکر میزان کے دونون پلون کے بیچ مین کھڑا کر دینگے اور اوسپر ایک فرشتہ مقرر رہیگا اگر اوسکا پلہ بھاری ہوا تو فرشتہ مذکور ایسی آواز سے پکاریگا کہ تمام خلق سنے گی کہ فلان شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی جسکے بعد کبھی شقاوت نہیں اور اگر پلہ ہلکا ہوا تو لوگون کو سنا کر پکاریگا کہ فلان شخص ایسا بدبخت ہوا کہ کبھی سعید نہوگا اور نیکی کے پلے کے ہلکا ہونے کی صورت مین دوزخ کے فرشتے لوہے کے گرز ہاتھ مین لیے اور آگ کے کپڑے پہنے ہوئے دوزخ کے حصے کے لوگون کو پکڑکر دوزخ مین لیجا وینگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خدا تعالی حضرت آدم علیہ السلام کو پکاریگا اور فرماویگا کہ اے آدم کھڑا ہو اور جتنے لوگ دوزخ مین جلنے کے ہین اونکو دوزخ مین بھیج وہ پوچھینگے کہ الٰہی وہ کتنے لوگ ہین اللہ تعالی فرماویگا کہ ہزار پیچھے نو سو ننانوے ہین جب صحابہ رض نے یہ سنا تو نہایت غمگین ہوئے یہان تک کہ کبھی ہنسی ظاہر کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا یہ حال دیکھا آپنے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو اسلیے کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضے مین محمدؐ کی جان ہے کہ تمھارے ساتھ مین وہ مخلوق ایسے ہین کہ جب کبھی کسیکے مقابل ہوئے ہین تو اوسسے بڑھکر ہی رہے ہین اور جو لوگ آدم کی اولاد اور شیطان کی اولاد سے مر گئے ہین وہ بھی اسمین آگئے (یعنی اونسے بھی بڑھکر ہین) صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کونسی قومین ہین آپنے فرمایا کہ وہ یاجوج اور ماجوج ہین اور آدمی کہتے ہین کہ اسکو سنکر صحابہ رض خوش ہوئے پھر آپنے فرمایا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے تم لوگ قیامت مین ایسے ہوگے جیسے اونٹ کے پہلو مین سیاہ داغ ہوتا ہے یا گھوڑے وغیرہ کی ٹانگون مین گٹھا ہوتا ہے

آٹھواں بیان خصومت اور حقوق کے دلانے کے ذکر مین ترازو کے ہول کو تو معلوم کر چکا اور ایکا یہ اندیشہ اور تاکیا کہ اوسکا میل کسطرف ہوتا ہے اگر وزن بھاری ہوگیا تو مین جان مین ہوا اور اگر ہلکا ہوا تو جلتی آگ مین گیا۔ اب معلوم کرنا چاہیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اوسی شخص کو نجات ہوگی جو دنیا مین اپنے نفس کا حساب کرے اور میزان شریعت مین اوسکے اعمال اور اقوال اور تمام خطرے اور واقعات کو تولے چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ اپنے نفس کا حساب لو پہلے اس سے کہ تم سے حساب لیا جاوے اور اوسکو تولو پہلے اسکے کہ تم تولے جاو اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے کہ موت سے پیشتر توبہ خالص ہر ایک گناہ سے کرے اور جو کچھ قصور اور کمی اللہ تعالیٰ کے فرائض میں ہوئی ہو اوسکا تدارک کرے اور حقوق لوگوں کے دام دام کوڑی کوڑی دیدے اور جسکی ہتک اپنی زبان اور ہاتھ سے کی ہو یا دل سے بدگمان ہوا ہو اوس سے معاف کرانے اور لوگوں کے دل خوش رکھے یہان تک کہ مرے تو ایسی طرح کہ کوئی حق اور کوئی فرض اوسکے ذمے رہے تو ایسا شخص بحساب جنت میں داخل ہوگا اور اگر حقوق کے ادا کرنے سے پہلے مریگا تو حقدار قیامت مین اوسکو آگھیرینگے کوئی ہاتھ پکڑیگا کوئی ماتھے کے بال کوئی گریبان کوئی کہیگا تو نے مجھپر ظلم کیا کوئی کہیگا تو نے مجھے گالی دی کوئی کہیگا تو نے میرے ساتھ تمسخر کیا کوئی کہیگا تو نے میری غیبت کی کوئی کہیگا کہ تو میرا ہمسایہ تھا مجھے ایذا دی کوئی کہیگا تو نے مجھسے معاملے مین دغا کی کوئی کہیگا تو نے خرید و فروخت میں مجھے لوٹ لیا اور اپنی چیز کا عیب چھپائے رکھا کوئی کہیگا تو نے اپنے اسباب کا مول بتلانے مین جھوٹ بولا کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو حاجتمند دیکھا اور باوجودیکہ تو غنی تھا مگر مجھکو کھانا نہ کھلایا کوئی کہیگا کہ تو نے مجھکو مظلوم پایا اور گو تو ظلم کے دور کرنے پر قادر تھا لیکن تو نے ظالم سے درگذر کی اور میری پیچ نکی پس جس گھڑی تیرا یہ حال ہوگا کہ حقدار تیرے بدن مین پاس گڑائے ہوئے ہونگے اور تیرا گریبان ہاتھ سے مضبوط پکڑے ہونگے اور تو اونکی کثرت سے حیران پریشان ہوگا یہان تک کہ اپنی عمر بھر مین جس سے تو نے ایکدرم کا معاملہ کیا ہوگا یا ایک مجلس مین کسیکے پاس بیٹھا ہوگا اور اوسکا حق تیرے اوپر رہا ہوگا خواہ غیبت کے باعث یا خیانت کے سبب یا اوسکو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے لیے وہ سب تیرے گرد ہونگے اور تو اونکے مقابلے سے ضعیف ہوگا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کیطرف اس توقع سے اوٹھائے ہوگا کہ وہی اونکے ہاتھ سے چھڑا دے تو اوسی حال مین تیرے کان مین آواز جبار جل جلالہ کی آویگی کہ یہ فرماتا ہے اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اوسوقت تیرا دل مارے ہیبت کے نکل پڑیگا اور تجھکو اپنی تباہی کا یقین ہوجاویگا اور وہ قول یاد کریگا جس سے کہ خدا تعالیٰ نے

اپنے رسول کی زبانی تجکو ڈرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ
إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ
پس دنیا مین لوگون کی ہتک اور اونکے مال لینے سے کتنا خوش ہوتا ہے اوس وقت تجکو اسکی کیسی
حسرت زیادہ ہوگی کہ جب تجکو فرش عدل پر کھڑا کرکے خطاب سیاست رو برو ہوگا اور تو اوس وقت
مفلس اور عاجز اور محتاج اور ذلیل ہوگا کہ نہ کوئی حق ادا کرسکتا ہوگا نہ کوئی عذر رکھتا ہوگا پھر تیری
نیکیاں جنکے لیے تونے مشقتین عمر بھر اوٹھائی ہونگی لیکر حقدارون کے حقوق کے عوض اونکو دیجاوینگی
حضرت ابو ہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے
لوگون نے عرض کیا کہ مفلس ہم مین وہ ہے جسکے پاس روپیہ پیسا اسباب نہو آپ نے فرمایا کہ مفلس میری
امت مین سے وہ ہے جو قیامت مین نماز روزہ زکوۃ لیکر آویگا اور کسیکو گالی دی ہوگی اور کسیکو تہمت زنا
لگائی ہوگی اور کسیکا مال لیا ہوگا اور کسیکا خون کیا ہوگا اور کسیکو مارا ہوگا تو اوسکے سب حسنات ان سب
حقدارون کو جدا جدا دیے جاوینگے اور اگر اوسکے پاس نیکیاں نرہینگی اور اوسپر حکم اخیر نہوا ہوگا تو حقدارون
کی خطائین لیکر اوسپر رکھدی جاوینگی پھر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اب اوس ذرا اپنی مصیبت مین تامل کر
کہ اول تو دنیا مین کوئی نیکی ریا اور شیطان کے مکرون کی آفت سے ثابت نہین ہتی اور اگر بہت فنون
کے بعد ایک وہ بچی رہیگی تو اوسپر حقدار دوڑینگے اور سے لینگے اور اگر تو دن کے روزے رکھے اور رات کو
جاگا کرے اور پھر اپنے نفس کا حساب کرے تو غالبا یہی پاویگا کہ کوئی دن ایسا نہین گذرتا ہوگا جسمین
مسلمانون کی غیبت تیری زبان پر اتنی جاری ہوتی ہوگی کہ تمام تیری نیکیون کو حاوی ہوجاوے باقی
برائیان علیحدہ ہین کہ کہین حرام کھاتا ہے اور کہین شبہ کا مال چکھتا ہے اور طاعتون مین کوتاہی
کرتا ہی تو ایسی صورت مین بھلا حقوق سے خلاص کی کیا توقع ہو اوس روز مین کہ جسمین بے سینگ کے
یعنی منڈے چوپائے کا حق سینگدار سے لیا جاویگا چنانچہ حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے دو بکریون کو لڑتے دیکھا اور مجھسے پوچھا کہ تمھین معلوم ہے کہ یہ کیون ٹکرین مارتی ہین مین نے
عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ تمھارے پروردگار کو معلوم ہے اور وہی عنقریب انکے درمیان مین قیامت
کے روز حکم کریگا اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ
يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ فرمایا ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق اور سبھی چوپائے اور چرند پرند
اور سب چیزین بس اللہ تعالی کا عدل اس نوبت کو پہونچے گا کہ منڈے جانور کا حق سینگ والے سے
لیگا پھر فرماویگا کہ مٹی ہوجا تو اوسوقت کافر کہیگا کہ کاش مین مٹی ہوتا پس اے مسکین تیرے اوپر کیا گذریگا



حسن ور کہ تو اپنا نامہ اعمال نیکیوں سے خالی پاویگا جسکے لیے بہت سی مشقتیں اوٹھائی ہونگی اور کہیگا
کہ میری نیکیان کہاں گئیں تجھسے کہا جائیگا کہ تیرے حقدارون کے دفتر مین چلی گئیں اور دیکھیگا کہ نامہ اعمال
بالکل بدیون سے پر ہے حالانکہ دنیا مین اوسنے بدیون سے بچنے میں بہت تکلیفیں سہی تھیں پھر پوچھیگا کہ الٰہی خطا وکار
تو مین کبھی مرتکب نہیں ہوا حکم ہوگا کہ یہ برائیاں اون لوگوں کی ہین جنکی تونے غیبت کی اور اونکو گالیاں
دیں اور برائی پہونچائی اور خرید و فروخت اور ہمسایگی میں رہنے اور کلام کرنے اور بحث اور نصیحت اور درس
اور تمام قسم کے معاملون میں زیادتی کی حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ شیطان زمین عرب میں بتوں کی پرستش سے تو نا امید ہوا مگر وہ تم سے ایسی چیز پر راضی ہوگا
کہ وہ بت پرستی کی نسبت کم ہوگی اور وہ باتیں حقیر ہین مگر سب مہلک ہیں پس ظلم سے بچو جتنا تم سے
ہوسکے اسلیے کہ بندہ قیامت کے روز پہاڑ کی برابر طاعتیں لاویگا اور جانیگا کہ یہ مجھے بچا دینگی مگر ایک
۔ بندہ آکر کہیگا کہ الٰہی فلان شخص نے مجھپر ظلم کیا اور میرا حق زبردستی لے لیا اللہ تعالی حکم فرمائے گا
کہ اوسکی نیکیوں مین کم کرے اسیطرح حقدار آتے جاوینگے اور نیکیاں لیتے جاوینگے یہان تک کہ اوسکے پاس
نیکیوں میں سے کچھ نہ رہیگا اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے مسافر جنگل میں اوتریں اور اونکے پاس ایندھن
نہو اسلیے سب ادھر ادھر ہو جاویں اور لکڑیاں جمع کر لاوین اور بہت آگ جلا کر جو مقصود تھا وہ کر لیں
اسیطرح گناہ بھی ہین (یعنی ساری کمائی کو ایک دم مین خاک سیاہ کر دیتے ہین) اور جب یہ آیت اوتری
إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ
کیا ہمارے ساتھ کیا وہ معاملے بھی ہمپر اعادہ کیے جاوینگے جو دنیا مین ہمارے آپس میں ہوئے ہین
آپنے فرمایا کہ ہان بیشک یہ معاملات بھی لوٹائے پڑینگے یہان تک کہ سب حقدارون کو اونکا حق دیدو
حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ بخدا اب تو بڑا سخت معاملہ ہے پس ایسے دن کی سختی کتنی بڑی ہے
جسمیں ایک قدم سے بھی درگذر نہ ہوگی نہ طمانچہ اور لقمہ اور کلمہ سے چشم پوشی کیجاویگی یہان تک کہ ظالم سے
مظلوم کا بدلہ لیا جاوے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ مینے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
کہ فرماتے تھے يُحْشَرُ اللّٰهُ الْعِبَادَ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا ہمنے عرض کیا کہ بہما سے کیا غرض ہے آپنے فرمایا
کہ اونکے پاس کچھ نہوگا پھر اونکو اونکا پروردگار ایسی آواز سے پکاریگا کہ دور اور نزدیک والے سب
یکسان سنینگے اور یہ فرماویگا کہ مین بادشاہ بدلہ لینے والا ہوں نہیں ہوسکتا کہ کوئی اہل جنت میں سے
جنت میں جاوے اور اوسپر کوئی حق اہل دوزخ کا ہو جب تک مین اوس ظالم سے عوض اوسکا
نہ لے لوں اور نہ کوئی اہل دوزخ آگ مین داخل ہوسکتا ہے اوس حال مین کہ کسی اہل جنت کا اوسپر

حق ہو یہان تک کہ اوس دن کسی سے اوس خلق کا عوض نہ لیں حتی کہ طمانچے کا بھی ہمنے عرض کیا
کہ یہ عوض کسطرح ہوگا ہم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ننگے بے ختنہ کیے مفلس جاوینگے آپنے فرمایا کہ عوض
نیکیوں اور بدیوں سے دلایا جاویگا انتہی پس بندگان خدا اللہ تعالیٰ سے خوف کرو اور بندوں کے حقوق
یعنی اونکے مال لینے اور بے ہتک عزت کرنے اور اونکے دل تنگ کرنے اور معاملے میں بدخلقی کرنے سے
احتراز کرو اسلیے کہ جو قصور بندہ کے اور خاص خدا تعالیٰ کے درمیان ہونگے تو اونکی طرف مغفرت جلد آویگی
اور بندوں کے حقوق جلد معاف نہونگے اور جس شخص کے ذمہ حقوق بہت سے ہوں اور زبردستی سے لوگونکے
چھین لیے ہوں اور پھر اوسنے توبہ کی ہو اور حقدارونسے اونکا معاف کرانا مشکل ہو تو چاہیے کہ نیکیاں
بہت سی کرے کہ قصاص کے روز کام آویں اور بعض نیکیاں خاص اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان میں
چھپا کر کمال اخلاص کے ساتھ کرے اسطرح کہ سوا خدا تعالیٰ کے اور کسیکو اوسپر واقفیت نہو اسلیے کہ
شاید یہی صورت اوسکی نزدیکی کی خدا تعالیٰ سے ہوجانے اور اوسکے باعث مستحق اوس لطف کا
ہوجاوے جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے مومنین کے لیے درباره دور کرنے حقوق عباد کے اونکے ذمہ سے
ذخیرہ رکھ چھوڑا ہے چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوے تھے کہ
یکایک آپ ہنسے یہان تک کہ آپکے دانت ظاہر ہوے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ آپکے اوپر میرے
مان باپ فدا ہوں یا رسول اللہ آپکو کس بات سے ہنسی آئی آپنے فرمایا کہ دو شخص میری امت میں سے
خدا تعالیٰ کے سامنے دو زانو ہوے اور ایک نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ الٰہی میرا حق اس میرے ساتھی
سے دلاوے خدا تعالیٰ نے دوسرے سے ارشاد فرمایا کہ اسکا حق دیدے اوسنے عرض کیا کہ یا رب اب
میرے پاس تو کوئی نیکی نہیں رہی اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اب تو کیسی کریگا اوسکے پاس تو
کوئی نیکی نہیں رہی اوسنے عرض کیا کہ الٰہی تو یہ شخص میرے گناہوں میں سے اپنے اوپر لے لے راوی
کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے پھر فرمایا کہ یہ دن بہت
بڑا ہے اس دن میں آدمی اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی اونکی طرف سے اونکے گناہ اپنے اوپر لادلے
پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالب سے ارشاد فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا کر جنت میں دیکھ اوسنے سر اوٹھایا اور
عرض کیا کہ الٰہی مجھے چاندی کے شہر بلند اور سونے کے محل موتیوں سے جڑے معلوم ہوتے ہیں یہ
کونسے نبی کے ہیں یا کونسے صدیق کے یا کس شہید کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اوسکے ہیں جو انکا
مول ادا کرے اوسنے عرض کیا کہ انکے مول کا مالک کون ہے کس سے دیا جاسکتا ہے فرمایا کہ انکا مول
تیرے پاس ہے عرض کیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اپنے بھائی کو حق معاف کرنا اوسنے عرض کیا کہ الٰہی میں نے

اسکو معاف کیا حکم ہوا کہ اپنے اس بھائی کا ہاتھ پکڑ اور جنت میں داخل کر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو کہ اللہ تعالی ایمانداروں میں صلح کراتا ہے اسی
اس حدیث میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ مرتبہ خدا تعالی کے اخلاق کو اختیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے
یعنی آپس میں صلح کرانے اور دیگر اخلاق اختیار کرنے سے پس اب تو اپنے نفس کے بارے میں فکر کر کہ اگر
تیرا نامہ اعمال حقوق سے خالی ہوگا یا حق تعالی تیرے لیے لطف فرما کر معاف فرماویگا اور تجھکو یقین
سعادت ابدی کا ہوگا تو تو فیصلہ کی جگہ سے پھرنے کے وقت کیسا خوش ہوگا کہ تجھکو خلعت رضا پہنایا جائیگا
اور ایسی سعادت پر رجوع کریگا جسکے بعد شقاوت نہو اور وہ دولت پاویگا جسکے گرد فنا نہ پھٹکے اور
اسوقت خوشی اور سرور کے باعث تیرا دل اوڑیگا اور چہرہ سپید اور نورانی اور ایسا چمکنے لگیگا جیسے
چاند چودھوین رات کو چمکتا ہے تو اب خیال کر کہ خلق کے درمیان تو کیسے سر اوٹھائے بار سے چلیگا اور
کہ پیٹھہ گناہوں سے خالی ہوگی اور تازگی نسیم راحت اور رضا کی ٹھنڈک کی تیرے دونوں پہلو سے
دمک رہی ہوگی اور تمام خلق اگلی پچھلی تجھکو دیکھتی ہوگی اور تیرے حسن و جمال میں غبطہ کرتی ہوگی اور
فرشتے تیرے آگے اور پیچھے چلتے ہونگے اور پکار کر مجمع میں کہتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلانے کا بیٹا ہے کہ
اللہ تعالی اس سے راضی ہوا اور اسکو راضی کر دیا اور ایسی سعادت کو پہونچا کہ جسکے بعد کبھی بدبختی نہوگی
بھلا تیرے نزدیک کیا یہ رتبہ اوس مرتبے سے بڑا ہے جسکو تو دنیا میں لوگوں کے دلوں میں حاصل کرتا ہے اور اسکے لیے
ریا اور تکلف اور دین میں سستی اور بناوٹ کرتا ہے پس اگر تو جانتا ہے کہ یہ رتبہ دنیا کے رتبے سے بہتر
بلکہ دنیا کے رتبے کو اس مرتبے سے کچھ نسبت ہی نہیں تو پھر اس رتبے کے حاصل کرنے کیواسطے خلوص صدق
اور خدا کے ساتھ معاملہ کرنے میں نیت درست کو وسیلہ بنا کہ یہ رتبہ بدون اخلاص اور صحیح نیت کے
تجھکو نہ ملیگا اور اگر معاملہ دگرگون ہو یعنی معاذ اللہ تیرے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نکلا جسکو تو ہلکا
جانتا تھا اور خدا تعالی کے نزدیک وہ بڑا ٹھہرا اور اوسکے باعث تجھپر غصہ ہوکر کہدیا کہ اے برے بندے
تجھپر میری لعنت ہی میں تجھسے تیری عبادت قبول نہین کرتا تو اس کلام کے سنتے ہی تیرا منہ سیاہ
ہو جاویگا اور اللہ تعالی کے غصہ کے باعث فرشتے بھی تجھپر غضبناک ہوکر کہینگے کہ تجھپر ہماری لعنت اور
تمام خلائق کی لعنت ہو اور اوسوقت دوزخ کے فرشتے اپنے خالق کے غصے کے باعث خفا ہوکر تجھپر
پڑینگے اور باوجود اپنی سختی اور بدخلقی اور بری صورتوں کے تیرے پاس آکر تیرے ماتھے کے بال پکڑ کر
اور تجھکو منہ کے بل مجمع میں گھسیٹینگے اور تمام لوگ تیرے منہ کی سیاہی اور رسوائی کو ظاہر ہونے کو تا
کتے ہونگے اور تو تباہی اور بربادی پکارتا ہوگا اور وہ کہتے ہونگے کہ آج مت پکار ایک ہلاکی کو بلکہ بہت

بہت سی ہلاکیون کو اور فرشتے پکار کرتے ہونگے کہ یہ فلان شخص فلان کا بیٹا ہے اللہ تعالی نے
اسکی فضیحتون اور رسوائیون کو کھولدیا اور اسکے برے عیبون کے باعث اوسکو لعنت کیا ایسا
بدبخت ہوا کہ کبھی نیکبخت نہوگا اور کیا عجب ہو کہ یہ تمام خرابی کسی ایسے گناہ کے باعث سے ہو جسکو تو نے
بندون کے خوف سے کیا ہو ایا اونکے دلون مین جگہ ڈھونڈھنے کے لیے یا اونکے سامنے رسوائی کے
خوف سے تو دیکھ کہ تو کتنا بڑا جاہل ہے کہ اللہ تعالی کے چند بندون کے سامنے رسوا ہونے سے دنیائے فانی
مین احتراز کرتا ہے مگر اوس بڑی رسوائی سے ایسے بڑے مجمع مین نہین ڈرتا جہان خدائے تعالی کے غصہ کا
سامنا جبار ہوگا اور اوسکا عذاب جبار انکلیف دیگا اور دوزخ کے فرشتون کے پنجون مین گرفتار ہو کر
آگ کو چلا جاتا ہوگا پس یہ حال اور احوال تیرے ہین اور تجھکو ابھی بڑے اندیشے کی خبر نہین

وہ اندیشہ پل صراط کا ہے جو آگے مذکور ہوتا ہے

تو اب ہی بیان پل صراط کے ذکر مین جیران ہولون کے بعد اس آیت مین تامل کرین یوم نحشر المتقین
الی الرحمن وفدا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا اور اس آیت مین فاہدوہم الی صراط الجحیم وقفوہم
انہم مسئولون یعنی لوگ بعد احوال مذکورہ بالا کے صراط کیطرف ہنکائے جاوینگے وہ ایک پل ہے
کہ دوزخ کے اوپر بنا ہوا ہے تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا پس جو شخص دنیا مین راہ راست پر
سیدھا رہیگا وہ آخرت کے پل صراط پر ہلکا ہوگا اور نجات پاویگا اور جو دنیا مین سیدھا رہنے سے عدول کریگا
اور گناہون سے اوسکی پشت بھاری ہوگی وہ پل صراط کے اول ہی قدم مین لغزش کریگا اور ہلاک ہو جائیگا
پس اب سوچ کہ جب تو پل صراط کو دیکھیگا اور اوسکی تیزی اور باریکی پر نگاہ کریگا پھر اوسکے نیچے دوزخ کی
سیاہی نظر پڑیگی اور آگ کی چیخ اور جھنجھلاہٹ سنیگا تو تیرے دل مین کیسا خوف بھریگا اور تجھے ضرور کہا جائیگا
کہ اوسپر کو چلے باوجودیکہ تیرا حال ضعیف ہوگا اور دل مضطرب اور پاؤن ڈگمگاتے اور گناہون کے باعث
پیٹھ ایسی وزنی ہوگی کہ تجھے زمین پر چلا جاوے پل صراط تو علیحدہ رہا پھر جب تیرا کیا حال ہوگا جب تو اپنا
ایک پاؤن اوسپر رکھیگا اور اوسکی تیزی پاؤن کو معلوم ہوگی اور دوسرا پاؤن اوٹھانے کے لیے مجبور ہوگا
اور سامنے [illegible] آگے پھسل پھسل کر گرتے ہونگے اور دوزخ کے فرشتے اونکو کانٹون اور آنکڑون سے اوٹھاتے ہونگے
[illegible] سر نیچے اور پاؤن اوپر آگ مین چلے جاتے ہونگے تو کیا کچھ خوف اس حال سے

٦

[illegible] ایک ہولناک [illegible] مقام پر چڑھائی ہوگی اور کیسے تنگ رستے مین کو جانا ہوگا پس اپنے حال کو دیکھ
کہ جس [illegible] اسکا عنوان ہی ایسا ہوگا اور تیری پیٹھ گناہون سے وزنی ہوگی اور دہنے بائین خلق آگ مین گرتی
دیکھیگا [illegible] پر اللہ تعالی کے [illegible] کھڑے ہوے کہتے ہونگے کہ الہی بچائیے الہی بچائیے اور فریاد

تباہی اور خرابی کی دوزخ کے گڑھے میں سے تجھ تک پہونچتی ہوگی اسلیے کہ اکثر لوگ جو پل سے پھسلکر
گرینگے واویلا مچاوینگے تو تیرا کیا حال ہوگا اگر تیرا پاؤں لغزش کر گیا اور پشیمانی کام نہ آئی اور تو بھی
فریاد اور واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں اپنی روسیاہی سے ڈرا کرتا تھا کاش رہنے دی جاتی میں اس روز
کیواسطے کچھ کیا ہوتا کاش رسول کے ساتھ میں رستہ اختیار کیا ہوتا کاش فلاں کو یار نہ بنایا ہوتا کاش
میں مٹی ہوتا کاش میں معدوم ہوتا کاش میری ماں مجھکو نہ جنتی اور اوسوقت شعلے آگ کے تجھکو مار کر
اوچک لیں اور پکارنے والا پکارے اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ پس کوئی سبیل بجز چیخنے اور آہ کرنے
اور سانس بھرنے اور رونے چلانے کے نہیں ہوگی پس اب اپنی عقل کو تو کیسے دیکھتا ہے حالانکہ یہ آفتیں
تیرے سامنے ہیں اگر تجھکو ان باتوں پر ایمان نہیں تو معلوم ہوا کہ طبقات جہنم میں تو بہت دنوں رہا
چاہتا ہے اور اگر ایمان ہے اور اوس سے غافل ہوکر تیاری میں سستی کرتا ہے تو گمراہی بڑی اور سرکشی بڑی
ہے اور ایسے ایمان سے تجھے کیا فائدہ جو خدا تعالیٰ کی طاعت میں مساعی پر آمادہ کرکے [illegible]
نادانی چھوڑا دے اگر بالفرض تیرے سامنے سوائے ہول پل صراط اور اوسپر سے گذرنیکے خوف سے
دل کی دہشت کے اور کوئی اندیشہ ہوتا گو تو سلامت ہی گذر جاوے تب بھی ہول اور دہشت اوس
کے دیکھنے کا یہی کافی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پل صراط دوزخ کے بیچ میں رکھا جاوےگا
اور جو شخص کہ رسولوں میں سے اپنی امت کو لیکر اوترے گا وہ میں ہونگا اور اوس دن سوائے رسولوں کے
اور کوئی نہیں بولیگا اور سب پیغمبر یہی کہتے ہونگے کہ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اور دوزخ میں کانٹے
سعدان کے کانٹے کی شکل کے ہونگے بھلا تم نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں
آپنے فرمایا کہ تو اوسی شکل کے ہونگے مگر اونکی بڑائی کی مقدار کو سوا خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا
اور وہ آدمیوں کو موافق اونکے اعمال کے اچک لینگے پس بعضے تو اپنے عمل کے باعث ہلاک ہی
ہو جاوینگے اور بعضے پیچ کر رائی جیسی ہو جاوینگے پھر بچ جاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی دوزخ کے پل پر گذرینگے اور اوسپر گوکھرو
اور کانٹے اور آنکڑے ہونگے کہ لوگوں کو دہنے اور بائیں سے لپیٹینگے اور اوسکے دونوں طرف
فرشتے کہتے ہونگے کہ الٰہی بچا الٰہی بچا پس بعضے لوگ تو مثل بجلی کے گذرینگے اور بعضے ہوا کی طرح اور
بعضے دوڑتے گھوڑے کی طرح اور بعضے جا کو دوڑے جاوینگے اور بعضے چال چلتے اور گھٹنوں چلینگے اور بعضے
چوتڑوں گھسٹینگے اور دوزخ کے لوگ جو اوسمیں رہینگے وہ تو نہ مرینگے نہ جیوینگے مگر جو لوگ کہ گناہوں
اور خطاؤں میں پکڑے جاوینگے وہ جلکر کوئلے سیاہ ہو جاوینگے پھر شفاعت کی اجازت ہوگی تو گروہ گروہ

اور حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سب کو قیامت کے روز جمع کریگا چالیس برس آسمان کیطرف کو نگاہ کر کر اوسکے پاس جاؤ تم موسی
کر آپ رسول خدا ہین آپکو
حکم فیصل کے ہونگے اس حدیث کو حضرت ابن مسعود نے ایمانداروں کے سجدہ ہماری سفارش کیجیے
اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالی مومنین کو حکم کریگا کہ اپنے سر اوٹھاؤ وہ سر اوٹھاوینگے غضبناک ہی کہ نہ پہلے
کے موافق نور عنایت ہوگا تو بعضون کو تو بڑے پہاڑ کی برابر نور ملیگا کہ اوسکے
بعضون کو اس سے کچھ کم ملیگا اور بعضون کو درخت خرما کی برابر ملیگا اور بعضون کو اوس سے کم ملینگے
کہ آخر کو ایک شخص کو نور اوسکے پانون کے انگوٹھے پر عنایت ہوگا وہ کبھی تو چمکنے لگے گا اور کبھی
جب چمکیگا جب تو وہ پانون بڑھاویگا اور جب گل ہوگا تب کھڑا رہجاویگا پھر پل صراط کے
ذکر فرمایا کہ اپنے نور کے موافق اوس سے گذرینگے بعضے بعضے تو پلک مارنے کی طرح اور بعضے بجلی کیطرح
اور بعضے بادل کیطرح اور بعضے ستارون کے ٹوٹنے کیطرح اور بعضے ہوا کے مانند اور بعضے گھوڑے کی
دوڑ کے مانند اور بعضے آدمی کے بھاگنے کے مانند یہانتک کہ جس شخص کے پانون کے انگوٹھے پر نور
ملا ہوگا وہ اپنے منہ اور دونون ہاتھ پانون پر گھسٹتا چلیگا اگر ایک ہاتھ بڑھاویگا تو دوسرا اٹکا رہجاویگا
اور ایک پانون آگے کو کریگا تو دوسرا اولجھا رہیگا اور اوسکے پہلوؤن کو آگ لگتی ہوگی اسیطرح سے
جاتے جاتے پار ہوجاویگا جب خلاص ہوگا تو وہان کھڑا ہوکر کہیگا کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھکو
نجات دی کہ کسیکو نہین دی اسلیے کہ مجھکو جب بچایا جب مین اوسکا فرہ دیکھ چکا پھر اوس شخص کو جنت کے
دروازے کے پاس ایک چشمہ پر لیجاوینگے وہان وہ نہاویگا۔ اور حضرت انس بن مالک رضہ روایت کرتے ہین
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پل صراط تلوار کی تیزی کیطرح یا دھار کی تیزی کی
مثال ہے اور فرشتے مومن مردون اور عورتون کو بچاتے ہونگے اور حضرت جبریل علیہ السلام میری
کمر پکڑے ہونگے اور مین کہتا ہونگا کہ آلہی بچادے بچادے مگر لغزش کرنیوالے مرد اور عورتین اوس
روز بہت ہونگی۔ تو پل صراط کے اہوال اور مصائب یہ ہین اونمین بہت فکر کر اسلیے کہ قیامت کے
اہوال سے زیادہ تر وہی شخص بچیگا جو دنیا مین اوسکا فکر زیادہ کریگا کیونکہ خدای تعالی ایک بندے پر
دو خوف جمع نہین فرماویگا تو جو کوئی ان اہوال سے دنیا مین ڈریگا وہ آخرت مین اونسے مامون رہیگا
اور ہماری غرض خوف سے یہ نہین کہ عورتون کیطرح سننے کے وقت دل پر رقت ہوئی اور آنکھون سے
رو لیے اور پھر جلدی سے بھول بھال لہو ولعب مین مصروف ہوگئے یہ بات خوف مین ہرگز داخل
نہین بلکہ جو شخص کسی چیز سے ڈرا کرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور جس چیز کی امید کیا کرتا ہے اوسکو

ناامیدی اور حیرانی کی نہ پہنچے کہ جن وہی خوف اور شوق و رغبات دیگا جسکے باعث آدمی خدای تعالے کی
کرینگے واویلا مچاوینگے تو تسلّی طاعت پر آمادہ ہوا اور عورتوں کے رونے کی نسبت کر بھی زیادہ تر
رونا اور واویلا کرے اچھا ہے کہ جب احوال کو سنتے ہیں تو فوراً زبان سے استعاذہ نکلتا ہے کوئی
ہوا سنے کہ کیا ہوا پھر کوئی کہتا ہے نعوذ باللہ خدا کی پناہ الٰہی بچائیو اور باوجود اسکے اون گناہوں
میں مشغول رہتا ہے جو سبب اونکے ہلاک ہونے کا ہے تو ایسے شخص کے پناہ مانگنے سے شیطان مسخرا ہی
کرتا ہے اور یہ ہنسا کرتے ہیں جیسے جنگل میں کوئی درندہ حملہ کرے اور اوسکے پیچھے ایک قلعہ یا گڑھی
مسمار شدہ تو جب درندہ اوس درندہ کے دانت اور حملے کو دیکھے تو وہاں سے کہنے لگے کہ پناہ
لی گڑھی کی اور بنائی سے اسکے سخت عمارت اور مضبوط دیواروں کی اور یہ قول زبان ہی سے کہا اور
اسی جگہ سے نہ ہلے تو ان باتوں سے اوسے کیا نفع ہوگا اسی طرح آخرت کے احوال کی گڑھی بجز
لا الٰہ الا اللہ کے اور کوئی نہیں مگر اسکا صرف زبانی کہنا کار آمد نہیں بلکہ اوسکا سچ جاننا بھی ضرور ہے اور
سچ جاننا اسطرح ہے کہ آدمی کا کوئی مقصود سوای خدای تعالی کے ہو اور نہ کوئی معبود اوسکے سوا اور جو
شخص کہ اپنی خواہش کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو تو وہ رستہ توحید سے ابھی دور ہے اور اوسکا معاملہ
خطرناک ہے پس اگر آدمی سے یہ بھی ہو سکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت کرے اور انکی
سنت کی عزت کی بجا لائے اور آپ کی امت کے نیکوں کی دلداری کرے اور انکی دعاؤں سے برکت حاصل کرے
شاید اسی جہت سے آپکی شفاعت کے یا اون صلحا کی شفاعت نصیب ہو اور اگر اپنے پاس کچھ مایہ نہو تو شفاعت ہی سے حیلہ
دسواں بیان شفاعت کے ذکر میں واضح ہو کہ جب کچھ جماعتوں پر بدکاروں کی عذاب کا ثبوت ہوگا تو اللہ تعالی اپنے
فضل سے اوسکے باب میں شفاعت انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی اور ایسے لوگوں کی جنکا
خدای تعالی کے نزدیک مرتبہ اور حسن معاملہ ہے قبول فرماویگا پس یہ لوگ اپنے رشتہ اور قرابت والوں اور
دوستوں اور آشناؤں کے باب میں شفاعت کرینگے تو آدمی کو چاہیے کہ اس بات کا حریص ہو کہ ان
لوگوں کے نزدیک رتبہ شفاعت حاصل کرے اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کو ہرگز حقیر نہ سمجھے کہ اللہ
نے اپنی ولایت کو اپنے بندوں میں پوشیدہ کیا ہے تو شاید جس شخص کو تیری آنکھ حقیر جانتی ہے وہ اللہ کا ولی ہو

خاکساران جہان را بحقارت منگر	تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

اور کسی معصیت کو ہرگز چھوٹا نہ سمجھے کہ اللہ تعالی نے اپنا غضب اپنی نافرمانیوں میں چھپا رکھا ہے
تو شاید جس معصیت کو تو حقیر جانتا ہے اوسی میں خدای تعالے کا غضب ہو اور کسی طاعت کو حقیر مت جانو
اللہ نے اپنی رضا اپنی طاعتوں میں پوشیدہ رکھی ہے تو شاید اوسی طاعت میں اوسکی رضا

جھوٹ بولا تھا اور اونکا آپ ذکر کر دینگے کہ مجھے اپنی ہی پڑی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ تم موسی علیہ السلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت موسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ رسول خدا ہین آپکو خدا ی تعالی نے اپنی رسالت اور کلام سے لوگون پر زیادتی دی اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے دیکھیے ہمارا کیا حال ہے حضرت موسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسا غضبناک ہو کہ نہ پہلے کبھی پیچھے ایسا ہوا اور مین نے ایک شخص کو مار ڈالا تھا جسکے مار ڈالنے کا مجکو حکم نہ تھا مجھے اپنی ہی فکر ہے تم دوسرے کے پاس جاؤ تم حضرت عیسی کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس آکر کہینگے کہ آپ اللہ کے رسول اور اوسکے کلام ہین کہ مریم کیطرف ڈالدیا اور اللہ تعالی کی روح ہین اور آپ نے لوگون سے گود مین کلام کیا اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کیجیے اور دیکھیے کہ ہماری کیا نوبت ہے حضرت عیسی علیہ السلام جواب دینگے کہ میرا پروردگار آج ایسے غصے مین ہے کہ نہ پہلے ایسا ہوا نہ آگے کو ایسا ہو اور کوئی خطا اپنی ذکر نہین فرمائی مین اپنے ہی نفس کی فکر مین ہون تم کسی اور کے پاس جاؤ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ بس لوگ میرے پاس آوینگے اور کہینگے کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا اور خاتم انبیا ہین اور اللہ تعالی نے آپکے اگلے پچھلے گناہ سب معاف فرمائے اپنے رب سے آپ ہماری شفاعت فرمائیے اور ہمارے حال زار کو ملاحظہ فرمائیے۔

	لب بجنبان سپے شفاعت ما		مسنگر بر گناہ وطاعت ما	

مین روانہ ہوکر عرش کے نیچے آونگا اور اپنے رب کے لیے سجدے مین جاؤنگا پھر اللہ تعالی میرے اوپر اپنے محامد اور ثنا کی خوبی سے وہ چیز کھولدیگا کہ مجھسے پہلے کسیکے اوپر نہین کھولی پھر کہا جاویگا کہ ای محمد اپنا سر اوٹھا مانگ تجکو ملیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت منظور ہوگی پس مین اپنا سر اوٹھاؤنگا اور کہونگا امتی امتی یارب یعنی الٰہی میری امت کو بخشدے مجکو حکم ہوگا کہ ای محمد اپنی امت مین سے جن لوگون پر حساب نہین اونکو جنت کے دروازون مین سے دہنے دروازے سے اندر پہونچا دے اور باقی دروازون مین تیری امت کے لوگ اور لوگون کے شریک ہین پھر فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ فاصلہ دو کواڑون کا جنت کے اتنا ہے جتنا درمیان مکہ اور حمیر یا جتنا درمیان مکہ اور بصرے کے ہے اور ایک دوسری حدیث مین یہی مضمون جو ان کا تون ہے اور اوسمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خطائین بھی مذکور ہین یعنی اول کواکب کے باب مین فرمانا کہ ہذا ربی یہ میرا پروردگار ہے دوسرے کفار کے معبودون کو فرمانا بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا یہ کام انہین سے اس بڑے بت نے کیا ہے تیسرے آپ کا فرمانا کہ اِنِّي سَقِيمٌ مین بیمار ہون



عرضکہ یہ حال ہے شفاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپکی امت کے لوگ عالم اور بلحت کی شفا
کرینگے یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ایک شخص کی شفاعت سے
جنت میں ربیعہ اور مضر کی قوم سے زیادہ لوگ داخل ہونگے اور ایک حدیث میں آپنے ارشاد فرمایا
آدمی کو حکم ہوگا کہ اے شخص اٹھ اور سفارش کر وہ اوٹھکر اپنے خاندان اور گھر والون اور ایک دو شخص
کے لیے موافق اپنے عمل کے سفارش کریگا۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ایک شخص جنت میں کا قیامت کے روز دوزخ والون میں جھانکیگا اوسکو ایک دوزخی پکاریگا
کہ اے فلان تو مجھے پہچانتا ہے وہ کہیگا کہ میں تو نہیں پہچانتا تو کون ہے وہ کہیگا کہ دنیا میں فلان روز
تو میرے پاس کو گذرا اور ایک گھونٹ پانی پینے کو مجھسے مانگا میں نے تجھے پانی پلایا تھا تب کہیگا کہ ہان میں نے
تجکو پہچانا وہ کہیگا کہ تو اوسی گھونٹ کی عوض اپنے رب سے میرے باب میں سفارش کر وہ اللہ تعالی سے
اوسکے حال کہنے کی اجازت لیکر کہیگا کہ الہی میں دوزخ والون پر جھانکا تو ایک شخص نے دوزخیوں میں سے
مجھے پکارا اور کہا کہ مجھے تو پہچانتا ہے میں نے کہا کہ نہیں تو کون ہے اوسنے کہا کہ میں وہ ہون کہ تو نے
مجھسے دنیا میں پانی پینے کو مانگا تھا میں نے تجھے پانی پلادیا تھا اوسکے عوض میں تو میری سفارش اپنے
پروردگار سے کر پس الہی تو اوسکے باب میں میری سفارش قبول فرما اللہ تعالی اوسکی سفارش قبول فرمائیگا
اور حکم صادر ہوگا تو دوزخ سے باہر نکل آویگا۔ اور حضرت انس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی قبروں سے اوٹھینگے تو سب سے اول میں نکلونگا اور جب وہ میرے پاس آوینگے تو
میں اونکا خطیب یعنی اونکی طرف سے بولنے والا اور معذرت کرنے والا اونکا میں ہونگا اور جب
وہ ناامید ہونگے تو میں اونکو بشارت دونگا حمد کا علم اوس دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں سب اولاد
آدم سے اپنے رب کے نزدیک گرامی تر ہون اور کچھ فخر نہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونگا اور ایک لباس بہشت کے حلّوں میں سے پہنونگا
پھر عرش کے داہنی طرف کھڑا ہونگا اس مقام پر کہ خلق میں سے میرے سوا کوئی کھڑا ہوگا۔ اور حضرت
ابن عباس رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیٹھے ہوئے آپکا انتظار کرتے تھے آپ
باہر نکلے یہانتک کہ جب اونکے قریب پہونچے تو سنا کہ وہ باتیں کرتے ہیں آپنے اونکی باتیں سنیں
کسینے کہا کہ تعجب ہے کہ اللہ تعالی نے خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا دوسرے نے کہا کہ
یہ کچھ حضرت موسی علیہ السلام کے کلام سے عجیب تر نہیں اللہ تعالی نے اونسے کلام فرمایا ایک اور شخص نے
کہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھو وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں اور شخص بولا کہ آدم علیہ السلام کو

ری نیت ہی کو ہے تو معنی اس حدیث کے ہوے اب باقی رہا یہ کہ عمل سے اسکے بہتر اور افضل ہونیکا کیا سبب ہے
آ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اوس کے طریق کو سمجھا تو چند روز تک یہ حالت رہی کہ جس آدمی کی گفتگو سنتے بیہوش ہو جاتے اسلیے کہ محبت کے باعث کلام محبوب کا اور اوسے کے
ایسا شیرین ہو جاتا ہو کہ دوسری چیز کی حلاوت دل سے نکلجاتی ہو اور اسیوجہ سے بعض حکما نے ہے تو
اپنی دعا میں یہ کلمات فرمائے تھے کہ اے وہ شخص کہ اپنے ذکر سے مجھکو مانوس کیا اور اپنی خلقت کا جو
مجھکو وحشت دی۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی ہوئی کہ اے داؤد میرا ہی مشتاق ہو اور میں
مجھسے ہی انس کر اور میرے غیر سے متنفر ہو۔ اور حضرت رابعہ بصریہ رح سے پوچھا کہ تمکو یہ
مقامات کہ کیا کیا ملا فرمایا کہ بیفائدہ امور کو میں نے ترک کیا اور اوس ذات سے جو قدیم ازلی
ہے میں سلامت حاصل کیا۔ اور عبدالواحد بن زید کہتے ہیں کہ میں ایک راہب کے پاس گیا اور اوس سے
کہا کہ مقصود لذت سے بہت پسند ہو اوسنے جواب دیا کہ میاں صاحب اگر تم تنہائی کا مزہ چکھو تو اپنے
نفس اور محبت ہی سے نفرت کرنے لگو تنہائی ہی تو عبادت کی جڑ ہی میں نے پوچھا کہ تم سے تنہائی کا
فائدہ تمکو کیا ہی اوسنے کہا لوگوں کی خوشامد سے راحت اور اونکے شر سے محفوظ رہنا پھر میں نے
کہا کہ آدمی انس بابندگی کی حلاوت کب پاتا ہو اوسنے کہا کہ جب محبت صاف اور معاملہ خالص ہو
میں نے پوچھا کہ محبت صاف کب ہوتی ہو اوسنے کہا کہ جب سب فکر طاعت میں گر ایک
ہو جاویں اور کوئی باقی نہ رہے۔ اور بعض حکما کا قول ہو کہ لوگوں سے تعجب ہو کیسے وہ تجھسے
بدل جاتے ہیں یعنی تیری عوض دوسری چیز میں مصروف ہیں اور دلوں سے یہ تعجب ہو
کہ وہ تجھکو چھوڑ کر تیرے غیر سے کسطرح مانوس ہوے ہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ انس بابندگی
علامت خاص یہ ہے کہ لوگوں کی صحبت سے دلتنگ ہوا اور اونمیں گھبراوے یاد الٰہی کی شیرینی
کا حریص بشدت ہو اس صورت میں اگر وہ ملے جلے گا تو ایسا ہوگا جیسے کوئی جماعت میں
اکیلا ہو اور خلوت میں مجتمع اور وطن میں مسافر اور سفر میں مقیم اور غائب ہونے کی حالت میں
موجود اور مجمع میں غائب کہ بدن سے تو ملا جلا ہو اور دل سے علاحدہ شیرینی ذکر میں ڈوبا ہوا
چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے لوگوں کے وصف میں فرماتے ہیں کہ وہ ایسے لوگ ہیں
جنپر حقیقت امر کا علم ہجوم کر گیا ہی یقین کی آسایش سے بہرہ مند ہوے ہیں اور جس چیز کو
اہل دولت نے مشکل جانا ہی اوسکو وہ آسان سمجھتے ہیں اور اوس ذات سے انس حاصل کیا ہی
جس سے جاہل نے وحشت اختیار کی ہو دنیا کا ساتھ صرف اپنے بدن سے کیے ہیں ارواح انکی

اور علیحدہ نہیں ہوسکے گا لیکن ابتداہی مین اگر اس کو علیحدہ رہنے کا آور منتہا ئی میل سے موت تک
تو یہ ایسا ہوگا کہ گویا میل کی ہدایت موقوف کردے تو سحر اسکے کہ وہ میل ضعیف اور شکستہ ہوکر پست ہو
ہوجاوے اور کیا ہوگا اسیطرح سب نیات کا حال ہے۔ اور خیرات اور طاعات سے سب اسلیے ہیں کہ
آخرت مطلوب ہوتی ہے اور شرور سے سب دنیا مراد ہوتی ہے اور نفس کا میل خیرات اخروی کیطرف اور
پھر دنیوی خیرات سے بھی دل کو دور کرا اور فکر کے لیے فارغ کردیتا ہے اور پختہ جب ہوتا ہے۔
اعمال طاعات پر مواظبت ہو اور جوارح سے معاصی کا ترک لازم کرلیا جاوے اسلیے کہ اعضای ظاہر
اور دل میں ایک ایسا علاقہ ہے جس سے کہ ایک کا اثر دوسرے پر پہونچتا ہے مثلاً اگر کسی عضو میں زخم لگتا ہے
اوس سے دل میں درد ہوتا ہے اور دل جب کسی عزیز کے مرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے یا کسی امر
سے غمگین ہوتا ہے تو اعضا پر اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ تمام بدن کانپتا ہے کہ رنگ بدل جاتا
فرق اتنا ہے کہ دل اصل ہے گویا کہ امیر یا حاکم ہے اور اعضا مثل خادم اور رعیت کے ہیں اعضا کی حد
کی جہت سے دل کی صفات پختہ ہوجاتے ہیں غرضکہ دل مقصود ہے اور اعضا آلات ہیں جسے مقصد
تک رسائی ہو اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ
سَائِرُ الْجَسَدِ اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اَصْلِحِ الرَّاعِیَ وَالرَّعِیَّۃَ راعی سے مراد آپ کی قلب ہی ہے اور
ارشاد فرماتا ہے لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاۤؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ اور تقوی زمین قلب
اسیوجہ سے بالضرورۃ واجب ہے کہ قلب کے اعمال مطلقاً حرکات اعضا کی نسبت کہ افضل ہوں پست
ضرور ہے کہ اون سب مین سے نیت افضل ہو اسواسطے کہ نیت دل کے میل کرنے کو خیر کیطرف پست
جبر کو کہتے ہین اور اعمال جوارح سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دل ارادہ خیر کا عادی ہو اور
پختہ ہوجاوے تاکہ شہوات دنیا سے فارغ ہوکر ذکر اور فکر پر جھک پڑے تو طاعت ہوجاوے اگر
اسی غرض کے لحاظ سے ہوگی اور نیت مین چونکہ نفس مقصود حاصل ہے لہذا
اصلیت ہونی چاہیے جیسے معدے مین اگر درد ہو تو ایک علاج تو یہ ہے کہ اعضا پر ضماد اور کشادگی اقوال اور
کردیں اور ایک یہ کہ ایسی دوا پلاویں جو معدے مین پہونچے پس دونوں علاج تغیر اور حجاب کا
اسلیے کہ اوس سے بھی مقصود یہی ہے کہ اثر معدے میں پہونچے اور جو بلاواسطہ ہو وہ
وہ بہتر اور رافع تر ہوگی اسیطرح سب طاعات کی تاثیر کہ مقصود اصل مین مقیم ہوتا ہو اور اوس سے
اور اونکے صفات کی تبدیل ہے نہ کچھ اعضا کا وہ شخص کہ مقام انس مین مقیم نہیں اور فعل و کلام مین انس نہ ہو
دکھاتے ہیں یہ ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ بناتا ہے اور قریب بکفر ہوجاتا ہے اور اوسکی مثال مناجات برخ اسود
علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اوس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل

مذاق العارفین

ترجمہ جلد سوم

احیاء علوم الدین

یہ نسخہ واقع زلال صوریٰ نافع علل معنوی سن تصنیف مشہور علامۂ زمان فخر کبرای اہل اسلام محی مراسم دین متین حضرت خیر الانام برگزیدۂ اولیای کرام مقتدای اداقی واعالی امام **محمد غزالی** علیہ رحمۃ اللہ العلے زبان عربی مین مستند اکابر واصاغر طبقۂ اسلام کی کوشش بلیغ وسعی فراوان سے پہلے مقام مصر مین طبع ہوا تھا اور گران ارزہ ہونے کے دومرتبہ اوسی عربی مطبوعہ کی نقل اس مطبع مین طبع ہوئی حسب اہل اسلام نے اوس نسخۂ جلیلہ مخزن دینی کا حال سنا تو بدرجۂ غایت اوسکی ترجمہ کے مشتاق ہوئے چنانچہ اکمل الفضلا افضل العلما المعی زمان لوذعی دوران مقبول زمن حاجی مولوی **محمد احسن** صاحب صدیقی نانوتوی مدرس اول عربی بریلی کالج نے بہ صحت احادیث علی الخصوص تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا حوالہ باسناد صحیحہ حاشیہ پر لکھدیا ہے انتھی کہ مترجم ممدوح نے اسکے ترجمہ مین جو عرق ریزی وکوشش وتلاش شایان تھی بجز بدیکا ہش فرمائی اسکی قدردانی کا حضرات اسلام پر انصاف ہے

بنام نامی

جناب نواب فلک رکاب قدردان علما وفضلا بہبودخواہ دین اسلام مستطاب معلی القاب نواب **میر غلام بابا خان** صاحب بہادر رئیس سورت دام اقبالہ

واظہار سپاس گذاری جناب منشی **میان داود خان** صاحب سیاح رفیق نواب مسبوق الالقاب

ماہ جولائی ۱۸۹۵ء

مطبع نامی منشی نولکشور مین مقام لکھنؤ طبع ہوا